مترجم

الهداية

جلد 4

امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر الفرغانی

۵۱۱-۵۹۳ھ

ترجمہ

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر الفرغانی

۵۱۱-۵۹۳

ترجمہ

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز® زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نام کتاب ——— الھدایۃ (نمبر4)

مترجم ——— علامہ محمد لیاقت علی رضوی

کمپوزنگ ——— ورڈز میکر

باہتمام ——— ملک شبیر حسین

سن اشاعت ——— ستمبر 2013ء

سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور 0322-7202212

طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ——— روپے

شبیر برادرز® زبیدہ سنٹر، 40۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
shabbirborther786@gmail.com

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

فَصْلٌ

كِتَابُ الْغَصْبِ

فَصْلٌ

فصل

فَصْلٌ فِيْ غَصْبِ مَا لَا يَتَقَوَّمُ

كِتَابُ الشُّفْعَةِ

بَابُ طَلَبِ الشُّفْعَةِ وَالْخُصُومَةُ فِيهَا

فَصْلٌ فِیْ مَسَائِلِ الْاِخْتِلَافِ

فَصْلٌ فِیْمَا یُؤْخَذُ بِهِ الْمَشْفُوْعُ

فَصْلٌ

بَابُ مَا تَجِبُ فِیْهِ الشُّفْعَةُ وَمَا لَا تَجِبُ

بَابُ مَا یَبْطُلُ بِهِ الشُّفْعَةُ

بَابُ دَعْوَى الْغَلَطِ فِي الْقِسْمَةِ وَالاسْتِحْقَاقُ فِيهَا

فَصْلٌ

فَصْلٌ فِي الْمُهَايَاةِ

كِتَابُ الْمُزَارَعَةِ

كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

كِتَابُ الذَّبَائِحِ

فَصْلٌ فِيمَا يُؤْكَلُ وَمَا لَا يُؤْكَلُ

کتاب الاضحیہ

كتاب الكراهية

فَصْلٌ فِی اللُّبْسِ

فَصْلٌ فِی الْوَطْءِ وَالنَّظَرِ وَاللَّمْسِ

فَصْلٌ فِی الْاِسْتِبْرَاءِ وَغَیْرِہٖ

فَصْلٌ فِی الْبَیْعِ

مَسَائِلُ مُتَفَرِّقَةٌ

کِتَابُ إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ

فُصُولٌ فِیْ مَسَائِلِ الشُّرْبِ

فَصْلٌ فِی الْمِیَاهِ

فَصْلٌ فِیْ كَرْیِ الْأَنْهَارِ

فَصْلٌ فِی الدَّعْوَى وَالْاِخْتِلَافِ وَالتَّصَرُّفِ فِيْهِ

كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ

فَصْلٌ فِی طَبْخِ الْعَصِیرِ

كِتَابُ الصَّيْدِ

فَصْلٌ فِی الْجَوَارِحِ

فَصْلٌ فِی الرَّمْیِ

كِتَابُ الرَّهْنِ

بَابُ مَا يَجُوْزُ ارْتِهَانُهُ وَالْارْتِهَانُ بِهٖ وَمَا لَا يَجُوْزُ

فصل

بَابُ الرَّهْنِ يُوضَعُ عَلَى يَدِ الْعَدْلِ

بَابُ التَّصَرُّفِ فِی الرَّهْنِ وَالْجِنَايَةِ عَلَيْهِ وَجِنَايَتِهٖ عَلٰى غَيْرِهٖ

فصل

کتاب الجنایات

بَابُ مَا یُوجِبُ الْقِصَاصَ وَمَا لَا یُوجِبُهُ

فصل

بَابُ الْقِصَاصِ فِیمَا دُونَ النَّفْسِ

فصل

فصل

بَابُ الشَّهَادَةِ فِي الْقَتْلِ

بَابٌ فِي اعْتِبَارِ حَالَةِ الْقَتْلِ

كِتَابُ الدِّيَاتِ

فَصْلٌ فِيمَا دُوْنَ النَّفْسِ

فَصْلٌ فِي الشِّجَاجِ

فَصْلٌ

فَصْلٌ فِي الْجَنِينِ

بَابُ مَا يُحْدِثُ الرَّجُلُ فِي الطَّرِيقِ

فَصْلٌ فِي الْحَائِطِ الْمَائِلِ

بَابُ جِنَايَةِ الْبَهِيمَةِ وَالْجِنَايَةِ عَلَيْهَا

بَابُ جِنَايَةِ الْمَمْلُوكِ وَالْجِنَايَةِ عَلَيْهِ

فَصْلٌ قَتَلَ عَبْدًا خَطَأً

فَصْلٌ فِیْ جِنَایَةِ الْمُدَبَّرِ وَاُمِّ الْوَلَدِ

بَابُ غَصْبِ الْعَبْدِ وَالْمُدَبَّرِ وَالصَّبِیِّ وَالْجِنَایَةِ فِیْ ذٰلِكَ

بَابُ الْقَسَامَةِ

كِتَابُ الْمَعَاقِلِ

كِتَابُ الْوَصَايَا

بَابُ الْوَصِيَّةِ بِثُلُثِ الْمَالِ

فَصْلٌ فِي اعْتِبَارِ حَالَةِ الْوَصِيَّةِ

بَابُ الْعِتْقِ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ

فَصْلٌ فِی الشَّہَادَۃِ

كِتَابُ الْخُنْثٰى

فَصْلٌ فِی بَیَانِہٖ

فَصْلٌ فِی اَحْکَامِہٖ

مَسَائِلُ شَتّٰی

كِتَابُ الْحَجْرِ

﴿یہ کتاب حجر کے بیان میں ہے﴾

کتاب حجر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب حجر کو کتاب اکراہ کے بعد ذکر کیا ہے اس کی مناسبت فقہی یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں ولایت مختارہ جو اختیار کے وجوب کے سبب جاری ہوئی تھی وہ سلب ہو جاتی ہے۔ لیکن ان میں سے اکراہ میں اس کا اثر مضبوط ہے کیونکہ اس میں اختیار کا سلب ہو جانا یہ درست ہے۔ اور یہی ولایت کاملہ ہے۔ جبکہ حجر میں ایسا نہیں ہوتا ہے اسی لئے کتاب حجر سے پہلے کتاب اکراہ کو بیان کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب حجر، بیروت)

حجر کا فقہی مفہوم

اور کسی شخص کے تصرفات قولیہ روک دینے کو حجر کہتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مراتب پر پیدا فرمایا ہے کسی کو سمجھ بوجھ اور دانائی وہوشیاری عطا فرمائی اور بعض کی عقلوں میں فتور اور کمزوری رکھی جیسے مجنون اور بچے کہ ان کی فہم وعقل میں جو کچھ قصور ہے وہ مخفی نہیں اگر ان کے تصرفات نافذ ہو جایا کریں اور بسا اوقات یہ اپنی کم فہمی سے ایسے تصرفات کر جاتے ہیں جو خود ان کے لیے مضر ہیں تو انھیں کو نقصان اٹھانا پڑے گا لہٰذا اس کی رحمتِ کاملہ نے ان کے تصرفات کو روک دیا کہ ان کو ضرر نہ پہنچنے پائے۔ باندی غلام کی عقل میں فتور نہیں ہے مگر یہ خود اور جو ان کے پاس ہے سب ملکِ مولیٰ ہے لہٰذا ان کو پرائی مِلک میں تصرّف کرنے کا کیا حق ہے۔

کتاب حجر کے شرعی مأخذ کا بیان

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۔ (النساء،۵)

اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے اور انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔ (کنزالایمان)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ لوگوں سے فرماتا ہے کہ کم عقل بیوقوفوں کو مال کے تصرف سے روکیں، مال کو اللہ تعالیٰ نے تجارتوں وغیرہ میں لگا کر انسان کا ذریعہ معاش بنایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کم عقل لوگوں کو ان کے مال کے خرچ سے روک دینا چاہئے، مثلاً نابالغ بچہ ہو یا مجنون ودیوانہ ہو یا کم عقل بیوقوف ہو اور بیدین ہو بری طرح اپنے مال کو لٹا رہا ہو، اسی طرح ایسا شخص جس پر قرض بہت چڑھ گیا ہو

جسے وہ اپنے کل مال سے بھی ادا نہیں کر سکتا اگر قرض خواہ حاکم وقت سے درخواست کریں تو حاکم وہ سب مال اس کے قبضے سے لے لے گا اور اسے بیدخل کر دے گا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہاں (سفہاء) سے مراد تیری اولاد اور عورتیں ہیں، اسی طرح حضرت ابن مسعود حکم بن عیینہ حسن اور ضحاک رحمہم اللہ سے بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عورتیں اور بچے ہیں، حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں یتیم مراد ہیں، مجاہد عکرمہ اور قتادہ کا قول ہے کہ عورتیں مراد ہیں،

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک عورتیں بیوقوف ہیں مگر جو اپنے خاوند کی اطاعت گزار ہوں، ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث مطول مروی ہے، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سرکش خادم ہیں۔ پھر فرماتا ہے انہیں کھلاؤ پہناؤ اور اچھی بات کہو ابن عباس فرماتے ہیں یعنی تیرا مال جس پر تیری گزر بسر موقوف ہے اسے اپنی بیوی بچوں کو نہ دے ڈال کر پھر ان کا ہاتھ تکتا پھرے بلکہ اپنا مال اپنے قبضے میں رکھ اس کی اصلاح کرتا رہ اور خود اپنے ہاتھ سے ان کے کھانے کپڑے کا بندوبست کر اور ان کے خرچ اٹھا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا، ایک وہ شخص جس کی بیوی بدخلق ہو اور پھر بھی وہ اسے طلاق نہ دے دوسرا وہ شخص جو اپنا مال بیوقوف کو دے دے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بیوقوف کو اپنا مال نہ دو تیسرا وہ شخص جس کا قرض کسی پر ہو اور اس نے اس قرض پر کسی کو گواہ نہ کیا ہو۔ ان سے بھلی بات کہو یعنی ان سے نیکی اور صلہ رحمی کرو، اس آیت سے معلوم ہوا کہ محتاجوں سے سلوک کرنا چاہئے اسے جسے بالفعل تصرف کا حق نہ ہو اس کے کھانے کپڑے کی خبر گیری کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ نرم زبانی اور خوش خلقی سے پیش آنا چاہئے۔

یتیم کے مال میں میں تصرف کرنے کا بیان

اور جب تم دیکھو کہ یہ اپنے دین کی صلاحیت اور مال کی حفاظت کے لائق ہو گئے ہیں تو ان کے ولیوں کو چاہئے کہ ان کے مال انہیں دے دیں۔ بغیر ضروری حاجت کے صرف اس ڈر سے کہ یہ بڑے ہوتے ہی اپنا مال ہم سے لے لیں گے تو ہم اس سے پہلے ہی ان کے مال کو ختم کر دیں ان کا مال نہ کھاؤ۔ جسے ضرورت نہ ہو خود امیر ہو کھاتا پیتا ہو تو اسے تو چاہئے کہ ان کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے، مردار اور بہے ہوئے خون کی طرح یہ مال ان پر حرام محض ہے، ہاں اگر والی مسکین محتاج ہو تو بیشک اسے جائز ہے کہ اپنی پرورش کے حق کے مطابق وقت کی حاجت اور دستور کے موجب اس مال میں سے کھا پی لے اپنی حاجت کو دیکھیے اور اپنی محنت کو اگر حاجت محنت سے کم ہو تو حاجت کے مطابق لے اور اگر محنت حاجت سے کم ہو تو محنت کا بدلہ لے لے، پھر ایسا ولی اگر مالدار بن جائے تو اسے اس کھائے ہوئے اور لئے ہوئے مال کو واپس کرنا پڑے گا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ واپس نہ دینا ہو گا اس لئے کہ اس نے اپنے کام کے بدلے لے لیا ہے۔ امام شافعی کے ساتھیوں کے نزدیک یہی صحیح ہے، اس لئے کہ آیت میں بغیر بدل کے مباح قرار دیا ہے اور مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس مال نہیں ایک یتیم میری پرورش میں ہے تو کیا میں اس کے کھانے سے کھا سکتا ہوں آپ نے فرمایا ہاں اس یتیم کا مال اپنے کام میں لا سکتا بشرطیکہ حاجت سے زیادہ

زانہ جمع کرنہ یہ ہو کہ اپنے مال کو تو بچا رکھے اور اس کے مال کو کھاتا چلا جائے، ابن ابی حاتم میں بھی ایسی ہی روایت ہے،
ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میں اپنے یتیم کو ادب سکھانے کے لئے ضرورتا کس چیز سے ماروں؟ فرمایا جس سے تو اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہے اپنا مال بچا کر اس کا مال خرچ نہ کرنہ اس کے مال سے دولت مند بننے کی کوشش کر، حضرت ابن عباس سے کسی نے پوچھا کہ میرے پاس بھی اونٹ ہیں اور میرے ہاں جو یتیم پل رہے ہیں ان کے بھی اونٹ ہیں میں اپنی اونٹنیاں دودھ پینے کے لئے فقیروں کو تحفہ دے دیتا ہوں تو کیا میرے لئے جائز ہے کہ ان یتیموں کی اونٹنیوں کا دودھ پی لوں؟ آپ نے فرمایا اگر ان یتیموں کی گم شدہ اونٹنیوں کی کو تو ڈھونڈ لاتا ہے ان کے چارے پانی کی خبر گیری رکھتا ہے ان کے حوض درست کرتا رہتا ہے اور ان کی نگہبانی کیا کرتا ہے تو بیشک دودھ سے نفع بھی اٹھا لیکن اس طرح کہ نہ ان کے بچوں کو نقصان پہنچے نہ حاجت سے زیادہ لے، (مؤطا مالک)

حضرت عطاء بن رباح حضرت عکرمہ حضرت ابراہیم نخعی حضرت عطیہ عوفی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول ہے دوسرا قول یہ ہے کہ تنگ دستی کے دور ہو جانے کے بعد وہ مال یتیم کو واپس دینا پڑے گا اس لئے کہ اصل تو ممانعت ہے البتہ ایک وجہ سے جواز ہو گیا تھا جب وہ وجہ جاتی رہی تو اس کا بدل دینا پڑے گا جیسے کوئی بے بس اور مضطر ہو کر کسی غیر کا مال کھا لے لیکن حاجت کے نکل جانے کے بعد اگر اچھا وقت آیا تو اسے واپس دینا ہوگا، دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تخت خلافت پر بیٹھے تو اعلان فرمایا تھا کہ میری حیثیت یہاں یتیم کے والی کی حیثیت ہے اگر مجھے ضرورت ہی نہ ہوئی تو میں بیت المال سے کچھ نہ لوں گا اور اگر محتاجی ہوئی تو بطور قرض لوں گا جب آسانی ہوئی پھر واپس کردوں گا۔ (ابن ابی الدنیا)

یہ حدیث سعید بن منصور میں بھی ہے اور اس کو اسناد صحیح ہے، بیہقی میں بھی یہ حدیث ہے، ابن عباس سے آیت کے اس جملہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ بطور قرض کھائے اور بھی مفسرین سے یہ مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں معروف سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں سے کھائے اور روایت میں آپ سے یہ مروی ہے کہ وہ اپنے ہی مال کو صرف اپنی ضرورت پوری ہو جانے کے لائق ہی خرچ کرے تا کہ اسے یتیم کے مال کی حاجت ہی نہ پڑے۔

حضرت عامر شعبی فرماتے ہیں اگر ایسی بے بسی ہو جس میں مردار کھانا جائز ہو جاتا ہے تو بیشک کھا لے لیکن پھر ادا کرنا ہوگا، یحیٰی بن سعید انصار اور ربیعہ سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے کہ اگر یتیم فقیر ہو تو اس کا ولی اس کی ضرورت کے موافق دے اور پھر اس ولی کو کچھ نہ ملے گا، لیکن عبارت یہ ٹھیک نہیں بیٹھتا اس لئے کہ اس سے پہلے یہ جملہ بھی ہے کہ جو غنی ہو وہ کچھ نہ لے، یعنی جو ولی غنی ہو تو یہاں بھی یہی مطلب ہوگا جو ولی فقیر ہو نہ یہ کہ جو یتیم فقیر ہو، دوسری آیت میں ہے آیت (وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّه) 6۔ الانعام: 152) یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ ہاں بطور اصلاح کے پھر اگر تمہیں حاجت ہو تو حسب حاجت بطریق معروف اس میں سے کھاؤ پیو پھر اولیاء سے کہا جاتا ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں اور تم دیکھ لو کہ ان میں تمیز آ چکی ہے تو گواہ رکھ کر ان کے مال ان کے سپرد کردو، تاکہ انکار کرنے کا وقت ہی نہ آئے، یوں تو دراصل سچا شاہد اور پورا نگراں اور باریک حساب لینے والا اللہ ہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ولی نے یتیم کے مال میں نیت کیسی رکھی؟ آیا خورد برد کیا .... باد

کہ جھوٹ سچ سب لکھ اور دیا یا صاف دل اور نیک نیتی سے نہایت پوکسی اور صفائی سے اس کے مال کا پورا پورا خیال رکھا اور سب کچھ صرف رکھ دار ان سب باتوں کا حقیقی علم تو اسی دانا و بینا نگران و نگہبان کو ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوذر میں تمہیں ناتواں پاتا ہوں اور جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی تیرے لئے بھی پسند کرتا ہوں خبردار ہرگز دو شخصوں کا بھی سردار اور امیر نہ بننا نہ کبھی کسی یتیم کا ولی بننا۔

(تفسیر ابن کثیر، نساء، ۵)

حجر کے اسباب ثلاثہ کا بیان

قَالَ (الْاَسْبَابُ الْمُوجِبَةُ لِلْحَجْرِ ثَلَاثَةٌ : الصِّغَرُ، وَالرِّقُّ، وَالْجُنُونُ، فَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُ الصَّغِيرِ اِلَّا بِاِذْنِ وَلِيِّهِ، وَلَا تَصَرُّفُ الْعَبْدِ اِلَّا بِاِذْنِ سَيِّدِهِ، وَلَا تَصَرُّفُ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ بِحَالٍ) اَمَّا الصَّغِيرُ فَلِنُقْصَانِ عَقْلِهِ، غَيْرَ اَنَّ اِذْنَ الْوَلِيِّ آيَةُ اَهْلِيَّتِهِ، وَالرِّقُّ لِرِعَايَةِ حَقِّ الْمَوْلٰى كَيْ لَا يَتَعَطَّلَ مَنَافِعُ عَبْدِهِ .وَلَا يَمْلِكُ رَقَبَتَهُ بِتَعَلُّقِ الدَّيْنِ بِهِ، غَيْرَ اَنَّ الْمَوْلٰى بِالْاِذْنِ رَضِيَ بِفَوَاتِ حَقِّهِ، وَالْجُنُونُ لَا تُجَامِعُهُ الْاَهْلِيَّةُ فَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُهُ بِحَالٍ، اَمَّا الْعَبْدُ فَاَهْلٌ فِيْ نَفْسِهِ وَالصَّبِيُّ تُرْتَقَبُ اَهْلِيَّتُهُ فَلِهٰذَا وَقَعَ الْفَرْقُ .

فرمایا حجر کو ثابت کرنے والے اسباب تین ہیں۔(۱) کم سن ہونا (۲) غلام ہونا (۳) پاگل ہونا۔ پس چھوٹے بچے کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ولی کی اجازت کے سوا تصرف کرے۔ اور اپنے آقا کی اجازت کے بغیر غلام کے لئے تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور پاگل کا تصرف بھی جائز نہیں ہے۔ چھوٹے بچے کے تصرف کا عدم جواز اس دلیل سے ہے کہ اس میں عقل و سمجھ کم ہوتی ہے جبکہ وہ ولی کی اجازت سے اہل ہونے والا ہے اور غلام کے تصرف کا عدم جواز اس کے آقا کے حق ہونے کے سبب سے ہے۔ تاکہ غلام کا نفع ضائع نہ ہو اور قرض کے لازم ہو جانے کے سبب سے اس کی رقبہ مملوک نہ بن جائے۔ لہٰذا اس کا تصرف منع ہو گیا۔ مگر اجازت دینے کی وجہ سے آقا اپنے حق کو ضائع کرنے پر رضا مند ہوا ہے۔ اور پاگل کے ساتھ تو کوئی اہلیت بھی جمع ہونے والی نہیں ہے پس اس کا تصرف کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ بہ خلاف اس کے کہ غلام خود بہ خود تصرف کرنے کا اہل ہے اور بچے کی اہلیت کی توقع بھی کی جا سکتی ہے۔ پس اس طرح بچے، غلام اور پاگل کے درمیان فرق واضح ہو چکا ہے۔

عدم تصرف والوں کی بیع کا اجازت ولی پر موقوف ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ مِنْ هٰؤُلَاءِ شَيْئًا وَهُوَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَيَقْصِدُهُ فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ، اِنْ شَاءَ اَجَازَهُ اِذَا كَانَ فِيهِ مَصْلَحَةٌ، وَاِنْ شَاءَ فَسَخَهُ) لِاَنَّ التَّوَقُّفَ فِي الْعَبْدِ لِحَقِّ الْمَوْلٰى فَيَتَخَيَّرُ فِيهِ، وَفِي الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ نَظَرًا لَهُمَا فَيَتَحَرّٰى مَصْلَحَتَهُمَا فِيهِ، وَلَا بُدَّ اَنْ يَعْقِلَا الْبَيْعَ لِيُوجَدَ رُكْنُ

الْعَقْدِ فَيَنْعَقِدُ مَوْقُوْفًا عَلَى الْإِجَازَةِ، وَالْمَجْنُوْنُ قَدْ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَيَقْصِدُهُ وَإِنْ كَانَ لَا يُرَجِّحُ الْمَصْلَحَةَ عَلَى الْمَفْسَدَةِ وَهُوَ الْمَعْتُوْهُ الَّذِيْ يَصْلُحُ وَكِيْلًا عَنْ غَيْرِهِ كَمَا بَيَّنَّا فِي الْوَكَالَةِ. فَإِنْ قِيْلَ: التَّوَقُّفُ عِنْدَكُمْ فِي الْبَيْعِ، أَمَّا الشِّرَاءُ فَالْأَصْلُ فِيْهِ النَّفَاذُ عَلَى الْمُبَاشِرِ. قُلْنَا: نَعَمْ إِذَا وَجَدَ نَفَاذًا عَلَيْهِ كَمَا فِيْ شِرَاءِ الْفُضُوْلِيِّ، وَهٰهُنَا لَمْ نَجِدْ نَفَاذًا لِعَدَمِ الْأَهْلِيَّةِ أَوْ لِضَرَرِ الْمَوْلٰى فَوَقَّفْنَاهُ.

قَالَ (وَهٰذِهِ الْمَعَانِي الثَّلَاثَةُ تُوْجِبُ الْحَجْرَ فِي الْأَقْوَالِ دُوْنَ الْأَفْعَالِ) لِأَنَّهُ لَا مَرَدَّ لَهَا لِوُجُوْدِهَا حِسًّا وَمُشَاهَدَةً، بِخِلَافِ الْأَقْوَالِ، لِأَنَّ اعْتِبَارَهَا مَوْجُوْدَةٌ بِالشَّرْعِ وَالْقَصْدُ مِنْ شَرْطِهِ (إِلَّا إِذَا كَانَ فِعْلًا يَتَعَلَّقُ بِهِ حُكْمٌ يَنْدَرِئُ بِالشُّبُهَاتِ كَالْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ) فَيُجْعَلُ عَدَمُ الْقَصْدِ فِيْ ذٰلِكَ شُبْهَةً فِيْ حَقِّ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ.

فرمایا ان مذکورہ افراد نے اگر کسی چیز کو بیچ دیا ہے یا انہوں نے کسی چیز کو خرید لیا ہے تو وہ خرید وفروخت کو سمجھنے والا ہے اور اس نے یہ کام بطور ارادہ کیا ہے تو اس کے ولی کے لئے اختیار ہوگا اور اگر وہ اس عقد میں کوئی فائدہ سمجھ کر اجازت دینا چاہے تو وہ اجازت دے سکتا ہے اور اگر وہ ختم کرنا چاہے تو وہ اس بیع کو ختم کر سکتا ہے۔ کیونکہ غلام کا کیا ہوا عقد حق آقا کے سبب موقوف رہتا ہے۔ پس اس کے آقا کو اختیار دیا جائے گا جبکہ بچے اور پاگل کا عقد ان پر مہربانی کے سبب سے موقوف ہوگا۔ اور اس میں کوئی مصلحت دیکھی جائے گی اور البتہ اس میں یہ ضروری ہے کہ وہ بچہ اور پاگل بیع کو جانتے ہوں تا کہ اس عقد کا رکن ثابت ہو جائے۔ اور ولی کی اجازت پر موقوف ہوتے ہوئے ان کا عقد منعقد ہو جائے گا۔ اور جب پاگل بیع کو سمجھتا ہے اور اس کا ارادہ کرنے والا بھی ہے لیکن وہ مصلحت کا فساد پر ترجیح دینے والا نہیں ہے اور یہ وہی معتوہ ہے جو دوسرے کی جانب سے وکیل بن سکتا ہے۔ جس طرح کتاب وکالہ میں ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔ اور جب اعتراض کر دیا جائے کہ تمہارے نزدیک بیع میں توقف ہے۔ جبکہ شراء میں قانون یہ ہے کہ وہ عاقد پر نافذ ہو جایا کرتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ شراء اس وقت عاقد پر نافذ ہوتی ہے۔ جب اس کا نفاذ پایا جائے جس طرح فضولی کا نفاذ اس پر پایا جاتا ہے۔ اور یہاں عدم اہلیت کے سبب یا آقا کا نقصان ہونے کے سبب نفاذ ممکن نہیں ہے۔ پس ہم نے اس کو شراء پر موقوف قرار دے دیا ہے۔

یہ تینوں اقوال میں حجر اور ممانعت کو ثابت کرنے والے ہیں۔ جبکہ افعال میں یہ حجر ثابت کرنے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ افعال میں حس ومشاہدہ موجود ہے اور ان کو رد بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بہ خلاف اقوال کے کیونکہ ان کا اعتبار کر لینا یہ شریعت کے حکم کے مطابق ہے۔ اور اس اعتبار کے لئے قصد وارادہ شرط کیا گیا ہے۔ ہاں البتہ جب ان سے کوئی ایسا عمل سرزد ہو جائے جس سے کوئی حکم معلق ہے جو شبہات سے ساقط ہو جائے گا جس حدود اور قصاص ہے۔ پس اس عمل میں بچے اور پاگل کو ارادہ نہ ہونے کے سبب سے شبہ قرار دیا جائے گا۔

بچے اور مجنون کا عقد درست نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَالصَّبِيُّ وَالْمَجْنُونُ لَا تَصِحُّ عُقُودُهُمَا وَلَا إِقْرَارُهُمَا) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَا يَقَعُ طَلَاقُهُمَا وَلَا عَتَاقُهُمَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كُلُّ طَلَاقٍ وَاقِعٌ إِلَّا طَلَاقَ الصَّبِيِّ وَالْمَعْتُوهِ) وَالْإِعْتَاقُ يَتَمَحَّضُ مَضَرَّةً، وَلَا وُقُوفَ لِلصَّبِيِّ عَلَى الْمَصْلَحَةِ فِي الطَّلَاقِ بِحَالٍ لِعَدَمِ الشَّهْوَةِ، وَلَا وُقُوفَ لِلْوَلِيِّ عَلَى عَدَمِ التَّوَافُقِ عَلَى اعْتِبَارِ بُلُوغِهِ حَدَّ الشَّهْوَةِ، فَلِهٰذَا لَا يَتَوَقَّفَانِ عَلَى إِجَازَتِهِ وَلَا يَنْفُذَانِ بِمُبَاشَرَتِهِ، بِخِلَافِ سَائِرِ الْعُقُودِ .

قَالَ (وَإِنْ أَتْلَفَا شَيْئًا لَزِمَهُمَا ضَمَانُهُ) إِحْيَاءً لِحَقِّ الْمُتْلَفِ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لِأَنَّ كَوْنَ الْإِتْلَافِ مُوجِبًا لَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْقَصْدِ كَالَّذِي يَتْلَفُ بِانْقِلَابِ النَّائِمِ عَلَيْهِ وَالْحَائِطِ الْمَائِلِ بَعْدَ الْإِشْهَادِ، بِخِلَافِ الْقَوْلِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ .

فرمایا کہ بچہ اور مجنوں کا نہ ہی عقد درست ہوگا اور نہ ہی ان کے اقرار کا اعتبار کیا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے لہٰذا ان کی طلاق اور ان کا اعتاق دونوں چیزیں درست نہیں ہوں گی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بچے اور نیم پاگل کی طلاق کے علاوہ باقی سب کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اور اعتاق نقصان محض ہے اور بچہ کسی بھی حالت میں طلاق کی مصلحت سے واقف نہیں ہوتا اس لئے کہ اس میں شہوت نہیں ہوتی اور اس بچے کے شہوت کی حد کو پہنچ جانے کے اعتبار سے اس کا ولی میاں بیوی میں موافقت نہ ہونے پر واقف نہیں ہوتا اس لئے بچے کے اعتاق نہ تو ولی کی اجازت پر موقوف ہوں گے اور نہ ہی ولی کی اجازت سے نافذ ہوں گے جبکہ دوسرے عقود میں ایسا نہیں ہے۔

جب بچہ اور مجنوں نے کوئی چیز ہلاک کر دی تو ان پر اس کی ضمان واجب ہوگی تاکہ مالک کے حق کو زندہ کیا جا سکے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اتلاف کا موجب ضمان ہونا قصد پر موقوف نہیں ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جس طرح سونے والے کے کروٹ لینے سے کوئی آدمی مر جائے اور یہ نقصان پر شہادت ہو جانے کے بعد کسی پر کوئی دیوار گر جائے اس قولی تصرف کے خلاف ہوگا جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

غلام کے اقرار کے نفاذ کا بیان

قَالَ (فَأَمَّا الْعَبْدُ فَإِقْرَارُهُ نَافِذٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ) لِقِيَامِ أَهْلِيَّتِهِ (غَيْرُ نَافِذٍ فِي حَقِّ مَوْلَاهُ) (رِعَايَةً لِجَانِبِهِ)، لِأَنَّ نَفَاذَهُ لَا يَعْرَى عَنْ تَعَلُّقِ الدَّيْنِ بِرَقَبَتِهِ أَوْ كَسْبِهِ، وَكُلُّ ذٰلِكَ إِتْلَافُ مَالِهِ .

قَالَ (فَإِنْ أَقَرَّ بِمَالٍ لَزِمَهُ بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ) لِوُجُودِ الْأَهْلِيَّةِ وَزَوَالِ الْمَانِعِ وَلَمْ يَلْزَمْهُ فِي الْحَالِ لِقِيَامِ الْمَانِعِ (وَإِنْ أَقَرَّ بِحَدٍّ أَوْ قِصَاصٍ لَزِمَهُ فِي الْحَالِ) لِأَنَّهُ مُبْقًى عَلَى أَصْلِ الْحُرِّيَّةِ فِي حَقِّ

الدَّمِ حَتّٰی لَا یَصِحُّ اِقْرَارُ الْمَوْلٰی عَلَیْهِ بِذٰلِكَ (وَیَنْفُذُ طَلَاقُهٗ) لِمَا رَوَیْنَا، وَلِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (لَا یَمْلِكُ الْعَبْدُ وَالْمُكَاتَبُ شَیْئًا اِلَّا الطَّلَاقَ) وَلِاَنَّهٗ عَارِفٌ بِوَجْهِ الْمَصْلَحَةِ فِیْهِ فَكَانَ اَهْلًا، وَلَیْسَ فِیْهِ اِبْطَالُ مِلْكِ الْمَوْلٰی وَلَا تَفْوِیْتُ مَنَافِعِهٖ فَیَنْفُذُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

فرمایا اور غلام کا اقرار اس کے حق میں نافذ ہوتا ہے اس لئے کہ غلام اقرار کرنے کا اہل ہوتا ہے لیکن اس کے آقا کی رعایت میں آقا کے حق میں نافذ نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کا نفاذ غلام کی رقبہ یا اس کی کمائی سے دین کے متعلق ہوئے بغیر نہیں ہو سکے گا اور ان میں سے ہر چیز میں مالک کا اتلاف ہے۔

اور جب غلام نے کسی مالک کا اقرار کیا تو آزاد ہونے کے بعد اس پر وہ مال واجب ہوگا اس لئے کہ اب اس میں لازم التزام کی اہلیت پائی جا رہی ہے اور مانع زائل ہو گیا ہے اور جیسا کہ اس وقت میں مانع پایا جا رہا ہے اس لئے اسی وقت اس پر لازم نہیں ہوگا جب غلام نے حد یا قصاص کا اقرار کر لیا تو اس پر مقر بہ اسی وقت لازم ہوگا اس لئے کہ خون کے متعلق وہ اصل حریت پر باقی رہتا ہے حتی کہ غلام کے خلاف آقا کے حد یا قصاص کا اقرار درست نہیں ہے غلام کی طلاق نافذ ہوگی اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ غلام اور مکاتب طلاق کے علاوہ کسی بھی چیز کے مالک نہیں ہوتے اور اس لئے کہ غلام طلاق کی مصلحت سے واقف ہوتا ہے لہٰذا وہ طلاق کو واقع کرنے کا اہل ہوگا اور اس میں نہ تو آقا کی ملکیت کو باطل کرنا ہے اور نہ ہی اس کے منافع کی تقویت ہے اس لئے کہ اس کی طلاق نافذ ہو جائے گی۔

بَابُ الْحَجْرِ لِلْفَسَادِ

﴿یہ باب سفاہت و جہالت کے سبب حجر کے بیان میں ہے﴾

باب حجر فساد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو مقدم باب کے بعد اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس میں متفق علیہ احکام تھے جبکہ اس میں اختلافی احکام کو حجر سے متعلق بیان کیا جائے گا۔ اور یہاں پر فساد سے مراد بیوقوفی ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب حجر، بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہاں فساد سے مراد بیوقوفی اور جہالت ہے اور اس باب کے مسائل کا تعلق صاحبین کے قول پر تفریع یافتہ مسائل کے ساتھ ہے۔ کیونکہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بیوقوفی کے سبب حجر کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اور اس باب کو مؤخر کرنے کا سبب بھی اس کا اختلافی ہونا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، کتاب حجر، حقانیہ ملتان)

عاقل بالغ پر پابندی نہ لگانے کا بیان

(قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا يُحْجَرُ عَلَى الْحُرِّ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ السَّفِيْهِ، وَتَصَرُّفُهُ فِيْ مَالِهِ جَائِزٌ وَاِنْ كَانَ مُبَذِّرًا مُفْسِدًا يُتْلِفُ مَالَهُ فِيْمَا لَا غَرَضَ لَهُ فِيْهِ وَلَا مَصْلَحَةَ .

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : يُحْجَرُ عَلَى السَّفِيْهِ وَيُمْنَعُ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيْ مَالِهِ) لِاَنَّهُ مُبَذِّرٌ مَالَهُ بِصَرْفِهِ لَا عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ يَقْتَضِيْهِ الْعَقْلُ فَيُحْجَرُ عَلَيْهِ نَظَرًا لَهُ اعْتِبَارًا بِالصَّبِيِّ بَلْ اَوْلٰى، لِاَنَّ الثَّابِتَ فِيْ حَقِّ الصَّبِيِّ احْتِمَالُ التَّبْذِيْرِ وَفِيْ حَقِّهِ حَقِيْقَتُهُ وَلِهٰذَا مُنِعَ عَنْهُ الْمَالُ، ثُمَّ هُوَ لَا يُفِيْدُ بِدُوْنِ الْحَجْرِ لِاَنَّهُ يُتْلِفُ بِلِسَانِهِ مَا مُنِعَ مِنْ يَدِهِ .

وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ مُخَاطَبٌ عَاقِلٌ فَلَا يُحْجَرُ عَلَيْهِ اعْتِبَارًا بِالرَّشِيْدِ، وَهٰذَا لِاَنَّ فِيْ سَلْبِ وِلَايَتِهِ اِهْدَارُ آدَمِيَّتِهِ وَاِلْحَاقُهُ بِالْبَهَائِمِ وَهُوَ اَشَدُّ ضَرَرًا مِنَ التَّبْذِيْرِ فَلَا يُتَحَمَّلُ الْاَعْلٰى لِدَفْعِ الْاَدْنٰى، حَتّٰى لَوْ كَانَ فِي الْحَجْرِ دَفْعُ ضَرَرٍ عَامٍّ كَالْحَجْرِ عَلَى الْمُتَطَبِّبِ الْجَاهِلِ

وَالْمُفْتِی الْمَاجِنِ وَالْمُکَارِی الْمُفْلِسِ جَازَ فِیمَا یُرْوَی عَنْهُ، إِذْ هُوَ دَفْعُ ضَرَرِ الْأَعْلٰی بِالْأَدْنٰی، وَلَا یَصِحُّ الْقِیَاسُ عَلٰی مَنْعِ الْمَالِ لِأَنَّ الْحَجْرَ أَبْلَغُ مِنْهُ فِی الْعُقُوبَةِ، وَلَا عَلَی الصَّبِیِّ لِأَنَّهُ عَاجِزٌ عَنِ النَّظَرِ لِنَفْسِهِ، وَهٰذَا قَادِرٌ عَلَیْهِ نَظَرَ لَهُ الشَّرْعُ مَرَّةً بِإِعْطَاءِ آلَةِ الْقُدْرَةِ وَالْجَرْیُ عَلٰی خِلَافِهِ لِسُوْءِ اخْتِیَارِهِ، وَمَنْعُ الْمَالِ مُفِیدٌ لِأَنَّ غَالِبَ السَّفَهِ فِی الْهِبَاتِ وَالصَّدَقَاتِ وَذٰلِكَ یَقِفُ عَلَی الْیَدِ ۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آزاد، عاقل، بالغ بے وقوف پر پابندی نہیں لگائی جائے گی اور اس کے مال میں اس کا تصرف جائز ہوگا اگر چہ وہ مال کو برباد کرتا ہو اور بے مقصد اور بے مصلحت اس کو ضائع کرتا ہو۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ اس پر پابندی لگائی جائے گی اور اس کو مال میں تصرف کرنے سے روکا جائے گا امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ عقل کے تقاضے کے خلاف وہ مال خرچ کرنے کے سبب مسرف ہوگا لہٰذا اس پر شفقت کرتے ہوئے اس پر تصرف کی پابندی عائد کر دی جائے گی جس طرح کہ بچہ کے حق میں ہوتا ہے بلکہ اس کے حق میں پابندی لگانا زیادہ لازم ہے اس لئے کہ بچے کے حق میں تبذیر کا احتمال ہے اور اس آدمی کے حق میں تو بطور حقیقت فضول خرچی ثابت ہے اس لئے اس کا مال اس کو نہیں دیا جائے گا اور حجر کے بغیر مال کو روکنا مفید نہیں ہے اس لئے کہ ہاتھ اور قبضہ کی منع کردہ چیز کو وہ زبان سے ضائع کر دے گا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ بے وقوف بھی شریعت کے احکام کا مخاطب ہے اور عاقل ہے لہٰذا اس پر پابندی نہیں لگائی جائے گی جس طرح کہ عقل مند پر پابندی نہیں لگائی جاتی پس اس کی ولایت ختم کرنے میں اس کی آدمیت کو ختم کرنا ہے اور اس کو ارپاؤں کے ساتھ ملانا ہے اور یہ چیز تبذیر سے زیادہ خطرناک ہے لہٰذا ادنی نقصان کو دور کرنے کے لئے اعلی نقصان کا برداشت نہیں کیا جائے گا پس جب پابندی لگانے میں عوام سے نقصان دور ہو رہا ہو جس طرح کہ جھولا چھاپ ڈاکٹر پر لا پرواہ اور نڈر مفتی پر اور مفلس اور کنگال کرایہ پر دینے والے آدمی پر امام اعظم کی روایت کے مطابق پابندی لگانا جائز ہے اس لئے کہ اس میں ادنی نقصان کو برداشت کر کے اعلی نقصان کو ختم کیا جا رہا ہے اور مال کو نہ دینے پر حجر کو قیاس کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ حجر کی سزا عقوبت کے منع کرنے سے زیادہ ہے اور بچے پر بھی قیاس کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ بچہ اپنے لئے مشفقانہ امور اختیار کرنے سے قاصر ہوتا ہے جب کہ بیوقوف اس پر قادر ہوتا ہے اور شریعت نے اس کو ایک بار آلۂ قدرت عطاء کر کے اس پر ہمدردی کی ہے لہٰذا اس کا شریعت کے خلاف عمل کرنا اس کے اختیار کے فساد اور خرابی کے سبب ہے اور مال نہ دینا مفید ہے اس لئے کہ عام طور پر ہبہ، تبرع اور صدقہ میں ہی بیوقوفی کا معنی ظاہر ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ہر چیز قبضہ علی المال پر موقوف ہے۔

قاضی کا بیوقوف پر پابندی عائد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا حَجَرَ الْقَاضِی عَلَیْهِ ثُمَّ رُفِعَ إِلٰی قَاضٍ آخَرَ فَأَبْطَلَ حَجْرَهُ وَأَطْلَقَ عَنْهُ جَازَ) لِأَنَّ

الْحَجْرَ مِنْهُ فَتْوَى وَلَيْسَ بِقَضَاءٍ ، اَلَا يُرَى اَنَّهُ لَمْ يُوجَدِ الْمَقْضِيُّ لَهُ وَالْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ ، وَلَوْ كَانَ قَضَاءً فَنَفْسُ الْقَضَاءِ مُخْتَلَفٌ فِيهِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْاِمْضَاءِ ، حَتّٰى لَوْ رُفِعَ تَصَرُّفُهُ بَعْدَ الْحَجْرِ اِلَى الْقَاضِي الْحَاجِرِ اَوْ اِلٰى غَيْرِهِ فَقَضَى بِبُطْلَانِ تَصَرُّفِهِ ثُمَّ رُفِعَ اِلٰى قَاضٍ آخَرَ نَفَذَ اِبْطَالُهُ لِاتِّصَالِ الْاِمْضَاءِ بِهِ فَلَا يَقْبَلُ النَّقْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ

شرح فرمایا کہ جب قاضی نے بیوقوف پر پابندی لگا دی ہے پھر اس کا معاملہ دوسرے قاضی کے پاس لیجایا گیا اور اس قاضی نے پہلے کے حجر کو باطل قرار دے کر اس کو تصرف کی اجازت دے دی تو اس کا تصرف جائز ہوگا اس لئے کہ پہلے قاضی کا حجر فتوی تھا قضا نہیں تھا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جب مقضی لہ اور مقضی علیہ موجود نہ ہوں تو یہ قضاء نہیں ہوگا اور جب ہم اس کو نفس قضاء مان لیں تو نفس قضا مختلف فیہ ہے لہٰذا اس کو دوسرے قضاء کے ذریعے جاری کرنا ضروری ہے حتی کہ جب حجر کے بعد اس کا تصرف حاجر یا غیر حاجر قاضی کے پاس پہنچایا گیا اور اس نے تصرف کے باطل ہونے کا فیصلہ کر دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس معاملہ لیجایا گیا تو وہ قاضی ثانی سے باطل کرنے کو نافذ کر دے گا اس لئے کہ اس کے ساتھ اجراء ملا ہوا ہے لہٰذا اس کے بعد وہ نقض کو قبول نہیں کرے گا۔

نادان بالغ لڑکے کو مال نہ دینے کا بیان

(ثُمَّ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ اِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ غَيْرَ رَشِيدٍ لَمْ يُسَلَّمْ اِلَيْهِ مَالُهُ حَتّٰى يَبْلُغَ خَمْسًا وَعِشْرِينَ سَنَةً ، فَاِنْ تَصَرَّفَ فِيهِ قَبْلَ ذٰلِكَ نَفَذَ تَصَرُّفُهُ ، فَاِذَا بَلَغَ خَمْسًا وَعِشْرِينَ سَنَةً يُسَلَّمُ اِلَيْهِ مَالُهُ وَاِنْ لَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ الرُّشْدُ .

وَقَالَا : لَا يُدْفَعُ اِلَيْهِ مَالُهُ اَبَدًا حَتّٰى يُؤْنَسَ مِنْهُ رُشْدُهُ ، وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُهُ فِيهِ) لِاَنَّ عِلَّةَ الْمَنْعِ السَّفَهُ فَيَبْقٰى مَا بَقِيَ الْعِلَّةُ وَصَارَ كَالصِّبَا . وَلِاَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ مَنْعَ الْمَالِ عَنْهُ بِطَرِيقِ التَّاْدِيبِ ، وَلَا يَتَاَدَّبُ بَعْدَ هٰذَا ظَاهِرًا وَغَالِبًا ؛ اَلَا يُرَى اَنَّهُ قَدْ يَصِيرُ جَدًّا فِي هٰذَا السِّنِّ فَلَا فَائِدَةَ فِي الْمَنْعِ فَلَزِمَ الدَّفْعُ ، وَلِاَنَّ الْمَنْعَ بِاعْتِبَارِ اَثَرِ الصِّبَا وَهُوَ فِي اَوَائِلِ الْبُلُوغِ وَيَنْقَطِعُ بِتَطَاوُلِ الزَّمَانِ فَلَا يَبْقَى الْمَنْعُ ، وَلِهٰذَا قَالَ اَبُو حَنِيفَةَ : لَوْ بَلَغَ رَشِيدًا ثُمَّ صَارَ سَفِيهًا لَا يُمْنَعُ الْمَالُ عَنْهُ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِاَثَرِ الصِّبَا ، ثُمَّ لَا يَتَاَتَّى التَّفْرِيعُ عَلٰى قَوْلِهِ وَاِنَّمَا التَّفْرِيعُ عَلٰى قَوْلِ مَنْ يَرَى الْحَجْرَ .

فَعِنْدَهُمَا لَمَّا صَحَّ الْحَجْرُ لَا يَنْفُذُ بَيْعُهُ اِذَا بَاعَ تَوْفِيرًا لِفَائِدَةِ الْحَجْرِ عَلَيْهِ ، وَاِنْ كَانَ فِيهِ مَصْلَحَةٌ اَجَازَهُ الْحَاكِمُ لِاَنَّ رُكْنَ التَّصَرُّفِ قَدْ وُجِدَ وَالتَّوَقُّفُ لِلنَّظَرِ لَهُ وَقَدْ نَصَبَ الْحَاكِمُ

نَاظِرًا لَهُ فَيَتَحَرَّى الْمَصْلَحَةَ فِيهِ، كَمَا فِي الصَّبِيِّ الَّذِي يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَيَقْصِدُهُ .

حضرت امام اعظم کے نزدیک جب نادان لڑکا بالغ ہو جائے تو اس کو اس کا مال نہیں دیا جائے گا جب تک کہ وہ پچیس سال کا ہو جائے اور جب وہ اس عمر میں پہنچنے سے پہلے اپنے مال میں تصرف کرتا ہے تو اس کا تصرف نافذ ہوگا اور جب وہ پچیس سال کا ہو جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے گا اگر چہ اس سے دانش مندی کا صدور نہ ہو۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ جب تک اس سے دانش مندی کا ظہور نہیں ہوگا اس وقت تک اس کا مال اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا اور اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نہ دینے کی علت سفاہت ہے لہٰذا جب تک یہ علت باقی رہے گی اس وقت تک یہ حکم بھی باقی رہے گا اور یہ بچپن کی طرح ہو گیا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ بیوقوف کو ادب سکھانے کے لئے مال نہیں دیا جاتا اور عام طور پر پچیس سال کی عمر کے بعد ادب نہیں سکھایا جاتا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ کبھی پچیس سال میں انسان دادا بن جاتا ہے اس لئے روکنے اور نہ دینے میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور دینا لازم ہے اور اس لئے کہ مال کا روکنا بچپن کے اثر کے سبب ہوتا ہے اور یہ اثر ابتدائے بلوغت کے زمانے تک رہتا ہے۔

اور عمر لمبی ہونے کے ساتھ ساتھ یہ اثر ختم ہو جاتا ہے لہٰذا منع کس طرح باقی رہے گا اسی لئے امام اعظم فرماتے ہیں کہ جب کوئی بچہ عقل مند ہو کر بالغ ہوا پھر وہ بیوقوف نکل گیا تو اس کا مال اس سے نہیں روکا جائے گا اس لئے کہ یہ سفاہت بچپن کے اثر کے سبب نہیں ہے۔

پس یاد رہے کہ امام اعظم کے اس قول پر کوئی مسئلہ متفرع نہیں ہوتا بلکہ قائلین حجر کے قول پر ہی مسئلہ متفرع ہوتا ہے لہٰذا ان کے نزدیک جب احمق پر حجر درست ہے تو جب وہ کوئی چیز بیچتا ہے تو اس کا بیچنا نافذ نہیں ہوگا تاکہ اس پر حجر کا فائدہ ظاہر ہو جائے اور جب اس بیع کے نفاذ میں کوئی مصلحت ہو تو حاکم اس کو جائز قرار دے دے اس لئے کہ تصرف کا رکن پایا گیا ہے اور بیع کا موقوف ہونا اس کی ہمدردی کے پیش نظر ہے اور جیسا کہ قاضی ہمدرد بنا کر ہی متعین کیا جاتا ہے لہٰذا وہ اس احمق کے بارے میں مصلحت دیکھ لے گا جس طرح کہ اس بچے کے متعلق کہ جو بیع کو جانتا ہو اور ارادے سے بیع کرے۔

قاضی کی پابندی سے لگانے سے پہلے بیع کر دینے کا بیان

وَلَوْ بَاعَ قَبْلَ حَجْرِ الْقَاضِي جَازَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ حَجْرِ الْقَاضِي عِنْدَهُ، لِأَنَّ الْحَجْرَ دَائِرٌ بَيْنَ الضَّرَرِ وَالنَّظَرِ وَالْحَجْرُ لِنَظَرِهِ فَلَا بُدَّ مِنْ فِعْلِ الْقَاضِي . وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَبْلُغُ مَحْجُورًا عِنْدَهُ، إِذِ الْعِلَّةُ هِيَ السَّفَهُ بِمَنْزِلَةِ الصِّبَا، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافُ إِذَا بَلَغَ رَشِيدًا ثُمَّ صَارَ سَفِيهًا .

اور جب بیوقوف نے قاضی کی پابندی عائد کرنے سے پہلے ہی کوئی چیز بیچ دی تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع

جائز ہو جائے گی اس لئے کہ ان کے نزدیک پابندی کے لئے قاضی کا حجر لازم ہے اس لئے کہ حرج نقصان اور نظر کے درمیان محیط ہے اور حجر صرف شفقت کے پیش نظر ہوتا ہے لہٰذا قاضی کی جانب سے حجر لازم ہے امام محمد کے نزدیک اس صورت میں بھی اس کی بیع جائز نہیں ہوگی اس لئے کہ ان کے نزدیک بے وقوف مجبور ہو کر ہی بالغ ہوتا ہے اس لئے کہ حجر کی علت یعنی صبا کے درجہ میں ہے اسی اختلاف پر یہ مسئلہ بھی ہے جب غلام سمجھداری کی حالت میں بالغ ہوا پھر وہ پاگل ہو گیا ہے۔

بیوقوف کے آزاد کرنے پر اطلاق آزادی کا بیان

(وَإِنْ أَعْتَقَ عَبْدًا نَفَذَ عِتْقُهُ عِنْدَهُمَا) .وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لَا يَنْفُذُ .وَالْأَصْلُ عِنْدَهُمَا أَنَّ كُلَّ تَصَرُّفٍ يُؤَثِّرُ فِيهِ الْهَزْلُ يُؤَثِّرُ فِيهِ الْحَجْرُ وَمَا لَا فَلَا، لِأَنَّ السَّفِيهَ فِي مَعْنَى الْهَازِلِ مِنْ حَيْثُ إنَّ الْهَازِلَ يُخْرِجُ كَلَامَهُ لَا عَلَى نَهْجِ كَلَامِ الْعُقَلَاءِ لِاتِّبَاعِ الْهَوَى وَمُكَابَرَةِ الْعَقْلِ لَا لِنُقْصَانٍ فِي عَقْلِهِ، فَكَذَلِكَ السَّفِيهُ وَالْعِتْقُ مِمَّا لَا يُؤَثِّرُ فِيهِ الْهَزْلُ فَيَصِحُّ مِنْهُ .وَالْأَصْلُ عِنْدَهُ أَنَّ الْحَجْرَ بِسَبَبِ السَّفَهِ بِمَنْزِلَةِ الْحَجْرِ بِسَبَبِ الرِّقِّ حَتَّى لَا يَنْفُذُ بَعْدَهُ شَيْءٌ مِنْ تَصَرُّفَاتِهِ إلَّا الطَّلَاقَ كَالْمَرْقُوقِ، وَالْإِعْتَاقُ لَا يَصِحُّ مِنْ الرَّقِيقِ فَكَذَا مِنْ السَّفِيهِ (وَ) إذَا صَحَّ عِنْدَهُمَا (كَانَ عَلَى الْعَبْدِ أَنْ يَسْعَى فِي قِيمَتِهِ) لِأَنَّ الْحَجْرَ لِمَعْنَى النَّظَرِ وَذَلِكَ فِي رَدِّ الْعِتْقِ إلَّا أَنَّهُ مُتَعَذِّرٌ فَيَجِبُ رَدُّهُ بِرَدِّ الْقِيمَةِ كَمَا فِي الْحَجْرِ عَلَى الْمَرِيضِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ لَا تَجِبُ السِّعَايَةُ لِأَنَّهَا لَوْ وَجَبَتْ إنَّمَا تَجِبُ حَقًّا لِمُعْتِقِهِ وَالسِّعَايَةُ مَا عُهِدَ وُجُوبُهَا فِي الشَّرْعِ إلَّا لِحَقِّ غَيْرِ الْمُعْتِقِ (وَلَوْ دَبَّرَ عَبْدَهُ جَازَ) لِأَنَّهُ يُوجِبُ حَقَّ الْعِتْقِ فَيُعْتَبَرُ بِحَقِيقَتِهِ إلَّا أَنَّهُ لَا تَجِبُ السِّعَايَةُ مَا دَامَ الْمَوْلَى حَيًّا لِأَنَّهُ بَاقٍ عَلَى مِلْكِهِ .وَإِذَا مَاتَ وَلَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ الرُّشْدُ سَعَى فِي قِيمَتِهِ مُدَبَّرًا لِأَنَّهُ عَتَقَ بِمَوْتِهِ وَهُوَ مُدَبَّرٌ، فَصَارَ كَمَا إذَا أَعْتَقَهُ بَعْدَ التَّدْبِيرِ (وَلَوْ جَاءَتْ جَارِيَتُهُ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ وَكَانَ الْوَلَدُ حُرًّا وَالْجَارِيَةُ أُمُّ وَلَدٍ لَهُ) لِأَنَّهُ مُحْتَاجٌ إلَى ذَلِكَ لِإِبْقَاءِ نَسْلِهِ فَأُلْحِقَ بِالْمُصْلِحِ فِي حَقِّهِ .

جب بیوقوف نے کوئی غلام آزاد کیا تو صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کا آزادی نافذ ہوگا جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آزادی نافذ نہیں ہوگا صاحبین علیہما الرحمہ کی اصل یہ ہے کہ ہر وہ تصرف جس میں مذاق مؤثر ہو اس میں حجر بھی مؤثر ہوتا ہے اور جس میں مذاق مؤثر نہ ہو اس میں حجر بھی مؤثر نہیں ہوتا اس لئے کہ بے وقوف ہازل کے معنی میں ہوتا ہے اس لئے کہ عقل مندوں کے خلاف ہازل بھی اپنی خواہش کی اتباع اور عقل کی بنا پر اپنی بات کو ظاہر کرتا ہے اور یہ اظہار اس کی کم عقلی کے سبب نہیں ہوتا اور بے وقوف بھی ایسا ہی کرتا ہے اور آزادی میں مذاق مؤثر نہیں ہے لہٰذا بے وقوف کی آزادی اور اعتاق درست ہے

اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل یہ ہے کہ سفاہت کے سبب پابندی عائد کرنا رقیت کے سبب پابندی عائد کرنے کے درجہ میں ہے حتی کہ مرقوق کی مثل طلاق کے علاوہ مجور کا بھی کوئی تصرف نافذ نہیں ہوتا اور رقیق کا اعتاق درست نہیں ہے لہٰذا بے وقوف کا اعتاق بھی درست نہیں ہوگا۔

صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک جب بے وقوف کا اعتاق درست ہے تو غلام پر لازم ہے کہ وہ اپنی قیمت اداء کرنے کے لئے کمائی کرے اس لئے کہ بے وقوف پر شفقت کے پیش نظر پابندی عائد کی جاتی ہے اور مہربانی اس وقت ثابت ہوگی جب آزادی کو رد کردیا جائے لیکن اس کو رد کرنا ناممکن ہے لہٰذا قیمت واپس کر کے اس کو واپس لینا ممکن ہے جس طرح کہ مریض کے حجر میں ہوتا ہے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ غلام پر سعایہ نہیں ہے اس لئے کہ جب سعایہ واجب ہوگا تو حق نا آزادی کے سبب واجب ہوگا جب کہ شریعت میں غیر نا آزادی کے لئے سعایہ کا وجوب ہے جب بے وقوف نے اپنا غلام مدبر بنادیا تو جائز ہے اس لئے کہ تدبیر آزادی کا حق ثابت کرتی ہے لہٰذا آزادی کے حق کو آزادی کی حقیقت پر قیاس کیا جائے گا لیکن جب تک آقا زندہ رہے گا تب تک مدبر پر سعایہ نہیں ہوگا اس لئے کہ مدبر اس بے وقوف آقا کی ملکیت میں قائم ہے ہاں جب وہ بے وقوف مر گیا ہو اور اس سے رشد کا اظہار نہ ہوا تو مدبر اپنی مدبرانہ قیمت کے لئے کمائی کرے گا اس لئے کہ مدبر اپنے آقا کی موت سے آزاد ہوا ہے اور آزادی کے وقت وہ مدبر تھا تو یہ اس طرح ہوگیا کہ جیسے تدبیر کے بعد مجور نے اس کو آزاد کردیا ہو جب بے وقوف مجور کی باندی کو لڑکا ہوا اور بے وقوف نے اس کا دعوی کردیا تو اس لڑکے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور آزاد ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہوگی اس لئے کہ بے وقوف کو اپنی نسل باقی رکھنے کے لئے استیلاد کی ضرورت ہے لہٰذا اس کو استیلاد کے متعلق کسی عقل مند آدمی کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے۔

بچے نہ ہونے پر بھی بیوقوف کا دعویٰ ام ولد کرنے کا بیان

(وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهَا وَلَدٌ وَقَالَ هٰذِهِ أُمُّ وَلَدِي كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ أُمِّ الْوَلَدِ لَا يَقْدِرُ عَلٰى بَيْعِهَا، وَإِنْ مَاتَ سَعَتْ فِيْ جَمِيْعِ قِيمَتِهَا) لِأَنَّهُ كَالْإِقْرَارِ بِالْحُرِّيَّةِ إِذْ لَيْسَ لَهُ شَهَادَةُ الْوَلَدِ، بِخِلَافِ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ لِأَنَّ الْوَلَدَ شَاهِدٌ لَهَا. وَنَظِيرُهُ الْمَرِيضُ إِذَا ادَّعٰى وَلَدَ جَارِيَتِهِ فَهُوَ عَلٰى هٰذَا التَّفْصِيلِ.

اور جب باندی کے ساتھ لڑکا نہ ہو اور وہ بے وقوف کہہ رہا ہو کہ یہ میری ام ولد ہے تو وہ باندی ام ولد کے حکم میں ہوگی اور بے وقوف کے لئے اس کو بیچنے کا حق نہیں ہوگا اور جب بے وقوف مر جائے تو وہ اپنی پوری قیمت کے لئے کمائی کرے گی اس لئے کہ استیلاد کا دعوی حریت کے اقرار کی طرح ہے اس لئے کہ اس باندی کے پاس لڑکے کی گواہی نہیں ہے پہلی صورت کے خلاف اس لئے کہ وہاں لڑکا باندی کے ام ولد ہونے کی دلیل ہے اس کی مثال وہ مریض ہے جو مرض الموت میں اپنی باندی کے بچہ کے نسب کا دعوی کرے تو وہ بھی اسی تفصیل پر ہے۔

بیوقوف کے نکاح کے جواز کا بیان

قَالَ (وَاِنْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً جَازَ نِكَاحُهَا) لِاَنَّهُ لَا يُؤَثِّرُ فِيْهِ الْهَزْلُ، وَلِاَنَّهُ مِنْ حَوَائِجِهِ الْاَصْلِيَّةِ (وَاِنْ سَمّٰى لَهَا مَهْرًا جَازَ مِنْهُ مِقْدَارُ مَهْرِ مِثْلِهَا) لِاَنَّهُ مِنْ ضَرُوْرَاتِ النِّكَاحِ (وَبَطَلَ الْفَضْلُ) لِاَنَّهُ لَا ضَرُوْرَةَ فِيْهِ، وَهٰذَا الْتِزَامٌ بِالتَّسْمِيَةِ وَلَا نَظَرَ لَهُ فِيْهِ فَلَمْ تَصِحَّ الزِّيَادَةُ وَصَارَ كَالْمَرِيْضِ مَرَضَ الْمَوْتِ (وَلَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا وَجَبَ لَهَا النِّصْفُ فِيْ مَالِهِ) لِاَنَّ التَّسْمِيَةَ صَحِيْحَةٌ اِلٰى مِقْدَارِ مَهْرِ الْمِثْلِ (وَكَذَا اِذَا تَزَوَّجَ بِاَرْبَعِ نِسْوَةٍ اَوْ كُلَّ يَوْمٍ وَاحِدَةً) لِمَا بَيَّنَّا۔

فرمایا کہ جب بے وقوف نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کا نکاح جائز ہے اس لئے کہ نکاح میں مذاق مؤثر نہیں ہے اور اس لئے کہ نکاح حوائج اصلیہ میں سے ہے جب بے وقوف نے اس عورت کا مہر مقرر کیا تو مہر مثل کی مقدار مہر کا تسمیہ جائز ہے اس لئے کہ مہر مثل نکاح کی ضرورت ہے مہر مثل سے زیادہ باطل ہوگا اس لئے کہ زائد کی ضرورت نہیں ہے اور یہ زیادتی مسمی کو لازم کرنے سے لازم آئے گی حالانکہ اس میں بے وقوف کے ساتھ مہربانی نہیں ہے اس لئے زیادتی درست نہیں ہوگی لہٰذا یہ بے وقوف مرض الموت کے مریض کی طرح ہوگیا جب بے وقوف نے اپنی منکوحہ کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے ہی اس کو طلاق دے دی تو بے وقوف کے مال میں اس عورت کے لئے نصف مہر ہوگا اس لئے کہ مہر مثل کی مقدار تک تسمیہ درست ہے اسی طرح جب بے وقوف نے چار عورتوں سے نکاح کیا یا چار دن میں چار عورتوں سے نکاح کیا ہو۔

بیوقوف کے مال سے زکوۃ دینے کا بیان

قَالَ (وَتُخْرَجُ الزَّكَاةُ مِنْ مَالِ السَّفِيْهِ) لِاَنَّهَا وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ (وَيُنْفَقُ عَلٰى اَوْلَادِهِ وَزَوْجَتِهِ وَمَنْ تَجِبُ نَفَقَتُهُ مِنْ ذَوِي اَرْحَامِهِ) لِاَنَّ اِحْيَاءَ وَلَدِهِ وَزَوْجَتِهِ مِنْ حَوَائِجِهِ، وَالْاِنْفَاقُ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ وَاجِبٌ عَلَيْهِ لِقَرَابَتِهِ، وَالسَّفَهُ لَا يُبْطِلُ حُقُوْقَ النَّاسِ، اِلَّا اَنَّ الْقَاضِيَ يَدْفَعُ الزَّكَاةَ اِلَيْهِ لِيَصْرِفَهَا اِلٰى مَصْرِفِهَا، لِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ نِيَّتِهِ لِكَوْنِهَا عِبَادَةً، لٰكِنْ يَبْعَثُ اَمِيْنًا مَعَهُ كَيْ لَا يَصْرِفَهُ فِيْ غَيْرِ وَجْهِهِ۔

وَفِي النَّفَقَةِ يَدْفَعُ اِلٰى اَمِيْنِهِ لِيَصْرِفَهُ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِعِبَادَةٍ فَلَا يَحْتَاجُ اِلٰى نِيَّتِهِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا حَلَفَ اَوْ نَذَرَ اَوْ ظَاهَرَ حَيْثُ لَا يَلْزَمُهُ الْمَالُ بَلْ يُكَفِّرُ يَمِيْنَهُ وَظِهَارَهُ بِالصَّوْمِ لِاَنَّهُ مِمَّا يَجِبُ بِفِعْلِهِ، فَلَوْ فَتَحْنَا هٰذَا الْبَابَ يُبَذِّرُ اَمْوَالَهُ بِهٰذَا الطَّرِيْقِ، وَلَا كَذٰلِكَ مَا يَجِبُ ابْتِدَاءً بِغَيْرِ فِعْلِهِ۔

فرمایا کہ بے وقوف کے مال سے زکوۃ نکالی جائے گی اس لئے کہ اس پر زکوۃ واجب ہے اور اس کی اولاد اور اس کی

بیوی اور اس کے ذی محرم میں سے جس کا اس پر نفقہ واجب ہو ان سب کو اس کے مال میں سے نفقہ دیا جائے گا اس لئے کہ بیوی بچوں پر خرچ کر کے ان کو زندہ رکھنا اس کی ضرورت ہے اور حق قربت کے سبب ذی رحم محرم پر مال خرچ کرنا واجب ہے اور سفاہت لوگوں کے حقوق باطل نہیں کرتی لیکن یہ بات یاد رہے کہ قاضی اس کی زکوۃ کی مقدار مال دے دے تا کہ وہ اس کو بذات خود مصارف زکوۃ کو صرف کرے اس لئے جہ زکوۃ عبادت ہے اور اس کی ادائیگی کے لئے بے وقوف کی نیت ضروری ہے ہاں قاضی یہ کام ضرور کرے کہ اس کے ساتھ اپنے ایک معتمد کو لگا دے تا کہ بے وقوف غیر مصرف میں وہ مال خرچ نہ کر سکے اور نفقہ کو قاضی اپنے امین کو سپرد کر دے تا کہ امین اس کو حقدارین میں خرچ کر دے اس لئے کہ نفقہ عبادت نہیں ہے لہٰذا اس میں بے وقوف کی نیت بھی ضروری نہیں ہے۔

یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے کہ جب بے وقوف نے قسم کھائی ہو یا صدقہ وغیرہ کرنے کی نیت کی یا اپنی بیوی سے ظہار کر لیا تو اس پر مال نہیں لازم ہوگا بلکہ وہ روزے رکھ کر اپنی قسم کا اور ظہار کا کفارہ ادا کرے گا اس لئے کہ یہاں کفارے کا وجوب اس کے فعل سے ہوا ہے اگر ہم اس میں بھی مال کو واجب کر دیں تو وہ اس طرح اپنا سارا مال ضائع کر دے گا اور جو چیز اس کے فعل سے ابتداء واجب ہے اس کا یہ حکم نہیں ہے۔

بیوقوف کو ارادہ حج سے نہ روکنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ أَرَادَ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ لَمْ يُمْنَعْ مِنْهَا) لِأَنَّهَا وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ بِإِيجَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ غَيْرِ صُنْعِهِ (وَلَا يُسَلِّمُ الْقَاضِي النَّفَقَةَ إِلَيْهِ وَيُسَلِّمُهَا إِلٰى ثِقَةٍ مِنْ الْحَاجِّ يُنْفِقُهَا عَلَيْهِ فِي طَرِيقِ الْحَجِّ) كَيْ لَا يُتْلِفَهَا فِي غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ (وَلَوْ أَرَادَ عُمْرَةً وَاحِدَةً لَمْ يُمْنَعْ مِنْهَا) اسْتِحْسَانًا لِاخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِي وُجُوبِهَا، بِخِلَافِ مَا زَادَ عَلٰى مَرَّةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ الْحَجِّ (وَلَا يُمْنَعُ مِنْ الْقِرَانِ) لِأَنَّهُ لَا يُمْنَعُ مِنْ إِفْرَادِ السَّفَرِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَلَا يُمْنَعُ مِنْ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا (وَلَا يُمْنَعُ مِنْ أَنْ يَسُوقَ بَدَنَةً) تَحَرُّزًا عَنْ مَوْضِعِ الْخِلَافِ، إِذْ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يُجْزِئُهُ غَيْرُهَا وَهِيَ جَزُورٌ أَوْ بَقَرَةٌ .

فرمایا کہ جب بے وقوف نے حج فرض کا ارادہ کیا تو اس کو روکا نہیں جائے گا اس لئے کہ حج اللہ کے ایجاب سے اس پر واجب ہے اور اس میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے قاضی زادراہ سفینہ کو نہ دے بلکہ کسی معتمد حاجی کو اس کا نفقہ دے دے تا کہ وہ راہ حج میں اس پر خرچ کرتا رہے اور بے وقوف اس کے علاوہ میں مال کو خرچ کر کے ضائع نہ کر دے اگر بے وقوف ایک عمرہ کرنا چاہے تو بطور استحسان اس کو عمرہ سے بھی نہیں روکا جائے گا اس لئے کہ عمرہ کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے اس صورت کے خلاف کہ جب وہ ایک سے زیادہ حج کرنا چاہتا ہو اور اس کو حج قران کرنے سے بھی نہیں روکا جائے گا اس لئے کہ جب اس کو تنہا حج یا عمرہ کرنے سے روکنا منع ہے تو ایک ساتھ دونوں کرنے سے تو بدرجہ اولی منع ہوگا۔

اختلاف سے بچنے کے لئے اس کو بدنہ بھیجنے سے بھی نہیں منع کیا جائے گا اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک بدنہ

کے علاوہ دوسری چیز سے کام نہیں چلتا اور بدنہ سے اونٹ یا گائے مراد ہے۔

بیوقوف کی وصیت کے جواز کا بیان

قَالَ (فَإِنْ مَرِضَ وَأَوْصٰى بِوَصَايَا فِي الْقُرَبِ وَأَبْوَابِ الْخَيْرِ جَازَ ذٰلِكَ فِي ثُلُثِهِ) لِأَنَّ نَظَرَهُ فِيهِ إِذْ هِيَ حَالَةُ انْقِطَاعِهِ عَنْ أَمْوَالِهِ وَالْوَصِيَّةُ تَخْلُفُ ثَنَاءً أَوْ ثَوَابًا، وَقَدْ ذَكَرْنَا مِنَ التَّفْرِيعَاتِ أَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهٰى ۔

اور جب بے وقوف بیمار ہو جائے اور قربات میں اور طاعات میں خرچ کرنے کی وصیت کرے تو تہائی مال میں وصیت جائز ہوگی اس لئے کہ مہربانی اسی مقدار میں ہے اس لئے کہ بیماری کی حالت اس کے اموال سے ناطہ توڑنے کی حالت ہے اور وصیت اچھائی یا ثواب کو پیچھے چھوڑ جاتی ہے ہم نے کفایۃ المنتہی میں اس سے بھی زیادہ تفریعات کو بیان کیا ہے۔

مصلحت کے سبب فاسق کے مال پر پابندی عائد نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُحْجَرُ عَلَى الْفَاسِقِ إِذَا كَانَ مُصْلِحًا لِمَالِهِ عِنْدَنَا وَالْفِسْقُ الْأَصْلِيُّ وَالطَّارِئُ سَوَاءٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يُحْجَرُ عَلَيْهِ زَجْرًا لَهُ وَعُقُوبَةً عَلَيْهِ كَمَا فِي السَّفِيهِ وَلِهٰذَا لَمْ يَجْعَلْ أَهْلًا لِلْوِلَايَةِ وَالشَّهَادَةِ عِنْدَهُ ۔

وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالٰى (فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ) الْآيَةَ .وَقَدْ أُونِسَ مِنْهُ نَوْعُ رُشْدٍ فَتَتَنَاوَلُهُ النَّكِرَةُ الْمُطْلَقَةُ، وَلِأَنَّ الْفَاسِقَ مِنْ أَهْلِ الْوِلَايَةِ عِنْدَنَا لِإِسْلَامِهِ فَيَكُونُ وَالِيًا لِلتَّصَرُّفِ، وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِيمَا تَقَدَّمَ، وَيَحْجُرُ الْقَاضِي عِنْدَهُمَا أَيْضًا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ بِسَبَبِ الْغَفْلَةِ وَهُوَ أَنْ يُغْبَنَ فِي التِّجَارَاتِ وَلَا يَصْبِرُ عَنْهَا لِسَلَامَةِ قَلْبِهِ لِمَا فِي الْحَجْرِ مِنَ النَّظَرِ لَهُ ۔

فرمایا کہ جب فاسق اپنے مال تک اصلاح رکھنے والا ہو تو اس پر پابندی نہیں لگائی جائے گی اور اس سلسلہ میں فسق اصلی اور فسق طاری دونوں برابر ہیں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو ڈانٹنے اور سزا دینے کے لئے اس پر پابندی عائد کی جائے گی جس طرح کہ بے وقوف میں ہے اسی لئے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاسق شہادت کا اور ولایت کا اہل نہیں ہے ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے جب تم یتیموں میں اصلاح محسوس کرو تو ان کا مال ان کو دے دو اور فاسق سے ایک طرح کا رشد ظاہر ہو گیا ہے لہٰذا نکرہ مطلقہ سے اس کو شامل ہوگا اور اس لئے کہ ہمارے نزدیک فاسق ولایت کا اہل ہے اس لئے کہ وہ مسلمان ہے لہٰذا وہ تصرف کا بھی والی ہوگا اور اس سے پہلے ہم اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک بھی غافل ہونے کے سبب قاضی اس پر پابندی عائد کر سکتا ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور غفلت کا سبب یہ ہے کہ انسان تجارتوں میں دھوکہ کھا جاتا ہو اور دل مضبوط اور درست ہونے کے سبب اپنے آپ کو تجارتوں سے نہ روک پاتا ہو تو ظاہر ہے کہ اس پر پابندی لگانے میں اس کے ساتھ مہربانی کرنا ہے۔

فَصْلٌ فِیْ حَدِّ الْبُلُوْغِ

﴿یہ فصل حد بلوغ کے بیان میں ہے﴾

فصل حد بلوغت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بلوغ کا معنی وصول ہے اور اصطلاح میں صغر یعنی چھوٹے ہونے کی حد کے اختتام کو کہتے ہیں۔ اور حد بلوغ یعنی جب کوئی بچہ اپنے چھوٹے پن سے نکل کر بڑوں میں شمار ہونا شروع ہو جائے تو وہ بالغ ہے اور اس کے احکام بھی کتاب حجر کے ایک حصہ ہیں اس لئے کتاب حجر کے سابقہ بیان کردہ مسائل پر ان کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ یہ بھی انہی کا ایک حصہ ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، کتاب حجر، ج ۱۳، ص ۲۲۸، بیروت)

احتلام، حمل و انزال کا علامت بلوغت ہونے کا بیان

قَالَ (بُلُوغُ الْغُلَامِ بِالِاحْتِلَامِ وَالْإِحْبَالِ وَالْإِنْزَالِ إذَا وَطِئَ، فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ ذَلِكَ فَحَتَّى يَتِمَّ لَهُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً، وَبُلُوغُ الْجَارِيَةِ بِالْحَيْضِ وَالِاحْتِلَامِ وَالْحَبَلِ، فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ ذَلِكَ فَحَتَّى يَتِمَّ لَهَا سَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً)، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : إذَا تَمَّ الْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَقَدْ بَلَغَا، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَعَنْهُ فِي الْغُلَامِ تِسْعَ عَشْرَةَ سَنَةً .

وَقِيلَ الْمُرَادُ أَنْ يَطْعَنَ فِي التَّاسِعِ عَشْرَةَ سَنَةً وَيَتِمَّ لَهُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَا اخْتِلَافَ .

وَقِيلَ فِيهِ اخْتِلَافُ الرِّوَايَةِ لِأَنَّهُ ذَكَرَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ حَتَّى يَسْتَكْمِلَ تِسْعَ عَشْرَةَ سَنَةً، أَمَّا الْعَلَامَةُ فَلِأَنَّ الْبُلُوغَ بِالْإِنْزَالِ حَقِيقَةً وَالْحَبَلُ وَالْإِحْبَالُ لَا يَكُونُ إلَّا مَعَ الْإِنْزَالِ، وَكَذَا الْحَيْضُ فِي أَوَانِ الْحَبَلِ، فَجُعِلَ كُلُّ ذَلِكَ عَلَامَةَ الْبُلُوغِ، وَأَدْنَى الْمُدَّةِ لِذَلِكَ فِي حَقِّ الْغُلَامِ اثْنَتَا عَشْرَةَ سَنَةً، وَفِي حَقِّ الْجَارِيَةِ تِسْعُ سِنِينَ .

وَأَمَّا السِّنُّ فَلَهُمْ الْعَادَةُ الْفَاشِيَةُ أَنَّ الْبُلُوغَ لَا يَتَأَخَّرُ فِيهِمَا عَنْ هَذِهِ الْمُدَّةِ .

وَلَهُ قَوْلُهُ تَعَالَى (حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ) وَأَشُدُّ الصَّبِيِّ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً، هَكَذَا قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ

وَتَابَعَهُ الْقُتَبِيُّ، وَهٰذَا اَقَلُّ مَا قِيْلَ فِيْهِ فَيُبْنَى الْحُكْمُ عَلَيْهِ لِلتَّيَقُّنِ بِهِ، غَيْرَ اَنَّ الْاِنَاثَ نُشُوْءُهُنَّ وَاِدْرَاكُهُنَّ اَسْرَعُ فَنَقَصْنَا فِيْ حَقِّهِنَّ سَنَةً لِاشْتِمَالِهَا عَلَى الْفُصُوْلِ الْاَرْبَعَةِ الَّتِيْ يُوَافِقُ وَاحِدٌ مِنْهَا الْمِزَاجَ لَا مَحَالَةَ ۔

فرمایا کہ لڑکا بالغ ہوجاتا ہے۔ احتلام ہونے سے، حاملہ کرنے سے اور جماع کرنے پر انزال ہونے پر بلوغ کا اعتبار ہوگا۔ اور جب ان میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اٹھارہ سال کی عمر پورا ہونے پر وہ بالغ ہوجائے گا۔ جبکہ لڑکی حائض ہونے اور حاملہ ہونے کے سبب بالغ ہوتی ہے۔ اور جب ان میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے تو وہ سترہ سال کی ہونے پر بالغہ ہوجائے گی۔ یہ حکم امام صاحب کے نزدیک ہے۔ صاحبین علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ جب بچہ بچی پندرہ سال کی عمر کے ہوجائیں تو وہ بالغ ہوجائیں گے۔

حضرت امام ابوحنیفہ سے بھی ایک یہی روایت ہے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے لڑکے کے بارے میں امام اعظم سے ایک روایت انیس سال کی ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کی مراد یہ ہے کہ بچہ اٹھارہ سال پورے کر کے انیسویں سال میں داخل ہوجائے اس صورت میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں دو روایتیں مختلف ہیں اس لئے کہ بعض نسخوں میں حتی یستکمل تسع عشرۃ سنۃ وارد ہوا ہے علامت سے بلوغ اس وجہ سے ثابت ہوتی ہے کہ بلوغت حقیقت میں انزال سے ہی ثابت ہوتی ہے اور انزال کے بغیر حاملہ ہونا یا حاملہ کرنا ممکن نہیں ہے اور حیض کی ابتداء میں حیض بھی انزال کی طرح ہی ہے لہٰذا ان میں سے ہر ایک کو بلوغت کی علامت قرار دے دیا گیا ہے اور بلوغت کی ادنیٰ مدت بچے کے حق میں بارہ سال ہے اور بچی کے حق میں نو سال ہے جہاں تک عمر سے بلوغت کا معاملہ ہے تو امام ابو یوسف وغیرہ کے نزدیک عادت غالبہ یہ ہے کہ بچے اور بچی میں بلوغت اس وقت سے متاخر نہیں ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے کہ جب یتیم بچہ اپنی عمر کی پختگی کو پہنچ جائے اور بچے کی عمر بارہ سال میں پختہ ہوجاتی ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اور حضرت امام قتبی نے انہی کی اتباع کی ہے اور شدید میں یہ قول سب سے کم عمر پر مشتمل ہے۔ پس اس کے یقینی ہونے کے سبب سے حکم اسی پر لگایا جائے گا۔ کیونکہ عورتوں کی نشوونما تیز ہوتی ہے۔ اور وہ جلد بالغ ہوجاتی ہیں پس ہم نے ان کے حق میں کچھ سال کم کر دیئے ہیں کیونکہ سال چار موسموں پر مشتمل ہوتا ہے اور ان میں سے کسی ایک موسم سے مزاج ملتا ہے۔

دونوں کے مراہق ہونے پر حکم بلوغت کا بیان

قَالَ (وَاِذَا رَاهَقَ الْغُلَامُ اَوِ الْجَارِيَةُ الْحُلُمَ وَاَشْكَلَ اَمْرُهُ فِي الْبُلُوْغِ فَقَالَ قَدْ بَلَغْتُ، فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ وَاَحْكَامُهُ اَحْكَامُ الْبَالِغِيْنَ) لِاَنَّهُ مَعْنًى لَا يُعْرَفُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهِمَا ظَاهِرًا، فَاِذَا اَخْبَرَا بِهِ وَلَمْ يُكَذِّبْهُمَا الظَّاهِرُ قُبِلَ قَوْلُهُمَا فِيْهِ، كَمَا يُقْبَلُ قَوْلُ الْمَرْاَةِ فِي الْحَيْضِ

اور جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہونے کے قریب ہوں اور ان کی بلوغت میں اشتباہ ہو مگر جب ان میں سے ایک کہہ دے کہ میں بالغ ہوں تو اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اس کے احکام بالغ لوگوں والے ہوں گے۔ کیونکہ بلوغت ایک باطنی چیز ہے اور ظاہری طور پر اس کا علم انہی کی جانب سے ہوگا پس جب ان لوگوں نے بلوغت خبر دی ہے اور ظاہری حالت نے ان کو جھلایا نہیں ہے تو اس بارے میں ان کی بات کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح حیض کے بارے میں عورت کی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

بَابُ الْحَجْرِ بِسَبَبِ الدَّيْنِ

﴿یہ باب قرض کے سبب حجر کے بیان میں ہے﴾

باب قرض کے سبب حجر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قرض کی وجہ سے حجر کا حکم ہے یہ قرض والوں اور قرض کے مالکوں کے درمیان مطالبہ میں مشروط ہے۔اور اس سبب سے یہ سفیہ پر حجر ہونے سے مؤخر ذکر کی ہے کیونکہ یہ مرکب کے حکم میں ہے اور مرکب ہمیشہ مفرد سے مؤخر ہوتا ہے۔اسی سبب کو علامہ ابن محمود بابرتی علیہ الرحمہ نے بھی بیان کیا ہے۔(البنایہ شرح الہدایہ، کتاب حجر، حقانیہ ملتان)

دین کے سبب حجر نہ ہونے کا بیان

(قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ : لَا اَحْجُرُ فِي الدَّيْنِ، وَإِذَا وَجَبَتْ دُيُوْنٌ عَلٰى رَجُلٍ وَطَلَبَ غُرَمَاؤُهُ حَبْسَهُ وَالْحَجْرَ عَلَيْهِ لَمْ اَحْجُرْ عَلَيْهِ) لِاَنَّ فِي الْحَجْرِ اِهْدَارَ اَهْلِيَّتِهِ فَلَا يَجُوْزُ لِدَفْعِ ضَرَرٍ خَاصٍّ .

(فَإِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ لَمْ يَتَصَرَّفْ فِيْهِ الْحَاكِمُ) لِاَنَّهُ نَوْعُ حَجْرٍ، وَلِاَنَّهُ تِجَارَةٌ لَا عَنْ تَرَاضٍ فَيَكُوْنُ بَاطِلًا بِالنَّصِّ (وَلٰكِنْ يَحْبِسُهُ اَبَدًا حَتّٰى يَبِيْعَهُ فِيْ دَيْنِهِ) اِيْفَاءً لِحَقِّ الْغُرَمَاءِ وَدَفْعًا لِظُلْمِهِ (وَقَالَا : إِذَا طَلَبَ غُرَمَاءُ الْمُفْلِسِ الْحَجْرَ عَلَيْهِ حَجَرَ الْقَاضِيْ عَلَيْهِ، وَمَنَعَهُ مِنَ الْبَيْعِ وَالتَّصَرُّفِ وَالْإِقْرَارِ حَتّٰى لَا يُضِرَّ بِالْغُرَمَاءِ) لِاَنَّ الْحَجْرَ عَلَى السَّفِيْهِ اِنَّمَا جَوَّزَاهُ نَظَرًا لَهُ، وَفِيْ هٰذَا الْحَجْرِ نَظَرٌ لِلْغُرَمَاءِ لِاَنَّهُ عَسَاهُ يُلْجِءُ مَالَهُ فَيَفُوْتُ حَقُّهُمْ، وَمَعْنٰى قَوْلِهِمَا وَمَنَعَهُ مِنَ الْبَيْعِ اَنْ يَكُوْنَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَمَنِ الْمِثْلِ، اَمَّا الْبَيْعُ بِثَمَنِ الْمِثْلِ لَا يُبْطِلُ حَقَّ الْغُرَمَاءِ وَالْمَنْعُ لِحَقِّهِمْ فَلَا يُمْنَعُ مِنْهُ .

حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں دین کے سبب حجر کو جائز نہیں سمجھتا جب کسی آدمی پر بہت سارے قرضے ہوں اور قرض خواہ اس سے مطالبہ کرے تو قاضی اس کو قید کر دے لیکن اس پر پابندی نہ لگائے اس لئے کہ حجر میں اس کی اہلیت کو باطل کرنا ہے اس لئے خاص نقصان کو دور کرنے کے لئے حجر جائز نہیں ہوگا اور جب مدیون کے پاس مال ہو تو حاکم اس میں تصرف نہ کرے اس لئے کہ حاکم کا تصرف بھی ایک طرح کا حجر ہے اور اس لئے کہ یہ ایسی تجارت ہے جو مدیون کی مرضی سے خالی

ہے لہٰذا یہ نص کے اعتبار سے باطل ہوگی البتہ حاکم اس کے مال کو روکے رکھے تا کہ اس کے قرضہ کی ادائیگی میں اس کو بیچے اور قرض خواہوں کا حق ادا ہو جائے اور مدیون کا ظلم ختم ہو جائے۔

صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب مفلس مدیون کے غرماء اس پر حجر کا مطالبہ کریں تو قاضی اس پر پابندی لگا کر اس کو بیع اور تصرف واقرار سے روک دے تا کہ غرماء کا نقصان نہ ہو اس لئے کہ بے وقوف پر مہربانی کی غرض سے ہم نے اس کو مجور کرنا جائز قرار دیا ہے اور اس حجر میں قرض خواہوں پر مہربانی ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ مدیون اپنا مال ضائع کر دے اور غرماء کا حق فوت ہو جائے اور صاحبین علیہما الرحمہ کے منعہ من البیع کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیع مبیع کے ثمن مثل سے کم ہو اور ثمن مثل پر بیع کرنے سے غرماء کا حق فوت نہیں ہوتا حالانکہ ان کے حق ہی کے سبب منع کیا جاتا ہے لہٰذا جب بیع سے ان کا حق باطل نہیں ہوگا تو مدیون کو بیع سے بھی نہیں روکا جائے گا۔

قاضی کا مفلس کے مال کی نیلامی کرنے کا بیان

قَالَ (وَبَاعَ مَالَهُ إِنِ امْتَنَعَ الْمُفْلِسُ مِنْ بَيْعِهِ وَقَسَمَهُ بَيْنَ غُرَمَائِهِ بِالْحِصَصِ عِنْدَهُمَا) لِأَنَّ الْبَيْعَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ لِإِيفَاءِ دَيْنِهِ حَتَّى يُحْبَسَ لِأَجْلِهِ، فَإِذَا امْتَنَعَ نَابَ الْقَاضِي مَنَابَهُ كَمَا فِي الْجَبِّ وَالْعُنَّةِ .

قُلْنَا : التَّلْجِئَةُ مَوْهُومَةٌ، وَالْمُسْتَحَقُّ قَضَاءُ الدَّيْنِ، وَالْبَيْعُ لَيْسَ بِطَرِيقٍ مُتَعَيِّنٍ لِذَلِكَ، بِخِلَافِ الْجَبِّ وَالْعُنَّةِ وَالْحَبْسُ لِقَضَاءِ الدَّيْنِ بِمَا يَخْتَارُهُ مِنَ الطَّرِيقِ، كَيْفَ وَلَوْ صَحَّ الْبَيْعُ كَانَ الْحَبْسُ إِضْرَارًا بِهِمَا بِتَأْخِيرِ حَقِّ الدَّائِنِ وَتَعْذِيبِ الْمَدْيُونِ فَلَا يَكُونُ مَشْرُوعًا .

فرمایا کہ جب مفلس اپنا مال خرچ کرنے پر قادر نہ ہو تو صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک قاضی اس کا مال بیچ کر اس کو مفلس کے قرض خواہوں میں ان کے حصوں کی مقدار ان میں تقسیم کر دے گا اس لئے کہ اس پر اپنا دین ادا کرنے کے لئے اپنا مال بیچنا واجب ہے حتی کہ بیع نہ کرنے کے سبب اس کو محبوس کر دیا جاتا ہے اور جب مفلس بیع نہ کر سکے تو قاضی اس کے قائم مقام ہو کر بیع کرے گا جس طرح کہ مجبوب اور عنین میں قاضی اس کے قائم مقام ہوتا ہے ہم کہتے ہیں کہ تجلیہ موہوم ہے اور دین ادا کرنا واجب ہے اور دیون کو ادا کرنے کے لئے بیع ضروری نہیں ہے مجبوب اور عنین کے خلاف اور مفلس کو قرض ادا کرنے کے لئے قید کیا جاتا ہے نہ کہ بیع کے لئے اس لئے کہ بیع درست نہیں ہوگی اور جب بیع کو درست مان لیا جائے تو قید کرنے میں دائن اور مدیون کو نقصان ہوگا کہ دائن کا حق موخر ہوگا اور مدیون کو تکلیف ہوگی اس لئے قید کرنا جائز نہیں ہے۔

مدیون پر دراہم کا قرض ہونے پر قاضی کا دراہم غرماء کو دینے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ دَيْنُهُ دَرَاهِمَ وَلَهُ دَرَاهِمُ قَضَى الْقَاضِي بِغَيْرِ أَمْرِهِ) وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ، لِأَنَّ لِلدَّائِنِ حَقَّ الْأَخْذِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ فَلِلْقَاضِي أَنْ يُعِينَهُ (وَإِنْ كَانَ دَيْنُهُ دَرَاهِمَ وَلَهُ دَنَانِيرُ أَوْ عَلَى

صِلِ ذٰلِكَ بَاعَهَا الْقَاضِيْ فِيْ دَيْنِهِ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اسْتِحْسَانٌ .
وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يَبِيْعَهُ كَمَا فِي الْعُرُوْضِ، وَلِهٰذَا لَمْ يَكُنْ لِصَاحِبِ الدَّيْنِ اَنْ يَاْخُذَهُ جَبْرًا . وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّهُمَا مُتَّحِدَانِ فِي الثَّمَنِيَّةِ وَالْمَالِيَّةِ مُخْتَلِفَانِ فِي الصُّوْرَةِ، فَبِالنَّظَرِ اِلَى الْاِتِّحَادِ يَثْبُتُ لِلْقَاضِيْ وِلَايَةُ التَّصَرُّفِ، وَبِالنَّظَرِ اِلَى الْاِخْتِلَافِ يُسْلَبُ عَنِ الدَّائِنِ وِلَايَةُ الْاَخْذِ عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ، بِخِلَافِ الْعُرُوْضِ لِاَنَّ الْغَرَضَ يَتَعَلَّقُ بِصُوَرِهَا وَاَعْيَانِهَا، اَمَّا النُّقُوْدُ فَوَسَائِلُ فَافْتَرَقَا . (وَيُبَاعُ فِي الدَّيْنِ النُّقُوْدُ ثُمَّ الْعُرُوْضُ ثُمَّ الْعَقَارُ يُبْدَاُ بِالْاَيْسَرِ فَالْاَيْسَرِ) لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمُسَارَعَةِ اِلٰى قَضَاءِ الدَّيْنِ مَعَ مُرَاعَاةِ جَانِبِ الْمَدْيُوْنِ (وَيُتْرَكُ عَلَيْهِ دَسْتٌ مِنْ ثِيَابِ بَدَنِهِ وَيُبَاعُ الْبَاقِيْ) لِاَنَّ بِهِ كِفَايَةً وَقِيْلَ دَسْتَانِ وَهُوَ اخْتِيَارُ شَمْسِ الْاَئِمَّةِ الْحَلْوَائِيِّ، لِاَنَّهُ اِذَا غَسَلَ ثِيَابَهُ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ مَلْبَسٍ .

فرمایا کہ جب مدیون پر دراہم کا قرضہ ہو اور اس کے پاس دراہم موجود ہوں تو قاضی اس کے حکم کے بغیر ہی دراہم کی ادائیگی کا فیصلہ کر دے گا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ دائن کو مدیون کی مرضی کے خلاف اپنا حق لینے کا اختیار ہے لہٰذا قاضی کو دائن کی اعانت کرنے کا حق ہے اور جب دین دراہم کا ہو اور مدیون کے پاس دنانیر ہوں یا اس کے برعکس کوئی چیز ہو تو قاضی اس کے دین میں دنانیر کو بیچ دے یہ حکم حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور استحسان پر مبنی ہے قیاس یہ ہے کہ قاضی اس کو نہ بیچے جس طرح کہ عروض میں ہوتا ہے اس لئے قرض خواہ کو جبر کے طور پر وہ مال لینا جائز نہیں ہے۔
استحسان کی دلیل یہ ہے کہ دراہم اور دنانیر ثمنیت اور مالیت میں متحد ہیں اور صورت کے اعتبار سے مختلف ہیں لہٰذا اتحاد کو دیکھتے ہوئے قاضی کو تصرف کی والیت ملے گی اور اختلاف کی طرف دیکھیں تو دائن سے ولایت اخذ سلب ہو جائے گی دونوں مشابہتوں پر عمل کرتے ہوئے عروض کے خلاف اس لئے کہ ان میں صورت اور اعیان سے غرض وابستہ ہوتی ہے رہے نقود تو وہ وسائل ہیں اس لئے کہ ان دونوں میں فرق ہے دین اداء کرنے کے لئے پہلے نقود بیچے جائیں پھر عروض بیچے جائیں پھر عقار جس میں سہولت ہو پہلے اسی سے آغاز کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں مدیون کی رعایت کے ساتھ دین کی ادائیگی میں بھی جلدی ہو جائے گی اور مدیون کے کپڑوں میں سے ایک جوڑا چھوڑ کر باقی سب بیچ دیے جائیں اس لئے کہ ایک جوڑا کافی ہے ایک قول یہ ہے کہ دو جوڑے چھوڑ دیے جائیں اس لئے کہ جب وہ اپنے کپڑے دھوئے گا تو اس کو ایک اور جوڑے کی ضرورت ہوگی۔

قضائے دین کے بعد مدیون حجر کے اقرار کا بیان

قَالَ (فَاِنْ اَقَرَّ فِيْ حَالِ الْحَجْرِ بِاِقْرَارٍ لَزِمَهُ ذٰلِكَ بَعْدَ قَضَاءِ الدُّيُوْنِ)، لِاَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهٰذَا الْمَالِ حَقُّ الْاَوَّلِيْنَ فَلَا يَتَمَكَّنُ مِنْ اِبْطَالِ حَقِّهِمْ بِالْاِقْرَارِ لِغَيْرِهِمْ، بِخِلَافِ الْاِسْتِهْلَاكِ لِاَنَّهُ مُشَاهَدٌ لَا مَرَدَّ لَهُ (وَلَوْ اسْتَفَادَ مَالًا آخَرَ بَعْدَ الْحَجْرِ نَفَذَ اِقْرَارُهُ فِيْهِ) لِاَنَّ حَقَّهُمْ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ لِعَدَمِهِ

وَقْتَ الْحَجْرِ .

قَالَ (وَيُنْفَقُ عَلَى الْمُفْلِسِ مِنْ مَالِهِ وَعَلٰى زَوْجَتِهِ وَوَلَدِهِ الصِّغَارِ وَذَوِي أَرْحَامِهِ مِمَّنْ يَجِبُ نَفَقَتُهُ عَلَيْهِ) لِأَنَّ حَاجَتَهُ الْأَصْلِيَّةَ مُقَدَّمَةٌ عَلٰى حَقِّ الْغُرَمَاءِ، وَلِأَنَّهُ حَقٌّ ثَابِتٌ لِغَيْرِهِ فَلَا يُبْطِلُهُ الْحَجْرُ، وَلِهٰذَا لَوْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً كَانَتْ فِي مِقْدَارِ مَهْرِ مِثْلِهَا أُسْوَةً لِلْغُرَمَاءِ .

فرمایا کہ جب مدیون حجر کی حالت میں کوئی اقرار کرے تو قضائے دین کے بعد یہ اقرار اس پر لازم ہوگا اس لئے کہ اس مال سے پہلے قرض خواہوں کا حق متعلق ہو چکا ہے لہٰذا دوسرے کے حق کا اقرار کر کے وہ پہلے کے حق کو باطل نہیں کر سکتا اس صورت کے خلاف کہ جب مجور نے کسی کا مال ہلاک کیا ہو اس لئے کہ یہ مشاہد ہے جس کو کوئی ٹال نہیں سکتا جب حجر کے بعد مجور نے کوئی مال کمایا تو اس میں مجور کا اقرار نافذ ہوگا اس لئے کہ حجر کے وقت یہ مال معدوم تھا اور اس سے غرماء کا حق متعلق نہیں ہو پایا ہے۔

فرمایا کہ مفلس کے مال میں سے اس کی بیوی پر اس کے چھوٹے بچوں پر اس کے ذوی الارحام میں سے اس پر جس کا نفقہ واجب ہوگا اس پر خرچ کیا جائے گا اس لئے کہ اس کی حالت اصلی غرماء کے حق سے مقدم ہے اور اس لئے کہ نفقہ دینا مفلس کے علاوہ کے لئے ثابت شدہ حق ہے لہٰذا حجر اس کو باطل نہیں کر سکتا اسی لئے جب مجور نے کسی عورت سے نکاح کیا مہر مثل میں یہ عورت غرماء کے برابر ہوگی۔

مفلس کی قید کا مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يُعْرَفْ لِلْمُفْلِسِ مَالٌ وَطَلَبَ غُرَمَاؤُهُ حَبْسَهُ وَهُوَ يَقُولُ لَا مَالَ لِي حَبَسَهُ الْحَاكِمُ فِي كُلِّ دَيْنٍ الْتَزَمَهُ بِعَقْدٍ كَالْمَهْرِ وَالْكَفَالَةِ) وَقَدْ ذَكَرْنَا هٰذَا الْفَصْلَ بِوُجُوهِهِ فِي كِتَابِ أَدَبِ الْقَاضِي مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ فَلَا نُعِيدُهَا،

إِلٰى أَنْ قَالَ : وَكَذٰلِكَ إِنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ لَا مَالَ لَهُ : يَعْنِي خَلّٰى سَبِيلَهُ لِوُجُوبِ النَّظِرَةِ إِلَى الْمَيْسَرَةِ، وَلَوْ مَرِضَ فِي الْحَبْسِ يَبْقٰى فِيهِ إِنْ كَانَ لَهُ خَادِمٌ يَقُومُ بِمُعَالَجَتِهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَخْرَجَهُ تَحَرُّزًا عَنْ هَلَاكِهِ، وَالْمُحْتَرِفُ فِيهِ لَا يُمَكَّنُ مِنَ الِاشْتِغَالِ بِعَمَلِهِ هُوَ الصَّحِيحُ لِيَضْجَرَ قَلْبُهُ فَيَنْبَعِثَ عَلٰى قَضَاءِ دَيْنِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ وَفِيهِ مَوْضِعٌ يُمْكِنُهُ فِيهِ وَطْؤُهَا لَا يُمْنَعُ عَنْهُ لِأَنَّهُ قَضَاءُ إِحْدَى الشَّهْوَتَيْنِ فَيُعْتَبَرُ بِقَضَاءِ الْأُخْرٰى .

قَالَ (وَلَا يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُرَمَائِهِ بَعْدَ خُرُوجِهِ مِنَ الْحَبْسِ يُلَازِمُونَهُ وَلَا يَمْنَعُونَهُ مِنَ التَّصَرُّفِ وَالسَّفَرِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لِصَاحِبِ الْحَقِّ يَدٌ وَلِسَانٌ) أَرَادَ بِالْيَدِ الْمُلَازَمَةَ وَبِاللِّسَانِ التَّقَاضِيَ .

مسئلہ فرمایا کہ جب مفلس کے کسی مال کا علم نہ ہو اور اس کے قرض خواہ اس کی قید کا مطالبہ کریں اور وہ یہ کہہ رہا ہو کہ میرے پاس مال نہیں ہے تو حاکم ہر اس دین کے عوض اس کو قید کرے گا جس کا عقد کے سبب اس نے التزام کیا ہو جس طرح کہ مہر اور کفالہ۔ ہم نے اس کتاب کی کتاب ادب القاضی میں اس فصل کو تمام اسباب کے سمیت بیان کر دیا ہے لہٰذا یہاں ہم اس کا اعادہ نہیں کریں گے۔

اسی طرح جب مدیون بینہ پیش کر دے کہ تیرے پاس مال نہیں ہے یعنی اس کا راستہ چھوڑ دیا جائے اس لئے کہ یسر تک انتظار کرنا واجب ہے جب مدیون قید خانے میں بیمار ہو جائے تو اس کو اسی میں رکھا جائے گا اس شرط کے ساتھ کہ اس کا کوئی خادم ہو جو اس کا علاج ومعالجہ کروائے اور جب اس کا کوئی خادم نہ ہو تو حاکم اس کو قید خانے سے نکال دے گا تاکہ وہ ہلاکت سے بچ جائے اور پیشہ ور آدمی و قید خانے میں کام کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی یہی درست ہے تاکہ اس کا دل ملول ہو جائے اور وہ اپنا قرض اداء کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائے اس صورت کے خلاف کہ جب اس کی کوئی باندی ہو اور قید خانے میں کوئی ایسی جگہ ہو جہاں باندی سے ہم بستری کرنا ممکن ہے تو اس کو ہم بستری کرنے سے نہیں روکا جائے گا اس لئے کہ یہ دو میں سے ایک شہوت کو پورا کرنا ہے لہٰذا اس کو دوسری شہوت پوری کرنے پر قیاس کیا جائے گا۔

فرمایا کہ مفلس کے قید خانے سے نکلنے کے بعد قاضی اس کے اور اس کے غرماء کے درمیان حائل نہ ہو بلکہ غرماء ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں گے اور اس و تصرف اور سفر سے نہ روکے اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حق والے کے لئے ہاتھ بھی ہے اور زبان بھی ہے ہاتھ سے مراد ساتھ لگے رہنا ہے اور زبان سے مراد مطالبہ کرنا ہے۔

قرض خواہوں کا مال مدیون کو تقسیم کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَاْخُذُوْنَ فَضْلَ كَسْبِهِ يُقْسَمُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ) لِاسْتِوَاءِ حُقُوْقِهِمْ فِي الْقُوَّةِ (وَقَالَا : إِذَا فَلَّسَهُ الْحَاكِمُ حَالَ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَبَيْنَهُ إِلَّا أَنْ يُقِيْمُوا الْبَيِّنَةَ أَنَّ لَهُ مَالًا) لِأَنَّ الْقَضَاءَ بِالْإِفْلَاسِ عِنْدَهُمَا يَصِحُّ فَتَثْبُتُ الْعُسْرَةُ وَيَسْتَحِقُّ النَّظِرَةَ إِلَى الْمَيْسَرَةِ .

وَعِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا يَتَحَقَّقُ الْقَضَاءُ بِالْإِفْلَاسِ، لِأَنَّ مَالَ اللّٰهِ تَعَالٰى غَادٍ وَرَائِحٌ، وَلِأَنَّ وُقُوْفَ الشُّهُوْدِ عَلٰى عَدَمِ الْمَالِ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا ظَاهِرًا فَيَصْلُحُ لِلدَّفْعِ لَا لِإِبْطَالِ حَقِّ الْمُلَازَمَةِ . وَقَوْلُهُ إِلَّا أَنْ يُقِيْمُوا الْبَيِّنَةَ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ بَيِّنَةَ الْيَسَارِ تَتَرَجَّحُ عَلٰى بَيِّنَةِ الْإِعْسَارِ لِأَنَّهَا أَكْثَرُ إِثْبَاتًا، إِذِ الْأَصْلُ هُوَ الْعُسْرَةُ .

وَقَوْلُهُ فِي الْمُلَازَمَةِ لَا يَمْنَعُوْنَهُ مِنَ التَّصَرُّفِ وَالسَّفَرِ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّهُ يَدُوْرُ مَعَهُ أَيْنَمَا دَارَ وَلَا يُجْلِسُهُ فِي مَوْضِعٍ لِأَنَّهُ حَبْسٌ (وَلَوْ دَخَلَ دَارَهُ لِحَاجَتِهِ لَا يَتْبَعُهُ بَلْ يَجْلِسُ عَلٰى بَابِ دَارِهِ إِلٰى أَنْ يَخْرُجَ) لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا بُدَّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ مَوْضِعُ خَلْوَةٍ، وَلَوْ اخْتَارَ الْمَطْلُوْبُ الْحَبْسَ

وَالطَّالِبُ الْمُلَازَمَةَ فَالْخِيَارُ اِلَى الطَّالِبِ لِاَنَّهُ اَبْلَغُ فِىْ حُصُوْلِ الْمَقْصُوْدِ لِاخْتِيَارِهِ الْاَضْيَقَ عَلَيْهِ، اِلَّا اِذَا عَلِمَ الْقَاضِىْ اَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِ بِالْمُلَازَمَةِ ضَرَرٌ بَيِّنٌ بِاَنْ لَا يُمَكِّنَهُ مِنْ دُخُوْلِهِ دَارِهِ فَحِيْنَئِذٍ يَحْبِسُهُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ ـ وَحَبَسُوْهُ بِدُيُوْنِهِمْ فِىْ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ كَيْفَ يَقْسِمُ اَمْوَالَهُ بَيْنَهُمْ ؟ قَالَ : اِذَا كَانَ الْمَدْيُوْنُ حَاضِرًا فَلَهُ اَنْ يَقْضِىَ دُيُوْنَهُ بِنَفْسِهِ، وَلَهُ اَنْ يُقَدِّمَ الْبَعْضَ عَلَى الْبَعْضِ فِى الْقَضَاءِ، وَيُؤْثِرَ الْبَعْضَ عَلَى الْبَعْضِ لِاَنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِىْ خَالِصِ مِلْكِهِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ حَقُّ اَحَدٍ فَيَنْصَرِفُ فِيْهِ عَلٰى حَسَبِ مَشِيْئَتِهِ، وَاِنْ كَانَ الْمَدْيُوْنُ غَائِبًا وَالدُّيُوْنُ ثَابِتَةٌ عِنْدَ الْقَاضِىْ فَالْقَاضِىْ يَقْسِمُ مَالَهُ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ بِالْحِصَصِ، اِذْ لَيْسَ لِلْقَاضِىْ وِلَايَةُ تَقْدِيْمِ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ .

وَقَوْلُهُ (بَيِّنَةُ الْيَسَارِ تَتَرَجَّحُ) الْيَسَارُ اسْمٌ لِلْاِيْسَارِ مِنْ اَيْسَرَ : اَىْ اسْتَغْنٰى، وَالْاِعْسَارُ مَصْدَرُ اَعْسَرَ : اَىْ افْتَقَرَ، وَفِىْ بَعْضِ النُّسَخِ عَلٰى بَيِّنَةِ الْمَسَارِ بِمَعْنَى الْاِعْسَارِ .

قَالَ فِى الْمُغْرِبِ : وَهُوَ خَطَأٌ .

وَقَوْلُهُ (لِاَنَّهَا اَكْثَرُ اِثْبَاتًا) لِاَنَّ بَيِّنَةَ الْاِعْسَارِ تُؤَكِّدُ مَا دَلَّ عَلَيْهِ غَيْرُهُ، اِذِ الْاَصْلُ هُوَ الْعُسْرَةُ فَصَارَ كَبَيِّنَةِ ذِى الْيَدِ فِىْ مُقَابَلَةِ بَيِّنَةِ الْخَارِجِ، وَقَوْلُهُ فِى الْمُلَازَمَةِ (لَا يَمْنَعُوْنَهُ اِلَخْ) تَفْسِيْرٌ لِلْمُلَازَمَةِ (وَلَا يُجْلِسُهُ فِىْ مَوْضِعٍ لِاَنَّهُ حَبْسٌ) وَلَيْسَ بِمُسْتَحِقٍّ عَلَيْهِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ قَالَ لِلْمُدَّعِىْ اَنْ يَحْبِسَهُ فِىْ مَسْجِدِ حَيِّهِ اَوْ فِىْ بَيْتِهِ، لِاَنَّهُ رُبَّمَا يَطُوْفُ فِى الْاَسْوَاقِ وَالسِّكَكِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ فَيَتَضَرَّرُ الْمُدَّعِىْ (وَلَوْ دَخَلَ دَارَهُ لِحَاجَتِهِ) كَغَدَاءٍ اَوْ غَائِطٍ (لَا يَتْبَعُهُ بَلْ يَجْلِسُ عَلٰى بَابِ دَارِهِ اِلٰى اَنْ يَخْرُجَ، لِاَنَّ الْاِنْسَانَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ مَوْضِعِ خَلْوَةٍ) وَعَنْ هٰذَا قِيْلَ : اِذَا اَعْطَاهُ الْغَدَاءَ اَوْ اَعَدَّ لَهُ مَوْضِعًا لِاَجْلِ الْغَائِطِ لَهُ اَنْ يَمْنَعَهُ عَنْ ذٰلِكَ حَتّٰى لَا يَهْرُبَ (وَلَوِ اخْتَارَ الْمَطْلُوْبُ الْحَبْسَ وَالطَّالِبُ الْمُلَازَمَةَ فَالْخِيَارُ اِلَى الطَّالِبِ لِاَنَّهُ اَبْلَغُ فِىْ حُصُوْلِ الْمَقْصُوْدِ لِاخْتِيَارِهِ الْاَضْيَقَ) وَالْاَشَدَّ (عَلَيْهِ اِلَّا اِذَا عَلِمَ الْقَاضِىْ اَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِ بِالْمُلَازَمَةِ ضَرَرٌ بَيِّنٌ بِاَنْ لَا يُمَكِّنَهُ مِنْ دُخُوْلِهِ دَارِهِ فَحِيْنَئِذٍ يَحْبِسُهُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ) وَفِىْ مَعْنَاهُ مَنْعُهُ عَنِ الْاِكْتِسَابِ بِقَدْرِ قُوْتِ يَوْمِهِ وَلِعِيَالِهِ .

(وَلَوْ كَانَ الدَّيْنُ لِلرَّجُلِ عَلَى الْمَرْاَةِ لَا يُلَازِمُهَا) لِمَا فِيْهَا مِنَ الْخَلْوَةِ بِالْاَجْنَبِيَّةِ وَلٰكِنْ يَبْعَثُ امْرَاَةً اَمِيْنَةً تُلَازِمُهَا .

فرمایا کہ غرماء مدیون کی کمائی کو لے کر اپنے دیون کی مقدار کے حساب سے تقسیم کرلیں گے اس لئے کہ قوت ثبوت میں ان کے حق برابر ہیں صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب حاکم مدیون کو مفلس قرار دے دے تو اس کے اور غرماء کے درمیان حائل ہو جائے مگر یہ کہ غرماء اس بات پر بینہ پیش کردیں کہ مدیون کے پاس مال ہے اس لئے کہ صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک افلاس کا فیصلہ کرنا درست ہے لہٰذا اس قضاء سے عسرت ثابت ہو جائے گی اور زمان یسر تک انتظار کرنا واجب ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قضاء افلاس کے ساتھ ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال آتا جاتا رہتا ہے اور اس لئے کہ مال کے محترم ہونے کے لئے گواہ ظاہری طور پر ہی واقف ہو سکتے ہیں لہٰذا یہ وقوع دفع حبس کی صلاحیت تو رکھے گا لیکن ملازمت کے حق کو باطل کرنے کو لازم نہیں ہوگا۔

امام قدوری کا الا ان یقیموا البینۃ کہنا اس بات کا اشارہ ہے کہ مالداری کا بینہ تنگدستی کے بینہ سے افضل ہوگا اس لئے کہ وہ زیادہ مثبت ہے کیونکہ عسرت ہی اصل ہے اور ملازمت کے بارے میں امام قدوری کا یہ کہنا ہے کہ غرماء اس کو تصرف اور سفر سے نہ روکیں اس بات کی دلیل ہے کہ مدیون جہاں بھی جائے غریم اس کے ساتھ جائے اور غریم اس کو لے کر کسی جگہ نہ بیٹھے اس لئے کہ یہ حبس ہوگا اور جب مدیون اپنی ضرورت کے لئے اپنے گھر میں داخل ہو تو غریم اس کا پیچھا نہ کرے بلکہ اس کے گھر کے دروازے پر بیٹھ جائے جب تک وہ باہر نہ آجائے اس لئے کہ انسان کے لئے خلوت کی جگہ لازم ہے۔

جب مطلوب حبس کو اختیار کرے اور طالب ملازمت کو پسند کرے تو اختیار طالب کو ہوگا اس لئے کہ اس کا اختیار مقصود کے حصول میں زیادہ کارآمد ہے اس لئے کہ طالب مطلوب پر زیادہ گراں بار راستہ اختیار کرے گا ہاں جب قاضی کو یہ اندیشہ ہو کہ ملازمت کے سبب مطلوب کو نقصان ہوگا اس طرح کہ وہ اپنے گھر میں بھی نہیں جا پائے گا تو اس صورت میں قاضی مطلوب سے نقصان کو دور کرنے کے لئے اس کو قید کردے گا جب مرد کا عورت پر دین ہو تو مرد عورت کے ساتھ نہیں رہے گا اس لئے کہ اس سے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کرنا لازم آئے گا ہاں قاضی ایک امینہ عورت کو بھیج دے جو اس کے ساتھ لگی رہے۔

مفلس آدمی کے پاس دوسرے معلوم ومعین آدمی کا مال ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَفْلَسَ وَعِنْدَهُ مَتَاعٌ لِرَجُلٍ بِعَيْنِهِ ابْتَاعَهُ مِنْهُ فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ اُسْوَةٌ لِلْغُرَمَاءِ فِيهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : يَحْجُرُ الْقَاضِيُّ عَلَى الْمُشْتَرِي بِطَلَبِهِ .

ثُمَّ لِلْبَائِعِ خِيَارُ الْفَسْخِ لِاَنَّهُ عَجَزَ الْمُشْتَرِي عَنْ اِيفَاءِ الثَّمَنِ فَيُوجِبُ ذٰلِكَ حَقَّ الْفَسْخِ كَعَجْزِ الْبَائِعِ عَنْ تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ وَهٰذَا لِاَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ، وَمِنْ قَضِيَّتِهِ الْمُسَاوَاةُ وَصَارَ كَالسَّلَمِ .

وَلَنَا اَنَّ الْاِفْلَاسَ يُوجِبُ الْعَجْزَ عَنْ تَسْلِيمِ الْعَيْنِ وَهُوَ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ بِالْعَقْدِ فَلَا يَثْبُتُ حَقُّ الْفَسْخِ بِاعْتِبَارِهِ وَاِنَّمَا الْمُسْتَحَقُّ وَصْفٌ فِي الذِّمَّةِ : اَعْنِي الدَّيْنَ، وَبِقَبْضِ الْعَيْنِ تَتَحَقَّقُ بَيْنَهُمَا مُبَادَلَةٌ، هٰذَا هُوَ الْحَقِيقَةُ فَيَجِبُ اعْتِبَارُهَا، اِلَّا فِي مَوْضِعِ التَّعَذُّرِ كَالسَّلَمِ لِاَنَّ

الاستبدال ممتنع فاعطی للعین حکم الدین، واللّٰہ اعلم۔

فرمایا کہ جو آدمی اس حال میں مفلس ہوا کہ اس کے پاس کسی معلوم اور متعین آدمی کا سامان ہے جس کو مفلس نے اس آدمی سے خریدا تھا اور صاحب متاع اس سامان میں قرض خواہوں کے ساتھ شریک ہوگا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیچنے والے کی طلب پر قاضی خریدار پر پابندی عائد کردے گا پھر بیچنے والا کو خیار فسخ دے دے اس لئے کہ خریدار ثمن ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہے لہٰذا یہ فسخ کا حق موجب ہوگا جس طرح کہ بیچنے والے کی تسلیم مبیع سے عاجز ہونا حق فسخ کا موجب ہے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ بیع عقد معاوضہ ہے جو مساوات کا تقاضہ کرتا ہے اور یہ عقد سلم کی طرح ہو گیا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ افلاس عین کی تسلیم سے عجز واجب ہو جاتا ہے حالانکہ عقد سے عین ثابت اور واجب نہیں ہوتا لہٰذا اس افلاس کے سبب حق فسخ ثابت نہیں ہوگا یہاں تو خریدار کے ذمہ ایک وصف یعنی دین واجب ہے اور عین پر قبضہ کرنے سے خریدار اور بیچنے والے کے درمیان مبادلہ ثابت ہو جاتا ہے یہی حقیقت ہے لہٰذا اس کا اعتبار واجب ہوگا لیکن جہاں مبادلہ ناممکن ہو وہاں یہ اعتبار نہیں ہوگا جس طرح کہ بیع سلم میں نہیں ہوتا اس لئے کہ وہاں استبدال ممتنع ہے اس لئے عین کو دین کا حکم دے دیا گیا ہے۔

کتاب المأذون

﴿یہ کتاب ماذون غلام کے بیان میں ہے﴾

کتاب ماذون کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب حجر کے بعد ماذون کی کتاب کو بیان کیا ہے اس کی فقہی مطابقت واضح ہے۔ کیونکہ حجر میں عدم اہلیت کے سبب بیع واشتراء وغیرہ سے منع کردیا جاتا ہے۔ جبکہ ماذون میں اس کو اجازت دی جاتی ہے۔ یہ اجازت مرتبے میں مؤخر ہے اس لئے کہ یہ اجازت کوئی اجازت اصلیہ نہیں ہے بلکہ یہ اجازت موقوفہ ذریعہ ہے لہٰذا اس کے مرتبے میں مؤخر ہونے کے سبب اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ تاکہ تقدم وتاخر مرتبے کے حساب سے بھی برابر ہو جائے۔

کتاب ماذون کے شرعی ماخذ کا بیان

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَلَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۔(النور ۵۸)

اے ایمان والو چاہئے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت، نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں۔ ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر آمدورفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس، اللہ یونہی بیان کرتا ہے تمہارے لئے آیتیں اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ میں جس اذن واجازت کا ذکر ہے اگرچہ اس کا تعلق اخلاقیات سے ہے۔ تاہم معاملات جن کے بارے میں نصوص بیان ہوئی ہیں ان کے بارے اذن کا حکم بدرجہ ثابت ہوگا۔ لہٰذا اگر اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے غلام کے لئے اذن تجارت یا بچے کے لئے تجارت کو ثابت کیا جائے تو یہ استدلال درست ہوگا۔

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت

کے بغیر نکاح کرلے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث (مرفوعاً) ضعیف ہے۔ یہ (دراصل) موقوف ہے اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

تحقیق متعلقہ حدیث

کتاب کا نام	نمبر العزو	نمبر الرقم	مختصر حدیث متن
سنن ابن ماجہ:	1959	1949	إذا تزوج العبد بغير إذن سيده كان عاهرا
سنن ابن ماجہ:	1960	1950	أيما عبد تزوج بغير إذن مواليه فهو زان
سنن أبي داؤد:	2078	1783	أيما عبد تزوج بغير إذن مواليه فهو عاهر
سنن أبي داؤد:	2079	1784	إذا نكح العبد بغير إذن مولاه فنكاحه باطل
جامع الترمذی:	1111	1026	أيما عبد تزوج بغير إذن سيده فهو عاهر

اذن کے لغوی وشرعی معانی کا بیان

اَلْإِذْنُ : اَلْإِعْلَامُ لُغَةً، وَفِي الشَّرْعِ : فَكُّ الْحَجْرِ وَإِسْقَاطُ الْحَقِّ عِنْدَنَا، وَالْعَبْدُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَتَصَرَّفُ لِنَفْسِهِ بِأَهْلِيَّتِهِ ؛ لِأَنَّهُ بَعْدَ الرِّقِّ بَقِيَ أَهْلًا لِلتَّصَرُّفِ بِلِسَانِهِ النَّاطِقِ وَعَقْلِهِ الْمُمَيِّزِ وَانْحِجَارُهُ عَنِ التَّصَرُّفِ لِحَقِّ الْمَوْلٰى ؛ لِأَنَّهُ مَا عُهِدَ تَصَرُّفُهُ إِلَّا مُوجِبًا تَعَلُّقَ الدَّيْنِ بِرَقَبَتِهِ وَبِكَسْبِهِ، وَذٰلِكَ مَالُ الْمَوْلٰى فَلَا بُدَّ مِنْ إِذْنِهِ كَيْ لَا يَبْطُلَ حَقُّهُ مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ، وَلِهٰذَا لَا يَرْجِعُ بِمَا لَحِقَهُ مِنَ الْعُهْدَةِ عَلَى الْمَوْلٰى، وَلِهٰذَا لَا يَقْبَلُ التَّأْقِيتُ، حَتّٰى لَوْ أَذِنَ لِعَبْدِهِ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا كَانَ مَأْذُونًا أَبَدًا حَتّٰى يَحْجُرَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّ الْإِسْقَاطَاتِ لَا تَتَوَقَّتُ .ثُمَّ الْإِذْنُ كَمَا يَثْبُتُ بِالصَّرِيحِ يَثْبُتُ بِالدَّلَالَةِ، كَمَا إِذَا رَأَى عَبْدَهُ يَبِيعُ وَيَشْتَرِي فَسَكَتَ يَصِيرُ مَأْذُونًا عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ .

وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَبِيعَ عَيْنًا مَمْلُوكًا أَوْ لِأَجْنَبِيٍّ بِإِذْنِهِ أَوْ بِغَيْرِ إِذْنِهِ بَيْعًا صَحِيحًا أَوْ فَاسِدًا ؛ لِأَنَّ كُلَّ مَنْ رَآهُ يَظُنُّهُ مَأْذُونًا لَهُ فِيهَا فَيُعَاقِدُهُ فَيَتَضَرَّرُ بِهِ لَوْ لَمْ يَكُنْ مَأْذُونًا لَهُ، وَلَوْ لَمْ يَكُنِ الْمَوْلٰى رَاضِيًا بِهِ لَمَنَعَهُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُمْ .

فرمایا کہ اذن کا لغوی معنی ہے اطلاع دینا اور شرعی معنی ہے پابندی کو ختم کرنا اور آقا کا اپنا حق ساقط کرنا یہ تعریف ہمارے نزدیک ہے اذن کے بعد غلام اپنی اہلیت کی بناء پر اپنے لئے تصرف کرنے کا اہل ہوگا دیسے تو رقیت کے بعد بھی زبان ناطق اور عقل ممیز کے ہوتے ہوئے وہ تصرف کا اہل رہتا ہے لیکن آقا کے حق کے سبب وہ تصرف نہیں کر پاتا اس لئے کہ اس کا تصرف یا تو اس کی گردن سے یا اس کے مال سے موجب دین ہوتا ہے حالانکہ اس کا مال اور اس کا گردن آقا کا ملا ہے لہٰذا آقا کی اجازت لازم

ہے تاکہ اس کی مرضی کے بغیر اس کا حق باطل نہ ہونے پائے اسی لئے اپنے اوپر لازم اور لاحق ہونے والی ذمہ داری دفع ہو جائے، آقا سے واپس نہیں لیتا اور نہ ہی توقیت کو قبول کرتا ہے حتیٰ کہ جب آقا نے ایک دن کے لئے اپنے غلام کو اجازت دی تو وہ اس وقت تک ماذون ہوگا جب تک آقا اس پر پابندی نہ عائد کر دے اس لئے کہ اسقاطات میں توقیت نہیں ہوتی ہے پھر جس طرح صراحت کے طور پر اجازت ثابت ہوتی ہے اسی طرح دلالت کے طور پر بھی ثابت ہوتی ہے جس طرح کہ آقا نے اپنے غلام کو بیع وشراء کرتے ہوئے دیکھا اور چپ رہا تو ہمارے نزدیک اس کا غلام ماذون ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر کے نزدیک ماذون نہیں ہوگا اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ غلام آقا کی مملوکہ چیز کو بیچے یا اجنبی کی اجازت سے ہو یا بغیر اجازت کے بیع درست ہو یا بیع فاسد ہو اس لئے کہ جو بھی اس غلام کو بیع کرتے ہوئے دیکھے گا وہ اس کو ماذون تصور کر کے اس سے بیع کرے گا اور جب وہ ماذون نہیں قرار پائے گا تو عاقد کو اس سے نقصان ہوگا اور جب آقا اس سے راضی نہ ہوتا تو اس کو بیع اور شراء کرنے سے روک دیتا ہے تاکہ لوگوں سے نقصان دور ہو جائے۔

آقا کی اجازت کے سبب غلام کے لئے تجارت جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَذِنَ الْمَوْلَى لِعَبْدِهِ فِي التِّجَارَةِ إِذْنًا عَامًّا جَازَ تَصَرُّفُهُ فِي سَائِرِ التِّجَارَاتِ) وَمَعْنَى هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَقُولَ لَهُ أَذِنْت لَك فِي التِّجَارَةِ وَلَا يُقَيِّدُهُ.

وَوَجْهُهُ أَنَّ التِّجَارَةَ اسْمٌ عَامٌّ يَتَنَاوَلُ الْجِنْسَ فَيَبِيعُ وَيَشْتَرِي مَا بَدَا لَهُ مِنْ أَنْوَاعِ الْأَعْيَانِ؛ لِأَنَّهُ أَصْلُ التِّجَارَةِ.

(وَلَوْ بَاعَ أَوْ اشْتَرَى بِالْغَبْنِ الْيَسِيرِ فَهُوَ جَائِزٌ) لِتَعَذُّرِ الِاحْتِرَازِ عَنْهُ (وَكَذَا بِالْفَاحِشِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ خِلَافًا لَهُمَا) هُمَا يَقُولَانِ إنَّ الْبَيْعَ بِالْفَاحِشِ مِنْهُ بِمَنْزِلَةِ التَّبَرُّعِ، حَتَّى اُعْتُبِرَ مِنْ الْمَرِيضِ مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ فَلَا يَنْتَظِمُهُ الْإِذْنُ كَالْهِبَةِ.

وَلَهُ أَنَّهُ تِجَارَةٌ وَالْعَبْدُ مُتَصَرِّفٌ بِأَهْلِيَّةِ نَفْسِهِ فَصَارَ كَالْحُرِّ، وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ الصَّبِيُّ الْمَأْذُونُ.

(وَلَوْ حَابَى فِي مَرَضِ مَوْتِهِ يُعْتَبَرُ مِنْ جَمِيعِ مَالِهِ إذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَإِنْ كَانَ فَمِنْ جَمِيعِ مَا بَقِيَ)؛ لِأَنَّ الِاقْتِصَارَ فِي الْحُرِّ عَلَى الثُّلُثِ لِحَقِّ الْوَرَثَةِ وَلَا وَارِثَ لِلْعَبْدِ، وَإِنْ كَانَ الدَّيْنُ مُحِيطًا بِمَا فِي يَدِهِ يُقَالُ لِلْمُشْتَرِي أَدِّ جَمِيعَ الْمُحَابَاةِ وَإِلَّا فَارْدُدْ الْبَيْعَ كَمَا فِي الْحُرِّ. (وَلَهُ أَنْ يُسَلِّمَ وَيَقْبَلَ السَّلَمَ)؛ لِأَنَّهُ تِجَارَةٌ. (وَلَهُ أَنْ يُوَكِّلَ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ)؛ لِأَنَّهُ قَدْ لَا يَتَفَرَّغُ بِنَفْسِهِ.

فرمایا کہ جب آقا اپنے غلام کو تجارت کی عام اجازت دے دے تو اس کو تمام تجارات میں تصرف کرنا جائز ہوگا اور اس مسئلے کا مطلب یہ ہے کہ آقا غلام سے یہ کہہ دے کہ میں نے تم کو تجارت کی اجازت دے دیا اور اس کو مقید نہ کرے اس کی علت اور دلیل یہ ہے کہ لفظ تجارت اسم عام ہے جو تجارت کی ہر جنس کو شامل ہے لہٰذا مختلف اعیان میں سے جو غلام کی سمجھ میں آئے گا اس کو وہ خریدے اور بیچے گا اس لئے کہ اعیان ہی کی بیع وشراء ہی اصل تجارت ہے۔

جب ماذون غلام نے معمولی نقصان کے ساتھ بیع وشراء کی تو یہ جائز ہے اس لئے کہ غبن یسیر سے احتراز ممکن ہے حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی غبن فاحش کے ساتھ بھی بیع وشراء کرنا درست ہے لیکن اس میں صاحبین علیہما الرحمہ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ غلام کا غبن فاحش کے ساتھ بیع کرنا تبرع کے درجے میں ہے اس لئے اس طرح کی بیع کا مریض کے تہائی مال سے اعتبار کیا جائے گا لہٰذا غبن فاحش والی بیع کو اجازت شامل نہیں ہوگی جس طرح ہبہ کو شامل نہیں ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ غبن فاحش کے ساتھ بھی بیع کرنا تجارت ہے اور غلام اپنی ذاتی اہلیت کی بناء پر تصرف کر رہا ہے تو جس طرح آزاد کی طرف سے غبن فاحش کے ساتھ بیع کرنا اجز ہے اسی طرح غلام کی بیع کرنا بھی جائز ہے صبی ماذون بھی اسی اختلاف پر ہے۔

جب ماذون نے مرض الموت میں عقد رعایت کیا تو یہ اس کے تمام مال میں معتبر ہوگی اس شرط کے ساتھ کہ اس پر دین نہ ہو اور جب اس پر دین ہو تو دین کو ادا کرنے کے بعد جو مال بچے گا اس میں رعایت کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ آزاد کے حق میں بیع رعایت کو تہائی مال پر منحصر کرنا وارثوں کے حق کے سبب سے ہے اور غلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا جب دین ماذون غلام کے پورے مال کو گھیر لے تو خریدار سے کہا جائے گا کہ تم پوری رعایت کو ادا کرو ورنہ بیع کو ختم کرلو جس طرح کہ آزاد میں یہی حکم ہے۔

ماذون غلام بیع سلم کرسکتا ہے اور بیع سلم کو قبول بھی کرسکتا ہے اس لئے کہ یہ بھی ایک طرح کی تجارت ہے اور وہ بیع وشراء کے لئے وکیل بھی بنا سکتا ہے اس لئے کہ کبھی کبھی وہ اپنے آپ کو فارغ نہیں کرپاتا ہے۔

ماذون غلام کے لئے رہن دینے لینے کا بیان

قَالَ (وَيَرْهَنُ وَيَرْتَهِنُ) ؛ لِأَنَّهُمَا مِنْ تَوَابِعِ التِّجَارَةِ فَإِنَّهُ إِيفَاءٌ وَاسْتِيفَاءٌ .(وَيَمْلِكُ أَنْ يَتَقَبَّلَ الْأَرْضَ وَيَسْتَأْجِرَ الْأُجَرَاءَ وَالْبُيُوتَ) ؛ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ

(وَيَأْخُذُ الْأَرْضَ مُزَارَعَةً) ؛ لِأَنَّ فِيهِ تَحْصِيلُ الرِّبْحِ

(وَيَشْتَرِي طَعَامًا فَيَزْرَعُهُ فِي أَرْضِهِ) ؛ لِأَنَّهُ يَقْصِدُ بِهِ الرِّبْحَ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (الزَّارِعُ يُتَاجِرُ رَبَّهُ) " .(وَلَهُ أَنْ يُشَارِكَ شَرِكَةَ عِنَانٍ وَيَدْفَعَ الْمَالَ مُضَارَبَةً وَيَأْخُذَهَا) ؛ لِأَنَّهُ مِنْ عَادَةِ التُّجَّارِ (وَلَهُ أَنْ يُؤَاجِرَ نَفْسَهُ عِنْدَنَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَهُوَ يَقُولُ : لَا يَمْلِكُ الْعَقْدَ عَلَى نَفْسِهِ فَكَذَا عَلَى مَنَافِعِهَا ؛ لِأَنَّهَا تَابِعَةٌ لَهَا .

وَلَنَا اَنَّ نَفْسَهُ رَأْسُ مَالِهِ فَيَمْلِكُ التَّصَرُّفَ فِيهِ، اِلَّا اِذَا كَانَ يَتَضَمَّنُ اِبْطَالَ الْاِذْنِ كَالْبَيْعِ؛ لِاَنَّهُ يَنْحَجِرُ بِهِ، وَالرَّهْنُ؛ لِاَنَّهُ يُحْبَسُ بِهِ فَلَا يَحْصُلُ مَقْصُودُ الْمَوْلٰى . اَمَّا الْاِجَارَةُ فَلَا يَنْحَجِرُ بِهِ وَيَحْصُلُ بِهِ الْمَقْصُودُ وَهُوَ الرِّبْحُ فَيَمْلِكُهُ .

فرمایا کہ ماذون غلام رہن دے بھی سکتا ہے اور لے بھی سکتا ہے اس لئے کہ رہن لینا اور دینا تجارت کے توابع میں سے ہے لہٰذا رہن میں دینا ہوتا ہے اور ارتہان میں لینا اور وصول کرنا پایا جاتا ہے کھیتی کرنے کے لئے زمین بھی لے سکتا ہے اور مزدوروں اور کمروں کو کرایہ پر بھی لے سکتا ہے اس لئے کہ یہ سب تاجروں کا کام ہے اور ماذون غلام کو مزارعت پر زمین لینے کا حق ہے اس لئے کہ اس سے نفع حاصل ہوگا اور غلہ خرید کر اپنی زمین میں کھیتی بھی کر سکتا ہے اس لئے کہ اس سے بھی فائدہ حاصل کرنا مقصود ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ کھیتی کرنے والا اپنے رب سے تجارت کرتا ہے۔

اور ماذون غلام کے لئے شرکت عنان کرنا بھی جائز ہے اور مضاربت کے لئے مال لینا اور دینا بھی جائز ہے اس لئے کہ یہ تاجروں کی عادت ہے ہمارے نزدیک یہ غلام اپنے آپ کو اجرت پر دے سکتا ہے اس میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ بندہ اپنے نفس پر عقد کا مالک نہیں ہے تو منافع نفس پر بھی عقد کرنے کا مالک نہیں ہے اس لئے کہ نافع نفس کے تابع ہوتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کا نفس ہی اس کا راس المال ہے لہٰذا وہ نفس میں تصرف کا مالک ہوگا مگر یہ کہ کوئی ایسا تصرف ہو جو اجازت کے باطل کرنے کو لازم ہو جس طرح کہ نفس کو بیچنا اس لئے کہ وہ بیع نفس سے مجبور ہو جائے گا یا نفس کو رہن رکھنا اس لئے کہ وہ رہن سے محبوس ہو جائے گا اور اس سے آقا کا مقصد حاصل نہیں ہوگا ہاں نفس کو کام پر لگانے سے وہ مجبور نہیں ہوگا بلکہ اس سے اس کو نفع کی شکل میں مال ملے گا جس سے مقصود حاصل ہوگا اس لئے وہ نفع کی اجازت کا مالک ہوگا۔

غلام کے لئے خاص قسم کی تجارت میں اجازت ہونے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ اَذِنَ لَهُ فِي نَوْعٍ مِنْهَا دُوْنَ غَيْرِهِ فَهُوَ مَاذُوْنٌ فِي جَمِيعِهَا) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ : لَا يَكُوْنُ مَاذُوْنًا اِلَّا فِي ذٰلِكَ النَّوْعِ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ اِذَا نَهَاهُ عَنِ التَّصَرُّفِ فِي نَوْعٍ آخَرَ . لَهُمَا اَنَّ الْاِذْنَ تَوْكِيلٌ وَاِنَابَةٌ مِنَ الْمَوْلٰى؛ لِاَنَّهُ يَسْتَفِيدُ الْوِلَايَةَ مِنْ جِهَتِهِ وَيَثْبُتُ الْحُكْمُ وَهُوَ الْمِلْكُ لَهُ دُوْنَ الْعَبْدِ، وَلِهٰذَا يَمْلِكُ حَجْرَهُ فَيَتَخَصَّصُ بِمَا خَصَّهُ بِهِ كَالْمُضَارِبِ .

وَلَنَا اَنَّهُ اِسْقَاطُ الْحَقِّ وَفَكُّ الْحَجْرِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، وَعِنْدَ ذٰلِكَ تَظْهَرُ مَالِكِيَّةُ الْعَبْدِ فَلَا يَتَخَصَّصُ بِنَوْعٍ دُوْنَ نَوْعٍ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ؛ لِاَنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَيَثْبُتُ لَهُ الْوِلَايَةُ مِنْ جِهَتِهِ، وَحُكْمُ التَّصَرُّفِ وَهُوَ الْمِلْكُ وَاقِعٌ لِلْعَبْدِ حَتّٰى كَانَ لَهُ اَنْ يَصْرِفَهُ اِلٰى قَضَاءِ الدَّيْنِ

وَالنَّفَقَةِ، وَمَا اسْتَغْنَى عَنْهُ يَخْلُفُهُ الْمَالِكُ فِيْهِ .

فرمایا کہ جب آقا نے غلام کو ایک قسم کی تجارت میں اجازت دی اور دوسری اقسام کی اجازت نہیں دی تو وہ تجارت کی تمام انواع میں ماذون ہوگا حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ صرف اسی صورت میں ہی ماذون ہوگا یہی اختلاف اس صورت میں بھی ہے جب آقا اس کو دوسری انواع میں تصرف کرنے سے روک دے ان کی دلیل یہ ہے کہ اذن آقا کی جانب سے توکیل اور انابت ہے اس لئے کہ غلام آقا ہی کی طرف سے ولایت حاصل کرتا ہے اور حکم یعنی ملک کا ثبوت بھی آقا ہی کے لئے ہوتا ہے غلام کے لئے ملکیت ثابت نہیں ہوتی اس لئے آقا غلام پر پابندی عائد کرنے کا بھی مالک ہے لہٰذا غلام کا تصرف آقا کی تخصیص کے ساتھ خاص ہوگا جس طرح کہ مضارب تخصیص کا پابند ہوتا ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ اجازت اسقاط حق اور دفع ممانعت ہے جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور اسقاط ثابت ہونے کی صورت میں غلام کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے لہٰذا وہ ایک نوع کے ساتھ خاص نہیں ہوگا وکیل کے خلاف اس لئے کہ وکیل دوسرے کے مال میں تصرف کرتا ہے اور اسی غیر کی جانب سے اس کو ولایت ملتی ہے اور تصرف کا حکم یعنی ملک ید غلام کے لئے ثابت ہوتی ہے حتیٰ کہ غلام کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس ملکیت کو دین کی ادائیگی اور نفقہ میں خرچ کر سکے ہاں جس چیز سے یہ غلام مستغنی ہوتا ہے اس میں مالک اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔

معین چیز کی اجازت سے ماذون نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ اَذِنَ لَهُ فِيْ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ فَلَيْسَ بِمَأْذُوْنٍ) ؛ لِاَنَّهُ اسْتِخْدَامٌ، وَمَعْنَاهُ اَنْ يَّأْمُرَهُ بِشِرَاءِ ثَوْبٍ مُعَيَّنٍ لِلْكِسْوَةِ اَوْ طَعَامٍ رِزْقًا لِاَهْلِهِ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّهُ لَوْ صَارَ مَأْذُوْنًا يَنْسَدُّ عَلَيْهِ بَابُ الِاسْتِخْدَامِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ : اَدِّ اِلَيَّ الْغَلَّةَ كُلَّ شَهْرٍ كَذَا، اَوْ قَالَ اَدِّ اِلَيَّ اَلْفًا وَاَنْتَ حُرٌّ ؛ لِاَنَّهُ طَلَبَ مِنْهُ الْمَالَ وَلَا يَحْصُلُ اِلَّا بِالْكَسْبِ، اَوْ قَالَ لَهُ اُقْعُدْ صَبَّاغًا اَوْ قَصَّارًا ؛ لِاَنَّهُ اَذِنَ بِشِرَاءِ مَا لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ وَهُوَ نَوْعٌ فَيَصِيْرُ مَأْذُوْنًا فِي الْاَنْوَاعِ .

فرمایا کہ جب آقا نے غلام کو کسی متعین چیز کی اجازت دی تو وہ ماذون نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ اجازت نہیں ہے استخدام ہے اس مسئلے کا حاصل یہ ہے کہ آقا اسے پہننے کے لئے کوئی کپڑا خریدنے کے لئے یا اپنے اہل و عیال کے کھانے کی خاطر غلہ خریدنے کا حکم دے یہ حکم اس لئے ہے کہ اگر وہ ماذون ہو گیا تو آقا پر خدمت لینا بند ہو جائے گا اس صورت کے خلاف کہ جب اس نے یہ کہا کہ تم مجھے ہر ماہ اتنا غلہ دیا کرو یا یہ کہا کہ تم مجھے ایک ہزار دراہم دے دو تو تم آزاد ہو اس لئے کہ آقا نے غلام سے مال کا مطالبہ کیا ہے اور کمائی کئے بغیر مال حاصل نہیں ہوگا یا آقا نے اس سے کہا کہ رنگریز یا دھوبی لا کر بٹھا دو اس لئے کہ آقا نے اس کو ایسی چیز خریدنے کی اجازت دی ہے جو اس کے لئے لازم ہے اور یہ بھی ایک نوع ہے لہٰذا وہ ہر قسم کی انواع میں ماذون ہوگا۔

ماذون کی جانب دیون و غصوب کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَاِقْرَارُ الْمَأْذُوْنِ بِالدُّيُوْنِ وَالْغُصُوْبِ جَائِزٌ وَكَذَا بِالْوَدَائِعِ) ؛ لِاَنَّ الْاِقْرَارَ مِنْ تَوَابِعِ

التِّجَارَةِ، إِذْ لَوْ لَمْ يَصِحَّ لَاجْتَنَبَ النَّاسُ مُبَايَعَتَهُ وَمُعَامَلَتَهُ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ إِذَا كَانَ الْإِقْرَارُ فِي صِحَّتِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي مَرَضِهِ يُقَدَّمُ دَيْنُ الصِّحَّةِ كَمَا فِي الْحُرِّ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ بِمَا يَجِبُ مِنَ الْمَالِ لَا بِسَبَبِ التِّجَارَةِ ؛ لِأَنَّهُ كَالْمَحْجُورِ فِي حَقِّهِ .

فرمایا کہ ماذون کی طرف سے دیون اور غصوب کا اقرار جائز ہے نیز ودائع کا اقرار بھی جائز ہے اس لئے کہ اقرار تجارت کے توابع میں سے ہے اس لئے کہ جب اس کا اقرار درست نہیں ہوگا تو لوگ اس سے بیع وشراء اور لین دین سے گریز کریں گے اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس پر دین ہو یا نہ ہو اس شرط کے ساتھ کہ وہ اقرار اس کی صحت میں ہو اور جب مرض کی حالت میں اقرار ہوا تو دین صحت کو مقدم کیا جائے گا جس طرح کہ آزاد میں یہی ترتیب ہے اس چیز کے اقرار کے خلاف کہ جس میں تجارت کے علاوہ دوسرے اسباب سے مال واجب ہوتا ہو اس لئے کہ یہ غلام اس مال کے حق میں مجحور کی طرح ہے۔

ماذون غلام کے لئے اجازت نکاح نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ) ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتِجَارَةٍ .قَالَ (وَلَا يُزَوِّجُ مَمَالِيكَهُ) وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : يُزَوِّجُ الْأَمَةَ ؛ لِأَنَّهُ تَحْصِيلُ الْمَالِ بِمَنَافِعِهَا فَأَشْبَهَ إِجَارَتَهَا .

وَلَهُمَا أَنَّ الْإِذْنَ يَتَضَمَّنُ التِّجَارَةَ وَهَذَا لَيْسَ بِتِجَارَةٍ، وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ تَزْوِيجَ الْعَبْدِ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الصَّبِيُّ الْمَأْذُونُ وَالْمُضَارِبُ وَالشَّرِيكُ شَرِكَةَ عِنَانٍ وَالْأَبُ وَالْوَصِيُّ .

فرمایا کہ ماذون غلام نہ تو اپنا نکاح کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنی باندیوں اور غلاموں کا نکاح کرا سکتا ہے اس لئے کہ یہ تجارت نہیں ہے امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ وہ باندی کا نکاح کرسکتا ہے اس لئے کہ نکاح کے ذریعے منافع سے مال حاصل کرے گا لہذا یہ باندی کو اجارہ پر دینے کی طرح ہوگیا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ آقا کی اجازت تجارت کو لازم ہے اور باندی کا نکاح کرنا تجارت نہیں ہے اس لئے وہ غلام کے نکاح کا مالک نہیں ہے صبی ماذون، مضارب، شرکت عنان کا شریک باپ اور وصی کا تصرف نکاح بھی اسی اختلاف پر ہے۔

ماذون غلام کا مکاتب نہ بننے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُكَاتِبُ) ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتِجَارَةٍ، إِذْ هِيَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ، وَالْبَدَلُ فِيهِ مُقَابَلٌ بِفَكِّ الْحَجْرِ فَلَمْ يَكُنْ تِجَارَةً (إِلَّا أَنْ يُجِيزَهُ الْمَوْلَى وَلَا دَيْنَ عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّ الْمَوْلَى قَدْ مَلَكَهُ وَيَصِيرُ الْعَبْدُ نَائِبًا عَنْهُ وَتَرْجِعُ الْحُقُوقُ إِلَى الْمَوْلَى ؛ لِأَنَّ الْوَكِيلَ فِي الْكِتَابَةِ سَفِيرٌ .قَالَ (وَلَا يُعْتِقُ عَلَى مَالٍ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ الْكِتَابَةَ فَالْإِعْتَاقُ أَوْلَى (وَلَا يُقْرِضُ) ؛ لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ مَحْضٌ كَالْهِبَةِ .

فرمایا کہ ماذون غلام مکاتب بھی نہیں بنا سکتا اس لئے کہ مکاتب بھی تجارت نہیں ہے اس لئے کہ مکاتب میں مال

کے عوض کا مال تبادلہ ہوتا ہے اور کتابت کا بدل فک حجر کے مقابل ہوتا ہے اس لئے یہ بھی تجارت نہیں ہوگی مگر یہ کہ آقا ماذون غلام کو مکاتب کی اجازت دے دے اور اس پر دین نہ ہو اس لئے کہ آقا ماذون غلام کا اور اس کی کمائی کا مالک ہوتا ہے اور غلام اس کی طرف سے نائب ہوتا ہے اور عقد کے حقوق آقا ہی کی طرف لوٹتے ہیں اس لئے کہ عقد کتابت کا وکیل سفیر اور ترجمان ہوتا ہے۔

فرمایا کہ ماذون غلام کو مول کے بدلے غلام آزاد کرنے کا حق نہیں ہے اس لئے کہ جب وہ مکاتب بنانے کا مالک نہیں ہے تو وہ اعتاق کا بدرجہ اولی مالک نہیں ہوگا قرض بھی نہیں دے سکتا اس لئے کہ ہبہ کی طرح قرض تبرع محض ہے۔

ماذون غلام کے لئے کسی بھی ہبہ کے جائز نہ ہونے کا بیان

(وَلَا يَهَبُ بِعِوَضٍ وَلَا بِغَيْرِ عِوَضٍ، وَكَذَا لَا يَتَصَدَّقُ) ؛ لِأَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ تَبَرُّعٌ بِصَرِيحِهِ ابْتِدَاءً وَانْتِهَاءً أَوْ ابْتِدَاءً فَلَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْإِذْنِ بِالتِّجَارَةِ .

قَالَ (إِلَّا أَنْ يُهْدِيَ الْيَسِيرَ مِنْ الطَّعَامِ أَوْ يُضَيِّفَ مَنْ يُطْعِمُهُ) ؛ لِأَنَّهُ مِنْ ضَرُورَاتِ التِّجَارَةِ اسْتِجْلَابًا لِقُلُوبِ الْمُجَاهِزِينَ، بِخِلَافِ الْمَحْجُورِ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا إِذْنَ لَهُ أَصْلًا فَكَيْفَ يَثْبُتُ مَا هُوَ مِنْ ضَرُورَاتِهِ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْمَحْجُورَ عَلَيْهِ إِذَا أَعْطَاهُ الْمَوْلَى قُوتَ يَوْمِهِ فَدَعَا بَعْضَ رُفَقَائِهِ عَلَى ذٰلِكَ الطَّعَامِ فَلَا بَأْسَ بِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَعْطَاهُ قُوتَ شَهْرٍ ؛ لِأَنَّهُمْ لَوْ أَكَلُوهُ قَبْلَ الشَّهْرِ يَتَضَرَّرُ بِهِ الْمَوْلَى .

قَالُوا : وَلَا بَأْسَ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَتَصَدَّقَ مِنْ مَنْزِلِ زَوْجِهَا بِالشَّيْءِ الْيَسِيرِ كَالرَّغِيفِ وَنَحْوِهِ ؛ لِأَنَّ ذٰلِكَ غَيْرُ مَمْنُوعٍ عَنْهُ فِي الْعَادَةِ .

اور ماذون غلام نہ تو عوض لے کر ہبہ کر سکتا ہے اور نہ ہی بغیر عوض کے ہبہ کر سکتا ہے اور نہ ہی صدقہ کر سکتا ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر چیز بطور صراحت تبرع ہے لہذا بغیر عوض کے ہبہ ابتداء اور انتہاء دونوں اعتبار سے تبرع ہے اور عوض کے ساتھ ہبہ کرنا ابتداء ہی تبرع ہے لہذا یہ تصرفات اذن فی التجارت کے تحت داخل نہیں ہوں گے فرمایا کہ ماذون غلام تھوڑا بہت غلہ ہدیہ دے سکتا ہے اور جو اس کی مہمان نوازی کرے اس کی ضیافت بھی کر سکتا ہے اس لئے کہ یہ تجارت کے لوازمات میں سے ہے اور اس طرح کرنے سے تاجروں کا دل اپنی طرف مائل کیا جاتا ہے مجور کے خلاف اس لئے کہ اس کو سرے سے اجازت ہی نہیں ہوتی لہذا اس کے حق میں اجازت کے لوازمات کس طرح ثابت ہوں گے۔

امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب عبد مجور علیہ کو آقا ایک دن کی خوراک دے دے اور وہ اس پر اپنے چند دوستوں کی دعوت کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس صورت کے خلاف کہ جب آقا نے اس کو ایک ماہ کی خوراک دی ہو اس لئے کہ جب وہ ایک ماہ سے پہلے اس کو ختم کر دیں تو اس سے آقا کا نقصان ہوگا۔

حضرات مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے اپنے شوہر کے گھر سے معمولی چیز جس طرح کہ روٹی وغیرہ صدقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ بطور عادت اس سے منع نہیں کیا جاتا ہے۔

عیب کے سبب ماذون کا قیمت میں کمی کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَهُ اَنْ يَحُطَّ مِنَ الثَّمَنِ بِالْعَيْبِ مِثْلَ مَا يَحُطُّ التُّجَّارُ) ؛ لِاَنَّهُ مِنْ صَنِيعِهِمْ، وَرُبَّمَا يَكُونُ الْحَطُّ اَنْظَرَ لَهُ مِنْ قَبُولِ الْمَعِيبِ ابْتِدَاءً، بِخِلَافِ مَا اِذَا حَطَّ مِنْ غَيْرِ عَيْبٍ ؛ لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ مَحْضٌ بَعْدَ تَمَامِ الْعَقْدِ فَلَيْسَ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ، وَلَا كَذٰلِكَ الْمُحَابَاةُ فِي الِابْتِدَاءِ ؛ لِاَنَّهُ قَدْ يَحْتَاجُ اِلَيْهَا عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ (وَلَهُ اَنْ يُؤَجِّلَ فِي دَيْنٍ وَجَبَ لَهُ) ؛ لِاَنَّهُ مِنْ عَادَةِ التِّجَارَةِ .

اور عیب کے سبب ماذون غلام ثمن میں کمی کرسکتا ہے جس طرح کہ تجارت کرنے والے کم کرتے ہیں اس لئے کہ یہ ان کا فعل ہے اور کبھی کبھی کم کرنا اس کے لئے ابتداء کے طور پر عیب دار چیز کو قبول کرنے سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے اس صورت کے خلاف کہ جب وہ عیب کے بغیر کم کرے اس لئے کہ عقد کے پورا ہونے کے بعد کمی کرنا تبرع محض ہے اور تاجروں کے طریقہ میں سے نہیں ہے اور ابتداء رعایت کا یہ حال نہیں ہے اس لئے کہ ماذون غلام کو کبھی رعایت کی ضرورت پڑتی ہے اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ جو دین اس کے لئے ثابت ہو چکا ہے اس کو موخر کردے اس لئے کہ یہ بھی تاجروں کی عادت ہے۔

ماذون مدیون کے قرض کا رقبہ سے متعلق ہونے کا بیان

قَالَ (وَدُيُونُهُ مُتَعَلِّقَةٌ بِرَقَبَتِهِ يُبَاعُ لِلْغُرَمَاءِ اِلَّا اَنْ يَفْدِيَهُ الْمَوْلٰى) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ : لَا يُبَاعُ وَيُبَاعُ كَسْبُهُ فِي دَيْنِهِ بِالْاِجْمَاعِ .

لَهُمَا اَنَّ غَرَضَ الْمَوْلٰى مِنَ الْاِذْنِ تَحْصِيلُ مَالٍ لَمْ يَكُنْ لَا تَفْوِيتُ مَالٍ قَدْ كَانَ لَهُ، وَذٰلِكَ فِي تَعْلِيقِ الدَّيْنِ بِكَسْبِهِ، حَتّٰى اِذَا فَضَلَ شَيْءٌ مِنْهُ عَنِ الدَّيْنِ يَحْصُلُ لَهُ لَا بِالرَّقَبَةِ، بِخِلَافِ دَيْنِ الِاسْتِهْلَاكِ ؛ لِاَنَّهُ نَوْعُ جِنَايَةٍ، وَاسْتِهْلَاكُ الرَّقَبَةِ بِالْجِنَايَةِ لَا يَتَعَلَّقُ بِالْاِذْنِ .

وَلَنَا اَنَّ الْوَاجِبَ فِي ذِمَّةِ الْعَبْدِ ظَهَرَ وُجُوبُهُ فِي حَقِّ الْمَوْلٰى فَيَتَعَلَّقُ بِرَقَبَتِهِ اسْتِيفَاءً كَدَيْنِ الِاسْتِهْلَاكِ، وَالْجَامِعُ دَفْعُ الضَّرَرِ عَنِ النَّاسِ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ سَبَبَهُ التِّجَارَةُ وَهِيَ دَاخِلَةٌ تَحْتَ الْاِذْنِ، وَتَعَلُّقُ الدَّيْنِ بِرَقَبَتِهِ اسْتِيفَاءً حَامِلٌ عَلَى الْمُعَامَلَةِ، فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ صَلُحَ غَرَضًا لِلْمَوْلٰى، وَيَنْعَدِمُ الضَّرَرُ فِي حَقِّهِ بِدُخُولِ الْمَبِيعِ فِي مِلْكِهِ، وَتَعَلُّقُهُ بِالْكَسْبِ لَا يُنَافِي تَعَلُّقَهُ بِالرَّقَبَةِ فَيَتَعَلَّقُ بِهِمَا، غَيْرَ اَنَّهُ يَبْدَاُ بِالْكَسْبِ فِي الِاسْتِيفَاءِ لِحَقِّ الْغُرَمَاءِ وَاِبْقَاءً لِمَقْصُودِ الْمَوْلٰى، وَعِنْدَ انْعِدَامِهِ يُسْتَوْفٰى مِنَ الرَّقَبَةِ .

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ دُيُوْنُهُ الْمُرَادُ مِنْهُ دَيْنٌ وَجَبَ بِالتِّجَارَةِ أَوْ بِمَا هُوَ فِي مَعْنَاهَا كَالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْإِجَارَةِ وَالْاِسْتِئْجَارِ وَضَمَانِ الْغُصُوْبِ وَالْوَدَائِعِ وَالْأَمَانَاتِ إِذَا جَحَدَهَا، وَمَا يَجِبُ مِنَ الْعُقْرِ بِوَطْءِ الْمُشْتَرَاةِ بَعْدَ الْاِسْتِحْقَاقِ لِاسْتِنَادِهِ إِلَى الشِّرَاءِ فَيَلْحَقُ بِهِ

فرمایا کہ ماذون غلام کے دیون اس کی گردن سے متعلق ہوں گے اور غرماء کے دیون کی ادائیگی کے لئے اس کو بیچا جائے گا مگر یہ کہ آقا ان کو فدیہ کے طور پر ان کو ادا کردے حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غلام کو نہیں بیچا جائے گا۔ اور اس کا دین ادا کرنے کے لئے اس کی کمائی بالاتفاق بیچی جائے گی حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اجازت دینے آقا کا مقصد ایسے مال کو حاصل کرنا ہے جو موجود نہ ہو اور ایسے مال کی تفویت مقصد نہیں ہے جو پہلے سے ہی موجود ہو اور آقا کا مقصد اس صورت میں ہی حاصل ہوگا جب دین کو غلام کی کمائی سے متعلق کیا جائے حتی کہ جب دین میں سے کچھ بچ جائے تو وہ آقا کو مل جائے گا اور گردن غلام سے دین کے متعلق کرنے میں آقا کا مقصد نہیں حاصل ہوگا دین استہلاک کے خلاف اس لئے کہ وہ ایک طرح کی جنایت ہے اور جنایت کے سبب گردن کا استہلاک اجازت سے متعلق نہیں ہوتا ہماری دلیل یہ ہے کہ جو قرض غلام کے ذمہ واجب ہے اس کا وجوب آقا کے حق میں ظاہر ہوگا لہٰذا استیفاء کے اعتبار سے یہ دین گردن غلام سے متعلق ہوگا جس طرح کہ دین استہلاک میں گردن سے متعلق ہوتا ہے اور ان میں علت جامعہ لوگوں نقصان کو دور کرنا ہے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اس دین کا سبب تجارت ہے اور تجارت اجازت کے تحت داخل ہے۔

اور وصول کرنے کے حوالے سے دین کو اس لئے گردن غلام سے متعلق کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کو اس کے ساتھ معاملہ کرنے پر آمادہ کیا جاسکے اور اس اعتبار سے یہ چیز آقا کا مقصد بن سکتی ہے اور اس کی ملکیت میں مبیع کے آنے سے اس کے حق میں نقصان معدوم ہو جائے گا اور کائی سے دین کا متعلق ہونا گردن سے اس کے متعلق ہونے کے منافی نہیں ہے لہٰذا دین کسب اور اور گردن دونوں سے متعلق ہوگا اس لئے اس کو استفائے دین میں سے اس کو کسب کے متعلق کیا جائے گا تاکہ غرماء کا حق ادا کیا جاسکے اور آقا کا مقصد باقی رکھا جاسکے اور کسب نہ ہونے کی صورت میں گردن سے دین وصول کیا جائے گا۔

اور قدوری میں امام قدوری کے دیونہ کہنے کا مطلب ایسا دین ہے جو تجارت یا سبب تجارت سے واجب ہوا ہو جس طرح کہ بیع وشراء ہے اجارہ ہے استیجارہ ہے اسی طرح مغصوب ودائع اور امانات کا ضمان بھی دین میں داخل ہے اس شرط کے ساتھ کہ ماذون غلام ان کا منکر ہو خریدی ہوئی باندی کے حقدار نکلنے کے بعد اس سے کی ہوئی وطی کا تاوان بھی دین میں شامل ہوگا اس لئے کہ یہ وطی شراء کی جانب منسوب ہوگی اور شراء کے ساتھ لاحق ہو جائے گی۔

غلام کی قیمت کو غرماء کے حساب سے تقسیم کرنے کا بیان

قَالَ (وَيُقَسَّمُ ثَمَنُهُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ) لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِالرَّقَبَةِ فَصَارَ كَتَعَلُّقِهَا بِالتَّرِكَةِ (فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ مِنْ دُيُوْنِهِ طُوْلِبَ بِهِ بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ) لِتَقَرُّرِ الدَّيْنِ فِي ذِمَّتِهِ وَعَدَمِ وَفَاءِ الرَّقَبَةِ بِهِ (وَلَا يُبَاعُ

ثانیا) كَيْ لَا يَمْتَنِعَ الْبَيْعُ اَوْ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنِ الْمُشْتَرِي (وَيَتَعَلَّقُ دَيْنُهُ بِكَسْبِهِ سَوَاءٌ حَصَلَ قَبْلَ لُحُوقِ الدَّيْنِ اَوْ بَعْدَهُ وَيَتَعَلَّقُ بِمَا يَقْبَلُ مِنَ الْهِبَةِ) ؛ لِاَنَّ الْمَوْلٰى اِنَّمَا يَخْلُفُهُ فِي الْمِلْكِ بَعْدَ فَرَاغِهِ عَنْ حَاجَةِ الْعَبْدِ وَلَمْ يَفْرُغْ (وَلَا يَتَعَلَّقُ بِمَا انْتَزَعَهُ الْمَوْلٰى مِنْ يَدِهِ قَبْلَ الدَّيْنِ) لِوُجُودِ شَرْطِ الْخُلُوصِ لَهُ (وَلَهُ اَنْ يَاْخُذَ غَلَّةَ مِثْلِهِ بَعْدَ الدَّيْنِ) ؛ لِاَنَّهُ لَوْ لَمْ يَكُنْ مِنْهُ يَحْجُرُ عَلَيْهِ فَلَا يَحْصُلُ الْكَسْبُ، وَالزِّيَادَةُ عَلٰى غَلَّةِ الْمِثْلِ يَرُدُّهَا عَلَى الْغُرَمَاءِ لِعَدَمِ الضَّرُورَةِ فِيهَا وَتَقَدُّمِ حَقِّهِمْ .

فرمایا کہ اس غلام کا ثمن غرماء کے حصول کے اعتبار سے ان میں تقسیم کیا جائے گا اس لئے کہ ان کا حق گردن سے متعلق ہے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ دیون ترکہ سے متعلق ہوا گر کچھ دین باقی رہ جائے تو آزادی کے بعد اس کا مطالبہ کیا جائے گا اس لئے کہ دین اس کے ذمہ ثابت ہو چکا ہے اور اس کی گردن سے اس دین کی ادائیگی مکمل نہیں ہوئی ہے غلام کو دوبارہ نہیں بیچا جائے گا تا کہ اس کی بیع ممتنع نہ ہو یا خریدار سے نقصان دور ہو سکے اور اس کا دین اس کی کمائی سے متعلق ہوگا چاہے یہ کمائی وجوب دین سے پہلے حاصل ہوئی ہو یا بعد میں نیز یہ دین اس ہبہ سے متعلق ہوگا جسے اس نے قبول کیا ہو کیونکہ آقا اسی صورت میں ماذون غلام کی ملکیت کا نائب ہوتا ہے جب وہ ملکیت غلام کی ضرورت سے فارغ ہو حالانکہ اس پر دین ہونے کے سبب اس کی ملکیت اس کی ضرورت سے فارغ نہیں ہے لہٰذا یہ دین اس مال سے متعلق نہیں ہوگا جس کو وجوب دین سے پہلے آقا نے لیا ہو اس لئے کہ آقا کا یہ مال لیتے وقت غلام کا ذمہ دین سے فارغ تھا۔

آقا کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ غلام پر دین ہونے کے بعد بھی اس سے ماہانہ محصول لیتا رہے اس لئے کہ جب یہ محصول لینا ممکن نہیں ہوگا تو آقا اس پر پابندی عائد کر دے گا اور کمائی کا حصول بند ہو جائے گا اور غلہ مثل سے جو مقدار زائد ہو وہ آقا غرماء کو دے دے اس لئے کہ زیادہ کی ضرورت نہیں ہے اور پھر غرماء کا حق بھی مقدم ہے۔

محض آقا سے غلام کے مجور نہ ہونے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ حُجِرَ عَلَيْهِ لَمْ يَنْحَجِرْ حَتّٰى يَظْهَرَ حَجْرُهُ بَيْنَ اَهْلِ سُوقِهِ) ؛ لِاَنَّهُ لَوْ انْحَجَرَ لَتَضَرَّرَ النَّاسُ بِهِ لِتَاَخُّرِ حَقِّهِمْ اِلٰى مَا بَعْدَ الْعِتْقِ لِمَا لَمْ يَتَعَلَّقْ بِرَقَبَتِهِ وَكَسْبِهِ وَقَدْ بَايَعُوهُ عَلٰى رَجَاءِ ذٰلِكَ، وَيُشْتَرَطُ عِلْمُ اَكْثَرِ اَهْلِ سُوقِهِ، حَتّٰى لَوْ حُجِرَ عَلَيْهِ فِي السُّوقِ وَلَيْسَ فِيهِ اِلَّا رَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ لَمْ يَنْحَجِرْ، وَلَوْ بَايَعُوهُ جَازَ، وَاِنْ بَايَعَهُ الَّذِي عَلِمَ بِحَجْرِهِ وَلَوْ حُجِرَ عَلَيْهِ فِي بَيْتِهِ بِمَحْضَرٍ مِنْ اَكْثَرِ اَهْلِ سُوقِهِ يَنْحَجِرُ، وَالْمُعْتَبَرُ شُيُوعُ الْحَجْرِ وَاشْتِهَارُهُ فَيُقَامُ ذٰلِكَ مَقَامَ الظُّهُورِ عِنْدَ الْكُلِّ كَمَا فِي تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ مِنَ الرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، وَيَبْقَى الْعَبْدُ مَاْذُونًا اِلٰى اَنْ يَعْلَمَ بِالْحَجْرِ كَالْوَكِيلِ اِلٰى اَنْ يَعْلَمَ بِالْعَزْلِ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّهُ يَتَضَرَّرُ بِهِ حَيْثُ يَلْزَمُهُ قَضَاءُ

الدَّيْنِ مِنْ خَالِصِ مَالِهِ بَعْدَ الْعِتْقِ وَمَا رَضِيَ بِهِ، وَإِنَّمَا يُشْتَرَطُ الشُّيُوعُ فِي الْحَجْرِ إِذَا كَانَ الْإِذْنُ شَائِعًا. أَمَّا إِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِهِ إِلَّا الْعَبْدُ ثُمَّ حُجِرَ عَلَيْهِ بِعِلْمٍ مِنْهُ يَنْحَجِرُ؛ لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ فِيهِ.

فرمایا کہ جب آقا ماذون غلام کو مجور کرے تو وہ مجور نہیں ہوگا جب تک کہ اس کا حجر اس کے بازار والوں میں ظاہر نہ ہو جائے اس لئے کہ جب وہ مجور ہو گیا تو دین اس کے گردن اور اس کے کسب سے متعلق نہیں ہوگا اور لوگوں کا حق اس کی آزادی کے بعد والی حالت سے موخر ہو جائے گا جس سے ان کو نقصان ہوگا اس لئے کہ لوگوں نے تو اس امید پر اس کے ساتھ بیع کی ہے کہ ان کا حق اس کی گردن سے متعلق ہے اور حجر کے درست ہونے کے لئے اکثر بازاریوں کا حجر سے واقف ہونا لازم ہے حتی کہ جب بازار میں اس پر پابندی لگائی گئی اور یہاں صرف ایک یا دو آدمی ہوں تو وہ مجور نہیں ہوگا اور اس طرح کے حجر کے بعد جب لوگ اس سے خرید و فروخت کرتے ہیں تو جائز ہے حتی کہ جس کو حجر کا علم ہو اس کا بھی لین دین کرنا جائز ہے جب بازاریوں کی موجودگی میں اس غلام کے گھر اس کو مجور کیا گیا ہو تو وہ مجور ہو جائے گا اور حجر کے بارے میں اس کا پھیلنا اور مشہور ہونا معتبر ہے اور یہ شیوع تمام لوگوں کے پاس حجر کے ظاہر ہونے کے قائم مقام ہو جائے گا جس طرح کہ رسل کی تبلیغ میں شیوع معتبر ہے اور حجر سے واقف ہونے تک غلام ماذون ہی رہے گا جس طرح کہ وکیل جب تک عزل سے باخبر نہیں ہوتا اس وقت تک وکیل رہتا ہے یہ حکم اس لئے ہے کہ واقفیت کے بغیر مجور ہونے میں غلام کا نقصان ہے اس طرح کہ آزاد ہونے کے بعد اس کو اپنے خالص مال سے دین ادا کرنا لازم ہوگا حالانکہ ماذون غلام اس پر راضی نہیں ہے اور حجر کے لئے شیوع اس صورت میں شرط ہے جب اجازت عام ہو اور جب صرف غلام ہی اجازت سے واقف ہو پھر اس کی معلومات کے ساتھ اس کو مجور کر دیا جائے تو وہ مجور ہو جائے گا اس لئے کہ اس انحجار میں اس کا نقصان نہیں ہے۔

موت کے سبب غلام کے مجور ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ مَاتَ الْمَوْلَى أَوْ جُنَّ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا صَارَ الْمَأْذُونُ مَحْجُورًا عَلَيْهِ)؛ لِأَنَّ الْإِذْنَ غَيْرُ لَازِمٍ، وَمَا لَا يَكُونُ لَازِمًا مِنَ التَّصَرُّفِ يُعْطَى لِدَوَامِهِ حُكْمُ الِابْتِدَاءِ، هَذَا هُوَ الْأَصْلُ فَلَا بُدَّ مِنْ قِيَامِ أَهْلِيَّةِ الْإِذْنِ فِي حَالَةِ الْبَقَاءِ وَهِيَ تَنْعَدِمُ بِالْمَوْتِ وَالْجُنُونِ، وَكَذَا بِاللُّحُوقِ لِأَنَّهُ مَوْتٌ حُكْمًا حَتَّى يُقَسَّمَ مَالُهُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ.

قَالَ (وَإِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ صَارَ مَحْجُورًا عَلَيْهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَبْقَى مَأْذُونًا؛ لِأَنَّ الْإِبَاقَ لَا يُنَافِي ابْتِدَاءَ الْإِذْنِ، فَكَذَا لَا يُنَافِي الْبَقَاءَ وَصَارَ كَالْغَصْبِ.

وَلَنَا أَنَّ الْإِبَاقَ حَجْرٌ دَلَالَةً؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَرْضَى بِكَوْنِهِ مَأْذُونًا عَلَى وَجْهٍ يَتَمَكَّنُ مِنْ تَقْضِيَةِ دَيْنِهِ بِكَسْبِهِ، بِخِلَافِ ابْتِدَاءِ الْإِذْنِ؛ لِأَنَّ الدَّلَالَةَ لَا مُعْتَبَرَ بِهَا عِنْدَ وُجُودِ التَّصْرِيحِ بِخِلَافِهَا، وَبِخِلَافِ الْغَصْبِ؛ لِأَنَّ الِانْتِزَاعَ مِنْ يَدِ الْغَاصِبِ مُتَيَسِّرٌ.

جب آقا فوت ہو جائے یا مجنون ہو جائے یا مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا جائے تو عبد مجور علیہ ہو جائے گا اس لئے کہ اجازت لازم نہیں ہے اور جو تصرف لازم نہیں ہوتا اس کے دوام کو ابتدا کا حکم دے دیا جائے گا یہی ضابطہ ہے لہٰذا حالت بقاء میں اہلیت اذن کی بقاء ضروری ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جبکہ مرنے پاگل ہونے اور دار الحرب جانے سے اہلیت ختم ہو جاتی ہے اس لئے کہ لحوق حکم کے اعتبار موت ہے اس لئے لحوق کی وجہ سے اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب غلام بھاگ جائے تو مجور ہو جائے گا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ماذون رہے گا اس لئے کہ اباق ابتدائے اذن کے منافی نہیں ہے لہٰذا بقائے اذن کے بھی منافی نہیں ہوگا اور یہ غصب کی طرح ہو گیا ہماری دلیل یہ ہے کہ اباق دلالۃ حجر اور ممانعت ہے اس لئے کہ آقا اس طور پر اس غلام کے ماذون ہونے سے راضی تھا کہ آقا اس کی کمائی سے اس کا دین اداء کرنے پر قادر ہو سکے ابتدائے اذن کے خلاف اس لئے کہ جب دلالۃ کے خلاف صراحت موجود ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا غصب کے خلاف اس لئے کہ غاصب کے ہاتھ سے اجازت واپس لینا آسان ہے۔

ماذونہ باندی کے بچے کے حجر کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَلَدَتِ الْمَأْذُوْنُ لَهَا مِنْ مَوْلَاهَا) فَذٰلِكَ حَجْرٌ عَلَيْهَا خِلَافًا لِزُفَرَ، وَهُوَ يَعْتَبِرُ حَالَةَ الْبَقَاءِ بِالْاِبْتِدَاءِ.

وَلَنَا أَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ يُحَصِّنُهَا بَعْدَ الْوِلَادَةِ فَيَكُوْنُ دَلَالَةَ الْحَجْرِ عَادَةً، بِخِلَافِ الْاِبْتِدَاءِ؛ لِأَنَّ الصَّرِيْحَ قَاضٍ عَلَى الدَّلَالَةِ.

(وَيَضْمَنُ الْمَوْلٰى قِيْمَتَهَا إِنْ رَكِبَتْهَا دُيُوْنٌ) لِإِتْلَافِهِ مَحَلًّا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْغُرَمَاءِ، إِذْ بِهِ يَمْتَنِعُ الْبَيْعُ وَبِهِ يُقْضٰى حَقُّهُمْ.

قَالَ (وَإِذَا اسْتَدَانَتِ الْأَمَةُ الْمَأْذُوْنُ لَهَا أَكْثَرَ مِنْ قِيْمَتِهَا فَدَبَّرَهَا الْمَوْلٰى فَهِيَ مَأْذُوْنٌ لَهَا عَلٰى حَالِهَا) لِانْعِدَامِ دَلَالَةِ الْحَجْرِ، إِذِ الْعَادَةُ مَا جَرَتْ بِتَحْصِيْنِ الْمُدَبَّرَةِ، وَلَا مُنَافَاةَ بَيْنَ حُكْمَيْهِمَا أَيْضًا، وَالْمَوْلٰى ضَامِنٌ لِقِيْمَتِهَا لِمَا قَرَّرْنَاهُ فِيْ أُمِّ الْوَلَدِ.

فرمایا کہ جب ماذونہ باندی نے اپنے آقا سے بچہ جنا تو یہ اس پر حجر لازم ہوگا حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے وہ بقاء کو ابتداء پر قیاس کرتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ غالب گمان یہ ہے کہ ولادت کے بعد آقا اس باندی کی حفاظت کرے گا لہٰذا استیلاد بطور عادت حجر پر دلیل بنے گا ابتداء کے خلاف اس لئے کہ صراحت دلالت پر حاکم ہوتی ہے اور جب ام ولد مدیون ہو جائے تو آقا اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اس لئے کہ آقا نے وہ محل ضائع کر دیا جس سے غرماء کا حق متعلق ہو سکتا ہے اس لئے کہ استیلاد سے اس کی بیع ممتنع ہوگی حالانکہ بیع ہی سے ان کے حقوق کی ادائیگی ہوتی ہے۔

فرمایا کہ جب ماذونہ باندی اپنی قیمت سے زیادہ مقروض ہو جائے پھر آقا نے اسکو مدبر بنالیا تو وہ اسی حال پر ماذونہ رہے گی

اس لئے کہ حجر کی دلیل معدوم ہے کیونکہ مدبرہ کو محفوظ رکھنے کی عادت نہیں ہے اور مدبرہ اور ماذونہ کے حکم میں کوئی منافات بھی نہیں ہے آقا اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے ام ولد میں بیان کیا ہے۔

پابندی کے باوجود ماذون غلام کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَاِذَا حُجِرَ عَلَى الْمَاْذُوْنِ لَهٗ فَاِقْرَارُهٗ جَائِزٌ فِيْمَا فِيْ يَدِهٖ مِنَ الْمَالِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ) وَمَعْنَاهُ اَنْ يُقِرَّ بِمَا فِيْ يَدِهٖ اَنَّهٗ اَمَانَةٌ لِغَيْرِهٖ اَوْ غَصْبٌ مِنْهُ اَوْ يُقِرَّ بِدَيْنٍ عَلَيْهِ فَيُقْضٰى مِمَّا فِيْ يَدِهٖ. وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : لَا يَجُوْزُ اِقْرَارُهٗ .

لَهُمَا اَنَّ الْمُصَحِّحَ لِاِقْرَارِهٖ اِنْ كَانَ الْاِذْنَ فَقَدْ زَالَ بِالْحَجْرِ، وَاِنْ كَانَ الْيَدَ فَالْحَجْرُ اَبْطَلَهَا ؛ لِاَنَّ يَدَ الْمَحْجُوْرِ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ وَصَارَ كَمَا اِذَا اَخَذَ الْمَوْلٰى كَسْبَهٗ مِنْ يَدِهٖ قَبْلَ اِقْرَارِهٖ اَوْ ثَبَتَ حَجْرُهٗ بِالْبَيْعِ مِنْ غَيْرِهٖ، وَلِهٰذَا لَا يَصِحُّ اِقْرَارُهٗ فِيْ حَقِّ الرَّقَبَةِ بَعْدَ الْحَجْرِ، وَلَهٗ اَنَّ الْمُصَحِّحَ هُوَ الْيَدُ، وَلِهٰذَا لَا يَصِحُّ اِقْرَارُ الْمَاْذُوْنِ فِيْمَا اَخَذَهُ الْمَوْلٰى مِنْ يَدِهٖ وَالْيَدُ بَاقِيَةٌ حَقِيْقَةً، وَشَرْطُ بُطْلَانِهَا بِالْحَجْرِ حُكْمًا فَرَاغُهَا عَنْ حَاجَتِهٖ، وَاِقْرَارُهٗ دَلِيْلُ تَحَقُّقِهَا، بِخِلَافِ مَا اِذَا انْتَزَعَهُ الْمَوْلٰى مِنْ يَدِهٖ قَبْلَ الْاِقْرَارِ ؛ لِاَنَّ يَدَ الْمَوْلٰى ثَابِتَةٌ حَقِيْقَةً وَحُكْمًا فَلَا تَبْطُلُ بِاِقْرَارِهٖ، وَكَذَا مِلْكُهٗ ثَابِتٌ فِيْ رَقَبَتِهٖ فَلَا يَبْطُلُ بِاِقْرَارِهٖ مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَهٗ ؛ لِاَنَّ الْعَبْدَ قَدْ تَبَدَّلَ بِتَبَدُّلِ الْمِلْكِ عَلٰى مَا عُرِفَ فَلَا يَبْقٰى مَا ثَبَتَ بِحُكْمِ الْمِلْكِ، وَلِهٰذَا لَمْ يَكُنْ خَصْمًا فِيْمَا بَاشَرَهٗ قَبْلَ الْبَيْعِ .

فرمایا کہ جب آقا نے ماذون غلام پر پابندی لگا دی تو حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے پاس موجود مال میں اس کا اقرار جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس جو مال موجود ہے اس کے متعلق یہ اقرار کرے کہ یہ فلاں کی امانت ہے یا اس سے غصب کیا ہوا ہے یا وہ اپنے اوپر کسی دین کا اقرار کرے اور اس کے پاس موجود مال میں سے اس کا قرض اداء کر دیا جائے۔

صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کا اقرار جائز نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جب اس مجور کے اقرار کو درست کرنے والی چیز اذن ہے تو یہ اذن حجر کے سبب زائل ہو چکا ہے اور جب قبضہ ہے تو اس قبضہ کو حجر نے باطل کر دیا ہے اس لئے کہ مجور کا قبضہ غیر معتبر ہے یہ ایسا ہو گیا جیسے مجور کے اقرار سے پہلے آقا نے اس کے قبضہ سے اس کی کمائی لے لی ہو یا آقا سے اسے کسی دوسرے سے فروخت کرنے سے اس کا حجر ثابت ہوا ہو اسی لئے حجر کے بعد گردن کے حق میں اس کا اقرار درست نہیں ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اقرار کو درست قرار دینے والی چیز ید ہے اسی لئے ماذون کے ہاتھ سے جو چیز لے لیتا ہے اس کے بارے میں ماذون کا اقرار درست نہیں ہے اور حجر کے بعد بھی بطور حقیقت ید باقی ہے اور حجر سے حکما اس ید کے

باطل ہونے کے لئے اس ید کا حاجت عبد سے فارغ ہونا شرط ہے حالانکہ اس کا اقرار اس بات کی دلیل ہے کہ اس غلام کو ید کی ضرورت ہے اس صورت کے خلاف کہ جب آقا اس کے اقرار سے پہلے ہی اس کے قبضہ سے مال لے لے اس لئے کہ آقا کا قبضہ بطور حقیقت وحکم دونوں طرح ثابت ہے لہٰذا غلام کے اقرار سے یہ قبضہ باطل نہیں ہوگا نیز گردن غلام میں آقا کی ملکیت ثابت رہتی ہے اس لئے کہ آقا کی مرضی کے بغیر غلام کے اقرار سے یہ ملکیت باطل نہیں ہوگا یہ حکم اس صورت کے برخلاف ہے جب آقا اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دے اس لئے کہ ملکیت کے تبدیل ہونے سے غلام میں بھی تبدیلی آجاتی ہے جس طرح کہ معلوم ہو چکا ہے لہٰذا ملکیت سے حکماً ثابت ہونے والی چیز ملک کے تبدیل ہونے کے بعد باقی نہیں رہتا اس لئے فروخت کئے جانے سے پہلے کے عقود میں غلام خصم نہیں ہوگا۔

مدیون غلام کے مال میں آقا کی ملکیت نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا لَزِمَتْهُ دُيُوْنٌ تُحِيْطُ بِمَالِهٖ وَرَقَبَتِهٖ لَمْ يَمْلِكِ الْمَوْلٰى مَا فِيْ يَدِهٖ. وَلَوْ اَعْتَقَ مِنْ كَسْبِهٖ عَبْدًا لَمْ يَعْتِقْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ. وَقَالَا: يَمْلِكُ مَا فِيْ يَدِهٖ وَيَعْتِقُ وَعَلَيْهِ قِيْمَتُهٗ) لِاَنَّهٗ وُجِدَ سَبَبُ الْمِلْكِ فِيْ كَسْبِهٖ وَهُوَ مِلْكُ رَقَبَتِهٖ وَلِهٰذَا يَمْلِكُ اِعْتَاقَهَا، وَوَطْءَ الْجَارِيَةِ الْمَاْذُوْنِ لَهَا، وَهٰذَا آيَةُ كَمَالِهٖ، بِخِلَافِ الْوَارِثِ لِاَنَّهٗ يَثْبُتُ الْمِلْكُ لَهٗ نَظَرًا لِلْمُوَرِّثِ وَالنَّظَرُ فِيْ ضِدِّهٖ عِنْدَ اِحَاطَةِ الدَّيْنِ بِتَرِكَتِهٖ. اَمَّا مِلْكُ الْمَوْلٰى فَمَا ثَبَتَ نَظَرًا لِلْعَبْدِ.

وَلَهٗ اَنَّ مِلْكَ الْمَوْلٰى اِنَّمَا يَثْبُتُ خِلَافَةً عَنِ الْعَبْدِ عِنْدَ فَرَاغِهٖ عَنْ حَاجَتِهٖ كَمِلْكِ الْوَارِثِ عَلٰى مَا قَرَّرْنَاهُ وَالْمُحِيْطُ بِهِ الدَّيْنُ مَشْغُوْلٌ بِهَا فَلَا يَخْلُفُهٗ فِيْهِ، وَاِذَا عُرِفَ ثُبُوْتُ الْمِلْكِ وَعَدَمُهٗ فَالْعِتْقُ فَرِيْعَتُهٗ، وَاِذَا نَفَذَ عِنْدَهُمَا يَضْمَنُ قِيْمَتَهٗ لِلْغُرَمَاءِ لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِهٖ.

قَالَ (وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الدَّيْنُ مُحِيْطًا بِمَالِهٖ جَازَ عِتْقُهٗ فِيْ قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا) اَمَّا عِنْدَهُمَا فَظَاهِرٌ، وَكَذَا عِنْدَهٗ؛ لِاَنَّهٗ لَا يَعْرٰى عَنْ قَلِيْلِهٖ، فَلَوْ جُعِلَ مَانِعًا لَانْسَدَّ بَابُ الْاِنْتِفَاعِ بِكَسْبِهٖ فَيَخْتَلُّ مَا هُوَ الْمَقْصُوْدُ مِنَ الْاِذْنِ وَلِهٰذَا لَا يَمْنَعُ مِلْكَ الْوَارِثِ وَالْمُسْتَغْرِقُ يَمْنَعُهٗ.

فرمایا کہ جب ماذون غلام پر اتنا قرضہ ہو جائے جو اس کے مال اور اس کے گردن کو محیط ہو تو آقا اس ماذون کے پاس مال کا مالک نہیں ہوگا اور جب آقا نے اس غلام کی کمائی سے خریدا ہوا غلام آزاد کر دیا تو حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ آزاد نہیں ہوگا۔

صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ غلام کے پاس جو مال ہے آقا اس کا مالک ہے اس لئے وہ غلام آزاد ہو جائے گا اور آقا پر اس کی قیمت واجب ہوگی اس لئے کہ ملکیت کا سبب ماذون کی کمائی میں پایا گیا ہے اور وہ گردن ماذون کا آقا کا مملوک ہونا ہے اسی لئے آقا ماذون کے اعتاق کا مالک ہے اور ماذونہ باندی سے وطی کرنے کا مالک ہے اور یہ کامل ملکیت کی علامت ہے۔

وارث کے خلاف اس لئے کہ موروث پر مہربانی دیکھتے ہوئے وارث کے لئے ملکیت ثابت ہوتی ہے اور ترکہ کے دین سے محیط ہونے کی صورت میں نظر ملکیت کے ثابت نہ ہونے میں ہے اور آقا کی ملکیت غلام پر مہربانی کے لئے نہیں ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ آقا کے لئے حاجت عبد سے فارغ ہونے کی صورت میں نیابت کے طور پر ملکیت ثابت ہوتی ہے جس طرح کہ وارث کی ملکیت کا حال ہے جیساہ ہم بیان کر چکے ہیں اور غلام پر جو دین محیط ہے وہ اس کی حاجت میں مشغول ہے لہٰذا آقا اس مال کا نائب نہیں ہوگا اور جب دونوں قولوں میں ملکیت کے ثبوت کا اختلاف اور عدم ثبوت کا اختلاف معلوم ہو گیا تو آزادی کا بھی حال واضح ہو گیا اس لئے کہ آزادی ملکیت کی فرع ہے اور جب صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک آزادی نافذ ہو گیا تو آقا غرماء کے لئے اس کی ملکیت کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اس سے غرماء کا حق متعلق ہو چکا ہے۔

فرمایا کہ جب قرض غلام کے مال کو محیط نہ ہو تو سب کے نزدیک آقا کا آزادی جائز ہے صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک تو یہ جواز ظاہر ہے اور حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہ آزادی جائز ہے اس لئے کہ غلام کی کمائی میں تھوڑا بہت دین ہوتا ہے جب قلیل کو بھی مانع قرار دے دیا جائے تو غلام کی کمائی سے انتفاع کا دروازہ کھل جائے گا اور اذن کا مقصود خراب ہو جائے گا اسی لئے دین قلیل وارث کی ملکیت سے مانع نہیں ہے اور احاطہ کرنے والا قرض روکنے والا ہے۔

ماذون غلام کا مثلی قیمت پر کوئی چیز بیچنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا بَاعَ مِنَ الْمَوْلٰی شَیْئًا بِمِثْلِ قِیْمَتِهٖ جَازَ) لِاَنَّهٗ کَالْاَجْنَبِیِّ عَنْ کَسْبِهٖ اِذَا کَانَ عَلَیْهِ دَیْنٌ یُحِیْطُ بِکَسْبِهٖ (وَاِنْ بَاعَهٗ بِنُقْصَانٍ لَمْ یَجُزْ مُطْلَقًا) لِاَنَّهٗ مُتَّهَمٌ فِیْ حَقِّهٖ، بِخِلَافِ مَا اِذَا حَابَی الْاَجْنَبِیَّ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ لِاَنَّهٗ لَا تُهْمَةَ فِیْهِ، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ الْمَرِیْضُ مِنَ الْوَارِثِ بِمِثْلِ قِیْمَتِهٖ حَیْثُ لَا یَجُوْزُ عِنْدَهٗ لِاَنَّ حَقَّ بَقِیَّةِ الْوَرَثَةِ تَعَلَّقَ بِعَیْنِهٖ حَتّٰی کَانَ لِاَحَدِهِمُ الْاِسْتِخْلَاصُ بِاَدَاءِ قِیْمَتِهٖ. اَمَّا حَقُّ الْغُرَمَاءِ تَعَلَّقَ بِالْمَالِیَّةِ لَا غَیْرُ فَافْتَرَقَا.

وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ: اِنْ بَاعَهٗ بِنُقْصَانٍ یَجُوْزُ الْبَیْعُ، وَیُخَیَّرُ الْمَوْلٰی اِنْ شَاءَ اَزَالَ الْمُحَابَاةَ، وَاِنْ شَاءَ نَقَضَ الْبَیْعَ، وَعَلَی الْمَذْهَبَیْنِ الْیَسِیْرُ مِنَ الْمُحَابَاةِ وَالْفَاحِشُ سَوَاءٌ.

وَوَجْهُ ذٰلِكَ اَنَّ الْاِمْتِنَاعَ لِدَفْعِ الضَّرَرِ عَنِ الْغُرَمَاءِ وَبِهٰذَا یَنْدَفِعُ الضَّرَرُ عَنْهُمْ، وَهٰذَا بِخِلَافِ الْبَیْعِ مِنَ الْاَجْنَبِیِّ بِالْمُحَابَاةِ الْیَسِیْرَةِ حَیْثُ یَجُوْزُ وَلَا یُؤْمَرُ بِاِزَالَةِ الْمُحَابَاةِ، وَالْمَوْلٰی یُؤْمَرُ بِهٖ لِاَنَّ الْبَیْعَ بِالْیَسِیْرِ مِنْهُمَا مُتَرَدِّدٌ بَیْنَ التَّبَرُّعِ وَالْبَیْعِ لِدُخُوْلِهٖ تَحْتَ تَقْوِیْمِ الْمُقَوِّمِیْنَ فَاعْتَبَرْنَاهُ تَبَرُّعًا فِی الْبَیْعِ مَعَ الْمَوْلٰی لِلتُّهْمَةِ غَیْرَ تَبَرُّعٍ فِیْ حَقِّ الْاَجْنَبِیِّ لِانْعِدَامِهَا، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ مِنَ الْاَجْنَبِیِّ بِالْکَثِیْرِ مِنَ الْمُحَابَاةِ حَیْثُ لَا یَجُوْزُ اَصْلًا عِنْدَهُمَا، وَمِنَ الْمَوْلٰی یَجُوْزُ وَیُؤْمَرُ بِاِزَالَةِ الْمُحَابَاةِ لِاَنَّ الْمُحَابَاةَ لَا تَجُوْزُ مِنَ الْعَبْدِ الْمَاذُوْنِ عَلٰی اَصْلِهِمَا اِلَّا

بِإِذْنِ الْمَوْلٰى، وَلَا إِذْنَ فِي الْبَيْعِ مَعَ الْأَجْنَبِيِّ وَهُوَ إِذْنٌ بِمُبَاشَرَتِهِ بِنَفْسِهِ، غَيْرَ أَنَّ إِزَالَةَ الْمُحَابَاةِ لِحَقِّ الْغُرَمَاءِ، وَهٰذَانِ الْفَرْقَانِ عَلٰى أَصْلِهِمَا .

فرمایا کہ جب ماذون غلام نے آقا سے مثلی قیمت پر کوئی چیز بیچی تو یہ جائز ہے اس لئے کہ آقا اس غلام کی کمائی سے اجنبی کی طرح ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس پر ایسا دین ہو جو اس کے مال کو محیط ہو اور جب غلام نے نقصان میں فروخت کیا تو یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ غلام نقصان کے حق میں متہم ہے اس صورت کے خلاف کہ جب اجنبی رعایت کرے تو حضرت سیدنا امام اعظم ؒ کے نزدیک یہ رعایت جائز ہیں اس لئے کہ اجنبی کی محابات میں تہمت نہیں ہے اس صورت کے خلاف کہ جب مریض وارث سے قیمت مثلی میں کوئی چیز بیچے تو حضرت سیدنا امام اعظم ؒ کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں ہے اس لئے کہ دوسرے وارثوں کا حق میت کے عین مال سے وابستہ ہوتا ہے حتی کہ ان میں سے ہر کسی کو یہ حق ہوتا ہے کہ اس مبیع کی قیمت دے کر اس کو چھڑا لے رہا غرماء کا حق تو وہ صرف مالیت سے متعلق ہوتا ہے اس لئے غلام اور مریض دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ حکم والے ہو گئے۔

صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب نقصان میں فروخت کیا تو بھی جائز ہے اور آقا کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رعایت کو ختم کر دے اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور دونوں مسلکوں پر رعایت یسیرہ اور رعایت فاحشہ دونوں برابر ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ فروختگی کا نہ پایا جانا جواز حق غرماء کے سبب ہے اور اس صورت میں غرماء سے نقصان ختم ہو جاتا ہے اور یہ اجنبی سے رعایت یسیرہ کے ساتھ بیع کرنے کے خلاف ہے لہٰذا وہ بیع جائز ہے اور اس کو رعایت ختم کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا جبکہ آقا کو اس کا حکم دیا جائے گا اس لئے کہ رعایت یسیرہ کے ساتھ بیع کرنا تبرع اور بیع کے درمیان دائر ہے اس لئے کہ معمولی رعایت میں مقومین کی تقویم کے تحت داخل ہوتی ہے لہٰذا آقا کیساتھ بیع میں تہمت کے سبب ہم نے اس کو تبرع مان لیا اور اجنبی کے حق میں تبرع نہیں مانا اس لئے کہ اس کے حق میں تہمت معدوم ہے اور اس صورت کے خلاف کہ جب ماذون غلام نے اس کی رعایات کثیرہ کے ساتھ اجنبی سے فروخت کیا صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک یہ بالکل ہی جائز نہیں ہے اور آقا سے بیچنا جائز ہوگا اور آقا کے رعایت ختم کرنے کا حق دیا جائے گا اس لئے کہ صاحبین علیہما الرحمہ کی اصل پر آقا کی اجازت کے بغیر ماذون غلام کے لئے رعایت جائز نہیں ہیں اور اجنبی کے ساتھ بیع میں رعایت کے ساتھ بیع کی اجازت نہیں ہوتی اور آقا اس کو خود اپنے ساتھ بیع کرنے کی اجازت دیتا ہے اس کے علاوہ میں غرماء کے حق کی وجہ سے رعایت کو زائل کر دیا جاتا ہے صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک آقا اور اجنبی میں یہ دونوں فرق ہیں۔

آقا کا غلام کے ہاتھ مثلی چیز کو فروخت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ بَاعَهُ الْمَوْلٰى شَيْئًا بِمِثْلِ الْقِيمَةِ أَوْ أَقَلَّ جَازَ الْبَيْعُ) ؛ لِأَنَّ الْمَوْلٰى أَجْنَبِيٌّ عَنْ كَسْبِهِ إِذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ وَلَا تُهْمَةَ فِي هٰذَا الْبَيْعِ ؛ وَلِأَنَّهُ مُفِيدٌ فَإِنَّهُ يَدْخُلُ فِي كَسْبِ الْعَبْدِ مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ وَيَتَمَكَّنُ الْمَوْلٰى مِنْ أَخْذِ الثَّمَنِ بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ هٰذَا التَّمَكُّنُ وَصِحَّةُ التَّصَرُّفِ تَتْبَعُ الْفَائِدَةَ (فَإِنْ سَلَّمَ الْمَبِيعَ إِلَيْهِ قَبْلَ قَبْضِ الثَّمَنِ بَطَلَ الثَّمَنُ) ؛ لِأَنَّ حَقَّ الْمَوْلٰى فِي الْعَيْنِ مِنْ حَيْثُ الْحَبْسُ، فَلَوْ بَقِيَ بَعْدَ سُقُوطِهِ يَبْقٰى فِي الدَّيْنِ وَلَا يَسْتَوْجِبُهُ الْمَوْلٰى عَلٰى

عَبْدِهٖ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الثَّمَنُ عَرَضًا ؛ لِاَنَّهٗ يَتَعَيَّنُ وَجَازَ اَنْ يَبْقٰى حَقُّهٗ مُتَعَلِّقًا بِالْعَيْنِ .

قَالَ (وَاِنْ اَمْسَكَهٗ فِيْ يَدِهٖ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ جَازَ) ؛ لِاَنَّ الْبَائِعَ لَهٗ حَقُّ الْحَبْسِ فِي الْمَبِيعِ وَلِهٰذَا كَانَ اَخَصَّ بِهٖ مِنَ الْغُرَمَاءِ، وَجَازَ اَنْ يَكُوْنَ لِلْمَوْلٰى حَقٌّ فِي الدَّيْنِ اِذَا كَانَ يَتَعَلَّقُ بِالْعَيْنِ (وَلَوْ بَاعَهٗ بِاَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهٖ يُؤْمَرُ بِاِزَالَةِ الْمُحَابَاةِ اَوْ بِنَقْضِ الْبَيْعِ) كَمَا بَيَّنَّا فِيْ جَانِبِ الْعَبْدِ ؛ لِاَنَّ الزِّيَادَةَ تَعَلَّقَ بِهَا حَقُّ الْغُرَمَاءِ .

اور جب کسی آقا نے اپنے غلام کے ہاتھ میں کوئی مثلی قیمت والی یا اس سے کم تھوڑی قیمت پر کسی چیز کو فروخت کر دیا تو یہ بیع جائز ہے۔ کیونکہ جس وقت ماذون غلام پر قرض ہوتا ہے تو آقا اس کی کمائی سے غیر کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں اور ایسی بیع میں کسی قسم کی کوئی تہمت تک نہیں ہے۔ اور اس بیع کا فائدہ بھی ہے۔ لہٰذا اس کے سبب سے غلام کی کمائی میں ایسی چیز شامل ہوگی جو اس سے قبل داخل نہ تھی اور آقا کے لئے قیمت لینے کا اختیار ہوگا۔ جبکہ بیع سے قبل اس کے پاس کوئی اختیار نہ تھا۔ اور تصرف کا درست ہونے یہ بناء پر نفع ہے۔

اور جب آقا نے قبضہ کرنے سے پہلے وہ قیمت غلام کو دے دی ہے تو ثمن باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ ثمن میں عین کے سبب سے آقا کا حق ثابت ہے۔ اور جب عین کے ساقط ہونے کے بعد بھی اس کا حق ثابت مان لیا جائے تو یہ حق دین کی شکل میں باقی رہے گا حالانکہ آقا اپنے غلام پر قرض کا حقدار بننے والا نہیں ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ثمن کوئی سامان ہے کیونکہ سامان معین ہوتا ہے اور اس کا آقا کے بارے میں عین ہونا جائز ہے۔

اور جب ثمن کی وصولی تک آقا مبیع کو اپنے پاس روکنے دے تو اس طرح بھی جائز ہے کیونکہ مبیع کو روکنے کا حق بیچنے والا کو حاصل ہے اور اسی طرح بیچنے والا دوسرے قرض خواہوں سے مبیع کا زیادہ حقدار ہے اور جب دین کا تعلق عین سے ہے تب بھی یہ جائز ہے۔ کیونکہ اس دین میں آقا کا حق ثابت ہے۔ اور جب آقا نے اس کو زیادہ قیمت میں فروخت کیا ہے تو غلام کو حکم دے دیا جائے گا کہ وہ رعایات ختم کرے یا بیع کو ختم کرے جس طرح غلام کے بارے میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ غرماء کا حق زیادتی سے متعلق ہو گیا ہے۔

قرضوں کے باوجود ماذون غلام کی آزادی کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اَعْتَقَ الْمَوْلَى الْمَاذُونَ وَعَلَيْهِ دُيُوْنٌ فَعِتْقُهٗ جَائِزٌ) ؛ لِاَنَّ مِلْكَهٗ فِيهِ بَاقٍ وَالْمَوْلٰى ضَامِنٌ لِقِيمَتِهٖ لِلْغُرَمَاءِ ؛ لِاَنَّهٗ اَتْلَفَ مَا تَعَلَّقَ بِهٖ حَقُّهُمْ بَيْعًا وَاسْتِيفَاءً مِنْ ثَمَنِهٖ (وَمَا بَقِيَ مِنَ الدُّيُوْنِ يُطَالَبُ بِهٖ بَعْدَ الْعِتْقِ) ؛ لِاَنَّ الدَّيْنَ فِيْ ذِمَّتِهٖ وَمَا لَزِمَ الْمَوْلٰى اِلَّا بِقَدْرِ مَا اَتْلَفَ ضَمَانًا فَبَقِيَ الْبَاقِيْ عَلَيْهِ كَمَا كَانَ (فَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْ قِيمَتِهٖ ضَمِنَ الدَّيْنَ لَا غَيْرَ) ؛ لِاَنَّ حَقَّهُمْ بِقَدْرِهٖ بِخِلَافِ مَا اِذَا اَعْتَقَ الْمُدَبَّرَ وَاُمَّ الْوَلَدِ الْمَاذُوْنَ لَهُمَا وَقَدْ رَكِبَتْهُمَا دُيُوْنٌ لِاَنَّ حَقَّ الْغُرَمَاءِ لَمْ

يَتَعَلَّقُ بِرَقَبَتِهِمَا اسْتِيفَاءً بِالْبَيْعِ فَلَمْ يَكُنِ الْمَوْلَى مُتْلِفًا حَقَّهُمْ فَلَمْ يَضْمَنْ شَيْئًا

قَالَ (وَإِنْ بَاعَهُ الْمَوْلَى وَعَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيطُ بِرَقَبَتِهِ وَقَبَضَهُ الْمُشْتَرِي وَغَيَّبَهُ، فَإِنْ شَاءَ الْغُرَمَاءُ ضَمَّنُوا الْبَائِعَ قِيمَتَهُ، وَإِنْ شَاءُوا ضَمَّنُوا الْمُشْتَرِيَ) ؛ لِأَنَّ الْعَبْدَ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّهُمْ حَتَّى كَانَ لَهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ، إِلَّا أَنْ يَقْضِيَ الْمَوْلَى دَيْنَهُمْ وَالْبَائِعُ مُتْلِفٌ حَقَّهُمْ بِالْبَيْعِ وَالتَّسْلِيمِ وَالْمُشْتَرِي بِالْقَبْضِ وَالتَّغْيِيبِ فَيَتَخَيَّرُونَ فِي التَّضْمِينِ (وَإِنْ شَاءُوا أَجَازُوا الْبَيْعَ وَأَخَذُوا الثَّمَنَ) ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمْ وَالْإِجَازَةُ اللَّاحِقَةُ كَالْإِذْنِ السَّابِقِ كَمَا فِي الْمَرْهُونِ (فَإِنْ ضَمَّنُوا الْبَائِعَ قِيمَتَهُ ثُمَّ رُدَّ عَلَى الْمَوْلَى بِعَيْبٍ فَلِلْمَوْلَى أَنْ يَرْجِعَ بِالْقِيمَةِ وَيَكُونَ حَقُّ الْغُرَمَاءِ فِي الْعَبْدِ) ؛ لِأَنَّ سَبَبَ الضَّمَانِ قَدْ زَالَ وَهُوَ الْبَيْعُ وَالتَّسْلِيمُ، وَصَارَ كَالْغَاصِبِ إِذَا بَاعَ وَسَلَّمَ وَضَمِنَ الْقِيمَةَ ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بِالْعَيْبِ كَانَ لَهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى الْمَالِكِ وَيَسْتَرِدَّ الْقِيمَةَ كَذَا هَذَا .

اور اگر آقا نے ماذون غلام کو آزاد کردیا ہے حالانکہ اس ماذون پر بہت سے زیادہ قرض تھے تو اس کی آزادی جائز ہے۔ اس لئے کہ ماذون میں آقا کی ملکیت موجود ہے۔ اور آقا اس کے قرض خواہوں کی قیمت کا ضامن بن جائے گا۔ کیونکہ جس چیز کو آقا نے فروخت کر کے قیمت وصول کی ہے اسی چیز میں قرض خواہوں کا حق تھا۔ جس کو آقا ضائع کرنے والا ہے۔ اور جو قرض بچ جائیں گے غلام کی آزادی کے بعد ان کو طلب کیا جائے گا کیونکہ قرض غلام پر لازم تھا اور آقا پر اتنی مقدار میں لازم ہوگا جس قدر اس نے ضائع کیا ہے۔ لہٰذا بقیہ قرض بمطابق حساب اس پر باقی رہے گا۔

اور اگر قرض غلام کی قیمت سے تھوڑا ہے۔ تو آقا پر صرف قرض لازم ہوگا کیونکہ دین کی مقدار غرماء کا حق ثابت ہوا ہے۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب آقا نے ماذون غلام مدبر یا ماذونہ ام ولد کو آزاد کیا ہے اور ان پر بھی قرض ہوں تو آقا ضامن نہ ہوگا کیونکہ قرض خواہوں کے حقوق ان کی گردن سے متعلق تھے بس ان کو بیع کے سبب سے وصول کیا جائے گا پس آقا ان کا حق ضائع کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ کسی چیز کا ضامن نہیں ہوا ہے۔

اور جب آقا نے ماذون غلام کو بیچ دیا ہے جبکہ اس پر اس قدر قرض تھا جو اس کی گردن کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور خریدار نے اس کو خریدتے ہی کہیں غائب کردیا ہے تو غرماء کے لئے اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہیں تو بیچنے والا کو اس کی قیمت کا ضامن بنا دیں اور اگر وہ پسند کریں تو خریدار کو ضامن بنائیں۔ کیونکہ غلام سے ان کا حق وابستہ ہے۔ حالانکہ ان کے لئے اس مدیون غلام کو بیچنے کا حق بھی تھا ہاں البتہ جب آقا ان کا قرض ادا کردے۔ لہٰذا بیچنے والا حوالے کرنے اور بیع کرنے کے سبب ان کے حق کو ضائع کرنے والا ہے۔ اور خریدار اس کو خرید کر اور غائب کر کے اس کا حق ضائع کرنے والا ہے۔ پس ضامن بنانے میں اختیار مل گیا ہے اور اگر وہ چاہیں تو بیع کا جائز قرار دیتے ہوئے قیمت واپس لے لیں اس لئے کہ یہ ان کا ہی حق بنتا ہے۔ اور اجازت لاحقہ یہ اجازت سابقہ کی طرح ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح مرہون والا مسئلہ ہے۔

اور جب غرماء نے بیچنے والا سے اس کی قیمت کا ضمان وصول کرلیا ہے اور اس کے بعد کسی عیب کے سبب وہ غلام آقا کو واپس کر دیا گیا ہے تو آقا کے لئے اختیار ہوگا کہ وہ غرماء سے دی گئی قیمت کو واپس لے کیونکہ اب پھر غرماء کا حق غلام سے متعلق ہو چکا ہے اور ضمان کی حاجت ختم ہو چکی ہے۔ اور وہ بیع تمام ہوئی اور یہ آقا غاصب کی طرح ہو جائے گا جس نے مغصوبہ چیز کو بیچ کر خریدار کے سپرد کیا ہو اور اس کی قیمت کا ضامن بن گیا ہو اور اس کے بعد وہ چیز عیب کے سبب سے اس کو واپس کر دی گئی ہے۔ تب بھی اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ مغصوبہ چیز کو واپس کرتے ہوئے مالک سے اس کی قیمت وصول کرے۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

مدیون ماذون کی غرماء کے ذریعے واپسی کا بیان

قَالَ (وَلَوْ كَانَ الْمَوْلَى بَاعَهُ مِنْ رَجُلٍ وَأَعْلَمَهُ بِالدَّيْنِ فَلِلْغُرَمَاءِ أَنْ يَرُدُّوا الْبَيْعَ) لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ وَهُوَ حَقُّ الِاسْتِسْعَاءِ وَالِاسْتِيفَاءِ مِنْ رَقَبَتِهِ، وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَائِدَةٌ، فَالْأَوَّلُ تَامٌّ مُؤَخَّرٌ وَالثَّانِي نَاقِصٌ مُعَجَّلٌ، وَبِالْبَيْعِ تَفُوتُ هَذِهِ الْخِيَرَةُ فَلِهَذَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَرُدُّوهُ. قَالُوا: تَأْوِيلُهُ إِذَا لَمْ يَصِلْ إِلَيْهِمُ الثَّمَنُ، فَإِنْ وَصَلَ وَلَا مُحَابَاةَ فِي الْبَيْعِ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَرُدُّوهُ لِوُصُولِ حَقِّهِمْ إِلَيْهِمْ.

(ترجمہ) اور جب آقا نے ماذون مدیون غلام کو کسی شخص کے ہاں بیچ دیا اور اس کو یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ غلام مدیون ہے تو غرماء کو اس بیع کو واپس کر لینے کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ اس کی گردن غرماء کے حق سے متعلق ہے یعنی اس سے کمائی کرائیں اور اس کو بیچ کر اپنا قرض وصول کرلیں۔ اور استسعاء اور استیفاء دونوں میں سے ہر ایک فائدے مند ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہوگا جب ان کو قیمت نہ ملی ہو اور اگر ان کو قیمت مل چکی ہے تو پھر بیع میں کوئی رعایت نہ کی ہو تب بھی ان کو بیع ختم کرنے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ ان کو حق مل گیا ہے۔

غائب بیچنے والے کی صورت میں خریدار و غرماء میں عدم خصومت کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ الْبَائِعُ غَائِبًا فَلَا خُصُومَةَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُشْتَرِي) مَعْنَاهُ إِذَا أَنْكَرَ الدَّيْنَ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: الْمُشْتَرِي خَصْمُهُمْ وَيَقْضِي لَهُمْ بِدَيْنِهِمْ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا اشْتَرَى دَارًا وَوَهَبَهَا وَسَلَّمَهَا وَغَابَ ثُمَّ حَضَرَ الشَّفِيعُ فَالْمَوْهُوبُ لَهُ لَيْسَ بِخَصْمٍ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لَهُ. وَعَنْهُمَا مِثْلُ قَوْلِهِ فِي مَسْأَلَةِ الشُّفْعَةِ. لِأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَدَّعِي الْمِلْكَ لِنَفْسِهِ فَيَكُونُ خَصْمًا لِكُلِّ مَنْ يُنَازِعُهُ.

وَلَهُمَا أَنَّ الدَّعْوَى تَتَضَمَّنُ فَسْخَ الْعَقْدِ وَقَدْ قَامَ بِهِمَا فَيَكُونُ الْفَسْخُ قَضَاءً عَلَى الْغَائِبِ.

(ترجمہ) اور جب بیچنے والا غائب ہے تو اب خریدار اور غرماء میں کوئی خصومت نہ ہوگی۔ جب خریدار دین کا انکاری ہو۔ اور یہ حکم طرفین کے مطابق ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ خریدار خصم بنے گا۔ اور غرماء کے لئے ان کے قرض کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اسی اختلاف کے مطابق یہ مسئلہ بھی ہے۔ جب خریدار نے کوئی گھر خرید کر اس کو ہبہ کر دیا ہے اور وہ موہوب لہ کے سپرد کر کے خود غائب ہو گیا ہے اور کے بعد شفیع آ گیا تو طرفین کے نزدیک موہوب لہ خصم نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے اور شفعہ والے مسئلہ میں طرفین سے ایک روایت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بھی روایت کی گئی ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ خریدار اپنے لئے ملکیت کا دعویٰ کرنے والا ہے پس وہ ہر اس آدمی کو خصم بن جائے گا جو اس کے ساتھ جھگڑا کرے گا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ غرماء کے لئے حق کا دعویٰ کرنا یہ عقد کو ختم کرنے کے لازم ہے۔ حالانکہ عقد بیچنے والا اور خریدار کے درمیان مکمل ہو چکا ہے کیونکہ فسخ کا حکم یہ غائب پر قضاء کرنے کو لازم ہے۔

اپنے آپ کو غلام کہنے والے کی بیع میں تصرف کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَدِمَ مِصْرًا وَقَالَ أَنَا عَبْدٌ لِفُلَانٍ فَاشْتَرَى وَبَاعَ لَزِمَهُ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ التِّجَارَةِ) ؛ لِأَنَّهُ إِنْ أَخْبَرَ بِالْإِذْنِ فَالْإِخْبَارُ دَلِيلٌ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يُخْبِرْ فَتَصَرُّفُهُ دَلِيلٌ عَلَيْهِ، إِذْ الظَّاهِرُ أَنَّ الْمَحْجُورَ يَجْرِي عَلَى مُوجِبِ حَجْرِهِ وَالْعَمَلُ بِالظَّاهِرِ هُوَ الْأَصْلُ فِي الْمُعَامَلَاتِ كَيْ لَا يَضِيقَ الْأَمْرُ عَلَى النَّاسِ، (إِلَّا أَنَّهُ لَا يُبَاعُ حَتَّى يَحْضُرَ مَوْلَاهُ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ فِي الرَّقَبَةِ ؛ لِأَنَّهَا خَالِصُ حَقِّ الْمَوْلَى، بِخِلَافِ الْكَسْبِ ؛ لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ عَلَى مَا بَيَّنَّا (فَإِنْ حَضَرَ فَقَالَ هُوَ مَأْذُونٌ بِيعَ فِي الدَّيْنِ) ؛ لِأَنَّهُ ظَهَرَ الدَّيْنُ فِي حَقِّ الْمَوْلَى (وَإِنْ قَالَ هُوَ مَحْجُورٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) ؛ لِأَنَّهُ مُتَمَسِّكٌ بِالْأَصْلِ .

فرمایا اور جب کوئی بندہ شہر میں آیا اور کہنے لگا کہ میں فلاں آدمی کا غلام ہوں۔ اور اس نے تجارت کی تو ہر چیز میں اس کی تجارت جائز ہوگی۔ کیونکہ اس نے جو خبر بیان کی ہے تو وہ خبر اس پر دلیل ہے اور اگر وہ اجازت کی خبر نہیں ہے تب اس کا تصرف کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ ظاہر اسی طرح ہے۔ اور مجور اپنے حجر پہ قائم رہے گا اور معاملات میں ظاہر پر عمل کرنا یہی قانون ہے۔ تاکہ عوام کے لئے معاملات میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ مگر جب تک اس کا آقا نہیں آئے گا اس وقت تک اس کو بیچا نہیں جائے گا۔ کیونکہ غلامی کے بارے میں اس کی بات کو قبول نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ غلام ہونا یہ خاص مالک کا حق ہے۔ بہ خلاف کمائی کے کیونکہ وہ بندے کا حق ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مالک نے آ کر یہ کہہ دیا ہے کہ وہ ماذون ہے تو اس کو قرض کے بدلے میں بیچ دیا جائے گا کیونکہ آقا کے حق میں دین ظاہر ہو چکا ہے اور جب آقا نے کہا کہ وہ مجور ہے تب بھی اسی کی بات کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ اصل اسی سے ثابت ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل بچے اور معتوہ کے اذن بیان میں ہے﴾

فصل بچے اور معتوہ کے اذن کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ ماذون غلام سے متعلق احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے بچے سے متعلق احکام کو شروع کیا ہے۔ بچے کو جب تجارت کرنے میں اذن مل جائے تو ماذون غلام کے حکم میں ہے۔ ہاں البتہ ماذون غلام کے مسائل کثرت وقوع والے تھے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے ان کو مقدم ذکر کیا ہے اور بچے سے متعلق مسائل اس کی بہ نسبت قلیل تھے لہٰذا ان کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (جبکہ آج ہمارے دور میں بچوں سے متعلق ان کو تجارت میں اذن یا عدم اذن کے مسائل کثرت سے ہوں اور غلاموں کے معدوم ہونے کے سبب ان کے متعلق وقوع مسائل کا سلسلہ بھی بند ہو چکا ہے)۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۳۲۶، بیروت)

مجنون ومعتوہ میں فرق ومطابقت کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بحر میں یہ تعریف جنون کی لکھی ہے اور کہا کہ معتوہ بھی اس تعریف میں داخل ہے۔ اور دونوں میں فرق کے لئے یوں کہنا بہتر ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل فہم، خلط ملط کلام اور فاسد تدبیر والا جو لوگوں کو ضرب وشتم نہ کرے اور مجنون وہ ہے جو ضرب وشتم کرے۔ اور اصول والوں نے تصریح کی ہے کہ اس کا حکم بچوں والا ہے۔

(فتاویٰ شامی، کتاب اکراہ، بیروت، کتاب الطلاق، دار احیاء التراث العربی بیروت)

ولی کی اجازت کے سبب بچے کی خرید وفروخت کا بیان

(وَإِذَا أَذِنَ وَلِيُّ الصَّبِيِّ لِلصَّبِيِّ فِي التِّجَارَةِ فَهُوَ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ كَالْعَبْدِ الْمَأْذُونِ إِذَا كَانَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ حَتَّى يَنْفُذَ تَصَرُّفُهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَنْفُذُ؛ لِأَنَّ حَجْرَهُ لِصِبَاهُ فَيَبْقَى بِبَقَائِهِ، وَلِأَنَّهُ مُوَلًّى عَلَيْهِ حَتَّى يَمْلِكَ الْوَلِيُّ التَّصَرُّفَ عَلَيْهِ وَيَمْلِكَ حَجْرَهُ فَلَا يَكُونُ وَالِيًا لِلْمُنَافَاةِ وَصَارَ كَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ، بِخِلَافِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ؛ لِأَنَّهُ لَا يُقَامُ بِالْوَلِيِّ، وَكَذَا الْوَصِيَّةُ عَلَى أَصْلِهِ فَتَحَقَّقَتْ الضَّرُورَةُ إلَى تَنْفِيذِهِ مِنْهُ.

أَمَّا الْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ فَيَتَوَلَّاهُ الْوَلِيُّ فَلَا ضَرُورَةَ هَاهُنَا.

وَلَنَا اَنَّ التَّصَرُّفَ الْمَشْرُوعَ صَدَرَ مِنْ اَهْلِهٖ فِیْ مَحَلِّهٖ عَنْ وِلَایَةٍ شَرْعِیَّةٍ فَوَجَبَ تَنْفِیْذُهٗ عَلٰی مَا عُرِفَ تَقْرِیْرُهٗ فِی الْخِلَافِیَّاتِ .

وَالصِّبَا سَبَبُ الْحَجْرِ لِعَدَمِ الْهِدَایَةِ لَا لِذَاتِهٖ، وَقَدْ ثَبَتَتْ نَظَرًا اِلٰی اِذْنِ الْوَلِیِّ، وَبَقَاءُ وِلَایَتِهٖ لِنَظَرِ الصَّبِیِّ لِاسْتِیْفَاءِ الْمَصْلَحَةِ بِطَرِیْقَیْنِ وَاحْتِمَالِ تَبَدُّلِ الْحَالِ، بِخِلَافِ الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ ؛ لِاَنَّهٗ ضَارٌّ مَحْضٌ فَلَمْ یُؤَهَّلْ لَهٗ .

اور جب کسی بچے کے ولی نے اس بچے کو تجارت اجازت دے دی ہے تو اس خرید وفروخت میں بچہ ماذون غلام کے حکم میں ہو جائے گا۔ ہاں البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ وہ بچہ خرید وفروخت کو سمجھنے والا ہو۔ یہاں تک کہ اس کا تصرف کرنا بھی جائز ہو گا۔

حضرت امام شافعی ﷫ نے کہا ہے کہ اس کا تصرف نافذ نہ ہوگا کیونکہ اس پر جو پابندی عائد کی گئی ہے وہ اس کا بچگانہ ہے پس جب تک وہ بچگانہ میں رہے گا تب تک وہ پابندی جاری رہے گی۔ کیونکہ اس پر کسی کو وارث بنایا گیا ہے یہاں تک کہ اس تصرف میں ولی کو اختیار ہوگا۔ اور اس پر پابندی لگانے کا حق بھی اسی کو ہے۔ پس بچہ خود والی نہ ہوگا کیونکہ والی میں اور مولّٰی علیہ میں باہمی فرق ہے۔ اور یہ تصرف طلاق وعتاق کی طرح ہو جائے گا۔ بہ خلاف نماز وروزے کے کیونکہ یہ چیزیں ولی کے ذریعے سے نہیں دی جاتیں اور امام شافعی ﷫ کے قانون کے مطابق وصیت کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ اور بچے کی جانب سے ان چیزوں کے نفاذ کو جاری کرنے کی ضرورت بھی پائی جارہی ہے۔ جبکہ بیع وشراء کے مسئلہ میں اس کا ولی ذمہ دار ہے پس وہاں بچے کو کوئی عمل سرانجام دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جائز تصرفات اس کے اہل ہونے کے مطابق اپنے محل میں شرعی ولایت کے مطابق ثابت ہیں پس ان کو نافذ کرنا ضروری ہوگا جس طرح خلافیات میں اس مسئلہ کی بحث بتا دی گئی ہے۔ کیونکہ بچہ بہ ذات حجر کا سبب نہیں ہے بلکہ اس کے ناسمجھ دار ہونے کی وجہ سے حجر ہے۔ اور ولی اجازت دیکھتے ہی سمجھداری کے سبب سے ثابت ہو جائے گی۔ اور ولی کی ولایت کا بقاء بچے کی عدم سمجھ پر ہے تاکہ دونوں کے لئے کوئی فائدے مند کام کیا جاسکے۔ اور اسی طرح بچے کی حالت کی تبدیلی کا احتمال بھی موجود ہے۔ لہٰذا اسلئے بھی ولایت ولی کو باقی رکھنا لازم ہوگا۔ بہ خلاف طلاق وآزادی کے کیونکہ اس میں تو صرف انسان کا نقصان ہے پس بچہ اس کا اہل قرار نہیں دیا جائے گا۔

فائدے مند چیز میں بچے کی اہلیت ہونے کا بیان

وَالنَّافِعُ الْمَحْضُ كَقَبُوْلِ الْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ یُؤَهَّلُ لَهٗ قَبْلَ الْاِذْنِ، وَالْبَیْعُ وَالشِّرَاءُ دَائِرٌ بَیْنَ النَّفْعِ وَالضَّرَرِ فَیُجْعَلُ اَهْلًا لَهٗ بَعْدَ الْاِذْنِ لَا قَبْلَهٗ، لٰكِنْ قَبْلَ الْاِذْنِ یَكُوْنُ مَوْقُوْفًا مِنْهُ عَلٰی اِجَازَةِ الْوَلِیِّ لِاحْتِمَالِ وُقُوْعِهٖ نَظَرًا، وَصِحَّةُ التَّصَرُّفِ فِیْ نَفْسِهٖ، وَذِكْرُ الْوَلِیِّ فِی الْكِتَابِ

يَنْتَظِمُ الْأَبَ وَالْجَدَّ عِنْدَ عَدَمِهِ وَالْوَصِيَّ وَالْقَاضِيَ وَالْوَالِي، بِخِلَافِ صَاحِبِ الشُّرَطِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ إِلَيْهِ تَقْلِيدُ الْقُضَاةِ، وَالشَّرْطُ أَنْ يَعْقِلَ كَوْنَ الْبَيْعِ سَالِبًا لِلْمِلْكِ جَالِبًا لِلرِّبْحِ، وَالتَّشْبِيهُ بِالْعَبْدِ الْمَأْذُونِ لَهُ يُفِيدُ أَنَّ مَا يَثْبُتُ فِي الْعَبْدِ مِنَ الْأَحْكَامِ يَثْبُتُ فِي حَقِّهِ؛ لِأَنَّ الْإِذْنَ فَكُّ الْحَجْرِ وَالْمَأْذُونُ يَتَصَرَّفُ بِأَهْلِيَّةِ نَفْسِهِ عَبْدًا كَانَ أَوْ صَبِيًّا، فَلَا يَتَقَيَّدُ تَصَرُّفُهُ بِنَوْعٍ دُونَ نَوْعٍ.

وَيَصِحُّ إِقْرَارُهُ بِمَا فِي يَدِهِ مِنْ كَسْبِهِ وَكَذَا بِمَوْرُوثِهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، كَمَا يَصِحُّ إِقْرَارُ الْعَبْدِ. وَلَا يَمْلِكُ تَزْوِيجَ عَبْدِهِ وَلَا كِتَابَتَهُ كَمَا فِي الْعَبْدِ وَالْمَعْتُوهِ الَّذِي يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ بِمَنْزِلَةِ الصَّبِيِّ يَصِيرُ مَأْذُونًا بِإِذْنِ الْأَبِ وَالْجَدِّ وَالْوَصِيِّ دُونَ غَيْرِهِمْ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَحُكْمُهُ حُكْمُ الصَّبِيِّ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

اور جو چیز بچے کے لئے فائدے مند ہوگی جس طرح ہبہ اور صدقے کو قبول کرنا ہے تو جب بچہ اجازت سے پہلے اس کا اہل ہے۔ جبکہ بیع وشراء تو نفع ونقصان کے درمیان واقع ہوتی ہے پس اجازت کے بعد بھی بچہ اس کا اہل ہوگا۔ ہاں البتہ اجازت سے پہلے اس کی بیع وشراء ولی کی اجازت پر موقوف ہے کیونکہ ابھی تک اس کے فائدے مند ہونے میں بچے کے حق میں اور بذات خود اس کے تصرف کے صحیح ہونے میں احتمال موجود ہے۔

اور صاحب قدوری کے لفظ ولی کو بیان کرنا یہ باپ کو باپ کی عدم موجودگی میں دادا کو، وصی کو اور قاضی ولی تمام کو شامل ہے بہ خلاف علاقائی امیر کے کیونکہ قضاء کو اس کے حوالے نہیں کیا جاتا۔

اور تصرف کے درست ہونے کی یہ شرط بھی ہے کہ بچہ ملکیت کو سلب کرنے اور فائدے کو سمجھنے والا ہو اور ماذون غلام کے ساتھ اس کی تشبیہ کا فائدہ یہ ہے کہ جو احکام ماذون غلام کے لئے ثابت ہوں گے وہی اس کے بھی ثابت ہیں۔ کیونکہ پابندی کو دور کر دینے کا نام اجازت ہے جبکہ ماذون اپنی ذاتی اہلیت کے سبب تصرف کرنے والا ہے اگر چہ وہ غلام ہے یا بچہ ہے۔ پس اس کا تصرف کسی خاص تصرف کے ساتھ خاص نہ ہوگا اور خاموشی کے سبب بچہ ماذون بن جائے گا جس طرح غلام میں ہوا کرتا ہے اور بچے کے پاس جو اس کی کمائی سے مال موجود ہے۔ اور جو مال اس کو بطور وراثت حاصل ہوا ہے اس میں اس کا اقرار اسی طرح درست ہوگا جس طرح غلام کا اقرار درست ہوتا ہے۔ جبکہ بچہ اپنے غلام کا نکاح نہیں کر سکتا اور اس کو مکاتب بھی نہیں بنا سکتا۔ جس طرح ماذون ان چیزوں کا مالک نہیں ہوا کرتا۔ اور وہ نیم پاگل جو بیع وشراء کی واقف ہو وہ بچے کے حکم میں ہے۔ اور باپ اور وصی کی اجازت کے سبب ماذون ہو جائے گا اور ان کے سوا کسی کی اجازت سے بھی ماذون نہ ہوگا جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کا حکم بھی اسی طرح ہے جس طرح بچے کا حکم ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

کتاب الغصب

﴿یہ کتاب غصب کے بیان میں ہے﴾

کتاب غصب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب ماذون کے بعد کتاب غصب کو بیان کرنے میں دو طرح فقہی مطابقت ہے۔ ایک مطابقت یہ ہے کہ غصب تجارت مالیہ کی انواع میں سے ہے حتیٰ کہ جب ماذون اقرار کرلے تو اس کے اقرار ... تجارت درست ہوجاتے ہیں جبکہ اس کے سوا درست نہیں ہوتے۔ غصب دین کے ساتھ درست ہو جاتا ہے جبکہ مہر درست نہیں ہوتا کیونکہ ان میں سے اول انواع تجارت میں سے ہے جبکہ دوسرا انواع تجارت میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا جنس تجارت کے بعد اس کی نوع کو ذکر کرنا ہی مناسبت تھا۔

دوسری مطابقت یہ ہے کہ مغصوب ہمیشہ غاصب کے ہاتھ میں اپنے عین کے ساتھ قبضہ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا غاصب ملکیت ... مالک نہیں ہوتا۔ پس وہ غیر مالک ہونے میں ماذون کی طرح ہو چکا ہے۔ حالانکہ مال بھی اس کے قبضہ میں ہے۔ اور وہ مال بھی اموال تجارت میں سے ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۳۲۳، بیروت)

غصب کا فقہی مفہوم

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غصب کے معنی چھیننے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں غصب ... کے بغیر از راہ ظلم وجور کسی کا مال زبردستی چھین لینا ایسے شخص کو کہ جو کسی کی کوئی چیز زبردستی چھین لے یا ہڑپ کر لے غاصب ... اور مغصوب اس چھینی ہوئی یا ہڑپ کی ہوئی چیز کو کہتے ہیں خواہ وہ کچھ ہو۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، کتاب غصب، بیروت)

غصب کی لغوی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کو ظلم وزیادتی سے لینا۔ فقہاء کی اصطلاح میں غصب کی تعریف یہ ہے کہ ... زبردستی اور ناحق قبضہ کرنے کو غصب کہا جاتا ہے۔

غصب کی حرمت پر اجماع کا بیان

امام موفق رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے۔ کہ (علماء کرام کا اجماع ہے کہ اگر غصب شدہ چیز اپنی حالت میں موجود ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تو اس کا واپس کرنا واجب ہے)

اور اسی طرح غصب شدہ چیز کی زیادتی بھی واپس کرنی لازم ہے چاہے وہ زیادہ شدہ اس کے ساتھ متصل ہو یا منفصل ...

لیے کہ وہ غصب شدہ چیز کی پیداوار ہے اور وہ بھی اصلی مالک کی ہوگی۔

غصب کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور تم آپس میں اپنے مالوں کو باطل طریقوں سے نہ کھاؤ)۔

غصب کی حرمت کے شرعی وفقہی ماخذ کا بیان

اور غصب باطل طریقے سے مال کھانے سے بھی بڑا ظلم ہے۔ اور پھر نبی مکرم ﷺ کا فرمان بھی ہے: (یقیناً تمہارے خون اور تمہارے مال ودولت اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں)۔

اور دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (کسی مسلمان کا مال اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر حلال نہیں)

اور غصب کی گئی چیز یا تو جائداد ہوگی یا پھر منتقل ہونے والی چیز اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: (جس کسی نے بھی ایک بالشت زمین ظلم زیادتی سے حاصل کی اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا)۔

غاصب پر ضروری اور لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کیہاں توبہ کرے اور غصب کی ہوہ چیز کو اس کیا لک کو واپس لوٹائے اور اس سے معافی ودرگزر طلب کرے، اس لیے کہ نبی ﷺ کی اسی کی طرف راہنمائی کی ہے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے: (جس نے بھی اپنے کسی بھائی پر ظلم وزیادتی کی ہے اسے آج ہی اس کا کفارہ ادا کردے قبل اس کے کہ اس کے پاس درھم ودینا نہ ہوں (یعنی قیامت کے دن) اگر اس کی نیکیاں ہوں گی تو وہ مظلوم کو دی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ لے کے اس کے پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا) اوکما قال النبی ﷺ۔

اگر غصب کردہ چیز اس کے پاس موجود ہے تو وہ اسی طرح اس کو مالک تک پہنچادے اور اگر ضائع ہو چکی ہے تو اس کا بدلہ دینا چاہیے۔ اور اگر غاصب نے غصب کردہ زمین میں کوئی عمارت تعمیر کرلی یا پھر اس میں کوء چیز کاشت کرلی تو مالک کے مطالبہ پر اس اکھیڑنا ضروری ہے۔

اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: (ظالم کے پسینے کا کوئی حق نہیں) سنن ترمذی وغیرہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

اور اگر اس چیز کے منہدم کرنے یا اکھیڑنے سے زمین کو نقصان ہو تو غاصب پر اس نقصان کا بھی جرمانہ ہوگا اور اسی طرح اسے کاشت کے آثار بھی ختم کرنے لازم ہیں تاکہ زمین کے مالک کو زمین صحیح سالم واپس ہو سکے۔

اور اسی طرح غاصب کے ذمہ غصب کیوقت سے لے کر مالک کو واپس کرنے تک کا کرایہ بھی ادا کرنا ہوگا یعنی اس کرائے کی مثل ادا کرے گا، اس لیے کہ اس نے زمین کے مالک کو اس مدت میں نفع حاصل کرنے سے ناحق روک رکھا تھا۔ اور اگر کسی تے چیز غصب کر کے روکے رکھی تو اس کی قیمت میں کمی واقع ہوگئی تو صحیح یہ ہے کہ وہ اس نقص کا ذمہ دار ہوگا۔

اور اگر غصب کردہ چیز کسی ایسی چیز میں مل گئی جس میں تمیز کرنا ممکن ہو مثلاً گندم جو میں مل جائے، تو غاصب اسے علیحدہ کر کے واپس کرے گا۔

اور اگر ایسی چیز میں مل جائے جس کی تمیز کرنی مشکل ہو مثلاً گندم گندم میں ہی مل جائے تو غاصب اسی طرح کی گندم اور اتنی غیر ملاوٹ شدہ واپس کرے گا۔

اور اگر وہ اسی طرح کی چیز میں یا پھر اس سے بھی بہتر اور اچھی قسم میں یا پھر کسی اور جنس میں مل جائے جس کی تمیز کرنا مشکل ہو تو اس ملی ہوئی کو فروخت کر کے دونوں کو ان کے حصوں کے مطابق قیمت ادا کر دی جائے گی۔ اور اگر اس صورت میں جس کی چیز غصب کی گئی ہو اسے قیمت کم ملے تو غاصب باقی نقصان کا ذمہ دار ہو گا۔

اور اس باب میں یہ قول بھی ذکر کیا ہے: اور غاصب کے ہاتھوں سے جس جس کے پاس بھی غصب کی ہوئی چیز جائے گی وہ سب ضامن ہوں گے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جن کی طرف بھی غصب شدہ چیز منتقل ہوگی اگر وہ ضائع ہو جائے تو وہ سب اس کا نقصان پورا کریں گے۔

اور یہ سب دس قسم کے ہاتھ شمار ہوتے ہیں: خریدار اور جو اس کے معنی میں ہو، اجرت پر حاصل کرنے والے کے ہاتھ، بغیر عوض کے قبضہ کرنے والے کا ہاتھ مثلاً چھین لینے والا، مصلحت دافعہ کی بنا پر قبضہ کرنے والا جیسا کہ وکیل ہے، عاریتاً لینے والا، غصب کرنے والا، مال میں تصرف کرنے والا، مثلاً مضاربت پر شراکت کرنے والا، غصب شدہ عورت کی شادی کرنے والا، بغیر فروخت کے عوض میں قبضہ کرنے والے کے ہاتھ، غاصب کی نیابت کرتے ہوئے غصب شدہ چیز کو ضائع کرنے والا۔

تو ان سب صورتوں میں جب دوسرے کو حقیقت حال کا علم ہو جائے کہ اسے دی جانے والی چیز غصب شدہ ہے تو اس پر اس چیز میں زیادتی کی بنا پر ضمان ہوگی اس لیے کہ اسے علم تھا کہ مالک کی جانب سے اس میں تصرف کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر اسے حقیقت حال کا علم نہیں تو پھر پہلے غاصب پر ہی ضمانت ہوگی اور نقصان وہی ادا کرے گا۔

اور اگر کوئی ایسی چیز غصب کر لی جائے جو عادتاً کرایہ پر لی جاتی ہے تو غاصب مالک کو اتنی مدت کا کرایہ بھی لازمی ادا کرے گا اس لیے کہ نفع بھی ایک قیمتی مال ہے لہٰذا اصلی چیز کی طرح منافع کی بھی ضمان ہوگی۔ غاصب کے جتنے بھی حکمی تصرفات ہیں وہ سب کے سب باطل ہیں اس لیے کہ وہ سب مالک کی اجازت کے بغیر ہیں۔

اور اگر کوئی چیز غصب کر لی اور اس کے مالک کا علم نہ رہا اور اسے واپس کرنا بھی ممکن نہ ہو سکے تو وہ حاکم کے سپرد کر دی جائے جو اسے صحیح جگہ پر استعمال کرے گا اور یا پھر اس کے مالک کی جانب سے صدقہ کر دی جائے اور اگر اسے صدقہ کیا جائے تو اس کا اجر و ثواب مالک کو ہوگا نہ کہ غاصب کو اور غاصب اس سے خلاصی حاصل کرلے گا۔

غصب یہی نہیں کہ کسی چیز پر طاقت کے بل بوتے قبضہ کر لیا جائے بلکہ یہ بھی غصب میں ہی شامل ہے کہ کسی باطل طریقے اور جھوٹی اور فاجرہ قسم کے ذریعہ سے کسی چیز پر قبضہ کر لیا جائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور ایک دوسرے کا مال ناحق و باطل طریقے سے نہ کھایا کرو، اور نہ ہی حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم و ستم سے اپنا کر لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو) البقرۃ (188)۔ لہٰذا یہ معاملہ بہت ہی سخت ہے اور حساب و کتاب بھی بہت مشکل ہے تو فکر کریں۔

اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: (جس نے بھی ایک بالشت زمین غصب کی تو اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا)۔ اور ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان ہے: (میں نے جس کے لیے بھی اس کے بھاء کے حق میں سے فیصلہ کر دیا تو اسے وہ نہیں لینا چاہیے، بلکہ میں تو اس کے لیے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں)۔

غصب کی تعریف کا فقہی بیان

الْغَصْبُ فِي اللُّغَةِ : اَخْذُ الشَّيْءِ مِنَ الْغَيْرِ عَلٰى سَبِيلِ التَّغَلُّبِ لِلِاسْتِعْمَالِ فِيهِ .وَفِي الشَّرِيعَةِ : اَخْذُ مَالٍ مُتَقَوِّمٍ مُحْتَرَمٍ بِغَيْرِ اِذْنِ الْمَالِكِ عَلٰى وَجْهٍ يُزِيلُ يَدَهُ .حَتّٰى كَانَ اسْتِخْدَامُ الْعَبْدِ وَحَمْلُ الدَّابَّةِ غَصْبًا دُونَ الْجُلُوسِ عَلَى الْبِسَاطِ، ثُمَّ اِنْ كَانَ مَعَ الْعِلْمِ فَحُكْمُهُ الْمَاثَمُ وَالْمَغْرَمُ، وَاِنْ كَانَ بِدُونِهِ فَالضَّمَانُ ؛ لِاَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلٰى قَصْدِهِ وَلَا اِثْمَ ؛ لِاَنَّ الْخَطَاَ مَوْضُوعٌ .

لغوی اعتبار سے غصب یہ ہے کہ کسی سے کوئی چیز زبردستی چھین لی جائے جبکہ اصطلاح شریعت میں غصب کسی معزز اور مال متقوم کو مالک کی اجازت کے بغیر چھین لیا جائے۔ تاکہ اس سے مالک کا قبضہ اور اس کا تصرف ختم ہو جائے۔ لہٰذا غلام سے خدمت لینا اور جانور پر بوجھ لادنا یہ غصب نہ ہوگا اور نہ ہی چٹائی پر بیٹھنا غصب ہے۔ اور جب کسی کو غصب کا پتہ بھی چل جائے تو اس کا حکم گناہ اور برائی ہے۔ اور پتہ چلے بغیر غصب رہا ہے تو اس پر تاوان اور ضمان ہے کیونکہ یہ بندے کا حق ہے۔ پس یہ اس کے قصد پر موقوف نہ ہوگا اور یہ گناہ اس سبب سے نہ ہوگا کہ خطاء ولغزش معاف ہے۔

مثلی چیز کو غصب کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ شَيْئًا لَهُ مِثْلٌ كَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ فَهَلَكَ فِي يَدِهِ فَعَلَيْهِ مِثْلُهُ) وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ : فَعَلَيْهِ ضَمَانُ مِثْلِهِ، وَلَا تَفَاوُتَ بَيْنَهُمَا، وَهٰذَا لِاَنَّ الْوَاجِبَ هُوَ الْمِثْلُ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (فَمَنْ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ) وَلِاَنَّ الْمِثْلَ اَعْدَلُ لِمَا فِيهِ مِنْ مُرَاعَاةِ الْجِنْسِ وَالْمَالِيَّةِ فَكَانَ اَدْفَعَ لِلضَّرَرِ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے ایسی چیز کو غصب کیا ہے جس کوئی مثل ملتی ہے۔ جس طرح کیل اور وزن والی چیز ہے۔ اور جب وہ چیز ہلاک ہوئی ہے تو اس کی مثل ہی چیز ادا کرنا ہوگا۔ اور بعض نسخوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس پر مثلی چیز جیسا ضمان ہوگا۔ اور ان دونوں کے درمیان کوئی فرق والی بات نہیں ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ وجوب تو اس کی مثل کا ہی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی" کیونکہ مثل کے اندر زیادہ برابر ہونا ہے۔ اور اسی جنس و مالیت دونوں کی رعایت ہے پس مثل کے وجوب ہی میں نقصان کو دور کیا جائے گا۔

مثلی چیز کی قیمت کی ادائیگی میں اختلاف کا بیان

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى مِثْلِهٖ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهٗ يَوْمَ يَخْتَصِمُوْنَ) وَهٰذَا (عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ .

وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ : يَوْمَ الْغَصْبِ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَوْمَ الْاِنْقِطَاعِ) لِأَبِيْ يُوْسُفَ أَنَّهٗ لَمَّا انْقَطَعَ الْتَحَقَ بِمَا لَا مِثْلَ لَهٗ فَتُعْتَبَرُ قِيمَتُهٗ يَوْمَ انْعِقَادِ السَّبَبِ إِذْ هُوَ الْمُوجِبُ .

وَلِمُحَمَّدٍ أَنَّ الْوَاجِبَ الْمِثْلُ فِي الذِّمَّةِ .وَإِنَّمَا يَنْتَقِلُ إِلَى الْقِيمَةِ بِالْاِنْقِطَاعِ فَتُعْتَبَرُ قِيمَتُهٗ يَوْمَ الْاِنْقِطَاعِ .وَلِأَبِيْ حَنِيْفَةَ أَنَّ النَّقْلَ لَا يَثْبُتُ بِمُجَرَّدِ الْاِنْقِطَاعِ، وَلِهٰذَا لَوْ صَبَرَ إِلٰى أَنْ يُوجَدَ جِنْسُهٗ لَهٗ ذٰلِكَ، وَإِنَّمَا يَنْتَقِلُ بِقَضَاءِ الْقَاضِيْ فَتُعْتَبَرُ قِيمَتُهٗ يَوْمَ الْخُصُوْمَةِ وَالْقَضَاءِ بِخِلَافِ مَا لَا مِثْلَ لَهٗ ؛ لِأَنَّهٗ مُطَالَبٌ بِالْقِيمَةِ بِأَصْلِ السَّبَبِ كَمَا وُجِدَ فَتُعْتَبَرُ قِيمَتُهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ .

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جب غاصب مغصوبہ چیز کی مثل کو ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس یوم مخاصمت والی قیمت لازم ہو جائے گی۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک غصب والے دن کی قیمت لازم ہوگی۔ اور حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جس دن بازار میں اس کا چلاؤ بند ہوا ہے اس دن کی قیمت لازم ہوگی۔ اس لئے کہ جب وہ چیز بازار سے نایاب ہوگئی تو وہ ان چیزوں میں مل گئی ہے جن کی کوئی مثل نہیں ہوتی۔ پس ضمان کا سبب کے انعقاد والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اس کو واجب کرنے والا سبب ہی ہے۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے اصل میں واجب اس کے ذمہ پر مثل ہے اور جب مثل ختم ہوگئی تو اس کے بعد مثل کی قیمت کی جانب حکم کو منتقل کیا جائے گا۔ پس ختم ہونے والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے صرف انقطاع والے دن سے منتقل کرنا ثابت نہ ہوگا کیونکہ جب مغصوبہ چیز کی جنس مل جانے تک مغصوب انتظار کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے۔ اور مثل قاضی کے فیصلہ کی جانب منتقل ہو جائے گی۔ پس خصومت اور قضاء والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ بہ خلاف اس چیز کے کہ جس کوئی مثل نہیں ہے۔ کیونکہ سبب کے پائے جانے کی وجہ سے اصلی سبب یعنی غصب کی وجہ سے اس کی قیمت کو طلب کیا جائے گا۔ پس سبب کے پائے کے جانے کے وقت اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

غیر مثلی مغصوبہ چیز کی قیمت میں یوم غصب کے اعتبار کا بیان

قَالَ (وَمَا لَا مِثْلَ لَهٗ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهٗ يَوْمَ غَصَبَهٗ) مَعْنَاهُ الْعَدَدِيَّاتُ الْمُتَفَاوِتَةُ، لِأَنَّهٗ لَمَّا تَعَذَّرَ مُرَاعَاةُ الْحَقِّ فِي الْجِنْسِ فَيُرَاعٰى فِي الْمَالِيَّةِ وَحْدَهَا دَفْعًا لِلضَّرَرِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ .

أَمَّا الْعَدَدِيُّ الْمُتَقَارِبُ فَهُوَ كَالْمَكِيْلِ حَتّٰى يَجِبَ مِثْلُهٗ لِقِلَّةِ التَّفَاوُتِ .وَفِي الْبُرِّ الْمَخْلُوطِ

بِالشَّعِيرِ الْقِيمَةُ ؛ لِاَنَّهُ لَا مِثْلَ لَهُ .

فرمایا اور جس چیز کی کوئی مثل نہیں ہے تو غاصب پر غصب کے دن والی قیمت لازم ہوگی۔ اس سے مراد عددی متفاوت اشیاء ہیں۔ کیونکہ جب جنس کے بارے میں حق کی رعایت کرنا ممکن نہ ہو تو صرف مالیت میں حق کی رعایت کی جاتی ہے۔ اس لئے حتیٰ الامکان نقصان کو دور کیا جائے۔ جبکہ عددی متقارب یہ کیل والی اشیاء کے حکم میں ہوا کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی مثل واجب ہوتی ہے۔ کیونکہ ان میں فرق تھوڑا ہوتا ہے اور گندم کے ساتھ مکس جو میں قیمت واجب ہوگی اس لئے کہ اس کی مثل نہیں ہے۔

غاصب پر عین مغصوبہ کو واپس کرنے کا بیان

قَالَ (وَعَلَى الْغَاصِبِ رَدُّ الْعَيْنِ الْمَغْصُوبَةِ) مَعْنَاهُ مَا دَامَ قَائِمًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (عَلَى الْيَدِ مَا اَخَذَتْ حَتّٰى تَرُدَّ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَاْخُذَ مَتَاعَ اَخِيهِ لَاعِبًا وَلَا جَادًّا، فَاِنْ اَخَذَهُ فَلْيَرُدَّهُ عَلَيْهِ) " وَلِاَنَّ الْيَدَ حَقٌّ مَقْصُودٌ وَقَدْ فَوَّتَهَا عَلَيْهِ فَيَجِبُ اِعَادَتُهَا بِالرَّدِّ اِلَيْهِ، وَهُوَ الْمُوجِبُ الْاَصْلِيُّ عَلٰى مَا قَالُوا، وَرَدُّ الْقِيمَةِ مُخَلِّصٌ خَلَفًا ؛ لِاَنَّهُ قَاصِرٌ، اِذِ الْكَمَالُ فِي رَدِّ الْعَيْنِ وَالْمَالِيَّةِ .

وَقِيلَ الْمُوجِبُ الْاَصْلِيُّ الْقِيمَةُ وَرَدُّ الْعَيْنِ مُخَلِّصٌ، وَيَظْهَرُ ذٰلِكَ فِي بَعْضِ الْاَحْكَامِ، (وَالْوَاجِبُ الرَّدُّ فِي الْمَكَانِ الَّذِي غَصَبَهُ) لِتَفَاوُتِ الْقِيَمِ بِتَفَاوُتِ الْاَمَاكِنِ (فَاِنْ ادَّعَى هَلَاكَهَا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ حَتّٰى يَعْلَمَ اَنَّهَا لَوْ كَانَتْ بَاقِيَةً لَاَظْهَرَهَا ثُمَّ قَضٰى عَلَيْهِ بِبَدَلِهَا) ؛ لِاَنَّ الْوَاجِبَ رَدُّ الْعَيْنِ وَالْهَلَاكُ بِعَارِضٍ، فَهُوَ يَدَّعِي اَمْرًا عَارِضًا خِلَافَ الظَّاهِرِ فَلَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ كَمَا اِذَا ادَّعَى الْاِفْلَاسَ وَعَلَيْهِ ثَمَنُ مَتَاعٍ فَيُحْبَسُ اِلٰى اَنْ يُعْلَمَ مَا يَدَّعِيهِ، فَاِذَا عَلِمَ الْهَلَاكَ سَقَطَ عَنْهُ رَدُّهُ فَيَلْزَمُهُ رَدُّ بَدَلِهِ وَهُوَ الْقِيمَةُ .

اور غاصب پر لازم ہے مغصوبہ چیز کے عین کو واپس کرے۔ جب تک وہ چیز موجود ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غصب کی گئی چیز جب تک واپس نہ کی جائے اس وقت تک وہ قبضہ میں رہتی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی کے لئے بھی مذاق میں اپنے بھائی کا مال لینا جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے لیا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو واپس کرے۔ کیونکہ قبضہ میں حق مقصود ہے۔ اس لئے کہ غاصب کے غصب کی وجہ سے مالک کا قبضہ ختم ہو جاتا ہے پس مغصوبہ چیز کو واپس کرتے ہوئے مالک کا اس پر قبضہ کرنا لازم ہوگا۔ اور اصل میں وجوب اسی سے ہے۔ جس طرح مشائخ فقہاء نے کہا ہے۔ اور قیمت کی واپسی یہ بھی بطور نیابت چھٹکارہ حاصل کرنا ہے۔ اس لئے کہ یہ ناقص واپسی ہے۔ جبکہ کمال یہ ہے مکمل واپسی اور مالیت دونوں کو واپس کیا جائے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا موجب اصلی قیمت ہے۔ جبکہ عین کی واپسی یہ نجات ہے اور کئی احکام یہ حکم اس طرح بھی ظاہر ہو چکا

ہے۔

اور غاصب نے مغصوبہ چیز کو جس جگہ پر غصب کیا تھا اسی جگہ پر اس کو واپس کرنا لازم ہوگا کیونکہ جگہ کی تبدیلی کے سبب قیمت بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔

اور جب غاصب نے مغصوبہ چیز کا ہلاکت کا دعویٰ کر دیا ہے تو حاکم اس کو قید کر دے گا۔ یہاں تک کہ جب مغصوبہ چیز موجود کے ہونے کی صورت میں وہ اس کو ظاہر کر دیتا۔ یا پھر وہ اس کی ہلاکت پر گواہی کو پیش کر دے۔ اس کے بعد جب غاصب پر قاضی نے مغصوبہ چیز کے عین کے بدل کی ادائیگی کا فیصلہ کر دیا ہے۔ کیونکہ عین کو واپس کرنا لازم ہے۔ جبکہ ہلاکت کسی عارضی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔ جبکہ غاصب ایک عارضی معاملے کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جو اس وقت ظاہر کے خلاف ہے۔ پس اس کا قول قبول نہ کیا جائے گا۔

یہ ایسے ہی ہے کہ جب کسی شخص نے غریب ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے حالانکہ اس کے پاس اس سامان کی قیمت بھی موجود ہے تو اس کے دعویٰ کے ثبوت تک اس کو قید میں رکھا جائے گا۔ اور جب مغصوبہ چیز کی ہلاکت پتہ چل جائے تو اب غاصب سے عین مغصوبہ چیز کی واپسی ساقط ہو جائے گی۔ اور اس کے بدلے میں اس پر قیمت کو واپس کرنا واجب ہوگا۔

غصب کا منقولات ومحولات میں ثابت ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْغَصْبُ فِيمَا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ) ؛ لِأَنَّ الْغَصْبَ بِحَقِيقَتِهِ يَتَحَقَّقُ فِيهِ دُونَ غَيْرِهِ ؛ لِأَنَّ إزَالَةَ الْيَدِ بِالنَّقْلِ .

(وَإِذَا غَصَبَ عَقَارًا فَهَلَكَ فِي يَدِهِ لَمْ يَضْمَنْهُ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَضْمَنُهُ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ الْأَوَّلُ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ لِتَحَقُّقِ إثْبَاتِ الْيَدِ، وَمِنْ ضَرُورَتِهِ زَوَالُ يَدِ الْمَالِكِ لِاسْتِحَالَةِ اجْتِمَاعِ الْيَدَيْنِ عَلَى مَحَلٍّ وَاحِدٍ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ فَيَتَحَقَّقُ الْوَصْفَانِ وَهُوَ الْغَصْبُ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ فَصَارَ كَالْمَنْقُولِ وَجُحُودِ الْوَدِيعَةِ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْغَصْبَ إثْبَاتُ الْيَدِ بِإِزَالَةِ يَدِ الْمَالِكِ بِفِعْلٍ فِي الْعَيْنِ، وَهَذَا لَا يُتَصَوَّرُ فِي الْعَقَارِ ؛ لِأَنَّ يَدَ الْمَالِكِ لَا تَزُولُ إلَّا بِإِخْرَاجِهِ عَنْهَا، وَهُوَ فِعْلٌ فِيهِ لَا فِي الْعَقَارِ فَصَارَ كَمَا إذَا بَعُدَ الْمَالِكُ عَنْ الْمَوَاشِي .وَفِي الْمَنْقُولِ : النَّقْلُ فِعْلٌ فِيهِ وَهُوَ الْغَصْبُ .

وَمَسْأَلَةُ الْجُحُودِ مَمْنُوعَةٌ، وَلَوْ سُلِّمَ فَالضَّمَانُ هُنَاكَ بِتَرْكِ الْحِفْظِ الْمُلْتَزَمِ وَبِالْجُحُودِ تَارِكٌ لِذَلِكَ .

اور غصب منقولات ومحولات میں ثابت ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ غصب کا حقیقی معنی منقولات میں ظاہر ہونے والا ہے۔ جبکہ غیر منقولات میں اس کا معنی ظاہر ہونے والا نہیں ہے۔ کیونکہ غصب شدہ چیز کا قبضہ نقل کرنے کی وجہ سے ختم ہوتا ہے۔ اور جب

کسی شخص نے غیر منقولہ جائیداد کو غصب کیا اور وہ غاصب کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی تو غاصب اس کا ضامن نہیں بن سکے گا۔ یہ حکم شیخین کے مطابق ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ غاصب اس کا ضامن ہوگا۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول اول بھی اسی طرح ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ کیونکہ غصب کرنے کی وجہ سے قبضہ ثابت ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اثبات قبضہ غاصب کے لئے لازم ہوگا۔ تاکہ مالک کا قبضہ ختم ہوجائے۔ کیونکہ بیک وقت ایک ہی جگہ پر دو قبضوں کا اجتماع ناممکن ہے۔ پس غصب ان دونوں اوصاف سے ثابت ہوجائے گا اور اسی پر دلیل بھی غصب بن جائے گا جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ غصب منقول کے غصب کرنے اور ودیعت سے انکار کرنے جیسا بن جائے گا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کے عین میں غاصب کے عمل کے سبب سے مالک کی ملکیت کو ختم کرتے ہوئے اپنی ملکیت کو ثابت کردینا یہ غصب ہے جبکہ غیر منقولہ جائیداد میں یہ چیز تصور نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے کہ غیر منقولہ جائداد سے مالک کو نکالے بغیر اس کا قبضہ ثابت نہ ہوگا اور یہ شخص مالک ہونے میں عمل کرنے والا ہے عقار میں نہیں ہے لہٰذا یہ اسی طرح ہوجائے گا کہ جب مالک کو مویشی جانوروں سے دور بھیج دیا جائے۔ اور منقولہ چیز میں نقل کرنا اس چیز میں عمل ہوا کرتی ہے۔ یہی فعل غصب ہوتا ہے۔ جبکہ انکار ودیعت والا مسئلہ ہم ماننے والے نہیں ہیں اور اگر اس کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو وہاں مودع پر ضمان اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر لازم کردہ حفاظت کو چھوڑنے والا ہے۔ اس کا انکاری ہونا یہ لازم کردہ حفاظت کو چھوڑنے پر دلیل ہے۔

عقار میں نقص کا ضمان غاصب پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَا نَقَصَهُ مِنْهُ بِفِعْلِهِ أَوْ سُكْنَاهُ ضَمِنَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) ؛ لِأَنَّهُ إتْلَافٌ وَالْعَقَارُ يُضْمَنُ بِهِ كَمَا إذَا نَقَلَ تُرَابَهُ ؛ لِأَنَّهُ فِعْلٌ فِي الْعَيْنِ وَيَدْخُلُ فِيمَا قَالَهُ إذَا انْهَدَمَتْ الدَّارُ بِسُكْنَاهُ وَعَمَلِهِ، فَلَوْ غَصَبَ دَارًا وَبَاعَهَا وَسَلَّمَهَا وَأَقَرَّ بِذَلِكَ وَالْمُشْتَرِي يُنْكِرُ غَصْبَ الْبَائِعِ وَلَا بَيِّنَةَ لِصَاحِبِ الدَّارِ فَهُوَ عَلَى الِاخْتِلَافِ فِي الْغَصْبِ هُوَ الصَّحِيحُ قَالَ (وَإِذَا انْتَقَصَ بِالزِّرَاعَةِ يَغْرَمُ النُّقْصَانَ) ؛ لِأَنَّهُ أَتْلَفَ الْبَعْضَ فَيَأْخُذُ رَأْسَ مَالِهِ وَيَتَصَدَّقُ بِالْفَضْلِ .

قَالَ (وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : لَا يَتَصَدَّقُ بِالْفَضْلِ) وَسَنَذْكُرُ الْوَجْهَ مِنْ الْجَانِبَيْنِ .

اور جب کسی غاصب کے ہاں اس کے اپنے عمل کی وجہ سے عقار میں عیب آگیا ہے تو یہ اتفاق اس کا ضمان غاصب پر ہوگا۔ اور یہ اتلاف ہے۔ اور اتلاف کے سبب سے غیر منقولہ جائداد مضمون ہوا کرتی ہے۔ جس طرح غاصب نے اس کی مٹی کو منتقل کردیا ہے کیونکہ یہ عین عمل ہے اور امام قدوری علیہ الرحمہ نے اس سے نقص کا مسئلہ بیان کیا ہے اس میں یہ مسئلہ بھی شامل ہے۔

اور جب غاصب کے رہنے یا کسی سبب سے وہ گھر تباہ ہوجائے تب اس پر ضمان ہوگا اور جب کسی شخص نے گھر کو غصب کر کے

بیچ ڈالا ہے اور اس نے خریدار کے سپرد بھی کر دیا ہے اور غاصب اس غصب کا اقرار کرنے والا بھی ہے جبکہ خریدار بیچنے والے کے غصب کا انکاری ہے اور گھر والوں کے پاس گواہی کوئی نہیں ہے۔ تو صحیح قول کے مطابق یہ مسئلہ بھی عقار کو غصب کرنے والے مسئلہ کی طرح اختلافی ہے۔

اور جب کاشتکاری کے سبب سے غیر منقولہ جائداد میں نقص پیدا ہو گیا ہے تو غاصب نقصان کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے عقار کا کچھ ہی حصہ ضائع کیا ہے۔ پس غاصب اپنا راس المال کو لیتے ہوئے بقیہ کو صدقہ کر دے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ حکم طرفین کے مطابق ہے اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ زائد کو وہ صدقہ نہ کرے گا۔ اور دونوں کے دلائل کو ہم عنقریب بیان کر کے ان کا فرق بھی بیان کر دیں گے۔

منتقل ہونے والی چیز کا غاصب سے ہلاک ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا هَلَكَ النَّقْلِيُّ فِي يَدِ الْغَاصِبِ بِفِعْلِهِ أَوْ بِغَيْرِ فِعْلِهِ ضَمِنَهُ) وَفِي أَكْثَرِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ : وَإِذَا هَلَكَ الْغَصْبُ وَالْمَنْقُولُ هُوَ الْمُرَادُ لِمَا سَبَقَ أَنَّ الْغَصْبَ فِيمَا يُنْقَلُ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ دَخَلَ فِي ضَمَانِهِ بِالْغَصْبِ السَّابِقِ إِذْ هُوَ السَّبَبُ .

وَعِنْدَ الْعَجْزِ عَنْ رَدِّهِ يَجِبُ الْقِيمَةُ أَوْ يَتَقَرَّرُ بِذَلِكَ السَّبَبُ وَلِهَذَا تُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ يَوْمَ الْغَصْبِ .

(وَإِنْ نَقَصَ فِي يَدِهِ ضَمِنَ النُّقْصَانَ) ؛ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ جَمِيعُ أَجْزَائِهِ فِي ضَمَانِهِ بِالْغَصْبِ، فَمَا تَعَذَّرَ رَدُّ عَيْنِهِ يَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهِ، بِخِلَافِ تَرَاجُعِ السِّعْرِ إِذَا رَدَّ فِي مَكَانِ الْغَصْبِ ؛ لِأَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنْ فُتُورِ الرَّغَبَاتِ دُونَ فَوْتِ الْجُزْءِ، وَبِخِلَافِ الْمَبِيعِ ؛ لِأَنَّهُ ضَمَانُ عَقْدٍ .

أَمَّا الْغَصْبُ فَقَبْضٌ وَالْأَوْصَافُ تُضْمَنُ بِالْفِعْلِ لَا بِالْعَقْدِ عَلَى مَا عُرِفَ .

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : وَمُرَادُهُ غَيْرُ الرِّبَوِيِّ، أَمَّا فِي الرِّبَوِيَّاتِ لَا يُمْكِنُهُ تَضْمِينُ النُّقْصَانِ مَعَ اسْتِرْدَادِ الْأَصْلِ ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى الرِّبَا .

اور جب منتقل ہو جانے والی چیز غاصب کے ہاں سے ہلاک ہو جائے اگرچہ اس میں غاصب کا عمل ہو یا نہ ہو تو اس کا ضامن غاصب ہوگا۔ جبکہ قدوری اکثر نسخہ جات میں یہ لکھا ہے کہ جب غصب ہلاک ہو جائے اور اس سے مراد منقول چیزیں ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ منقولات سے غصب ثابت ہوتا ہے۔ اور اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ سابقہ غصب سے ہی عین غاصب کے ضمان میں شامل ہو چکی ہے۔ کیونکہ ضمان کا سبب غصب ہے۔ اور وہ اس وقت ہے جب عین کو واپس کرنا ناممکن ہو تو قیمت کو واپس کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یا اس کے سبب سے قیمت کو واپس کرنا بھی ثابت ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے غصب کے دن والی مغصوبہ چیز کی قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور مغصوبہ چیز کا غاصب کے ہاں کوئی عیب نکل آئے تب بھی غاصب نقصان کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ غصب کی وجہ سے مغصوبہ

چیز کے تمام حصے غاصب کی ضمان میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور جب عین مغصوبہ کو واپس کرنا ممکن نہ ہو تو اس کی قیمت کو واپس کرنا واجب ہوگا۔ بہ خلاف اس کے کہ جب کسی غصب شدہ مکان میں مغصوبہ چیز کی واپسی کرتے وقت اس کی قیمت کم ہو جائے تو اب غاصب ضامن نہ بنے گا۔ کیونکہ کمی ڈیمانڈ کی کمی کے سبب سے پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ مغصوبہ کا کوئی حصہ ختم نہیں ہوا ہے۔ بہ خلاف مبیع کے کیونکہ یہ ضمان عقد ہے جبکہ غصب قبضہ ہوتا ہے اور اوصاف عمل سے مضمون ہوتے ہیں۔ عقد سے مضمون نہیں ہوا کرتے جس طرح پہلے بتا چکے ہیں۔

مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ غاصب کو نقصان کا ذمہ دار ٹھہرانے میں امام قدوری علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ مغصوبہ مال پر کوئی سود نہ ہو کیونکہ سودی اموال میں اصل کو واپس لینے کے ساتھ ساتھ نقصان کو ضامن بنانا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سود کی جانب لے جانے والا ہے۔

غلام کو غصب کرتے ہوئے نفع اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَاسْتَغَلَّهُ فَنَقَصَتْهُ الْغَلَّةُ فَعَلَيْهِ النُّقْصَانُ) لِمَا بَيَّنَّا (وَيَتَصَدَّقُ بِالْغَلَّةِ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهٰذَا عِنْدَهُمَا أَيْضًا .وَعِنْدَهُ لَا يَتَصَدَّقُ بِالْغَلَّةِ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا أَجَّرَ الْمُسْتَعِيرُ الْمُسْتَعَارَ .لِأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ حَصَلَ فِي ضَمَانِهِ وَمِلْكِهِ .

أَمَّا الضَّمَانُ فَظَاهِرٌ، وَكَذَا الْمِلْكُ ؛ لِأَنَّ الْمَضْمُونَاتِ تُمْلَكُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ مُسْتَنِدًا عِنْدَنَا .وَلَهُمَا أَنَّهُ حَصَلَ بِسَبَبٍ خَبِيثٍ وَهُوَ التَّصَرُّفُ فِي مِلْكِ الْغَيْرِ، وَمَا هٰذَا حَالُهُ فَسَبِيلُهُ التَّصَدُّقُ، إِذْ الْفَرْعُ يَحْصُلُ عَلٰى وَصْفِ الْأَصْلِ وَالْمِلْكُ الْمُسْتَنِدُ نَاقِصٌ فَلَا يَنْعَدِمُ بِهِ الْخَبَثُ .

(فَلَوْ هَلَكَ الْعَبْدُ فِي يَدِ الْغَاصِبِ حَتّٰى ضَمِنَهُ لَهُ أَنْ يَسْتَعِينَ بِالْغَلَّةِ فِي أَدَاءِ الضَّمَانِ) ؛ لِأَنَّ الْخَبَثَ لِأَجْلِ الْمَالِكِ، وَلِهٰذَا لَوْ أَدَّى إِلَيْهِ يُبَاحُ لَهُ التَّنَاوُلُ فَيَزُولُ الْخَبَثُ بِالْأَدَاءِ إِلَيْهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَهُ فَهَلَكَ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي ثُمَّ اُسْتُحِقَّ وَغَرِمَهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَعِينَ بِالْغَلَّةِ فِي أَدَاءِ الثَّمَنِ إِلَيْهِ ؛ لِأَنَّ الْخَبَثَ مَا كَانَ لِحَقِّ الْمُشْتَرِي إِلَّا إِذَا كَانَ لَا يَجِدُ غَيْرَهُ ؛ لِأَنَّهُ مُحْتَاجٌ إِلَيْهِ، وَلَهُ أَنْ يَصْرِفَهُ إِلٰى حَاجَةِ نَفْسِهِ، فَلَوْ أَصَابَ مَالًا تَصَدَّقَ بِمِثْلِهِ إِنْ كَانَ غَنِيًّا وَقْتَ الِاسْتِعْمَالِ، وَإِنْ كَانَ فَقِيرًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِمَا ذَكَرْنَا

اور جب کسی شخص نے غلام کو غصب کرتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھایا حتیٰ کہ اس کے سبب اس میں عیب پیدا ہو گیا تو غاصب پر نقصان کا ضمان ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور غاصب نفع کو صدقہ کرے۔ یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ غلے کو صدقہ نہیں کرے گا۔ اور اس کا اختلاف وہی ہے کہ جب مستعیر نے کوئی مستعار چیز کو اجارے پر دے دیا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نفع غاصب کی ضمان اور اس کی ملکیت کے سبب حاصل ہوا ہے۔ پس ضمان کا مسئلہ تو واضح ہے اور مضمون چیز کو اس کی ملکیت بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ضمان دینے کے سبب وقت غصب کی جانب منسوب ہوتے ہوئے مضمونات مملوک ہو جاتی ہیں۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ یہ فائدہ غلط طرح سے حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ یہ تو دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنے کے سبب سے حاصل ہوا ہے۔ اور جو نفع اس طریقے سے حاصل ہو اس کا طریقہ صدقہ ہے۔ کیونکہ فرع اصل کے وصف پر متفرع ہونے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جبکہ منسوب ہونے والی ملکیت ناقص ہے کیونکہ اس خباثت ختم ہونے والی نہیں ہے۔

اور اگر وہ غلام اس غاصب کے ہاں ہلاک ہو گیا ہے اور غاصب ہی اس کا ضامن بنے تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اسی نفع سے ادائیگی کرے۔ کیونکہ خباثت مالک کے سبب سے واقع ہوئی ہے اس لئے کہ جب غاصب یہ فائدہ مالک کو دیگا تو اس مالک کے لئے اس کا استعمال کرنا مباح بن جائے گا۔ پس خباثت مالک کو دینے کے سبب سے ختم ہو جائے گی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب غاصب نے مغصوبہ غلام کو بیچ دیا ہے اور وہ خریدار کے قبضہ میں ہلاک ہو گیا ہے اور اس کے بعد غلام کا کوئی حقدار نکل آیا ہے اور خریدار نے اس کا تاوان بھی اد کر دیا ہے تو بیچنے والے کے لئے یہ حق حاصل نہ ہوگا۔ کہ وہ خریدار کو ثمن واپس کرنے میں فائدے سے کام لے کیونکہ نفع کی خباثت یہ خریدار کے حق کے سبب سے نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب بیچنے والے کے پاس کوئی دوسرا غلہ نہیں ہے تو اب وہ اس غلہ کا ضرورت مند ہوگا اور ضرورت مند کو اپنے لئے ایسا مال تصرف میں لانے کی اجازت ہے اور اس کے بعد جب بیچنے والا کو کچھ مال مل گیا ہے اور اس نفع کو استعمال میں لانے کے وقت بیچنے والا مالدار بنا ہے تو وہ مال کی مقدار کے مطابق نفع کو صدقہ کر دے۔ اور اگر وہ استعمال میں لانے کے وقت ضرورت مند ہے تو اس کچھ بھی لازم نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

غصب کردہ دراہم سے باندی خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ اَلْفًا فَاشْتَرٰى بِهَا جَارِيَةً فَبَاعَهَا بِاَلْفَيْنِ ثُمَّ اشْتَرٰى بِالْاَلْفَيْنِ جَارِيَةً فَبَاعَهَا بِثَلَاثَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ فَاِنَّهُ يَتَصَدَّقُ بِجَمِيعِ الرِّبْحِ، وَهٰذَا عِنْدَهُمَا) وَاَصْلُهُ اَنَّ الْغَاصِبَ اَوِ الْمُودَعَ اِذَا تَصَرَّفَ فِي الْمَغْصُوبِ اَوِ الْوَدِيعَةِ وَرَبِحَ لَا يَطِيبُ لَهُ الرِّبْحُ عِنْدَهُمَا، خِلَافًا لِاَبِي يُوسُفَ، وَقَدْ مَرَّتِ الدَّلَائِلُ وَجَوَابُهُمَا فِي الْوَدِيعَةِ اَظْهَرُ ؛ لِاَنَّهُ لَا يَسْتَنِدُ الْمِلْكُ اِلٰى مَا قَبْلَ التَّصَرُّفِ لِانْعِدَامِ سَبَبِ الضَّمَانِ فَلَمْ يَكُنِ التَّصَرُّفُ فِي مِلْكِهِ ثُمَّ هٰذَا ظَاهِرٌ فِيمَا يَتَعَيَّنُ بِالْاِشَارَةِ، اَمَّا فِيمَا لَا يَتَعَيَّنُ كَالثَّمَنَيْنِ فَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ اشْتَرٰى بِهَا اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ التَّصَدُّقَ اِنَّمَا يَجِبُ اِذَا اشْتَرٰى بِهَا وَنَقَدَ مِنْهَا الثَّمَنَ .

أَمَّا إِذَا أَشَارَ إِلَيْهَا وَنَقَدَ مِنْ غَيْرِهَا أَوْ نَقَدَ مِنْهَا وَأَشَارَ إِلَى غَيْرِهَا أَوْ أَطْلَقَ إِطْلَاقًا وَنَقَدَ مِنْهَا يَطِيبُ لَهُ، وَهٰكَذَا قَالَ الْكَرْخِيُّ ؛ لِأَنَّ الْإِشَارَةَ إِذَا كَانَتْ لَا تُفِيدُ التَّعْيِينَ لَا بُدَّ أَنْ يَتَأَكَّدَ بِالنَّقْدِ لِيَتَحَقَّقَ الْخَبَثُ .

وَقَالَ مَشَايِخُنَا : لَا يَطِيبُ لَهُ قَبْلَ أَنْ يَضْمَنَ، وَكَذَا بَعْدَ الضَّمَانِ بِكُلِّ حَالٍ، وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِإِطْلَاقِ الْجَوَابِ فِي الْجَامِعَيْنِ وَالْمُضَارَبَةِ .

قَالَ (وَإِنِ اشْتَرَى بِالْأَلْفِ جَارِيَةً تُسَاوِي أَلْفَيْنِ فَوَهَبَهَا أَوْ طَعَامًا فَأَكَلَهُ لَمْ يَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ)، وَهٰذَا قَوْلُهُمْ جَمِيعًا ؛ لِأَنَّ الرِّبْحَ إِنَّمَا يَتَبَيَّنُ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ .

اور جب بندے نے ایک ہزار دراہم کو غصب کرتے ہوئے ان سے ایک باندی کو خرید لیا ہے۔ اور اس باندی کو دو ہزار دراہم کے بدلے میں بیچ دیا ہے اور اس کے بعد اس نے انہی دو ہزار دراہم کے بدلے میں ایک اور باندی کو خریدا ہے۔ اور اس کو اس نے تین ہزار دراہم میں بیچ دیا ہے تو غاصب سارا نفع صدقہ کرے گا۔ اور یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب غاصب یا موذع مال غصب یا ودیعت میں تصرف کرتے ہوئے اس سے نفع کماتے ہیں تو طرفین کے مطابق وہ نفع ان کے لئے حلال نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے اور دونوں طرح کے ائمہ کے دلائل کو بیان پہلے کر دیا گیا ہے۔ اور ودیعت کے متعلق طرفین کی دلیل واضح ہے کیونکہ ودیعت میں ضمان کا سبب نہیں پایا جاتا اور اس کو تصرف سے پہلے حالت کی جانب منسوب کرتے ہوئے ملکیت میں نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ تصرف موذع کی ملکیت میں واقع نہیں ہوا ہے۔ اور اس کے بعد یہ حکم اشارہ سے معین ہونے والی چیزوں میں بالکل ظاہر ہے مگر وہ اشیاء جو اشارے سے معین نہیں ہوتیں جس طرح دراہم و دینار ہیں ان کے بارے میں ماتن کا قول ''جس کے ساتھ خریدا'' سے اشارہ ہے لہٰذا صدقہ کرنا بھی اسی صورت میں واجب ہے کہ جب غاصب نے دراہم و دیناروں سے خریداری کرتے ہوئے انہی کے ساتھ قیمت کو ادا کیا ہے۔

اور جب اس نے ان کی جانب اشارہ کر کے ان کے سوا سے قیمت ادا کی ہے یا پھر ان کے علاوہ اشارہ کر کے ثمن ادا کیا یا پھر اس نے مطلق طور پر خریداری کی ہے اور اس نے دراہم و دیناروں سے قیمت ادا کی ہے تو اس کے لئے فائدہ حلال ہو جائے گا۔

حضرت امام کرخی علیہ الرحمہ نے اسی طرح بیان کیا ہے کیونکہ اگر اشارے سے تعیین کا فائدہ نہ ہو تو نقد ادائیگی کے ساتھ اس کی تاکید لازم ہے۔ تاکہ خباثت ثابت ہو جائے۔ ہمارے مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ اس کے لئے کسی طرح نفع حلال نہیں ہے۔ اگر چہ ضمان سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے اور جامع اور مبسوط دونوں میں جو حکم بیان ہوا ہے وہ مطلق ہے اور اس کے لئے مختار یہی ہے۔

اور جب غاصب نے غصب شدہ ایک ہزار دراہم سے ایک ایسی باندی کو خریدا ہے جو دو دراہم کے برابر ہے اس کے بعد غاصب نے اس کو ہبہ کر دیا ہے یا پھر اس نے کوئی کھانے والی چیز خریدی تھی اور اس کو کھا لیا ہے تو اب وہ کچھ بھی صدقہ نہ کرے گا۔ اور یہ قول بہ اتفاق ہے کیونکہ نفع اتحاد جنس کے سبب ظاہر ہونے والا ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل عین مغصوبہ میں تغیر کے بیان میں ہے﴾

فصل عین مغصوبہ میں تبدیلی کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب غصب کی حقیقت کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے غصب کے حکم کو بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے عین کو واپس کرنا یا اس کی مثل کو واپس کرنا یا اس کی قیمت کو واپس کرنا ہے۔ اس میں فقہی ترتیب واضح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب غصب ج ۱۳، ص ۳۶۰، بیروت)

غاصب کے سبب عین مغصوبہ میں تبدیلی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَغَيَّرَتْ الْعَيْنُ الْمَغْصُوبَةُ بِفِعْلِ الْغَاصِبِ حَتّٰى زَالَ اسْمُهَا وَعِظَمُ مَنَافِعِهَا زَالَ مِلْكُ الْمَغْصُوبِ مِنْهُ عَنْهَا وَمَلَكَهَا الْغَاصِبُ وَضَمِنَهَا، وَلَا يَحِلُّ لَهُ الِانْتِفَاعُ بِهَا حَتّٰى يُؤَدِّيَ بَدَلَهَا، كَمَنْ غَصَبَ شَاةً وَذَبَحَهَا وَشَوَاهَا أَوْ طَبَخَهَا أَوْ حِنْطَةً فَطَحَنَهَا أَوْ حَدِيدًا فَاتَّخَذَهُ سَيْفًا أَوْ صُفْرًا فَعَمِلَهُ آنِيَةً) وَهٰذَا كُلُّهُ عِنْدَنَا .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لَا يَنْقَطِعُ حَقُّ الْمَالِكِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، غَيْرَ أَنَّهُ إِذَا اخْتَارَ أَخْذَ الدَّقِيقِ لَا يُضَمِّنُهُ النُّقْصَانَ عِنْدَهُ ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى الرِّبَا، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يُضَمِّنُهُ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَزُولُ مِلْكُهُ عَنْهُ لٰكِنَّهُ يُبَاعُ فِي دَيْنِهِ وَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ الْغُرَمَاءِ بَعْدَ مَوْتِهِ .

لِلشَّافِعِيِّ أَنَّ الْعَيْنَ بَاقٍ فَيَبْقَى عَلٰى مِلْكِهِ وَتَتْبَعُهُ الصَّنْعَةُ كَمَا إِذَا هَبَّتْ الرِّيحُ فِي الْحِنْطَةِ وَأَلْقَتْهَا فِي طَاحُونَةٍ فَطُحِنَتْ . وَلَا مُعْتَبَرَ بِفِعْلِهِ ؛ لِأَنَّهُ مَحْظُورٌ فَلَا يَصْلُحُ سَبَبًا لِلْمِلْكِ عَلٰى مَا عُرِفَ، فَصَارَ كَمَا إِذَا انْعَدَمَ الْفِعْلُ أَصْلًا وَصَارَ كَمَا إِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ الْمَغْصُوبَةَ وَسَلَخَهَا وَأَرَّبَهَا .

وَلَنَا أَنَّهُ أَحْدَثَ صَنْعَةً مُتَقَوِّمَةً صَيَّرَ حَقَّ الْمَالِكِ هَالِكًا مِنْ وَجْهٍ، أَلَا تَرٰى أَنَّهُ تَبَدَّلَ الِاسْمُ

وَفَاتَ مُعْظَمُ الْمَقَاصِدِ وَحَقُّهُ فِي الصَّنْعَةِ قَائِمٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَيَتَرَجَّحُ عَلَى الْاَصْلِ الَّذِي هُوَ فَائِتٌ مِنْ وَجْهٍ، وَلَا نَجْعَلُهُ سَبَبًا لِلْمِلْكِ مِنْ حَيْثُ اِنَّهُ مَحْظُورٌ، بَلْ مِنْ حَيْثُ اِنَّهُ اِحْدَاثُ الصَّنْعَةِ، بِخِلَافِ الشَّاةِ ؛ لِاَنَّ اسْمَهَا بَاقٍ بَعْدَ الذَّبْحِ وَالسَّلْخِ، وَهٰذَا الْوَجْهُ يَشْمَلُ الْفُصُوْلَ الْمَذْكُوْرَةَ وَيَتَفَرَّعُ عَلَيْهِ غَيْرُهَا فَاحْفَظْهُ .

وَقَوْلُهُ وَلَا يَحِلُّ لَهُ الِانْتِفَاعُ بِهَا حَتّٰى يُؤَدِّيَ بَدَلَهَا اسْتِحْسَانٌ وَالْقِيَاسُ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ ذٰلِكَ وَهُوَ .

اور جب غاصب کے عمل کی وجہ سے غصب شدہ چیز کے عین میں کوئی تبدیلی رونما ہوگئی اور اس کا نام وفائدہ ختم ہو کر رہ گیا ہے تو اس عین سے مغصوب منہ سے ملکیت ختم ہو جائے گی۔ اور غاصب اس کا مالک بن جائے گا اور وہ اس کا ضمان دے گا۔ اور اس کے بدل کی ادائیگی تک غاصب کے لئے نفع حلال نہ ہوگا جس طرح کسی شخص نے بکری غصب کی اور اس کو ذبح کر کے پکاتے ہوئے کھا گیا ہے یا پھر گندم کو غصب کر کے اس نے آٹا بنالیا ہے۔ یا پھر اس نے لوہا بنا کر اس کی تلوار بنادی ہے یا اس نے پیتل کو غصب کر کے اس کے برتن بنادیئے ہیں۔ یہ تمام مسائل ہمارے نزدیک ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ غصب سے مالک کا حق ختم نہ ہوگا۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔ لیکن جب مالک آٹا لینے کو اختیار کرے گا تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک نقصان کا ضمان لے گا اور انہی سے دوسری روایت یہ ہے کہ مغصوبہ چیز سے مالک کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔ مگر مالک کے قرض کی ادائیگی کے لئے اس چیز کو فروخت کیا جائے گا۔ اور غاصب کی وفات کے بعد غرماء کے مقابلے میں مالک اس کا سب سے زیادہ حقدار بنے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ جب عین مغصوبہ موجود ہے۔ پس اس پر مالک کی ملکیت باقی رہے گی۔ اور وہ کام اس کے تابع ہو جائے گا جس طرح جب گندم پر ہوا چلی اور اس کو اڑا کر دوسری چکی میں اس نے ڈال دیا اور اس کے بعد وہ چکی اس کو پیس دیتی ہے۔

اور غاصب کے عمل کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ غاصب کا فعل شرعی طور پر منع ہے۔ لہٰذا وہ ملکیت کا سبب نہ بنے گا۔ جس طرح پہلے بتادیا گیا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جیسے اس نے کوئی کام کیا ہی نہیں ہے۔ جس طرح غاصب نے مغصوبہ بکری کو ذبح کرتے ہوئے اس کا کھال اتار لی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ غاصب نے اپنے کام سے ایک قیمتی چیز کو بنایا ہے جو ایک طرح سے مالک کا حق ہلاک ہو گیا ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ اس چیز کا تو نام بھی بدل چکا ہے اور اس کے اہم مقاصد ختم ہو گئے ہیں۔ اور اس میں ہر طرح سے غاصب کا حق پایا جا رہا ہے۔ پس یہی حق اس حق سے زیادہ ترجیح یافتہ ہوگا جو ایک طرح ختم ہو چکا ہے۔ اور غاصب کے عمل کی ممانعت کے سبب ہم اس کو ملکیت کا سبب قرار نہیں دیں گے۔ بلکہ صنعت متقومہ کے پیدا ہو جانے کے سبب سے ہم اس کو ملکیت کا سبب قرار دے رہے ہیں۔

البتہ بکری والا مسئلہ اس کے برعکس ہے کیونکہ ذبح کرنے اور اس کی کھال اتارنے کے بعد بھی بکری کا نام باقی رہتا ہے اور یہ علت سارے مسائل کو شامل ہے۔ اور اس پر دوسری کئی جزئیات کا استنباط بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

اور ماتن یہ قول کہ اس کا نفع اس کے لئے حلال نہیں ہے یہ استحسان کی دلیل پر پایا جاتا ہے۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ادائے بدل سے پہلے بھی اس کو نفع اٹھانے کا حق ہے۔

انتفاع غاصب میں دلیل استحسان کا بیان

قَوْلُ الْحَسَنِ وَزُفَرَ، وَهٰكَذَا عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ الْفَقِیْهُ اَبُو اللَّیْثِ .وَوَجْهُهُ ثُبُوْتُ الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ لِلتَّصَرُّفِ ؛ اَلَا تَرٰی اَنَّهُ لَوْ وَهَبَهُ اَوْ بَاعَهُ جَازَ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ قَوْلُهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فِی الشَّاةِ الْمَذْبُوْحَةِ الْمَصْلِیَّةِ بِغَیْرِ رِضَاءِ صَاحِبِهَا اَطْعِمُوْهَا الْاَسَارٰی) " اَفَادَ الْاَمْرُ بِالتَّصَدُّقِ زَوَالَ مِلْكِ الْمَالِكِ وَحُرْمَةَ الِانْتِفَاعِ لِلْغَاصِبِ قَبْلَ الْاِرْضَاءِ، وَلِاَنَّ فِیْ اِبَاحَةِ الِانْتِفَاعِ فَتْحَ بَابِ الْغَصْبِ فَیَحْرُمُ قَبْلَ الْاِرْضَاءِ حَسْمًا لِمَادَّةِ الْفَسَادِ وَنَفَاذُ بَیْعِهِ وَهِبَتِهِ مَعَ الْحُرْمَةِ لِقِیَامِ الْمِلْكِ كَمَا فِی الْمِلْكِ الْفَاسِدِ .

وَاِذَا اَدَّی الْبَدَلَ یُبَاحُ لَهُ ؛ لِاَنَّ حَقَّ الْمَالِكِ صَارَ مُوَفًّی بِالْبَدَلِ فَحَصَلَتْ مُبَادَلَةٌ بِالتَّرَاضِیْ، وَكَذٰلِكَ اِذَا اَبْرَاَهُ لِسُقُوْطِ حَقِّهِ بِهِ، وَكَذَا اِذَا اَدّٰی بِالْقَضَاءِ اَوْ ضَمِنَهُ الْحَاكِمُ اَوْ ضَمِنَهُ الْمَالِكُ لِوُجُوْدِ الرِّضَا مِنْهُ ؛ لِاَنَّهُ لَا یَقْضِیْ اِلَّا بِطَلَبِهِ، وَعَلٰی هٰذَا الْخِلَافِ اِذَا غَصَبَ حِنْطَةً فَزَرَعَهَا اَوْ نَوَاةً فَغَرَسَهَا غَیْرَ اَنَّهُ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ یُبَاحُ الِانْتِفَاعُ فِیْهِمَا قَبْلَ اَدَاءِ الضَّمَانِ لِوُجُوْدِ الِاسْتِهْلَاكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِقِیَامِ الْعَیْنِ فِیْهِ مِنْ وَجْهٍ .وَفِی الْحِنْطَةِ یَزْرَعُهَا لَا یَتَصَدَّقُ بِالْفَضْلِ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا، وَاَصْلُهُ مَا تَقَدَّمَ .

حضرت امام زفر اور امام حسن علیہما الرحمہ کا قول بھی مذکورہ مسئلہ میں یہی ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت اسی طرح ہے۔ اور اس کو فقیہ ابولیث رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ جبکہ قیاس کی دلیل یہ ہے کہ غصب کرنے کے سبب سے غاصب کو ایسی ملکیت ملی ہے جو اس کے حق میں تصرف کو جائز قرار دینے والی ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ جب غاصب مغصوبہ چیز کو ہبہ کر دیتا ہے یا اس کو بیچ دیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر بکری کا گوشت پکا کر کھانا یہ ایسا عمل ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اس کو قیدیوں کو کھلاؤ "صدقہ کر دینے کے اس فرمان سے پتہ چلا کہ غاصب کے فعل کے سبب مالک کی ملکیت ختم ہو چکی ہے۔ اور مالک کی اجازت سے پہلے غاصب کے لئے اس سے نفع اٹھانا حرام ہے۔ کیونکہ اس طرح مباح کرنے کی صورت میں غصب کو عام کرنا لازم آئے گا۔ پس فساد کو ختم کرنے کے لئے اجازت سے پہلے نفع اٹھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ

اس حرمت کے باوجود غاصب کے لئے بیع وہبہ جائز ہے کیونکہ غاصب مغصوبہ چیز کا مالک بن چکا ہے۔جس طرح بیع فاسد اور ملکیت فاسدہ میں ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔اور غاصب جب بدل کردے گا تو اس کے لئے نفع اٹھانا مباح ہو جائے گا کیونکہ بدل کے سبب سے مالک کا حق ادا ہو چکا ہے اور آپس کی رضامندی کے سبب مبادلہ واقع ہو چکا ہے۔

اور جب مالک نے غاصب کو بدل یا ضمان سے بری کر دیا ہے تب بھی اس کے لئے نفع اٹھانا حلال ہو جائے گا کیونکہ برأت کے سبب مالک کا ساقط ہو چکا ہے۔اور جب قاضی کی قضاء کے مطابق غاصب نے بدل ادا کر دیا ہے یا حاکم نے اس سے ضمان وصول کرلیا ہے۔یا پھر مالک نے ضمان لیا ہے تب بھی اس کے لئے نفع اٹھانا حلال ہو جائے گا کیونکہ مالک کی رضا پائی جارہی ہے۔ اور قاضی بھی مالک کی طلب کے سوا کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہے۔

اور اسی اختلاف کے مطابق یہ مسئلہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب غاصب نے گندم کو غصب کرتے ہوئے اس کی بجوائی کردی ہے یا اس نے کوئی گٹھلی غصب کر کے اس کو زمین میں لگا دیا ہے۔البتہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ مذکورہ دونوں مسائل میں ضمان کی ادائیگی سے پہلے اس کے لئے نفع اٹھانا حلال ہے۔کیونکہ ایک طرح سے ہلاکت موجود ہے بہ خلاف سابقہ مسائل کے کیونکہ ان میں ایک طرح سے عین موجود ہے۔اور اس گندم کے بارے میں جس کی زراعت کوئی غاصب کرنے والا ہے۔امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس میں غاصب نفع کو صدقہ نہیں کرے گا۔جبکہ اس میں طرفین کا اختلاف ہے جس کی دلیل بیان کردی گئی ہے۔

سونا چاندی کو غصب کر کے دراہم ودینار بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ غَصَبَ فِضَّةً أَوْ ذَهَبًا فَضَرَبَهَا دَرَاهِمَ أَوْ دَنَانِيرَ أَوْ آنِيَةً لَمْ يَزُلْ مِلْكُ مَالِكِهَا عَنْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَيَأْخُذُهَا وَلَا شَيْءَ لِلْغَاصِبِ، وَقَالَا: يَمْلِكُهَا الْغَاصِبُ وَعَلَيْهِ مِثْلُهَا) لِأَنَّهُ أَحْدَثَ صَنْعَةً مُعْتَبَرَةً صَيَّرَ حَقَّ الْمَالِكِ هَالِكًا مِنْ وَجْهٍ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ كَسَرَهُ وَفَاتَ بَعْضُ الْمَقَاصِدِ وَالتِّبْرُ لَا يَصْلُحُ رَأْسَ الْمَالِ فِي الْمُضَارَبَاتِ وَالشَّرِكَاتِ وَالْمَضْرُوبُ يَصْلُحُ لِذَلِكَ.

وَلَهُ أَنَّ الْعَيْنَ بَاقٍ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الِاسْمَ بَاقٍ وَمَعْنَاهُ الْأَصْلِيُّ الثَّمَنِيَّةُ وَكَوْنُهُ مَوْزُونًا وَأَنَّهُ بَاقٍ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الرِّبَا بِاعْتِبَارِهِ وَصَلَاحِيَّتِهِ لِرَأْسِ الْمَالِ مِنْ أَحْكَامِ الصَّنْعَةِ دُونَ الْعَيْنِ، وَكَذَا الصَّنْعَةُ فِيهَا غَيْرُ مُتَقَوِّمَةٍ مُطْلَقًا؛ لِأَنَّهُ لَا قِيمَةَ لَهَا عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِجِنْسِهَا.

اور جب شخص نے سونا چاندی کو غصب کر کے انہیں ڈھالتے ہوئے دراہم ودینار بنا ڈالے یا اس نے برتن بنا لئے ہیں۔تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے مالک کی ملکیت ختم نہ ہوگی۔پس مالک ان کو لینے والا ہوگا۔اور غاصب کو کچھ نہ ملے گا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ غاصب ان کا مالک بن جائے گا اور اس پر ان کی مثل کو واپس کرنا لازم ہوگا۔کیونکہ غاصب ایک متقوم

چیز کو بنانے والا ہے۔ جس سے ایک طرح مالک کا حق ہلاک ہونے والا ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ جب اس نے انہیں توڑ دیا ہے۔ اور اس کے کچھ مقاصد ختم بھی ہو چکے ہیں۔ جبکہ مضاربات وشرکات میں ڈلی رأس المال نہیں بن سکتی۔ حالانکہ مضروب رأس المال بننے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ عین تو ہر طرح سے باقی ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ اس کا نام باقی ہے اور اصلی چیز یعنی قیمت اور اس کا وزن سب کچھ موجود ہے۔ یہاں تک کہ وزنی ہونے کے سبب سے اس میں سود بھی جاری ہوتا ہے جبکہ اس کا رأس المال کے قابل ہونا یہ صنعت کاری کے کاموں میں سے ہے۔ جبکہ یہ عین کے کاموں سے میں سے نہیں ہے اور اس میں مطلق طور صنعت کوئی متقوم چیز نہیں ہے۔ کیونکہ جب اس کو ہم جنس کے مقابلے میں لائیں گے تو اس وقت اس کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

خالی زمین غصب کر کے مکان بنانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ سَاجَةً فَبَنَى عَلَيْهَا زَالَ مِلْكُ مَالِكِهَا عَنْهَا وَلَزِمَ الْغَاصِبَ قِيمَتُهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لِلْمَالِكِ أَخْذُهَا، وَالْوَجْهُ مِنْ الْجَانِبَيْنِ قَدَّمْنَاهُ .وَوَجْهٌ آخَرُ لَنَا فِيهِ أَنَّ فِيمَا ذَهَبَ إلَيْهِ إضْرَارًا بِالْغَاصِبِ بِنَقْضِ بِنَائِهِ الْحَاصِلِ مِنْ غَيْرِ خَلَفٍ، وَضَرَرُ الْمَالِكِ فِيمَا ذَهَبْنَا إلَيْهِ مَجْبُورٌ بِالْقِيمَةِ فَصَارَ كَمَا إذَا خَاطَ بِالْخَيْطِ الْمَغْصُوبِ بَطْنَ جَارِيَتِهِ أَوْ عَبْدَهُ أَوْ أَدْخَلَ اللَّوْحَ الْمَغْصُوبَ فِي سَفِينَتِهِ .ثُمَّ قَالَ الْكَرْخِيُّ وَالْفَقِيهُ أَبُو جَعْفَرٍ: إنَّمَا لَا يُنْقَضُ إذَا بَنَى فِي حَوَالَيْ السَّاجَةِ، أَمَّا إذَا بَنَى عَلَى نَفْسِ السَّاجَةِ يُنْقَضُ؛ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيهِ .وَجَوَابُ الْكِتَابِ يَرُدُّ ذَلِكَ وَهُوَ الْأَصَحُّ .

اور جب کسی شخص نے خالی زمین کو غصب کر کے اس پر مکان بنا دیا تو اس سے بھی مالک کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔ اور غاصب پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے مالک کو وہ خالی پلاٹ واپس لینے کا اختیار ہوگا۔ ان دونوں فریقوں کی دلیل ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اسی مسئلہ میں ہمارے پاس ایک دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جس حالت کو اختیار کیا ہے اس میں غاصب کا نقصان ہے۔ کیونکہ اس کی بنائی گئی عمارت بغیر کسی بدل کے ٹوٹ جائے گی۔ اور ہماری اختیار کردہ حالت میں اگر چہ مالک کا نقصان ہے مگر وہ تو قیمت کے سبب دور ہو جائے گا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا، کہ جب غصب کرنے والے غاصب نے دھاگے سے اپنے غلام یا باندی کا پیٹ سی دیا ہے یا اس نے اپنی کشتی میں غصب کردہ تختہ نصب کر دیا ہے۔

حضرت امام کرخی اور فقیہ ہندوانی نے کہا ہے کہ غاصب کی عمارت کو اس حالت نہیں توڑا جائے گا جبکہ اس نے خالی پلاٹ کے ارد گرد تعمیر کیا ہے۔ اور اگر اس نے اسی جگہ پر تعمیر کیا ہے تو پھر اس کو توڑ دیا جائے گا۔ کیونکہ اس تعمیر میں غاصب ظلم کرنے والا ہے جبکہ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کا حکم اس معاملہ کو رد کرنے والا ہے اور زیادہ صحیح بھی اسی طرح ہے۔

غصب کرکے بکری کو ذبح کردینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ذَبَحَ شَاةَ غَيْرِهِ فَمَالِكُهَا بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَتَهَا وَسَلَّمَهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ نُقْصَانَهَا، وَكَذَا الْجَزُورُ، وَكَذَا إِذَا قَطَعَ يَدَهُمَا) هٰذَا هُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ .

وَجْهُهُ أَنَّهُ إِتْلَافٌ مِنْ وَجْهٍ بِاعْتِبَارِ فَوْتِ بَعْضِ الْأَغْرَاضِ مِنَ الْحَمْلِ وَالدَّرِّ وَالنَّسْلِ وَبَقَاءِ بَعْضِهَا وَهُوَ اللَّحْمُ فَصَارَ كَالْخَرْقِ الْفَاحِشِ فِي الثَّوْبِ، وَلَوْ كَانَتِ الدَّابَّةُ غَيْرَ مَأْكُولِ اللَّحْمِ فَقَطَعَ الْغَاصِبُ طَرَفَهَا لِلْمَالِكِ أَنْ يُضَمِّنَهُ جَمِيعَ قِيمَتِهَا لِوُجُودِ الْإِسْتِهْلَاكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، بِخِلَافِ قَطْعِ طَرَفِ الْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ حَيْثُ يَأْخُذُهُ مَعَ أَرْشِ الْمَقْطُوعِ ؛ لِأَنَّ الْآدَمِيَّ يَبْقَى مُنْتَفَعًا بِهِ بَعْدَ قَطْعِ الطَّرَفِ .

ترجمہ: اور جب کسی شخص نے دوسرے کی بکری کو غصب کیا اور اس کو ذبح کر دیا ہے تو اس کے مالک کے لئے اختیار ہوگا کہ وہ غاصب سے بکری کا ضمان لے اور بکری غاصب کے پاس رہے۔ اور اگر وہ چاہے تو اس کی قیمت میں جس قدر نقصان ہوا ہو بطور ضمان اس سے وصول کرے۔ اور اونٹ کو غصب کرکے ذبح کرنے کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور جب غاصب اونٹ اور بکری کا ہاتھ کاٹ دے تب بھی یہی حکم ہے۔ اور ظاہر الروایت میں بھی اسی طرح ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض مقاصد کے فوت ہونے یعنی حمل، دودھ اور نسل وغیرہ کے فوت ہونے کی وجہ سے یہ ایک طرح کا تلف ہے جبکہ بعض مقاصد یعنی جس طرح گوشت وغیرہ ہے وہ باقی ہیں۔ پس یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کپڑا زیادہ پھٹا ہوا ہے۔

اور اگر وہ جانور ایسا ہے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا اور غاصب نے اس کا کوئی حصہ کاٹ دیا ہے تو اب مالک کے لئے غاصب سے ساری قیمت لینے کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ اس میں ہر طرح تلف کرنا پایا جا رہا ہے۔ بہ خلاف مملوک کے کہ جب اس کا کوئی حصہ کاٹ دیا ہے۔ تو مالک کٹے ہوئے حصے کی ضمان کے ساتھ ساتھ اس کو بھی لے گا۔ کیونکہ عضو کے کٹ جانے کے بعد بھی انسان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

معمولی طور پر کپڑے کے پھٹنے پر نقصان کے ضمان کا بیان

قَالَ (وَمَنْ خَرَقَ ثَوْبَ غَيْرِهِ خَرْقًا يَسِيرًا ضَمِنَ نُقْصَانَهُ وَالثَّوْبُ لِمَالِكِهِ) ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ قَائِمٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَإِنَّمَا دَخَلَهُ عَيْبٌ فَيُضَمِّنُهُ (وَإِنْ خَرَقَ خَرْقًا كَبِيرًا يُبْطِلُ عَامَّةَ مَنَافِعِهِ فَلِمَالِكِهِ أَنْ يُضَمِّنَهُ جَمِيعَ قِيمَتِهِ) ؛ لِأَنَّهُ اسْتِهْلَاكٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ فَكَأَنَّهُ أَحْرَقَهُ . قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : مَعْنَاهُ يَتْرُكُ الثَّوْبَ عَلَيْهِ : وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الثَّوْبَ وَضَمَّنَهُ النُّقْصَانَ ؛ لِأَنَّهُ تَعْيِيبٌ مِنْ وَجْهٍ مِنْ حَيْثُ إِنَّ الْعَيْنَ بَاقٍ، وَكَذَا بَعْضُ الْمَنَافِعِ قَائِمٌ، ثُمَّ إِشَارَةُ الْكِتَابِ إِلَى أَنَّ الْفَاحِشَ مَا يُبْطِلُ بِهِ

عَامَّةُ الْمَنَافِعِ، وَالصَّحِيحُ أَنَّ الْفَاحِشَ مَا يَفُوتُ بِهِ بَعْضُ الْعَيْنِ وَجِنْسُ الْمَنْفَعَةِ وَيَبْقَى بَعْضُ الْعَيْنِ وَبَعْضُ الْمَنْفَعَةِ، وَالْيَسِيرُ مَا لَا يَفُوتُ بِهِ شَيْءٌ مِنَ الْمَنْفَعَةِ، وَإِنَّمَا يَدْخُلُ فِيهِ النُّقْصَانُ ؛ لِأَنَّ مُحَمَّدًا جَعَلَ فِي الْأَصْلِ قَطْعَ الثَّوْبِ نُقْصَانًا فَاحِشًا وَالْفَائِتُ بِهِ بَعْضُ الْمَنَافِعِ .

اور جب کسی بندے نے تھوڑا سا کپڑا پھاڑ دیا ہے تو نقصان کے ضامن ہوگا۔ اور کپڑا مالک کا ہی رہے گا۔ کیونکہ کلی طور پر عین موجود ہے۔ اور عین میں محض عیب شامل ہوا ہے۔ لہٰذا غاصب اسی کا ضامن بنے گا۔ اور جب اس نے اتنی مقدار میں پھاڑ دیا ہے کہ اس سبب سے اس کے منافع ضائع ہوگئے ہیں۔ تو کپڑے کے مالک کے لئے اختیار ہوگا کہ وہ خارق سے سارے کپڑے کی ضمان لے کیونکہ یہ ایسی ہلاکت ہے۔ جس طرح غاصب نے اس کو جلا ڈالا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کپڑے کو غاصب کے پاس چھوڑ دیا جائے اور اگر مالک چاہے تو اس کو حاصل کرے۔ اور غاصب سے نقصان کا ضمان لے کیونکہ ایک طرح سے یہی عیب ہے۔ جبکہ عین موجود ہے۔ اور بعض منافع بھی پائے جا رہے ہیں۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ کا فرمان کا معنی یہ ہے کہ فاحش پھٹن وہ ہے جس سے اکثر منافع ضائع یا ختم ہو جائیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ فاحش پھٹنا یہ ہے کہ جس کے سبب سے بعض عین اور منافع کی جنس ختم ہو جائے۔ جبکہ کچھ نفع اور کچھ عین باقی رہ جائے۔ اور آسانی وہ ہے کہ جس کے سبب کچھ بھی نفع ختم نہ ہو۔ بلکہ اس کے سبب عین میں نقصان پیدا ہو جائے۔ کیونکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں کپڑے کے کاٹنے کو فاحش نقصان قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس سے کچھ نفع ختم ہونے والا ہے۔

زمین کو غصب کرتے ہوئے درخت لگانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ أَرْضًا فَغَرَسَ فِيهَا أَوْ بَنَى قِيلَ لَهُ اقْلَعْ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ وَرُدَّهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ) " وَلِأَنَّ مِلْكَ صَاحِبِ الْأَرْضِ بَاقٍ، فَإِنَّ الْأَرْضَ لَمْ تَصِرْ مُسْتَهْلَكَةً وَالْغَصْبُ لَا يَتَحَقَّقُ فِيهَا، وَلَا بُدَّ لِلْمِلْكِ مِنْ سَبَبٍ فَيُؤْمَرُ الشَّاغِلُ بِتَفْرِيغِهَا، كَمَا إِذَا شَغَلَ ظَرْفَ غَيْرِهِ بِطَعَامِهِ (فَإِنْ كَانَتْ الْأَرْضُ تَنْقُصُ بِقَلْعِ ذَلِكَ فَلِلْمَالِكِ أَنْ يَضْمَنَ لَهُ قِيمَةَ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ مَقْلُوعًا وَيَكُونَانِ لَهُ) ؛ لِأَنَّ فِيهِ نَظَرًا لَهُمَا وَدَفْعَ الضَّرَرِ عَنْهُمَا .

وَقَوْلُهُ قِيمَتُهُ مَقْلُوعًا مَعْنَاهُ قِيمَةُ بِنَاءٍ أَوْ شَجَرٍ يُؤْمَرُ بِقَلْعِهِ ؛ لِأَنَّ حَقَّهُ فِيهِ، إِذْ لَا قَرَارَ لَهُ فِيهِ فَتُقَوَّمُ الْأَرْضُ بِدُونِ الشَّجَرِ وَالْبِنَاءِ وَتُقَوَّمُ وَبِهَا شَجَرٌ أَوْ بِنَاءٌ ، لِصَاحِبِ الْأَرْضِ أَنْ يَأْمُرَهُ بِقَلْعِهِ فَيَضْمَنُ فَضْلَ مَا بَيْنَهُمَا .

فرمایا کہ جب کسی بندے نے زمین کو غصب کیا اور اس میں درخت لگائے یا اس نے مکان بنا دیا ہے تو اس سے کہہ دیا جائے گا کہ تم ان درختوں کو اور مکان کو اکھاڑ کر زمین مالک کے سپرد کرو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ظالم کے لئے کوئی حق

نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ زمین والے ملکیت باقی ہے۔ اور زمین ہلاک بھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا زمین میں غصب ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ ملکیت کے لئے سبب ملکیت کا ہونا لازم ہے پس مشغول کرنے والے کو زمین خالی کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ جس طرح جب کوئی شخص کھانا دوسرے برتن میں ڈال دے تو اس کو بھی برتن خالی کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اگر ان چیزوں کو اکھاڑنے کے سبب زمین کو نقصان پہنچنے والا ہے تو مالک کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ غاصب کو اکھاڑی گئی عمارت یا درختوں کی قیمت ادا کر دے اور یہ دونوں اشیاء اس کی ہو جائیں گی۔ کیونکہ اس طرح کرنے کے سبب دونوں کے لئے فائدہ ہے اور دونوں سے نقصان بھی دور ہونے والا ہے۔

اور ماتن کے قول کہ اس کھڑی ہوئی کی قیمت کا معنی یہ ہے کہ ایسے مکان یا درخت کی قیمت کا ضمان ہوگا جس کو اکھاڑنے کا حکم دیا جائے کیونکہ غاصب کا حق اسی کے مطابق ہے۔ کیونکہ عمارت و درخت کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ پس درخت اور عمارت کے سوا زمین کی قیمت لگائی جائے گی۔ اور اس کے بعد اس درخت اور عمارت کی قیمت لگائی جائے گی۔ اور ان دونوں قیمتوں میں جو زیادتی ہوگی وہ زمین کے مالک کو دے دی جائے گی۔

غصب شدہ کپڑے کو رنگنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ ثَوْبًا فَصَبَغَهُ أَحْمَرَ أَوْ سَوِيقًا فَلَتَّهُ بِسَمْنٍ فَصَاحِبُهُ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَةَ ثَوْبٍ أَبْيَضَ وَمِثْلَ السَّوِيقِ وَسَلَّمَهُ لِلْغَاصِبِ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَهُمَا وَغَرِمَ مَا زَادَ الصَّبْغُ وَالسَّمْنُ فِيهِمَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الثَّوْبِ: لِصَاحِبِهِ أَنْ يُمْسِكَهُ وَيَأْمُرَ الْغَاصِبَ بِقَلْعِ الصَّبْغِ بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ اعْتِبَارًا بِفَصْلِ السَّاحَةِ بَنَى فِيهَا؛ لِأَنَّ التَّمْيِيزَ مُمْكِنٌ، بِخِلَافِ السَّمْنِ فِي السَّوِيقِ؛ لِأَنَّ التَّمْيِيزَ مُتَعَذِّرٌ.

وَلَنَا مَا بَيَّنَّا أَنَّ فِيهِ رِعَايَةَ الْجَانِبَيْنِ وَالْخِيَرَةُ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ لِكَوْنِهِ صَاحِبَ الْأَصْلِ، بِخِلَافِ السَّاحَةِ بَنَى فِيهَا؛ لِأَنَّ النَّقْضَ لَهُ بَعْدَ النَّقْضِ؛ أَمَّا الصَّبْغُ فَيَتَلَاشَى، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا انْصَبَغَ بِهُبُوبِ الرِّيحِ؛ لِأَنَّهُ لَا جِنَايَةَ مِنْ صَاحِبِ الصَّبْغِ لِيَضْمَنَ الثَّوْبَ فَيَتَمَلَّكُ صَاحِبُ الْأَصْلِ الصَّبْغَ.

قَالَ أَبُو عِصْمَةَ فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ: وَإِنْ شَاءَ رَبُّ الثَّوْبِ بَاعَهُ وَيَضْرِبُ بِقِيمَتِهِ أَبْيَضَ وَصَاحِبُ الصَّبْغِ بِمَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ؛ لِأَنَّ لَهُ أَنْ لَا يَتَمَلَّكَ الصَّبْغَ بِالْقِيمَةِ، وَعِنْدَ امْتِنَاعِهِ تَعَيَّنَ رِعَايَةُ الْجَانِبَيْنِ فِي الْبَيْعِ وَيَتَأَتَّى، هٰذَا فِيمَا إِذَا انْصَبَغَ الثَّوْبُ بِنَفْسِهِ، وَقَدْ ظَهَرَ بِمَا ذَكَرْنَا الْوَجْهُ فِي السَّوِيقِ، غَيْرَ أَنَّ السَّوِيقَ مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ فَيَضْمَنُ مِثْلَهُ وَالثَّوْبُ مِنْ ذَوَاتِ الْقِيَمِ فَيَضْمَنُ قِيمَتَهُ.

وَقَالَ فِي الْأَصْلِ : يَضْمَنُ قِيمَةَ السَّوِيقِ ؛ لِأَنَّ السَّوِيقَ يَتَفَاوَتُ بِالْقَلْيِ فَلَمْ يَبْقَ مِثْلِيًّا .وَقِيلَ الْمُرَادُ مِنْهُ الْمِثْلُ سَمَّاهُ بِهِ لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ، وَالصُّفْرَةُ كَالْحُمْرَةِ .وَلَوْ صَبَغَهُ أَسْوَدَ فَهُوَ نُقْصَانٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَعِنْدَهُمَا زِيَادَةٌ .وَقِيلَ هَذَا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ .وَقِيلَ إنْ كَانَ ثَوْبًا يَنْقُصُهُ السَّوَادُ فَهُوَ نُقْصَانٌ، وَإِنْ كَانَ ثَوْبًا يَزِيدُ فِيهِ السَّوَادُ فَهُوَ كَالْحُمْرَةِ وَقَدْ عُرِفَ فِي غَيْرِ هَذَا الْمَوْضِعِ .

وَلَوْ كَانَ ثَوْبًا تَنْقُصُهُ الْحُمْرَةُ بِأَنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ ثَلَاثِينَ دِرْهَمًا فَتَرَاجَعَتْ بِالصَّبْغِ إلَى عِشْرِينَ، فَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يُنْظَرُ إلَى ثَوْبٍ تَزِيدُ فِيهِ الْحُمْرَةُ، فَإِنْ كَانَتْ الزِّيَادَةُ خَمْسَةً يَأْخُذُ ثَوْبَهُ وَخَمْسَةَ دَرَاهِمَ ؛ لِأَنَّ إحْدَى الْخَمْسَتَيْنِ جُبِرَتْ بِالصَّبْغِ .

اور جب کسی بندے نے کوئی کپڑا غصب کرتے ہوئے اس کو سرخ رنگ میں رنگ دیا ہے اور اس نے ستو کو غصب کر کے اس کو گھی کے ساتھ مکس کر دیا ہے تو مالک کے لئے اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کی طرح کے ستو وصول کرے۔ اور مغصوبہ چیز غاصب کے حوالے کر دے۔ اور اگر وہ چاہے تو وہ کپڑے اور ستو وصول کرے اور گھی اور رنگنے کے سبب جو ان میں اضافہ ہوا ہے اس کا تاوان ادا کر دے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا کپڑے کے بارے میں یہ قول ہے کہ مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کپڑے کو روک لے اور جتنا ممکن ہو وہ مالک کو رنگ نکالنے کا کہے۔ اور اس مسئلہ کو مکان کے درمیانی حصہ میں خالی جگہ پر تعمیر کرنے پر قیاس کیا گیا ہے۔ کیونکہ کپڑے اور رنگ میں فرق کرنا ممکن ہے۔ بہ خلاف ستو کے گھی والے مسئلہ میں کیونکہ گھی کو ستو سے الگ کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہماری دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ہمارے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق دونوں کے لئے رعایت ہے اور اختیار کپڑے کے مالک کو ملے گا۔ اور اصل میں مالک وہی ہے۔ بہ خلاف اس درمیانی حصہ کے جس میں عمارت بنائی گئی کیونکہ وہاں پر عمارت توڑنے کے سبب ٹوٹی ہوئی چیز غاصب کو ملنے والی ہے۔ بہ خلاف جب ہوا لگنے کے سبب کپڑے پر رنگ چڑھ جائے۔ کیونکہ اس طرح کی رنگائی میں کپڑے والے کی کوئی غلطی نہیں ہے کہ وہ کپڑے کا ضمان ادا کرے۔ پس کپڑے والا رنگ کا مالک بن جائے گا۔

حضرت ابوعصمہ مروزی سے اسی مسئلہ کے بارے میں ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ جب کپڑے کا مالک چاہے تو وہ اس کو بیچ کر خریدار سے سفید کپڑے کی قیمت وصول کر لے۔ اور رنگائی کے سبب جو قیمت میں اضافہ ہوا ہے وہ رنگ والے کو ادا کر دے۔ کیونکہ مالک کے لئے یہ حق حاصل ہے کہ وہ قیمت دے کر رنگ کا مالک نہ بنے۔ اور مالک کے ایسے نہ کرنے کی وجہ سے بیع میں دونوں کا فائدہ ہوگا۔

اور یہ قانون اس صورت میں ہوگا جب کپڑا خود بہ خود رنگ دیا گیا ہے اور یہی قانون ہماری بیان کردہ علت ستو میں ظاہر ہوگا۔ مگر وہ ستو ذوات امثال میں سے ہے پس غاصب اس کی مثل کا ضامن نہ ہوگا جبکہ کپڑا ذوات قیم میں سے ہے۔ لہٰذا وہ اس کی قیمت

کا ضامن ہوگا۔

حضرت امام محمد ؒ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ غاصب ستو کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ بھون لینے کے سبب ستو میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اور بھون لینے کے بعد ستو مثلی نہ رہے گا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ امام محمد ؒ کے قول سے مراد مثل ہے اور اس کو قیمت کا نام دے دیا جائے گا کیونکہ قیمت مغصوب کے قائم مقام ہوا کرتی ہے۔ اور زرد رنگ میں رنگ دینا یہ سرخ رنگ کی طرح ہے۔

حضرت امام اعظم ؒ کے نزدیک نقص ہوگا کہ جب غاصب نے اس کو سیاہ رنگ میں رنگ دیا ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ اضافہ ہوگا۔ اور ایک قول کے مطابق یہ عہد اور زمانے کا اختلاف ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جب مغصوب کپڑا ایسا ہے کہ جس کے لئے سیاہ رنگ اور رنگنا یہ نقصان دہ ہیں۔ تب نقصان ہوگا۔ اور اگر وہ کپڑا ایسا ہے جس کو سیاہ رنگ میں رنگنے سے اضافہ ہوتا ہے تو یہ بھی سرخ رنگ میں رنگے گئے کپڑے کے حکم میں ہوگا۔ اور یہ مسئلہ دوسری کئی جگہوں پر معلوم کیا جا چکا ہے۔

اور جب کپڑا ایسا ہو کہ جس کے لئے سرخ رنگ نقصان دہ ہے کہ ویسے اس کی قیمت تیس دراہم ہے جبکہ رنگائی کے سبب وہ بیس دراہم ہو چکی ہے تو امام محمد ؒ سے روایت ہے کہ ایسے کپڑے کو دیکھا جائے گا جس میں سرخی کے سبب اضافہ ہوا ہے۔ اگر پانچ دراہم کا اضافہ ہوا ہے تو کپڑے کا مالک غاصب سے وہ کپڑا اور پانچ دراہم لے گا۔ کیونکہ ایک حصہ بھی رنگائی سے لے لیا جائے گا۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل مسائل متفرقہ کے بیان میں ہے﴾

فصل غصب میں مسائل متفرقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب ایسے مسائل سے فارغ ہوئے ہیں جن میں ضمان کے سبب غاصب کے لئے ملکیت واجب ہو جاتی ہے تو اب یہاں سے انھوں نے ان سے متصل مسائل کا بیان شروع کیا ہے۔ لہٰذا ان میں تقدم و تاخر کی فقہی مطابقت واضح ہے۔ مسائل متفرقہ ہمیشہ کتب میں مؤخر ذکر کیے جاتے ہیں۔

(عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، ج ۱۳، ص ۳۸۲، بیروت)

غاصب کا غصب شدہ چیز کو غائب کر دینے کا بیان

وَمَنْ غَصَبَ عَيْنًا فَغَيَّبَهَا فَضَمَّنَهُ الْمَالِكُ قِيمَتَهَا مَلَكَهَا وَهٰذَا عِنْدَنَا . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا يَمْلِكُهَا لِأَنَّ الْغَصْبَ عُدْوَانٌ مَحْضٌ فَلَا يَصْلُحُ سَبَبًا لِلْمِلْكِ كَمَا فِي الْمُدَبَّرِ .

وَلَنَا أَنَّهُ مَلَكَ الْبَدَلَ بِكَمَالِهِ، وَالْمُبْدَلُ قَابِلٌ لِلنَّقْلِ مِنْ مِلْكٍ إِلَى مِلْكٍ فَيَمْلِكُهُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ، بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ لِأَنَّهُ غَيْرُ قَابِلٍ لِلنَّقْلِ لِحَقِّ الْمُدَبَّرِ، نَعَمْ قَدْ يُفْسَخُ التَّدْبِيرُ بِالْقَضَاءِ لٰكِنَّ الْبَيْعَ بَعْدَهُ يُصَادِفُ الْقِنَّ .

اور جب غاصب نے کسی چیز کو غصب کرنے کے بعد غائب کر دیا ہے اور مالک نے اس کے عین کی قیمت وصول کر لی ہے تو پس غاصب اس کا مالک بن جائے گا۔ ہمارے نزدیک اس کا حکم یہی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ غاصب اس کا مالک نہ بنے گا۔ کیونکہ اس نے ظلم کرتے ہوئے ایسا کیا ہے پس غصب ملکیت کا سبب نہیں بنے گا۔ جس طرح مدبر میں ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مالک مکمل بدلے کا مالک بننے والا ہے اور بدلے والی چیز ایک ملکیت سے دوسری ملکیت میں منتقل ہو سکتی ہے۔ پس غاصب اس کے عین کا مالک بن جائے۔ اور اس سے نقصان دور ہو جائے۔ بہ خلاف مدبر کے کیونکہ حق مدبر کی وجہ سے منتقل ہونے والا نہیں ہے۔ ہاں البتہ تدبیر بطور قضاء فسخ کی جا سکتی ہے مگر فسخ کے بعد جو بیع ہوگی وہ خاص غلام سے ملی ہوئی ہوگی۔

قیمتِ مغصوبہ میں قسم کے ساتھ قول غاصب کے اعتبار کا بیان

قَالَ (وَالْقَوْلُ فِي الْقِيمَةِ قَوْلُ الْغَاصِبِ مَعَ يَمِينِهِ) لِأَنَّ الْمَالِكَ يَدَّعِي الزِّيَادَةَ وَهُوَ يُنْكِرُ، وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ يَمِينِهِ (إِلَّا أَنْ يُقِيمَ الْمَالِكُ الْبَيِّنَةَ بِأَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ) لِأَنَّهُ أَثْبَتَهُ بِالْحُجَّةِ الْمُلْزِمَةِ .

قَالَ (فَإِنْ ظَهَرَتْ الْعَيْنُ وَقِيمَتُهَا أَكْثَرُ مِمَّا ضَمِنَ وَقَدْ ضَمِنَهَا بِقَوْلِ الْمَالِكِ أَوْ بِبَيِّنَةٍ أَقَامَهَا أَوْ بِنُكُولِ الْغَاصِبِ عَنْ الْيَمِينِ فَلَا خِيَارَ لِلْمَالِكِ وَهُوَ لِلْغَاصِبِ) ؛ لِأَنَّهُ تَمَّ لَهُ الْمِلْكُ بِسَبَبٍ اتَّصَلَ بِهِ رِضَا الْمَالِكِ حَيْثُ ادَّعَى هَذَا الْمِقْدَارَ .

قَالَ (فَإِنْ كَانَ ضَمِنَهُ بِقَوْلِ الْغَاصِبِ مَعَ يَمِينِهِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَمْضَى الضَّمَانَ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْعَيْنَ وَرَدَّ الْعِوَضَ) لِأَنَّهُ لَمْ يَتِمَّ رِضَاهُ بِهَذَا الْمِقْدَارِ حَيْثُ يَدَّعِي الزِّيَادَةَ وَأَخْذُهُ دُونَهَا لِعَدَمِ الْحُجَّةِ .

وَلَوْ ظَهَرَتْ الْعَيْنُ وَقِيمَتُهَا مِثْلُ مَا ضَمِنَهُ أَوْ دُونَهُ فِي هَذَا الْفَصْلِ الْأَخِيرِ فَكَذَلِكَ الْجَوَابُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَهُوَ الْأَصَحُّ خِلَافًا لِمَا قَالَهُ الْكَرْخِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا خِيَارَ لَهُ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَتِمَّ رِضَاهُ حَيْثُ لَمْ يُعْطِ لَهُ مَا يَدَّعِيهِ وَالْخِيَارُ لِفَوَاتِ الرِّضَا .

اور مغصوبہ چیز کی قیمت کے بارے میں قسم کے ساتھ غاصب کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ مالک زیادہ قیمت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جبکہ غاصب اس کا انکار کرنے والا ہے۔ اور انکاری کی قسم کے ساتھ اس کے قول کا اعتبار کر لیا جاتا ہے۔ ہاں البتہ جب مالک اس سے زائد قیمت پر گواہی کو پیش کر دیتا ہے تو اس کی گواہی دلیل لازم ہوگی۔

اور جب کسی چیز میں عین کس ہو گیا اور اس کی قیمت غاصب کی دی گئی ضمان سے زیادہ ہے اور غاصب نے مالک کے کہنے یا اس کی گواہی پیش کرنے یا اپنی قسم سے انکار کرنے کے سبب اسکو ضمان دے دیا تھا۔ تو مالک کے لئے کوئی اختیار نہ ہوگا اور مغصوبہ چیز غاصب کی ہوگی۔ کیونکہ مالک کی رضامندی کے ساتھ غاصب کی ملکیت مکمل ہوئی ہے۔ اور مقدار کا دعویٰ کرنے والا بھی تو مالک ہے

اور جب مالک نے غاصب کی قسم کے بعد اس کے کہنے میں آ کر اس سے ضمان لیا تو اب مالک کو اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو اسی ضمان پر قائم رہے یا عین لے کر لیا گیا ضمان اس کو واپس کر دے۔ کیونکہ ذکر کردہ اس ضمان کی مقدار کے مطابق مالک کی رضا مکمل نہ ہوئی تھی۔ اس لئے کہ وہ زیادتی کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ اور شہادت نہ ہونے کے سبب اس نے تھوڑا لے لیا تھا۔

اور جب اسی مسئلہ میں لی گئی ضمان اس کے برابر ہے یا اس سے تھوڑی ہے تو بھی ظاہر الروایت کے مطابق حکم اسی طرح ہے۔ اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔

حضرت امام کرخی علیہ الرحمہ کا قول اس کے خلاف ہے کہ مالک کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ فیصلے میں مالک کی رضامندی شامل نہ تھی

کیونکہ اس کے دعویٰ کے مطابق ضمان اس کو نہیں دیا گیا تھا لہٰذا رضامندی کے فوت ہو جانے کی وجہ سے مالک کو اختیار دیا جائے گا۔

غاصب کا غصب کردہ غلام کو بیچ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَبَاعَهُ فَضَمَّنَهُ الْمَالِكُ قِيمَتَهُ فَقَدْ جَازَ بَيْعُهُ، وَإِنْ أَعْتَقَهُ ثُمَّ ضَمِنَ الْقِيمَةَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ) لِأَنَّ مِلْكَهُ الثَّابِتَ فِيهِ نَاقِصٌ لِثُبُوتِهِ مُسْتَنِدًا أَوْ ضَرُورَةً، وَلِهٰذَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْأَكْسَابِ دُونَ الْأَوْلَادِ، وَالنَّاقِصُ يَكْفِي لِنُفُوذِ الْبَيْعِ دُونَ الْعِتْقِ كَمِلْكِ الْمُكَاتَبِ ۔

اور جب غاصب نے غلام کو غصب کر کے بیچ دیا ہے اور مالک نے غاصب سے اس کی قیمت کا ضمان لے لیا ہے یہ بیع جائز ہوگی۔ اور جب غاصب نے مغصوب غلام کو آزاد کر دیا ہے اور اس کے بعد اس کا ضمان دے دیا ہے تو اس کی آزادی جائز نہ ہوگی کیونکہ مغصوب غلام کو غصب کرنے کے سبب حاصل ہونے ملکیت ناقص ہے کیونکہ وہ استناد سے ثابت ہے یا ضرورت سے ثابت ہے کیونکہ مغصوب کے حق میں ملکیت اسی وجہ سے ثابت ہے مگر وہ اولاد کے حق میں ثابت نہ ہوگی۔ اور ناقص ملکیت یہ بیع کے نفاذ کے لئے تو درست ہے لیکن آزادی کے لئے درست نہیں ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح مکاتب کی ملکیت ہے۔

مغصوبہ چیز میں اضافے کا غاصب کے پاس امانت ہونے کا بیان

قَالَ (وَوَلَدُ الْمَغْصُوبَةِ وَنَمَاؤُهَا، وَثَمَرَةُ الْبُسْتَانِ الْمَغْصُوبِ أَمَانَةٌ فِي يَدِ الْغَاصِبِ إِنْ هَلَكَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ، إِلَّا أَنْ يَتَعَدَّى فِيهَا أَوْ يَطْلُبَهَا مَالِكُهَا فَيَمْنَعَهَا إِيَّاهُ) .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : زَوَائِدُ الْمَغْصُوبِ مَضْمُونَةٌ مُتَّصِلَةً كَانَتْ أَوْ مُنْفَصِلَةً لِوُجُودِ الْغَصْبِ، وَهُوَ إِثْبَاتُ الْيَدِ عَلَى مَالِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ رِضَاهُ، كَمَا فِي الظَّبْيَةِ الْمُخْرَجَةِ مِنَ الْحَرَمِ إِذَا وَلَدَتْ فِي يَدِهِ يَكُونُ مَضْمُونًا عَلَيْهِ ۔

وَلَنَا أَنَّ الْغَصْبَ إِثْبَاتُ الْيَدِ عَلَى مَالِ الْغَيْرِ عَلَى وَجْهٍ يُزِيلُ يَدَ الْمَالِكِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَيَدُ الْمَالِكِ مَا كَانَتْ ثَابِتَةً عَلَى هٰذِهِ الزِّيَادَةِ حَتّٰى يُزِيلَهَا الْغَاصِبُ، وَلَوْ اُعْتُبِرَتْ ثَابِتَةً عَلَى الْوَلَدِ لَا يُزِيلُهَا، إِذِ الظَّاهِرُ عَدَمُ الْمَنْعِ، حَتّٰى لَوْ مَنَعَ الْوَلَدَ بَعْدَ طَلَبِهِ يَضْمَنُهُ، وَكَذَا إِذَا تَعَدّٰى فِيهِ كَمَا قَالَ فِي الْكِتَابِ : وَذٰلِكَ بِأَنْ أَتْلَفَهُ أَوْ ذَبَحَهُ وَأَكَلَهُ أَوْ بَاعَهُ وَسَلَّمَهُ، وَفِي الظَّبْيَةِ الْمُخْرَجَةِ لَا يَضْمَنُ وَلَدَهَا إِذَا هَلَكَ قَبْلَ التَّمَكُّنِ مِنَ الْإِرْسَالِ لِعَدَمِ الْمَنْعِ، وَإِنَّمَا يَضْمَنُهُ إِذَا هَلَكَ بَعْدَهُ لِوُجُودِ الْمَنْعِ بَعْدَ طَلَبِ صَاحِبِ الْحَقِّ وَهُوَ الشَّرْعُ، عَلَى هٰذَا أَكْثَرُ مَشَايِخِنَا ۔

وَلَوْ أَطْلَقَ الْجَوَابَ فَهُوَ ضَمَانُ جِنَايَةٍ، وَلِهٰذَا يَتَكَرَّرُ بِتَكَرُّرِهَا، وَيَجِبُ بِالْإِعَانَةِ وَالْإِشَارَةِ، فَلَأَنْ يَجِبَ بِمَا هُوَ فَوْقَهَا وَهُوَ إِثْبَاتُ الْيَدِ عَلَى مُسْتَحِقِّ الْأَمْنِ أَوْلٰى وَأَحْرٰى ۔

اور جب کسی مغصوبہ باندی کا بچہ پیدا ہو گیا، اس میں اضافہ ہوا اور اسی طرح غصب کردہ باغ کا پھل ہوا ہے تو یہ ساری چیزیں غاصب کے پاس بطور امانت ہوں گی۔ اور اگر یہ اشیاء ہلاک ہو جائیں تو غاصب پر ضمان نہ ہوگا ہاں البتہ جب غاصب نے زیادتی کی ہو یا ان کے مالک نے ان چیزوں کو غاصب سے طلب کیا ہو۔ اور اس نے دینے سے انکار کر دیا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مغصوبہ چیز میں زائد اشیاء مضمون ہوتی ہیں۔ اگر چہ یہ بطور اتصال ہوں یا بطور انفصال ہوں۔ کیونکہ ان میں غصب پایا جا رہا ہے۔ یعنی جس طرح کسی مرضی کے بغیر اس پر قبضہ کرنا ہے۔ جس طرح حرم سے نکلی ہوئی ہرن جب نکالنے والے کے ہاں بچہ کو جنم دے تو وہ بچہ اس نکالنے والے پر مضمون ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کسی دوسرے کے مال پر اس طرح قبضہ کر لینا کہ اس مال سے مالک کا قبضہ ختم ہو جائے اس کو غصب کہتے ہیں۔ جس طرح کتاب غصب کی ابتداء میں ہم اس کی تعریف بیان کر آئے ہیں۔ اور جو چیز اضافہ میں پیدا ہوئی ہے اس پر تو کوئی قبضہ ہی نہ تھا۔ کہ غاصب اس کو ختم کرنے والا ہو۔ اور اگر بچے پر قبضہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی غاصب اس کو ختم نہ کر سکے گا۔ اور ظاہر بھی اسی طرح ہے۔ کہ غاصب اس کو بچے کو مالک سے نہ روکے گا۔ یہاں تک کہ جب غاصب نے مالک کی طلب کے بعد اس کو روک لیا ہے تو وہ ضامن ہوگا۔ اور جب غاصب اس بچے میں زیادتی کرے گا تو پھر وہ ضامن ہوگا۔ جس طرح قدوری میں امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وہ ظلم کرے کہ غاصب اس بچے کو ہلاک کر دے یا ذبح کر کے کھائے وہ بیچ کر خریدار کے سپرد کر دے۔

جب قدرتی طور نکلنے سے پہلے حرم سے نکالی گئی ہرن ہلاک ہو جائے تو نکالنے والا ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ منع کرنا نہیں پایا گیا ہے۔ ہاں جب وہ قدرت علی ارسال کے بعد وہ ہلاک ہوا ہے تو مخرج ضامن ہوگا۔ کیونکہ صاحب حق کا مطالبہ شریعت کے باوجود مخرج کی جانب سے منع پایا گیا ہے۔ اور ہمارے اکثر مشائخ کا مذہب یہی ہے۔ اور جب ضمان کو مطلق طور پر رکھا گیا ہے تو یہ ضمان جنایت ہوگی۔ لہٰذا تعدد جنایت کے سبب اس میں بھی تعدد ہوگا۔ اور معاونت اور اشارہ سے بھی ضمان واجب ہو جاتا ہے۔ اور جو چیز اشارے اور مدد سے بڑھ کر ہے اس میں بدرجہ اولیٰ ضمان واجب ہو جائے گا۔

قیمت میں کمی کا حساب غاصب پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَا نَقَصَتْ الْجَارِيَةُ بِالْوِلَادَةِ فِي ضَمَانِ الْغَاصِبِ، فَإِنْ كَانَ فِي قِيمَةِ الْوَلَدِ وَفَاءٌ بِهِ انْجَبَرَ النُّقْصَانُ بِالْوَلَدِ وَسَقَطَ ضَمَانُهُ عَنْ الْغَاصِبِ) .

وقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: لَا يَنْجَبِرُ النُّقْصَانُ بِالْوَلَدِ ؛ لِأَنَّ الْوَلَدَ مِلْكُهُ فَلَا يَصْلُحُ جَابِرًا لِمِلْكِهِ كَمَا فِي وَلَدِ الظَّبْيَةِ، وَكَمَا إذَا هَلَكَ الْوَلَدُ قَبْلَ الرَّدِّ أَوْ مَاتَتْ الْأُمُّ وَبِالْوَلَدِ وَفَاءٌ، وَصَارَ كَمَا إذَا جَزَّ صُوفَ شَاةِ غَيْرِهِ أَوْ قَطَعَ قَوَائِمَ شَجَرِ غَيْرِهِ أَوْ خَصَى عَبْدَ غَيْرِهِ أَوْ عَلَّمَهُ الْحِرْفَةَ فَأَضْنَاهُ التَّعْلِيمُ .

وَلَنَا اَنَّ سَبَبَ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ وَاحِدٌ، وَهُوَ الْوِلَادَةُ اَوِ الْعُلُوقُ عَلٰى مَا عُرِفَ، وَعِنْدَ ذٰلِكَ لَا يُعَدُّ نُقْصَانًا فَلَا يُوجِبُ ضَمَانًا، وَصَارَ كَمَا اِذَا غَصَبَ جَارِيَةً سَمِينَةً فَهَزَلَتْ ثُمَّ سَمِنَتْ اَوْ سَقَطَتْ ثَنِيَّتُهَا ثُمَّ نَبَتَتْ اَوْ قُطِعَتْ يَدُ الْمَغْصُوبِ فِي يَدِهِ وَاَخَذَ اَرْشَهَا وَاَدَّاهُ مَعَ الْعَبْدِ يُحْتَسَبُ عَنْ نُقْصَانِ الْقَطْعِ، وَوَلَدُ الظَّبْيَةِ مَمْنُوعٌ، وَكَذَا اِذَا مَاتَتِ الْاُمُّ .وَتَخْرِيجُ الثَّانِيَةِ اَنَّ الْوِلَادَةَ لَيْسَتْ بِسَبَبٍ لِمَوْتِ الْاُمِّ، اِذِ الْوِلَادَةُ لَا تُفْضِي اِلَيْهِ غَالِبًا، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا مَاتَ الْوَلَدُ قَبْلَ الرَّدِّ ؛ لِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ رَدِّ اَصْلِهِ لِلْبَرَاءَةِ، فَكَذَا لَا بُدَّ مِنْ رَدِّ خَلَفِهِ، وَالْخِصَاءُ لَا يُعَدُّ زِيَادَةً ؛ لِاَنَّهُ غَرَضُ بَعْضِ الْفَسَقَةِ، وَلَا اتِّحَادَ فِي السَّبَبِ فِيمَا وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْمَسَائِلِ ؛ لِاَنَّ سَبَبَ النُّقْصَانِ الْقَطْعُ وَالْجَزُّ، وَسَبَبَ الزِّيَادَةِ النُّمُوُّ، وَسَبَبَ النُّقْصَانِ التَّعْلِيمُ، وَالزِّيَادَةُ سَبَبُهَا الْفَهْمُ .

اور جب ولادت کی وجہ سے کسی باندی کی قیمت تھوڑی ہوگئی ہے تو اس کا حساب غاصب کے ضمان میں ہوگا۔ اور جب بچے کی قیمت کے ساتھ اس کی کو دور کیا جاسکتا ہے تو اس بچے کی وجہ سے نقصان کو دور کردیا جائے گا۔ اور غاصب سے وہ کمی کا ضمان ساقط ہوجائے گا۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ بچے سے نقصان کو دور نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ بچہ مالک کی ملکیت میں ہے۔ لہٰذا اس مالک کی ملکیت کے لئے ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اسی طرح کا حکم مخرج ہرن کے بچے میں ہے۔ اور اس حالت میں بھی اسی طرح کا حکم ہوگا کہ جب مغصوبہ باندی کی واپسی سے پہلے ہی وہ بچہ فوت ہوجائے۔ اور بچے کی قیمت سے نقصان کو دور کرنا ممکن بھی ہو۔ تو یہ اسی طرح ہوجائے گا جس طرح کسی شخص نے دوسرے کی بکری کی اون کاٹ لی یا اس نے دوسرے کے درخت کی جڑوں کو کاٹ لیا یا اس نے دوسرے کے غلام کو خصی کردیا ہے یا اس نے اس کو پروفیشنل فن سکھادیا ہے۔ مگر اس فن نے اس کو کمزور کردیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کمی یا زیادتی اس کا سبب ایک ہے۔ یعنی ولادت ہے یا علوق ہے۔ جس طرح پتہ چل چکا ہے۔ پس اس صورت میں کمی یا زیادتی کو نقصان شمار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ چیزیں ضمان کو واجب کرنے والی نہیں ہیں۔ اور اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب کسی شخص نے موٹی باندی کو غصب کیا مگر اسکے بعد وہ دبلی ہوگئی یا اس کے دو دانت گر گئے ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ اگ آئے ہیں۔ یا غاصب کے قبضہ میں مغصوب کے ہاتھ کٹ گئے ہیں۔ اور غاصب نے اس کی دیت ادا کر کے اس کو غلام کے ساتھ ہی مالک کو دے دیا ہے تو یہ کاٹنا نقصان کے حساب میں ہوگا۔

جہاں تک ہرن کے بچے اور والدہ کی وفات والا مسئلہ ہے تو وہ ہم تسلیم نہیں ہے۔ اور دوسری روایت کی تخریج یہ ہے کہ ولادت ماں کی موت کا سبب نہیں ہے کیونکہ عام طور پر ولادت کے سبب موت واقع نہیں ہوتی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ماں کی

واپسی سے پہلے ہی بچہ فوت ہو جائے۔ کیونکہ برأت کے حصول کے لئے جس طرح اصل کو واپس کرنا لازم ہے اسی طرح اصل کے نائب کو واپس کرنا بھی لازم ہے۔ جبکہ خصی کرنے کو زیادتی شمار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ بعض فاسقین کا کام ہے اور ان مسائل کے سوا دوسرے استشہاد میں سبب متحد نہیں ہے کیونکہ ضمان کا سبب کاٹنا اور حصہ ہے اور اضافے کا سبب بڑھنا ہے۔ جبکہ غلام والے مسئلہ میں تعلیم نقصان کا سبب ہے جبکہ اضافے کا سبب علم حاصل کرنا ہے۔

غاصب کا غصب شدہ باندی کو حاملہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ جَارِيَةً فَزَنَى بِهَا فَحَبِلَتْ ثُمَّ رَدَّهَا وَمَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا يَضْمَنُ قِيمَتَهَا يَوْمَ عَلِقَتْ، وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِي الْحُرَّةِ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : لَا يَضْمَنُ فِي الْأَمَةِ أَيْضًا) لَهُمَا أَنَّ الرَّدَّ قَدْ صَحَّ، وَالْهَلَاكُ بَعْدَهُ بِسَبَبٍ حَدَثَ فِي يَدِ الْمَالِكِ وَهُوَ الْوِلَادَةُ فَلَا يَضْمَنُ الْغَاصِبُ .كَمَا إذَا حُمَّتْ فِي يَدِ الْغَاصِبِ ثُمَّ رَدَّهَا فَهَلَكَتْ .

أَوْ زَنَتْ فِي يَدِهِ ثُمَّ رَدَّهَا فَجُلِدَتْ فَهَلَكَتْ مِنْهُ، وَكَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً قَدْ حَبِلَتْ عِنْدَ الْبَائِعِ فَوَلَدَتْ عِنْدَ الْمُشْتَرِي وَمَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا لَا يَرْجِعُ عَلَى الْبَائِعِ بِالثَّمَنِ .وَلَهُ أَنَّهُ غَصَبَهَا وَمَا انْعَقَدَ فِيهَا سَبَبُ التَّلَفِ وَرَدَّتْ وَفِيهَا ذَلِكَ فَلَمْ يُوجَدْ الرَّدُّ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي أَخَذَ فَلَمْ يَصِحَّ الرَّدُّ، وَصَارَ كَمَا إذَا جَنَتْ فِي يَدِ الْغَاصِبِ جِنَايَةً فَقُتِلَتْ بِهَا فِي يَدِ الْمَالِكِ، أَوْ دُفِعَتْ بِهَا بِأَنْ كَانَتْ الْجِنَايَةُ خَطَأً يَرْجِعُ عَلَى الْغَاصِبِ بِكُلِّ الْقِيمَةِ .

كَذَا هَذَا .بِخِلَافِ الْحُرَّةِ ؛ لِأَنَّهَا لَا تُضْمَنُ بِالْغَصْبِ لِيَبْقَى ضَمَانُ الْغَصْبِ بَعْدَ فَسَادِ الرَّدِّ .وَفِي فَصْلِ الشِّرَاءِ الْوَاجِبِ ابْتِدَاءِ التَّسْلِيمِ .

مَا ذَكَرْنَا شَرْطُ صِحَّةِ الرَّدِّ وَالزِّنَا سَبَبٌ لِجَلْدٍ مُؤْلِمٍ لَا جَارِحٍ وَلَا مُتْلِفٍ فَلَمْ يُوجَدْ السَّبَبُ فِي يَدِ الْغَاصِبِ .

اور جب کسی شخص نے کسی باندی کو غصب کیا اور اس کے بعد اس سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی ہے اور اس کے بعد اس نے اس باندی کو مالک کے ہاں واپس کر دیا ہے اور وہ نفاس کی حالت میں فوت ہوگئی ہے۔ تو وہ غاصب علوق والے دن کی قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ اسی طرح کی آزاد عورت میں غصب پر ضمان نہ ہوگا اور یہ حکم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ باندی میں بھی ضامن نہ ہوگا اور ان کی دلیل یہ ہے کہ غاصب کی جانب سے مغصوبہ باندی کی واپسی صحیح طریقے سے ہو چکی ہے۔ اور اس کے بعد وہ باندی ایسے سبب سے ہلاک ہوئی ہے۔ جو مالک کے پاس پیدا ہوا ہے۔ اور وہ ولادت والا سبب ہے۔ پس غاصب اس کا ضامن نہ ہوگا۔ جس طرح غاصب کے ہاں باندی کو بخار ہو گیا ہے اور اس نے اسی حالت میں وہ باندی، مالک کو واپس کر دی ہے اس کے بعد وہ مالک کے ہاں ہلاک ہوگئی ہے۔ یا غاصب کے قبضہ میں اس باندی نے زنا کیا

ہے اور غاصب نے اس کے مالک کو واپس کردی ہے۔ اور مالک کے پاس اس کو کوڑے لگائے گئے جس کی وجہ سے وہ جاں بحق ہوگئی ہے۔ یا جس طرح اس نے ایسی باندی خریدی ہے جو بیچنے والے کے ہاں حاملہ ہوئی ہے اور خریدار کے ہاں جا کر اس نے بچے کو جنم دیا ہے اور نفاس کے خون سے اس کی موت واقع ہوگئی ہے خریدار باتفاق بیچنے والا سے قیمت واپس نہ لے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت غاصب نے اس باندی کو غصب کیا تھا تو اس میں ہلاک کرنے والا سبب موجود نہ تھا۔ اور جب وہ باندی واپس کردی گئی ہے تب اس میں اس قسم کا سبب پیدا ہو چکا تھا۔ پس جس حالت میں غاصب نے اس کو غصب کیا تھا وہ اسی حالت میں واپس نہ ہوئی۔ لہذا یہ واپسی درست نہ ہوئی۔

اس کی مثال اس طرح ہے۔ کہ اس باندی نے غاصب کے قبضہ میں کوئی جنایت کی ہے اور مالک کے پاس اس کو اسی جنایت کی وجہ سے قتل کردیا گیا ہے یا اس کی جنایت خطائی تھی اور اس جنایت میں وہ باندی جنایت کے ولی کو دے دی گئی تو مالک غاصب سے پوری قیمت واپس لے گا۔ اسی طرح اس مسئلہ میں غاصب فوت شدہ باندی کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا۔ بہ خلاف آزاد عورت کے کیونکہ آزاد عورت غصب کے سبب مضمون نہیں ہوا کرتی۔ تا کہ فاسد واپسی کے بعد غصب کا ضمان باقی رہ جائے۔ اور خریداری والے مسئلہ میں باندی کو حوالے کرنا لازم ہے۔ اور ہماری بیان کردہ صورت صحت رد کی شرط ہے۔ اور زنا یہ تکلیف وہ کوڑے ہیں جبکہ یہ زخمی جلد یا تلف ہونے والی جلد کا سبب نہیں ہیں۔ کیونکہ ہلاکت کا سبب غاصب کے ہاں پایا گیا ہے۔

غاصب کا غصب کردہ چیز کے منافع کا ضامن نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَضْمَنُ الْغَاصِبُ مَنَافِعَ مَا غَصَبَهُ إِلَّا أَنْ يَنْقُصَ بِاسْتِعْمَالِهِ فَيَغْرَمُ النُّقْصَانَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَضْمَنُهَا، فَيَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ، وَلَا فَرْقَ فِي الْمَذْهَبَيْنِ بَيْنَ مَا إِذَا عَطَّلَهَا أَوْ سَكَنَهَا . وَقَالَ مَالِكٌ: إِنْ سَكَنَهَا يَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ، وَإِنْ عَطَّلَهَا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ . لَهُ أَنَّ الْمَنَافِعَ أَمْوَالٌ مُتَقَوِّمَةٌ حَتَّى تُضْمَنَ بِالْعُقُودِ فَكَذَا بِالْغُصُوبِ .

وَلَنَا أَنَّهَا حَصَلَتْ عَلَى مِلْكِ الْغَاصِبِ لِحُدُوثِهَا فِي إِمْكَانِهِ إِذْ هِيَ لَمْ تَكُنْ حَادِثَةً فِي يَدِ الْمَالِكِ ؛ لِأَنَّهَا أَعْرَاضٌ لَا تَبْقَى فَيَمْلِكُهَا دَفْعًا لِحَاجَتِهِ، وَالْإِنْسَانُ لَا يَضْمَنُ مِلْكَهُ، كَيْفَ وَأَنَّهُ لَا يَتَحَقَّقُ غَصْبُهَا وَإِتْلَافُهَا ؛ لِأَنَّهُ لَا بَقَاءَ لَهَا، وَلِأَنَّهَا لَا تُمَاثِلُ الْأَعْيَانَ لِسُرْعَةِ فَنَائِهَا وَبَقَاءِ الْأَعْيَانِ، وَقَدْ عَرَفْتَ هَذِهِ الْمَآخِذَ فِي الْمُخْتَلِفِ، وَلَا نُسَلِّمُ أَنَّهَا مُتَقَوِّمَةٌ فِي ذَاتِهَا، بَلْ تُقَوَّمُ ضَرُورَةً عِنْدَ وُرُودِ الْعَقْدِ وَلَمْ يُوجَدْ الْعَقْدُ، إِلَّا أَنَّ مَا انْتَقَصَ بِاسْتِعْمَالِهِ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ لِاسْتِهْلَاكِهِ بَعْضَ أَجْزَاءِ الْعَيْنِ .

اور غاصب نے جب کوئی چیز غصب کی ہے تو وہ اس کے منافع کا ضامن نہ ہوگا ہاں البتہ جب اس کے استعمال کے سبب مغصوبہ چیز میں کوئی کمی آجائے۔ تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ وہ اس کے منافع کا ضامن ہوگا۔ اور اس پر مثلی اجرت لازم ہو جائے گی۔ اگر چہ غاصب نے منافع کو ختم کر دیا ہے یا اس نے رہائش اختیار کر لی ہے۔ تو اس پر مثلی اجرت لازم ہوگی۔ اور جب اس نے منافع کو ختم کر دیا ہے تو اس پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ منافع متقوم اموال میں سے ہیں۔ کیونکہ وہ عقود کے سبب مضمون ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ غصب میں مضمون ہو جائیں گے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ منافع غاصب کی ملکیت میں پیدا ہونے والے ہیں۔ اس لئے کہ یہ اس کے قبضہ سے ملے ہیں اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہی منافع مالک کے قبضہ میں نہیں پائے گئے تھے۔ پس منافع کا تعلق اعراض یعنی پیدا ہونے والے ہیں۔ جن میں دوام نہیں ہوا کرتا۔ پس ضرورت کو ختم کرنے کے لئے غاصب ان کا مالک بن جائے گا۔ اور کوئی انسان اپنی ملکیت کا ضامن نہیں بنا کرتا۔ تو غاصب کس طرح ضامن بن سکے گا۔ حالانکہ منافع کا غصب اور تلف یہ ثابت ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان میں بقاء نہیں پائی جاتی اور یہ بھی دلیل ہے کہ منافع اعیان کی اشلہ سے نہیں ہیں۔ کیونکہ منافع جلدی ختم ہونے والے ہیں۔ جبکہ اعیان باقی رہ جاتے ہیں۔ اور مختلف روایات میں یہ علل بیان کر دی گئی ہیں۔ اور ہم تو اس بات کو نہیں مانتے کہ منافع خود مال متقوم ہیں۔ بلکہ جب کوئی عقد وارد ہو جائے تو ضرورت کی وجہ سے ان کو تقوم ملتا ہے۔ جبکہ یہاں عقد نہیں پایا گیا۔ ہاں البتہ جب چیز غاصب کے استعمال کے سبب عیب والی بن جائے تو وہ اس پر مضمون ہو جائے گی۔ اس لئے کہ وہ عین کے کئی حصوں کا ہلاک کرنے والی ہے۔

فَصْلٌ فِیْ غَصْبِ مَا لَا یَتَقَوَّمُ

﴿یہ فصل غیر متقومہ چیزوں کے غصب کے بیان میں ہے﴾

فصل غیر متقومہ چیزوں میں غصب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ جب تقویم والی اشیاء سے متعلق احکام غصب کو بیان کرکے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے ان چیزوں کے غصب کو بیان کیا ہے جو غیر تقویمی ہیں۔ کیونکہ اشیاء میں اصل تقویم کا ہونا ہے۔ جبکہ اس کی فرع غیر متقوم ہونا ہے لہٰذا تقدم وتاخر کی فقہی مطابقت واضح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۳، ص ۴۰۵، بیروت)

مسلمان کا ذمی کی شراب کو ہلاک کرنے پر عدم ضمان کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَتْلَفَ الْمُسْلِمُ خَمْرَ الذِّمِّيِّ أَوْ خِنْزِيرَهُ ضَمِنَ قِيمَتَهُمَا، فَإِنْ أَتْلَفَهُمَا لِمُسْلِمٍ لَمْ يَضْمَنْ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَضْمَنُهَا لِلذِّمِّيِّ أَيْضًا وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا أَتْلَفَهُمَا ذِمِّيٌّ عَلَى ذِمِّيٍّ أَوْ بَاعَهُمَا الذِّمِّيُّ مِنَ الذِّمِّيِّ. لَهُ أَنَّهُ سَقَطَ تَقَوُّمُهُمَا فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ فَكَذَا فِي حَقِّ الذِّمِّيِّ؛ لِأَنَّهُمْ أَتْبَاعٌ لَنَا فِي الْأَحْكَامِ فَلَا يَجِبُ بِإِتْلَافِهِمَا مَالٌ مُتَقَوِّمٌ وَهُوَ الضَّمَانُ.

وَلَنَا أَنَّ التَّقَوُّمَ بَاقٍ فِي حَقِّهِمْ، إِذِ الْخَمْرُ لَهُمْ كَالْخَلِّ لَنَا وَالْخِنْزِيرُ لَهُمْ كَالشَّاةِ لَنَا.

وَنَحْنُ أُمِرْنَا بِأَنْ نَتْرُكَهُمْ وَمَا يَدِينُونَ وَالسَّيْفُ مَوْضُوعٌ فَيَتَعَذَّرُ الْإِلْزَامُ، وَإِذَا بَقِيَ التَّقَوُّمُ فَقَدْ وُجِدَ إِتْلَافُ مَالٍ مَمْلُوكٍ مُتَقَوِّمٍ فَيَضْمَنُهُ.

بِخِلَافِ الْمَيْتَةِ وَالدَّمِ؛ لِأَنَّ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْأَدْيَانِ لَا يَدِينُ تَمَوُّلَهُمَا، إِلَّا أَنَّهُ تَجِبُ قِيمَةُ الْخَمْرِ وَإِنْ كَانَ مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ؛ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ مَمْنُوعٌ عَنْ تَمْلِيكِهِ لِكَوْنِهِ إِعْزَازًا لَهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا جَرَتِ الْمُبَايَعَةُ بَيْنَ الذِّمِّيَّيْنِ؛ لِأَنَّ الذِّمِّيَّ غَيْرُ مَمْنُوعٍ عَنْ تَمْلِيكِ الْخَمْرِ وَتَمَلُّكِهَا. وَهٰذَا بِخِلَافِ الرِّبَا؛ لِأَنَّهُ مُسْتَثْنًى عَنْ عُقُودِهِمْ، وَبِخِلَافِ الْعَبْدِ الْمُرْتَدِّ يَكُونُ لِلذِّمِّيِّ؛ لِأَنَّا مَا ضَمِنَّا لَهُمْ تَرْكَ التَّعَرُّضِ لَهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الِاسْتِخْفَافِ بِالدِّينِ، وَبِخِلَافِ مَتْرُوكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا إِذَا كَانَ لِمَنْ يُبِيحُهُ؛ لِأَنَّ وِلَايَةَ الْمُحَاجَّةِ ثَابِتَةٌ.

اور جب مسلمان نے کسی ذمی کی شراب یا اس کے خنزیر کو ہلاک کر دیا ہے تو وہ ضامن ہوگا اور جب کسی ذمی نے مسلمان کی شراب یا خنزیر کو ہلاک کر دیا ہے تو وہ اس کا ضامن نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مسلمان بھی ذمی کے لئے مذکورہ اشیاء میں ضامن نہ ہوگا۔ اور اختلاف کے مطابق یہ اختلاف بھی ہے کہ جب کسی ذمی نے کسی ذمی کی شراب یا اس کے خنزیر کو ہلاک کیا ہے یا ذمی نے ذمی کی مذکورہ چیزوں کو بیچ دیا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان کے حق میں شراب وخنزیر کا مال متقوم ہونا ساقط ہو چکا ہے پس ذمی کے حق میں بھی ان کا مال ہونا ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ احکام کے اعتبار سے ذمی ہمارے تابع ہے۔ پس ان چیزوں کے تلف ہونے کے سبب سے ضمان واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ ضمان مال متقوم ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل ذمہ کے حق میں ان کا تقوم موجود ہے کیونکہ جس طرح ہمارے لئے سرکہ ہے اسی طرح ان کے لئے شراب ہے۔ اور جس طرح ہمارے لئے بکری حلال ہے اسی طرح ان کے لئے خنزیر حلال ہے۔ اور ہم کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کو ان کے اعتقاد پر چھوڑ دیں۔ اور ان سے تلوار کا معاملہ ساقط ہو چکا ہے۔ کیونکہ ان پر اسلام کے احکام کو جاری کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور جب ان کے حق میں شراب اور خنزیر کا مال تویم ہونا موجود ہے تو یہ ایسے مال متقوم میں تلف پایا گیا ہے جس کے سبب ضمان غاصب کی طرح لازم ہوگا۔ بہ خلاف مردار اور خون کے کیونکہ کوئی مذہب والا ان کے مال ہونے کا نظریہ رکھنے والا نہیں ہے۔ جبکہ شراب کا ذات امثال میں سے ہونے کے باوجود اس کی قیمت لازم ہوگی۔ کیونکہ مسلمانوں کو شراب کا مالک بننے سے روک دیا گیا ہے۔ کیونکہ مسلمان کو اس کا مالک بنانے کی وجہ سے شراب کو عزت دی جائے گی (حالانکہ اس کی تذلیل ہونے چاہے) بہ خلاف اس بیع کے جو اہل ذمہ کے درمیان منعقد ہوئی ہے۔ کیونکہ ذمی کو شراب کی تملیک وتملک سے روکا نہیں جائے گا۔

اور یہ حکم سود کے خلاف ہے کیونکہ سود اہل ذمہ کے درمیان عقد امان سے مستثنیٰ ہے۔ اور اسی طرح ذمی کے غلام کے مرتد ہونے کے بھی یہ خلاف ہے کیونکہ ہم نے مرتد کو تعرض ترک کرنے کے سبب ان کو ضمان نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ اس سبب سے دین کا حقیر ہونا پایا جائے گا۔ اور اسی طرح جان بوجھ کر بسم اللہ کو ترک کرتے ہوئے جانور کو ذبح کیا ہے تو یہ مسئلہ اس کے بھی خلاف ہے اور جب وہ ایسے بندے کا ہے جس جان بوجھ بسم اللہ ترک کرنے کو مباح جانتا ہے کیونکہ اس میں دلیل کی ولایت ثابت ہو گئی ہے۔

مسلمان سے شراب غصب کر کے سرکہ بنانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ غَصَبَ مِنْ مُسْلِمٍ خَمْرًا فَخَلَّلَهَا أَوْ جِلْدَ مَيْتَةٍ فَدَبَغَهُ فَلِصَاحِبِ الْخَمْرِ أَنْ يَأْخُذَ الْخَلَّ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَيَأْخُذَ جِلْدَ الْمَيْتَةِ وَيَرُدَّ عَلَيْهِ مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ)، وَالْمُرَادُ بِالْفَصْلِ الْأَوَّلِ إذَا خَلَّلَهَا بِالنَّقْلِ مِنْ الشَّمْسِ إلَى الظِّلِّ وَمِنْهُ إلَى الشَّمْسِ، وَبِالْفَصْلِ الثَّانِي إذَا دَبَغَهُ بِمَا لَهُ قِيمَةٌ كَالْقَرَظِ وَالْعَفْصِ وَنَحْوِ ذَلِكَ .

وَالْفَرْقُ أَنَّ هَذَا التَّخْلِيلَ تَطْهِيرٌ لَهُ بِمَنْزِلَةِ غَسْلِ الثَّوْبِ النَّجِسِ فَيَبْقَى عَلَى مِلْكِهِ إذْ لَا تَثْبُتُ الْمَالِيَّةُ بِهِ وَبِهَذَا الدِّبَاغِ اتَّصَلَ بِالْجِلْدِ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ لِلْغَاصِبِ كَالصَّبْغِ فِي الثَّوْبِ فَكَانَ

بِمَنْزِلَتِهِ فَلِهٰذَا يَأْخُذُ الْخَلَّ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَيَأْخُذُ الْجِلْدَ وَيُعْطِي مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ.

وَبَيَانُهُ أَنَّهُ يَنْظُرُ إِلٰى قِيمَتِهِ ذَكِيًّا غَيْرَ مَدْبُوغٍ، وَإِلٰى قِيمَتِهِ مَدْبُوغًا فَيَضْمَنُ فَضْلَ مَا بَيْنَهُمَا، وَلِلْغَاصِبِ أَنْ يَحْبِسَهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ حَقَّهُ كَحَقِّ الْحَبْسِ فِي الْبَيْعِ.

اور جب کسی بندے نے مسلمان سے شراب کو غصب کرتے ہوئے اس کا سرکہ بنا دیا ہے یا اس نے مردار کی کھال کو غصب کر کے اسے دباغت دے ڈالی۔ تو شراب والے کو بغیر کسی بدل کے وہ سرکہ لینے کا اختیار ہوگا۔ جبکہ کھال والے کے لئے یہ اختیار ہوگا کہ وہ مردار کی کھال وصول کر لے۔ اور دباغت کے سبب اس میں جو اضافہ ہوا ہے وہ غاصب کو ادا کر دے۔

پہلے مسئلہ میں ماتن کا مطلب یہ ہے کہ غاصب نے اس شراب کو دھوپ سے سائے میں اور سائے سے دھوپ لا کر سرکہ بنایا ہے جبکہ دوسرے حکم میں دباغت سے مراد ہے کہ اس قسم کی چیز سے دباغت دی جائے جو قیمت والی ہو۔ جس طرح سلم پودے کا پتہ اور مازو کا پتہ ہے۔

مذکورہ دونوں مسائل میں فرق اس طرح ہوگا کہ شراب کو سرکہ بنانے کے لئے طہارت ہے۔ جس طرح ناپاک کپڑے کو دھونا اس کے لئے طہارت ہے پس وہ شراب مالک کی ملکیت پر باقی رہ جائے گی۔ کیونکہ تطہیر سے ملکیت ثابت نہیں ہوا کرتی۔ جبکہ دباغت کے سبب اس کھال میں غاصب کا متقوم مال خرچ ہو چکا ہے۔ جس طرح کپڑے میں رنگائی ہے پس یہ شراب غصب شدہ کپڑے رنگے ہوئے کی طرح ہو جائے گا اسی دلیل کے سبب شراب والا شراب کو بغیر کسی بدلے کے لے گا۔ اور کھال لیتے ہوئے اس سے بڑھ جانے والی قیمت غاصب کو ادا کرے گا۔

اور اس کی توضیح یہ ہے جب ذبح شدہ جانوروں کی غیر مدبوغ قیمت اور دباغے ہوؤں کی قیمت کے درمیان برابری نہ ہو سکے گی۔ اور ان میں جس قدر فرق ہوگا غاصب کو اسی ضمان دیدے۔ اور اپنے حق کی وصولی تک غاصب کو کھال اپنے قبضہ میں رکھنے کا حق حاصل ہوگا۔ جس طرح قیمت وصول کرنے تک بیچنے والا کو مبیع کو اپنی قید میں رکھنے کا حق ہوتا ہے۔

کھال کی ہلاکت کے سبب ضمانت میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اسْتَهْلَكَهُمَا ضَمِنَ الْخَلَّ وَلَمْ يَضْمَنْ الْجِلْدَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: يَضْمَنُ الْجِلْدَ مَدْبُوغًا وَيُعْطِي مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ) وَلَوْ هَلَكَ فِي يَدِهِ لَا يَضْمَنُهُ بِالْإِجْمَاعِ.

أَمَّا الْخَلُّ؛ فَلِأَنَّهُ لَمَّا بَقِيَ عَلٰى مِلْكِ مَالِكِهِ وَهُوَ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ ضَمِنَهُ بِالْإِتْلَافِ، يَجِبُ مِثْلُهُ؛ لِأَنَّ الْخَلَّ مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ.

وَأَمَّا الْجِلْدُ فَلَهُمَا أَنَّهُ بَاقٍ عَلٰى مِلْكِ الْمَالِكِ حَتّٰى كَانَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ وَهُوَ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ فَيَضْمَنُهُ مَدْبُوغًا بِالِاسْتِهْلَاكِ وَيُعْطِيهِ الْمَالِكُ مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ كَمَا إِذَا غَصَبَ ثَوْبًا فَصَبَغَهُ ثُمَّ اسْتَهْلَكَهُ يَضْمَنُهُ وَيُعْطِيهِ الْمَالِكُ مَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ، وَلِأَنَّهُ وَاجِبُ الرَّدِّ، فَإِذَا فَوَّتَهُ عَلَيْهِ

عَلَفَهُ قِيمَتَهُ كَمَا فِي الْمُسْتَعَارِ .وَبِهٰذَا فَارَقَ الْهَلَاكَ بِنَفْسِهِ .وَقَوْلُهُمَا يُعْطِي مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ مَحْمُولٌ عَلَى اخْتِلَافِ الْجِنْسِ .

أَمَّا عِنْدَ اتِّحَادِهِ فَيُطْرَحُ عَنْهُ ذٰلِكَ الْقَدْرَ وَيُؤْخَذُ مِنْهُ الْبَاقِي لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ فِي الْأَخْذِ مِنْهُ ثُمَّ فِي الرَّدِّ عَلَيْهِ .وَلَهُ أَنَّ التَّقَوُّمَ حَصَلَ بِصُنْعِ الْغَاصِبِ وَصَنْعَتُهُ مُتَقَوِّمَةٌ لِاسْتِعْمَالِهِ مَالًا مُتَقَوِّمًا فِيهِ، وَلِهٰذَا كَانَ لَهُ أَنْ يَحْبِسَهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ فَكَانَ حَقًّا لَهُ وَالْجِلْدُ تَبَعٌ لَهُ فِي حَقِّ التَّقَوُّمِ، ثُمَّ الْأَصْلُ وَهُوَ الصَّنْعَةُ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَيْهِ فَكَذَا التَّابِعُ، كَمَا إِذَا هَلَكَ مِنْ غَيْرِ صَنْعَةٍ، بِخِلَافِ وُجُوبِ الرَّدِّ حَالَ قِيَامِهِ ؛ لِأَنَّهُ يَتْبَعُ الْمِلْكَ، وَالْجِلْدُ غَيْرُ تَابِعٍ لِلصَّنْعَةِ فِي حَقِّ الْمِلْكِ لِثُبُوتِهِ قَبْلَهَا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُتَقَوِّمًا، بِخِلَافِ الذَّكِيِّ وَالثَّوْبِ ؛ لِأَنَّ التَّقَوُّمَ فِيهِمَا كَانَ ثَابِتًا قَبْلَ الدَّبْغِ وَالصَّبْغِ فَلَمْ يَكُنْ تَابِعًا لِلصَّنْعَةِ، وَلَوْ كَانَ قَائِمًا فَأَرَادَ الْمَالِكُ أَنْ يَتْرُكَهُ عَلَى الْغَاصِبِ فِي هٰذَا الْوَجْهِ وَيُضَمِّنَهُ قِيمَتَهُ قِيلَ : لَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ ؛ لِأَنَّ الْجِلْدَ لَا قِيمَةَ لَهُ، بِخِلَافِ صَبْغِ الثَّوْبِ ؛ لِأَنَّ لَهُ قِيمَةً .

وَقِيلَ لَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَعِنْدَهُمَا لَهُ ذٰلِكَ ؛ لِأَنَّهُ إِذَا تَرَكَهُ عَلَيْهِ وَضَمَّنَهُ عَجَزَ الْغَاصِبُ عَنْ رَدِّهِ فَصَارَ كَالْاسْتِهْلَاكِ، وَهُوَ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ .

اور جب غاصب نے کھال اور سرکہ کو ہلاک کر دیا ہے تو سرکہ کا ضامن ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ کھال کا ضامن نہ ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک رباغی گئی کھال کا ضامن بھی بن جائے گا۔ اور دباغت کے سبب کھال کی قیمت میں جو اضافہ ہوا ہے وہ مالک غاصب کو ادا کرے گا۔ اور جب کھال مالک کے قبضہ میں خود بہ خود ہلاک ہوگئی ہے تو بہ اتفاق غاصب اس کا ضامن نہ ہوگا۔

جبکہ سرکہ کا مسئلہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ وہ سرکہ مالک کی ملکیت پر باقی ہے۔ اور وہ متقوم مال بھی ہے لہٰذا ظاہر یہ ہوا کہ اس کے تلف ہونے پر غاصب پر اس کا ضمان ہوگا۔ اور اس کی مثل اس پر واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ سرکہ ذوات امثال میں سے ہے۔

طرفین کی دلیل کھال والے مسئلہ میں یہ ہے کہ کھال بھی مالک کی ملکیت پر باقی ہے حتیٰ کہ مالک کے لئے وہ کھال لینے کا اختیار بھی ہے۔ اور وہ متقوم مال بھی ہے۔ پس ہلاکت کی صورت میں غاصب پر دباغت والی کھال کا ضمان ہوگا۔ اور دباغت کے سبب اس کی قیمت میں جو اضافہ ہوا ہے۔ وہ مالک غاصب کو ادا کر دے گا۔ جس طرح کسی نے کپڑا غصب کر کے اس کو رنگ دیا ہے اس کے بعد اس کو ہلاک کر دیا ہے۔ تو غاصب اس کپڑے کا ضامن ہوگا۔ اور جب رنگائی کے سبب کپڑے کی قیمت میں جتنا اضافہ ہوا ہے مالک وہ غاصب کو ادا کرے گا۔

اور یہ دلیل بھی ہے کہ غصب شدہ کو واپس کرنا واجب ہے پس جب غاصب اس کو ختم کرنے والا ہے تو اس کی قیمت اس کے قائم مقام ہوگی۔ جس طرح مستعار چیز میں قیمت اس کے قائم مقام ہوا کرتی ہے۔ اسی دلیل سے خود ہلاک ہونے اور ہلاک کرنے میں فرق ہو گیا ہے۔

صاحبین کا یہ کہنا کہ دباغت کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے وہ دیا جائے گا یہ جنس کے مختلف ہونے پر محمول کیا گیا ہے۔ جبکہ جنس متحد ہونے کی صورت میں ضمان سے غصب کردہ چیز کی مقدار میں رقم ساقط ہو جائے گی۔ اور بقیہ رقم مالک سے وصول کی جائے گی۔ کیونکہ غاصب سے لیتے ہوئے اسی کو واپس کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ تقوم فعل غاصب کے سبب پیدا ہونے والا ہے۔ اور یہ اس کا متقوم فعل ہے۔ کیونکہ وہ اس فعل میں متقوم مال کو استعمال کرنے والا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے اس کو دباغت کی وجہ سے اضافہ ہونے کو وصول کرنے تک قید میں رکھنے کا حق حاصل ہے۔ پس تقوم غاصب کے لئے ہوگا۔ اور تقوم کے حق میں کھال غاصب کے عمل تابع ہو جائے گی۔ اور اصل یعنی غاصب کا عمل یہ اس پر مضمون نہ ہوگا۔ پس تابع بھی مضمون نہ ہوگا جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب وہ فعل غاصب کے سوا ہلاک ہو جائے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کھال موجود ہے تو اس کو واپس کرنا لازم ہے کیونکہ واپسی ملکیت کے تابع ہے اور ملکیت کے حق میں کھال بنانے کے تابع نہیں ہے۔ کیونکہ ملکیت تو دباغت سے پہلے بھی موجود تھی۔ اگرچہ متقوم نہیں ہے۔ بہ خلاف مذبوح اور کپڑے کے کیونکہ ان میں دباغت اور رنگائی سے قبل بھی تقوم ثابت تھا۔ پس یہ تقوم کا پایا جانا یہ صنعت کے تابع نہ ہوگا۔ اور جب یہ کھال موجود ہے۔ تو اب اگر مالک غاصب کو کھال دے کر اس سے کھال کا ضمان واپس لینا چاہے تو ایک قول کے مطابق مالک کو یہ حق حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ کھال کی کوئی قیمت نہیں ہے بہ خلاف کپڑا رنگ دینے کے کیونکہ اس کپڑے کی قیمت ہوتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مالک کو یہ حق حاصل نہیں ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک وہ ایسا کر سکتا ہے کیونکہ جب مالک وہ کھال غاصب کے ہاں چھوڑ کر اس سے ضمان لیا ہے تو غاصب اس کی واپسی سے عاجز ہے اور یہ ہلاک کر دینے کی طرح ہے۔ اور ہلاک کر دینے کا اختلاف بھی اسی مسئلہ کے مطابق ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ہلاک واستہلاک کھال پر فقہی جزئیات کا بیان

ثُمَّ قِيلَ : يُضَمِّنُهُ قِيمَةَ جِلْدٍ مَدْبُوغٍ وَيُعْطِيهِ مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ كَمَا فِي الِاسْتِهْلَاكِ .

وَقِيلَ يُضَمِّنُهُ قِيمَةَ جِلْدٍ ذَكِيٍّ غَيْرِ مَدْبُوغٍ، وَلَوْ دَبَغَهُ بِمَا لَا قِيمَةَ لَهُ كَالتُّرَابِ وَالشَّمْسِ فَهُوَ لِمَالِكِهِ بِلَا شَيْءٍ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ غَسْلِ الثَّوْبِ .وَلَوْ اسْتَهْلَكَهُ الْغَاصِبُ يَضْمَنُ قِيمَتَهُ مَدْبُوغًا .وَقِيلَ طَاهِرًا غَيْرَ مَدْبُوغٍ؛ لِأَنَّ وَصْفَ الدِّبَاغَةِ هُوَ الَّذِي حَصَّلَهُ فَلَا يَضْمَنُهُ .وَجْهُ الْأَوَّلِ وَعَلَيْهِ الْأَكْثَرُونَ أَنَّ صِفَةَ الدِّبَاغَةِ تَابِعَةٌ لِلْجِلْدِ فَلَا تُفْرَدُ عَنْهُ، وَإِذَا صَارَ الْأَصْلُ مَضْمُونًا عَلَيْهِ فَكَذَا صِفَتُهُ، وَلَوْ خَلَّلَ الْخَمْرَ بِإِلْقَاءِ الْمِلْحِ فِيهِ قَالُوا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ : صَارَ

مِلْكًا لِلْغَاصِبِ وَلَا شَيْءَ لَهُ عَلَيْهِ .

وَعِنْدَهُمَا اَخَذَهُ الْمَالِكُ وَاَعْطَى مَا زَادَ الْمِلْحُ فِيْهِ بِمَنْزِلَةِ دَبْغِ الْجِلْدِ، وَمَعْنَاهُ هَاهُنَا اَنْ يُعْطِيَ مِثْلَ وَزْنِ الْمِلْحِ مِنَ الْخَلِّ، وَاِنْ اَرَادَ الْمَالِكُ تَرَكَهُ عَلَيْهِ وَتَضْمِيْنَهُ فَهُوَ عَلٰى مَا قِيْلَ .

وَقِيْلَ فِيْ دَبْغِ الْجِلْدِ وَلَوِ اسْتَهْلَكَهَا لَا يَضْمَنُهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ خِلَافًا لَهُمَا كَمَا فِيْ دَبْغِ الْجِلْدِ، وَلَوْ خَلَّلَهَا بِاِلْقَاءِ الْخَلِّ فِيْهِمَا، فَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ اِنْ صَارَ خَلًّا مِنْ سَاعَتِهٖ يَصِيْرُ مِلْكًا لِلْغَاصِبِ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ ؛ لِاَنَّهُ اسْتِهْلَاكٌ لَهُ وَهُوَ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ، وَاِنْ لَمْ تَصِرْ خَلًّا اِلَّا بَعْدَ زَمَانٍ بِاَنْ كَانَ الْمُلْقَى فِيْهِ خَلًّا قَلِيْلًا فَهُوَ بَيْنَهُمَا عَلٰى قَدْرِ كَيْلَيْهِمَا ؛ لِاَنَّ خَلْطَ الْخَلِّ بِالْخَلِّ فِي التَّقْدِيْرِ وَهُوَ عَلٰى اَصْلِهٖ لَيْسَ بِاسْتِهْلَاكٍ وَعِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ هُوَ لِلْغَاصِبِ فِي الْوَجْهَيْنِ، وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ ؛ لِاَنَّ نَفْسَ الْخَلْطِ اسْتِهْلَاكٌ عِنْدَهُ، وَلَا ضَمَانَ فِي الْاِسْتِهْلَاكِ ؛ لِاَنَّهُ اَتْلَفَ مِلْكَ نَفْسِهٖ .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا يَضْمَنُ بِالْاِسْتِهْلَاكِ فِي الْوَجْهِ الْاَوَّلِ لِمَا بَيَّنَّا ۔ وَيَضْمَنُ فِي الْوَجْهِ الثَّانِيْ ؛ لِاَنَّهُ اَتْلَفَ مِلْكَ غَيْرِهٖ ۔ وَبَعْضُ الْمَشَايِخِ اَجْرَوْا جَوَابَ الْكِتَابِ عَلٰى اِطْلَاقِهٖ اَنَّ لِلْمَالِكِ اَنْ يَاْخُذَ الْخَلَّ فِي الْوُجُوْهِ كُلِّهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ ؛ لِاَنَّ الْمُلْقَى فِيْهِ يَصِيْرُ مُسْتَهْلَكًا فِي الْخَمْرِ فَلَمْ يَبْقَ مُتَقَوِّمًا ۔ وَقَدْ كَثُرَتْ فِيْهِ اَقْوَالُ الْمَشَايِخِ وَقَدْ اَثْبَتْنَاهَا فِيْ كِفَايَةِ الْمُنْتَهٰى .

اور اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ مالک غصب کرنے والے سے دباغت والی کھال کی قیمت وصول کرے گا اور دباغت نے جو اس میں اضافہ کیا ہے وہ مالک غاصب کو ادا کرے گا۔ جس طرح ہلاک کرنے میں ہوتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے۔ کہ مالک غصب کرنے والے سے ذبح کیے ہوئے غیر مدبوغ جانور کی کھال کا ضمان لے گا۔ اور جب غاصب نے مغصوبہ کھال کو کسی ایسی چیز کے ساتھ دباغ دیا ہے کہ جس کی کوئی قیمت نہیں ہے جس طرح مٹی اور سورج کی دھوپ ہے تو ایسی کھال بغیر کسی بدلے کے مالک کے لئے ہوگی۔ کیونکہ یہ کپڑا دھلنے کی طرح ہے۔ اور جب غاصب نے اس کو ہلاک کر دیا ہے تو وہ مدبوغ کھال کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ وہ غیر مدبوغ پاک کھال کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ دباغت کا وصف کو وہی حاصل کرنے والا ہے پس وہ غاصب اس وصف کا ضامن نہ بنے گا۔

پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ وصف یہ دباغت کھال کے تابع ہے۔ پس وہ اس سے الگ نہ ہوگا اور جب اصل غاصب پر مضمون ہے تو اس کا وصف بھی مضمون ہوگا۔ اور جب شراب میں نمک ڈال کر اس کو سرکہ بنایا ہے تو مشائخ فقہاء کہتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ سرکہ غاصب کی ملکیت ہو جائے گا۔ اور مالک پر غاصب کے لئے کچھ لازم نہ ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک مالک وہ سرکہ وصول کرے گا۔ اور نمک ڈالنے کے سبب اس میں جو اضافہ ہوا ہے۔ وہ مالک غاصب کو ادا کر دے گا۔ جس طرح کھال کو دباغ دینے کا حکم ہے۔ اور یہ اعطاء کا معنی یہ ہے کہ غاصب کو سرکہ میں سے نمک کے وزن کے برابر سرکہ دے دیا جائے اور جب مالک اس سرکہ کو غاصب کے پاس چھوڑ کر اس سے ضمان وصول کرنا چاہے۔ تب یہی اختلاف ہوگا جس کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اور جو کھال کو دباغت دینے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب اس نے اس سرکہ کو ہلاک کر دیا ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا۔ جبکہ صاحبین کا اختلاف ہے۔ جس طرح دباغت کھال میں ان کا اختلاف ہے۔ اور جب غاصب نے شراب میں سرکہ ڈال کر اس کو سرکہ بنا دیا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب ڈالتے ہی وہ سرکہ بن جائے تو وہ غاصب کی ملکیت میں ہو جائے گا اور اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ غیر متقوم چیز کو ہلاک کرنے والا ہے۔

اور جب وہ شراب کچھ دیر کے بعد اس طرح سرکہ بنی کہ اس میں کچھ سرکہ اور ڈال دیا گیا تو وہ سرکہ مالک اور غاصب کے درمیان مشترکہ ہوگا۔ کیونکہ مال کے اعتبار سے غاصب نے سرکہ کو سرکہ کے ساتھ مکس کیا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قانون کے مطابق یہ مکسنگ ہلاک کرنے میں نہیں آئے گا جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں وہ غاصب کا ہوگا۔ اور اس پر کچھ ضمان نہ ہوگا۔ اس لئے کہ امام صاحب کے نزدیک نفس مکسنگ ہی ہلاکت ہے۔ اور یہاں پر ہلاکت کے سبب کوئی ضمان نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی ملکیت کو ہلاک کیا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی صورت میں ہلاک کر دینے سے غاصب پر کوئی ضمان نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

جبکہ دوسری صورت میں ضمان ہوگا۔ کیونکہ وہ دوسرے کی ملکیت کو ہلاک کرنے والا ہے۔ اور بعض مشائخ فقہاء نے امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلق پر جاری رکھا ہے۔ کہ تمام صورتوں میں مالک کے لئے وہ سرکہ بغیر کسی بدلے کے لینے کا اختیار ہو گا۔ کیونکہ شراب میں مکس کی گئی چیز ہلاک ہو گئی ہے اور وہ متقوم نہ رہی۔ اور اس مسئلہ میں مشائخ فقہاء کے بہت زیادہ اقوال ہیں۔ کفایت منتہی میں ہم نے اس کو تمام دلائل و توضیحات کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

ڈھول باجوں کو توڑنے پر ضمان ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَسَرَ لِمُسْلِمٍ بَرْبَطًا اَوْ طَبْلًا اَوْ مِزْمَارًا اَوْ دُفًّا اَوْ اَرَاقَ لَهُ سَكَرًا اَوْ مُنَصَّفًا فَهُوَ ضَامِنٌ، وَبَيْعُ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ جَائِزٌ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ .وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ : لَا يَضْمَنُ وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُهَا .وَقِيْلَ الْاِخْتِلَافُ فِى الدُّفِّ وَالطَّبْلِ الَّذِىْ يُضْرَبُ لِلَّهْوِ .فَاَمَّا طَبْلُ الْغُزَاةِ وَالدُّفُّ الَّذِىْ يُبَاحُ ضَرْبُهُ فِى الْعُرْسِ يُضْمَنُ بِالْاِتْلَافِ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ .وَقِيْلَ الْفَتْوٰى فِى الضَّمَانِ عَلٰى قَوْلِهِمَا .وَالسَّكَرُ اسْمٌ لِلنِّيْءِ مِنْ مَاءِ الرُّطَبِ اِذَا اشْتَدَّ .وَالْمُنَصَّفُ مَا ذَهَبَ نِصْفُهُ بِالطَّبْخِ .

وَفِى الْمَطْبُوخِ اَدْنَى طَبْخَةٍ وَهُوَ الْبَاذَقُ عَنْ اَبِى حَنِيْفَةَ رِوَايَتَانِ فِى التَّضْمِيْنِ وَالْبَيْعِ .

لَهُمَا اَنَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ اُعِدَّتْ لِلْمَعْصِيَةِ فَبَطَلَ تَقَوُّمُهَا كَالْخَمْرِ، وَلِاَنَّهُ فَعَلَ مَا فَعَلَ آمِرًا بِالْمَعْرُوْفِ وَهُوَ بِاَمْرِ الشَّرْعِ فَلَا يَضْمَنُهُ كَمَا اِذَا فَعَلَ بِاِذْنِ الْاِمَامِ .

وَلِاَبِى حَنِيْفَةَ اَنَّهَا اَمْوَالٌ لِصَلَاحِيَّتِهَا لِمَا يَحِلُّ مِنْ وُجُوْهِ الْاِنْتِفَاعِ وَاِنْ صَلُحَتْ لِمَا لَا يَحِلُّ فَصَارَ كَالْاَمَةِ الْمُغَنِّيَةِ .

وَهٰذَا ، لِاَنَّ الْفَسَادَ بِفِعْلِ فَاعِلٍ مُخْتَارٍ فَلَا يُوْجِبُ سُقُوْطَ التَّقَوُّمِ، وَجَوَازُ الْبَيْعِ وَالتَّضْمِيْنِ مُرَتَّبَانِ عَلَى الْمَالِيَّةِ وَالتَّقَوُّمِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ بِالْيَدِ اِلَى الْاُمَرَاءِ لِقُدْرَتِهِمْ وَبِاللِّسَانِ اِلَى غَيْرِهِمْ، وَتَجِبُ قِيْمَتُهَا غَيْرُ صَالِحَةٍ لِلَّهْوِ كَمَا فِى الْجَارِيَةِ الْمُغَنِّيَةِ وَالْكَبْشِ النَّطُوْحِ وَالْحَمَامَةِ الطَّيَّارَةِ وَالدِّيْكِ الْمُقَاتِلِ وَالْعَبْدِ الْخَصِيِّ تَجِبُ الْقِيْمَةُ غَيْرُ صَالِحَةٍ لِهٰذِهِ الْاُمُوْرِ، كَذَا هٰذَا، وَفِى السَّكَرِ وَالْمُنَصَّفِ تَجِبُ قِيْمَتُهُمَا، وَلَا يَجِبُ الْمِثْلُ ، لِاَنَّ الْمُسْلِمَ مَمْنُوْعٌ عَنْ تَمَلُّكِ عَيْنِهِ وَاِنْ كَانَ لَوْ فَعَلَ جَازَ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا اَتْلَفَ عَلٰى نَصْرَانِيٍّ صَلِيْبًا حَيْثُ يَضْمَنُ قِيْمَتَهُ صَلِيْبًا ، لِاَنَّهُ مُقَرٌّ عَلٰى ذٰلِكَ .

اور جب کسی شخص نے کسی مسلم کے ڈھول باجوں یا بانسری ودف وغیرہ کو توڑ دیا ہے یا مسلمان کی نشہ آور اشیاء کو گرا دیا ہے۔ تو ایسا کرنے والا ضامن ہوگا اور ان چیزوں کی بیع جائز ہے۔ اور یہ حکم امام صاحب کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ فاعل پر ضمان نہ ہوگا اور ان اشیاء کی بیع جائز نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اختلاف ایسے دف اور ڈھول کے بارے میں ہے جو لہو ولعب کے لئے بجایا جاتا ہے جبکہ وہ ڈھول اور دف جس کو غازی مجلس نکاح میں بطور جواز بجائیں تو انہیں ہلاک کرنے کی صورت میں بہ اتفاق ضمان واجب ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس زمانے میں فتویٰ صاحبین کے قول کے مطابق ہے۔

اور پکی کھجوروں کا پانی جس وقت خود گاڑھا ہو جائے تو اس کو سکر کہتے ہیں اور منصف وہ شیرہ ہوتا ہے جس کا آدھا حصہ پکانے سے ختم ہو جائے اور وہ شیرہ جس کو ہلکا سا پکایا جائے یعنی باذق ہے۔ اس کی لزوم اور بیع کے بارے میں امام صاحب سے دو روایات نقل کی گئی ہیں۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اشیاء نافرمانی کے لئے بنائی جاتی ہیں لہٰذا ان کا مال متقوم ہونا شراب کی طرح باطل ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہاں فاعل نے جو کچھ کیا ہے وہ امر بہ معروف کے تحت کیا ہے لہٰذا وہ ضامن نہ ہوگا جس طرح اس وقت وہ ضامن نہیں بنتا جب اس نے یہ کام حاکم کی اجازت سے کیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء اموال ہیں کیونکہ ان میں حلال طریقے سے نفع دینے کی قوت پائی جاتی

ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ چیزیں حرام طرق سے نفع دینے کے قابل بھی ہیں۔ کیونکہ اس اعتبار سے گانے والی باندی کی طرح ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ یہاں فساد یہ فعل فاعل کے اختیار کے سبب سے ہوا ہے کیونکہ یہ فساد تقوم کو ساقط کرنے کا سبب نہیں ہے جبکہ بیع وتضمین کا جواز تقوم اور مالیت پر مرتب ہونے والا ہے۔ جبکہ قوت ہاتھ سے امر بہ معروف کرنا یہ بادشاہوں کا کام ہے۔ کیونکہ اس پر قدرت انہی کو حاصل ہے۔ جبکہ بادشاہوں کے سوا کے لئے امر بہ معروف زبانی طریقے سے ہے۔ اور ضمان واجب ہونے کے احوال میں ان چیزوں میں ایسی قیمت واجب ہوگی۔ جس میں لہو ولعب کی طاقت نہ ہو جس طرح گانے والی باندی میں، سینگ مارنے والے مینڈھے میں، کبوتر بازی کرنے والے کبوتر میں، لڑائی کرنے والے مرغ میں اور خصی غلام میں ان کی ہلاکت کے سبب ایسی قیمت واجب ہوتی ہے جو ان کاموں کے قابل نہ ہوں۔ اور اس مسئلہ کے مطابق مذکورہ چیزوں کا بدلہ بھی ایسی چیزوں سے دیا جائے جو لہو ولعب کے لائق نہ ہو۔

سکر اور منصف میں ان کی قیمت واجب ہوگی۔ مثل واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ مسلمان کو ان کے عین کا مالک بننے سے روک دیا گیا ہے۔ اور جب اس نے مثل لے لی ہے تب بھی جائز ہے۔ بہ خلاف اس کے کہ جب کسی شخص نے نصرانی کی صلیب کو توڑ دیا ہے تو اس پر صلیب کا ضمان لازم ہوگا کیونکہ نصرانی صلیت پر باقی ہے۔

غصب شدہ ام ولد یا مدبرہ کے فوت ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ أُمَّ وَلَدٍ أَوْ مُدَبَّرَةً فَمَاتَتْ فِي يَدِهِ ضَمِنَ قِيمَةَ الْمُدَبَّرَةِ وَلَا يَضْمَنُ قِيمَةَ أُمِّ الْوَلَدِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: يَضْمَنُ قِيمَتَهُمَا ؛ لِأَنَّ مَالِيَّةَ الْمُدَبَّرَةِ مُتَقَوِّمَةٌ بِالِاتِّفَاقِ، وَمَالِيَّةَ أُمِّ الْوَلَدِ غَيْرُ مُتَقَوِّمَةٍ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا مُتَقَوِّمَةٌ، وَالدَّلَائِلُ ذَكَرْنَاهَا فِي كِتَابِ الْعَتَاقِ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ .

اور جب کسی بندے میں ام ولد یا مدبرہ کو غصب کیا ہے اور وہ غاصب کے ہاں فوت ہوگی ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غاصب کا ضامن ہوگا جبکہ ام ولد کا ضامن نہ ہوگا۔ صاحبین کے نزدیک وہ دونوں کا ضامن ہوگا کیونکہ مدبرہ کا مال متقوم ہونا بہ اتفاق ہے اور ام ولد کا مال متقوم ہونا یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر متقوم ہے۔ جبکہ صاحبین کے مطابق مال متقوم میں سے ہے ان دونوں موقف کے مطابق ائمہ فقہ کے دلائل کو ہم کتاب عتاق میں بیان کر آئے ہیں۔

(جو شرح ہدایہ جلد سابع میں آپ پڑھ سکتے ہیں)

کِتَابُ الشُّفعَةِ

﴿یہ کتاب شفعہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب شفعہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شفعہ کی غصب کے ساتھ فقہی مطابقت اس طرح ہے کہ ان دونوں میں غیر کے مال پر اس کی مرضی کے بغیر قبضہ کرنا ہے۔ لہٰذا اس حساب سے شفعہ کو کتاب غصب پر تقدم حاصل ہوتا ہے۔ لیکن کثرت ضرورت اور پہچان کے سبب اور وقوع کی کثرت کے سبب کتاب غصب کو کتاب شفعہ پر مقدم کیا گیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب شفعہ، ج ۱۳، ص ۴۳۰، بیروت)

شفعہ کے فقہی مفہوم کا بیان

شفعہ "مشتق" ہے شفع" سے جس کے لغوی معنی ہیں ملانا اور جفت کرنا "شفعہ اصطلاح فقہ میں اس ہمسائیگی یا شراکت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کسی ہمسایہ یا کسی شریک کو اس کے دوسرے ہمسایہ یا دوسرے شریک کے فروخت ہونے والی زمین یا فروخت ہونے والے مکان کو خریدنے کا ایک مخصوص حق حاصل ہوتا ہے اور یہ حق صرف زمین یا مکان کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے جس شخص کو یہ حق حاصل ہوتا ہے اسے شفیع کہتے ہیں۔ اس حق کا نام شفعہ اس لئے ہے کہ یہ خاص حق فروخت ہونے والی زمین یا مکان کو شفیع کی زمین یا مکان سے ملاتا ہے۔

شفعہ کہتے ہیں شریک یا ہمسائے کا حصہ وقت بیع کے اس کے شریک یا ہمسایہ کو جبراً منتقل ہونا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ہر چیز میں شفعہ ہے اور امام احمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جانور میں ہے اور کسی منقولہ جائیداد میں نہیں اور شافعیہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ شفعہ صرف جائیداد غیر منقولہ میں ہوگا۔ اور شافعیہ کے نزدیک شفعہ صرف شریک کو ملے گا نہ کہ ہمسایہ کو۔ اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک ہمسایہ کو بھی حق شفعہ ہے اور اہل حدیث نے اس کو اختیار کیا ہے۔ وهی ماخوذة لغة من الشفع و هو الزوج و قيل من الزيادة و قيل من الاعانة و في الشرع انتقال حصة شريك الى شريك كانت انتقلت الى اجنبى بمثل العوض المسمى و لم يختلف العلماء فى مشروعيتها (فتح الباری شرح صحیح بخاری)

اور وہ شفع سے ماخوذ ہے جس کے معنی جوڑا کے ہیں۔ کہا گیا کہ زیادتی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا اعانت کے معنی میں ہے۔ شرع میں ایک کے حصہ کو اس کے دوسرے شریک کے حوالہ کرنا، جب کہ وہ کچھ قیمت پر کسی اجنبی کی طرف منتقل ہو رہا ہو۔ اس کی مشروعیت پر علماء کا اتفاق ہے۔

شفعہ کی فقہی شرائط کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شفعہ کی شرائط حسب ذیل ہیں۔(۱) جائداد کا انتقال عقد معاوضہ کے ذریعہ سے ہو یعنی بیع یا معنی بیع میں ہو۔ معنی بیع مثلاً جائداد کو بدل صلح قرار دیا یعنی اُس کو دے کر صلح کی ہو اور اگر انتقال میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو شفعہ نہیں ہوسکتا مثلاً ہبہ، صدقہ، میراث، وصیت کی رو سے جائداد حاصل ہوئی تو اُس پر شفعہ نہیں ہوسکتا۔ ہبہ بشرط العوض میں اگر دونوں جانب سے تقابض بدلین ہوگیا تو شفعہ ہوسکتا ہے۔ اور اگر ہبہ میں عوض کی شرط نہ تھی مگر موہوب لہ نے عوض دے دیا مثلاً زید نے عمرو کو ایک مکان ہبہ کردیا اور عمرو نے زید کو اُس کے عوض میں مکان ہبہ کیا تو دونوں میں سے کسی پر شفعہ نہیں ہوسکتا۔

(۲) مبیع عقار یعنی جائداد غیر منقولہ ہو منقولات میں شفعہ نہیں ہوسکتا۔(۳) بیچنے والے کی ملک زائل ہوگئی ہو لہٰذا اگر بیچنے والا کو خیار شرط ہو تو شفعہ نہیں ہوسکتا جب وہ اپنا خیار شرط ساقط کردے گا تب ہوسکے گا۔ اور خریدار کو خیار ہو تو شفعہ ہوسکتا ہے۔(۴) بیچنے والا کا حق بھی زائل ہوگیا ہو یعنی مبیع کے واپس لینے کا اُسے حق نہ ہو لہٰذا خریدار نے بیع فاسد کے ذریعہ سے جائداد بیچی تو شفعہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر خریدار نے اس جائداد کو بیع صحیح کے ذریعہ فروخت کرڈالا تو اب شفعہ ہوسکتا ہے اور اس شفعہ کو اگر بیع ثانی پر بنا کرے تو بیع ثانی کا جو کچھ ثمن ہے اُس کے ساتھ لے گا اور اگر بیع اول پر بنا کرے تو خریدار کے قبضہ کرنے کے دن جو اس کی قیمت تھی وہ دینی ہوگی۔(۵) جس جائداد کے ذریعہ سے اس جائداد پر شفعہ کرنے کا حق حاصل ہوا ہے وہ اس وقت شفیع کی ملک میں ہو یعنی جبکہ خریدار نے اس شفعہ والی جائداد کو خریدا لہٰذا اگر وہ مکان شفیع کے کرایہ میں ہو یا عاریت کے طور پر اوس میں رہتا ہے تو شفعہ نہیں کرسکتا یا اس مکان کو اس نے پہلے ہی بیع کردیا ہے تو اب شفعہ نہیں کرسکتا۔(۶) شفیع نے اوس بیع سے نہ صراحۃً رضامندی ظاہر کی ہو نہ دلالۃً ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شفعہ، بیروت)

شفعہ کے حکم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شفعہ کا حکم یہ ہے کہ جب اس کا سبب پایا جائے یعنی جائداد بیچی گئی تو طلب کرنا جائز ہے اور بعد طلب و اشہاد یہ مؤکد ہو جاتا ہے اور قاضی کے فیصلہ یا خریدار کی رضامندی سے شفیع اُس چیز کا مالک ہو جاتا ہے۔ (درمختار، کتاب شفعہ، بیروت)

حق شفعہ پر شریک کے ہونے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کے نزدیک حق شفعہ صرف شریک کو حاصل ہوتا ہے ہمسایہ کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ حق شفعہ جس طرح شریک کے لئے ثابت ہے اسی طرح ہمسایہ کے لئے بھی ثابت ہے۔

ایک صحیح روایت کے مطابق حضرت امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں ہمسایہ کے حق شفعہ کے ثبوت میں احادیث منقول ہیں جو بالکل صحیح درجے کی ہیں ان کی موجودگی میں ہمسایہ کو حق شفعہ دینے سے انکار ایک بے دلیل بات ہے۔

حنفی مسلک کے مطابق شفیع کے تین درجے ہیں اول خلیط فی النفس المبیع یعنی فروخت ہونے والے مکان کی ملکیت میں کئی

آدمی شریک ہوں خواہ وہ مکان ان سب شرکاء کو وراثت میں پہنچا ہو یا ان سب نے مشترک طور پر اسے خریدا ہو اور یا کسی نے ان سب کو مشترک طور پر ہبہ کیا ہو۔

دوم خلیط فی حق المبیع یعنی اس فروخت ہونے والے مکان یا زمین کی ملکیت میں شریک نہ ہو بلکہ اس زمین یا مکان کے حقوق میں شریک ہو جیسے حق مرور یعنی آمد ورفت کا حق حق مسیل یعنی پانی کے نکاس کا حق اور حق شرب یعنی کھیت وغیرہ کو سیراب کرنے کے لئے پانی لے جانے کی نالی وغیرہ کا حق۔

سوم جار یعنی ہمسایہ جس کا مکان فروخت ہونے والے مکان سے متصل ہو اور ان دونوں مکانوں کی دیواریں ملی ہوئی ہوں نیز دونوں کے دروازوں کا راستہ ایک ہو۔ ان تینوں کے علاوہ اور کوئی شفیع نہیں ہو سکتا لہٰذا سب سے پہلے تو حق شفعہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اس فروخت ہونے والے مکان یا زمین کی ملکیت میں شریک ہو اس کی موجودگی میں حق شفعہ نہ تو حقوق میں شریک کو حاصل ہوگا اور نہ ہمسایہ کو اگر یہ شریک حق شفعہ سے دست کشی اختیار کرے تو پھر حق شفعہ اس شخص کو پہنچے گا جو حقوق میں شریک ہو اور یہ بھی دست کشی اختیار کرلے تب حق شفعہ ہمسایہ کو حاصل ہوگا اور اگر یہ ہمسایہ بھی اپنے اس حق سے دست کش ہو جائے تو اس کے بعد کسی کو بھی حق شفعہ حاصل نہیں ہوگا۔

علامہ قسطلانی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر شریک نے شفیع کو بیع کی خبر دی اور اس نے بیع کی اجازت دی پھر شریک نے بیع کی تو شفیع کو حق شفعہ نہ پہنچے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ بیچنے والا کو شفیع کا خبر دینا واجب ہے یا مستحب۔

لفظ شفعہ کی لغوی شرح کا بیان

الشُّفْعَةُ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الشَّفْعِ وَهُوَ الضَّمُّ، سُمِّيَتْ بِهَا لِمَا فِيهَا مِنْ ضَمِّ الْمُشْتَرَاةِ إلَى عَقَارِ الشَّفِيعِ .قَالَ (الشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ لِلْخَلِيطِ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ ثُمَّ لِلْخَلِيطِ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ كَالشُّرْبِ وَالطَّرِيقِ ثُمَّ لِلْجَارِ) أَفَادَ هٰذَا اللَّفْظُ ثُبُوتَ حَقِّ الشُّفْعَةِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ هَؤُلَاءِ وَأَفَادَ التَّرْتِيبَ

شفعہ "مشتق" ہے شفع "سے جس کے لغوی معنی ہیں ملانا ہیں اور اس کا نام شفعہ اس لئے ہے کہ اس میں خریدی ہوئی زمین کو شفیع کی زمین کے ساتھ ملانے کا معنی پایا جاتا ہے۔

فرمایا کہ شفعہ نفس مبیع اور اس کے بعد حق مبیع میں شامل شخص کے لئے ثابت ہے حق مبیع جس طرح کوئی شخص پانی اور راستے میں شریک ہے اور اس کے بعد ہمسائے کے لئے ثابت ہے۔ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس لفظ نے دونوں میں سے ہر ایک کے لئے حق شفعہ کے ثبوت اور ترتیب دونوں کا فائدہ دیا ہے۔

ہمسائے کے شفعہ کے ثبوت میں فقہی اختلاف کا بیان

أَمَّا الثُّبُوتُ فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الشُّفْعَةُ لِشَرِيكٍ لَمْ يُقَاسِمْ) وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ

وَالسَّلَامُ (جَارُ الدَّارِ اَحَقُّ بِالدَّارِ وَالْاَرْضِ، يَنْتَظِرُ لَهُ وَاِنْ كَانَ غَائِبًا اِذَا كَانَ طَرِيْقُهُمَا وَاحِدًا) وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهِ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا سَقَبُهُ؟ قَالَ شُفْعَتُهُ) وَيُرْوٰى (اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهِ).

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا شُفْعَةَ بِالْجِوَارِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (اَلشُّفْعَةُ فِيْمَا لَمْ يُقْسَمْ، فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطَّرِيْقُ فَلَا شُفْعَةَ) وَلِاَنَّ حَقَّ الشُّفْعَةِ مَعْدُوْلٌ بِهِ عَنْ سَنَنِ الْقِيَاسِ لِمَا فِيْهِ مِنْ تَمَلُّكِ الْمَالِ عَلَى الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ، وَقَدْ وَرَدَ الشَّرْعُ بِهِ فِيْمَا لَمْ يُقْسَمْ، وَهٰذَا لَيْسَ فِيْ مَعْنَاهُ؛ لِاَنَّ مُؤْنَةَ الْقِسْمَةِ تَلْزَمُهُ فِي الْاَصْلِ دُوْنَ الْفَرْعِ، وَلَنَا مَا رَوَيْنَا، وَلِاَنَّ مِلْكَهُ مُتَّصِلٌ بِمِلْكِ الدَّخِيْلِ اِتِّصَالَ تَاْبِيْدٍ وَقَرَارٍ فَيَثْبُتُ لَهُ حَقُّ الشُّفْعَةِ عِنْدَ وُجُوْدِ الْمُعَاوَضَةِ بِالْمَالِ اعْتِبَارًا بِمَوْرِدِ الشَّرْعِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْاِتِّصَالَ عَلٰى هٰذِهِ الصِّفَةِ اِنَّمَا انْتَصَبَ سَبَبًا فِيْهِ لِدَفْعِ ضَرَرِ الْجِوَارِ، اِذْ هُوَ مَادَّةُ الْمَضَارِّ عَلٰى مَا عُرِفَ، وَقَطْعُ هٰذِهِ الْمَادَّةِ بِتَمَلُّكِ الْاَصْلِ اَوْلٰى؛ لِاَنَّ الضَّرَرَ فِيْ حَقِّهِ بِاِزْعَاجِهِ عَنْ خُطَّةِ آبَائِهِ اَقْوٰى، وَضَرَرُ الْقِسْمَةِ مَشْرُوْعٌ لَا يَصْلُحُ عِلَّةً لِتَحْقِيْقِ ضَرَرِ غَيْرِهِ.

نبی کریم ﷺ کے ارشادگرامی سے شفعہ کا ثبوت ہے کہ شفعہ ہراس شریک کو ملے گا جس نے تقسیم نہ کی ہو۔اور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے۔ کہ گھر کا شریک گھر اور زمین کا زیادہ حقدار ہے۔اور اس کا انتظار کیا جائے جب وہ غائب ہو۔لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ دونوں کا راستہ ایک ہو اور یہ بھی نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ہمسایہ اپنی قربت کے سبب زیادہ حقدار ہے۔تو عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ سقب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شفعہ ہے۔اور دوسری روایت میں ہمسایہ شفعہ کا زیادہ حقدار ہے یہ روایت کیے گئے ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمسایہ ہونے کے سبب حق شفعہ حاصل نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ شفعہ غیر مقسوم چیزوں میں ہے۔پس جب حدود کا تقرر ہو گیا ہے اور راستوں کو بدل دیا گیا ہے تو اب اس کو حق شفعہ حاصل نہ ہو گا۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ حق شفعہ یہ قیاس کی طرق میں ایک جدا مسئلہ ہے۔کیونکہ اس میں دوسرے کے مال پر بغیر اس کی رضا کے مالک بننا ہے۔حالانکہ شریعت مطہرہ نے حق شفعہ کے ساتھ غیر مقسوم چیزوں کے بارے میں بیان کیا ہے۔جبکہ ہمسایہ یہ مورد شرع کے مطابق نہیں ہے۔کیونکہ اصل میں شفیع کو تقسیم کرنے کی مشقت ہوتی ہے جبکہ فرع میں اس کے لئے کوئی مشقت والی بات نہیں ہے۔

اور ہمارے نزدیک وہ روایات ہیں جو پہلے ہم نے بیان کردی ہیں۔کیونکہ شفیع کی ملکیت خریدار کے ساتھ دوام اور مستقل طور پر ملی ہوئی ہے۔پس مورد شریعت پر قیاس کرتے ہوئے معاوضہ بہ مال کے وجود کے سبب اس وقت شفیع سے حق شفعہ ثابت ہو

جائے گا۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ شریعت کا مورد ہونا یہ ہمسائے کے نقصان کو دور کرتے ہوئے صفت اتصال پر قائم ہے کیونکہ تمام نقصانات کی جڑ ہمسائیگی ہے۔ جس طرح عرف میں ہے۔ اور اس مادہ کو ختم کردینا یہ شفیع کے مالک بننے کے اولیٰ ہے کیونکہ شفیع کو اس کے آباء اجداد کے ٹکڑے سے دور کرنے کے سبب اس کے حق میں نقصان زیادہ نقصان دہ ہے۔ اور تقسیم کا نقصان یہ مشروع ہے۔ جو اپنے سوا کے نقصان کو ثابت کرنے کے لئے علت بننے کی قوت نہیں رکھتا۔

حق شفعہ میں ترتیب کا فقہی بیان

وَأَمَّا التَّرْتِيبُ فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الشَّرِيكُ أَحَقُّ مِنَ الْخَلِيطِ، وَالْخَلِيطُ أَحَقُّ مِنَ الشَّفِيعِ) فَالشَّرِيكُ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ وَالْخَلِيطُ فِي حُقُوقِ الْمَبِيعِ وَالشَّفِيعُ هُوَ الْجَارُ.

وَلِأَنَّ الِاتِّصَالَ بِالشَّرِكَةِ فِي الْمَبِيعِ أَقْوَى؛ لِأَنَّهُ فِي كُلِّ جُزْءٍ، وَبَعْدَهُ الِاتِّصَالُ فِي الْحُقُوقِ؛ لِأَنَّهُ شَرِكَةٌ فِي مَرَافِقِ الْمِلْكِ، وَالتَّرْجِيحُ يَتَحَقَّقُ بِقُوَّةِ السَّبَبِ، وَلِأَنَّ ضَرَرَ الْقِسْمَةِ إِنْ لَمْ يَصْلُحْ عِلَّةً صَلَحَ مُرَجِّحًا.

قَالَ (وَلَيْسَ لِلشَّرِيكِ فِي الطَّرِيقِ وَالشِّرْبِ وَالْجَارِ شُفْعَةٌ مَعَ الْخَلِيطِ فِي الرَّقَبَةِ) لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّهُ مُقَدَّمٌ.

حق شفعہ میں ترتیب وہی ہے جس طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ شرکت والا خلیط سے زیادہ حقدار ہے اور یہی خلیط شفیع سے زیادہ حقدار ہے۔ پس شریک یہ نفس مبیع میں ہوتا ہے جبکہ خلیط حق مبیع میں اور شفیع ہمسایہ ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ شرکت میں اتصال زیادہ مضبوط ہے کیونکہ وہ ہر ہر حصے میں ہوتا ہے اور اس کے بعد حقوق میں اتصال مضبوط ہے کیونکہ اس میں ملکیت سے منافع ملے ہوئے ہوتے ہیں اور کسی چیز میں ترجیح یہ سبب میں زیادہ قوت ہونے کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ تقسیم کا نقصان اگرچہ علت بننے کا طاقت رکھنے والا نہیں ہے لیکن وہ ترجیح دلوانے کا سبب بن سکتا ہے۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ رقبہ میں شریک کی موجودگی میں راستے اور پانی کے شریک کا شفعہ کا حق نہ ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ شرکت رقبہ والا مقدم ہے۔

شرکت رقبہ والے کے دستبردار ہو جانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ سَلَّمَ فَالشُّفْعَةُ لِلشَّرِيكِ فِي الطَّرِيقِ، فَإِنْ سَلَّمَ أَخَذَهَا الْجَارُ) لِمَا بَيَّنَّا مِنَ التَّرْتِيبِ، وَالْمُرَادُ بِهٰذَا الْجَارُ الْمُلَاصِقُ، وَهُوَ الَّذِي عَلَى ظَهْرِ الدَّارِ الْمَشْفُوعَةِ وَبَابُهُ فِي سِكَّةٍ أُخْرَى.

عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ مَعَ وُجُودِ الشَّرِيكِ فِي الرَّقَبَةِ لَا شُفْعَةَ لِغَيْرِهِ سَلَّمَ أَوِ اسْتَوْفَى؛ لِأَنَّهُمْ مَحْجُوبُونَ بِهِ.

وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ السَّبَبَ تَقَرَّرَ فِي حَقِّ الْكُلِّ، إِلَّا أَنَّ لِلشَّرِيكِ حَقَّ التَّقَدُّمِ، فَإِذَا سَلَّمَ كَانَ لِمَنْ يَلِيهِ بِمَنْزِلَةِ دَيْنِ الصِّحَّةِ مَعَ دَيْنِ الْمَرَضِ،

اور جب شرکت رقبہ والا شخص دستبردار ہو جائے تو راستے کے شریک کو حق شفعہ مل جائے گا اور اگر وہ بھی حق کو چھوڑ دے تو ہماری بیان کردہ ترتیب کے مطابق ہمسائے کو حق شفعہ مل جائے گا۔ اور اس ہمسائے سے مراد وہ جار ملاصق ہے جو شفعہ شدہ گھر کی چھت پر رہنے والا ہے اور اس کا دروازہ دوسری گلی کی جانب سے ہو۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ شریک رقبہ کے ہوتے ہوئے کسی بھی دوسرے کے لئے حق شفعہ نہ ہوگا۔ اگر چہ وہ دستبردار ہو جائے یا وہ اپنا حق لینے والا ہو۔ کیونکہ شرکت رقبہ والے کے سبب سے دوسرے حق شفعہ والوں کو محروم کر دیا گیا ہے۔

اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ حق شفعہ کا سبب اتصال ہے جو ہر ایک کے حق میں ثابت ہے مگر شرکت رقبہ والے کو ترجیح حاصل ہے۔ لیکن جب وہ شفعہ نہیں کرتا تو اس کے قریب والے کے لئے شفعہ ثابت ہوگا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح حالت تندرستی کا قرض حالت مرض والے قرض کے ساتھ دیا جائے۔

شریک مبیع کا گھر میں بعض حصے میں شریک ہونے کا بیان

وَالشَّرِيكُ فِي الْمَبِيعِ قَدْ يَكُونُ فِي بَعْضٍ مِنْهَا كَمَا فِي مَنْزِلٍ مُعَيَّنٍ مِنَ الدَّارِ أَوْ جِدَارٍ مُعَيَّنٍ مِنْهَا وَهُوَ مُقَدَّمٌ عَلَى الْجَارِ فِي مَنْزِلٍ، وَكَذَا عَلَى الْجَارِ فِي بَقِيَّةِ الدَّارِ فِي أَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ؛ لِأَنَّ اتِّصَالَهُ أَقْوَى وَالْبُقْعَةَ وَاحِدَةٌ .

اور شریک مبیع یہ بعض اوقات گھر کے بعض حصے میں شریک ہوتا ہے جس طرح گھر کی معین منزل میں ہے یا خاص دیوار میں شریک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا شریک گھر کے ہمسائے اور گھر کے بعض حصوں والے ہمسائے پر مقدم ہے کیونکہ اس کا ملا ہوا ہونا یہ مضبوط ہے اور زمین بھی ایک ہی ہے۔

طریق وشریب کے خاص ہونے کا بیان

ثُمَّ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الطَّرِيقُ أَوِ الشِّرْبُ خَاصًّا حَتَّى تَسْتَحِقَّ الشُّفْعَةُ بِالشَّرِكَةِ فِيهِ فَالطَّرِيقُ الْخَاصُّ أَنْ لَا يَكُونَ نَافِذًا، وَالشِّرْبُ الْخَاصُّ أَنْ يَكُونَ نَهْرًا لَا تَجْرِي فِيهِ السُّفُنُ وَمَا تَجْرِي فِيهِ فَهُوَ عَامٌّ .

وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْخَاصَّ أَنْ يَكُونَ نَهْرًا يُسْقَى مِنْهُ قَرَاحَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ، وَمَا زَادَ عَلَى ذٰلِكَ فَهُوَ عَامٌّ، وَإِنْ كَانَتْ سِكَّةٌ غَيْرَ نَافِذَةٍ يَتَشَعَّبُ مِنْهَا سِكَّةٌ

غَیْرُ نَافِذَةٍ وَهِیَ مُسْتَطِیلَةٌ فَبِیعَتْ دَارٌ فِی السُّفْلٰی فَلِاَهْلِهَا الشُّفْعَةُ خَاصَّةً دُوْنَ اَهْلِ الْعُلْیَا، وَاِنْ بِیعَتْ لِلْعُلْیَا فَلِاَهْلِ السِّكَّتَیْنِ، وَالْمَعْنٰی مَا ذَكَرْنَا فِیْ كِتَابِ اَدَبِ الْقَاضِیْ .وَلَوْ كَانَ نَهْرٌ صَغِیْرٌ یَاْخُذُ مِنْهُ نَهْرٌ اَصْغَرُ مِنْهُ فَهُوَ عَلٰی قِیَاسِ الطَّرِیْقِ فِیْمَا بَیَّنَّاهُ .

اور طریق و شرب ان دونوں کا خاص ہونا لازم ہے تا کہ شفعہ کرنے والا اس میں شرکت کے سبب حقدار شفعہ بن جائے اور خاص راستہ یہ ہے کہ وہ غیر نافذ ہو اور خاص شرب یہ ہے کہ ایسی نہر کا ہونا جس میں کشتی نہ چلائی جا سکے۔ اور جس نہر میں کشتیوں کی آمد و رفت ممکن ہو وہ عام کے حکم میں ہے۔ یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا گیا ہے کہ خاص شرب یہ ہے کہ وہ ایسی نہر ہونے چاہے جس سے دو یا تین باغات کو سیراب کیا جائے۔ اور جب اس کی مقدار سے زیادہ ہو جائے وہ عام ہے۔

اور جب کوئی گلی کھلی نہ ہو جس سے دوسرے غیر نافذ گلی نکل رہی ہے اور دوسری گلی لمبی بھی ہے اور اگر اس سے نکلنے والی چھوٹی گلی میں کسی گھر کو فروخت کیا جائے تو شفعہ صرف اہل سفلی کے لئے ہوگا۔ اوپر والوں کے لئے حق شفعہ نہ ہوگا۔ اور جب علیا والوں میں کوئی گھر فروخت ہوا ہے تو حق شفعہ دونوں قسم کی گلیوں والوں کو مل جائے گا۔ اس کی دلیل وہی جس کو ہم ادب قاضی میں بیان کر آئے ہیں اور جب کوئی چھوٹی نہر ہے جس سے اور بھی زیادہ چھوٹی نہر نکل رہی ہے تو اس کو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں راستے پر قیاس کیا جائے گا۔

دیوار پر تنار رکھنے کے سبب شفیع نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا یَكُوْنُ الرَّجُلُ بِالْجُذُوْعِ عَلَی الْحَائِطِ شَفِیْعَ شَرِكَةٍ وَلٰكِنَّهٗ شَفِیْعُ جِوَارٍ) ، لِاَنَّ الْعِلَّةَ هِیَ الشَّرِكَةُ فِی الْعَقَارِ وَبِوَضْعِ الْجُذُوْعِ لَا یَصِیْرُ شَرِیْكًا فِی الدَّارِ اِلَّا اَنَّهٗ جَارٌ مُلَازِقٌ .قَالَ (وَالشَّرِیْكُ فِی الْخَشَبَةِ تَكُوْنُ عَلٰی حَائِطِ الدَّارِ جَارٌ) لِمَا بَیَّنَّا .

اور دیوار پر تنار رکھنے کی وجہ سے کوئی شخص شرکت شفیع کا حقدار نہ بنے گا۔ البتہ ہمسائیگی کا شفیع کہلائے گا۔ کیونکہ شفیع شرکت تب بنتا ہے جب وہ زمین میں شریک ہو۔ لہذا کسی درخت کا تنار کھ دینے کے سبب وہ گھر میں شریک نہ بن سکے گا۔ لیکن وہ جار ملازق بن جائے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ گھر کی دیوار پر پائی جانے والی لکڑیوں کا شریک ہمسائے کے حکم میں ہے۔ اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اجتماع شفعاء کے سبب عدد روس کی تقسیم کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اجْتَمَعَ الشُّفَعَاءُ فَالشُّفْعَةُ بَیْنَهُمْ عَلٰی عَدَدِ رُءُوْسِهِمْ وَلَا یُعْتَبَرُ اخْتِلَافُ الْاَمْلَاكِ) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ : هِیَ عَلٰی مَقَادِیْرِ الْاَنْصِبَاءِ ؛ لِاَنَّ الشُّفْعَةَ مِنْ مَرَافِقِ الْمِلْكِ ؛ اَلَا یُرٰی اَنَّهَا

لِتَكْمِيلِ مَنْفَعَتِهِ فَأَشْبَهَ الرِّبْحَ وَالْغَلَّةَ وَالْوَلَدَ وَالثَّمَرَةَ .

وَلَنَا أَنَّهُمْ اسْتَوَوْا فِي سَبَبِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَهُوَ الْاِتِّصَالُ فَيَسْتَوُونَ فِي الْاِسْتِحْقَاقِ ، أَلَا يُرَى أَنَّهُ لَوْ انْفَرَدَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ اسْتَحَقَّ كُلَّ الشُّفْعَةِ .

وَهٰذَا آيَةُ كَمَالِ السَّبَبِ وَكَثْرَةُ الْاِتِّصَالِ تُؤْذِنُ بِكَثْرَةِ الْعِلَّةِ، وَالتَّرْجِيحُ بِقُوَّةِ الدَّلِيلِ لَا بِكَثْرَتِهِ، وَلَا قُوَّةَ هٰهُنَا لِظُهُورِ الْأُخْرٰى بِمُقَابَلَتِهِ وَتَمَلُّكُ مِلْكِ غَيْرِهِ لَا يُجْعَلُ ثَمَرَةً مِنْ ثَمَرَاتِ مِلْكِهِ، بِخِلَافِ الثَّمَرَةِ وَأَشْبَاهِهَا، وَلَوْ أَسْقَطَ بَعْضُهُمْ حَقَّهُ فَهِيَ لِلْبَاقِينَ فِي الْكُلِّ عَلٰى عَدَدِهِمْ ؛ لِأَنَّ الْاِنْتِقَاصَ لِلْمُزَاحَمَةِ مَعَ كَمَالِ السَّبَبِ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ وَقَدْ انْقَطَعَتْ .

اور جب کچھ شفعہ کرنے والے اکٹھے ہو جائیں تو اس وقت شفعہ کو ان کے عدد راس کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔ جبکہ ملکیت کے اختلاف کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شفعہ شفیعوں کے حصوں کے مطابق دیا جائے گا۔ کیونکہ شفع ملکیت کے منافع میں سے ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ شفعہ ملکیت میں تکمیل منافع کے لئے ہے۔ تو شفعہ کا حق نفع، غلہ، بچے اور پھل کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ سارے شفیعوں کا حقدار ہونا یہ اتصال کے سبب برابر ہے پس وہ حقدار ہونے میں بھی برابر ہوں گے۔ کیا آپ اس دلیل پر غور وفکر نہیں کرتے کہ شفیعوں میں سے کوئی اکیلا حقدار بنے تو وہ سارے شفعہ کا حقدار بن جاتا ہے۔ اور یہ سبب کے مکمل ترین کی ہونے نشانی ہے۔ اور اتصال کی کثرت سے علت پر کثرت ہونے کی دلیل ہے۔ اور کسی چیز میں ترجیح دلیل کے سبب ہوا کرتی ہے۔ دلائل کی کثرت کے سبب نہیں ہوتی۔ اور یہاں وہ قوت نہیں پائی جا رہی کیونکہ اس کے مقابلے میں دوسری قوت پائی ظاہر ہے۔ اور دوسرے کی ملکیت کا مالک بن جانا یہ اس کی ملکیت یہ اس کے انجام وثمرات میں شمار نہ ہوگا بہ خلاف پھل اور اس جیسی دوسری اشیاء کے کیونکہ ان میں ایسا نہیں ہوتا۔

اور جب کسی شخص نے اپنا حق شفعہ ساقط کر دیا ہے تو بقیہ شفیعوں کو ان کے عدد راس کے مطابق ساری مبیع میں شفع مل جائے گا کیونکہ حصہ میں کمی یہ ان کی بھیڑ کے سبب تھی۔ اور ہر شفعہ کرنے والے میں سبب بھی مکمل تھا۔ اور اب مزاحمت فوت ہو چکی ہے۔

بعض شفعاء کے موجود نہ ہونے کا بیان

وَلَوْ كَانَ الْبَعْضُ غُيَّبًا يَقْضِي بِهَا بَيْنَ الْحُضُورِ عَلٰى عَدَدِهِمْ ؛ لِأَنَّ الْغَائِبَ لَعَلَّهُ لَا يَطْلُبُ، وَإِنْ قَضَى لِحَاضِرٍ بِالْجَمِيعِ ثُمَّ حَضَرَ آخَرُ يَقْضِي لَهُ بِالنِّصْفِ، وَلَوْ حَضَرَ ثَالِثٌ فَبِثُلُثِ مَا فِي يَدِ كُلِّ وَاحِدٍ تَحْقِيقًا لِلتَّسْوِيَةِ، فَلَوْ سَلَّمَ الْحَاضِرُ بَعْدَمَا قَضَى لَهُ بِالْجَمِيعِ لَا يَأْخُذُ الْقَادِمُ إِلَّا

النِّصْفَ ؛ لِاَنَّ قَضَاءَ الْقَاضِيْ بِالْكُلِّ لِلْحَاضِرِ يَقْطَعُ حَقَّ الْغَائِبِ عَنِ النِّصْفِ بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْقَضَاءِ .

اور جب شفعہ کرنے والے حاضر نہ ہوں تو جتنے حاضر ہیں ان کے درمیان شفعہ کا فیصلہ عدد راُس کے مطابق کر دیا جائے گا کیونکہ ممکن موجود نہ ہونے والا حق شفعہ نہ لے۔ اور جب کسی موجود شفیع کے لئے سارے شفعہ کا فیصلہ کر دیا ہے اس کے بعد دوسرا شفیع آ گیا ہے تو اس کے لئے بھی نصف شفعہ کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد اگر تیسرا آ گیا ہے تو ان میں سے ہر ایک کے لئے تہائی حصے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ تاکہ برابری کو ثابت کیا جائے۔ مگر جب موجود کے حق میں سارے شفعہ کا فیصلہ کر لینے کے بعد کسی نے آ کر دست کشی کی ہے تو آنے والے شفیع صرف آدھا حصہ لے گا۔ کیونکہ موجود کے حق میں قاضی کے فیصلے نے کل میں نصف کو شفیع کے غائب کے کو ختم کیا تھا۔ جبکہ قاضی کی قضاء سے پہلے والی حالت میں ایسا نہیں ہوگا۔

شفعہ کا بیع سے ثابت ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَالشُّفْعَةُ تَجِبُ بِعَقْدِ الْبَيْعِ) وَمَعْنَاهُ بَعْدَهُ لَا أَنَّهُ هُوَ السَّبَبُ ؛ لِاَنَّ سَبَبَهَا الِاتِّصَالُ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، وَالْوَجْهُ فِيهِ أَنَّ الشُّفْعَةَ إِنَّمَا تَجِبُ إِذَا رَغِبَ الْبَائِعُ عَنْ مِلْكِ الدَّارِ ، وَالْبَيْعُ يُعَرِّفُهَا وَلِهٰذَا يُكْتَفٰى بِثُبُوتِ الْبَيْعِ فِيْ حَقِّهِ حَتّٰى يَأْخُذَهَا الشَّفِيعُ إِذَا أَقَرَّ الْبَائِعُ بِالْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ الْمُشْتَرِي يُكَذِّبُهُ .

فرمایا اور شفعہ عقد بیع سے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ بیع شفعہ کا سبب ہے کیونکہ شفعہ کا سبب تو اتصال ملکیت ہوتا ہے جس طرح اس سے پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کی تاویل کا سبب یہ ہے کہ شفعہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب بیچنے والا گھر کی ملکیت سے اعراض کرنے لگے اور اس رغبت کو دلانے والی بیع ہی ہے۔ کیونکہ بیع کے ثبوت کے لئے حق بیچنے والا کو کافی سمجھ لیا جاتا ہے پس جب بیچنے والا بیع کا اقرار کرتا ہے تو شفعہ کرنے والا گھر کو لینے والا ہوگا خواہ خریدار بیچنے والے کی تکذیب کرنے والا ہے۔

شفعہ کے لئے شہادت وطلب مواثبت ہونے کا بیان

قَالَ (وَتَسْتَقِرُّ بِالْإِشْهَادِ، وَلَا بُدَّ مِنْ طَلَبِ الْمُوَاثَبَةِ) لِاَنَّهُ حَقٌّ ضَعِيفٌ يَبْطُلُ بِالْإِعْرَاضِ ، فَلَا بُدَّ مِنَ الْإِشْهَادِ وَالطَّلَبِ لِيُعْلَمَ بِذٰلِكَ رَغْبَتُهُ فِيهِ دُوْنَ إِعْرَاضِهِ عَنْهُ، وَلِاَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلٰى إِثْبَاتِ طَلَبِهِ عِنْدَ الْقَاضِيْ وَلَا يُمْكِنُهُ إِلَّا بِالْإِشْهَادِ .

اور شفعہ کرنے والے کے لئے گواہی اور طلب مواثبت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ شفعہ کمزور حق ہے لہذا اس کے لئے گواہ بنایا جائے گا جو اعراض کرنے کی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے پس شہادت ومواثبت لازم ہوئی۔ تاکہ شفعہ میں شفیع کی طلب کا پتہ

چل سکے اور طلب کرنے میں اسی عدم دلچسپی نہ ہو کیونکہ شفیع کو قاضی کے ہاں اپنی طلب کو ثابت کرنا ضروری ہوتا ہے اور یہ چیز گواہی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

خریدار کا حکم حاکم سے مکان کو حوالے کر دینے کا بیان

قَالَ (وَتُمْلَكُ بِالْاَخْذِ اِذَا سَلَّمَهَا الْمُشْتَرِي اَوْ حَكَمَ بِهَا الْحَاكِمُ) ؛ لِاَنَّ الْمِلْكَ لِلْمُشْتَرِي قَدْ تَمَّ فَلَا يَنْتَقِلُ اِلَى الشَّفِيعِ اِلَّا بِالتَّرَاضِيْ اَوْ قَضَاءِ الْقَاضِيْ كَمَا فِي الرُّجُوْعِ وَالْهِبَةِ . وَتَظْهَرُ فَائِدَةُ هٰذَا فِيمَا اِذَا مَاتَ الشَّفِيعُ بَعْدَ الطَّلَبَيْنِ وَبَاعَ دَارِهِ الْمُسْتَحَقَّ بِهَا الشُّفْعَةُ اَوْ بِيعَتْ دَارٌ بِجَنْبِ الدَّارِ الْمَشْفُوعَةِ قَبْلَ حُكْمِ الْحَاكِمِ اَوْ تَسْلِيمِ الْمُخَاصِمِ لَا تُوَرَّثُ عَنْهُ فِي الصُّوْرَةِ الْاُوْلٰى وَتَبْطُلُ شُفْعَتُهُ فِي الثَّانِيَةِ وَلَا يَسْتَحِقُّهَا فِي الثَّالِثَةِ لِانْعِدَامِ الْمِلْكِ لَهُ . ثُمَّ قَوْلُهُ تَجِبُ بِعَقْدِ الْبَيْعِ بَيَانُ اَنَّهُ لَا يَجِبُ اِلَّا عِنْدَ مُعَارَضَةِ الْمَالِ بِالْمَالِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى . وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور جب خریدار نے مکان حوالے کر دیا ہے یا حاکم نے اس کو حوالے کرنے کا حکم دے دیا ہے تو لینے کے سبب گھر مملوک ہو جائے گا۔ کیونکہ خریدار کی ملکیت مکمل ہو چکی ہے۔ پس وہ آپس رضامندی یا قاضی کے فیصلے سوا شفیع کی جانب منتقل نہ ہو گی۔ جس طرح ہبہ میں رجوع کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور اس کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوگا۔ جب شفیع شہادت وطلب مواثبت ان دونوں کے بعد فوت ہو جائے یا وہ مکان جس میں حقدار ٹھہرا تھا اس کو بیچ دے یا حاکم کے حکم اور خریدار کے حوالے سے پہلے مشفوعہ مکان کے برابر میں کوئی گھر فروخت کرے۔ تو پہلی صورت میں شفیع کی طرف سے گھر میں وراثت نہ ہوگی اور دوسری صورت میں اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اور تیسری صورت میں عدم ملکیت کے سبب وہ اس مکان کا حقدار نہیں بن سکے گا۔ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول "تَجِبُ بِعَقْدِ الْبَيْعِ" اس میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ شفعہ مال کے معاوضہ کے وقت اسی کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہے۔ جس طرح آئندہ ہم بیان کر دیں گے۔

بَابُ طَلَبِ الشُّفْعَةِ وَالْخُصُومَةُ فِيهَا

﴿یہ باب طلب شفعہ وخصومت کے بیان میں ہے﴾

باب طلب شفعہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے شفعہ کی تعریف اور اس کے اساسی احکام کے بعد اب ثبوت شفعہ کی طریقہ وتقسیم کر بیان کررہے ہیں کیونکہ شفعہ طلب کے بغیر ثابت نہیں ہوتا لہٰذا یہاں سے طلب شفعہ سے متعلق احکام کو بیان کریں گے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب شفعہ، ج ۱۳، ص ۲۳۲، بیروت)

شفیع کو علم ہونے پر مجلس میں گواہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا عَلِمَ الشَّفِيعُ بِالْبَيْعِ أَشْهَدَ فِي مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ عَلَى الْمُطَالَبَةِ) اعْلَمْ أَنَّ الطَّلَبَ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ : طَلَبُ الْمُوَاثَبَةِ وَهُوَ أَنْ يَطْلُبَهَا كَمَا عَلِمَ، حَتّٰى لَوْ بَلَغَ الشَّفِيعَ الْبَيْعُ وَلَمْ يَطْلُبْ شُفْعَةً بَطَلَتْ الشُّفْعَةُ لِمَا ذَكَرْنَا، وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الشُّفْعَةُ لِمَنْ وَاثَبَهَا) وَلَوْ أُخْبِرَ بِكِتَابٍ وَالشُّفْعَةُ فِي أَوَّلِهِ أَوْ فِي وَسَطِهِ فَقَرَأَ الْكِتَابَ إلٰى آخِرِهِ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ وَعَلٰى هٰذَا عَامَّةُ الْمَشَايِخِ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ مُحَمَّدٍ .

وَعَنْهُ أَنَّ لَهُ مَجْلِسَ الْعِلْمِ، وَالرِّوَايَتَانِ فِي النَّوَادِرِ .

وَبِالثَّانِيَةِ أَخَذَ الْكَرْخِيُّ ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ لَهُ خِيَارُ التَّمَلُّكِ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ زَمَانِ التَّأَمُّلِ كَمَا فِي الْمُخَيَّرَةِ،

فرمایا اور جب شفیع کو بیع کو علم ہوا تو وہ اسی مجلس میں اپنی طلب پر گواہ بنائے۔ یاد رہے طلب کی تین اقسام ہیں۔ (۱) طلب مواثبت یہ وہ ہے۔ کہ شفیع جانتے ہی شفعہ کا مطالبہ کردے۔ یہاں تک کہ جب شفیع کو بیع کا پتہ چلا اور اس نے شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہوجائے گا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔ اور حدیث مبارکہ ہے کہ شفعہ اس کے لئے ہے جس نے اس کو طلب کیا ہے۔

اور جب شفیع نے کسی کو خط کے ذریعے خبر دی ہے اور اس نے شفعہ کا تذکرہ خط کے شروع اور درمیان میں کیا اور اس کے بعد شفیع نے خط کو آخر تک پڑھ لیا تو شفعہ باطل ہوجائے گا۔ اکثر مشائخ فقہاء کا مذہب یہی ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی

طرح ہے۔

حضرت امام محمد ؒ سے دوسری روایت یہ ہے کہ جب شفیع کے لئے مجلس علم ثابت ہے اور یہ دونوں نوادر کی روایات ہیں اور امام کرخی ؒ نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ جب شفیع کے لئے مالک بننے میں اختیار ثابت ہو چکا ہے تو اس کے لئے غور وفکر کا موقع بھی ملنا چاہیے۔ جس طرح اختیار دی گئی عورت کا مسئلہ ہے۔

بیع کی خبر ملتے ہی شفیع کا الحمد للہ کہنے کا بیان

وَلَوْ قَالَ بَعْدَمَا بَلَغَهُ الْبَيْعُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوْ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" اَوْ قَالَ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" لَا تَبْطُلُ شُفْعَتُهُ ؛ لِاَنَّ الْاَوَّلَ حَمْدٌ عَلَى الْخَلَاصِ مِنْ جِوَارِهِ وَالثَّانِيَ تَعَجُّبٌ مِنْهُ لِقَصْدِ اِضْرَارِهِ، وَالثَّالِثَ لِافْتِتَاحِ كَلَامِهِ فَلَا يَدُلُّ شَيْءٌ مِنْهُ عَلَى الْاِعْرَاضِ، وَكَذَا اِذَا قَالَ مَنِ ابْتَاعَهَا وَبِكَمْ بِيعَتْ ؛ لِاَنَّهُ يَرْغَبُ فِيهَا بِثَمَنٍ دُوْنَ ثَمَنٍ وَيَرْغَبُ عَنْ مُجَاوَرَةِ بَعْضٍ دُوْنَ بَعْضٍ، وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ فِي الْكِتَابِ اَشْهَدُ فِي مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ عَلَى الْمُطَالَبَةِ طَلَبُ الْمُوَاثَبَةِ، وَالْاِشْهَادُ فِيهِ لَيْسَ بِلَازِمٍ، اِنَّمَا هُوَ لِنَفْيِ التَّجَاحُدِ وَالتَّقْيِيدُ بِالْمَجْلِسِ اِشَارَةٌ اِلٰى مَا اخْتَارَهُ الْكَرْخِيُّ .

اور جب کسی شخص کو بیع ہونے کا پتہ چلا اور شفیع نے الحمد للہ کہہ دیا ہے یا اس نے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" یا "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہا ہے تو ان احوال میں شفعہ باطل نہ ہوگا کیونکہ پہلا کلمہ بیچنے والے کی ہمسائیگی سے جان چھڑوانے پر شکر ہے۔ اور دوسرا کلمہ یہ شفیع کی طرف سے بیچنے والے کے قصد اضرار پر تعجب ہے۔ اور تیسرا کلمہ اپنے کلام کو شروع کرنے کے لئے ہے۔ پس ان میں سے کوئی کلمہ بھی اعراض کی خبر دینے والا نہیں ہے کیونکہ جب شفیع نے پوچھا ہے کہ وہ گھر کس نے خریدا ہے یا وہ کتنے میں سیل ہو گیا ہے؟ کیونکہ اس میں شفیع ایک قیمت کے سبب سے دلچسپی لینے والا ہے جبکہ دوسری کے ذریعے نہیں ہے۔ اور اسی طرح وہ بعض مجاورات اور اس کی ہمسائیگی سے اعراض کرنے والا ہے اور بعض سے اعراض کرنے والا نہیں ہے۔

اور ماتن کے قول اشھد سے مراد طلب مواثبت ہے۔ اور طلب مواثبت گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ شہادت انکار کی نفی کے سبب دلوائی جاتی ہے۔ اور امام قدوری ؒ نے مجلس کی قید بیان کی ہے یہ امام کرخی ؒ کی روایت کو اختیار کرنے کی جانب اشارہ ہے۔

طلب شفعہ کے مفہوم والے لفظ سے ثبوت کا بیان

وَيَصِحُّ الطَّلَبُ بِكُلِّ لَفْظٍ يُفْهَمُ مِنْهُ طَلَبُ الشُّفْعَةِ كَمَا لَوْ قَالَ : طَلَبْتُ الشُّفْعَةَ اَوْ اَطْلُبُهَا اَوْ اَنَا طَالِبُهَا ؛ لِاَنَّ الْاِعْتِبَارَ لِلْمَعْنٰى، وَاِذَا بَلَغَ الشَّفِيعَ بَيْعُ الدَّارِ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ الْاِشْهَادُ حَتّٰى يُخْبِرَهُ رَجُلَانِ اَوْ رَجُلٌ وَامْرَاَتَانِ اَوْ وَاحِدٌ عَدْلٌ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ

يُشْهِدَ إِذَا أَخْبَرَهُ وَاحِدٌ حُرًّا كَانَ أَوْ عَبْدًا صَبِيًّا كَانَ أَوِ امْرَأَةً إِذَا كَانَ الْخَبَرُ حَقًّا. وَأَصْلُ الِاخْتِلَافِ فِي عَزْلِ الْوَكِيلِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ بِدَلَائِلِهِ وَأَخَوَاتِهِ فِيمَا تَقَدَّمَ، وَهَذَا بِخِلَافِ الْمُخَيَّرَةِ إِذَا أَخْبَرَتْ عِنْدَهُ ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ إِلْزَامُ حُكْمٍ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا أَخْبَرَهُ الْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّهُ خَصْمٌ فِيهِ وَالْعَدَالَةُ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ فِي الْخُصُومِ .

اور طلب کرنا ہر ایسے لفظ کے ساتھ درست ہے۔ جس سے طلب شفعہ کا مفہوم سمجھا جائے۔ جس طرح اس نے ایسے کہا ہے کہ میں شفعہ کو طلب کرتا ہوں یا میں اس کو طلب کر رہا ہوں۔ یا میں اس کو طلب کرنے والا ہوں کیونکہ اس کے معانی کا اعتبار کیا جاتا ہے

اور جب شفیع کو گھر بیچنے کا پتہ چلا تو اس پر اشہاد کا وجوب نہ ہوگا حتیٰ کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو دو مرد یا ایک مرد اور عورتوں نے یا ایک عدل کرنے والے بندے نے بتایا ہو۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ایک آدمی کی خبر کے بعد شفیع پر اشہاد واجب ہے اگرچہ وہ ایک آدمی آزاد ہے یا بچہ ہے غلام ہے یا عورت ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے اس کی خبر سچی ہو۔ اور اصل اختلاف وکیل کے عزل میں ہے۔ جس کو دلائل کے ساتھ اور اس کی امثلہ کے ساتھ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور یہی صورت مسئلہ مخیرہ کے خلاف ہے کہ جب اس کو خبر دی جائے۔ امام صاحب اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں حکم کا لزوم نہیں ہے۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ جب خریدار خود شفیع کو بتادے۔ کیونکہ خریدار حق شفعہ میں شفیع کے مقابلے کا بندہ ہے۔ اور خصوم میں عدالت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

طلب شفعہ کی قسم ثانی کا بیان

وَالثَّانِي طَلَبُ التَّقْرِيرِ وَالْإِشْهَادِ ؛ لِأَنَّهُ مُحْتَاجٌ إِلَيْهِ لِإِثْبَاتِهِ عِنْدَ الْقَاضِي عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَلَا يُمْكِنُهُ الْإِشْهَادُ ظَاهِرًا عَلَى طَلَبِ الْمُوَاثَبَةِ ؛ لِأَنَّهُ عَلَى فَوْرِ الْعِلْمِ بِالشِّرَاءِ فَيَحْتَاجُ بَعْدَ ذَلِكَ إِلَى طَلَبِ الْإِشْهَادِ وَالتَّقْرِيرِ وَبَيَانُهُ مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ (ثُمَّ يَنْهَضُ مِنْهُ) يَعْنِي مِنَ الْمَجْلِسِ (وَيُشْهِدُ عَلَى الْبَائِعِ إِنْ كَانَ الْمَبِيعُ فِي يَدِهِ) مَعْنَاهُ لَمْ يُسَلِّمْ إِلَى الْمُشْتَرِي (أَوْ عَلَى الْمُبْتَاعِ أَوْ عِنْدَ الْعَقَارِ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ اسْتَقَرَّتْ شُفْعَتُهُ) وَهَذَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَصْمٌ فِيهِ ؛ لِأَنَّ لِلْأَوَّلِ الْيَدَ وَلِلثَّانِي الْمِلْكَ، وَكَذَا يَصِحُّ الْإِشْهَادُ عِنْدَ الْمَبِيعِ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ مُتَعَلِّقٌ بِهِ، فَإِنْ سَلَّمَ الْبَائِعُ الْمَبِيعَ لَمْ يَصِحَّ الْإِشْهَادُ عَلَيْهِ لِخُرُوجِهِ مِنْ أَنْ يَكُونَ خَصْمًا، إِذْ لَا يَدَ لَهُ وَلَا مِلْكَ فَصَارَ كَالْأَجْنَبِيِّ .

اور طلب شفعہ کی دوسری قسم تقریر و اشہاد ہے۔ کیونکہ شفیع قاضی کے پاس اپنی طلب کو ثابت کرنے کے لئے اشہاد کا

ضرورت مند ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے۔ اگر چہ ظاہری طور پر شفیع کے لئے طلب مواثبت پر اشہاد ناممکن ہے کیونکہ طلب مواثبت بیچنے کا علم آجانے کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ پس طلب مواثبت کے بعد شفیع کا اشہاد اور تقریر کی ضرورت ہوگی۔ جس کی وضاحت امام قدوری علیہ الرحمہ بیان کر دیں گے۔

اس کے بعد شفیع مجلس سے اٹھ کر بیچنے والے کے پاس گواہ بنائے اور جب مبیع اس کے قبضہ میں ہے۔ یعنی اس نے ابھی تک اس کے سپرد نہ کی ہو تو وہ خریدار یا زمین کے پاس گواہ بنائے اور جب شفیع اس طرح کرے گا تو اب اس کا شفعہ پکا بن جائے گا۔ اور یہ اشہاد اس لئے بھی لازم ہے کہ بیچنے والا اور خریدار میں سے ہر ایک حق شفعہ میں شفیع کا خصم ہے۔ اس لئے کہ پہلے قبضہ بیچنے والا کا تھا اور ملکیت دوسرے خریدار کی ہے۔ اور ایسے ہی مبیع کے پاس اشہاد درست ہے کیونکہ مبیع کے ساتھ حق کا تعلق ہے۔ اور اس کے بعد جب بیچنے والا نے خریدار کے سپرد کر دی ہے تو اب بیچنے والے کے پاس اشہاد درست نہ ہوگا۔ کیونکہ اب وہ خصم نہیں رہا ہے۔ کیونکہ نہ قبضہ ہے اور نہ ہی ملکیت رہی تو بیچنے والا اجنبی کی طرح ہو جائے گا۔

طلب اشہاد کی کیفیت کا بیان

وَصُورَةُ هٰذَا الطَّلَبِ اَنْ يَقُولَ : اِنَّ فُلَانًا اشْتَرٰى هٰذِهِ الدَّارَ وَاَنَا شَفِيعُهَا وَقَدْ كُنْتُ طَلَبْتُ الشُّفْعَةَ وَاَطْلُبُهَا الْاٰنَ فَاشْهَدُوْا عَلٰى ذٰلِكَ .وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ يُشْتَرَطُ تَسْمِيَةُ الْمَبِيعِ وَتَحْدِيدُهُ ؛ لِاَنَّ الْمُطَالَبَةَ لَا تَصِحُّ اِلَّا فِي مَعْلُومٍ .وَالثَّالِثُ طَلَبُ الْخُصُومَةِ وَالتَّمَلُّكِ، وَسَنَذْكُرُ كَيْفِيَّتَهُ مِنْ بَعْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

اور اس طلب کی صورت یہ ہے کہ شفیع اس طرح کہے گا کہ میں فلاں آدمی کے اس گھر کو خرید لیا ہے اور میں ہی اس کا شفیع ہوں اور میں شفعہ کو طلب کرنے والا ہوں۔ اور اب بھی شفعہ طلب کر رہا ہوں۔ پس تم اس پر گواہ ہو جاؤ۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مبیع کو بیان کرنا اور اس کی حد بندی کو بیان کرنا شرط ہے۔ کیونکہ مطالبہ صرف معلوم چیزوں میں درست ہے اور طلب کی تیسری قسم طلب خصومت اور تملک ہے عنقریب ہم ان شاء اللہ اس کو بیان کریں گے۔

طلب کو مؤخر کرنے کے سبب شفعہ کے ساقط نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تَسْقُطُ الشُّفْعَةُ بِتَاْخِيرِ هٰذَا الطَّلَبِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي يُوسُفَ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ : اِنْ تَرَكَهَا شَهْرًا بَعْدَ الْاِشْهَادِ بَطَلَتْ) وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ، مَعْنَاهُ : اِذَا تَرَكَهَا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ .

وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ اِذَا تَرَكَ الْمُخَاصَمَةَ فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْقَاضِي تَبْطُلُ شُفْعَتُهُ ؛ لِاَنَّهُ اِذَا مَضٰى مَجْلِسٌ مِنْ مَجَالِسِهِ وَلَمْ يُخَاصِمْ فِيهِ اخْتِيَارًا دَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى اِعْرَاضِهِ وَتَسْلِيمِهِ .وَجْهُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ لَوْ لَمْ يَسْقُطْ بِتَاْخِيرِ الْخُصُومَةِ مِنْهُ اَبَدًا يَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُشْتَرِي

، لِاَنَّہٗ لَا یُمْکِنُہُ التَّصَرُّفُ حَذَارَ نَقْضِہٖ مِنْ جِھَۃِ الشَّفِیْعِ فَقَدَّرْنَاہُ بِشَھْرٍ ، لِاَنَّہٗ آجِلٌ وَمَا دُوْنَہٗ عَاجِلٌ عَلٰی مَا مَرَّ فِی الْاَیْمَانِ .

وَوَجْہُ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَھُوَ ظَاھِرُ الْمَذْھَبِ وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی اَنَّ الْحَقَّ مَتٰی ثَبَتَ وَاسْتَقَرَّ لَا یَسْقُطُ اِلَّا بِاِسْقَاطِہٖ وَھُوَ التَّصْرِیْحُ بِلِسَانِہٖ کَمَا فِیْ سَائِرِ الْحُقُوْقِ ، وَمَا ذُکِرَ مِنَ الضَّرَرِ یُشْکِلُ بِمَا اِذَا کَانَ غَائِبًا ، وَلَا فَرْقَ فِیْ حَقِّ الْمُشْتَرِیْ بَیْنَ الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ ، وَلَوْ عُلِمَ اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ فِی الْبَلَدِ قَاضٍ لَا تَبْطُلُ شُفْعَتُہٗ بِالتَّاْخِیْرِ بِالْاِتِّفَاقِ ، لِاَنَّہٗ لَا یَتَمَکَّنُ مِنَ الْخُصُوْمَۃِ اِلَّا عِنْدَ الْقَاضِیْ فَکَانَ عُذْرًا .

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلب کو مؤخر کردینے کے سبب شفعہ باطل نہ ہوگا۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے جب شفیع نے اشہاد کے بعد ایک ماہ تک چھوڑ رکھا ہے تو وہ شفعہ باطل ہوجائے گا۔ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اس نے بغیر کسی خصومت کے چھوڑ دیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ جب شفیع نے قاضی کے مجالس میں سے کسی ایک مجلس میں مخاصمہ کو چھوڑ دیا ہے تب بھی اس کا شفعہ باطل ہوجائے گا۔ کیونکہ جب قاضی کی مجالس میں سے کوئی مجلس گزر چکی ہے اور اس نے اپنے اختیار کے ہوتے مخاصمت نہیں کی ہے تو اس کا اس طرح کا عمل اس کے اعراض اور حوالے کردینے کے لئے قرائنی دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ جب طلب خصومت میں تاخیر کے سبب کبھی بھی شفعہ ساقط نہ کیا جائے تو اس کے سبب سے خریدار کو نقصان ہوگا کیونکہ شفیع کی جانب کو توڑنے کے اندیشہ کے سبب خریدار کوئی تصرف نہ کرسکے گا۔ پس ہم نے اس کو ایک ماہ کے لئے مقرر کردیا ہے کیونکہ تاخیر کی یہی مدت ہے بس اس سے کم نہ ہوگی۔ جس طرح کتاب ایمان میں گزر گیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جب حق ثابت ہوکر پکا ہوجائے تو وہ صاحب کے ساقط کرنے کے سوا ساقط نہ ہوگا۔ اور وہ اپنی زبان سے صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ جس طرح تمام حقوق میں ہے۔ اور نقصان کی صورت بیان کی گئی ہے یہ شفیع کی عدم موجودگی کے سبب مشکل ہوجائے گی۔ اور خریدار کے حق میں سفر وحضر میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ اور جب یہ پتہ چل جائے کہ شہر میں کوئی قاضی نہیں ہے تو اب مؤخر ہونے کے باوجود شفعہ باطل نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی طاقت قاضی کے پاس تھی اور اب یہ عذر بن چکا ہے۔

قاضی کے پاس دعویٰ کے ذریعے طلب شفعہ کا بیان

قَالَ (وَاِذَا تَقَدَّمَ الشَّفِیْعُ اِلَی الْقَاضِیْ فَادَّعَی الشِّرَاءَ وَطَلَبَ الشُّفْعَۃَ سَاَلَ الْقَاضِی الْمُدَّعٰی

عَلَيْهِ، فَإِنْ اعْتَرَفَ بِمِلْكِهِ الَّذِي يُشْفَعُ بِهِ وَإِلَّا كَلَّفَهُ بِإِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ) لِأَنَّ الْيَدَ ظَاهِرٌ مُحْتَمِلٌ فَلَا تَكْفِي لِإِثْبَاتِ الْإِسْتِحْقَاقِ۔

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَسْأَلُ الْقَاضِي الْمُدَّعِيَ قَبْلَ أَنْ يُقْبِلَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَنْ مَوْضِعِ الدَّارِ وَحُدُودِهَا، لِأَنَّهُ ادَّعَى حَقًّا فِيهَا فَصَارَ كَمَا إِذَا ادَّعَى رَقَبَتَهَا، وَإِذَا بَيَّنَ ذٰلِكَ يَسْأَلُهُ عَنْ سَبَبِ شُفْعَتِهِ لِاخْتِلَافِ أَسْبَابِهَا، فَإِنْ قَالَ: أَنَا شَفِيعُهَا بِدَارٍ لِي تُلَاصِقُهَا الْآنَ تَمَّ دَعْوَاهُ عَلَى مَا قَالَهُ الْخَصَّافُ. وَذَكَرَ فِي الْفَتَاوَى تَحْدِيدَ هٰذِهِ الدَّارِ الَّتِي يُشْفَعُ بِهَا أَيْضًا، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي الْكِتَابِ الْمَوْسُومِ بِالتَّجْنِيسِ وَالْمَزِيدِ۔

اور جب شفیع قاضی کے پاس جاکر خریداری کا دعویٰ کرکے شفعہ طلب کرے۔ تو قاضی مدعیٰ علیہ سے دریافت کرے پس جب خریدار شفیع کو اس کی ملکیت قرار دیتا ہے جس کے ذریعے وہ دعویٰ کررہا ہے۔ تو ٹھیک ہے ورنہ قاضی اس کو گواہی پیش کرنے کا حکم دے گا۔ کیونکہ قبضہ ایک ظاہری چیز ہے اس میں کئی احتمال ہوسکتے ہیں۔ پس حق کو ثابت کرنے کے لئے محض قبضہ کافی نہ ہوگا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قاضی مدعیٰ علیہ خریدار کی جانب توجہ کیے بغیر شفیع مدعی سے گھر کا واقع ہونا اور اس کی حدود کے بارے میں پوچھے گا۔ کیونکہ وہ اسی گھر میں ایک حق کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ لہٰذا یہ اسی طرح ہوجائے گا جس طرح نے گھر کے رقبے کا دعویٰ کیا ہے اور شفیع ان ساری چیزوں کو بیان کردیتا ہے تو اس کے بعد قاضی شفعہ کے بارے میں اس سے پوچھے کیونکہ شفعہ کے اسباب مختلف ہیں۔ جب شفیع نے یہ کہا کہ میرا گھر اس کے گھر سے متصل ہے۔ جس کے سبب میں حق شفعہ رکھتا ہوں تو امام خصاف کے قول کے مطابق اس کا یہ دعویٰ مکمل ہوجائے گا۔ اور فتویٰ میں اس گھر کی حد بندی کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جس کے سبب وہ شفعہ کا دعویٰ کررہا ہے۔ اور ہم مسئلہ کو اپنی کتاب "التَّجْنِيسِ وَالْمَزِيدِ" میں بیان کرآئے ہیں۔

شفیع کی عدم شہادت پر خریدار سے قسم لینے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ عَجَزَ عَنِ الْبَيِّنَةِ اسْتَحْلَفَ الْمُشْتَرِيَ بِاللَّهِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ مَالِكٌ لِلَّذِي ذَكَرَهُ مِمَّا يُشْفَعُ بِهِ) مَعْنَاهُ بِطَلَبِ الشَّفِيعِ، لِأَنَّهُ ادَّعَى عَلَيْهِ مَعْنًى لَوْ أَقَرَّ بِهِ لَزِمَهُ، ثُمَّ هُوَ اسْتِحْلَافٌ عَلَى مَا فِي يَدِهِ فَيَحْلِفُ عَلَى الْعِلْمِ (فَإِنْ نَكَلَ أَوْ قَامَتْ لِلشَّفِيعِ بَيِّنَةٌ ثَبَتَ مِلْكُهُ فِي الدَّارِ الَّتِي يُشْفَعُ بِهَا وَثَبَتَ الْجِوَارُ فَبَعْدَ ذٰلِكَ سَأَلَهُ الْقَاضِي) يَعْنِي الْمُدَّعَى عَلَيْهِ (هَلْ ابْتَاعَ أَمْ لَا، فَإِنْ أَنْكَرَ الِابْتِيَاعَ قِيلَ لِلشَّفِيعِ أَقِمْ الْبَيِّنَةَ)، لِأَنَّ الشُّفْعَةَ لَا تَجِبُ إِلَّا بَعْدَ ثُبُوتِ الْبَيْعِ وَثُبُوتُهُ بِالْحُجَّةِ۔

اور جب شفیع گواہی کو پیش نہ کرسکے تو قاضی خریدار سے ان الفاظ کے ساتھ قسم لے گا کہ بہ خدا مجھے پتہ ہی نہیں کہ شفیع بیان کردہ چیز کا مالک ہے اور ان چیزوں میں سے۔ جس کے سبب وہ دعویٰ کررہا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ شفیع کے مطالبہ کے بعد ہے۔ کیونکہ اس نے خریدار پر ایک ایسی چیز کا دعویٰ کیا ہے کہ جب خریدار اس کا اقرار کرے تو وہ اس پر لازم ہوجائے گی۔ اور یہ تو ایسی چیز

پر حلف لینا ہے جو خریدار کے قبضہ میں نہیں ہے پس صرف علم پر قسم لی جائے گی۔

اور جب خریدار نے قسم دینے سے انکار کر دیا ہے یا شفیع کے حق میں گواہی ثابت ہو چکی ہے تو جس گھر کے سبب وہ شفیع بن رہا ہے۔اس میں اس کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔اور ہمسائیگی بھی ثابت ہو جائے گی۔اور اس کے بعد قاضی خریدار سے دریافت کرے گا کہ اس نے یہ گھر خریدا ہے یا اس نے نہیں خریدا۔اور جب خریدار نے خریدنے کا انکار کر دیا ہے تو شفیع سے شہادت لانے کا کہا جائے گا کیونکہ شفعہ بیع کے ثبوت کے بعد ثابت ہوا کرتا ہے۔اور بیع حجت وشہادت سے ثابت ہوتی ہے۔

قاضی کا خریدار سے قسم لینے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ عَجَزَ عَنْهَا اسْتَحْلَفَ الْمُشْتَرِيَ بِاللَّهِ مَا ابْتَاعَ أَوْ بِاللَّهِ مَا اسْتَحَقَّ عَلَيْهِ فِي هٰذِهِ الدَّارِ شُفْعَةً مِنَ الْوَجْهِ الَّذِيْ ذَكَرَهُ) فَهٰذَا عَلَى الْحَاصِلِ، وَالْأَوَّلُ عَلَى السَّبَبِ وَقَدْ اسْتَوْفَيْنَا الْكَلَامَ فِيهِ فِي الدَّعْوٰى، وَذَكَرْنَا الِاخْتِلَافَ بِتَوْفِيْقِ اللَّهِ، وَإِنَّمَا يُحَلِّفُهُ عَلَى الْبَتَاتِ ؛ لِأَنَّهُ اسْتِحْلَافٌ فِعْلِ نَفْسِهِ وَعَلٰى مَا فِيْ يَدِهِ أَصَالَةً، وَفِيْ مِثْلِهِ يَحْلِفُ عَلَى الْبَتَاتِ .

اور جب شفیع گواہی کو پیش نہ کر سکے تو قاضی خریدار سے ان لفاظ میں قسم لے گا کہ بہ خدا اس نے نہیں خریدا یا بہ خدا اس گھر میں شفیع حقدار نہیں ہے۔اور اسی طریقے کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔تو اسی قسم مقصود پر ہوگی۔اور قسم اول سبب پر تھی۔اور اس کے متعلق ہم کتاب دعویٰ میں بڑی تفصیل کے ساتھ مسائل بیان کر آئے ہیں۔اور اللہ کی توفیق کے ساتھ ہم وہاں اختلاف بھی بیان کر آئے ہیں۔اور قاضی خریدار سے یقینی ہونے کی قسم اس لئے لے گا۔کیونکہ یہ اس کے عمل پر اور جو چیز باعتبار اصل اس کے قبضہ میں ہے یہ اس پر قسم لینا ہے۔اور مذکورہ احوال میں یقین کی قسم لی جاتی ہے۔

شفعہ میں منازعت کے جواز کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ الْمُنَازَعَةُ فِي الشُّفْعَةِ وَإِنْ لَمْ يُحْضِرْ الشَّفِيعُ الثَّمَنَ إِلَى مَجْلِسِ الْقَاضِي، فَإِذَا قَضَى الْقَاضِيْ بِالشُّفْعَةِ لَزِمَهُ إِحْضَارُ الثَّمَنِ) وَهٰذَا ظَاهِرُ رِوَايَةِ الْأَصْلِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ لَا يَقْضِيْ حَتّٰى يُحْضِرَ الشَّفِيعُ الثَّمَنَ، وَهُوَ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ ؛ لِأَنَّ الشَّفِيعَ عَسَاهُ يَكُوْنُ مُفْلِسًا فَيَتَوَقَّفُ الْقَضَاءُ عَلٰى إِحْضَارِهِ حَتّٰى لَا يَتْوِيَ مَالُ الْمُشْتَرِي وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّهُ لَا ثَمَنَ لَهُ عَلَيْهِ قَبْلَ الْقَضَاءِ وَلِهٰذَا لَا يُشْتَرَطُ تَسْلِيمُهُ، فَكَذَا لَا يُشْتَرَطُ إِحْضَارُهُ (وَإِذَا قَضَى لَهُ بِالدَّارِ فَلِلْمُشْتَرِي أَنْ يَحْبِسَهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ) وَيَنْفُذُ الْقَضَاءُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ أَيْضًا ؛ لِأَنَّهُ فَصْلٌ مُجْتَهَدٌ فِيهِ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الثَّمَنُ فَيُحْبَسُ فِيهِ، فَلَوْ أَخَّرَ أَدَاءَ الثَّمَنِ بَعْدَمَا قَالَ لَهُ ادْفَعْ الثَّمَنَ إِلَيْهِ لَا تَبْطُلُ شُفْعَتُهُ ؛ لِأَنَّهَا تَأَكَّدَتْ بِالْخُصُومَةِ عِنْدَ الْقَاضِيْ

اور شفعہ میں منازعت جائز ہے خواہ شفیع قاضی کی مجلس میں قیمت لے کر نہ آیا ہو۔ مگر جس وقت قاضی شفعہ کا فیصلہ سنا دے گا تو شفیع پر قیمت لانا لازم ہو جائے گا۔ اور مبسوط کی ظاہر الروایت میں اسی طرح ہے۔
حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ قاضی شفیع کی قیمت آنے سے قبل فیصلہ نہ سنائے۔ اور حضرت امام حسن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔ کیونکہ ممکن شفیع غریب ہو بس قیمت پہنچنے تک فیصلہ روک دیا جائے گا۔ تاکہ خریدار کا مال کے ہلاک نہ ہو۔ اور ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ فیصلے سے پہلے خریدار کے لئے شفیع پر کوئی قیمت لازم نہیں ہے اور اسی سبب سے قیمت کو حوالے کرنا شرط نہیں ہے پس اس کا حاضر کرنا بھی شرط نہ ہوگا۔
اور جب شفیع کے لئے مکان کا فیصلہ کر دیا گیا ہے تو قیمت وصول کرنے سے پہلے خریدار کے لئے مکان سے روکنے کا اختیار ہو گا۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ اجتہاد شدہ ہے اور شفیع پر قیمت واجب ہو چکی ہے۔ پس قیمت کے بارے میں مبیع کو روک لیا جائے گا۔ اور اگر شفیع قیمت کی ادائیگی میں دیر کرتا ہے۔ حالانکہ قاضی نے اس کو خریدار کے حوالے کرنے کے لئے قیمت کا کہہ دیا ہے تب بھی شفعہ باطل نہ ہوگا۔ کیونکہ قاضی کی مجلس میں مخاصمت کے بعد شفعہ پکا ہو جاتا ہے۔

شفیع کے لئے بیچنے والا سے حق مخاصمت کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اَحْضَرَ الشَّفِيعُ الْبَائِعَ، وَالْمَبِيعُ فِي يَدِهِ فَلَهُ اَنْ يُخَاصِمَهُ فِي الشُّفْعَةِ ؛ لِاَنَّ الْيَدَ لَهُ وَهِيَ يَدٌ مُسْتَحَقَّةٌ) وَلَا يَسْمَعُ الْقَاضِي الْبَيِّنَةَ حَتّٰى يَحْضُرَ الْمُشْتَرِي فَيَفْسَخَ الْبَيْعَ بِمَشْهَدٍ مِنْهُ وَيَقْضِيَ بِالشُّفْعَةِ عَلَى الْبَائِعِ وَيَجْعَلَ الْعُهْدَةَ عَلَيْهِ ؛ لِاَنَّ الْمِلْكَ لِلْمُشْتَرِي وَالْيَدَ لِلْبَائِعِ، وَالْقَاضِي يَقْضِي بِهِمَا لِلشَّفِيعِ فَلَا بُدَّ مِنْ حُضُورِهِمَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتْ الدَّارُ قَدْ قُبِضَتْ حَيْثُ لَا يُعْتَبَرُ حُضُورُ الْبَائِعِ ؛ لِاَنَّهُ صَارَ اَجْنَبِيًّا إِذْ لَا يَبْقَى لَهُ يَدٌ وَلَا مِلْكٌ .
وَقَوْلُهُ فَيَفْسَخُ الْبَيْعَ بِمَشْهَدٍ مِنْهُ إِشَارَةٌ إِلَى عِلَّةٍ أُخْرَى وَهِيَ اَنَّ الْبَيْعَ فِي حَقِّ الْمُشْتَرِي إِذَا كَانَ يَنْفَسِخُ لَا بُدَّ مِنْ حُضُورِهِ لِيَقْضِيَ بِالْفَسْخِ عَلَيْهِ، ثُمَّ وَجْهُ هٰذَا الْفَسْخِ الْمَذْكُورِ اَنْ يَنْفَسِخَ فِي حَقِّ الْإِضَافَةِ لِامْتِنَاعِ قَبْضِ الْمُشْتَرِي بِالْاَخْذِ بِالشُّفْعَةِ وَهُوَ يُوجِبُ الْفَسْخَ، إِلَّا اَنَّهُ يَبْقَى اَصْلُ الْبَيْعِ لِتَعَذُّرِ انْفِسَاخِهِ ؛ لِاَنَّ الشُّفْعَةَ بِنَاءٌ عَلَيْهِ، وَلٰكِنَّهُ تَتَحَوَّلُ الصَّفْقَةُ إِلَيْهِ وَيَصِيرُ كَاَنَّهُ هُوَ الْمُشْتَرِي مِنْهُ فَلِهٰذَا يَرْجِعُ بِالْعُهْدَةِ عَلَى الْبَائِعِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَبَضَهُ الْمُشْتَرِي فَاَخَذَهُ مِنْ يَدِهِ حَيْثُ تَكُونُ الْعُهْدَةُ عَلَيْهِ ؛ لِاَنَّهُ مَلَكَهُ بِالْقَبْضِ . وَفِي الْوَجْهِ الْاَوَّلِ امْتَنَعَ قَبْضُ الْمُشْتَرِي وَاَنَّهُ يُوجِبُ الْفَسْخَ، وَقَدْ طَوَّلْنَا الْكَلَامَ فِيهِ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى بِتَوْفِيقِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

اور جب شفیع نے بیچنے والا کو قاضی کے پاس حاضر کر دیا ہے اور مبیع ابھی تک اسی بیچنے والے کے قبضہ میں ہے تو شفیع کے لئے شفعہ کے بارے میں بیچنے والا سے حق مخاصمت موجود ہے۔ کیونکہ قبضہ بیچنے والا کا ہے اور اس قبضہ کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے۔ اور خریدار کے آنے سے پہلے قاضی کو گواہی نہ سنے گا۔ کیونکہ اس کے آنے کے بعد قاضی اس کی موجودگی میں بیع کو ختم کرنے کا فیصلہ کرے گا۔ اور بیچنے والا پر شفعہ کا فیصلہ کرتے ہوئے معاملہ اسی کے حوالے کر دیا جائے گا۔ کیونکہ ملکیت خریدار کی ہے اور قبضہ بیچنے والا کا ہے جبکہ قاضی ان دونوں چیزوں میں فیصلہ کرنے والا ہے۔ پس بیچنے والا اور خریدار دونوں کا موجود ہونا لازم ہے۔

اور یہ فیصلہ اس صورت میں نہ ہوگا کہ جب مکان پر قبضہ ہو کیونکہ اب بیچنے والا کو لانے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اجنبی بن گیا ہے۔ اس لئے کہ اب اس کا کوئی قبضہ بھی باقی نہیں ہے اور کوئی ملکیت بھی باقی نہیں ہے۔ اور ماتن کا قول کہ وہ فسخ کر دے گا یہ ایک دوسری دلیل کی جانب اشارہ ہے۔ اور وہ دلیل یہ ہے کہ جب خریدار کے حق میں بیع ختم ہو رہی ہے تو اس کا موجود ہونا لازم ہے کہ اس پر بیع ختم کرنے کا فیصلہ سنایا جائے۔

اور اس کے بعد بیع فسخ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ بیع اضافت کے حق میں ختم ہو جائے جس کی اساس شفعہ میں خریدار کا قبضہ ہے جبکہ خریدار کے قبضے میں ممتنع ہونا یہ فسخ کو واجب کرنے والا ہے۔ مگر اصل باقی رہ جائے گی۔ کیونکہ اس کا فسخ ہونا مشکل ہے۔ اس لئے کہ شفعہ بیع پر مبنی ہے۔ مگر بیع کا معاملہ شفیع کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ اور شفیع خود بیچنے والا سے خریدنے والے کی طرح ہو جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب ذمہ داری بیچنے والے کی جانب لوٹنے والی ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ خریدار نے مبیع پر قبضہ کر لیا ہے تو اب شفیع مبیع کو مشتری کے قبضہ سے لے گا۔ کیونکہ ذمہ داری خریدار پر ہے۔ اس لئے کہ قبضہ کرنے کے بعد خریدار کی ملکیت مکمل ہوئی ہے۔ جبکہ پہلی صورت میں خریدار کا قبضہ کرنا ممکن نہ تھا۔ اور فسخ کو ثابت کرنے والی چیز بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ہم اس کو اپنی کتاب ''کفایہ منتہی'' میں اس مسئلہ کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بیان کر آئے ہیں۔

خریدار کا شفیع کے لئے خصم ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرٰی دَارًا لِغَیْرِہٖ فَهُوَ الْخَصْمُ لِلشَّفِیْعِ) ؛ لِاَنَّهٗ هُوَ الْعَاقِدُ، وَالْاَخْذُ بِالشُّفْعَةِ مِنْ حُقُوْقِ الْعَقْدِ فَیَتَوَجَّهُ عَلَیْهِ۔

قَالَ (اِلَّا اَنْ یُسَلِّمَهَا اِلَی الْمُوَکِّلِ) لِاَنَّهٗ لَمْ یَبْقَ لَهٗ یَدٌ وَلَا مِلْكٌ فَیَکُوْنُ الْخَصْمُ هُوَ الْمُوَکِّلُ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ الْوَکِیْلَ کَالْبَائِعِ مِنَ الْمُوَکِّلِ عَلٰی مَا عُرِفَ فَتَسْلِیْمُهٗ اِلَیْهِ کَتَسْلِیْمِ الْبَائِعِ اِلَی الْمُشْتَرِیْ فَتَصِیْرُ الْخُصُوْمَةُ مَعَهٗ، اِلَّا اَنَّهٗ مَعَ ذٰلِكَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمُوَکِّلِ فَیَکْتَفِیْ بِحُضُوْرِہٖ فِی الْخُصُوْمَةِ قَبْلَ التَّسْلِیْمِ، وَکَذَا اِذَا کَانَ الْبَائِعُ وَکِیْلَ الْغَائِبِ فَلِلشَّفِیْعِ اَنْ یَّاْخُذَهَا مِنْهُ اِذَا کَانَتْ فِیْ یَدِہٖ ؛ لِاَنَّهٗ عَاقِدٌ وَکَذَا اِذَا کَانَ الْبَائِعُ وَصِیًّا لِمَیِّتٍ فِیْمَا یَجُوْزُ بَیْعُهٗ لِمَا ذَکَرْنَا۔

اور جب کسی بندے نے کسی دوسرے شخص کے لئے کوئی مکان خریدا ہے تو خریدنے والا یہ شفیع کا خصم ہوگا۔ کیونکہ

عقد کرنے والا بھی ہے۔ اور شفعہ لینا یہ بھی عقد کے حقوق میں سے ہے۔ پس یہ حق اسی خریدار کی جانب متوجہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب خریدار اس گھر کو مؤکل کے سپرد کرتا ہے تو اس صورت میں اب نہ خریدار کا قبضہ رہا ہے اور نہ ہی اس کی ملکیت رہی ہے۔ پس مؤکل خصم ہوگا۔ اور یہ حکم اس لئے ہے کہ وکیل مؤکل کی جانب سے بیچنے والے کی طرح ہے۔ اور وکیل کا مؤکل کے سپرد کرنا یہ بیچنے والا کا خریدار کے حوالے کرنے کی طرح ہوگا۔ پس مخاصمت مؤکل کے ساتھ ہوگی۔ مگر یہاں وکیل مؤکل کا خلیفہ ہے۔ کیونکہ مبیع کو حوالے کرنے سے قبل مخاصمت میں اس وکیل کا پایا جانا کافی ہو جائے گا۔ اور اسی طرح جب بیچنے والا کسی غائب آدمی کا وکیل ہے اور گھر اس کے قبضہ میں ہے تو شفیع کے لئے اس کو بیچنے والا سے لینے کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ عقد کرنے والا وہی ہے۔ اور اسی طرح بیچنے والا جب کسی میت کا وصی ہے تو ان اشیاء میں جہاں اس کی بیع درست ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

شفیع کے لئے خیار رؤیت ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَضَى الْقَاضِيْ لِلشَّفِيعِ بِالدَّارِ وَلَمْ يَكُنْ رَآهَا فَلَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ، وَإِنْ وَجَدَ بِهَا عَيْبًا فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهَا وَإِنْ كَانَ الْمُشْتَرِي شَرَطَ الْبَرَاءَةَ مِنْهُ) لِأَنَّ الْأَخْذَ بِالشُّفْعَةِ بِمَنْزِلَةِ الشِّرَاءِ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ فَيَثْبُتُ فِيهِ الْخِيَارَانِ كَمَا فِي الشِّرَاءِ، وَلَا يَسْقُطُ بِشَرْطِ الْبَرَاءَةِ مِنَ الْمُشْتَرِي وَلَا بِرُؤْيَتِهِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِنَائِبٍ عَنْهُ فَلَا يَمْلِكُ إِسْقَاطَهُ.

اور جب شفیع کے لئے گھر کا فیصلہ کر دیا گیا ہے لیکن اس نے مکان کو دیکھا ہی نہیں ہے تو اس کے لئے خیار رؤیت ہو گا۔ اور جب شفیع کو مکان میں عیب مل جائے تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔ خواہ خریدار نے عیب سے بری ہونے کی شرط لگا دی ہے۔ کیونکہ شفعہ کے سبب لینا یہ خریدنے کے حکم میں ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہے۔ پس خرید وفروخت کی طرح اس میں بھی دونوں قسم کے خیار ثابت ہوں گے۔ اور خریدار کی جانب سے لگائی شرط برأت درست نہ ہوگی۔ اور نہ ہی خریدار کی رؤیت سے خیار ساقط ہوگا۔ کیونکہ خریدار شفیع کا خلیفہ نہیں ہے۔ پس وہ شرط کو ساقط کرنے کا مالک بھی نہ ہوگا۔

فَصْلٌ فِیْ مَسَائِلِ الْاِخْتِلَافِ

﴿یہ فصل شفیع وخریدار کے اختلاف کے بیان میں ہے﴾

فصل شفعہ میں مسائل اختلاف کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ شفعہ سے متعلق وہ مسائل جو شفعہ کی ثمن میں خریدار وشفیع کے درمیان متفق تھے ان کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے ان مسائل کو بیان کر رہے ہیں جو خریدار وشفیع کے درمیان اختلافی مسائل ہیں اور اس کی فقہی مطابقت واضح ہے کیونکہ اختلافی مسائل ہمیشہ اتفاقی مسائل کے بعد بیان کیے جاتے ہیں۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۲۶۰، بیروت)

ثمن کے بارے میں شفیع وخریدار کے اختلاف کا بیان

قَالَ (وَاِنْ اخْتَلَفَ الشَّفِيعُ وَالْمُشْتَرِي فِي الثَّمَنِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي) لِاَنَّ الشَّفِيعَ يَدَّعِي اسْتِحْقَاقَ الدَّارِ عَلَيْهِ عِنْدَ نَقْدِ الْاَقَلِّ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ يَمِينِهِ، وَلَا يَتَحَالَفَانِ لِاَنَّ الشَّفِيعَ اِنْ كَانَ يَدَّعِي عَلَيْهِ اسْتِحْقَاقَ الدَّارِ فَالْمُشْتَرِي لَا يَدَّعِي عَلَيْهِ شَيْئًا لِتَخَيُّرِهِ بَيْنَ التَّرْكِ وَالْاَخْذِ وَلَا نَصَّ هَاهُنَا، فَلَا يَتَحَالَفَانِ .

اور جب شفیع اور خریدار کے درمیان ثمن میں اختلاف ہو جائے اور خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ شفیع خریدنے والے کو ادا کرنے میں کم ہونے کی صورت میں مکان حقدار ہونے کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جبکہ خریدار اس کا انکاری ہے۔ اور انکاری کا قول قسم کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے۔ جبکہ دونوں قسم نہ کھائیں گے۔ کیونکہ جب شفیع خریدار پر حقدار ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے جبکہ خریدار تو کسی چیز کا دعویٰ کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ شفیع کو نہ لینے کا اختیار بھی ہے۔ اور اس جگہ کوئی نص بھی نہیں ہے پس وہ دونوں قسم نہ اٹھائیں گے۔

شفیع وخریدار دونوں میں سے شفیع کی گواہی کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ اَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَالْبَيِّنَةُ لِلشَّفِيعِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ : الْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمُشْتَرِي ؛ لِاَنَّهَا اَكْثَرُ اِثْبَاتًا) فَصَارَ كَبَيِّنَةِ الْبَائِعِ وَالْوَكِيلِ وَالْمُشْتَرِي مِنَ الْعَدُوِّ .

وَلَهُمَا اَنَّهُ لَا تَنَافِيَ بَيْنَهُمَا فَيُجْعَلُ كَاَنَّ الْمَوْجُودَ بَيْعَانِ، وَلِلشَّفِيعِ اَنْ يَاْخُذَ بِاَيِّهِمَا شَاءَ وَهٰذَا

بِخِلَافِ الْبَائِعِ مَعَ الْمُشْتَرِي ، لِأَنَّهُ لَا يَتَوَالَى بَيْنَهُمَا عَقْدَانِ إِلَّا بِانْفِسَاخِ الْأَوَّلِ وَهَاهُنَا الْفَسْخُ لَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الشَّفِيعِ وَهُوَ التَّخْرِيجُ لِبَيِّنَةِ الْوَكِيلِ ، لِأَنَّهُ كَالْبَائِعِ وَالْمُوَكِّلِ كَالْمُشْتَرِي مِنْهُ ، كَيْفَ وَأَنَّهَا مَمْنُوعَةٌ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ ، وَأَمَّا الْمُشْتَرِي مِنَ الْعَدُوِّ فَقُلْنَا ذُكِرَ فِي السِّيَرِ الْكَبِيرِ أَنَّ الْبَيِّنَةَ بَيِّنَةُ الْمَالِكِ الْقَدِيمِ .

فَلَنَا أَنْ نَمْنَعَ (وَبَعْدَ التَّسْلِيمِ نَقُولُ : لَا يَصِحُّ الثَّانِي هُنَالِكَ إِلَّا بِفَسْخِ الْأَوَّلِ ، أَمَّا هَاهُنَا فَبِخِلَافِهِ) ، وَلِأَنَّ بَيِّنَةَ الشَّفِيعِ مُلْزِمَةٌ وَبَيِّنَةَ الْمُشْتَرِي غَيْرُ مُلْزِمَةٍ وَالْبَيِّنَاتُ لِلْإِلْزَامِ .

فرمایا جب ان دونوں نے گواہی کو قائم کر دیا ہے تو طرفین کے نزدیک شفیع کی گواہی کا اعتبار کیا جائے گا۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک خریدار کی گواہی کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ خریدار کا گواہی مثبت ہونے میں زیادہ ہے۔ پس یہ ثمن، بیچنے والا اور دشمن سے خریدنے والے کی شہادت کی طرح ہو جائے گا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ پس دونوں کی بیع کو تسلیم کیا جائے گا۔ اور شفیع کو ان دونوں میں سے کسی ایک کو لینے کا اختیار ہوگا۔ اور یہ حکم بیچنے والا خریدار کے باہمی اختلاف سے الگ ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان پہلے عقد کو ختم کیے بغیر دو عقد جاری نہیں ہو سکتے۔ اور اس جگہ شفیع کے حق میں فسخ کا ظاہر ہونا نہیں ہے۔ اور وکیل سے بھی گواہی کا یہی طریقہ ہے۔ کیونکہ وہ بیچنے والے کی طرح ہے۔ اور موکل اس خریدار کی طرح ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ امام محمد علیہ الرحمہ کی روایت کے مطابق یہ منع ہے۔

البتہ جو مسئلہ دشمن سے خریداری کرنے کا ہے۔ اس میں ہمارا قول یہ ہے کہ سیر کبیر میں قدیم مالک کی گواہی کے معتبر ہونے کا بیان موجود ہے۔ پس ہم کو انکار کرنے کا حق حاصل ہے اور اس کو تسلیم کر لینے کے بعد ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ وہاں پہلے عقد کو ختم کیے بغیر دوسرا عقد درست نہ ہوگا۔ جبکہ اس جگہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ شفیع گواہی کو لازم کرنے والا ہے۔ اور خریدار کا گواہی کو لازم کرتا نہیں ہے اور گواہیاں لازم کرنے کے لئے مشروع ہوئی ہیں۔

بیچنے والا کا خریدار سے کم ثمن کا دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَى الْمُشْتَرِي ثَمَنًا وَادَّعَى الْبَائِعُ أَقَلَّ مِنْهُ وَلَمْ يَقْبِضِ الثَّمَنَ أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِمَا قَالَهُ الْبَائِعُ وَكَانَ ذَلِكَ حَطًّا عَنِ الْمُشْتَرِي) ؛ وَهَذَا لِأَنَّ الْأَمْرَ إِنْ كَانَ عَلَى مَا قَالَ الْبَائِعُ فَقَدْ وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ بِهِ ، وَإِنْ كَانَ عَلَى مَا قَالَ الْمُشْتَرِي فَقَدْ حَطَّ الْبَائِعُ بَعْضَ الثَّمَنِ ، وَهَذَا الْحَطُّ يَظْهَرُ فِي حَقِّ الشَّفِيعِ عَلَى مَا نُبَيِّنُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ، وَلِأَنَّ التَّمَلُّكَ عَلَى الْبَائِعِ بِإِيجَابِهِ فَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ فِي مِقْدَارِ الثَّمَنِ مَا بَقِيَتْ مُطَالَبَتُهُ فَيَأْخُذُ الشَّفِيعُ بِقَوْلِهِ .

اور جب خریدار نے کسی قیمت کا دعویٰ کیا اور بیچنے والا نے اس سے کم قیمت کا دعویٰ کر دیا ہے جبکہ بیچنے والا اب تک

قابض نہیں ہوا ہے تو بیچنے والا کا دعویٰ کردہ قیمت وہ اس کو مکان کو لے گا۔ اور خریدار کے ذمے سے یہ کمی ہو جائے گی۔ اور یہ مسئلہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ بات درست وہی ہو جو بیچنے والا کہنے والا ہے۔ تو شفعہ اسی مقدار کے مطابق ثابت ہوگا۔ اور جب خریدار کی کمی ہوئی بات کے مطابق حال ہے تو اب یقیناً بیچنے والا کچھ کم کرنے والا ہے اور یہ کمی شفیع کے حق میں بھی ظاہر ہو جائے گی۔ جس طرح ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی تفصیل کو آئندہ بیان کریں گے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بیچنے والا پر قبضہ کرنا یہ اس کے ایجاب کے سبب سے ہے تو اب جب اس کا مطالبہ باقی رہ گیا ہے تو وہ ثمن کی مقدار کے بارے میں ہے۔ جس میں بیچنے والا کا قول معتبر ہوگا۔ اور شفیع بیچنے والے کی بیان کردہ قیمت کے مطابق وہ مکان لے گا۔

بیچنے والا کا زائد قیمت کہنے کی صورت میں دونوں سے قسم لینے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ ادَّعَى الْبَائِعُ الْاَكْثَرَ يَتَحَالَفَانِ وَيَتَرَادَّانِ، وَاَيُّهُمَا نَكَلَ ظَهَرَ اَنَّ الثَّمَنَ مَا يَقُولُهُ الْاٰخَرُ فَيَاْخُذُهَا الشَّفِيعُ بِذٰلِكَ، وَاِنْ حَلَفَا يَفْسَخُ الْقَاضِي الْبَيْعَ عَلٰى مَا عُرِفَ وَيَاْخُذُهَا الشَّفِيعُ بِقَوْلِ الْبَائِعِ) لِاَنَّ فَسْخَ الْبَيْعِ لَا يُوجِبُ بُطْلَانَ حَقِّ الشَّفِيعِ .

قَالَ (وَاِنْ كَانَ قَبَضَ الثَّمَنَ اَخَذَ بِمَا قَالَ الْمُشْتَرِي اِنْ شَاءَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلٰى قَوْلِ الْبَائِعِ) لِاَنَّهُ لَمَّا اسْتَوْفَى الثَّمَنَ انْتَهَى حُكْمُ الْعَقْدِ، وَخَرَجَ هُوَ مِنَ الْبَيْنِ وَصَارَ هُوَ كَالْاَجْنَبِيِّ وَبَقِيَ الْاِخْتِلَافُ بَيْنَ الْمُشْتَرِي وَالشَّفِيعِ، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ .

فرمایا اور جب بیچنے والا زیادہ قیمت کا دعویٰ کیا ہے تو وہ دونوں قسم اٹھائیں گے اور عقد کو بدل دیا جائے گا۔ اور ان دونوں میں سے جس نے بھی قسم کا انکار کیا وہ یہی سمجھا جائے گا۔ کہ قیمت وہی ہے جو دوسرا قسم اٹھانے والا کہتا ہے۔ پس شفیع اسی قیمت کے مطابق مکان لے گا۔ اور جب ان دونوں نے قسم اٹھائی تو قاضی بیع کو ختم کردے گا۔ جس طرح کتاب دعویٰ میں بتا دیا گیا ہے۔ اور شفیع بیچنے والے کے قول کے مطابق مکان کو لینے والا ہوگا۔ کیونکہ بیع کے فسخ ہونے کی وجہ سے شفیع کا حق باطل نہ ہوگا۔

اور جب بیچنے والا قیمت پر قبضہ کر چکا ہے تو شفیع جب چاہے اس خریدار کی بیان کردہ قیمت پر مکان لے گا۔ اور وہ بیچنے والے کی بات پر کوئی توجہ نہ کرے گا۔ کیونکہ جب بیچنے والا قیمت کو وصول کر چکا ہے۔ تو عقد کا حکم مکمل ہو چکا ہے۔ اور وہ بیچنے والے کے درمیان نکل کر اجنبی کی طرح ہو جائے گا۔ اور اب اختلاف بیچنے والا و خریدار کے درمیان باقی رہے گا۔ اور اس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

مکان بیچ کر اس کی قیمت پر قبضہ کرنے کا بیان

وَلَوْ كَانَ نَقْدُ الثَّمَنِ غَيْرَ ظَاهِرٍ فَقَالَ الْبَائِعُ بِعْتُ الدَّارَ بِاَلْفٍ وَقَبَضْتُ الثَّمَنَ يَاْخُذُهَا الشَّفِيعُ بِاَلْفٍ ؛ لِاَنَّهُ لَمَّا بَدَاَ بِالْاِقْرَارِ بِالْبَيْعِ تَعَلَّقَتْ الشُّفْعَةُ بِهِ، فَبِقَوْلِهِ بَعْدَ ذٰلِكَ قَبَضْتُ الثَّمَنَ يُرِيدُ اِسْقَاطَ حَقِّ الشَّفِيعِ فَيُرَدُّ عَلَيْهِ .

وَلَوْ قَالَ قَبَضْتُ الثَّمَنَ وَهُوَ أَلْفٌ لَمْ يُلْتَفَتْ إِلَى قَوْلِهِ؛ لِأَنَّ بِالْأَوَّلِ وَهُوَ الْإِقْرَارُ بِقَبْضِ الثَّمَنِ خَرَجَ مِنَ الْبَيْنِ وَسَقَطَ اعْتِبَارُ قَوْلِهِ فِي مِقْدَارِ الثَّمَنِ

اور جب قیمت کوادا کرنا واضح نہ ہوتو اس صورت میں بیچنے والا اس طرح کہے کہ میں ایک ہزار کے بدلے میں گھر کو بیچ کر اس کی قیمت پر قبضہ بھی کرلیا ہے اور اب شفیع اس مکان کو ایک ہزار میں لے گا۔ کیونکہ جب بیچنے والا نے بیع کے اقرار کے ساتھ شروع کیا ہے تو شفعہ اس کے اقرار کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس کے بعد بیچنے والا قیمت پر قبضہ کرنے کا کہتے ہوئے ختم کرنا چاہتا ہے پس یہ اسی پر واپس کر دیا جائے گا اور جب بیچنے والا نے اس طرح کہا ہے کہ میں نے قیمت پر قبضہ کرلیا ہے اور وہ ایک ہزار ہے تب بھی اس کی بات پر کوئی توجہ نہ کی جائے گی۔ کیونکہ پہلے یعنی قیمت کے قبضے کا اقرار کرتے ہوئے بیچنے والا درمیان سے خارج ہونے والا ہے اور قیمت کی مقدار کے بارے میں اس کی بات کا اعتبار ختم ہو چکا ہے۔

فَصْلٌ فِيمَا يُؤْخَذُ بِهِ الْمَشْفُوعُ

﴿یہ فصل اخذ مشفوع کے بیان میں ہے﴾

فصل اخذ مشفوع کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے مشفوع کو بیان کیا ہے کیونکہ وہی اصل ہے اور مقصود وہی ہے۔ جبکہ مشفوع کے بدلے میں جو قیمت لی جاتی ہے یہ اس کی فرع ہے اصل نہیں ہے پس اصل کا حق یہ تھا کہ اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور فرع کو اس کے بعد ذکر کیا جائے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۳۶۶، بیروت)

خریدار کے حق میں کمی کا حق شفیع کے لئے بھی ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا حَطَّ الْبَائِعُ عَنْ الْمُشْتَرِي بَعْضَ الثَّمَنِ يَسْقُطُ ذَلِكَ عَنْ الشَّفِيعِ، وَإِنْ حَطَّ جَمِيعَ الثَّمَنِ لَمْ يَسْقُطْ عَنْ الشَّفِيعِ) لِأَنَّ حَطَّ الْبَعْضِ يَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ فَيَظْهَرُ فِي حَقِّ الشَّفِيعِ؛ لِأَنَّ الثَّمَنَ مَا بَقِيَ، وَكَذَا إِذَا حَطَّ بَعْدَمَا أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِالثَّمَنِ يَحُطُّ عَنْ الشَّفِيعِ حَتَّى يَرْجِعَ عَلَيْهِ بِذَلِكَ الْقَدْرِ، بِخِلَافِ حَطِّ الْكُلِّ؛ لِأَنَّهُ لَا يَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ بِحَالٍ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي الْبُيُوعِ .

اور جب بیچنے والا خریدار کے ذمہ پر لازم کردہ قیمت میں کچھ کم کر دیا ہے تو وہ شفیع کے ذمہ سے بھی ساقط ہو جائے گی۔ اور جب بیچنے والا نے ساری قیمت معاف کر دی ہے تو شفیع کے ذمہ سے کچھ بھی ساقط نہ ہوگا۔ کیونکہ بعض کی یہ اصل عقد کے ساتھ مل جانے والی ہے پس یہ کمی شفیع کے حق میں ظاہر ہوگی۔ کیونکہ بقیہ قیمت ہے اور اسی طرح جب ساری قیمت کے بدلے میں شفیع کے لئے لینے کے بعد بیچنے والا نے کمی کر دی ہے تو اب شفیع کے ذمہ سے کچھ بھی کم ہو جائے گا اور شفیع اس مقدار کے مطابق خریدار سے واپس لے گا۔ بہ خلاف اس کے کہ جب ساری قیمت معاف کر دی جائے کیونکہ وہ کسی طرح بھی اصل عقد کے ساتھ ملنے والی نہیں ہے۔ جس طرح ہم بیوع کے اندر اس کو بیان کر آئے ہیں۔

خریدار کا بیچنے والے کے لئے قیمت میں اضافہ کرنے کا بیان

(وَإِنْ زَادَ الْمُشْتَرِي لِلْبَائِعِ لَمْ تَلْزَمْ الزِّيَادَةُ فِي حَقِّ الشَّفِيعِ)؛ لِأَنَّ فِي اعْتِبَارِ الزِّيَادَةِ ضَرَرًا بِالشَّفِيعِ لِاسْتِحْقَاقِهِ الْأَخْذَ بِمَا دُونَهَا .

بِخِلَافِ الْحَطِّ ؛ لِاَنَّ فِيهِ مَنْفَعَةً لَهُ، وَنَظِيرُ الزِّيَادَةِ إِذَا جَدَّدَ الْعَقْدَ بِاَكْثَرَ مِنَ الثَّمَنِ الْاَوَّلِ لَمْ يَلْزَمِ الشَّفِيعَ حَتّٰى كَانَ لَهُ اَنْ يَاْخُذَهَا بِالثَّمَنِ الْاَوَّلِ لِمَا بَيَّنَّا كَذَا هٰذَا ۔

اور جب خریدار نے بیچنے والے کے لئے کچھ قیمت میں اضافہ کیا ہے تو یہ زیادتی شفیع کے حق میں لازم نہ ہوگی۔ کیونکہ زیادتی کا اعتبار کرنے میں شفیع کا نقصان ہے۔ کیونکہ شفیع اس سے تھوڑا لینے کا حقدار ہے۔ بہ خلاف کمی کے کیونکہ اس میں شفیع کے لئے فائدہ ہے اور زیادتی کی مثال اس طرح ہے کہ جب خریدار نے پہلی قیمت میں اضافہ کر کے عقد میں جدت پیدا کی تو ایک زیادتی شفیع پر لازم نہ ہوگی۔ اور اس کو پہلی قیمت دینے کا اختیار ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور مسئلہ بھی اسی کی طرح ہے۔

سامان کے بدلے گھر خریدنے پر شفیع پر قیمت لازم ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ اشْتَرٰى دَارًا بِعَرَضٍ اَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِقِيمَتِهٖ) ؛ لِاَنَّهُ مِنْ ذَوَاتِ الْقِيَمِ (وَاِنِ اشْتَرَاهَا بِمَكِيلٍ اَوْ مَوْزُونٍ اَخَذَهَا بِمِثْلِهٖ) ؛ لِاَنَّهُمَا مِنْ ذَوَاتِ الْاَمْثَالِ ۔

وَهٰذَا لِاَنَّ الشَّرْعَ اَثْبَتَ لِلشَّفِيعِ وِلَايَةَ التَّمَلُّكِ عَلَى الْمُشْتَرِي بِمِثْلِ مَا تَمَلَّكَهُ فَيُرَاعٰى بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ كَمَا فِي الْاِتْلَافِ وَالْعَدَدِيِّ الْمُتَقَارِبِ مِنْ ذَوَاتِ الْاَمْثَالِ ۔

(وَاِنْ بَاعَ عَقَارًا بِعَقَارٍ اَخَذَ الشَّفِيعُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِقِيمَةِ الْاٰخَرِ) ؛ لِاَنَّهُ بَدَلُهُ وَهُوَ ذَوَاتُ الْقِيَمِ فَيَاْخُذُهُ بِقِيمَتِهٖ ۔

اور جب کسی بندے نے کوئی مکان سامان کے بدلے میں خریدا ہے تو شفیع اس کو سامان کی قیمت دیکر اس کے بدلے لے گا۔ کیونکہ سامان ذوات قیم میں سے ہے اور جب کسی شخص نے کیلی یا موزونی چیز کے بدلے میں کوئی مکان خریدا ہے تو شفیع اس مکان کو اس کی مثل سے خرید لے گا۔ کیونکہ کیلی و موزونی اشیاء یہ ذوات امثال میں سے ہیں۔ اور یہ اس سبب سے ہے کہ شریعت نے شفیع کے لئے خریدار پر اس کی ملکیت کی مثل ولایت تملک کو ثابت کیا ہے۔ تو اس کے لئے تلف کی مقدار کے برابر رعایت دی جائے گی۔ اور عددی متقارب بھی ذوات امثال میں سے ہے۔ اور جب کسی شخص نے زمین کے بدلے میں کوئی زمین بیچ دی ہے تو شفیع ان میں سے ہر ایک کو دوسری قیمت کے بدلے میں لینے والا ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک دوسرے کا بدل ہے اور وہ ذوات قیم میں سے ہے پس شفیع اس کی قیمت کے بدلے میں اس کو لینے والا ہوگا۔

ادھار قیمت پر فروخت کردہ مکان میں شفیع کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَاِذَا بَاعَ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ فَلِلشَّفِيعِ الْخِيَارُ، اِنْ شَاءَ اَخَذَهَا بِثَمَنٍ حَالٍّ، وَاِنْ شَاءَ صَبَرَ حَتّٰى يَنْقَضِيَ الْاَجَلُ ثُمَّ يَاْخُذُهَا، وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَاْخُذَهَا فِي الْحَالِ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ) وَقَالَ زُفَرُ : لَهُ ذٰلِكَ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ فِي الْقَدِيمِ ؛ لِاَنَّ كَوْنَهُ مُؤَجَّلًا وَصْفٌ فِي الثَّمَنِ كَالزِّيَافَةِ وَالْاَخْذِ

بِالشُّفْعَةِ بِهٖ فَيَاْخُذُ بِاَصْلِهٖ وَوَصْفِهٖ كَمَا فِي الزُّيُوْفِ .

وَلَنَا اَنَّ الْاَجَلَ اِنَّمَا يَثْبُتُ بِالشَّرْطِ، وَلَا شَرْطَ فِيْمَا بَيْنَ الشَّفِيْعِ وَالْبَائِعِ اَوِ الْمُبْتَاعِ، وَلَيْسَ الرِّضَا بِهٖ فِيْ حَقِّ الْمُشْتَرِيْ رِضًا بِهٖ فِيْ حَقِّ الشَّفِيْعِ لِتَفَاوُتِ النَّاسِ فِي الْمَلَاءَةِ، وَلَيْسَ الْاَجَلُ وَصْفَ الثَّمَنِ ؛ لِاَنَّهٗ حَقُّ الْمُشْتَرِيْ ؛ وَلَوْ كَانَ وَصْفًا لَهٗ لَتَبِعَهٗ فَيَكُوْنُ حَقًّا لِلْبَائِعِ كَالثَّمَنِ وَصَارَ كَمَا اِذَا اشْتَرٰى شَيْئًا بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ ثُمَّ وَلَّاهُ غَيْرَهٗ لَا يَثْبُتُ الْاَجَلُ اِلَّا بِالذِّكْرِ كَذَا هٰذَا،

اور جب کسی شخص نے ادھار قیمت کے بدلے میں مکان کو بیچا ہے تو شفیع کے لئے اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو قیمت دیکر مکان کو لے اور اگر وہ چاہے تو مدت مکمل ہونے تک ٹھہر جائے۔ جبکہ شفیع کو اسی حالت میں ادھاری قیمت پر مکان لینے کا اختیار نہ ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ شفیع کے لئے اسی حالت میں ادھاری قیمت پر مکان لینے کا اختیار ہوگا۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قدیمی قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ قیمت کا مؤجل ہونا یہ کھوٹے ہونے کی طرح ایک وصف ہے اور شفعہ میں ثمن ہی کے بدلے میں لینا ہے۔ پس شفیع کو مبیع کی اصل اور اس کے وصف کے ساتھ لے گا۔ جس طرح زیوف والے مسئلہ میں بیان کر آئے ہیں

ہماری دلیل یہ ہے کہ مدت شرط کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ شفیع اور بیچنے والا یا خریدار کے درمیان کوئی شرط نہیں ہے۔ اور خریدار کے حق میں ادھار کی رضامندی کا ہونا یہ شفیع کے حق میں رضامندی نہیں ہے۔ کیونکہ مالدار ہونا یہ لوگوں میں مختلف ہوتا ہے اور مدت یہ قیمت کا وصف نہیں ہے۔ کیونکہ قیمت خریدار کا حق ہے۔ اور جب اجل قیمت کا وصف ہوتا تو وہ قیمت کے تابع ہوتا اور قیمت کی طرح وہ بھی بیچنے والا کا حق ہونا چاہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے ادھار قیمت کے بدلے میں کوئی چیز خریدی ہے اور اس کے بعد اس نے اس کی بیع تولیہ کر لی ہے تو اب کی تصریح کی شرط کے سوا مدت ثابت نہ ہوگی۔ اور یہاں اس مسئلہ بھی اسی طرح کا حکم ہے۔

شفیع کا نقدی سے مکان لینے پر قیمت کا خریدار سے ساقط ہو جانے کا بیان

ثُمَّ اِنْ اَخَذَهَا بِثَمَنٍ حَالٍّ مِنَ الْبَائِعِ سَقَطَ الثَّمَنُ عَنِ الْمُشْتَرِيْ لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ، وَاِنْ اَخَذَهَا مِنَ الْمُشْتَرِيْ رَجَعَ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِيْ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ كَمَا كَانَ ؛ لِاَنَّ الشَّرْطَ الَّذِيْ جَرٰى بَيْنَهُمَا لَمْ يَبْطُلْ بِاَخْذِ الشَّفِيْعِ فَبَقِيَ مُوْجِبُهٗ فَصَارَ كَمَا اِذَا بَاعَهٗ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَقَدِ اشْتَرَاهُ مُؤَجَّلًا، وَاِنِ اخْتَارَ الِانْتِظَارَ لَهٗ ذٰلِكَ ؛ لِاَنَّ لَهٗ اَنْ لَا يَلْتَزِمَ زِيَادَةَ الضَّرَرِ مِنْ حَيْثُ النَّقْدِيَّةِ .وَقَوْلُهٗ فِي الْكِتَابِ وَاِنْ شَاءَ صَبَرَ حَتّٰى يَنْقَضِيَ الْاَجَلُ مُرَادُهُ الصَّبْرُ عَنِ الْاَخْذِ، اَمَّا الطَّلَبُ عَلَيْهِ فِي الْحَالِ حَتّٰى لَوْ سَكَتَ عَنْهُ بَطَلَتْ شُفْعَتُهٗ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ خِلَافًا

لِقَوْلِ اَبِیْ یُوْسُفَ الْاٰخِرِ، لِاَنَّ حَقَّ الشُّفْعَةِ اِنَّمَا یَثْبُتُ بِالْبَیْعِ، وَالْاَخْذُ یَتَرَاخٰی عَنِ الطَّلَبِ، وَهُوَ مُتَمَکِّنٌ مِنَ الْاَخْذِ فِی الْحَالِ بِاَنْ یُّؤَدِّیَ الثَّمَنَ حَالًّا فَیَشْتَرِطُ الطَّلَبُ عِنْدَ الْعِلْمِ بِالْبَیْعِ ۔

اور جب شفیع نے وہ مکان نقد قیمت کے ساتھ لے لیا ہے تو خریدار کے ذمہ سے وہ ثمن ساقط ہو جائے گی۔ اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب شفیع نے وہ مکان خریدار سے لیا ہے تو بیچنے والا حسب سابق خریدار پر ادھاری قیمت کے لئے رجوع کرے گا۔ کیونکہ بیچنے والا اور خریدار کے درمیان منعقدہ شرط شفیع کے نقد لینے کے سبب باطل نہ ہوئی ہے۔ پس حکم بھی باقی رہے گا تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی نے کوئی چیز ادھار خرید کر اس کو نقد کے بدلے میں فروخت کر دیا ہے اور جب شفیع نے صبر کیا اور انتظار کیا تو یہ اس کا حق ہے۔ کیونکہ نقد ادائیگی کر کے زیادہ نقصان سے نہ خریدنا یہ بھی اس کا اختیار ہے۔

اور ماتن کے قول کہ اگر وہ چاہے تو صبر حتیٰ کہ مدت پوری ہو جائے۔ اس سے مراد یہ ہے صبر کیا جائے۔ البتہ جہاں تک طلب کا مسئلہ ہے تو وہ اسی حالت میں ضروری ہے۔ حتیٰ کہ جب شفیع نے طلب سے خاموشی کو اختیار کیا تو طرفین کے مطابق اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ بہ خلاف امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے دوسرے قول کے کیونکہ حق شفعہ بیع کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کا لینا یہ طلب سے مؤخر ہوتا ہے۔ اور شفیع نقد قیمت ادا کر کے اسی حالت میں مکان لینے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ پس علم بہ بیع کے وقت صرف طلب کی شرط ہوگی۔

ذمی کا شراب وخنزیر کے بدلے میں مکان خریدنے کا بیان

قَالَ (وَاِنِ اشْتَرٰی ذِمِّیٌّ بِخَمْرٍ اَوْ خِنْزِیرٍ دَارًا وَشَفِیعُهَا ذِمِّیٌّ اَخَذَهَا بِمِثْلِ الْخَمْرِ وَقِیمَةِ الْخِنْزِیرِ) لِاَنَّ هٰذَا الْبَیْعَ مَقْضِیٌّ بِالصِّحَّةِ فِیمَا بَیْنَهُمْ، وَحَقُّ الشُّفْعَةِ یَعُمُّ الْمُسْلِمَ وَالذِّمِّیَّ، وَالْخَمْرُ لَهُمْ کَالْخَلِّ لَنَا وَالْخِنْزِیرُ کَالشَّاةِ، فَیَاْخُذُ فِی الْاَوَّلِ بِالْمِثْلِ وَالثَّانِی بِالْقِیمَةِ ۔

قَالَ (وَاِنْ کَانَ شَفِیعُهَا مُسْلِمًا اَخَذَهَا بِقِیمَةِ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِیرِ) اَمَّا الْخِنْزِیرُ فَظَاهِرٌ، وَکَذَا الْخَمْرُ لِامْتِنَاعِ التَّسَلُّمِ وَالتَّسْلِیمِ فِی حَقِّ الْمُسْلِمِ فَالْتَحَقَ بِغَیْرِ الْمِثْلِیِّ، وَاِنْ کَانَ شَفِیعُهَا مُسْلِمًا وَذِمِّیًّا اَخَذَ الْمُسْلِمُ نِصْفَهَا بِنِصْفِ قِیمَةِ الْخَمْرِ وَالذِّمِّیُّ نِصْفَهَا بِنِصْفِ مِثْلِ الْخَمْرِ اعْتِبَارًا لِلْبَعْضِ بِالْکُلِّ، فَلَوْ اَسْلَمَ الذِّمِّیُّ اَخَذَهَا بِنِصْفِ قِیمَةِ الْخَمْرِ لِعَجْزِهِ عَنْ تَمْلِیكِ الْخَمْرِ وَبِالْاِسْلَامِ یَتَاَکَّدُ حَقُّهُ لَا اَنْ یَبْطُلَ، فَصَارَ کَمَا اِذَا اشْتَرَاهَا بِکُرٍّ مِنْ رُطَبٍ فَحَضَرَ الشَّفِیعُ بَعْدَ انْقِطَاعِهِ یَاْخُذُ بِقِیمَةِ الرُّطَبِ کَذَا هٰذَا ۔

اور جب کسی ذمی شخص نے شراب یا خنزیر کے بدلے میں کوئی مکان خریدا ہے اور اس کا شفیع بھی ذمی ہے تو وہ شراب کی مثل اور خنزیر کی مثل قیمت دیکر اس مکان کو لینے والا ہوگا۔ کیونکہ اہل ذمہ کے نزدیک اس طرح کی بیع کے صحیح ہونے کا فیصلہ کیا جاتا

ہے۔ اور شفعہ کے حقدار ہونے میں مسلمان اور ذمی یہ دونوں عام ہیں۔ اور شراب ان کے لئے بالکل ویسی ہے جس طرح ہمارے نزدیک سرکہ ہے اور خنزیر بکری کی مثل ہے۔ پس پہلی صورت میں شفیع مثل کے بدلے میں مکان لے گا اور دوسری صورت میں قیمت کے بدلے میں مکان لے گا۔

فرمایا اور جب میں شفعہ کرنے والا مسلمان ہے تو وہ شراب وخنزیر کی قیمت کے بدلے میں مکان لے گا۔ جبکہ خنزیر کے مسئلہ میں واضح ہے اور شراب کا حال بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ مسلمان کے حق میں ان کا لین دین منع ہے۔ پس ان کو غیر مثلی قسمی چیزوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور جب گھر میں شفعہ کرنے والا مسلمان اور ذمی دونوں ہیں تو مسلمان اس گھر کو نصف قیمت شراب پر لے گا جبکہ ذمی آدھے مکان کو نصف حصہ شراب میں بیچ دے گا۔ اس طرح بعض کو کل پر قیاس کیا جائے گا۔

اور اس کے بعد جب ذمی مسلمان ہو جائے تو وہ مکان کو شراب کی نصف قیمت کے بدلے میں لے گا۔ کیونکہ اب وہ شراب میں مالک ہونے سے قاصر ہے۔ اور اسلام لانے کے بعد اس کا حق زیادہ پختہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ باطل نہ ہوگا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی نے کوئی مکان ایک بوری رطب کے بدلے میں خریدا ہے اور اس کے بعد رطب کے ختم ہو جانے کے بعد شفیع صاحب آگئے۔ تو وہ اب اس رطب کی قیمت دیگر مکان لیں گے۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل مشفوعہ زمین کے بیان میں ہے﴾

فصل مشفوعہ زمین کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مشفوع میں اصل یہ ہے کہ وہ تبدیل نہ ہو۔ لیکن جب اس میں تبدیلی کرتے ہوئے زیادتی کی جائے یا کمی کی جائے یا کسی دوسرے کی جانب سے کوئی تغیر واقع ہو تو یہ عارض ہے۔ اور عوارض ہمیشہ اصل سے مؤخر ہوا کرتے ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۲۷۹، بیروت)

مشفوعہ زمین میں عمارت یا درخت لگانے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا بَنَى الْمُشْتَرِي فِيهَا اَوْ غَرَسَ ثُمَّ قُضِيَ لِلشَّفِيعِ بِالشُّفْعَةِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ، اِنْ شَاءَ اَخَذَهَا بِالثَّمَنِ وَقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ، وَاِنْ شَاءَ كَلَّفَ الْمُشْتَرِيَ قَلْعَهُ) وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ لَا يُكَلَّفُ الْقَلْعَ وَيُخَيَّرُ بَيْنَ اَنْ يَاْخُذَ بِالثَّمَنِ وَقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ وَبَيْنَ اَنْ يَتْرُكَ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ، اِلَّا اَنَّ عِنْدَهُ لَهُ اَنْ يَقْلَعَ وَيُعْطِيَ قِيمَةَ الْبِنَاءِ لِاَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ مُحِقٌّ فِي الْبِنَاءِ لِاَنَّهُ بَنَاهُ عَلَى اَنَّ الدَّارَ مِلْكُهُ، وَالتَّكْلِيفُ بِالْقَلْعِ مِنْ اَحْكَامِ الْعُدْوَانِ وَصَارَ كَالْمَوْهُوبِ لَهُ وَالْمُشْتَرِي شِرَاءً فَاسِدًا، وَكَمَا اِذَا زَرَعَ الْمُشْتَرِي فَاِنَّهُ لَا يُكَلَّفُ الْقَلْعَ، وَهٰذَا لِاَنَّ فِي اِيجَابِ الْاَخْذِ بِالْقِيمَةِ دَفْعَ اَعْلَى الضَّرَرَيْنِ بِتَحَمُّلِ الْاَدْنَى فَيُصَارُ اِلَيْهِ .

اور جب خریدار نے مشفوعہ زمین میں مکان بنایا یا اس نے اس میں درخت لگا دیا ہے اور اس کے بعد شفیع کے حق میں شفعہ کا فیصلہ ہو گیا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس زمین کو قیمت، مکان، درخت کے بدلے میں لینے بنے اور اگر وہ چاہے تو خریدار کو ان کو اکھاڑنے کا حکم دے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ شفیع خریدار کو اکھاڑنے کا مکلف نہیں بنائے گا۔ بلکہ وہ شفیع کو قیمت اور مکان اور درخت کی قیمت کے بدلے میں لینے نہ لینے کا اختیار دے گا۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ہاں البتہ ان کے ہاں شفیع کو اکھاڑ کر تعمیر کی قیمت ادا کرنے کا اختیار ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ جب خریدار تعمیر کے بارے میں حق پر ہے کیونکہ اس نے مکان اس لئے بنایا

ہے کیونکہ مکان اس کی ملکیت ہے۔ جبکہ اس کو اکھاڑنا یہ ظلم ہوگا۔ پس یہ موہوب لہ اور فاسد طریقے سے خریدی ہوئی چیز کی طرح ہو جائے گا۔ اور یہ اسی طرح ہوگا کہ جب خریدار نے زمین میں زراعت کرلی ہے۔ تو اس کو اکھاڑنے کا حکم نہ دیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قیمت لینے کو لازم قرار دیتے ہوئے دو نقصانوں میں سے کم تر نقصان کو برداشت کر کے اعلیٰ کو ختم کرنا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) پس اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔

خریدار کا حق متاکد کے ساتھ تعمیر کرنے کا بیان

وَوَجْهُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ بَنَى فِي مَحِلٍّ تَعَلَّقَ بِهِ حَقٌّ مُتَأَكِّدٌ لِلْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ تَسْلِيطٍ مِنْ جِهَةِ مَنْ لَهُ الْحَقُّ فَيُنْقَضُ كَالرَّاهِنِ إِذَا بَنَى فِي الْمَرْهُونِ، وَهَذَا لِأَنَّ حَقَّهُ أَقْوَى مِنْ حَقِّ الْمُشْتَرِي لِأَنَّهُ يَتَقَدَّمُ عَلَيْهِ وَلِهَذَا يَنْقُضُ بَيْعَهُ وَهِبَتَهُ وَغَيْرَهُ مِنْ تَصَرُّفَاتِهِ، بِخِلَافِ الْهِبَةِ وَالشِّرَاءِ الْفَاسِدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، لِأَنَّهُ حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنْ جِهَةِ مَنْ لَهُ الْحَقُّ، وَلِأَنَّ حَقَّ الِاسْتِرْدَادِ فِيهِمَا ضَعِيفٌ وَلِهَذَا لَا يَبْقَى بَعْدَ الْبِنَاءِ، وَهَذَا الْحَقُّ يَبْقَى فَلَا مَعْنَى لِإِيجَابِ الْقِيمَةِ كَمَا فِي الِاسْتِحْقَاقِ، وَالزَّرْعُ يُقْلَعُ قِيَاسًا ۔ وَإِنَّمَا لَا يُقْلَعُ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّ لَهُ نِهَايَةً مَعْلُومَةً وَيَبْقَى بِالْأَجْرِ وَلَيْسَ فِيهِ كَثِيرُ ضَرَرٍ،

اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ خریدنے والے نے ایسی جگہ تعمیر کی ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کا حق بھی مضبوطی کے ساتھ متعلق ہے۔ لہٰذا صاحب حق کی جانب سے بغیر کو مسلط کیے اس کو توڑ دیا جائے گا۔ جس طرح راہن جب مرہونہ چیز میں کسی چیز کی تعمیر کرے۔ اور یہ حکم اس سبب سے ہے کہ شفیع کا حق خریدار کے حق سے زیادہ مضبوط ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اس لئے کہ شفیع خریدار پر مقدم ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے خریدار کی بیع، ہبہ اور اس کے دوسرے تصرفات کو ختم کردیا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہبہ اور شراء فاسدہ میں اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ صاحب حق کی جانب سے مسلط ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہبہ اور شراء فاسدہ میں واپسی کا حق ضعیف ہے۔ اور اسی وجہ سے رد کرنے کا حق تعمیر کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ جبکہ حق شفعہ تعمیر کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ لہٰذا وجوب قیمت کا کوئی معنی نہ ہوگا۔ جس طرح حق ثابت ہونے کی صورت میں ہے جبکہ قیاس کے مطابق کھیتی کٹوا دی جائے گی۔ اور استحسان کے سبب اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ کیونکہ زراعت ایک معین مدت تک ہوتی ہے۔ اور وہ اجرت کے بدلے میں باقی رہنے والی ہے۔ اور اس میں زیادہ نقصان بھی نہیں ہے۔

شفیع کا مقلوعی قیمت پر مکان لینے کا بیان

وَإِنْ أَخَذَ بِالْقِيمَةِ يُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ مَقْلُوعًا كَمَا بَيَّنَّاهُ فِي الْغَصْبِ (وَلَوْ أَخَذَهَا الشَّفِيعُ فَبَنَى فِيهَا أَوْ غَرَسَ ثُمَّ اُسْتُحِقَّتْ رَجَعَ بِالثَّمَنِ) لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ أَنَّهُ أَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقٍّ وَلَا يَرْجِعُ بِقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ، لَا عَلَى الْبَائِعِ إِنْ أَخَذَهَا مِنْهُ، وَلَا عَلَى الْمُشْتَرِي إِنْ أَخَذَهَا مِنْهُ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ

اَنَّهُ يَرْجِعُ لِاَنَّهُ مُتَمَلِّكٌ عَلَيْهِ فَنَزَلَا مَنْزِلَةَ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِيْ، وَالْفَرْقُ عَلٰى مَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ اَنَّ الْمُشْتَرِيَ مَغْرُوْرٌ مِنْ جِهَةِ الْبَائِعِ وَمُسَلَّطٌ عَلَيْهِ مِنْ جِهَتِهِ، وَلَا غُرُوْرَ وَلَا تَسْلِيْطَ فِيْ حَقِّ الشَّفِيْعِ مِنَ الْمُشْتَرِيْ لِاَنَّهُ مَجْبُوْرٌ عَلَيْهِ .

اور جب شفیع نے تعمیر کی قیمت کے بدلے میں اس کو لیا ہے تو اس تعمیر کو گرنے والی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح ہم اس کو کتاب شفعہ میں بیان کر آئے ہیں۔ اور جب شفیع نے اس کو لے کر اس میں تعمیر شروع کروادی یا اس نے اس میں درخت لگادیا ہے اور اس کے بعد اس کا کوئی حقدار نکل آیا تو شفیع صرف قیمت واپس لے گا۔ کیونکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شفیع اس کو ناحق لینے والا ہے۔ لہٰذا شفیع تعمیر اور درخت کے بارے میں رجوع نہ کر سکے گا۔ اگر اس نے بیچنے والا سے لی تھی تو اس سے بھی رجوع نہیں کر سکتا اور اگر اس نے خریدار سے لی تھی تو اس سے بھی رجوع نہیں کر سکتا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ شفیع مکان و درخت میں رجوع کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ خریدار پر مالک بنا ہے پس وہ دونوں بیچنے والا اور خریدار کے حکم میں شامل سمجھے جائیں گے۔ اور روایت مشہورہ کے مطابق دونوں مسائل میں فرق یہ ہے کہ خریدار کو بیچنے والے کی جانب سے دھوکہ دیا گیا ہے۔ اور اس کو مکان بنانے پر مسلط کیا گیا ہے۔ جبکہ شفیع کے حق میں نہ تو خریدار کی جانب سے دھوکہ ہے اور نہ ہی کوئی تسلط ہے۔ اس لئے کہ خریدار شفعہ دینے پر مجبور ہے۔

مکان کے منہدم ہونے پر شفیع کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَاِذَا انْهَدَمَتِ الدَّارُ اَوِ احْتَرَقَ بِنَاؤُهَا اَوْ جَفَّ شَجَرُ الْبُسْتَانِ بِغَيْرِ فِعْلِ اَحَدٍ فَالشَّفِيْعُ بِالْخِيَارِ، اِنْ شَاءَ اَخَذَهَا بِجَمِيْعِ الثَّمَنِ) لِاَنَّ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ تَابِعٌ حَتّٰى دَخَلَا فِي الْبَيْعِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ فَلَا يُقَابِلُهُمَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ مَا لَمْ يَصِرْ مَقْصُوْدًا وَلِهٰذَا جَازَ بَيْعُهَا مُرَابَحَةً بِكُلِّ الثَّمَنِ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا غَرِقَ نِصْفُ الْاَرْضِ حَيْثُ يَاْخُذُ الْبَاقِيَ بِحِصَّتِهِ لِاَنَّ الْفَائِتَ بَعْضُ الْاَصْلِ قَالَ . (وَاِنْ شَاءَ تَرَكَ) لِاَنَّ لَهُ اَنْ يَمْتَنِعَ عَنْ تَمَلُّكِ الدَّارِ بِمَالِهِ قَالَ (وَاِنْ نَقَضَ الْمُشْتَرِي الْبِنَاءَ قِيْلَ لِلشَّفِيْعِ اِنْ شِئْتَ فَخُذِ الْعَرْصَةَ بِحِصَّتِهَا، وَاِنْ شِئْتَ فَدَعْ) لِاَنَّهُ صَارَ مَقْصُوْدًا بِالْاِتْلَافِ فَيُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ، بِخِلَافِ الْاَوَّلِ لِاَنَّ الْهَلَاكَ بِآفَةٍ سَمَاوِيَّةٍ (وَلَيْسَ لِلشَّفِيْعِ اَنْ يَاْخُذَ النَّقْضَ) لِاَنَّهُ صَارَ مَفْصُوْلًا فَلَمْ يَبْقَ تَبَعًا .

اور جب وہ گھر گر گیا ہے یا اس کی عمارت منہدم ہوگئی ہے کسی کے عمل کے سوا باغ کے درخت خشک ہو گئے ہیں تو شفیع کے لئے اختیار ہوگا۔ اگر وہ چاہے تو ساری قیمت کے بدلے میں مکان کو لے کیونکہ مکان اور درخت یہ دونوں تابع ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو بیان کیے بغیر بھی بیع میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ پس مقصد ہونے سے قبل ان کے مقابلے میں کچھ نہ ہوگا۔ اور اسی دلیل کے سبب سے شفیع اس مکان کو پوری قیمت پر بطور مرابحہ فروخت کر سکتا ہے۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب نصف حصہ زمین کا ڈوب

جائے کیونکہ وہاں پر شفیع بقیہ حصے کو قیمت کی مقدار کے برابر ادا کرے گا۔اس لئے کہ فوت ہونے والی چیز اصل کا حصہ ہے۔

فرمایا کہ اگر شفیع حق شفعہ کو چھوڑنا چاہے تو وہ چھوڑ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مالک کے ذریعے سے مکان کا مالک بننا چھوڑ دے۔

اور جب خریدار نے مکان کو توڑ دیا ہے تو شفیع سے کہہ دیا جائے گا کہ اگر تم چاہو تو خالی جگہ کے بدلے میں اس کو لے لو اور اگر تم چاہو تو اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ ہلاکت کے سبب سے یہ مقصد معین ہو چکا ہے۔ پس اس مقابلے میں بھی کچھ قیمت ہوگی۔ یہ خلاف صورت اول کے کیونکہ وہاں آفت سماوی اسباب سے ہے اور شفیع کے لئے ٹوٹے ہوئے کو لینے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ اب وہ الگ ہو چکا ہے۔اور اس کا تابع ہونا بھی ختم ہو چکا ہے۔

شفیع کا پھلوں کے ساتھ زمین کو لینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ابْتَاعَ اَرْضًا وَعَلٰی نَخْلِهَا ثَمَرٌ اَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِثَمَرِهَا) وَمَعْنَاهُ اِذَا ذُكِرَ الثَّمَرُ فِي الْبَيْعِ لِاَنَّهُ لَا يَدْخُلُ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ، وَهٰذَا الَّذِي ذَكَرَهُ اسْتِحْسَانٌ وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَاْخُذُهُ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِتَبَعٍ ؛ اَلَا يَرٰى اَنَّهُ لَا يَدْخُلُ فِي الْبَيْعِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ فَاَشْبَهَ الْمَتَاعَ فِي الدَّارِ .وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّهُ بِاعْتِبَارِ الِاتِّصَالِ صَارَ تَبَعًا لِلْعَقَارِ كَالْبِنَاءِ فِي الدَّارِ، وَمَا كَانَ مُرَكَّبًا فِيهِ فَيَاْخُذُهُ الشَّفِيعُ قَالَ (وَكَذٰلِكَ اِنْ ابْتَاعَهَا وَلَيْسَ فِي النَّخِيلِ ثَمَرٌ فَاَثْمَرَ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي) يَعْنِي يَاْخُذُهُ الشَّفِيعُ لِاَنَّهُ مَبِيعٌ تَبَعًا لِاَنَّ الْبَيْعَ سَرٰى اِلَيْهِ عَلٰى مَا عُرِفَ فِي وَلَدِ الْمَبِيعِ .

اور جب کسی شخص نے کوئی زمین خریدی اور اس کے درختوں پر پھل ہیں تو شفیع اس زمین کو پھلوں کے ساتھ لینے والا ہوگا۔اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب بیع میں پھلوں کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ پھل بیان کیے بغیر داخل نہیں ہوا کرتے اور صاحب قدوری نے جو کچھ بیان کیا ہے استحسان ہے جبکہ قیاس یہ ہے کہ شفیع پھلوں کو نہیں لے گا۔ کیونکہ وہ تابع نہیں ہیں۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ بیان کرنے کے سوا پھل بیع میں داخل نہیں ہوا کرتے۔ پس یہ گھر میں سامان کے مشابہ ہو جائے گا۔اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ متصل ہونے کے اعتبار سے پھل زمین کے تابع ہیں۔ جس طرح گھر کی تعمیر ہے اور گھر میں لگائی گئی اشیاء ہیں۔ پس شفیع ان کو لینے والا ہوگا۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے زمین خریدی اور اس وقت درختوں میں پھل نہ تھے۔اور اس کے بعد خریدار کے قبضہ میں پھل آگئے تو بھی شفیع ان کو لے گا۔ کیونکہ یہ پھل مبیع کے تابع ہیں۔ کیونکہ بیع ان کے اندر مکس ہونے والی ہے۔ جس طرح بچہ مبیع کے بارے میں بتا دیا گیا ہے۔

خریدار کا پھل کو توڑ لینے کے بعد شفیع کے آنے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ جَدَّهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ جَاءَ الشَّفِيعُ لَا يَاْخُذُ الثَّمَرَ فِي الْفَصْلَيْنِ جَمِيعًا) لِاَنَّهُ لَمْ يَبْقَ تَبَعًا

لِلْعَقَارِ وَقْتَ الْاَخْذِ حَيْثُ صَارَ مَقْصُوْدًا عَنْهُ فَلَا يَاْخُذُهُ قَالَ فِي الْكِتَابِ (وَاِنْ جَذَّهُ الْمُشْتَرِي سَقَطَ عَنِ الشَّفِيْعِ حِصَّتُهُ) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (وَهٰذَا جَوَابُ الْفَصْلِ الْاَوَّلِ) لِاَنَّهُ دَخَلَ فِي الْبَيْعِ مَقْصُوْدًا فَيُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ (اَمَّا فِي الْفَصْلِ الثَّانِي يَاْخُذُ مَا سِوَى الثَّمَرِ بِجَمِيْعِ الثَّمَنِ) لِاَنَّ الثَّمَرَ لَمْ يَكُنْ مَوْجُوْدًا عِنْدَ الْعَقْدِ فَلَا يَكُوْنُ مَبِيْعًا اِلَّا تَبَعًا فَلَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

اور جب خریدار نے پھل کو توڑ لیا اور اس کے بعد شفیع صاحب آ گئے ہیں تو اب وہ پھل کو نہ لے سکیں گے۔ کیونکہ اب ان کے لئے زمین لیتے وقت پھل اس کے تابع نہیں رہا۔ کیونکہ وہ تو زمین سے جدا ہو چکا ہے پس شفیع اس کو نہ لے گا۔

اور صاحب قدوری نے جو قدوری میں یہ کہا ہے کہ جب خریدار پھل کو توڑے۔ تو پھل کا وہ حصہ شفیع سے ساقط ہو جائے گا۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ پہلی صورت کا جواب ہے۔ کیونکہ پھل اس میں مقصود بن کر بیع میں داخل ہوئے تھے۔ پس ان کے مقابلے میں کچھ قیمت نہ ہوگی۔ البتہ جو دوسرا مسئلہ ہے تو اس میں شفیع پھل کے سوا بقیہ کو ساری قیمت دیکر لے گا۔ کیونکہ پھل عقد کے وقت موجود نہیں تھے۔ پس یہ تابع ہو کر مبیع بن جائیں گے۔ لہٰذا ان کے مقابلے میں بھی کوئی قیمت نہ ہوگی۔

بَابُ مَا تَجِبُ فِيهِ الشُّفْعَةُ وَمَا لَا تَجِبُ

﴿یہ باب ثبوت شفعہ وعدم ثبوت والی چیزوں کے بیان میں ہے﴾

باب ثبوت وعدم ثبوت شفعہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ شفعہ کے ثابت ہونے یا نہ ہونے سے متعلق احکام کو بیان کررہے ہیں حالانکہ یہ مسائل اجمالی طور پر پہلے بیان کردیئے گئے ہیں۔ اور یہ اصول ہے کہ تفصیل ہمیشہ اجمال کے بعد ہوا کرتی ہے۔ اور یہ تفصیل ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳ ص ۴۸۹، بیروت)

عقار میں ثبوت شفعہ کا بیان

قَالَ (الشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ فِي الْعَقَارِ وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُقْسَمُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا شُفْعَةَ فِيمَا لَا يُقْسَمُ، لِأَنَّ الشُّفْعَةَ إِنَّمَا وَجَبَتْ دَفْعًا لِمُؤْنَةِ الْقِسْمَةِ، وَهَذَا لَا يَتَحَقَّقُ فِيمَا لَا يُقْسَمُ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ عَقَارٌ أَوْ رَبْعٌ) إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْعُمُومَاتِ، وَلِأَنَّ الشُّفْعَةَ سَبَبُهَا الِاتِّصَالُ فِي الْمِلْكِ وَالْحِكْمَةَ دَفْعُ ضَرَرِ سُوءِ الْجِوَارِ عَلَى مَا مَرَّ، وَأَنَّهُ يَنْتَظِمُ الْقِسْمَيْنِ مَا يُقْسَمُ وَمَا لَا يُقْسَمُ وَهُوَ الْحَمَّامُ وَالرَّحَى وَالْبِئْرُ وَالطَّرِيقُ .

فرمایا اور شفعہ زمین میں ثابت ہے اگر چہ وہ تقسیم کے قابل نہ بھی ہو۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ تقسیم نہ ہونے والی چیزوں میں شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ شفعہ تقسیم کی مشقت کو دور کرنے کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ پس یہ تقسیم نہ ہونے والی چیزوں میں ثابت نہ ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شفعہ ہر چیز میں ہے اگر چہ وہ زمین ہو یا مکان ہو۔ اور اسی دوسری عام احادیث میں بھی ہے۔ کیونکہ شفعہ ملکیت میں اتصال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور شفعہ کی مشروعیت کی حکمت بری ہمسائیگی کے نقصان کو دور کرنا ہے۔ جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔ اور یہ نقصان کا یہ دور کرنا مقسوم وغیر مقسوم دونوں کو شامل ہے۔ اور غیر مقسوم چیزیں جس طرح حمام، پن چکی، کنواں اور راستہ ہیں۔

سامان وکشتیوں میں شفعہ کے عدم ثبوت کا بیان

قَالَ (وَلَا شُفْعَةَ فِي الْعُرُوضِ وَالسُّفُنِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا شُفْعَةَ إِلَّا فِي رَبْعٍ أَوْ

حَالِطِ) وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى مَالِكٍ فِي إِيجَابِهَا فِي السُّفُنِ، وَلِأَنَّ الشُّفْعَةَ إِنَّمَا وَجَبَتْ لِدَفْعِ ضَرَرِ سُوءِ الْجِوَارِ عَلَى الدَّوَامِ، وَالْمِلْكُ فِي الْمَنْقُولِ لَا يَدُومُ حَسَبَ دَوَامِهِ فِي الْعَقَارِ فَلَا يُلْحَقُ بِهِ وَفِي بَعْضِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ وَلَا شُفْعَةَ فِي الْبِنَاءِ وَالنَّخْلِ إِذَا بِيعَتْ دُونَ الْعَرْصَةِ وَهُوَ صَحِيحٌ مَذْكُورٌ فِي الْأَصْلِ، لِأَنَّهُ لَا قَرَارَ لَهُ فَكَانَ نَقْلِيًّا، وَهَذَا بِخِلَافِ الْعُلْوِ حَيْثُ يُسْتَحَقُّ بِالشُّفْعَةِ وَيُسْتَحَقُّ بِهِ الشُّفْعَةُ فِي السُّفْلِ إِذَا لَمْ يَكُنْ طَرِيقُ الْعُلْوِ فِيهِ، لِأَنَّهُ بِمَا لَهُ مِنْ حَقِّ الْقَرَارِ الْتَحَقَ بِالْعَقَارِ.

سامان اور کشتیوں میں شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شفعہ صرف مکان اور دیوار میں ہے اور کشتیوں کے بارے میں عدم شفعہ پر یہ حدیث امام مالک علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل ہے۔ کیونکہ شفعہ ہمیشہ برے ہمسائے کے نقصان کو دور کرنے کے لئے ثابت ہوتا ہے اور دوام کی طرح زمین ہے۔ جبکہ نقل ہونے والی اشیاء میں دائمی ملکیت باقی نہیں رہتی۔ پس منقول کو غیر منقول کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

اور قدوری کے بعض نسخہ جات یہ الفاظ آئے ہیں۔ "ولا شفعة في البناء والنخل" کہ درخت اور مکان کو جب زمین کے سوا بیچ دیا جائے تو شفعہ نہ ہوگا۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور مبسوط میں ذکر کیا گیا ہے کہ عمارت اور درخت کو قرار حاصل نہیں ہے۔ پس یہ منقولی ہو جائیں گے۔ جبکہ بالا خانہ میں ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا وہاں پر رہنے والا حق شفعہ رکھتا ہے۔ اور علو کے سبب نیچے والا بھی حق شفعہ رکھتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ جب نیچے والی منزل کا اوپر کو راستہ نہ ہو۔ کیونکہ اوپر والے کا حق قرار کے سبب زمین کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔

شفعہ میں مسلم و ذمی کے حق کے لئے برابری کا بیان

قَالَ (وَالْمُسْلِمُ وَالذِّمِّيُّ فِي الشُّفْعَةِ سَوَاءٌ) لِلْعُمُومَاتِ وَلِأَنَّهُمَا يَسْتَوِيَانِ فِي السَّبَبِ وَالْحِكْمَةِ فَيَسْتَوِيَانِ فِي الِاسْتِحْقَاقِ، وَلِهَذَا يَسْتَوِي فِيهِ الذَّكَرُ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ وَالْبَاغِي وَالْعَادِلُ وَالْحُرُّ وَالْعَبْدُ إِذَا كَانَ مَأْذُونًا أَوْ مُكَاتَبًا.

اور شفعہ میں مسلمان اور ذمی برابر ہیں۔ کیونکہ احادیث عموم پر ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ دونوں سبب اور حکمت میں برابر ہیں۔ پس وہ حقدار ہونے میں برابر ہوں گے۔ کیونکہ حق ثابت ہونے میں مرد و عورت، چھوٹا، بڑا باغی و عادل آزاد اور غلام سب برابر ہیں۔ مگر غلام کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ ماذون یا مکاتب غلام نہ ہو۔

وہ اسباب جن کے سبب شفعہ ثابت نہیں ہو سکتا

قَالَ (وَإِذَا مَلَكَ الْعَقَارَ بِعِوَضٍ هُوَ مَالٌ وَجَبَتْ فِيهِ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّهُ أَمْكَنَ مُرَاعَاةُ شَرْطِ الشَّرْعِ فِيهِ وَهُوَ التَّمَلُّكُ بِمِثْلِ مَا تَمَلَّكَ بِهِ الْمُشْتَرِي صُورَةً أَوْ قِيمَةً عَلَى مَا مَرَّ قَالَ (وَلَا شُفْعَةَ فِي

الدَّارِ الَّتِی يَتَزَوَّجُ الرَّجُلُ عَلَيْهَا اَوْ يُخَالِعُ الْمَرْاَةَ بِهَا اَوْ يَسْتَاْجِرُ بِهَا دَارًا اَوْ غَيْرَهَا اَوْ يُصَالِحُ بِهَا عَنْ دَمِ عَمْدٍ اَوْ يَعْتِقُ عَلَيْهَا عَبْدًا) لِاَنَّ الشُّفْعَةَ عِنْدَنَا اِنَّمَا تَجِبُ فِیْ مُبَادَلَةِ الْمَالِ بِالْمَالِ لِمَا بَيَّنَّا، وَهٰذِهِ الْاَعْوَاضُ لَيْسَتْ بِاَمْوَالٍ، فَاِيْجَابُ الشُّفْعَةِ فِيْهَا خِلَافُ الْمَشْرُوْعِ وَقَلْبُ الْمَوْضُوْعِ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ تَجِبُ فِيْهَا الشُّفْعَةُ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَعْوَاضَ مُتَقَوِّمَةٌ عِنْدَهُ فَاَمْكَنَ الْاَخْذُ بِقِيْمَتِهَا اِنْ تَعَذَّرَ بِمِثْلِهَا كَمَا فِی الْبَيْعِ بِالْعَرْضِ، بِخِلَافِ الْهِبَةِ لِاَنَّهُ لَا عِوَضَ فِيْهَا رَاْسًا وَقَوْلُهُ يَتَاَتّٰی فِيْمَا اِذَا جَعَلَ شِقْصًا مِنْ دَارٍ مَهْرًا اَوْ مَا يُضَاهِيْهِ لِاَنَّهُ لَا شُفْعَةَ عِنْدَهُ اِلَّا فِيْهِ وَنَحْنُ نَقُوْلُ : اِنَّ تَقَوُّمَ مَنَافِعِ الْبُضْعِ فِی النِّكَاحِ وَغَيْرِهَا بِعَقْدِ الْاِجَارَةِ ضَرُوْرِيٌّ فَلَا يَظْهَرُ فِیْ حَقِّ الشُّفْعَةِ، وَكَذَا الدَّمُ وَالْعِتْقُ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ لِاَنَّ الْقِيْمَةَ مَا يَقُوْمُ مَقَامَ غَيْرِهِ فِی الْمَعْنَی الْخَاصِّ الْمَطْلُوْبِ وَلَا يَتَحَقَّقُ فِيْهِمَا، وَعَلٰی هٰذَا اِذَا تَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ مَهْرٍ ثُمَّ فَرَضَ لَهَا الدَّارَ مَهْرًا لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْمَفْرُوْضِ فِی الْعَقْدِ فِیْ كَوْنِهِ مُقَابَلًا بِالْبُضْعِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَهَا بِمَهْرِ الْمِثْلِ اَوْ بِالْمُسَمّٰی لِاَنَّهُ مُبَادَلَةُ مَالٍ بِمَالٍ،

اور وہ مکان جس میں انسان شادی کرسکتا ہے یا جس کے ذریعے عورت نے خلع کیا ہے یا جس کے بدلے میں کوئی شخص اجرت پر لیتا ہے یا جس کے ذریعے قتل عمد میں صلح ہوئی ہے یا جس گھر پر انسان کسی غلام کو آزاد کرتا ہے اس طرح گھر میں شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک شفعہ مال کے بدلے میں مال پر ثابت ہوتا ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔ جبکہ مذکورہ اعواض یہ مال نہیں ہیں۔ پس ان میں شفعہ کو ثابت کرنا یہ مشروعیت کے خلاف اور موضوع کو بدلنا ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک مذکورہ اعواض میں شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ اعواض متقوم ہیں کیونکہ ان کی مثل کی ادائیگی کے ناممکن ہونے کی وجہ سے ان کو دیا گیا ہے۔ جس طرح سامان کے بدلے میں ہونے والی بیع میں ہوتا ہے۔ بہ خلاف ہبہ کے۔ کیونکہ اس میں بدلہ نہیں ہوا کرتا۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ قول اس وقت درست ہوسکتا ہے جب خاوند نے اس مکان کا بعض حصہ مہر میں مقرر کردیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک شفعہ اسی میں ہے۔

ہم نے کہا کہ نکاح میں منافع بضع اور اس کے سوا کا ہونا یہ عقد اجارہ کی وجہ سے بر بنائے حاجت تھا۔ پس یہ ایسا متقوم ہونا شفعہ میں ظاہر نہ ہوگا۔ اسی طرح خون اور آزادی یہ دونوں بھی غیر متقوم ہیں۔ کیونکہ قیمت وہ ہوتی ہے جو مخصوص و مطلوب حکم میں اپنے غیر کا قائم مقام بن سکے۔ جبکہ خون اور آزادی میں یہ ثابت نہیں ہوتی۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے عورت سے بغیر کسی مہر کے نکاح کیا ہے اور اس کے بعد اس نے گھر کو مہر میں مقرر کردیا ہے کیونکہ یہ بضع کے مقابلے میں عقد میں فرض کردیئے گئے کی طرح ہو جائے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب خاوند نے مہر مثلی یا ذکر کردہ کے بدلے میں مکان کو بیچ دیا ہے کیونکہ یہ بھی مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہے۔

مکان کے بدلے شرط پر نکاح کرنے کا بیان

وَلَوْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى دَارٍ عَلٰى اَنْ تَرُدَّ عَلَيْهِ اَلْفًا فَلَا شُفْعَةَ فِيْ جَمِيْعِ الدَّارِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا: تَجِبُ فِيْ حِصَّةِ الْاَلْفِ لِاَنَّهُ مُبَادَلَةٌ مَالِيَّةٌ فِيْ حَقِّهِ. وَهُوَ يَقُوْلُ مَعْنَى الْبَيْعِ فِيْهِ تَابِعٌ وَلِهٰذَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظِ النِّكَاحِ وَلَا يَفْسُدُ بِشَرْطِ النِّكَاحِ فِيْهِ، وَلَا شُفْعَةَ فِي الْاَصْلِ فَكَذَا فِي التَّبَعِ، وَلِاَنَّ الشُّفْعَةَ شُرِعَتْ فِي الْمُبَادَلَةِ الْمَالِيَّةِ الْمَقْصُوْدَةِ حَتّٰى اَنَّ الْمُضَارِبَ اِذَا بَاعَ دَارًا وَفِيْهَا رِبْحٌ لَا يَسْتَحِقُّ رَبُّ الْمَالِ الشُّفْعَةَ فِيْ حِصَّةِ الرِّبْحِ لِكَوْنِهِ تَابِعًا فِيْهِ.

اور جب کسی عورت نے گھر کے بدلے میں اس شرط پر نکاح کیا کہ عورت خاوند کو ایک ہزار دے پر واپس کردے گی۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس گھر کے کسی بھی حصہ میں شفعہ ثابت نہ ہوگا جبکہ صاحبین نے کہا کہ ہزار والے حصہ میں شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ ہزار یہ خاوند کے حق میں مال کا تبادلہ ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں بیع کا معنی تابع ہے۔ کیونکہ وہ لفظ نکاح سے منعقد ہو جاتی ہے۔ اور بیع میں نکاح کی شرط لگانے کی وجہ سے وہ فاسد نہ ہوگا۔ اور جب اصل میں شفعہ نہیں تو تابع میں بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ شفعہ میں خود مقصود مالی مبادلے میں ہے یہاں تک کہ جب مضارب نے کوئی مکان بیچ دیا ہے اور اس میں نفع ہے تو رب المال نفع کے حصہ میں شفعہ کا حقدار نہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں پر نفع تابع ہے۔

اقرار عوض کی مصالحت میں حق شفعہ ثابت ہونے کا بیان

قَالَ (اَوْ يُصَالِحُ عَلَيْهَا بِاِنْكَارٍ، فَاِنْ صَالَحَ عَلَيْهَا بِاِقْرَارٍ وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: هٰكَذَا ذُكِرَ فِيْ اَكْثَرِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ، وَالصَّحِيْحُ اَوْ يُصَالِحُ عَنْهَا بِاِنْكَارٍ مَكَانَ قَوْلِهِ اَوْ يُصَالِحُ عَلَيْهَا، لِاَنَّهُ اِذَا صَالَحَ عَنْهَا بِاِنْكَارٍ بَقِيَ الدَّارُ فِيْ يَدِهِ فَهُوَ يَزْعُمُ اَنَّهَا لَمْ تَزَلْ عَنْ مِلْكِهِ، وَكَذَا اِذَا صَالَحَ عَنْهَا بِسُكُوْتٍ لِاَنَّهُ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ بَذَلَ الْمَالَ افْتِدَاءً لِيَمِيْنِهِ وَقَطْعًا لِشَغَبِ خَصْمِهِ، كَمَا اِذَا اَنْكَرَ صَرِيْحًا، بِخِلَافِ مَا اِذَا صَالَحَ عَنْهَا بِاِقْرَارٍ لِاَنَّهُ مُعْتَرِفٌ بِالْمِلْكِ لِلْمُدَّعِيْ، وَاِنَّمَا اسْتَفَادَهُ بِالصُّلْحِ فَكَانَ مُبَادَلَةً مَالِيَّةً. اَمَّا اِذَا صَالَحَ عَلَيْهَا بِاِقْرَارٍ اَوْ سُكُوْتٍ اَوْ اِنْكَارٍ وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ فِيْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ اَخَذَهَا عِوَضًا عَنْ حَقِّهِ فِيْ زَعْمِهِ اِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ جِنْسِهِ فَيُعَامَلُ بِزَعْمِهِ.

اور جب کسی شخص نے گھر کے بارے میں انکار کے ساتھ مصالحت کی ہے۔ اور جب گھر کا عوض اقرار کے ساتھ مصالحت ہوئی ہے تو اس میں شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قدوری کے اکثر نسخوں میں عبارت اسی طرح

ہے۔ حالانکہ "اَوْ یُصَالِحُ عَلَیْهَا" کی جگہ پر "اَوْ یُصَالِحُ عَنْهَا بِالْاِنْكَارِ" زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ جب صلح کرنے والے نے انکار کے ساتھ مصالحت کی ہے تو گھر اس کے قبضہ میں باقی رہ جائے گا اور وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کی ملکیت ختم نہیں ہوئی ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے سکوت کے ساتھ گھر میں مصالحت کی ہے تب بھی شفعہ ثابت نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے صلح کرنے والے نے اپنی قسم کے فدیے اور اپنے مقابل میں رہنے والے کے شور شرابے کو ختم کرنے کے لئے پیسہ خرچ کیا ہو۔ یہ تو ایسے ہی ہو جائے گا جس طرح اس نے صراحت کے ساتھ انکار کر دیا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اقرار کے ساتھ گھر میں صلح کی ہو۔ کیونکہ اب وہ مدعی ملکیت کا اعتراف کرنے والا ہے۔ اور اس ملکیت کو اس نے بطور صلح حاصل کیا ہے تو یہ مالی تبادلے کی طرح ہو جائے گا مگر جب اس نے گھر پر اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ صلح کر دی ہے تو ان تمام احوال میں اس کا شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے علم کے مطابق اپنے گھر کو حق کے بدلے میں لینے والا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ بدلہ اس کے حق کی جنس میں سے نہ ہو۔ تو اس کے علم کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

ہبہ میں شفعہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا شُفْعَةَ فِیْ هِبَةٍ لِمَا ذَكَرْنَا، اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ بِعِوَضٍ مَشْرُوْطٍ) لِاَنَّهٗ بَیْعٌ انْتِهَاءً، وَلَا بُدَّ مِنَ الْقَبْضِ وَاَنْ لَا یَكُوْنَ الْمَوْهُوْبُ وَلَا عِوَضُهٗ شَائِعًا لِاَنَّهٗ هِبَةٌ ابْتِدَاءً وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِیْ كِتَابِ الْهِبَةِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا لَمْ یَكُنِ الْعِوَضُ مَشْرُوْطًا فِی الْعَقْدِ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا هِبَةٌ مُطْلَقَةٌ، اِلَّا اَنَّهٗ اُثِیْبَ مِنْهَا فَامْتَنَعَ الرُّجُوْعُ ۔

فرمایا کہ ہبہ میں کوئی شفعہ نہیں ہے اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ ہاں البتہ جب ہبہ مشروط بدلے کے ساتھ کیا جاری ہوا ہے۔ کیونکہ یہ انجام کے اعتبار سے بیع ہے۔ اور قبضہ کا ہونا اور موہوب اور اس کے بدلے کا تقسیم ہونا لازم ہے کیونکہ یہ ابتدائی طور پر ہبہ جس طرح ہم کتاب ہبہ میں بیان کر آئے ہیں۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب بدلہ عقد میں مشروط نہ کیا گیا ہو کیونکہ اب ہبہ اور عوض یہ دونوں مطلق طور پر ہبہ ہیں لیکن جب اس ہبہ کا بدلہ دے دیا جائے تو اب اس کی واپسی ناممکن ہو جائے گی۔

خیار شرط کے ساتھ خریدی گئی چیز میں شفعہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ بِشَرْطِ الْخِیَارِ فَلَا شُفْعَةَ لِلشَّفِیْعِ) لِاَنَّهٗ یَمْنَعُ زَوَالَ الْمِلْكِ عَنِ الْبَائِعِ (فَاِنْ اُسْقِطَ الْخِیَارُ وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ) لِاَنَّهٗ زَالَ الْمَانِعُ عَنِ الزَّوَالِ وَیُشْتَرَطُ الطَّلَبُ عِنْدَ سُقُوْطِ الْخِیَارِ فِی الصَّحِیْحِ لِاَنَّ الْبَیْعَ یَصِیْرُ سَبَبًا لِزَوَالِ الْمِلْكِ عِنْدَ ذٰلِكَ ۔

اور جس شخص نے خیار شرط کے ساتھ کسی چیز کو بیچا ہے تو شفیع کے لئے شفعہ نہ ہوگا۔ کیونکہ خیار شرط بیچنے والے کی ملکیت کو ختم کرنے والا نہیں ہے۔ اور جب بیچنے والا نے خیار کو ساقط کر دیا ہے تو اب شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ ملکیت کو ختم کرنے والا مانع نہ رہا ہے۔ اور قول صحیح کے مطابق خیار کے ساقط ہونے کے وقت طلب کرنا شرط ہے۔ کیونکہ بیع اسی وقت ملکیت کو ختم کرنے

کا سبب بننے والی ہے

شرط خیار کے ساتھ خریدی گئی چیز میں شفعہ ہونے کا بیان

(وَإِنِ اشْتَرٰى بِشَرْطِ الْخِيَارِ وَجَبَ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّهُ لَا يَمْنَعُ زَوَالَ الْمِلْكِ عَنِ الْبَائِعِ بِالِاتِّفَاقِ، وَالشُّفْعَةُ تُبْتَنٰى عَلَيْهِ عَلٰى مَا مَرَّ، وَإِذَا أَخَذَهَا فِي الثُّلُثِ وَجَبَ الْبَيْعُ لِعَجْزِ الْمُشْتَرِي عَنِ الرَّدِّ، وَلَا خِيَارَ لِلشَّفِيعِ لِأَنَّهُ يَثْبُتُ بِالشَّرْطِ، وَهُوَ لِلْمُشْتَرِي دُوْنَ الشَّفِيعِ، وَإِنْ بِيعَتْ دَارٌ إِلٰى جَنْبِهَا وَالْخِيَارُ لِأَحَدِهِمَا فَلَهُ الْأَخْذُ بِالشُّفْعَةِ أَمَّا لِلْبَائِعِ فَظَاهِرٌ لِبَقَاءِ مِلْكِهِ فِي الَّتِي يُشْفَعُ بِهَا، وَكَذَا إِذَا كَانَ لِلْمُشْتَرِي وَفِيهِ إِشْكَالٌ أَوْضَحْنَاهُ فِي الْبُيُوعِ فَلَا نُعِيدُهُ، وَإِذَا أَخَذَهَا كَانَ إِجَازَةً مِنْهُ لِلْبَيْعِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَاهَا وَلَمْ يَرَهَا حَيْثُ لَا يَبْطُلُ خِيَارُهُ بِأَخْذِ مَا بِيعَ بِجَنْبِهَا بِالشُّفْعَةِ، لِأَنَّ خِيَارَ الرُّؤْيَةِ لَا يَبْطُلُ بِصَرِيحِ الْإِبْطَالِ فَكَيْفَ بِدَلَالَتِهِ، ثُمَّ إِذَا حَضَرَ شَفِيعُ الدَّارِ الْأُولٰى لَهُ أَنْ يَأْخُذَهَا دُوْنَ الثَّانِيَةِ لِانْعِدَامِ مِلْكِهِ فِي الْأُولٰى حِينَ بِيعَتِ الثَّانِيَةُ .

اور جب خریدار نے کسی چیز کو خیار شرط کے ساتھ خریدا ہے تو شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ خیار بہ اتفاق بیچنے والا سے ملکیت کو ختم کرنے والا نہیں ہے۔ اور ملکیت ختم ہونے پر ہی شفعہ ثابت ہونے والا ہے۔ جس طرح گزر چکا ہے۔ اور جب شفیع تین دن کے اندر اندر شفعہ کرنے والا ہے تو بیع لازم ہو جائے گی۔ کیونکہ اب خریدار واپسی سے قاصر ہو چکا ہے۔ جبکہ شفیع کو خیار نہ ملے گا۔ کیونکہ خیار شرط کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور وہ خریدار کے لئے تھا وہ شفیع کے لئے نہ تھا۔

اور جب مشفوعہ گھر کے برابر کسی مکان کی بیع ہوئی اور عاقدین میں سے کے لئے خیار بھی ہوا ہے تو اس کو شفعہ لینے کا اختیار ہو گا۔ اور وہ بیچنے والے کے لئے تو ظاہر ہے کیونکہ جس گھر کے سبب سے وہ شفعہ لے رہا ہے۔ اس میں اس کی ملکیت باقی ہے۔ اور اسی طرح جب خریدار کے لئے خیار ہو تو اس میں ایک اشکال ہے۔ جس کو ہم کتاب بیوع میں بیان کر کے آئے ہیں۔ پس اس کو دوبارہ یہاں نہیں بیان کریں گے۔

اور جب خریدار نے گھر لیا ہے تو یہ اس کی جانب سے بیع کی اجازت سمجھی جائے گی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے دیکھے بغیر مکان کو خریدا ہے تو اس کے ساتھ میں بیچے گئے مکان کو بطور شفعہ لینے کی وجہ سے خریدار کا خیار باطل نہ ہوگا کیونکہ خیار رویت کے ذریعے ابطال کی تصریح سے ختم کرنے والا نہیں ہے۔ تو وہ دلالت ابطال سے کس طرح باطل ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد جب پہلے مکان کا شفیع آ جائے تو اس کو پہلے مکان لینے کا اختیار ہوگا دوسرے کا اختیار نہ ہوگا۔ کیونکہ دوسرے کو بیچتے وقت پہلے مکان سے اس کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔

بیع فاسدہ والے مکان میں شفعہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنِ ابْتَاعَ دَارًا شِرَاءً فَاسِدًا فَلَا شُفْعَةَ فِيهَا) أَمَّا قَبْلَ الْقَبْضِ فَلِعَدَمِ زَوَالِ مِلْكِ الْبَائِعِ،

وَبَعْدَ الْقَبْضِ لِاحْتِمَالِ الْفَسْخِ، وَحَقُّ الْفَسْخِ ثَابِتٌ بِالشَّرْعِ لِدَفْعِ الْفَسَادِ، وَفِي إِثْبَاتِ حَقِّ الشُّفْعَةِ تَقْرِيرُ الْفَسَادِ فَلَا يَجُوزُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْمُشْتَرِي فِي الْبَيْعِ الصَّحِيحِ لِأَنَّهُ صَارَ أَخَصَّ بِهِ تَصَرُّفًا وَفِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ مَمْنُوعٌ عَنْهُ .

اور جب کسی شخص نے بیع فاسد کے طور پر کوئی مکان خریدا ہے تو بیع فاسدہ کے سبب اس میں شفعہ نہ ہوگا۔ کیونکہ قبضے سے پہلے بیچنے والے کی ملکیت ختم نہیں ہوئی اور قبضے کے بعد فسخ کا احتمال رکھنے کی وجہ سے اور فساد کو دور کرنے کی وجہ سے شرعی حکم کے مطابق فسخ کا حق ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ حق شفعہ کو ثابت کرنے کی وجہ سے فساد پکا ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ درست نہیں ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب بیع صحیحہ میں خریدار کے لئے اختیار ہو کیونکہ ایسی بیع میں خریدار تصرف کے ساتھ خاص ہے جبکہ بیع فاسدہ میں خریدار کو تصرف سے روک دیا جاتا ہے۔

حق فسخ کے سقوط کے سبب سے ثبوت شفعہ کا فقہی بیان

قَالَ (فَإِنْ سَقَطَ حَقُّ الْفَسْخِ وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ لِزَوَالِ الْمَانِعِ، وَإِنْ بِيعَتْ دَارٌ بِجَنْبِهَا وَهِيَ فِي يَدِ الْبَائِعِ بَعْدُ فَلَهُ الشُّفْعَةُ لِبَقَاءِ مِلْكِهِ، وَإِنْ سَلَّمَهَا إِلَى الْمُشْتَرِي فَهُوَ شَفِيعُهَا لِأَنَّ الْمِلْكَ لَهُ) ثُمَّ إِنْ سَلَّمَ الْبَائِعُ قَبْلَ الْحُكْمِ بِالشُّفْعَةِ لَهُ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ كَمَا إِذَا بَاعَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا سَلَّمَ بَعْدَهُ لِأَنَّ بَقَاءَ مِلْكِهِ فِي الدَّارِ الَّتِي يُشْفَعُ بِهَا بَعْدَ الْحُكْمِ بِالشُّفْعَةِ لَيْسَ بِشَرْطٍ فَبَقِيَتْ الْمَأْخُوذَةُ بِالشُّفْعَةِ عَلَى مِلْكِهِ، وَإِنْ اسْتَرَدَّهَا الْبَائِعُ مِنَ الْمُشْتَرِي قَبْلَ الْحُكْمِ بِالشُّفْعَةِ لَهُ بَطَلَتْ لِانْقِطَاعِ مِلْكِهِ عَنِ الَّتِي يُشْفَعُ بِهَا قَبْلَ الْحُكْمِ بِالشُّفْعَةِ، وَإِنْ اسْتَرَدَّهَا بَعْدَ الْحُكْمِ بَقِيَتِ الثَّانِيَةُ عَلَى مِلْكِهِ لِمَا بَيَّنَّا

اور جب فسخ کرنے کا حق ساقط ہو جائے تو مانع ختم ہو جانے کی وجہ سے شفعہ کا حق ثابت ہو جائے گا۔ اور جب اس مکان کے برابر کوئی مکان فروخت ہوا ہے اور وہ مکان ابھی تک بیچنے والے کے قبضہ میں ہو تو ملکیت کی بقاء کے سبب بیچنے والا کو شفعہ مل جائے گا۔ اور جب بیچنے والا نے پہلا مکان خریدار کے سپرد کر دیا ہے تو اب بھی خریدار دوسرے مکان کا شفیع بن جائے گا۔ کیونکہ ملکیت اسی کی ہے اور اس کے بعد جب بیچنے والا نے اپنے شفعہ کا فیصلہ کرنے سے پہلے گھر خریدار کے حوالے کر دیا ہے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ جس طرح کہ جب اس نے گھر کو بیچ دیا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب بیچنے والا شفعہ کا فیصلہ ہونے کے بعد مکان کو حوالے کیا ہے۔ کیونکہ شفعہ کے فیصلہ کے بعد وہی جگہ جس کے سب اس کو شفعہ مل رہا ہے اس کا بیچنے والے کی ملکیت میں باقی رہنا لازم نہیں ہے۔ تو شفعہ میں لیا گیا مکان اس کی ملکیت میں باقی رہ جائے گا۔

اور جب شفعہ کے فیصلہ سے پہلے بیچنے والا نے خریدار سے اپنا مکان واپس لے لیا ہے تو خریدار کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ شفعہ کے فیصلے سے قبل وہ جس مکان کا شفیع بن رہا تھا اس میں تو اسکی ملکیت ختم ہو چکی ہے۔ اور جب بیچنے والا نے شفعہ کے فیصلہ کے

بعد مکان کو واپس لیا ہے تو دوسرا امکان حسب عرف ملکیت میں باقی رہ جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

تقسیم شرکاء کے سبب ہمسائے کے لئے حق شفعہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الْعَقَارَ فَلَا شُفْعَةَ لِجَارِهِمْ بِالْقِسْمَةِ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ فِيهَا مَعْنَى الْإِفْرَازِ وَلِهَذَا يَجْرِي فِيهَا الْجَبْرُ ؛ وَالشُّفْعَةُ مَا شُرِعَتْ إِلَّا فِي الْمُبَادَلَةِ الْمُطْلَقَةِ قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى دَارًا فَسَلَّمَ الشَّفِيعُ الشُّفْعَةَ ثُمَّ رَدَّهَا الْمُشْتَرِي بِخِيَارِ رُؤْيَةٍ أَوْ شَرْطٍ أَوْ بِعَيْبٍ بِقَضَاءِ قَاضٍ فَلَا شُفْعَةَ لِلشَّفِيعِ) لِأَنَّهُ فَسْخٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَعَادَ إِلَى قَدِيمِ مِلْكِهِ وَالشُّفْعَةُ فِي إِنْشَاءِ الْعَقْدِ، وَلَا فَرْقَ فِي هَذَا بَيْنَ الْقَبْضِ وَعَدَمِهِ .

اور جب شرکاء نے زمین کو تقسیم کرلیا ہے تو ان کی تقسیم کے سبب ہمسائے کے لئے حق شفعہ ثابت نہ ہوگا کیونکہ تقسیم میں الگ ہونے کا معنی پایا جاتا ہے۔اور اسی وجہ سے اس میں زیادتی کی جاتی ہے۔جبکہ شفعہ محض مالی تبادلہ میں مشروع کیا گیا ہے۔

اور جب خریدار نے کسی مکان کو خریدا ہے اور اس کے بعد شفیع نے شفعہ چھوڑ دیا ہے اور اس کے بعد خریدار نے وہ مکان خیار رویت یا خیار شرط یا کسی عیب کے سبب قاضی کے فیصلے سے واپس کر دیا ہے تو اب شفیع کے لئے شفعہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس طرح کی واپسی ہر طرح سے فسخ ہے۔ پس مبیع بیچنے والے کی قدیمی ملکیت کی جانب لوٹ جائے گی۔جبکہ شفعہ جدید عقد کے ساتھ ثابت ہوا کرتا ہے۔ اور اس حالت میں قبضہ کے ہونے یا نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

فریقین کے اقالہ کرنے کے سبب حق شفعہ ثابت ہونے کا بیان

(وَإِنْ رَدَّهَا بِعَيْبٍ بِغَيْرِ قَضَاءٍ أَوْ تَقَايَلَا الْبَيْعَ فَلِلشَّفِيعِ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّهُ فَسْخٌ فِي حَقِّهِمَا لِوِلَايَتِهِمَا عَلَى أَنْفُسِهِمَا وَقَدْ قَصَدَا الْفَسْخَ وَهُوَ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ ثَالِثٍ لِوُجُودِ حَدِّ الْبَيْعِ وَهُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضِي وَالشَّفِيعُ ثَالِثٌ، وَمُرَادُهُ الرَّدُّ بِالْعَيْبِ بَعْدَ الْقَبْضِ لِأَنَّ قَبْلَهُ فَسْخٌ مِنْ الْأَصْلِ وَإِنْ كَانَ بِغَيْرِ قَضَاءٍ عَلَى مَا عُرِفَ ؛ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : وَلَا شُفْعَةَ فِي قِسْمَةٍ وَلَا خِيَارِ رُؤْيَةٍ، وَهُوَ بِكَسْرِ الرَّاءِ، وَمَعْنَاهُ : لَا شُفْعَةَ بِسَبَبِ الرَّدِّ بِخِيَارِ الرُّؤْيَةِ لِمَا بَيَّنَّاهُ، وَلَا تَصِحُّ الرِّوَايَةُ بِالْفَتْحِ عَطْفًا عَلَى الشُّفْعَةِ لِأَنَّ الرِّوَايَةَ مَحْفُوظَةٌ فِي كِتَابِ الْقِسْمَةِ أَنَّهُ يَثْبُتُ فِي الْقِسْمَةِ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ وَخِيَارُ الشَّرْطِ لِأَنَّهُمَا يَثْبُتَانِ لِخَلَلٍ فِي الرِّضَا فِيمَا يَتَعَلَّقُ لُزُومُهُ بِالرِّضَا، وَهَذَا الْمَعْنَى مَوْجُودٌ فِي الْقِسْمَةِ، وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ .

اور جب خریدار نے قاضی کے فیصلہ سے عیب کے سبب مکان کو واپس کر دیا ہے یا ان دونوں نے اقالہ کیا تو شفیع کے لئے حق شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ ایسا لوٹانا اور اقالہ یہ دونوں بیچنے والا اور خریدار کے حق میں فسخ ہے۔ کیونکہ ان کو اپنے اوپر

ولایت حاصل ہے اور انہوں نے بیع کو فسخ کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ جبکہ تیسرے شخص کے حق میں یہ جدید بیع ہے کیونکہ اس میں بیع کی تعریف پائی جاتی ہے۔ اور باہمی رضامندی کے ساتھ مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہوتا ہے۔ جبکہ شفیع ثالث ہے۔ اور صاحب قدوری علیہ الرحمہ کی مراد عیب کے ذریعے لوٹانے سے قبضہ سے بعد کی ہے کیونکہ قبضہ سے پہلے لوٹانا یہ دوسرے سے فسخ کہلاتا ہے خواہ وہ قاضی کے فیصلہ کے بغیر ہو۔ جس طرح بتایا جا چکا ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ تقسیم اور خیار رؤیت میں شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ اور خیار یہ راء کے کسرہ کے ساتھ آتا ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ خیار رؤیت کی بنیاد پر مبیع کو واپس کرنے کے سبب شفیع کا حق شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں جبکہ شفعہ پر عطف ڈالتے ہوئے خیار کو مفتوح پڑھنے والی روایت درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ روایت مبسوط میں کتاب قسمہ میں موجود ہے۔ کہ تقسیم میں خیار رؤیت اور خیار شرط یہ دونوں ثابت ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں ایسے معاملات ہیں جن کا تعلق رضامندی کے لازم ہونے پر ہے۔ اور یہ رضامندی میں کسی خلل کے سبب ثابت ہوتے ہیں اور یہ معنی تقسیم میں پایا جاتا ہے۔

بَابُ مَا يَبْطُلُ بِهِ الشُّفْعَةُ

﴿یہ باب شفعہ کو باطل کرنے والی چیزوں کے بیان میں ہے﴾

باب شفعہ باطل کی فقہی مطابقت کا بیان

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ان اسباب کو بیان کر رہے ہیں جن کی وجہ سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے یاد رہے یہ اصول ہے کہ صحیح کے احکام کو مقدم ذکر کیا جاتا ہے اور بطلان کے احکام کو موخر ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کا تقدم وتاخر ہونا عام ہے۔ لہٰذا یہ مطابقت تو بیان طرح بھی سمجھ ہے۔

وقت بیع جانے کے باوجود ترک اشہاد پر شفعہ باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَرَكَ الشَّفِيعُ الْإِشْهَادَ حِينَ عَلِمَ بِالْبَيْعِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ) لِإِعْرَاضِهِ عَنْ الطَّلَبِ وَهَذَا لِأَنَّ الْإِعْرَاضَ إنَّمَا يَتَحَقَّقُ حَالَةَ الِاخْتِيَارِ وَهِيَ عِنْدَ الْقُدْرَةِ (وَكَذَلِكَ إنْ أَشْهَدَ فِي الْمَجْلِسِ وَلَمْ يُشْهِدْ عَلَى أَحَدِ الْمُتَبَايِعَيْنِ وَلَا عِنْدَ الْعَقَارِ) وَقَدْ أَوْضَحْنَاهُ فِيمَا تَقَدَّمَ قَالَ (وَإِنْ صَالَحَ مِنْ شُفْعَتِهِ عَلَى عِوَضٍ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ وَرَدَّ الْعِوَضَ) لِأَنَّ حَقَّ الشُّفْعَةِ لَيْسَ بِحَقٍّ مُتَقَرِّرٍ فِي الْمَحَلِّ، بَلْ هُوَ مُجَرَّدُ حَقِّ التَّمَلُّكِ فَلَا يَصِحُّ الِاعْتِيَاضُ عَنْهُ، وَلَا يَتَعَلَّقُ إسْقَاطُهُ بِالْجَائِزِ مِنْ الشَّرْطِ فَبِالْفَاسِدِ أَوْلَى فَيَبْطُلُ الشَّرْطُ وَيَصِحُّ الْإِسْقَاطُ وَكَذَا لَوْ بَاعَ شُفْعَتَهُ بِمَالٍ لِمَا بَيَّنَّا، بِخِلَافِ الْقِصَاصِ لِأَنَّهُ حَقٌّ مُتَقَرِّرٌ، وَبِخِلَافِ الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ لِأَنَّهُ اعْتِيَاضٌ عَنْ مِلْكٍ فِي الْمَحَلِّ وَنَظِيرُهُ إذَا قَالَ لِلْمُخَيَّرَةِ اخْتَارِينِي بِأَلْفٍ أَوْ قَالَ الْعِنِّينُ لِامْرَأَتِهِ اخْتَارِي تَرْكَ الْفَسْخِ بِأَلْفٍ فَاخْتَارَتْ سَقَطَ الْخِيَارُ وَلَا يَثْبُتُ الْعِوَضُ، وَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ فِي هَذَا بِمَنْزِلَةِ الشُّفْعَةِ فِي رِوَايَةٍ، وَفِي أُخْرَى: لَا تَبْطُلُ الْكَفَالَةُ وَلَا يَجِبُ الْمَالُ وَقِيلَ هَذِهِ رِوَايَةٌ فِي الشُّفْعَةِ، وَقِيلَ هِيَ فِي الْكَفَالَةِ خَاصَّةً وَقَدْ عُرِفَ فِي مَوْضِعِهِ .

اور جب شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اس نے وقت بیع اشہاد کو چھوڑ دیا ہے جبکہ وہ اس پر قادر تھا۔ تو طلب سے پھر جانے کی وجہ سے اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اور قادر ہونے کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ پھرنا صرف اختیار کی حالت میں ہو سکتا ہے۔

اور اختیار کی حالت میں قدرت پائی جاتی ہے۔

اور اسی طرح جب شفیع نے مجلس میں گواہ بنایا ہے اور عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے پاس اور نہ ہی زمین کے پاس اشہاد کیا ہے تو اس کی وضاحت ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

اور جب شفیع نے شفعہ کے بدلے میں کسی معاوضے پر صلح کر لی تو بھی اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اور وہ اس معاوضے کو بھی واپس کرے گا۔ کیونکہ حق شفعہ یہ اپنی جگہ میں ثابت شدہ حق نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو محض ملکیت ہے۔ پس اس کا بدلہ لینا درست نہ ہوگا۔ پس حق شفعہ کا سقوط یہ جائز شرط کے ساتھ متعلق نہ ہوگا۔ تو یہ فاسد کے ساتھ بدرجہ اولی نہ ہوگا۔ پس وہ شرط باطل ہو جائے گی۔ جبکہ اسقاط کا حق درست ہوگا۔ اور اسی طرح جب شفیع نے شفعہ کو مال کے بدلے میں بیچ دیا ہے۔ یہ اسی دلیل کے مطابق ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ بہ خلاف قصاص کے کیونکہ قصاص ایک ثابت شدہ حق ہے۔ بہ خلاف طلاق وعتاق کے کیونکہ ان میں اپنے محل میں ملکیت کا بدلہ لیا جاتا ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب خاوند نے اپنی مخیرہ بیوی سے کہا تم ایک ہزار دینے کے بدلے میں مجھ کو اختیار کر لو۔ یا عنین نے اپنی بیوی سے کہا کہ ایک ہزار کے بدلے میں عوض کو چھوڑنا ختم کر کے اختیار کرو۔ اور اس نے اسی طرح اختیار کر لیا تو اس کا اختیار ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ عوض ثابت نہ ہوگا۔ اور دوسری روایت میں اس طرح ہے۔ کہ کفالہ باطل نہ ہوگا اور مال ثابت نہ ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ شفعہ کی روایت ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ خاص طور پر کفالہ ہے اور اس کا بیان معروف طور پر مبسوط میں بیان کیا گیا ہے۔

موت کے سبب شفعہ کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا مَاتَ الشَّفِيعُ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : تُورَثُ عَنْهُ .قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : مَعْنَاهُ اِذَا مَاتَ بَعْدَ الْبَيْعِ قَبْلَ الْقَضَاءِ بِالشُّفْعَةِ، اَمَّا اِذَا مَاتَ بَعْدَ قَضَاءِ الْقَاضِيْ قَبْلَ نَقْدِ الثَّمَنِ وَقَبْضِهِ فَالْبَيْعُ لَازِمٌ لِوَرَثَتِهِ، وَهٰذَا نَظِيرُ الِاخْتِلَافِ فِيْ خِيَارِ الشَّرْطِ وَقَدْ مَرَّ فِي الْبُيُوعِ، وَلِاَنَّهُ بِالْمَوْتِ يَزُولُ مِلْكُهُ عَنْ دَارِهِ وَيَثْبُتُ الْمِلْكُ لِلْوَارِثِ بَعْدَ الْبَيْعِ وَقِيَامُهُ وَقْتَ الْبَيْعِ وَبَقَاؤُهُ لِلشَّفِيعِ اِلٰى وَقْتِ الْقَضَاءِ شَرْطًا فَلَا يَسْتَوْجِبُ الشُّفْعَةَ بِدُونِهِ (وَاِنْ مَاتَ الْمُشْتَرِيْ لَمْ تَبْطُلْ) لِاَنَّ الْمُسْتَحِقَّ بَاقٍ وَلَمْ يَتَغَيَّرْ سَبَبُ حَقِّهِ، وَلَا يُبَاعُ فِيْ دَيْنِ الْمُشْتَرِيْ وَوَصِيَّتِهِ، وَلَوْ بَاعَهُ الْقَاضِيْ اَوْ الْوَصِيُّ اَوْ اَوْصَى الْمُشْتَرِيْ فِيهَا بِوَصِيَّةٍ فَلِلشَّفِيعِ اَنْ يُبْطِلَهُ وَيَاْخُذَ الدَّارَ لِتَقَدُّمِ حَقِّهِ وَلِهٰذَا يَنْقُضُ تَصَرُّفَهُ فِيْ حَيَاتِهِ

اور جب شفیع فوت ہو جائے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ میت کی جانب سے اس کے ورثاء میں شفعہ کو تقسیم کیا جائے گا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا کہ صاحب قدوری علیہ الرحمہ کے فرمان کا معنی یہ ہے جب شفیع بیع کے بعد

شفعہ کے فیصلہ سے پہلے ہوا ہے مگر جب وہ نقد قیمت اور مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اور قاضی کے فیصلہ کے بعد فوت ہوا ہے تو شفیع کے ورثاء کے لئے بیع لازم ہو جائے گی۔ اور یہ خیار شرط میں اختلاف کی مثال ہے اور یہ کتاب بیوع میں گزر چکی ہے۔ کیونکہ موت کے سبب تو اپنے گھر سے شفیع کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور بیع کے بعد وارث کے لئے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور وقت بیع تک اس کا قائم رہنا اور وقت قضاء تک شفیع کے لئے اس کا باقی رہنا شرط ہے۔ پس اس شرط کے سوا وہ اس شفعہ کا حقدار نہ بن سکے گا۔

اور جب خریدار فوت ہو جائے تو شفعہ باطل نہ ہوگا۔ کیونکہ حقدار تو زندہ ہے اس کے حق کا سبب بھی نہیں بدلا اور خریدار کا قرض اور اس کی وصیت میں مشفوعہ مکان کو نہیں بیچا جائے گا۔ کیونکہ جب قاضی یا وصی نے اس کو بیچ دیا ہے یا خریدار نے اس مکان میں کوئی وصیت کر دی ہے تو شفیع کے لئے اس کو باطل کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور اس کے لئے یہ حق بھی ہوگا۔ وہ مکان کو حاصل کر لے۔ کیونکہ اس کا حق سب سے پہلے ہے اور اسی وجہ سے خریدار کی زندگی میں بھی اس کے تصرف کو توڑ دیا جاتا ہے۔

قضاء شفعہ سے پہلے فروختگی کے سبب بطلان شفعہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَاعَ الشَّفِيعُ مَا يَشْفَعُ بِهِ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى لَهُ بِالشُّفْعَةِ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ) لِزَوَالِ سَبَبِ الْاِسْتِحْقَاقِ قَبْلَ التَّمَلُّكِ وَهُوَ الِاتِّصَالُ بِمِلْكِهِ وَلِهٰذَا يَزُولُ بِهِ وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ بِشِرَاءِ الْمَشْفُوعَةِ كَمَا إِذَا سَلَّمَ صَرِيحًا أَوْ إِبْرَاءً عَنِ الدَّيْنِ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ بِهِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ الشَّفِيعُ دَارَهُ بِشَرْطِ الْخِيَارِ لَهُ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ الزَّوَالَ فَبَقِيَ الِاتِّصَالُ قَالَ (وَوَكِيلُ الْبَائِعِ إِذَا بَاعَ وَهُوَ الشَّفِيعُ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ، وَوَكِيلُ الْمُشْتَرِي إِذَا ابْتَاعَ فَلَهُ الشُّفْعَةُ) وَالْأَصْلُ أَنَّ مَنْ بَاعَ أَوْ بِيعَ لَهُ لَا شُفْعَةَ لَهُ، وَمَنْ اشْتَرَى أَوْ ابْتِيعَ لَهُ فَلَهُ الشُّفْعَةُ، لِأَنَّ الْأَوَّلَ بِأَخْذِ الْمَشْفُوعَةِ يَسْعَى فِي نَقْضِ مَا تَمَّ مِنْ جِهَتِهِ وَهُوَ الْبَيْعُ، وَالْمُشْتَرِي لَا يَنْقُضُ شِرَاؤُهُ بِالْأَخْذِ بِالشُّفْعَةِ لِأَنَّهُ مِثْلُ الشِّرَاءِ (وَكَذٰلِكَ لَوْ ضَمِنَ الدَّرْكَ عَنِ الْبَائِعِ وَهُوَ الشَّفِيعُ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ) وَكَذٰلِكَ إِذَا بَاعَ وَشَرَطَ الْخِيَارَ لِغَيْرِهِ فَأَمْضَى الْمَشْرُوطُ لَهُ الْخِيَارُ الْبَيْعَ وَهُوَ الشَّفِيعُ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ، لِأَنَّ الْبَيْعَ تَمَّ بِإِمْضَائِهِ، بِخِلَافِ جَانِبِ الْمَشْرُوطِ لَهُ الْخِيَارُ مِنْ جَانِبِ الْمُشْتَرِي.

اور جب شفیع نے شفعہ کے فیصلے ہونے سے پہلے اس مکان کو بیچ دیا ہے جس کے سبب وہ شفعہ کا حقدار بن رہا تھا تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ مالک بننے سے پہلے ہی اس کا حق ختم ہو چکا ہے۔ اور وہ اس کی ملکیت کا ملا ہوا ہونا تھا۔ اور اسی سبب سے جب مکان بیچنے کے سبب اس کا حقدار ختم ہوا ہے خواہ خریدار کو مشفوعہ مکان کے سیل ہونے کا علم نہ ہو جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب شفیع نے وضاحت سے شفعہ سے دستبرداری کر لی یا اس صورت میں ہے جب قرض خواہ نے قرضداروں کو بری کر دیا ہے اور اس کو قرض کا پتہ ہی نہ ہوا اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ سے جدا ہے کہ جب شفیع نے اپنا مکان خیار شرط کے ساتھ سیل کیا ہے۔ کیونکہ خیار یہ ملکیت کو ختم کرنے سے روکنے والا ہے۔ پس اتصال اسی طرح باقی رہ جائے گا۔

اور جب بیچنے والا کا وکیل سیل کرے۔ اور شفیع بھی وہی ہے تو اس کو شفعہ نہ ملے گا۔ اور جب خریدار کا وکیل خریدے تو اس کو شفعہ مل جائے گا۔ اور قانون یہ ہے۔ کہ جس شخص نے سیل کیا یا جس کے لئے سیل کیا گیا ہے۔ وہ حق شفعہ نہیں رکھتا۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور وہ شخص جس نے خریدا ہے یا جس کے لئے خریدا گیا ہے وہ حق شفعہ رکھتا ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں وہ مکان مشفوعہ دے کر اس کی بیع کو توڑنے کی کوشش کرنے والا ہے حالانکہ وہ اسی کی جانب سے مکمل ہوئی تھی۔ جبکہ خریدار اپنی شراء کے ذریعہ اس کو نہیں توڑ سکے گا کیونکہ شفعہ کو لینا یہ خریدنے کی طرح ہے۔

اور اسی طرح جب کوئی شخص بیچنے والے کی جانب سے تاوان کا ضامن ہوا ہے اور شفیع بھی وہی تھا۔ تو اس کو شفعہ نہ ملے گا۔ اور اسی طرح جب بیچنے والا نے کوئی چیز سیل کی اور اس نے اپنے سوا کسی دوسرے کے لئے خیار شرط لگائی تو اسکے بعد وہ بیع مشروط لہ نے نافذ کر دی ہے اور شفیع بھی وہی تھا تو اس کے لئے بھی شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے نفاذ سے بیع مکمل ہو چکی ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب خریدار کی جانب سے جس کے لئے خیار شرط تھا۔ اس کی جانب سے بیع کو نافذ کر دیا گیا ہو۔

خبر قیمت کی تبدیلی کے سبب حکم شفعہ کی تبدیلی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَلَغَ الشَّفِيعَ أَنَّهَا بِيعَتْ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَسَلَّمَ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهَا بِيعَتْ بِأَقَلَّ أَوْ بِحِنْطَةٍ أَوْ شَعِيرٍ قِيمَتُهَا أَلْفٌ أَوْ أَكْثَرُ فَتَسْلِيمُهُ بَاطِلٌ وَلَهُ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّهُ إِنَّمَا سَلَّمَ لِاسْتِكْثَارِ الثَّمَنِ فِي الْأَوَّلِ وَلِتَعَذُّرِ الْجِنْسِ الَّذِي بَلَغَهُ وَتَيَسُّرِ مَا بِيعَ بِهِ فِي الثَّانِي إِذْ الْجِنْسُ مُخْتَلِفٌ، وَكَذَا كُلُّ مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ أَوْ عَدَدِيٍّ مُتَقَارِبٍ، بِخِلَافِ مَا إِذَا عَلِمَ أَنَّهَا بِيعَتْ بِعَرْضٍ، قِيمَتُهُ أَلْفٌ أَوْ أَكْثَرُ، لِأَنَّ الْوَاجِبَ فِيهِ الْقِيمَةُ وَهِيَ دَرَاهِمُ أَوْ دَنَانِيرُ، وَإِنْ بَانَ أَنَّهَا بِيعَتْ بِدَنَانِيرَ قِيمَتُهَا أَلْفٌ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ، وَكَذَا إِذَا كَانَتْ أَكْثَرَ .وَقَالَ زُفَرُ : لَهُ الشُّفْعَةُ لِاخْتِلَافِ الْجِنْسِ وَلَنَا أَنَّ الْجِنْسَ مُتَّحِدٌ فِي حَقِّ الثَّمَنِيَّةِ .

اور جب شفیع کو یہ پتہ چلا کہ مکان ایک ہزار میں سیل ہوا ہے اور اس نے حق شفعہ کو ترک کر دیا ہے اور اس کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ مکان ایک ہزار سے کم قیمت میں سیل ہوا ہے یا گندم یا جو کے بدلے میں فروخت ہوا ہے۔ جس کی قیمت ایک ہزار سے کم یا زائد ہے تو اس کا ترک شفعہ کا حکم ختم ہو جائے گا اور اس کے لئے حق شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ پہلی صورت میں اس نے قیمت کو زیادہ سمجھ کر چھوڑا تھا اور دوسری صورت میں جنس ناممکن ہونے کی وجہ سے اور قیمت کے آسان ہونے کی وجہ سے شفعہ کو چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ اجناس میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ اور ہر کیل والی، موزونی اور عددی متقارب چیز کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب شفیع کو پتہ چلا کہ مکان ایسے سامان کے بدلے میں سیل ہوا ہے جس کی قیمت ایک ہزار یا اس سے زائد ہے کیونکہ سامان میں قیمت واجب ہوا کرتی ہے۔ اور وہ دراہم یا دینار ہیں۔ اور جب اس کو یہ پتہ چلا کہ

بعض دیناروں کے بدلے میں سیل ہوا ہے جن کی قیمت ایک ہزار ہے تو اس کے لئے شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جب وہ ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جنس کے مختلف ہونے کے سبب شفیع کو شفعہ مل جائے گا۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ ثمن ہونے کے حق میں جنس متحد ہے۔

خریدار کے بدلنے کے سبب شفعہ ثابت ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قِيلَ لَهُ إِنَّ الْمُشْتَرِيَ فُلَانٌ فَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ غَيْرُهُ فَلَهُ الشُّفْعَةُ) لِتَفَاوُتِ الْجِوَارِ (وَلَوْ عَلِمَ أَنَّ الْمُشْتَرِيَ هُوَ مَعَ غَيْرِهِ فَلَهُ أَنْ يَأْخُذَ نَصِيبَ غَيْرِهِ) لِأَنَّ التَّسْلِيمَ لَمْ يُوجَدْ فِي حَقِّهِ (وَلَوْ بَلَغَهُ شِرَاءُ النِّصْفِ فَسَلَّمَ ثُمَّ ظَهَرَ شِرَاءُ الْجَمِيعِ فَلَهُ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّ التَّسْلِيمَ لِضَرَرِ الشَّرِكَةِ وَلَا شَرِكَةَ، وَفِي عَكْسِهِ لَا شُفْعَةَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ فِي الْكُلِّ تَسْلِيمٌ فِي أَبْعَاضِهِ

اور جب شفیع کو بتایا گیا کہ فلاں آدمی خریدار ہے اور اس نے شفعہ کو چھوڑ دیا ہے اور اس کے بعد اسکو یہ بتایا گیا ہے کہ نہیں خریدار کوئی دوسرا شخص ہے تو اب اس کو شفعہ ملے گا کیونکہ ہمسائیگی میں فرق ہونے کا سبب ہے۔ اور جب اس کو یہ پتہ چلا کہ فلاں آدمی کے ساتھ کوئی دوسرا خریدار بھی ہے تو شفیع کے لئے اس دوسرے آدمی کے لئے حصہ لینے میں اختیار ہوگا۔ کیونکہ دوسرے شخص کے حق میں سپردگی نہیں پائی گئی ہے۔

اور جب شفیع کو نصف مکان کے سیل ہونے کا پتہ چلا اور اس نے شفعہ کو چھوڑنا ظاہر کر دیا ہے اور اس کے بعد اس کو پتہ چلا کہ مکان سارا سیل ہو رہا ہے تو اس کو حق شفعہ ملے گا۔ کیونکہ ترک کرنا یہ شرکت میں نقصان کے سبب سے تھا۔ اور یہاں کوئی شرکت نہیں ہے۔ جبکہ اس مسئلہ کے برعکس ظاہر الروایت کے مطابق حق شفعہ نہ ملے گا۔ کیونکہ سارے کو حوالے کرنا یہ بعض کو سپرد کرنے کی طرح ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل سقوط شفعہ کے حیلوں کے بیان میں ہے﴾

فصل سقوط شفعہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں سے ان مسائل کو بیان کرنا شروع کیا ہے جن کے سبب سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اور اس کو حیلہ یا ذریعہ بھی کہتے ہیں البتہ حیلہ یا ذریعہ یہ سقوط شفعہ میں خاص ہے۔ پس اس سبب کے پیش نظر اس کو الگ فصل میں بیان کیا گیا ہے تاکہ اس کی معرفت انفرادی طور پر سمجھ لی جائے۔

انقطاع ہمسائیگی کے سبب عدم شفعہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَاعَ دَارًا إِلَّا مِقْدَارَ ذِرَاعٍ مِنْهَا فِي طُولِ الْحَدِّ الَّذِي يَلِي الشَّفِيعَ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ) لِانْقِطَاعِ الْجِوَارِ، وَهَذِهِ حِيلَةٌ، وَكَذَا إِذَا وَهَبَ مِنْهُ هَذَا الْمِقْدَارَ وَسَلَّمَهُ إِلَيْهِ لِمَا بَيَّنَّا. قَالَ (وَإِذَا ابْتَاعَ مِنْهَا سَهْمًا بِثَمَنٍ ثُمَّ ابْتَاعَ بَقِيَّتَهَا فَالشُّفْعَةُ لِلْجَارِ فِي السَّهْمِ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي) لِأَنَّ الشَّفِيعَ جَارٌ فِيهِمَا، إِلَّا أَنَّ الْمُشْتَرِيَ فِي الثَّانِي شَرِيكٌ فَيَتَقَدَّمُ عَلَيْهِ، فَإِنْ أَرَادَ الْحِيلَةَ ابْتَاعَ السَّهْمَ بِالثَّمَنِ إِلَّا دِرْهَمًا مَثَلًا وَالْبَاقِيَ بِالْبَاقِي،

اور جب کسی شخص نے کوئی مکان سیل کیا اور اس میں سے ایک گز کی مقدار کے برابر لمبائی شفیع سے متصل جگہ کو نہ بیچا تو شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ انقطاع جوار ہے۔ اور یہ ایک طرح کا حیلہ ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے اتنی مقدار کو ہبہ کر دیا ہے یا اس کو موہوب لہ کے سپرد کر دیا ہے تو یہ اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب کسی شخص نے مکان کا ایک حصہ سیل کر کے بقیہ حصے کو قیمت دیکر واپس لے لیا ہے تو ہمسائے کو پہلے حصہ میں شفعہ مل جائے گا کیونکہ شفیع دونوں حصوں میں ہمسایہ ہے۔ مگر دوسرے حصے میں خریدار کی شرکت کے سبب شفعہ نہ ملے گا کیونکہ وہ شفیع پر مقدم ہے۔ اور اگر حیلہ کرنا چاہے تو وہ مکان کے ایک حصے کو ایک درہم کے سوا ساری قیمت میں خرید لے۔ اس کے بعد بقیہ کو بقیہ کے بدلے میں حاصل کر لے۔

قیمت میں دی گئی چیز کے تبدیل ہونے میں شفعہ کا بیان

وَإِنْ ابْتَاعَهَا بِثَمَنٍ ثُمَّ دَفَعَ إِلَيْهِ ثَوْبًا عِوَضًا عَنْهُ فَالشُّفْعَةُ بِالثَّمَنِ دُونَ الثَّوْبِ لِأَنَّهُ عَقْدٌ آخَرُ،

وَالثَّمَنُ هُوَ الْعِوَضُ عَنِ الدَّارِ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : وَهٰذِهٖ حِيلَةٌ أُخْرٰى تَعُمُّ الْجِوَارَ وَالشَّرِكَةَ فَيُبَاعُ بِأَضْعَافِ قِيمَتِهٖ وَيُعْطٰى بِهَا ثَوْبٌ بِقَدْرِ قِيمَتِهٖ، إِلَّا أَنَّهٗ لَوِ اسْتُحِقَّتِ الْمَشْفُوعَةُ يَبْقٰى كُلُّ الثَّمَنِ عَلٰى مُشْتَرِي الثَّوْبِ لِقِيَامِ الْبَيْعِ الثَّانِي فَيَتَضَرَّرُ بِهٖ وَالْأَوْجَهُ أَنْ يُبَاعَ بِالدَّرَاهِمِ الثَّمَنُ دِينَارٌ حَتّٰى إِذَا اسْتُحِقَّ الْمَشْفُوعُ يَبْطُلُ الصَّرْفُ فَيَجِبُ رَدُّ الدِّينَارِ لَا غَيْرُ

اور جب کسی شخص نے مکان کو ثمن کے بدلے میں خریدا اور اس کے بعد اس نے بیچنے والا کو ثمن کے بدلے میں کپڑا دے دیا ہے تو شفعہ ثمن کے بدلے میں ہوگا کپڑے کے بدلے میں نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ دوسرا عقد ہے جبکہ مکان کا بدلہ ثمن ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ ایک دوسرا حیلہ ہے جو ہمسائے اور شرکت دونوں کو شامل ہے۔ کہ مکان کو اس کی قیمت سے کئی گنا زیادہ قیمت میں سیل کر دیا جائے اور اس کی قیمت کی مقدار کے برابر کپڑا دے دیا جائے مگر جب وہ مشفوعہ مکان کس کا مستحق بن جائے تو خریدار پر کپڑا اور قیمت باقی رہ جائے گی۔ کیونکہ ابھی دوسری بیع باقی ہے پس بیچنے والا کو اس سے نقصان ہوگا اور زیادہ احسن یہ ہے کہ ثمن والے دراہم کے بدلے میں ایک دینار سیل کر دیا جائے تاکہ جب کوئی اس مکان میں کوئی حق ثابت ہو تو صرف بیع باطل ہو جائے اور واپسی محض دینار ہو۔

اسقاط شفعہ میں حیلہ کے مکروہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تُكْرَهُ الْحِيلَةُ فِي إِسْقَاطِ الشُّفْعَةِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَتُكْرَهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ) لِأَنَّ الشُّفْعَةَ إِنَّمَا وَجَبَتْ لِدَفْعِ الضَّرَرِ، وَلَوْ أَبَحْنَا الْحِيلَةَ مَا دَفَعْنَاهُ وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّهٗ مَنَعَ عَنْ إِثْبَاتِ الْحَقِّ فَلَا يُعَدُّ ضَرَرًا، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ الْحِيلَةُ فِي إِسْقَاطِ الزَّكَاةِ

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک شفعہ کو ساقط کرنے کے لئے حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ کیونکہ شفعہ نقصان کو دور کرنے کے لئے ثابت ہوا ہے۔ اور اگر ہم اس کو مباح قرار دیں تو نقصان دور نہ ہوگا۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حیلہ ایک حق کو ثابت کرنے سے روکنے کا نام ہے پس اس کو نقصان شمار نہ کیا جائے گا اور زکوٰۃ کو ساقط کرنے والا حیلہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔

مَسَائِلُ مُتَفَرِّقَةٌ

﴿یہاں شفعہ کے مسائل متفرقہ کا بیان ہوگا﴾

شفعہ کے مسائل متفرقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے اس فصل کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہاں مسائل میں باہمی احکام و کیفیات میں مغایرت ہے۔ لہٰذا ان کے درمیان فصل کرنا مناسب ہے اسی لئے مصنف فصل کو ذکر کیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتیٰ ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثور، متفرقہ یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۳۲۸، حقانیہ ملتان)

مشترکہ پانچ خریداروں پر شفعہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى خَمْسَةُ نَفَرٍ دَارًا مِنْ رَجُلٍ فَلِلشَّفِيعِ أَنْ يَأْخُذَ نَصِيبَ أَحَدِهِمْ، وَإِنْ اشْتَرَاهَا رَجُلٌ مِنْ خَمْسَةٍ أَخَذَهَا كُلَّهَا أَوْ تَرَكَهَا) وَالْفَرْقُ أَنَّ فِي الْوَجْهِ الثَّانِي بِأَخْذِ الْبَعْضِ تَتَفَرَّقُ الصَّفْقَةُ عَلَى الْمُشْتَرِي فَيَتَضَرَّرُ بِهِ زِيَادَةَ الضَّرَرِ، وَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ يَقُومُ الشَّفِيعُ مَقَامَ أَحَدِهِمْ فَلَا تَتَفَرَّقُ الصَّفْقَةُ، وَلَا فَرْقَ فِي هَذَا بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ قَبْلَ الْقَبْضِ أَوْ بَعْدَهُ هُوَ الصَّحِيحُ، إِلَّا أَنَّ قَبْلَ الْقَبْضِ لَا يُمْكِنُهُ أَخْذُ نَصِيبِ أَحَدِهِمْ إِذَا نَقَدَ مَا عَلَيْهِ مَا لَمْ يَنْقُدْ الْآخَرُ حِصَّتَهُ كَيْ لَا يُؤَدِّيَ إِلَى تَفْرِيقِ الْيَدِ عَلَى الْبَائِعِ بِمَنْزِلَةِ أَحَدِ الْمُشْتَرِيَيْنِ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْقَبْضِ لِأَنَّهُ سَقَطَتْ يَدُ الْبَائِعِ، وَسَوَاءٌ سَمَّى لِكُلِّ بَعْضٍ ثَمَنًا أَوْ كَانَ الثَّمَنُ جُمْلَةً، لِأَنَّ الْعِبْرَةَ فِي هَذَا لِتَفْرِيقِ الصَّفْقَةِ لَا لِلثَّمَنِ، وَهَاهُنَا تَفْرِيعَاتٌ ذَكَرْنَاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى

اور جب پانچ بندوں نے مل کوئی مکان خریدا ہے تو شفیع ان میں سے کسی ایک سے حق شفعہ لینے میں مختار ہوگا۔ اور جب ایک آدمی نے پانچ بندوں سے کوئی مکان خریدا تو شفیع سارا مکان لے جائے گا۔ یا سارا مکان چھوڑ دے گا۔ اور ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ دوسری صورت میں مکان کا بعض حصہ لینے سے خریدار پر عقد متفرق ہو جائے گا۔ جس کے سبب اس کو

سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور پہلی صورت مسئلہ میں اس کو کسی ایک خریدار کے قائم مقام کیا گیا ہے پس اس میں اس کا عقد متفرق نہ ہوگا۔

جبکہ شفیع کا کسی خریدار کے حصہ سے لینے میں قبضہ سے قبل یا بعد میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ اور زیادہ صحیح یہی ہے۔ ہاں البتہ جب کسی شخص نے اپنے ذمہ سے نقد ادا کر دیا ہے تو خریدار کے لئے اس کا حصہ لینا ممکن نہ ہوگا جب تک کوئی دوسرا بھی اپنے حصے کی قیمت ادا نہ کرے۔ کہ یہ دونوں خریداروں میں سے کسی کے حکم میں ہو کر بیچنے والا پر قبضہ میں فرق کرنے میں جھگڑا کرنے والا نہ ہو۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب قبضہ کے بعد ہو۔ کیونکہ اب بیچنے والا کا قبضہ ساقط ہو چکا ہے اگرچہ بیچنے والا نے ہر چیز کی قیمت کو معین کر دیا ہے یا مجموعی طور پر قیمت کو معین کیا ہے۔ کیونکہ اس میں عقد کے فرق کا اعتبار ہے قیمت کا اعتبار نہیں ہے۔ اور یہاں اور بہت سے تفریعات موجود ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب ''کفایہ منتہی'' میں بیان کیا ہے۔

غیر مقسوم نصف مکان کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرٰی نِصْفَ دَارٍ غَیْرَ مَقْسُوْمٍ فَقَاسَمَهُ الْبَائِعُ اَخَذَ الشَّفِیْعُ النِّصْفَ الَّذِیْ صَارَ لِلْمُشْتَرِیْ اَوْ یَدَعُ) لِاَنَّ الْقِسْمَةَ مِنْ تَمَامِ الْقَبْضِ لِمَا فِیْهِ مِنْ تَکْمِیْلِ الْاِنْتِفَاعِ وَلِهٰذَا یَتِمُّ الْقَبْضُ بِالْقِسْمَةِ فِی الْهِبَةِ، وَالشَّفِیْعُ لَا یَنْقُضُ الْقَبْضَ وَاِنْ کَانَ لَهُ نَفْعٌ فِیْهِ بِعَوْدِ الْعُهْدَةِ عَلَی الْبَائِعِ، فَکَذَا لَا یَنْقُضُ مَا هُوَ مِنْ تَمَامِهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ اَحَدُ الشَّرِیْکَیْنِ نَصِیْبَهُ مِنَ الدَّارِ الْمُشْتَرَکَةِ وَقَاسَمَ الْمُشْتَرِیَ الَّذِیْ لَمْ یَبِعْ حَیْثُ یَکُوْنُ لِلشَّفِیْعِ نَقْضُهُ، لِاَنَّ الْعَقْدَ مَا وَقَعَ مَعَ الَّذِیْ قَاسَمَ فَلَمْ تَکُنْ الْقِسْمَةُ مِنْ تَمَامِ الْقَبْضِ الَّذِیْ هُوَ حُکْمُ الْعَقْدِ بَلْ هُوَ تَصَرُّفٌ بِحُکْمِ الْمِلْکِ فَیَنْقُضُهُ الشَّفِیْعُ کَمَا یَنْقُضُ بَیْعَهُ وَهِبَتَهُ، ثُمَّ اِطْلَاقُ الْجَوَابِ فِی الْکِتَابِ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الشَّفِیْعَ یَاْخُذُ النِّصْفَ الَّذِیْ صَارَ لِلْمُشْتَرِیْ فِیْ اَیِّ جَانِبٍ کَانَ وَهُوَ الْمَرْوِیُّ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ، لِاَنَّ الْمُشْتَرِیَ لَا یَمْلِکُ اِبْطَالَ حَقِّهِ بِالْقِسْمَةِ وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهُ اِنَّمَا یَاْخُذُهُ اِذَا وَقَعَ فِیْ جَانِبِ الدَّارِ الَّتِیْ یَشْفَعُ بِهَا لِاَنَّهُ لَا یَبْقٰی جَارًا فِیْمَا یَقَعُ فِی الْجَانِبِ الْاٰخَرِ.

اور جب کسی شخص نے غیر مقسوم نصف مکان کو خریدا ہے اور اس کے بعد بیچنے والا نے اس کو تقسیم کیا ہے تو شفیع وہ نصف لے گا جو خریدار کے لئے ہوگا۔ یا اس کو چھوڑ دے گا۔ کیونکہ تقسیم یہ بھی قبضہ مکمل ہونے میں سے ہے۔ کیونکہ اس میں نفع کا مکمل ہونا ہے۔ یہی دلیل ہے کہ ہبہ میں تقسیم کے سبب قبضہ مکمل ہو جاتا ہے۔ جبکہ شفیع قبضہ کو توڑنے والا نہیں ہے۔ خواہ بیچنے والا پر ذمہ داری کے سبب قبضہ توڑنے میں شفیع کا فائدہ ہے۔ اور اسی طرح شفیع ہر اس چیز کو نہیں توڑ سکے گا جو قبضہ سے مکمل ہونے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) بہ خلاف اس صورت کے جب مشترکہ مکان میں سے کسی بھی شریک نے اپنے حصے کا مکان بیچ دیا ہے یا ایسے شریک سے بانٹا ہے۔ جس نے اپنا حصہ تقسیم نہ کیا ہے۔ وہاں شفیع کو تقسیم توڑنے کا حق ہوگا۔ کیونکہ خریدار نے جس کے ساتھ تقسیم کیا ہے اس

سے ساتھ عقد واقع نہیں ہوا ہے۔ پس یہ تقسیم قبضہ مکمل نہ ہونے میں سے نہیں ہے۔ جو عقد کا حکم ہے۔ لیکن ملکیت کے حکم کے ساتھ یہ خریدار کا تصرف ہے۔ تو شفیع اس کو توڑ دے گا۔ جس طرح وہ خریدار کی بیع اور اس کے ہبہ کو توڑ دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد جامع صغیر میں اس جواب کا اطلاق اس بات کا ترجمان ہے کہ شفیع خریدار والے نصف کو لے گا۔ اگر چہ وہ کسی بھی جانب سے ہو۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ کیونکہ خریدار تقسیم کی تقسیم کے ذریعے اس کا حق باطل کرنے میں مالک نہ بن سکے گا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ شفیع نصف اسی وقت لے گا جبکہ وہ اس کے مکان میں برابر واقع ہو۔ جس کے سبب وہ شفعہ کا حقدار بن رہا ہے۔ کیونکہ دوسری جانب سے وہ پڑوسی نہیں رہ جائے گا۔

ماذون غلام کے لئے حق شفعہ ثابت ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ دَارًا وَلَهُ عَبْدٌ مَأْذُونٌ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلَهُ الشُّفْعَةُ، وَكَذَا إِذَا كَانَ الْعَبْدُ هُوَ الْبَائِعُ فَلِمَوْلَاهُ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّ الْأَخْذَ بِالشُّفْعَةِ تَمَلُّكٌ بِالثَّمَنِ فَيَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الشِّرَاءِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ مُفِيدٌ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ لِلْغُرَمَاءِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ لِأَنَّهُ يَبِيعُهُ لِمَوْلَاهُ، وَلَا شُفْعَةَ لِمَنْ يَبِيعُ لَهُ .

اور جس شخص نے کوئی مکان بیل کیا اور اس کا ایک ماذون غلام ہے۔ جو مقروض ہے تو اس غلام کو حق شفعہ ملے گا۔ اور اسی طرح جب غلام بیچنے والا ہو اس کے آقا کو حق شفعہ ملے گا۔ کیونکہ شفعہ میں لینا ثمن کا مالک بننا ہے۔ پس اس کو شراء کے حکم میں داخل کیا جائے گا اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اس کا شفعہ لینا فائدے مند ہے۔ کیونکہ غلام اپنے قرض خواہوں کے لئے تصرف کرنے والا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب غلام پر قرض نہ ہو۔ کیونکہ اس وقت غلام مبیع کو اپنے آقا کے لئے بیچنے والا ہوگا۔ اور جس کے لئے فروخت کی جائے اس کو شفعہ نہیں ملا کرتا۔

باپ یا وصی کا حق شفعہ کو چھوڑ دینے میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَتَسْلِيمُ الْأَبِ وَالْوَصِيِّ الشُّفْعَةَ عَلَى الصَّغِيرِ جَائِزٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : هُوَ عَلَى شُفْعَتِهِ إِذَا بَلَغَ) قَالُوا : وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا بَلَغَهُمَا شِرَاءُ دَارٍ بِجِوَارِ دَارِ الصَّبِيِّ فَلَمْ يَطْلُبَا الشُّفْعَةَ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ تَسْلِيمُ الْوَكِيلِ بِطَلَبِ الشُّفْعَةِ فِي رِوَايَةِ كِتَابِ الْوَكَالَةِ وَهُوَ الصَّحِيحُ لِمُحَمَّدٍ وَزُفَرَ أَنَّهُ حَقٌّ ثَابِتٌ لِلصَّغِيرِ فَلَا يَمْلِكَانِ إِبْطَالَهُ كَدِيَتِهِ وَقَوَدِهِ، وَلِأَنَّهُ شُرِعَ لِدَفْعِ الضَّرَرِ فَكَانَ إِبْطَالُهُ إِضْرَارًا بِهِ وَلَهُمَا أَنَّهُ فِي مَعْنَى التِّجَارَةِ فَيَمْلِكَانِ تَرْكَهُ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ مَنْ أَوْجَبَ بَيْعًا لِلصَّبِيِّ صَحَّ رَدُّهُ مِنْ الْأَبِ وَالْوَصِيِّ، وَلِأَنَّهُ دَائِرٌ بَيْنَ النَّفْعِ وَالضَّرَرِ، وَقَدْ يَكُونُ النَّظَرُ فِي تَرْكِهِ لِيَبْقَى الثَّمَنُ عَلَى مِلْكِهِ

وَالْوِلَايَةُ نَظَرِيَّةٌ فَيَمْلِكَانِهِ وَسُكُوتُهُمَا كَإِبْطَالِهِمَا لِكَوْنِهِ دَلِيلَ الْإِعْرَاضِ، وَهٰذَا إِذَا بِيعَتْ بِمِثْلِ قِيمَتِهَا، فَإِنْ بِيعَتْ بِأَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهَا بِمَا لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ قِيلَ جَازَ التَّسْلِيمُ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ تَمَحَّضَ نَظَرًا وَقِيلَ لَا يَصِحُّ بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ الْأَخْذَ فَلَا يَمْلِكُ التَّسْلِيمَ كَالْأَجْنَبِيِّ، وَإِنْ بِيعَتْ بِأَقَلَّ مِنْ قِيمَتِهَا مُحَابَاةً كَثِيرَةً، فَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ التَّسْلِيمُ مِنْهُمَا أَيْضًا وَلَا رِوَايَةَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

اور چھوٹے کی جانب سے باپ یا وصی کا شفعہ کو چھوڑ دینے کو ظاہر کرنا شیخین کے نزدیک جائز ہے۔ حضرت امام محمد اور امام زفر علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ بالغ ہونے تک وہ اپنے شفعہ پر ثابت رہے گا۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ اسی اختلاف کے مطابق وہ مسئلہ بھی ہے کہ جب باپ یا وصی کو بچے کے گھر کے برابر میں کسی مکان کی سیل کی خبر ملی اور ان لوگوں نے شفعہ بھی طلب نہیں کیا۔ اور کتاب وکالہ کی ایک روایت کے مطابق طلب شفعہ کے وکیل کا شفعہ کو چھوڑنا بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔ اور زیادہ صحیح یہی ہے

حضرت امام محمد اور امام زفر علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ چھوٹے کے لئے ثابت شدہ حق ہے پس باپ اور وصی کے ابطال کا مالک نہ ہوں گے۔ جس طرح یہ لوگ اس کی دیت اور اس کے قصاص کو باطل کرنے کے مالک نہیں ہیں۔ کیونکہ شفعہ کا حق نقصان کو دور کرنے کے لئے مشروع ہوا ہے۔ اور اس کو باطل کرنے میں بچے کو نقصان دینا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ کرنا یہ تجارت کے حکم میں ہے پس باپ اور وصی کو شفعہ چھوڑنے کا اختیار ہوگا۔ آپ غور کریں کہ جس شخص نے بچے کے لئے بیع کا ایجاب کیا ہے تو باپ اور وصی کو اس کی جانب سے واپس کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ شفعہ کا کرنا یا نہ کرنا نفع ونقصان کے درمیان میں ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی شفعہ کو چھوڑ دینے میں اچھائی ہوتی ہے۔ کہ بچے کی ملکیت پر قیمت برقرار رہ جائے۔ جبکہ ولایت ایک نظری چیز ہے پس باپ اور وصی یہ دونوں شفعہ کو چھوڑنے کے مالک ہیں۔ اور ان کو سکوت یہ تصریح کے مطابق ابطال کی طرح ہے۔ کیونکہ خاموشی یہ پھر جانے کی علامت ہے۔

اور یہ اختلاف اس وقت بنے گا جب مکان کو اس کی مثلی قیمت کے بدلے میں سیل کیا جائے۔ مگر جب مکان کو اس کی قیمت سے زائد قیمت میں سیل کیا جائے تو اس کا سبب یہ ہے اس زیادہ میں لوگ نقصان کو برداشت نہ کر سکتے ہوں تو ایک قول کے مطابق بہ اتفاق باپ و وصی کے لئے ترک شفعہ جائز ہے۔ کیونکہ اب صرف نظری موقع ہے۔ جبکہ دوسرے قول کے مطابق بہ اتفاق ترک شفعہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اجنبی کی طرح ولی اخذ شفعہ کا مالک نہیں ہے۔ اور جب وہ زیادہ قیمت میں سیل ہوا ہے تو اس کے بارے میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان دونوں کی جانب سے ترک شفعہ درست نہ ہوگا۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں کوئی روایت بیان نہیں کی گئی۔

كِتَابُ الْقِسْمَةِ

﴿یہ کتاب قسمت کے بیان میں ہے﴾

کتاب قسمہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب شفعہ کے بعد کتاب قسمہ کو بیان کیا ہے کیونکہ ان دونوں کے نتائج شائع حصہ پر ہیں۔ اور ملکیت کے سبب قسمت کا حق مانگا جاتا ہے اور جب کسی شریک عدم موجودگی میں مشترکہ چیز کی بیع ہو جائے تو اس شریک کے لئے حق شفعہ باقی رہتا ہے۔ اور کتاب شفعہ کو مقدم اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں بقاء موجود رہتی ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۲۹، بیروت)

قسمت کا فقہی مفہوم

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شرکت کی صورت میں ہر ایک شریک کی ملک دوسرے کی ملک سے ممتاز نہیں ہوتی اور ہر ایک کسی مخصوص حصہ سے نفع پر قادر نہیں ہوتا ان حصوں کو جدا کر دینے کا نام تقسیم ہے جب شرکا میں سے کوئی شخص تقسیم کی درخواست کرے تو قاضی پر لازم ہے کہ اُس کی درخواست قبول کرے اور تقسیم کر دے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب قسمہ، بیروت)

کتاب قسمہ کے شرعی ماخذ کا بیان

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۔ (النساء، ۸)

پھر بانٹتے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو، اور ان سے اچھی بات کہو۔ (کنزالایمان)

اور جب تقسیم میراث کے وقت برادری اور کنبہ کے لوگ جمع ہوں تو جو رشتہ دار ایسے ہوں جن کو میراث میں حصہ نہیں پہنچتا یا جو یتیم اور محتاج ہوں ان کو کچھ کھلا کر رخصت کر دیا کوئی چیز ترکہ میں سے حسب موقع ان کو بھی دے دو کہ یہ سلوک کرنا مستحب ہے۔ اگر مال میراث میں سے کھلانے یا کچھ دینے کا موقع نہ ہو مثلاً وہ یتیموں کا مال ہے اور میت نے وصیت بھی نہیں کی تو ان لوگوں سے معقول بات کہہ کر رخصت کر دو یعنی نرمی سے عذر کر دو کہ یہ مال یتیموں کا ہے اور میت نے وصیت بھی نہیں کی اس لئے ہم مجبور ہیں۔ ابتدائے سورت میں بیان ہو چکا ہے کہ تمام قرابت والے درجہ بدرجہ سلوک اور مراعات کے مستحق ہیں اور یتامی اور مساکین بھی اور

جو قریب یتیم یا مسکین بھی ہو تو اس کی رعایت اور بھی زیادہ ہونی چاہیے۔ اس لئے تقسیم میراث کے وقت ان کو حتی الوسع کچھ نہ کچھ دینا چاہیے، اگر کسی وجہ سے وارث نہ ہو تو حسن سلوک سے محروم نہ رہیں۔

اعیان مشترکہ میں قسمت کی مشروعیت کا بیان

اَلْقِسْمَةُ فِی الْاَعْیَانِ الْمُشْتَرَکَةِ مَشْرُوعَةٌ، لِاَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَاشَرَهَا فِی الْمَغَانِمِ وَالْمَوَارِیثِ، وَجَرَی التَّوَارُثُ بِهَا مِنْ غَیْرِ نَکِیرٍ، ثُمَّ هِیَ لَا تَعْرٰی عَنْ مَعْنَی الْمُبَادَلَةِ، لِاَنَّ مَا یَجْتَمِعُ لِاَحَدِهِمَا بَعْضُهُ کَانَ لَهُ وَبَعْضُهُ کَانَ لِصَاحِبِهٖ فَهُوَ یَاْخُذُهُ عِوَضًا عَمَّا بَقِیَ مِنْ حَقِّهٖ فِیْ نَصِیبِ صَاحِبِهٖ فَکَانَ مُبَادَلَةً وَاِفْرَازًا، وَالْاِفْرَازُ هُوَ الظَّاهِرُ فِی الْمَکِیلَاتِ وَالْمَوْزُونَاتِ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ، حَتّٰی کَانَ لِاَحَدِهِمَا اَنْ یَاْخُذَ نَصِیبَهٗ حَالَ غَیْبَةِ صَاحِبِهٖ، وَلَوْ اشْتَرَیَاهُ فَاقْتَسَمَاهُ یَبِیعُ اَحَدُهُمَا نَصِیبَهٗ مُرَابَحَةً بِنِصْفِ الثَّمَنِ، وَمَعْنَی الْمُبَادَلَةِ هُوَ الظَّاهِرُ فِی الْحَیَوَانَاتِ وَالْعُرُوضِ لِلتَّفَاوُتِ حَتّٰی لَا یَکُونَ لِاَحَدِهِمَا اَخْذُ نَصِیبِهٖ عِنْدَ غَیْبَةِ الْاٰخَرِ.

اعیان مشترکہ میں قسمت مشروع ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مغانم اور مواریث کو تقسیم کیا ہے۔ اور بغیر کسی انکار کے یہ بطور وراثت اسی طرح جاری ہے۔ اور اس کا معنی مبادلہ سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں شرکاء میں سے جو ایک کے لئے جمع ہوتا ہے اس میں بعض حصہ تو اسی کا ہوتا ہے۔ اور بعض حصہ اس کے شریک کا ہوتا ہے۔ وہ اپنے شریک کے حق میں بقیہ بچ جانے والے حصے کا بدلہ لیتا ہے۔ پس یہ مبادلہ اور الگ ہونا بن جائے گا۔ اور فرق ہونے کے سبب کیل والی اور موزونی چیزوں کا الگ ہونا ظاہر ہے۔ یہاں تک کہ شرکاء میں سے ایک کو اپنے ساتھی کے نہ ہونے کے وقت بھی اپنا حق لینے کا اختیار دیا جائے گا۔ اور جب دونوں نے مکان کو خرید کے تقسیم کرلیا ہے تو ان میں سے ایک نصف قیمت کے بدلے بیع مرابحہ کر سکے گا۔ جبکہ جانوروں اور سامانوں میں فرق ہونے کے سبب تبادلہ کا معنی غالب رہتا ہے۔ حتیٰ کہ شریکین میں سے کسی ایک کو دوسرے کے نہ ہوتے ہوئے اپنا حصہ لینے میں اختیار نہ ہوگا۔

دونوں کی خریداری کے بعد مرابحہ نہ ہونے کا بیان

وَلَوْ اشْتَرَیَاهُ فَاقْتَسَمَاهُ لَا یَبِیعُ اَحَدُهُمَا نَصِیبَهٗ مُرَابَحَةً بَعْدَ الْقِسْمَةِ، اِلَّا اَنَّهَا اِذَا کَانَتْ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ اَجْبَرَ الْقَاضِی عَلَی الْقِسْمَةِ عِنْدَ طَلَبِ اَحَدِ الشُّرَکَاءِ لِاَنَّ فِیهِ مَعْنَی الْاِفْرَازِ لِتَقَارُبِ الْمَقَاصِدِ وَالْمُبَادَلَةُ مِمَّا یَجْرِی فِیهِ الْجَبْرُ کَمَا فِی قَضَاءِ الدَّیْنِ، وَهٰذَا لِاَنَّ اَحَدَهُمْ بِطَلَبِ الْقِسْمَةِ یَسْاَلُ الْقَاضِیَ اَنْ یَخُصَّهٗ بِالْاِنْتِفَاعِ بِنَصِیبِهٖ وَیَمْنَعَ الْغَیْرَ عَنِ الْاِنْتِفَاعِ بِمِلْکِهٖ، فَیَجِبُ عَلَی الْقَاضِی اِجَابَتُهٗ وَاِنْ کَانَتْ اَجْنَاسًا مُخْتَلِفَةً لَا یُجْبِرُ الْقَاضِی عَلٰی قِسْمَتِهَا لِتَعَذُّرِ

الْمُعَادَلَةِ بِاعْتِبَارِ فُحْشِ التَّفَاوُتِ فِي الْمَقَاصِدِ، وَلَوْ تَرَاضَوْا عَلَيْهَا جَازَ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمْ قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلْقَاضِي أَنْ يَنْصِبَ قَاسِمًا يَرْزُقُهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ لِيَقْسِمَ بَيْنَ النَّاسِ بِغَيْرِ أَجْرٍ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ مِنْ جِنْسِ عَمَلِ الْقَضَاءِ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ يَتِمُّ بِهِ قَطْعُ الْمُنَازَعَةِ فَأَشْبَهَ رِزْقَ الْقَاضِي، وَلِأَنَّ مَنْفَعَةَ نَصْبِ الْقَاسِمِ تَعُمُّ الْعَامَّةَ فَتَكُونَ كِفَايَتُهُ فِي مَالِهِمْ غُرْمًا بِالْغُنْمِ.

اور جب ان دونوں نے مکان خرید کر اس کو تقسیم کرلیا ہے۔ تو کوئی شریک تقسیم کے بعد اپنا حصہ میں بیع مرابحہ نہیں کر سکے گا۔ مگر جب اعیان کی جنس ایک ہی ہے۔ تو شرکاء میں کسی ایک کے طلب کرنے کے وقت قاضی تقسیم پر مجبور کرے گا۔ کیونکہ قرب کے سبب اس میں علیحدگی کا معنی پایا جاتا ہے۔ جبکہ مبادلہ ایسی چیزوں میں ہوتا ہے جن میں زیادتی جاری کی جاسکتی ہو۔ جس طرح قرض کی ادائیگی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک شریک تقسیم کو طلب کرتے ہوئے قاضی سے اپنے حصہ کا نفع طلب کرنے کا مطالبہ کرے اور دوسرے کو اپنے نفع سے روک دے۔ پس قاضی کے لئے اس کا مطالبہ ماننا لازم ہوگا۔

اور جب اعیان کی کئی اجناس ہیں تو اب قاضی ان کی تقسیم پر زبردستی نہیں کرے گا۔ کیونکہ مقاصد میں کثرت کے سبب فرق کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ اور جب شرکاء تقسیم پر راضی ہو جائیں تو اب جائز ہوگا کیونکہ انہی کے لئے اس کا حق ہے۔

اور قاضی کے لئے یہ حکم ہے کہ کسی تقسیم کرنے والے آدمی کو معین کرے جو بیت المال سے وظیفہ لینے والا ہو۔ تاکہ وہ لوگوں کے درمیان بغیر کسی اجرت کے تقسیم کیا کرے۔ کیونکہ تقسیم کا ہونا یہ بھی قضاء کے امور میں سے ہے۔ کیونکہ تقسیم کے سبب جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ پس یہ قاضی کی تنخواہ کے مشابہ ہو جائے گا کیونکہ تقسیم کرنے کا فائدہ سب عوام میں عام ہے۔ اور تاوان کے طور پر اس کی کفایت بھی عوامی مال سے ہوگی۔

قاضی کا اجرت پر مقسم مقرر کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ نَصَّبَ قَاسِمًا يَقْسِمُ بِالْأَجْرِ) مَعْنَاهُ بِأَجْرٍ عَلَى الْمُتَقَاسِمِينَ، لِأَنَّ النَّفْعَ لَهُمْ عَلَى الْخُصُوصِ، وَبِقَدْرِ أَجْرِ مِثْلِهِ كَيْ لَا يَتَحَكَّمَ بِالزِّيَادَةِ، وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَرْزُقَهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ لِأَنَّهُ أَرْفَقُ بِالنَّاسِ وَأَبْعَدُ عَنِ التُّهْمَةِ. (وَيَجِبُ أَنْ يَكُونَ عَدْلًا مَأْمُونًا عَالِمًا بِالْقِسْمَةِ) لِأَنَّهُ مِنْ جِنْسِ عَمَلِ الْقَضَاءِ، وَلِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ الْقُدْرَةِ وَهِيَ بِالْعِلْمِ، وَمِنَ الِاعْتِمَادِ عَلَى قَوْلِهِ وَهُوَ بِالْأَمَانَةِ.

اور جب قاضی ایسا نہ کرسکتا ہو تو کسی تقسیم کرنے والے کو اجرت کے ساتھ مقرر کردے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی اجرت تقسیم کرانے والوں پر ہوگی۔ کیونکہ فائدے صرف انہیں ملنے والا ہے۔ اور قاضی اس قاسم کی مزدوری مثلی مقرر کرے گا۔ کہ کہیں وہ زائد طلب کرنے والا نہ ہو۔ جبکہ افضل یہی تھا کہ اس کو بیت المال سے اجرت دی جاتی۔ کیونکہ عوام کے لئے اسی میں آسانی اور یہ تہمت سے بھی دور ہے۔

اور تقسیم کرنے والے کے لئے عادل، امانتدار اور احکام تقسیم سے واقف ہونا لازم ہے۔ کیونکہ تقسیم قضاء کی جنس سے ہے۔ لہٰذا قدرت کا ہونا ضروری ہوگا۔ اور وہ علم سے حاصل ہوگی۔ اور اس کی بات پر اعتماد بھی لازم ہے۔ یہ امانتداری کے سبب ملے گا۔

قاضی کا عوام کو ایک قاسم پر مجبور نہ کرنے کا بیان

(وَلَا يُجْبِرُ الْقَاضِي النَّاسَ عَلَى قَاسِمٍ وَاحِدٍ) مَعْنَاهُ لَا يُجْبِرُهُمْ عَلَى أَنْ يَسْتَأْجِرُوهُ لِأَنَّهُ لَا جَبْرَ عَلَى الْعُقُودِ، وَلِأَنَّهُ لَوْ تَعَيَّنَ لَتَحَكَّمَ بِالزِّيَادَةِ عَلَى أَجْرِ مِثْلِهِ (وَلَوْ اصْطَلَحُوا فَاقْتَسَمُوا جَازَ، إلَّا إذَا كَانَ فِيهِمْ صَغِيرٌ فَيَحْتَاجُ إلَى أَمْرِ الْقَاضِي) لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُمْ عَلَيْهِ (وَلَا يَتْرُكُ الْقُسَّامَ يَشْتَرِكُونَ) كَيْ لَا تَصِيرَ الْأُجْرَةُ غَالِيَةً بِتَوَاكُلِهِمْ، وَعِنْدَ عَدَمِ الشَّرِكَةِ يَتَبَادَرُ كُلٌّ مِنْهُمْ إلَيْهِ خِيفَةَ الْفَوْتِ فَيَرْخُصُ الْأَجْرُ .

اور قاضی لوگوں کو ایک قاسم پر مجبور نہ کرے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اسی قاسم کو اجرت رکھنے کے لئے مجبور نہ کرے گا۔ عقود میں زیادتی نہیں چلتی۔ کیونکہ جب وہ معین ہو جائے گا تو اپنی اجرت مثلی سے بھی زیادہ کا مطالبہ کرے گا۔ اور جب شرکا صلح کر کے تقسیم کر لیں تو یہ بھی درست ہے لیکن جب ان میں کوئی کم سن ہے تو اب قاضی کے فیصلہ کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ شرکاء کو اس کم سن پر ولایت حاصل نہیں ہے۔

اور قاضی لوگوں کے اشتراک کے سبب انہیں تقسیم نہ کرنے دے تا کہ ان ملی بھگت کے سبب اجرت کم نہ ہو جائے۔ اور ان ملی بھگت کے سبب ہر قاسم اجرت فوت ہونے کے سبب ان کی جانب چلا جائے گا۔ پس اس طرح اجرت نہایت سستی ہو جائے گی۔

قاسم کی اجرت کا عدد روس کے مطابق ہونے کا بیان

قَالَ (وَأُجْرَةُ الْقِسْمَةِ عَلَى عَدَدِ الرُّءُوسِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا عَلَى قَدْرِ الْأَنْصِبَاءِ) لِأَنَّهُ مُؤْنَةُ الْمِلْكِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ كَأُجْرَةِ الْكَيَّالِ وَالْوَزَّانِ وَحَفْرِ الْبِئْرِ الْمُشْتَرَكَةِ وَنَفَقَةِ الْمَمْلُوكِ الْمُشْتَرَكِ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْأَجْرَ مُقَابَلٌ بِالتَّمْيِيزِ، وَأَنَّهُ لَا يَتَفَاوَتُ، وَرُبَّمَا يَصْعُبُ الْحِسَابُ بِالنَّظَرِ إلَى الْقَلِيلِ، وَقَدْ يَنْعَكِسُ الْأَمْرُ فَيَتَعَذَّرُ اعْتِبَارُهُ فَيَتَعَلَّقُ الْحُكْمُ بِأَصْلِ التَّمْيِيزِ، بِخِلَافِ حَفْرِ الْبِئْرِ لِأَنَّ الْأَجْرَ مُقَابَلٌ بِنَقْلِ التُّرَابِ وَهُوَ يَتَفَاوَتُ، وَالْكَيْلُ وَالْوَزْنُ إنْ كَانَ لِلْقِسْمَةِ قِيلَ هُوَ عَلَى الْخِلَافِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْقِسْمَةِ فَالْأَجْرُ مُقَابَلٌ بِعَمَلِ الْكَيْلِ وَالْوَزْنِ وَهُوَ يَتَفَاوَتُ وَهُوَ الْعُذْرُ لَوْ أُطْلِقَ وَلَا يُفَصَّلُ وَعَنْهُ أَنَّهُ عَلَى الطَّالِبِ دُونَ الْمُمْتَنِعِ لِنَفْعِهِ وَمَضَرَّةِ الْمُمْتَنِعِ .

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاسم کی اجرت عدد روس کے مطابق دی جائے گی۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے

حصوں کی مقدار ہوگی۔ کیونکہ اجرت ملکیت کی مشقت کا نام ہے۔ لہٰذا وہ ملکیت کی مقدار کے مطابق ثابت ہوگی۔ جس طرح ناپ دینے اور وزن کردینے کی اجرت اور مشترک کنوئیں اور مشترک غلام کے نفقہ کی اجرت ہے۔

حضرت امام اعظم ﷫ کی دلیل یہ ہے کہ اجرت الگ کرنے کا بدلہ ہے اور الگ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور جہاں تک مشکل کا تعلق ہے تو بعض اوقات قلیل میں غور وفکر کرنے سے حساب مشکل بن جاتا ہے۔ اور بعض اوقات اس عکس ہوتا ہے۔ پس قیاس کرنا مشکل ہے۔ پس حکم اصل تمیز کے ساتھ مل جائے گا۔ یہ خلاف کنوئیں کی کھدوائی کے کیونکہ وہاں اجرت مٹی کو منتقل کرنے کا بدلہ ہے۔ اور اس میں فرق نہیں ہوا کرتا۔

اور جب تقسیم کرنے میں کیلی ووزنی اشیاء ہوں تو ایک قول کے مطابق اس کا اختلاف بھی اسی طرح ہے۔ اور جب وہ تقسیم کے لئے نہ ہوں تو اجرت کیل اور وزن کے کام کے مطابق ہوگی۔ اور کام میں فرق ہے اور عذر یہی ہے اور جب کسی تفصیل کے بغیر مطلق طور پر کہا جائے تو امام اعظم ﷫ کے نزدیک اجرت قسمت طلب کرنے والے پر ہے منع کرنے والے پر نہ ہوگی۔ کیونکہ طالب کا نفع اور منع کرنے والا کا نقصان ہے۔

قاضی کے ہاں شرکاء کا دعویٰ وراثت کرنے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا حَضَرَ الشُّرَكَاءُ عِنْدَ الْقَاضِيْ وَفِيْ أَيْدِيهِمْ دَارٌ أَوْ ضَيْعَةٌ وَادَّعَوْا أَنَّهُمْ وَرِثُوهَا عَنْ فُلَانٍ لَمْ يَقْسِمْهَا الْقَاضِيْ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ حَتّٰى يُقِيْمُوا الْبَيِّنَةَ عَلٰى مَوْتِهِ وَعَدَدِ وَرَثَتِهِ وَقَالَ صَاحِبَاهُ: يَقْسِمُهَا بِاعْتِرَافِهِمْ، وَيَذْكُرُ فِيْ كِتَابِ الْقِسْمَةِ أَنَّهُ قَسَمَهَا بِقَوْلِهِمْ وَإِنْ كَانَ الْمَالُ الْمُشْتَرَكُ مَا سِوَى الْعَقَارِ وَادَّعَوْا أَنَّهُ مِيْرَاثٌ قَسَمَهُ فِيْ قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا، وَلَوْ ادَّعَوْا فِي الْعَقَارِ أَنَّهُمْ اشْتَرَوْهُ قَسَمَهُ بَيْنَهُمْ) لَهُمَا أَنَّ الْيَدَ دَلِيْلُ الْمِلْكِ وَالْإِقْرَارَ أَمَارَةُ الصِّدْقِ وَلَا مُنَازِعَ لَهُمْ فَيَقْسِمُهُ بَيْنَهُمْ كَمَا فِي الْمَنْقُوْلِ الْمَوْرُوْثِ وَالْعَقَارِ الْمُشْتَرَى، وَهٰذَا لِأَنَّهُ لَا مُنْكِرَ وَلَا بَيِّنَةَ إِلَّا عَلَى الْمُنْكِرِ فَلَا يُفِيْدُ، إِلَّا أَنَّهُ يَذْكُرُ فِيْ كِتَابِ الْقِسْمَةِ أَنَّهُ قَسَمَهَا بِإِقْرَارِهِمْ لِيَقْتَصِرَ عَلَيْهِمْ وَلَا يَتَعَدَّاهُمْ وَلَهُ أَنْ يَقْسِمَ قَضَاءً عَلَى الْمَيِّتِ إِذِ التَّرِكَةُ مُبْقَاةٌ عَلٰى مِلْكِهِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ، حَتّٰى لَوْ حَدَثَتِ الزِّيَادَةُ قَبْلَهَا تَنْفُذُ وَصَايَاهُ فِيْهَا وَتُقْضٰى دُيُوْنُهُ مِنْهَا، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْقِسْمَةِ، وَإِذَا كَانَتْ قَضَاءً عَلَى الْمَيِّتِ فَالْإِقْرَارُ لَيْسَ بِحُجَّةٍ عَلَيْهِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْبَيِّنَةِ وَهُوَ مُفِيْدٌ، لِأَنَّ بَعْضَ الْوَرَثَةِ يَنْتَصِبُ خَصْمًا عَنِ الْمُوَرِّثِ۔

وَلَا يَمْتَنِعُ ذٰلِكَ بِإِقْرَارِهِ كَمَا فِي الْوَارِثِ أَوِ الْوَصِيِّ الْمُقِرِّ بِالدَّيْنِ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ الْبَيِّنَةُ عَلَيْهِ مَعَ إِقْرَارِهِ، بِخِلَافِ الْمَنْقُوْلِ لِأَنَّ فِي الْقِسْمَةِ نَظَرًا لِلْحَاجَةِ إِلَى الْحِفْظِ أَمَّا الْعَقَارُ فَمُحَصَّنٌ بِحَفْسِهِ، وَلِأَنَّ الْمَنْقُوْلَ مَضْمُوْنٌ عَلٰى مَنْ وَقَعَ فِيْ يَدِهِ، وَلَا كَذٰلِكَ الْعَقَارُ عِنْدَهُ، وَبِخِلَافِ

الْمُشْتَرِي لِأَنَّ الْمَبِيعَ لَا يَبْقَى عَلَى مِلْكِ الْبَائِعِ وَإِنْ لَمْ يَقْسِمْ فَلَمْ تَكُنْ الْقِسْمَةُ قَضَاءً عَلَى الْغَيْرِ قَالَ (وَإِنْ ادَّعَوْا الْمِلْكَ وَلَمْ يَذْكُرُوا كَيْفَ انْتَقَلَ إِلَيْهِمْ قَسَمَهُ بَيْنَهُمْ) لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي الْقِسْمَةِ قَضَاءٌ عَلَى الْغَيْرِ، فَإِنَّهُمْ مَا أَقَرُّوا بِالْمِلْكِ لِغَيْرِهِمْ قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَذِهِ رِوَايَةُ كِتَابِ الْقِسْمَةِ.

اور شرکاء قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور ان کے قبضہ میں کوئی مکان یا زمین ہے اور وہ یہ دعویٰ کریں کہ یہ فلاں شخص سے ان کو وراثت میں ملی ہے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاضی اس کو تقسیم نہ کرے حتیٰ کہ اس کی موت اور اس کے ورثاء کی تعداد پر کوئی دلیل نہ لے آئیں۔

صاحبین نے کہا ہے کہ قاضی ان کے کہنے پر اس کو تقسیم کردے گا اور تقسیم کردہ کتاب میں یہ لکھے گا کہ اس نے شرکاء کے قول پر اس کو تقسیم کیا ہے اور جب وہ مشترکہ مال کے سوا کوئی اور چیز ہے اور شرکاء اس کی میراث ہونے کا دعویٰ کریں تو تمام کے نزدیک قاضی اس کو تقسیم کردے گا۔ اور جب شرکاء نے زمین کی خریداری کے بارے میں دعویٰ کیا ہے تب بھی قاضی ان کے درمیان تقسیم کردے گا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کرنا یہ ملکیت کی دلیل اور اقرار کے صادق ہونے کی نشانی ہے۔ اور ان سے کوئی مخاصمت کرنے والا بھی نہیں ہے۔ پس وراثت منقولہ اور خریدی ہوئی زمین کی طرح اس کو قاضی انہی کے درمیان تقسیم کردے گا۔ کیونکہ اس کا انکار کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اور گواہی تو صرف انکار کی صورت میں لازم ہوتی ہے۔ پس یہاں گواہی کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اور جب قاضی نے تقسیم کی کتاب میں یہ لکھ دیا ہے کہ اس نے شرکاء کے اقرار کے سبب چیز کو تقسیم کیا ہے کہ تقسیم ان تک محدود رہ جائے اور ان سے بڑھ نہ سکے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ تقسیم میت والا فیصلہ ہے کیونکہ تقسیم سے پہلے ترکہ میت کی ملکیت میں باقی رہنے والا ہے۔ حتیٰ کہ تقسیم سے قبل اگر کوئی زیادتی پائی جائے تو اس زیادتی میں میت کی وصیت بھی نافذ ہوں گی۔ اور اس کے قرض بھی ادا کیے جائیں گے۔ بہ خلاف بعد والی تقسیم کے کیونکہ اس میں ایسا نہیں ہوتا۔ اور جب یہ میت پر قضاء ہے۔ تو محض میت کا اقرار دلیل نہ ہوگا پس گواہی کی ضرورت ہوگی۔ اور گواہی فائدے مند بھی ہوگی۔ کیونکہ بعض ورثہ کو میت کی جانب سے خصم مقرر کیا گیا ہے اور یہ اسی کے اقرار کے سبب منع نہ ہوگا۔ جس طرح وراثت اور قرض کا اقرار کرنے والے مسئلہ میں ہے۔ حالانکہ وہاں اقرار کے بغیر گواہی کو قبول کیا جاتا ہے۔ بہ خلاف منقول کے کیونکہ تقسیم میں حفاظت کرنے کا پہلو پایا جاتا ہے۔ جبکہ زمین بہ ذات خود محفوظ ہے کیونکہ زمین جس کے قبضہ میں واقع ہے اس کا ضمان بھی اسی پر پایا جاتا ہے۔ جبکہ امام صاحب کے نزدیک زمین کی حالت نہ ہوگی بہ خلاف خرید کردہ زمین کے کیونکہ مبیع بیچنے والے کی ملکیت پر باقی نہیں رہتی۔ خواہ وہ تقسیم نہ کی جائے۔ لہٰذا یہ غیر پر تقسیم نہ ہوگی۔

اور جب شرکاء نے ملکیت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ اس کی صراحت نہیں کرتے کہ وہ کس طرح ان ملکیت میں آئی ہے تو قاضی ان کے درمیان اس کو تقسیم کردے گا۔ کیونکہ یہ غیر کی جانب سے تقسیم نہیں ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے ایک دوسرے کی ملکیت کا اقرار

نہیں کیا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ روایت مبسوط کی کتاب قسمہ میں ہے۔

ایک زمین پر دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کا بیان

(وَفِی الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ : اَرْضٌ ادَّعَاھَا رَجُلَانِ وَاَقَامَا الْبَیِّنَةَ اَنَّھَا فِیْ اَیْدِیْھِمَا وَاَرَادَا الْقِسْمَةَ لَمْ یَقْسِمْھَا حَتّٰی یُقِیْمَا الْبَیِّنَةَ اَنَّھَا لَھُمَا) لِاحْتِمَالِ اَنْ یَکُوْنَ لِغَیْرِھِمَا ثُمَّ قِیْلَ ھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَقِیْلَ قَوْلُ الْکُلِّ، وَھُوَ الْاَصَحُّ لِاَنَّ قِسْمَةَ الْحِفْظِ فِی الْعَقَارِ غَیْرُ مُحْتَاجٍ اِلَیْهِ، وَقِسْمَةُ الْمِلْکِ تَفْتَقِرُ اِلٰی قِیَامِهٖ وَلَا مِلْکَ فَامْتَنَعَ الْجَوَازُ .

اور جامع صغیر میں ہے کہ جب آدمیوں نے ایک زمین میں دعویٰ کر دیا ہے اور انہوں نے گواہی بھی قائم کر دی ہے اور وہ زمین بھی ان کے قبضہ میں ہے اور انہوں نے تقسیم کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ تو قاضی ان کے درمیان زمین کو تقسیم نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں اس بات کی گواہی قائم نہ کردیں کہ زمین انہی کی ہے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ زمین ان کے سوا کسی دوسرے کی ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول خاص ہے اور ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ تمام ائمہ کا یہی قول ہے۔ اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔ کیونکہ زمین کی حفاظت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ملکیت کو تقسیم کرنے کے لئے ملکیت کے قیام کی ضرورت ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور جب ملکیت نہیں ہے تو جواز ممتنع ہو جائے گا۔

وفات وتعدد ورثاء پر شہادت قائم کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا حَضَرَ وَارِثَانِ وَاَقَامَا الْبَیِّنَةَ عَلَی الْوَفَاةِ وَعَدَدِ الْوَرَثَةِ وَالدَّارُ فِیْ اَیْدِیْھِمْ وَمَعَھُمْ وَارِثٌ غَائِبٌ قَسَمَھَا الْقَاضِیْ بِطَلَبِ الْحَاضِرِیْنَ وَیَنْصِبُ وَکِیْلًا یَقْبِضُ نَصِیْبَ الْغَائِبِ، وَکَذَا لَوْ کَانَ مَکَانَ الْغَائِبِ صَبِیٌّ یَقْسِمُ وَیَنْصِبُ وَصِیًّا یَقْبِضُ نَصِیْبَهٗ) لِاَنَّ فِیْهِ نَظَرًا لِلْغَائِبِ وَالصَّغِیْرِ، وَلَا بُدَّ مِنْ اِقَامَةِ الْبَیِّنَةِ فِیْ ھٰذِهِ الصُّوْرَةِ عِنْدَهٗ اَیْضًا خِلَافًا لَھُمَا کَمَا ذَکَرْنَا مِنْ قَبْلُ .(وَلَوْ کَانُوْا مُشْتَرِیْنَ لَمْ یَقْسِمْ مَعَ غَیْبَةِ اَحَدِھِمْ) وَالْفَرْقُ اَنَّ مِلْکَ الْوَارِثِ مِلْکُ خِلَافَةٍ حَتّٰی یُرَدَّ بِالْعَیْبِ وَیُرَدُّ عَلَیْهِ بِالْعَیْبِ فِیْمَا اشْتَرَاهُ الْمُوَرِّثُ اَوْ بَاعَ وَیَصِیْرُ مَغْرُوْرًا بِشِرَاءِ الْمُوَرِّثِ فَانْتَصَبَ اَحَدُھُمَا خَصْمًا عَنِ الْمَیِّتِ فِیْمَا فِیْ یَدِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ نَفْسِهٖ فَصَارَتِ الْقِسْمَةُ قَضَاءً بِحَضْرَةِ الْمُتَخَاصِمِیْنَ .

اَمَّا الْمِلْکُ الثَّابِتُ بِالشِّرَاءِ مِلْکٌ مُبْتَدَاٌ وَلِھٰذَا لَا یُرَدُّ بِالْعَیْبِ عَلٰی بَائِعِ بَائِعِهٖ فَلَا یَصْلُحُ الْحَاضِرُ خَصْمًا عَنِ الْغَائِبِ فَوَضَحَ الْفَرْقُ .

اور جب قاضی کے پاس دو وارث آئے اور انہوں نے موت اور ورثاء کی تعداد پر گواہی کو قائم کر دیا اور مکان بھی ان

کے قبضہ میں ہے اور ان کے ساتھ ایک غائب وارث بھی ہے۔ تو قاضی ان حاضر ہونے والوں کے مطالبہ پر مکان کو تقسیم کر دے گا۔ اور وہ ایک وکیل کا متعین کرے گا جو غائب وارث کے حصے پر قابض بنے گا۔ اور اگر غائب وارث کا کوئی بچہ ہے تب بھی قاضی اس کو تقسیم کر دے گا۔ اور اس کا حصہ لینے کے لئے قاضی ایک وصی کو مقرر کرے گا کیونکہ غائب اور کم سن دونوں کے لئے مہربانی اسی میں ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں گواہی کو قائم کرنا لازم ہے۔ جبکہ صاحبین کا اختلاف ہے جس طرح ہم اس سے پہلے اس کو بیان کر آئے ہیں۔ اور جب وہ خریدار ہیں تو اب قاضی ان میں سے کسی ایک عدم موجودگی کے سبب تقسیم نہ کرے گا۔

اور فرق یہ ہے کہ ملکیت وارث کے لئے مالک ہونے کی نائب ہے حتیٰ کہ وارث عیب کے سبب اس کو واپس کر دے گا اور عیب کے سبب اس کو واپس کر دے گا اسی چیز میں جس کو مورث نے خریدا ہے۔ یا اس نے بیچ دیا ہے اور وارث مورث کی خریداری سے بھاگ جائے گا۔ تو ان میں سے کوئی ایک میت کی جانب سے جو اس کے قبضہ میں ہے اس میں وہ خصم بن سکے گا۔ جبکہ دوسرا اپنی جانب سے خصم بن جائے گا اور ایسی تقسیم یہ دو متخاصموں کی موجودگی میں قضاء ہوگی۔ جبکہ خریداری سے ثابت ہونے والی ملکیت ایک نئی ملکیت ہوتی ہے۔ اسی سبب سے خریدار اس کو بیچنے والے کی جانب عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا پس حاضر شخص غائب کی جانب سے خصم نہ بن سکے گا۔ لہٰذا فرق واضح ہو چکا ہے۔

زمین کا غائب وارث کے قبضہ میں ہونے کا بیان

(وَإِنْ كَانَ الْعَقَارُ فِي يَدِ الْوَارِثِ الْغَائِبِ أَوْ شَيْءٌ مِنْهُ لَمْ يُقْسَمْ، وَكَذَا إِذَا كَانَ فِي يَدِ مُودِعِهِ، وَكَذَا إِذَا كَانَ فِي يَدِ الصَّغِيرِ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ قَضَاءٌ عَلَى الْغَائِبِ وَالصَّغِيرِ بِاسْتِحْقَاقِ يَدِهِمَا مِنْ غَيْرِ خَصْمٍ حَاضِرٍ عَنْهُمَا، وَأَمِينُ الْخَصْمِ لَيْسَ بِخَصْمٍ عَنْهُ فِيمَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْهِ، وَالْقَضَاءُ مِنْ غَيْرِ الْخَصْمِ لَا يَجُوزُ. وَلَا فَرْقَ فِي هَذَا الْفَصْلِ بَيْنَ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ وَعَدَمِهَا هُوَ الصَّحِيحُ كَمَا أُطْلِقَ فِي الْكِتَابِ.

اور جب زمین یا اس کا بعض حصہ کسی غائب وارث کے قبضہ میں ہو تو اس کو قاضی تقسیم نہ کرے اور ایسے ہی جب وارث غائب مودع کے قبضہ میں ہو اور اسی طرح جب وہ بچے کے قبضہ میں ہو۔ اور اسی طرح تقسیم غائب اور کم سن کے حق میں ان کے قبضہ کے حقدار ہونے میں ہوگا۔ اور ان کے خصم کے آئے بغیر وہ بھی غائب پر قضاء ہوتا ہے۔ اور خصم کا امین اس چیز میں جس کے بارے میں حق ثابت ہوتا ہے اور امین کا خصم نہیں ہوتا اور خصم کے سوا فیصلہ کرنا درست نہیں ہے۔ اور اس حکم میں گواہی قائم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی فرق نہ پڑے گا اور یہی صحیح ہے۔ جس طرح کتاب جامع صغیر میں علی الاطلاق ذکر کیا گیا ہے۔

ایک وارث ہونے کی صورت میں تقسیم نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ حَضَرَ وَارِثٌ وَاحِدٌ لَمْ يُقْسَمْ وَإِنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ) لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ حُضُورِ خَصْمَيْنِ، لِأَنَّ الْوَاحِدَ لَا يَصْلُحُ مُخَاصِمًا وَمُخَاصَمًا، وَكَذَا مُقَاسِمًا وَمُقَاسَمًا، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ

الْحَاضِرُ اثْنَيْنِ عَلَى مَا بَيَّنَّا (وَلَوْ كَانَ الْحَاضِرُ كَبِيرًا وَصَغِيرًا نَصَبَ الْقَاضِيْ عَنِ الصَّغِيرِ وَصِيًّا وَقَسَمَ إِذَا أُقِيمَتْ الْبَيِّنَةُ، وَكَذَا إِذَا حَضَرَ وَارِثٌ كَبِيرٌ وَمُوْصًى لَهُ بِالثُّلُثِ فِيهَا وَطَلَبَا الْقِسْمَةَ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمِيْرَاثِ وَالْوَصِيَّةِ يَقْسِمُهُ) لِاجْتِمَاعِ الْخَصْمَيْنِ الْكَبِيرِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالْمُوْصَى لَهُ عَنْ نَفْسِهِ، وَكَذَا الْوَصِيُّ عَنِ الصَّبِيِّ كَأَنَّهُ حَضَرَ بِنَفْسِهِ بَعْدَ الْبُلُوغِ لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ

اور جب ایک ہی حاضر وارث ہوا ہے تو اس کی تقسیم نہ کی جائے گی۔ خواہ وہ گواہی کو قائم کرے کیونکہ دو شخصوں کا حاضر ہونا لازم ہے۔ کیونکہ ایک ہی آدمی مخاصم اور وہی مخاصَم نہیں بن سکتا اور اسی سے قاسم و مقاسم نہیں بن سکتا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب حاضر ہونے والے دو ہیں اور یہ اسی تفصیل کے مطابق ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب ایک کم سن اور ایک بڑا وارث حاضر ہوا ہے تو اب قاضی کم سن کی جانب سے ایک وصی مقرر کرے گا اور گواہی کے قائم ہو جانے کے بعد اس کو تقسیم کر دے گا۔ اور ایسے ہی جب کوئی بڑا وارث اور تہائی مکان میں موصی لہ آئے ہیں تو تقسیم کا مطالبہ کرتے ہیں اور میراث و وصیت پر گواہی قائم کرتے ہیں تو خصموں کے اجتماع کے سبب قاضی تقسیم کا فیصلہ کرے گا۔ اس میں بڑا میت کی جانب سے جبکہ موصی لہ اپنی جانب سے ہے۔ اور اسی طرح بچے کا وصی بلوغت کے بعد خود بہ خود بچے کے حاضر ہونے کی طرح ہے۔ کیونکہ وصی بچے کا قائم مقام اور خلیفہ ہے۔

فَصْلٌ فِيمَا يُقْسَمُ وَمَا لَا يُقْسَمُ

﴿یہ فصل تقسیم ہونے والی اور نہ ہونے والی چیزوں کے بیان میں ہے﴾

فصل تقسیم وغیر تقسیم اشیاء کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ قسمت کی ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جن میں تقسیم ہوتی ہے یا نہیں ہوتی اور ان کو مؤخر ہونا بطور نوع ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۴، ص ۴۵، بیروت)

دونوں شرکاء کا اپنے حصے سے نفع اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشُّرَكَاءِ يَنْتَفِعُ بِنَصِيبِهِ قَسَمَ بِطَلَبِ أَحَدِهِمْ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ حَقٌّ لَازِمٌ فِيمَا يَحْتَمِلُهَا عِنْدَ طَلَبِ أَحَدِهِمْ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ (وَإِنْ كَانَ يَنْتَفِعُ أَحَدُهُمْ وَيَسْتَضِرُّ بِهِ الْآخَرُ لِقِلَّةِ نَصِيبِهِ، فَإِنْ طَلَبَ صَاحِبُ الْكَثِيرِ قَسَمَ، وَإِنْ طَلَبَ صَاحِبُ الْقَلِيلِ لَمْ يَقْسِمْ) لِأَنَّ الْأَوَّلَ يَنْتَفِعُ بِهِ فَيُعْتَبَرُ طَلَبُهُ، وَالثَّانِي مُتَعَنِّتٌ فِي طَلَبِهِ فَلَمْ يُعْتَبَرْ وَذَكَرَ الْجَصَّاصُ عَلَى قَلْبِ هَذَا لِأَنَّ صَاحِبَ الْكَثِيرِ يُرِيدُ الْإِضْرَارَ بِغَيْرِهِ وَالْآخَرُ يَرْضَى بِضَرَرِ نَفْسِهِ وَذَكَرَ الْحَاكِمُ الشَّهِيدُ فِي مُخْتَصَرِهِ أَنَّ أَيَّهُمَا طَلَبَ الْقِسْمَةَ يَقْسِمُ الْقَاضِي، وَالْوَجْهُ انْدَرَجَ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ وَالْأَصَحُّ الْمَذْكُورُ فِي الْكِتَابِ وَهُوَ الْأَوَّلُ .

فرمایا کہ دونوں شرکاء میں سے ہر ایک اپنے حصے کا نفع اٹھا سکتا ہے تو قاضی ان میں سے کسی ایک کے مطالبہ پر تقسیم کر دے گا کیونکہ وہ چیزیں جو تقسیم ہو سکتی ہیں ان میں کسی ایک کے طلب کرنے پر تقسیم کا حق لازم ہے جس طرح کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے۔

اور جب شرکاء میں سے کسی ایک کا نفع ہو اور دوسرا شریک اپنا حصہ کم ہونے کے سبب نقصان میں ہو تو اگر صاحب کثیر طلب کرے تو قاضی تقسیم کر دے گا لیکن جب صاحب قلیل طلب کرے تو قاضی نہیں تقسیم کرے گا کیونکہ پہلا طلب سے فائدہ اٹھا رہا ہے لہٰذا اس کے طلب کرنے کا اعتبار کیا جائے گا اور دوسرا اپنے طلب میں سرکش ہے اس لئے اس کی طلب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا امام جصاص نے اس کے برعکس بیان کیا ہے کیونکہ صاحب کثیر دوسرے کو تکلیف دینا چاہتا ہے اور دوسرا اپنے نقصان سے خوش ہے حاکم شہید نے اپنی مختصر میں یہ بیان کیا ہے کہ ان میں سے جو بھی طلب کرے گا قاضی تقسیم کر دے گا اور اس قول کے سبب ہماری ذکر کردہ

دلیل اس میں داخل ہے اور زیادہ درست قول وہ ہے جو قدوری میں بیان کیا گیا ہے اور وہ پہلا قول ہے۔

کسی فریق کے نقصان کے سبب عدم تقسیم کا بیان

(وَإِنْ كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَسْتَضِرُّ لِصِغَرِهِ لَمْ يَقْسِمْهَا إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا) لِأَنَّ الْجَبْرَ عَلَى الْقِسْمَةِ لِتَكْمِيلِ الْمَنْفَعَةِ، وَفِي هٰذَا تَفْوِيتُهَا، وَتَجُوزُ بِتَرَاضِيهِمَا لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمَا وَهُمَا أَعْرَفُ بِشَأْنِهِمَا.

أَمَّا الْقَاضِي فَيَعْتَمِدُ الظَّاهِرَ قَالَ (وَيَقْسِمُ الْعُرُوضَ إِذَا كَانَتْ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ) لِأَنَّ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ يَتَّحِدُ الْمَقْصُودُ فَيَحْصُلُ التَّعْدِيلُ فِي الْقِسْمَةِ وَالتَّكْمِيلُ فِي الْمَنْفَعَةِ (وَلَا يَقْسِمُ الْجِنْسَيْنِ بَعْضَهُمَا فِي بَعْضٍ) لِأَنَّهُ لَا اخْتِلَاطَ بَيْنَ الْجِنْسَيْنِ فَلَا تَقَعُ الْقِسْمَةُ تَمْيِيزًا بَلْ تَقَعُ مُعَاوَضَةً، وَسَبِيلُهَا التَّرَاضِي دُونَ جَبْرِ الْقَاضِي.

اور جب حصہ کم ہونے کے سبب ہر ایک کو نقصان ہو تو قاضی شریکین کی رضا مندی کے بغیر ہی وہ مکان تقسیم نہیں کرے گا اس لئے کہ تقسیم پر جبر منفعت کی تکمیل کے لئے ہوتا ہے اور اس صورت میں منفعت کو ختم کرنا لازم آتا ہے ہاں شریکین کی رضا مندی سے تقسیم جائز ہے اس لئے کہ ان کا ہی حق ہے اور وہ دونوں اپنے مسئلے کو زیادہ جانتے ہیں قاضی تو صرف ظاہر پر اعتماد کرے گا۔

فرمایا کہ جب سامان ایک ہی قسم کے ہوں تو قاضی ان کو تقسیم کردے گا اس لئے کہ جنس کے ایک ہونے کے وقت مقصد بھی ایک ہوتا ہے لہٰذا تقسیم میں برابری اور منفعت کی تکمیل ہو جائے گی اور قاضی دو جنس کو تقسیم نہیں کرے گا ان میں بعض کو بعض میں کر کے اس لئے کہ دو اجناس میں اختلاط نہیں ہوتا تو ان میں تقسیم تمیز کے بجائے معاوضہ ہوگی اور معاضہ کا راستہ آپس میں رضا مندی ہے نہ کہ قاضی کی زیادتی و اکراہ ہے۔

کیل و موزونی چیز میں تقسیم کرنے کا بیان

(وَيَقْسِمُ كُلَّ مَكِيلٍ وَمَوْزُونٍ كَثِيرٍ أَوْ قَلِيلٍ وَالْمَعْدُودِ الْمُتَقَارِبِ وَتِبْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْحَدِيدِ وَالنُّحَاسِ وَالْإِبِلِ بِانْفِرَادِهَا وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَلَا يَقْسِمُ شَاةً وَبَعِيرًا وَبِرْذَوْنًا وَحِمَارًا وَلَا يَقْسِمُ الْأَوَانِيَ) لِأَنَّهَا بِاخْتِلَافِ الصَّنْعَةِ الْتَحَقَتْ بِالْأَجْنَاسِ الْمُخْتَلِفَةِ (وَيَقْسِمُ الثِّيَابَ الْهَرَوِيَّةَ) لِاتِّحَادِ الصِّنْفِ (وَلَا يَقْسِمُ ثَوْبًا وَاحِدًا) لِاشْتِمَالِ الْقِسْمَةِ عَلَى الضَّرَرِ إِذْ هِيَ لَا تَتَحَقَّقُ إِلَّا بِالْقَطْعِ (وَلَا ثَوْبَيْنِ إِذَا اخْتَلَفَتْ قِيمَتُهُمَا) لِمَا بَيَّنَّا، بِخِلَافِ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ إِذَا جُعِلَ ثَوْبٌ بِثَوْبَيْنِ أَوْ ثَوْبٌ وَرُبْعُ ثَوْبٍ بِثَوْبٍ وَثَلَاثَةِ أَرْبَاعِ ثَوْبٍ لِأَنَّهُ قِسْمَةُ الْبَعْضِ دُونَ الْبَعْضِ وَذٰلِكَ جَائِزٌ.

اور قاضی ہر وزنی اور کیلی چیز میں چاہے وہ زیادہ ہو یا کم ہو اور معدود متقارب کو اور سونے اور چاندی کے ڈلے کو اور لوہے اور پیتل کے ڈلے کو اور تنہا اونٹ یا بکری یا گائے کو تقسیم کر دے گا اور بکری اور اونٹ اور اسی طرح گھوڑے اور گدھے کو نہیں تقسیم کرے گا اور نہ ہی برتنوں کو تقسیم کرے گا اس لئے کہ صنعت کے بدل جانے سے برتنوں کو اجناس مختلفہ کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے اور نوع کے ایک ہونے کے سبب قاضی ہروی کپڑے کو تقسیم کر دے گا۔

اور قاضی ایک کپڑے کو تقسیم نہیں کرے گا قسمت کے نقصان پر مشتمل ہونے کے سبب اس لئے کہ کاٹے بغیر قسمت ثابت نہیں ہوگی اور نہ ہی کپڑوں کو تقسیم کرے گا اگر ان کی قیمت مختلف ہو اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے تین کپڑوں کے خلاف کہ جب ایک کپڑے کو دو کپڑوں کے بدلے میں کر دیا جائے یا ایک کپڑے کو یا ایک کپڑے کو چوتھائی کپڑے کے بدلے اور تیسرے کپڑے کو چوتھے کپڑے کے بدلے میں کر دیا جائے اس لئے کہ یہ ایک دوسرے کے بغیر تقسیم ہے جو کہ درست ہے۔

جواہر اور غلاموں کی تقسیم نہ ہونے کا بیان

(وَقَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا يَقْسِمُ الرَّقِيْقَ وَالْجَوَاهِرَ) لِتَفَاوُتِهِمَا (وَقَالَا : يَقْسِمُ الرَّقِيْقَ) لِاتِّحَادِ الْجِنْسِ كَمَا فِي الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَرَقِيْقِ الْمَغْنَمِ وَلَهُ أَنَّ التَّفَاوُتَ فِي الْآدَمِيِّ فَاحِشٌ لِتَفَاوُتِ الْمَعَانِي الْبَاطِنَةِ فَصَارَ كَالْجِنْسِ الْمُخْتَلِفِ بِخِلَافِ الْحَيَوَانَاتِ لِأَنَّ التَّفَاوُتَ فِيْهَا يَقِلُّ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى مِنْ بَنِي آدَمَ جِنْسَانِ وَمِنَ الْحَيَوَانَاتِ جِنْسٌ وَاحِدٌ، بِخِلَافِ الْمَغَانِمِ لِأَنَّ حَقَّ الْغَانِمِيْنَ فِي الْمَالِيَّةِ حَتّٰى كَانَ لِلْإِمَامِ بَيْعُهَا وَقِسْمَةُ ثَمَنِهَا وَهُنَا يَتَعَلَّقُ بِالْعَيْنِ وَالْمَالِيَّةِ جَمِيْعًا فَافْتَرَقَا وَأَمَّا الْجَوَاهِرُ فَقَدْ قِيْلَ إِذَا اخْتَلَفَ الْجِنْسُ لَا يَقْسِمُ كَاللَّآلِئِ وَالْيَوَاقِيْتِ وَقِيْلَ لَا يَقْسِمُ الْكِبَارَ مِنْهَا لِكَثْرَةِ التَّفَاوُتِ، وَيَقْسِمُ الصِّغَارَ لِقِلَّةِ التَّفَاوُتِ .

وَقِيْلَ يَجْرِي الْجَوَابُ عَلٰى إِطْلَاقِهِ لِأَنَّ جَهَالَةَ الْجَوَاهِرِ أَفْحَشُ مِنْ جَهَالَةِ الرَّقِيْقِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ تَزَوَّجَ عَلٰى لُؤْلُؤَةٍ أَوْ يَاقُوْتَةٍ أَوْ خَالَعَ عَلَيْهَا لَا تَصِحُّ التَّسْمِيَةُ، وَيَصِحُّ ذٰلِكَ عَلٰى عَبْدٍ فَأَوْلٰى أَنْ لَا يُجْبَرَ عَلَى الْقِسْمَةِ .

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی غلاموں اور جواہر کو تقسیم نہیں کرے گا ان کے متفاوت ہونے کے سبب صاحبین فرماتے ہیں کہ جنس کے ایک ہونے کے سبب غلاموں کو تقسیم کر دے گا جس طرح کہ اونٹ بکری اور غنیمت کے غلاموں میں ہوتا ہے امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ معانی باطنہ کے متفاوت ہونے کے سبب انسان کا تفاوت تفاوت فاحش ہے تو یہ جنس کے اختلاف کی طرح ہو گیا حیوانات کے خلاف اس لئے کہ جنس کہ جنس کے ایک ہونے کے وقت ان کا تفاوت کم ہو جایا کرتا ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ انسان کی مذکر اور مونث دو جنس ہیں اور حیوانات ایک ہی جنس کے ہوتے ہیں۔

اور غنائم کے خلاف اس لئے کہ غانمین کا حق صرف مالیت میں ہے یہاں تک کہ امام کو مغانم کے بیچنے اور ان کی قیمت تقسیم کرنے کا پورا حق ہے اور یہاں عین اور مالیت دونوں کے ساتھ حق متعلق ہے لہٰذا دونوں جدا ہو گئے رہے جواہر تو ایک قول یہ ہے کہ جب جنس مختلف ہو تو قاضی تقسیم نہیں کرے گا جس طرح کہ موتی اور یاقوت ایک قول یہ ہے کہ کثرت تفاوت کے سبب بڑے یاقوت اور موتیوں کو قاضی تقسیم نہیں کرے گا اور چھوٹوں کو تفاوت کے کم ہونے کے سبب تقسیم کردے گا اور ایک قول یہ ہے کہ جواب مطلق رہے گا اس لئے کہ جواہر کی جہالت غلاموں کی جہالت سے بڑھی ہوئی ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جب کسی آدمی نے موتی اور یاقوت پر نکاح کیا یا اس پر خلع کیا تو تسمیہ درست نہیں ہوگا اور کسی غلام پر نکاح وغیرہ درست ہو جاتا ہے لہٰذا زیادہ اچھا یہی ہے کہ قسمت پر جبر نہ کیا جائے گا۔

حمام وکنوئیں میں تقسیم میں رضامندی ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُقْسَمُ حَمَّامٌ وَلَا بِئْرٌ، وَلَا رَحًى إِلَّا بِتَرَاضِي الشُّرَكَاءِ، وَكَذَا الْحَائِطُ بَيْنَ الدَّارَيْنِ) لِأَنَّهَا تَشْتَمِلُ عَلَى الضَّرَرِ فِي الطَّرَفَيْنِ، إِذْ لَا يَبْقَى كُلُّ نَصِيبٍ مُنْتَفَعًا بِهِ انْتِفَاعًا مَقْصُودًا فَلَا يَقْسِمُ الْقَاضِي بِخِلَافِ التَّرَاضِي لِمَا بَيَّنَّا .

فرمایا کہ حمام، کنواں اور چکی شرکاء کی رضامندی کے بغیر نہیں تقسیم کی جائے گی اور اسی طرح دو گھروں کے درمیان حائل دیوار اس لئے کہ وہ طرفین کے نقصان کو شامل ہے اس لئے کہ اس سے ہر حصے دار کو نفع کا مقصد حاصل نہیں ہو سکے گا لہٰذا قاضی اس کو تقسیم نہیں کرے گا رضامندی والی صورت کے خلاف اس دلیل کے سبب کہ جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

ایک ہی شہر میں مشترکہ مکانوں کی تقسیم کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتْ دُورٌ مُشْتَرَكَةٌ فِي مِصْرٍ وَاحِدٍ قَسَمَ كُلَّ دَارٍ عَلَى حِدَتِهَا فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : إِنْ كَانَ الْأَصْلَحُ لَهُمْ قِسْمَةَ بَعْضِهَا فِي بَعْضٍ قَسَمَهَا) وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ الْأَقْرِحَةُ الْمُتَفَرِّقَةُ الْمُشْتَرَكَةُ لَهُمَا أَنَّهَا جِنْسٌ وَاحِدٌ اسْمًا وَصُورَةً، وَنَظَرًا إِلَى أَصْلِ السُّكْنَى أَجْنَاسٌ مَعْنًى نَظَرًا إِلَى اخْتِلَافِ الْمَقَاصِدِ، وَوُجُوهِ السُّكْنَى فَيُفَوَّضُ التَّرْجِيحُ إِلَى الْقَاضِي وَلَهُ أَنَّ الِاعْتِبَارَ لِلْمَعْنَى وَهُوَ الْمَقْصُودُ، وَيَخْتَلِفُ ذٰلِكَ بِاخْتِلَافِ الْبُلْدَانِ وَالْمَحَالِّ وَالْجِيرَانِ وَالْقُرْبِ إِلَى الْمَسْجِدِ وَالْمَاءِ اخْتِلَافًا فَاحِشًا فَلَا يُمْكِنُ التَّعْدِيلُ فِي الْقِسْمَةِ وَلِهٰذَا لَا يَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِشِرَاءِ دَارٍ، وَكَذَا لَوْ تَزَوَّجَ عَلَى دَارٍ لَا تَصِحُّ التَّسْمِيَةُ كَمَا هُوَ الْحُكْمُ فِيهِمَا فِي الثَّوْبِ بِخِلَافِ الدَّارِ الْوَاحِدَةِ إِذَا اخْتَلَفَتْ بُيُوتُهَا، لِأَنَّ فِي قِسْمَةِ كُلِّ بَيْتٍ عَلَى حِدَةٍ ضَرَرًا فَقُسِمَتْ الدَّارُ قِسْمَةً وَاحِدَةً قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : تَقْيِيدُ الْوَضْعِ فِي الْكِتَابِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ

الدَّارَيْنِ إِذَا كَانَتَا فِي مِصْرَيْنِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي الْقِسْمَةِ عِنْدَهُمَا، وَهُوَ رِوَايَةُ هِلَالٍ عَنْهُمَا وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يُقْسَمُ إِحْدَاهُمَا فِي الْأُخْرَى وَالْبُيُوتُ فِي مَحَلَّةٍ أَوْ مَحَالٍ تُقْسَمُ قِسْمَةً وَاحِدَةً لِأَنَّ التَّفَاوُتَ فِيمَا بَيْنَهَا يَسِيرٌ، وَالْمَنَازِلُ الْمُتَلَازِقَةُ كَالْبُيُوتِ وَالْمُتَبَايِنَةُ كَالدُّورِ لِأَنَّهُ بَيْنَ الدَّارِ وَالْبَيْتِ عَلَى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ فَأَخَذَ شَبَهًا مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ.

فرمایا کہ جب ایک ہی شہر میں کئی مشترک گھر ہوں تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ قاضی ہر گھر کو علیحدہ تقسیم کرے گا جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب بعض کو بعض کے ساتھ ملا کر تقسیم کرنا شرکاء کے حق میں اچھا ہو تو قاضی اس طرح تقسیم کرے گا اور متفرق مشترک زمینیں بھی اسی اختلاف پر ہیں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہ رہائش کا اعتبار کرتے ہوئے نام اور صورت دونوں اعتبار سے ایک ہی جنس ہے اور مقاصد اور وجوہ سکنی کے اختلاف کے پیش نظر معنی کے طور پر اجناس میں اختلاف ہے لہٰذا ترجیح کا مسئلہ قاضی کے حوالے ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اعتبار معنی کا کیا جاتا ہے اور مقصود بھی وہی ہوتا ہے اور شہروں، محلوں، ہمسائیوں کے اختلاف و تبدیلی اور مسجد اور پانی سے قربت کے سبب مقصود میں بڑا فحش اختلاف ہو جاتا ہے پس تقسیم میں مساوات نہ ہوگی۔ اور اسی دلیل کے سبب مکان کا وکیل بنانا درست نہیں ہے اور اسی طرح جب کسی نے مکان کو مہر کے بدلے میں دیکر نکاح کیا تو ذکر کرنا درست نہ ہوگا جس طرح کپڑے میں ان دونوں کا حکم اسی طرح ہے۔ بہ خلاف ایک منزل کے کیونکہ جب مکان مختلف ہوں کیونکہ ہر مکان میں الگ تقسیم سے نقصان ہے پس مکان کو ایک ہی تقسیم کے ساتھ بانٹ دیا جائے گا۔

صاحب قدوری نے اسی مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ جب مختلف گھر دو شہروں میں ہوں تو۔ صاحبین کے نزدیک بھی ان کو تقسیم میں جمع نہیں کیا جائے گا اور ہلال ابن یحیٰ کی صاحبین سے یہی روایت ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا کر تقسیم کیا جائے گا اور ایک یا چند محلوں کے گھروں کو قسمت واحدہ کے طور پر تقسیم کیا جائے گا اس لئے کہ ان کا تفاوت آپس میں کم ہے اور ملی جلی منزلیں گھروں کے درجہ میں ہوتی ہیں اور الگ الگ منزلیں گھروں کے درجہ میں ہیں اس لئے کہ منزل دار اور بیت کے درمیان میں ہوتی ہے اس تفصیل کے مطابق جو پہلے گذر چکی ہے تو منزل ہر ایک سے مشابہت لے لے گی۔

اختلاف جنس کے سبب الگ تقسیم کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَتْ دَارٌ وَضَيْعَةٌ أَوْ دَارٌ وَحَانُوتٌ قُسِمَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى حِدَةٍ) لِاخْتِلَافِ الْجِنْسِ. قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: جَعَلَ الدَّارَ وَالْحَانُوتَ جِنْسَيْنِ، وَكَذَا ذَكَرَ الْخَصَّافُ وَقَالَ فِي إِجَارَاتِ الْأَصْلِ: إِنَّ إِجَارَةَ مَنَافِعِ الدَّارِ بِالْحَانُوتِ لَا تَجُوزُ، وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُمَا جِنْسٌ وَاحِدٌ، فَيُجْعَلُ فِي الْمَسْأَلَةِ رِوَايَتَانِ أَوْ تُبْنَى حُرْمَةُ الرِّبَا هُنَالِكَ عَلَى شُبْهَةِ الْمُجَانَسَةِ

فَصْلٌ فِیْ کَیْفِیَّةِ الْقِسْمَةِ

﴿یہ فصل قسمت کی کیفیت کے بیان میں ہے﴾

فصل کیفیت قسمت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب قسمت کی تعریف واحکام کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں مال کو تقسیم کرنے کے طریقے کو شروع کیا ہے۔ اور کسی بھی مال کی تقسیم اس کے وجود وثبوت کے بعد ہی ہوا کرتا ہے پس اس کی فقہی مطابقت واضح ہے۔

تقسیم کرنے کی کیفیت کا فقہی مفہوم

قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلْقَاسِمِ اَنْ يُصَوِّرَ مَا يَقْسِمُهُ) لِيُمْكِنَهُ حِفْظُهُ (وَيَعْدِلَهُ) يَعْنِي يُسَوِّيَهُ عَلَى سِهَامِ الْقِسْمَةِ وَيُرْوَى يَعْزِلَهُ : اَيْ يَقْطَعَهُ بِالْقِسْمَةِ عَنْ غَيْرِهِ (وَيَذْرَعَهُ) لِيَعْرِفَ قَدْرَهُ (وَيُقَوِّمَ الْبِنَاءَ) لِحَاجَتِهِ اِلَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ (وَيُفْرِزَ كُلَّ نَصِيبٍ عَنِ الْبَاقِي بِطَرِيقِهِ وَشُرْبِهِ حَتّٰى لَا يَكُونَ لِنَصِيبِ بَعْضِهِمْ بِنَصِيبِ الْاٰخَرِ تَعَلُّقٌ) فَتَنْقَطِعَ الْمُنَازَعَةُ وَيَتَحَقَّقَ مَعْنَى الْقِسْمَةِ عَلَى التَّمَامِ (ثُمَّ يُلَقِّبَ نَصِيبًا بِالْاَوَّلِ، وَالَّذِي يَلِيهِ بِالثَّانِي وَالثَّالِثُ عَلٰى هٰذَا ثُمَّ يُخْرِجَ الْقُرْعَةَ، فَمَنْ خَرَجَ اسْمُهُ اَوَّلًا فَلَهُ السَّهْمُ الْاَوَّلُ، وَمَنْ خَرَجَ ثَانِيًا فَلَهُ السَّهْمُ الثَّانِي) وَالْاَصْلُ اَنْ يَنْظُرَ فِي ذٰلِكَ اِلٰى اَقَلِّ الْاَنْصِبَاءِ، حَتّٰى اِذَا كَانَ الْاَقَلُّ ثُلُثًا جَعَلَهَا اَثْلَاثًا، وَاِنْ كَانَ سُدُسًا جَعَلَهَا اَسْدَاسًا لِتَمَكُّنِ الْقِسْمَةِ، وَقَدْ شَرَحْنَاهُ مُشْبَعًا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهٰى بِتَوْفِيقِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

فرمایا کہ تقسیم کرنے والے کو چاہئے کہ وہ جس چیز کو تقسیم کرے اس کا نقشہ بنالے تا کہ اس کو یادرکھنا ممکن ہو اور اس کو تقسیم کے حصوں پر برابر کرے اور یعزلہ بھی مروی ہے یعنی اس حصے کو دوسرے سے الگ کرلے اور اس کو ناپ لے تا کہ اس کی مقدار معلوم ہو جائے اور عمارت کی قیمت بھی لگالے اس لئے کہ بعض میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور ہر حصہ کو پانی اور راستہ کے ساتھ الگ کرلے تا کہ ایک کے حصے کا دوسرے کے حصے سے کوئی تعلق نہ رہ جائے لہٰذا جھگڑا ختم ہو جائے گا اور مکمل طور پر تقسیم کے معنی ثابت ہو جائیں گے۔

پھر ایک حصے کو اول کا نام دے دے اور اس سے ملے ہوئے کو دوم اور سوم کا نام دے دے پھر قرعہ نکالے اور جس کا پہلا قرعہ نکلے اس کو پہلا حصہ دے دے اور جس کا نام دوسرے نمبر پر آئے اس کو دوسرا دے دے اور اصول یہ کہ اس میں قاضی سب

سے کم والے حصے پر غور کرے یہاں تک کہ اگر کم والا حصہ ثلث ہو تو مکان کو تین حصوں پر تقسیم کرے اور اگر سدس ہو تو مکان کو چھ حصوں پر تقسیم کرے تا کہ تقسیم ممکن ہو سکے اور ہم نے اس کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کفایت المنتہی میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

تقسیم کا قضاء کے حکم میں ہونے کا بیان

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ : وَيُفْرِزُ كُلَّ نَصِيبٍ بِطَرِيقِهِ وَشُرْبِهِ بَيَانُ الْأَفْضَلِ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ أَوْ لَمْ يُمْكِنْ جَازَ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ بِتَفْصِيلِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

وَالْقُرْعَةُ لِتَطْيِيبِ الْقُلُوبِ وَإِزَاحَةِ تُهْمَةِ الْمَيْلِ، حَتَّى لَوْ عَيَّنَ لِكُلٍّ مِنْهُمْ نَصِيبًا مِنْ غَيْرِ إِقْرَاعٍ جَازَ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْقَضَاءِ فَيَمْلِكُ الْإِلْزَامَ .

📖 اور قدوری میں امام قدوری کا یہ قول ویفرز الخ برتری کا بیان ہے لہذا جب قاسم نے ایسا نہ کیا یا ایسا نہ ہو سکا تو بھی درست ہے اس تفصیل کے سبب جسکو ہم انشاء اللہ بیان کریں گے اور قرعہ دل کے لئے تسلی اور تہمت کے میلان کو دور کرنے کیلئے ہے یہاں تک کہ جب قاسم نے قرعہ کے بغیر بھی ہر ایک کا حصہ مقرر کر دیا تو درست ہے اس لئے کہ تقسیم قضاء کے معنی میں ہے لہذا قاسم لازم کرنے کا مالک ہوگا۔

دراہم و دیناروں کا شرکاء کی رضامندی کے بغیر تقسیم نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَدْخُلُ فِي الْقِسْمَةِ الدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيرُ إِلَّا بِتَرَاضِيهِمْ لِأَنَّهُ لَا شَرِكَةَ فِي الدَّرَاهِمِ وَالْقِسْمَةُ مِنْ حُقُوقِ الِاشْتِرَاكِ)، وَلِأَنَّهُ يَفُوتُ بِهِ التَّعْدِيلُ فِي الْقِسْمَةِ لِأَنَّ أَحَدَهُمَا يَصِلُ إِلَى عَيْنِ الْعَقَارِ وَدَرَاهِمُ الْآخَرِ فِي ذِمَّتِهِ وَلَعَلَّهَا لَا تُسَلَّمُ لَهُ .

📖 فرمایا کہ قاسم دراہم اور دنانیر کو شرکاء کی رضامندی کے بغیر تقسیم نہ کرے اس لئے کہ دراہم میں شرکت نہیں ہے اور تقسیم اشتراک کے حقوق میں سے ہے اور اس لئے کہ اس سبب تقسیم کی برابری فوت ہو جائے گی کیا نکہ ان میں سے ایک عین زمین کو پہنچ جائے گا حالانکہ اس کے ذمہ دوسرے کے دراہم ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ دراہم اس کے سپرد نہ ہو سکیں۔

زمین و عمارت کو قیمت کے اعتبار سے تقسیم کرنے کا بیان

(وَإِذَا كَانَ أَرْضٌ وَبِنَاءٌ ؛ فَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَقْسِمُ كُلَّ ذَلِكَ عَلَى اعْتِبَارِ الْقِيمَةِ) لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ اعْتِبَارُ الْمُعَادَلَةِ إِلَّا بِالتَّقْوِيمِ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يَقْسِمُ الْأَرْضَ بِالْمِسَاحَةِ لِأَنَّهُ هُوَ الْأَصْلُ فِي الْمَمْسُوحَاتِ، ثُمَّ يَرُدُّ مَنْ وَقَعَ الْبِنَاءُ فِي نَصِيبِهِ أَوْ مَنْ كَانَ نَصِيبُهُ أَجْوَدَ دَرَاهِمَ عَلَى الْآخَرِ حَتَّى يُسَاوِيَهُ فَتَدْخُلَ الدَّرَاهِمُ فِي الْقِسْمَةِ ضَرُورَةً كَالْأَخِ لَا وِلَايَةَ لَهُ فِي الْمَالِ، ثُمَّ يَمْلِكُ تَسْمِيَةَ الصَّدَاقِ ضَرُورَةَ التَّزْوِيجِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَرُدُّ عَلَى شَرِيكِهِ بِمُقَابَلَةِ الْبِنَاءِ

مَا يُسَاوِيهِ مِنَ الْعَرْصَةِ، وَإِذَا بَقِيَ فَضْلٌ وَلَمْ يُمْكِنْ تَحْقِيقُ التَّسْوِيَةِ بِأَنْ كَانَ لَا تَفِي الْعَرْصَةُ بِقِيمَةِ الْبِنَاءِ فَحِينَئِذٍ يَرُدُّ لِلْفَضْلِ دَرَاهِمَ، لِأَنَّ الضَّرُورَةَ فِي هٰذَا الْقَدْرِ فَلَا يُتْرَكُ الْأَصْلُ إِلَّا بِهَا. وَهٰذَا يُوَافِقُ رِوَايَةَ الْأَصْلِ.

اور جب زمین اور عمارت ہو تو امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ قاضی ان کو قیمت کے اعتبار سے تقسیم کر دے گا اس لئے کہ قیمت لگائے بغیر برابری کا اعتبار ناممکن ہے اور حضرت امام اعظم فرماتے ہیں کہ قاسم زمین کی پیائش کر کے اس کو تقسیم کرے گا اس لئے کہ ممسوحات میں پیائش ہی اصل ہے پھر وہ آدمی جس کے حصہ میں عمارت آئے یا جس کا حصہ عمدہ ہو وہ دوسرے کو کچھ دراہم دے دے تاکہ مساوات ہو جائے تو دراہم تقسیم میں داخل ہو جائیں گے جس طرح کہ بھائی اس کو بہن کے مال میں ولایت نہیں ہے اور پھر بھی وہ ضرورت تزویج کی بناء پر وہ مہر مقرر کرنے کا مالک ہوگا۔

اور امام محمد سے مروی ہے کہ وہ اپنے شریک کو عمارت کے بدلے اتنا صحن واپس دے گا جو عمارت کے برابر ہو اور جب کچھ زیادتی باقی ہو اور برابری کو ثابت کرنا ممکن نہ ہو اس طرح کہ صحن عمارت کی قیمت کے لئے ناکافی ہو تو اس وقت وہ زیادتی کے بدلے دراہم دے گا اس لئے کہ ضرورت اسی مقدار میں ہے لہٰذا اسی کے ساتھ اصل کو چھوڑا جائے گا اور یہ مبسوط کی روایت کے مطابق ہے۔

مسیل وطریق کا تقسیم میں مشروط نہ ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ قَسَمَ بَيْنَهُمْ وَلِأَحَدِهِمْ مَسِيلٌ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ أَوْ طَرِيقٌ لَمْ يُشْتَرَطْ فِي الْقِسْمَةِ)، فَإِنْ أَمْكَنَ صَرْفُ الطَّرِيقِ وَالْمَسِيلِ عَنْهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَطْرِقَ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ لِأَنَّهُ أَمْكَنَ تَحْقِيقُ مَعْنَى الْقِسْمَةِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ (وَإِنْ لَمْ يُمْكِنْ فُسِخَتِ الْقِسْمَةُ) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ مُخْتَلَّةٌ لِبَقَاءِ الْإِخْتِلَاطِ فَتُسْتَأْنَفُ بِخِلَافِ الْبَيْعِ حَيْثُ لَا يَفْسُدُ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ تَمَلُّكُ الْعَيْنِ، وَأَنَّهُ يُجَامِعُ تَعَذُّرَ الْإِنْتِفَاعِ فِي الْحَالِ، أَمَّا الْقِسْمَةُ لِتَكْمِيلِ الْمَنْفَعَةِ وَلَا يَتِمُّ ذٰلِكَ إِلَّا بِالطَّرِيقِ، وَلَوْ ذَكَرَ الْحُقُوقَ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ كَذٰلِكَ الْجَوَابُ، لِأَنَّ مَعْنَى الْقِسْمَةِ الْإِفْرَازُ وَالتَّمْيِيزُ، وَتَمَامُ ذٰلِكَ بِأَنْ لَا يَبْقَى لِكُلِّ وَاحِدٍ تَعَلُّقٌ بِنَصِيبِ الْآخَرِ وَقَدْ أَمْكَنَ تَحْقِيقُهُ بِصَرْفِ الطَّرِيقِ وَالْمَسِيلِ إِلَى غَيْرِهِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ فَيُصَارُ إِلَيْهِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ إِذَا ذُكِرَ فِيهِ الْحُقُوقُ حَيْثُ يَدْخُلُ فِيهِ مَا كَانَ لَهُ مِنَ الطَّرِيقِ وَالْمَسِيلِ، لِأَنَّهُ أَمْكَنَ تَحْقِيقُ مَعْنَى الْبَيْعِ وَهُوَ التَّمْلِيكُ مَعَ بَقَاءِ هٰذَا التَّعَلُّقِ بِمِلْكِ غَيْرِهِ.

فرمایا کہ جب قاسم نے شرکاء میں تقسیم کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کی دوسرے کے حصے میں نالی یا راستہ ہو جو تقسیم میں مشروط نہ ہو اور جب طریق اور مسیل کو دوسرے کے حصے سے پھیرنا ممکن ہو تو اس آدمی کو دوسرے حصہ میں راستہ نکالنے اور پانی بہانے کا اختیار نہیں ہوگا کیونکہ کسی نقصان کے بغیر تقسیم کے معنی کا ثابت کرنا ممکن ہے اور جب ایسا ممکن نہ ہو تو تقسیم ختم کر دی جائے گی

اس لئے کہ اختلاط باقی رہنے کے سبب تقسیم مخل ہے لہٰذا نئے سرے سے تقسیم کی جائے گی۔

بیع کے خلاف کہ وہ اس صورت میں فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ بیع کا مقصود عین کا مالک بننا ہے اور فی الحال نفع نا ممکن کیساتھ جمع ہو جاتا ہے لیکن قسمت تقسیم منفعت کے لئے ہوتی ہے اور راستے کے بغیر اس کی تکمیل مکمل نہیں ہوتی ہے۔

اور پہلی صورت میں جب حقوق کا تذکرہ ہو تب بھی یہی جواب ہے اس لئے کہ تقسیم کا معنی افراز اور تمیز ہے اور اس کا اتمام تب ہوگا جب شرکاء میں سے ایک کا دوسرے کے حصہ سے کوئی تعلق نہ رہے اور راستہ اور مسیل کو کسی نقصان کے دوسرے کی جانب پھیر کر تقسیم کے معنی کو ثابت کرنا ممکن ہے لہٰذا اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔

بیع کیخلاف کہ جب اس میں حقوق کا تذکرہ کر دیا جائے کہ بیع میں اس کا راستہ اور مسیل داخل ہوں گے اس لئے کہ غیر کی ملکیت کے ساتھ مسیل اور راستے کے تعلق کو باقی رکھتے ہوئے بھی بیع کے معنی میں یعنی تملیک کا اثبات ممکن ہے۔

راستے اور مسیل کا تقسیم میں شامل ہونے کا بیان

وَفِی الْوَجْهِ الثَّانِی يَدْخُلُ فِيهَا لِاَنَّ الْقِسْمَةَ لِتَكْمِيلِ الْمَنْفَعَةِ وَذٰلِكَ بِالطَّرِيْقِ وَالْمَسِيلِ فَيَدْخُلَ عِنْدَ التَّنْصِيصِ بِاعْتِبَارِهِ، وَفِيهَا مَعْنَى الْإِفْرَازِ وَذٰلِكَ بِانْقِطَاعِ التَّعَلُّقِ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا، فَبِاعْتِبَارِهِ لَا يَدْخُلُ مِنْ غَيْرِ تَنْصِيصٍ، بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ حَيْثُ يَدْخُلُ فِيهَا بِدُوْنِ التَّنْصِيصِ، لِاَنَّ كُلَّ الْمَقْصُودِ الْاِنْتِفَاعُ وَذٰلِكَ لَا يَحْصُلُ اِلَّا بِاِدْخَالِ الشُّرْبِ وَالطَّرِيْقِ فَيَدْخُلَ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ (وَلَوْ اخْتَلَفُوا فِی رَفْعِ الطَّرِيْقِ بَيْنَهُمْ فِی الْقِسْمَةِ، اِنْ كَانَ يَسْتَقِيمُ لِكُلِّ وَاحِدٍ طَرِيْقٌ يَفْتَحُهُ فِیْ نَصِيبِهٖ قَسَمَ الْحَاكِمُ مِنْ غَيْرِ طَرِيْقٍ يُرْفَعُ لِجَمَاعَتِهِمْ) لِتَحَقُّقِ الْاِفْرَازِ بِالْكُلِّيَّةِ دُوْنَهُ (وَاِنْ كَانَ لَا يَسْتَقِيمُ ذٰلِكَ رَفَعَ طَرِيقًا بَيْنَ جَمَاعَتِهِمْ) لِيَتَحَقَّقَ تَكْمِيلُ الْمَنْفَعَةِ فِيمَا وَرَاءَ الطَّرِيْقِ (وَلَوْ اخْتَلَفُوا فِیْ مِقْدَارِهٖ جُعِلَ عَلٰى عَرْضِ بَابِ الدَّارِ وَطُوْلِهٖ) لِاَنَّ الْحَاجَةَ تَنْدَفِعُ بِهٖ (وَالطَّرِيْقُ عَلٰى سِهَامِهِمْ كَمَا كَانَ قَبْلَ الْقِسْمَةِ) لِاَنَّ الْقِسْمَةَ فِيمَا وَرَاءَ الطَّرِيْقِ لَا فِيهِ (وَلَوْ شَرَطُوا اَنْ يَكُوْنَ الطَّرِيْقُ بَيْنَهُمَا اَثْلَاثًا جَازَ وَاِنْ كَانَ اَصْلُ الدَّارِ نِصْفَيْنِ) لِاَنَّ الْقِسْمَةَ عَلَى التَّفَاضُلِ جَائِزَةٌ بِالتَّرَاضِی .

اور دوسری صورت میں راستہ اور مسیل تقسیم میں داخل ہوں گے اس لئے کہ تقسیم تکمیل منفعت کے لئے ہے اور تکمیل منفعت اور طریق سے حاصل ہوگی تو یہ چیزیں تصریح کے وقت تکمیل کے اعتبار سے داخل ہوں گی اور تقسیم میں افراز کا معنی ہے اور افراز کا معنی دوسرے دے قطع تعلق کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اس تفصیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے لہٰذا افراز کے معنی کا اعتبار کرتے ہوئے طریق اور مسیل صراحت کے بغیر داخل نہ ہوں گے اجارہ کے خلاف اس لئے کہ اجارہ میں طریق اور مسیل صراحت کے بغیر بھی داخل ہوتے ہیں اس لئے کہ مقصود انتفاع ہے اور شرب اور طریق کو داخل کے بغیر مقصود حاصل نہ ہوگا لہٰذا

اجارہ میں یہ دونوں ذکر کے بغیر بھی داخل ہو جاتے ہیں۔

اور جب تقسیم میں شرکاء نے راستہ چھوڑنے کا اختلاف یا تو جب ایک کیلئے اپنے حصے میں راستہ کھولنا درست ہو تو قاضی ان لوگوں کیلئے کوئی راستہ چھوڑے بغیر تقسیم کر دے اس لئے کہ راستہ کے چھوڑے بغیر بھی بلکہ افراز کے معنی ثابت ہو جائیں گے اور جب یہ ممکن نہ ہو تو قاضی شرکاء کے درمیان ایک راستہ چھوڑ دے تا کہ راستہ کے علاوہ میں تکمیل منفعت ہو جائے۔

اور جب راستہ کی مقدار کے بارے میں شرکاء اختلاف کریں تو اس کو گھر کے دروازے کی چوڑائی اور بلندی کے مطابق کر دیا جائے گا اس لئے کہ اس سے ضرورت پوری ہو جائے گی اور راستہ شرکاء کے حصوں کی مقدار ہو گا جس طرح کہ تقسیم سے پہلے تھا اس لئے کہ تقسیم راستہ کے علاوہ میں ہے راستہ میں نہیں ہے اور جب شرکاء نے یہ شرط لگائی کہ ان کے درمیان راستہ تین تہائی ہو گا تو یہ جائز ہے اگر چہ اصل دار دو حصوں میں ہو اس لئے کہ رضامندی کے ساتھ تو زیادتی کیساتھ بھی تقسیم جائز ہے۔

مختلف منزل والوں گھر میں قسمت کا بیان

قَالَ (وَاِذَا كَانَ سُفْلٌ لَا عُلْوَ عَلَيْهِ وَعُلْوٌ لَا سُفْلَ لَهُ وَسُفْلٌ لَهُ عُلْوٌ قُوِّمَ كُلُّ وَاحِدٍ عَلٰى حِدَتِهِ وَقُسِّمَ بِالْقِيمَةِ وَلَا مُعْتَبَرَ بِغَيْرِ ذٰلِكَ) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : هٰذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ : وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَاَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : يُقْسَمُ بِالذَّرْعِ ؛ لِمُحَمَّدٍ اَنَّ السُّفْلَ يَصْلُحُ لِمَا لَا يَصْلُحُ لَهُ الْعُلْوُ مِنِ اتِّخَاذِهِ بِئْرَ مَاءٍ اَوْ سِرْدَابًا اَوْ اِصْطَبْلًا اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَتَحَقَّقُ التَّعْدِيلُ اِلَّا بِالْقِيمَةِ، وَهُمَا يَقُوْلَانِ اِنَّ الْقِسْمَةَ بِالذَّرْعِ هِيَ الْاَصْلُ، لِاَنَّ الشَّرِكَةَ فِي الْمَذْرُوْعِ لَا فِي الْقِيمَةِ فَيُصَارُ اِلَيْهِ مَا اَمْكَنَ، وَالْمُرَاعٰى التَّسْوِيَةُ فِي السُّكْنٰى لَا فِي الْمَرَافِقِ ثُمَّ اخْتَلَفَا فِيمَا بَيْنَهُمَا فِي كَيْفِيَّةِ الْقِسْمَةِ بِالذَّرْعِ فَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : ذِرَاعٌ مِنْ سُفْلٍ بِذِرَاعَيْنِ مِنْ عُلْوٍ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : ذِرَاعٌ بِذِرَاعٍ قِيلَ اَجَابَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَلٰى عَادَةِ اَهْلِ عَصْرِهِ اَوْ اَهْلِ بَلَدِهِ فِي تَفْضِيلِ السُّفْلِ عَلَى الْعُلْوِ وَاسْتِوَائِهِمَا وَتَفْضِيلِ السُّفْلِ مَرَّةً وَالْعُلْوِ اُخْرٰى .وَقِيلَ هُوَ اخْتِلَافُ مَعْنًى .

فرمایا کہ جب کوئی ایسی تحتانی منزل ہو کہ اس کا بالا خانہ نہ ہو اور کوئی ایسا بالا خانہ ہو جس کی تحتانی نہ ہو اور ایسی تحتانی منزل بھی ہو جس کا بالا خانہ بھی ہو تو ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ قیمت لگائی جائے گی اور قیمت ہی سے تقسیم ہو گی اور اس کے علاوہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ امام محمد کے نزدیک ہے جبکہ شیخین فرماتے ہیں کہ پیمائش سے تقسیم ہو گی امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ سفل میں ان چیزوں کی صلاحیت ہے جن سے علو عاری ہے جس طرح کہ سفل کو پانی کا کنواں بنالیا جائے یا تہہ خانہ یا اصطبل بنالیا جائے لہذا قیمت کے بغیر برابری ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔

شیخین فرماتے ہیں کہ پیمائش کے ذریعے ہی تقسیم اصل ہے اس لئے کہ مذروع میں شرکت ہے قیمت میں نہیں ہے لہذا جہاں

بیک ممکن ہو اسی کی طرف رجوع کیا جائے گا اور سکنی میں مساوات کی رعایت کی گئی ہے منافع میں نہیں پھر آپس میں ان کا اختلاف ہے تقسیم بالذراع میں پس امام اعظم فرماتے ہیں کہ سفل کا ایک ذراع علو کے دو ذراع کے بدلے میں ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ایک ذراع کو ایک ہی ذراع کے بدلے ناپا جائے گا ایک دل یہ ہے کہ ہر امام نے اپنے زمانہ اور اپنے شہر کے والوں کی عادت کے مطابق علو پر سفل کی برتری ان کی برابری اور کبھی سفل کی برتری اور کبھی علو کی برتری کے بدلہ میں جواب دیا ہے اور ایک قول ہے کہ یہ معنوی اختلاف ہے۔

منفعت کے اضافے کے سبب اختیار میں فقہی تصریحات

وَوَجْهُ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ مَنْفَعَةَ السُّفْلِ تَرْبُوْ عَلٰی مَنْفَعَةِ الْعُلْوِ بِضِعْفِهِ لِاَنَّهَا تَبْقٰی بَعْدَ فَوَاتِ الْعُلْوِ، وَمَنْفَعَةُ الْعُلْوِ لَا تَبْقٰی بَعْدَ فَنَاءِ السُّفْلِ، وَكَذَا السُّفْلُ فِيْهِ مَنْفَعَةُ الْبِنَاءِ وَالسُّكْنٰی، وَفِی الْعُلْوِ السُّكْنٰی لَا غَيْرُ اِذْ لَا يُمْكِنُهُ الْبِنَاءُ عَلٰی عُلْوِهِ اِلَّا بِرِضَا صَاحِبِ السُّفْلِ، فَيُعْتَبَرُ ذِرَاعَانِ مِنْهُ بِذِرَاعٍ مِنَ السُّفْلِ وَلِاَبِیْ يُوْسُفَ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ اَصْلُ السُّكْنٰی وَهُمَا يَتَسَاوَيَانِ فِيْهِ، وَالْمَنْفَعَتَانِ مُتَمَاثِلَتَانِ لِاَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَنْ يَفْعَلَ مَا لَا يَضُرُّ بِالْاٰخَرِ عَلٰی اَصْلِهِ وَلِمُحَمَّدٍ اَنَّ الْمَنْفَعَةَ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ بِالْاِضَافَةِ اِلَيْهِمَا فَلَا يُمْكِنُ التَّعْدِيْلُ اِلَّا بِالْقِيْمَةِ، وَالْفَتْوٰی الْيَوْمَ عَلٰی قَوْلِ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَوْلُهُ لَا يَفْتَقِرُ اِلَی التَّفْسِيْرِ، وَتَفْسِيْرُ قَوْلِ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِیْ مَسْاَلَةِ الْكِتَابِ اَنْ يُجْعَلَ بِمُقَابَلَةِ مِائَةِ ذِرَاعٍ مِنَ الْعُلْوِ الْمُجَرَّدِ ثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُوْنَ وَثُلُثُ ذِرَاعٍ مِنَ الْبَيْتِ الْكَامِلِ لِاَنَّ الْعُلْوَ مِثْلُ نِصْفِ السُّفْلِ فَثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُوْنَ وَثُلُثٌ مِنَ السُّفْلِ سِتَّةٌ وَسِتُّوْنَ وَثُلُثَانِ مِنَ الْعُلْوِ الْمُجَرَّدِ وَمَعَهُ ثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُوْنَ وَثُلُثُ ذِرَاعٍ مِنَ الْعُلْوِ فَبَلَغَتْ مِائَةَ ذِرَاعٍ تُسَاوِیْ مِائَةً مِنَ الْعُلْوِ الْمُجَرَّدِ، وَيُجْعَلُ بِمُقَابَلَةِ مِائَةِ ذِرَاعٍ مِنَ السُّفْلِ الْمُجَرَّدِ مِنَ الْبَيْتِ الْكَامِلِ سِتَّةٌ وَسِتُّوْنَ وَثُلُثَا ذِرَاعٍ، لِاَنَّ عُلْوَهُ مِثْلُ نِصْفِ سُفْلِهِ فَبَلَغَتْ مِائَةَ ذِرَاعٍ كَمَا ذَكَرْنَا، وَالسُّفْلُ الْمُجَرَّدُ سِتَّةٌ وَسِتُّوْنَ وَثُلُثَانِ لِاَنَّهُ ضِعْفُ الْعُلْوِ فَيُجْعَلُ بِمُقَابَلَةِ مِثْلِهِ وَتَفْسِيْرُ قَوْلِ اَبِیْ يُوْسُفَ اَنْ يُجْعَلَ بِاِزَاءِ خَمْسِيْنَ ذِرَاعًا مِنَ الْبَيْتِ الْكَامِلِ مِائَةُ ذِرَاعٍ مِنَ السُّفْلِ الْمُجَرَّدِ، وَمِائَةُ ذِرَاعٍ مِنَ الْعُلْوِ الْمُجَرَّدِ، لِاَنَّ السُّفْلَ وَالْعُلْوَ عِنْدَهُ سَوَاءٌ، فَخَمْسُوْنَ ذِرَاعًا مِنَ الْبَيْتِ الْكَامِلِ بِمَنْزِلَةِ مِائَةِ ذِرَاعٍ خَمْسُوْنَ مِنْهَا سُفْلٌ وَخَمْسُوْنَ مِنْهَا عُلْوٌ۔

اور امام اعظم کے قول کی دلیل یہ ہے کہ سفل کی منفعت علو کی منفعت سے دوگنی بڑھی ہے اس لئے کہ یہ منفعت علو کے فوت ہوجانے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور علو کی منفعت سفل کے فناء ہوجانے کے بعد ختم ہوجاتی ہے نیز سفل میں بناء اور سکنی دونوں کی منفعت ہے اور علو میں صرف سکنی کی منفعت ہے اس لئے کہ صاحب سفل کی رضامندی کے بغیر صاحب علو اپنے علو پر تعمیر نہیں کر سکتا لہٰذا سفل کے ایک گز کے ساتھ علو کے دو گز کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ مقصود اصلی رہائش ہے اور دونوں اس میں برابر ہیں اور دونوں منفعتیں برابر ہیں اس لئے کہ امام ابو یوسف کی اصل کے مطابق ان دونوں کو وہ کام کرنے کا اختیار ہے جو دوسرے کے حق میں نقصان دہ نہ ہو اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اُسفل اور علو کی جانب نسبت کرتے ہوئے گرمی اور سردی کی تبدیلی سے منفعت بدل جاتی ہے لہٰذا قیمت کے بغیر برابری ممکن نہیں ہے آج کل امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے اور ان کا قول توضیح کا محتاج نہیں ہے۔

قدوری میں مذکور امام اعظم کے قول کی وضاحت یہ ہے کہ علو مجرد کے سو گز کے مقابلہ میں بیت کامل کے تینتیس گز اور ایک تہائی گز کر دیے جائیں اس لئے کہ علو سفل کے نصف کی طرح ہے تو سفل کے تینتیس اور ایک تہائی گز علو کے ۶۶ اور دو تہائی گز کے برابر ہے اور اس ۶۶ کے ساتھ علو مجرد کے ۳۳ اور ایک تہائی گز ہیں تو یہ سو گز ہو گئے جو علو مجرد کے سو گز کے مساوی ہیں اور سفل مجرد کے سو گز کے مقابلہ میں بیت کامل کے ۶۶ اور دو تہائی گز کر دیے جائیں گے اس لئے کہ بیت کامل کا علو اس کے سفل کے نصف کی مثل ہے تو یہ سو گز ہو گئے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

امام ابو یوسف کے قول کی توضیح یہ ہے کہ بیت کامل کے ۵۰ گز کے مقابلہ میں سفل مجرد یا علو مجرد کے سو گز کر دیے جائیں اس لئے کہ ان کے نزدیک سفل اور علو برابر ہیں لہٰذا بیت کامل کے ۵۰ گز سو گز کے درجے میں ہوں گے ۵۰ سفل اور ۵۰ علو ہیں۔

قسمت میں قاسمان کی شہادت کی قبولیت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَقَاسِمُوْنَ وَشَهِدَ الْقَاسِمَانِ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : هٰذَا الَّذِيْ ذَكَرَهُ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَا تُقْبَلُ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ يُوْسُفَ أَوَّلًا، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ .

وَذَكَرَ الْخَصَّافُ قَوْلَ مُحَمَّدٍ مَعَ قَوْلِهِمَا وَقَاسِمَا الْقَاضِيْ وَغَيْرُهُمَا سَوَاءٌ، لِمُحَمَّدٍ أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰى فِعْلِ أَنْفُسِهِمَا فَلَا تُقْبَلُ، كَمَنْ عَلَّقَ عِتْقَ عَبْدِهِ بِفِعْلِ غَيْرِهِ فَشَهِدَ ذٰلِكَ الْغَيْرُ عَلٰى فِعْلِهِ وَلَهُمَا أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰى فِعْلِ غَيْرِهِمَا وَهُوَ الْاِسْتِيْفَاءُ وَالْقَبْضُ لَا عَلٰى فِعْلِ أَنْفُسِهِمَا، لِأَنَّ فِعْلَهُمَا التَّمْيِيْزُ وَلَا حَاجَةَ إِلَى الشَّهَادَةِ عَلَيْهِ، أَوْ لِأَنَّهُ لَا يَصْلُحُ مَشْهُوْدًا بِهِ لِمَا أَنَّهُ غَيْرُ لَازِمٍ، وَإِنَّمَا يَلْزَمُهُ بِالْقَبْضِ وَالْاِسْتِيْفَاءِ وَهُوَ فِعْلُ الْغَيْرِ فَتُقْبَلُ الشَّهَادَةُ عَلَيْهِ .

فرمایا کہ جب متقاسمین میں اختلاف ہو اور دو تقسیم کرنے والے گواہی دیں تو ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام قدوری کا یہ قول شیخین کا قول ہے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ قبول نہیں کی جائے گی یہی امام ابو یوسف کا پہلا

قول ہے اور امام شافعی بھی اس کے ہی قائل ہیں امام خصاف نے امام محمد کے قول کو شیخین کے قول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور قاسم قاضی کے ہوں یا ان کے علاوہ اس مسئلے میں سب برابر ہیں۔

امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاسمین نے اپنے قول پر گواہی دی ہے لہٰذا وہ قبول نہیں کی جائے گی جس طرح کہ وہ آدمی کہ جس نے اپنے غلام کی آزادی کو کسی دوسرے کے فعل پر معلق کر دیا ہو پھر اس غیر نے اپنے فعل پر گواہی دی ہو۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے غیر کے فعل پر گواہی دی ہے اور وہ استیفاء اور قبضہ ہے اپنے فعل پر گواہی نہیں دی ہے اس لئے کہ ان کا فعل تو الگ کرنا ہے اور اس پر گواہی کی ضرورت نہیں ہے یا اسلئے کہ تمیز میں مشہود بہ بننے کی صلاحیت نہیں ہے اس لئے کہ یہ غیر لازم ہے یہ فعل تو قبضہ اور وصول یابی کے بعد لازم ہوگا اور وہ قبضہ دوسرے کا فعل ہے لہٰذا اس پر گواہی مقبول ہوگی۔

قاسموں کی اجرت کے سبب شہادت کے عدم قبول کا بیان

وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ : إِذَا قَسَمَا بِأَجْرٍ لَا تُقْبَلُ الشَّهَادَةُ بِالْإِجْمَاعِ، وَإِلَيْهِ مَالَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ لِأَنَّهُمَا يَدَّعِيَانِ إِيفَاءَ عَمَلٍ اُسْتُؤْجِرَا عَلَيْهِ فَكَانَتْ شَهَادَةً صُورَةً وَدَعْوَى مَعْنًى فَلَا تُقْبَلُ إِلَّا أَنَّا نَقُولُ : هُمَا لَا يَجُرَّانِ بِهَذِهِ الشَّهَادَةِ إِلَى أَنْفُسِهِمَا مَغْنَمًا لِاتِّفَاقِ الْخُصُومِ عَلَى إِيفَائِهِمَا الْعَمَلَ الْمُسْتَأْجَرَ عَلَيْهِ وَهُوَ التَّمْيِيزُ، وَإِنَّمَا الِاخْتِلَافُ فِي الِاسْتِيفَاءِ فَانْتَفَتْ التُّهْمَةُ .

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جب قاسمین نے اجرت لے کر تقسیم کی ہے تو بالاجماع گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور اسی جانب بعض مشائخ کا رجحان ہے اس لئے کہ یہ دونوں ایسے عمل کو پورا کرنے کا دعوی کررہے ہیں جس پر کو اجیر بنایا گیا تھا تو یہ شہادت کی صورت ہے اور معنی دعوی ہے لہٰذا قبول نہیں کی جائے گی کہتے ہیں کہ اس شہادت سے قاسمین اپنی جانب کوئی منفعت نہیں کھینچ رہے اس لئے جس عمل پر ان کو اجیر رکھا گیا تھا ان کی طرف سے اس کے اتمام پر خصوم کا پورا ہونا یعنی فرق اختلاف تو وصول کرنے میں ہے لہٰذا تہمت کی نفی ہوگئی ہے۔

ایک قاسم کی شہادت کے عدم قبول کا بیان

(وَلَوْ شَهِدَ قَاسِمٌ وَاحِدٌ لَا تُقْبَلُ) لِأَنَّ شَهَادَةَ الْفَرْدِ غَيْرُ مَقْبُولَةٍ عَلَى الْغَيْرِ، وَلَوْ أَمَرَ الْقَاضِي أَمِينَهُ بِدَفْعِ الْمَالِ إِلَى آخَرَ يُقْبَلُ قَوْلُ الْأَمِينِ فِي دَفْعِ الضَّمَانِ عَنْ نَفْسِهِ وَلَا يُقْبَلُ فِي إِلْزَامِ الْآخَرِ إِذَا كَانَ مُنْكِرًا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

اور جب ایک ہی قاسم نے گواہی دی تو قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ایک آدمی کی گواہی دوسرے پر قبول نہیں کی جاتی اور جب قاضی نے اپنے امین کو کسی دوسرے کو مال دینے کا کہا تو اپنی طرف سے ضمان کو دور کرنے کے سلسلے میں امین کا قول قبول کیا جائے گا اور دوسرے پر الزام کے سلسلے میں قبول نہیں کیا جائے گا جب وہ انکار کرنے والا ہو۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ دَعْوَى الْغَلَطِ فِي الْقِسْمَةِ وَالِاسْتِحْقَاقُ فِيهَا

﴿یہ باب قسمت وحقدار ہونے میں غلط دعویٰ کے بیان ہے﴾

شرکاء میں سے کسی کا تقسیم میں غلط دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَى أَحَدُهُمُ الْغَلَطَ وَزَعَمَ أَنَّ مِمَّا أَصَابَهُ شَيْئًا فِي يَدِ صَاحِبِهِ وَقَدْ أَشْهَدَ عَلَى نَفْسِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ لَمْ يُصَدَّقْ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ) لِأَنَّهُ يَدَّعِي فَسْخَ الْقِسْمَةِ بَعْدَ وُقُوعِهَا فَلَا يُصَدَّقُ إِلَّا بِحُجَّةٍ (فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ بَيِّنَةٌ اسْتَحْلَفَ الشُّرَكَاءَ فَمَنْ نَكَلَ مِنْهُمْ جُمِعَ بَيْنَ نَصِيبِ النَّاكِلِ وَالْمُدَّعِي فَيُقْسَمُ بَيْنَهُمَا عَلَى قَدْرِ أَنْصِبَائِهِمَا)، لِأَنَّ النُّكُولَ حُجَّةٌ فِي حَقِّهِ خَاصَّةً فَيُعَامَلَانِ عَلَى زَعْمِهِمَا قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَنْبَغِي أَنْ لَا تُقْبَلَ دَعْوَاهُ أَصْلًا لِتَنَاقُضِهِ، وَإِلَيْهِ أَشَارَ مَنْ بَعْدُ .

اور جب شرکاء میں سے کسی شخص نے تقسیم میں غلط دعویٰ کردیا ہے اور اس نے اس طرح کہا ہے کہ مجھے ملنے والے حصہ کا بعض حصہ اس کے ساتھی کے قبضہ میں ہے جبکہ وہ شخص اس کو وصول کرنے کا اقرار کر چکا تھا۔ تو شہادت کے سوا اس کے دعویٰ کو تسلیم نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ تقسیم کے واقع ہو جانے کے بعد اس کو ختم کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے پس دلیل کے سوا اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اور اس کے بعد جب گواہی قائم ہوگئی تو پھر قاضی شرکاء سے قسم لے گا۔ اور ان میں سے جو انکار کرے گا قاضی مدعی اور اس انکاری کے حصوں کو جمع کرتے ہوئے ان کے درمیان ان کے حصوں کے حساب سے تقسیم کردے گا۔ کیونکہ یہاں انکار خاص طور انکاری کے حق میں دلیل ہے پس ان دونوں کے درمیان ان کے حساب سے معاملہ طے کردیا جائے گا۔ مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ تناقض کے سبب مدعی کے دعویٰ کو قبول نہ کیا جائے گا۔ اور انہوں نے قدوری کے بعد اسی حکم کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

خصم تقسیم کے قول کو قسم کے ساتھ قبول کرنے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ قَدْ اسْتَوْفَيْتُ حَقِّي وَأَخَذْتُ بَعْضَهُ فَالْقَوْلُ قَوْلُ خَصْمِهِ مَعَ يَمِينِهِ) لِأَنَّهُ يَدَّعِي عَلَيْهِ الْغَصْبَ وَهُوَ مُنْكِرٌ (وَإِنْ قَالَ أَصَابَنِي إِلَى مَوْضِعِ كَذَا فَلَمْ يُسَلِّمْهُ إِلَيَّ وَلَمْ يُشْهِدْ عَلَى نَفْسِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ وَكَذَّبَهُ شَرِيكُهُ تَحَالَفَا وَفُسِخَتْ الْقِسْمَةُ) لِأَنَّ الِاخْتِلَافَ فِي مِقْدَارِ مَا حَصَلَ لَهُ بِالْقِسْمَةِ فَصَارَ نَظِيرَ الِاخْتِلَافِ فِي مِقْدَارِ الْمَبِيعِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ أَحْكَامِ التَّحَالُفِ فِيمَا تَقَدَّمَ (وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي التَّقْوِيمِ لَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ) لِأَنَّهُ دَعْوَى الْغَبْنِ وَلَا مُعْتَبَرَ بِهِ فِي الْبَيْعِ فَكَذَا

فِي الْقِسْمَةِ لِوُجُودِ التَّرَاضِي، إِلَّا إِذَا كَانَتِ الْقِسْمَةُ بِقَضَاءِ الْقَاضِي وَالْغَبْنُ فَاحِشٌ، لِأَنَّ تَصَرُّفَهُ مُقَيَّدٌ بِالْعَدْلِ .

اور جب مدعی نے اس طرح کہہ دیا ہے کہ میں نے اپنا حق وصول کر لیا ہے لیکن تم نے اس میں بعض حصہ رکھ لیا ہے تو اس کے خصم کے قول کو قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اس پر غصب کا دعویٰ کرنے والا ہے جبکہ وہ انکاری ہے اور جب اس نے اس طرح کہا ہے کہ فلاں مقام تک میرا حق پہنچا ہے۔ مگر اس نے مجھ کو نہیں دیا حالانکہ مدعی تو اپنے حق کا اقرار بھی نہیں کر رہا ہے اور اس کے ساتھی نے اس کو جھٹلا دیا ہے تو وہ دونوں حلف اٹھائیں گے۔ اور ان کی تقسیم کو ختم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ انہیں تقسیم میں ملنے والی مقدار میں اختلاف ہے۔ لہٰذا یہ مقدار ایسے ہو جائے گی جس طرح مبیع کی مقدار میں اختلاف ہوتا ہے۔ اسی وضاحت کے مطابق ہے جس کو ہم قسم کے احکام میں بیان کر آئے ہیں۔

اور جب قیمت لگانے میں دو شرکاء نے اختلاف کر دیا ہے تو اس جانب کوئی توجہ نہ کی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ دعویٰ غبن ہے اور بیع میں اس قسم کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔ لہٰذا تقسیم بھی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ رضا مندی پائی جا رہی ہے ہاں البتہ جب وہ قاضی کے فیصلہ کے مطابق ہو تو اب غبن اور زیادہ فاحش ہو جائے گا۔ کیونکہ قاضی کے تصرف کو عدل کے ساتھ معین کیا گیا ہے۔

دو شرکاء میں مکان کی تقسیم کا بیان

(وَلَوِ اقْتَسَمَا دَارًا وَأَصَابَ كُلُّ وَاحِدٍ طَائِفَةً فَادَّعَى أَحَدُهُمْ بَيْتًا فِي يَدِ الْآخَرِ أَنَّهُ مِمَّا أَصَابَهُ بِالْقِسْمَةِ وَأَنْكَرَ الْآخَرُ فَعَلَيْهِ إِقَامَةُ الْبَيِّنَةِ) لِمَا قُلْنَا (وَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ يُؤْخَذُ بِبَيِّنَةِ الْمُدَّعِي) لِأَنَّهُ خَارِجٌ، وَبَيِّنَةُ الْخَارِجِ تَتَرَجَّحُ عَلَى بَيِّنَةِ ذِي الْيَدِ (وَإِنْ كَانَ قَبْلَ الْإِشْهَادِ عَلَى الْقَبْضِ تَحَالَفَا وَتَرَادَّا، وَكَذَا إِذَا اخْتَلَفَا فِي الْحُدُودِ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ يُقْضَى لِكُلِّ وَاحِدٍ بِالْجُزْءِ الَّذِي هُوَ فِي يَدِ صَاحِبِهِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَإِنْ قَامَتْ لِأَحَدِهِمَا بَيِّنَةٌ قُضِيَ لَهُ، وَإِنْ لَمْ تَقُمْ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا تَحَالَفَا) كَمَا فِي الْبَيْعِ .

اور جب دو شرکاء کے درمیان مکان کو تقسیم کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ مل گیا ہے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے دوسرے کے قبضہ میں مکان کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ مکان اس کو تقسیم میں ملا تھا اور دوسرا اس کا انکاری ہے تو ایسے مدعی کو گواہی پیش کرنا ہوگی۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب ان دونوں نے شہادت قائم کر دی ہے تو مدعی کی شہادت کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ مدعی خارج ہے اور خارج کی گواہی قابض کی گواہی پر ترجیح یافتہ ہوتی ہے۔ اور جب اس نے یہ دعویٰ قبضہ کے اقرار سے قبل کیا ہے تو وہ دونوں قسم اٹھائیں گے۔ اور ایک دوسرے پر قسم کو پھیر دیں گے۔ اور اسی طرح جب دو شرکاء نے حدوں کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور دونوں نے شہادت قائم کر دی ہے تو ان میں سے ہر ایک حصے کے لئے فیصلہ کیا جائے گا اور جو کچھ اس کے شریک کے قبضہ میں ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی ایک نے ایک شہادت کو قائم کر دیا تو اسی کے لئے فیصلہ کر دیا جائے گا اور جب کسی کے لئے بھی کوئی شہادت قائم نہ ہو سکی وہ دونوں قسم اٹھائیں گے جس طرح بیع کے حکم میں ہوا کرتا ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل حقدار ہونے کے بیان میں ہے﴾

معین حصے سے حقدار نکل آنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اسْتَحَقَّ بَعْضَ نَصِيبِ أَحَدِهِمَا بِعَيْنِهِ لَمْ تُفْسَخْ الْقِسْمَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَرَجَعَ بِحِصَّةِ ذَلِكَ فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : تُفْسَخُ الْقِسْمَةُ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ذَكَرَ الِاخْتِلَافَ فِي اسْتِحْقَاقِ بَعْضٍ بِعَيْنِهِ، وَهَكَذَا ذُكِرَ فِي الْأَسْرَارِ .

وَالصَّحِيحُ أَنَّ الِاخْتِلَافَ فِي اسْتِحْقَاقِ بَعْضٍ شَائِعٍ مِنْ نَصِيبِ أَحَدِهِمَا، فَأَمَّا فِي اسْتِحْقَاقِ بَعْضٍ مُعَيَّنٍ لَا تُفْسَخُ الْقِسْمَةُ بِالْإِجْمَاعِ، وَلَوْ اُسْتُحِقَّ بَعْضٌ شَائِعٌ فِي الْكُلِّ تُفْسَخُ بِالِاتِّفَاقِ، فَهَذِهِ ثَلَاثَةُ أَوْجُهٍ .

فرمایا اور جب شرکاء میں سے کسی ایک کے معین کردہ حصے سے بعض حصے کا کوئی حقدار نکل آیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کی تقسیم کو فسخ نہ کیا جائے گا۔ اور وہ شریک اس حصے کے مطابق اپنے شرکاء سے واپس لے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تقسیم کو فسخ کر دیا جائے گا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قدوری نے بعض معین حصے کے حقدار میں اختلاف کو ذکر کیا ہے اور اسرار میں بھی اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ جب شرکاء میں سے کسی ایک کے حصے کے کچھ شائع کا حقدار نکل آنے میں اختلاف ہے۔

لیکن ہر حالت میں معین کے حقدار کی صورت میں بہ اتفاق تقسیم فسخ نہ ہوگی۔ اور جب وہ کل شائع میں سے بعض کا حقدار نکلا ہے بہ باجماع تقسیم کو فسخ کر دیا جائے گا۔ اور ساری تین صورتیں بنتی ہیں۔

تقسیم کے بعد حقدار نکل آنے میں فقہی اختلاف کا بیان

وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ مُحَمَّدٍ، وَذَكَرَهُ أَبُو سُلَيْمَانَ مَعَ أَبِي يُوسُفَ وَأَبُو حَفْصٍ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ الْأَصَحُّ .

لِاَبِیْ یُوْسُفَ اَنَّ بِاسْتِحْقَاقِ بَعْضٍ شَائِعٍ ظَهَرَ شَرِيْكٌ ثَالِثٌ لَهُمَا، وَالْقِسْمَةُ بِدُوْنِ رِضَاهُ بَاطِلَةٌ، كَمَا اِذَا اُسْتُحِقَّ بَعْضٌ شَائِعٌ فِي النَّصِيْبَيْنِ، وَهٰذَا لِاَنَّ بِاسْتِحْقَاقِ جُزْءٍ شَائِعٍ يَنْعَدِمُ مَعْنَى الْقِسْمَةِ وَهُوَ الْاِفْرَازُ لِاَنَّهُ يُوْجِبُ الرُّجُوْعَ بِحِصَّتِهِ فِيْ نَصِيْبِ الْاٰخَرِ شَائِعًا، بِخِلَافِ الْمُعَيَّنِ.

وَلَهُمَا اَنَّ مَعْنَى الْاِفْرَازِ لَا يَنْعَدِمُ بِاسْتِحْقَاقِ جُزْءٍ شَائِعٍ فِيْ نَصِيْبِ اَحَدِهِمَا وَلِهٰذَا جَازَتِ الْقِسْمَةُ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ فِي الْاِبْتِدَاءِ بِاَنْ كَانَ النِّصْفُ الْمُقَدَّمُ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ ثَالِثٍ وَالنِّصْفُ الْمُؤَخَّرُ بَيْنَهُمَا لَا شَرِكَةَ لِغَيْرِهِمَا فِيْهِ فَاقْتَسَمَا عَلٰى اَنَّ لِاَحَدِهِمَا مَا لَهُمَا مِنَ الْمُقَدَّمِ وَرُبُعَ الْمُؤَخَّرِ يَجُوْزُ فَكَذَا فِي الْاِنْتِهَاءِ وَصَارَ كَاسْتِحْقَاقِ شَيْءٍ مُعَيَّنٍ، بِخِلَافِ الشَّائِعِ فِي النَّصِيْبَيْنِ لِاَنَّهُ لَوْ بَقِيَتِ الْقِسْمَةُ لَتَضَرَّرَ الثَّالِثُ بِتَفَرُّقِ نَصِيْبِهِ فِي النَّصِيْبَيْنِ، اَمَّا هٰهُنَا لَا ضَرَرَ بِالْمُسْتَحِقِّ فَافْتَرَقَا،

امام قدوری علیہ الرحمہ امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کو ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ابوسلیمان نے ان کے قول کو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور ابوحفص نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ کچھ شائع میں حقدار ان دونوں شرکاء کا ایک تیسرا حصے دار نکل آیا ہے اور اسکی رضا مندی کے سوا تقسیم باطل ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب دونوں حصوں میں سے کچھ شائع حقدار نکل آئیں۔ اور اسکی دلیل یہ بھی ہے کہ شائع سے حقدار نکل آنے کے سبب سے تقسیم کے حکم میں افراز یعنی الگ ہونا نہیں پایا گیا۔ اور ایسا حقدار ہونا یہ شیوع کے طرز پر حصے کی مقدار کے مطابق دوسرے کے حصے میں رجوع کو ثابت کرتا ہے جبکہ معین میں ایسا نہیں ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے حصے میں شائع جز کے حقدار ہونے کے سبب سے الگ ہونے کا معنی ختم نہیں ہوا ہے کیونکہ اسی دلیل کے سبب تو ابتدائی طور پر تقسیم کرنا جائز ہے۔ کہ نصف پہلے شریکین اور ثالث کے درمیان مشترکہ ہو اور نصف صرف مؤخر شریکین کے درمیان مشترکہ ہو اور اس میں سے ان کے سوا کسی اور کی شرکت نہ ہو اور یہ دونوں اس طرح تقسیم کریں گے۔ جتنا ان کے حصے میں آئے گا۔ اور اس میں سے ایک کے لئے مقدم اور چوتھائی مؤخر ہو تو یہ درست ہے پس اسی طرح اس کی انتہاء میں بھی درست ہو جائے گا اور یہ چیز معین کے حقدار ہونے کی طرح ہے۔ بہ خلاف دونوں کے حصوں میں شائع والی حالت کے کیونکہ جب تقسیم باقی رہ گئی ہے تو وہ ثالث کے حصوں میں تقسیم ہو جانے کے سبب سے اس کو نقصان نہ ہو گا البتہ یہاں پر جو مسئلہ ہے تو یہاں حقدار کا کوئی نقصان نہیں ہے پس دونوں مسائل الگ الگ ہیں۔

ایک شریک کا مکان میں ثلث کو مقدم کرنے کا بیان

وَصُوَرُ الْمَسْاَلَةِ: اِذَا اَخَذَ اَحَدُهُمَا الثُّلُثَ الْمُقَدَّمَ مِنَ الدَّارِ وَالْاٰخَرُ الثُّلُثَيْنِ مِنَ الْمُؤَخَّرِ

وَقِيمَتُهُمَا سَوَاءٌ ثُمَّ اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْمُقَدَّمِ، فَعِنْدَهُمَا إِنْ شَاءَ نَقَضَ الْقِسْمَةَ دَفْعًا لِعَيْبِ التَّشْقِيصِ، وَإِنْ شَاءَ رَجَعَ عَلَى صَاحِبِهِ بِرُبُعِ مَا فِي يَدِهِ مِنَ الْمُؤَخَّرِ، لِأَنَّهُ لَوِ اسْتَحَقَّ كُلَّ الْمُقَدَّمِ رَجَعَ بِنِصْفِ مَا فِي يَدِهِ، فَإِذَا اسْتَحَقَّ النِّصْفَ رَجَعَ بِنِصْفِ النِّصْفِ وَهُوَ الرُّبُعُ اعْتِبَارًا لِلْجُزْءِ بِالْكُلِّ، وَلَوْ بَاعَ صَاحِبُ الْمُقَدَّمِ نِصْفَهُ ثُمَّ اسْتَحَقَّ النِّصْفَ الْبَاقِي شَائِعًا رَجَعَ بِرُبُعِ مَا فِي يَدِ الْآخَرِ عِنْدَهُمَا لِمَا ذَكَرْنَا وَسَقَطَ خِيَارُهُ بِبَيْعِ الْبَعْضِ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ : مَا فِي يَدِ صَاحِبِهِ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ وَيَضْمَنُ قِيمَةَ نِصْفِ مَا بَاعَ لِصَاحِبِهِ لِأَنَّ الْقِسْمَةَ تَنْقَلِبُ فَاسِدَةً عِنْدَهُ، وَالْمَقْبُوضُ بِالْعَقْدِ الْفَاسِدِ مَمْلُوكٌ فَنَفَذَ الْبَيْعُ فِيهِ وَهُوَ مَضْمُونٌ بِالْقِيمَةِ فَيَضْمَنُ نِصْفَ نَصِيبِ صَاحِبِهِ .

اور جب ایک شریک نے مکان میں ثلث کو مقدم کیا ہے اور دوسرے نے مؤخر کرتے ہوئے دوثلث حاصل کر لیے ہیں اور ان دونوں کی قیمت برابر ہے اور اس کے بعد مقدم میں نصف کا کوئی حقدار نکل آیا ہے تو طرفین کے نزدیک جب وہ چاہے تقسیم کو ختم کر دے گا۔ کہ عیب دور ہو جائے۔ اور جب وہ چاہے تو اپنے شریک پر چوتھائی کا رجوع کرے جو اس کے شریک کے قبضہ میں ہے۔ کیونکہ جب سارا مقدم حقدار کا نکل آتا تو وہ شریک کے قبضہ والے میں نصف پر رجوع کرنے والا ہوتا۔ اور جب نصف حقدار کا نکلا ہے تو یہ اس شریک پر نصف کا نصف یعنی چوتھائی سے رجوع کرے گا۔ اور جز کو کل پر قیاس کیا جائے گا۔

اور جب مقدم نے اپنا نصف حصہ بیچ دیا ہے اور اس کے بعد بقیہ نصف کا حقدار نکل آیا ہے تو یہ بھی دوسرے قبضہ والے شریک سے نصف میں رجوع کرے گا طرفین کے نزدیک یہی ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور بعض کی فروخت پر اس کا اختیار ساقط ہو جائے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو کچھ اس کے ساتھی کے قبضہ میں ہے وہ ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ اور شریک بیچنے والا اپنے ساتھی کے لئے فروخت کردہ میں نصف قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک تقسیم فاسد ہو چکی ہے۔ اور فاسد عقد کے سبب قبضہ والی چیز مملوک ہو جاتی ہے پس اس میں بیع نافذ ہو جائے گی اور بیع قیمت کی ضمان کو لازم کرنے والی ہے پس وہ شریک ساتھی کے لئے نصف قیمت کا ضامن بن جائے گا۔

تقسیم کے بعد ترکہ میں دین محیط کے ظاہر ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ وَقَعَتِ الْقِسْمَةُ ثُمَّ ظَهَرَ فِي التَّرِكَةِ دَيْنٌ مُحِيطٌ رُدَّتِ الْقِسْمَةُ) لِأَنَّهُ يَمْنَعُ وُقُوعَ الْمِلْكِ لِلْوَارِثِ، وَكَذَا إِذَا كَانَ غَيْرَ مُحِيطٍ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْغُرَمَاءِ بِالتَّرِكَةِ، إِلَّا إِذَا بَقِيَ مِنَ التَّرِكَةِ مَا يَفِي بِالدَّيْنِ وَرَاءَ مَا قُسِمَ لِأَنَّهُ لَا حَاجَةَ إِلَى نَقْضِ الْقِسْمَةِ فِي إِيفَاءِ حَقِّهِمْ، وَلَوْ أَبْرَأَهُ الْغُرَمَاءُ بَعْدَ الْقِسْمَةِ أَوْ أَدَّاهُ الْوَرَثَةُ مِنْ مَالِهِمْ وَالدَّيْنُ مُحِيطٌ أَوْ غَيْرُ مُحِيطٍ جَازَتِ الْقِسْمَةُ لِأَنَّ الْمَانِعَ قَدْ زَالَ .

اور جب تقسیم ہو چکی ہے اور اس کے بعد ترکہ میں قرض محیط ظاہر ہو گیا تو تقسیم کو رد کر دیا جائے گا کیونکہ وہ قرض مالک سے اسکی ملکیت کو روکنے والا ہے۔ اور اسی طرح جب قرض غیر محیط ہے تو ترکہ کے ساتھ حق غرماء کے متعلق ہونے کے سبب سے رد کر دیا جائے گا۔ ہاں البتہ جب ترکہ سے اس قدر بچ جائے جو قرض کے لئے کافی ہے اور اس مقدار کے سوا جس کو تقسیم کیا گیا ہے اس کے لئے اب قرض خواہوں کا حق مکمل کرنے کے لئے تقسیم کو توڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تقسیم کے بعد قرض خواہوں کو میت کو قرض سے بری کرنے کا بیان

وَلَوْ ادَّعَى اَحَدُ الْمُتَقَاسِمَيْنِ دَيْنًا فِي التَّرِكَةِ صَحَّ دَعْوَاهُ لِاَنَّهُ لَا تَنَاقُضَ، اِذْ الدَّيْنُ يَتَعَلَّقُ بِالْمَعْنَى وَالْقِسْمَةُ تُصَادِفُ الصُّورَةَ، وَلَوْ ادَّعَى عَيْنًا بِاَيِّ سَبَبٍ كَانَ لَمْ يُسْمَعْ لِلتَّنَاقُضِ، اِذْ الْاِقْدَامُ عَلَى الْقِسْمَةِ اعْتِرَافٌ بِكَوْنِ الْمَقْسُومِ مُشْتَرَكًا .

اور جب تقسیم ہو جانے کے بعد قرض خواہوں نے میت کو قرض سے بری کر دیا ہے یا اس کے ورثاء نے اپنے اموال سے اس کا قرض اتار دیا ہے اگر چہ وہ دین محیط ہے یا غیر محیط ہے۔ تو تقسیم درست ہو جائے گی۔ کیونکہ مانع ختم ہو چکا ہے۔ اور جب تقسیم کرنے والوں میں سے کسی نے قرض کا دعویٰ کیا ہے تو اس کا دعویٰ درست ہو گا کیونکہ کوئی تناقض نہیں ہے اور دین کا تعلق معنی ترکہ سے ہے جبکہ تقسیم کی صورت یہ بھی ترکہ سے ملتی ہے۔ اور جب کسی شخص نے عین کا دعویٰ کر دیا ہے اگر چہ وہ کسی سبب سے ہی کیوں نہ ہو تو تناقض کے سبب اس کا دعویٰ درست نہ ہو گا کیونکہ تقسیم سے مقدم کرنا یہ وراثت کے مشترکہ ہونے کا اعتراف بن چکا ہے۔

فَصْلٌ فِی الْمُهَایَاةِ

﴿یہ فصل تقسیم منافع کے بیان میں ہے﴾

فصل مہایات کی فقہی مطابقت کا بیان

اس فصل کی فقہی مطابقت واضح ہے کیونکہ کسی چیز کا نفع اس کی تجارت یا اس کے کاروبار یا اسی طرح اس کام کے انجام کو پہنچ جانے کے بعد ہی حاصل ہوا کرتا ہے۔ اور اسی طرح کسی چیز میں حق ثابت ہو جانے کے بعد نفع ثابت ہوتا ہے۔

مہایات کا فقہی مفہوم

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشترک چیز کو تقسیم نہ کریں اس کو مشترک ہی رکھیں اور ہر ایک شریک نوبت اور باری کے ساتھ اس چیز سے نفع اوٹھائے اسے اصطلاح فقہا میں مہایاۃ اور تہایؤ کہتے ہیں۔ اس طور پر نفع اٹھانا شرعا جائز ہے بلکہ اگر بعض شرکا قاضی کے پاس اس کی درخواست کریں اور دوسرے شرکا انکار کریں تو قاضی ان کو مہایاۃ پر مجبور کریگا۔ البتہ اگر بعض مہایاۃ کو چاہیں اور دوسرے تقسیم کرانا چاہیں تو قاضی تقسیم کا حکم دے گا کہ تقسیم کا مرتبہ مہایاۃ سے بڑھ کر ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب قسمہ، بیروت)

استحسان کے طور پر مہایات کے جواز کا بیان

اَلْمُهَايَاةُ جَائِزَةٌ اِسْتِحْسَانًا لِلْحَاجَةِ اِلَيْهِ، اِذْ قَدْ يَتَعَذَّرُ الِاجْتِمَاعُ عَلَى الِانْتِفَاعِ فَاَشْبَهَ الْقِسْمَةَ. وَلِهٰذَا يَجْرِي فِيهِ جَبْرُ الْقَاضِي كَمَا يَجْرِي فِي الْقِسْمَةِ، اِلَّا اَنَّ الْقِسْمَةَ اَقْوٰى مِنْهُ فِي اسْتِكْمَالِ الْمَنْفَعَةِ لِاَنَّهُ جَمْعُ الْمَنَافِعِ فِي زَمَانٍ وَاحِدٍ، وَالتَّهَايُؤُ جَمْعٌ عَلَى التَّعَاقُبِ، وَلِهٰذَا لَوْ طَلَبَ اَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ الْقِسْمَةَ وَالْاٰخَرُ الْمُهَايَاةَ يَقْسِمُ الْقَاضِي لِاَنَّهُ اَبْلَغُ فِي التَّكْمِيلِ.

وَلَوْ وَقَعَتْ فِيمَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ ثُمَّ طَلَبَ اَحَدُهُمَا الْقِسْمَةَ يَقْسِمُ وَتَبْطُلُ الْمُهَايَاةُ لِاَنَّهُ اَبْلَغُ، وَلَا يَبْطُلُ التَّهَايُؤُ بِمَوْتِ اَحَدِهِمَا وَلَا بِمَوْتِهِمَا لِاَنَّهُ لَوْ انْتَقَضَ لَاسْتَاْنَفَهُ الْحَاكِمُ فَلَا فَائِدَةَ فِي النَّقْضِ ثُمَّ الِاسْتِئْنَافِ.

اور مہایات یہ بطور استحسان جائز ہیں کیونکہ اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ نفع پر کوئی اجتماع کیا جائے یہ مشکل ہے

پس یہ تقسیم کے مشابہ ہو جائے گا اور اسی سبب سے تقسیم کی طرح اس میں بھی قاضی کا جبر چلنے والا ہے۔ لیکن نفع کو مکمل کرنے کے لئے مہایات کی تقسیم زیادہ مضبوط ہے کیونکہ تقسیم میں ایک ہی زمانے میں نفع کو جمع کرنا ہے جبکہ تہایات میں ایک کے بعد دوسرے کا ہونا ہے اسی دلیل کے سبب سے کہ جب شرکاء میں سے ایک نے تقسیم کا مطالبہ کیا ہے اور دوسرے نے مہایات کا مطالبہ کیا ہے تو قاضی تقسیم کر دے گا کیونکہ تقسیم مکمل کرنے میں زیادہ اہلیت رکھنے والی ہے۔ اور جب تقسیم کا احتمال رکھنے والی چیز مہایات بن جائے اور اس کے بعد شرکاء میں سے کسی نے تقسیم کو طلب کیا ہے تو قاضی تقسیم کر دے گا۔ اور مہایات باطل ہو جائیں گی۔ کیونکہ تقسیم زیادہ کامل ہے، اور جب شرکاء میں سے کسی ایک یا دونوں کے فوت ہو جانے کے سبب مہایات باطل نہ ہوں گی کیونکہ مہایات کو جب توڑ دیا جائے تو قاضی نئے سرے سے اس کو جاری کرے گا۔ جبکہ توڑ دینے کے بعد اس کو جاری کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ایک مکان میں شرط رہائش پر مہایات کرنے کا بیان

(وَلَوْ تَهَايَآ فِيْ دَارٍ وَاحِدَةٍ عَلٰى اَنْ يَسْكُنَ هٰذَا طَائِفَةً وَهٰذَا طَائِفَةً اَوْ هٰذَا عُلُوَّهَا وَهٰذَا سُفْلَهَا جَازَ) لِاَنَّ الْقِسْمَةَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ جَائِزَةٌ فَكَذَا الْمُهَايَاةُ، وَالتَّهَايُؤُ فِيْ هٰذَا الْوَجْهِ اِفْرَازٌ لِجَمِيْعِ الْاَنْصِبَاءِ لَا مُبَادَلَةٌ وَلِهٰذَا لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ التَّاقِيْتُ (وَلِكُلِّ وَاحِدٍ اَنْ يَسْتَغِلَّ مَا اَصَابَهُ بِالْمُهَايَاةِ شُرِطَ ذٰلِكَ فِي الْعَقْدِ اَوْ لَمْ يُشْتَرَطْ) لِحُدُوْثِ الْمَنَافِعِ عَلٰى مِلْكِهٖ (وَلَوْ تَهَايَآ فِيْ عَبْدٍ وَاحِدٍ عَلٰى اَنْ يَخْدُمَ هٰذَا يَوْمًا وَهٰذَا يَوْمًا جَازَ)، وَكَذَا هٰذَا فِي الْبَيْتِ الصَّغِيْرِ (لِاَنَّ الْمُهَايَاةَ قَدْ تَكُوْنُ فِي الزَّمَانِ، وَقَدْ تَكُوْنُ مِنْ حَيْثُ الْمَكَانِ) وَالْاَوَّلُ مُتَعَيِّنٌ هَاهُنَا (وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي التَّهَايُؤِ مِنْ حَيْثُ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ فِيْ مَحَلٍّ يَحْتَمِلُهُمَا يَاْمُرُهُمَا الْقَاضِيْ بِاَنْ يَتَّفِقَا) لِاَنَّ التَّهَايُؤَ فِي الْمَكَانِ اَعْدَلُ وَفِي الزَّمَانِ اَكْمَلُ، فَلَمَّا اخْتَلَفَتْ الْجِهَةُ لَا بُدَّ مِنْ الِاتِّفَاقِ (فَاِنْ اخْتَارَاهُ مِنْ حَيْثُ الزَّمَانِ يُقْرَعُ فِي الْبِدَايَةِ) نَفْيًا لِلتُّهْمَةِ .

اور جب شرکاء نے ایک مکان میں اس طرح مہایات کی کہ ایک شریک مکان کے فلاں حصے میں رہے گا۔ جبکہ دوسرا دوسرے حصے میں رہے گا۔ یا ایک فسٹ فلور پر رہے گا جبکہ دوسرا بیسمنٹ میں رہے گا۔ تو ایسا کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ ایسی تقسیم درست ہے۔ لہذا مہایات بھی درست ہو جائے گی۔ اور اس مسئلہ میں باری کا تقرر یہ سارے حصوں کو الگ الگ کرنا ہے۔ نہ کہ مبادلہ ہے۔ اسی دلیل کے سبب اس میں تعیین وقت شرط نہیں ہے۔ اور جب شریک کو مہایات سے ملنے والے حصے کو کرائے پر دینے کا اختیار ہے۔ اگر چہ اس کی شرط عقد میں ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ منافع اس کی ملکیت میں پیدا ہونے والے ہیں۔

اور جب شرکاء نے ایک غلام کے بارے میں اس طرح باری کا تقرر کیا ہے کہ وہ ایک دن ایک شریک کے پاس رہے گا جبکہ دوسرے دن دوسرے کی خدمت میں رہے گا۔ تو اس طرح جائز ہے۔ اور چھوٹے مکان میں بھی اسی طرح کی مہایات جائز ہے۔ کیونکہ مہایات کا تعین کبھی زمانے سے متعلق ہوتا ہے اور کبھی مکان سے متعلق ہوتا ہے۔ جبکہ یہاں پہلے کا تعین ہو چکا ہے۔

اور جب شرکاء نے زمان ومکان کے احتمال کے سبب مہایات کرنے میں اختلاف کیا ہے تو قاضی ان کو متفق کرنے کا حکم دے گا کیونکہ مکان میں مہایات یہ زیادہ انصاف پر ہے جبکہ زمانے میں مہایات یہ زیادہ مکمل کرنے والے ہیں۔ پس جب جہت تبدیل ہوگئی ہے تو ان کے لئے متفق ہونا لازم ہوگا۔ اور اگر انہوں نے زمانی مہایات کو اختیار کیا ہے تو تہمت شروع کرنے میں قرعہ اندازی کی جائے گی۔

دو غلاموں کو خدمت میں مہایات کرنے کا بیان

(وَلَوْ تَهَايَنَا فِي الْعَبْدَيْنِ عَلَى أَنْ يَخْدُمَ هٰذَا هٰذَا الْعَبْدُ وَالْآخَرُ الْآخَرَ جَازَ عِنْدَهُمَا) لِأَنَّ الْقِسْمَةَ عَلَى هٰذَا الْوَجْهِ جَائِزَةٌ عِنْدَهُمَا جَبْرًا مِنَ الْقَاضِي وَبِالتَّرَاضِي فَكَذَا الْمُهَايَاةُ . وَقِيلَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يَقْسِمُ الْقَاضِي . وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْهُ لِأَنَّهُ لَا يَجْرِي فِيهِ الْجَبْرُ عِنْدَهُ .

وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَقْسِمُ الْقَاضِي عِنْدَهُ أَيْضًا، لِأَنَّ الْمَنَافِعَ مِنْ حَيْثُ الْخِدْمَةِ قَلَّمَا تَتَفَاوَتُ، بِخِلَافِ أَعْيَانِ الرَّقِيقِ لِأَنَّهَا تَتَفَاوَتُ تَفَاوُتًا فَاحِشًا عَلَى مَا تَقَدَّمَ (وَلَوْ تَهَايَنَا فِيهِمَا عَلَى أَنَّ نَفَقَةَ كُلِّ عَبْدٍ عَلَى مَنْ يَأْخُذُهُ جَازَ) اسْتِحْسَانًا لِلْمُسَامَحَةِ فِي إِطْعَامِ الْمَمَالِيكِ بِخِلَافِ شَرْطِ الْكِسْوَةِ لَا يُسَامَحُ فِيهَا .

اور جب دونوں شرکاء نے دو غلاموں میں اس طرح مہایات کی کہ ایک غلام ایک شریک کی خدمت کرے گا جبکہ دوسرا غلام دوسرے شریک کی خدمت کرے گا۔ تو صاحبین کے نزدیک ایسا درست ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس طرح کی تقسیم بھی درست ہے۔ لہٰذا قاضی کی جانب سے زبردستی اور رضامندی میں مہایات بھی درست ہوں گی۔ اور ایک قول کے مطابق امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک قاضی ان کے درمیان تقسیم نہ کرے گا۔ اور امام صاحب سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ امام صاحب کے نزدیک زبردستی درست نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ قاضی تقسیم کرے گا کیونکہ خدمت کے سبب منافع میں بہت تھوڑا فرق ہوتا ہے۔ جبکہ اعیان رقیق میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ان میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔ جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔

اور جب ان دونوں نے آپس میں اس شرط کے ساتھ مہایات کی ہیں کہ جو غلام جس مالک کی خدمت کرے گا اس کو کھانا بھی وہی کھلائے گا۔ تو غلاموں کو کھلانے کے بارے میں یہ بطور استحسان جائز ہے جبکہ کپڑے کی شرط لگانے میں یہ حکم نہ ہوگا کیونکہ اس میں سخاوت والی کوئی بات نہیں ہے۔

دو مکانوں میں شرط رہائش پر مہایات کرنے کا بیان

(وَلَوْ تَهَايَنَا فِي دَارَيْنِ عَلَى أَنْ يَسْكُنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا دَارًا جَازَ وَيُجْبِرُ الْقَاضِي عَلَيْهِ) وَهٰذَا عِنْدَهُمَا ظَاهِرٌ، لِأَنَّ الدَّارَيْنِ عِنْدَهُمَا كَدَارٍ وَاحِدَةٍ . وَقَدْ قِيلَ لَا يُجْبِرُ عِنْدَهُ اعْتِبَارًا

بِالْقِسْمَةِ. وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهُ لَا یَجُوْزُ التَّهَایُؤُ فِیْهِمَا اَصْلًا بِالْجَبْرِ لِمَا قُلْنَا، وَبِالتَّرَاضِیْ لِاَنَّهُ بَیْعُ السُّکْنٰی بِالسُّکْنٰی، بِخِلَافِ قِسْمَةِ رَقَبَتِهِمَا لِاَنَّ بَیْعَ بَعْضِ اَحَدِهِمَا بِبَعْضِ الْاٰخَرِ جَائِزٌ.

وَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّ التَّفَاوُتَ یَقِلُّ فِی الْمَنَافِعِ فَیَجُوْزُ بِالتَّرَاضِیْ وَیَجْرِیْ فِیْهِ جَبْرُ الْقَاضِیْ وَیُعْتَبَرُ اِفْرَازًا اَمَّا یَکْثُرُ التَّفَاوُتُ فِیْ اَعْیَانِهِمَا فَاعْتُبِرَ مُبَادَلَةً.

اور جب دو مکانوں میں اس شرط کے ساتھ مہایات کی ہیں۔ کہ ان میں سے ہر کوئی ایک مکان میں رہے گا تو یہ بھی درست ہے اور اس پر قاضی کوئی زبردستی نہیں کر سکے گا۔ اور یہ صاحبین کے نزدیک بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ دونوں مکان ان کے نزدیک ایک مکان کی طرح ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی قاضی زبردستی نہیں کر سکے گا کیونکہ اس کو تقسیم پر قیاس کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ دو مکانوں میں مہایات بالکل جائز ہی نہیں ہیں۔ نہ زبردستی کے ساتھ جائز ہے جس کی دلیل ہم بیان کر آئے ہیں اور نہ رضامندی کے ساتھ کیونکہ یہ رہائش کے بدلے میں رہائش کی بیع ہو جائے گی۔ جبکہ ان مکانات کی زمینیں جن کے لئے ایک مکان کے بعض حصے کو دوسرے کے بعض حصے کے ساتھ بیچ دیا جاتا ہے ان میں درست ہے۔ ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ منافع میں فرق بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ پس یہ رضامندی کے ساتھ جائز ہوگا۔ اور اس میں قاضی کی زبردستی بھی جاری ہوگی۔ اور اس کو الگ بھی مان لیا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ ان کے اعیان میں جو زیادہ فرق والا مسئلہ ہے تو اس میں مبادلہ کو تسلیم کر لیا جائے گا۔

جانوروں میں مہایات کرنے میں فقہی اختلاف کا بیان

(وَفِی الدَّابَّتَیْنِ لَا یَجُوْزُ التَّهَایُؤُ عَلَی الرُّکُوْبِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَعِنْدَهُمَا یَجُوْزُ) اعْتِبَارًا بِقِسْمَةِ الْاَعْیَانِ. وَلَهُ اَنَّ الِاسْتِعْمَالَ یَتَفَاوَتُ بِتَفَاوُتِ الرَّاکِبِیْنَ فَاِنَّهُمْ بَیْنَ حَاذِقٍ وَاَخْرَقَ. وَالتَّهَایُؤُ فِی الرُّکُوْبِ فِیْ دَابَّةٍ وَاحِدَةٍ عَلٰی هٰذَا الْخِلَافِ لِمَا قُلْنَا، بِخِلَافِ الْعَبْدِ لِاَنَّهُ یَخْدُمُ بِاخْتِیَارِهِ فَلَا یَتَحَمَّلُ زِیَادَةً عَلٰی طَاقَتِهِ وَالدَّابَّةُ تَحْمِلُهَا.

وَاَمَّا التَّهَایُؤُ فِی الِاسْتِغْلَالِ یَجُوْزُ فِی الدَّارِ الْوَاحِدَةِ فِیْ ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ وَفِی الْعَبْدِ الْوَاحِدِ وَالدَّابَّةِ الْوَاحِدَةِ لَا یَجُوْزُ.

وَوَجْهُ الْفَرْقِ هُوَ اَنَّ النَّصِیْبَیْنِ یَتَعَاقَبَانِ فِی الِاسْتِیفَاءِ، وَالِاعْتِدَالُ ثَابِتٌ فِی الْحَالِ.

وَالظَّاهِرُ بَقَاؤُهُ فِی الْعَقَارِ وَتَغَیُّرُهُ فِی الْحَیَوَانِ لِتَوَالِیْ اَسْبَابِ التَّغَیُّرِ عَلَیْهِ فَتَفُوْتُ الْمُعَادَلَةُ.

وَلَوْ زَادَتِ الْغَلَّةُ فِیْ نَوْبَةِ اَحَدِهِمَا عَلَیْهَا فِیْ نَوْبَةِ الْاٰخَرِ یَشْتَرِکَانِ فِی الزِّیَادَةِ لِیَتَحَقَّقَ التَّعْدِیْلُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا کَانَ التَّهَایُؤُ عَلَی الْمَنَافِعِ فَاسْتَغَلَّ اَحَدُهُمَا فِیْ نَوْبَتِهِ زِیَادَةً، لِاَنَّ

التَّعْدِيلَ لِمَا وَقَعَ عَلَيْهِ التَّهَايُؤُ حَاصِلٌ وَهُوَ الْمَنَافِعُ فَلَا تَضُرُّهُ زِيَادَةُ الِاسْتِغْلَالِ مِنْ بَعْدُ .

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک سواری والے جانوروں میں مہایات جائز نہیں ہیں۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کو امیان پر قیاس کرتے ہوئے صحیح کہا گیا ہے۔ امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ سوار ہونے والوں میں فرق کے سبب استعمال میں بھی فرق واضح ہوگا۔ کیونکہ سوار ہونے میں ماہر لوگ اور نہ جاننے والے ہر قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اور ایک جانور میں مہایات بھی اس اختلاف کے مطابق ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ غلام میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اختیار سے خدمت کرنے والا ہے۔ پس وہ اپنی قوت سے زیادہ بوجھ اٹھانے والا نہ ہوگا۔ جبکہ جانور بوجھ اٹھا سکتا ہے۔

اور جو مسئلہ کرائے پر تہایو کو دینے کا ہے تو وہ ظاہر الروایت کے مطابق ایک مکان میں جائز ہے جبکہ ایک غلام اور ایک جانور میں جائز نہیں ہے۔ اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ جب دونوں نے اپنے حصے کی وصولی پالی ہے۔ تو وہ ایک دوسرے کے بعد آنے والے ہوئے حالانکہ اس حالت میں اعتدال ثابت ہے۔ اور اعتدال کا ہونا یہ زمین میں باقی رہنے اور جانوروں میں تبدیلی لانے میں بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ جانوروں پر تسلسل کے ساتھ تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ پس ان میں مساوات ختم ہو جائے گی۔

اور جب شرکاء میں سے کسی ایک باری میں کرایہ دوسرے کے کرائے سے زیادہ ہو گیا تو وہ دونوں برابر کے شریک ہوں گے۔ اس لئے کہ عدل ان میں کیا جائے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب منافع میں تہایو کیا ہے اور جب ان میں سے کوئی شخص اپنی باری پر زیادہ کرائے پر دے کیونکہ جس چیز پر مہایات ہوئی ہیں اس میں برابری حاصل ہوئی ہے جو منافع ہے۔ پس عدل کرنے کے بعد کرائے میں اضافہ کرنے کے سبب تہایو میں کسی قسم کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔

دو مکانوں کو کرایہ پر دینے میں مہایات کے جواز کا بیان

(وَالتَّهَايُؤُ عَلَى الِاسْتِغْلَالِ فِي الدَّارَيْنِ جَائِزٌ) أَيْضًا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ فَضَلَ غَلَّةُ أَحَدِهِمَا لَا يَشْتَرِكَانِ فِيهِ بِخِلَافِ الدَّارِ الْوَاحِدَةِ .

وَالْفَرْقُ أَنَّ فِي الدَّارَيْنِ مَعْنَى التَّمْيِيزِ، وَالْإِفْرَازُ رَاجِحٌ لِاتِّحَادِ زَمَانِ الِاسْتِيفَاءِ، وَفِي الدَّارِ الْوَاحِدَةِ يَتَعَاقَبُ الْوُصُولُ فَاعْتُبِرَ قَرْضًا وَجُعِلَ كُلُّ وَاحِدٍ فِي نَوْبَتِهِ كَالْوَكِيلِ عَنْ صَاحِبِهِ فَلِهَذَا يَرُدُّ عَلَيْهِ حِصَّتَهُ مِنَ الْفَضْلِ،

اور دو مکانوں کو کرائے پر دینے میں مہایات کرنا جائز ہے اور ظاہر الروایت میں بھی اسی طرح ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب شرکاء میں سے کسی ایک آمدنی میں اضافہ ہو گیا ہے تو اس میں دونوں شریک نہ ہوں گے۔ جبکہ ایک مکان میں ایسا نہیں ہے۔ اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ اتحاد وقت میں وصولی کے سبب دونوں مکانوں میں فرق اور ترجیح کا حکم پایا جاتا ہے۔ جبکہ ایک مکان میں ایک کے بعد دوسرا اس طرح وصولی ہوتی ہے۔ پس اس کو قرض سمجھ لیا جائے گا۔ اور ہر شریک کو اس کی باری میں دوسرے کی جانب سے قرض کا وکیل سمجھ لیا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب وہ اپنے ساتھی کے زیادہ ہونے والے حصے

سے اضافہ واپس کرا لے گا۔

دو غلاموں کی مہایات کو دو مکانوں کی مہایات پر قیاس کرنے کا بیان

وَكَذَا يَجُوزُ فِي الْعَبْدَيْنِ عِنْدَهُمَا اعْتِبَارًا بِالتَّهَايُؤِ فِي الْمَنَافِعِ، وَلَا يَجُوزُ عِنْدَهُ لِأَنَّ التَّفَاوُتَ فِي أَعْيَانِ الرَّقِيقِ أَكْثَرُ مِنْهُ مِنْ حَيْثُ الزَّمَانِ فِي الْعَبْدِ الْوَاحِدِ فَأَوْلَى أَنْ يَمْتَنِعَ الْجَوَازُ، وَالتَّهَايُؤُ فِي الْخِدْمَةِ جُوِّزَ ضَرُورَةً، وَلَا ضَرُورَةَ فِي الْغَلَّةِ لِإِمْكَانِ قِسْمَتِهَا لِكَوْنِهَا عَيْنًا، وَلِأَنَّ الظَّاهِرَ هُوَ التَّسَامُحُ فِي الْخِدْمَةِ وَالِاسْتِقْصَاءُ فِي الِاسْتِغْلَالِ فَلَا يَتَقَيَّسَانِ. (وَلَا يَجُوزُ فِي الدَّابَّتَيْنِ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا) وَالْوَجْهُ مَا بَيَّنَّاهُ فِي الرُّكُوبِ.

صاحبین کے نزدیک دو غلاموں کی مہایات کو دو مکانوں کی مہایات پر قیاس کرتے ہوئے جائز کہا ہے جبکہ امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ کیونکہ غلاموں کے اعیان میں زمانے کے اعتبار سے ایک غلام سے زیادہ فرق نہیں ہے پس یہ بدرجہ اولیٰ منع ہوگا۔ جبکہ خدمت میں ضرورت کے سبب اس کی مہایات کو جائز قرار دیا گیا تھا۔ جبکہ کرائے پر دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ عین کے سبب اس کی تقسیم بھی ممکن ہے۔ اور خدمت پر دینا اس میں مقاوت اور کرائے پر دینا اس میں کنجوسی واضح ہے۔ لہٰذا اس کو دوسروں پر قیاس نہ کیا جائے گا۔ حضرت امام اعظم ؒ کے نزدیک جانوروں کی مہایات میں ان کو کرائے پر دینا درست نہیں ہے جبکہ صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جو ہم سواری والے مسئلہ میں بیان کر آئے ہیں۔

مشترکہ درخت یا بکری میں مہایات کرنے کا بیان

(وَلَوْ كَانَ نَخْلٌ أَوْ شَجَرٌ أَوْ غَنَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَتَهَايَئَا عَلَى أَنْ يَأْخُذَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا طَائِفَةً يَسْتَثْمِرُهَا أَوْ يَرْعَاهَا وَيَشْرَبُ أَلْبَانَهَا لَا يَجُوزُ) لِأَنَّ الْمُهَايَأَةَ فِي الْمَنَافِعِ ضَرُورَةُ أَنَّهَا لَا تَبْقَى فَيَتَعَذَّرُ قِسْمَتُهَا، وَهَذِهِ أَعْيَانٌ بَاقِيَةٌ تَرِدُ عَلَيْهَا الْقِسْمَةُ عِنْدَ حُصُولِهَا.

وَالْحِيلَةُ أَنْ يَبِيعَ حِصَّتَهُ مِنَ الْآخَرِ ثُمَّ يَشْتَرِيَ كُلَّهَا بَعْدَ مُضِيِّ نَوْبَتِهِ أَوْ يَنْتَفِعَ بِاللَّبَنِ بِمِقْدَارٍ مَعْلُومٍ اسْتِقْرَاضًا لِنَصِيبِ صَاحِبِهِ، إِذْ قَرْضُ الْمُشَاعِ جَائِزٌ.

اور جب بندوں نے کھجور یا درخت یا بکری جو ان کے درمیان مشترکہ ہے ان کی اس شرط کے ساتھ مہایات کیں کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک حصہ ملے گا۔ وہ پھل کھائے یا بکریوں کو چراتے ہوئے ان کا دودھ پی لے۔ تو یہ جائز نہ ہوگا کیونکہ منافعوں کے باقی نہ رہنے کے سبب مہایات کی اجازت دی گئی ہے پس ان میں تقسیم ناممکن ہوگی۔ اور یہ اشیاء باقی رہ جانے والے اعیان کے حکم میں ہیں۔ جن کے حاصل ہوتے ہی ان کی تقسیم کی جاتی ہے۔ اور حیلہ یہ ہوگا کہ وہ دوسرے شریک کو اپنا حصہ فروخت کر دے۔ اور اس کے بعد جب اس کی باری گزر جائے تو وہ اس ساری کو خرید لے یا معلوم مقدار کے برابر دودھ سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اور یہ اپنے شریک کے حصے سے بطور قرض ایسا کرے گا۔ کیونکہ مشترکہ چیز میں قرض جائز ہے۔

کِتَابُ الْمُزَارَعَةِ

﴿یہ کتاب مزارعت کے بیان میں ہے﴾

کتاب مزارعت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب قسمہ کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں اور مزارعت چونکہ عقد قسمت میں سے نہیں ہے۔ اس لئے اس کو قسمت کے بعد الگ بیان کیا ہے۔ عنایہ شرح الہدایہ، کتاب مزارعت، بیروت)

کتاب قسمت کے بعد کتاب مزارعت کی فقہی مطابقت اس طرح بھی ہے کہ قسمت میں شرکاء آپس میں تقسیم کرتے ہیں اور اسی طرح مزارعت میں بھی مالک زمین اور مزارع آپس میں تقسیم میں کرتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کتابوں کو تقدم وتاخر کے ساتھ بیان کردیا ہے۔

مزارعت کا فقہی مفہوم

اور کسی کو اپنی زمین اس طور پر کاشت کے لیے دینا کہ جو کچھ پیداوار ہوگی دونوں میں مثلاً نصف نصف یا ایک تہائی دو تہائیاں تقسیم ہو جائے گی اس کو مزارعت کہتے ہیں، اسی کو ہندوستان میں بٹائی پر کھیت دینا کہتے ہیں امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مزارعت ناجائز ہے مگر فتویٰ قول صاحبین پر ہے کہ مزارعت جائز ہے۔

اسلام میں مزارعت کے جائز وناجائز ہونے کی بحث

مزارعت کے بارے میں بعض لوگ فقہ حنفی کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہیں۔ اور غیر مقلدین محض مصنوعی وفنی جملوں سے استدلال کرکے عوام میں توہمات پھیلانے میں سرگرداں رہتے ہیں۔ ہم ذیل میں اس موضوع کے متعلق فقہ حنفی کی پاسبانی میں دیئے گئے دلائل اور وہ احادیث جن سے مزارعت کے بارے میں فقہاء احناف نے استدلال کیا ہے اور غلط شرائط کی بنیاد پر مزارعت سے منع کیا اور نقصان دہ شرائط سے جب خالی تو مزارعت کو جائز قرار دیا ہے۔

شریعت میں مزارعت جائز ہے، احادیث مبارکہ میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اس کا جواز ثابت ہے۔ جن احادیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ ایسی مزارعت پر محمول ہیں۔ جن میں غلط شرائط لگادی گئی ہوں۔

بٹائی کے متعلق حدیث مخابرہ کی تحقیق

کیا اس حدیث مخابرہ میں بٹائی کی ممانعت آئی ہے؟

عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ انه زرع أرضًا فمرّ به النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو يسقيها فسأله: لمن الزرع؟ ولمن الأرض؟ فقال: زرعی وبذری وعملی لی الشطر ولبنی فلان الشطر. فقال: أربيتما، فرد الأرض على أهلها وخذ نفقتك. (سنن ابوداؤد، طبع ایچ ایم سعید)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک کھیتی کاشت کی، وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، جبکہ وہ اس کو پانی دے رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: یہ کس کی کھیتی ہے اور کس کی زمین ہے؟ میں نے جواب دیا: کھیتی میرے بیج اور عمل کا نتیجہ ہے، اور آدھی پیداوار میری اور آدھی بنی فلاں کی ہوگی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ربا اور سود کا معاملہ کیا، زمین اس کے مالکوں کو واپس کردو اور اپنا خرچ ان سے لے لو۔

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: من لم يذر المخابرة فليؤذن بحرب من الله ورسوله. (سنن ابوداؤد، طبع ایچ ایم سعید)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص مخابرہ کو نہ چھوڑے، اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

یہ دونوں روایتیں چونکہ مولانا محترم کے مضمون میں محض بر سبیل تذکرہ آگئی ہیں، اس لئے ان کے ما لہ وما علیہ سے بحث نہیں کی گئی۔ اس سے عام آدمی کو یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ اسلام میں مزارعت مطلقاً ربا کا حکم رکھتی ہے، اور جو لوگ یہ معاملہ کرتے ہیں ان کے خلاف خدا اور رسول کی جانب سے اعلانِ جنگ ہے۔ لیکن اہلِ علم کو معلوم ہے کہ مزارعت اسلام میں مطلقاً ممنوع نہیں۔

مولانا کی تحریر کی وضاحت کے لئے تو اتنا اجمال بھی کافی ہے کہ مزارعت کی بعض صورتیں ناجائز ہیں، ان احادیث میں ان ہی سے ممانعت فرمائی گئی ہے، اور ان پر ربا (سود) کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مولانا موصوف اس اطلاق کی توجیہ کرنا چاہتے ہیں کہ: ربا کی مختلف قسمیں ہیں، جن میں قباحت و بُرائی کے اعتبار سے فرق و تفاوت ہے۔ احادیث میں بعض ایسے معاشی معاملات کو جن میں ربا سے ایک گونہ مشابہت و مماثلت پائی جاتی تھی ربا سے تعبیر کیا گیا ہے، اسی طرح مزارعت (کی ناجائز صورتوں) کو بھی ربا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن بعض ملاحدہ نے ان کو غلط محمل پر محمول کیا ہے، اس بنا پر ضروری ہوا کہ اس اجمال کی تفصیل بیان کی جائے اور ان روایتوں کا صحیح محمل بیان کیا جائے۔

ایک شخص جو اپنی زمین خود کاشت نہیں کرسکتا، یا نہیں کرتا، وہ اسے کاشت کے لئے کسی دُوسرے کے حوالے کردیتا ہے، اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

اوّل: یہ کہ وہ اسے ٹھیکے پر اُٹھادے اور اس کا معاوضہ زرِ نقد کی صورت میں وصول کرے۔ اسے عربی میں کراء الأرض کہا جاتا ہے، فقہاء اسے اِجارات کے ذیل میں لاتے ہیں اور یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔

دوم: یہ کہ مالک، زرِ نقد وصول نہ کرے، بلکہ پیداوار کا حصہ مقرّر کرلے، اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔

یہ کہ زمین کے کسی خاص قطعے کی پیداوار اپنے لئے مخصوص کرلے، یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے اور احادیثِ مخابرہ میں اسی

صورت کی ممانعت ہے، جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

یہ کہ زمین کے کسی خاص قطعے کی پیداوار اپنے لئے مخصوص نہ کرے، بلکہ یہ طے کیا جائے کہ کل پیداوار کا اتنا حصہ مالک کو ملے گا اور اتنا حصہ کاشتکار کو (مثلاً: نصف، نصف)۔

یہ صورت مخصوص شرائط کے ساتھ جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک جائز اور رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے عمل سے ثابت ہے،

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: عامل النبی ﷺ خیبر بشطر ما یخرج منہا من ثمر أو زرع .

(صحیح بخاری ج: ص: صحیح مسلم ج: ص: ، جامع ترمذی ص: ، سنن ابوداؤد ص: ، ابن ماجہ ص: ، طحاوی ج: ص:)

الف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اہلِ خیبر سے یہ معاملہ طے کیا تھا کہ زمین (وہ کاشت کریں گے اور اس) سے جو پھل یا غلہ حاصل ہوگا اس کا نصف ہم لیا کریں گے۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال: اعطی رسول اللہ ﷺ خیبر بالشطر ثم أرسل ابن رواحۃ فقاسمھم . (طحاوی، سنن ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کی زمین نصف پیداوار پر اٹھادی تھی، پھر عبداللہ بن رواحہ کو بٹائی کے لئے بھیجا کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کی زمین اللہ تعالیٰ نے فئے کے طور پر دی تھی آنحضرت ﷺ نے ان (یہودِ خیبر) کو حسب سابق بحال رکھا اور پیداوار اپنے لئے اور ان کے لئے نصف رکھی، اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اس کی تقسیم پر مامور فرمایا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، حذیفہ بن یمان، سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، ابن عباس جیسے اکابر صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے مزارعت کا معاملہ ثابت ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخری دور تک مزارعت پر کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد مروی ہے۔ **کنا لا نری بالخبر بأسًا حتّٰی کان عام أول فزعم رافع أن نبی اللہ ﷺ نفی عنہ** . (صحیح مسلم)

ہم مزارعت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اب یہ پہلا سال ہے کہ رافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے:

کان ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما یکری مزارعہ علی عہد النبی ﷺ، وأبی بکر، وعمر، وعثمان، وصدرًا من امارۃ معاویۃ ثم حدِّث عن رافع بن خدیج أن النبی ﷺ نہی عن کراء المزارع . (صحیح بخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین کرائے (بٹائی) پر دیا کرتے تھے، آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں۔ پھر انہیں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بتایا گیا کہ

آنحضرت ﷺ نے زمین کو کرایہ پر اُٹھانے سے منع کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: عن طاوس عن معاذ بن جبل: اکری الأرض علی عهد رسول اللہ ﷺ وابی بکر وعمر وعثمان علی الثلث والربع فهو یعمل به الی یومك هذا ۔(ابن ماجه)

حضرت طاوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد تک میں زمین بٹائی پر دی تھی، پس آج تک اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ یمن سے متعلق ہے، آنحضرت ﷺ نے انہیں قاضی کی حیثیت سے یمن بھیجا تھا۔ وہاں کے لوگ مزارعت کا معاملہ کرتے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے، جن کو آنحضرت ﷺ نے حلال وحرام کا سب سے بڑا عالم فرمایا تھا، اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ خود بھی مزارعت کا معاملہ کیا۔ حضرت طاوس رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے فرستادہ (حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) نے یمن کی اراضی میں جو طریقہ جاری کیا تھا، آج تک اسی پر عمل ہے۔

اس باب کی تمام روایات وآثار کا استیعاب مقصود نہیں، نہ یہ ممکن ہے، بلکہ صرف یہ دیکھنا ہے کہ دورِ نبوت اور خلافتِ راشدہ کے دور میں اکابر صحابہ کا اس پر عمل تھا اور مزارعت کے عدمِ جواز کا سوال کم از کم اس دور میں نہیں اُٹھا تھا، جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں مزارعت کی اجازت ہے اور احادیثِ مخابرہ میں جس مزارعت سے ممانعت فرمائی گئی ہے اس سے مزارعت کی وہ شکلیں مراد ہیں جو دورِ جاہلیت سے چلی آتی تھیں۔

بعض دفعہ ایک بات کسی خاص موقع پر مخصوص انداز اور خاص سیاق میں کہی جاتی ہے، جو لوگ اس موقع پر حاضر ہوں اور جن کے سامنے وہ پورا واقعہ ہو، جس میں وہ بات کہی گئی تھی، انہیں اس کے مفہوم کے سمجھنے میں دقت پیش نہیں آئے گی، مگر وہی بات جب کسی ایسے شخص سے بیان کی جائے جس کے سامنے نہ وہ واقعہ ہوا ہے، جس میں یہ بات کہی گئی تھی، نہ وہ متکلم کے اندازِ تخاطب کو جانتا ہے، نہ اس کے لب ولہجے سے واقف ہے، نہ کلام کے سیاق کی اسے خبر ہے، اگر وہ اس کلام کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھ پائے تو محلِ تعجب نہیں: شنیدہ کے بود مانند دیدہ یہی وجہ ہے کہ آیات کے اسبابِ نزول کو علمِ تفسیر کا اہم شعبہ قرار دیا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

والذی لا الٰه غیره! ما نزلت من اٰیة من کتاب اللہ الا وانا اعلم فیمن نزل واین نزلت، ولو اعلم مکان احد اعلم بکتاب اللہ منی تناله المطایا لأتیته ۔(الاتقان، النوع الثامن)

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کتاب اللہ کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس کے حق میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ اور اگر مجھے کسی ایسے شخص کا علم ہوتا جو مجھ سے بڑھ کر کتاب اللہ کا عالم ہو اور وہاں سواری جا سکتی تو میں اس کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا۔

اسی قسم کا ایک ارشاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی نقل کیا گیا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے:

واللہ! ما نزلت اٰیة الا وقد علمت فیم أنزلت واین أنزلت ان ربی وهب لی قلبًا عقولًا ولسانًا

سوئلا ۔ (الاتقان، النوع الثمانون)

بخدا! جو آیت بھی نازل ہوئی، مجھے معلوم ہے کہ کس واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ میرے رَبّ نے مجھے بہت سمجھنے والا دل، اور بہت پوچھنے والی زبان عطا کی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا وعدہ پورا کرنے کے لئے جہاں قرآن مجید کے ایک ایک شوشے کو محفوظ رکھا، وہاں آنحضرت ﷺ کی عملی زندگی کے ایک ایک گوشے کی بھی حفاظت فرمائی، ورنہ خدا جانے ہم قرآن پڑھ پڑھ کر کیا کیا نظریات تراشا کرتے! اور یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین ؟ کے ہاں یہ اُصول تسلیم کیا گیا کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کا ٹھیک مفہوم سمجھنے کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ اکابر صحابہ ؟ نے اس پر کیسے عمل کیا اور خلافتِ راشدہ کے دور میں اس کے کیا معنیٰ سمجھے گئے۔

یہ اکابر صحابہ جو مزارعت کا معاملہ کرتے تھے، مزارعت کی ممانعت ان کے لئے صرف شنیدہ نہیں تھی، دیدہ تھی۔ وہ یہ جانتے تھے کہ مزارعت کی کون سی قسمیں زمانہ، جاہلیت سے رائج تھیں، آنحضرت ﷺ نے ان کو ممنوع قرار دیا۔ اور مزارعت کی کون سی صورتیں باہمی شقاق وجدال کی باعث ہوسکتی تھیں، آپ ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی۔ مزارعت کی جائز وناجائز صورتوں کو وہ گویا اس طرح جانتے تھے جس طرح وضو کے فرائض وسنن سے واقف تھے۔ ان میں ایک فرد بھی ایسا نہیں تھا جو مزارعت کے کسی ناجائز معاملے پر عمل پیرا ہو، ظاہر ہے کہ اس صورت میں کسی نکیر کا سوال کب ہوسکتا تھا؟ یہ صورتِ حال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک قائم رہی۔ مزارعت کے جواز وعدمِ جواز کا مسئلہ پوری طرح بدیہی اور روشن تھا، اور اس نے کوئی غیر معمولی نوعیت اختیار نہیں کی تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد کچھ حالات ایسے پیش آئے جن سے یہ مسئلہ بدیہی کے بجائے نظری بن گیا، اور بحث وتمحیص کی ایک صورت پیدا ہوگئی۔ غالباً بعض لوگوں نے مسئلہ مزارعت کی نزاکتوں کو پوری طرح ملحوظ نہ رکھا اور مزارعت کی بعض ایسی صورتیں وقوع میں آنے لگیں جن سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا تھا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نکیر فرمائی اور مزارعت سے ممانعت کی احادیث بیان فرمادیں۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَارَعَةِ .

نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ .

نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ .

آنحضرت ﷺ نے مزارعت سے منع فرمایا ہے، آنحضرت ﷺ نے مخابرت سے منع فرمایا ہے، آنحضرت ﷺ نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔

ادھر بعض لوگوں کو ان احادیث کا مفہوم سمجھنے میں دقت پیش آئی، انہوں نے یہ سمجھا کہ ان احادیث کا مقصد ہر قسم کی مزارعت کی نفی کرنا ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ بحث ونظر کا موضوع بن گیا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جو افاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وقت موجود تھے، انہوں نے اس نزاع کا فیصلہ کس طرح

فرمایا؟ حدیث کی کتابوں میں ممانعت کی روایتیں تین صحابہ سے مروی ہیں: رافع بن خدیج، جابر بن عبد اللہ اور ثابت بن ضحاک، رضی اللہ عنہم۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کی روایت اگرچہ نہایت مختصر اور مجمل ہے، تاہم اس میں یہ تصریح ملتی ہے کہ زمین کو زرِ نقد پر اُٹھانے کی ممانعت نہیں ہے۔ ان رسول اللہ ﷺ نهى عن المزارعة وامر بالمؤاجرة، وقال: لا بأس بها۔ (صحیح مسلم، طحاوی، میں صرف پہلا جملہ ہے)

رسول اللہ ﷺ نے مزارعت سے منع فرمایا اور زرِ نقد پر زمین دینے کا حکم فرمایا، اور فرمایا: اس کا مضائقہ نہیں۔

حضرت جابر اور حضرت رافع رضی اللہ عنہما کی روایات میں خاصا تنوع پایا جاتا ہے، جس سے ان کا صحیح مطلب سمجھنے میں اُلجھنیں پیدا ہوئی ہیں، تاہم مجموعی طور پر دیکھئے تو ان کی کئی قسمیں ہیں، اور ہر قسم کا الگ الگ محل ہے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی روایات کے بارے میں یہاں خاصے تنوع کا جو لفظ استعمال ہوا ہے، حضرات محدثین اسے اضطراب سے تعبیر کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ حديث رافع حديث فيه اضطراب، يروى هذا الحديث عن رافع بن خديج عن عمومته، ويروى عنه عن ظهير بن رافع، وهو احد عمومته، وقد روى هذا الحديث عنه على روايات مختلفة۔ (جامع ترمذی)

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ واما حديث رافع بن خديج رضی اللہ عنہ فقد جاء بألفاظ مختلفة اضطرب من اجلها۔ (شرح معانی الآثار ج، ص، کتاب المزارعۃ والمساقاۃ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وقد اختلف الرواة فى حديث رافع بن خديج اختلافا فاحشا۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

اوّل: بعض روایات میں ممانعت کا مصداق مزارعت کا وہ جاہلی تصور ہے، جس میں یہ طے کرلیا جاتا تھا کہ زمین کے فلاں عمدہ اور زرخیز ٹکڑے کی پیداوار مالک کی ہوگی اور فلاں حصے کی پیداوار کاشتکار کی ہوگی، اس میں چند در چند قباحتیں جمع ہوگئی تھیں۔

اوّلاً: معاشی معاملات باہمی تعاون کے اُصول پر طے ہونے چاہئیں، اس کے برعکس یہ معاملہ سراسر ظلم واستحصال اور ایک فریق کی صریح حق تلفی پر مبنی تھا۔

ثانیاً: یہ شرط فاسد اور مقتضائے عقد کے خلاف تھی، کیونکہ جب کسان کی محنت تمام پیداوار میں یکساں صرف ہوئی ہے تو لازم ہے کہ اس کا حصہ تمام پیداوار میں سے دیا جائے۔

ثالثاً: یہ قمار کی ایک شکل تھی، آخر اس کی کیا ضمانت ہے کہ مالک یا کسان کے لئے جو قطعہ مخصوص کر دیا گیا ہے، وہ بار آور بھی ہوگا؟

رابعاً: اس قسم کی غلط شرطوں کا نتیجہ عموماً نزاع وجدال کی شکل میں برآمد ہوتا ہے، ایسے جاہلی معاملے کو برداشت کرلینے کے

معنی یہ تھے کہ اسلامی معاشرے کو ہمیشہ کے لئے جدال وقتال کی آماج گاہ بنا دیا جائے۔ آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کے ہاں اکثر و بیشتر مزارعت کی یہی غلط صورت رائج تھی۔ آپ ﷺ نے اس کی اصلاح فرمائی، غلط معاملے سے منع فرمایا اور مزارعت کی صحیح صورت پر عمل کر کے دکھایا۔ مندرجہ ذیل روایات اس پر روشنی ڈالتی ہیں۔

عن رافع بن خديج حدثني عماى أنهم كانوا يكرون الأرض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم بما ينبت على الأربعاء أو بشيء يستثنيه صاحب الأرض فنهانا النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك، فقلت لرافع: فكيف هي بالدينار والدراهم؟ فقال رافع: ليس بها بأسٌ بالدينار والدراهم، وكأنّ الذي نُهي عن ذلك ما لو نظر فيه ذوُو الفهم بالحلال والحرام لم يجيزوه لما فيه من المخاطرة ۔ (صحیح بخاری)

الف: رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے چچا بیان کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں لوگ زمین مزارعت پر دیتے تو یہ شرط کر لیتے کہ نہر کے متصل کی پیداوار ہماری ہوگی، یا کوئی اور استثنائی شرط کر لیتے (مثلاً: اتنا غلہ ہم پہلے وصول کریں گے، پھر بٹائی ہوگی)، آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ (راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت رافع سے کہا: اگر زرِ نقد کے عوض زمین دی جائے اس کا کیا حکم ہوگا؟ رافع نے کہا: اس کا مضائقہ نہیں! الیث کہتے ہیں: مزارعت کی جس شکل کی ممانعت فرمائی گئی تھی، اگر حلال و حرام کے فہم رکھنے والے غور کریں تو بھی اسے جائز نہیں کہہ سکتے ہیں، کیونکہ اس میں معاوضہ ملنے نہ ملنے کا اندیشہ (مخاطرہ) تھا۔

حدثني حنظلة بن قيس الأنصاري قال: سألت رافع بن خديج عن كراء الأرض بالذهب والورق، فقال: لا بأس به، انما كان الناس يؤاجرون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم على الماذيانات واقبال الجداول واشياء من الزرع فيهلك هذا ويسلم هذا ويسلم هذا ويهلك هذا فلم يكن للناس كراء الا هذا فلذلك زجر عنه، وأما شيء معلوم مضمون فلا بأس به ۔
(صحیح مسلم)

ب: حنظلہ بن قیس کہتے ہیں: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ: سونے چاندی (زرِ نقد) کے عوض زمین ٹھیکے پر دی جائے، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں! دراصل آنحضرت ﷺ کے زمانے میں لوگ جو مزارعت کرتے تھے (اور جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا تھا) اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ زمین دار، زمین کے ان قطعات کو جو نہر کے کناروں اور نالیوں کے سروں پر ہوتے تھے، اپنے لئے مخصوص کر لیتے تھے، اور پیداوار کا کچھ حصہ بھی طے کر لیتے، بسا اوقات اس قطعے کی پیداوار ضائع ہو جاتی اور اس کی محفوظ رہتی، کبھی برعکس ہو جاتا۔ اس زمانے میں لوگوں کی مزارعت کا بس یہی ایک دستور تھا، اس بنا پر آنحضرت ﷺ نے اسے سختی سے منع کیا، لیکن اگر کسی معلوم اور قابلِ ضمانت چیز کے بدلے میں زمین دی جائے تو اس کا مضائقہ نہیں۔

اس روایت میں حضرت رافع رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ خاص طور پر توجہ طلب ہے: فلم یکن للناس کراء الا هذا۔
لوگوں کی مزارعت کا بس یہی ایک دستور تھا۔ اور ان کی بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے: ترجمہ: ان دنوں سونا چاندی نہیں تھے۔

اس کا مطلب واللہ اعلم یہی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے، ان دنوں زمین ٹھیکے پر دینے کا رواج تو قریب قریب عدم کے برابر تھا، مزارعت کی عام صورت بٹائی کی تھی، لیکن اس میں جاہلی قیود و شرائط کی آمیزش تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفسِ مزارعت کو نہیں بلکہ مزارعت کی اس جاہلی شکل کو ممنوع قرار دیا اور مزارعت کی صحیح صورت معین فرمائی۔ یہ صورت وہی تھی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر سے معاملہ فرمایا، اور جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ کے بعد اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یقول: کنا فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناخذ الأرض بالثلث او الربع بالماذيانات فنهى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلك . (شرح معانی الآثار للطحاوی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین لیا کرتے تھے نصف پیداوار پر، تہائی پیداوار پر، اور نہر کے کناروں کی پیداوار پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگ اپنی زمین مزارعت پر دیا کرتے تھے، شرط یہ ہوتی تھی کہ جو پیداوار گول (الساقیہ) پر ہوگی اور جو کنویں کے گرد و پیش پانی سے سیراب ہوگی، وہ ہم لیا کریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی، اور فرمایا: سونے چاندی پر دیا کرو۔

عن نافع أن ابن عمر رضی اللہ عنہ کان یکری مزارعه علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان وصدرًا من امارة معاوية ثم حدث عن رافع بن خديج: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن كراء المزارع، فذهب ابن عمر الى رافع وذهبت معه فسأله، فقال: نهى النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن كراء المزارع، فقال ابن عمر: قد علمت انا كنا نكرى مزارعنا على عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما على الأربعاء شیء من التبن . (صحیح بخاری)

حضرت نافع کہتے ہیں: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین مزارعت پر دیا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک بھی۔ پھر ان سے بیان کیا گیا کہ رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے، حضرت ابنِ عمر؟، حضرت رافع کے پاس گئے، میں بھی ساتھ تھا، ان سے دریافت کیا، انہوں نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ ہماری مزارعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس پیداوار کے عوض ہوا کرتی تھی جو نہروں پر ہوتی تھی اور کچھ گھاس کے عوض، (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

سے منع فرمایا تھا)۔

حضرت رافع بن خدیج، جابر بن عبداللہ، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی ان روایات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ مزارعت کی وہ جاہلی شکل کیا تھی جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا تھا۔

نہی کی بعض روایات اس پر محمول ہیں کہ بعض اوقات زائد قیود و شرائط کی وجہ سے معاملہ کنندگان میں نزاع کی صورت پیدا ہو جاتی تھی، آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر فرمایا تھا کہ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ تم اس قسم کی مزارعت کے بجائے زرِ نقد پر زمین دیا کرو۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ مزارعت سے منع فرماتے ہیں، تو آپ ﷺ نے افسوس کے لہجے میں فرمایا۔

یغفر اللّٰہ لرافع بن خدیج، انا واللّٰہ أعلم بالحدیث منہ، انما رجُلان - قال مسددٌ: من الأنصار ثم اتفقا- قد اقتتلا، فقال رسول اللّٰہ ﷺ ان کان ھذا شانکم فلا تکروا المزارع .

(سنن ابوداود، ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ رافع کی مغفرت فرمائے، بخدا! میں اس حدیث کو ان سے بہتر سمجھتا ہوں۔ قصہ یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں انصار کے دو شخص آئے ان کے مابین مزارعت پر جھگڑا تھا، اور نوبت مرنے مارنے تک پہنچ گئی تھی، (قد اقتتلا) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **ان کان ھذا شانکم فلا تکروا المزارع .**

جب تمہاری حالت یہ ہے تو مزارعت کا معاملہ ہی نہ کرو۔ رافع نے بس اتنی بات سن لی: تم مزارعت کا معاملہ نہ کیا کرو۔

عن سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ قال: کان أصحاب المزارع یکرون فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزارعھم بما یکون علی الساق من الزرع فجاؤا رسول اللّٰہ ﷺ فاختصموا فی بعض ذلک، فنھاھم رسول اللّٰہ ﷺ أن یکروا بذلک وقال: اکروا بالذھب والفضۃ . (نسائی)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمین دار اپنی زمین اس پیداوار کے عوض جو نہروں پر ہوتی تھی، دیا کرتے تھے، وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور مزارعت کے سلسلے میں جھگڑا کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر مزارعت نہ کیا کرو، بلکہ سونے چاندی کے عوض دیا کرو۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص مقدمے کا فیصلہ فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے دونوں فریقوں کو فہمائش کی تھی کہ وہ آئندہ مزارعت کے بجائے زرِ نقد پر زمین لیا دیا کریں۔

سوم: احادیثِ نہی کا تیسرا محمل یہ تھا کہ بعض لوگوں کے پاس ضرورت سے زائد زمین تھی اور بعض ایسے محتاج اور ضرورت مند تھے کہ وہ دوسروں کی زمین مزارعت پر لیتے، اس کے باوجود ان کی ضرورت پوری نہ ہوتی۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو، جن کے پاس اپنی ضرورت سے زائد اراضی تھی، ہدایت فرمائی تھی کہ وہ حسنِ معاشرت، مواسات، اسلامی اخوت اور بلند اخلاقی کا نمونہ پیش کریں اور اپنی زائد زمین اپنے ضرورت مند بھائیوں کے لئے وقف کر دیں، اس پر انہیں اللہ کی جانب سے جو اجر و ثواب ملے گا،

وہ اس معاوضے سے یقیناً بہتر ہوگا جو اپنی زمین کا وہ حاصل کرتے تھے۔

عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ قال: مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی أرض رجل من الأنصار قد عرف أنه محتاج، فقال: لمن هذه الأرض؟ قال: لفلان أعطانيها بالأجر، فقال: لو منحها أخاه . فأتى رافع الأنصار، فقال: ان رسول الله نهاكم عن أمر كان لكم نافعًا وطاعة رسول الله انفع لكم . (نسائی)

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کی زمین پر سے گزرے، یہ صاحب محتاجی میں مشہور تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ زمین کس کی ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں شخص کی ہے، اس نے مجھے اُجرت پر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش! وہ اپنے بھائی کو بلاعوض دیتا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ انصار کے پاس گئے، ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ایک ایسی چیز سے روک دیا ہے جو تمہارے لئے نفع بخش تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل تمہارے لئے اس سے زیادہ نافع ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول: من كانت له أرض فليهبها أو ليعرها .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کے پاس زمین ہو، اسے چاہئے کہ وہ کسی کو ہبہ کردے یا عاریۃً دے دے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لأن يمنح أحدكم أخاه أرضه خير له من أن يأخذ عليها كذا و كذا .

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: البتہ یہ بات کہ تم میں سے ایک شخص اپنے بھائی کو اپنی زمین کاشت کے لئے بلاعوض دے دے اس سے بہتر ہے کہ اس پر اتنا اتنا معاوضہ وصول کرے۔

یعنی ہم نے مانا کہ زمین تمہاری ملکیت ہے، یہ بھی صحیح ہے کہ قانون کی کوئی قوت تمہیں ان کی مزارعت سے نہیں روک سکتی، لیکن کیا اسلامی اُخوت کا تقاضا یہی ہے کہ تمہارا بھائی بھوکوں مرتا رہے، اس کے بچے سسکتے رہیں، وہ بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم رہے، لیکن تم اپنی ضرورت سے زائد زمین جسے تم خود کاشت نہیں کرسکتے، وہ بھی اسے معاوضہ لئے بغیر دینے کے لئے تیار نہ ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمان بھائی کی ضرورت پورا کرنے پر حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے کتنا اجر و ثواب ملتا ہے؟ یہ چند ٹکے جو تم زمین کے عوض قبول کرتے ہو، کیا اس اَجر و ثواب کا مقابلہ کرسکتے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ مہاجرین کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کے بعد حضراتِ انصار نے اسلامی مہمانوں کی معاشی کفالت کا بارِ گراں جس خندہ پیشانی سے اُٹھایا، ایثار و مروّت، ہمدردی و غم خواری اور اُخوت و مواسات کا جو اعلیٰ نمونہ پیش کیا، نہی عن کراء الأرض کی احادیث بھی اسی سنہری معاشی کفالت کا ایک باب ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث پر یہ باب قائم کرکے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

باب ما كان أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم يواسي بعضهم بعضًا في الزراعة والثمرة . (صحیح بخاری)

ذرا غور کریں کہ ایک چھوٹا سا قصبہ (المدینہ) اس میں انصار کی کل آبادی ہی کتنی تھی؟ ان کا ذریعہ معاش کیا تھا؟ لے دے کر یہی زمینیں! جو اسلام سے پہلے خود ان کی اپنی ضروریات کے لئے بھی بصد مشکل کفالت کرتی ہوں گی، ان کی جاں نثاری و بلند ہمتی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ عہد کرلیا تھا کہ ہم اپنی اور اپنے بال بچوں کی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی کفالت کریں گے۔ انہوں یہ عہد جس طرح نبھایا وہ سب کو معلوم ہے (رضی اللہ عنھم وارضاھم وجزاھم عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء) اطراف واکناف سے کھنچ کھنچ کر قافلوں کے قافلے یہاں جمع ہو رہے تھے اور حضرات انصار رضی اللہ عنہم اھلاً وسھلاً ومرحبا کہہ کر ان کا استقبال فرما رہے تھے: کون اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ چھوٹی سی بستی اور اس کے یہ چند گنے چنے انصار الاسلام کتنے معاشی بوجھ کے نیچے دَب گئے ہوں گے، لیکن صد آفرین ان وفاکیش فدائیوں کو! کہ ایک لمحے کے لئے انہوں نے اس بوجھ سے اُکتاہٹ کا احساس تک نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مہمانوں کی خاطر اپنا سب کچھ پیش کردیا، گویا ان کا اپنا کچھ نہیں تھا، جو کچھ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، اور ان کی حیثیت محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کارندوں کی تھی۔ سوچنا چاہئے کہ ان حالات میں انصار الاسلام کو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں: جس کے پاس زمین ہو وہ اپنے بھائی کو ہبہ کردے یا اسے عاریۃً دے دے کیا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اسلام میں مزارعت کا باب ہی سرے سے مفقود ہے؟ ان احادیث کو مدینہ طیبہ کے معاشی دباوہ اور حضرات انصار کی کفالت اسلامیہ کے پس منظر میں پڑھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ ان کا منشا یہ نہیں کہ اسلام میں مزارعت ناجائز ہے، (اگر ایسا ہوتا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم یہ معاملہ کیوں کرتے؟) بلکہ ان کا منشا یہ ہے کہ بقول سعدی۔ ہر چہ درویشاں را است وقف محتاجاں است

آپ اپنی ضرورت پوری کیجئے اور زائد از ضرورت کو ضرورت مندوں کے لئے حسبۃً للہ وقف کردیجئے، یہ تھے احادیث نہی کے تین محمل، جس کی وضاحت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمائی، اور جن کا خلاصہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے الفاظ میں یہ ہے۔

وكان وجوه التابعين يتعاملون بالمزارعة، ويدل على الجواز حديث معاملة أهل خيبر وأحاديث النهي عنها محمولة على الاجارة بما على الماذيانات أو قطعة معينة، وهو قول رافع رضی اللہ عنہ، أو على التنزيه والارشاد، وهو قول ابن عباس رضى الله عنهما، أو على مصلحة خاصة بذلك الوقت من جهة كثرة مناقشتهم في هذه المعاملة حينئذ، وهو قول زيد رضی اللہ عنہ، والله أعلم! (حجۃ اللہ البالغۃ)

(صحابہ کرام کے بعد) اکابر تابعین مزارعت کا معاملہ کرتے تھے، مزارعت کے جواز کی دلیل اہل خیبر سے معاملے کی حدیث ہے، اور مزارعت سے ممانعت کی احادیث یا تو ایسی مزارعت پر محمول ہیں جس میں نہروں کے کناروں (ماذیانات) کی پیداوار یا کسی معین قطعے کی پیداوار طے کرلی جائے، جیسا کہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یا تنزیہ و ارشاد پر، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یا اس پر محمول ہیں کہ مزارعت کی وجہ سے بکثرت مناقشات پیدا ہوگئے تھے، اس مصلحت کی بنا پر اس سے روک دیا گیا، جیسا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، واللہ اعلم!

قریب قریب یہی تحقیق حافظ ابن جوزی نے التحقیق میں، اور امام خطابی نے معالم السنن میں کی ہے، مگر اس مقام پر حافظ تورپشتی شارح مصابیح (رحمہ اللہ) کا کلام بہت نفیس و متین ہے، وہ فرماتے ہیں۔

مزارعت کی احادیث جو مؤلف (صاحب مصابیح) نے ذکر کی ہیں اور جو دوسری کتب حدیث میں موجود ہیں، بظاہر ان میں تعارض و اختلاف ہے، ان کی جمع و تطبیق میں مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے مزارعت کے باب میں کئی حدیثیں سنی تھیں جن کے محل الگ الگ تھے، انہوں نے ان سب کو ملا کر روایت کیا، یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، کبھی کہتے ہیں: میرے چچاؤں نے مجھ سے بیان کیا، کبھی کہتے ہیں: میرے دو چچاؤں نے مجھے خبر دی بعض احادیث میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ غلط شرائط لگالیتے تھے اور نامعلوم اُجرت پر معاملہ کرتے تھے، چنانچہ اس کی ممانعت کردی گئی۔ بعض کی وجہ یہ ہے کہ زمین کی اُجرت میں ان کا جھگڑا ہوجاتا تاآنکہ نوبت لڑائی تک پہنچ جاتی۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اگر تمہاری یہ حالت ہے تو مزارعت کا معاملہ ہی نہ کرو یہ بات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے۔ بعض احادیث میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ مسلمان اپنے بھائی سے زمین کی اُجرت لے، کبھی ایسا ہوگا کہ آسمان سے برسات نہیں ہوگی، کبھی زمین کی روئیدگی میں خلل ہوگا، اندریں صورت اس بے چارے کا مال ناحق جاتا رہے گا، اس سے مسلمانوں میں باہمی نفرت و بغض کی فضا پیدا ہوگی، یہ مضمون حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے سمجھا جاتا ہے کہ: جس کی زمین ہو، وہ خود کاشت کرے یا کسی بھائی کو کاشت کے لئے دے دے تاہم یہ بطور قانون نہیں بلکہ مروّت و مواسات کے طور پر ہے۔ بعض احادیث میں ممانعت کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشتکاری پر فریفتہ ہونے، اس کی حرص کرنے اور ہمہ تن اسی کے ہو رہنے کو ان کے لئے پسند نہیں فرمایا، کیونکہ اس صورت میں وہ جہاد فی سبیل اللہ سے بیٹھ رہتے، جس کے نتیجے میں ان سے غنیمت دنی، کا حصہ فوت ہوجاتا (آخرت کا خسارہ مزید برآں رہا) اس کی دلیل ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

(اشارة الى ما رواه البخاری من حديث ابی اُمامة رضی اللہ عنہ: لا يدخل هذا بيتا الا دخله الذل) ۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں مزارعت نہ مطلقاً جائز ہے، نہ مطلقاً ممنوع، بلکہ اس بات کی تمام احادیث کا مجموعی مفاد کج دار و مریز کی تلقین ہے، حضراتِ فقہائے اُمت نے اس باب کی نزاکتوں کو پوری طرح سمجھا، چنانچہ تمام فقہی مسالک میں کج دار و مریز کی دقیق رعایت نظر آئے گی، اور یہ بحث و تحقیق کا ایک الگ موضوع ہے۔

مزارعت کا تہائی یا چوتھائی پر باطل ہونے کا بیان

(قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : اَلْمُزَارَعَةُ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ بَاطِلَةٌ) اعْلَمْ اَنَّ الْمُزَارَعَةَ لُغَةً : مُفَاعَلَةٌ مِنَ الزَّرْعِ .وَفِي الشَّرِيعَةِ : هِيَ عَقْدٌ عَلَى الزَّرْعِ بِبَعْضِ الْخَارِجِ .
وَهِيَ فَاسِدَةٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَ : هِيَ جَائِزَةٌ لِمَا رُوِيَ اَنَّ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

عَامَلَ اَھْلَ خَیْبَرَ عَلٰی نِصْفِ مَا یَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ) وَلِاَنَّہٗ عَقْدُ شَرِکَۃٍ بَیْنَ الْمَالِ وَالْعَمَلِ فَیَجُوْزُ اعْتِبَارًا بِالْمُضَارَبَۃِ وَالْجَامِعُ دَفْعُ الْحَاجَۃِ، فَاِنَّ ذَا الْمَالِ قَدْ لَا یَھْتَدِیْ اِلَی الْعَمَلِ وَالْقَوِیُّ عَلَیْہِ لَا یَجِدُ الْمَالَ، فَمَسَّتِ الْحَاجَۃُ اِلَی انْعِقَادِ ھٰذَا الْعَقْدِ بَیْنَھُمَا بِخِلَافِ دَفْعِ الْغَنَمِ وَالدَّجَاجِ وَدُوْدِ الْقَزِّ مُعَامَلَۃً بِنِصْفِ الزَّوَائِدِ لِاَنَّہٗ لَا اَثَرَ ھُنَاکَ لِلْعَمَلِ فِیْ تَحْصِیْلِھَا فَلَمْ تَتَحَقَّقْ شَرِکَۃٌ ۔

وَلَہٗ مَا رُوِیَ (اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نَھٰی عَنِ الْمُخَابَرَۃِ وَھِیَ الْمُزَارَعَۃُ) وَلِاَنَّہٗ اسْتِئْجَارٌ بِبَعْضِ مَا یَخْرُجُ مِنْ عَمَلِہٖ فَیَکُوْنُ فِیْ مَعْنٰی قَفِیْزِ الطَّحَّانِ، وَلِاَنَّ الْاَجْرَ مَجْھُوْلٌ اَوْ مَعْدُوْمٌ وَکُلُّ ذٰلِکَ مُفْسِدٌ، وَمُعَامَلَۃُ النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَھْلَ خَیْبَرَ کَانَ خَرَاجَ مُقَاسَمَۃٍ بِطَرِیْقِ الْمَنِّ وَالصُّلْحِ وَھُوَ جَائِزٌ ۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تہائی یا چوتھائی پر مزارعت باطل ہے۔ اور مزارعت لغت کے اعتبار سے یہ باب مفاعلہ سے مصدر ہے اور اصطلاح شرع میں بعض حصے پر زراعت کرنے کا نام مزارعت ہے۔ اور یہ امام صاحب کے نزدیک فاسد ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور اس کے جواز بنیاد نقلی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ نصف مقدار پر پھل یا کھیتی کا معاملہ کیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مزارعت یہ کام اور مال کے درمیان شرکت والا عقد ہے۔ پس مضاربت پر قیاس کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا جائے گا۔ اور ایک اجتماعی ضرورت کو دور کرتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات مال والا کام نہیں کرسکتا اور جو بندہ کام کرسکتا ہے اس کے پاس مال نہیں ہوتا پس ان دونوں کے درمیان اسی عقد کو منعقد کرنے ضرورت پڑے گی۔ جبکہ نصف زوائد کے ساتھ بکری، مرغی اور ریشم کے کیڑوں کا معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یہاں پر حصول زوائد میں کوئی اثر نہیں ہے پس ان چیزوں میں شرکت ثابت نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہی روایت ہے جو آپ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع کیا ہے اور وہ مزارعت ہے۔ کیونکہ مزارعت کا عقد یہ انسان کے کسی عمل سے پیدا ہونے والے بعض حصے کو اجرت پر رکھنا ہے۔ پس یہ قفیز طحان کے معنی میں ہے کیونکہ اس کی اجرت نہ معلوم ہے یا پھر اجرت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا ہر طرح سے فاسد ہے۔ جبکہ اہل خیبر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ یہ مصالحت کے طور پر ان سے مقاسمت خراج کے مسائل سے ہے اور وہ جائز ہے۔

مزارعت فاسدہ کے سبب عامل کو اجرت مثلی ملنے کا بیان

(وَاِذَا فَسَدَتْ عِنْدَہٗ فَاِنْ سَقَی الْاَرْضَ وَکَرَبَھَا وَلَمْ یَخْرُجْ شَیْءٌ مِنْہُ فَلَہٗ اَجْرُ مِثْلِہٖ) لِاَنَّہٗ فِیْ مَعْنٰی اِجَارَۃٍ فَاسِدَۃٍ، وَھٰذَا اِذَا کَانَ الْبَذْرُ مِنْ قِبَلِ صَاحِبِ الْاَرْضِ ۔

وَإِذَا كَانَ الْبَذْرُ مِنْ قِبَلِهِ فَعَلَيْهِ اَجْرُ مِثْلِ الْاَرْضِ وَالْخَارِجُ فِي الْوَجْهَيْنِ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ لِاَنَّهُ نَمَاءُ مِلْكِهِ وَلِلْآخَرِ الْاَجْرُ كَمَا فَصَّلْنَا، اِلَّا اَنَّ الْفَتْوٰى عَلٰى قَوْلِهِمَا لِحَاجَةِ النَّاسِ اِلَيْهَا وَلِظُهُوْرِ تَعَامُلِ الْاُمَّةِ بِهَا .وَالْقِيَاسُ يُتْرَكُ بِالتَّعَامُلِ كَمَا فِي الْاِسْتِصْنَاعِ

حضرت امام اعظم بھینیہ کے نزدیک مزارعت فاسد ہے اور جب کسی کاشتکار نے زمین میں ہل چلایا اور اس کو سیراب کیا لیکن اس میں کوئی پیداوار نہ ہوئی۔ تو اس کو اجرت مثلی مل جائے گی۔ کیونکہ یہ اجارہ فاسدہ کے حکم میں ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جب بیج زمین کے مالک کی جانب سے ہو اور جب بیج اس کاشتکار کی جانب سے ہے تو اس کے ذمہ پر زمین کی اجرت مثلی واجب ہوگی۔ جبکہ پیداوار دونوں صورتوں میں بیج ڈالنے والے کے لئے ہوگی۔ کیونکہ اس کی ملکیت میں اضافے کا سبب وہی ہے۔ جبکہ دوسرے کے لئے اجرت ہوگی۔ جس طرح ہم نے اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ مگر فتویٰ صاحبین کے قول کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ عوام مزارعت کی ضرورت مند ہے۔ اور اسی پر امت مسلمہ کا عمل ہے۔ اور تعامل کے سبب قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح استصناع میں ہوتا ہے۔ (مسئلہ استصناع میں عرف کے دلائل شرح ہدایہ جلد نہم میں ملاحظہ کریں)

مزارعت کے صحیح ہونے کے لئے شرائط کا بیان

(ثُمَّ الْمُزَارَعَةُ لِصِحَّتِهَا عَلٰى قَوْلِ مَنْ يُجِيْزُهَا شُرُوْطٌ : اَحَدُهَا كَوْنُ الْاَرْضِ صَالِحَةً لِلزِّرَاعَةِ) لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ لَا يَحْصُلُ بِدُوْنِهِ (وَالثَّانِي اَنْ يَكُوْنَ رَبُّ الْاَرْضِ وَالْمُزَارِعُ مِنْ اَهْلِ الْعَقْدِ وَهُوَ لَا يَخْتَصُّ بِهِ) لِاَنَّهُ عَقْدُ مَا لَا يَصِحُّ اِلَّا مِنَ الْاَهْلِ (وَالثَّالِثُ بَيَانُ الْمُدَّةِ) لِاَنَّهُ عَقْدٌ عَلٰى مَنَافِعِ الْاَرْضِ اَوْ مَنَافِعِ الْعَامِلِ وَالْمُدَّةُ هِيَ الْمِعْيَارُ لَهَا لِيُعْلَمَ بِهَا (وَالرَّابِعُ بَيَانُ مَنْ عَلَيْهِ الْبَذْرُ) قَطْعًا لِلْمُنَازَعَةِ وَاِعْلَامًا لِلْمَعْقُوْدِ عَلَيْهِ وَهُوَ مَنَافِعُ الْاَرْضِ اَوْ مَنَافِعُ الْعَامِلِ .

(وَالْخَامِسُ بَيَانُ نَصِيْبِ مَنْ لَا بَذْرَ مِنْ قِبَلِهِ) لِاَنَّهُ يَسْتَحِقُّهُ عِوَضًا بِالشَّرْطِ فَلَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ مَعْلُوْمًا، وَمَا لَا يُعْلَمُ لَا يَسْتَحِقُّ شَرْطًا بِالْعَقْدِ .

(وَالسَّادِسُ اَنْ يُخَلِّيَ رَبُّ الْاَرْضِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعَامِلِ، حَتّٰى لَوْ شَرَطَ عَمَلَ رَبِّ الْاَرْضِ يُفْسِدُ الْعَقْدَ) لِفَوَاتِ التَّخْلِيَةِ (وَالسَّابِعُ الشَّرِكَةُ فِي الْخَارِجِ بَعْدَ حُصُوْلِهِ) لِاَنَّهُ يَنْعَقِدُ شَرِكَةً فِي الْاِنْتِهَاءِ، فَمَا يَقْطَعُ هٰذِهِ الشَّرِكَةَ كَانَ مُفْسِدًا لِلْعَقْدِ (وَالثَّامِنُ بَيَانُ جِنْسِ الْبَذْرِ) لِيَصِيْرَ الْاَجْرُ مَعْلُوْمًا .

اور جواز مزارعت والوں نے مزارعت کے لئے چند شرائط کو بیان کیا ہے۔

(۱) وہ زمین کاشتکاری کے قابل ہو کیونکہ اس کے سوا کوئی مقصد حاصل نہ ہوگا۔

(۲) زمین کا مالک اور کاشتکار یہ دونوں اہل عقد میں سے ہوں۔ اور یہ شرط صرف اسی عقد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کسی بھی عقد کے ساتھ صحیح ہوتی ہے۔

(۳) مدت کو بیان کرنا کیونکہ زمین اور کام کرنے والے کے لئے منافع پر عقد کرنا ہے۔ اور منافع کا معیار مدت ہے۔ تا کہ اس مدت کے ذریعے منافع کا پتہ چل سکے۔ (۴) وہ آدمی صراحت کے طور پر بیان کرے کہ بیج کس پر ہے، تا کہ جھگڑا ختم کیا جائے۔ اور معقود علیہ کو بتایا جائے کہ یہ زمین یا کاشتکاری نفع کے درمیان ہے۔

(۵) اور وہ حصہ بھی بیان کرے، جس کی جانب سے بیج نہ ہو کیونکہ وہ شرط کے طور پر عوض کا حقدار بنے گا۔ پس اس کا معلوم ہونا لازم ہے۔ کیونکہ جو چیز معلوم نہ ہو وہ عقد کے سبب شرط بن کر حقدار نہیں ہوا کرتی۔ (قاعدہ فقہیہ)

(۶) زمین کا مالک زمین کو مزارع کے حوالے کر دے اور اپنا عمل دخل ختم کر دے۔ حتیٰ کہ جب زمین والے نے کام کرنے کی کوئی شرط لگائی تو عمل دخل ہونے کی وجہ سے عقد فاسد ہو جائے گا۔

(۷) پیداوار ہو جانے کے بعد اس میں شرکت ہو کیونکہ یہ عقد انتہائی اعتبار سے شرکت بن کر منعقد ہوا ہے۔ لہٰذا اس عقد کو ختم کرنے والی چیز مفسد ہوگی۔ (۸) بیج کی جنس کو بیان کرنا ہے۔ اس لئے کہ اجرت کا علم ہو سکے۔

صاحبین کے نزدیک مزارعت کی صور اربعہ کا بیان

قَالَ (وَهِيَ عِنْدَهُمَا عَلَى اَرْبَعَةِ اَوْجُهٍ : اِنْ كَانَتْ الْاَرْضُ وَالْبَذْرُ لِوَاحِدٍ وَالْبَقَرُ وَالْعَمَلُ لِوَاحِدٍ جَازَتْ الْمُزَارَعَةُ) لِاَنَّ الْبَقَرَ آلَةُ الْعَمَلِ فَصَارَ كَمَا اِذَا اسْتَاْجَرَ خَيَّاطًا لِيَخِيطَ بِاِبْرَةِ الْخَيَّاطِ، (وَاِنْ كَانَ الْاَرْضُ لِوَاحِدٍ وَالْعَمَلُ وَالْبَقَرُ وَالْبَذْرُ لِوَاحِدٍ جَازَتْ) لِاَنَّهُ اسْتِئْجَارُ الْاَرْضِ بِبَعْضٍ مَعْلُومٍ مِنْ الْخَارِجِ فَيَجُوزُ كَمَا اِذَا اسْتَاْجَرَهَا بِدَرَاهِمَ مَعْلُومَةٍ (وَاِنْ كَانَتْ الْاَرْضُ وَالْبَذْرُ وَالْبَقَرُ لِوَاحِدٍ وَالْعَمَلُ مِنْ آخَرَ جَازَتْ) لِاَنَّهُ اسْتَاْجَرَهُ لِلْعَمَلِ بِآلَةِ الْمُسْتَاْجِرِ فَصَارَ كَمَا اِذَا اسْتَاْجَرَ خَيَّاطًا لِيَخِيطَ ثَوْبَهُ بِاِبْرَتِهِ اَوْ طَيَّانًا لِيُطَيِّنَ بِمَرِّهِ (وَاِنْ كَانَتْ الْاَرْضُ وَالْبَقَرُ لِوَاحِدٍ وَالْبَذْرُ وَالْعَمَلُ لِآخَرَ فَهِيَ بَاطِلَةٌ) وَهٰذَا الَّذِي ذَكَرَهُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ .وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ يَجُوزُ اَيْضًا، لِاَنَّهُ لَوْ شَرَطَ الْبَذْرَ وَالْبَقَرَ عَلَيْهِ يَجُوزُ فَكَذَا اِذَا شُرِطَ وَحْدَهُ وَصَارَ كَجَانِبِ الْعَامِلِ .وَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّ مَنْفَعَةَ الْبَقَرِ لَيْسَتْ مِنْ جِنْسِ مَنْفَعَةِ الْاَرْضِ .

لِاَنَّ مَنْفَعَةَ الْاَرْضِ قُوَّةٌ فِي طَبْعِهَا يَحْصُلُ بِهَا النَّمَاءُ، وَمَنْفَعَةُ الْبَقَرِ صَلَاحِيَةٌ يُقَامُ بِهَا الْعَمَلُ كُلُّ ذٰلِكَ بِخَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَمْ يَتَجَانَسَا فَتَعَذَّرَ اَنْ تُجْعَلَ تَابِعَةً لَهَا، بِخِلَافِ جَانِبِ الْعَامِلِ لِاَنَّهُ تَجَانَسَتْ الْمَنْفَعَتَانِ فَجُعِلَتْ تَابِعَةً لِمَنْفَعَةِ الْعَامِلِ .

وَهٰهُنَا وَجْهَانِ آخَرَانِ لَمْ يَذْكُرْهُمَا : اَحَدُهُمَا اَنْ يَكُونَ الْبَذْرُ لِاَحَدِهِمَا وَالْاَرْضُ وَالْبَقَرُ

وَالْعَمَلُ لِآخَرَ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَتِمُّ شَرِكَةً بَيْنَ الْبَذْرِ وَالْعَمَلِ وَلَمْ يَرِدْ بِهِ الشَّرْعُ .وَالثَّانِي أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الْبَذْرِ وَالْبَقَرِ .

وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ أَيْضًا لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ عِنْدَ الِانْفِرَادِ فَكَذَا عِنْدَ الِاجْتِمَاعِ، وَالْخَارِجُ فِي الْوَجْهَيْنِ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ فِي رِوَايَةٍ اعْتِبَارًا بِسَائِرِ الْمُزَارَعَاتِ الْفَاسِدَةِ، وَفِي رِوَايَةٍ لِصَاحِبِ الْأَرْضِ وَيَصِيرُ مُسْتَقْرِضًا لِلْبَذْرِ قَابِضًا لَهُ لِاتِّصَالِهِ بِأَرْضِهِ .

صاحبین نے کہا ہے کہ مزارعت کے چار طریقے ہیں۔(۱) جب بیج اور زمین ایک شخص کی ہے جبکہ بیل اور محنت دوسرے شخص کی ہے تو ایسی مزارعت جائز ہے۔ کیونکہ بیل کام کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے درزی کو اجرت پر رکھا ہے کہ اپنی سوئی کے ذریعے سلائی کرائے۔(۲) اور جب زمین ایک شخص کی ہے جبکہ بیل، کام اور بیج دوسرے آدمی کا ہے۔ تو ایسی مزارعت بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ پیداوار کی کچھ معین مقدار پر زمین کو اجرت پر لیا گیا ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی شخص نے معلوم دراہم کے بدلے میں زمین کو اجرت پر لیا ہے۔

(۳) اور جب زمین، بیل اور بیج ایک آدمی کا ہے جبکہ کام صرف دوسرے آدمی کا ہے تو ایسی مزارعت بھی جائز ہے۔ کیونکہ زمین دینے والے نے کام کرنے والے کو بطور ذریعہ کے کام دیا ہوا ہے تو یہ ایسے ہی ہوگا جس طرح کسی نے اپنی سوئی دیکر درزی سے کپڑے سلوائے ہوں اور درزی کو اجرت پر لیا ہے۔ یا اس نے کسی کاریگر کا اجرت پر لیا ہے کہ وہ مکان کے مالک کے آزاروں سے پلستر کردے۔

(۴) اور جب زمین اور بیل ایک کے ہوں اور کام دوسرے کا ہے تو ایسی مزارعت باطل ہے اور امام قدوری علیہ الرحمہ نے ظاہر الروایت کے مطابق یہ قول ذکر کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ یہ مزارعت بھی درست ہے۔ کیونکہ جب مالک بیج اور بیل ان دونوں کی شرط لگائے تو جائز ہے تو یہ بھی اسی طرح جائز ہوگی۔ جس طرح صرف بیل کی شرط لگائی جائے۔ پس یہ کام کرنے والے کی جانب سے شرط لگانے کی طرح ہو جائے گا۔

ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ بیل کا نفع یہ منفعت زمین کی جنس سے نہیں ہے کیونکہ زمین کا نفع ایک فطری طور پر طاقت یافتہ ہے۔ جس سے اضافہ ہوتا ہے جبکہ بیل کا نفع یہ ایک کرنے کی حد تک طاقت رکھنے والا ہے۔ اور ہر ایک اللہ کی مخلوق ہے۔ پس ان دونوں کے منافع ایک جنس سے نہ ہوں۔ اور بیل کے منافع کو زمین کے منافع کے تابع کرنا بھی مشکل ہے بہ خلاف عامل کی جانب سے جب ہو کیونکہ وہاں دونوں منافع ایک ہی جنس کے ہیں پس بیل کے منافع کو عامل کے منافع کے تابع کر دیا جائے گا۔

اور اسی مقام پر مزارعت کے باطل ہونے کی صورتیں اور بھی ہیں جن کو صاحب قدوری نے ذکر نہیں کیا ہے اور ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ بیج ایک شخص کا ہے جبکہ زمین، بیل اور کام دوسرے آدمی کا ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عقد بیج اور کام کے درمیان شرکت بن کر مکمل ہوا ہے حالانکہ اس کے لئے شرعی حکم موجود نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جب اس عقد کو بیج اور بیل کے درمیان اکٹھا کر دیا جائے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ انفرادی طور پر درست نہیں ہے۔ لہٰذا اجتماعی طور پر بھی درست نہ ہوگا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں پیداوار بیج والے کو ملے گی اور اس کو مزارعت فاسدہ پر قیاس کیا جائے گا۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق پیداوار زمین کے مالک کے لئے ہوگی۔ اور وہ بیج کا قرض لینے والا بنے گا۔ اور وہ اس طرح کہ وہ اپنی زمین کے ساتھ اتصال بیج کے سبب اس پر قبضہ کرنے والا ہے۔

مدت معلومہ کے بغیر مزارعت کے صحیح نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ الْمُزَارَعَةُ إِلَّا عَلَى مُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ) لِمَا بَيَّنَّا (وَأَنْ يَكُونَ الْخَارِجُ شَائِعًا بَيْنَهُمَا) تَحْقِيقًا لِمَعْنَى الشَّرِكَةِ (فَإِنْ شَرَطَا لِأَحَدِهِمَا قُفْزَانًا مُسَمَّاةً فَهِيَ بَاطِلَةٌ) لِأَنَّ بِهِ تَنْقَطِعُ الشَّرِكَةُ لِأَنَّ الْأَرْضَ عَسَاهَا لَا تُخْرِجُ إِلَّا هَذَا الْقَدْرَ، فَصَارَ كَاشْتِرَاطِ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ لِأَحَدِهِمَا فِي الْمُضَارَبَةِ، وَكَذَا إِذَا شَرَطَا أَنْ يَرْفَعَ صَاحِبُ الْبَذْرِ بَذْرَهُ وَيَكُونَ الْبَاقِي بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ، لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى قَطْعِ الشَّرِكَةِ فِي بَعْضٍ مُعَيَّنٍ أَوْ فِي جَمِيعِهِ بِأَنْ لَمْ يُخْرِجْ إِلَّا قَدْرَ الْبَذْرِ فَصَارَ كَمَا إِذَا شَرَطَا رَفْعَ الْخَرَاجِ، وَالْأَرْضُ خَرَاجِيَّةٌ وَأَنْ يَكُونَ الْبَاقِي بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ مُعَيَّنٌ، بِخِلَافِ مَا إِذَا شَرَطَ صَاحِبُ الْبَذْرِ عُشْرَ الْخَارِجِ لِنَفْسِهِ أَوْ لِلْآخَرِ وَالْبَاقِي بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ مُعَيَّنٌ مُشَاعٌ فَلَا يُؤَدِّي إِلَى قَطْعِ الشَّرِكَةِ، كَمَا إِذَا شَرَطَا رَفْعَ الْعُشْرِ، وَقِسْمَةَ الْبَاقِي بَيْنَهُمَا وَالْأَرْضُ عُشْرِيَّةٌ .

اور مدت معلومہ کے بغیر مزارعت صحیح نہیں ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ ایسی پیداوار دونوں کے درمیان مشترکہ ہے اور یہ شرکت کا معنی ثابت کر رہی ہے۔ پس جب ان دونوں میں سے کسی نے اپنے معلوم قفیز کی شرط لگائی تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اس طرح شرط سے شرکت ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ ممکن ہے زمین اتنی مقدار سے زیادہ پیداوار نہ دے اور یہ مضاربت میں شرکاء میں سے کسی ایک کے لئے شمار کردہ دراہم کو نکالنے والی شرط کی طرح ہو جائے گا۔

اور اسی طرح جب ان دونوں نے یہ شرط لگائی کہ بیج والا آدمی اپنے بیج کو لے جائے گا اور بقیہ ان کے درمیان نصف نصف ہوگا کیونکہ یہ شرط بھی معین مقدار میں یا پیداوار میں کچھ شرکت ختم کرنے والی ہے۔ اور وہ اس طرح ہوگا کہ جب پیداوار میں صرف بیج آیا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جب دونوں نے خراجی زمین میں خراج اٹھانے اور بقیہ کو اپنے درمیان مشترکہ ہونے کی شرط لگائی ہے اور یہ مسئلہ اس مسئلہ کے خلاف ہے کہ جس میں بیج والا پیداوار کے دسویں حصے کو اپنے لیے اور دوسروں کے لئے شرط لگائے اور بقیہ ان کے درمیان مشترکہ ہو کیونکہ یہ معین مشاع ہے پس یہ شرکت کو ختم کرنے کا سبب نہ ہوگا جس طرح جب ان دونوں نے عشری زمین میں عشر لے جانے والے کے بعد بقیہ کو آپس میں تقسیم کرنے شرط بیان کی ہو۔

پانی کے کھالوں پر شرط لگا کر مزارعت کرنے کا بیان

قَالَ (وَكَذَا إِذَا شَرَطَا مَا عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ وَالسَّوَاقِي) مَعْنَاهُ لِأَحَدِهِمَا، لِأَنَّهُ إِذَا شَرَطَ لِأَحَدِهِمَا زَرْعَ مَوْضِعٍ مُعَيَّنٍ أَفْضَى ذٰلِكَ إِلَى قَطْعِ الشَّرِكَةِ، لِأَنَّهُ لَعَلَّهُ لَا يَخْرُجُ إِلَّا مِنْ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ، وَعَلَى هٰذَا إِذَا شَرَطَ لِأَحَدِهِمَا مَا يَخْرُجُ مِنْ نَاحِيَةٍ مُعَيَّنَةٍ وَلِآخَرَ مَا يَخْرُجُ مِنْ نَاحِيَةٍ أُخْرَى (وَكَذَا إِذَا شَرَطَ لِأَحَدِهِمَا التِّبْنَ وَلِلْآخَرِ الْحَبَّ) لِأَنَّهُ عَسَى أَنْ يُصِيبَهُ آفَةٌ فَلَا يَنْعَقِدُ الْحَبُّ وَلَا يَخْرُجُ إِلَّا التِّبْنُ (وَكَذَا إِذَا شَرَطَا التِّبْنَ نِصْفَيْنِ وَالْحَبَّ لِأَحَدِهِمَا بِعَيْنِهِ) لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى قَطْعِ الشَّرِكَةِ فِيمَا هُوَ الْمَقْصُودُ وَهُوَ الْحَبُّ (وَلَوْ شَرَطَ الْحَبَّ نِصْفَيْنِ وَلَمْ يَتَعَرَّضَا لِلتِّبْنِ صَحَّتْ) لِاشْتِرَاطِهِمَا الشَّرِكَةَ فِيمَا هُوَ الْمَقْصُودُ، (ثُمَّ التِّبْنُ يَكُونُ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ) لِأَنَّهُ نَمَاءُ بَذْرِهِ وَفِي حَقِّهِ لَا يَحْتَاجُ إِلَى الشَّرْطِ. وَالْمُفْسِدُ هُوَ الشَّرْطُ، وَهٰذَا سُكُوتٌ عَنْهُ.

وَقَالَ مَشَايِخُ بَلْخٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ: التِّبْنُ بَيْنَهُمَا أَيْضًا اعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ فِيمَا لَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ الْمُتَعَاقِدَانِ، وَلِأَنَّهُ تَبَعٌ لِلْحَبِّ وَالتَّبَعُ يَقُومُ بِشَرْطِ الْأَصْلِ.

اور جب ان دونوں نے کھالوں کے ذریعے پیداوار پر شرط لگادی یعنی وہ ایک کے لئے ہوگا اور جب کسی ایک کے لئے خاص جگہ مزارعت کرنے کی شرط لگائی جائے۔ تو ایسی شرط شرکت کو ختم کرنے کا سبب بنے گی۔ کیونکہ ممکن ہے اسی خاص جگہ سے پیداوار ہو۔ اور اسی طرح جب کسی ایک جانب سے طرف سے پیداوار کی شرط لگائی ہو۔ اور دوسرے کے لئے دوسری جانب کی شرط لگائی ہو۔ اور اسی طرح ایک کے لئے بھوسے کی شرط جبکہ دوسرے کے لئے گندم کی شرط لگائی۔ کیونکہ ہوسکتا ہے زراعت کسی آفت کے سبب دانے نہ دے بلکہ بھوسہ ہی نکلے۔ اور اسی طرح جب بھوسہ کو نصف نصف کرنے کی شرط لگائی گئی ہے اور دانہ ان میں سے کسی ایک کے لئے خاص کیا گیا ہے کیونکہ ایسی شرط مقصد یعنی شرکت کو ختم کرنے کا سبب بن جائے گی۔

اور جب ان دونوں نے دانوں کو نصف نصف کرنے کی شرط لگائی ہے اور بھوسے کا کوئی تعین نہ کیا تو مزارعت درست ہوگی۔ کیونکہ شرکت کا مقصود صرف دانوں میں ہے۔ اور بھوسہ بیج والے کو ملے گا۔ کیونکہ وہ اس کی ملکیت میں اضافہ ہے۔ کیونکہ اس کے حق میں شرط لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور شرط ہی فساد کرنے والی ہے۔ جو یہاں پر ظاہر ہونے والا ہے۔

مشائخ بلخ کے فقہاء نے کہا ہے کہ غیر منصوص چیزوں میں دلیل عرف پر قیاس کرتے ہوئے بھوسہ بھی ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہوگا۔ کیونکہ بھوسہ بھی دانوں کے تابع ہے۔ اور تابع اصل کی شرط کے ساتھ قائم ہونے والا ہے۔

دونوں کا نصف نصف دانوں پر مزارعت کرنے کا بیان

(وَلَوْ شَرَطَا الْحَبَّ نِصْفَيْنِ وَالتِّبْنَ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ صَحَّتْ) لِأَنَّهُ حُكْمُ الْعَقْدِ (وَإِنْ شَرَطَا

التِّبْنَ لِلْآخَرِ فَسَدَتْ) لِأَنَّهُ شَرْطٌ يُؤَدِّي إِلَى قَطْعِ الشَّرِكَةِ بِأَنْ لَا يَخْرُجَ إِلَّا التِّبْنُ وَاسْتِحْقَاقُ غَيْرِ صَاحِبِ الْبَذْرِ بِالشَّرْطِ .

قَالَ (وَإِذَا صَحَّتِ الْمُزَارَعَةُ فَالْخَارِجُ عَلَى الشَّرْطِ) لِصِحَّةِ الْإِلْتِزَامِ (وَإِنْ لَمْ تُخْرِجِ الْأَرْضُ شَيْئًا فَلَا شَيْءَ لِلْعَامِلِ) لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّهُ شَرِكَةً، وَلَا شَرِكَةَ فِي غَيْرِ الْخَارِجِ، وَإِنْ كَانَتْ إِجَارَةً فَالْأَجْرُ مُسَمًّى فَلَا يَسْتَحِقُّ غَيْرَهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا فَسَدَتْ لِأَنَّ أَجْرَ الْمِثْلِ فِي الذِّمَّةِ وَلَا تَفُوتُ الذِّمَّةُ بِعَدَمِ الْخَارِجِ قَالَ (وَإِذَا فَسَدَتْ فَالْخَارِجُ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ) لِأَنَّهُ نَمَاءُ مِلْكِهِ، وَاسْتِحْقَاقُ الْأَجْرِ بِالتَّسْمِيَةِ وَقَدْ فَسَدَتْ فَبَقِيَ النَّمَاءُ كُلُّهُ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ .

اور جب ان دونوں نے دانوں کے بارے میں نصف نصف کی شرط لگائی اور بھوسہ بیج والے کے لئے ہے تو مزارعت درست ہے کیونکہ اس عقد کے بارے میں حکم اسی طرح ہے۔ اور جب دوسرے شخص کے لئے بھوسے کی شرط لگادی تو مزارعت فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جو شرکت کو ختم کرنے کا سبب بننے والی ہے۔ کیونکہ جب صرف بھوسہ ہی بن گیا۔ اور بیج والے کے سوا بھوسہ کسی شرط کے سبب ثابت ہوا کرتا ہے۔

اور جب مزارعت درست ہو جائے تو پیداوار شرط کے مطابق ہوگی۔ کیونکہ وہی لازم کرنے میں صحیح ہے۔ اور جب زمین میں کوئی پیداوار ہی نہیں ہوئی ہے۔ تو کام کرنے والے کو کچھ نہ ملے گا۔ کیونکہ وہ شرکت کے سبب حقدار بنا تھا اور پیداوار کے سوا تو کوئی شرکت ہی نہیں ہے۔ اور جب وہ اجارہ ہو تو پھر مزدوری معین ہے۔ پس کام کرنے والے عدم ذکر والی اجرت کا حقدار نہ بنے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مزارعت فاسد ہو جائے کیونکہ اجر مثلی ذمہ داری کے طور پر واجب ہوتا ہے جبکہ پیداوار ہی نہ ہونے کے سبب ذمہ داری ختم ہو چکی ہے۔

اور جب مزارعت فاسد ہو جائے تو پیداوار بیج والے کے لئے ہوگی۔ کیونکہ اس کے سبب اس کی ملکیت میں اضافہ ہے۔ جبکہ دوسرے کا حق ذکر کرنے کے سبب معین ہوا تھا اور جب تسمیہ ختم ہو چکا ہے تو سارے کا سارا اضافہ بیج والے کے لئے ہوگا۔

زمین والے کی جانب سے بیج ہونے پر مثلی اجرت کا بیان

قَالَ (وَلَوْ كَانَ الْبَذْرُ مِنْ قِبَلِ رَبِّ الْأَرْضِ فَلِلْعَامِلِ أَجْرُ مِثْلِهِ لَا يُزَادُ عَلَى مِقْدَارِ مَا شَرَطَ لَهُ مِنَ الْخَارِجِ) لِأَنَّهُ رَضِيَ بِسُقُوطِ الزِّيَادَةِ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ (وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَهُ أَجْرُ مِثْلِهِ بَالِغًا مَا بَلَغَ، لِأَنَّهُ اسْتَوْفَى مَنَافِعَهُ بِعَقْدٍ فَاسِدٍ فَتَجِبُ عَلَيْهِ قِيمَتُهَا إِذْ لَا مِثْلَ لَهَا) وَقَدْ مَرَّ فِي الْإِجَارَاتِ (وَإِنْ كَانَ الْبَذْرُ مِنْ قِبَلِ الْعَامِلِ فَلِصَاحِبِ الْأَرْضِ أَجْرُ مِثْلِ أَرْضِهِ) لِأَنَّهُ اسْتَوْفَى مَنَافِعَ الْأَرْضِ بِعَقْدٍ فَاسِدٍ فَيَجِبُ رَدُّهَا وَقَدْ تَعَذَّرَ . وَلَا مِثْلَ لَهَا فَيَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهَا .

وَهَلْ يُزَادُ عَلٰى مَا شَرَطَ لَهٗ مِنَ الْخَارِجِ ؟ فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ (وَلَوْ جَمَعَ بَيْنَ الْاَرْضِ وَالْبَقَرِ حَتّٰى فَسَدَتِ الْمُزَارَعَةُ فَعَلَى الْعَامِلِ اَجْرُ مِثْلِ الْاَرْضِ وَالْبَقَرِ) هُوَ الصَّحِيْحُ، لِاَنَّ لَهٗ مَدْخَلًا فِي الْاِجَارَةِ وَهِيَ اِجَارَةٌ مَعْنًى (وَاِذَا اسْتَحَقَّ رَبُّ الْاَرْضِ الْخَارِجَ لِبَذْرِهٖ فِي الْمُزَارَعَةِ الْفَاسِدَةِ طَابَ لَهٗ جَمِيْعُهٗ) لِاَنَّ النَّمَاءَ حَصَلَ فِيْ اَرْضٍ مَمْلُوْكَةٍ لَهٗ (وَاِنِ اسْتَحَقَّهُ الْعَامِلُ اَخَذَ قَدْرَ بَذْرِهٖ وَقَدْرَ اَجْرِ الْاَرْضِ وَتَصَدَّقَ بِالْفَضْلِ) لِاَنَّ النَّمَاءَ يَحْصُلُ مِنَ الْبَذْرِ وَيَخْرُجُ مِنَ الْاَرْضِ، وَفَسَادُ الْمِلْكِ فِيْ مَنَافِعِ الْاَرْضِ اَوْجَبَ خُبْثًا فِيْهِ .فَمَا سُلِّمَ لَهٗ بِعِوَضٍ طَابَ لَهٗ وَمَا لَا عِوَضَ لَهٗ تَصَدَّقَ بِهٖ

اور جب زمین والے کی جانب سے بیج ہے تو کام کرنے والے کے لئے مثلی اجرت ہوگی۔ جس کو شرط میں معین کردہ مقدار سے زیادہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ عامل اس زیادتی کو ساقط کرنے پر رضامند نہ ہوگا۔ اور یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عامل کو مثلی اجرت ملے گی۔ خواہ وہ جہاں تک جائے کیونکہ زمین کے مالک نے عقد فاسد کے سبب عامل کے منافع کو پایا ہے۔ پس اس پر منافع کی قیمت واجب ہوگی۔ کیونکہ منافع کا کوئی مثل نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ اجارات میں بیان کردیا گیا ہے۔

اور جب بیج کام کرنے والے کی جانب سے ہے تو زمین کے مالک کے لئے اس کی زمین کا مثلی اجر یعنی کرایہ ہوگا۔ کیونکہ عامل نے عقد فاسد کے سب زمین سے منافع حاصل کیے ہیں۔ پس منافع کا واپس کرنا لازم ہے۔ لیکن وہ مشکل ہے۔ اور منافع کا کوئی مثل ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی قیمت کو واپس کرنا لازم ہے۔ اور پیداوار کی شرط کردہ مقدار سے زیادہ کیا جائے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔

اور جب زمین اور بیل کو جمع کردیا گیا ہے حتیٰ کہ مزارعت فاسد ہوچکی ہے تو عامل پر اس زمین اور بیل کی مثلی اجرت ہوگی۔ اور صحیح بھی یہی ہے کیونکہ اجارہ میں بیل کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اور رہی مزارعت تو یہ بھی اجارہ کے حکم میں ہے۔

اور جب مزارعت فاسدہ کے سبب زمین کا مالک اپنے بیج کے سب پیداوار کا حقدار بن گیا ہے تو اس کے لئے پوری پیداوار حلال ہوجائے گی۔ کیونکہ اسی کی ملکیت والی زمین میں اضافہ ہوا ہے۔ اور جب عامل پیداوار کا مستحق بنا ہے تو وہ اپنی زمین اور اجرت کے مقدار لے کر زائد کو صدقہ کردے۔ کیونکہ اضافہ بیج کے سبب حاصل ہونے والا ہے۔ اور منافع زمین میں ملکیت کا فساد کرتے ہوئے خباثت پیدا کردیتے ہیں۔ تو عوض کے بدلے میں ملنا والا بدلہ اس کے لئے حلال ہوگا۔ جس کا بدلہ نہیں ہے اس کو وہ صدقہ کرے۔

مزارعت میں بیج والے کو کام پر مجبور نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا عُقِدَتِ الْمُزَارَعَةُ فَامْتَنَعَ صَاحِبُ الْبَذْرِ مِنَ الْعَمَلِ لَمْ يُجْبَرْ عَلَيْهِ) لِاَنَّهٗ لَا يُمْكِنُهٗ

الْمُضِيُّ فِي الْعَقْدِ إِلَّا بِضَرَرٍ يَلْزَمُهُ .

فَصَارَ كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَهْدِمَ دَارَهُ (وَإِنْ امْتَنَعَ الَّذِي لَيْسَ مِنْ قِبَلِهِ الْبَذْرُ أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ عَلَى الْعَمَلِ) لِأَنَّهُ لَا يَلْحَقُهُ بِالْوَفَاءِ بِالْعَقْدِ ضَرَرٌ وَالْعَقْدُ لَازِمٌ بِمَنْزِلَةِ الْإِجَارَةِ، إِلَّا إِذَا كَانَ عُذْرٌ يُفْسَخُ بِهِ الْإِجَارَةُ فَيُفْسَخُ بِهِ الْمُزَارَعَةُ .

قَالَ (وَلَوْ امْتَنَعَ رَبُّ الْأَرْضِ وَالْبَذْرُ مِنْ قِبَلِهِ وَقَدْ كَرَبَ الْمُزَارِعُ الْأَرْضَ فَلَا شَيْءَ لَهُ فِي عَمَلِ الْكِرَابِ) قِيلَ هَذَا فِي الْحُكْمِ، فَأَمَّا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى يَلْزَمُهُ اسْتِرْضَاءُ الْعَامِلِ لِأَنَّهُ غَرَّهُ فِي ذَلِكَ .

اور جب مزارعت طے ہوگئی اور اس کے بعد بیج والے نے کام کرنے سے انکار کر دیا ہے تو اس کا کام پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ عقد کو نافذ کرنا یہ نقصان اٹھانے کے سوا ممکن نہیں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے اجیر رکھا ہے اور وہ عمارت کو گرائے اور وہ بندہ انکار کر دے۔ اور جس کی جانب سے بیج نہ ہو تو اس کو حاکم کام کرنے پر مجبور کرے گا۔ کیونکہ اس طرح عقد مکمل کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اور یہ عقد اجارہ کی طرح لازم ہے۔ ہاں البتہ جب اس کو کوئی ایسا عذر لاحق ہوا جس کے سبب سے اجارہ کو ختم کر دیا جاتا ہے تو ایسے ہی کسی عذر کے سبب مزارعت کو بھی ختم کر دیا جائے گا۔

اور جب رب الارض مزارعت کرنے سے رک گیا اور بیج بھی اسی کا ہے۔ جبکہ مزارع نے زمین میں ہل چلانا شروع کر دیا ہے تو اس مزارع کو ہل چلانے کے بدلے میں کوئی چیز نہ ملے گی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قضاء کے اعتبار سے ہے۔ جبکہ جو معاملہ اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان ہے وہ یہ ہے مالک زمین اس عامل کو راضی کرے۔ کیونکہ اس نے عامل کے ساتھ معاملہ کرنے میں دھوکہ کیا ہے۔

عاقدین میں سے کسی ایک کی موت کے سبب مزارعت کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ بَطَلَتْ الْمُزَارَعَةُ) اعْتِبَارًا بِالْإِجَارَةِ، وَقَدْ مَرَّ الْوَجْهُ فِي الْإِجَارَاتِ، فَلَوْ كَانَ دَفَعَهَا فِي ثَلَاثِ سِنِينَ فَلَمَّا نَبَتَ الزَّرْعُ فِي السَّنَةِ الْأُولَى وَلَمْ يَسْتَحْصِدْ الزَّرْعَ حَتَّى مَاتَ رَبُّ الْأَرْضِ تَرَكَ الْأَرْضَ فِي يَدِ الْمُزَارِعِ حَتَّى يَسْتَحْصِدَ الزَّرْعَ وَيَقْسِمَ عَلَى الشَّرْطِ، وَتَنْتَقِضُ الْمُزَارَعَةُ فِيمَا بَقِيَ مِنْ السَّنَتَيْنِ لِأَنَّ فِي إِبْقَاءِ الْعَقْدِ فِي السَّنَةِ الْأُولَى مُرَاعَاةً لِلْحَقَّيْنِ، بِخِلَافِ السَّنَةِ الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ ضَرَرٌ بِالْعَامِلِ فَيُحَافِظُ فِيهِمَا عَلَى الْقِيَاسِ (وَلَوْ مَاتَ رَبُّ الْأَرْضِ قَبْلَ الزِّرَاعَةِ بَعْدَ مَا كَرَبَ الْأَرْضَ وَحَفَرَ الْأَنْهَارَ انْتَقَضَتْ الْمُزَارَعَةُ) لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ إِبْطَالُ مَالٍ عَلَى الْمُزَارِعِ (وَلَا شَيْءَ لِلْعَامِلِ

بِمُقَابَلَةِ مَا عَمِلَ) لِمَا نُبَيِّنُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

اور جب دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے۔ تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔ اور اجارہ پر قیاس کرتے ہوئے اجارات میں اس کی تاویل گزر چکی ہے۔ اور اسی طرح جب کسی شخص نے زمین کو تین سال کے لئے دیا ہے اور سال اول میں کھیتی اگ آئی ہے لیکن اس کی کٹائی نہیں ہوئی۔ کیونکہ رب الارض فوت ہو گیا تھا۔ تو اس زمین کو کاشتکار کے حوالے کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ کھیتی کی کٹائی کر کے اس کو حصہ کے مطابق تقسیم کرے۔ اور اس کے باقی دو سالوں میں عقد مزارعت ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ سال اول میں دونوں کے حق کے باقی رہنے میں فائدہ ہے بہ خلاف دوسرے اور تیسرے سال کے کیونکہ ان میں عامل کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ پس اس میں قیاس کی مخالفت کو اپنایا جائے گا۔

اور جب عامل کا زمین میں کھالے بنانے اور ہل چلانے سے قبل ہی رب الارض فوت ہو چکا ہے تو مزارعت ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں کاشتکار کے مال کو باطل کرنا نہ ہوگا اور کام کے بدلے میں عامل کو کچھ نہ ملے گا۔ جس طرح ان شاء اللہ ہم اس کو بیان کر دیں گے۔

مالک زمین کا قرض میں زمین کو فروخت کرنے کا بیان

(وَاِذَا فُسِخَتْ الْمُزَارَعَةُ بِدَيْنٍ فَادِحٍ لَحِقَ صَاحِبَ الْاَرْضِ فَاحْتَاجَ اِلٰى بَيْعِهَا جَازَ) كَمَا فِي الْاِجَارَةِ (وَلَيْسَ لِلْعَامِلِ اَنْ يُطَالِبَهُ بِمَا كَرَبَ الْاَرْضَ وَحَفَرَ الْاَنْهَارَ بِشَيْءٍ) لِاَنَّ الْمَنَافِعَ اِنَّمَا تَتَقَوَّمُ بِالْعَقْدِ وَهُوَ اِنَّمَا قُوِّمَ بِالْخَارِجِ فَاِذَا انْعَدَمَ الْخَارِجُ لَمْ يَجِبْ شَيْءٌ (وَلَوْ نَبَتَ الزَّرْعُ وَلَمْ يُسْتَحْصَدْ لَمْ تُبَعْ الْاَرْضُ فِي الدَّيْنِ حَتّٰى يُسْتَحْصَدَ الزَّرْعُ) لِاَنَّ فِي الْبَيْعِ اِبْطَالَ حَقِّ الْمُزَارِعِ، وَالتَّاْخِيرُ اَهْوَنُ مِنَ الْاِبْطَالِ (وَيُخْرِجُهُ الْقَاضِي مِنَ الْحَبْسِ اِنْ كَانَ حَبَسَهُ بِالدَّيْنِ لِاَنَّهُ لَمَّا امْتَنَعَ بَيْعُ الْاَرْضِ لَمْ يَكُنْ هُوَ ظَالِمًا وَالْحَبْسُ جَزَاءُ الظُّلْمِ) .

اور جب رب الارض کو زیادہ قرض کے سبب مزارعت کو ختم کرنا پڑا اور زمین کو بیچ دینے کی حالت میں چلا گیا ہے اور اس نے زمین کو فروخت کر دیا ہے تو یہ جائز ہے۔ جس طرح اجارہ کا حکم ہے۔ اور کھالے بنانے اور ہل چلانے کے بدلے میں عامل کو کوئی مزدوری نہ ملے گی۔ کیونکہ منافع عقد سے قیمتی ہوا کرتے ہیں اور عقد پیداوار سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور جب پیداوار ہی نہیں ہے تو کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

اور جب کھیتی کے اگ جانے کے بعد اس کی کٹائی نہیں ہوئی تو اب زمین کو قرض میں فروخت نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اب کھیتی کو کاٹ لیا جائے گا۔ کیونکہ بیچنے میں مزارع کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ جبکہ تاخیر کرنا یہ باطل سے زیادہ آسان ہے اور جب قاضی کے دین کے سبب مالک زمین کو قید کر دیا ہے کیونکہ جب زمین کو بیچنا مشکل ہو گیا تو اب مالک زمین ظلم کرنے والا نہ ہوگا۔ اور قید یہ زیادتی کی سزا ہے۔

مدت مزارعت تک کھیتی کی کٹائی نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْمُزَارَعَةِ وَالزَّرْعُ لَمْ يُدْرِكْ كَانَ عَلَى الْمُزَارِعِ اَجْرُ مِثْلِ نَصِيبِهِ مِنَ الْاَرْضِ اِلَى اَنْ يَسْتَحْصِدَ وَالنَّفَقَةُ عَلَى الزَّرْعِ عَلَيْهِمَا عَلَى مِقْدَارِ حُقُوقِهِمَا) مَعْنَاهُ حَتّٰى يَسْتَحْصِدَ، لِاَنَّ فِي تَبْقِيَةِ الزَّرْعِ بِاَجْرِ الْمِثْلِ تَعْدِيلَ النَّظَرِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَيُصَارُ اِلَيْهِ، وَاِنَّمَا كَانَ الْعَمَلُ عَلَيْهِمَا لِاَنَّ الْعَقْدَ قَدِ انْتَهٰى بِانْتِهَاءِ الْمُدَّةِ وَهٰذَا عَمَلٌ فِي الْمَالِ الْمُشْتَرَكِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا مَاتَ رَبُّ الْاَرْضِ وَالزَّرْعُ بَقْلٌ حَيْثُ يَكُونُ الْعَمَلُ فِيهِ عَلَى الْعَامِلِ، لِاَنَّ هُنَاكَ اَبْقَيْنَا الْعَقْدَ فِي مُدَّتِهِ وَالْعَقْدُ يَسْتَدْعِي الْعَمَلَ عَلَى الْعَامِلِ، اَمَّا هٰهُنَا الْعَقْدُ قَدِ انْتَهٰى فَلَمْ يَكُنْ هٰذَا اِبْقَاءَ ذٰلِكَ الْعَقْدِ فَلَمْ يَخْتَصَّ الْعَامِلُ بِوُجُوبِ الْعَمَلِ عَلَيْهِ (فَاِنْ اَنْفَقَ اَحَدُهُمَا بِغَيْرِ اِذْنِ صَاحِبِهِ وَاَمْرِ الْقَاضِي فَهُوَ مُتَطَوِّعٌ) لِاَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِ .

اور جب مزارعت کی مدت ختم ہو چکی ہے اور کھیتی کی ابھی کٹائی بھی نہیں ہوئی ہے تو کھیتی کو کاٹنے تک عامل کے لئے اجرت مثلی واجب ہوگی۔ اور کھیتی کا خرچ عقد کرنے والوں کے حقوق کے حساب سے ان دونوں پر لازم ہوگا کیونکہ جب تک کھیتی کو کاٹ نہ دیا جائے۔ کیونکہ مثلی اجرت کے بدلے کھیتی کا باقی چھوڑنے کی صورت میں مہربانی دونوں کی جانب سے برابر ہے۔ پس اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔ اور وہ کام ان دونوں پر ہوگا۔ کیونکہ مدت کے ختم ہو جانے کے سبب عقد ختم ہو جائے گا۔ اور یہ مشترکہ مال کا عمل ہے۔ اور یہ اس مسئلہ کے خلاف ہے۔ جب مالک زمین فوت ہو جائے اور کھیتی ابھی تک پکی نہیں ہے۔ پس وہاں عامل پر کام کرنا ہوگا کیونکہ وہاں ہم نے عقد کی مدت تک اس کو باقی رکھا ہے۔ اور عقد عامل سے کام کرنے کا تقاضہ کرنے والا ہے۔ جبکہ یہاں عقد کو ختم دیا جائے گا۔ پس یہاں اس عقد کو باقی رکھنا نہ ہوگا اور عامل کام کو اپنے اوپر لازم کرنے میں خاص نہ ہوگا۔ اور جب کسی شخص نے اپنے شریک کی اجازت اور قاضی کے حکم کے بغیر اس میں سے کچھ خرچ کیا ہے تو وہ احسان کے طور پر ہوگا۔ کیونکہ اس کو اپنے ساتھ والے پر ولایت حاصل نہیں ہے۔

مالک زمین کو کچی فصل کٹوانے کی اجازت نہ ہونے کا بیان

(وَلَوْ اَرَادَ رَبُّ الْاَرْضِ اَنْ يَاْخُذَ الزَّرْعَ بَقْلًا لَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ) لِاَنَّ فِيهِ اِضْرَارًا بِالْمُزَارِعِ، (وَلَوْ اَرَادَ الْمُزَارِعُ) اَنْ يَاْخُذَهُ بَقْلًا قِيلَ لِصَاحِبِ الْاَرْضِ اقْلَعِ الزَّرْعَ فَيَكُونُ بَيْنَكُمَا اَوْ اَعْطِهِ قِيمَةَ نَصِيبِهِ اَوْ اَنْفِقْ اَنْتَ عَلَى الزَّرْعِ وَارْجِعْ بِمَا تُنْفِقُهُ فِي حِصَّتِهِ، لِاَنَّ الْمُزَارِعَ لَمَّا امْتَنَعَ مِنَ الْعَمَلِ لَا يُجْبَرُ عَلَيْهِ، لِاَنَّ اِبْقَاءَ الْعَقْدِ بَعْدَ وُجُودِ الْمُنْهِي نَظَرٌ لَهُ وَقَدْ تَرَكَ النَّظَرَ لِنَفْسِهِ .

وَرَبُّ الْأَرْضِ مُخَيَّرٌ بَيْنَ هٰذِهِ الْخِيَارَاتِ لِأَنَّ بِكُلِّ ذٰلِكَ يُسْتَدْفَعُ الضَّرَرُ (وَلَوْ مَاتَ الْمُزَارِعُ بَعْدَ نَبَاتِ الزَّرْعِ فَقَالَتْ وَرَثَتُهُ نَحْنُ نَعْمَلُ إِلَى أَنْ يُسْتَحْصَدَ الزَّرْعُ وَأَبَى رَبُّ الْأَرْضِ فَلَهُمْ ذٰلِكَ) لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ عَلَى رَبِّ الْأَرْضِ (وَلَا أَجْرَ لَهُمْ بِمَا عَمِلُوا) لِأَنَّا أَبْقَيْنَا الْعَقْدَ نَظَرًا لَهُمْ، فَإِنْ أَرَادُوا قَلْعَ الزَّرْعِ لَمْ يُجْبَرُوا عَلَى الْعَمَلِ لِمَا بَيَّنَّا، وَالْمَالِكُ عَلَى الْخِيَارَاتِ الثَّلَاثِ لِمَا بَيَّنَّا.

اور جب زمین کے مالک نے کچی فصل کٹوانا چاہی تو اس کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ اس میں کاشتکار کا نقصان ہے۔ اور جب مزارع کچی فصل کٹوانا چاہے تو مالک زمین سے کہا جائے گا کہ کھیتی کو کٹوالے اس کے بعد وہ ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہو جائے گی۔ یا پھر مزارع کو وہ اس کا حصہ ادا کرے۔ یا پھر تم کھیتی میں خرچ کرو۔ اور مزارع کے کچھ حصے میں تم کچھ خرچ کرو گے تو اس کو واپس لے لینا۔ کیونکہ مزارع جب کام سے رک جائے گا تو اس کو مجبور نہ کیا جائے گا کیونکہ عقد کو ختم کرنے والی چیز کے بعد بھی عقد باقی رکھنے میں مزارع کے لئے مہربانی ہے۔ جبکہ اس کو وہ خود چھوڑنے والا ہے۔ جبکہ مالک زمین کو ان خیارات میں اختیار ہوگا کیونکہ وہ ہر اختیار کے سبب نقصان کو دور کر سکتا ہے۔

اور جب کھیتی کے اُگ جانے کے بعد مزارع فوت ہو گیا ہے اور اس کے ورثاء نے کہا ہے کہ کھیتی کی کٹائی تک اس میں ہم کام کریں گے۔ اور مالک زمین نے اس پر انکار کر دیا ہے تو ورثاء کے لئے کام کرنے کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ زمین کے مالک کا اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اور ورثاء کو کام کرنے میں کوئی اجرت نہ ملے گی۔ کیونکہ ہم نے مہربانی کے سبب اس عقد کو باقی رہنے دیا ہے۔ اور اس کے بعد جب وہ فصل کو کاٹنا چاہیں تو ان کو کام پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں، جبکہ زمین کا مالک انہی تین اختیارات کا مالک ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

فصل کٹوائی کی اجرت دونوں پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَكَذٰلِكَ أُجْرَةُ الْحَصَادِ وَالرِّفَاعِ وَالدِّيَاسِ وَالتَّذْرِيَةِ عَلَيْهِمَا بِالْحِصَصِ. فَإِنْ شَرَطَاهُ فِي الْمُزَارَعَةِ عَلَى الْعَامِلِ فَسَدَتْ) وَهٰذَا الْحُكْمُ لَيْسَ بِمُخْتَصٍّ بِمَا ذُكِرَ مِنَ الصُّورَةِ وَهُوَ انْقِضَاءُ الْمُدَّةِ وَالزَّرْعُ لَمْ يُدْرِكْ بَلْ هُوَ عَامٌّ فِي جَمِيعِ الْمُزَارَعَاتِ.

وَوَجْهُ ذٰلِكَ أَنَّ الْعَقْدَ يَتَنَاهَى بِتَنَاهِي الزَّرْعِ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ فَيَبْقَى مَالٌ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمَا وَلَا عَقْدَ فَيَجِبُ مُؤْنَتُهُ عَلَيْهِمَا.

اور اسی طرح فصل کی کٹائی، کھلیان بنانے اور گاہنے اور پیداوار کو بھوسہ سے الگ کرنے کی مزدوری ان پر دونوں کے حصہ کے حساب سے ہوگی۔ اور اس کے بعد جب عقد کرنے والوں نے مزارعت میں ان چیزوں کو شرط کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ تو اس طرح مزارعت فاسد ہو جائے گی۔ اور یہ حکم صرف اسی صورت کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام قسم کی

مزارعت میں داخل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کھیتی کے پک جانے کے ساتھ مقصد حاصل ہو جانے کی وجہ سے عقد مکمل ہو جاتا ہے۔ اور عقد کرنے والوں کے درمیان میں مال مشترکہ بچ جاتا ہے اور اسکے سوا کوئی عقد نہیں رہتا کیونکہ اس کا خرچ انہی دونوں پر ہے۔

عقد مزارعت میں غیر متقاضی شرط کے ہونے کا بیان

وَإِذَا شَرَطَ فِي الْعَقْدِ ذَلِكَ وَلَا يَقْتَضِيهِ وَفِيهِ مَنْفَعَةٌ لِأَحَدِهِمَا يُفْسِدُ الْعَقْدَ كَشَرْطِ الْحَمْلِ أَوْ الطَّحْنِ عَلَى الْعَامِلِ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجُوزُ إِذَا شَرَطَ ذَلِكَ عَلَى الْعَامِلِ لِلتَّعَامُلِ اعْتِبَارًا بِالِاسْتِصْنَاعِ وَهُوَ اخْتِيَارُ مَشَايِخِ بَلْخٍ .

قَالَ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيُّ : هَذَا هُوَ الْأَصَحُّ فِي دِيَارِنَا .فَالْحَاصِلُ أَنَّ مَا كَانَ مِنْ عَمَلٍ قَبْلَ الْإِدْرَاكِ كَالسَّقْيِ وَالْحِفْظِ فَهُوَ عَلَى الْعَامِلِ، وَمَا كَانَ مِنْهُ بَعْدَ الْإِدْرَاكِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ فَهُوَ عَلَيْهِمَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَالْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ وَأَشْبَاهِهِمَا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَمَا كَانَ بَعْدَ الْقِسْمَةِ فَهُوَ عَلَيْهِمَا .

وَالْمُعَامَلَةُ عَلَى قِيَاسِ هَذَا مَا كَانَ قَبْلَ إِدْرَاكِ الثَّمَرِ مِنْ السَّقْيِ وَالتَّلْقِيحِ وَالْحِفْظِ فَهُوَ عَلَى الْعَامِلِ، وَمَا كَانَ بَعْدَ الْإِدْرَاكِ كَالْجِدَادِ وَالْحِفْظِ فَهُوَ عَلَيْهِمَا ؛ وَلَوْ شَرَطَ الْجِدَادَ عَلَى الْعَامِلِ لَا يَجُوزُ بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّهُ لَا عُرْفَ فِيهِ .

وَمَا كَانَ بَعْدَ الْقِسْمَةِ فَهُوَ عَلَيْهِمَا لِأَنَّهُ مَالٌ مُشْتَرَكٌ وَلَا عَقْدَ، وَلَوْ شَرَطَ الْحَصَادَ فِي الزَّرْعِ عَلَى رَبِّ الْأَرْضِ لَا يَجُوزُ بِالْإِجْمَاعِ لِعَدَمِ الْعُرْفِ فِيهِ، وَلَوْ أَرَادَا فَصْلَ الْقَصِيلِ أَوْ جَدَّ التَّمْرِ بُسْرًا أَوْ الْتِقَاطَ الرُّطَبِ فَذَلِكَ عَلَيْهِمَا لِأَنَّهُمَا أَنْهَيَا الْعَقْدَ لَمَّا عَزَمَا عَلَى الْفَصْلِ وَالْجِدَادِ بُسْرًا فَصَارَ كَمَا بَعْدَ الْإِدْرَاكِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اور جب مزارعت کے عقد کو کسی ایسی چیز کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے جو عقد میں تقاضہ کرنے والی نہیں ہے اور اس میں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کو فائدہ ہو تو وہ عقد فاسد ہو جائے گا۔ جس طرح اٹھا کر لانے اور پیسنے کی شرط عامل پر ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب یہ عامل پر مشروط ہے تو اس کو استصناع پر قیاس کرتے ہوئے درست قرار دیا جائے گا۔ اور مشائخ بلخ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے علاقوں میں زیادہ صحیح یہی ہے۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کام کھیتی کے پک جانے سے قبل ہے جس طرح پانی لگانا اور فصل کی حفاظت کرنا ہے۔ تو وہ عامل کے ذمہ داری ہے اور جو کام فصل پک جانے کے بعد

اور تقسیم سے پہلے ہے ظاہر الروایت کے مطابق وہ ان دونوں پر ہوگا۔ اور جو کام فصل پک جانے کے بعد کا ہے جس طرح پھل توڑنا ہے۔ اور ان کی حفاظت کرنا ہے تو یہ ان دونوں کی ذمہ داری پر ہے۔

اور اکیلے عامل کے لئے پھل توڑنے شرط لگائی ہے تو یہ باتفاق جائز نہ ہوگا کیونکہ اس میں کوئی رواج نہیں ہے۔ اور وہ کام جو تقسیم کے بعد ہے۔ وہ دونوں عقد کرنے والوں پر ہے۔ کیونکہ وہ مال مشترکہ ہے۔ وہ عقد نہیں ہے۔ اور جب کھیتی کی کٹائی میں شرط زمین والے نے لگائی ہے تو یہ بھی باتفاق درست نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں کوئی عرف نہیں ہے۔ اور جب عقد کرنے والوں نے کچی کھیتی کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے یا گدارائی ہوئی کھجور کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے یا کچی کھجور کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے تو یہ کام ان دونوں کے ذمہ پر ہوگا کیونکہ جس وقت ان دونوں نے کچی کھیتی کو کاٹنے اور گدرائی ہوئی کھجور کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے تو پس اس طرح عقد ختم ہو چکا ہے پس یہ فصل پکنے کے بعد والے حکم کی طرح ہو جائے گا۔

كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

﴿یہ کتاب مساقات کے بیان میں ہے﴾

کتاب مساقات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے مزارعت کی کتاب کے بعد مساقات کی کتاب کو بیان کیا ہے۔ اس کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ مزارعت میں لوگوں کو کثرت سے واسطہ پڑتا ہے۔اور کتاب مزارعت کی فقہی جزئیات کتاب مساقات سے زائد ہیں اس لئے کتاب مزارعت کو مقدم ذکر کیا ہے اور کتاب مساقات کو مزارعت کے بعد میں ذکر کیا ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، کتاب مساقات، حقانیہ ملتان)

مساقات کا فقہی مفہوم

اور کسی شخص کا باغ یا درخت کسی کو اس لیے دینا کہ اس کی خدمت کرے اور جو کچھ اوس سے پیداوار ہوگی اس کا ایک حصہ کام کرنے والے کو اور ایک حصہ مالک کو دیا جائے گا اس کو مساقاۃ کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام معاملہ بھی ہے جس طرح حضور اقدس ﷺ نے فتح خیبر کے بعد وہاں کے باغات یہودیوں کو دے دیے تھے کہ ان باغات کے کام کریں اور جو کچھ پھل ہوں گے اون میں سے نصف اون کو دیے جائیں گے۔جس طرح مزازعت جائز ہے معاملہ بھی جائز ہے۔

جواز مساقات کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے خیبر کی کھجوروں کے درخت اور وہاں کی زمین اس شرط پر خیبر کے یہودیوں کے حوالہ کر دی کہ وہ اس میں اپنی جان اور اپنا مال لگائیں اور اس کا آدھا پھل رسول کریم ﷺ کے لئے ہوگا۔

(مسلم، مشکوۃ شریف، جلد سوم، حدیث نمبر 192)

اور بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خیبر کو یعنی وہاں کی زمین اور درخت کو اس شرط پر خیبر کے یہودیوں کے حوالہ کر دیا تھا کہ وہ اس میں محنت کریں اور کاشت کاری کریں اور پھر اس کی پیداوار کا آدھا حصہ یہودیوں کا حق ہوگا اور آدھا حصہ آنحضرت ﷺ لے لیں گے۔

خیبر ایک بستی کا نام ہے جو مدینہ سے تقریباً ۶۰ میل شمال میں ایک حرے کے درمیان واقع ہے پہلے یہ ایک مشہور مقام رہ چکا ہے جہاں یہودیوں کی بود و باش تھی لیکن اب یہ بستی چند گاؤں کا مجموعہ ہے چونکہ اس کی آب و ہوا اچھی نہیں ہے اس لئے یہاں لوگ

اقامت اختیار کرتے ہوئے گھبراتے ہیں اس کے علاقہ میں کھجور وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے۔

بہر حال یہ حدیث علاوہ امام اعظم ابوحنیفہ کے تمام علماء کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ مساقات ومزارعت جائز ہے حضرت امام اعظم یہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی زمین اور درختوں کو وہاں کے یہودیوں کو دینا مساقات ومزارعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کیونکہ خیبر کی زمین اور وہاں کے درخت آنحضرت ﷺ کی ملکیت میں نہیں تھے کہ آپ ﷺ بطور مساقات ومزارعت وہاں کے یہودیوں کو دیتے بلکہ وہ زمین بھی یہودیوں ہی کی ملکیت تھی اور وہاں کے درختوں کے مالک بھی یہودی ہی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی املاک کو انہیں کے حوالے کیا اور اس کی پیداوار کا نصف بطور خراج اپنے لئے مقرر فرمایا چنانچہ خراج کی دو قسمیں ہیں (۱) خراج مؤظف (۲) خراج مقاسمت۔

خراج مؤظف کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اسلامی مملکت کی طرف سے جن لوگوں پر خراج عائد کیا جاتا ہے ان سے سربراہ مملکت ہر سال کچھ مال لینا مقرر کر لیتا ہے جیسا کہ اہل نجران سے ہر سال بارہ سو حلے یعنی جوڑے لئے جاتے تھے۔

خراج مقاسمت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جن لوگوں پر خراج عائد کیا جاتا ہے ان کی زمین کی پیداوار ان لوگوں اور اسلامی حکومت کی درمیان کسی مقررہ مقدار میں تقسیم ہوتی ہے جیسا کہ اہل خیبر کے ساتھ ہوا کہ ان کی زمین اور درختوں کی نصف پیداوار آنحضرت ﷺ لے لیتے تھے۔

جواز مساقات کی شرائط کا بیان

اور اس کے جواز کے شرائط یہ ہیں۔ (۱) عاقدین کا عاقل ہونا (۲) جو پیداوار ہو وہ دونوں میں مشترک ہو اور اگر فقط ایک کے لیے پیداوار مخصوص کر دی گئی تو عقد فاسد ہے (۳) ہر ایک کا حصہ مشاع ہو جس کی مقدار معلوم ہو مثلاً نصف یا تہائی یا چوتھائی۔ (۴) باغ یا درخت عامل کو سپرد کر دینا یعنی مالک کا قبضہ اوس پر نہ رہے۔ اور اگر یہ قرار پایا کہ مالک بھی اوس میں کام کریگا تو معاملہ فاسد ہے۔ (۵) جو درخت مساقاۃ کے طور پر دیے گئے وہ ایسے ہوں کہ عامل کے کام کرنے سے اوس میں زیادتی ہو سکے یعنی اگر پھل پورے ہو چکے جتنا بڑھنا تھا بڑھ چکے صرف پکنا ہی باقی رہ گیا ہے تو یہ عقد صحیح نہیں۔ بعض شرائط ایسے ہیں جن کی وجہ سے معاملہ فاسد ہو جائے گا مثلاً یہ کہ کل پیداوار ایک کو ملے گی یا پیداوار میں سے اتنا مالک یا عامل لے گا اوس کے بعد نصف نصف تقسیم ہوگی۔ عامل کے ذمہ پھل توڑنا وغیرہ جو کام پھل طیار ہونے کے بعد ہوتے ہیں شرط کر دینا یا یہ کہ تقسیم کے بعد عامل اون کی حفاظت کرے یا مالک کے مکان پر پہنچائے۔ ایسے کسی کام کی شرط کر دینا جس کی منفعت مدت معاملہ پوری ہونے کے بعد باقی رہے مثلاً پیڑوں میں کھات ڈالنا انگوروں کے لیے چھپر بنانا باغ کی زمین کھودنا یا اس میں نئے پودے لگانا ہیں۔ معاملہ اونھیں پیڑوں کا ہو سکتا ہے جو ایک سال یا زیادہ تک باقی رہ سکیں اور جو ایسے نہیں ہیں اون کا معاملہ جائز نہیں۔ بیگن اور مرچ کے درختوں میں معاملہ ہو سکتا ہے کہ یہ مدتوں باقی رہتے اور پھلتے رہتے ہیں۔ (فتاویٰ شامی، کتاب مزارعت، بیروت)

جز ثمر کے ساتھ مساقات کے باطل ہونے کا بیان

(قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ : الْمُسَاقَاةُ بِجُزْءٍ مِنَ الثَّمَرِ بَاطِلَةٌ، وَقَالَا : جَائِزَةٌ إِذَا ذَكَرَ مُدَّةً مَعْلُومَةً

وَسَمّٰى جُزْءًا مِنَ الثَّمَرِ مُشَاعًا) وَالْمُسَاقَاةُ : هِيَ الْمُعَامَلَةُ وَالْكَلَامُ فِيهَا كَالْكَلَامِ فِي الْمُزَارَعَةِ ۔ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : الْمُعَامَلَةُ جَائِزَةٌ، وَلَا تَجُوزُ الْمُزَارَعَةُ إِلَّا تَبَعًا لِلْمُعَامَلَةِ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِي هٰذَا الْمُضَارَبَةُ، وَالْمُعَامَلَةُ اَشْبَهُ بِهَا لِاَنَّ فِيهِ شَرِكَةً فِي الزِّيَادَةِ دُوْنَ الْاَصْلِ ۔ وَفِي الْمُزَارَعَةِ لَوْ شَرَطَا الشَّرِكَةَ فِي الرِّبْحِ دُوْنَ الْبَذْرِ بِاَنْ شَرَطَا رَفْعَهُ مِنْ رَاْسِ الْخَارِجِ تَفْسُدُ، فَجَعَلْنَا الْمُعَامَلَةَ اَصْلًا، وَجَوَّزْنَا الْمُزَارَعَةَ تَبَعًا لَهَا كَالشُّرْبِ فِي بَيْعِ الْاَرْضِ وَالْمَنْقُوْلِ فِي وَقْفِ الْعَقَارِ، وَشَرْطُ الْمُدَّةِ قِيَاسٌ فِيهَا لِاَنَّهَا إِجَارَةٌ مَعْنًى كَمَا فِي الْمُزَارَعَةِ ۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پھل کے کسی حصے کے ساتھ مساقات کرنا باطل ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے اس کی مدت کو بیان کردیا جائے اور پھل کا کوئی حصہ شیوع کے طور پر متعین کیا جائے۔ اور درختوں کے معاملے کا نام مساقات ہے اور اس کی بحث مزارعت کی طرح ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مساقات جائز ہیں اور مزارعت مساقات کے تابع ہو کر جائز ہے۔ کیونکہ اس میں قانون مضاربت ہے۔ اور مساقات اس کے مشابہ زیادہ ہے۔ کیونکہ مساقات میں زیادتی کے ساتھ شرکت ہوا کرتی ہے۔ جبکہ اصل میں نہیں ہے۔

اور مزارعت میں جب صرف بیج کے علاوہ نفع میں شرکت کے ساتھ مشروط کیا جائے کہ پیداوار کو اٹھانے میں شرط لگائی جائے تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔ پس اسی دلیل کے سبب ہم نے مساقات کو اصل قرار دیا ہے۔ اور اسی کے تابع کرتے ہوئے مزارعت کو اس کے تابع کردیا ہے۔ جس طرح زمین کی بیع میں شرب اور زمین کے وقف میں منقولہ چیز ہے۔ اور مساقات کی مدت کو شرط پر قیاس کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اجارت کے حکم میں ہے جو مزارعت اجارہ کے حکم میں ہے۔

مدت بیان نہ کرنے میں بطور استحسان مساقات کے جواز کا بیان

وَفِي الْاِسْتِحْسَانِ : إِذَا لَمْ يُبَيِّنِ الْمُدَّةَ يَجُوْزُ وَيَقَعُ عَلٰى اَوَّلِ ثَمَرٍ يَخْرُجُ، لِاَنَّ الثَّمَرَ لِاِدْرَاكِهَا وَقْتٌ مَعْلُوْمٌ وَقَلَّمَا يَتَفَاوَتُ وَيَدْخُلُ فِيمَا مَا هُوَ الْمُتَيَقَّنُ، وَاِدْرَاكُ الْبَذْرِ فِي اُصُوْلِ الرَّطْبَةِ فِي هٰذَا بِمَنْزِلَةِ اِدْرَاكِ الثِّمَارِ، لِاَنَّ لَهُ نِهَايَةً مَعْلُوْمَةً فَلَا يُشْتَرَطُ بَيَانُ الْمُدَّةِ، بِخِلَافِ الزَّرْعِ لِاَنَّ اِبْتِدَاءَهُ يَخْتَلِفُ كَثِيرًا خَرِيفًا وَصَيْفًا وَرَبِيعًا، وَالْاِنْتِهَاءُ بِنَاءٌ عَلَيْهِ فَتَدْخُلُهُ الْجَهَالَةُ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا دَفَعَ إِلَيْهِ غَرْسًا قَدْ عَلِقَ وَلَمْ يَبْلُغِ الثَّمَرَ مُعَامَلَةً حَيْثُ لَا يَجُوْزُ إِلَّا بِبَيَانِ الْمُدَّةِ لِاَنَّهُ يَتَفَاوَتُ بِقُوَّةِ الْاَرَاضِي وَضَعْفِهَا تَفَاوُتًا فَاحِشًا، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا دَفَعَ نَخِيلًا اَوْ اُصُوْلَ رُطْبَةٍ عَلٰى اَنْ يَقُوْمَ عَلَيْهَا اَوْ اَطْلَقَ فِي الرُّطْبَةِ تَفْسُدُ الْمُعَامَلَةُ، لِاَنَّهُ لَيْسَ لِذٰلِكَ نِهَايَةٌ مَعْلُوْمَةٌ، لِاَنَّهَا تَنْمُو مَا تُرِكَتْ فِي الْاَرْضِ فَجُهِلَتِ الْمُدَّةُ (وَيُشْتَرَطُ تَسْمِيَةُ الْجُزْءِ مُشَاعًا) لِمَا بَيَّنَّا

فِي الْمُزَارَعَةِ إِذْ شَرْطُ جُزْءٍ مُعَيَّنٍ يَقْطَعُ الشَّرِكَةَ .

اور اگر مساقات میں مدت بیان نہیں کی ہے تو یہ استحسان کے جائز ہے۔ اور پہلے پیدا شدہ پھلوں پر عقد واقع ہو جائے گا۔ کیونکہ پھل ایک مقررہ وقت پر پک جاتے ہیں۔ جس میں تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے۔ اور مساقات میں وہ پھل شامل ہیں جو یقینی ہیں۔

اور بریسم کی جڑوں میں بیج کا پک جانا یہ بھی مدت بیان کیے بغیر والے پھلوں کے حکم میں ہے۔ کیونکہ بیج کے پک جانے انتہائی مدت معین ہے۔ پس مدت کو بیان کرنا یہ شرط نہ ہوگا۔ بہ خلاف اس کھیتی کے کیونکہ وہ گرمی و سردی (بہار) کے موسم میں مختلف ہوتی رہتی ہے۔ اور کسی چیز کی انتہاء یہ ابتداء کی بناء پر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس طرح کھیتی میں جہالت داخل ہو جائے گی۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے بھی خلاف ہے کہ جب کسی شخص نے مساقات نکے طور پر کسی کو درخت دیا ہے اور وہ اُگ آیا ہے لیکن وہ پھل دینے کی حد کو نہ پہنچا ہو۔ تو ایسی صورت مدت کو بیان کرنے کے سوا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ زمین کے طاقتور ہونے یا کمزور ہونے کی وجہ سے بہت فرق ہوتا ہے۔ اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے بھی خلاف ہے کہ جب کھجور یا بریسم کی جڑوں کو اپنی نگہداشت کی شرط دے دیا جائے۔ یا پھر اس نے مطلق طور پر بریسم کو دیا ہے تو بھی مساقات فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کی کوئی انتہاء بھی معین نہیں ہے جب تک زمین رہے گی بریسم کا اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ تو اس طرح یہ مدت نہ معلوم رہے گی۔ جبکہ شیوع کے طور پر ایک حصے کو معین کرنا شرط ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم مزارعت میں بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ معینہ جز کی شرط یہ شرکت کو ختم کرنے والی ہے۔

فوات مقصود والی مدت کے سبب مساقات کے فاسد ہونے کا بیان

(فَإِنْ سَمَّيَا فِي الْمُعَامَلَةِ وَقْتًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَخْرُجُ الثَّمَرُ فِيهَا فَسَدَتْ الْمُعَامَلَةُ) لِفَوَاتِ الْمَقْصُودِ وَهُوَ الشَّرِكَةُ فِي الْخَارِجِ (وَلَوْ سَمَّيَا مُدَّةً قَدْ يَبْلُغُ الثَّمَرُ فِيهَا وَقَدْ يَتَأَخَّرُ عَنْهَا جَازَتْ) لِأَنَّا لَا نَتَيَقَّنُ بِفَوَاتِ الْمَقْصُودِ، ثُمَّ لَوْ خَرَجَ فِي الْوَقْتِ الْمُسَمَّى فَهُوَ عَلَى الشَّرِكَةِ لِصِحَّةِ الْعَقْدِ، وَإِنْ تَأَخَّرَ فَلِلْعَامِلِ أَجْرُ الْمِثْلِ لِفَسَادِ الْعَقْدِ لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ الْخَطَأُ فِي الْمُدَّةِ الْمُسَمَّاةِ فَصَارَ كَمَا إِذَا عَلِمَ ذَلِكَ فِي الِابْتِدَاءِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَخْرُجْ أَصْلًا لِأَنَّ الذَّهَابَ بِآفَةٍ فَلَا يَتَبَيَّنُ فَسَادُ الْمُدَّةِ فَيَبْقَى الْعَقْدُ صَحِيحًا، وَلَا شَيْءَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ

اور جب ان دونوں عقد کرنے والوں نے مساقات کے لئے کوئی ایسا ٹائم مقرر کیا ہے کہ وہ مدت معلوم ہے لیکن اس مدت میں پھل نہیں پک سکیں گے تو مقصد فوت ہونے کی وجہ سے مساقات فاسد ہو جائے گا۔ اور جب انہوں نے ایسی مدت کا معین کیا ہے جس میں بعض اوقات پھل پک جاتا ہے اور بعض اوقات اس میں دیر ہو جاتی ہے۔ تو عقد کے درست ہونے کی وجہ سے وہ شرکت کے مطابق ہوگا۔ اور جب وہ مؤخر ہوا ہے فساد عقد کے سبب عامل کو مثلی مزدوری ملے گی۔ کیونکہ معین کردہ مدت میں غلطی واضح

ہو چکی ہے۔ لہذا یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ کہ جس طرح شروع سے اس کا علم ہی نہ ہو۔ اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب پھل بالکل ظاہر ہی نہ ہوں۔ کیونکہ پھل کا ختم ہو جانا یہ سماوی آفت کے سبب سے ہے۔ پس مدت کا فساد ظاہر نہ ہوگا۔ اور عقد سلامتی کے ساتھ باقی رہ جائے گا۔ اور دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لئے بھی کچھ لینے کا اختیار نہ ہوگا۔

عمومی طور پائے جانے والے درختوں میں جواز مساقات کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ الْمُسَاقَاةُ فِي النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَالْكَرْمِ وَالرِّطَابِ وَأُصُولِ الْبَاذِنْجَانِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الْجَدِيدِ: لَا تَجُوزُ إلَّا فِي الْكَرْمِ وَالنَّخْلِ، لِأَنَّ جَوَازَهَا بِالْأَثَرِ وَقَدْ خَصَّهُمَا وَهُوَ حَدِيثُ خَيْبَرَ.

وَلَنَا أَنَّ الْجَوَازَ لِلْحَاجَةِ وَقَدْ عَمَّتْ، وَأَثَرُ خَيْبَرَ لَا يَخُصُّهُمَا لِأَنَّ أَهْلَهَا كَانُوا يَعْمَلُونَ فِي الْأَشْجَارِ وَالرِّطَابِ أَيْضًا، وَلَوْ كَانَ كَمَا زَعَمَ فَالْأَصْلُ فِي النُّصُوصِ أَنْ تَكُونَ مَعْلُولَةً سِيَّمَا عَلَى أَصْلِهِ (وَلَيْسَ لِصَاحِبِ الْكَرْمِ أَنْ يُخْرِجَ الْعَامِلَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ) لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ عَلَيْهِ فِي الْوَفَاءِ بِالْعَقْدِ (وَكَذَا لَيْسَ لِلْعَامِلِ أَنْ يَتْرُكَ الْعَمَلَ بِغَيْرِ عُذْرٍ) بِخِلَافِ الْمُزَارَعَةِ بِالْإِضَافَةِ إلَى صَاحِبِ الْبَذْرِ عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ.

قَالَ (فَإِنْ دَفَعَ نَخْلًا فِيهِ تَمْرٌ مُسَاقَاةً وَالتَّمْرُ يَزِيدُ بِالْعَمَلِ جَازَ وَإِنْ كَانَتْ قَدْ انْتَهَتْ لَمْ يَجُزْ) وَكَذَا عَلَى هَذَا إذَا دَفَعَ الزَّرْعَ وَهُوَ بَقْلٌ جَازَ، وَلَوْ اُسْتُحْصِدَ وَأَدْرَكَ لَمْ يَجُزْ، لِأَنَّ الْعَامِلَ إنَّمَا يَسْتَحِقُّ بِالْعَمَلِ، وَلَا أَثَرَ لِلْعَمَلِ بَعْدَ التَّنَاهِي وَالْإِدْرَاكِ، فَلَوْ جَوَّزْنَاهُ لَكَانَ اسْتِحْقَاقًا بِغَيْرِ عَمَلٍ وَلَمْ يَرِدْ بِهِ الشَّرْعُ، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ ذَلِكَ لِتَحَقُّقِ الْحَاجَةِ إلَى الْعَمَلِ.

کھجور کے درختوں، عمومی درختوں، انگور، سبزیوں اور بینگن کے درختوں میں مساقات کرنا جائز ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مساقات صرف کھجور اور انگور میں جائز ہے۔ کیونکہ ان میں مساقات حدیث سے ثابت ہے۔ اور اس میں ان دونوں کو خاص کیا گیا ہے۔ اور وہ حدیث، حدیث خیبر ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مساقات کا جواز یہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور ضرورت عام ہے اور حدیث خیبر یہ کھجور اور انگور کو خاص کرنے والی نہیں ہے۔ کیونکہ اہل خیبر درختوں اور سبزیوں کی مساقات بھی تو کرتے تھے۔ اور اگر یہ مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح فقہ شافعی والوں نے بیان کیا ہے تو نصوص کا علت کے معلول ہونا یہ ان کی اصل ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور خاص طور پر یہ اصل امام شافعی علیہ الرحمہ کے موافق ہے۔

اور کسی مالک انگور کو سوائے کسی مجبوری کے عامل کو نکال دینے کا حق نہ ہوگا۔ کیونکہ عقد مکمل ہونے کے سبب اس کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ اور اسی طرح کسی مجبوری کے سوا عامل کو بھی کام کو ترک کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ جبکہ مزارعت میں بیج والے کا مسئلہ اس کے

خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں بیج والے کی جانب نسبت کی گئی ہے۔ اور اس کی تفصیل ہم بیان کر آئے ہیں۔
اور جب مساقات میں کھجور کے درخت نے پھل دیا ہے اور کام کرنے کے سبب کھجوروں میں اضافہ ہوا ہے۔ تو یہ جائز ہے۔
اور جب یہ کھجوریں انتہاء کو پہنچ گئی ہیں تو اب جائز نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جب کچی کھیتی دی اور وہ کھیتی کٹائی کے قابل نہ ہوئی اور جب وہ پک جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ کام کرنے کے سبب عامل مزدوری کا حقدار بنتا ہے۔ جبکہ انتہاء تک پہنچ جانے اور پک جانے کے بعد کام کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اگر ہم اس کو جائز قرار دیں تو یہ کام کرنے کے سوا حقدار بنتا ہے۔ جس کی شریعت میں کوئی اجازت نہیں ہے۔ جبکہ یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب وہ انتہاء تک پہنچنے سے پہلے والی صورت ہو۔ کیونکہ وہاں کام کی ضرورت ہے۔

فاسد مساقات پر عامل کو مثلی اجرت دینے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا فَسَدَتْ الْمُسَاقَاةُ فَلِلْعَامِلِ أَجْرُ مِثْلِهِ) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ، وَصَارَ كَالْمُزَارَعَةِ إذَا فَسَدَتْ .

قَالَ (وَتَبْطُلُ الْمُسَاقَاةُ بِالْمَوْتِ) لِأَنَّهَا فِي مَعْنَى الْإِجَارَةِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِيهَا، فَإِنْ مَاتَ رَبُّ الْأَرْضِ وَالْخَارِجُ بُسْرٌ فَلِلْعَامِلِ أَنْ يَقُومَ عَلَيْهِ كَمَا كَانَ يَقُومُ قَبْلَ ذَلِكَ إلَى أَنْ يُدْرِكَ الثَّمَرَ، وَإِنْ كَرِهَ ذَلِكَ وَرَثَةُ رَبِّ الْأَرْضِ اسْتِحْسَانًا فَيَبْقَى الْعَقْدُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ، وَلَا ضَرَرَ فِيهِ عَلَى الْآخَرِ (وَلَوْ الْتَزَمَ الْعَامِلُ الضَّرَرَ يَتَخَيَّرُ وَرَثَةُ الْآخَرِ بَيْنَ أَنْ يَقْسِمُوا الْبُسْرَ عَلَى الشَّرْطِ وَبَيْنَ أَنْ يُعْطُوهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ مِنْ الْبُسْرِ وَبَيْنَ أَنْ يُنْفِقُوا عَلَى الْبُسْرِ حَتَّى يَبْلُغَ فَيَرْجِعُوا بِذَلِكَ فِي حِصَّةِ الْعَامِلِ مِنْ الثَّمَرِ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ إلْحَاقُ الضَّرَرِ بِهِمْ)، وَقَدْ بَيَّنَّا نَظِيرَهُ فِي الْمُزَارَعَةِ (وَلَوْ مَاتَ الْعَامِلُ فَلِوَرَثَتِهِ أَنْ يَقُومُوا عَلَيْهِ وَإِنْ كَرِهَ رَبُّ الْأَرْضِ) لِأَنَّ فِيهِ النَّظَرَ مِنْ الْجَانِبَيْنِ (فَإِنْ أَرَادُوا أَنْ يَصْرِمُوهُ بُسْرًا كَانَ صَاحِبُ الْأَرْضِ بَيْنَ الْخِيَارَاتِ الثَّلَاثَةِ) الَّتِي بَيَّنَّاهَا .

اور جب مساقات فاسد ہو جائے تو عامل کو مثلی مزدوری ملے گی۔ کیونکہ یہ فاسد اجارے کے حکم میں ہے۔ اور فاسد مساقات یہ فاسد مزارعت کی طرح ہے۔

اور موت کے سبب عقد مساقات باطل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اجارے کے حکم میں ہے اور اجارہ میں ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔
اور جب مالک زمین فوت ہوا اور پیداوار ابھی گدرائی ہوئی ہے۔ تو عامل کے لئے یہ حکم ہوگا کہ وہ فصل کے پک جانے تک حسب معمول اس کی نگرانی کرے۔ خواہ مالک کے ورثاء اس کو پسند نہ کریں اور یہ حکم دلیل استحسان کے مطابق ہے۔ پس عامل سے نقصان کو دور کرنے کے لئے یہ عقد باقی رہے گا۔ کیونکہ اس میں دوسرا کوئی نقصان نہیں ہے۔
اور جب عامل نقصان کو لازم کرے تو دیگر ورثاء شرط گدر پر تقسیم کرنے میں عامل کو اس کے حصے کی قیمت دینے میں مختار ہوں

گے۔اس گدر کے پکنے تک اس کا خرچہ دینے اوراس کے بعد عامل کے حصہ کے مطابق کھجور لینے کے درمیان بھی اختیار میں ہوں گے۔کیونکہ عامل کے لئے مالک زمین کے ورثاء کو نقصان دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔اوراس کی مثال ہم مزارعت میں بیان کر آئے ہیں۔

اور جب عامل فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو نگرانی کرنے کا اختیار ہوگا۔اگر چہ مالک زمین اسکو پسند نہ کرے کیونکہ یہ دونوں کی جانب سے رعایت ہے۔اوراگر عامل کے ورثاء گدرائے ہوئے پھل کو لینا چاہیں تو زمین کا مالک انہی تین قسم اختیارات میں رہے گا جن کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

انتقال عاقدین کے سبب ورثاء عامل کے اختیار کا بیان

(وَإِنْ مَاتَا جَمِيْعًا فَالْخِيَارُ لِوَرَثَةِ الْعَامِلِ) لِقِيَامِهِمْ مَقَامَهُ، وَهٰذَا خِلَافَةٌ فِيْ حَقٍّ مَالِيٍّ وَهُوَ تَرْكُ الثِّمَارِ عَلَى الْأَشْجَارِ إِلٰى وَقْتِ الْإِدْرَاكِ لَا أَنْ يَكُوْنَ وَارِثَهُ فِي الْخِيَارِ (فَإِنْ أَبَى وَرَثَةُ الْعَامِلِ أَنْ يَقُوْمُوْا عَلَيْهِ كَانَ الْخِيَارُ فِيْ ذٰلِكَ لِوَرَثَةِ رَبِّ الْأَرْضِ) عَلٰى مَا وَصَفْنَا .

اور جب دونوں عقد مساقات کرنے والے فوت ہو جائیں تو اس عامل کے ورثاء کو اختیار ہوگا کیونکہ وہی اس کے نائب ہیں۔اور یہ حق مالی نیابت میں ہے۔اور یہ حق پھلوں کے پکنے تک ان کو درختوں پر رہنے دینا ہے۔کیونکہ خیار میں وراثت نہیں ہوتی۔مگر جب عامل کے ورثاء اس کی نگرانی سے انکار کر دیں تو اب اس میں مالک زمین کے ورثاء کے لئے اختیار ہوگا۔جس کو ہم بیان کر آئے ہیں

مدت معاملہ ختم ہونے پر پھلوں کی نگرانی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْمُعَامَلَةِ وَالْخَارِجُ بُسْرٌ أَخْضَرُ فَهٰذَا وَالْأَوَّلُ سَوَاءٌ ، وَلِلْعَامِلِ أَنْ يَقُوْمَ عَلَيْهَا إِلٰى أَنْ يُدْرِكَ لٰكِنْ بِغَيْرِ أَجْرٍ) لِأَنَّ الشَّجَرَ لَا يَجُوْزُ اسْتِئْجَارُهُ، بِخِلَافِ الْمُزَارَعَةِ فِيْ هٰذَا لِأَنَّ الْأَرْضَ يَجُوْزُ اسْتِئْجَارُهَا، وَكَذٰلِكَ الْعَمَلُ كُلُّهُ عَلَى الْعَامِلِ هَاهُنَا وَفِي الْمُزَارَعَةِ فِيْ هٰذَا عَلَيْهِمَا، لِأَنَّهُ لَمَّا وَجَبَ أَجْرُ مِثْلِ الْأَرْضِ بَعْدَ انْتِهَاءِ الْمُدَّةِ عَلَى الْعَامِلِ لَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْهِ الْعَمَلَ وَهَاهُنَا لَا أَجْرَ فَجَازَ أَنْ يَسْتَحِقَّ الْعَمَلَ كَمَا يَسْتَحِقُّ قَبْلَ انْتِهَائِهَا .

اور جب معاملہ کی مدت ختم ہوگئی ہے اور پھل ابھی گدرائے ہوئے ہیں اور اس طرح یہ پہلی صورت کی طرح ہوگا۔ اوران کے پک جانے تک عامل کو نگرانی کرنے کا اختیار رہے گا۔مگر اجرت نہ ہوگی کیونکہ درختوں کا اجارہ پر لینا جائز نہیں ہے۔جبکہ مزارعت میں اجرت پر لینا جائز ہے۔اوراگر چہ مدت بھی ختم ہو جائے۔کیونکہ زمین کو اجارہ پر لینا درست ہے۔

اور ایسے ہی یہاں پر سارا کام عامل پر ہوگا۔جبکہ مزارعت میں ان دونوں پر ہوا کرتا ہے۔کیونکہ مدت کے ختم ہو جانے کے بعد عامل کو زمین میں کام کرنے پر مثلی مزدوری دی جاتی ہے۔کیونکہ وہ کام کرنے کا حقدار نہیں تھا۔جبکہ یہاں کوئی مزدوری نہیں ہے لہذا

عامل کا کام کے لئے حقدار بننا درست ہوا۔ جس طرح مدت کے ختم ہو جانے سے قبل وہ کام کرنے میں حقدار تھا۔

اعذار کے سبب مساقات کے فسخ ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَتُفْسَخُ بِالْاَعْذَارِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْإِجَارَاتِ، وَقَدْ بَيَّنَّا وُجُوهَ الْعُذْرِ فِيهَا .وَمِنْ جُمْلَتِهَا اَنْ يَكُونَ الْعَامِلُ سَارِقًا يَخَافُ عَلَيْهِ سَرِقَةَ السَّعَفِ وَالثَّمَرِ قَبْلَ الْإِدْرَاكِ لِاَنَّهُ يَلْزَمُ صَاحِبَ الْاَرْضِ ضَرَرًا لَمْ يَلْتَزِمْهُ فَتُفْسَخُ بِهِ .

وَمِنْهَا مَرَضُ الْعَامِلِ اِذَا كَانَ يُضْعِفُهُ عَنِ الْعَمَلِ، لِاَنَّ فِي اِلْزَامِهِ اسْتِئْجَارَ الْاُجَرَاءِ زِيَادَةَ ضَرَرٍ عَلَيْهِ وَلَمْ يَلْتَزِمْهُ فَيُجْعَلُ ذٰلِكَ عُذْرًا، وَلَوْ اَرَادَ الْعَامِلُ تَرْكَ ذٰلِكَ الْعَمَلِ هَلْ يَكُونُ عُذْرًا ؟ فِيهِ رِوَايَتَانِ .وَتَاْوِيلُ اِحْدَاهُمَا اَنْ يَشْتَرِطَ الْعَمَلَ بِيَدِهِ فَيَكُونُ عُذْرًا مِنْ جِهَتِهِ،

اور اعذار کے سبب عقد مساقات ختم ہو جاتا ہے۔ اسی دلیل سبب جس کو ہم اجارات میں بیان کر آئے ہیں۔ اور اجارات میں ہم نے اعذار کے اسباب کو بھی بیان کر دیا ہے۔ اور انہی میں سے ایک عذر یہ ہے کہ جب عامل چور ہے جس کے بارے میں پھل پک جانے سے پہلے اور شاخوں کے پک جانے سے پہلے چوری کا خدشہ ہے کیونکہ اس وجہ سے مالک زمین کو ایسا نقصان لاحق ہوگا جس کو وہ لازم کرنے والا نہ تھا۔ پس اس نقصان کے سبب یہ عقد ختم ہو جائے گا۔

اور اسی طرح جب عامل بیمار ہے اور وہ کام کرنے کے وجہ سے کمزور ہو جائے گا۔ کیونکہ مزدوروں کو مزدوری پر لینے کو لازم کرنے میں عامل زیادہ نقصان ہے۔ جبکہ اس نے اس کو لازم نہیں کیا ہے۔ پس اس کو بھی عذر سمجھا جائے گا۔ اور عامل کے کام کو ترک کرنے میں عذر ہے یا نہیں تو اس میں دو روایات ہیں۔

ان میں سے ایک کا معنی یہ ہے کہ جب کام کی شرط عامل کے ہاتھ سے طے ہوئی ہے تو اب یہ اس کی جانب سے عذر بن جائے گا۔

خالی زمین مقررہ مدت تک درخت لگانے کا بیان

(وَمَنْ دَفَعَ اَرْضًا بَيْضَاءَ اِلَى رَجُلٍ سِنِينَ مَعْلُومَةً يَغْرِسُ فِيهَا شَجَرًا عَلَى اَنْ تَكُونَ الْاَرْضُ وَالشَّجَرُ بَيْنَ رَبِّ الْاَرْضِ وَالْغَارِسِ نِصْفَيْنِ لَمْ يَجُزْ ذٰلِكَ) لِاشْتِرَاطِ الشَّرِكَةِ فِيمَا كَانَ حَاصِلًا قَبْلَ الشَّرِكَةِ لَا بِعَمَلِهِ (وَجَمِيعُ الثَّمَرِ وَالْغَرْسِ لِرَبِّ الْاَرْضِ وَلِلْغَارِسِ قِيمَةُ غَرْسِهِ وَاَجْرُ مِثْلِهِ فِيمَا عَمِلَ) لِاَنَّهُ فِي مَعْنَى قَفِيزِ الطَّحَّانِ : اِذْ هُوَ اسْتِئْجَارٌ بِبَعْضِ مَا يَخْرُجُ مِنْ عَمَلِهِ وَهُوَ نِصْفُ الْبُسْتَانِ فَيَفْسُدُ وَتَعَذَّرَ رَدُّ الْغِرَاسِ لِاتِّصَالِهَا بِالْاَرْضِ فَيَجِبُ قِيمَتُهَا وَاَجْرُ مِثْلِهِ لِاَنَّهُ لَا يَدْخُلُ فِي قِيمَةِ الْغِرَاسِ لِتَقَوُّمِهَا بِنَفْسِهَا وَفِي تَخْرِيجِهَا طَرِيقٌ آخَرُ بَيَّنَّاهُ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى، وَهٰذَا اَصَحُّهُمَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور جس شخص نے مقرر مدت تک کے لئے کسی خالی زمین میں کوئی درخت لگایا ہے۔ اور اس میں شرط یہ لگائی کہ درخت زمین کے مالک اور لگانے والے کے درمیان نصف نصف ہوں گے۔ تو یہ جائز نہ ہوگا۔ تو شرکت اس چیز میں بطور شرط ہے۔ جو شرکت حالانکہ وہ شرکت سے پہلے حاصل ہے۔ جبکہ وہ عامل کے کام کے سبب سے نہیں ہے۔ سارا پھل اور درخت مالک کے لئے ہوگا۔ اور درخت لگانے والے کو ان درختوں کی قیمت اور ان پر کام کرنے کی اجرت مثلی ملے گی۔

کیونکہ یہ قفیز طحان کے حکم میں ہے۔ کیونکہ یہ کام کرنے والے کے عمل سے پیدا ہونے والی بعض چیز کے عوض میں یعنی نصف باغ اجرت پر لینا ہے۔ پس یہ عقد فاسد ہو جائے گا جبکہ درختوں کو واپس کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ زمین سے ملے ہوئے ہیں۔ پس ان کی قیمت اور کام کرنے والے کے لئے مثلی اجرت واجب ہوگی۔ کیونکہ درختوں کے بہ ذات خود تقویم ہونے کے سبب وہ مثلی اجرت والے درختوں میں شامل نہ ہوں گے۔

اور اسی مسئلہ کی تخریج کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔ جس کو ہم نے کفایہ منتہی میں بیان کر دیا ہے۔ مگر ان دونوں میں سے صحیح زیادہ یہی ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔

کتاب الذبائح

﴿یہ کتاب ذبیحے والے کے بیان میں ہے﴾

کتاب ذبیحے والے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب ذبیحے والا سے پہلے کتاب مزارعت ومساقات کو بیان کیا ہے کیونکہ ان کتب میں کسی چیز کو ختم کر کے مستقبل میں اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور ذبیحے والا میں بھی اسی طرح جانور کو تلف کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کے گوشت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ پس یہ موافقت کے پیش نظر ان کتابوں کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب ذبیحے والا، ج ۱۳، ص ۱۳۶، بیروت)

ذبح کا لغوی وفقہی مفہوم

یہ ذبح اور ذکاۃ اسلام کے اصطلاحی لفظ ہیں۔ ان سے مراد حلق کا اتنا حصہ کاٹ دینا ہے جس سے جسم کا خون اچھی طرح خارج ہو جائے۔ جھٹکا کرنے یا گلا گھونٹنے یا کسی اور تدبیر سے جانور کو ہلاک کرنے کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ خون کا بیشتر حصہ جسم کے اندر ہی رک کر رہ جاتا ہے اور وہ جگہ جگہ جم کر گوشت کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ برعکس اس کے ذبح کرنے کی صورت میں دماغ کے ساتھ جسم کا تعلق دیر تک باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے رگ رگ کا خون کھنچ کر باہر آ جاتا ہے اور اس طرح پورے جسم کا گوشت خون سے صاف ہو جاتا ہے۔ خون کے متعلق ابھی اوپر ہی یہ بات گزر چکی ہے کہ وہ حرام ہے، لہٰذا گوشت کے پاک اور حلال ہونے کے لیے ضروری ہے کہ خون اس سے جدا ہو جائے۔

ذبح کرنے کا طریقہ

اور ذبح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر تیز دھار آلے سے اس کا گلا اس طرح کاٹا جائے کہ رگیں کٹ جائیں۔ ذبح کے علاوہ نحر بھی مشروع ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے جانور کے لبے پر چھری ماری جائے (اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے) جس سے نرخرہ اور خون کی خاص رگیں کٹ جاتی ہے اور سارا خون بہہ جاتا ہے۔

جانور ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے جانور کو پانی پلا کر بائیں پہلو پر لٹائیں (اس طرح کہ سر جنوب اور منہ قبلہ کی طرف رہے) یا اسی ترتیب سے ہاتھ میں پکڑیں پھر دائیں ہاتھ میں تیز چھری لے کر بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر قوت وتیزی کے ساتھ گلے پر گانٹھی سے نیچے چھری چلائیں اس انداز پر کہ چاروں رگیں کٹ جائیں لیکن سر جدا نہ ہو۔ (کانٹا ختم ہوتے ہی جانور کو چھوڑ دیں)۔

کتاب ذبح کرنے والے کے شرعی ماخذ کا بیان

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (المائدہ، ۳)

تم پر حرام ہے مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلہ گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے۔

آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی۔ تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے۔ تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آیت " اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ " میں جو استثناء ذکر فرمایا گیا تھا یہاں اس کا بیان ہے اور گیارہ چیزوں کی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے، ایک مُردار یعنی جس جانور کے لئے شریعت میں ذبح کا حکم ہو اور وہ بے ذبح مر جائے، دوسرے بہنے والا خون، تیسرے سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزاء، چوتھے وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بُتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور جس جانور کو ذبح تو صرف اللہ کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا ہو وہ حرام نہیں جیسے کہ عبداللہ کی گائے، عقیقے کا بکرا، ولیمہ کا جانور یا وہ جانور جن سے اولیاء کی ارواح کو ثواب پہنچانا منظور ہو، ان کو غیر وقتِ ذبح میں اولیاء کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جائے مگر ذبح ان کا فقط اللہ کے نام پر ہو اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے، وہ حلال وطیب ہیں۔ اس آیت میں صرف اسی کو حرام فرمایا گیا ہے جس کو ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو، وہابی جو ذبح کی قید نہیں لگاتے وہ آیت کے معنی میں غلطی کرتے ہیں اور ان کا قول تمام تفاسیر معتبرہ کے خلاف ہے اور خود آیت ان کے معنی کو بننے نہیں دیتی کیونکہ " مَآ اُهِلَّ بِهٖ " کو اگر وقتِ ذبح کے ساتھ مقید نہ کریں تو " اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ " کا استثناء اس کو لاحق ہوگا اور وہ جانور جو غیر وقتِ ذبح میں غیر خدا کے نام سے موسوم رہا ہو وہ " اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ " سے حلال ہوگا، غرض وہابی کو آیت سے سند لانے کی کوئی سبیل نہیں، پانچواں گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور، چھٹے وہ جانور جو لاٹھی، پتھر، ڈھیلے، گولی، چھرے یعنی بغیر دھاردار چیز سے مارا گیا ہو، ساتویں جو گر کر مرا ہو خواہ پہاڑ سے یا کنوئیں وغیرہ میں،

آٹھویں وہ جانور جسے دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو اور وہ اس کے صدمے سے مر گیا ہو، نویں وہ جسے کسی درندے نے تھوڑا سا کھایا ہو اور وہ اس کے زخم کی تکلیف سے مر گیا ہو لیکن اگر یہ جانور مر نہ گئے ہوں اور بعد ایسے واقعات کے زندہ بچ رہے ہوں

پھر تم انہیں با قاعدہ ذبح کرلو تو وہ حلال ہیں، ۱۰ دسویں وہ جو کسی تھان پر عبادۃً ذبح کیا گیا ہو جیسے کہ اہل جاہلیت نے کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ پتھر نصب کئے تھے جن کی وہ عبادت کرتے اور ان کے لئے ذبح کرتے تھے اور اس ذبح سے ان کی تعظیم و تقرب کی نیت کرتے تھے، گیارھویں حصہ اور حکم معلوم کرنے کے لئے پانسہ ڈالنا، زمانہ جاہلیت کے لوگوں کو جب سفر یا جنگ یا تجارت یا نکاح وغیرہ کام درپیش ہوتے تو وہ تین تیروں سے پانسے ڈالتے اور جو نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے اور اس کو حکم الٰہی جانتے، ان سب کی ممانعت فرمائی گئی۔

یہ آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز جو جمعہ کو تھا بعد عصر نازل ہوئی، معنی یہ ہیں کہ کفار تمہارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہوگئے۔

اور امورِ تکلیفیہ میں حرام وحلال کے جو احکام ہیں وہ اور قیاس کے قانون سب مکمل کردیئے، اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد بیانِ حلال وحرام کی کوئی آیت نازل نہ ہوئی اگرچہ " وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللّٰهِ " نازل ہوئی مگر وہ آیت موعظت ونصیحت ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ دین کامل کرنے کے معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ حجۃ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہوسکا۔ ایک قول یہ ہے کہ معنی یہ ہیں کہ میں نے تمہیں دشمن سے امن دی۔ ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا اور قیامت تک باقی رہے گا۔

شانِ نزول: بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم روزِ نزول کو عید مناتے فرمایا کون سی آیت؟ اس نے یہی آیت " اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ " پڑھی آپ نے فرمایا میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے مقامِ نزول کو بھی پہچانتا ہوں وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا، آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا آپ نے فرمایا کہ جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں جمعہ وعرفہ۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمر وابن عباس رضی اللہ عنہم صاف فرمادیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اعظم نعم الٰہیہ کی یادگار و شکر گزاری ہے۔

مکہ مکرمہ فتح فرما کر۔ کہ اس کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں۔

معنی یہ ہیں کہ اوپر حرام چیزوں کا بیان کردیا گیا ہے لیکن جب کھانے پینے کو کوئی حلال چیز میسر ہی نہ آئے اور بھوک پیاس کی شدت سے جان پر بن جائے اس وقت جان بچانے کے لئے قدرِ ضرورت کھانے پینے کی اجازت ہے اس طرح کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے اور ضرورت اسی قدر کھانے سے رفع ہوجاتی ہے جس سے خطرہ جان جاتا رہے۔

(خزائن العرفان، مائدہ ۳)

ذبیحہ کے حلال ہونے میں ذبح شرط ہونے کا بیان

قَالَ (اَلذَّكَاةُ شَرْطُ حِلِّ الذَّبِيحَةِ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ) وَلِاَنَّ بِهَا يَتَمَيَّزُ الدَّمُ النَّجِسُ مِنَ اللَّحْمِ الطَّاهِرِ . وَكَمَا يَثْبُتُ بِهِ الْحِلُّ يَثْبُتُ بِهِ الطَّهَارَةُ فِي الْمَاْكُولِ وَغَيْرِهٖ، فَاِنَّهَا تُنْبِئُ عَنْهَا .

وَمِنْهَا قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (ذَكَاةُ الْاَرْضِ يُبْسُهَا) وَهِيَ اخْتِيَارِيَّةٌ كَالْجُرْحِ فِيمَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَاللَّحْيَيْنِ، وَاضْطِرَارِيَّةٌ وَهِيَ الْجُرْحُ فِي اَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ مِنَ الْبَدَنِ . وَالثَّانِي كَالْبَدَلِ عَنِ الْاَوَّلِ لِاَنَّهٗ لَا يُصَارُ اِلَيْهِ اِلَّا عِنْدَ الْعَجْزِ عَنِ الْاَوَّلِ .

وَهٰذَا آيَةُ الْبَدَلِيَّةِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْاَوَّلَ اَعْمَلُ فِي اِخْرَاجِ الدَّمِ وَالثَّانِي اَقْصَرُ فِيهِ، فَاكْتَفٰى بِهٖ عِنْدَ الْعَجْزِ عَنِ الْاَوَّلِ، اِذِ التَّكْلِيفُ بِحَسْبِ الْوُسْعِ .

وَمِنْ شَرْطِهٖ اَنْ يَكُونَ الذَّابِحُ صَاحِبَ مِلَّةِ التَّوْحِيدِ اِمَّا اعْتِقَادًا كَالْمُسْلِمِ اَوْ دَعْوٰى كَالْكِتَابِيِّ، وَاَنْ يَكُونَ حَلَالًا خَارِجَ الْحَرَمِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُهٗ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

فرمایا اور حلت ذبیحہ کے لئے ذبح شرط ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''لیکن جس کو تم نے ذبح کرلیا'' کے سبب سے شرط ہے۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ ذبح کرنا یہ نجس خون کو گوشت سے الگ کرنے والا ہے۔لہٰذا جس طرح ذبح کرنے کے سبب حلت ثابت ہو جاتی ہے۔اسی طرح ذبح کرنے کے سبب مؤکولہ اور غیر مؤکولہ چیزوں میں طہارت ثابت ہو جاتی ہے۔(قاعدہ فقہیہ) کیونکہ ذبح کرنا یہ طہارت کی خبر دینے والا ہے اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ زمین کا پاک ہونا اس کا خشک ہو جانا ہے یہ بھی اسی علت کے پیش نظر ہے

اور اسی طرح کبھی یہ ذبح اختیاری ہوتا ہے۔جس طرح سینے اور جبڑوں کے درمیان زخم کرنا ہے اور کبھی یہ ذبح اختیاری ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جسم کے کسی حصے کو زخمی کر دیا جائے۔اور اس میں دوسرا پہلے کے بدل کی طرح ہے۔کیونکہ اول میں عاجزی کے سبب اسی کی جانب رجوع کیا جاتا ہے اور یہی بدلیت کی نشانی ہے۔کیونکہ یہی پہلا طریقہ خون نکالنے میں زیادہ فائدے مند ہے۔جبکہ دوسرے میں کمی کا اثر ہے۔پس پہلے میں عاجز نہ ہونے کی صورت میں دوسرے کو اپنایا جائے گا۔کیونکہ جس قدر وسعت ہو اسی کے مطابق مکلف کیا جاتا ہے۔

اور اسی طرح ذبح کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ ذبح کرنے والا دین توحید والوں سے ہو۔اگرچہ عقیدے کے اعتبار سے ہو جس طرح مسلمان ہے یا دعویٰ میں ہو جس طرح کتابی ہے۔اور اسی طرح ذبح کرنے والے کا حلالی اور حرم سے باہر ہونا بھی شرط ہے۔اور یہ اسی وضاحت کے مطابق ہے۔جس کو ہم ان شاءاللہ بیان کر دیں گے۔

کتابی کے ذبیحہ ہونے میں شرعی حکم کا بیان

قَالَ (وَذَبِيحَةُ الْمُسْلِمِ وَالْكِتَابِيِّ حَلَالٌ) لِمَا تَلَوْنَا. وَلِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ) وَيَحِلُّ إِذَا كَانَ يَعْقِلُ التَّسْمِيَةَ وَالذَّبِيحَةَ وَيَضْبِطُ وَإِنْ كَانَ صَبِيًّا أَوْ مَجْنُونًا أَوْ امْرَأَةً، أَمَّا إِذَا كَانَ لَا يَضْبِطُ وَلَا يَعْقِلُ التَّسْمِيَةَ وَالذَّبِيحَةَ لَا تَحِلُّ لِأَنَّ التَّسْمِيَةَ عَلَى الذَّبِيحَةِ شَرْطٌ بِالنَّصِّ وَذٰلِكَ بِالْقَصْدِ. وَصِحَّةُ الْقَصْدِ بِمَا ذَكَرْنَا.

وَالْأَقْلَفُ وَالْمَخْتُونُ سَوَاءٌ لِمَا ذَكَرْنَا، وَإِطْلَاقُ الْكِتَابِيِّ يَنْتَظِمُ الْكِتَابِيَّ وَالذِّمِّيَّ وَالْحَرْبِيَّ وَالْعَرَبِيَّ وَالتَّغْلِبِيَّ، لِأَنَّ الشَّرْطَ قِيَامُ الْمِلَّةِ عَلٰى مَا مَرَّ.

مسلمان اور اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اسی آیت کے سبب سے جس کو ہم نے تلاوت کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے۔ کہ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔ یہ بھی دلیل ہے اور ذبیحہ کی شرط میں سے یہ ہے کہ ذبح کرنے والا بسم اللہ کہنے اور اس کے طریقے کو جانتا ہو۔ اور اس کو ذبح کی شرائط یاد ہوں خواہ وہ بچہ یا مجنون یا عورت ہے۔ مگر جب وہ شرائط ذبح کو یاد کرنے والا نہیں ہے اور اسی طرح تسمیہ اور اس کے طریقے کو بھی نہیں جانتا تو اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ کیونکہ نص کے سبب تسمیہ ذبیحہ پر شرط ہے اور یہ شرط ارادے اور ارادے کے صحیح ہونے سے مکمل ہوگی۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس میں مختون وغیر مختون دونوں برابر ہیں۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور کتابی سے مراد ذمی، حربی، اور تغلبی سب کو شامل ہے کیونکہ اس میں دین توحید کا ہونا شرط ہے۔ جس طرح اس کو بیان کر دیا گیا ہے۔

مجوسی کا ذبیحہ کھانے سے ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَةُ الْمَجُوسِيِّ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ غَيْرَ نَاكِحِي نِسَائِهِمْ وَلَا آكِلِي ذَبَائِحِهِمْ) وَلِأَنَّهُ لَا يَدَّعِي التَّوْحِيدَ فَانْعَدَمَتْ الْمِلَّةُ اعْتِقَادًا وَدَعْوَى.

قَالَ (وَالْمُرْتَدِّ) لِأَنَّهُ لَا مِلَّةَ لَهُ. فَإِنَّهُ لَا يُقَرُّ عَلٰى مَا انْتَقَلَ إِلَيْهِ، بِخِلَافِ الْكِتَابِيِّ إِذَا تَحَوَّلَ إِلٰى غَيْرِ دِينِهِ لِأَنَّهُ يُقَرُّ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فَيُعْتَبَرُ مَا هُوَ عَلَيْهِ عِنْدَ الذَّبْحِ لَا مَا قَبْلَهُ. قَالَ (وَالْوَثَنِيِّ) لِأَنَّهُ لَا يَعْتَقِدُ الْمِلَّةَ.

اور مجوسی کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجوسیوں سے اہل کتاب کی طرح سلوک کرو البتہ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور ان کا ذبیحہ بھی نہ کھاؤ۔ اسلئے کہ مجوسی توحید کا دعویٰ کرنے والا نہیں ہے۔ پس اس میں دعویٰ اور عقیدہ یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں۔

اوراسی طرح مرتد کا ذبیحہ بھی نہ کھایا جائے گا۔ کیونکہ اس کی بھی کوئی ملت نہیں ہے۔ پس اس کو ملت پر باقی نہ رکھا جائے گا۔ خواہ وہ کسی جانب بھی توجہ کیوں نہیں کرتا۔ جبکہ کتابی میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے دین سے کسی دوسرے دین کی جانب پھرنے والا ہے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک اس کو بدلی ہوئی صورت پر باقی رہنے دیا جائے گا۔ پس ذبح کے وقت موجودہ حالت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس سے پہلے والی حالت کا اعتبار ہوگا۔ اوراسی طرح بت پرست کا ذبیحہ بھی نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ بھی بے دین ہے۔

شکار محرم سے کھانے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَالْمُحَرَّمُ) يَعْنِي مِنَ الصَّيْدِ (وَكَذَا لا يُؤْكَلُ مَا ذُبِحَ فِي الْحَرَمِ مِنَ الصَّيْدِ) وَالْإِطْلَاقُ فِي الْمُحَرَّمِ يَنْتَظِمُ الْحِلَّ وَالْحَرَمَ، وَالذَّبْحُ فِي الْحَرَمِ يَسْتَوِي فِيهِ الْحَلَالُ وَالْمُحْرِمُ، وَهٰذَا لِأَنَّ الذَّكَاةَ فِعْلٌ مَشْرُوعٌ وَهٰذَا الصَّنِيعُ مُحَرَّمٌ فَلَمْ تَكُنْ ذَكَاةً، بِخِلَافِ مَا إِذَا ذَبَحَ الْمُحْرِمُ غَيْرَ الصَّيْدِ أَوْ ذَبَحَ فِي الْحَرَمِ غَيْرَ الصَّيْدِ صَحَّ لِأَنَّهُ فِعْلٌ مَشْرُوعٌ، إِذِ الْحَرَمُ لَا يُؤَمِّنُ الشَّاةَ، وَكَذَا لَا يَحْرُمُ ذَبْحُهُ عَلَى الْمُحْرِمِ .

اور جب محرم نے شکار کیا تو اس کا ذبیحہ نہ کھایا جائے گا۔ اور ایسے ہی اس شکار کو بھی نہیں کھایا جائے گا جس کو حرم میں ذبح کیا گیا ہے۔ جبکہ محرم کا اطلاق حل وحرم دونوں کو شامل ہے اور حرم کے ذبیحہ میں حلالی اور محرم دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ ذبح ایک مشروع فعل ہے اور یہ کام حرام ہے پس یہ ذبح نہ ہوگا، ہاں البتہ جب محرم نے غیر شکار کو ذبح کیا ہے یا پھر اس نے حرم میں ہی شکار کے سوا کسی دوسری چیز کو ذبح کیا ہے تو درست ہے۔ کیونکہ یہ عمل مشروع ہے۔ کیونکہ حرم بکری کو امن دینے والا نہیں ہے۔ پس محرم پر بکری کو ذبح کرنا حرام نہ ہوگا،

ذابح کے ترک تسمیہ کے سبب ذبیحہ کے مردار ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ تَرَكَ الذَّابِحُ التَّسْمِيَةَ عَمْدًا فَالذَّبِيحَةُ مَيْتَةٌ لَا تُؤْكَلُ وَإِنْ تَرَكَهَا نَاسِيًا أُكِلَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : أُكِلَ فِي الْوَجْهَيْنِ .

وَقَالَ مَالِكٌ : لَا يُؤْكَلُ فِي الْوَجْهَيْنِ وَالْمُسْلِمُ وَالْكِتَابِيُّ فِي تَرْكِ التَّسْمِيَةِ سَوَاءٌ ، وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا تَرَكَ التَّسْمِيَةَ عِنْدَ إِرْسَالِ الْبَازِي وَالْكَلْبِ، وَعِنْدَ الرَّمْيِ، وَهٰذَا الْقَوْلُ مِنَ الشَّافِعِيِّ مُخَالِفٌ لِلْإِجْمَاعِ فَإِنَّهُ لَا خِلَافَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَهُ فِي حُرْمَةِ مَتْرُوكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا، وَإِنَّمَا الْخِلَافُ بَيْنَهُمْ فِي مَتْرُوكِ التَّسْمِيَةِ نَاسِيًا .

فَمِنْ مَذْهَبِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ يَحْرُمُ، وَمِنْ مَذْهَبِ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ يَحِلُّ، بِخِلَافِ مَتْرُوكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا، وَلِهٰذَا قَالَ أَبُو يُوسُفَ وَالْمَشَايِخُ رَحِمَهُمُ

اللّٰہُ: إنَّ مَتْرُوكَ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا لَا يَسَعُ فِيهِ الْاِجْتِهَادُ، وَلَوْ قَضَى الْقَاضِيْ بِجَوَازِ بَيْعِهِ لَا يَنْفُذُ لِكَوْنِهِ مُخَالِفًا لِلْاِجْمَاعِ، لَهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْمُسْلِمُ يَذْبَحُ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ تَعَالَى سَمَّى أَوْ لَمْ يُسَمِّ) وَلِأَنَّ التَّسْمِيَةَ لَوْ كَانَتْ شَرْطًا لِلْحِلِّ لَمَا سَقَطَتْ بِعُذْرِ النِّسْيَانِ كَالطَّهَارَةِ فِيْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَلَوْ كَانَتْ شَرْطًا فَالْمِلَّةُ أُقِيمَتْ مَقَامَهَا كَمَا فِي النَّاسِي، وَلَنَا الْكِتَابُ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ) الْآيَةَ، نَهْيٌ وَهُوَ لِلتَّحْرِيمِ .وَالْإِجْمَاعُ وَهُوَ مَا بَيَّنَّا .وَالسُّنَّةُ وَهُوَ حَدِيثُ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ فِيْ آخِرِهِ (فَإِنَّكَ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى كَلْبِ غَيْرِكَ) عَلَّلَ الْحُرْمَةَ بِتَرْكِ التَّسْمِيَةِ .

اور جب ذبح کرنے والے نے جان بوجھ کر بسم اللہ کو ترک کر دیا ہے تو وہ ذبیحہ مردار ہے اور اس کو نہیں کھایا جائے گا۔اور اگر اس نے بھول کر بسم اللہ چھوڑی تھی تو اس کا ذبیحہ کھا لیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا۔جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں نہیں کھایا جائے گا۔اور ترک بسم اللہ میں مسلمان اور کتابی یہ دونوں ایک حکم میں ہیں۔اور یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے کہ جب کسی شخص نے باز کو یا کتے کو چھوڑتے وقت یا تیر چلاتے وقت بسم اللہ کو چھوڑ دیا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ قول اجماع کے خلاف ہے کیونکہ ان سے قبل یہ اختلاف یعنی ترک بسم اللہ والا فقہاء میں سے کسی نے نہیں کیا۔جبکہ ان کے درمیان بھول کر ترک تسمیہ میں اختلاف تھا۔اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ وہ حرام ہے۔جبکہ حضرت علی المرتضی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ وہ حلال ہے۔جبکہ جان بوجھ کر ترک تسمیہ میں ایسا نہیں ہے۔

اور اسی دلیل کے سبب سے امام ابو یوسف اور دوسرے مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص جان بوجھ کر تسمیہ کو ترک کرے تو اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اور جب قاضی اس کی بیع کو فیصلہ کر دے اور خلاف اجماع ہونے کی وجہ سے وہ نافذ نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کرنے والا ہے اگر چہ اس نے تسمیہ کہا ہو یا نہ کہا ہو۔کیونکہ تسمیہ اگر شرط حلت ہوتی تو یہ بھول جانے کے سبب ساقط نہ ہوتی۔جس طرح نماز کے احکام میں طہارت کا شرط ہونا ہے۔اور جب تسمیہ شرط ہے تو ملت توحید اس کے قائم مقام ہوگی۔جس طرح بھول جانے والے کے بارے میں ہے۔

ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ''اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور وہ بیشک حکم عدولی ہے'' ہماری دلیل وہ

اجماع ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور سنت میں سے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے جس کے آخر میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم نے صرف اپنے کتے پر تسمیہ کہی ہے اور اس کے سوا نہیں کہا۔ اور حدیث میں تسمیہ کو ترک کرنا یہ علت حرمت کے طور پر بیان ہوئی ہے۔

فقہ مالکیہ کا فقہ حنفیہ سے کرنے کا استدلال کرنے کا بیان

وَمَالِكٌ يَحْتَجُّ بِظَاهِرِ مَا ذَكَرْنَا، إِذْ لَا فَصْلَ فِيهِ وَلَكِنَّا نَقُولُ : فِي اعْتِبَارِ ذَلِكَ مِنَ الْحَرَجِ مَا لَا يَخْفَى ؛ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ كَثِيرُ النِّسْيَانِ وَالْحَرَجُ مَدْفُوعٌ وَالسَّمْعُ غَيْرُ مُجْرًى عَلَى ظَاهِرِهِ، إِذْ لَوْ أُرِيدَ بِهِ لَجَرَتْ الْمُحَاجَّةُ وَظَهَرَ الِانْقِيَادُ وَارْتَفَعَ الْخِلَافُ فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ .

وَالْإِقَامَةُ فِي حَقِّ النَّاسِي وَهُوَ مَعْذُورٌ لَا يَدُلُّ عَلَيْهَا فِي حَقِّ الْعَامِدِ وَلَا عُذْرَ، وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى حَالَةِ النِّسْيَانِ .

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے ہمارے بیان کردہ دلائل سے استدلال کیا ہے لہٰذا ان کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ہم بطور جواب کہیں گے کہ اس طرح اس میں ایک پوشیدہ خرابی ہے کیونکہ انسان بھول جانے والا ہے پس اس حرج کو دور کیا جائے گا۔ جبکہ نقلی دلائل کو اپنے ظاہر پر محمول نہ کریں گے۔ کیونکہ اگر ان کا ظاہری مفہوم مراد ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس پر بحث ہو جاتی اور اسی وقت اختلاف کو دور کر دیا جاتا۔ جبکہ بھول جانے والے کے عذر کے سبب اس کے حق میں ملت توحید کو تسمیہ کے قائم مقام کرتے ہوئے اس میں عامد کے حق میں قائم مقام ہونے کا کوئی اشارہ نہیں ہے۔ کیونکہ بطور عمد کرنے والا عذر والا نہیں ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ روایات بھولنے پر محمول ہیں۔

ذبح اختیاری میں تسمیہ کے شرط ہونے کا بیان

ثُمَّ التَّسْمِيَةُ فِي ذَكَاةِ الِاخْتِيَارِ تُشْتَرَطُ عِنْدَ الذَّبْحِ وَهِيَ عَلَى الْمَذْبُوحِ .وَفِي الصَّيْدِ تُشْتَرَطُ عِنْدَ الْإِرْسَالِ وَالرَّمْيِ وَهِيَ عَلَى الْآلَةِ، لِأَنَّ الْمَقْدُورَ لَهُ فِي الْأَوَّلِ الذَّبْحُ وَفِي الثَّانِي الرَّمْيُ وَالْإِرْسَالُ دُونَ الْإِصَابَةِ فَتُشْتَرَطُ عِنْدَ فِعْلٍ يَقْدِرُ عَلَيْهِ، حَتَّى إِذَا أَضْجَعَ شَاةً وَسَمَّى فَذَبَحَ غَيْرَهَا بِتِلْكَ التَّسْمِيَةِ لَا يَجُوزُ .

وَلَوْ رَمَى إِلَى صَيْدٍ وَسَمَّى وَأَصَابَ غَيْرَهُ حَلَّ، وَكَذَا فِي الْإِرْسَالِ، وَلَوْ أَضْجَعَ شَاةً وَسَمَّى ثُمَّ رَمَى بِالشَّفْرَةِ وَذَبَحَ بِالْأُخْرَى أُكِلَ، وَلَوْ سَمَّى عَلَى سَهْمٍ ثُمَّ رَمَى بِغَيْرِهِ صَيْدًا لَا يُؤْكَلُ .

اس کے بعد تسمیہ ذبح کے وقت ذکاۃ اختیاری میں شرط ہے۔ اور یہ تسمیہ ذبح کردہ جانور پر ہوگا اور شکار میں چھوڑنے اور تیر چلانے کے وقت تسمیہ شرط ہے جو اس آلہ پر ہوگا۔ کیونکہ اول میں جو مقدور کیا گیا ہے وہ ذبح ہے جبکہ دوسرے میں تیر پھینکنا اور

ارسال ہے اور شکار کو پکڑ نا نہیں ہے۔ پس تسمیہ ایسے عمل کے وقت مشروط ہوگا جس پر ذبح کرنے والا قدرت رکھنے والا ہو۔ حتیٰ کہ جب کسی شخص نے بکری کو لٹاتے ہوئے اس پر بسم اللہ پڑھی اور کے بعد اس نے اسی تسمیہ کے ساتھ دوسری بکری کو ذبح کیا تو یہ جائز نہ ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے شکار کی طرف تیر چلایا اور تسمیہ کو پڑھا اور وہی تیر کسی دوسرے شکار کو جا لگا تو وہ حلال ہوگا اور ارسال میں بھی اسی طرح ہے۔ اور جب کسی بندے نے بکری کو لٹا کر تسمیہ پڑھا اور اس کے بعد اس نے چھری کو پھینک کر دوسری چھری سے اس کو ذبح کر دیا تو ایسا ذبیحہ کھایا جائے گا۔ اور جب اس نے ایک تیر پر تسمیہ پڑھا اور اس کے بعد دوسرے تیر سے اس نے شکار کیا تو ایسا شکار نہیں کھایا جائے گا۔

اللہ کے نام کے ساتھ کسی دوسرے کا نام لینے کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ اَنْ يَذْكُرَ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْئًا غَيْرَهُ . وَاَنْ يَقُوْلَ عِنْدَ الذَّبْحِ : اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ) وَهٰذِهِ ثَلَاثُ مَسَائِلَ : اِحْدَاهَا اَنْ يَذْكُرَ مَوْصُوْلًا لَا مَعْطُوْفًا فَيُكْرَهُ وَلَا تَحْرُمُ الذَّبِيْحَةُ . وَهُوَ الْمُرَادُ بِمَا قَالَ . وَنَظِيْرُهُ اَنْ يَقُوْلَ : بِاسْمِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، لِاَنَّ الشَّرِكَةَ لَمْ تُوْجَدْ فَلَمْ يَكُنِ الذَّبْحُ وَاقِعًا لَهُ ، اِلَّا اَنَّهُ يُكْرَهُ لِوُجُوْدِ الْقِرَانِ صُوْرَةً فَيُتَصَوَّرُ بِصُوْرَةِ الْمُحَرَّمِ

اور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی دوسرے کا نام لینا مکروہ ہے۔ اور یہ کہنا کہ اے اللہ فلاں کی جانب سے قبول فرما۔ اور اس میں تین مسائل ہیں۔

(۱) کسی دوسری چیز کو بطور موصول ذکر کیا جائے اور اس کو معطوف بنا کر ذکر نہ کیا جائے تو یہ مکروہ ہے۔ مگر وہ ذبیحہ حرام نہ ہوگا۔ اور مذکورہ متن میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے یہی مرادلیا ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے "بِاسْمِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ" تو اس میں عدم شرکت کے سبب ذبح کا واقع ہونا نبی کریم ﷺ کی جانب سے نہ ہوا البتہ بطور صورت قرآن کے پائے جانے کے سبب یہ مکروہ ہے پس اس کو حرام تصور کیا جائے گا۔

موصول کی صورت ثانی وثالث کا بیان

وَالثَّانِيَةُ اَنْ يَذْكُرَ مَوْصُوْلًا عَلٰى وَجْهِ الْعَطْفِ وَالشَّرِكَةِ بِاَنْ يَقُوْلَ : بِاسْمِ اللّٰهِ وَاسْمِ فُلَانٍ ، اَوْ يَقُوْلَ : بِاسْمِ اللّٰهِ وَفُلَانٍ .

اَوْ بِاسْمِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِكَسْرِ الدَّالِ فَتَحْرُمُ الذَّبِيْحَةُ لِاَنَّهُ اَهَلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

وَالثَّالِثَةُ اَنْ يَقُوْلَ مَفْصُوْلًا عَنْهُ صُوْرَةً وَمَعْنًى بِاَنْ يَقُوْلَ قَبْلَ التَّسْمِيَةِ وَقَبْلَ اَنْ يُضْجِعَ

الذَّبِیحَةَ اَوْ بَعْدَهُ، وَهٰذَا لَا بَأْسَ بِهِ لِمَا رُوِیَ عَنْ (النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ بَعْدَ الذَّبْحِ اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ هٰذِهِ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ مِمَّنْ شَهِدَ لَكَ بِالْوَحْدَانِیَّةِ وَلِی بِالْبَلَاغِ)

اور اسی مسئلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ جب کسی نے غیر کو عطف وشرکت کے ساتھ ذکر کیا ہے یعنی اس نے یہ کہا" بِاسْمِ اللّٰهِ وَاسْمِ فُلَانٍ، اَوْ یَقُولَ : بِاسْمِ اللّٰهِ وَفُلَانٍ ۔" توان احوال میں ذبیحہ حرام ہوگا۔ کیونکہ اس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا گیا ہے۔

اور اسی مسئلہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ جب کسی شخص نے غیر کو صورت ومعنی دونوں طرح سے جدا کہہ دے اور وہ اس طرح کہ جانور کو لٹانے سے پہلے یا بعد میں غیر کا نام لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یا اے اللہ! امت محمد یہ ﷺ میں سے جو لوگ تیری توحید اور میری رسالت ﷺ کی شہادت دیتے ہیں یہ ان کی جانب سے قبول فرما۔

شرط کا ذکر خاص ہونے کا بیان

وَالشَّرْطُ هُوَ الذِّكْرُ الْخَالِصُ الْمُجَرَّدُ عَلٰى مَا قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَرِّدُوا التَّسْمِیَةَ حَتّٰى لَوْ قَالَ عِنْدَ الذَّبْحِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِی لَا یَحِلُّ لِاَنَّهُ دُعَاءٌ وَسُؤَالٌ، وَلَوْ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوْ سُبْحَانَ اللّٰهِ یُرِیدُ التَّسْمِیَةَ حَلَّ، وَلَوْ عَطَسَ عِنْدَ الذَّبْحِ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا یَحِلُّ فِی اَصَحِّ الرِّوَایَتَیْنِ ,لِاَنَّهُ یُرِیدُ بِهِ الْحَمْدَ عَلٰى نِعَمِهِ دُونَ التَّسْمِیَةِ .

وَمَا تَدَاوَلَتْهُ الْاَلْسُنُ عِنْدَ الذَّبْحِ وَهُوَ قَوْلُهُ بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مَنْقُولٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِی قَوْلِهِ تَعَالٰى (فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَافَّ)

اور شرط اس خاص ذکر کو کہتے ہیں جو خالی ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم تسمیہ کو خالی کر دو۔ یہاں تک کہ جب کسی نے ذبح کے وقت "اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِی" کہا تب بھی ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ دعا ہے اور سوال ہے۔ اور جب کسی شخص نے تسمیہ کی نیت سے الحمد للہ یا سبحان اللہ کہا ہے تو وہ حلال ہے اور جب کسی شخص کو ذبح کے وقت چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا ہے تو دونوں روایات میں سے صحیح روایت کے مطابق وہ حلال نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا ارادہ ایک نعمت پر الحمد للہ کہنا ہے پس وہ تسمیہ نہ ہوا۔ اور ذبح کے وقت لوگوں کے ہاں جو تسمیہ پڑھا جاتا ہے وہ یہ ہے۔ بسم اللہ واللہ اکبر، اور اسی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر" (فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَافَّ" سے نقل کیا گیا ہے۔

ذبح کا حلق وسینہ کے درمیان ہونے کا بیان

قَالَ (وَالذَّبْحُ بَیْنَ الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ) وَفِی الْجَامِعِ الصَّغِیرِ : لَا بَأْسَ بِالذَّبْحِ فِی الْحَلْقِ كُلِّهِ وَسَطِهِ وَاَعْلَاهُ وَاَسْفَلِهِ، وَالْاَصْلُ فِیهِ قَوْلُهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الذَّكَاةُ مَا بَیْنَ اللَّبَّةِ

وَاللَّحْيَيْنِ)، وَلِاَنَّهُ مَجْمَعُ الْمَجْرٰى وَالْعُرُوْقِ فَيَحْصُلُ بِالْفِعْلِ فِيْهِ اِنْهَارُ الدَّمِ عَلٰى اَبْلَغِ الْوُجُوْهِ فَكَانَ حُكْمُ الْكُلِّ سَوَاءً .

فرمایا کہ ذبح حلق اور سینے کے درمیان ہے۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ ذبح میں سارے حلق کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جو اس کے درمیان ہے اور جو اوپر ہے اور جو نیچے ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ذبح سینے اور دونوں جبڑوں کے درمیان ہے۔ کیونکہ حلق یہ کھانے پینے والی نالیوں اور رگوں سے ملانے کا نام ہے۔ پس اسی سے مکمل طریقے سے خون بہانے کا مقصد حاصل ہو جائے گا پس حکم میں سارے برابر ہونے۔

ذبح میں کاٹی جانے والی عروق اربعہ کا بیان

قَالَ (وَالْعُرُوْقُ الَّتِيْ تُقْطَعُ فِي الذَّكَاةِ اَرْبَعَةٌ : الْحُلْقُوْمُ، وَالْمَرِيْءُ، وَالْوَدْجَانِ) لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَفْرِ الْاَوْدَاجَ بِمَا شِئْتَ) .

وَهِيَ اسْمُ جَمْعٍ وَاَقَلُّهُ الثَّلَاثُ فَيَتَنَاوَلُ الْمَرِيْءَ وَالْوَدْجَيْنِ، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ فِي الِاكْتِفَاءِ بِالْحُلْقُوْمِ وَالْمَرِيْءِ، اِلَّا اَنَّهُ لَا يُمْكِنُ قَطْعُ هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ اِلَّا بِقَطْعِ الْحُلْقُوْمِ فَيَثْبُتُ قَطْعُ الْحُلْقُوْمِ بِاقْتِضَائِهٖ، وَبِظَاهِرِ مَا ذَكَرْنَا يَحْتَجُّ مَالِكٌ وَلَا يُجَوِّزُ الْاَكْثَرَ مِنْهَا بَلْ يَشْتَرِطُ قَطْعَ جَمِيْعِهَا (وَعِنْدَنَا اِنْ قَطَعَهَا حَلَّ الْاَكْلُ، وَاِنْ قَطَعَ اَكْثَرَهَا فَكَذٰلِكَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ) وَقَالَا : لَا بُدَّ مِنْ قَطْعِ الْحُلْقُوْمِ وَالْمَرِيْءِ وَاَحَدِ الْوَدْجَيْنِ .

اور ذبح میں چار رگوں کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ (۱) حلقوم (۲) نرخرہ (۳،۴) گردن کی دونوں رگیں۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم جس چیز سے چاہو اوداج کو کاٹ دو۔ اور لفظ اوداج یہ جمع ہے جس کی کم از کم مقدار تین ہے۔ پس یہ مری اور ودجان کو شامل ہوگا۔ اور یہی مری اور اکتفائے حلقوم والی حدیث امام شافعی علیہ الرحمہ حجت ہے۔ لیکن حلقوم کو کاٹنے کے بغیر ان تینوں رگوں کو کاٹنا ممکن نہیں ہے۔ پس سنت کا تقاضہ یہ ہوا کہ حلقوم کو کاٹا جائے اور ہماری بیان کردہ دلیل کے ظاہر سے امام مالک علیہ الرحمہ نے استدلال کیا ہے۔ اور وہ اکثر رگوں کو کاٹنا جائز نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے نزدیک تمام رگوں کو کاٹنا شرط ہے اور ہمارے نزدیک بھی جب کسی نے ساری رگوں کو کاٹ دیا ہے تو ذبیحہ حلال ہوگا۔ اور جب اس نے اکثر کو کاٹ دیا ہے تو امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک حلال ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ مری اور ایک ودج کا کاٹنا لازم ہے۔

اوداج و حلقوم کے نصف کاٹنے پر ذبیحہ حلال نہ ہونے کا بیان

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : هٰكَذَا ذَكَرَ الْقُدُوْرِيُّ الِاخْتِلَافَ فِيْ مُخْتَصَرِهٖ . وَالْمَشْهُوْرُ فِيْ كُتُبِ مَشَايِخِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ اَنَّ هٰذَا قَوْلُ اَبِيْ يُوْسُفَ وَحْدَهُ . وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ : اِنْ قَطَعَ نِصْفَ الْحُلْقُوْمِ وَنِصْفَ الْاَوْدَاجِ لَمْ يُؤْكَلْ . وَاِنْ قَطَعَ اَكْثَرَ الْاَوْدَاجِ وَالْحُلْقُوْمَ قَبْلَ اَنْ

يَمُوتَ اُكِلَ ۔ وَلَمْ يَحْكِ خِلَافًا فَاخْتَلَفَتِ الرِّوَايَةُ فِيهِ ۔

وَالْحَاصِلُ اَنَّ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ اِذَا قَطَعَ الثَّلَاثَ : اَيَّ ثَلَاثٍ كَانَ يَحِلُّ، وَبِهِ كَانَ يَقُولُ اَبُو يُوسُفَ اَوَّلًا ثُمَّ رَجَعَ اِلَى مَا ذَكَرْنَا ۔

وَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ يُعْتَبَرُ اَكْثَرُ كُلِّ فَرْدٍ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لِاَنَّ كُلَّ فَرْدٍ مِنْهَا اَصْلٌ بِنَفْسِهِ لِانْفِصَالِهِ عَنْ غَيْرِهِ وَلِوُرُودِ الْاَمْرِ بِفَرْيِهِ فَيُعْتَبَرُ اَكْثَرُ كُلِّ فَرْدٍ مِنْهَا ۔

وَلِاَبِي يُوسُفَ اَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ قَطْعِ الْوَدَجَيْنِ اِنْهَارُ الدَّمِ فَيَنُوبُ اَحَدُهُمَا عَنِ الْاٰخَرِ، اِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَجْرَى الدَّمِ ۔ اَمَّا الْحُلْقُومُ فَيُخَالِفُ الْمَرِيءَ فَاِنَّهُ مَجْرَى الْعَلَفِ وَالْمَاءِ، وَالْمَرِيءُ مَجْرَى النَّفَسِ فَلَا بُدَّ مِنْ قَطْعِهِمَا ۔

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ اَنَّ الْاَكْثَرَ يَقُومُ مَقَامَ الْكُلِّ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْاَحْكَامِ، وَاَيَّ ثَلَاثٍ قَطَعَهَا فَقَدْ قَطَعَ الْاَكْثَرَ مِنْهَا وَمَا هُوَ الْمَقْصُودُ يَحْصُلُ بِهَا هُوَ اِنْهَارُ الدَّمِ الْمَسْفُوحِ وَالتَّوْحِيَةُ فِي اِخْرَاجِ الرُّوحِ، لِاَنَّهُ لَا يَحْيَا بَعْدَ قَطْعِ مَجْرَى النَّفَسِ اَوِ الطَّعَامِ، وَيَخْرُجُ الدَّمُ بِقَطْعِ اَحَدِ الْوَدَجَيْنِ فَيُكْتَفَى بِهِ تَحَرُّزًا عَنْ زِيَادَةِ التَّعْذِيبِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَطَعَ النِّصْفَ لِاَنَّ الْاَكْثَرَ بَاقٍ فَكَاَنَّهُ لَمْ يَقْطَعْ شَيْئًا اِحْتِيَاطًا لِجَانِبِ الْحُرْمَةِ ۔

اور صاحب قدوری نے اپنی قدوری میں اسی اختلاف کو ذکر کیا ہے۔ اور ہمارے مشائخ فقہاء کی کتب میں یہی مشہور ہے کہ یہ صرف امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں اس طرح لکھا ہے اور جب حلقوم اور اودج کو نصف نصف کاٹ دیا جائے تو وہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ اور جب جانور کے مرنے سے قبل اودج اور حلقوم کو کاٹ دیا گیا ہے تو وہ ذبیحہ کھایا جائے گا۔ اور انہوں نے اس میں کسی اختلاف کو ذکر نہیں کیا اور اس مسئلہ میں اختلاف روایات ہے۔

اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک جب تین رگیں کٹ جائیں خواہ وہ کوئی بھی ہوں تو وہ ذبیحہ حلال ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ بھی پہلے اسی کے قائل تھے اس کے بعد انہوں نے بھی ہمارے بیان کردہ قول کی جانب رجوع کیا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس میں ہر فرد کے اکثر کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی طرح بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ رگ کا ہر فرد خود ایک اصل ہے اس لئے کہ وہ دوسرے سے الگ ہے۔ اور اس کو کاٹنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ پس رگوں کے ہر جز کے اکثر حصے کا اعتبار کیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ ودجین کو کاٹنے کا مقصد یہ ہے کہ خون بہہ جائے پس ایک کو کاٹنا یہ دوسرے کے

قائم مقام ہوگا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک خون کی نالی ہے جبکہ حلقوم کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ مری سے الگ ہے کیونکہ حلقوم یہ گھاس اور پانی کی نالی ہے۔ جبکہ مری سانس کی نالی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ بہت سے مسائل میں اکثر مقام کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ لہٰذا جس تین کو بھی ذبح کرنے والے نے کاٹا ہے اس نے اکثر کو کاٹ دیا ہے۔ اور اس سے ذبح کا مقصد بھی حاصل ہوجاتا ہے اور وہ دم مسفوح کو بہانا ہے اور روح کو جلدی جدا کرنا ہے تو یہ تین سے ہوجاتی ہیں۔ کیونکہ سانس یا کھانے کی نالی کاٹ دینے کے بعد کوئی جانور زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور ودجین میں سے ایک کو کاٹنے کی وجہ سے خون خارج ہوجاتا ہے۔ پس زائد تکلیف پہنچانے سے بچنے کے لئے یہ کافی ہوگا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ذبح کرنے والے نے نصف نصف کو کاٹا ہو کیونکہ اس میں ابھی اکثر باقی ہے۔ پس اس نے کچھ بھی نہ کاٹا ہے۔ اور جانب حرمت احتیاط کے سبب ثابت کی جائے گی۔

ناخن، دانت اور سینگ کے ذریعے ذبح کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ الذَّبْحُ بِالظُّفُرِ وَالسِّنِّ وَالْقَرْنِ إِذَا كَانَ مَنْزُوعًا حَتّٰى لَا يَكُونَ بِأَكْلِهِ بَأْسٌ، إِلَّا أَنَّهُ يُكْرَهُ هٰذَا الذَّبْحُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: الْمَذْبُوحُ مَيْتَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كُلُّ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَأَفْرَى الْأَوْدَاجَ مَا خَلَا الظُّفُرَ وَالسِّنَّ فَإِنَّهُمَا مُدَى الْحَبَشَةِ) وَلِأَنَّهُ فِعْلٌ غَيْرُ مَشْرُوعٍ فَلَا يَكُونُ ذَكَاةً كَمَا إِذَا ذُبِحَ بِغَيْرِ الْمَنْزُوعِ، وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَنْهِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ) وَيُرْوَى (أَفْرِ الْأَوْدَاجَ بِمَا شِئْتَ) وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى غَيْرِ الْمَنْزُوعِ فَإِنَّ الْحَبَشَةَ كَانُوا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ، وَلِأَنَّهُ آلَةٌ جَارِحَةٌ فَيَحْصُلُ بِهِ مَا هُوَ الْمَقْصُودُ وَهُوَ إِخْرَاجُ الدَّمِ وَصَارَ كَالْحَجَرِ وَالْحَدِيدِ، بِخِلَافِ غَيْرِ الْمَنْزُوعِ لِأَنَّهُ يَقْتُلُ بِالثِّقَلِ فَيَكُونُ فِي مَعْنَى الْمُنْخَنِقَةِ، وَإِنَّمَا يُكْرَهُ لِأَنَّ فِيهِ اسْتِعْمَالَ جُزْءِ الْآدَمِيِّ وَلِأَنَّ فِيهِ إِعْسَارًا عَلَى الْحَيَوَانِ وَقَدْ أُمِرْنَا فِيهِ بِالْإِحْسَانِ.

فرمایا کہ ناخن، دانت اور سینگ کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے لیکن ان میں شرط یہ ہے کہ وہ الگ ہوں اور ان سے کیے گئے ذبیحہ کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر یہ ذبح کرنا مکروہ ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایسا ذبیحہ مردار ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جن جانوروں کو رگوں کو کاٹ خون کو نکال دیا جائے ان کو کھاؤ۔ جو ناخن اور دانت کے سوا ہو۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں حبشیوں کے لئے چھری ہیں اور یہ بھی دلیل ہے کہ غیر مشروع عمل ہے پس درست نہ ہوگا۔ جس طرح اس مسئلہ میں ہے کہ جب اس کو بغیر اکھڑے ہوئے دانت کے ساتھ ذبح کیا جائے۔

اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس چیز سے چاہو خون بہا دو (عدی بن حاتم والی بخاری

و مسلم کی روایت سے ہے) اور ایک روایت میں اس طرح چیز سے دل چاہے تم رگوں کو کاٹ دو۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث ان ناخنوں کے بارے میں ہے جو غیر منزوع ہوں۔ کیونکہ حبشہ والے اسی طرح ذبح کیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ناخن وغیرہ یہ ذبح کرنے کے لئے بطور آلہ ہیں۔ تو خون کو خارج کرنے والا مقصد ان سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ پتھر اور لوہے کی طرح ہو جائیں گے۔ بہ خلاف ان غیر منزوع ناخنوں کے کیونکہ ان میں ذبح کرنے والا بوجھ سے جانوروں کو ذبح کرے گا۔ پس وہ گلہ گھونٹ دیئے گئے جانور کی طرح ہو جائے گا۔ اور وہ مکروہ اس سبب سے ہے کہ اس میں ایک آدمی کا حصہ استعمال ہوا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس کی وجہ سے حیوان پر سختی کی گئی ہے حالانکہ ذبح کے بارے میں ہماری نرمی کرنے اور احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

دھاری دار پتھر سے ذبح کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ الذَّبْحُ بِاللِّيطَةِ وَالْمَرْوَةِ وَكُلِّ شَيْءٍ أَنْهَرَ الدَّمَ إلَّا السِّنَّ الْقَائِمَ وَالظُّفُرَ الْقَائِمَ) فَإِنَّ الْمَذْبُوحَ بِهِمَا مَيْتَةٌ لِمَا بَيَّنَّا، وَنَصَّ مُحَمَّدٌ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ عَلَى أَنَّهَا مَيْتَةٌ لِأَنَّهُ وَجَدَ فِيهِ نَصًّا .

وَمَا لَمْ يَجِدْ فِيهِ نَصًّا يَحْتَاطُ فِي ذَلِكَ، فَيَقُولُ فِي الْحِلِّ لَا بَأْسَ بِهِ وَفِي الْحُرْمَةِ يَقُولُ يُكْرَهُ أَوْ لَمْ يُؤْكَلْ .

دھاری دار پتھر اور سرکنڈے کے چھلکے کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے اور غیر منزوع ناخن اور دانت کے سوا ہر ایسی چیز کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے جو خون کو بہا دینے والی ہو۔ کیونکہ غیر منزوع ناخن اور دانت کا ذبیحہ مردار ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں یہ تصریح کی ہے کہ اس طرح کا ذبیحہ مردار ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں انہیں کوئی نص نہیں ملی اور جس حکم کے بارے میں وہ نص کو نہ پائیں وہ اس میں حکم صادر کرنے میں احتیاط کرتے ہیں پس وہ حلت پر "کوئی حرج نہیں" اور حرمت پر "مکروہ ہے یا نہیں کھایا جائے گا" اس طرح ارشاد فرما دیتے ہیں۔

ذبح میں چھری کو تیز کرنے کے استحباب کا بیان

قَالَ (وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُحِدَّ الذَّابِحُ شَفْرَتَهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ) وَيُكْرَهُ أَنْ يُضْجِعَهَا ثُمَّ يُحِدَّ الشَّفْرَةَ لِمَا رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا أَضْجَعَ شَاةً، وَهُوَ يُحِدُّ شَفْرَتَهُ فَقَالَ : لَقَدْ أَرَدْت أَنْ تُمِيتَهَا مَوْتَاتٍ، هَلَّا حَدَدْتهَا قَبْلَ أَنْ تُضْجِعَهَا)

فرمایا کہ ذبح کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ چھری کو تیز کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنے کا حکم دیا ہے پس جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے کرو۔ اور جب تم ذبح کرو تو بھی اچھے طریقے سے کرو۔ اور تم میں سے ہر شخص کو اپنی چھری کو تیز کر لینا چاہیے۔ اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچانا چاہیے۔ اور جانور کو لٹانے کے سوا چھری کو تیز کرنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ذبح کرنے والے کو بکری کو لٹا دینے کے بعد چھری کو تیز کرتے ہوئے دیکھا تو اس طرح فرمایا کہ تم اس بکری کو کئی موتوں میں مارنا چاہتے ہو اور تم نے اس کو لٹا دینے سے پہلے چھری کو تیز کیوں نہ کیا

ذبح میں گردن کی ہڈی کو کاٹنے کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَلَغَ بِالسِّكِّينِ النُّخَاعَ أَوْ قَطَعَ الرَّأْسَ كُرِهَ لَهُ ذٰلِكَ وَتُؤْكَلُ ذَبِيحَتُهُ) وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ: قَطَعَ مَكَانَ بَلَغَ.

وَالنُّخَاعُ عِرْقٌ أَبْيَضُ فِي عَظْمِ الرَّقَبَةِ، أَمَّا الْكَرَاهَةُ فَلِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَنَّهُ نَهَى أَنْ تُنْخَعَ الشَّاةُ إِذَا ذُبِحَتْ) وَتَفْسِيرُهُ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَقِيلَ مَعْنَاهُ: أَنْ يَمُدَّ رَأْسَهُ حَتَّى يَظْهَرَ مَذْبَحُهُ، وَقِيلَ أَنْ يَكْسِرَ عُنُقَهُ قَبْلَ أَنْ يَسْكُنَ مِنَ الِاضْطِرَابِ، وَكُلُّ ذٰلِكَ مَكْرُوهٌ، وَهٰذَا لِأَنَّ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ وَفِي قَطْعِ الرَّأْسِ زِيَادَةَ تَعْذِيبِ الْحَيَوَانِ بِلَا فَائِدَةٍ وَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ. وَالْحَاصِلُ أَنَّ مَا فِيهِ زِيَادَةُ إِيلَامٍ لَا يُحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي الذَّكَاةِ مَكْرُوهٌ.

وَيُكْرَهُ أَنْ يَجُرَّ مَا يُرِيدُ ذَبْحَهُ بِرِجْلِهِ إِلَى الْمَذْبَحِ، وَأَنْ تُنْخَعَ الشَّاةُ قَبْلَ أَنْ تَبْرُدَ: يَعْنِي تَسْكُنَ مِنَ الِاضْطِرَابِ، وَبَعْدَهُ لَا أَلَمَ فَلَا يُكْرَهُ النَّخْعُ وَالسَّلْخُ، إِلَّا أَنَّ الْكَرَاهَةَ لِمَعْنًى زَائِدٍ وَهُوَ زِيَادَةُ الْأَلَمِ قَبْلَ الذَّبْحِ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا يُوجِبُ التَّحْرِيمَ فَلِهٰذَا قَالَ: تُؤْكَلُ ذَبِيحَتُهُ.

اور جس شخص نے گردن کی ہڈی کو کاٹ دیا یا اس نے ذبیحہ کے سر کو کاٹ دیا ہے تو ذبح کرنے والے کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے اور بعض نسخوں میں بلغ کی جگہ پر قطع ہے۔ اور نخاع گردن کی ہڈی میں ایک سفید کلر کی رگ کو کہتے ہیں۔ اور اس میں کراہت اس سبب سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ذبح کرتے وقت نخاع تک پہنچنے سے منع کیا ہے اور نخاع کی وضاحت وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا حکم یہ ہے کہ ذبیحے کا سر کھینچا جائے۔ یہاں تک کہ اس کا مذبح ظاہر ہو جائے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ذبیحے کے مضطرب ہونے سے پہلے پر سکون حالت میں اس کی گردن کو الگ کر دیا جائے۔ اور یہ تمام صورتیں مکروہ ہیں۔ کیونکہ ان تمام صورتوں میں اس طرح ذبیحے کے سر کو کاٹے بغیر جانور کو زیادہ تکلیف دینا ہے اور تکلیف دینے سے منع کیا گیا ہے۔

اس مسئلہ سے حاصل یہ ہوا ہے کہ جس طرح ذبح کرنے میں ضرورت کے سوا کوئی تکلیف ہو وہ مکروہ ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور

جس جانور کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے اس کے پاؤں کو پکڑ کر مذبح تک کھینچتے ہوئے لے جانا مکروہ ہے۔ اور اسی طرح جانور کے ٹھنڈے ہونے سے قبل اور پریشانی میں اس کے پرسکون ہونے سے قبل بکری کے سر کو جدا کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ ٹھنڈا ہو جانے کے بعد تکلیف نہیں رہتی۔ اور اب سر کو الگ کرنا اور کھال کو اتارنا مکروہ نہیں ہے۔ جبکہ کراہت ایک زائد حکم کی وجہ سے ہے اور وہ ذبح سے قبل یا اس کے بعد جانور کو تکلیف پہنچانا ہے۔ پس یہ حرمت کو واجب کرنے والی نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس ذبیحہ کو کھا لیا جائے گا۔

گردن کی پشت کی جانب سے ذبح کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ ذَبَحَ الشَّاةَ مِنْ قَفَاهَا فَبَقِيَتْ حَيَّةً حَتَّى قَطَعَ الْعُرُوقَ حَلَّ) لِتَحَقُّقِ الْمَوْتِ بِمَا هُوَ ذَكَاةٌ، وَيُكْرَهُ لِأَنَّ فِيهِ زِيَادَةَ الْأَلَمِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ فَصَارَ كَمَا إِذَا جَرَحَهَا ثُمَّ قَطَعَ الْأَوْدَاجَ (وَإِنْ مَاتَتْ قَبْلَ قَطْعِ الْعُرُوقِ لَمْ تُؤْكَلْ) لِوُجُودِ الْمَوْتِ بِمَا لَيْسَ بِذَكَاةٍ فِيهَا

اور جب کسی شخص نے پشت کی جانب سے بکری کو ذبح کیا اور وہ اس کے بعد زندہ رہی حتیٰ کہ ذبح کرنے والے نے اس کی رگوں کو کاٹ دیا ہے تو وہ حلال ہے کیونکہ موت ذبح سے واقع ہوئی ہے اور البتہ یہ عمل مکروہ ہے کیونکہ اس میں بغیر کسی سبب تکلیف کو زائد کرنا ہے۔ پس یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے بکری کو زخمی کرنے کے بعد اس کی رگوں کو کاٹ دیا ہو۔ اور اگر وہ بکری رگوں کو کاٹنے سے قبل مر گئی ہے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ کیونکہ اب موت ایسی چیز سے واقع ہوئی ہے جو اس بکری میں ذبح نہیں ہے۔

مانوس شکار میں ذکاۃ ذبح ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَا اسْتَأْنَسَ مِنَ الصَّيْدِ فَذَكَاتُهُ الذَّبْحُ، وَمَا تَوَحَّشَ مِنَ النَّعَمِ فَذَكَاتُهُ الْعَقْرُ وَالْجُرْحُ) لِأَنَّ ذَكَاةَ الِاضْطِرَارِ إِنَّمَا يُصَارُ إِلَيْهِ عِنْدَ الْعَجْزِ عَنْ ذَكَاةِ الِاخْتِيَارِ عَلَى مَا مَرَّ، وَالْعَجْزُ مُتَحَقِّقٌ فِي الْوَجْهِ الثَّانِي دُونَ الْأَوَّلِ (وَكَذَا مَا تَرَدَّى مِنَ النَّعَمِ فِي بِئْرٍ وَوَقَعَ الْعَجْزُ عَنْ ذَكَاةِ الِاخْتِيَارِ) لِمَا بَيَّنَّا .

وَقَالَ مَالِكٌ : لَا يَحِلُّ بِذَكَاةِ الِاضْطِرَارِ فِي الْوَجْهَيْنِ لِأَنَّ ذَلِكَ نَادِرٌ .وَنَحْنُ نَقُولُ : الْمُعْتَبَرُ حَقِيقَةُ الْعَجْزِ وَقَدْ تَحَقَّقَ فَيُصَارُ إِلَى الْبَدَلِ، كَيْفَ وَإِنَّا لَا نُسَلِّمُ النُّدْرَةَ بَلْ هُوَ غَالِبٌ .وَفِي الْكِتَابِ أَطْلَقَ فِيمَا تَوَحَّشَ مِنَ النَّعَمِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ الشَّاةَ إِذَا نَدَّتْ فِي الصَّحْرَاءِ فَذَكَاتُهَا الْعَقْرُ، وَإِنْ نَدَّتْ فِي الْمِصْرِ لَا تَحِلُّ بِالْعَقْرِ لِأَنَّهَا لَا تَدْفَعُ عَنْ نَفْسِهَا فَيُمْكِنُ أَخْذُهَا فِي الْمِصْرِ فَلَا عَجْزَ، وَالْمِصْرُ وَغَيْرُهُ سَوَاءٌ فِي الْبَقَرِ وَالْبَعِيرِ لِأَنَّهُمَا يَدْفَعَانِ عَنْ أَنْفُسِهِمَا فَلَا يَقْدِرُ عَلَى أَخْذِهِمَا، وَإِنْ نَدَّا فِي الْمِصْرِ

فَيَتَحَقَّقُ الْعَجْزُ، وَالصِّيَالُ كَالنَّدِّ إِذَا كَانَ لَا يَقْدِرُ عَلَى أَخْذِهِ، حَتَّى لَوْ قَتَلَهُ الْمَصُولُ عَلَيْهِ وَهُوَ يُرِيدُ الذَّكَاةَ حَلَّ أَكْلُهُ ۔

اور جو شکار مانوس ہو جائے اس میں ذکاۃ کا حکم ذبح ہے جبکہ جانوروں میں جو وحشی ہو جائیں تو ان کی ذکاۃ کو چوں کو کاٹ دینا اور زخم پہنچانا ہے۔ کیونکہ جب ذکاۃ اختیاری سے عاجز ہونے کی وجہ سے ذبح اضطراری کی جانب رجوع کیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔ اور اس مسئلہ میں عاجز ہونا یہ دوسری صورت میں ثابت ہوا ہے پہلی صورت میں ثابت نہیں ہوا۔

اور اسی طرح جو جانور کنوئیں میں گر کر مر جائے اور اس کو اختیاری طور پر ذبح کرنا ممکن نہ ہو سکے، تو یہ بھی اسی دلیل کے موافق ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں ذبح اضطراری جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ شاذ و نادر واقع ہوتا ہے۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ اس میں اعتبار عاجز آنے کی حقیقت ہے اور یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے پس اس کے بدل کی جانب رجوع کیا جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) ہم اس کو کس طرح نادر مان لیں حالانکہ یہ کثیر واقع ہونے والا ہے۔

اور قدوری میں وحشی جانوروں کے بارے میں حکم کو علی الاطلاق بیان کیا گیا ہے اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب کوئی بکری جنگل میں بھاگ جائے تو اس کا ذبح عقر ہے اور اگر وہ شہر میں بھاگی ہے تو وہ عقر یعنی کونچوں کو کاٹ دینے سے حلال نہ ہوگی۔ کیونکہ شہر میں وہ اپنے آپ کا دفاع کرنے والی نہیں ہے۔ پس شہر میں اس کو پکڑ لینا ممکن ہے۔ پس یہ عجز نہ ہوگا۔

گائے اور اونٹ میں شہر و غیر شہر دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں اپنے آپ کا دفاع کرنے والے ہیں۔ پس انہیں پکڑنے پر کوئی شخص قدرت رکھنے والا نہ ہوگا۔ خواہ یہ دونوں شہر میں بدک جائیں تو ان کے لئے عجز ثابت ہو جائے گا۔ اور ان کا حملہ کرنا یہ بھی بدک جانے کی مثل ہے۔ جب اس جانور کو پکڑنا ممکن نہ ہو حتیٰ کہ جب حملہ میں پھنس جانے والے شخص نے اگر ذبح کے ارادے سے جانور کو قتل کر دیا ہے تو اس کا کھانا حلال ہے۔

اونٹ میں نحر کے مستحب ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْمُسْتَحَبُّ فِي الْإِبِلِ النَّحْرُ، فَإِنْ ذَبَحَهَا جَازَ وَيُكْرَهُ .وَالْمُسْتَحَبُّ فِي الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ الذَّبْحُ فَإِنْ نَحَرَهُمَا جَازَ وَيُكْرَهُ) أَمَّا الِاسْتِحْبَابُ فَلِمُوَافَقَةِ السُّنَّةِ الْمُتَوَارَثَةِ وَلِاجْتِمَاعِ الْعُرُوقِ فِيهَا فِي الْمَنْحَرِ وَفِيهِمَا فِي الْمَذْبَحِ، وَالْكَرَاهَةُ لِمُخَالَفَةِ السُّنَّةِ وَهِيَ لِمَعْنًى فِي غَيْرِهِ فَلَا تَمْنَعُ الْجَوَازَ وَالْحِلَّ خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ مَالِكٌ إِنَّهُ لَا يَحِلُّ ۔

فرمایا کہ اونٹ میں نحر مستحب ہے۔ مگر جب کسی نے اس کو ذبح کر دیا ہے تو جائز ہے۔ لیکن مکروہ ہے اور بکری اور گائے میں ذبح کرنا مستحب ہے۔ مگر جب کسی نے ان کو نحر کر دیا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن یہ بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ اس کے بارے

میں مستحب ہونے کا حکم یہ سنت متوارثہ سے ثابت ہے۔ اور اسی طرح اونٹ کو نحر کرنے کی صورت میں نحر کی جگہ والا خون رگوں میں جمع ہونے میں اور گائے بکری میں مذبح میں رگوں کے جمع ہونے کے سبب مستحب ہے۔ اور کراہت اسی سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور یہ کراہت ایک ایسے معنی کے سبب سے ہے جو نحر اور ذبح کے سوا ہے پس یہ کراہت حلت وجواز کے لئے مانع نہ بن سکے گی۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ امام مالک اس کو حلال نہیں کہتے۔

جنین کا حکم ذبح میں داخل ہونے یا نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ نَحَرَ نَاقَةً اَوْ ذَبَحَ بَقَرَةً فَوَجَدَ فِي بَطْنِهَا جَنِينًا مَيِّتًا لَمْ يُؤْكَلْ اَشْعَرَ اَوْ لَمْ يُشْعِرْ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ .وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَالْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : اِذَا تَمَّ خَلْقُهُ اُكِلَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ اُمِّهِ) وَلِاَنَّهُ جُزْءٌ مِنَ الْاُمِّ حَقِيقَةً لِاَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهَا حَتّٰى يُفْصَلَ بِالْمِقْرَاضِ وَيَتَغَذّٰى بِغِذَائِهَا وَيَتَنَفَّسُ بِتَنَفُّسِهَا، وَكَذَا حُكْمًا حَتّٰى يَدْخُلَ فِي الْبَيْعِ الْوَارِدِ عَلَى الْاُمِّ وَيُعْتَقَ بِاِعْتَاقِهَا .

وَاِذَا كَانَ جُزْءًا مِنْهَا فَالْجُرْحُ فِي الْاُمِّ ذَكَاةٌ لَهُ عِنْدَ الْعَجْزِ عَنْ ذَكَاتِهِ كَمَا فِي الصَّيْدِ .

وَلَهُ اَنَّهُ اَصْلٌ فِي الْحَيَاةِ حَتّٰى تُتَصَوَّرَ حَيَاتُهُ بَعْدَ مَوْتِهَا وَعِنْدَ ذٰلِكَ يُفْرَدُ بِالذَّكَاةِ، وَلِهٰذَا يُفْرَدُ بِاِيجَابِ الْغُرَّةِ وَيُعْتَقُ بِاِعْتَاقٍ مُضَافٍ اِلَيْهِ، وَتَصِحُّ الْوَصِيَّةُ لَهُ وَبِهِ، وَهُوَ حَيَوَانٌ دَمَوِيٌّ، وَمَا هُوَ الْمَقْصُودُ مِنَ الذَّكَاةِ وَهُوَ الْمَيْزُ بَيْنَ الدَّمِ وَاللَّحْمِ لَا يَتَحَصَّلُ بِجُرْحِ الْاُمِّ، اِذْ هُوَ لَيْسَ بِسَبَبٍ لِخُرُوجِ الدَّمِ عَنْهُ فَلَا يُجْعَلُ تَبَعًا فِي حَقِّهِ، بِخِلَافِ الْجُرْحِ فِي الصَّيْدِ لِاَنَّهُ سَبَبٌ لِخُرُوجِهِ نَاقِصًا فَيُقَامُ مَقَامَ الْكَامِلِ فِيهِ عِنْدَ التَّعَذُّرِ .

وَاِنَّمَا يَدْخُلُ فِي الْبَيْعِ تَحَرِّيًا لِجَوَازِهِ كَيْ لَا يَفْسُدَ بِاسْتِثْنَائِهِ، وَيُعْتَقُ بِاِعْتَاقِهَا كَيْ لَا يَنْفَصِلَ مِنَ الْحُرَّةِ وَلَدٌ رَقِيقٌ .

اور جس شخص نے اونٹ کو نحر کیا یا اس نے گائے کو ذبح کیا ہے اور اس کے بعد اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ پیدا ہوا ہے تو اگر چہ اس کے بال اگ چکے ہوں یا نہ ہوں اس کو نہیں کھایا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسی طرح ہے اور امام زفر اور امام حسن بن زیاد علیہما الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اگر اس کی خلقت مکمل ہو چکی ہے تو اس کو کھایا جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنین کا ذبح کرنا اس کی ماں کو ذبح کرنا ہے۔ کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے جنین ماں کا حصہ ہے کیونکہ وہ اسی کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کو قینچی کے ذریعے الگ کیا جاتا ہے۔ اور جنین بھی ماں کی غذا سے غذا حاصل کرنے

والا ہوتا ہے۔اور یہ سانس بھی اسی کے سانس لینے سے لینے والا ہے۔اوراسی طرح وہ حکمی طور پر بھی ماں کے تابع ہے یہاں تک کہ ماں پر منعقد ہونے والی بیع میں بھی وہ شامل ہوتا ہے۔اور ماں کی آزادی کے سبب وہ بھی آزاد ہو جاتا ہے۔لہٰذا جب جنین ماں کا حصہ ہوا تو ماں کو زخم دینا اس کے لئے بھی ذبح بن جائے گا۔اور یہ حکم شکار کی طرح جنین کے ذبح سے عاجزی کے وقت ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جنین زندگی میں اصل ہے کیونکہ ماں کی موت کے بعد اس کی زندگی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔اور تب اس کو علیحدہ ذبح کیا جاتا ہے۔اسی دلیل کے سبب جنین تاوان میں الگ ہوتا ہے۔اور اس کی جانب منسوب آزادی سے وہ آزاد ہونے والا ہے۔پس اس کے لئے یا کسی دوسرے کے لئے اس کی وصیت درست ہوتی ہے۔اور وہ خون والا جانور ہے۔ جبکہ ذبح کا مقصد خون اور گوشت کو الگ الگ کرنا ہوتا ہے۔جو ماں کو زخمی کرنے کی وجہ سے حاصل نہ ہوگا۔کیونکہ ماں کو زخمی کرنا جنین سے خون نکلنے کا سبب نہیں بن سکے گا۔پس خون نکلنے کے حق میں جنین کو ماں کے تابع نہ کیا جائے گا۔جبکہ زخمی شکار میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہاں زخم معمولی خون نکلنے کی وجہ سے ہے پس عذر کے سبب اس کو کل کے قائم مقام کر دیا جائے گا۔اور بیع کے جواز کے سبب جنین کو ماں کے تابع کر دیا جاتا ہے۔کہ کہیں اس کے استثناء کے سبب بیع فاسد نہ ہو جائے۔اور ماں کی آزادی کے سبب بچہ اس لئے آزاد ہوتا ہے کہ کہیں رقیق ماں سے اس کا بچہ الگ نہ ہو۔

فَصْلٌ فِيمَا يُؤْكَلُ وَمَا لَا يُؤْكَلُ

﴿یہ فصل حلال وحرام جانوروں کے بیان میں ہے﴾

فصل حلال وحرام جانوروں کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ذبح کرنے والا ایسی چیز کا ذریعہ ہے جو مقصود ہے اور مقصود حیوانات کے گوشت کو حلال کرتا ہے۔ پس مصنف علیہ الرحمہ نے ذبح کرنے والے کے احکام کے بعد ان حیوانات کو بیان کر رہے ہیں کہ جن کے گوشت کو کھایا جائے گا یا نہیں کھایا جائے گا۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب ذبح کرنے والا، بیروت)

فصل غیر ماکول لحم کے شرعی ماخذ کا بیان

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (البقرہ، ۱۷۳)

اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو نا چار ہو، نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے، (کنزالایمان)

آیت حرمت حیوانات میں حصر کے اضافی ہونے کا بیان

اس آیت میں چار حرام کردہ چیزوں کا ذکر ہے لیکن اسے کلمہ حصر (انما) کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حرام صرف یہی چار چیزیں ہیں جبکہ ان کے علاوہ بھی کئی چیزیں ہیں جو حرام ہیں۔ اس لئے اول تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ حصر ایک خاص سیاق میں آیا ہے یعنی مشرکین کے اس فعل کے ضمن میں کہ وہ حلال جانوروں کو بھی حرام قرار دے لیتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حرام نہیں حرام تو صرف یہ ہیں۔ اس لئے یہ حصر اضافی ہے یعنی اس کے علاوہ بھی دیگر محرمات ہیں جو یہاں مذکور نہیں۔

دوسرا حدیث میں دو اصول جانوروں کی حلت وحرمت کے لئے بیان کر دیئے گئے ہیں وہ آیت کی صحیح تفسیر کے طور پر سامنے رہنے چاہئیں۔ درندوں میں ذوناب (وہ درندہ جو دانتوں سے شکار کرے) اور پرندوں میں ذومخلب (جو پنجے سے شکار کرے) حرام ہیں تیسرے جن جانوروں کی حرمت حدیث سے ثابت ہے مثلاً گدھا کتا وغیرہ وہ بھی حرام ہیں جس سے اس بات کی طرف اشارہ نکلتا ہے کہ حدیث بھی قرآن کریم کی طرح دین کا ماخذ اور دین میں حجت ہے اور دین دونوں کے ماننے سے مکمل ہوتا ہے نہ کہ حدیث کو نظر انداز کر کے صرف قرآن سے۔ مردہ سے مراد وہ حلال جانور ہے جو بغیر ذبح کیے طبعی طور پر یا کسی حادثے سے مر گیا ہو یا

شرعی طریقے کے خلاف اسے ذبح کیا گیا ہو مثلاً گلا گھونٹ دیا جائے یا پتھر اور لکڑی وغیرہ سے مارا جائے یا جس طرح آجکل مشینی ذبح کا طریقہ ہے اس میں جھٹکے سے مارا جاتا ہے۔

البتہ حدیث میں دو مردار جانور حلال قرار دیئے گئے ہیں ایک مچھلی دوسری ٹڈی وہ اس حکم میتہ سے مستثنیٰ ہیں خون سے مراد دم مسفوح ہے یعنی ذبح کے وقت جو خون نکلتا اور بہتا ہے گوشت کے ساتھ جو خون لگا رہ جاتا ہے وہ حلال ہے یہاں بھی دو خون حدیث کی رو سے حلال ہیں کلیجی اور تلی۔ خنزیر یعنی سور کا گوشت۔ سور بے غیرتی میں بدترین جانور ہے اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آیت میں حکم حرمت کو اشیاء مذکورہ میں منحصر کر کے بیان فرمایا ہے جس کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ اشیائے مذکورہ کے سوا کوئی جانور حرام نہیں حالانکہ جملہ درندے اور گدھا اور کتا وغیرہ سب کا کھانا حرام ہے اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ اس حصر سے حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ میں منحصر کرنا ہرگز مراد نہیں کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش ہو بلکہ حکم حرمت کو صحت وصداقت کے ساتھ مخصوص فرما کر اس حکم کی جانب مخالف کا بطلان منظور ہے یعنی بس بات یہی ہے کہ یہ چیزیں اللہ پاک نے تم پر حرام فرمادیں اس میں دوسرا احتمال ہی نہیں یعنی ان کا حلال سمجھنا بالکل باطل اور غلط ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ ہی میں منحصر مانا جائے مگر اس حصر کو اضافی یعنی خاص انہی چیزوں کے لحاظ سے تسلیم کیا جائے جن کو مشرکین نے اپنی طرف سے حرام کر لیا تھا جیسے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جن کا ذکر آئندہ آئیگا۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم نے تو تم پر فقط میتہ اور خنزیر وغیرہ کو حرام کیا تھا تم جو سائبہ وغیرہ کی تحریم اور تعظیم کے قائل ہو یہ محض تمہارا افتراء ہے باقی رہے درندے اور خبیث جانوران کے حرام ہونے میں مشرکین بھی نزاع نہ کرتے تھے۔ سو یہ حصر انہی جانوروں کے لحاظ سے ہے جن کو مشرکین نے خلاف حکم الٰہی اپنی طرف سے حرام ٹھہرالیا تھا تمام جہان کے جانوروں سے اس کو کیا تعلق جو اعتراض مذکور کی نوبت آئے۔

اشیائے اربعہ کی حرمت میں مذاہب اربعہ

وہ جانور جو گلا گھونٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو۔ لیکن فی الحقیقت یہ بھی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک تشریح ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور اس طور پر ہلاک ہوئے ہوں وہ بھی مُردار کی تعریف میں آتے ہیں۔

فقہائے اسلام میں سے ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ حیوانی غذاؤں میں سے یہی چار چیزیں حرام ہیں اور ان کے سوا ہر چیز کا کھانا جائز ہے۔

یہی مسلک حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عائشہ کا تھا۔ لیکن متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے بعض چیزوں کے کھانے سے یا تو منع فرمایا ہے یا ان پر کراہت کا اظہار فرمایا ہے۔ مثلاً پالتو گدھے، کچلیوں والے درندے اور پنجوں والے پرندے۔

اس وجہ سے اکثر فقہاء تحریم کو ان چار چیزوں تک محدود نہیں مانتے بلکہ دوسری چیزوں تک اسے وسیع قرار دیتے ہیں۔ مگر اس کے بعد پھر مختلف چیزوں کی حِلت وحُرمت میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ مثلاً پالتو گدھے کو امام ابوحنیفہ، امام مالک اور

امام شافعی حرام قرار دیتے ہیں۔

لیکن بعض دُوسرے فقہا کہتے ہیں کہ وہ حرام نہیں ہے بلکہ کسی وجہ سے نبی ﷺ نے ایک موقع پر اس کی ممانعت فرمادی تھی۔ درندہ جانوروں اور شکاری پرندوں اور مُردار خور حیوانات کو حنفیہ مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں۔ مگر امام مالک اور اُوزاعی کے نزدیک شکاری پرندے حلال ہیں۔ لیث کے نزدیک بلی حلال ہے۔

امام شافعی کے نزدیک صرف وہ درندے حرام ہیں جو انسان پر حملہ کرتے ہیں، جیسے شیر، بھیڑیا، چیتا وغیرہ۔ عکرمہ کے نزدیک کوا اور بجو دونوں حلال ہیں۔ اسی طرح حنفیہ تمام حشرات الارض کو حرام قرار دیتے ہیں، مگر ابن ابی لیلیٰ، امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک سانپ حلال ہے۔

ان تمام مختلف اقوال اور ان کے دلائل پر غور کرنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ دراصل شریعت الٰہی میں قطعی حُرمت اُن چار ہی چیزوں کی ہے جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے۔ ان کے سوا دُوسری حیوانی غذاوں میں مختلف درجوں کی کراہت ہے۔ جن چیزوں کی کراہت صحیح روایات کے مطابق نبی ﷺ سے ثابت ہے وہ حُرمت کے درجہ سے قریب تر ہیں۔

اور جن چیزوں میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے ان کی کراہت مشکوک ہے۔ رہی طبعی کراہت جس کی بنا پر بعض اشخاص بعض چیزوں کو کھانا پسند نہیں کرتے، یا طبقاتی کراہت جس کی بنا پر انسانوں کے بعض طبقے بعض چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں، یا قومی کراہت جس کی بنا پر بعض قومیں بعض چیزوں سے نفرت کرتی ہیں، تو شریعتِ الٰہی کسی کو مجبور نہیں کرتی کہ وہ خواہ مخواہ ہر اس چیز کو ضرور ہی کھا جائے جو حرام نہیں کی گئی ہے۔ اور اسی طرح شریعت کسی کو یہ حق بھی نہیں دیتی کہ وہ اپنی کراہت کو قانون قرار دے اور ان لوگوں پر الزام عائد کرے جو ایسی غذائیں استعمال کرتے ہیں جنھیں وہ ناپسند کرتا ہے۔

مردار کے اجزاء میں حکم حرمت پر فقہی مذاہب

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ مردار کا دودھ اور اس کے انڈے جو اس میں ہوں نجس ہیں امام شافعی کا یہی مذہب ہے اس لئے کہ وہ بھی میت کا ایک جزو ہے، امام مالک ﷫ سے ایک روایت میں ہے کہ تو وہ پاک لیکن میت میں شامل کی وجہ سے جنس ہو جاتا ہے، اسی طرح مردار کی کھیس (کھیری) بھی مشہور مذہب میں ان بزرگوں کے نزدیک ناپاک ہے گو اس میں اختلاف بھی ہے، صحابہ ﷡ کا مجوسیوں کا پنیر کھانا گو بطور اعتراض ان پر ہو سکتا ہے مگر اس کا جواب قرطبی نے یہ دیا ہے کہ دودھ بہت ہی کم ہوتا ہے اور کوئی بہنے والی ایسی تھوڑی سی چیز اگر کسی مقدار میں زیادہ بہنے والی میں پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں نبی ﷺ سے گھی اور پنیر اور گورخر کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال بتایا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا اور جس کا بیان نہیں وہ سب معاف ہیں۔ پھر فرمایا تم پر سور کا گوشت بھی حرام ہے خواہ اسے ذبح کیا ہو خواہ وہ خود مر گیا ہو، سور کی چربی کا حکم بھی یہی ہے اس لئے کہ چونکہ اکثر گوشت ہی ہوتا ہے اور چربی گوشت کے ساتھ ہی ہوتی ہے پس جب گوشت حرام ہوا تو چربی بھی حرام ہوئی، دوسرے اس لئے بھی کہ گوشت میں ہی چربی ہوتی ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے۔ (البقرہ ۱۷۳)

ذوناب وذومخلب کو کھانے کی حرمت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ أَكْلُ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطُّيُورِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطُّيُورِ وَكُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ). وَقَوْلُهُ مِنَ السِّبَاعِ ذُكِرَ عَقِيبَ النَّوْعَيْنِ فَيَنْصَرِفُ إِلَيْهِمَا فَيَتَنَاوَلُ سِبَاعَ الطُّيُورِ وَالْبَهَائِمِ لَا كُلَّ مَا لَهُ مِخْلَبٌ أَوْ نَابٌ. وَالسَّبُعُ كُلُّ مُخْتَطِفٍ مُنْتَهِبٍ جَارِحٍ قَاتِلٍ عَادٍ عَادَةً. وَمَعْنَى التَّحْرِيمِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ كَرَامَةُ بَنِي آدَمَ كَيْ لَا يَعْدُوَ شَيْءٌ مِنْ هَذِهِ الْأَوْصَافِ الذَّمِيمَةِ إِلَيْهِمْ بِالْأَكْلِ، وَيَدْخُلُ فِيهِ الضَّبُعُ وَالثَّعْلَبُ، فَيَكُونُ الْحَدِيثُ حُجَّةً عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي إِبَاحَتِهِمَا، وَالْفِيلُ ذُو نَابٍ فَيُكْرَهُ، وَالْيَرْبُوعُ وَابْنُ عِرْسٍ مِنَ السِّبَاعِ الْهَوَامِّ قَالَ (وَلَا يُؤْكَلُ الْأَبْقَعُ الَّذِي يَأْكُلُ الْجِيَفَ، وَكَذَا الْغُدَافُ ((وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: لَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْعَقْعَقِ) لِأَنَّهُ يَخْلِطُ فَأَشْبَهَ الدَّجَاجَةَ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُكْرَهُ لِأَنَّ غَالِبَ أَكْلِهِ الْجِيَفُ

فرمایا کہ درندوں میں سے ذوناب اور پرندوں میں سے ذومخلب کو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے پرندوں میں سے ہر ذومخلب اور درندوں میں سے ہر ذوناب کو کھانے سے منع کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی یہ سباع سے ہے یہاں دونوں کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ پس ان دونوں پر جاری ہونے والا ہے۔ پس یہ پرندوں اور چوپائیوں دونوں کو شامل ہوگا۔ جبکہ ہر ایسی قسم جو پنجہ رکھنے والی ہو یا نوک والے دانت رکھنے والی ہو۔ اور سبع ہر اس حیوان کو کہتے ہیں جو عرف کے مطابق اچک کر کھانے والا اور لوٹ مار کر کے کھانے والا ہو۔ زخمی کرنے والا اور جان سے مار دینے والا اور حملہ کرنے والا ہو۔ اور اللہ ہی سب زیادہ جانتا ہے کہ اس میں حرمت کا سبب بنو آدم کا اس کو مکروہ جاننا ہے۔ کہ کہیں ان میں موجود برے اوصاف انسانوں کی جانب منتقل نہ ہو جائیں۔ اور حرمت میں لومڑی اور بجو بھی داخل ہیں۔ پس یہ حدیث ان دونوں کو جائز قرار دینے میں امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف حجت ہے۔ اور ہاتھی نوکیلے دانتوں والا ہے پس وہ مکروہ ہے اور جنگلی چوہا اور نیولا یہ زمین میں چلنے والے درندوں میں سے ہیں۔ اور فقہاء کرام نے گدھ اور بغاث کو کھانا مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ یہ دونوں مردار کھاتے ہیں۔

اور زرعی غراب میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ دانہ کھانے والا ہے وہ مردار کھانے والا نہیں ہے اور وہ پھاڑ کر کھانے والے درندوں میں سے نہیں ہے۔

اور وہ چتکبرا کوا جو گندگی کھانے والا ہے اس کو نہیں کھایا جائے گا اور اسی طرح غداف کو بھی نہیں کھایا جائے گا۔ امام صاحب علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ عقعق نامی کوے کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مکس کرنے والا ہے پس یہ مرغی کے مشابہ ہو جائے گا۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ عقعق مکروہ ہے کیونکہ اس کی عام غذا گندگی ہے۔

گوہ، بجو، کچھوا وغیرہ حشرات الارض کی حرمت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ أَكْلُ الضَّبُعِ وَالضَّبِّ وَالسُّلَحْفَاةِ وَالزُّنْبُورِ وَالْحَشَرَاتِ كُلِّهَا) أَمَّا الضَّبُعُ فَلِمَا ذَكَرْنَا، وَأَمَّا الضَّبُّ فَلِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حِينَ سَأَلَتْهُ عَنْ أَكْلِهِ .وَهِيَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ فِي إِبَاحَتِهِ، وَالزُّنْبُورُ مِنَ الْمُؤْذِيَاتِ .

وَالسُّلَحْفَاةُ مِنْ خَبَائِثِ الْحَشَرَاتِ وَلِهَذَا لَا يَجِبُ عَلَى الْمُحْرِمِ بِقَتْلِهِ شَيْءٌ ، وَإِنَّمَا تُكْرَهُ الْحَشَرَاتُ كُلُّهَا اسْتِدْلَالًا بِالضَّبِّ لِأَنَّهُ مِنْهَا .

فرمایا کہ بجو، گوہ، کچھوا، بھڑ اور زمین پر چلنے والے سارے کیڑے مکوڑوں کا کھانا مکروہ ہے۔ اور جو بجو ہے یہ اسی دلیل کے سبب مکروہ ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور گوہ اس لئے مکروہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس سے منع کیا تھا۔ جب انہوں نے اس کو کھانے کے بارے میں پوچھا تھا۔ اور یہ حدیث اباحت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دلیل ہے۔ اور بھڑ یہ تکلیف پہنچانے والے جانوروں میں سے ہے۔ اور کچھوا یہ حشرات الارض والے خبیث مکوڑوں میں سے ہے اسی دلیل کے سبب اس کو مارنے کی وجہ سے محرم پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اور تمام حشرات الارض کو گوہ پر قیاس کرتے ہوئے مکروہ کہا گیا ہے کیونکہ گوہ انہی میں سے ہے۔

پالتو گدھوں اور خچروں کو کھانے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ أَكْلُ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَالْبِغَالِ) لِمَا رَوَى خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ "(أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَهْدَرَ الْمُتْعَةَ وَحَرَّمَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرَ)قَالَ (وَيُكْرَهُ لَحْمُ الْفَرَسِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمُ اللَّهُ : لَا بَأْسَ بِأَكْلِهِ لِحَدِيثِ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ (نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، وَأَذِنَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ يَوْمَ خَيْبَرَ)

اور پالتو گدھوں اور خچروں کو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے گھوڑے، خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر کے دن متعہ کو باطل کر دیا اور پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے جبکہ امام

ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی علیہم الرحمہ نے کہا ہے گھوڑے کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے۔

اعلیٰ منافع کے سبب کھانے کی ممانعت کا بیان

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً) خَرَجَ مَخْرَجَ الِامْتِنَانِ وَالْأَكْلُ مِنْ أَعْلَى مَنَافِعِهَا، وَالْحَكِيمُ لَا يَتْرُكُ الِامْتِنَانَ بِأَعْلَى النِّعَمِ وَيَمْتَنُّ بِأَدْنَاهَا، وَلِأَنَّهُ آلَةُ إرْهَابِ الْعَدُوِّ فَيُكْرَهُ أَكْلُهُ احْتِرَامًا لَهُ وَلِهَذَا يُضْرَبُ لَهُ بِسَهْمٍ فِي الْغَنِيمَةِ، وَلِأَنَّ فِي إبَاحَتِهِ تَقْلِيلَ آلَةِ الْجِهَادِ، وَحَدِيثُ جَابِرٍ مُعَارَضٌ بِحَدِيثِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَالتَّرْجِيحُ لِلْمُحَرِّمِ .ثُمَّ قِيلَ : الْكَرَاهَةُ عِنْدَهُ كَرَاهَةُ تَحْرِيمٍ .وَقِيلَ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ .وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ .وَأَمَّا لَبَنُهُ فَقَدْ قِيلَ : لَا بَأْسَ بِهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي شُرْبِهِ تَقْلِيلُ آلَةِ الْجِهَادِ .

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے"وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً" یہ حکم احسان کو جتلانے والے موقع پر بیان ہوا ہے جبکہ کھانا یہ اس کا سب سے اعلیٰ نفع ہے اور حاکم اعلیٰ نعمتوں کے احسان کو جتلانے کو ترک کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو ادنیٰ نعمت کو بھی ذکر کرتا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ گھوڑا یہ دشمن کو خوف زدہ کرنے کا ایک آلہ ہے پس اس کے محترم ہونے کے سبب اس کو کھانا مکروہ ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے۔ کہ مال غنیمت سے اس کا حصہ بنتا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس کو جائز قرار دینے کی صورت میں جہاد کے آلات میں کمی واقع ہو جائے گی۔ اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ یہ حدیث خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے معارضہ کرنے والی ہے پس اس صورت محرم کو ترجیح دی جائے گی۔ (قاعدہ فقہیہ)

خرگوش کھانے میں کوئی حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْأَرْنَبِ) لِأَنَّ (النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَكَلَ مِنْهُ حِينَ أُهْدِيَ إلَيْهِ مَشْوِيًّا وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ بِالْأَكْلِ مِنْهُ)، وَلِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ السِّبَاعِ وَلَا مِنْ أَكَلَةِ الْجِيَفِ فَأَشْبَهَ الظَّبْيَ

فرمایا کہ خرگوش کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کو بھنا ہوا خرگوش ہدیہ کیا گیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے اس میں سے تناول فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس سے کھانے کا حکم دیا تھا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ خرگوش نہ تو درندوں میں سے ہے اور نہ ہی گندگی کھانے والے جانوروں میں سے ہے پس یہ ہرن کے مشابہ ہو جائے گا۔

غیر ماکول جانوروں کی کھال کے پاک ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ذُبِحَ مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَهُرَ جِلْدُهُ وَلَحْمُهُ إِلَّا الْآدَمِيَّ وَالْخِنْزِيرَ) فَإِنَّ الذَّكَاةَ لَا تَعْمَلُ فِيهِمَا، أَمَّا الْآدَمِيُّ فَلِحُرْمَتِهِ وَكَرَامَتِهِ وَالْخِنْزِيرُ لِنَجَاسَتِهِ كَمَا فِي الدِّبَاغِ . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : الذَّكَاةُ لَا تُؤَثِّرُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ لِأَنَّهُ لَا يُؤَثِّرُ فِي إِبَاحَةِ اللَّحْمِ أَصْلًا . وَفِي طَهَارَتِهِ وَطَهَارَةِ الْجِلْدِ تَبَعًا وَلَا تَبَعَ بِدُونِ الْأَصْلِ وَصَارَ كَذَبْحِ الْمَجُوسِيِّ . وَلَنَا أَنَّ الذَّكَاةَ مُؤَثِّرَةٌ فِي إِزَالَةِ الرُّطُوبَاتِ وَالدِّمَاءِ السَّيَّالَةِ وَهِيَ النَّجِسَةُ دُونَ ذَاتِ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ، فَإِذَا زَالَتْ طَهُرَ كَمَا فِي الدِّبَاغِ . وَهَذَا الْحُكْمُ مَقْصُودٌ فِي الْجِلْدِ كَالتَّنَاوُلِ فِي اللَّحْمِ وَفِعْلُ الْمَجُوسِيِّ إِمَاتَةٌ فِي الشَّرْعِ فَلَا بُدَّ مِنَ الدِّبَاغِ، وَكَمَا يَطْهُرُ لَحْمُهُ يَطْهُرُ شَحْمُهُ، حَتَّى لَوْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ الْقَلِيلِ لَا يُفْسِدُهُ خِلَافًا لَهُ . وَهَلْ يَجُوزُ الِانْتِفَاعُ بِهِ فِي غَيْرِ الْأَكْلِ ؟ قِيلَ : لَا يَجُوزُ اعْتِبَارًا بِالْأَكْلِ . وَقِيلَ يَجُوزُ كَالزَّيْتِ إِذَا خَالَطَهُ وَدَكُ الْمَيْتَةِ . وَالزَّيْتُ غَالِبٌ لَا يُؤْكَلُ وَيُنْتَفَعُ بِهِ فِي غَيْرِ الْأَكْلِ .

اور جب کسی شخص نے ایسے جانوروں کا ذبح کیا جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو انسان اور خنزیر کے سوا، مذبوحوں کی کھال اور ان کا گوشت پاک ہو جائے گا۔ کیونکہ انسان اور خنزیر میں ذبح کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور انسان یہ اپنی مکرم ہونے کی وجہ سے ہے اور خنزیر اس طرح اپنے نجس ہونے کی وجہ سے ہے۔ جس طرح دباغت والا مسئلہ ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ذبح ان سب میں اثر کرنے والا نہ ہوگا کیونکہ ذبح کرنا یہ اصل اباحت گوشت میں بن کر آیا ہے۔ جبکہ گوشت اور کھال کی طہارت میں تابع بن کر آیا ہے اور اصل کے سوا تابع کا وجود نہیں ہوا کرتا پس یہ مجوس کے ذبیحہ کی طرح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ذبح رطوبات اور خون کو ختم کرنے والی چیزوں میں مؤثر ہوتا ہے۔ اور یہی چیزیں نجس ہے جبکہ عین جلد اور گوشت نجس نہیں ہے۔ اور جب یہ رطوبات پاک ہو جائیں گی۔ تو وہ مذبوح پاک ہو جائے گا۔ جس طرح دباغت میں ہوتا ہے اور طہارت ہی چمڑے کے حکم میں مقصد ہے۔ جس طرح گوشت میں کھانا مقصد اصلی ہوتا ہے۔ اور شریعت میں مجوسی کا کام مار ڈالنا ہے پس دباغت لازم ہے۔ اور جس طرح مذبوح کا گوشت پاک ہو جاتا ہے اسی طرح چربی بھی پاک ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ قلیل پانی میں گر جائے تو وہ اس کو ناپاک نہ کرے گی۔ اس میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔ اور اسی طرح کہ کیا نہ کھائے جانے والے کے مذبوح میں نفع اٹھانا جائز ہے اس میں ایک قول کے مطابق کھائے جانے والے پر قیاس کرتے ہوئے جائز نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے جائز ہے۔ جس طرح زیتون کے تیل میں جب چربی مکس ہو جائے۔ اور تیل غالب ہو تو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ مگر نہ کھائے جانے والے میں اس سے نفع اٹھایا جائے گا۔

مچھلی کے سوا پانی کے جانوروں کی حرمت کا بیان

قَالَ (وَلَا يُؤْكَلُ مِنْ حَيَوَانِ الْمَاءِ إِلَّا السَّمَكَ) وَقَالَ مَالِكٌ وَجَمَاعَةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِإِطْلَاقِ جَمِيعِ مَا فِي الْبَحْرِ. وَاسْتَثْنَى بَعْضُهُمُ الْخِنْزِيرَ وَالْكَلْبَ وَالْإِنْسَانَ.

وَعَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ أَطْلَقَ ذَلِكَ كُلَّهُ، وَالْخِلَافُ فِي الْأَكْلِ وَالْبَيْعِ وَاحِدٌ لَهُمْ قَوْلُهُ تَعَالَى (أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ) مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ، وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الْبَحْرِ (هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ) وَلِأَنَّهُ لَا دَمَ فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ إِذِ الدَّمَوِيُّ لَا يَسْكُنُ الْمَاءَ وَالْمُحَرَّمُ هُوَ الدَّمُ فَأَشْبَهَ السَّمَكَ. قُلْنَا: قَوْلُهُ تَعَالَى (وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ) وَمَا سِوَى السَّمَكِ خَبِيثٌ. (وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ دَوَاءٍ يُتَّخَذُ فِيهِ الضُّفْدَعُ)، وَنَهَى عَنْ بَيْعِ السَّرَطَانِ وَالصَّيْدُ الْمَذْكُورُ فِيمَا تَلَا مَحْمُولٌ عَلَى الِاصْطِيَادِ وَهُوَ مُبَاحٌ فِيمَا لَا يَحِلُّ، وَالْمَيْتَةُ الْمَذْكُورَةُ فِيمَا رَوَى مَحْمُولَةٌ عَلَى السَّمَكِ وَهُوَ حَلَالٌ مُسْتَثْنًى مِنْ ذَلِكَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، أَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالسَّمَكُ وَالْجَرَادُ وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ)

اور پانی کے جانوروں میں مچھلی کے سوا کچھ نہ کھایا جائے گا۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ اور اہل علم کی جماعت تو علی الاطلاق تمام جانوروں کی اباحت کی قائل ہے۔ اور ان میں سے بعض لوگوں نے کتے، خنزیر اور انسان کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے مطلق طور پر تمام دریاؤں جانوروں کو مباح قرار دیا ہے۔ اور ان کو کھانے اور ان کو بیچنے میں ایک ہی اختلاف ہے۔ ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے۔ جو کسی تفصیل کے بغیر ہے۔ اور دریا کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ان چیزوں میں خون نہیں ہوتا۔ کیونکہ خون والے جانور کے لئے پانی میں رہنا ممکن نہیں ہے۔ اور خون ہی تو حرام ہے۔ پس وہ مچھلی کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ وہ تم پر خبائث کو حرام کرتا ہے۔ اور مچھلی کے سوا تمام جانور خبیث ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دوائی سے منع کیا ہے۔ جس میں مینڈک کو ڈالا گیا ہو۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیکڑے کی خرید و فروخت سے منع کیا ہے۔ اور دوسرے فریق کی جانب سے تلاوت کردہ آیت میں جو ذکر کیا گیا ہے یہ شکار کرنے پر محمول ہے۔ جبکہ شکار حلال نہ ہونے والے جانوروں میں بھی جائز ہے۔ اور اس روایت میں ذکر کردہ مردار سے مراد کو مچھلی پر محمول کیا جائے گا اور مچھلی اس سے مستثنیٰ اور حلال ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے لئے دو مردے اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ اور دو مرداروں سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہے اور جو دو خون ہیں وہ کلیجی اور تلی ہے۔

طافی مچھلی کی کراہت میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ اَكْلُ الطَّافِيْ مِنْهُ) وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لَا بَأْسَ بِهِ لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا، وَلِاَنَّ مَيْتَةَ الْبَحْرِ مَوْصُوْفَةٌ بِالْحِلِّ بِالْحَدِيْثِ ـ وَلَنَا مَا رَوَى جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَنَّهُ قَالَ (مَا نَضَبَ عَنْهُ الْمَاءُ فَكُلُوْا، وَمَا لَفَظَهُ الْمَاءُ فَكُلُوْا، وَمَا طَفَا فَلَا تَاْكُلُوْا) وَعَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مِثْلُ مَذْهَبِنَا، وَمَيْتَةُ الْبَحْرِ مَا لَفَظَهُ الْبَحْرُ لِيَكُوْنَ مَوْتُهُ مُضَافًا اِلَى الْبَحْرِ لَا مَا مَاتَ فِيْهِ مِنْ غَيْرِ آفَةٍ ـ

فرمایا کہ طافی مچھلی (جو طبعی موت میں مر کر پانی کے اوپر آجائے) مکروہ ہے۔ جبکہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل ہماری بیان کردہ روایت کا مطلق ہونا ہے۔ کیونکہ دریا کا مردار حدیث کے سبب حلت کے متصف ہونے والا ہے۔

اس مسئلہ میں ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس مچھلی سے پانی خشک ہو جائے اس کو کھاؤ۔ اور جس کو دریا نے پھینک دیا ہے اس کو بھی کھاؤ۔ اور خود مر کر سطح پر آجائے اس کو نہ کھاؤ۔

ہمارے مذہب کی تائید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ اور دریا کا مردار وہ ہے جس کو دریا نے پھینک دیا ہے۔ کہ اس کی موت دریا کی جانب منسوب کی جائے اور اس سے مراد وہ مردار نہیں ہے جو کسی مصیبت کے سبب دریا میں مر گیا ہے۔

مچھلی کی تمام اقسام اور ٹڈی کو بغیر ذبح کھانے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِاَكْلِ الْجِرِّيْثِ وَالْمَارْمَاهِيْ وَاَنْوَاعِ السَّمَكِ وَالْجَرَادِ بِلَا ذَكَاةٍ) وَقَالَ مَالِكٌ : لَا يَحِلُّ الْجَرَادُ اِلَّا اَنْ يَقْطَعَ الْاٰخِذُ رَاْسَهُ اَوْ يَشْوِيَهُ لِاَنَّهُ صَيْدُ الْبَرِّ، وَلِهٰذَا يَجِبُ عَلَى الْمُحْرِمِ بِقَتْلِهِ جَزَاءٌ يَلِيْقُ بِهِ فَلَا يَحِلُّ اِلَّا بِالْقَتْلِ كَمَا فِيْ سَائِرِهِ۔

وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَا ـ وَسُئِلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْجَرَادِ يَاْخُذُهُ الرَّجُلُ مِنَ الْاَرْضِ وَفِيْهَا الْمَيِّتُ وَغَيْرُهُ فَقَالَ : كُلْهُ كُلَّهُ ـ

وَهٰذَا عُدَّ مِنْ فَصَاحَتِهِ، وَدَلَّ عَلٰى اِبَاحَتِهِ وَاِنْ مَاتَ حَتْفَ اَنْفِهِ، بِخِلَافِ السَّمَكِ اِذَا مَاتَ مِنْ غَيْرِ آفَةٍ لِاَنَّا خَصَّصْنَاهُ بِالنَّصِّ الْوَارِدِ فِي الطَّافِيْ، ثُمَّ الْاَصْلُ فِي السَّمَكِ عِنْدَنَا اَنَّهُ اِذَا مَاتَ بِآفَةٍ يَحِلُّ كَالْمَاْخُوْذِ، وَاِذَا مَاتَ حَتْفَ اَنْفِهِ مِنْ غَيْرِ آفَةٍ لَا يَحِلُّ كَالطَّافِيْ، وَتَنْسَحِبُ عَلَيْهِ

فُرُوعٌ كَثِيرَةٌ بَيَّنَّاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهِي .

وَعِنْدَ التَّأَمُّلِ يَقِفُ الْمُبَرِّزُ عَلَيْهَا : مِنْهَا إِذَا قَطَعَ بَعْضَهَا فَمَاتَ يَحِلُّ أَكْلُ مَا أُبِينَ وَمَا بَقِيَ ؛ لِأَنَّ مَوْتَهُ بِآفَةٍ وَمَا أُبِينَ مِنَ الْحَيِّ وَإِنْ كَانَ مَيِّتًا فَمَيْتَتُهُ حَلَالٌ . وَفِي الْمَوْتِ بِالْحَرِّ وَالْبَرْدِ رِوَايَتَانِ . وَاللَّهُ أَعْلَمُ

اور اسی طرح جریث، بام اور مچھلی کی تمام اقسام اور ٹڈی کو ذبح کیے بغیر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ٹڈی اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک اس کو پکڑنے والا شخص اس کا سر کاٹ کر نہ لائے۔ اور پھر اس کو بھون لے۔ کیونکہ ٹڈی خشکی کا جانور ہے۔ اسی دلیل کے سبب ٹڈی کو مارنے والے محرم پر اس کی مثل جزاء واجب ہو جاتی ہے۔ پس مارنے کے سوا ٹڈی حلال نہ ہوگی جس طرح خشکی کے تمام دوسرے جانوروں میں ہوتا ہے۔ اور ان کے خلاف ہماری جانب سے وہی روایت ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ٹڈی کے بارے میں پوچھا گیا کہ انسان زمین میں اس کو پکڑ لیتا ہے جس میں مردہ اور زندہ دونوں قسم کی ٹڈیاں ہوتی ہیں۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سب کو کھاؤ۔ اور یہ کلام ان کی فصاحت میں سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کا یہ فرمان ٹڈی کے مباح ہونے پر دلیل ہے۔ خواہ وہ اپنی موت سے مرنے والی ہے۔ بہ خلاف مچھلی کے کہ جب وہ کسی مصیبت کے سوا مر جائے اسی لئے ہم نے طافی کے بارے میں مذکورہ نص کے سبب اس کو خاص کر دیا ہے۔

اور مچھلی کے بارے میں ہمارے نزدیک قانون یہ ہے کہ جو مچھلی کسی مصیبت کے سبب مر جائے تو وہ پکڑی ہوئی مچھلی کی طرح حلال ہے اور جو مچھلی کسی مصیبت کے بغیر خود بہ خود مر جائے تو وہ طافی کی طرح حلال نہ ہوگی۔ (قاعدہ فقہیہ)

اسی قاعدہ کے مطابق کئی تفریعی مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔ جو ہم نے کفایہ منتہی میں بیان کر دیئے ہیں۔ اور ضرورت کے پیش نظر کوئی قابل آدمی ان کو سمجھ لے گا۔ اور انہی تفریعات میں سے ایک یہ ہے کہ جب مچھلی کا کوئی حصہ کاٹ دیا جائے تو بقیہ اور کٹا ہوا حصہ دونوں کو کھانا حلال ہے۔ کیونکہ اس کی موت کی مصیبت کے سبب واقع ہوئی ہے۔ اور جس حصہ کو مچھلی سے الگ کر دیا جائے خواہ وہ مچھلی مر جائے تو بھی اس کا مردار حلال ہے جبکہ گرمی یا سردی کے سبب مرنے والی مچھلیوں کے بارے میں دو روایات ہیں۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

كتاب الاضحيه

﴿یہ کتاب قربانی کے بیان میں ہے﴾

کتاب اضحیہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ کتاب ذبیحے والے کے بعد کتاب اضحیہ کو لائے ہیں کیونکہ ذبیحے والا یہ عمومی طور پر ذبح کرنا ہے جبکہ قربانی خاص ذبیحہ کو کہتے ہیں۔ اور یہ اصول ہے کہ خاص عام کے بعد ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی فقہی مطابقت کے پیش نظر کتاب اضحیہ کو ذبیحے والے کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۴، ص ۱۷۳، بیروت)

اضحیہ کی لغوی وشرعی تعریف

اضحیہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے عید الاضحیٰ کے دن ذبح کیا جاتا ہے۔ اضحیہ کے شرعی معنی ہیں: مخصوص جانور کا مخصوص وقت میں عبادت کی نیت سے ذبح کرنا۔ (تعریفات، ص ۸)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب اضحیہ)

وجوب اضحیہ کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت مخنف بن سلیم سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (حجۃ الوداع کے موقعہ پر) عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال قربانی کرنا واجب ہے اور عتیرہ ہے۔ اور کیا تم کو معلوم ہے کہ عتیرہ کس کو کہتے ہیں؟ یہ وہی ہے جس کو لوگ رجبیہ کہتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1022)

قربانی کے وجوب وعدم وجوب میں مذاہب اربعہ

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ خیرات وصدقہ سائل کے ہاتھ میں پڑے اس سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے۔ قربانی کے جانور کے خون کا قطرہ زمین پر ٹپکے اس سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ خون کا قطرہ الگ ہوتے ہی قربانی مقبول ہو جاتی ہے۔

عامر شعبی سے قربانی کی کھالوں کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا اللہ کو گوشت وخون نہیں پہنچتا اگر چاہو بیچ دو، اگر چاہو خود رکھ لو، اگر

چاہو راہ للہ دے دو۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے قبضے میں دیا ہے۔کہ تم اللہ کے دین اور اس کی شریعت کی راہ پا کر اس کی مرضی کے کام کرو اور نامرضی کے کاموں سے رک جاؤ۔اور اس کی عظمت و کبریائی بیان کرو۔جو لوگ نیک کار ہیں،حدود اللہ کے پابند ہیں،شریعت کے عامل ہیں،رسولوں کی صداقت تسلیم کرتے ہیں وہ مستحق مبارکباد اور لائق خوشخبری ہیں۔

امام ابوحنیفہ،امام مالک،ثوری کا قول ہے کہ جس کے پاس نصاب زکوٰۃ جتنا مال ہو اس پر قربانی واجب ہے۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے گھر میں مقیم ہو۔چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جسے وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔اس روایت میں غرابت ہے اور امام احمد رحمہ اللہ اسے منکر بتاتے ہیں۔ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی علیہ وسلم برابر دس سال قربانی کرتے رہے۔(ترمذی)

امام شافعی رحمہ اللہ اور حضرت احمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ قربانی واجب و فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی فرضیت نہیں۔یہ بھی روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام امت کی طرف سے قربانی کی پس وجوب ساقط ہو گیا۔

حضرت ابو شریحہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں رہتا تھا۔یہ دونوں بزرگ قربانی نہیں کرتے تھے اس ڈر سے کہ لوگ ان کی اقتدا کریں گے۔بعض لوگ کہتے ہیں قربانی سنت کفایہ ہے،جب کہ محلے میں سے یا گلی میں سے یا گھر میں سے کسی ایک نے کر لی باقی سب نے ایسا نہ کیا۔اس لئے کہ مقصود صرف شعار کا ظاہر کرنا ہے۔ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں فرمایا ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ہے اور عتیرہ ہے جانتے ہو عتیرہ کیا ہے؟ وہی جسے تم رجبیہ کہتے ہو۔اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنے پورے گھر کی طرف سے ایک بکری راہ للہ ذبح کر دیا کرتے تھے اور خود بھی کھاتے،اوروں کو بھی کھلاتے۔پھر لوگوں نے اس میں وہ کر لیا جو تم دیکھ رہے ہو۔(ترمذی،ابن ماجہ)

قربانی کے دنوں میں وجوب قربانی کا بیان

قَالَ (الْاُضْحِيَّةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ مُوسِرٍ فِيْ يَوْمِ الْاَضْحٰى عَنْ نَفْسِهٖ وَعَنْ وَلَدِهِ الصِّغَارِ) اَمَّا الْوُجُوبُ فَقَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَزُفَرَ وَالْحَسَنِ وَاِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ .وَعَنْهُ اَنَّهَا سُنَّةٌ، ذَكَرَهُ فِي الْجَوَامِعِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ .

وَذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ اَنَّ عَلٰى قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاجِبَةٌ، وَعَلٰى قَوْلِ اَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ، وَهٰكَذَا ذَكَرَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ الْاِخْتِلَافَ .

وَجْهُ السُّنَّةِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (مَنْ اَرَادَ اَنْ يُضَحِّيَ مِنْكُمْ فَلَا يَاْخُذْ مِنْ شَعْرِهٖ وَاَظْفَارِهٖ شَيْئًا) وَالتَّعْلِيقُ بِالْاِرَادَةِ يُنَافِي الْوُجُوبَ، وَلِاَنَّهَا لَوْ كَانَتْ وَاجِبَةً عَلَى الْمُقِيمِ

لَوَجَبَتْ عَلَى الْمُسَافِرِ لِأَنَّهُمَا لَا يَخْتَلِفَانِ فِي الْوَظَائِفِ الْمَالِيَّةِ كَالزَّكَاةِ وَصَارَ كَالْعَتِيرَةِ .

وَوَجْهُ الْوُجُوبِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا) وَمِثْلُ هٰذَا الْوَعِيدِ لَا يَلْحَقُ بِتَرْكِ غَيْرِ الْوَاجِبِ، وَلِأَنَّهَا قُرْبَةٌ يُضَافُ إِلَيْهَا وَقْتُهَا .

يُقَالُ يَوْمَ الْأَضْحَى، وَذٰلِكَ يُؤْذِنُ بِالْوُجُوبِ لِأَنَّ الْإِضَافَةَ لِلِاخْتِصَاصِ وَهُوَ بِالْوُجُودِ، وَالْوُجُوبُ هُوَ الْمُفْضِيُّ إِلَى الْوُجُودِ ظَاهِرًا بِالنَّظَرِ إِلَى الْجِنْسِ، غَيْرَ أَنَّ الْأَدَاءَ يَخْتَصُّ بِأَسْبَابٍ يَشُقُّ عَلَى الْمُسَافِرِ اسْتِحْضَارُهَا وَيَفُوتُ بِمُضِيِّ الْوَقْتِ فَلَا تَجِبُ عَلَيْهِ بِمَنْزِلَةِ الْجُمُعَةِ، وَالْمُرَادُ بِالْإِرَادَةِ فِيمَا رُوِيَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ مَا هُوَ ضِدُّ السَّهْوِ لَا التَّخْيِيرُ .

فرمایا کہ قربانی کرنا ہر آزاد مسلمان، مقیم اور مالدار پر قربانی کے دنوں میں اپنی اور اپنی چھوٹی اولاد کی جانب سے واجب ہے۔ اور وجوب کا یہ قول حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد، امام حسن، امام زفر علیہم الرحمہ اور دونوں روایات میں سے ایک روایت کے مطابق امام ابویوسف علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

حضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ سے دوسری روایت جس کو انہوں نے جوامع میں بیان کیا ہے اس میں یہ ہے کہ قربانی سنت ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

حضرت امام طحاوی حنفی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک قربانی کرنا واجب ہے۔ جبکہ صاحبین کے قول کے مطابق سنت مؤکدہ ہے اور بعض مشائخ فقہاء نے بھی اسی طرح کا اختلاف ذکر کیا ہے۔

قربانی کے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص قربانی کرنا چاہے تو وہ اپنے بال اور ناخن میں کچھ بھی نہ کاٹے۔ اور قربانی کو ارادے کے ساتھ معلق کر دینا یہ وجوب کے منافی ہے۔ کیونکہ اگر قربانی مقیم پر واجب ہوتی تو یہ مسافر پر بھی واجب ہوتی۔ کیونکہ مقیم و مسافر (وجوب) والی عبادت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوا کرتے۔ کیونکہ یہ دونوں وظائف مالیہ میں مختلف ہونے والے نہیں ہیں۔ پس یہ ذکوۃ و عتیرہ کی طرح ہو جائے گا۔

اور قربانی کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وسعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ جبکہ اس طرح کی وعید واجب کے سوا میں نہیں دی بیان کی جاتی اور یہ بھی دلیل ہے کہ قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس کی جانب اس کا وقت مضاف ہوتا ہے اور اس کو یوم اضحیٰ کہتے ہیں۔ اور یہ اضافت وجوب کی خبر دینے والی ہے کیونکہ اضافت کا مقصد خاص بنانا ہے۔ اور خاص ہونا یہ کسی وجود کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اور مکلف حضرات کی جانب ظاہری جنس کے مطابق واجب ہونا ہی وجود تک پہنچانے والا ہے۔ اور جہاں تک اس کی ادائیگی کا تعلق ہے یہ ایسے ذرائع کے ساتھ خاص ہے کہ مسافر سے اس کی ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے۔ اور وقت کے گزر جانے کے سبب قربانی فوت ہو جاتی ہے۔ پس جمعہ کی طرح قربانی بھی مسافر پر واجب نہ ہوگی۔ اور جو روایت میں بیان کیا گیا ہے وہاں ارادے سے مراد سہو کی ضد ہے اختیار کی ضد مراد نہیں ہے۔

عتیرہ کے منسوخ ہونے کا بیان

وَالْعَتِيرَةُ مَنْسُوخَةٌ، وَهِيَ شَاةٌ تُقَامُ فِي رَجَبٍ عَلَى مَا قِيلَ، وَإِنَّمَا اخْتَصَّ الْوُجُوبُ بِالْحُرِّيَّةِ لِأَنَّهَا وَظِيفَةٌ مَالِيَّةٌ لَا تَتَأَدَّى إِلَّا بِالْمِلْكِ، وَالْمَالِكُ هُوَ الْحُرُّ؛ وَبِالْإِسْلَامِ لِكَوْنِهَا قُرْبَةً، وَبِالْإِقَامَةِ لِمَا بَيَّنَّا، وَالْيَسَارِ لِمَا رَوَيْنَا مِنِ اشْتِرَاطِ السَّعَةِ؛ وَمِقْدَارُهُ مَا يَجِبُ بِهِ صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَقَدْ مَرَّ فِي الصَّوْمِ، وَبِالْوَقْتِ وَهُوَ يَوْمُ الْأَضْحَى لِأَنَّهَا مُخْتَصَّةٌ بِهِ، وَسَنُبَيِّنُ مِقْدَارَهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

اور عتیرہ منسوخ ہے اور عتیرہ اس بکری کو کہتے ہیں جو رجب کے مہینے میں ذبح کی جاتی تھی۔ اور قربانی میں آزادی کو خاص کرنا اس لئے ہے کہ قربانی ایک مالی عبادت ہے جو ملکیت کے بغیر ادا ہونے والی نہیں ہے۔ اور مالک آزاد ہوا کرتا ہے۔ اور اسلام کے ساتھ وجوب خاص ہے۔ کیونکہ قربانی ایک عبادت ہے اور یہ قائم ہونے کے ساتھ اسی دلیل کے سبب خاص ہے جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔ اور اس کا وجوب مالدار ہونے کے ساتھ خاص ہے اسی حدیث کے سبب جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔ یعنی وسعت کا ہونا شرط ہے۔ اور مالدار ہونے کا نصاب وہی ہے جو صدقہ فطر میں ہے۔ اور کتاب صوم میں اس مسئلہ کو بیان کردیا گیا ہے۔ اور وجوب وقت کے ساتھ خاص ہے اور وہ یوم اضحیٰ ہے۔ کیونکہ قربانی اسی کے ساتھ خاص ہے اور ہم ان شاء اللہ وقت کی مقدار کو آئندہ بیان کردیں گے۔

قربانی کے وجوب میں اپنے اعتبار سے اصل ہونے کا بیان

وَتَجِبُ عَنْ نَفْسِهِ لِأَنَّهُ أَصْلٌ فِي الْوُجُوبِ عَلَيْهِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَعَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى نَفْسِهِ فَيُلْحَقُ بِهِ كَمَا فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ . وَهَذِهِ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ .

وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ لَا تَجِبُ عَنْ وَلَدِهِ وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ، بِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ لِأَنَّ السَّبَبَ هُنَاكَ رَأْسٌ يَمُونُهُ وَيَلِي عَلَيْهِ وَهُمَا مَوْجُودَانِ فِي الصَّغِيرِ وَهَذِهِ قُرْبَةٌ مَحْضَةٌ . وَالْأَصْلُ فِي الْقُرَبِ أَنْ لَا تَجِبَ عَلَى الْغَيْرِ بِسَبَبِ الْغَيْرِ وَلِهَذَا لَا تَجِبُ عَنْ عَبْدِهِ وَإِنْ كَانَ يَجِبُ عَنْهُ صَدَقَةُ فِطْرِهِ،

اور قربانی اپنی جانب سے واجب ہے کیونکہ اس کے وجوب میں انسان اپنے آپ میں اصل ہے۔ جس طرح ہم بیان کرآئے ہیں۔ اور اپنے چھوٹے بچوں کی جانب سے بھی قربانی واجب ہے۔ کیونکہ بچہ انسان کی جان کے حکم میں ہے۔ پس وہ بھی انسان کے ساتھ لاحق ہونے والا ہے۔ جس طرح صدقہ فطر میں ہوتا ہے۔ اور حضرت امام حسن علیہ الرحمہ نے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ بچے کی جانب سے قربانی واجب نہیں ہے۔ اور ظاہر

الروایت میں بھی اسی طرح ہے۔ جبکہ صدقہ فطر میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ فطرانے میں وجوب ایسی ذات سے ہے جو اس کا نطفہ وولایت کا ذمہ دار ہو۔ اور یہ دونوں چیزیں چھوٹے بچے میں پائی جاتی ہیں۔ اور قربانی خاص قربت کا نام ہے اور قربت میں اصل یہ ہے کہ کسی دوسرے کی وجہ سے قربات واجب نہیں ہوا کرتیں اسی دلیل کے سبب اپنے غلام کی جانب سے قربانی واجب نہیں ہے۔ اگرچہ اس کی جانب سے فطرانہ واجب ہے۔

مال صغیر سے قربانی کرنے میں فقہی اختلاف کا بیان

وَإِنْ كَانَ لِلصَّغِيرِ مَالٌ يُضَحِّي عَنْهُ أَبُوهُ أَوْ وَصِيُّهُ مِنْ مَالِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمُ اللَّهُ : يُضَحِّي مِنْ مَالِ نَفْسِهِ لَا مِنْ مَالِ الصَّغِيرِ، فَالْخِلَافُ فِي هَذَا كَالْخِلَافِ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ .

وَقِيلَ لَا تَجُوزُ التَّضْحِيَةُ مِنْ مَالِ الصَّغِيرِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا، لِأَنَّ هَذِهِ الْقُرْبَةَ تَتَأَدَّى بِالْإِرَاقَةِ وَالصَّدَقَةُ بَعْدَهَا تَطَوُّعٌ، وَلَا يَجُوزُ ذَلِكَ مِنْ مَالِ الصَّغِيرِ، وَلَا يُمْكِنُهُ أَنْ يَأْكُلَ كُلَّهُ .

وَالْأَصَحُّ أَنْ يُضَحِّيَ مِنْ مَالِهِ وَيَأْكُلَ مِنْهُ مَا أَمْكَنَهُ وَيَبْتَاعَ بِمَا بَقِيَ مَا يَنْتَفِعُ بِعَيْنِهِ

شیخین کے نزدیک جب چھوٹے بچے کا مال ہو تو اس کے مال میں سے اس کا باپ یا اس کا وصی اس کی جانب سے قربانی کرے۔

حضرت امام محمد، امام زفر اور امام شافعی علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ باپ اپنے مال سے اس کی جانب سے قربانی کرے۔ چھوٹے بچے کے مال سے نہ کرے۔ اور یہ اختلاف فطرانے والے اختلاف کی طرح ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تمام فقہاء کے مطابق چھوٹے بچے کے مال سے قربانی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ قربت خون بہانے کے سبب ادا ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد صدقہ کرنا احسان ہے۔ پس یہ بچے کے مال سے درست نہ ہوگا اور بچے کے لئے گوشت کو کھانا بھی ممکن نہیں ہے۔ اور صحیح تر قول یہ ہے کہ چھوٹے کے مال سے قربانی کی جائے۔ اور جس قدر ممکن ہو وہ اس میں سے کھائے اور بقیہ سے کوئی چیز خرید لی جائے جس کے عین سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

قربانی کے حصوں کا بیان

قَالَ (وَيَذْبَحُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ شَاةً أَوْ يَذْبَحُ بَقَرَةً أَوْ بَدَنَةً عَنْ سَبْعَةٍ) وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا تَجُوزَ إِلَّا عَنْ وَاحِدٍ، لِأَنَّ الْإِرَاقَةَ وَاحِدَةٌ وَهِيَ الْقُرْبَةُ، إِلَّا أَنَّا تَرَكْنَاهُ بِالْأَثَرِ وَهُوَ مَا رُوِيَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ (نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَدَنَةَ

عَنْ سَبْعَةٍ) .وَلَا نَصَّ فِي الشَّاةِ، فَبَقِيَ عَلَى اَصْلِ الْقِيَاسِ .

وَتَجُوْزُ عَنْ سِتَّةٍ اَوْ خَمْسَةٍ اَوْ ثَلَاثَةٍ، ذَكَرَهُ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْاَصْلِ، لِاَنَّهُ لَمَّا جَازَ عَنْ السَّبْعَةِ فَعَمَّنْ دُوْنَهُمْ اَوْلَى، وَلَا تَجُوْزُ عَنْ ثَمَانِيَةٍ اَخْذًا بِالْقِيَاسِ فِيْمَا لَا نَصَّ فِيْهِ وَكَذَا اِذَا كَانَ نَصِيْبُ اَحَدِهِمْ اَقَلَّ مِنَ السُّبُعِ، وَلَا تَجُوْزُ عَنِ الْكُلِّ لِانْعِدَامِ وَصْفِ الْقُرْبَةِ فِي الْبَعْضِ، وَسَنُبَيِّنُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کی جانب سے ایک بکری ذبح کی جائے یا سات آدمیوں کی جانب سے ایک گائے یا ایک اونٹ کو ذبح کیا جائے۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اونٹ یا گائے بھی صرف ایک آدمی کی جانب سے ہو۔ یعنی خون بہانا قربت وہ ایک ہی بنے۔ لیکن حدیث کی وجہ سے ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی میں گائے اور اونٹ کو سات سات بندوں کی جانب سے قربان کیا۔ جبکہ بکری کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے۔ پس وہ اصل پر باقی رہ جائے گی۔

اور گائے یا اونٹ کو پانچ، چھ یا تین کی جانب سے قربان کرنا بھی جائز ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں اس کو ذکر کیا ہے کیونکہ جب گائے سات آدمیوں کی جانب سے جائز ہے تو اس سے کم میں بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی۔

اور گائے کی قربانی آٹھ آدمیوں کی جانب سے کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ غیر منصوص چیزوں میں قیاس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح جب سات شریکوں میں سے کسی ایک کا حصہ ساتویں سے کم ہو تو بعض میں قربت کا وصف نہ ہونے کی وجہ سے کسی کی جانب سے بھی قربانی نہ ہوگی اور ہم ان شاء اللہ اس کو بیان کردیں گے۔

امام مالک کے نزدیک ایک بکری کا گھر والوں کی جانب سے قربان کرنے کا بیان

وَقَالَ مَالِكٌ : تَجُوْزُ عَنْ اَهْلِ بَيْتٍ وَاحِدٍ وَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ سَبْعَةٍ، وَلَا تَجُوْزُ عَنْ اَهْلِ بَيْتَيْنِ وَاِنْ كَانُوْا اَقَلَّ مِنْهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (عَلَى كُلِّ اَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ اَضْحَاةٌ وَعَتِيرَةٌ) قُلْنَا : الْمُرَادُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ قَيِّمُ اَهْلِ الْبَيْتِ لِاَنَّ الْيَسَارَ لَهُ يُؤَيِّدُهُ مَا يُرْوَى " (عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ عَامٍ اَضْحَاةٌ وَعَتِيرَةٌ) وَلَوْ كَانَتِ الْبَدَنَةُ بَيْنَ اثْنَيْنِ نِصْفَيْنِ تَجُوْزُ فِي الْاَصَحِّ، لِاَنَّهُ لَمَّا جَازَ ثَلَاثَةُ الْاَسْبَاعِ جَازَ نِصْفُ السُّبُعِ تَبَعًا، وَاِذَا جَازَ عَلَى الشَّرِكَةِ فَقِسْمَةُ اللَّحْمِ بِالْوَزْنِ لِاَنَّهُ مَوْزُوْنٌ، وَلَوِ اقْتَسَمُوْا جُزَافًا لَا يَجُوْزُ اِلَّا اِذَا كَانَ مَعَهُ شَيْءٌ مِنَ الْاَكَارِعِ وَالْجِلْدِ اعْتِبَارًا بِالْبَيْعِ

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ سارے گھر والوں کی جانب سے ایک بکری کو قربان کرنا جائز ہے۔ خواہ وہ گھر والے سات افراد سے بھی زیادہ ہوں جبکہ دو گھروں کی جانب سے جائز نہیں ہے۔ اگرچہ وہ سات سے تھوڑے ہوں کیونکہ نبی

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر سال ہر گھر والوں پر قربانی اور عتیرہ لازم ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں گھر والوں سے مراد گھر کا ناظم اعلیٰ ہے۔ کیونکہ مالدار ہونا اسی کے لئے ہوتا ہے۔ اور ہماری اس تاویل کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ ہر مسلمان پر ہر سال قربانی اور عتیرہ لازم ہے۔ اور جب ایک اونٹ دو آدمیوں کی جانب سے نصف مشترکہ ہو اور زیادہ صحیح قول کے مطابق یہ درست ہے کیونکہ جب سات میں سے تین حصے جائز ہیں تو سات کا نصف بھی اسی کے تابع ہو کر جائز ہوگا۔ اور جب شرکت کے طور پر قربانی جائز ہوئی تو گوشت کی تقسیم وزن کے اعتبار سے ہوگی۔ کیونکہ اب گوشت موزون ہوگا۔ اور جب شریکوں نے اندازے کے ساتھ تقسیم کیا ہے تو ایسی تقسیم جائز نہ ہوگی۔ ہاں البتہ جب بیع پر قیاس کرتے ہوئے گوشت کو وہ ساتھ پالے اور کھال سے بھی کچھ حصے میں آئے۔

اپنے لئے خریدے گئے اضحیہ میں دوسرے کو شریک بنانے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ اشْتَرٰی بَقَرَةً يُرِيدُ اَنْ يُضَحِّيَ بِهَا عَنْ نَفْسِهِ ثُمَّ اشْتَرَكَ فِيهَا سِتَّةٌ مَعَهُ جَازَ اسْتِحْسَانًا) وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوزُ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ لِاَنَّهُ اَعَدَّهَا لِلْقُرْبَةِ فَيَمْنَعُ عَنْ بَيْعِهَا تَمَوُّلًا وَالِاشْتِرَاكُ هٰذِهِ صِفَتُهُ.

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّهُ قَدْ يَجِدُ بَقَرَةً سَمِينَةً يَشْتَرِيهَا وَلَا يَظْفَرُ بِالشُّرَكَاءِ وَقْتَ الْبَيْعِ، وَاِنَّمَا يَطْلُبُهُمْ بَعْدَهُ فَكَانَتْ الْحَاجَةُ اِلَيْهِ مَاسَّةً فَجَوَّزْنَاهُ دَفْعًا لِلْحَرَجِ، وَقَدْ اَمْكَنَ لِاَنَّ بِالشِّرَاءِ لِلتَّضْحِيَةِ لَا يَمْتَنِعُ الْبَيْعُ، وَالْاَحْسَنُ اَنْ يَفْعَلَ ذٰلِكَ قَبْلَ الشِّرَاءِ لِيَكُونَ اَبْعَدَ عَنْ الْخِلَافِ، وَعَنْ صُورَةِ الرُّجُوعِ فِي الْقُرْبَةِ .وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهُ يُكْرَهُ الِاشْتِرَاكُ بَعْدَ الشِّرَاءِ لِمَا بَيَّنَّا

اور جب کسی شخص نے اپنی جانب سے قربانی کرنے کے لئے گائے خریدی اور اس کے بعد میں اور چھ آدمیوں کو شریک بنالیا تو بطور استحسان ایسا جائز ہے۔ جبکہ بطور قیاس ایسا جائز نہیں ہے۔ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ پہلے خریدار نے اس جانور کو اپنی قربت کے لئے خریدا ہے۔ پس مال لینے کے سبب سے اس کی بیع درست نہ ہوگی۔ اور دوسروں کو شریک بنانے میں یہی وصف پایا جا رہا ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ انسان کبھی موٹی گائے سمجھ کر اس کو خرید لیتا ہے اور وہ خریداری کے وقت اس کا کامیاب نہیں ہو پاتا اور پھر وہ خریدنے کے بعد اس کو تلاش کرتا ہے پس اب کو شریک بنانے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ پس اسی دلیل کے سبب حرج کو دور کرنے کے لئے ہم نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قربانی کرنے کے لئے بیع ممتنع نہیں ہے۔ اور اس میں بہتر یہ ہے کہ وہ خریداری سے قبل ایسا کرے تاکہ وہ اختلاف قربت میں رجوع سے دور ہو جائے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جانور کو خریدنے کے بعد اس میں دوسروں کو شریک بنانا مکروہ ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

فقیر و مسافر پر قربانی واجب نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ عَلَى الْفَقِيرِ وَالْمُسَافِرِ أُضْحِيَّةٌ) لِمَا بَيَّنَّا. وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ كَانَا لَا يُضَحِّيَانِ إِذَا كَانَا مُسَافِرَيْنِ، وَعَنْ عَلِيٍّ: وَلَيْسَ عَلَى الْمُسَافِرِ جُمُعَةٌ وَلَا أُضْحِيَّةٌ.

فرمایا کہ فقیر اور مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما حالت سفر میں قربانی نہیں کیا کرتے تھے۔ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ مسافر پر جمعہ اور قربانی واجب نہیں ہے۔

قربانی کے وقت کا بیان

قَالَ (وَوَقْتُ الْأُضْحِيَّةِ يَدْخُلُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ)، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَهْلِ الْأَمْصَارِ الذَّبْحُ حَتَّى يُصَلِّيَ الْإِمَامُ الْعِيدَ، فَأَمَّا أَهْلُ السَّوَادِ فَيَذْبَحُونَ بَعْدَ الْفَجْرِ.

وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ ذَبَحَ شَاةً قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ ذَبِيحَتَهُ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي هَذَا الْيَوْمِ الصَّلَاةُ ثُمَّ الْأُضْحِيَّةُ) غَيْرُ أَنَّ هَذَا الشَّرْطَ فِي حَقِّ مَنْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَهُوَ الْمِصْرِيُّ دُونَ أَهْلِ السَّوَادِ، لِأَنَّ التَّأْخِيرَ لِاحْتِمَالِ التَّشَاغُلِ بِهِ عَنِ الصَّلَاةِ، وَلَا مَعْنَى لِلتَّأْخِيرِ فِي حَقِّ الْقَرَوِيِّ وَلَا صَلَاةَ عَلَيْهِ، وَمَا رَوَيْنَاهُ حُجَّةٌ عَلَى مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ فِي نَفْيِهِمَا الْجَوَازَ بَعْدَ الصَّلَاةِ قَبْلَ نَحْرِ الْإِمَامِ، ثُمَّ الْمُعْتَبَرُ فِي ذَلِكَ مَكَانُ الْأُضْحِيَّةِ، حَتَّى لَوْ كَانَتْ فِي السَّوَادِ وَالْمُضَحِّي فِي الْمِصْرِ يَجُوزُ كَمَا انْشَقَّ الْفَجْرُ، وَلَوْ كَانَ عَلَى الْعَكْسِ لَا يَجُوزُ إِلَّا بَعْدَ الصَّلَاةِ. وَحِيلَةُ الْمِصْرِيِّ إِذَا أَرَادَ التَّعْجِيلَ أَنْ يَبْعَثَ بِهَا إِلَى خَارِجِ الْمِصْرِ فَيُضَحِّيَ بِهَا كَمَا طَلَعَ الْفَجْرُ.

فرمایا کہ قربانی کا وقت قربانی کے دن طلوع فجر سے داخل ہوتا ہے۔ لیکن شہر والوں کے لئے امام کے نماز پڑھ لینے سے قبل قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ جبکہ گاؤں والے فجر کے بعد ذبح کر سکتے ہیں۔ اور اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ جس بندے نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا وہ دوبارہ ذبیحہ کرے۔ اور جس شخص نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی مکمل ہو چکی ہے۔ اور اس نے مسلمانوں والا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس دن ہماری پہلی عبادت نماز ہے اور اس کے بعد قربانی ہے۔

اور یہ شرط اس بندے کے حق میں ہے جس پر عید کی نماز لازم ہے اور وہ اہل شہر والوں سے ہو۔ پس یہ اہل دیہات والوں کے

لئے یہ شرط نہ ہوگی۔ کیونکہ ذبح میں تاخیر کا کرنا یہ نماز میں معروف ہونے کے سبب سے ہے۔ جبکہ دیہاتیوں کے حق میں تاخیر کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ کیونکہ اس پر عید کی نماز واجب نہیں ہے۔ اور ہم نے جو حدیث بیان کی ہے جس میں امام کی نماز کے بعد کا حکم بیان ہوا ہے یہ حدیث امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے خلاف دلیل ہے۔

اس کے بعد قربانی کے بارے میں جگہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ جب قربانی دیہات میں ہے اور قربانی کرنے والا شہر میں موجود ہے تو اس کے لئے فجر کے پھٹتے ہی قربانی کرنا جائز ہے۔ اور جب اس کے برعکس ہے تو جائز نہیں ہے۔ اور جب شہری کو کوئی جلدی ہے تو اس کے لئے ذریعہ یہ ہے کہ وہ قربانی کو شہر سے باہر بھیج دے تو طلوع فجر کے فوری بعد اس کی قربانی کر سکے گا۔

قربانی کا زکوٰۃ کے مشابہ ہونے کا بیان

وهذا، لِأَنَّهَا تُشْبِهُ الزَّكَاةَ مِنْ حَيْثُ أَنَّهَا تَسْقُطُ بِهَلَاكِ الْمَالِ قَبْلَ مُضِيِّ أَيَّامِ النَّحْرِ كَالزَّكَاةِ بِهَلَاكِ النِّصَابِ فَيُعْتَبَرُ فِي الصَّرْفِ مَكَانُ الْمَحَلِّ لَا مَكَانُ الْفَاعِلِ اعْتِبَارًا بِهَا، بِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ لِأَنَّهَا لَا تَسْقُطُ بِهَلَاكِ الْمَالِ بَعْدَمَا طَلَعَ الْفَجْرُ مِنْ يَوْمِ الْفِطْرِ وَلَوْ ضَحَّى بَعْدَمَا صَلَّى أَهْلُ الْمَسْجِدِ وَلَمْ يُصَلِّ أَهْلُ الْجَبَّانَةِ أَجْزَأَهُ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّهَا صَلَاةٌ مُعْتَبَرَةٌ، حَتَّى لَوْ اكْتَفَوْا بِهَا أَجْزَأَتْهُمْ وَكَذَا عَلَى عَكْسِهِ .وَقِيلَ هُوَ جَائِزٌ قِيَاسًا وَاسْتِحْسَانًا

قربانی کا زکوٰۃ کے مشابہ ہونا اس دلیل کے سبب سے ہے کہ قربانی کے ایام گزر جانے سے پہلے مال ہلاک ہونے کی حالت میں قربانی ساقط ہو جاتی ہے۔ جس طرح نصاب ہلاک ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے۔ پس زکوٰۃ پر قیاس کرتے ہوئے ادائے وجوب کے لئے مقام ذبح کا اعتبار کیا جائے گا۔ جبکہ فاعل کا اعتبار نہ ہوگا۔ جبکہ صدقہ فطر میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عید الفطر کے دن طلوع فجر کے ہلاک ہونے کی صورت میں ساقط نہ ہوگا۔ اور مسجد والوں میں سے کسی شخص نے نماز پڑھنے کے بعد قربانی کی حالانکہ عید گاہ والوں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی تو بطور استحسان اس کی قربانی کافی ہو جائے گی۔ کیونکہ وہاں مسجد کی نماز کا اعتبار کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ جب سب لوگوں نے اسی کو کافی سمجھ کر قربانی کر دیں تو وہ نماز ان کی قربانیوں کے لئے کافی ہوگی۔ اور اس کے عکس کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ استحسان اور قیاس دونوں حالتوں میں جائز ہے۔

قربانی کے ایام تین ہونے کا بیان

قَالَ (وَهِيَ جَائِزَةٌ فِي ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ : يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا أَيَّامُ ذَبْحٍ) وَلَنَا مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّهُمْ قَالُوا : أَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ أَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا وَقَدْ قَالُوهُ سَمَاعًا لِأَنَّ الرَّأْيَ لَا يَهْتَدِي إِلَى الْمَقَادِيرِ، وَفِي الْأَخْبَارِ تَعَارُضٌ فَأَخَذْنَا بِالْمُتَيَقَّنِ وَهُوَ الْأَقَلُّ، وَأَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا كَمَا قَالُوا وَلِأَنَّ فِيهِ مُسَارَعَةً إِلَى أَدَاءِ الْقُرْبَةِ وَهُوَ الْأَصْلُ إِلَّا لِمُعَارِضٍ .

فرمایا کہ قربانی کرنا تین دنوں میں جائز ہے۔ اور وہ ایک یوم نحر ہے اور دو دن اس کے بعد کے ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یوم نحر کے بعد تین دن تک قربانی کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ایام تشریق ایام ذبح ہیں۔

ہماری دلیل وہ روایت ہے جو حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ قربانی کے ایام تین ہیں۔ اور ان میں سے سب سے افضل دن پہلا ہے۔ اور انہوں نے یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر بیان کیا ہے۔ کیونکہ رائے سے مقداروں کو بیان نہیں کیا جاتا۔ اور جب احادیث میں تعارض ہوا تو ہم نے یقینی روایات کے مطابق حکم کو اپنایا ہے۔ اور وہ کم از کم ہے۔ اور ان تین دنوں میں افضل پہلا دن ہے۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمادیا ہے۔ کیونکہ اسی میں ادائے قربت کی جانب کوشش ہے۔ اور اصل بھی یہی ہے۔ ہاں البتہ جب کوئی اس سے معارض ہو۔

ایام قربانی کی راتوں میں جواز ذبح کا بیان

وَيَجُوزُ الذَّبْحُ فِي لَيَالِيهَا إِلَّا أَنَّهُ يُكْرَهُ لِاحْتِمَالِ الْغَلَطِ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ، وَأَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ ثَلَاثَةٌ، وَالْكُلُّ يَمْضِي بِأَرْبَعَةٍ أَوَّلُهَا نَحْرٌ لَا غَيْرُ وَآخِرُهَا تَشْرِيقٌ لَا غَيْرُ، وَالْمُتَوَسِّطَانِ نَحْرٌ وَتَشْرِيقٌ، وَالتَّضْحِيَةُ فِيهَا أَفْضَلُ مِنَ التَّصَدُّقِ بِثَمَنِ الْأُضْحِيَّةِ لِأَنَّهَا تَقَعُ وَاجِبَةً أَوْ سُنَّةً، وَالتَّصَدُّقُ تَطَوُّعٌ مَحْضٌ فَتَفْضُلُ عَلَيْهِ، لِأَنَّهَا تَفُوتُ بِفَوَاتِ وَقْتِهَا، وَالصَّدَقَةُ يُؤْتَى بِهَا فِي الْأَوْقَاتِ كُلِّهَا فَنَزَلَتْ مَنْزِلَةَ الطَّوَافِ وَالصَّلَاةِ فِي حَقِّ الْآفَاقِيِّ

اور قربانی کے ایام ان کی راتوں کو ذبح کرنا جائز ہے ہاں البتہ رات کے اندھیرے کے سبب امکان غلطی کے سبب مکروہ ہے۔ اور قربانی کے دن تین ہیں۔ اور ایام تشریق بھی تین ہیں۔ اور ہر ایک چار سے گزرنے والا ہے۔ اور پہلا دن نحر کا ہے تشریق کا نہیں ہے۔ اور آخری دن تشریق ہے قربانی کا نہیں ہے۔ اور درمیان والے دو دن قربانی اور تشریق میں مشترکہ ہیں۔

اور قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا یہ قربانی کی قیمت کو صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ کیونکہ قربانی تو واجب یا سنت ہے جبکہ صدقہ محض نفل ہے۔ پس قربانی صدقہ سے افضل ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے ہے وقت کے فوت ہونے کی وجہ سے قربانی فوت ہو جاتی ہے۔ جبکہ صدقہ سارے اوقات میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ پس قربانی کو آفاقی کے حق میں نماز اور طواف کے حکم میں سمجھا جائے گا۔

تفویت وقت کے سبب قربانی کو صدقہ کر دینے کا بیان

(وَلَوْ لَمْ يُضَحِّ حَتَّى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ إِنْ كَانَ أَوْجَبَ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ كَانَ فَقِيرًا وَقَدْ اشْتَرَى الْأُضْحِيَّةَ تَصَدَّقَ بِهَا حَيَّةً وَإِنْ كَانَ غَنِيًّا تَصَدَّقَ بِقِيمَةِ شَاةٍ اشْتَرَى أَوْ لَمْ يَشْتَرِ) لِأَنَّهَا وَاجِبَةٌ عَلَى الْغَنِيِّ .

وَتَجِبُ عَلَى الْفَقِيرِ بِالشِّرَاءِ بِنِيَّةِ التَّضْحِيَةِ عِنْدَنَا، فَإِذَا فَاتَ الْوَقْتُ وَجَبَ عَلَيْهِ التَّصَدُّقُ

اِخْرَاجًا لَهُ عَنِ الْعُهْدَةِ، كَالْجُمُعَةِ تُقْضَى بَعْدَ فَوَاتِهَا ظُهْرًا، وَالصَّوْمِ بَعْدَ الْعَجْزِ فِدْيَةً

اور جب کسی شخص نے قربانی نہیں کی حتیٰ کہ قربانی کے دن گزر گئے ہیں اور اگر اس نے خود بہ خود اپنے اوپر قربانی کو لازم کیا تھا پھر وہ فقیر تھا اور اس نے قربانی کے لئے بکری کو خریدا تو وہ زندہ بکری کو صدقے میں دیدے۔ اور اگر وہ مالدار تھا اور اس نے قربانی نہیں کی تو وہ بکری کی قیمت کو صدقہ کردے۔ اگرچہ اس نے بکری کو خریدا ہے یا نہیں خریدا۔ کیونکہ مالدار پر قربانی واجب ہے۔ اور ہمارے نزدیک قربانی کی نیت سے قربانی کا جانور خریدنے پر فقیر پر قربانی واجب ہوجاتی ہے۔ لہٰذا جب وقت گزر چکا ہے تو اپنے آپ کو ذمہ داری سے دور نکالنے کے لئے صدقہ کرنا ضروری ہوگا۔ جس طرح جمعہ کے فوت ہونے کی وجہ سے نماز ظہر کی قضاء کی جاتی ہے۔ اور اسی طرح عاجز ہونے کے بعد فدیہ دیتے ہوئے روزے کی قضاء دی جاتی ہے۔

عیب زدہ جانوروں کی قربانی کے عدم جواز کا بیان

قَالَ : (وَلَا يُضَحِّي بِالْعَمْيَاءِ وَالْعَوْرَاءِ وَالْعَرْجَاءِ الَّتِي لَا تَمْشِيْ إِلَى الْمَنْسِكِ وَلَا الْعَجْفَاءِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : (لَا تُجْزِءُ فِي الضَّحَايَا أَرْبَعَةٌ : الْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ عَرَجُهَا وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا، وَالْعَجْفَاءُ الَّتِي لَا تُنْقِي) قَالَ (وَلَا تُجْزِءُ مَقْطُوعَةُ الْأُذُنِ وَالذَّنَبِ) .

أَمَّا الْأُذُنُ فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (اسْتَشْرِفُوا الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ) أَيْ اُطْلُبُوا سَلَامَتَهُمَا .وَأَمَّا الذَّنَبُ فَلِأَنَّهُ عُضْوٌ كَامِلٌ مَقْصُودٌ فَصَارَ كَالْأُذُنِ .

فرمایا کہ اندھی، کانی اور وہ قربانی کا جانور جو قربان گاہ تک چل کر نہ آسکے یعنی لنگڑا ہے اور بہت کمزور بکری ہے ان کی قربانی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق چار بکریاں ایسی ہیں جن کی قربانی جائز نہیں ہے۔

(۱) وہ اندھی بکری جس کا اندھا پن ظاہر ہو چکا ہے۔ (۲) وہ کانی بکری جس کی نظر کمزور ہو چکی ہے۔ (۳) وہ بیمار جس کی بیماری واضح ہو چکی ہے (۴) وہ کمزور جس میں گودا ہی نہ ہو۔

اور وہ بکری جس کا کان کٹا ہوا ہے یا دم کٹی ہوئی ہے تو اس کی قربانی بھی کافی نہ ہوگی۔ اور کان کا مسئلہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کان اور آنکھ کو غور سے دیکھ لیا کرو۔ یعنی ان کی سلامتی کا اندازہ کرلیا کرو۔ جبکہ دم ایک کامل اور با مقصد عضو ہے پس یہ بھی کان کی طرح ہوجائے گا۔

کان اور دم کے اکثر حصے کے کٹ جانے کا بیان

قَالَ (وَلَا الَّتِي ذَهَبَ أَكْثَرُ أُذُنِهَا وَذَنَبِهَا، وَإِنْ بَقِيَ أَكْثَرُ الْأُذُنِ وَالذَّنَبِ جَازَ) لِأَنَّ لِلْأَكْثَرِ حُكْمَ الْكُلِّ بَقَاءً وَذَهَابًا وَلِأَنَّ الْعَيْبَ الْيَسِيرَ لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ فَجُعِلَ عَفْوًا، وَاخْتَلَفَتْ الرِّوَايَةُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فِي مِقْدَارِ الْأَكْثَرِ .

فَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ عَنْهُ : وَإِنْ قُطِعَ مِنَ الذَّنَبِ أَوِ الْأُذُنِ أَوِ الْعَيْنِ أَوِ الْأَلْيَةِ الثُّلُثُ أَوْ أَقَلُّ أَجْزَأَهُ، وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ لَمْ يُجْزِهِ لِأَنَّ الثُّلُثَ تَنْفُذُ فِيهِ الْوَصِيَّةُ مِنْ غَيْرِ رِضَا الْوَرَثَةِ فَاعْتُبِرَ قَلِيلًا، وَفِيمَا زَادَ لَا تَنْفُذُ إِلَّا بِرِضَاهُمْ فَاعْتُبِرَ كَثِيرًا، وَيُرْوَى عَنْهُ الرُّبُعُ لِأَنَّهُ يَحْكِي حِكَايَةَ الْكَمَالِ عَلَى مَا مَرَّ فِي الصَّلَاةِ، وَيُرْوَى الثُّلُثُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ الْوَصِيَّةِ " (الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ) وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : إِذَا بَقِيَ الْأَكْثَرُ مِنَ النِّصْفِ أَجْزَأَهُ اعْتِبَارًا لِلْحَقِيقَةِ عَلَى مَا تَقَدَّمَ فِي الصَّلَاةِ وَهُوَ اخْتِيَارُ الْفَقِيهِ أَبِي اللَّيْثِ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : أَخْبَرْتُ بِقَوْلِي أَبَا حَنِيفَةَ، فَقَالَ قَوْلِي هُوَ قَوْلُكَ .قِيلَ هُوَ رُجُوعٌ مِنْهُ إِلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ، وَقِيلَ مَعْنَاهُ قَوْلِي قَرِيبٌ مِنْ قَوْلِكَ .وَفِي كَوْنِ النِّصْفِ مَانِعًا رِوَايَتَانِ عَنْهُمَا كَمَا فِي انْكِشَافِ الْعُضْوِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ،

فرمایا کہ ایسی بکری کافی نہ ہوگی جس کے کان اور دم کا اکثر حصہ کٹ چکا ہے۔ اور اگر کان اور دم کا اکثر حصہ موجود ہے تو جائز ہے۔ کیونکہ باقی رہنے اور نہ رہنے میں اکثر کل کے قائم مقام ہوا کرتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور یہ بھی دلیل ہے کہ معمولی عیب سے محفوظ رہنا آسان ہے پس اس کو معاف قرار دیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر سے متعلق مختلف روایات ہیں۔ لہٰذا جامع صغیر میں نقل کیا گیا ہے کہ جب دم، کان، آنکھ یا سرین کا تہائی یا اس سے تھوڑا حصہ کٹ گیا ہے تو جائز ہے۔ اور جب اس سے زیادہ کٹ چکا ہے تو جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ تہائی میں وصیت وارثوں کی رضامندی کے سوا بھی نافذ ہو جاتی ہے۔ پس اس کو قلیل سمجھ لیا جائے گا۔ جبکہ تہائی سے زیادہ میں ورثاء کی مرضی کے بغیر وصیت نافذ نہیں ہوا کرتی۔ پس اس کو کثیر سمجھ لیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے چوتھائی کا قول بھی نقل کیا گیا ہے۔ کیونکہ چوتھائی مال کی حکایت کو بیان کرتا ہے جس طرح نماز میں اس کا حکم بیان کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کے بارے میں فرمایا کہ تہائی میں وصیت کرو یہ بھی زیادہ ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب نصف سے زیادہ باقی ہے تو حقیقت پر قیاس کرتے ہوئے کافی ہو جائے گا۔ جس طرح نماز کے بارے میں بیان گزر چکا ہے۔

فقیہ ابولیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کا اختیار کردہ قول یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا قول بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارا قول ہی میرا قول ہے۔ اور فقہاء کہتے ہیں کہ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی جانب رجوع ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے میرا قول تمہارے قول کے قریب ہے۔ اور نصف کے مانع ہونے میں صاحبین سے دو روایات ہیں۔ جس طرح عضو کھل جانے سے متعلق امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایات ہیں۔

آنکھ کے عیب کو پہچاننے کا بیان

ثُمَّ مَعْرِفَةُ الْمِقْدَارِ فِي غَيْرِ الْعَيْنِ مُتَيَسِّرٌ، وَفِي الْعَيْنِ قَالُوْا: تُشَدُّ الْعَيْنُ الْمَعِيبَةُ بَعْدَ اَنْ لَا تَعْتَلِفَ الشَّاةُ يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ يُقَرَّبُ الْعَلَفُ اِلَيْهَا قَلِيْلًا قَلِيْلًا، فَاِذَا رَاٰتْهُ مِنْ مَوْضِعٍ اُعْلِمَ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَكَانِ ثُمَّ تُشَدُّ عَيْنُهَا الصَّحِيحَةُ وَقُرِّبَ اِلَيْهَا الْعَلَفُ قَلِيْلًا قَلِيْلًا حَتّٰى اِذَا رَاٰتْهُ مِنْ مَكَانٍ اُعْلِمَ عَلَيْهِ .

ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى تَفَاوُتِ مَا بَيْنَهُمَا، فَاِنْ كَانَ ثُلُثًا فَالذَّاهِبُ الثُّلُثُ، وَاِنْ كَانَ نِصْفًا فَالنِّصْفُ

اور آنکھ کے سوا دوسری چیزوں میں مقدار کو پہچاننا آسان ہے اور آنکھ کے بارے میں فقہاء نے کہا ہے کہ بکری کا ایک یا دو دن تک گھاس نہ کھانے کی صورت میں اس کی عیب والی آنکھ پر پٹی باندھ دی جائے۔ اور اس کے بعد آہستہ آہستہ گھاس اس کے قریب کی جائے۔ اس کے بعد جب بکری گھاس کو کسی جگہ سے دیکھ لے۔ تو اس جگہ نشان بنا دیا جائے اور اس کے بعد اس کی صحیح آنکھ باندھ دی جائے اور آہستہ آہستہ گھاس کو اس کے قریب کیا جائے۔ حتیٰ کہ جب بکری اس کو جس جگہ دیکھ لے تو جگہ پر بھی نشان بنا دیا جائے اور اس کے بعد ان دونوں کے درمیان فرق کو سمجھ لیا جائے پس اگر ان میں تہائی کا فرق ہے تو ختم ہونے والا حصہ تہائی ہے اور اگر نصف کا فرق ہے تو اب ختم ہونے والا حصہ بھی نصف ہوگا۔

جماء کی قربانی کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوْزُ اَنْ يُضَحِّيَ بِالْجَمَّاءِ) وَهِيَ الَّتِي لَا قَرْنَ لَهَا لِاَنَّ الْقَرْنَ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ مَقْصُودٌ، وَكَذَا مَكْسُورَةُ الْقَرْنِ لِمَا قُلْنَا (وَالْخَصِيِّ) لِاَنَّ لَحْمَهَا اَطْيَبُ وَقَدْ صَحَّ " (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحّٰى بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْءَيْنِ) (وَالثَّوْلَاءِ) وَهِيَ الْمَجْنُوْنَةُ، وَقِيْلَ هٰذَا اِذَا كَانَتْ تَعْتَلِفُ لِاَنَّهُ لَا يُخِلُّ بِالْمَقْصُوْدِ، اَمَّا اِذَا كَانَتْ لَا تَعْتَلِفُ فَلَا تُجْزِئُهُ. وَالْجَرْبَاءُ اِنْ كَانَتْ سَمِيْنَةً جَازَ لِاَنَّ الْجَرَبَ فِي الْجِلْدِ وَلَا نُقْصَانَ فِي اللَّحْمِ، وَاِنْ كَانَتْ مَهْزُوْلَةً لَا يَجُوْزُ لِاَنَّ الْجَرَبَ فِي اللَّحْمِ فَانْتَقَصَ .

فرمایا کہ جماء کی قربانی کرنا جائز ہے اور یہ وہ جانور ہے جس کے سینگ نہ ہوں اگرچہ سینگ کے ساتھ کوئی مقصد متعلق نہیں ہوتا اور اسی طرح جس جانور کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں ان کی قربانی کرنا بھی جائز ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور خصی کی قربانی کرنا صحیح ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو چتکبرے اور خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

اسی طرح ثولاء کی قربانی کرنا صحیح ہے وہ مجنونہ جانور ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی قربانی اس وقت تک درست ہے جب وہ مجنونہ گھاس کھاتی ہے۔ کیونکہ اب جنون کے سبب مقصد میں کوئی خلل واقع ہونے والا نہیں ہے۔ مگر جب وہ گھاس کھانے والی نہیں ہے۔ تو وہ کافی نہ ہوگی۔

اور اسی طرح خارش زدہ جانور کی قربانی صحیح ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ موٹا تازہ ہو۔ کیونکہ خارش چمڑے میں ہے اور گوشت میں کوئی نقصان دہ نہیں ہے۔ اور جب خارش زدہ بکری دبلی پتلی ہے تو اس کی قربانی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اب خارش گوشت میں بھی ہوگی۔ پس گوشت میں عیب آچکا ہے۔

ہتماء کی قربانی کرنے کا بیان

وَاَمَّا الْهَتْمَاءُ وَهِيَ الَّتِي لَا اَسْنَانَ لَهَا ؛ فَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ يُعْتَبَرُ فِي الْاَسْنَانِ الْكَثْرَةُ وَالْقِلَّةُ، وَعَنْهُ اِنْ بَقِيَ مَا يُمْكِنُهُ الِاعْتِلَافُ بِهِ اَجْزَاَهُ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ .

وَالسَّكَّاءُ وَهِيَ الَّتِي لَا اُذُنَ لَهَا خِلْقَةً لَا تَجُوزُ، لِاَنَّ مَقْطُوعَ اَكْثَرِ الْاُذُنِ اِذَا كَانَ لَا يَجُوزُ فَعَدِيمُ الْاُذُنِ اَوْلَى

(وَهٰذَا) الَّذِي ذَكَرْنَا (اِذَا كَانَتْ هٰذِهِ الْعُيُوبُ قَائِمَةً وَقْتَ الشِّرَاءِ، وَلَوْ اشْتَرَاهَا سَلِيمَةً ثُمَّ تَعَيَّبَتْ بِعَيْبٍ مَانِعٍ اِنْ كَانَ غَنِيًّا عَلَيْهِ غَيْرُهَا، وَاِنْ فَقِيرًا تُجْزِئُهُ هٰذِهِ) لِاَنَّ الْوُجُوبَ عَلَى الْغَنِيِّ بِالشَّرْعِ ابْتِدَاءً لَا بِالشِّرَاءِ فَلَمْ تَتَعَيَّنْ بِهِ، وَعَلَى الْفَقِيرِ بِشِرَائِهِ بِنِيَّةِ الْاُضْحِيَّةِ فَتَعَيَّنَتْ، وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ ضَمَانُ نُقْصَانِهِ كَمَا فِي نِصَابِ الزَّكَاةِ، وَعَنْ هٰذَا الْاَصْلِ قَالُوا : اِذَا مَاتَتْ الْمُشْتَرَاةُ لِلتَّضْحِيَةِ ؛ عَلَى الْمُوسِرِ مَكَانَهَا اُخْرَى وَلَا شَيْءَ عَلَى الْفَقِيرِ، وَلَوْ ضَلَّتْ اَوْ سُرِقَتْ فَاشْتَرَى اُخْرَى ثُمَّ ظَهَرَتْ الْاُولَى فِي اَيَّامِ النَّحْرِ عَلَى الْمُوسِرِ ذَبْحُ اِحْدَاهُمَا وَعَلَى الْفَقِيرِ ذَبْحُهُمَا .

اور ہتماء وہ بکری ہے جس کے دانت نہ ہوں۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ دانتوں میں قلت وکثرت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب دانت اتنی تعداد میں باقی ہیں جن سے گھاس کو کھانا ممکن ہے تو مقصد حاصل ہو جانے کی وجہ سے کافی ہوگا۔

اور سکاء اس بکری کو کہتے ہیں جس کے پیدائشی طور پر دانت نہ ہوں تو وہ جائز نہ ہوگی اور یہ اس لئے کہ جب نصف کان کٹا ہوا ہو تو ایسا جانور جائز نہیں ہے تو جس کے کان نہیں ہیں تو بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا۔

اور ہماری بیان کردہ وضاحت اس صورت میں ہے کہ جب خریداری کے وقت یہ عیوب موجود ہوں اور جب کسی شخص نے صحیح سلامتی والی بکری کو خریدا ہے اور اس کے بعد مانع اضحیہ سے اس میں کوئی عیب پیدا ہوا ہے تو اس صورت میں اگر خریدار مالدار ہے تو

اس پر دوسری بکری کی قربانی کرنا واجب ہے اور جب خریدار فقیر ہے تو اس کی جانب سے یہی عیب والی بکری کی قربانی کافی ہوگی۔ کیونکہ مالدار پر قربانی حکم شرع کے مطابق ابتدائی طور پر واجب ہے پس وہ بکری اس کے حق معین نہ ہو سکے گی جبکہ فقیر پر یہ وجوب اس کا نیت اضحیہ سے خریداری کرنے کی وجہ سے آیا ہے پس اس کے حق میں وہی بکری معین ہو جائے گی۔ اور اس پر نقصان کا کوئی ضمان نہ ہوگا جس طرح زکوٰۃ کے نصاب میں واجب نہیں ہوا کرتا۔

اور اسی قاعدہ فقہیہ کے مطابق فقہاء نے کہا ہے کہ جب قربانی کے لئے خریدی گئی بکری مرجائے تو مالدار پر اس کی جگہ پر دوسری بکری کی قربانی کرنا واجب ہے جبکہ فقیر پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اور جب وہ بکری گم ہو جائے یا چوری ہو جائے اور اس کے بعد خریدار نے کوئی دوسری بکری خرید لی ہے اور اس کے بعد قربانی کے دنوں میں پہلی بکری بھی مل جائے تو مالدار پر ان میں سے کسی ایک بکری کو ذبح کرنا واجب ہے جبکہ فقیر کے لئے ان دونوں کو ذبح کرنا واجب ہے۔

ذبح کے لئے لٹائی گئی بکری کے بھاگ جانے کا بیان

(وَلَوْ اَضْجَعَهَا فَاضْطَرَبَتْ فَانْكَسَرَتْ رِجْلُهَا فَذَبَحَهَا اَجْزَاَهُ اسْتِحْسَانًا) عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، لِاَنَّ حَالَةَ الذَّبْحِ وَمُقَدِّمَاتِهِ مُلْحَقَةٌ بِالذَّبْحِ فَكَاَنَّهُ حَصَلَ بِهِ اعْتِبَارًا وَحُكْمًا (وَكَذَا لَوْ تَعَيَّبَتْ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ فَانْفَلَتَتْ ثُمَّ اُخِذَتْ مِنْ فَوْرِهِ، وَكَذَا بَعْدَ فَوْرِهِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ خِلَافًا لِاَبِيْ يُوْسُفَ) لِاَنَّهُ حَصَلَ بِمُقَدِّمَاتِ الذَّبْحِ ۔

اور جب کسی شخص نے ذبح کے لئے بکری کو لٹایا اس کے بعد بھاگ کھڑی ہوئی اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے تو ہمارے نزدیک بطور استحسان اسی بکری کو ذبح کرنا کافی ہو جائے گا۔ جبکہ امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ ذبح کا حال اس کے مقدمات ذبح سے ملا ہوا ہے۔ جو قیاس اور حکم دونوں کے مطابق ذبح سے حاصل ہوا ہے۔ اور اسی طرح جب بکری اسی حالت میں عیب زدہ ہوئی ہے اور اس کے بعد وہ بھاگ جائے تو اس کو فوری طور پر پکڑ لیا جائے گا۔ اور اسی طرح فوری طور پر پکڑنے میں امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا اختلاف بھی ہے کیونکہ یہ ذبح کے مقدمات سے حاصل ہوا ہے۔

قربانی کے جانور اور انکی عمروں کا بیان

قَالَ (وَالْاُضْحِيَةُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ) لِاَنَّهَا عُرِفَتْ شَرْعًا وَلَمْ تُنْقَلِ التَّضْحِيَةُ بِغَيْرِهَا مِنَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَلَا مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ۔

قَالَ (وَيُجْزِءُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ الثَّنِيُّ فَصَاعِدًا اِلَّا الضَّاْنَ فَاِنَّ الْجَذَعَ مِنْهُ يُجْزِءُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (ضَحُّوا بِالثَّنَايَا اِلَّا اَنْ يَعْسِرَ عَلٰى اَحَدِكُمْ فَلْيَذْبَحِ الْجَذَعَ مِنَ الضَّاْنِ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (نِعْمَتِ الْاُضْحِيَةُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّاْنِ) قَالُوْا: وَهٰذَا اِذَا كَانَتْ عَظِيْمَةً بِحَيْثُ لَوْ خُلِطَتْ بِالثُّنْيَانِ يَشْتَبِهُ عَلَى النَّاظِرِ مِنْ بَعِيْدٍ ۔

وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا تَمَّتْ لَهُ سِتَّةُ أَشْهُرٍ فِي مَذْهَبِ الْفُقَهَاءِ، وَذَكَرَ الزَّعْفَرَانِيُّ أَنَّهُ ابْنُ سَبْعَةِ أَشْهُرٍ .

وَالثَّنِيُّ مِنْهَا وَمِنَ الْمَعَزِ سَنَةٌ، وَمِنَ الْبَقَرِ ابْنُ سَنَتَيْنِ، وَمِنَ الْإِبِلِ ابْنُ خَمْسِ سِنِينَ، وَيَدْخُلُ فِي الْبَقَرِ الْجَامُوسُ لِأَنَّهُ مِنْ جِنْسِهِ، وَالْمَوْلُودُ بَيْنَ الْأَهْلِيِّ وَالْوَحْشِيِّ يَتْبَعُ الْأُمَّ لِأَنَّهَا هِيَ الْأَصْلُ فِي التَّبَعِيَّةِ، حَتَّى إِذَا نَزَا الذِّئْبُ عَلَى الشَّاةِ يُضَحَّى بِالْوَلَدِ .

فرمایا کہ اونٹ گائے اور بکری کی قربانی صحیح ہے کیونکہ شریعت کے مطابق یہی جانور مشروع ہیں اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان جانوروں کے سوا کسی کی قربانی بیان نہیں کی گئی ہے۔

اور سب جانوروں میں بھیڑ کے سوا سب کا ثنی ہونا کافی ہے۔ کیونکہ بھیڑ کا جذعہ کافی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ثنیہ کی قربانی کرو مگر جب تم کو مشکل ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بھیڑ کا جذعہ ذبح کرے۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھیڑ کا جذعہ کیا خوب ہے۔

فقہاء کرام نے کہا ہے کہ جذعہ اس وقت ہوگا جب وہ خوب موٹا اور تندرست ہو۔ کیونکہ جب وہ ثنی میں مل جائے تو وہ دور سے دیکھنے والے پر مشابہ ہو جائے گا۔

فقہاء کے مذہب میں جذعہ بھیڑ کا وہ بچہ ہے جس کو چھ ماہ مکمل ہو چکے ہوں جبکہ زعفرانی نے کہا ہے کہ وہ سات ماہ کا بچہ ہے۔ جبکہ بھیڑ اور بکری کا ثنیہ ایک سال کا ہوتا ہے۔ اور گائے میں دو سال کا ہوتا ہے اور اونٹ پانچ سال میں ثنیہ کہلاتا ہے۔ اور بھینس گائے میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ اسی کی جنس میں سے ہے۔ اور حیوانات اہلیہ وحشیہ میں پیدا ہونے والا بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے۔ کیونکہ تبعیت ماں اصل ہوا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ بھیڑیا جب بکری پر کود پڑے تو بچے کو ذبح کیا جائے گا۔

مشترکہ قربانی کے اجزاء میں نیت اضحیہ کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى سَبْعَةٌ بَقَرَةً لِيُضَحُّوا بِهَا فَمَاتَ أَحَدُهُمْ قَبْلَ النَّحْرِ وَقَالَتِ الْوَرَثَةُ اذْبَحُوهَا عَنْهُ وَعَنْكُمْ أَجْزَأَهُمْ، وَإِنْ كَانَ شَرِيكُ السِّتَّةِ نَصْرَانِيًّا أَوْ رَجُلًا يُرِيدُ اللَّحْمَ لَمْ يُجْزِ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ) وَوَجْهُهُ أَنَّ الْبَقَرَةَ تَجُوزُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَلَكِنْ مِنْ شَرْطِهِ أَنْ يَكُونَ قَصْدُ الْكُلِّ الْقُرْبَةَ وَإِنِ اخْتَلَفَتْ جِهَاتُهَا كَالْأُضْحِيَّةِ وَالْقِرَانِ وَالْمُتْعَةِ عِنْدَنَا لِاتِّحَادِ الْمَقْصُودِ وَهُوَ الْقُرْبَةُ، وَقَدْ وُجِدَ هَذَا الشَّرْطُ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لِأَنَّ التَّضْحِيَةَ عَنِ الْغَيْرِ عُرِفَتْ قُرْبَةً ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ضَحَّى عَنْ أُمَّتِهِ عَلَى مَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ، وَلَمْ يُوجَدْ فِي الْوَجْهِ الثَّانِي لِأَنَّ النَّصْرَانِيَّ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهَا، وَكَذَا قَصْدُ اللَّحْمِ يُنَافِيهَا .

وَإِذَا لَمْ يَقَعِ الْبَعْضُ قُرْبَةً وَالْإِرَاقَةُ لَا تَتَجَزَّأُ فِي حَقِّ الْقُرْبَةِ لَمْ يَقَعِ الْكُلُّ أَيْضًا فَامْتَنَعَ الْجَوَازُ،

وَهٰذَا الَّذِیْ ذَکَرَهٗ اسْتِحْسَانٌ .

وَالْقِیَاسُ اَنْ لَا یَجُوْزَ وَهُوَ رِوَایَةٌ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ، لِاَنَّهٗ تَبَرُّعٌ بِالْاِتْلَافِ فَلَا یَجُوْزُ عَنْ غَیْرِهٖ کَالْاِعْتَاقِ عَنِ الْمَیِّتِ، لٰکِنَّا نَقُوْلُ : اَلْقُرْبَةُ قَدْ تَقَعُ عَنِ الْمَیِّتِ کَالتَّصَدُّقِ، بِخِلَافِ الْاِعْتَاقِ لِاَنَّ فِیْهِ اِلْزَامَ الْوَلَاءِ عَلَی الْمَیِّتِ

اور جب سات آدمیوں نے قربانی کے لئے ایک گائے کو خریدا اور قربانی کرنے سے پہلے ان میں سے کوئی ایک شخص فوت ہو گیا ہے۔ اور اس میت کے وارثوں نے کہا ہے کہ تم میت کی جانب سے اور اپنی جانب سے اس گائے کو ذبح کر دو۔ تو ان سب کی جانب سے قربانی ہو جائے گی۔

اور جب بندوں کی شراکت ہوئی جبکہ ساتواں نصرانی یا محض گوشت کھانے کی نیت سے شامل ہو گیا تو ان میں کسی کی جانب سے بھی قربانی درست نہ ہو گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ گائے تو سات بندوں کی جانب سے جائز ہوئی ہے۔ پس اس میں یہ شرط ہو گیا ہے کہ سات آدمیوں میں سے ہر ایک شریک کا مقصد عبادت ہو۔ خواہ اس کی جہت مختلف ہو جائے۔ جس طرح قربانی، دم قران اور دم تمتع ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک قربت متحد ہوئی ہے۔ اور یہ شرط پہلی صورت مسئلہ میں پائی جا رہی ہے کیونکہ دوسرے کی جانب سے قربت مشہور ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کی جانب سے قربانی کی ہے جس طرح اس سے پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔

اور دوسری صورت مسئلہ میں یہ شرط مفقود ہے۔ کیونکہ نصرانی قربت کے لائق نہیں ہے۔ اور اسی طرح محض گوشت کا کھانا یہ بھی قربت نہیں ہے۔ اور جب قربت کا بعض حصہ واقع نہ ہوا۔ جبکہ قربت کے حق میں خون بہانا اس کے کوئی حصے نہیں ہوتے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح ساری کی ساری قربت واقع نہیں ہوئی ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کا بیان کردہ مسئلہ یہ صورت استحسان میں ہے۔

اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی طرح بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ احسان کو ختم کرنا ہے۔ پس دوسرے کی جانب سے جائز نہ ہو گا۔ جس طرح میت کی جانب سے آزاد کرنا ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ صدقہ کی قربت بھی میت کی جانب سے واقع ہو جاتی ہے۔ جبکہ آزادی میں اس طرح نہیں ہے کیونکہ اس میں ولاء کو میت پر لازم کرنا آئے گا۔

شرکاء کا بچے یا ام ولد کی جانب سے ذبح کرنے کا بیان

(فَلَوْ ذَبَحُوْهَا عَنْ صَغِیْرٍ فِی الْوَرَثَةِ اَوْ اُمِّ وَلَدٍ جَازَ) لِمَا بَیَّنَّا اَنَّهٗ قُرْبَةٌ (وَلَوْ مَاتَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ فَذَبَحَهَا الْبَاقُوْنَ بِغَیْرِ اِذْنِ الْوَرَثَةِ لَا تُجْزِیْهِمْ) لِاَنَّهٗ لَمْ یَقَعْ بَعْضُهَا قُرْبَةً، وَفِیْمَا تَقَدَّمَ وُجِدَ الْاِذْنُ مِنَ الْوَرَثَةِ فَکَانَ قُرْبَةً .

اور جب شرکاء وارثوں نے موجود کسی بچے یا ام ولد کی جانب سے ذبح کیا ہے تو ان کا ایسا کرنا جائز ہے۔ اسی دلیل

کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں کیونکہ وہ قربت ہے۔ اور جب شریکوں میں سے کوئی شخص فوت ہو چکا ہے۔ اس کے بعد وارثوں کی اجازت کے سوا دوسرے لوگوں نے اس کو ذبح کر دیا ہے۔ تو ان کی جانب سے یہ کفایت نہ کرے گا۔ کیونکہ گائے کے بعض حصہ میں قربت واقع نہ ہوئی۔ جبکہ اس سے پہلے والی صورت میں وارثوں کی جانب سے اجازت پائی جا رہی ہے۔ پس وہ قربت ہو چکی ہے۔

قربانی کے گوشت کو کھانے وکھلانے کا بیان

قَالَ (وَيَأْكُلُ مِنْ لَحْمِ الْأُضْحِيَةِ وَيُطْعِمُ الْأَغْنِيَاءَ وَالْفُقَرَاءَ وَيَدَّخِرُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَكُلُوا مِنْهَا وَادَّخِرُوا) وَمَتَى جَازَ أَكْلُهُ وَهُوَ غَنِيٌّ جَازَ أَنْ يُؤْكِلَهُ غَنِيًّا

قَالَ (وَيُسْتَحَبُّ أَنْ لَا يَنْقُصَ الصَّدَقَةَ عَنْ الثُّلُثِ) لِأَنَّ الْجِهَاتِ ثَلَاثَةٌ : الْأَكْلُ وَالِادِّخَارُ لِمَا رَوَيْنَا، وَالْإِطْعَامُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى " (وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ) فَانْقَسَمَ عَلَيْهِمْ أَثْلَاثًا

اور وہ قربانی کا گوشت خود بھی کھائے اور مالداروں، فقیروں کو بھی کھلائے۔ اور اپنے لیے جمع کر کے رکھ بھی سکتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا اب تم اس کو کھاؤ اور اس کو جمع کرو۔ اور جب قربانی کرنے والے کے لئے قربانی کا گوشت کھانا جائز ہے جبکہ وہ مالدار ہے تو اس کے لئے مالدار کو کھلانا بھی جائز ہوگا۔

اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ وہ تیسرے حصے سے کم صدقہ نہ کرے کیونکہ وہ اس میں تین حصے کرے۔ ایک کھانا۔ اور دوسرے یہ کہ جمع کرے اسی دلیل کے سبب سے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور تیسرا یہ کھلائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس کی دلیل ہے کہ صبر کرنے والے اور سوال کرنے والے کو کھلاؤ۔ پس گوشت انہی تین حصوں میں تقسیم کرے گا۔

قربانی کی کھالوں کو صدقہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَتَصَدَّقُ بِجِلْدِهَا) لِأَنَّهُ جُزْءٌ مِنْهَا (أَوْ يَعْمَلُ مِنْهُ آلَةً تُسْتَعْمَلُ فِي الْبَيْتِ) كَالنِّطْعِ وَالْجِرَابِ وَالْغِرْبَالِ وَنَحْوِهَا، لِأَنَّ الِانْتِفَاعَ بِهِ غَيْرُ مُحَرَّمٍ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَشْتَرِيَ بِهِ مَا يَنْتَفِعُ بِعَيْنِهِ فِي الْبَيْتِ مَعَ بَقَائِهِ) اسْتِحْسَانًا، وَذَلِكَ مِثْلُ مَا ذَكَرْنَا لِأَنَّ لِلْبَدَلِ حُكْمَ الْمُبْدَلِ، (وَلَا يَشْتَرِي بِهِ مَا لَا يَنْتَفِعُ بِهِ إلَّا بَعْدَ اسْتِهْلَاكِهِ كَالْخَلِّ وَالْأَبَازِيرِ) اعْتِبَارًا بِالْبَيْعِ بِالدَّرَاهِمِ .

وَالْمَعْنَى فِيهِ أَنَّهُ تَصَرُّفٌ عَلَى قَصْدِ التَّمَوُّلِ، وَاللَّحْمُ بِمَنْزِلَةِ الْجِلْدِ فِي الصَّحِيحِ، فَلَوْ بَاعَ الْجِلْدَ أَوْ اللَّحْمَ بِالدَّرَاهِمِ أَوْ بِمَا لَا يَنْتَفِعُ بِهِ إلَّا بَعْدَ اسْتِهْلَاكِهِ تَصَدَّقَ بِثَمَنِهِ، لِأَنَّ الْقُرْبَةَ

انتَقَلَتْ اِلٰی بَدَلِہٖ، وَقَوْلُہٗ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ (مَنْ بَاعَ جِلْدَ اُضْحِیَّتِہٖ فَلَا اُضْحِیَّۃَ لَہٗ) یُفِیْدُ کَرَاھَۃَ الْبَیْعِ، اَلْبَیْعُ جَائِزٌ لِقِیَامِ الْمِلْکِ وَالْقُدْرَۃِ عَلَی التَّسْلِیْمِ

اور قربانی کرنے والا قربانی کی کھالوں کو صدقہ کرے کیونکہ کھال قربانی کا حصہ ہے یا پھر وہ کھال سے کوئی ایسی چیز کو بنائے جو گھر میں استعمال ہونے والی ہو۔ جس طرح دستر خوان تھیلا ہے یا چھلنی وغیرہ ہے۔ کیونکہ کھال سے نفع اٹھانا یہ حرام نہیں ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور قربانی کرنے والا کھال کے بدلے میں کوئی ایسی چیز کی خرید کرے جس کے عین فائدہ اٹھائے اور اس کا عین گھر میں استعمال کیا جاتا ہو۔ اور یہ حکم دلیل استحسان سے ثابت ہوا ہے۔ اور اس کی مثال وہ مسئلہ ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ بدل کے لئے مبدل کا حکم ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور وہ کھال سے کوئی ایسی چیز نہ خریدے جس کو ہلاک کئے بغیر نفع حاصل نہ کیا جاسکے۔ جس طرح سرکہ اور مصالح ہیں اور اس کو دراہم کے بدلے میں قیاس کیا گیا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں تمول کا ارادہ تصرف پر ہے۔ جبکہ صحیح قول کے مطابق قربانی کی کھال قربانی کے گوشت کے حکم میں ہوا کرتی ہے۔ اور جب کسی شخص نے کھال یا گوشت کو دراہم یا کسی ایسی چیز کے بدلے میں بیچ دیا ہے جس کو ہلاک کیے بغیر فائدہ نہ اٹھایا جاسکے تو اس کی قیمت کو صدقہ کرے کیونکہ اب قربت اپنے بدل کی جانب منتقل ہو چکی ہے اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے قربانی کو کھال کو بیچ دیا ہے اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ اس سے بیچ کی کراہت کا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ مگر حوالے کرنے اور ملکیت کے قیام کے سبب بیچ درست ہو جائے گی۔

قربانی میں سے اجرت والے کو کچھ نہ دینے کا بیان

قَالَ (وَلَا یُعْطِی اُجْرَۃَ الْجَزَّارِ مِنَ الْاُضْحِیَّۃِ) لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ لِعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تَصَدَّقْ بِجِلَالِھَا وَخِطَامِھَا وَلَا تُعْطِ اَجْرَ الْجَزَّارِ مِنْھَا شَیْئًا) وَالنَّھْیُ عَنْہُ نَھْیٌ عَنِ الْبَیْعِ اَیْضًا لِاَنَّہٗ فِیْ مَعْنَی الْبَیْعِ

قَالَ (وَیُکْرَہُ اَنْ یَجُزَّ صُوفَ اُضْحِیَّتِہٖ وَیَنْتَفِعَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَذْبَحَھَا) لِاَنَّہُ الْتَزَمَ اِقَامَۃَ الْقُرْبَۃِ بِجَمِیْعِ اَجْزَائِھَا، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الذَّبْحِ لِاَنَّہٗ اُقِیْمَتِ الْقُرْبَۃُ بِھَا کَمَا فِی الْھَدْیِ، وَیُکْرَہُ اَنْ یَحْلُبَ لَبَنَھَا فَیَنْتَفِعَ بِہٖ کَمَا فِی الصُّوفِ ۔

اور قربانی میں سے قصائی کو کچھ اجرت کے طور پر نہ دے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قربانی کی جھول اور رسی کو صدقہ کر دو اور اس میں سے قصاب کو بطور اجرت کچھ نہ دو۔ کیونکہ اجرت کی نہی سے بیچ کی نہی ہے۔ کیونکہ اجرت بیچ کے معنی میں ہے۔

اور ذبح کرنے سے پہلے قربانی والے جانور سے اون کو کاٹ لینا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ قربانی کرنے

والے نے قربانی کے تمام حصوں میں قربت کی ادائیگی کو اپنے اوپر لازم کیا ہے۔ جبکہ ذبح کے بعد ایسا نہیں ہے کیونکہ اب قربت ادا ہو چکی ہے۔ جس طرح ہدی کے جانور میں ہوتا ہے اور دودھ دوہ کر اس سے فائدہ اٹھانا بھی مکروہ ہے۔ جس طرح اون کا فائدہ مکروہ ہے

قربانی کرنے والے کا اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کی فضیلت کا بیان

قَالَ (وَالْاَفْضَلُ اَنْ يَذْبَحَ اُضْحِيَّتَهُ بِيَدِهِ اِنْ كَانَ يُحْسِنُ الذَّبْحَ) وَاِنْ كَانَ لَا يُحْسِنُهُ فَالْاَفْضَلُ اَنْ يَسْتَعِينَ بِغَيْرِهِ، وَاِذَا اسْتَعَانَ بِغَيْرِهِ يَنْبَغِي اَنْ يَشْهَدَهَا بِنَفْسِهِ (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِفَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قُومِي فَاشْهَدِي اُضْحِيَّتَكِ، فَاِنَّهُ يُغْفَرُ لَكِ بِاَوَّلِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهَا كُلُّ ذَنْبٍ) .

اور اگر قربانی کرنے والا اچھی طرح قربانی کرنا جانتا ہے تو اس کے لئے اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے۔ اور اس کو بہتر طریقے سے ذبح کرنا نہیں آتا تو اب بہتر یہ ہے کہ وہ اس کو کسی سے مدد حاصل کرے۔ اور جب وہ کسی دوسرے سے تعاون حاصل کرے تو اس کے لئے مناسب یہ ہوگا۔ کہ وہ خود بھی وہاں پر موجود رہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم اپنی قربانی پاس کھڑی ہو جاؤ کیونکہ قربانی کے خون سے پہلے قطرے کے بہہ جانے سے تمہارے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

کتابی کا قربانی کو ذبح کرنے میں کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ اَنْ يَذْبَحَهَا الْكِتَابِيُّ) لِاَنَّهُ عَمَلٌ هُوَ قُرْبَةٌ وَهُوَ لَيْسَ مِنْ اَهْلِهَا، فَلَوْ اَمَرَهُ فَذَبَحَ جَازَ لِاَنَّهُ مِنْ اَهْلِ الذَّكَاةِ، وَالْقُرْبَةُ اُقِيمَتْ بِاِنَابَتِهِ وَنِيَّتِهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَمَرَ الْمَجُوسِيَّ لِاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الذَّكَاةِ فَكَانَ اِفْسَادًا .

اور کتابی کا ذبح کرنا مکروہ ہے کیونکہ ذبح قربت والا عمل ہے اور کتابی قربت کا اہل نہیں ہے۔ اور جب کسی مسلمان نے کسی کتابی کو حکم دیا اور اس نے اس پر ذبح کردیا ہے تو جائز ہے۔ کیونکہ وہ اہل ذبح میں سے ہے۔ کیونکہ قربانی مسلمان کا قائم مقام بنانے اور مسلمان کی نیت سے واقع ہوئی ہے۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب وہ کسی مجوسی کو حکم دے۔ کیونکہ مجوسی اہل ذبح میں سے نہیں ہے۔ پس اس حکم میں افساد ہو جائے گا۔

کسی دوسرے کے جانور کو قربانی میں ذبح کردینے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا غَلِطَ رَجُلَانِ فَذَبَحَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اُضْحِيَّةَ الْآخَرِ اَجْزَاَ عَنْهُمَا وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ، وَاَصْلُ هٰذَا اَنَّ مَنْ ذَبَحَ اُضْحِيَّةَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ لَا يَحِلُّ لَهُ ذٰلِكَ وَهُوَ ضَامِنٌ لِقِيمَتِهَا، وَلَا يُجْزِئُهُ عَنِ الْاُضْحِيَّةِ فِي الْقِيَاسِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَفِي الِاسْتِحْسَانِ

يَجُوزُ وَلَا ضَمَانَ عَلَى الذَّابِحِ، وَهُوَ قَوْلُنَا ۔ وَجْهُ الْقِيَاسِ أَنَّهُ ذَبَحَ شَاةَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَيَضْمَنُ، كَمَا إِذَا ذَبَحَ شَاةً اشْتَرَاهَا الْقَصَّابُ ۔

اور جب بندوں سے خطاء ہوئی اور ان میں سے ہر کسی نے دوسرے کے جانور کو ذبح کر دیا ہے تو ان کے لئے وہی کافی ہو جائے گا اور ان پر کوئی ضمان بھی نہ آئے گا۔ اور یہ استحسان کی دلیل سے ہے اور اس کا قانون یہ ہے کہ جس بندے نے دوسرے کی اجازت کے سوا جانور کو ذبح کیا ہے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ اور وہ ذبح کرنے والا اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور قیاس کے مطابق اس کا یہ عمل قربانی کے لئے کفایت نہ کرے گا۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ جبکہ استحسان کے مطابق ذبح کرنے والا کا یہ عمل صحیح ہے۔ اور اس پر کوئی ضمان بھی نہ ہوگا اور ہمارا قول بھی اسی طرح ہے۔ جبکہ قیاس کی دلیل یہ ہے کہ ذبح کرنے والے نے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کی بکری کو ذبح کر ڈالا ہے پس وہ اس کا ضامن بنے گا۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی بکری کو قصاب نے خریدا ہے لیکن اس کو کسی دوسرے آدمی نے ذبح کر دیا ہے۔

تعین اضحیہ کے سبب دلیل استحسان کا بیان

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهَا تَعَيَّنَتْ لِلذَّبْحِ لِتَعَيُّنِهَا لِلْأُضْحِيَّةِ حَتَّى وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا بِعَيْنِهَا فِي أَيَّامِ النَّحْرِ ۔

وَيُكْرَهُ أَنْ يُبَدِّلَ بِهَا غَيْرَهَا فَصَارَ الْمَالِكُ مُسْتَعِينًا بِكُلِّ مَنْ يَكُونُ أَهْلًا لِلذَّبْحِ آذِنًا لَهُ دَلَالَةً لِأَنَّهَا تَفُوتُ بِمُضِيِّ هَذِهِ الْأَيَّامِ، وَعَسَاهُ يَعْجِزُ عَنْ إِقَامَتِهَا بِعَوَارِضَ فَصَارَ كَمَا إِذَا ذَبَحَ شَاةً شَدَّ الْقَصَّابُ رِجْلَهَا، فَإِنْ قِيلَ : يَفُوتُهُ أَمْرٌ مُسْتَحَبٌّ وَهُوَ أَنْ يَذْبَحَهَا بِنَفْسِهِ أَوْ يَشْهَدَ الذَّبْحَ فَلَا يَرْضَى بِهِ ۔

قُلْنَا : يَحْصُلُ لَهُ بِهِ مُسْتَحَبَّانِ آخَرَانِ، صَيْرُورَتُهُ مُضَحِّيًا لِمَا عَيَّنَهُ، وَكَوْنُهُ مُعَجِّلًا بِهِ فَيَرْتَضِيهِ، وَلِعُلَمَائِنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ مِنْ هَذَا الْجِنْسِ مَسَائِلُ اسْتِحْسَانِيَّةٌ، وَهِيَ أَنَّ مَنْ طَبَخَ لَحْمَ غَيْرِهِ أَوْ طَحَنَ حِنْطَتَهُ أَوْ رَفَعَ جَرَّتَهُ فَانْكَسَرَتْ أَوْ حَمَلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَعَطِبَتْ كُلُّ ذَلِكَ بِغَيْرِ أَمْرِ الْمَالِكِ يَكُونُ ضَامِنًا، وَلَوْ وَضَعَ الْمَالِكُ اللَّحْمَ فِي الْقِدْرِ وَالْقِدْرَ عَلَى الْكَانُونِ وَالْحَطَبَ تَحْتَهُ، أَوْ جَعَلَ الْحِنْطَةَ فِي الدَّوْرَقِ وَرَبَطَ الدَّابَّةَ عَلَيْهِ، أَوْ رَفَعَ الْجَرَّةَ وَأَمَالَهَا إِلَى نَفْسِهِ أَوْ حَمَلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَسَقَطَ فِي الطَّرِيقِ، فَأَوْقَدَ هُوَ النَّارَ فِيهِ وَطَبَخَهُ، أَوْ سَاقَ الدَّابَّةَ فَطَحَنَهَا، أَوْ أَعَانَهُ عَلَى رَفْعِ الْجَرَّةِ فَانْكَسَرَتْ فِيمَا بَيْنَهُمَا، أَوْ حَمَلَ عَلَى دَابَّتِهِ مَا سَقَطَ فَعَطِبَتْ لَا يَكُونُ ضَامِنًا فِي هَذِهِ الصُّوَرِ كُلِّهَا اسْتِحْسَانًا لِوُجُودِ الْإِذْنِ دَلَالَةً ۔

اور اس مسئلہ میں استحسان کی دلیل یہ ہے کہ وہ جانور قربانی کے لئے معین ہو چکا ہے۔ اور وہ جانور ذبح کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایام قربانی میں اس شخص پر وہی معین کردہ جانور کی قربانی واجب ہے۔ حتیٰ کہ اس کے بدلے میں دوسرے کے ساتھ بدلنا بھی مکروہ ہے۔ پس وہ مالک ہر اس آدمی سے مدد حاصل کرنے والا ہے جو ذبح کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ دلالت کے اعتبار سے اس کی اجازت دینے والا ہے۔ کیونکہ قربانی کے دنوں کے گزر جانے کے سبب وہ فوت ہو جائے گی۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ مالک بعض عوارض کے سبب اپنی قربانی کو ذبح نہ کر سکتا ہو۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب ایسی بکری کو ذبح کر دیا گیا ہے جس کے پاؤں قصائی نے باندھ دیئے ہیں۔ اور جب مالک پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے ایک مستحب عمل ترک ہو رہا ہے۔ کیونکہ وہ خود ذبح کرتا ہے یا پھر ذبح کے وقت وہ موجود رہتا ہے۔ تو مالک اس سے رضا مند نہ ہوگا۔ تو اس پر ہم جواب دیں گے۔ کہ مالک کو دوسرے دو مستحبات مل رہے ہیں ایک یہ ہے اس کا معین کردہ جانور کو ذبح کرنے والا ہے اور دوسرا یہ ہے ذبح کرنے میں جلدی پائی جا رہی ہے۔ پس وہ اس سے خوش ہو جائے گا۔

ہمارے فقہاء کے نزدیک اس جنس سے متعلق کئی استحسانی مسائل موجود ہیں اور وہ یہ بھی ہے کہ جب کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کا گوشت پکا لیا ہے یا اس کی گندم کو پیس لیا ہے یا اس کو مٹکا اٹھا لیا ہے۔ اور وہ اس سے ٹوٹ گیا ہے یا پھر اس نے اس کی سواری پر بار برداری کی ہے۔ اور وہ ہلاک ہو گئی ہے اور جب یہ تمام معاملات مالک کی اجازت کے سوا ہیں تو ایسا کرنے والا ضامن بن جائے گا۔

اور جب مالک نے ہانڈی میں سالن رکھا اور اس کو چولہے پر رکھ کر اس کے نیچے آگ جلائی یا پھر مالک نے ورق میں گندم رکھ دی ہے۔ اور جانور کو اس نے باندھ دیا ہے یا پھر مالک نے گھڑے کو اٹھا کر اس کو اپنی جانب کر لیا ہے یا پھر اس نے اپنے جانور پر بوجھ لادا ہے اور وہ جانور راستے میں گر گیا ہے۔ اور کھانے کے نیچے آگ جلا کر اس کو پکا لیا ہے یا اس نے جانور کو ہانک لیا ہے اور گندم کو پیس دیا ہے یا اس نے گھڑا اٹھانے میں مالک کی مدد کی ہے تو ان دونوں سے ٹوٹ گیا ہے یا اس نے گرا ہوا سامان مالک کے جانور پر لاد ڈالا ہے۔ اس کے بعد وہ ہلاک ہو گیا ہے۔ تو ان تمام صورتوں بطور دلالت اجازت پائی جا رہی ہے لہٰذا استحسان کے مطابق دوسرا آدمی ضامن نہ بن سکے گا۔

کھال اتاری گئی بکری کا تبادلہ کرنے کا بیان

إِذَا ثَبَتَ هٰذَا فَنَقُولُ فِي مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ : ذَبَحَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أُضْحِيَّةَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ صَرِيحًا فَهِيَ خِلَافِيَّةُ زُفَرَ بِعَيْنِهَا وَيَتَأَتَّى فِيهَا الْقِيَاسُ وَالِاسْتِحْسَانُ كَمَا ذَكَرْنَا، فَيَأْخُذُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَسْلُوخَةً مِنْ صَاحِبِهِ، وَلَا يُضَمِّنُهُ لِأَنَّهُ وَكِيلُهُ فِيمَا فَعَلَ دَلَالَةً. فَإِذَا كَانَا قَدْ أَكَلَا ثُمَّ عَلِمَا فَلْيُحَلِّلْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ وَيُجْزِيهِمَا، لِأَنَّهُ لَوْ أَطْعَمَهُ فِي الِابْتِدَاءِ يَجُوزُ، وَإِنْ كَانَ غَنِيًّا فَكَذَا لَهُ أَنْ يُحَلِّلَهُ فِي الِانْتِهَاءِ وَإِنْ تَشَاحَّا فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُضَمِّنَ صَاحِبَهُ قِيمَةَ لَحْمِهِ ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِتِلْكَ الْقِيمَةِ لِأَنَّهَا بَدَلٌ عَنِ اللَّحْمِ فَصَارَ كَمَا لَوْ بَاعَ

أُضْحِيَّتَهُ، وَهٰذَا لِأَنَّ التَّضْحِيَةَ لَمَّا وَقَعَتْ عَنْ صَاحِبِهِ كَانَ اللَّحْمُ لَهُ وَمَنْ أَتْلَفَ لَحْمَ أُضْحِيَّةِ غَيْرِهِ كَانَ الْحُكْمُ مَا ذَكَرْنَاهُ .

اور جب یہ مسئلہ ثابت ہو چکا ہے تو کتاب میں ذکر کردہ مسئلہ میں ہم اس طرح کہیں گے کہ ان دونوں بندوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی اجازت صریحہ کے سوا قربانی کی ہے تو وہی امام زفر رحمۃ اللہ علیہ والا اختلاف ہوا ہے۔ اور اس مسئلہ کی دلیل میں قیاس اور استحسان دونوں میں تقابل آرہا ہے جس طرح ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ پس ان میں سے ہر ایک کھال اتری ہوئی بکری کا تبادلہ کرلے گا۔ اور ان میں سے کوئی بھی ضامن نہ ہوگا کیونکہ وہ دونوں بطور دلالت اپنے کیے پر اپنے ساتھی کے لئے وکیل ہیں۔

اور جب کھانے کے بعد ان دونوں کا پتہ چلا تو ان میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی کے لئے حلال کر دینی چاہے اور ان دونوں کے درمیان یہی کافی ہو جائے گا۔ کیونکہ جب وہ شروع میں گوشت کھلا دیتا تو بھی اس کے لئے جائز تھا خواہ وہ مالدار ہے پس وہ انتہائی حکم کے اعتبار سے حلال کرنے میں حق رکھنے والا ہوگا۔

اور جب ان دونوں نے آپس میں جھگڑا کر لیا ہے تو ان میں سے ہر ایک کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنے ساتھی کو اپنے گوشت کی قیمت کا ضامن بن کر اس کی قیمت کو صدقہ کردے۔ کیونکہ وہ قیمت گوشت کا بدلہ بنے گا۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے اپنی قربانی کو فروخت کیا ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ جب قربانی اپنے مالک کی جانب سے واقع ہوئی ہے تو گوشت بھی مالک کے لئے ہوگا۔ اور جس شخص نے دوسرے کی قربانی کا گوشت ہلاک کر دیا ہے تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہوگا جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے۔ (اس کی شرح سابقہ جزئی کھال اتری بکری کے ضمن میں آچکی ہے)

غصب کردہ بکری کی قربانی کرنے کا بیان

(وَمَنْ غَصَبَ شَاةً فَضَحّٰى بِهَا ضَمِنَ قِيمَتَهَا وَجَازَ عَنْ أُضْحِيَّتِهِ) لِأَنَّهُ مَلَكَهَا بِسَابِقِ الْغَصْبِ، بِخِلَافِ مَا لَوْ أُودِعَ شَاةً فَضَحّٰى بِهَا لِأَنَّهُ يَضْمَنُهُ بِالذَّبْحِ فَلَمْ يَثْبُتِ الْمِلْكُ لَهُ إِلَّا بَعْدَ الذَّبْحِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

اور جس بندے نے بکری کو غصب کیا اور اس کی قربانی کر دی تو وہ شخص اس بکری کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ البتہ اس کی قربانی جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ سابقہ غصب کے سبب اس مال کا مالک بن چکا ہے۔ بہ خلاف اس صورت مسئلہ کے کہ جب اس کے پاس کوئی بکری بطور ودیعت رکھی ہوئی ہے اور اس نے اس کی قربانی کر دی ہے۔ کیونکہ اب وہ ذبح کے سبب سے اس کا ضامن ہوگا۔ پس ذبح کے بعد اس کی ملکیت ثابت ہو سکتی ہے۔

کِتَابُ الْکَرَاهِیَةِ

﴿یہ کتاب کراہیت کے بیان میں ہے﴾

کتاب کراہیت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب کراہیہ کی کتاب اضحیہ کے ساتھ فقہی مطابقت ان دونوں کتب کے شرعی ماخذ کا اشتراک ہے اور وہ اس طرح ہے کہ کتاب اضحیہ کے کثیر مسائل کا مرجع اخبار و روایات ہیں اور اسی طرح کتاب کراہیت کی اساس و بنیاد بھی انہی میں سے ہے۔ لہٰذا ان دونوں کو ایک ساتھ بیان کر دیا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، کتاب کراہیت، حقانیہ ملتان)

ہمارے علم کے مطابق کتاب کراہیہ اور اضحیہ کے درمیان فقہی مطابقت یہ ہے کہ اضحیہ کو ذبح کرنے کے بعد انسان اس کا گوشت استعمال کرتے ہیں۔ جو کھانا ہے۔ اور کتاب کراہیت میں کثیر مسائل ایسے ہیں جن کو تعلق لباس اور پہنے اور برتنوں کے استعمال کرنے کے بیان میں ہے۔ اور محدثین نے کتاب لباس میں کراہیت کی مذکورہ تمام صورتوں کے مسائل کو بیان کیا ہے۔ پس ان کتب میں یہی مطابقت ہوئی جس کو محدثین نے بھی اپنایا ہے۔

مکروہ کے فقہی مفہوم کا بیان

مکروہ وہ عمل ہے جسے ناپسند کیا گیا ہو یا جس سے منع کیا گیا ہو لیکن اس سے لازمی طور پر رکنا مطلوب نہ ہو یا دوسرے لفظوں میں جس کام کے ترک پر ثواب ملے اور ارتکاب پر گناہ نہ ملے۔

امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر مکروہ حرام ہے جبکہ امام صاحب اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک حرام سے قریب تر ہے۔ (درمختار شرح تنویر الابصار، کتاب الحظر والاباحۃ)

اور عند التحقیق یہ بھی صرف اطلاق لفظ کا فرق ہے معنی سب کا ایک مذہب خود امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ناقل کہ انھوں نے امام اعظم علیہ الرحمہ سے عرض کی: اذا قلت فی شیء اکرہ فما رأیك فیه جب آپ کسی شی کو مکروہ فرمائیں تو اس میں آپ کی کیا رائے ہوتی ہے؟ قال التحریم فرمایا حرام ٹھہرانا، فتاوی شامی میں اس کو شرح التحریر کے حوالے سے ذکر فرمایا جو امام ابن امیر الحاج کی تصنیف ہے انھوں نے مبسوط امام محمد سے نقل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے۔

مکروہ سے متعلق فقہاء کرام کے کلام کا بیان

قَالَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : تَکَلَّمُوا فِیْ مَعْنَی الْمَکْرُوهِ . وَالْمَرْوِیُّ عَنْ مُحَمَّدٍ نَصًّا اَنَّ کُلَّ مَکْرُوهٍ

حَرَامٌ، إِلَّا أَنَّهُ لَمَّا لَمْ يَجِدْ فِيهِ نَصًّا قَاطِعًا لَمْ يُطْلِقْ عَلَيْهِ لَفْظَ الْحَرَامِ.

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ إِلَى الْحَرَامِ أَقْرَبُ، وَهُوَ يَشْتَمِلُ عَلَى فُصُولٍ مِنْهَا (فَصْلٌ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ) : (قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ : يُكْرَهُ لُحُومُ الْأُتُنِ وَأَلْبَانُهَا وَأَبْوَالُ الْإِبِلِ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : لَا بَأْسَ بِأَبْوَالِ الْإِبِلِ) وَتَأْوِيلُ قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهَا لِلتَّدَاوِي، وَقَدْ بَيَّنَّا هَذِهِ الْجُمْلَةَ فِيمَا تَقَدَّمَ فِي الصَّلَاةِ وَالذَّبَائِحِ فَلَا نُعِيدُهَا، وَاللَّبَنُ مُتَوَلِّدٌ مِنَ اللَّحْمِ فَأَخَذَ حُكْمَهُ

امام ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی حنفی صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ مکروہ کے معنی میں فقہاء نے کلام کیا ہے۔اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے صراحت کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ مکروہ حرام ہے۔ہاں البتہ جب ان کو کوئی صریح نص قطعی نہیں ملتی تو وہ اس پر حرام کا اطلاق نہیں کرتے۔

شیخین نے کہا ہے کہ مکروہ حرام کے زیادہ قریب ہے۔اور یہ کتاب چند فصول پر مشتمل ہے۔جن میں سے ایک فصل کھانے پینے کے بیان میں ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ گدھیوں کے گوشت اور ان کے پیشاب اور اونٹ کے پیشاب مکروہ ہیں۔جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ اونٹوں کا پیشاب بطور دوا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور اس کو ہم نے کتاب صلوٰۃ اور کتاب ذبیحے والا میں بیان کر دیا ہے۔پس یہاں اس کو دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اور دودھ گوشت سے پیدا ہوتا ہے۔اسی وجہ سے ہم نے اس کا حکم لیا ہے۔

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ وَالِادِّهَانُ وَالتَّطَيُّبُ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الَّذِي يَشْرَبُ فِي إِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ (إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ) (وَأُتِيَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِشَرَابٍ فِي إِنَاءِ فِضَّةٍ فَلَمْ يَقْبَلْهُ وَقَالَ : نَهَانَا عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)، وَإِذَا ثَبَتَ هَذَا فِي الشُّرْبِ فَكَذَا فِي الِادِّهَانِ وَنَحْوِهِ ؛ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَاهُ وَلِأَنَّهُ تَشَبُّهٌ بِزِيِّ الْمُشْرِكِينَ وَتَنَعُّمٌ بِنِعَمِ الْمُتْرَفِينَ وَالْمُسْرِفِينَ، وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : يُكْرَهُ وَمُرَادُهُ التَّحْرِيمُ وَيَسْتَوِي فِيهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ لِعُمُومِ النَّهْيِ، وَكَذَلِكَ الْأَكْلُ بِمِلْعَقَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالِاكْتِحَالُ بِمِيلِ الذَّهَبِ

وَالْفِضَّةِ وَكَذَا مَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ كَالْمُكْحُلَةِ وَالْمِرْاٰةِ وَغَيْرِهِمَا لِمَا ذَكَرْنَا .

فرمایا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا، تیل لگانا اور خوشبو لگانا جائز نہیں ہے یہ حکم مردوں اور عورتوں کے لئے ہے۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے جس میں آپ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سونے چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے فرمایا اپنے پیٹ میں آگ بھر رہا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چاندی کے برتن میں پانی لایا گیا تو آپ نے اس سے نہ پیا اور فرمایا کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔

اور جب پینے میں جواز ثابت نہ ہوا تو ادھان وغیرہ میں بھی یہی حکم ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ ادھان بھی پینے کے حکم میں ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ مشرکین کی ثقافت کے مشابہ اور تکبر کرنے اور فضول خرچی کرنے والوں کی عیاشی کی طرح ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں اس کو مکروہ کہا ہے۔ اور اس سے ان کی مراد مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ نفی میں عموم ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور اس حکم میں مرد وعورت سب برابر ہیں۔ اور اسی طرح سونے چاندی کی چمچ سے کھانا اور سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا بھی جائز نہیں ہے۔ اور ایسے ہی ہر وہ چیز مکروہ تحریمی ہے جو چیز ان کے مشابہ ہے۔ جس طرح سرمہ دانی اور شیشہ وغیرہ ہیں۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

شیشے کے برتنوں کو استعمال کرنے میں جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِاسْتِعْمَالِ آنِيَةِ الرَّصَاصِ وَالزُّجَاجِ وَالْبَلُّورِ وَالْعَقِيقِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يُكْرَهُ لِاَنَّهُ فِي مَعْنَى الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِي التَّفَاخُرِ بِهِ .قُلْنَا : لَيْسَ كَذٰلِكَ ؛ لِاَنَّهُ مَا كَانَ مِنْ عَادَتِهِمُ التَّفَاخُرُ بِغَيْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ .

فرمایا کہ رانگ، کچ، بلور اور عقیق کے برتنوں کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مکروہ ہے۔ کیونکہ فخر کرنے کی طرح یہ اشیاء بھی سونے چاندی کے حکم میں ہیں اور ہم نے کہا ہے کہ اس طرح کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ مشرکوں کو سونے چاندی کے سوا کسی چیز سے فخر کرنے کی عادت نہیں ہے۔

سونے چاندی سے ملمع چیزوں کے استعمال میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ الشُّرْبُ فِي الْإِنَاءِ الْمُفَضَّضِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَالرُّكُوبُ عَلَى السَّرْجِ الْمُفَضَّضِ وَالْجُلُوسُ عَلَى الْكُرْسِيِّ الْمُفَضَّضِ وَالسَّرِيرِ الْمُفَضَّضِ إِذَا كَانَ يَتَّقِي مَوْضِعَ الْفِضَّةِ) وَمَعْنَاهُ : يَتَّقِي مَوْضِعَ الْفَمِ، وَقِيلَ هٰذَا وَمَوْضِعُ الْيَدِ فِي الْاَخْذِ وَفِي السَّرِيرِ وَالسَّرْجِ مَوْضِعُ الْجُلُوسِ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ : يُكْرَهُ ذٰلِكَ، وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ يُرْوَى مَعَ اَبِي حَنِيفَةَ وَيُرْوَى مَعَ اَبِي يُوسُفَ،

وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ الْإِنَاءُ الْمُضَبَّبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْكُرْسِيُّ الْمُضَبَّبُ بِهِمَا، وَكَذَا إِذَا جَعَلَ ذٰلِكَ فِي السَّيْفِ وَالْمِشْحَذِ وَحَلْقَةِ الْمِرْآةِ، أَوْ جَعَلَ الْمُصْحَفَ مُذَهَّبًا أَوْ مُفَضَّضًا، وَكَذَا الْاِخْتِلَافُ فِي اللِّجَامِ وَالرِّكَابِ وَالثَّفْرِ إِذَا كَانَ مُفَضَّضًا، وَكَذَا الثَّوْبُ فِيْهِ كِتَابَةٌ بِذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ عَلٰى هٰذَا، وَهٰذَا الْاِخْتِلَافُ فِيْمَا يَخْلُصُ، فَأَمَّا التَّمْوِيْهُ الَّذِيْ لَا يَخْلُصُ فَلَا بَأْسَ بِهٖ بِالْإِجْمَاعِ. لَهُمَا أَنَّ مُسْتَعْمِلَ جُزْءٍ مِنَ الْإِنَاءِ مُسْتَعْمِلٌ جَمِيْعَ الْأَجْزَاءِ فَيُكْرَهُ، كَمَا إِذَا اسْتَعْمَلَ مَوْضِعَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ.

وَلِأَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ ذٰلِكَ تَابِعٌ وَلَا مُعْتَبَرَ بِالتَّوَابِعِ فَلَا يُكْرَهُ. كَالْجُبَّةِ الْمَكْفُوْفَةِ بِالْحَرِيْرِ وَالْعَلَمِ فِي الثَّوْبِ وَمِسْمَارِ الذَّهَبِ فِي الْفَصِّ.

فرمایا کہ ایسے برتنوں میں پانی پینا جائز ہے جن کے کناروں پر چاندی چڑھائی گئی ہو اور یہ حکم حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ اور اسی طرح چاندی سے ملمع زین پر سوار ہونا، چاندی سے ڈیکوریشن کی گئی کرسی پر بیٹھنا اور اسی طرح ایسے تخت پر لیٹنا جائز ہے۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ چاندی والے مقام سے پرہیز کرے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ منہ کے مقام سے بچائے۔ اور ایک قول کے مطابق پکڑنے والی جگہ جو موضع ید ہے اس سے پرہیز کرے اور تخت اور زین میں بیٹھنے کی جگہ سے احتراز کرے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مذکورہ تمام صورتیں مکروہ ہیں۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ کا ایک قول امام اعظم رحمہ اللہ کے ساتھ ہے اور ایک قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اور جب کسی برتن پر سونے چاندی کی پتری چڑھائی گئی ہو تو اور اسی پتری چڑھائی گئی کرسی ہو تو اس کا اختلاف بھی مذکورہ بیان کردہ اختلاف کے مطابق ہے۔

اور اسی طرح جب تلوار یا صیقل کرنے والے آلہ یا شیشے کے حلقے میں سونے چاندی کی پتری چڑھادی ہے یا شیشے کو سونے چاندی والا بنادیا ہے اور اسی طرح کا اختلاف اس مسئلہ میں بھی ہے جب لگام، رکاب اور دمچی میں چاندی کو چڑھایا گیا ہو اور اسی طرح ہر وہ کپڑا جس پر سونے چاندی کے ساتھ لکھائی کرائی گئی ہے۔

اور مذکورہ اختلاف ان چیزوں کے بیان میں ہے جو الگ ہوسکتی ہیں ہاں البتہ ایسی نقش کاری جو الگ نہ ہو سکے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کوئی شخص برتن کے ایک جزء کو استعمال کرنے والا ایسا ہے جس طرح اس نے سارے برتن کو استعمال کیا ہے۔ پس یہ مکروہ ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی شخص نے سونے چاندی کی جگہ کو استعمال کیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مستعمل جزء تابع ہے اور توابع کا کوئی اعتبار نہیں ہوا کرتا پس وہ مکروہ نہ ہوگا جس طرح وہ جبہ ہے کہ جس کو ریشم کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح جب کپڑے کا نقش ہو اور نگینے کے اندر سونے کی میخ لگائی گئی ہے۔

معاملات میں کافر کے قول کا اعتبار کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَرْسَلَ اَجِيْرًا لَهُ مَجُوْسِيًّا اَوْ خَادِمًا فَاشْتَرٰى لَحْمًا فَقَالَ اشْتَرَيْتُهُ مِنْ يَهُوْدِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ اَوْ مُسْلِمٍ وَسِعَهُ اَكْلُهُ) ؛ لِاَنَّ قَوْلَ الْكَافِرِ مَقْبُوْلٌ فِي الْمُعَامَلَاتِ ؛ لِاَنَّهُ خَبَرٌ صَحِيْحٌ لِصُدُوْرِهِ عَنْ عَقْلٍ وَدِيْنٍ يُعْتَقَدُ فِيْهِ حُرْمَةُ الْكَذِبِ وَالْحَاجَةُ مَاسَّةٌ اِلٰى قَبُوْلِهِ لِكَثْرَةِ وُقُوْعِ الْمُعَامَلَاتِ (وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ لَمْ يَسَعْهُ اَنْ يَاْكُلَ مِنْهُ) مَعْنَاهُ : اِذَا كَانَ ذَبِيْحَةَ غَيْرِ الْكِتَابِيِّ وَالْمُسْلِمِ ؛ لِاَنَّهُ لَمَّا قُبِلَ قَوْلُهُ فِي الْحِلِّ اَوْلٰى اَنْ يُقْبَلَ فِي الْحُرْمَةِ .

اور جب کسی شخص نے اپنے مجوسی غلام یا نوکر کو گوشت خریدنے کے لئے بھیج دیا ہے اور اس نے گوشت کو خرید کر یہ کہا کہ میں نے یہ گوشت فلاں یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو اس گوشت کو کھانے کے لئے مالک کے لئے وسعت ہے کیونکہ معاملات میں کافر کے قول کا اعتبار کرلیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ صحیح خبر ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہ خبر ایک ایسے عقلمند اور ایسے مذہب کو ماننے والے سے بیان ہوئی ہے جس میں جھوٹ کو حرام جاننے کا اعتقاد ہے۔ اور معاملات کا کثرت واقع ہونے کی وجہ سے ایسی خبر کو تسلیم کرنے کی ضرورت بھی ہے۔

اور جب یہ معاملہ اس کے سوا ہے تو اب مالک کے لئے اس گوشت کو کھانے کی کوئی رخصت نہ ہوگی۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ اس سے یہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ غیر کتابی اور غیر مسلم کا ذبیحہ ہو۔ کیونکہ جب حلت کے بارے میں مجوسی غلام کے قول کا تسلیم کرلیا جاتا ہے تو حرمت کے حق میں بدرجہ اولیٰ اس کو تسلیم کرلیا جائے گا۔

ہدیہ واجازت میں غلام باندی اور بچے کی بات کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوْزُ اَنْ يُقْبَلَ فِي الْهَدِيَّةِ وَالْاِذْنِ قَوْلُ الْعَبْدِ وَالْجَارِيَةِ وَالصَّبِيِّ) ؛ لِاَنَّ الْهَدَايَا تُبْعَثُ عَادَةً عَلٰى اَيْدِيْ هٰؤُلَاءِ، وَكَذَا لَا يُمْكِنُهُمْ اسْتِصْحَابُ الشُّهُوْدِ عَلَى الْاِذْنِ عِنْدَ الضَّرْبِ فِي الْاَرْضِ وَالْمُبَايَعَةِ فِي السُّوْقِ، فَلَوْ لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُمْ يُؤَدِّيْ اِلَى الْحَرَجِ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ : اِذَا قَالَتْ جَارِيَةٌ لِرَجُلٍ بَعَثَنِيْ مَوْلَايَ اِلَيْكَ هَدِيَّةً وَسِعَهُ اَنْ يَاْخُذَهَا ؛ لِاَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ مَا اِذَا اَخْبَرَتْ بِاِهْدَاءِ الْمَوْلٰى غَيْرَهَا اَوْ نَفْسَهَا لِمَا قُلْنَا .

فرمایا کہ ہدیہ اور اجازت میں غلام باندی اور بچے کی بات کا تسلیم کرلیا جائے گا۔ کیونکہ تحائف عام طور پر ان کے ہاتھوں سے روانہ کیے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح سفر اور بازار میں خرید وفروخت کے وقت ان کے لئے اجازت پر گواہ رکھنا بھی ممکن نہیں ہے پس اگر ان کی بات کا اعتبار نہ کیا جائے تو اس طرح حرج کا سبب بن جائے گا۔

اور جامع صغیر میں ہے جب کسی شخص نے کسی باندی نے یہ کہا ہے کہ میرے آقا نے مجھ کو آپ کی خدمت کے لئے بھیجا ہے تو اس آدمی کے لئے اس باندی کو لے لینا جائز ہوگا۔ کیونکہ آقا کے لئے اپنے سوا یا اپنی جان کے ہدیے کو بھیجنے کی خبر دینے میں کوئی فرق

نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

معاملات میں قول فاسق کے معتبر ہونے کا بیان

(قَالَ وَيُقْبَلُ فِي الْمُعَامَلَاتِ قَوْلُ الْفَاسِقِ، وَلَا يُقْبَلُ فِي الدِّيَانَاتِ إِلَّا قَوْلُ الْعَدْلِ) .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ الْمُعَامَلَاتِ يَكْثُرُ وُجُودُهَا فِيمَا بَيْنَ أَجْنَاسِ النَّاسِ، فَلَوْ شَرَطْنَا شَرْطًا زَائِدًا يُؤَدِّي إِلَى الْحَرَجِ فَيُقْبَلُ قَوْلُ الْوَاحِدِ فِيهَا عَدْلًا كَانَ أَوْ فَاسِقًا كَافِرًا أَوْ مُسْلِمًا عَبْدًا أَوْ حُرًّا ذَكَرًا أَوْ أُنْثَى دَفْعًا لِلْحَرَجِ .

فرمایا کہ معاملات میں فاسق کے قول کو قبول کرلیا جائے گا۔ جبکہ دینی معاملات میں صرف عدل کرنے والے شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ان دونوں مسائل میں فرق یہ ہے کہ مختلف لوگوں کے درمیان واقعات کثرت کے رونما ہوتے رہتے ہیں اور اس میں جب ہم کوئی شرط کا اضافہ کریں تو جھگڑے کی طرف لے جانے والا معاملہ ہوگا۔ پس حرج کو دور کرنے کے لئے ایک شخص کے قول کو قبول کرلیا جائے گا۔ اگرچہ وہ بندہ عادل ہو یا فاسق یا کافر ہو یا مسلمان، غلام ہو یا آزاد ہو اور اسی طرح خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو۔

دینی معاملات صرف عادل مسلمان کے قول کے اعتبار کا بیان

أَمَّا الدِّيَانَاتُ فَلَا يَكْثُرُ وُقُوعُهَا حَسَبَ وُقُوعِ الْمُعَامَلَاتِ فَجَازَ أَنْ يُشْتَرَطَ فِيهَا زِيَادَةُ شَرْطٍ، فَلَا يُقْبَلُ فِيهَا إِلَّا قَوْلُ الْمُسْلِمِ الْعَدْلِ ؛ لِأَنَّ الْفَاسِقَ مُتَّهَمٌ وَالْكَافِرَ لَا يَلْتَزِمُ الْحُكْمَ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُلْزِمَ الْمُسْلِمَ، بِخِلَافِ الْمُعَامَلَاتِ ؛ لِأَنَّ الْكَافِرَ لَا يُمْكِنُهُ الْمُقَامُ فِي دِيَارِنَا إِلَّا بِالْمُعَامَلَةِ وَلَا يَتَهَيَّأُ لَهُ الْمُعَامَلَةُ إِلَّا بَعْدَ قَبُولِ قَوْلِهِ فِيهَا فَكَانَ فِيهِ ضَرُورَةٌ، وَلَا يُقْبَلُ فِيهَا قَوْلُ الْمَسْتُورِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يُقْبَلُ قَوْلُهُ فِيهَا جَرْيًا عَلَى مَذْهَبِهِ أَنَّهُ يَجُوزُ الْقَضَاءُ بِهِ، وَفِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ هُوَ وَالْفَاسِقُ فِيهِ سَوَاءٌ حَتَّى يُعْتَبَرَ فِيهِمَا أَكْبَرُ الرَّأْيِ .

اور دینی معاملات کا وقوع ویسی کثرت کے ساتھ واقع نہیں ہوا کرتا پس ان میں ایک اضافی شرط لگانا ممکن ہے کیونکہ دینی معاملات میں صرف عادل مسلمان کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ فاسق تہمت زدہ ہوتا ہے۔ اور کافر کسی حکم کی پابندی کرنے والا نہیں ہوتا۔ پس وہ اس بات کو اختیار کرنے والا ہوگا کہ وہ مسلمان پر کوئی الزام صادر کردے۔ بہ خلاف معاملات کے کیونکہ معاملہ کے سبب کافر ہمارے ممالک میں رہ سکتے ہیں اور ان کا قول معاملہ میں تسلیم کرلینے کے بعد دیگر معاملات میں سہولت ہوگی۔ پس ضرورت کے پیش نظر اس کا قول اول کو تسلیم کرلیا جائے گا۔ اور ظاہر الروایت میں ہے کہ پوشیدہ حال آدمی کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ان کے مذہب کے مطابق فاسق کے قول کو جواز قضاء پر قیاس کریں گے
اور دینی معاملات میں اس کے قول کا اعتبار کرلیا جائے گا اور ظاہر الروایت کے مطابق پوشیدہ حال آدمی اور فاسق دونوں
مساوی ہیں۔

دینی معاملات میں آزاد اور غلام کے قول کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ (وَيُقْبَلُ فِيهَا قَوْلُ الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالْأَمَةِ إِذَا كَانُوا عُدُولًا) ؛ لِأَنَّ عِنْدَ الْعَدَالَةِ الصِّدْقُ رَاجِحٌ وَالْقَبُولُ لِرُجْحَانِهِ .فَمِنْ الْمُعَامَلَاتِ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَمِنْهَا التَّوْكِيلُ .

وَمِنْ الدِّيَانَاتِ الْإِخْبَارُ بِنَجَاسَةِ الْمَاءِ حَتَّى إِذَا أَخْبَرَهُ مُسْلِمٌ مَرْضِيٌّ لَمْ يَتَوَضَّأْ بِهِ وَيَتَيَمَّمُ، وَلَوْ كَانَ الْمُخْبِرُ فَاسِقًا أَوْ مَسْتُورًا تَحَرَّى، فَإِنْ كَانَ أَكْبَرُ رَأْيِهِ أَنَّهُ صَادِقٌ يَتَيَمَّمُ وَلَا يَتَوَضَّأُ بِهِ، وَإِنْ أَرَاقَ الْمَاءَ ثُمَّ تَيَمَّمَ كَانَ أَحْوَطَ، وَمَعَ الْعَدَالَةِ يَسْقُطُ احْتِمَالُ الْكَذِبِ فَلَا مَعْنَى لِلِاحْتِيَاطِ بِالْإِرَاقَةِ، أَمَّا التَّحَرِّي فَمُجَرَّدُ ظَنٍّ .

وَلَوْ كَانَ أَكْبَرُ رَأْيِهِ أَنَّهُ كَاذِبٌ يَتَوَضَّأُ بِهِ وَلَا يَتَيَمَّمُ لِتَرَجُّحِ جَانِبِ الْكَذِبِ بِالتَّحَرِّي، وَهَذَا جَوَابُ الْحُكْمِ .فَأَمَّا فِي الِاحْتِيَاطِ فَيَتَيَمَّمُ بَعْدَ الْوُضُوءِ لِمَا قُلْنَا .وَمِنْهَا الْحِلُّ وَالْحُرْمَةُ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ زَوَالُ الْمِلْكِ، وَفِيهَا تَفَاصِيلُ وَتَفْرِيعَاتٌ ذَكَرْنَاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى .

فرمایا کہ دینی معاملات میں آزاد اور غلام باندی کے قول کا اعتبار کرلیا جائے گا مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ عادل ہوں کیونکہ سچائی کے وقت عدالت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور قبول ہونے کا رجحان بھی سچائی کی جانب ہے۔ اور البتہ معاملات میں بعض وہ ہیں جن کو ہم نے بیان کردیا ہے اور معاملات میں وکیل بھی بنایا جاسکتا ہے اور دینی معاملات میں سے ناپاک پانی کی خبر دینا ہے حتی کہ جب کسی شخص کو کوئی عدل کرنے والا مسلمان پانی کی نجاست کی خبر دے تو اس کے لئے حکم ہوگا کہ وہ وضو نہ کرے بلکہ تیمم کرے اور جب خبر دینے والا پوشیدہ حال یا فاسق ہے تو وہ کوشش کرے گا۔ اور اگر اس کا غالب گمان خبر دینے والی سچائی کے ساتھ ہو تو وہ تیمم کرے اور اس پانی سے وضو نہ کرے۔ اور جب اس نے پانی کو بہا کر تیمم کرلیا تو یہ زیادہ احتیاط پر مبنی ہے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ عدالت کے ہوتے ہوئے جھوٹ کا احتمال ختم ہو جاتا ہے پس پانی کو بہا کر احتیاط کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ البتہ جو تحری والا مسئلہ ہے تو صرف گمان ہے اور جب اس کا گمان یہ ہے خبر دینے والا جھوٹا ہے تو تحری کی جانب کذب کو ترجیح دی جائے گی۔ اور وہ اس پانی سے وضو کرے اور وہ تیمم نہ کرے۔ اور اس حکم کا جواب ہے لیکن ترجیح اسی کو ہے کہ وہ وضو کے بعد تیمم کرے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کردیا ہے۔

اور دینی معاملات میں حلت وحرمت دونوں ہیں لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ ملکیت ختم نہ ہوئی ہو۔ اور ایسے دینی امور کی تفصیلات اور تفریعات ہیں جنہیں ہم نے کفایہ منتہی میں بیان کردیا ہے۔

دعوت ولیمہ میں لہو ولعب ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ دُعِيَ إِلَى وَلِيمَةٍ أَوْ طَعَامٍ فَوَجَدَ ثَمَّةَ لَعِبًا أَوْ غِنَاءً فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَقْعُدَ وَيَأْكُلَ) قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: ابْتُلِيتُ بِهَذَا مَرَّةً فَصَبَرْتُ. وَهَذَا لِأَنَّ إِجَابَةَ الدَّعْوَةِ سُنَّةٌ. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ) فَلَا يَتْرُكُهَا لِمَا اقْتَرَنَ بِهَا مِنَ الْبِدْعَةِ مِنْ غَيْرِهِ، كَصَلَاةِ الْجِنَازَةِ وَاجِبَةُ الْإِقَامَةِ وَإِنْ حَضَرَتْهَا نِيَاحَةٌ، فَإِنْ قَدَرَ عَلَى الْمَنْعِ مَنَعَهُمْ، وَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ يَصْبِرُ، وَهَذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ مُقْتَدًى بِهِ، فَإِنْ كَانَ مُقْتَدًى وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى مَنْعِهِمْ يَخْرُجُ وَلَا يَقْعُدُ، لِأَنَّ فِي ذَلِكَ شَيْنَ الدِّينِ وَفَتْحَ بَابِ الْمَعْصِيَةِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، وَالْمَحْكِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْكِتَابِ كَانَ قَبْلَ أَنْ يَصِيرَ مُقْتَدًى بِهِ.

فرمایا اور جب کسی شخص کو ولیمہ کی دعوت دی گئی ہے اور وہاں پر اس نے لہو ولعب یا گانے باجوں کو سنا تو اس جگہ پر بیٹھ کر اس کے لئے کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ایک دفعہ میں بھی ایک ایسی دعوت میں گیا تو میں نے صبر کیا اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے دعوت کو قبول کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے دعوت کو قبول نہ کیا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ پس دوسروں کی جانب سے دعوت میں بدعت کو مکس کرنے کے سبب دعوت کو ترک نہ کرے جس طرح نماز جنازہ واجب الاقامہ ہے اگر چہ اس میں نوحہ یا گریہ زاری ہو۔

اور اگر وہ شخص روکنے پر قدرت رکھنے والا ہے تو وہ اس کو روک دے ورنہ وہ صبر کرے۔ اور یہ حکم اس وقت ہوگا جب مدعو حاضر نہ ہوں مگر وہ صاحب اقتدار ہونے کے باوجود روکنے پر قدرت رکھنے والا نہیں ہے۔ وہ چلا جائے وہاں پر نہ بیٹھے۔ کیونکہ اس طرح دین کو عیب زدہ کرنا اور مسلمانوں کے لئے نافرمانی کا دروازہ کھولنا لازم آئے گا۔ اور جامع صغیر میں یہ لکھا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ واقعہ ان کے مقتدا ہونے سے پہلے کا تھا۔

لہو ولعب والے دستر خوان پر نہ بیٹھنے کا بیان

وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ عَلَى الْمَائِدَةِ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَقْعُدَ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُقْتَدًى لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ) وَهَذَا كُلُّهُ بَعْدَ الْحُضُورِ، وَلَوْ عَلِمَ قَبْلَ الْحُضُورِ لَا يَحْضُرُ. لِأَنَّهُ لَمْ يَلْزَمْهُ حَقُّ الدَّعْوَةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا هَجَمَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ قَدْ لَزِمَهُ، وَدَلَّتِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى أَنَّ الْمَلَاهِيَ كُلَّهَا حَرَامٌ حَتَّى التَّغَنِّي بِضَرْبِ الْقَضِيبِ. وَكَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ابْتُلِيتُ، لِأَنَّ الِابْتِلَاءَ بِالْمُحَرَّمِ يَكُونُ.

اور جب دستر خوان پر لہو ولعب کو دیکھے تو وہ وہاں پر نہ بیٹھے۔ خواہ وہ مقتدا نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے کہ ''' اور یہ حکم وہاں سب کچھ ہونے کے بعد ہے۔ لیکن جب اس کو جانے سے پہلے پتہ چل جائے تو وہ نہ جائے کیونکہ اس پر دعوت کا حق لازم نہیں ہوا ہے۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب اس کو اچانک لہو ولعب کا سامنا کرنا پڑ گیا ہے کیونکہ اب اس طرح اس پر دعوت کا حق لازم ہو چکا ہے۔ اور یہ مسئلہ اس بات کی ترجمانی کرنے والا ہے کہ ہر طرح کا لہو ولعب حرام ہے حتیٰ کہ بانسری بجا کر گانا بھی حرام ہے۔ اور اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ابتلاء کہنا اس بات کی دلیل ہے کیونکہ ابتلاء کا اطلاق حرام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

فَصْلٌ فِی اللُّبْسِ

﴿یہ فصل لباس کے بیان میں ہے﴾

فصل لباس کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ کتاب کراہیت کے تقدماتی مسائل کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے کتاب کراہیت کے ان مسائل کو شروع کیا ہے جو تفصیل میں آتے ہیں اور انسان مسائل کی وضاحت وتفصیل کا محتاج ہوتا ہے اور غلبہ وکثرت کے سبب انہوں نے لباس کے مسائل کو مقدم کیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۴، ص ۲۳۰، بیروت)

لباس کا فقہی مفہوم

لباس اصل میں تو مصدر ہے، لیکن استعمال "ملبوس" کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ " کتاب " کا لفظ مصدر ہونے کے باوجود " مکتوب " کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے "لباس" کے ماضی اور مضارع کے صیغے باب علم یعلم سے آتے ہیں، ویسے اس کا مصدر لبس (لام کے پیش کے ساتھ) بھی آتا ہے! اور لبس جو لام کے زبر کے ساتھ آتا ہے اس کے معنی التباس وخلط کے ہیں جو باب ضرب یضرب ہے۔

ریشم کے مفہوم ومعنی کا بیان

ریشم (انگریزی میں: silk) پروٹین کے قدرتی ریشوں سے مل کر بنتا ہے، جس کی کچھ اقسام کو بُن کر کپڑا بنایا جاسکتا ہے۔ سب سے اعلٰی قسم کا ریشم شہتوت کے پتوں پر رہنے والے لاروا moribombyx کا ہوتا جنہیں تجارتی مقاصد کے لئے پالا جاتا ہے۔ ریشم کی خوبصورتی اور چمک اس کے ریشوں کی تکون مخروط مستوی (پرزم) نما ساخت کی وجہ سے ہوتی ہے جو روشنی کو مختلف زاویوں پر منتشر کردیتی ہیں۔

ریشم کی شہتوت کے علاوہ بہت سی خودرو اقسام بھی ہیں مگر انہیں مصنوعی طور پر نہیں پالا جاتا۔ ایسی چند اقسام چین، جنوبی ایشیاء اور یورپ میں استعمال ہوتی رہی ہیں، مگر مصنوعی ریشم کے مقابلے میں اس کی پیداوار کا حجم بہت کم رہا ہے۔ ان کے رنگ اور بناوٹی ساخت بھی مختلف ہوتی ہے۔ عام طور پر خودرو ریشمی کیڑے کا پتنگا (moth) کوکون سے نکلنے میں اس کو پہلے ہی نقصان پہنچا چکا ہوتا ہے جس سے ریشم کے دھاگے چھوٹے بنتے ہیں۔

تجارتی مقاصد کے لئے پالے جانے والے ریشمی کیڑے کے پیوپے کو ابلتے پانی میں ڈال کر یا سوء کی نوک چبھا کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اسطرح پورا کوکون ایک مکمل دھاگے کی شکل میں حاصل ہو جاتا ہے۔ ان دھاگوں سے بنا کپڑا مضبوط ہوتا ہے اور اسے رنگنا بھی قدرے آسان ہوتا ہے۔

مردوں کے لئے ریشم پہننے کی حرمت کا بیان

قَالَ (لَا يَحِلُّ لِلرِّجَالِ لُبْسُ الْحَرِيْرِ وَيَحِلُّ لِلنِّسَاءِ) ؛ لِاَنَّ (النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيبَاجِ وَقَالَ : اِنَّمَا يَلْبَسُهُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ) وَاِنَّمَا حَلَّ لِلنِّسَاءِ بِحَدِيْثٍ آخَرَ، وَهُوَ مَا رَوَاهُ عِدَّةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنْهُمْ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَبِاِحْدَى يَدَيْهِ حَرِيْرٌ وَبِالْاُخْرٰى ذَهَبٌ وَقَالَ : هٰذَانِ مُحَرَّمَانِ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِي حَلَالٌ لِاِنَاثِهِمْ) وَيُرْوٰى (حِلٌّ لِاِنَاثِهِمْ) (اِلَّا اَنَّ الْقَلِيْلَ عَفْوٌ وَهُوَ مِقْدَارُ ثَلَاثَةِ اَصَابِعَ اَوْ اَرْبَعَةٍ كَالْاَعْلَامِ وَالْمَكْفُوْفِ بِالْحَرِيْرِ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهٰى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ اِلَّا مَوْضِعَ اِصْبَعَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ اَوْ اَرْبَعَةٍ) اَرَادَ الْاَعْلَامَ . وَعَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَنَّهُ كَانَ يَلْبَسُ جُبَّةً مَكْفُوْفَةً بِالْحَرِيْرِ)

فرمایا کہ مردوں کے لئے ریشم پہننا حلال نہیں ہے جبکہ عورتوں کے لئے حلال ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ریشم اور دیباج پہننے سے منع کیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس لباس کو وہی پہنتا ہے جس کو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا اور یہ دوسری حدیث کے مطابق خواتین کے لئے حلال ہے۔ اور وہ حدیث بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔ جن میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ کے ایک ہاتھ میں ریشم اور دوسرے ہاتھ میں سونا تھا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں کے لئے حرام اور عورتوں کے لئے حلال ہے۔ اور ایک روایت مصدر حلال کی جگہ پر ماضی کا حل آیا ہے۔ مگر تھوڑی مقدار کے برابر جو تین یا چار انگلیوں کی مقدار میں ہو وہ معاف ہے۔ جس طرح کپڑے کا نقش ونگار ہے اور ریشم کی جھالریں ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ریشم پہننے سے منع کیا ہے سوائے تین یا چار انگلیوں کی مقدار کے کیونکہ آپ ﷺ کا مقصد اتنی مقدار کے نقش ونگار سے متعلق تھا۔ اور آپ ﷺ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ ریشمی جھالر والا جبہ شریف زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

ریشم کا تکیہ لگانے اور اس پر سونے میں حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَاْسَ بِتَوَسُّدِهِ وَالنَّوْمِ عَلَيْهِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا : يُكْرَهُ) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ ذَكَرَ قَوْلَ مُحَمَّدٍ وَحْدَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ اَبِيْ يُوْسُفَ، وَاِنَّمَا ذَكَرَهُ الْقُدُوْرِيُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْمَشَايِخِ، وَكَذَا الْاِخْتِلَافُ فِيْ سِتْرِ الْحَرِيْرِ وَتَعْلِيْقِهِ عَلَى الْاَبْوَابِ . لَهُمَا الْعُمُوْمَاتُ، وَلِاَنَّهُ مِنْ زِيِّ

الْاَكَاسِرَةِ وَالْجَبَابِرَةِ وَالتَّشَبُّهُ بِهِمْ حَرَامٌ .وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اِيَّاكُمْ وَزِيَّ الْاَعَاجِمِ . وَلَهُ مَا رُوِيَ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جَلَسَ عَلٰى مِرْفَقَةِ حَرِيْرٍ)، وَقَدْ كَانَ عَلٰى بِسَاطِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِرْفَقَةُ حَرِيْرٍ، وَلِاَنَّ الْقَلِيْلَ مِنَ الْمَلْبُوْسِ مُبَاحٌ كَالْاَعْلَامِ فَكَذَا الْقَلِيْلُ مِنَ اللُّبْسِ وَالْاِسْتِعْمَالِ، وَالْجَامِعُ كَوْنُهُ نَمُوْذَجًا عَلٰى مَا عُرِفَ .

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ریشم کا تکیہ لگانے اور اس پر سونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور جامع صغیر میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کیا گیا ہے جبکہ اس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور ان کا قول امام قدوری اور دوسرے مشائخ فقہاء نے ذکر کیا ہے اور اسی طرح ریشم کا پردہ بنانے اور اس کو دیواروں پر لٹکانے کا اختلاف بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔ صاحبین کی دلیل حدیث میں حکم کا عموم ہے کیونکہ یہ عجمی بادشاہوں اور تکبر کرنے والوں کی عادت ہے۔ اور ان کی مشابہت حرام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عجمیوں کا طریقہ اپنانے سے پرہیز کرو۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریشم کے تکیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بستر پر بھی ریشم کا تکیہ تھا۔ کیونکہ یہ تھوڑے بتے ملبوسات میں جائز ہے۔ جس طرح نقش ونگار ہے۔ لہٰذا اس طرح کے قلیل میں پہننا اور استعمال کرنا بھی جائز ہوگا۔ اور ان کے درمیان مضبوط ترین اس کا نقشہ ہے۔

حالت جنگ میں ریشم ودیباج پہننے میں کوئی حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ فِي الْحَرْبِ عِنْدَهُمَا) لِمَا رَوَى الشَّعْبِيُّ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَخَّصَ فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ فِي الْحَرْبِ) وَلِاَنَّ فِيْهِ ضَرُوْرَةً فَاِنَّ الْخَالِصَ مِنْهُ اَدْفَعُ لِمَعَرَّةِ السِّلَاحِ وَاَهْيَبُ فِيْ عَيْنِ الْعَدُوِّ لِبَرِيْقِهِ (وَيُكْرَهُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ) ؛ لِاَنَّهُ لَا فَصْلَ فِيْمَا رَوَيْنَاهُ، وَالضَّرُوْرَةُ انْدَفَعَتْ بِالْمَخْلُوْطِ وَهُوَ الَّذِيْ لُحْمَتُهُ حَرِيْرٌ وَسَدَاهُ غَيْرُ ذٰلِكَ، وَالْمَحْظُوْرُ لَا يُسْتَبَاحُ اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ .وَمَا رَوَاهُ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْمَخْلُوْطِ .

صاحبین کے نزدیک حالت جنگ میں ریشم ودیباج پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کی دلیل حضرت شعبی روایت کردہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت جنگ میں ریشم اور دیباج پہننے کی اجازت عطا فرمائی ہے کیونکہ اس میں ضرورت ہے اس لئے کہ خاص ریشم یہ ہتھیار کی تیزی کو ختم کرنے میں زیادہ کام آنے والا ہے اور یہ اپنی چمک کے سبب دشمن پر رعب میں زیادہ دیکھائی دینے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے کیونکہ ہماری بیان کردہ روایت میں اس کی کوئی تفصیل وارد نہیں ہوئی۔ حالانکہ یہ ضرورت مکس ریشم سے پوری ہونے والی ہے اور مکس ریشم وہ ہوتا ہے جس کا بانا ریشم کا بنا ہوا ہو جبکہ تانا غیر ریشم کا بنا ہوا ہو۔ اور ممنوع چیز کی بنیاد پر ضرورت ہی مباح کی جاتی ہے۔ اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا روایت کردہ حکم مکس ریشم پر محمول کیا گیا ہے۔

حالت جنگ میں مکس ریشم کا کپڑا پہننے کی اباحت کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِلُبْسِ مَا سَدَاهُ حَرِيْرٌ وَلُحْمَتُهُ غَيْرُ حَرِيْرٍ كَالْقُطْنِ وَالْخَزِّ فِي الْحَرْبِ وَغَيْرِهِ) لِاَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوا يَلْبَسُونَ الْخَزَّ، وَالْخَزُّ مُسَدًّى بِالْحَرِيْرِ، وَلِاَنَّ الثَّوْبَ اِنَّمَا يَصِيْرُ ثَوْبًا بِالنَّسْجِ وَالنَّسْجُ بِاللُّحْمَةِ فَكَانَتْ هِيَ الْمُعْتَبَرَةُ دُوْنَ السَّدٰى.

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ : اَكْرَهُ ثَوْبَ الْقَزِّ يَكُوْنُ بَيْنَ الْفَرْوِ وَالظِّهَارَةِ، وَلَا اَرٰى بِحَشْوِ الْقَزِّ بَأْسًا؛ لِاَنَّ الثَّوْبَ مَلْبُوْسٌ وَالْحَشْوَ غَيْرُ مَلْبُوْسٍ.

قَالَ (وَمَا كَانَ لُحْمَتُهُ حَرِيْرًا وَسَدَاهُ غَيْرَ حَرِيْرٍ لَا بَأْسَ بِهِ فِي الْحَرْبِ) لِلضَّرُوْرَةِ (وَيُكْرَهُ فِي غَيْرِهِ) لِانْعِدَامِهَا، وَالِاعْتِبَارُ لِلُّحْمَةِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا.

فرمایا کہ حالت جنگ میں ایسا ریشم کا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہ ہوگا جس کا تانا ریشم کا بنا ہوا ہو اور بانا ریشم کا بنا ہوا نہ ہو۔ جس طرح خز اور روئی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خز کو پہنا کرتے تھے۔ اور جو خز ہے یہ ریشمی تانے کا ہوتا ہے کیونکہ بننے کے سبب ہی کپڑا بنا کرتا ہے اور وہ بناوٹ بانے سے بنتی ہے۔ پس بانے کا اعتبار کریں گے جبکہ تانے کا اعتبار نہ کریں گے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قز والے کپڑے جانتا ہوں اور قز اس کپڑے کو کہتے ہیں جو آستین اور ابرو کے درمیان میں ہوتا ہے جبکہ اس قز کو بھرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کپڑا ملبوس ہوتا ہے اور جو اس میں بھرتا ہے یہ غیر ملبوس ہے۔

اور اسی طرح وہ کپڑا جس کا تانا ریشم کا نہ ہو بلکہ بانا ریشم کا ہے تو ضرورت کے سبب اس کو بھی حالت جنگ میں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ضرورت کے سوا جنگ کے علاوہ میں وہ مکروہ ہے اور بانے کا اعتبار کیا جاتا ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

مردوں کے لئے سونے چاندی سے زینت کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ لِلرِّجَالِ التَّحَلِّي بِالذَّهَبِ) لِمَا رَوَيْنَا (وَلَا بِالْفِضَّةِ) لِاَنَّهَا فِي مَعْنَاهُ (اِلَّا بِالْخَاتَمِ وَالْمِنْطَقَةِ وَحِلْيَةِ السَّيْفِ مِنَ الْفِضَّةِ) تَحْقِيْقًا لِمَعْنَى النَّمُوْذَجِ، وَالْفِضَّةُ اَغْنَتْ عَنِ الذَّهَبِ اِذْ هُمَا مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ، كَيْفَ وَقَدْ جَاءَ فِي اِبَاحَةِ ذٰلِكَ آثَارٌ.

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ : وَلَا يَتَخَتَّمُ اِلَّا بِالْفِضَّةِ، وَهٰذَا نَصٌّ عَلٰى اَنَّ التَّخَتُّمَ بِالْحَجَرِ وَالْحَدِيْدِ وَالصُّفْرِ حَرَامٌ. (وَرَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَجُلٍ خَاتَمَ صُفْرٍ فَقَالَ : مَالِي اَجِدُ مِنْكَ رَائِحَةَ الْاَصْنَامِ.

وَرَاٰى عَلٰى آخَرَ خَاتَمَ حَدِيْدٍ فَقَالَ : مَالِي اَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ اَهْلِ النَّارِ) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ اَطْلَقَ

السَّحَرَ الَّذِي يُقَالُ لَهُ يَشْبُ ، لِأَنَّهُ لَيْسَ بِحَجَرٍ ، إِذْ لَيْسَ لَهُ ثِقَلُ الْحَجَرِ ، وَإِطْلَاقُ الْجَوَابِ فِي الْكِتَابِ يَدُلُّ عَلَى تَحْرِيمِهِ .

اور سونے کی زینت کو اختیار کرنا یہ مردوں کے لئے جائز نہیں ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں اور اسی طرح چاندی سے بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ چاندی سونے کے حکم میں ہے ہاں البتہ چاندی کی انگوٹھی جائز ہے۔ اور اسی طرح کمر بند، چاندی سے بنا ہوا تلوار کا دستہ، نمونے کا حکم ثابت کرنے کے لئے اور چاندی سونے سے بے پرواہ کرنے والی ہے کیونکہ ان دونوں کی جنس ایک ہے۔ اور ایسا کیونکر نہ ہوگا جبکہ چاندی کی اباحت میں آثار ذکر کیے گئے ہیں۔ جامع صغیر میں ہے کہ وہ چاندی کی انگوٹھی پہنے۔ اور یہی قول اس بات کی وضاحت کرنے والا ہے کہ پتھر لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کی پیتل کی انگوٹھی کو دیکھ کر فرمایا مجھے کیا ہوا کہ میں تمہارے جسموں سے بتوں بو محسوس کرتا ہوں اور اسی طرح دوسرے شخص کے پاس سے آپ ﷺ نے لوہے کی انگوٹھی دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں تمہارے جسموں پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں جبکہ بعض لوگوں نے یشب نام والے پتھر کی اجازت دی ہے کیونکہ وہ حقیقت میں پتھر نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ پتھر کی طرح بھاری نہیں ہے۔ جبکہ جو جواب جامع صغیر میں ہے وہ یشب پتھر کی حرمت پر اطلاق کرنے والا ہے۔

مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی کے حرام ہونے کا بیان

(وَالتَّخَتُّمُ بِالذَّهَبِ عَلَى الرِّجَالِ حَرَامٌ) لِمَا رَوَيْنَا . وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ) وَلِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ التَّحْرِيمُ ، وَالْإِبَاحَةُ ضَرُورَةُ الْخَتْمِ أَوْ النَّمُوذَجِ ، وَقَدْ انْدَفَعَتْ بِالْأَدْنَى وَهُوَ الْفِضَّةُ ، وَالْحَلْقَةُ هِيَ الْمُعْتَبَرَةُ ؛ لِأَنَّ قِوَامَ الْخَاتَمِ بِهَا ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِالْفَصِّ حَتَّى يَجُوزَ أَنْ يَكُونَ مِنْ حَجَرٍ وَيَجْعَلَ الْفَصَّ إِلَى بَاطِنِ كَفِّهِ بِخِلَافِ النِّسْوَانِ ؛ لِأَنَّهُ تَزَيُّنٌ فِي حَقِّهِنَّ ، وَإِنَّمَا يَتَخَتَّمُ الْقَاضِي وَالسُّلْطَانُ لِحَاجَتِهِ إِلَى الْخَتْمِ ، وَأَمَّا غَيْرُهُمَا فَالْأَفْضَلُ أَنْ يَتْرُكَهُ لِعَدَمِ الْحَاجَةِ إِلَيْهِ

اور سونے کی انگوٹھی پہننا مردوں کے لئے حرام ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع کیا ہے کیونکہ سونے میں اصل حرمت ہے جبکہ اس میں اباحت مہر لگانے یا نمونے کی ضرورت کے سبب سے ہے حالانکہ یہ ضرورت چاندی جو ادنیٰ اس سے بھی پوری ہونے والی ہے۔ اور اس میں حلقہ کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ انگوٹھی کی طاقت حلقہ سے ہونے والی ہے۔ جبکہ اس میں نگینے کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ پتھر کا نگینہ بھی جائز ہے جبکہ نگینے کی اندرونی جگہ ہتھیلی کی جانب سے ہے۔ بہ خلاف عورتوں کے کیونکہ ایسی انگوٹھی پہننا عورتوں کے لئے زینت ہے۔ اور اسی طرح قاضی یا بادشاہ بھی ضرورت مہر کے سبب پہن سکتا ہے (دور حاضر میں اس قسم کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مہر لگانے کے جدید ذرائع موجود ہے لہٰذا ضرورت ختم ہو چکی ہے)۔ جبکہ ان کے سوا انگوٹھی نہ پہننا افضل ہے کیونکہ اس مہر وغیر

ں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نگینے کے سوراخ میں سونے کی میخ لگانے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِمِسْمَارِ الذَّهَبِ يُجْعَلُ فِي حَجَرِ الْفَصِّ) أَيْ فِي ثُقْبِهِ ؛ لِأَنَّهُ تَابِعٌ كَالْعَلَمِ فِي الثَّوْبِ فَلَا يُعَدُّ لَابِسًا لَهُ .

قَالَ (وَلَا تُشَدُّ الْأَسْنَانُ بِالذَّهَبِ وَتُشَدُّ بِالْفِضَّةِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَا بَأْسَ بِالذَّهَبِ أَيْضًا .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ مِثْلُ قَوْلِ كُلٍّ مِنْهُمَا .

لَهُمَا (أَنَّ عَرْفَجَةَ بْنَ أَسْعَدَ الْكِنَانِيَّ أُصِيبَ أَنْفُهُ يَوْمَ الْكُلَابِ فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ فِضَّةٍ فَأَنْتَنَ .فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِأَنْ يَتَّخِذَ أَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ) وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ التَّحْرِيمُ وَالْإِبَاحَةُ لِلضَّرُورَةِ، وَقَدْ انْدَفَعَتْ بِالْفِضَّةِ وَهِيَ الْأَدْنَى فَبَقِيَ الذَّهَبُ عَلَى التَّحْرِيمِ .وَالضَّرُورَةُ فِيمَا رُوِيَ لَمْ تَنْدَفِعْ فِي الْأَنْفِ دُونَهُ حَيْثُ أَنْتَنَ .

اور نگینے کے سوراخ کے اندر سونے کی میخ لگانے میں کوئی حرج نہ ہوگا کیونکہ کپڑے میں بوٹے کی طرح یہ میخ بھی تابع ہو جائے گی۔ پس اس انسان کو سونا پہننے والا شمار نہ کیا جائے گا۔

اور اسی طرح دانتوں کو سونے کے ساتھ نہ باندھا جائے بلکہ یہ کام چاندی سے کیا جائے۔ اور یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے کہ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے سونے سے باندھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک طرفین کی طرح دو اقوال ہیں۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یوم کلاب میں عرفجہ بن اسد کی ناک ٹوٹ گئی تو انہوں نے چاندی کی ناک لگوائی لیکن اس سے بدبو آنے لگی تو نبی کریم ﷺ نے ان کو سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ سونے میں اصل حرمت ہے اور اباحت ضرورت کے سبب سے آتی ہے اور جب کوئی ضرورت چاندی یعنی ادنیٰ سے پوری ہو جائے تو اس حالت میں سونے کی حرمت باقی رہے گی۔ (قاعدہ فقہیہ) اور حضرت عرفجہ کی حدیث میں سونے کے سوا ضرورت پوری نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ ناک بدبودار ہو چکی تھی۔

چھوٹے بچوں کے لئے ریشم و سونے کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ أَنْ يَلْبَسَ الذُّكُورُ مِنْ الصِّبْيَانِ الذَّهَبَ وَالْحَرِيرَ) ؛ لِأَنَّ التَّحْرِيمَ لَمَّا ثَبَتَ فِي حَقِّ الذُّكُورِ وَحَرُمَ اللُّبْسُ حَرُمَ الْإِلْبَاسُ كَالْخَمْرِ لَمَّا حَرُمَ شُرْبُهَا حَرُمَ سَقْيُهَا .

قَالَ (وَتُكْرَهُ الْخِرْقَةُ الَّتِي تُحْمَلُ فَيُمْسَحُ بِهَا الْعَرَقُ) ؛ لِأَنَّهُ نَوْعُ تَجَبُّرٍ وَتَكَبُّرٍ (وَكَذَا الَّتِي يُمْسَحُ بِهَا الْوُضُوءُ أَوْ يُمْتَخَطُ بِهَا) وَقِيلَ إذَا كَانَ عَنْ حَاجَةٍ لَا يُكْرَهُ وَهُوَ الصَّحِيحُ، وَإِنَّمَا

يُكْرَهُ إِذَا كَانَ عَنْ تَكَبُّرٍ وَتَجَبُّرٍ وَصَارَ كَالتَّرَبُّعِ فِي الْجُلُوسِ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَرْبِطَ الرَّجُلُ فِي أُصْبُعِهِ أَوْ خَاتَمِهِ الْخَيْطَ لِلْحَاجَةِ) وَيُسَمَّى ذَلِكَ الرَّتَمَ وَالرَّتِيمَةَ . وَكَانَ ذَلِكَ مِنْ عَادَةِ الْعَرَبِ .

قَالَ قَائِلُهُمْ : لَا يَنْفَعَنَّكَ الْيَوْمَ إِنْ هَمَّتْ بِهِمْ كَثْرَةُ مَا تُوصِي وَتَعْقَادُ الرَّتَمِ وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَ بَعْضَ أَصْحَابِهِ بِذَلِكَ، وَلِأَنَّهُ لَيْسَ بِعَبَثٍ لِمَا فِيهِ مِنَ الْغَرَضِ الصَّحِيحِ وَهُوَ التَّذَكُّرُ عِنْدَ النِّسْيَانِ .

اور چھوٹے بچوں کے لئے سونا اور ریشم پہننا مکروہ ہے کیونکہ حرمت جب مردوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے لہٰذا اس کو پہننا حرام ہوگا تو پہنانا بھی حرام ہوگا جس طرح شراب کے بارے میں حکم ہے کہ اس کو پینا اور پلانا دونوں حرام ہے۔

اور کپڑے کا وہ ٹکڑا جو پسینہ صاف کرنے کے لئے پاس رکھا جاتا ہے مکروہ ہے کیونکہ اس میں ایک طرح سے تکبر کی علامت ہے اور اسی طرح وہ کپڑا جس سے وضو کا پانی صاف کیا جائے یا ناک کو صاف کیا جائے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب ان کی ضرورت ہو تو یہ مکروہ نہ ہوگا۔ اور صحیح قول بھی یہی ہے کیونکہ مکروہ اس وقت ہے جب وہ تکبر یا سرکشی کے طور پر ہو اور یہ چار زانو بیٹھنے کی طرح ہو جائے گا۔

اور اپنی انگلی یا انگوٹھی میں ضرورت کی وجہ سے دھاگہ باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ایسے دھاگے کو رتم یا رحیمہ کہتے ہیں اور یہ اہل عرب کی عادت ہے۔ پس ایک شاعر نے کہا ہے کہ جب تو نے مردوں کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا ہے تو آج وصیت کی کثرت اور دھاگے کا باندھنا تیرے لئے فائدے مند نہ ہوگا اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا تھا اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہ فضول نہیں ہے کیونکہ اس کا ایک حصہ ایک صحیح مقصد کے لئے ہے کہ جب انسان غفلت کے سبب بھول جائے تو یہ اس کو یاد کرائے گا۔

فَصْلٌ فِی الْوَطْیءِ وَالنَّظَرِ وَاللَّمْسِ

﴿یہ فصل وطی کرنے، دیکھنے اور چھونے کے بیان میں ہے﴾

فصل نظر ولمس کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف رحمہ اللہ نے لباس کے احکام کے ساتھ ان مسائل کو الگ فصل میں بیان کیا ہے کہ عرف میں ضروریات زندگی کے پیش نظر بعض اوقات غیر محرم عورتوں کو گھر سے باہر جانا پڑتا ہے یہ ضرورت خواہ شرعی ہو جس طرح حج وعمرہ وغیرہ ہیں یا طبعی ضرورت ہو جس طرح اشیائے خورد ونوش کو لانا ہے یا بیماری کی حالت میں طبیب کے پاس جانا وغیرہ ہے تو اس طرح بعض اعضاء ظاہر ہوتے ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ان اعضاء محرم کے لئے اور غیر محرم کے لئے دیکھنے کی اباحت وعدم اباحت کو بیان کرنا لباس کے احکام میں شامل ہے۔ لیکن اس سے مختلف ہونے کی وجہ سے مصنف رحمہ اللہ نے اس کے لئے الگ فصل کو ذکر کیا ہے۔

حکم پردہ کے شرعی مأخذ کا بیان

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔(النور31)

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور وہ دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔ (کنز الایمان)

یہاں پردے کے احکام میں توبہ کا حکم دینے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان احکام کی خلاف ورزی بھی تم

کرتے رہے ہو، وہ چونکہ اسلام سے قبل کی باتیں ہیں، اس لئے اگر تم نے سچے دل سے توبہ کرلی اور ان احکام مذکورہ کے مطابق پردے کا صحیح اہتمام کرلیا تو لازمی کامیابی اور دنیا اور آخرت کی سعادت تمہارا مقدر ہے۔

اجنبیہ کی جانب نظر کرنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ اَنْ يَنْظُرَ الرَّجُلُ اِلَى الْاَجْنَبِيَّةِ اِلَّا وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا) قَالَ عَلِيٌّ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : مَا ظَهَرَ مِنْهَا الْكُحْلُ وَالْخَاتَمُ، وَالْمُرَادُ مَوْضِعُهُمَا وَهُوَ الْوَجْهُ وَالْكَفُّ، كَمَا اَنَّ الْمُرَادَ بِالزِّيْنَةِ الْمَذْكُوْرَةِ مَوْضِعُهَا، وَلِاَنَّ فِيْ اِبْدَاءِ الْوَجْهِ وَالْكَفِّ ضَرُوْرَةً لِحَاجَتِهَا اِلَى الْمُعَامَلَةِ مَعَ الرِّجَالِ اَخْذًا وَاِعْطَاءً وَغَيْرَ ذٰلِكَ، وَهٰذَا تَنْصِيْصٌ عَلٰى اَنَّهُ لَا يُبَاحُ النَّظَرُ اِلٰى قَدَمِهَا .

وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ يُبَاحُ ، لِاَنَّ فِيْهِ بَعْضَ الضَّرُوْرَةِ .

وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهُ يُبَاحُ النَّظَرُ اِلٰى ذِرَاعِهَا اَيْضًا ، لِاَنَّهُ قَدْ يَبْدُوْ مِنْهَا عَادَةً قَالَ (فَاِنْ كَانَ لَا يَاْمَنُ الشَّهْوَةَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى وَجْهِهَا اِلَّا لِحَاجَةٍ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ نَظَرَ اِلٰى مَحَاسِنِ امْرَاَةٍ اَجْنَبِيَّةٍ عَنْ شَهْوَةٍ صُبَّ فِيْ عَيْنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) فَاِذَا خَافَ الشَّهْوَةَ لَمْ يَنْظُرْ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ تَحَرُّزًا عَنِ الْمُحَرَّمِ .

وَقَوْلُهُ لَا يَاْمَنُ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُ لَا يُبَاحُ اِذَا شَكَّ فِي الِاشْتِهَاءِ كَمَا اِذَا عَلِمَ اَوْ كَانَ اَكْبَرُ رَاْيِهِ ذٰلِكَ

فرمایا کہ کسی بھی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اجنبی عورت کے چہرے اور ہتھیلی کے سوا کو دیکھے کیونکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں لیکن جو خود بہ خود ظاہر ہو، حضرت علی المرتضی اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ماظہر سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے جبکہ مراد ان کی جگہ ہے۔ اور وہ چہرہ اور ہتھیلی ہے جس طرح ذکر کردہ زینت سے زینت کی جگہ مراد ہے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ لین دین کرنے میں لوگوں سے ضرورت پیش آتی ہے۔ جس میں چہرہ اور ہتھیلی کو ظاہر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اس میں اس بات کی تصریح ہو چکی ہے کہ عورت کا پاؤں دیکھنا مباح نہیں ہے۔ جبکہ امام صاحب نے نقل کیا گیا ہے کہ وہ مباح ہے کیونکہ اس میں ضرورت ثابت ہے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ عورت کے بازؤں کو دیکھنا مباح ہے کیونکہ اس کے بازو بعض اوقات بطور عادت ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اور جب شہوت سے امن نہ ہو تو اب اجنبی عورت کا چہرہ نہ دیکھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اجنبی عورت کے محاسن کو دیکھا تو قیامت کے دن اس کی آنکھ میں سیسہ پگھلا کو ڈالا جائے گا۔ پس جب اس کو شہوت کا اندیشہ ہے تو وہ ضرورت کے

سوا نہ دیکھے تا کہ وہ حرام سے بچ جائے۔ اور امام قدوری کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو شہوت میں شک ہو تب بھی اس کے لئے دیکھنا مباح نہ ہوگا۔ جس طرح یقین کی صورت میں یا ظن غالب کی صورت کا حکم ہے۔

اجنبی عورت کے چہرے و ہتھیلی کو چھونے کی حرمت کا بیان

(وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَمَسَّ وَجْهَهَا وَلَا كَفَّيْهَا وَإِنْ كَانَ يَأْمَنُ الشَّهْوَةَ) لِقِيَامِ الْمُحَرِّمِ وَانْعِدَامِ الضَّرُورَةِ وَالْبَلْوَى، بِخِلَافِ النَّظَرِ لِأَنَّ فِيهِ بَلْوَى .

وَالْمُحَرِّمُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ مَسَّ كَفَّ امْرَأَةٍ لَيْسَ مِنْهَا بِسَبِيلٍ وُضِعَ عَلَى كَفِّهِ جَمْرَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) وَهٰذَا إِذَا كَانَتْ شَابَّةً تُشْتَهَى، أَمَّا إِذَا كَانَتْ عَجُوزًا لَا تُشْتَهَى فَلَا بَأْسَ بِمُصَافَحَتِهَا وَمَسِّ يَدِهَا لِانْعِدَامِ خَوْفِ الْفِتْنَةِ .

وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَدْخُلُ بَعْضَ الْقَبَائِلِ الَّتِي كَانَ مُسْتَرْضَعًا فِيهِمْ وَكَانَ يُصَافِحُ الْعَجَائِزَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اسْتَأْجَرَ عَجُوزًا لِتُمَرِّضَهُ، وَكَانَتْ تَغْمِزُ رِجْلَهُ وَتَفْلِي رَأْسَهُ، وَكَذَا إِذَا كَانَ شَيْخًا يَأْمَنُ عَلَى نَفْسِهِ وَعَلَيْهَا لِمَا قُلْنَا، فَإِنْ كَانَ لَا يَأْمَنُ عَلَيْهَا لَا تَحِلُّ مُصَافَحَتُهَا لِمَا فِيهِ مِنَ التَّعْرِيضِ لِلْفِتْنَةِ .وَالصَّغِيرَةُ إِذَا كَانَتْ لَا تُشْتَهَى يُبَاحُ مَسُّهَا وَالنَّظَرُ إِلَيْهَا لِعَدَمِ خَوْفِ الْفِتْنَةِ .

اجنبی عورت کے چہرے اور اس کی ہتھیلی کو مس کرنا حلال نہیں ہے اگر چہ اس کو شہوت سے امن حاصل ہے اس کی دلیل محرم کے ہونے، ضرورت اور عام طور معروف نہ ہونے کے سبب سے ہے۔ جبکہ دیکھنے میں یہ حکم نہیں ہے کیونکہ اس میں عموم بلویٰ ہے۔ اور حرام اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی عورت کی ہتھیلی کو مس کیا جبکہ شریعت کے مطابق اس کے لئے کوئی اجازت نہ تھی تو قیامت کے دن اس کی ہتھیلی پر آگ کا انگارہ رکھا جائے گا۔ اور یہ حکم اس وقت ہوگا جب عورت نوجوان اور قابل شہوت ہے۔ اور جب قابل شہوت نہیں ہے بلکہ وہ بوڑھی ہے تو فتنے کا ڈر نہ ہونے کے سبب اس سے مصافحہ کرنے اور اس کا ہاتھ چوم لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جن قبائل سے انہوں نے دودھ پیا تھا آپ وہاں جا کر بوڑھی خواتین سے مصافحہ کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی عیادت کے دنوں میں ایک بوڑھی عورت کو بطور اجرت لیا کہ وہ ان کے پاؤں دبائے اور ان کے سر سے صفائی کرتی تھی۔

اور اسی طرح اگر مرد بوڑھا ہے جس کو اپنے اور عورت کے نفس پر قابو پانے کی طاقت ہے تو یہ بھی اسی دلیل کے مطابق ہوگا جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب عورت پر قابو نہ پایا جاسکتا ہے تو اس سے مصافحہ کرنا حلال نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں فتنے کا آجانا

ہے۔ اور اسی طرح وہ چھوٹی بچی جو قابل شہوت نہیں ہے تو فتنے کا خطرہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو چھونا اور اس کو دیکھنا مباح ہے۔

قاضی وگواہ کے لئے عورت کو دیکھنے کی اباحت کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ لِلْقَاضِي إذَا أَرَادَ أَنْ يَحْكُمَ عَلَيْهَا وَلِلشَّاهِدِ إذَا أَرَادَ أَدَاءَ الشَّهَادَةِ عَلَيْهَا النَّظَرُ إلَى وَجْهِهَا وَإِنْ خَافَ أَنْ يَشْتَهِيَ) لِلْحَاجَةِ إلَى إحْيَاءِ حُقُوقِ النَّاسِ بِوَاسِطَةِ الْقَضَاءِ وَأَدَاءِ الشَّهَادَةِ، وَلَكِنْ يَنْبَغِي أَنْ يَقْصِدَ بِهِ أَدَاءَ الشَّهَادَةِ أَوْ الْحُكْمَ عَلَيْهَا لَا قَضَاءَ الشَّهْوَةِ تَحَرُّزًا عَمَّا يُمْكِنُهُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ وَهُوَ قَصْدُ الْقَبِيحِ .

وَأَمَّا النَّظَرُ لِتَحَمُّلِ الشَّهَادَةِ إذَا اشْتَهَى قِيلَ يُبَاحُ ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ لَا يُبَاحُ ؛ لِأَنَّهُ يُوجَدُ مَنْ لَا يَشْتَهِي فَلَا ضَرُورَةَ ، بِخِلَافِ حَالَةِ الْأَدَاءِ .

اور جب قاضی نے کسی عورت کے لئے فیصلہ کرنا ہے یا گواہ نے کسی عورت کے حق میں گواہی دینی ہے تو ان دونوں کے لئے اس عورت کو دیکھنا مباح ہے۔ اگر چہ اندیشہ شہوت ہو کیونکہ قضاء اور شہادت کے سبب لوگوں کے حقوق کو باقی رکھنا ہے۔ اور یہ ضرورت ہے۔ مگر عورت کے لئے فیصلہ اور شہادت کی ادائیگی ہی ہونی چاہے اور شہوت کو مکمل کرنا مقصد نہ ہو۔ اور جن چیزوں سے بچنے کا حکم ہے کوشش کرے کہ وہ ان سے اپنے آپ کو بچائے۔ اور جو مسئلہ شہادت کی ادائیگی کے لئے حالت شہوت والا ہے اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ مباح ہے مگر صحیح قول یہ ہے مباح نہیں ہے۔ کیونکہ عدم شہوت والے کا پایا جانا ممکن ہے۔ پس اب ضرورت نہ ہوگی جبکہ شہادت کی ادائیگی والا مسئلہ اس طرح نہیں ہے۔

منگنی کو دیکھنے کی اباحت کا بیان

(وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَنْظُرَ إلَيْهَا وَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ يَشْتَهِيهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِيهِ " (أَبْصِرْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا) " وَلِأَنَّ مَقْصُودَهُ إقَامَةُ السُّنَّةِ لَا قَضَاءُ الشَّهْوَةِ .

اور جب کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا ہے تو اس کے لئے اس عورت کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر چہ اس کو عورت کے قابل شہوت ہونے کا یقین ہے۔ کیونکہ اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد ہے کہ عورت کو دیکھ لے کیونکہ یہ تمہارے درمیان موافقت پیدا کرنے میں زیادہ مناسب ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ دیکھنے کا مقصد سنت کو قائم کرنا ہے جبکہ شہوت کو مکمل کرنا نہ ہو۔

طبیب کے لئے ضرورت کی وجہ عورت کو دیکھنے کا بیان

(وَيَجُوزُ لِلطَّبِيبِ أَنْ يَنْظُرَ إلَى مَوْضِعِ الْمَرَضِ مِنْهَا) لِلضَّرُورَةِ (وَيَنْبَغِي أَنْ يُعَلِّمَ امْرَأَةً

مُدَاوَاتَهَا) لِأَنَّ نَظَرَ الْجِنْسِ إِلَى الْجِنْسِ أَسْهَلُ (فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا يَسْتُرُ كُلَّ عُضْوٍ مِنْهَا سِوَى مَوْضِعِ الْمَرَضِ) ثُمَّ يَنْظُرُ وَيَغُضُّ بَصَرَهُ مَا اسْتَطَاعَ ؛ لِأَنَّ مَا ثَبَتَ بِالضَّرُورَةِ يَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهَا وَصَارَ كَنَظَرِ الْخَافِضَةِ وَالْخَتَّانِ .

(وَكَذَا يَجُوزُ لِلرَّجُلِ النَّظَرُ إِلَى مَوْضِعِ الِاحْتِقَانِ مِنَ الرَّجُلِ) لِأَنَّهُ مُدَاوَاةٌ وَيَجُوزُ لِلْمَرَضِ وَكَذَا لِلْهُزَالِ الْفَاحِشِ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ ؛ لِأَنَّهُ أَمَارَةُ الْمَرَضِ .

اور ڈاکٹر کے لئے مباح ہے کہ وہ ضرورت ثابت ہونے کے سبب عورت کے مواضع مرض کو دیکھے جبکہ مناسب یہ ہے کہ وہ کسی عورت کو اس کا علاج بیان کردے۔ کیونکہ جنس کا ہم جنس کو دیکھنا زیادہ آسانی پر مبنی ہے۔ اور جب اہل خانہ اس پر قدرت نہ رکھتے ہوں تو مرض والی جگہ کے سوا باقی تمام جگہوں کو ڈھانپ دیا جائے۔ اس کے بعد ڈاکٹر اس کو دیکھے۔ اور پوری کوشش کرے کہ وہ اپنی نگاہ کو نیچے رکھے۔ کیونکہ جو چیز ضرورت کے تحت ثابت ہو وہ ضرورت کے مطابق ثابت ہوا کرتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور یہ مسئلہ خافضہ اور ختنہ والے مسئلہ کی طرح ہو جائے گا۔

اور اسی طرح ایک مرد کے لئے دوسرے مرد کے مقام حقنہ کو دیکھنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ ایک طرح کا علاج ہے۔ اور مرض کے سبب سے درست ہے۔ اور اسی طرح سخت لاغر ہونے کے سبب حقنہ کروانا جائز ہے۔ جس طرح امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور یہی مرض کی نشانی بھی ہے۔

مقام ستر کے سوا بقیہ سارے بدن کو دیکھنے میں اباحت کا بیان

قَالَ (وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنَ الرَّجُلِ إِلَى جَمِيعِ بَدَنِهِ إِلَّا مَا بَيْنَ سُرَّتِهِ إِلَى رُكْبَتِهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (عَوْرَةُ الرَّجُلِ مَا بَيْنَ سُرَّتِهِ إِلَى رُكْبَتِهِ) " وَيُرْوَى " (مَا دُونَ سُرَّتِهِ حَتَّى يُجَاوِزَ رُكْبَتَهُ) " وَبِهَذَا ثَبَتَ أَنَّ السُّرَّةَ لَيْسَتْ بِعَوْرَةٍ خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ أَبُو عِصْمَةَ وَالشَّافِعِيُّ، وَالرُّكْبَةُ عَوْرَةٌ خِلَافًا لِمَا قَالَهُ الشَّافِعِيُّ، وَالْفَخِذُ عَوْرَةٌ خِلَافًا لِأَصْحَابِ الظَّوَاهِرِ، وَمَا دُونَ السُّرَّةِ إِلَى مَنْبَتِ الشَّعْرِ عَوْرَةٌ خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ الْإِمَامُ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْكَمَارِيُّ مُعْتَمِدًا فِيهِ الْعَادَةَ ؛ لِأَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ بِهَا مَعَ النَّصِّ بِخِلَافِهِ، وَقَدْ رَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ " (الرُّكْبَةُ مِنَ الْعَوْرَةِ) " وَأَبْدَى الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سُرَّتَهُ فَقَبَّلَهَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَالَ لِجَرْهَدٍ : " (وَارِ فَخِذَكَ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ ؟) " وَلِأَنَّ الرُّكْبَةَ مُلْتَقَى عَظْمِ الْفَخِذِ وَالسَّاقِ فَاجْتَمَعَ الْمُحَرِّمُ وَالْمُبِيحُ وَفِي مِثْلِهِ يَغْلِبُ الْمُحَرِّمُ، وَحُكْمُ الْعَوْرَةِ فِي الرُّكْبَةِ أَخَفُّ مِنْهُ فِي الْفَخِذِ، وَفِي

الْفَخِذِ اَخَفُّ مِنْهُ فِي السَّوْاَةِ، حَتّٰى اَنَّ كَاشِفَ الرُّكْبَةِ يُنْكَرُ عَلَيْهِ بِرِفْقٍ وَكَاشِفَ الْفَخِذِ يُعَنَّفُ عَلَيْهِ وَكَاشِفَ السَّوْءَةِ يُؤَدَّبُ اِنْ لَجَّ (وَمَا يُبَاحُ النَّظَرُ اِلَيْهِ لِلرَّجُلِ مِنَ الرَّجُلِ يُبَاحُ الْمَسُّ) لِاَنَّهُمَا فِيمَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ سَوَاءٌ .

اور ایک مرد کے لئے دوسرے مرد کا جسم ناف سے لے کر گھٹنے تک کے سوا بقیہ کو دیکھنا جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے مرد کی شرمگاہ اس کی ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے۔ اور ایک روایت میں ناف کے سوا کے کلمات بھی ذکر ہوئے ہیں جس سے یہ ثابت ہوا کہ ناف ستر نہیں ہے۔

حضرت ابوعصمہ اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے اقوال اس کے خلاف ہیں اور گھٹنا عورت ہے جبکہ امام شافعی ﷫ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ اور ران بھی شرمگاہ میں داخل ہے۔ جبکہ اصحاب ظواہر نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ اور ناف کے سوا بالوں کے اگنے کی جگہ بھی ستر میں داخل ہے۔ اس میں ابوبکر محمد بن فضل کماری نے اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ وہ اس مسئلہ میں عرف پر اعتماد کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اس کے خلاف نص ہونے کی وجہ سے کسی چیز کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گھٹنہ ستر عورت میں شامل ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنی ناف کو ظاہر کیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا بوسہ لیا۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جرہد سے کہا کہ اپنی ران کو چھپالو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ران بھی عورت میں شامل ہے۔ کیونکہ گھٹنہ اور ران یہ پنڈلوں کی ہڈیوں سے ملا ہوا ہے۔ پس ان میں حرمت واباحت دونوں جمع ہو چکی ہیں لہٰذا حرمت کو غالب سمجھا جائے گا۔ جبکہ گھٹنے میں عورت کا حکم یہ ران کے حکم سے کم ہے۔ جبکہ ران کا حکم عورت کی شرمگاہ کے حکم سے ہلکا ہے۔ حتیٰ کہ گھٹنا کھولنے پر خفیف سا حکم نکیر ہوگا۔ جبکہ ران کھولنے والے پر سختی کی جائے گی۔ اور جب شرمگاہ کو کھولنے والے اصرار کرے تو اس کو بطور تادیب سزا دی جائے گی۔

مأمونہ عورت کے لئے مرد کی جانب دیکھنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَنْظُرَ مِنَ الرَّجُلِ اِلٰى مَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلَيْهِ مِنْهُ اِذَا اَمِنَتْ الشَّهْوَةَ) لِاسْتِوَاءِ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ فِي النَّظَرِ اِلٰى مَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ كَالثِّيَابِ وَالدَّوَابِّ .

وَفِي كِتَابِ الْخُنْثٰى مِنَ الْاَصْلِ : اَنَّ نَظَرَ الْمَرْاَةِ اِلَى الرَّجُلِ الْاَجْنَبِيِّ بِمَنْزِلَةِ نَظَرِ الرَّجُلِ اِلٰى مَحَارِمِهِ ؛ لِاَنَّ النَّظَرَ اِلٰى خِلَافِ الْجِنْسِ اَغْلَظُ، فَاِنْ كَانَ فِي قَلْبِهَا شَهْوَةٌ اَوْ اَكْبَرُ رَاْيِهَا اَنَّهَا تَشْتَهِي اَوْ شَكَّتْ فِي ذٰلِكَ يُسْتَحَبُّ لَهَا اَنْ تَغُضَّ بَصَرَهَا، وَلَوْ كَانَ النَّاظِرُ هُوَ الرَّجُلُ اِلَيْهَا وَهُوَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ لَمْ يَنْظُرْ، وَهٰذَا اِشَارَةٌ اِلَى التَّحْرِيمِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّ الشَّهْوَةَ عَلَيْهِنَّ غَالِبَةٌ وَهُوَ كَالْمُتَحَقِّقِ اعْتِبَارًا، فَاِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ كَانَتْ

الشَّهْوَةُ مَوْجُودَةٌ فِي الْجَانِبَيْنِ، وَلَا كَذٰلِكَ إِذَا اشْتَهَتِ الْمَرْأَةُ ؛ لِأَنَّ الشَّهْوَةَ غَيْرُ مَوْجُودَةٍ فِي جَانِبِهِ حَقِيقَةً وَاعْتِبَارًا فَكَانَتْ مِنْ جَانِبٍ وَاحِدٍ، وَالْمُتَحَقِّقُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ فِي الْإِفْضَاءِ إِلَى الْمُحَرَّمِ أَقْوَى مِنَ الْمُتَحَقِّقِ فِي جَانِبٍ وَاحِدٍ .

اور عورت کو جب شہوت سے امن ہے تو وہ مرد کے جسم کا وہ حصہ دیکھ سکتی ہے جو دوسرے مرد کے لئے جائز ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ چیزیں ستر نہیں ہیں اور اس میں مرد عورت دونوں دیکھنے میں برابر ہیں جس طرح کپڑا اور سواریاں ہیں۔

اور مبسوط کی کتاب خنثیٰ میں ہے کہ عورت کا اجنبی شخص کی جانب دیکھنا یہ مرد کا اپنے محارم کو دیکھنے کے حکم میں ہے۔ لہٰذا غیر جنس کو دیکھنا زیادہ اندیشے والا ہے۔ اور اگر عورت کے دل میں شہوت ہے یا شہوت پیدا ہونے کا شک ہے یا غالب گمان ہے تو اس کے لئے اپنی نظر کو نیچا رکھنا مستحب ہے۔

اور جب کوئی شخص عورت کی جانب دیکھنے والا ہے اور وہ مذکورہ وصف سے متصف بھی ہے تو وہ شخص نہ دیکھے کیونکہ لم ینظر میں حرمت کا اشارہ ہے۔ اور ان دونوں صورتوں میں فرق کی دلیل یہ ہے عورتوں پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور غالب چیز ثابت کی طرح ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور جب مرد کو شہوت آئی تو دونوں اطراف سے شہوت پائی جائے گی۔ جبکہ اکیلی عورت کا شہوت زدہ ہونا اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ مرد میں اس وقت نہ بطور حقیقت شہوت ہے اور نہ ہی شہوت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ پس شہوت ایک جانب سے پائی جارہی ہے۔ جبکہ دونوں جانب سے پائی جانے والی شہوت حرام تک پہنچانے میں ایک طرف والی شہوت زیادہ خطرناک ہے۔

عورتوں کے باہمی ستر کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ (وَتَنْظُرُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْمَرْأَةِ إِلَى مَا يَجُوزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ مِنَ الرَّجُلِ) لِوُجُودِ الْمُجَانَسَةِ، وَانْعِدَامِ الشَّهْوَةِ غَالِبًا كَمَا فِي نَظَرِ الرَّجُلِ إِلَى الرَّجُلِ، وَكَذَا الضَّرُورَةُ قَدْ تَحَقَّقَتْ إِلَى الِانْكِشَافِ فِيمَا بَيْنَهُنَّ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ نَظَرَ الْمَرْأَةِ إِلَى الْمَرْأَةِ كَنَظَرِ الرَّجُلِ إِلَى مَحَارِمِهِ، بِخِلَافِ نَظَرِهَا إِلَى الرَّجُلِ ؛ لِأَنَّ الرِّجَالَ يَحْتَاجُونَ إِلَى زِيَادَةِ الِانْكِشَافِ لِلِاشْتِغَالِ بِالْأَعْمَالِ . وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ .

اور عورت دوسری عورت کے ان اعضاء کو دیکھ سکتی ہے جس طرح ایک مرد دوسرے مرد عدم ستر والے اعضاء کو دیکھ سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں کی جنس متحد ہے اور غلبہ شہوت بھی معدوم ہے جس طرح ایک مرد کا دوسرے مرد کو دیکھنے کا حکم ہے۔ اور اسی طرح عورتوں کے درمیان بھی اتنی مقدار میں کشف ثابت ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک عورت کا دوسری عورت کی جانب دیکھنا ایسے ہے جیسے کوئی مرد محارم کی جانب دیکھتا ہے۔ بہ خلاف عورت کا مرد کو دیکھنا کیونکہ کام میں مصروفیت کی وجہ سے مردوں کو کشف کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے اور یہاں

پر قول اول صحیح ہے۔

مرد کے لئے اپنی حلال باندی کو دیکھنے کا بیان

قَالَ (وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ اَمَتِهِ الَّتِي تَحِلُّ لَهُ وَزَوْجَتِهِ اِلٰى فَرْجِهَا) وَهٰذَا اِطْلَاقٌ فِي النَّظَرِ اِلٰى سَائِرِ بَدَنِهَا عَنْ شَهْوَةٍ وَغَيْرِ شَهْوَةٍ .

وَالْاَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (غُضَّ بَصَرَكَ اِلَّا عَنْ اَمَتِكَ وَامْرَاَتِكَ) " وَلِاَنَّ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ مِنَ الْمَسِّ وَالْغِشْيَانِ مُبَاحٌ فَالنَّظَرُ اَوْلٰى، اِلَّا اَنَّ الْاَوْلٰى اَنْ لَا يَنْظُرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِلٰى عَوْرَةِ صَاحِبِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ اَهْلَهُ فَلْيَسْتَتِرْ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا يَتَجَرَّدَانِ تَجَرُّدَ الْعِيرِ) " وَلِاَنَّ ذٰلِكَ يُورِثُ النِّسْيَانَ لِوُرُودِ الْاَثَرِ .

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : الْاَوْلٰى اَنْ يَنْظُرَ لِيَكُونَ اَبْلَغَ فِي تَحْصِيلِ مَعْنَى اللَّذَّةِ .

اور کوئی شخص اپنی بیوی اور حلال باندی کی فرج کو دیکھ سکتا ہے۔ اس میں شہوت وغیر شہوت دونوں صورتوں میں ایک عورت کا دوسری عورت کے سارے بدن کو مطلق طور پر دیکھنے کی اجازت کی طرح ہے۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ یہ ارشاد گرامی ہے کہ بیوی اور باندی کے سوا دوسری عورتوں سے نگاہ کو نیچے رکھو۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس سے بلند درجے کی چیز یعنی چھونا اور جماع کرنا مباح ہے تو لہٰذا دیکھنا بھی مباح ہو جائے گا۔

اور میاں بیوی میں سے ہر ایک کے لئے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھنا افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی اہلیہ کے پاس جائے تو وہ حتی الامکان پردہ کرے۔ اور میاں بیوی اونٹ کی طرح بالکل برہنہ نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اس بارے میں اثر وارد ہوا ہے کہ اس طرح نسیان ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دیکھنا افضل ہے تا کہ لذت پوری طرح حاصل ہو جائے۔

بعض اعضائے محارم کو دیکھنے کی اباحت کا بیان

قَالَ (وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ ذَوَاتِ مَحَارِمِهِ اِلَى الْوَجْهِ وَالرَّاْسِ وَالصَّدْرِ وَالسَّاقَيْنِ وَالْعَضُدَيْنِ . وَلَا يَنْظُرُ اِلٰى ظَهْرِهَا وَبَطْنِهَا وَفَخِذِهَا) .

وَالْاَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى (وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ) الْآيَةَ، وَالْمُرَادُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ مَوَاضِعُ الزِّينَةِ وَهِيَ مَا ذُكِرَ فِي الْكِتَابِ، وَيَدْخُلُ فِي ذٰلِكَ السَّاعِدُ وَالْاُذُنُ وَالْعُنُقُ وَالْقَدَمُ ؛ لِاَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ مَوْضِعُ الزِّينَةِ، بِخِلَافِ الظَّهْرِ وَالْبَطْنِ وَالْفَخِذِ ؛ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ مَوَاضِعِ الزِّينَةِ، وَلِاَنَّ

الْبَعْضَ يَدْخُلُ عَلَى الْبَعْضِ مِنْ غَيْرِ اسْتِئْذَانٍ وَاحْتِشَامٍ وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِهَا فِي ثِيَابِ مِهْنَتِهَا عَادَةً، فَلَوْ حَرُمَ النَّظَرُ إِلَى هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ أَدَّى إِلَى الْحَرَجِ، وَكَذَا الرَّغْبَةُ تَقِلُّ لِلْحُرْمَةِ الْمُؤَبَّدَةِ فَقَلَّمَا تُشْتَهٰى، بِخِلَافِ مَا وَرَاءَهَا، لِأَنَّهَا لَا تَنْكَشِفُ عَادَةً .

وَالْمَحْرَمُ مَنْ لَا تَجُوزُ الْمُنَاكَحَةُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا عَلَى التَّأْبِيدِ بِنَسَبٍ كَانَ أَوْ بِسَبَبٍ كَالرَّضَاعِ وَالْمُصَاهَرَةِ لِوُجُودِ الْمَعْنَيَيْنِ فِيهِ، وَسَوَاءٌ كَانَتِ الْمُصَاهَرَةُ بِنِكَاحٍ أَوْ سِفَاحٍ فِي الْأَصَحِّ لِمَا بَيَّنَّا .

ترجمہ: مرد اپنی محارم کا چہرہ، سر، سینہ، دونوں پنڈلیاں اور دونوں باز دد یکھ سکتا ہے جبکہ اس کی پشت، پیٹ اور ران کو نہ دیکھے کیونکہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ یہ اصل ہے اور اس آیت میں زینت سے مراد زینت کی جگہیں ہیں۔ واللہ اعلم، جن کو ہم نے قدوری کے اندر بیان کر دیا ہے۔

اور مواضع زینت میں کلائی، کان، گلا اور قدم بھی داخل ہیں۔ کیونکہ یہ سارے مقام زینت ہیں۔ جبکہ پشت، پیٹ اور ران یہ مقام زینت نہیں ہیں۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ہاں شرم وحیاء کیے بغیر ویسے داخل ہو جاتے ہیں اور عام طور پر عورت اپنے گھر میں گھریلو کپڑوں کے ساتھ کام کاج میں مصروف ہوتی ہے پس اگر ان مقامات کی جانب دیکھنے کو حرام قرار دے دیا جائے تو یہ حرج کی جانب لے جانے والا ہوگا۔ اور ہمیشہ کی حرمت کے سبب رغبت بھی کم ہوتی ہے لہٰذا شہوت بھی قلیل ہوگی۔ جبکہ دوسرے مقامات میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ وہ عام طور پر کھلنے والے نہیں ہیں۔ اور محرم وہ شخص کہلائے گا اس اور عورت کے درمیان کبھی نکاح کرنا جائز نہ ہو۔ اگر چہ وہ نسب کی وجہ سے ہو یا سبب کی وجہ سے ہو جس طرح حرمت رضاعت ومصاہرت ہے کیونکہ ان دونوں میں حرمت کا حکم پایا جا رہا ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق حرمت خواہ مصاہرت نکاح والی ہے یا زنا والی ہے اسی دلیل کے سبب سے۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

محارم کے بعض اعضاء کو چھونے میں حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَمَسَّ مَا جَازَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ مِنْهَا) لِتَحَقُّقِ الْحَاجَةِ إِلَى ذٰلِكَ فِي الْمُسَافَرَةِ وَقِلَّةِ الشَّهْوَةِ لِلْمَحْرَمِيَّةِ، بِخِلَافِ وَجْهِ الْأَجْنَبِيَّةِ وَكَفَّيْهَا حَيْثُ لَا يُبَاحُ الْمَسُّ وَإِنْ أُبِيحَ النَّظَرُ؛ لِأَنَّ الشَّهْوَةَ مُتَكَامِلَةٌ (إِلَّا إِذَا كَانَ يَخَافُ عَلَيْهَا أَوْ عَلَى نَفْسِهِ الشَّهْوَةَ) فَحِينَئِذٍ لَا يَنْظُرُ وَلَا يَمَسُّ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (الْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْيَدَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا الْبَطْشُ)، وَحُرْمَةُ الزِّنَا بِذَوَاتِ الْمَحَارِمِ أَغْلَظُ فَيُجْتَنَبُ .

اور محارم کے ان اعضاء کو چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے جن کو دیکھنا جائز ہے۔ کیونکہ حالت سفر میں ان کی ضرورت ثابت ہے اور حرمت کے سبب شہوت بھی قلیل ہے۔ جبکہ اجنبی عورت کے چہرے اور ہتھیلی کو چھونا مباح نہیں ہے اگر چہ دیکھنا مباح ہے کیونکہ اس کی جانب شہوت مکمل ہوتی ہے۔ لیکن جب کسی کو محارم یا اپنے اوپر شہوت کا اندیشہ ہے تو اب وہ نہ دیکھے اور نہ ہی مس

کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے۔ اور دونوں ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا پکڑنا ہے جبکہ محارم کے ساتھ زنا کی حرمت سخت ترین ہے۔ پس اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

محارم کے ساتھ سفر کرنے میں حرج نہ ہونے کا بیان

(وَلَا بَأْسَ بِالْخَلْوَةِ وَالْمُسَافَرَةِ بِهِنَّ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا إلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهَا) " وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مِنْهَا بِسَبِيلٍ فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ) " وَالْمُرَادُ إذَا لَمْ يَكُنْ مَحْرَمًا، فَإِنْ احْتَاجَ إلَى الْإِرْكَابِ وَالْإِنْزَالِ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَمَسَّهَا مِنْ وَرَاءِ ثِيَابِهَا وَيَأْخُذَ ظَهْرَهَا وَبَطْنَهَا دُونَ مَا تَحْتَهُمَا إذَا أَمِنَا الشَّهْوَةَ، فَإِنْ خَافَهَا عَلَى نَفْسِهِ أَوْ عَلَيْهَا تَيَقُّنًا أَوْ ظَنًّا أَوْ شَكًّا فَلْيَجْتَنِبْ ذَلِكَ بِجَهْدِهِ، ثُمَّ إنْ أَمْكَنَهَا الرُّكُوبُ بِنَفْسِهَا يَمْتَنِعُ عَنْ ذَلِكَ أَصْلًا، وَإِنْ لَمْ يُمْكِنْهَا يَتَكَلَّفُ بِالثِّيَابِ كَيْ لَا تُصِيبَهُ حَرَارَةُ عُضْوِهَا، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ الثِّيَابَ يَدْفَعُ الشَّهْوَةَ عَنْ قَلْبِهِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ .

اور محارم کے ساتھ خلوت اور سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عورت تین دن رات سے زیادہ سفر نہ کرے البتہ جب اس کے ساتھ خاوند یا ذی رحم محرم ہو۔ اور یہ بھی نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ خبردار! کوئی شخص کسی طرح عورت کے ساتھ تنہائی نہ کرے کیونکہ ان کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب وہ شخص محرم نہ ہو اور جب عورت کو سواری پر سوار کرنے یا سواری سے اتارنے کی ضرورت پڑے گی۔ تو کپڑوں کے پیچھے سے اس کو پکڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ مرد کا اس پیٹ یا پشت پکڑے۔ جبکہ ان سے نیچے والے اعضاء کو ہاتھ نہ لگائے۔ لیکن اس میں بھی شرط ہے کہ دونوں شہوت سے امن میں ہوں۔ مگر جب اس کو اپنے اوپر یا عورت پر شہوت کا یقینی یا ظنی یا شک کے طور پر اندیشہ ہے تو اب کوشش کر کے حتی الامکان مس کرنے سے پرہیز کرے۔

اور اس کے بعد جب عورت کے لئے خود بہ خود سوار ہونا ممکن ہے تو مرد اس کو بالکل مس نہ کرے مگر جب ایسا نہ ہو سکے تو مرد کپڑوں کے ساتھ تکلف کرے گا تا کہ وہ عورت کے عضو کی گرمی سے محفوظ رہ سکے اور جب وہ کپڑا نہ پائے تو جہاں تک ہو سکے اپنے دل کو شہوت سے دور رکھے۔

غیر مملوکہ باندی کا ستر میں محارم کے تابع ہونے کا بیان

قَالَ (وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ مَمْلُوكَةِ غَيْرِهِ إلَى مَا يَجُوزُ أَنْ يَنْظُرَ إلَيْهِ مِنْ ذَوَاتِ مَحَارِمِهِ) لِأَنَّهَا تَخْرُجُ لِحَوَائِجِ مَوْلَاهَا وَتَخْدُمُ أَضْيَافَهُ وَهِيَ فِي ثِيَابِ مِهْنَتِهَا، فَصَارَ حَالُهَا خَارِجَ الْبَيْتِ فِي حَقِّ الْأَجَانِبِ كَحَالِ الْمَرْأَةِ دَاخِلَهُ فِي حَقِّ مَحَارِمِهِ الْأَقَارِبِ .

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا رَأَى جَارِيَةً مُتَقَنِّعَةً عَلَاهَا بِالدُّرَّةِ وَقَالَ : أَلْقِي عَنْكِ الْخِمَارَ يَا دَفَارُ أَتَتَشَبَّهِينَ بِالْحَرَائِرِ وَلَا يَحِلُّ النَّظَرُ إِلَى بَطْنِهَا وَظَهْرِهَا خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَنَّهُ يُبَاحُ إِلَّا إِلَى مَا دُونَ السُّرَّةِ إِلَى الرُّكْبَةِ ؛ لِأَنَّهُ لَا ضَرُورَةَ كَمَا فِي الْمَحَارِمِ، بَلْ أَوْلَى لِقِلَّةِ الشَّهْوَةِ فِيهِنَّ وَكَمَالِهَا فِي الْإِمَاءِ .

وَلَفْظَةُ الْمَمْلُوكَةِ تَنْتَظِمُ الْمُدَبَّرَةَ وَالْمُكَاتَبَةَ وَأُمَّ الْوَلَدِ لِتَحَقُّقِ الْحَاجَةِ، وَالْمُسْتَسْعَاةُ كَالْمُكَاتَبَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ عَلَى مَا عُرِفَ، وَأَمَّا الْخَلْوَةُ بِهَا وَالْمُسَافَرَةُ مَعَهَا فَقَدْ قِيلَ يُبَاحُ كَمَا فِي الْمَحَارِمِ، وَقَدْ قِيلَ لَا يُبَاحُ لِعَدَمِ الضَّرُورَةِ فِيهِنَّ، وَفِي الْإِرْكَابِ وَالْإِنْزَالِ اعْتَبَرَ مُحَمَّدٌ فِي الْأَصْلِ الضَّرُورَةَ فِيهِنَّ وَفِي ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ مُجَرَّدَ الْحَاجَةِ

اور مرد اپنی محرمات کے جن اعضاء کو دیکھ سکتا ہے اسی طرح وہ غیر مملوکہ باندی کے بھی انہی اعضاء کو دیکھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ باندی اپنے آقا کی کام کاج کی خاطر باہر جانے والی ہے اور وہ انہی کام کاج کرنے والے کپڑوں میں اپنے آقا کے مہمانوں کی خدمت بھی بجالاتی ہے۔ پس گھر سے باہر اس کی حالت اجنبیوں والی ہوگی جبکہ گھر کے اندر اس کی حالت محارم اور رشتے داروں والی ہوگی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی باندی کے سر پر دوپٹہ اوڑھے ہوئے دیکھ لیتے تو آپ اس کے سر پر کوڑا مارتے اور فرماتے اے نالائق کیا دوپٹہ اتار دے کیا تو آزاد عورتوں کی طرح ہے۔

اور اس کی پشت اور اس کے پیٹ کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔ اور اس میں امام محمد بن مقاتل نے اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر ہے بقیہ سارے بدن کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہاں محارم کی طرح وہاں دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ محارم میں شہوت کے کم ہونے اور باندی میں شہوت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے کو نہ دیکھنا افضل ہے۔ اور اس میں لفظ مدبرہ، مکاتبہ، مملوکہ اور ام ولد یہ سب تمام کو شامل ہے۔ کیونکہ ضرورت کے سبب سے ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استسعاء والی باندی مکاتبہ کے حکم میں ہے۔ جس طرح عرف میں ہے۔ اور جو مسئلہ غیر مملوکہ کے ساتھ سفر کا ہے تو ایک قول کے مطابق وہ محارم کی طرح مباح ہے۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہ ہوگا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مبسوط میں باندیوں کو سواری پر سوار کرنے اور ان کو اتارنے کا اعتبار کیا ہے جبکہ محارم میں صرف ضرورت کا اعتبار کیا جائے گا۔

خریداری کی صورت میں باندی کو دیکھنے کی اباحت کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَمَسَّ ذٰلِكَ إِذَا أَرَادَ الشِّرَاءَ، وَإِنْ خَافَ أَنْ يَشْتَهِيَ) كَذَا ذَكَرَهُ فِي الْمُخْتَصَرِ، وَأَطْلَقَ أَيْضًا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَلَمْ يُفَصِّلْ .

قَالَ مَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ : يُبَاحُ النَّظَرُ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ وَإِنِ اشْتَهَى لِلضَّرُورَةِ، وَلَا يُبَاحُ

الْمَسُّ اِذَا اشْتَهٰى اَوْ كَانَ اَكْبَرُ رَأْيِهٖ ذٰلِكَ، لِاَنَّهٗ نَوْعُ اسْتِمْتَاعٍ، وَفِىْ غَيْرِ حَالَةِ الشِّرَاءِ يُبَاحُ النَّظَرُ وَالْمَسُّ بِشَرْطِ عَدَمِ الشَّهْوَةِ ۔

فرمایا کہ خریداری کرتے ہوئے باندی کو چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر چہ شہوت کا خوف ہو اور اسی طرح قدوری میں ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ جامع صغیر میں اسی طرح مطلق بیان ہوا ہے جس میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔

ہمارے مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ اس کو اس حالت میں دیکھنا مباح ہے اگر چہ شہوت کا بطور ضرورت خدشہ ہو۔ جبکہ شہوت کی صورت میں چھونا جائز نہیں ہے۔ یا اس میں کوئی بڑی رائے ہے کیونکہ یہ تمتع کی قسم ہے جبکہ خریداری کے علاوہ عدم شہوت کی صورت میں دیکھنا اور چھونا مباح ہے۔

حائض باندی کو ایک کپڑے میں پیش نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا حَاضَتِ الْاَمَةُ لَمْ تُعْرَضْ فِىْ اِزَارٍ وَاحِدٍ) وَمَعْنَاهُ بَلَغَتْ، وَهٰذَا مُوَافِقٌ لِمَا بَيَّنَّا اَنَّ الظَّهْرَ وَالْبَطْنَ مِنْهَا عَوْرَةٌ ۔ وَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهَا اِذَا كَانَتْ تُشْتَهٰى وَيُجَامَعُ مِثْلُهَا فَهِىَ كَالْبَالِغَةِ لَا تُعْرَضُ فِىْ اِزَارٍ وَاحِدٍ لِوُجُوْدِ الْاِشْتِهَاءِ ۔

قَالَ (وَالْخَصِىُّ فِى النَّظَرِ اِلَى الْاَجْنَبِيَّةِ كَالْفَحْلِ) لِقَوْلِ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا : الْخِصَاءُ مُثْلَةٌ فَلَا يُبِيْحُ مَا كَانَ حَرَامًا قَبْلَهٗ وَلِاَنَّهٗ فَحْلٌ يُجَامِعُ ۔

وَكَذَا الْمَجْبُوْبُ، لِاَنَّهٗ يَسْحَقُ وَيُنْزِلُ، وَكَذَا الْمُخَنَّثُ فِى الرَّدِىءِ مِنَ الْاَفْعَالِ، لِاَنَّهٗ فَحْلٌ فَاسِقٌ ۔ وَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ يُؤْخَذُ فِيْهِ بِمُحْكَمِ كِتَابِ اللّٰهِ الْمُنَزَّلِ فِيْهِ، وَالطِّفْلُ الصَّغِيْرُ مُسْتَثْنًى بِالنَّصِّ ۔

اور جب کوئی باندی حائض ہو جائے تو اس کو ایک کپڑے میں پیش نہ کیا جائے اور یہ حکم بلوغت کے بعد ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ باندی کا پیٹ اور اس کی پشت یہ دونوں ستر ہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ باندی جب قابل شہوت ہو اور اس کی مثل باندیاں جماع کے قابل ہوں تو وہ بالغہ کے حکم میں ہوں گی۔ کیونکہ ان میں شہوت پائی جا رہی ہے لہٰذا ان کو ایک چادر میں پیش نہ کیا جائے گا۔

اور خصی شخص اجنبی عورت کو دیکھنے میں مرد کے حکم میں ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ خصی کرنا یہ مثلہ کرنے کی طرح ہے پس خصی کرنے کے سبب وہ چیز مباح نہیں ہو سکتی جو اس پر پہلے حرام تھی۔ کیونکہ خصی ایسا نر ہے جس میں جماع کی صلاحیت ہے اور مقطوع ذکر والے کا حکم بھی یہی ہے۔ کیونکہ وہ رگڑ کر انزال کرنے والا ہے۔ اور اسی طرح غلط فطرت والا مخنث جو نر شخص فاسق ہے۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کتاب میں نازل کیے گئے حکم پر عمل کرنا چاہیے اور چھوٹا بچہ کو نص کے حکم کے مطابق اس سے الگ کر دیا گیا ہے۔

غلام کا مالکن کے حق میں اجنبی مرد کی طرح ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ لِلْمَمْلُوْكِ اَنْ يَنْظُرَ مِنْ سَيِّدَتِهٖ اِلَّا مَا يَجُوْزُ لِلْاَجْنَبِىِّ النَّظَرُ اِلَيْهِ مِنْهَا) ۔ وَقَالَ

مَالِكٌ : هُوَ كَالْمَحْرَمِ، وَهُوَ اَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ) وَلِاَنَّ الْحَاجَةَ مُتَحَقِّقَةٌ لِدُخُوْلِهٖ عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ اسْتِئْذَانٍ .

وَلَنَا اَنَّهٗ فَحْلٌ غَيْرُ مَحْرَمٍ وَلَا زَوْجٍ، وَالشَّهْوَةُ مُتَحَقِّقَةٌ لِجَوَازِ النِّكَاحِ فِي الْجُمْلَةِ وَالْحَاجَةُ قَاصِرَةٌ ، لِاَنَّهٗ يَعْمَلُ خَارِجَ الْبَيْتِ . وَالْمُرَادُ بِالنَّصِّ الْاِمَاءُ ، قَالَ سَعِيْدٌ وَالْحَسَنُ وَغَيْرُهُمَا : لَا تَغُرَّنَّكُمْ سُوْرَةُ النُّوْرِ فَاِنَّهَا فِي الْاِنَاثِ دُوْنَ الذُّكُوْرِ .

فرمایا کہ مملوک کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی مالکن کو دیکھے مگر جس قدر اجنبی مرد کے لئے دیکھنے کی اجازت ہے۔ اور امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ محرم کی طرح ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا ایک قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یا جو تمہاری ملکیت میں ہیں۔ کیونکہ اجازت کے بغیر داخل ہونے کی وجہ سے اس میں ضرورت ثابت ہو چکی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ ایسا نر ہے جو محرم بھی نہیں ہے اور خاوند بھی نہیں ہے اور جواز نکاح کے ثابت ہونے کی وجہ سے شہوت بھی عام طور پر پائی جاتی ہے۔ جبکہ ضرورت بہت معمولی ہے۔ کیونکہ وہ بیرون خانہ کام کرنے والا ہے۔ جبکہ قرآنی آیات سے باندیاں مراد ہیں۔ حضرت سعید وحسن وغیرہ نے کہا ہے کہ سورۂ نور کہیں تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے کیونکہ وہ عورتوں کے بارے میں ہے مردوں کے بارے میں نہیں ہے۔

اپنی باندی اجازت کے بغیر عزل کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَعْزِلُ عَنْ اَمَتِهٖ بِغَيْرِ اِذْنِهَا وَلَا يَعْزِلُ عَنْ زَوْجَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهَا) (لِاَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهٰى عَنِ الْعَزْلِ عَنِ الْحُرَّةِ اِلَّا بِاِذْنِهَا، وَقَالَ لِمَوْلٰى اَمَةٍ : اعْزِلْ عَنْهَا اِنْ شِئْتَ)، وَلِاَنَّ الْوَطْءَ حَقُّ الْحُرَّةِ قَضَاءً لِلشَّهْوَةِ وَتَحْصِيْلًا لِلْوَلَدِ وَلِهٰذَا تُخَيَّرُ فِي الْجَبِّ وَالْعُنَّةِ، وَلَا حَقَّ لِلْاَمَةِ فِي الْوَطْءِ فَلِهٰذَا لَا يُنْقَصُ حَقُّ الْحُرَّةِ بِغَيْرِ اِذْنِهَا وَيَسْتَبِدُّ بِهِ الْمَوْلٰى وَلَوْ كَانَ تَحْتَهٗ اَمَةُ غَيْرِهٖ فَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي النِّكَاحِ .

فرمایا کہ مرد اپنی باندی کی اجازت کے سوا عزل کر سکتا ہے۔ جبکہ اپنی بیوی سے اس کی اجازت کے سوا وہ عزل نہیں کر سکتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد عورت کا عزل اس کی اجازت کے بغیر کرنے منع کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باندی کے آقا سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو عزل کر لو۔ کیونکہ شہوت پوری کرنے اور اولاد حاصل کرنے کے لئے آزاد عورت کا حق ہے۔ اور عنین اور مجبوب کے بارے میں یہی حکم ہے کیونکہ وطی میں باندی کا کوئی حق نہیں ہے پس کوئی خاوند عورت کی اجازت کے بغیر اس کے حق کو کم کرنے والا نہ بنے۔ جبکہ آقا کے لئے اس میں اختیار ہے اور جب کسی شخص ماتحت کوئی دوسرے آدمی باندی ہے تو اس کے احکام کو کتاب نکاح میں بیان کر آئے ہیں۔

فَصْلٌ فِی الاِسْتِبْرَاءِ وَغَیْرِہٖ

﴿یہ فصل استبراء وغیرہ کے بیان میں ہے﴾

فصل استبراء کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ استبراء کو مؤخر اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ وطی سے احتراز کے لئے مقید ہے اور مقید مطلق کے بعد آیا کرتا ہے۔ اس لئے کو مؤخر ذکر کر دیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۴، ص ۲۵۳، بیروت)

شریعت اسلامیہ کے مطابق استبرائے رحم کا فقہی معنی ومفہوم

شریعت میں استبراء کا مطلب ہے لونڈی کے رحم کی حمل سے پاکی صفائی طلب کرنا اس کی فقہی تفصیل یہ ہے کہ جب کسی شخص کی ملکیت میں کوئی لونڈی آئے خواہ اس نے اس کو خریدا ہو یا کسی وصیت میں ملی ہو، یا کسی نے ہبہ کی ہو اور یا میراث میں ملی ہو تو اس شخص کو اس لونڈی سے اس وقت تک جماع کرنا یا مساس کرنا اور یا بوسہ لینا وغیرہ حرام ہے جب تک کہ استبراء نہ کرلے یعنی اس کے قبضہ میں آنے کے بعد ایک حیض نہ آ جائے اگر اس کو حیض آتا ہو یا نہ آنے کی صورت میں اس پر ایک مہینہ کی مدت نہ گزر جائے اور یا حاملہ ہونے کی صورت میں ولادت نہ ہو جائے۔

اور یہ استبراء ہر حال میں کرنا ضروری ہے خواہ وہ باکرہ ہی کیوں نہ ہو یا اس کو کسی عورت نے کیوں نہ خریدا ہو یا وہ کسی محرم یا اپنے نابالغ بچہ کے مال سے بذریعہ وراثت وغیرہ کیوں نہ حاصل ہوئی ہو اگرچہ ان صورتوں میں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ استبراء واجب نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ استبراء میں حکمت یہ ہے کہ اس طریقہ سے اس کے رحم کا کسی غیر کے نطفہ سے پاک ہونا معلوم ہو جائے تا کہ اس کے نطفہ کا کسی غیر کے نطفہ کے ساتھ اختلاط نہ ہو اور ظاہر ہے کہ ان صورتوں میں کسی غیر کے نطفہ کا کوئی احتمال نہیں ہے لیکن چونکہ یہ صریح نص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے غزوہ کے موقع پر حاصل ہونے والی لونڈیوں کے بارے میں فرمایا کہ خبردار حاملہ لونڈی سے اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب کہ اس کے ولادت نہ ہو جائے اور غیر حاملہ سے اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب تک کہ اس کو ایک حیض نہ آ جائے اور ظاہر ہے کہ ان لونڈیوں میں باکرہ بھی ہوں گی اور ایسی لونڈیاں بھی ہوں گی جو باکرہ کی نطفہ کے اختلاط کا احتمال نہیں رکھتی ہوں گی اس لئے قیاس کو نظر انداز کر کے ان صورتوں میں بھی استبراء کو واجب قرار دیا ہے۔

استبراء سے متعلق فقہی احکام کا بیان

استبراء کہتے ہیں لونڈی کا رحم پاک کرنے کو، یعنی کوئی نئی لونڈی خریدے، تو جب تک حیض نہ آئے اس سے صحبت نہ کرے۔ اور سفر میں لے جانے کا ذکر اس لیے آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو جو شروع میں بہ حیثیت لونڈی کے آئی تھیں،

سفر میں اپنے ساتھ رکھا۔

آگے روایت میں سد الروحاء کا ذکر آیا ہے جو مدینہ کے قریب ایک مقام تھا۔ حیس کا ذکر آیا ہے، جو ولیمہ میں تیار کیا گیا تھا۔ یہ گھی، کھجور، اور پنیر سے ملا کر بنایا جاتا ہے۔ باب کے آخر میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ مومنون کی ایک آیت کا حصہ نقل کیا اور اس کے اطلاق سے یہ نکالا کہ بیویوں اور لونڈیوں سے مطلقاً حظ نفس درست ہے۔ صرف جماع استبراء سے پہلے ایک حدیث کی رو سے منع ہوا تو دوسرے عیش بدستور درست رہیں گے۔

اور امام حسن بصری رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایسی باندی کا (اس کا مالک) بوسہ لے لے یا اپنے جسم سے لگائے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب ایسی باندی جس سے وطی کی جا چکی ہے، ہبہ کی جائے یا بیچی جائے یا آزاد کی جائے تو ایک حیض تک اس کا استبراء رحم کرنا چاہئے۔ اور کنواری کے لیے استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہے۔ عطاء نے کہا کہ اپنی حاملہ باندی سے شرمگاہ کے سوا باقی جسم سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون میں فرمایا مگر اپنی بیویوں سے یا باندیوں سے۔

(حدیث نمبر 2235)

ہم سے عبد الغفار بن داؤد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے عمرو بن ابی عمرو نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح کرا دیا تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے حسن کی تعریف کی گئی۔ ان کا شوہر قتل ہو گیا تھا۔ وہ خود ابھی دلہن تھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے پسند کر لیا۔ پھر روانگی ہوئی۔ جب آپ سد الروحاء پہنچے تو پڑاؤ ہوا۔ اور آپ نے وہیں ان کے ساتھ خلوت کی۔ پھر ایک چھوٹے دستر خوان پر حیس تیار کر کے رکھوایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے قریب کے لوگوں کو ولیمہ کی خبر کر دو۔ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا یہی ولیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر جب ہم مدینہ کی طرف چلے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباء سے صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے پردہ کرایا۔ اور اپنے اونٹ کو پاس بٹھا کر اپنا ٹخنہ بچھا دیا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹخنے پر رکھ کر سوار ہو گئیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں۔ یہ کنانہ رئیس خیبر کی بیوی تھیں اور یہ کنانہ وہی یہودی ہے جس نے بہت سے خزانے زیر زمین دفن کر رکھے تھے۔ اور فتح خیبر کے موقعہ پر ان سب کو پوشیدہ رکھنا چاہا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الٰہی سے اطلاع مل گئی۔ اور کنانہ کو خود اسی کے قوم کے اصرار پر قتل کر دیا گیا۔ کیوں کہ اکثر غربائے یہود اس سرمایہ دار کی حرکتوں سے نالاں تھے۔ اور آج بمشکل ان کو یہ موقع ملا تھا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند میری گود میں ہے۔ جب انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر کنانہ سے بیان کیا تو اس کی تعبیر کنانہ نے یہ سمجھ کر یہ نبی موعود علیہ السلام کی بیوی بنے گی ان کے منہ پر ایک زور کا طمانچہ مارا تھا۔ خیبر فتح ہوا تو یہ بھی قیدیوں میں تھی اور حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کے حصہ غنیمت میں لگا دی گئی تھی۔

بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شرافت نسبی معلوم ہوئی کہ یہ حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان سے ہیں تو آپ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ان کے عوض سات غلام دے کر ان سے واپس لے کر آزاد فرما دیا۔ اور خود انہوں نے اپنے پرانے خواب کی بناء پر آپ سے شرف زوجیت کا سوال کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حرم محترم میں ان کو داخل فرما لیا۔ اور ان کا مہر ان کی آزادی

کو قرار دے دیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت ہی وفادار اور علم دوست ثابت ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی شرافت کے پیش نظر ان کو عزت خاص عطا فرمائی۔ اسی سفر ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عباء مبارک سے ان کا پردہ کرایا اور اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا تختہ بچھا دیا۔ جس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا پاؤں رکھا اور اونٹ پر سوار ہوگئیں۔ 50ھ میں انہوں نے وفات پائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے بہت سے مسائل کا استخراج فرماتے ہوئے کئی جگہ اسے مختصر اور مطول نقل فرمایا ہے۔ یہاں آپ کے پیش نظر وہ جملہ مسائل ہیں جن کا ذکر آپ نے ترجمۃ الباب میں فرمایا ہے اور وہ سب اس حدیث سے بخوبی ثابت ہوتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا لونڈی کی حیثیت میں آئی تھیں۔ آپ نے ان کو آزاد فرمایا اور سفر میں اپنے ہمراہ رکھا۔ اسی سے باب کا مقصد ثابت ہوا۔

بغیر استبراء کے جماع کرنے پر وعید کا بیان

حضرت ابو درداء کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے قریب سے گزرے جس کے جلد ہی ولادت ہونے والی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا کہ یہ کوئی آزاد عورت ہے یا لونڈی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ فلاں شخص کی لونڈی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا وہ شخص اس سے صحبت کرتا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ اس شخص پر ایسی لعنت کروں جو اس کے ساتھ قبر میں بھی جائے یعنی ایسی لعنت جو ہمیشہ رہے بایں طور کہ اس کا اثر اس کے مرنے کے بعد باقی رہے وہ کس طرح اپنے بیٹے سے خدمت کو کہے گا جب کہ بیٹے سے خدمت کے لیے کہنا یا اس کو غلام بنانا حلال نہیں ہے یا اس کو کس طرح اپنا وارث قرار دے گا جب کہ غیر کے بیٹے کو اپنا وارث بنانا حلال نہیں ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 531)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کا ارادہ اس لئے فرمایا کہ جب اس نے ایک لونڈی سے جماع کیا جو حالت حمل میں اس کی ملکیت میں آئی تو اس استبراء کو ترک کیا حالانکہ وہ فرض ہے وہ کس طرح اپنے بیٹے سے خدمت کو کہے گا الخ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ ترک استبراء پر لعنت کے سبب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی لونڈی سے بغیر استبراء کے صحبت کرے گا اور پھر اس سے بچہ پیدا ہوگا تو اس بچہ کے بارے میں یا یہ احتمال ہوگا کہ وہ اس شخص کے نطفہ سے جس کی ملکیت سے نکل کر یہ لونڈی بغیر استبراء کے صحبت کرنے والے کی ملکیت میں آئی ہے تو وہ اس صورت میں اگر وہ شخص کہ جس نے بغیر استبراء کے اس لونڈی سے جماع کیا ہے اس بچے کے نسب کا اقرار کرے گا یعنی یہ کہے گا کہ یہ بچہ میرا ہے جب کہ حقیقت میں وہ اس کے نطفہ سے نہیں ہے تو وہ بچہ اس شخص کا وارث ہوگا لہٰذا اس طرح ایک دوسرے شخص کے بچہ کا اپنا وارث بنانا لازم آئے گا جو حرام ہے اور اس پر وہ لعنت کا مستحق ہوگا یا پھر یہ صورت ہوگی کہ وہ اس بچہ کے نسب سے انکار کر دے گا جب کہ اس احتمال کے مطابق حقیقت میں وہ بچہ اس کا بیٹا ہوگا لہٰذا اس طرح اپنے ہی بیٹے سے غلامی کرانا اور اپنا نسب منقطع کرنا لازم آئے گا اور یہ بھی لعنت کو مستحق کرنے والی صورت ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ تحقیق حال کے لئے استبراء نہایت ضروری ہے۔

استبراء سے پہلے افعال جماع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرٰی جَارِيَةً فَإِنَّهُ لَا يَقْرَبُهَا وَلَا يَلْمِسُهَا وَلَا يُقَبِّلُهَا وَلَا يَنْظُرُ إِلٰی فَرْجِهَا بِشَهْوَةٍ حَتّٰی يَسْتَبْرِئَهَا) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي سَبَايَا أَوْطَاسٍ " (أَلَا لَا تُوطَأُ الْحَبَالٰی حَتّٰی يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ، وَلَا الْحَيَالٰی حَتّٰی يُسْتَبْرَأْنَ بِحَيْضَةٍ) " أَفَادَ وُجُوبَ الِاسْتِبْرَاءِ عَلَی الْمَوْلٰی، وَدَلَّ عَلَی السَّبَبِ فِي الْمَسْبِيَّةِ وَهُوَ اسْتِحْدَاثُ الْمِلْكِ وَالْيَدِ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الْمَوْجُودُ فِي مَوْرِدِ النَّصِّ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْحِكْمَةَ فِيهِ التَّعَرُّفُ عَنْ بَرَاءَةِ الرَّحِمِ صِيَانَةً لِلْمِيَاهِ الْمُحْتَرَمَةِ عَنِ الِاخْتِلَاطِ وَالْأَنْسَابِ عَنِ الِاشْتِبَاهِ، وَذٰلِكَ عِنْدَ حَقِيقَةِ الشُّغْلِ أَوْ تَوَهُّمِ الشُّغْلِ بِمَاءٍ مُحْتَرَمٍ، وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْوَلَدُ ثَابِتَ النَّسَبِ، وَيَجِبُ عَلَی الْمُشْتَرِي لَا عَلَی الْبَائِعِ؛ لِأَنَّ الْعِلَّةَ الْحَقِيقِيَّةَ إِرَادَةُ الْوَطْءِ، وَالْمُشْتَرِي هُوَ الَّذِي يُرِيدُهُ دُونَ الْبَائِعِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ، غَيْرَ أَنَّ الْإِرَادَةَ أَمْرٌ مُبْطَنٌ فَيُدَارُ الْحُكْمُ عَلٰی دَلِيلِهَا، وَهُوَ التَّمَكُّنُ مِنَ الْوَطْءِ، وَالتَّمَكُّنُ إِنَّمَا يَثْبُتُ بِالْمِلْكِ وَالْيَدِ فَانْتَصَبَ سَبَبًا وَأُدِيرَ الْحُكْمُ عَلَيْهِ تَيْسِيرًا، فَكَانَ السَّبَبُ اسْتِحْدَاثَ مِلْكِ الرَّقَبَةِ الْمُؤَكَّدِ بِالْيَدِ وَتَعَدَّی الْحُكْمُ إِلٰی سَائِرِ أَسْبَابِ الْمِلْكِ كَالشِّرَاءِ وَالْهِبَةِ وَالْوَصِيَّةِ وَالْمِيرَاثِ وَالْخُلْعِ وَالْكِتَابَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ .

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس بندے کسی باندی کو خریدا ہے تو وہ شخص استبراء سے پہلے اس سے نہ تو جماع کرے، نہ اس کو مس کرے نہ بوسہ لے اور اس کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ نہ دیکھے۔ اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کے فرمان اقدس جو آپ ﷺ نے اوطاس کے قیدیوں کے بارے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ خبر دار! حاملہ عورتوں سے وضع حمل سے پہلے جماع نہ کیا جائے اور غیر حاملہ عورتوں سے جب تک حیض کے ذریعے استبرائے رحم نہ ہو جائے ان سے بھی جماع نہ کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوا ہے کہ آقا پر استبرائے رحم واجب ہے۔ اور یہاں پر سبب مسبیت پر دلالت کرنے والا ہے یعنی کہ اس نے جدید ملکیت اور قبضہ کیا ہے۔ اور یہ جدید ملکیت ہی نص کا مورد ہے۔ اور یہی دلیل ہے کہ استبراء کی حکمت یہ ہے کہ محترم پانیوں کو مکس ہونے سے اور انساب کو شک وشبہ سے بچانے کے لئے رحم کو برأت کو جاننا ہے۔

اور اس لئے بھی استبراء واجب ہے کہ رحم کا محترم پانی میں بطور حقیقت مصروف ہونا یا اس کے وہم کو دور کرتا ہے۔ اور مشغول ہونے کا معنی یہ ہے کہ اولاد کا نسب ثابت ہو۔ اور یہ استبراء خریدار پر واجب ہے بیچنے والا پر واجب نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقت میں علت جماع کا ارادہ ہے۔ اور وطی کو خریدار ہی چاہنے والا ہے۔ بیچنے والا اس کو چاہنے والا نہیں ہے۔ پس اسی پر وجوب ہوگا کیونکہ ارادہ ایک باطنی چیز ہے۔ جبکہ حکم کا دارومدار دلیل پر ہوا کرتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) وہ وطی پر قادر ہونا ہے اور اس قدرت رکھنے کا ثبوت ملکیت اور قبضے سے ہے۔ پس ممکن کو تسلیم کرتے ہوئے آسانی کی وجہ سے حکم کا دارومدار اسی پر لاگو کر دیا ہے۔ اور وہ ملک رقبہ کی

جدید قوت ہے جو قبضہ سے حاصل ہوئی ہے۔ اور سبب بھی یہی ہے۔ اور اسی طرح حکم بقیہ سارے اسباب ملکیت کی جانب متعدی ہو جائے گا۔ جس طرح خریداری، ہبہ، وصیت، میراث، خلع اور مکاتبت وغیرہ کے احکام ہیں۔

دوران حیض خریدی گئی کے لئے اس حیض کے معتبر نہ ہونے کا بیان

وَكَذَا يَجِبُ عَلَى الْمُشْتَرِي مِنْ مَالِ الصَّبِيِّ وَمِنَ الْمَرْأَةِ وَالْمَمْلُوكِ وَمِمَّنْ لَا يَحِلُّ لَهُ وَطْؤُهَا، وَكَذَا إِذَا كَانَتِ الْمُشْتَرَاةُ بِكْرًا لَمْ تُوطَأْ لِتَحَقُّقِ السَّبَبِ وَإِدَارَةِ الْأَحْكَامِ عَلَى الْأَسْبَابِ دُونَ الْحِكَمِ لِبُطُونِهَا فَيُعْتَبَرُ تَحَقُّقُ السَّبَبِ عِنْدَ تَوَهُّمِ الشُّغْلِ .

وَكَذَا لَا يُجْتَزَأُ بِالْحَيْضَةِ الَّتِي اشْتَرَاهَا فِي أَثْنَائِهَا وَلَا بِالْحَيْضَةِ الَّتِي حَاضَتْهَا بَعْدَ الشِّرَاءِ أَوْ غَيْرِهِ مِنْ أَسْبَابِ الْمِلْكِ قَبْلَ الْقَبْضِ، وَلَا بِالْوِلَادَةِ الْحَاصِلَةِ بَعْدَهَا قَبْلَ الْقَبْضِ خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ؛ لِأَنَّ السَّبَبَ اسْتِحْدَاثُ الْمِلْكِ وَالْيَدِ، وَالْحُكْمُ لَا يَسْبِقُ السَّبَبَ، وَكَذَا لَا يُجْتَزَأُ بِالْحَاصِلِ قَبْلَ الْإِجَازَةِ فِي بَيْعِ الْفُضُولِيِّ وَإِنْ كَانَتْ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي، وَلَا بِالْحَاصِلِ بَعْدَ الْقَبْضِ فِي الشِّرَاءِ الْفَاسِدِ قَبْلَ أَنْ يَشْتَرِيَهَا شِرَاءً صَحِيحًا لِمَا قُلْنَا .

اور ایسے ہی بچہ، عورت، غلام اور اس بندے کے مال کو خریدنے والے کے لئے استبراء واجب ہے۔ جس بندے سے جماع کرنا حلال نہیں ہے۔ اور حکم کے پوشیدہ ہو جانے کے سبب احکام لازم کیے جاتے ہیں حکم پر لازم نہ ہوں گے۔ پس توہم کے وقت سبب کے ثبوت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور اسی طرح وہ حیض جس میں خریدار باندی کو خریدا ہے وہ کافی نہ ہوگا۔ اور نہ وہ حیض جو قبضے سے پہلے خریداری جیسے اسباب جو ملکیت کے بعد آئے ہیں اور نہ اسی ولایت کا اعتبار کیا جائے گا۔ جو اسباب ملکیت کے بعد قبضہ سے پہلے حاصل ہوئی ہے۔
حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ ملکیت کا ہونا اور قبضے کا ہونا یہ جدید ہے اور حکم سبب سے بڑھنے والا نہیں ہے۔ اور اسی طرح وہ استبراء بھی کافی نہ ہوگا جو بیع فضولی کی اجازت سے پہلے حاصل ہوا ہے۔ خواہ وہ باندی کے قبضہ میں ہو اور اسی طرح نہ ہی وہ استبراء کافی ہوگا جو فاسد خریداری میں قبضہ کے بعد حاصل ہوا ہے۔ اور بیع صحیحہ میں خریدنے سے پہلے حاصل ہوا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

باندی پر استبراء کے واجب ہونے کا بیان

(وَيَجِبُ فِي جَارِيَةٍ لِلْمُشْتَرِي فِيهَا شِقْصٌ فَاشْتَرَى الْبَاقِيَ)؛ لِأَنَّ السَّبَبَ قَدْ تَمَّ الْآنَ، وَالْحُكْمُ يُضَافُ إِلَى تَمَامِ الْعِلَّةِ، وَيُجْتَزَأُ بِالْحَيْضَةِ الَّتِي حَاضَتْهَا بَعْدَ الْقَبْضِ وَهِيَ مَجُوسِيَّةٌ أَوْ مُكَاتَبَةٌ بِأَنْ كَاتَبَهَا بَعْدَ الشِّرَاءِ ثُمَّ أَسْلَمَتِ الْمَجُوسِيَّةُ أَوْ عَجَزَتِ الْمُكَاتَبَةُ لِوُجُودِهَا بَعْدَ السَّبَبِ وَهُوَ اسْتِحْدَاثُ الْمِلْكِ وَالْيَدِ إِذْ هُوَ مُقْتَضٍ لِلْحِلِّ وَالْحُرْمَةِ لِمَانِعٍ كَمَا فِي حَالَةِ

الْحَيْضِ (وَلَا يَجِبُ الِاسْتِبْرَاءُ إِذَا رَجَعَتِ الْآبِقَةُ أَوْ رُدَّتِ الْمَغْصُوبَةُ أَوِ الْمُؤَاجَرَةُ) أَوْ فُكَّتِ الْمَرْهُونَةُ لِانْعِدَامِ السَّبَبِ وَهُوَ اسْتِحْدَاثُ الْمِلْكِ وَالْيَدِ وَهُوَ سَبَبٌ مُتَعَيِّنٌ فَأُدِيرَ الْحُكْمُ عَلَيْهِ وُجُودًا وَعَدَمًا، وَلَهَا نَظَائِرُ كَثِيرَةٌ كَتَبْنَاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى .

اور اسی طرح باندی پر استبراء واجب ہے جس کے اندر خریدار کا حصہ باقی ہے۔ اور اس کے بعد جب خریدار نے بقیہ کو خرید لیا ہے۔ کیونکہ اب سبب مکمل ہونے والا ہے۔ اور حکم پوری علت کی جانب منسوب ہونے والا ہے۔ اور وہ حیض کافی ہوگا جو قبضہ کے بعد باندی کے مجوسی یا مکاتبہ ہونے کی حالت میں آیا ہے اور اس دلیل کے سبب سے کہ خریدار نے بعد میں اس کے ساتھ عقد کتابت کرلیا ہے۔ اس کے بعد وہ مجوسی ہوئی ہے یا مکاتبہ بدل کتابت سے عاجز آچکی ہے کیونکہ یہ حیض سبب کے بعد پایا گیا ہے۔ اور وہ سبب ملکیت میں جدید ہوتا ہے۔ اور حلت کا تقاضہ بھی یہی کرنے والا ہے۔ جبکہ حرمت کسی مانع کے سبب سے تھی۔ جس طرح حیض کی حالت میں ہوا کرتا ہے۔

اور بھاگ جانے والی باندی کے واپس آنے کے بعد اور ایسے غصب شدہ یا اجرت پر دی جانے والی باندی کی واپسی کے بعد یا رہن میں رکھی جانے والی باندی کو چھڑوانے کے بعد استبراء واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا سبب یعنی ملکیت کا جدید ہونا اور قبضہ میں ہونا یہ معدوم ہیں۔ اور یہی وہ معین کردہ سبب ہے جو وجودی یا عدمی دونوں صورتوں میں حکم اسی کے موافق دیا جائے گا۔ اور اس کی بہت ساری امثلہ ہم نے کفایت المنتہی میں لکھ دی ہیں۔

وجوب استبراء کے ثبوت کے بعد حرمت وطی کا بیان

وَإِذَا ثَبَتَ وُجُوبُ الِاسْتِبْرَاءِ وَحُرْمَةُ الْوَطْءِ حَرُمَ الدَّوَاعِي لِإِفْضَائِهَا إِلَيْهِ . أَوْ لِاحْتِمَالِ وُقُوعِهَا فِي غَيْرِ الْمِلْكِ عَلَى اعْتِبَارِ ظُهُورِ الْحَبَلِ وَدَعْوَةِ الْبَائِعِ .

بِخِلَافِ الْحَائِضِ حَيْثُ لَا تَحْرُمُ الدَّوَاعِي فِيهَا لِأَنَّهُ لَا يُحْتَمَلُ الْوُقُوعُ فِي غَيْرِ الْمِلْكِ، وَلِأَنَّهُ زَمَانُ نَفْرَةٍ فَالْإِطْلَاقُ فِي الدَّوَاعِي لَا يُفْضِي إِلَى الْوَطْءِ وَالرَّغْبَةُ فِي الْمُشْتَرَاةِ قَبْلَ الدُّخُولِ أَصْدَقُ الرَّغَبَاتِ فَتُفْضِي إِلَيْهِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الدَّوَاعِيَ فِي الْمَسْبِيَّةِ . وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهَا لَا تَحْرُمُ ؛ لِأَنَّهَا لَا يُحْتَمَلُ وُقُوعُهَا فِي غَيْرِ الْمِلْكِ لِأَنَّهُ لَوْ ظَهَرَ بِهَا حَبَلٌ لَا تَصِحُّ دَعْوَةُ الْحَرْبِيِّ، بِخِلَافِ الْمُشْتَرَاةِ عَلَى مَا بَيَّنَّا .

اور جب استبراء کا وجوب ثابت ہو جائے تو وطی حرام ہو جائے گی اور وطی کی جانب لے جانے والے افعال بھی حرام ہوں گے کیونکہ وہ وطی تک پہنچانے میں کردار ادا کرنے والے ہیں۔ یا پھر وہ اس لئے حرام ہوں گے کہ حمل ظاہر ہو چکا ہے اور دعویٰ بیچنے والے کے سبب دواعی غیر ملکیت میں واقع ہوں گے پس یہ احتمال سبب حرمت ہوا۔ جبکہ حائض میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ دواعی حرام نہ ہوں گے کیونکہ یہاں ان دواعی کا غیر ملکیت میں واقع ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ

وقت نفرت ہے پس دواعی کی اجازت وطی کی جانب لے جانے والی نہ ہوگی۔

اور خریدی گئی باندی میں دخول سے قبل مضبوط رغبت تھی۔ پس وہ وطی کی جانب لے جانے والی ہوگی۔ جبکہ ظاہر الروایت میں مسبب بننے والی کے متعلق دواعی کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ مسبب بننے والی کے ساتھ دواعی حرام نہیں ہیں۔ کیونکہ اس میں غیر ملکیت کا وقوع کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب باندی حاملہ ہو چکی ہے تو اب حربی کا دعویٰ درست نہ ہوگا جبکہ خریدی ہوئی باندی میں ایسا نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حاملہ کے استبراء کا وضع حمل ہونے کا بیان

(وَالِاسْتِبْرَاءُ فِي الْحَامِلِ بِوَضْعِ الْحَمْلِ) لِمَا رَوَيْنَا (وَفِي ذَوَاتِ الْأَشْهُرِ بِالشَّهْرِ) لِأَنَّهُ أُقِيمَ فِي حَقِّهِنَّ مَقَامَ الْحَيْضِ كَمَا فِي الْمُعْتَدَّةِ، وَإِذَا حَاضَتْ فِي أَثْنَائِهِ بَطَلَ الِاسْتِبْرَاءُ بِالْأَيَّامِ لِلْقُدْرَةِ عَلَى الْأَصْلِ قَبْلَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ بِالْبَدَلِ كَمَا فِي الْمُعْتَدَّةِ .

فَإِنْ ارْتَفَعَ حَيْضُهَا تَرَكَهَا، حَتَّى إذَا تَبَيَّنَ أَنْ لَيْسَتْ بِحَامِلٍ وَقَعَ عَلَيْهَا وَلَيْسَ فِيهِ تَقْدِيرٌ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ .وَقِيلَ يَتَبَيَّنُ بِشَهْرَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشَرَةُ أَيَّامٍ، وَعَنْهُ شَهْرَانِ وَخَمْسَةُ أَيَّامٍ اعْتِبَارًا بِعِدَّةِ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ فِي الْوَفَاةِ .وَعَنْ زُفَرَ سَنَتَانِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ .

اور حمل والی عورت کا استبراء اس کا وضع حمل ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور مہینے والی عورت میں مہینہ ہے۔ پس معتدہ کی طرح اس میں ماہ کو اس کے قائم مقام بنا دیا ہے۔ اور مہینے والی عورت کو ایام کے دوران حیض آجائے تو اس بدل کے حاصل ہونے کی وجہ سے اصل پر قدرت رکھنے سے پہلے مقصد حاصل ہونے کی وجہ سے استبراء بہ ایام باطل ہو جائے گا جس طرح عدت میں ہوا کرتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کا حیض ختم ہوا ہے تو وہ اس کو چھوڑ دے اور جب اس پہ پتہ چل جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہے تو وہ اس کے ساتھ جماع کر سکتا ہے۔ اور ظاہر الروایت میں چھوڑنے کا کوئی اندازہ مقرر نہیں کیا گیا جبکہ ایک قول یہ ہے دو یا تین ماہ میں ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ چار ماہ دس دن ہے اور انہی کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دو ماہ پانچ دن ہے کیونکہ انہوں نے آزاد و باندی کی عدت وفات پر اس مسئلہ کو قیاس کیا ہے۔ جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ سے دو سال نقل کیا گیا ہے اور امام اعظم علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی طرح نقل کی گئی ہے۔

اسقاط استبراء کے لئے حیلہ کرنے میں حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِالِاحْتِيَالِ لِإِسْقَاطِ الِاسْتِبْرَاءِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ) وَقَدْ ذَكَرْنَا

الْوَجْهَیْنِ فِی الشُّفْعَةِ .وَالْمَأْخُوذُ قَوْلُ أَبِی یُوسُفَ فِیمَا إِذَا عَلِمَ أَنَّ الْبَائِعَ لَمْ یَقْرَبْهَا فِی طُهْرِهَا ذٰلِكَ، وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ فِیمَا إِذَا قَرِبَهَا .وَالْحِیلَةُ إِذَا لَمْ یَكُنْ تَحْتَ الْمُشْتَرِی حُرَّةٌ أَنْ یَتَزَوَّجَهَا قَبْلَ الشِّرَاءِ ثُمَّ یَشْتَرِیَهَا .

وَلَوْ كَانَتْ فَالْحِیلَةُ أَنْ یُزَوِّجَهَا الْبَائِعُ قَبْلَ الشِّرَاءِ أَوِ الْمُشْتَرِی قَبْلَ الْقَبْضِ مِمَّنْ یُوثَقُ بِهِ ثُمَّ یَشْتَرِیَهَا وَیَقْبِضَهَا ثُمَّ یُطَلِّقَ الزَّوْجُ ؛لِأَنَّ عِنْدَ وُجُودِ السَّبَبِ وَهُوَ اسْتِحْدَاثُ الْمِلْكِ الْمُؤَكَّدِ بِالْقَبْضِ إِذَا لَمْ یَكُنْ فَرْجُهَا حَلَالًا لَهُ لَا یَجِبُ الِاسْتِبْرَاءُ .وَإِنْ حَلَّ بَعْدَ ذٰلِكَ ؛لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ أَوَانُ وُجُودِ السَّبَبِ كَمَا إِذَا كَانَتْ مُعْتَدَّةَ الْغَیْرِ .

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ استبراء کو ساقط کرنے کے لئے حیلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے اور کتاب شفعہ میں ان دونوں کی توجیہات کو بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس صورت میں معتبر مانا جائے گا اور جب یہ پتہ چل جائے کہ طہر میں بیچنے والا نے باندی کے ساتھ جماع نہیں کیا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل اس وقت ہوگا جب بیچنے والا کا جماع کرنے کا پتہ چل جائے۔

اور حیلہ یہ ہوگا کہ جب خریدار کے نکاح میں کوئی آزاد عورت نہیں ہے تو حیلہ اس طرح ہوگا کہ خریدنے سے پہلے بیچنے والا اور قبضہ کرنے سے پہلے خریدار کسی اعتماد والے بندے سے باندی کا نکاح کر دیں اور اس کے بعد وہ اس کو خریدے اور قبضہ کرے یا خریدار قبضہ میں لے اور اس کے بعد اس کا خاوند اس کو طلاق دیدے کیونکہ جب سبب کا وجود یعنی جدید ملکیت کا ہونا مؤکد بہ قبضہ وقت باندی کی شرمگاہ اس کے لئے حلال نہ ہوئی تو اس طرح استبراء بھی واجب نہ ہوگا خواہ وہ سبب پائے جانے کے بعد حلال ہو جائے۔ کیونکہ وقت میں وجود سبب کا اعتبار کیا جاتا ہے جس طرح اس صورت میں یہ مسئلہ ہوگا کہ جب باندی کسی دوسرے کی معتدہ ہے۔

مظاہر کا کفارہ سے پہلے جماع نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا یَقْرَبُ الْمُظَاهِرُ وَلَا یَلْمِسُ وَلَا یُقَبِّلُ وَلَا یَنْظُرُ إِلَى فَرْجِهَا بِشَهْوَةٍ حَتَّى یُكَفِّرَ) ؛لِأَنَّهُ لَمَّا حَرُمَ الْوَطْءُ إِلَى أَنْ یُكَفِّرَ حَرُمَ الدَّوَاعِی لِلْإِفْضَاءِ إِلَیْهِ .

لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ سَبَبَ الْحَرَامِ حَرَامٌ كَمَا فِی الِاعْتِكَافِ وَالْإِحْرَامِ وَفِی الْمَنْكُوحَةِ إِذَا وُطِئَتْ بِشُبْهَةٍ، بِخِلَافِ حَالَةِ الْحَیْضِ وَالصَّوْمِ ؛لِأَنَّ الْحَیْضَ یَمْتَدُّ شَطْرَ عُمْرِهَا وَالصَّوْمَ یَمْتَدُّ شَهْرًا فَرْضًا وَأَكْثَرَ الْعُمْرِ نَفْلًا، فَفِی الْمَنْعِ عَنْهَا بَعْضُ الْحَرَجِ، وَلَا كَذٰلِكَ مَا عَدَدْنَاهَا لِقُصُورِ مُدَدِهَا .

وَقَدْ صَحَّ " (أَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ یُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَیُضَاجِعُ نِسَاءَهُ وَهُنَّ حُیَّضٌ) "

اور کفارہ ظہار دینے والا شخص کفارے سے پہلے اپنی بیوی سے نہ جماع کرے، نہ مس کرے نہ بوسہ لے اور نہ وہ شہوت کے ساتھ اس کی شرمگاہ کی جانب دیکھے گا۔ کیونکہ کفارے کو ادا کرنے تک جب وطی حرام ہوئی ہے تو اس وطی کے دواعی بھی حرام ہوں گے۔ کیونکہ وہی وطی کی جانب لے جانے والے ہیں۔ اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ حرام کا سبب بھی حرام ہوتا ہے۔ جس طرح اعتکاف، احرام اور نکاح میں ہوتا ہے اور جب اس سے شبہ کے طور پر وطی کرلی جائے۔

جبکہ حالت حیض اور روزے میں ایسا نہیں ہے کیونکہ حیض عورت کی آدھی عمر تک لمبا رہنے والا ہے۔ جبکہ فرض روزہ ایک ماہ تک رہنے والا ہے اور نفلی روزہ عمر کے اکثر تک رہتا ہے۔ پس ان احوال میں دواعی سے رد کنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ ہماری بیان کردہ مدت دراز کم ہونے کے سبب ایسی نہ ہوگی اور صحیح حکم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ حالت روزہ میں ازواج کا بوسہ لیتے تھے۔ اور ان کی حالت حیض میں ان کے ساتھ کو استراحت بھی ہوتے تھے۔

دو باندیوں کا آپس میں بہنیں ہونے کے سبب حرمت جماع کا بیان

قَالَ (وَمَنْ لَهُ اَمَتَانِ اُخْتَانِ فَقَبَّلَهُمَا بِشَهْوَةٍ فَإِنَّهُ لَا يُجَامِعُ وَاحِدَةً مِنْهُمَا وَلَا يُقَبِّلُهَا وَلَا يَمَسُّهَا بِشَهْوَةٍ وَلَا يَنْظُرُ اِلَى فَرْجِهَا بِشَهْوَةٍ حَتّٰى يَمْلِكَ فَرْجَ الْاُخْرٰى غَيْرُهُ بِمِلْكٍ اَوْ نِكَاحٍ اَوْ يُعْتِقَهَا)، وَاَصْلُ هٰذَا اَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ الْمَمْلُوكَتَيْنِ لَا يَجُوزُ وَطْئًا لِاِطْلَاقِ قَوْلِهِ تَعَالٰى (وَاَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ) وَلَا يُعَارَضُ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى (اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ) لِاَنَّ التَّرْجِيحَ لِلْمُحَرِّمِ، وَكَذَا لَا يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا فِي الدَّوَاعِي لِاِطْلَاقِ النَّصِّ، وَلِاَنَّ الدَّوَاعِيَ اِلَى الْوَطْءِ بِمَنْزِلَةِ الْوَطْءِ فِي التَّحْرِيمِ عَلٰى مَا مَهَّدْنَاهُ مِنْ قَبْلُ، فَاِذَا قَبَّلَهُمَا فَكَاَنَّهُ وَطِئَهُمَا، وَلَوْ وَطِئَهُمَا فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يُجَامِعَ اِحْدَاهُمَا وَلَا اَنْ يَاْتِيَ بِالدَّوَاعِي فِيهِمَا، فَكَذَا اِذَا قَبَّلَهُمَا وَكَذَا اِذَا مَسَّهُمَا بِشَهْوَةٍ اَوْ نَظَرَ اِلَى فَرْجِهِمَا بِشَهْوَةٍ لِمَا بَيَّنَّا اِلَّا اَنْ يَمْلِكَ فَرْجَ الْاُخْرٰى غَيْرُهُ بِمِلْكٍ اَوْ نِكَاحٍ اَوْ يُعْتِقَهَا؛ لِاَنَّهُ لَمَّا حَرُمَ عَلَيْهِ فَرْجُهَا لَمْ يَبْقَ جَامِعًا .

اور جب دو باندی آپس میں بہنیں ہیں ان میں سے ہر کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا ہے تو وہ شخص اب ان میں سے کسی ایک ساتھ بھی جماع نہ کرسکے گا۔ اور نہ ہی بوسہ لے سکتا ہے اور نہ وہ شہوت کے ساتھ چھو سکتا ہے اور نہ ہی شہوت کے ساتھ شرمگاہ کی جانب دیکھ سکتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ شخص ملکیت، نکاح یا اس کو آزاد کرکے کسی دوسرے آدمی پر اس کی فرج کا مالک کردے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم پر دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے۔ یہ مطلق ہے۔ پس دو مملوکہ باندیوں کو جمع کرنا درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس اس فرمان الٰہی کے معارض نہ ہوگا "یا جو تمہاری ملکیت میں باندیاں ہیں" کیونکہ ترجیح حرام کو دی جاتی ہے۔ اور اسی طرح نص کے مطلق ہونے کے سبب ان کے درمیان دواعی کو جمع کرنا بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ حرمت کے باب میں دواعی وطی بھی وطی کے حکم میں ہوتے ہیں۔ جس طرح اس سے پہلے ہم اس مسئلہ کو پوری تفصیل سے بیان کرآئے ہیں۔ اور جب اس شخص نے ان دونوں کا بوسہ لیا ہے یا گویا ان دونوں نے ل کر وطی کی ہے اور جب وہ دونوں سے وطی کرنے والا ہے تو اب اس کے

ے کسی ایک ساتھ جماع کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اور نہ ہی دونوں کے ساتھ دواعی کی کوئی وسعت ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے
دونوں کا بوسہ لیا ہے یا شہوت کے ساتھ ان کو مس کیا ہے یا شہوت کے ساتھ ان کی شرمگاہ کو دیکھا ہے تو بھی اسی دلیل کے مطابق جس کو
ہم بیان کر آئے ہیں۔ ہاں البتہ جب وہ دوسری کی شرمگاہ کا ملکیت یا نکاح کے سبب یا آزاد کر کے کسی دوسرے بندے کو اس کا مالک
بنا دیتا ہے کیونکہ جب اس پر شرمگاہ حرام ہو جائے گی۔ تو اب وہ دو بہنوں کو جمع کرنے والا نہ ہوگا۔

تملیک کا تمام اسباب کو شامل ہونے کا بیان

وَقَوْلُهُ بِمِلْكٍ أَرَادَ بِهِ مِلْكَ يَمِينٍ فَيَنْتَظِمُ التَّمْلِيكَ بِسَائِرِ أَسْبَابِهِ بَيْعًا أَوْ غَيْرَهُ، وَتَمْلِيكُ النِّصْفِ فِيهِ كَتَمْلِيكِ الْكُلِّ ؛ لِأَنَّ الْوَطْءَ يَحْرُمُ بِهِ، وَكَذَا إعْتَاقُ الْبَعْضِ مِنْ إحْدَاهُمَا كَإِعْتَاقِ كُلِّهَا، وَكَذَا الْكِتَابَةُ كَالْإِعْتَاقِ فِي هَذَا لِثُبُوتِ حُرْمَةِ الْوَطْءِ بِذَلِكَ كُلِّهِ، وَبِرَهْنِ إحْدَاهُمَا وَإِجَارَتِهَا وَتَدْبِيرِهَا لَا تَحِلُّ الْأُخْرَى ؛ أَلَا يُرَى أَنَّهَا لَا تَخْرُجُ بِهَا عَنْ مِلْكِهِ، وَقَوْلُهُ أَوْ نِكَاحٍ أَرَادَ بِهِ النِّكَاحَ الصَّحِيحَ .

أَمَّا إذَا زَوَّجَ إحْدَاهُمَا نِكَاحًا فَاسِدًا لَا يُبَاحُ لَهُ وَطْءُ الْأُخْرَى إلَّا أَنْ يَدْخُلَ الزَّوْجُ بِهَا فِيهِ ؛ لِأَنَّهُ يَجِبُ الْعِدَّةُ عَلَيْهَا، وَالْعِدَّةُ كَالنِّكَاحِ الصَّحِيحِ فِي التَّحْرِيمِ .

وَلَوْ وَطِئَ إحْدَاهُمَا حَلَّ لَهُ وَطْءُ الْمَوْطُوءَةِ دُونَ الْأُخْرَى ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ جَامِعًا بِوَطْءِ الْأُخْرَى لَا بِوَطْءِ الْمَوْطُوءَةِ .وَكُلُّ امْرَأَتَيْنِ لَا يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا نِكَاحًا فِيمَا ذَكَرْنَاهُ بِمَنْزِلَةِ الْأُخْتَيْنِ .

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے فرمان "ملک کے ساتھ" سے مراد ملک یمین ہے جو تملیک کے سارے اسباب کو شامل ہے اگر چہ وہ بیع ہے یا ہبہ وغیرہ ہے۔ اور ان احکام میں بعض کی تملیک یہ کل کی طرح ہے۔ کیونکہ وطی کی بعض کی ملکیت کے سبب حرام ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح ان میں سے کسی ایک کے بعض حصہ کو آزاد کرنا کل کو آزاد کرنے کی طرح ہے۔

اور اسی طرح ان احکام میں کتابت بھی اعتاق کی طرح ہے۔ کیونکہ ان سب سے وطی کی حرمت ثابت ہونے والی ہے اور ان میں سے کسی ایک رہن رکھنے سے یا اجارہ پر دینے سے یا اس کو مدبر بنانے سے دوسری بہن حلال نہ ہوگی۔ کیونکہ پہلی آقا کی ملکیت سے خارج ہونے والی نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے قول او نکاح سے مراد نکاح صحیح ہے مگر جب آقا نے دونوں بہنوں میں سے کسی ایک کا نکاح فاسد عقد کے ساتھ کیا ہے تو اس کے ساتھ شوہر کے دخول سے پہلے آقا کے لئے دوسری سے وطی حلال نہ ہوگی۔ کیونکہ باندی پر بھی عدت واجب ہوتی ہے۔ اور حرمت کے بارے میں عدت نکاح صحیح کی طرح ہے اور جب آقا نے ان میں سے کسی ایک کے ساتھ وطی کی تو اس کے لئے موطوہ کے ساتھ وطی جائز ہوگی۔ جبکہ دوسری کے ساتھ وطی جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ دوسری کی وطی کے سبب جمع کرنے والا بن جائے گا۔ جبکہ موطوہ کی وطی سے نہ کہلائے گا اور ایسی دو عورتیں جن کے درمیان نکاح درست نہ ہو ان کا ان تمام صورتوں میں یہی

حکم ہوگا۔ جو دو بہنوں کے لئے ہوتا ہے۔ جس طرح ہم نے بیان کیا ہے۔

مرد کا بوسہ دوسرے مرد کے لئے مکروہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ اَنْ يُقَبِّلَ الرَّجُلُ فَمَ الرَّجُلِ اَوْ يَدَهُ اَوْ شَيْئًا مِنْهُ اَوْ يُعَانِقَهُ) وَذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ اَنَّ هٰذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ .

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ : لَا بَاْسَ بِالتَّقْبِيْلِ وَالْمُعَانَقَةِ لِمَا رُوِيَ " (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَانَقَ جَعْفَرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ قَدِمَ مِنَ الْحَبَشَةِ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ) " وَلَهُمَا مَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهٰى عَنِ الْمُكَامَعَةِ وَهِيَ الْمُعَانَقَةُ، وَعَنِ الْمُكَاعَمَةِ وَهِيَ التَّقْبِيْلُ) " .وَمَا رَوَاهُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَا قَبْلَ التَّحْرِيْمِ .

قَالُوْا : الْخِلَافُ فِي الْمُعَانَقَةِ فِيْ اِزَارٍ وَاحِدٍ، اَمَّا اِذَا كَانَ عَلَيْهِ قَمِيْصٌ اَوْ جُبَّةٌ فَلَا بَاْسَ بِهَا بِالْاِجْمَاعِ وَهُوَ الصَّحِيْحُ .قَالَ (وَلَا بَاْسَ بِالْمُصَافَحَةِ) لِاَنَّهُ هُوَ الْمُتَوَارَثُ .وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (مَنْ صَافَحَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ وَحَرَّكَ يَدَهُ تَنَاثَرَتْ ذُنُوْبُهُ) " .

فرمایا کہ کسی شخص کے لئے کیس دوسرے مرد کا منہ، اس کے ہاتھ یا اس کے بدن کے کسی حصہ کا بوسہ لینا یا اس کے ساتھ معانقہ کرنا مکروہ ہے۔

حضرت امام طحاوی حنفی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ قول طرفین کا ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ بوسہ لینے اور معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس آئے تو آپ ﷺ نے ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مکامعہ کرنے سے منع کیا ہے اور وہی معانقہ ہے اور مکاعمہ سے منع کیا ہے اور وہ بوسہ لینا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ روایت یہ حکم حرمت سے پہلے کی ہے اس کے بعد فقہاء کرام نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ایک چادر میں معانقہ کرنے میں اختلاف ہے مگر جب معانقہ کرنے والے کے جسم پر قمیص یا جبہ ہے تو بہ اتفاق معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حکم صحیح بھی یہی ہے۔

فرمایا کہ مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ لوگوں میں یہ بطور توارث چلا آرہا ہے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اس کے ہاتھ حرکت دی تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

فَصْلٌ فِی الْبَیْعِ

﴿یہ فصل بیع کے احکام میں ہے﴾

فصل بیع کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کھانے پینے، چھونے اور وطی سے متعلق احکام کے بعد اس فصل کو بیان کیا ہے کیونکہ وہ افعال انسان کے بدن سے متعلق ہیں جبکہ یہ متصل بدن نہیں ہیں لہٰذا جن کا اتصال اکثر تھا ان کے بیان کا حق مقدم تھا۔ اس لئے ان کو مقدم ذکر کر دیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب کراہیہ، بیروت)

گوبر کی بیع کرنے میں حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِبَیْعِ السِّرْقِینِ، وَیُکْرَهُ بَیْعُ الْعَذِرَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ : لَا یَجُوزُ بَیْعُ السِّرْقِینِ أَیْضًا ؛ لِأَنَّهُ نَجِسُ الْعَیْنِ فَشَابَهَ الْعَذِرَةَ وَجِلْدَ الْمَیْتَةِ قَبْلَ الدِّبَاغِ .

وَلَنَا أَنَّهُ مُنْتَفَعٌ بِهِ ؛ لِأَنَّهُ یُلْقَی فِی الْأَرَاضِی لِاسْتِکْثَارِ الرِّیعِ فَکَانَ مَالًا، وَالْمَالُ مَحَلٌّ لِلْبَیْعِ ,بِخِلَافِ الْعَذِرَةِ ؛ لِأَنَّهُ لَا یُنْتَفَعُ بِهَا إِلَّا مَخْلُوطًا .وَیَجُوزُ بَیْعُ الْمَخْلُوطِ هُوَ الْمَرْوِیُّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الصَّحِیحُ .

وَکَذَا یَجُوزُ الِانْتِفَاعُ بِالْمَخْلُوطِ لَا بِغَیْرِ الْمَخْلُوطِ فِی الصَّحِیحِ، وَالْمَخْلُوطُ بِمَنْزِلَةِ زَیْتٍ خَالَطَتْهُ النَّجَاسَةُ .

فرمایا کہ گوبر کی بیع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ پاخانہ کی بیع کرنا مکروہ ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے تو کہا ہے کہ گوبر کی بیع بھی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ نجس العین ہے پس وہ پاخانہ اور دباغت سے پہلے والی کھال کے مشابہ ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ گوبر سے نفع حاصل کیا جاتا ہے کیونکہ پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے اس کو زمین میں پھیلایا جاتا ہے پس یہ مال ہو جائے گا اور مال محل بیع ہے۔ جبکہ پاخانہ میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اس کو مخلوط کرنے سے بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا حالانکہ مخلوط کی بیع جائز ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ اور صحیح بھی یہی ہے اور اسی طرح کے فرمان کے مطابق مخلوط سے فائدہ اٹھانا درست ہے جبکہ مخلوط اور غیر مخلوط یہ اس زیتون کی طرح ہوں گے جس میں نجاست مکس ہو گئی ہے۔

معاملات میں ایک قول کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ عَلِمَ بِجَارِيَةٍ أَنَّهَا لِرَجُلٍ فَرَأَى آخَرَ يَبِيعُهَا وَقَالَ وَكَّلَنِي صَاحِبُهَا بِبَيْعِهَا فَإِنَّهُ يَسَعُهُ أَنْ يَبْتَاعَهَا وَيَطَأَهَا) ؛ لِأَنَّهُ أَخْبَرَ بِخَبَرٍ صَحِيحٍ لَا مُنَازِعَ لَهُ، وَقَوْلُ الْوَاحِدِ فِي الْمُعَامَلَاتِ مَقْبُولٌ عَلَى أَيِّ وَصْفٍ كَانَ لِمَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ . وَكَذَا إِذَا قَالَ اشْتَرَيْتُهَا مِنْهُ أَوْ وَهَبَهَا لِي أَوْ تَصَدَّقَ بِهَا عَلَيَّ لِمَا قُلْنَا . وَهَذَا إِذَا كَانَ ثِقَةً .

فرمایا کہ جب کسی شخص کو پتہ چلا کہ وہ فلاں آدمی کی باندی ہے اس کے بعد اس نے کسی دوسرے بندے کو اسی باندی کو بیچتے ہوئے دیکھ لیا ہے اور بیچنے والا نے اس طرح کہا ہے کہ اس باندی کے مالک نے مجھے اس باندی کو بیچنے میں وکیل بنایا ہے تو پہلے خریداری کرنے والے شخص کے لئے اس باندی کے ساتھ جماع کرنے کی وسعت ہوگی۔ کیونکہ بیچنے والا ایک صحیح خبر دینے والا ہے جس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ کیونکہ معاملات میں ایک شخص کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اگر چہ وہ کسی بھی وصف کے ساتھ ہو۔ اسی دلیل کے سبب سے جو کو پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اسی طرح جب اس شخص نے کہا ہے کہ میں نے اس کو خریدا ہے یا اس کے مالک نے مجھے اس کو ہدیہ کیا ہے یا اس نے مجھ پر صدقہ کیا ہے۔ تو بھی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ حکم اس وقت ہوگا جب خبر دینے والا سچا ہے۔

معاملات کی ضرورت کے سبب مخبر کی عدالت میں وسعت کا بیان

وَكَذَا إِذَا كَانَ غَيْرَ ثِقَةٍ، وَأَكْبَرُ رَأْيِهِ أَنَّهُ صَادِقٌ ؛ لِأَنَّ عَدَالَةَ الْمُخْبِرِ فِي الْمُعَامَلَاتِ غَيْرُ لَازِمَةٍ لِلْحَاجَةِ عَلَى مَا مَرَّ، وَإِنْ كَانَ أَكْبَرُ رَأْيِهِ أَنَّهُ كَاذِبٌ لَمْ يَسَعْ لَهُ أَنْ يَتَعَرَّضَ لِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّ أَكْبَرَ الرَّأْيِ يُقَامُ مَقَامَ الْيَقِينِ، وَكَذَا إِذَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهَا لِفُلَانٍ، وَلَكِنْ أَخْبَرَهُ صَاحِبُ الْيَدِ أَنَّهَا لِفُلَانٍ، وَأَنَّهُ وَكَّلَهُ بِبَيْعِهَا أَوْ اشْتَرَاهَا مِنْهُ، وَالْمُخْبِرُ ثِقَةٌ قُبِلَ قَوْلُهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ ثِقَةً يُعْتَبَرُ أَكْبَرُ رَأْيِهِ ؛ لِأَنَّ إِخْبَارَهُ حُجَّةٌ فِي حَقِّهِ، وَإِنْ لَمْ يُخْبِرْهُ صَاحِبُ الْيَدِ بِشَيْءٍ .

فَإِنْ كَانَ عَرَفَهَا لِلْأَوَّلِ لَمْ يَشْتَرِهَا حَتَّى يَعْلَمَ انْتِقَالَهَا إِلَى مِلْكِ الثَّانِي ؛ لِأَنَّ يَدَ الْأَوَّلِ دَلِيلُ مِلْكِهِ، وَإِنْ كَانَ لَا يَعْرِفُ ذَلِكَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهَا وَإِنْ كَانَ ذُو الْيَدِ فَاسِقًا ؛ لِأَنَّ يَدَ الْفَاسِقِ دَلِيلُ الْمِلْكِ فِي حَقِّ الْفَاسِقِ وَالْعَدْلِ وَلَمْ يُعَارِضْهُ مُعَارِضٌ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِأَكْبَرِ الرَّأْيِ عِنْدَ وُجُودِ الدَّلِيلِ الظَّاهِرِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِثْلُهُ لَا يَمْلِكُ مِثْلَ ذَلِكَ، فَحِينَئِذٍ يُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يَتَنَزَّهَ، وَمَعَ ذَلِكَ لَوْ اشْتَرَاهَا يُرْجَى أَنْ يَكُونَ فِي سَعَةٍ مِنْ ذَلِكَ لِاعْتِمَادِهِ الدَّلِيلَ الشَّرْعِيَّ .

اور جب خبر دینے والا شخص کوئی ثقہ آدمی نہیں ہے مگر سننے والے کا غالب گمان کے مطابق وہ سچا ہے کیونکہ معاملات

کی ضرورت کے سبب مخبر کی عدالت کا ہونا لازم نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب جو اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ مگر جب غالب گمان یہ ہے کہ خبر دینے والا جھوٹا ہے تو اس کے لئے کسی قسم کا کوئی تعرض کرنا مباح نہ ہوگا کیونکہ غالب گمان یقین کے حکم میں ہوتا ہے۔

(قاعدہ فقہیہ)

اور اسی طرح جب اس کو پتہ ہی نہیں ہے کہ یہ باندی فلاں آدمی کی ہے مگر جب قبضہ کرنے والے نے خبر دی ہے کہ یہ باندی فلاں شخص کی ہے اور اس نے اس کو بیچنے میں وکیل بنایا ہے یا قبضہ کرنے والے نے مالک سے اس کو خرید لیا ہے اور وہ خبر دینے والا سچا بھی ہے۔ تو اس کی بات کو تسلیم کرلیا جائے گا۔ مگر جب وہ سچا نہیں ہے تو اس کے غالب گمان کو اعتبار کرلیا جائے گا۔ کیونکہ اس کی خبر اس کے اپنے بارے میں تو دلیل ہے اور جب قبضہ کرنے والے نے اس کو کچھ نہ بتایا ہے اور وہ اس باندی کے بارے میں یہ جانتا ہے کہ فلاں پہلے بندے کی ہے تو وہ باندی دوسرے قبضہ کرنے والے کی ملکیت میں چلی گئی ہے ت وہ جاننے سے قبل اس کو نہ خریدے کیونکہ قبضے کا پہلے ہونا یہ اس کی ملکیت کی دلیل ہے۔

اور جب باندی کو پہلے ملکیت میں ہونے کا اس کو پتہ بھی نہیں ہے تو اب وہ شخص اس کو خرید سکتا ہے۔ خواہ قبضہ کرنے والا کوئی فاسق ہے۔ کیونکہ فاسق کا قبضہ بھی اس کے حق ملکیت میں دلیل ہے۔ اور اسی طرح عادل کے حق میں بھی دلیل ہے کیونکہ اس کا کوئی معارض تو ہے نہیں۔ جبکہ ظاہری دلیل پائی جانے کی وجہ سے غالب گمان کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ ہاں البتہ جب اس قسم کا کوئی بندہ اس قسم کی کسی چیز کا مالک بننے کا اہل نہ ہو۔ تو تب اس کے لئے اس کو بیچنا مستحب ہے۔ مگر اس کے باوجود جب اس نے اس کو خرید لیا ہے۔ تو اس میں وسعت کی امید کی جاسکتی ہے کیونکہ اس کے بارے میں اعتماد دلیل شرعی ہے۔

غلام سے باندی کو ثبوت سے پہلے نہ خریدنے کا بیان

وَاِنْ كَانَ الَّذِیْ اَتَاهُ بِهَا عَبْدًا اَوْ اَمَةً لَمْ يَقْبَلْهَا وَلَمْ يَشْتَرِهَا حَتّٰى يَسْاَلَ ؛ لِاَنَّ الْمَمْلُوْكَ لَا مِلْكَ لَهُ فَيَعْلَمُ اَنَّ الْمِلْكَ فِيْهَا لِغَيْرِهِ، فَاِنْ اَخْبَرَهُ اَنَّ مَوْلَاهُ اَذِنَ لَهُ وَهُوَ ثِقَةٌ قُبِلَ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ ثِقَةً يُعْتَبَرُ اَكْبَرُ الرَّاْیِ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ رَاْیٌ لَمْ يَشْتَرِهَا لِقِيَامِ الْحَاجِرِ فَلَا بُدَّ مِنْ دَلِيْلٍ .

اور جب کسی غلام نے باندی کو یا کسی باندی نے باندی کو بیچنے کے لئے لایا ہے تو ثبوت سے پہلے وہ اس کو نہ خریدے اور نہ اس کو قبول کرے۔ کیونکہ مملوک کی کوئی ملکیت نہیں ہوا کرتی۔ پس جب یہ پتہ چل جائے کہ اس میں کسی دوسرے کی ملکیت ہے اور اس کے بعد غلام جب یہ اطلاع دے دیتا ہے کہ اس کے آقا نے اس کو ماذون بنایا ہے اور وہ خود بھی اعتماد والا ہے تو اس کی بات کو مان لیا جائے گا۔ اور جب اس کو اعتماد نہ ہو تو غالب گمان کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جب خریدار کوئی ارادہ ظاہر نہ کرسکا تو وہ اس کو نہ خریدے کیونکہ مانع پایا جارہا ہے۔ پس اس کے لئے کسی دلیل کا ہونا لازم ہے۔

ثقہ آدمی کی خبر پر طلاق وعدت کے حکم کا بیان

قَالَ (وَلَوْ اَنَّ امْرَاَةً اَخْبَرَهَا ثِقَةٌ اَنَّ زَوْجَهَا الْغَائِبَ مَاتَ عَنْهَا، اَوْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا اَوْ كَانَ غَيْرَ ثِقَةٍ

وَأَتَاهَا بِكِتَابٍ مِنْ زَوْجِهَا بِالطَّلَاقِ، وَلَا تَدْرِي أَنَّهُ كِتَابُهُ أَمْ لَا ـ

إِلَّا أَنَّ أَكْبَرَ رَأْيِهَا أَنَّهُ حَقٌّ) يَعْنِي بَعْدَ التَّحَرِّي (فَلَا بَأْسَ بِأَنْ تَعْتَدَّ ثُمَّ تَتَزَوَّجَ) ؛ لِأَنَّ الْقَاطِعَ طَارِئٌ وَلَا مُنَازِعَ، وَكَذَا لَوْ قَالَتْ لِرَجُلٍ طَلَّقَنِي زَوْجِي وَانْقَضَتْ عِدَّتِي فَلَا بَأْسَ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا وَكَذَا إِذَا قَالَتْ الْمُطَلَّقَةُ الثَّلَاثَ انْقَضَتْ عِدَّتِي وَتَزَوَّجْتُ بِزَوْجٍ آخَرَ، وَدَخَلَ بِي ثُمَّ طَلَّقَنِي وَانْقَضَتْ عِدَّتِي فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَتَزَوَّجَهَا الزَّوْجُ الْأَوَّلُ، وَكَذَا لَوْ قَالَتْ جَارِيَةٌ كُنْتُ أَمَةً لِفُلَانٍ فَأَعْتَقَنِي ؛ لِأَنَّ الْقَاطِعَ طَارِئٌ .

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب کسی ثقہ آدمی نے کسی عورت کو یہ خبر دی ہے کہ اس کا غائب خاوند فوت ہو چکا ہے یا اس نے طلاق ثلاثہ دے دی ہے اور یا پھر وہ شخص ثقہ نہیں ہے مگر وہ آدمی اس کے خاوند کا طلاق نامہ لیتے ہوئے اس کے پاس آیا ہے اور وہ عورت نہیں جانتی کہ وہ خط اس کے خاوند کا ہے یا نہیں ہے لیکن کوشش کے بعد غالب گمان کے طور پر معلوم ہوا کہ وہ خط صحیح ہے تو اس عورت کے لئے جائز ہوگا کہ وہ عدت گزار کر کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے۔ کیونکہ زوجیت کو ختم کرنے والا عارضہ ہے اور کوئی چیز اس کے معارض بھی نہیں ہے۔

اور اسی طرح جب کسی عورت نے کسی شخص سے کہا کہ میرے خاوند نے مجھ کو طلاق دے دی ہے اور میری عدت بھی مکمل ہو چکی ہے تو اس شخص کے لئے اس عورت سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

اور اسی طرح جب طلاق ثلاثہ والی عورت نے کہا ہے کہ میری عدت مکمل ہو چکی ہے میں نے دوسرے آدمی سے نکاح کیا ہے اور اس نے بھی میرے ساتھ دخول کرنے کے بعد مجھے طلاق دے دی ہے اور میری دوسری عدت بھی مکمل ہو چکی ہے تو اب پہلے شوہر کے لئے اس عورت سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جب باندی نے کہا ہے کہ میں فلاں شخص کی باندی ہوں اور اس نے مجھ کو آزاد کر دیا ہے کیونکہ یہ طاری ہونے والا قاطع ہے۔

عورت کو نکاح فاسد کی خبر دینے کا بیان

وَلَوْ أَخْبَرَهَا مُخْبِرٌ أَنَّ أَصْلَ النِّكَاحِ كَانَ فَاسِدًا أَوْ كَانَ الزَّوْجُ حِينَ تَزَوَّجَهَا مُرْتَدًّا أَوْ أَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُ حَتَّى يَشْهَدَ بِذَلِكَ رَجُلَانِ أَوْ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ .

وَكَذَا إِذَا أَخْبَرَهُ مُخْبِرٌ أَنَّكَ تَزَوَّجْتَهَا وَهِيَ مُرْتَدَّةٌ أَوْ أُخْتُكَ مِنَ الرَّضَاعَةِ لَمْ يَتَزَوَّجْ بِأُخْتِهَا أَوْ أَرْبَعٍ سِوَاهَا حَتَّى يَشْهَدَ بِذَلِكَ عَدْلَانِ ؛ لِأَنَّهُ أَخْبَرَ بِفَسَادٍ مُقَارِنٍ، وَالْإِقْدَامُ عَلَى الْعَقْدِ يَدُلُّ عَلَى صِحَّتِهِ وَإِنْكَارِ فَسَادِهِ فَثَبَتَ الْمُنَازِعُ بِالظَّاهِرِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتْ الْمَنْكُوحَةُ صَغِيرَةً فَأَخْبَرَ الزَّوْجُ أَنَّهَا ارْتَضَعَتْ مِنْ أُمِّهِ أَوْ أُخْتِهِ حَيْثُ يُقْبَلُ قَوْلُ الْوَاحِدِ فِيهِ ؛ لِأَنَّ الْقَاطِعَ طَارِئٌ، وَالْإِقْدَامُ الْأَوَّلُ لَا يَدُلُّ عَلَى انْعِدَامِهِ فَلَمْ يَثْبُتْ الْمُنَازِعُ فَافْتَرَقَا، وَعَلَى هَذَا الْحَرْفِ يَدُورُ

الْفَرْقُ .

وَلَوْ كَانَتْ جَارِيَةٌ صَغِيرَةٌ لَا تُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهَا فِي يَدِ رَجُلٍ يَدَّعِي أَنَّهَا لَهُ فَلَمَّا كَبُرَتْ لَقِيَهَا رَجُلٌ فِي بَلَدٍ آخَرَ فَقَالَتْ أَنَا حُرَّةُ الْأَصْلِ لَمْ يَسَعْهُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا لِتَحَقُّقِ الْمُنَازِعِ وَهُوَ ذُو الْيَدِ بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ .

اور جب کسی شخص نے عورت کو یہ خبر دی کہ اس کا اصل نکاح فاسد تھا یا نکاح کے وقت اس کا خاوند مرتد تھا یا وہ اس کا رضائی بھائی تھا تو اس شخص کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں اس کی شہادت نہ دے لیں۔ اور اسی طرح جب کسی خبر دینے والے بتایا ہے تم نے ارتداد والی حالت میں عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے یا تم نے اس وقت نکاح کیا تھا جبکہ وہ تمہاری رضائی بہن تھی۔ تو اب خاوند اس بیوی کی بہن یا اس کے سوا چوتھی عورت سے نکاح نہ کرے۔ حتیٰ کہ دو عادل گواہ اس کی شہادت دیں کیونکہ خبر دینے والا ایسے فساد کی اطلاع دینے والا ہے جو عقد کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور عقد پر کسی چیز کا اقدام کرنا یہ صحت عقد اور فساد کے انکار پر دلالت کرنے والا ہے۔ پس ظاہر کے مطابق جھگڑا ثابت ہو جائے گا۔

جبکہ یہ مسئلہ اس صورت میں نہ ہوگا کہ جب منکوحہ چھوٹی ہے اور خاوند کی یہ خبر دی گئی ہے کہ اس کی منکوحہ نے اس کی ماں یا اس کی بہن کا دودھ پیا ہوا ہے پس اس موقع پر ایک آدمی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ یہاں بھی قاطع طاری ہونے والا ہے۔

جبکہ پہلا اقدام یہ رضاعت نہ ہونے پر دلالت کرنے والا نہیں ہے۔ تو جھگڑا ابھی ثابت نہ ہوگا اور یہ دونوں مسائل جدا ہو جائیں گے۔ اور فرق کا دارو مدار یہی حرف ہے۔

اور جب کوئی چھوٹی باندی جو اپنی ترجمانی نہیں کر سکتی کسی شخص کے قبضہ میں ہے اور اس بندے نے یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ وہ میری ہے اور اس کے بعد جب وہ بڑی ہو گئی تو اس کو کوئی شخص ملا اس نے اس کو بتا دیا کہ میں اصل کے اعتبار سے آزاد ہوں تو اس شخص کے لئے اس سے نکاح کرنا میں وسعت نہ ہوگی۔ کیونکہ جھگڑا یعنی قبضے والا موجود ہے جبکہ یہ گزشتہ صورت کے خلاف ہے۔

شراب کی قیمت کو بطور قرض وصول کرنے میں کراہت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَاعَ الْمُسْلِمُ خَمْرًا وَأَخَذَ ثَمَنَهَا وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَإِنَّهُ يُكْرَهُ لِصَاحِبِ الدَّيْنِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ، وَإِنْ كَانَ الْبَائِعُ نَصْرَانِيًّا فَلَا بَأْسَ بِهِ) وَالْفَرْقُ أَنَّ الْبَيْعَ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ قَدْ بَطَلَ ؛ لِأَنَّ الْخَمْرَ لَيْسَ بِمَالٍ مُتَقَوِّمٍ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ فَبَقِيَ الثَّمَنُ عَلَى مِلْكِ الْمُشْتَرِي فَلَا يَحِلُّ أَخْذُهُ مِنَ الْبَائِعِ .

وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي صَحَّ الْبَيْعُ ؛ لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ فِي حَقِّ الذِّمِّيِّ فَمَلَكَهُ الْبَائِعُ فَيَحِلُّ الْأَخْذُ مِنْهُ

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب کسی مسلمان آدمی نے شراب کو فروخت کیا ہے اور اس کی قیمت لی اور اس شخص پر قرض بھی ہے تو قرض والے کا مسلمان سے قرض لینا مکروہ ہے اور اگر اسکو بیچنے والا نصرانی ہے تب کوئی حرج نہ ہوگا۔ اور ان

دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ صورت اول میں بیع باطل ہے کیونکہ مسلمان کے حق میں شراب مال متقوم نہیں ہے پس قیمت خریدار کے حق میں باقی رہنے والی ہے۔ تو بیچنے والے کے لئے اس سے وہ قیمت لینا حلال نہ ہوگا۔ جبکہ دوسری صورت بیع درست ہے کیونکہ ذمی کے حق میں شراب مال متقوم ہے پس بیچنے والا اس کا مالک بن جائے گا۔ اور اس سے وہ قیمت لینا حلال ہوگا۔

ذخیرہ اندوزی کرنے میں کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ الِاحْتِكَارُ فِي أَقْوَاتِ الْآدَمِيِّينَ وَالْبَهَائِمِ إذَا كَانَ ذَلِكَ فِي بَلَدٍ يَضُرُّ الِاحْتِكَارُ بِأَهْلِهِ وَكَذَلِكَ التَّلَقِّي .

فَأَمَّا إذَا كَانَ لَا يَضُرُّ فَلَا بَأْسَ بِهِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْجَالِبُ مَرْزُوقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ) وَلِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْعَامَّةِ، وَفِي الِامْتِنَاعِ عَنْ الْبَيْعِ إبْطَالُ حَقِّهِمْ وَتَضْيِيقُ الْأَمْرِ عَلَيْهِمْ فَيُكْرَهُ إذَا كَانَ يَضُرُّ بِهِمْ ذَلِكَ بِأَنْ كَانَتْ الْبَلْدَةُ صَغِيرَةً، بِخِلَافِ مَا إذَا لَمْ يَضُرَّ بِأَنْ كَانَ الْمِصْرُ كَبِيرًا ؛ لِأَنَّهُ حَابِسٌ مِلْكَهُ مِنْ غَيْرِ إضْرَارٍ بِغَيْرِهِ، وَكَذَلِكَ التَّلَقِّي عَلَى هَذَا التَّفْصِيلِ لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (نَهَى عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ وَعَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ)

فرمایا کہ انسانوں اور جانوروں کے غلے کو روکنا مکروہ ہے لیکن شرط یہ ہے کسی ایسے شہر میں روکا جائے کہ احتکار کرنا شہر والوں کے لئے نقصان پہنچانے والا ہے۔ اور اسی طرح تلقی بھی مکروہ ہے۔ اور جب احتکار شہر والوں کے لئے نقصان دہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان اقدس دلیل ہے کہ جلب کرنے والا مرزوق جبکہ احتکار کرنے والا ملعون ہے۔ کیونکہ اس میں بھی لوگوں کا حق متعلق ہے اور بیع سے روکنے کے سبب ان کے حق کو باطل کرنا اور معاملات میں ان پر سختی کرنا ہے۔ پس یہ نقصان کی شرط کے ساتھ مکروہ ہوگا۔ اور اس وقت ہوگا کہ جب شہر چھوٹا ہے۔ جبکہ اس مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب احتکار کرنا نقصان دہ نہ ہوا گرچہ بڑا شہر ہے۔ کیونکہ اب احتکار کرنے والا کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے بغیر اپنی ملکیت میں روکنے والا ہے۔ اور بیع تلقی میں بھی اسی طرح کی وضاحت کے حکم ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تلقی جلب اور تلقی رکبان سے منع کیا ہے۔

ریٹ چھپانے کے سبب تلقی کی کراہت کا بیان

قَالُوا هَذَا إذَا لَمْ يُلَبِّسْ الْمُتَلَقِّي عَلَى التُّجَّارِ سِعْرَ الْبَلْدَةِ .فَإِنْ لَبَّسَ فَهُوَ مَكْرُوهٌ فِي الْوَجْهَيْنِ ؛ لِأَنَّهُ غَادِرٌ بِهِمْ .وَتَخْصِيصُ الِاحْتِكَارِ بِالْأَقْوَاتِ كَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالتِّبْنِ وَالْقَتِّ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ كُلُّ مَا أَضَرَّ بِالْعَامَّةِ حَبْسُهُ فَهُوَ احْتِكَارٌ وَإِنْ كَانَ ذَهَبًا أَوْ فِضَّةً أَوْ ثَوْبًا .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ قَالَ : لَا احْتِكَارَ فِي الثِّيَابِ ؛ فَأَبُو يُوسُفَ اعْتَبَرَ حَقِيقَةَ الضَّرَرِ إذْ

هُوَ الْمُؤَثِّرُ فِي الْكَرَاهَةِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ اعْتَبَرَ الضَّرَرَ الْمَعْهُودَ الْمُتَعَارَفَ .

مشائخ فقہاء نے کہا ہے یہ مسئلہ اس وقت ہوگا کہ جب بیع تلقی کرنے والا تاجروں سے شہر کے ریٹ نہ چھپائے اور اگر اس نے ریٹ چھپائے تو پھر دونوں صورتوں میں یہ بیع مکروہ ہوگی۔ کیونکہ وہ تجار سے دھوکہ کرنے والا ہے۔ اور غلے میں گندم، جو، بھوسہ اور بریسم وغیرہ کے ساتھ احتکار کرنا میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہر وہ چیز جس کو روک لینے سے شہر والوں کے لئے نقصان ہو وہی احتکار ہوگی۔ اگر چہ وہ سونا چاندی یا کپڑا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حقیقت میں نقصان کا اعتبار کیا ہے۔ کیونکہ کراہت میں یہ چیز اثر انداز ہونے والی ہے۔ جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نقصان جو معہود اور عرف عام میں ہے اس کا اعتبار کیا ہے۔

احتکار کی مدت کے کم یا زیادہ ہونے میں حکم کا بیان

ثُمَّ الْمُدَّةُ إِذَا قَصُرَتْ لَا يَكُونُ احْتِكَارًا لِعَدَمِ الضَّرَرِ، وَإِذَا طَالَتْ يَكُونُ احْتِكَارًا مَكْرُوهًا لِتَحَقُّقِ الضَّرَرِ .

ثُمَّ قِيلَ : هِيَ مُقَدَّرَةٌ بِأَرْبَعِينَ يَوْمًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ احْتَكَرَ طَعَامًا أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَقَدْ بَرِءَ مِنَ اللَّهِ وَبَرِءَ اللَّهُ مِنْهُ) وَقِيلَ بِالشَّهْرِ ؛ لِأَنَّ مَا دُونَهُ قَلِيلٌ عَاجِلٌ، وَالشَّهْرُ وَمَا فَوْقَهُ كَثِيرٌ آجِلٌ، وَقَدْ مَرَّ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ، وَيَقَعُ التَّفَاوُتُ فِي الْمَأْثَمِ بَيْنَ أَنْ يَتَرَبَّصَ الْعِزَّةَ وَبَيْنَ أَنْ يَتَرَبَّصَ الْقَحْطَ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ، وَقِيلَ الْمُدَّةُ لِلْمُعَاقَبَةِ فِي الدُّنْيَا إِمَّا يَأْثَمُ وَإِنْ قَلَّتْ الْمُدَّةُ .وَالْحَاصِلُ أَنَّ التِّجَارَةَ فِي الطَّعَامِ غَيْرُ مَحْمُودَةٍ .

اور جب روکنے کی مدت کم ہے تو نقصان نہ ہونے کی وجہ سے احتکار نہ ہوگا اور اگر مدت لمبی ہے تو نقصان ثابت ہونے کے سبب وہ احتکار ہو کر مکروہ ہوگا۔ اور ایک قول کے مطابق اس کی مدت چالیس دن ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے چالیس دن تک غلے کو روکے رکھا تو وہ اللہ سے اور اللہ اس سے بری ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ مدت ایک مہینے کے حساب سے ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ جو مدت ہے وہ تھوڑی ہے۔ اور جلدی ہے جبکہ ایک مہینہ اس سے زیدہ ہے اور یہ آجل ہے۔ اور بحث کئی مقامات پر گزر چکی ہے۔

اور مہنگائی اور قحط کے اعتبار سے دونوں کے درمیان انتظار کرنے کی وجہ سے گناہ میں فرق ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مدت دنیاوی سزا کے مطابق ہے۔ جبکہ گناہگار وہ ہوگا خواہ اس مدت کم ہو۔ اس بحث سے حاصل یہ ہوا کہ غلے کی تجارت قابل تعریف نہیں ہے۔

زمین کا غلہ روک کر دوسرے شہر میں لانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ احْتَكَرَ غَلَّةَ ضَيْعَتِهِ أَوْ مَا جَلَبَهُ مِنْ بَلَدٍ آخَرَ فَلَيْسَ بِمُحْتَكِرٍ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّهُ خَالِصُ حَقِّهِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ حَقُّ الْعَامَّةِ : أَلَا تَرَى أَنَّ لَهُ أَنْ لَا يَزْرَعَ فَكَذَلِكَ لَهُ أَنْ لَا يَبِيعَ .وَأَمَّا

الثَّانِي فَالْمَذْكُورُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّ حَقَّ الْعَامَّةِ إِنَّمَا يَتَعَلَّقُ بِمَا جُمِعَ فِي الْمِصْرِ وَجُلِبَ إِلَى فِنَائِهَا . وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : يُكْرَهُ لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : كُلُّ مَا يُجْلَبُ مِنْهُ إِلَى الْمِصْرِ فِي الْغَالِبِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ فِنَاءِ الْمِصْرِ يَحْرُمُ الِاحْتِكَارُ فِيهِ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْعَامَّةِ بِهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْبَلَدُ بَعِيدًا لَمْ تَجْرِ الْعَادَةُ بِالْحَمْلِ مِنْهُ إِلَى الْمِصْرِ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ حَقُّ الْعَامَّةِ .

اور جس بندے نے اپنی زمین کا غلہ گوروک لیا یا وہ اس کو دوسرے شہر سے لایا ہے تو یہ احتکار مکروہ نہیں ہے جبکہ پہلا قول اس دلیل سے ہے کہ وہ خاص اسی کا حق ہے۔ جبکہ اس سے لوگوں کا حق متعلق نہیں ہے۔ کیا تم غور وفکر نہیں کرتے کہ اس کو زراعت نہ کرنے کا اختیار ہے۔ پس اسی طرح اس کو نہ بیچنے کا حق بھی ہوگا۔ جبکہ دوسرا مسئلہ کو ذکر کیا گیا ہے وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کیونکہ لوگوں کا حق اس وقت متعلق ہوگا جب شہر میں غلے کو اکٹھا کر کے شہر کی حدوں پر لے جایا جائے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حدیث کے مطلق ہونے کے سبب یہ بھی مکروہ ہے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جگہ جہاں عام طور پر شہر میں غلے کو لایا جاتا ہے وہ شہر کی حدوں میں داخل ہے اور لوگوں کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے اس میں احتکار مکروہ ہے۔ جبکہ یہی مسئلہ اس کے خلاف ہے کہ جب وہ بڑا شہر ہے اور وہاں سے غلے کو لانا رائج ہے کیونکہ اس میں لوگوں کا حق متعلق نہ ہوگا۔

بادشاہِ وقت کے لئے ریٹ مقرر کرنے کا اختیار نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَنْبَغِي لِلسُّلْطَانِ أَنْ يُسَعِّرَ عَلَى النَّاسِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُسَعِّرُوا فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ) وَلِأَنَّ الثَّمَنَ حَقُّ الْعَاقِدِ فَإِلَيْهِ تَقْدِيرُهُ ، فَلَا يَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ يَتَعَرَّضَ لِحَقِّهِ إِلَّا إِذَا تَعَلَّقَ بِهِ دَفْعُ ضَرَرِ الْعَامَّةِ عَلَى مَا نُبَيِّنُ

فرمایا کہ سلطان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ لوگوں پر ریٹ مقرر کردے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بھاؤ مقرر نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ بھاؤ مقرر کرنے والا، قبضہ کرنے والا، وسعت دینے والا اور رزق دینے والا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ قیمت یہ عقد کرنے والا کا حق ہے۔ پس اس کو معین کرنا اسی کے ذمہ پر ہوگا۔ پس امام کو اس کے حق میں دخل اندازی نہ دینا ہوگی۔ ہاں البتہ جب اس کے سبب سے لوگوں سے نقصان کو دور کرنا مقصود ہو جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

احتکار والے کے خلاف قاضی کی قضاء کا بیان

وَإِذَا رُفِعَ إِلَى الْقَاضِي هَذَا الْأَمْرُ يَأْمُرُ الْمُحْتَكِرَ بِبَيْعِ مَا فَضَلَ عَنْ قُوتِهِ وَقُوتِ أَهْلِهِ عَلَى اعْتِبَارِ السَّعَةِ فِي ذَلِكَ وَيَنْهَاهُ عَنِ الِاحْتِكَارِ ، فَإِنْ رُفِعَ إِلَيْهِ مَرَّةً أُخْرَى حَبَسَهُ وَعَزَّرَهُ عَلَى مَا يَرَى زَجْرًا لَهُ وَدَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنِ النَّاسِ ، فَإِنْ كَانَ أَرْبَابُ الطَّعَامِ يَتَحَكَّمُونَ وَيَتَعَدَّوْنَ عَنْ

الْقِيمَةِ تَعَدِّيًا فَاحِشًا، وَعَجَزَ الْقَاضِي عَنْ صِيَانَةِ حُقُوقِ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا بِالتَّسْعِيرِ فَحِينَئِذٍ لَا بَأْسَ بِهِ بِمَشْوَرَةٍ مِنْ أَهْلِ الرَّأْيِ وَالْبَصِيرَةِ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ وَتَعَدَّى رَجُلٌ عَنْ ذَلِكَ وَبَاعَ بِأَكْثَرَ مِنْهُ أَجَازَهُ الْقَاضِي، وَهَذَا ظَاهِرٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَرَى الْحَجْرَ عَلَى الْحُرِّ وَكَذَا عِنْدَهُمَا، إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْحَجْرُ عَلَى قَوْمٍ بِأَعْيَانِهِمْ .وَمَنْ بَاعَ مِنْهُمْ بِمَا قَدَّرَهُ الْإِمَامُ صَحَّ ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُكْرَهٍ عَلَى الْبَيْعِ، هَلْ يَبِيعُ الْقَاضِي عَلَى الْمُحْتَكِرِ طَعَامَهُ مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ .

قِيلَ هُوَ عَلَى الِاخْتِلَافِ الَّذِي عُرِفَ فِي بَيْعِ مَالِ الْمَدْيُونِ، وَقِيلَ يَبِيعُ بِالِاتِّفَاقِ ؛ لِأَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ يَرَى الْحَجْرَ لِدَفْعِ ضَرَرٍ عَامٍّ، وَهَذَا كَذَلِكَ .

اور اسی طرح جب قاضی تک معاملہ پہنچ گیا تو قاضی احتکار کرنے والے شخص کو اس کے اہل خانہ پر غذا میں وسعت کرنے سے زائد غلے کو بیچنے کا حکم جاری کرے گا۔ اور وہ اس کو احتکار سے منع کر دے گا۔ اور اگر اس کے بعد بھی یہی معاملہ قاضی کے ہاں دوبارہ چلا گیا تو اس بار قاضی احتکار کرنے والے قید میں ڈال دے گا۔ جس قدر وہ مناسب جانے گا اس کی بطور تعزیر سزا دے گا اور اس سے زجر و توبیخ بھی کرے گا اور وہ لوگوں سے نقصان کو دور کرے گا۔

اور اگر غلہ والوں نے تحکم کیا ہے اور وہ قیمت سے زائد قیمت وصول کرتے ہیں اور ریٹ مقرر کرنے کے بغیر قاضی مسلمانوں کو ان کا حق دلوانے سے قاصر ہے تو اب وہ اہل رائے لوگوں اور سمجھ بوجھ رکھنے والوں سے مشورہ کرے گا جس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب قاضی نے اس طرح کر لیا تو اب کوئی شخص ظلم کرتے ہوئے ریٹ سے زیادہ قیمت پر کوئی چیز فروخت کرے تو قاضی اس کی بیع جائز قرار دیدے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظاہر یہی ہے۔ کیونکہ وہ آزاد پر کسی قسم کی ممانعت کو جائز قرار نہیں دیتے۔ اور صاحبین نے بھی اسی طرح قول ظاہر ہے ہاں البتہ جب حجر کسی معین قوم کے لئے ہے اور جو بندہ حاکم کے مقرر کردہ ریٹ کے مطابق فروخت کرے تو درست ہے کیونکہ وہ بیع کرنے پر مجبور نہ ہوگا۔

اور قاضی کا احتکار والے کی اجازت کے بغیر اس کا غلہ فروخت کر سکتا ہے یا نہیں اس میں ایک قول یہ ہے یہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔ جو مدیون مال کی بیع میں مشہور اختلاف ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے وہ بہ اتفاق فروخت کر سکتا ہے۔ کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عام نقصان کو دور کرنے کے لئے حجر جائز سمجھا جاتا ہے اور یہ بھی اسی طرح کا مسئلہ ہے۔

فتنے کے دنوں میں اسلحہ فروخت کرنے کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ بَيْعُ السِّلَاحِ فِي أَيَّامِ الْفِتْنَةِ) مَعْنَاهُ مِمَّنْ يُعْرَفُ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْفِتْنَةِ ؛ لِأَنَّهُ تَسْبِيبٌ إِلَى الْمَعْصِيَةِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي السِّيَرِ، وَإِنْ كَانَ لَا يُعْرَفُ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْفِتْنَةِ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ ؛ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ لَا يَسْتَعْمِلَهُ فِي الْفِتْنَةِ فَلَا يُكْرَهُ بِالشَّكِّ .

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الْعَصِيرِ مِمَّنْ يُعْلَمُ أَنَّهُ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا) ؛ لِأَنَّ الْمَعْصِيَةَ لَا تُقَامُ بِعَيْنِهِ بَلْ بَعْدَ

تَغْيِيرِهِ، بِخِلَافِ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي أَيَّامِ الْفِتْنَةِ لِأَنَّ الْمَعْصِيَةَ تَقُومُ بِعَيْنِهِ .

فرمایا کہ ایام فتنہ میں اسلحہ کی بیع مکروہ ہے اس کا حکم یہ ہے جس بندے کے بارے میں یہ پتہ چل جائے کہ وہ اہل فتنہ میں سے ہے۔ کیونکہ یہ نافرمانی کا سبب بنے گا۔ اور کتاب سیر میں اس کو ہم نے بیان کردیا ہے۔ اور جب یہ معلوم ہو کہ وہ اہل فتن سے نہیں ہے۔ تو اب اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے وہ اس اسلحہ کو فتنے میں استعمال ہی نہ کرے گا۔ پس شک کے سبب اس کی بیع مکروہ نہ ہوگی۔

اور جب کسی بندے کے بارے میں یہ یقین ہو جائے کہ وہ انگور کے شیرے کی شراب بنائے گا تو اس کے ساتھ انگور کے شیرے کی بیع کرنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ عین عصیر کے ساتھ نافرمانی متعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کو تبدیل کرنے کے بعد نافرمانی متعلق ہوتی ہے۔ جبکہ ایام فتنہ میں بیع اسلحہ کے یہ مسئلہ خلاف ہے کیونکہ وہاں نافرمانی عین اسلحہ کے ساتھ متعلق ہے۔

کنیسہ وگرجا بنانے والے کو مکان کرائے پر دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَجَّرَ بَيْتًا لِيُتَّخَذَ فِيهِ بَيْتُ نَارٍ أَوْ كَنِيسَةٌ أَوْ بِيعَةٌ أَوْ يُبَاعُ فِيهِ الْخَمْرُ بِالسَّوَادِ فَلَا بَأْسَ بِهِ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : لَا يَنْبَغِي أَنْ يُكْرِيَهُ لِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ ؛ لِأَنَّهُ إِعَانَةٌ عَلَى الْمَعْصِيَةِ .

وَلَهُ أَنَّ الْإِجَارَةَ تَرِدُ عَلَى مَنْفَعَةِ الْبَيْتِ، وَلِهٰذَا تَجِبُ الْأُجْرَةُ بِمُجَرَّدِ التَّسْلِيمِ، وَلَا مَعْصِيَةَ فِيهِ، وَإِنَّمَا الْمَعْصِيَةُ بِفِعْلِ الْمُسْتَأْجِرِ، وَهُوَ مُخْتَارٌ فِيهِ فَقَطَعَ نِسْبَتَهُ عَنْهُ، وَإِنَّمَا قَيَّدَهُ بِالسَّوَادِ لِأَنَّهُمْ لَا يُمَكَّنُونَ مِنْ اتِّخَاذِ الْبِيَعِ وَالْكَنَائِسِ وَإِظْهَارِ بَيْعِ الْخُمُورِ وَالْخَنَازِيرِ فِي الْأَمْصَارِ لِظُهُورِ شَعَائِرِ الْإِسْلَامِ فِيهَا .

بِخِلَافِ السَّوَادِ .قَالُوا : هٰذَا كَانَ فِي سَوَادِ الْكُوفَةِ، لِأَنَّ غَالِبَ أَهْلِهَا أَهْلُ الذِّمَّةِ .فَأَمَّا فِي سَوَادِنَا فَأَعْلَامُ الْإِسْلَامِ فِيهَا ظَاهِرَةٌ فَلَا يُمَكَّنُونَ فِيهَا أَيْضًا، وَهُوَ الْأَصَحُّ .

اور جب کسی شخص نے دیہات میں کوئی مکان کسی ایسے بندے کو کرائے پر دیا کہ وہ اس میں آتش کدہ بنائے یا کنیسہ بنائے یا گرجا بنائے یا وہ اس میں شراب کی بیع کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ امام صاحب کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ ان میں سے کسی چیز کے لئے بھی مکان کو کرائے دینا درست نہیں ہے کیونکہ یہ نافرمانی پر مدد کرنا ہے۔

امام صاحب کی دلیل یہ ہے یہ گھر کی منافعت پر اجارہ ہے کیونکہ اسی دلیل کے سبب محض گھر کو حوالے کرنے سے کرایہ واجب ہو جاتا ہے۔ جبکہ اجارہ میں کوئی معصیت نہیں ہے۔ جبکہ معصیت یہ فعل مستاجر سے ہے اور اس کو اس کے بارے میں اختیار بھی ہے پس اجارہ سے معصیت کا تعلق ختم ہو چکا ہے۔

اور اس مسئلہ میں دیہات کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کیونکہ شہروں میں کفار کے لئے گرجا گھر یا کنیسہ بنانے پر قدرت نہیں

ہوتی اور نہ سرعام شراب اور نہ خنزیر کی بیع ممکن ہوتی ہے۔ کیونکہ شہروں میں اسلام کا غلبہ ہوتا ہے۔ جبکہ گاؤں میں ایسا نہیں ہوتا۔
مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ مسئلہ سواد کوفہ سے متعلق ہے کیونکہ اس میں اکثر رہنے والے ذمی ہیں البتہ جہاں تک ہمارے دیہاتوں کا مسئلہ ہے تو ان میں اسلام کے علم کا غلبہ ہے پس کفار ہمارے دیہاتوں میں ان چیزوں کو بنانے پر قادر نہ ہوں گے اور زیادہ صحیح یہی ہے۔

شراب کو اٹھا کر اجرت لینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَمَلَ لِذِمِّيٍّ خَمْرًا فَإِنَّهُ يَطِيبُ لَهُ الْأَجْرُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: يُكْرَهُ لَهُ ذَلِكَ) ؛ لِأَنَّهُ إعَانَةٌ عَلَى الْمَعْصِيَةِ، وَقَدْ صَحَّ " أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَعَنَ فِي الْخَمْرِ عَشْرًا حَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَ إلَيْهِ " لَهُ أَنَّ الْمَعْصِيَةَ فِي شُرْبِهَا وَهُوَ فِعْلُ فَاعِلٍ مُخْتَارٍ، وَلَيْسَ الشُّرْبُ مِنْ ضَرُورَاتِ الْحَمْلِ وَلَا يُقْصَدُ بِهِ، وَالْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى الْحَمْلِ الْمَقْرُونِ بِقَصْدِ الْمَعْصِيَةِ .

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے کسی ذمی کو شراب کو اٹھایا اور اس پر اس سے اجرت لی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ امام صاحب کا موقف ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ اس کے لئے اجرت لینا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ معصیت پر مدد کرنا ہے اور صحیح حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شراب والے بارے میں ارشاد فرمایا کہ دس بندوں پر لعنت ہے اور ان میں شراب کو اٹھانے والا اور اس کو اٹھوانے والا بھی ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ گناہ شراب کو پینے میں ہے اور شراب کا پینا یہ فاعل کا اختیار کردہ عمل ہے جبکہ پینا یہ اٹھوانے کے کاموں میں سے نہیں ہے۔ جبکہ اٹھوانے والے کا یہ مقصد ہی نہیں ہے جبکہ یہ حدیث اس مقام کے لئے ہے کہ جب کسی شخص معصیت کے ارادے سے شراب اٹھوائی ہے۔

شہر مکہ میں گھروں کی عمارتوں کو بیچنے میں حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ بِنَاءِ بُيُوتِ مَكَّةَ، وَيُكْرَهُ بَيْعُ أَرْضِهَا) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَقَالَا: لَا بَأْسَ بِبَيْعِ أَرْضِهَا أَيْضًا .وَهَذَا رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّهَا مَمْلُوكَةٌ لَهُمْ لِظُهُورِ الِاخْتِصَاصِ الشَّرْعِيِّ بِهَا فَصَارَ كَالْبِنَاءِ .وَلِأَبِي حَنِيفَةَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَلَا إنَّ مَكَّةَ حَرَامٌ لَا تُبَاعُ رِبَاعُهَا وَلَا تُورَثُ) وَلِأَنَّهَا حُرَّةٌ مُحْتَرَمَةٌ لِأَنَّهَا فِنَاءُ الْكَعْبَةِ .

وَقَدْ ظَهَرَ آيَةُ أَثَرِ التَّعْظِيمِ فِيهَا حَتَّى لَا يُنَفَّرَ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَوْكُهَا، فَكَذَا فِي حَقِّ الْبَيْعِ، بِخِلَافِ الْبِنَاءِ ؛ لِأَنَّهُ خَالِصُ مِلْكِ الْبَانِي .

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے مکہ شریف میں گھروں کی عمارتوں کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس کی زمین کو بیچنا مکروہ ہے اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ مکہ کی زمین کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام صاحب سے بھی ایک روایت اسی طرح بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ انہی کی ملکیت ہے اور اس کے ساتھ شریعت کی جانب سے خاص ہونا بھی ثابت ہے پس یہ بھی عمارتوں کی طرح ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مکہ حرام ہے نہ اس کی زمین کو فروخت کیا جائے اور نہ اس میں وراثت کو جاری کیا جائے کیونکہ کعبہ کے حدود کے سبب یہ زمین مکہ بھی حرام اور احترام والی ہے۔ اور اس پر عظمت کا اثر واضح ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ مکہ میں شکار نہ کیا جائے اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے۔ اور نہ ہی اس کے کانٹے کو توڑا جائے تو یہ حکم بیع کے متعلق بھی اسی طرح ہوگا جبکہ عمارت میں ایسا نہ ہوگا کیونکہ اس میں خاص بنانے والے کی ملکیت موجود ہے۔

زمین مکہ کو اجارے پر دینے میں کراہت کا بیان

وَيُكْرَهُ إِجَارَتُهَا أَيْضًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ آجَرَ أَرْضَ مَكَّةَ فَكَأَنَّمَا أَكَلَ الرِّبَا) وَلِأَنَّ أَرَاضِيَ مَكَّةَ تُسَمَّى السَّوَائِبَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ احْتَاجَ إِلَيْهَا سَكَنَهَا وَمَنْ اسْتَغْنَى عَنْهَا أَسْكَنَ غَيْرَهُ

اور مکہ مکرمہ کی زمین کو اجارے پر دینا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مکہ شریف کی زمین کو کرائے پر دیا تو وہ سودخوری کرنے والا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مکہ شریف کی زمین نبی کریم ﷺ کے زمانے میں سوائب سے معروف تھی کیونکہ وہاں ضرورت مند رہا کرتے تھے۔ اور جو شخص اس زمین سے بے پرواہ ہوا تو اس کے سوا اس میں رہے گا۔

بقال کے لئے نفع اٹھانے میں کراہت کا بیان

(وَمَنْ وَضَعَ دِرْهَمًا عِنْدَ بَقَّالٍ يَأْخُذُ مِنْهُ مَا شَاءَ يُكْرَهُ لَهُ ذَلِكَ) ؛ لِأَنَّهُ مَلَّكَهُ قَرْضًا جَرَّ بِهِ نَفْعًا، وَهُوَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ مَا شَاءَ حَالًا فَحَالًا .

(وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا)، وَيَنْبَغِي أَنْ يَسْتَوْدِعَهُ ثُمَّ يَأْخُذَ مِنْهُ مَا شَاءَ جُزْءًا فَجُزْءًا ؛ لِأَنَّهُ وَدِيعَةٌ وَلَيْسَ بِقَرْضٍ، حَتَّى لَوْ هَلَكَ لَا شَيْءَ عَلَى الْآخِذِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اور جس شخص نے سبزی بیچنے والے آدمی کے پاس ایک درہم رکھا کہ وہ جب چاہے گا اس سے واپس لے گا تو اس کے لئے اس طرح کرنا مکروہ ہے کیونکہ رکھنے والے نے بقال کو اس کی ملکیت میں دیکر نفع حاصل کیا ہے اور نفع یہ ہے کہ وہ حسب موقع جب چاہے گا اس کو لے گا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فائدے کی جانب کھینچنے والے قرض سے منع کیا ہے اور یہ بھی مناسب ہے کہ درہم کا مالک بقال کے ہاں درہم کو ودیعت کے طور پر رکھ دے۔ اس کے بعد مرضی کے مطابق کچھ کچھ اس سے وصول کرتا رہے۔ کیونکہ یہ اب ودیعت ہے یہ قرض نہیں ہے۔ حتیٰ کہ جب درہم ہلاک ہو جائے تو اس لینے والے آدمی یعنی بقال پر کوئی ضمان لازم نہ ہوگا۔

مَسَائِلُ مُتَفَرِّقَةٌ

مسائل منثورہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتیٰ ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثور متفرقہ یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۳۲۸، حقانیہ ملتان)

قرآن میں نقطے واشارے لگانے میں کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ التَّعْشِيرُ وَالنَّقْطُ فِي الْمُصْحَفِ) لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : جَرِّدُوا الْقُرْآنَ .وَيُرْوَى : جَرِّدُوا الْمَصَاحِفَ .وَفِي التَّعْشِيرِ وَالنَّقْطِ تَرْكُ التَّجْرِيدِ .

وَلِأَنَّ التَّعْشِيرَ يُخِلُّ بِحِفْظِ الْآيِ وَالنَّقْطُ بِحِفْظِ الْإِعْرَابِ اتِّكَالًا عَلَيْهِ فَيُكْرَهُ .قَالُوا : فِي زَمَانِنَا لَا بُدَّ لِلْعَجَمِ مِنْ دَلَالَةٍ .فَتَرْكُ ذٰلِكَ إِخْلَالٌ بِالْحِفْظِ وَهِجْرَانٌ لِلْقُرْآنِ فَيَكُونُ حَسَنًا .

فرمایا کہ قرآن مجید میں نشان لگانا اور نقطے لگانا مکروہ ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن کو خالی چھوڑ دو۔ اور ایک دوسری روایت میں بھی اسی طرح ہے کہ اس کو خالی چھوڑ دو۔ جبکہ نقطے لگانے اور علامت لگانے میں خالی نہ چھوڑ جا سکے گا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ علامت لگانے کے سبب آیات کو یاد رکھنے میں خلل اندازی ہوگی جبکہ نقطوں کی وجہ سے اعراب کو یاد رکھنے میں حرج ہوگا۔ اور انہی پر بھروسہ کرنے کا سبب بھی دلیل ہے پس یہ دونوں مکروہ ہوئے۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ ہمارے دور عجمیوں کے لئے علامت لگانا ضروری ہے کیونکہ ان کے ہاں علامت کو ترک کرنے کی وجہ سے قرآن کو یاد رکھنے میں خلل اندازی اور ترک قرآن کی وجہ بنے گا۔ پس یہ اچھا ہوگا۔

مصحف و مساجد کو سجانے میں حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِتَحْلِيَةِ الْمُصْحَفِ) لِمَا فِيهِ مِنْ تَعْظِيمِهِ .وَصَارَ كَنَقْشِ الْمَسْجِدِ وَتَزْيِينِهِ بِمَاءِ الذَّهَبِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَدْخُلَ أَهْلُ الذِّمَّةِ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يُكْرَهُ ذٰلِكَ ۔ وَقَالَ مَالِكٌ ۔ يُكْرَهُ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ .

لِلشَّافِعِيِّ قَوْلُهُ تَعَالَى (إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا) وَلِأَنَّ الْكَافِرَ لَا يَخْلُو عَنْ جَنَابَةٍ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَغْتَسِلُ اغْتِسَالًا يُخْرِجُهُ عَنْهَا، وَالْجُنُبُ يُجَنَّبُ الْمَسْجِدَ، وَبِهَذَا يَحْتَجُّ مَالِكٌ، وَالتَّعْلِيلُ بِالنَّجَاسَةِ عَامٌّ فَيَنْتَظِمُ الْمَسَاجِدَ كُلَّهَا.

وَلَنَا مَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنْزَلَ وَفْدَ ثَقِيفٍ فِي مَسْجِدِهِ وَهُمْ كُفَّارٌ) وَلِأَنَّ الْخُبْثَ فِي اعْتِقَادِهِمْ فَلَا يُؤَدِّي إِلَى تَلْوِيثِ الْمَسْجِدِ .

وَالْآيَةُ مَحْمُولَةٌ عَلَى الْحُضُورِ اسْتِيلَاءً وَاسْتِعْلَاءً أَوْ طَائِفِينَ عُرَاةً كَمَا كَانَتْ عَادَتُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ .

فرمایا کہ مصحف کو سجانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے اس کا ادب ہے اور یہ مسجد کو سونے کے پانی سے سجانے اور اس کی آرائش کرنے کی طرح ہو جائے گا۔ اور ہم نے اس سے پہلے بھی اس کو بیان کر دیا ہے۔

اہل ذمہ کے لئے مسجد میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہر مسجد میں ان کا داخلہ مکروہ ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے" بے شک مشرک نجس ہیں پس وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ کافر جنابت سے خالی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ جنابت کا غسل کرنے والا نہیں ہوتا۔ اور جنبی کو مسجد سے دور رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے بھی اسی سے استدلال کرتے ہوئے مکروہ کہا ہے۔ اور نجاست کا ہونا علت عامہ ہے جو ساری مسجدوں کو شامل ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وفد ثقیف کو اپنی مسجد میں ٹھہرایا جبکہ وہ سب کافر تھے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ خباثت ان کے نظریے میں ہوتی ہے پس وہ مسجد کو ملوث کرنے کا سبب نہ بنے گی۔ جبکہ بیان کردہ قرآن میں جو آیت ہے وہ بوقت غلبہ اور بلندی اسلام پر محمول ہے یا پھر ننگے طواف کرنے کی نیت میں اس کو محمول کیا جائے گا جس طرح دور جاہلیت میں کافروں کی عادت تھی۔

اہل خصّی سے خدمت لینے میں کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ اسْتِخْدَامُ الْخُصْيَانِ) ؛ لِأَنَّ الرَّغْبَةَ فِي اسْتِخْدَامِهِمْ حَثُّ النَّاسِ عَلَى هَذَا الصَّنِيعِ وَهُوَ مُثْلَةٌ مُحَرَّمَةٌ

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِخِصَاءِ الْبَهَائِمِ وَإِنْزَاءِ الْحَمِيرِ عَلَى الْخَيْلِ) ؛ لِأَنَّ فِي الْأَوَّلِ مَنْفَعَةً لِلْبَهِيمَةِ وَالنَّاسِ .

وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَكِبَ الْبَغْلَةَ) فَلَوْ كَانَ هَذَا الْفِعْلُ حَرَامًا لَمَا رَكِبَهَا لِمَا فِيهِ مِنْ فَتْحِ بَابِهِ .

فرمایا کہ خنثی قسم کے لوگوں سے خدمت لینا مکروہ ہے کیونکہ ان سے خدمت کروانے کے سبب لوگوں ایسے فعل کی جانب رغبت ہوگی۔ حالانکہ وہ مثلہ ہے اور حرام ہے۔ (خصی ہونے کے بارے میں اسلام میں ممانعت ہے)۔

اور جانوروں کو خصی کرنے اور گدھے کو گھوڑی پر سوار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں جانور اور لوگوں کے لئے فائدہ ہے۔ اور یہ بات درست ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خچر پر سواری کی ہے۔ اور اگر یہ فعل حرام ہوتا تو آپ ﷺ خچر پر سواری نہ کرتے کیونکہ اس طرح اس بات کو عام کرنے لازم آئے گا۔

مصلحت پسند اہل کتاب کی عیادت کرنے میں حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِعِيَادَةِ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ) ؛ لِأَنَّهُ نَوْعُ بِرٍّ فِي حَقِّهِمْ، وَمَا نُهِينَا عَنْ ذَلِكَ، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَادَ يَهُودِيًّا مَرِضَ بِجِوَارِهِ) .

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہود ونصاریٰ کی عیادت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ ان کے حق میں ایک احسان ہے۔ جس سے ہم کو منع نہیں کیا گیا اور صحیح یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی کی عیادت کی ہے جو آپ ﷺ کے ہمسائیگی میں رہتا تھا۔

دعا کے طریقہ مکروہ عدم مکروہ کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ فِي دُعَائِهِ : أَسْأَلُك بِمَعْقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِك) وَلِلْمَسْأَلَةِ عِبَارَتَانِ : هَذِهِ، وَمَقْعَدُ الْعِزِّ، وَلَا رَيْبَ فِي كَرَاهَةِ الثَّانِيَةِ ؛ لِأَنَّهُ مِنْ الْقُعُودِ، وَكَذَا الْأُولَى ؛ لِأَنَّهُ يُوهِمُ تَعَلُّقَ عِزِّهِ بِالْعَرْشِ وَهُوَ مُحْدَثٌ وَاللَّهُ تَعَالَى بِجَمِيعِ صِفَاتِهِ قَدِيمٌ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ .وَبِهِ أَخَذَ الْفَقِيهُ أَبُو اللَّيْثِ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ مَأْثُورٌ عَنْ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

رُوِيَ أَنَّهُ كَانَ مِنْ دُعَائِهِ (اللَّهُمَّ إنِّي أَسْأَلُك بِمَعْقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِك ؛ وَمُنْتَهَى الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِك، وَبِاسْمِك الْأَعْظَمِ وَجَدِّك الْأَعْلَى وَكَلِمَاتِك التَّامَّةِ) وَلَكِنَّا نَقُولُ : هَذَا خَبَرُ وَاحِدٍ فَكَانَ الِاحْتِيَاطُ فِي الِامْتِنَاعِ (وَيُكْرَهُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ فِي دُعَائِهِ بِحَقِّ فُلَانٍ أَوْ بِحَقِّ أَنْبِيَائِك وَرُسُلِك) ؛ لِأَنَّهُ لَا حَقَّ لِلْمَخْلُوقِ عَلَى الْخَالِقِ .

فرمایا کہ کسی شخص کے لئے اس طرح دعا مانگنا مکروہ ہے کہ میں تجھ سے عرش کی عزت کا واسطہ دیکر سوال کر رہا ہوں اور اس مسئلہ میں دو الفاظ یہ بھی ہیں۔ اسلک اور دوسرا مقعد عز اس میں دوسرے لفظ کی کراہت میں شک نہیں ہے کیونکہ یہ قعود سے بنا ہے اور اسی طرح پہلی عبارت بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے عرش کریم کی شان میں وہم ڈالنے والا ہے۔ حالانکہ عرش محدث ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفات کے ساتھ قدیم ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایسی دعا میں کوئی حرج نہیں ہے اور فقیہ ابولیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا گیا ہے۔ اور اس روایت میں آتا ہے کہ یہ بھی آپ دعا کے کلمات میں سے ہیں۔ کہ اے اللہ! میں تجھ سے عرش کی گرہ بندی کا، کتاب کی انتہاء کا اور اسم اعظم کا اور تیری عظیم کبریائی کا اور کلمات تامہ کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے پس اس طرح واسطے دیکر سوال کرنے میں احتیاط ہے۔ اور اپنی دعا میں " بِحَقِّ فُلَانٍ اَوْ بِحَقِّ اَنْبِیَاؤِكَ وَرُسُلِكَ" کہنا مکروہ ہے کیونکہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے۔

شطرنج وچودہ گوٹی وغیرہ کھیلنے کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ اللَّعِبُ بِالشِّطْرَنْجِ وَالنَّرْدِ وَالْاَرْبَعَةَ عَشَرَ وَكُلِّ لَهْوٍ) ؛ لِاَنَّهُ اِنْ قَامَرَ بِهَا فَالْمَيْسِرُ حَرَامٌ بِالنَّصِّ وَهُوَ اسْمٌ لِكُلِّ قِمَارٍ، وَاِنْ لَمْ يُقَامِرْ فَهُوَ عَبَثٌ وَلَهْوٌ .

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَهْوُ الْمُؤْمِنِ بَاطِلٌ اِلَّا الثَّلَاثَ : تَاْدِيبُهُ لِفَرَسِهِ، وَمُنَاضَلَتُهُ عَنْ قَوْسِهِ، وَمُلَاعَبَتُهُ مَعَ اَهْلِهِ) وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ : يُبَاحُ اللَّعِبُ بِالشِّطْرَنْجِ لِمَا فِيهِ مِنْ تَشْحِيذِ الْخَوَاطِرِ وَتَذْكِيَةِ الْاَفْهَامِ، وَهُوَ مَحْكِيٌّ عَنِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

لَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ لَعِبَ بِالشِّطْرَنْجِ وَالنَّرْدَشِيرِ فَكَاَنَّمَا غَمَسَ يَدَهُ فِي دَمِ الْخِنْزِيرِ) وَلِاَنَّهُ نَوْعُ لَعِبٍ يَصُدُّ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الْجُمَعِ وَالْجَمَاعَاتِ فَيَكُونُ حَرَامًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَا اَلْهَاكَ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مَيْسِرٌ) ثُمَّ اِنْ قَامَرَ بِهِ تَسْقُطُ عَدَالَتُهُ، وَاِنْ لَمْ يُقَامِرْ لَا تَسْقُطُ؛ لِاَنَّهُ مُتَاَوِّلٌ فِيهِ .

وَكَرِهَ اَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ التَّسْلِيمَ عَلَيْهِمْ تَحْذِيرًا لَهُمْ، وَلَمْ يَرَ اَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِهِ بَاْسًا لِيَشْغَلَهُمْ عَمَّا هُمْ فِيهِ .

فرمایا کہ شطرنج اور چودہ گوٹی وغیرہ کھیلوں کا کھیلنا مکروہ ہے۔ کیونکہ جب کھیلنے والا جب ان کے ذریعے جوا کھیلے تو وہ نص قرآنی کے مطابق حرام ہے اور ہر قمار میسر کا نام ہے اور جب وہ جوانہ کھیلے تو یہ عبث وفضول ہے اور لہو ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزوں کے سوا مؤمن کے لئے ہر چیز لہو باطل ہے۔ (۱) مؤمن کے لئے اپنے گھوڑے کو طریقہ سکھلاتا ہے (۲) اپنی کمان سے تیر چلاتا ہے (۳) اپنی بیوی سے ساتھ کھیلاتا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے شطرنج مباح ہے کیونکہ اس سے ان کا ذہن ودماغ تیز ہوتا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے۔

ہماری دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ جس شخص نے شطرنج ،نرد اور نردشیر کھیلا تو گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے خون

میں ڈبو دیا ہے۔ کیونکہ شطرنج بھی ایک طرح کا کھیل ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر، جمعہ اور نمازوں کی باجماعت ادائیگی سے غفلت دلوانے والا ہے۔ پس یہ حرام ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز تجھے اللہ کے ذکر سے غافل کردے وہ میسر ہے۔ اور اس کے بعد جب اس نے جوا کھیل لیا ہے تو اس میں عدل کا ہونا بھی ساقط ہو جائے گا۔ اور جب اس نے جوا نہ کھیلا تو اس کی عدالت ساقط نہ ہوگی۔ کیونکہ اس میں تاویل کرنے والا ہے۔ (لہٰذا جواممنوع ہوا)

صاحبین نے کہا ہے شطرنج کھیلنے والوں کو خبردار کرنے کے باوجود ان سے سلام کرنا پسند نہیں کیا گیا جبکہ امام صاحب کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ان کو شطرنج سے غافل کرے۔

تاجر غلام کا ہدیہ و دعوت کو قبول کرنے میں حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِقَبُولِ هَدِيَّةِ الْعَبْدِ التَّاجِرِ وَإِجَابَةِ دَعْوَتِهِ وَاسْتِعَارَةِ دَابَّتِهِ .وَتُكْرَهُ كِسْوَتُهُ الثَّوْبَ وَهَدِيَّتُهُ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيرَ) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ .وَفِي الْقِيَاسِ : كُلُّ ذَلِكَ بَاطِلٌ ؛ لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ وَالْعَبْدُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَبِلَ هَدِيَّةَ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ كَانَ عَبْدًا، وَقَبِلَ هَدِيَّةَ بَرِيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَكَانَتْ مُكَاتَبَةً) وَأَجَابَ رَهْطٌ مِنْ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ دَعْوَةَ مَوْلَى أَبِي أُسَيْدٍ وَكَانَ عَبْدًا، وَلِأَنَّ فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ ضَرُورَةً لَا يَجِدُ التَّاجِرُ بُدًّا مِنْهَا، وَمَنْ مَلَكَ شَيْئًا يَمْلِكُ مَا هُوَ مِنْ ضَرُورَاتِهِ، وَلَا ضَرُورَةَ فِي الْكِسْوَةِ وَإِهْدَاءِ الدَّرَاهِمِ فَبَقِيَ عَلَى أَصْلِ الْقِيَاسِ .

فرمایا کہ تاجر غلام کا ہدیہ قبول کرنا اور اس کی دعوت قبول کرنا اور اسی طرح اس کو سواری کو عاریت پر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں البتہ غلام کا کپڑا پہنانا اور دراہم و دیناروں کا ہدیہ قبول کرنا مکروہ ہے اور یہ استحسان کی دلیل سے ہے جبکہ قیاس کے مطابق یہ سب باطل ہیں کیونکہ یہ احسان ہیں اور غلام کسی احسان کا اہلیت رکھنے والا ہی نہیں ہے۔

اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غلامی کی حالت میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ہدیہ قبول کیا ہے اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا ہدیہ بھی آپ ﷺ نے قبول کیا تھا۔ حالانکہ وہ حالت مکاتبت میں تھیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ کے غلام کی دعوت کو قبول کیا ہے۔ حالانکہ اس وقت وہ غلام تھے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ان چیزوں میں اس قسم کی ضرورت ہے کہ تاجر کو اس سے نجات نہیں ہے اور جو بندہ کسی چیز کا مالک بن جاتا ہے تو بندہ اس کے لوازمات کا مالک بھی بن جانے والا ہے۔ جبکہ کپڑا پہنانے میں اور دراہم و دیناروں کا ہدیہ کرنے میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پس اس کو اصل پر قیاس کیا جائے گا۔

لقیط کے ذریعے قبضہ سے ہبہ وصدقہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ فِيْ يَدِهِ لَقِيطٌ لَا اَبَ لَهُ فَإِنَّهُ يَجُوزُ قَبْضُهُ الْهِبَةَ وَالصَّدَقَةَ لَهُ) وَاَصْلُ هٰذَا اَنَّ التَّصَرُّفَ عَلَى الصِّغَارِ اَنْوَاعٌ ثَلَاثَةٌ : نَوْعٌ هُوَ مِنْ بَابِ الْوِلَايَةِ لَا يَمْلِكُهُ اِلَّا مَنْ هُوَ وَلِيٌّ كَالْاِنْكَاحِ وَالشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ لِاَمْوَالِ الْقُنْيَةِ ؛ لِاَنَّ الْوَلِيَّ هُوَ الَّذِيْ قَامَ مَقَامَهُ بِاِنَابَةِ الشَّرْعِ، وَنَوْعٌ آخَرُ مَا كَانَ مِنْ ضَرُوْرَةِ حَالِ الصِّغَارِ وَهُوَ شِرَاءُ مَا لَا بُدَّ لِلصَّغِيْرِ مِنْهُ وَبَيْعُهُ وَاِجَارَةُ الْاَظْآرِ .

وَذٰلِكَ جَائِزٌ مِمَّنْ يَعُوْلُهُ وَيُنْفِقُ عَلَيْهِ كَالْاَخِ وَالْعَمِّ وَالْاُمِّ وَالْمُلْتَقِطِ اِذَا كَانَ فِيْ حِجْرِهِمْ . وَاِذَا مَلَكَ هٰؤُلَاءِ هٰذَا النَّوْعَ فَالْوَلِيُّ اَوْلٰى بِهِ، اِلَّا اَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ فِيْ حَقِّ الْوَلِيِّ اَنْ يَكُوْنَ الصَّبِيُّ فِيْ حِجْرِهِ، وَنَوْعٌ ثَالِثٌ مَا هُوَ نَفْعٌ مَحْضٌ كَقَبُوْلِ الْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْقَبْضِ، فَهٰذَا يَمْلِكُهُ الْمُلْتَقِطُ وَالْاَخُ وَالْعَمُّ وَالصَّبِيُّ بِنَفْسِهِ اِذَا كَانَ يَعْقِلُ، لِاَنَّ اللَّائِقَ بِالْحِكْمَةِ فَتْحُ بَابِ مِثْلِهِ نَظَرًا لِلصَّبِيِّ فَيَمْلِكُ بِالْعَقْلِ وَالْوِلَايَةِ وَالْحِجْرِ وَصَارَ بِمَنْزِلَةِ الْاِنْفَاقِ .

اور جب کسی شخص کے قبضہ میں کوئی بغیر باپ کے لقیط ہے اور اس بندے کے لئے لقیط کے ذریعے سے اس کو ہبہ اور صدقہ کرنا جائز ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ چھوٹوں پر تین طرح کا تصرف ہوتا ہے۔

(۱) ایک باپ کی ولایت کا تصرف ہے۔ جس کا مالک صرف اس کا ولی ہوتا ہے۔ جس طرح نکاح کرنا ہے اور جمع شدہ مال کی خرید وفروخت کا حکم ہے۔ کیونکہ اس بچے کے قائم مقام وہی ولی ہے اور شریعت نے اس کو قائم مقام بنایا ہے۔

(۲) اس کی دوسری قسم بچوں کی ضرورت ہے یعنی بچے کے لئے ضروری اشیاء کی بیع کرنا ہے اور دایہ کو مزدوری دینا ہے اور یہ ان لوگوں کی جانب سے جائز ہے جو اس بچے کی پرورش کرنے والے ہیں۔ اور اس پر خرچ کرنے والے ہیں جس طرح بھائی، چچا، ماں اور لقیط کو اٹھانے والا ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ بچہ انہی کی گود میں ہو۔ اور جب اس قسم کے لوگ بچے کے مالک بن سکتے ہیں تو بچے کی ولی بدرجہ اولیٰ اس کے مالک بن سکتے ہیں۔ پس ولی کے لئے بچے کا اس کی گود میں ہونے کی کوئی شرط نہ ہوگی۔

(۳) اور تیسری قسم میں صرف فائدہ ہے۔ جس طرح صدقے اور ہدیے کو قبول کرنا ہے اور قبضہ کرنا ہے پس اس میں لقیط کو اٹھانے والا، بھائی، چچا اور بچہ خود متصرف ہوگا لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ بچہ سمجھدار ہو۔ یہ سب اس کے مالک بن جائیں گے۔ کیونکہ اس حکمت کا سبب یہ ہے کہ بچے کے فائدے کے لئے اس ترقی کا کوئی دروازہ کھولا جائے۔ پس بچے میں عقلمندی، ولایت سے پرورش سے انسان اس کا مالک بن جائے گا۔ اور یہ خرچ کرنے کی طرح بن جائے گا۔

لقیط کو اجارے پر دینے کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ لِلْمُلْتَقِطِ أَنْ يُؤَاجِرَهُ، وَيَجُوزُ لِلْأُمِّ أَنْ تُؤَاجِرَ ابْنَهَا إذَا كَانَ فِي حِجْرِهَا وَلَا يَجُوزُ لِلْعَمِّ) ؛ لِأَنَّ الْأُمَّ تَمْلِكُ إتْلَافَ مَنَافِعِهِ بِاسْتِخْدَامٍ، وَلَا كَذَلِكَ الْمُلْتَقِطُ وَالْعَمُّ (وَلَوْ آجَرَ الصَّبِيُّ نَفْسَهُ لَا يَجُوزُ) ؛ لِأَنَّهُ مَشُوبٌ بِالضَّرَرِ (إلَّا إذَا فَرَغَ مِنْ الْعَمَلِ) ؛ لِأَنَّ عِنْدَ ذَلِكَ تَمَحَّضَ نَفْعًا فَيَجِبُ الْمُسَمَّى وَهُوَ نَظِيرُ الْعَبْدِ الْمَحْجُورِ يُؤَاجِرُ نَفْسَهُ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ .

فرمایا کہ لقیط کو اٹھانے والے شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ لقیط کو کرائے دیدے۔ کیونکہ ماں کے لئے اپنے بیٹے کو اجارے پر دینا جائز ہے لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ اس کی تربیت کی گئی ہو۔ جبکہ چچا کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ ماں اپنے منافع سے زائد خدمت لیتے ہوئے اس کو تلف کرنے کا حق بھی رکھتی ہے جبکہ یہ حق چچا کے لئے نہیں ہے۔ اور جب بچے نے اپنے آپ کو خود بہ خود کرائے پر دے دیا ہے تو بھی جائز نہ ہوگا کیونکہ اس میں نقصان ملنے والا ہے ہاں البتہ جب اس نے وہ کام کر کے فارغ ہو چکا ہے کیونکہ اب تو صرف نفع رہ چکا ہے۔ پس مقرر کردہ کرایہ لازم ہو جائے گا اور یہ بچہ اپنے آپ کو کرائے پر دینے میں مجبور غلام کی طرح ہو جائے گا جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

غلام کی گردن علامت وغیرہ ڈالنے کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ أَنْ يَجْعَلَ الرَّجُلُ فِي عُنُقِ عَبْدِهِ الرَّايَةَ) وَيُرْوَى الدَّايَةَ، وَهُوَ طَوْقُ الْحَدِيدِ الَّذِي يَمْنَعُهُ مِنْ أَنْ يُحَرِّكَ رَأْسَهُ، وَهُوَ مُعْتَادٌ بَيْنَ الظَّلَمَةِ ؛ لِأَنَّهُ عُقُوبَةُ أَهْلِ النَّارِ فَيُكْرَهُ كَالْإِحْرَاقِ بِالنَّارِ (وَلَا يُكْرَهُ أَنْ يُقَيِّدَهُ) لِأَنَّهُ سُنَّةُ الْمُسْلِمِينَ فِي السُّفَهَاءِ وَأَهْلِ الدَّعَارَةِ فَلَا يُكْرَهُ فِي الْعَبْدِ تَحَرُّزًا عَنْ إبَاقِهِ وَصِيَانَةً لِمَالِهِ .

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِالْحُقْنَةِ يُرِيدُ بِهِ التَّدَاوِيَ) لِأَنَّ التَّدَاوِيَ مُبَاحٌ بِالْإِجْمَاعِ، وَقَدْ وَرَدَ بِإِبَاحَتِهِ الْحَدِيثُ .

وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إلَّا أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَسْتَعْمِلَ الْمُحَرَّمَ كَالْخَمْرِ وَنَحْوِهَا ؛ لِأَنَّ الِاسْتِشْفَاءَ بِالْمُحَرَّمِ حَرَامٌ .

فرمایا کہ کسی شخص کے لئے اپنے غلام کی گردن میں بطور نشانی طوق ڈالنا مکروہ ہے جبکہ دوسری روایت میں دایہ کا لفظ آیا ہے۔ اور یہ لوہے کا طوق ہے جو غلام کو سر ہلانے سے روکنے والا ہے۔ اور یہ ظالموں کا طریقہ ہے کیونکہ اہل جہنم کی سزا ہے پس آگ میں جلانے کی طرح یہ بھی مکروہ ہے۔ جبکہ غلام کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ بے وقوف اور فسادی لوگوں کے لئے مسلمانوں کے ہاں یہی رائج ہے پس غلام کو بھاگنے سے بچانے کے لئے اور مال کی حفاظت کی خاطر یہ مکروہ نہیں ہے۔

اور علاج کی غرض سے حقنہ کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دوا کروانا باجماع جائز ہے۔ اور اس کی اباحت میں حدیث بیان ہوئی ہے۔ اور اس میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ مگر حرام اشیاء کا استعمال جائز نہیں ہے۔ جس طرح شراب وغیرہ کا حکم ہے کیونکہ حرام سے شفاء کو طلب کرنا بھی حرام ہے۔

قاضی کے لئے تنخواہ مقرر کرنے میں حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِرِزْقِ الْقَاضِي) ؛ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَعَثَ عَتَّابَ بْنَ أُسَيْدٍ إِلَى مَكَّةَ وَفَرَضَ لَهُ، وَبَعَثَ عَلِيًّا إِلَى الْيَمَنِ وَفَرَضَ لَهُ) وَلِأَنَّهُ مَحْبُوسٌ لِحَقِّ الْمُسْلِمِينَ فَتَكُونُ نَفَقَتُهُ فِي مَالِهِمْ وَهُوَ مَالُ بَيْتِ الْمَالِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْحَبْسَ مِنْ أَسْبَابِ النَّفَقَةِ كَمَا فِي الْوَصِيِّ وَالْمُضَارِبِ إِذَا سَافَرَ بِمَالِ الْمُضَارَبَةِ، وَهَذَا فِيمَا يَكُونُ كِفَايَةً، فَإِنْ كَانَ شَرْطًا فَهُوَ حَرَامٌ ؛ لِأَنَّهُ اسْتِئْجَارٌ عَلَى الطَّاعَةِ، إِذْ الْقَضَاءُ طَاعَةٌ بَلْ هُوَ أَفْضَلُهَا، ثُمَّ الْقَاضِي إِذَا كَانَ فَقِيرًا : فَالْأَفْضَلُ بَلْ الْوَاجِبُ الْأَخْذُ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ إِقَامَةُ فَرْضِ الْقَضَاءِ إِلَّا بِهِ، إِذْ الِاشْتِغَالُ بِالْكَسْبِ يُقْعِدُهُ عَنْ إِقَامَتِهِ، وَإِنْ كَانَ غَنِيًّا فَالْأَفْضَلُ الِامْتِنَاعُ عَلَى مَا قِيلَ رِفْقًا بِبَيْتِ الْمَالِ . وَقِيلَ الْأَخْذُ وَهُوَ الْأَصَحُّ صِيَانَةً لِلْقَضَاءِ عَنْ الْهَوَانِ وَنَظَرًا لِمَنْ يُوَلَّى بَعْدَهُ مِنْ الْمُحْتَاجِينَ ؛ لِأَنَّهُ إِذَا انْقَطَعَ زَمَانًا يَتَعَذَّرُ إِعَادَتُهُ ثُمَّ تَسْمِيَتُهُ رِزْقًا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ بِقَدْرِ الْكِفَايَةِ،

فرمایا کہ قاضی کے لئے تنخواہ کو مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید کو مکہ کی جانب روانہ کیا اور ان کے لئے خرچ مقرر کیا تھا۔ اور اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا اور ان کے لئے خرچہ مقرر کیا اور یہ بھی دلیل ہے کہ قاضی اہل اسلام کے حق کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ پس اس کا خرچہ بھی انہی کے مال سے ہوگا۔ اور وہ بیت المال کے مال سے دیا جائے گا۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ یہ اسباب نفقہ میں سے ہے۔ جس طرح وصی اور مضارب کے لئے حکم ہے۔ کہ جب مضارب مال مضاربت کے ساتھ سفر کرے گا تو اس کے لئے مقدار ضرورت کے مطابق کافی ہے۔

ہاں البتہ جب جج مشروط تنخواہ کے ساتھ مقرر ہے تو حرام ہے۔ کیونکہ یہ اطاعت پر اجرت لینا ہے۔ کیونکہ قضاء طاعت نہیں ہے بلکہ یہ ایک افضل طاعت ہے اور اس کے بعد جب قاضی ضرورت مند ہے تو اس کے لئے تنخواہ لینا نہ صرف بہتر بلکہ اس پر واجب ہے کیونکہ اس کے بارے عہدہ قضاء کی ذمہ داری کو نبھانا اس کی طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ کمانے میں مصروف ہونے کی وجہ اس کو فرض کی ادائیگی سے روکنے والی ہے۔

اور جب قاضی مالدار ہے جو اس کے لئے نہ لینا بہتر ہے تا کہ بیت المال کے لئے سہولت رہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بیت امال کو ذلت اور آسانی سے بچانے کے لئے اور اپنے عہدہ پر قائم رہتے ہوئے ضرورت مندوں کی ضرورت کے مطابق خرچہ لینا صحیح ہے یہی زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ ایک وقت تک بندر ہنے تک اس کو دوبارہ لانا مشکل ہے۔ اور اس کا نام رزق رکھنا اس بات کی دلیل

ہے کہ کافی ہونے والی مقدار کے برابر لے گا۔

خراج سے وظیفہ قاضی کے مقرر ہونے کا بیان

وَقَدْ جَرَى الرَّسْمُ بِإِعْطَائِهِ فِي أَوَّلِ السَّنَةِ ؛ لِأَنَّ الْخَرَاجَ يُؤْخَذُ فِي أَوَّلِ السَّنَةِ وَهُوَ يُعْطَى مِنْهُ، وَفِي زَمَانِنَا الْخَرَاجُ يُؤْخَذُ فِي آخِرِ السَّنَةِ وَالْمَأْخُوذُ مِنَ الْخَرَاجِ خَرَاجُ السَّنَةِ الْمَاضِيَةِ هُوَ الصَّحِيحُ، وَلَوْ اسْتَوْفَى رِزْقَ سَنَةٍ وَعُزِلَ قَبْلَ اسْتِكْمَالِهَا، قِيلَ هُوَ عَلَى اخْتِلَافٍ مَعْرُوفٍ فِي نَفَقَةِ الْمَرْأَةِ إِذَا مَاتَتْ فِي السَّنَةِ بَعْدَ اسْتِعْجَالِ نَفَقَةِ السَّنَةِ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَجِبُ الرَّدُّ .

اور عرف میں یہ طریقہ تھا کہ قاضی کو سال کے شروع میں خراج وصول کرتے ہی اس سے تنخواہ دے دیتے تھے۔ جبکہ ہمارے دور میں سال کے آخر میں خراج وصول کیا جاتا ہے اور صحیح قول یہ ہے خراج سے مراد گذشتہ سال کا خراج ہے۔ اور جب قاضی نے ایک سال کی تنخواہ وصول کی لی ہے اور پھر وہ سال پورا ہونے سے پہلے معزول کر دیا گیا ہے۔ تو ایک قول یہ ہے وہ تنخواہ عورت والے نفقہ کے مشہور اختلاف کے مطابق اختلافی ہوا۔ جس طرح یہ صورت ہے کہ جب وہ ایڈوانس نفقہ لینے کے بعد دوران سال فوت ہو جائے۔ جبکہ قول صحیح یہ ہے کہ اس پر واپسی واجب ہے۔

باندی وام ولد کا محرم کے بغیر سفر کرنے میں اباحت کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ تُسَافِرَ الْأَمَةُ وَأُمُّ الْوَلَدِ بِغَيْرِ مَحْرَمٍ) ؛ لِأَنَّ الْأَجَانِبَ فِي حَقِّ الْإِمَاءِ فِيمَا يَرْجِعُ إِلَى النَّظَرِ وَالْمَسِّ بِمَنْزِلَةِ الْمَحَارِمِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ قَبْلُ، وَأُمُّ الْوَلَدِ أَمَةٌ لِقِيَامِ الْمِلْكِ فِيهَا وَإِنْ امْتَنَعَ بَيْعُهَا .

فرمایا کہ جب کسی باندی اور ام ولد نے محرم کے بغیر سفر کیا ہے تو اس کے لئے کوئی حرج نہ ہوگا۔ کیونکہ دیکھنے اور چھونے میں باندیوں کے حق میں اجنبی لوگ محارم کے حکم میں ہیں۔ جس طرح اس سے پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور ام ولد میں ملکیت قائم ہے لہٰذا وہ بھی باندی ہے۔ خواہ اس کی بیع کو منع کیا ہے۔

کِتَابُ اِحْیَاءِ الْمَوَاتِ

﴿یہ کتاب احیاء موات کے بیان میں ہے﴾

کتاب احیاء اموات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے قبل کتاب کراہیہ کو بیان کیا ہے اور اب یہاں سے کتاب احیاء اموات کو بیان کررہے ہیں۔ ان کتب کی آپس میں مطابقت کے بارے میں شارحین ہدایہ نے کہا ہے کہ جس طرح کراہیت میں مکروہ کے احکام کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح اس میں بھی مکروہ سے متعلق احکام کو بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ اسی مناسبت کا علامہ عینی علیہ الرحمہ نے رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے کیونکہ مکروہ وغیر مکروہ احکام ہر کتاب میں بیان کیے جاتے ہیں۔ اور اس کی صحیح مناسبت یہ ہے کہ اس میں موات کا بیان ہے اور موات ناقابل انتفاع ہیں جبکہ کراہیت میں سونے چاندی کو بیان کیا گیا ہے۔ جو زیوارت میں استعمال ہونے کے سواوہ بھی قابل انتفاع نہیں ہیں۔ پس عدم انتفاع کے سبب کتاب کراہیت اور کتاب احیاء اموات میں مطابقت پائی جارہی ہے۔ پس اسی لئے ان دونوں کتب کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، کتاب احیاء اموات، حقانیہ ملتان)

کتاب احیاء موات کے شرعی مأخذ کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ایسی افتادہ وبنجر زمین کو آباد کرے جس کا کوئی مالک نہ ہو تو وہ آباد کرنے والا شخص ہی اس زمین کا سب سے زیادہ حق دار ہے حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے اپنی خلافت کے دور میں اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 212)

حضرت عروۃ کے یہ الفاظ کہ حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث منسوخ نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں یعنی پانی گھاس اور آگ ایسی ہیں جن میں تمام مسلمان شریک ہیں۔ (ابوداؤد وابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 218)

اس حدیث میں خدا کی ان نعمتوں کا ذکر ہے جو کائنات کے ہر فرد کے لئے ہے ان میں کسی کی ذاتی ملکیت وخصوصیت کا کوئی دخل نہیں ہے۔

پانی سے مراد دریا تالاب اور کنویں وغیرہ کا پانی وہ پانی مراد نہیں ہے جو کسی شخص کے برتن یا سن میں بھرا ہوا ہو چنانچہ اس کی

وضاحت باب کی ابتداء میں کی جاچکی ہے اسی طرح گھاس سے وہ گھاس مراد ہے جو جنگل میں اگی ہوئی ہو۔
آگ سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس آگ ہو تو اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے کو آگ لینے سے منع کرے یا چراغ جلانے سے روکے اور یا اس کی روشنی میں بیٹھنے سے منع کر دے وغیرہ ذلک ہاں اگر کوئی شخص اس آگ میں سے وہ لکڑی لینا چاہے جو اس میں جل رہی ہو تو اس صورت میں اس کو روکنا جائز ہے کیونکہ اس کی وجہ سے آگ میں کمی آ جائے گی اور بجھ جائے گی اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے سنگ چقماق (یعنی وہ پتھر جس کے مارنے سے آگ نکلتی ہے) مراد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو اس پتھر کے لینے سے نہ روکا جائے بشرطیکہ وہ پتھر موات یعنی افتادہ زمین میں ہو۔

موات زمین کا فقہی مفہوم کا بیان

قَالَ (الْمَوَاتُ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ مِنَ الْأَرَاضِي لِانْقِطَاعِ الْمَاءِ عَنْهُ أَوْ لِغَلَبَةِ الْمَاءِ عَلَيْهِ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذَلِكَ مِمَّا يَمْنَعُ الزِّرَاعَةَ) سُمِّيَ بِذَلِكَ لِبُطْلَانِ الِانْتِفَاعِ بِهِ .
قَالَ (فَمَا كَانَ مِنْهَا عَادِيًّا لَا مَالِكَ لَهُ أَوْ كَانَ مَمْلُوكًا فِي الْإِسْلَامِ لَا يُعْرَفُ لَهُ مَالِكٌ بِعَيْنِهِ وَهُوَ بَعِيدٌ مِنَ الْقَرْيَةِ بِحَيْثُ إذَا وَقَفَ إنْسَانٌ مِنْ أَقْصَى الْعَامِرِ فَصَاحَ لَا يُسْمَعُ الصَّوْتُ فِيهِ فَهُوَ مَوَاتٌ) .

فرمایا کہ موات وہ زمین ہے جس سے فائدہ حاصل نہ کیا جاسکے اگرچہ پانی نہ ہونے کے سبب سے یا پانی کے غلبے کی وجہ سے ہو یا انہی جیسی دوسری چیزوں سے ہو۔ اور اسی طرح ہر چیز جو زراعت کرنے سے مانع ہے۔ اور اس سے انتفاع کے باطل ہو جانے کے سبب سے اس کا نام موات ہے۔ فرمایا کہ جب کوئی شخص اس میں عادی ہو یا وہ اسلام میں مملوک ہے کہ اس کی ملکیت نہیں ہے اور اس کی ملکیت پہچانی بھی نہیں جاتی کیونکہ وہ بستی سے دور ہے۔ وروہ اس قدر دور ہے کہ جہاں سے آواز کو سنا بھی نہیں جاسکتا تو وہ موات ہے۔

قریہ سے قریب ہونے والی زمین میں حکم موات وعدم موات کا بیان

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : هَكَذَا ذَكَرَهُ الْقُدُورِيُّ، وَمَعْنَى الْعَادِيِّ مَا قَدُمَ خَرَابُهُ . وَالْمَرْوِيُّ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَشْتَرِطُ أَنْ لَا يَكُونَ مَمْلُوكًا لِمُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ مَعَ انْقِطَاعِ الِارْتِفَاقِ بِهَا لِيَكُونَ مَيْتَةً مُطْلَقًا، فَأَمَّا الَّتِي هِيَ مَمْلُوكَةٌ لِمُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ لَا تَكُونُ مَوَاتًا، وَإِذَا لَمْ يُعْرَفْ مَالِكُهُ تَكُونُ لِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلَوْ ظَهَرَ لَهُ مَالِكٌ يُرَدُّ عَلَيْهِ، وَيَضْمَنُ الزَّارِعُ نُقْصَانَهَا، وَالْبُعْدُ عَنْ الْقَرْيَةِ عَلَى مَا قَالَ شَرَطَهُ أَبُو يُوسُفَ ؛ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ مَا يَكُونُ قَرِيبًا مِنَ الْقَرْيَةِ لَا يَنْقَطِعُ ارْتِفَاقُ أَهْلِهَا عَنْهُ فَيُدَارُ الْحُكْمُ عَلَيْهِ .

وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ اعْتَبَرَ انْقِطَاعَ ارْتِفَاقِ اَهْلِ الْقَرْيَةِ عَنْهَا حَقِيْقَةً، وَاِنْ كَانَ قَرِيْبًا مِنَ الْقَرْيَةِ، كَذَا ذَكَرَهُ الْاِمَامُ الْمَعْرُوْفُ بِخُوَاهَرْ زَادَهْ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَشَمْسُ الْاَئِمَّةِ السَّرْخَسِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ اعْتَمَدَ عَلٰى مَا اخْتَارَهُ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ امام قدوری علیہ الرحمہ نے جو یہ کہا ہے کہ عادی کا مطلب یہ ہے کہ جس کی ویرانی پرانی ہو اور امام محمد علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ اور اس کے نفع کا ختم ہونا بھی کسی مسلم یا ذمی کی ملکیت میں ہونا شرط ہے اس لئے کہ وہ مطلق طور پر مردار ہو۔ اور وہ زمین جو کسی مسلم یا ذمی کی ملکیت میں ہے وہ موات نہ ہوگی۔ اور جب کسی زمین کا علم نہ ہو تو وہ مسلمانوں کی جماعت کے لئے ہوگی۔ حتیٰ کہ اس کا مالک ظاہر ہو جائے۔ تو اس کو واپس کر دی جائے گی اور اس میں زراعت کرنے والا اس کے نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ نے جو مسئلہ آبادی سے دور ہونے کے بارے میں بیان کیا ہے اس میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ شرط بھی ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہونے والا حکم اسی طرح ہے۔ اور جو زمین بستی کے قریب ہے اس زمین سے بستی والوں کا فائدہ اٹھانا ختم نہ ہوگا پس حکم کا دارومدار قریب ہونے پر ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ ایسی زمین سے حقیقی طور پر فائدہ اٹھانے کا اعتبار کیا ہے۔ خواہ وہ زمین بستی کے قریب ہو اور امام خواہر زادہ نے بھی اسی کو بیان کیا ہے جبکہ امام شمس الائمہ علامہ سرخسی علیہ الرحمہ نے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول مختار کو اعتماد کو ظاہر کیا ہے۔

حاکم کی اجازت سے موات کا مالک بننے کا بیان

(ثُمَّ مَنْ اَحْيَاهُ بِاِذْنِ الْاِمَامِ مَلَكَهُ، وَاِنْ اَحْيَاهُ بِغَيْرِ اِذْنِهِ لَمْ يَمْلِكْهُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا : يَمْلِكُهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ) وَلِاَنَّهُ مَالٌ مُبَاحٌ سَبَقَتْ يَدُهُ اِلَيْهِ فَيَمْلِكُهُ كَمَا فِي الْحَطَبِ وَالصَّيْدِ ۔

وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَيْسَ لِلْمَرْءِ اِلَّا مَا طَابَتْ نَفْسُ اِمَامِهِ بِهِ) وَمَا رَوَيَاهُ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اِذْنٌ لِقَوْمٍ لَا نَصْبٌ لِشَرْعٍ، وَلِاَنَّهُ مَغْنُوْمٌ لِوُصُوْلِهِ اِلٰى يَدِ الْمُسْلِمِيْنَ بِاِيْجَافِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَخْتَصَّ بِهِ بِدُوْنِ اِذْنِ الْاِمَامِ كَمَا فِيْ سَائِرِ الْغَنَائِمِ ۔

اور جس شخص نے حاکم کی اجازت کے ساتھ کسی زمین کو قابل انتفاع کر دیا ہے تو وہی اس کا مالک بن جائے گا۔ اور جب کسی شخص نے حاکم کی اجازت کے بغیر کسی زمین کو زندہ کیا تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ اس کا مالک بن سکے گا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ مالک بن جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے بھی کوئی زمین زندہ کی تو وہ اسی کی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ مباح مال ہے جس کی جانب وہ پہل کرنے والا ہے پس وہی اس کا مالک بن جائے گا۔ جس طرح

لکڑی اور شکار کا مسئلہ ہے۔
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندے کے لئے وہی ہے جس کو اس کے امام کا دل پسند کرے۔ اور صاحبین کی روایت کردہ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ وہ اجازت کسی خاص قوم کے لئے تھی اس میں کوئی حکم شرعی نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مال غنیمت ہے اور اونٹوں اور گھوڑوں کے دوڑانے میں یہ زمین مسلمانوں کو ملی ہے۔ پس حاکم کی اجازت کے سوا کسی بھی شخص کا اس زمین کے ساتھ حق خاص نہ ہوگا۔ جس طرح باقی غنائم کا حکم ہے اسی طرح اس کا حکم ہوگا۔

موات زمین میں وجوب عشر کا بیان

وَيَجِبُ فِيهِ الْعُشْرُ ؛ لِاَنَّ ابْتِدَاءَ تَوْظِيفِ الْخَرَاجِ عَلَى الْمُسْلِمِ لَا يَجُوزُ إِلَّا إِذَا سَقَاهُ بِمَاءِ الْخَرَاجِ ؛ لِاَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ إِبْقَاءُ الْخَرَاجِ عَلَى اعْتِبَارِ الْمَاءِ .

فَلَوْ اَحْيَاهَا، ثُمَّ تَرَكَهَا فَزَرَعَهَا غَيْرُهُ فَقَدْ قِيلَ الثَّانِي اَحَقُّ بِهَا ؛ لِاَنَّ الْاَوَّلَ مَلَكَ اسْتِغْلَالَهَا لَا رَقَبَتَهَا، فَإِذَا تَرَكَهَا كَانَ الثَّانِي اَحَقَّ بِهَا .

وَالْاَصَحُّ اَنَّ الْاَوَّلَ يَنْزِعُهَا مِنَ الثَّانِي ؛ لِاَنَّهُ مَلَكَهَا بِالْإِحْيَاءِ عَلَى مَا نَطَقَ بِهِ الْحَدِيثُ، إِذْ الْإِضَافَةُ فِيهِ فَاللَّامُ التَّمْلِيكِ وَمِلْكُهُ لَا يَزُولُ بِالتَّرْكِ .

وَمَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَيْتَةً ثُمَّ اَحَاطَ الْإِحْيَاءُ بِجَوَانِبِهَا الْاَرْبَعَةِ مِنْ اَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَلَى التَّعَاقُبِ ؛ فَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّ طَرِيقَ الْاَوَّلِ فِي الْاَرْضِ الرَّابِعَةِ لِتَعَيُّنِهَا لِتَطَرُّقِهِ وَقَصْدَ الرَّابِعُ إِبْطَالَ حَقِّهِ .

اور اس زمین میں عشر واجب ہے کیونکہ مسلمان پر ابتدائی طور پر خراج کو مقرر کر دینا جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب اس زمین کو خراجی پانی کے ساتھ سیراب کیا گیا ہے۔ کیونکہ اب خراج کو باقی رکھنا یہ پانی کے اعتبار سے ہے۔
اور جب کسی شخص نے زمین کو زندہ کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دیا ہے اور کسی دوسرے بندے نے اس میں زراعت کر لی تو اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ دوسرا بندہ اس کا زیادہ حقدار ہے کیونکہ پہلا آدمی اس زمین کی پیداوار کا نہ مالک ہے اور نہ ہی اس کی ذاتی ملکیت کا مالک ہے کیونکہ وہ تو چھوڑ چکا ہے۔ پس دوسرا بندہ ہی اس کا حقدار بن جائے گا۔ مگر اس میں زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ دوسرا آدمی پہلے بندے سے واپس لے۔ کیونکہ زندہ کرنے کے سبب وہ اس کا مالک بن چکا ہے۔ جس طرح حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں اضافت لام تملیک کے ساتھ ہے۔ پس اس زمین کو چھوڑ دینے کے باوجود زندہ کرنے والے شخص کی ملکیت ختم نہ ہوگی۔
اور اسی طرح جب کسی بندے نے زمین کو زندہ کیا اور اس کے بعد اس احیاء نے اس زمین کی چاروں اطراف کو یکے بعد دیگرے چار بندوں کی جانب سے احاطہ کر لیا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ پہلے بندے کے لئے راستہ چوتھے شخص کی زمین سے ہوگا۔ کیونکہ وہی زمین اس کی راہ کے لئے معین ہو چکی ہے۔ اگرچہ چوتھے آدمی نے اس کا حق باطل کرنے کا ارادہ رکھا ہو۔

احیاءِ زمین کے سبب ذمی کے لئے ملکیت ثابت ہونے کا بیان

قَالَ (وَيَمْلِكُ الذِّمِّيُّ بِالْإِحْيَاءِ كَمَا يَمْلِكُهُ الْمُسْلِمُ) ؛ لِأَنَّ الْإِحْيَاءَ سَبَبُ الْمِلْكِ، إِلَّا أَنَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِذْنَ الْإِمَامِ مِنْ شَرْطِهِ فَيَسْتَوِيَانِ فِيهِ كَمَا فِي سَائِرِ أَسْبَابِ الْمِلْكِ حَتَّى الِاسْتِيلَاءِ عَلَى أَصْلِنَا .

فرمایا کہ جس طرح مسلمان زمین کو زندہ کرنے کے سبب اس کا مالک بن جاتا ہے اسی طرح ذمی بھی احیاء کے سبب مالک بن جاتا ہے۔ کیونکہ ملکیت کا سبب احیاء ہے جبکہ امام اعظم ؒ کے نزدیک اس میں حاکم کی اجازت شرط ہے۔ پس مسلمان اور ذمی مالک ہونے میں دونوں برابر ہو جائیں گے۔ جس طرح دوسرے اسباب ملکیت میں ہوا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ استیلاء بھی ہماری دلیل کے مطابق حکم میں برابری رکھنے والا ہے۔

تین سال تک زمین روکنے کے باوجود زراعت نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَجَرَ أَرْضًا وَلَمْ يَعْمُرْهَا ثَلَاثَ سِنِينَ أَخَذَهَا الْإِمَامُ وَدَفَعَهَا إِلَى غَيْرِهِ) لِأَنَّ الدَّفْعَ إِلَى الْأَوَّلِ كَانَ لِيَعْمُرَهَا فَتَحْصُلَ الْمَنْفَعَةُ لِلْمُسْلِمِينَ مِنْ حَيْثُ الْعُشْرُ أَوْ الْخَرَاجُ .

فَإِذَا لَمْ تَحْصُلْ يَدْفَعُ إِلَى غَيْرِهِ تَحْصِيلًا لِلْمَقْصُودِ، وَلِأَنَّ التَّحْجِيرَ لَيْسَ بِإِحْيَاءٍ لِيَمْلِكَهُ بِهِ ؛ لِأَنَّ الْإِحْيَاءَ إِنَّمَا هُوَ الْعِمَارَةُ وَالتَّحْجِيرُ الْإِعْلَامُ، سُمِّيَ بِهِ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يُعْلِمُونَهُ بِوَضْعِ الْأَحْجَارِ حَوْلَهُ أَوْ يُعْلِمُونَهُ لِحَجْرِ غَيْرِهِمْ عَنْ إِحْيَائِهِ فَبَقِيَ غَيْرَ مَمْلُوكٍ كَمَا كَانَ هُوَ الصَّحِيحُ .

وَإِنَّمَا شَرَطَ تَرْكَ ثَلَاثِ سِنِينَ لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : لَيْسَ لِمُتَحَجِّرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ سِنِينَ حَقٌّ .

وَلِأَنَّهُ إِذَا أَعْلَمَهُ لَا بُدَّ مِنْ زَمَانٍ يَرْجِعُ فِيهِ إِلَى وَطَنِهِ وَزَمَانٍ يُهَيِّئُ أُمُورَهُ فِيهِ، ثُمَّ زَمَانٍ يَرْجِعُ فِيهِ إِلَى مَا يُحَجِّرُهُ فَقَدَّرْنَاهُ بِثَلَاثِ سِنِينَ ؛ لِأَنَّ مَا دُونَهَا مِنْ السَّاعَاتِ وَالْأَيَّامِ وَالشُّهُورِ لَا يَفِي بِذَلِكَ، وَإِذَا لَمْ يَحْضُرْ بَعْدَ انْقِضَائِهَا فَالظَّاهِرُ أَنَّهُ تَرَكَهَا .

قَالُوا : هَذَا كُلُّهُ دِيَانَةً، فَأَمَّا إِذَا أَحْيَاهَا غَيْرُهُ قَبْلَ مُضِيِّ هَذِهِ الْمُدَّةِ مَلَكَهَا لِتَحَقُّقِ الْإِحْيَاءِ مِنْهُ دُونَ الْأَوَّلِ وَصَارَ كَالِاسْتِيَامِ فَإِنَّهُ يُكْرَهُ، وَلَوْ فَعَلَ يَجُوزُ الْعَقْدُ .

فرمایا کہ جس شخص نے تین سال تک زمین کو روک رکھا ہے لیکن اس کو آباد نہ کیا تو حاکم اس بندے سے وہ زمین لے کر کسی دوسرے آدمی کو دے گا کیونکہ پہلے آدمی کو وہ زمین آباد کرنے کے لئے دی تھی تاکہ مسلمانوں کے لئے اس زمین سے عشر

ذراج کے ذریعے فائدہ پہنچے۔ پس یہ نفع مفقود ہوا تو منافع کے حصول کی خاطر حاکم اس کو کسی دوسرے شخص کے حوالے کردے گا۔
کیونکہ زمین کو ویسے ہی روکے رکھنا یہ احیاء نہ ہوگا کہ وہ اسی کے سبب سے مالک بن بیٹھے۔ کیونکہ زمین کو زندہ کرنا یہ اس کو آباد کرنا ہے۔ جبکہ روکنے صرف اطلاع کے لئے ہوتا ہے۔ کیونکہ اہل عرب بھی موات کے گردونواح میں پتھر رکھا کرتے تھے۔ یا پھر وہ دوسروں کو روکنے کے لئے اس طرح کرتے تھے۔ پس ایسی موات زمین مملوک نہ رہے گی۔ جس طرح وہ پہلے تھی اور صحیح یہی ہے۔

صاحب قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تین سال تک اس کو چھوڑنے کی شرط اس وجہ سے ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تین سال کے بعد کوئی حق نہ ہوگا۔ کیونکہ جب اس شخص نے اس پر علامت لگائی ہے تو ایک وقت کا ہونا لازم ہے جس کے اندر وہ اپنے وطن کی جانب لوٹ کر آسکے، پس اس کے لئے اتنے وقت کی ضرورت ہے جس میں زمین کو آباد کرنے والے معاملات کو تیار کرسکے۔ اور اسی طرح نشان لگادی گئی زمین واپس آنے کا وقت ہو وہ ہمارے مقرر کردہ اندازے کے مطابق تین سال ہیں۔ کیونکہ اس سے کم جو مدت ہے وہ مہینوں اور دنوں کی مدت ہے۔ پس وہ اس کے لئے کافی نہ ہوگی۔ مگر جس وقت تین سال مکمل ہو جائیں گے اور وہ شخص نہیں آیا تو ظاہر کے مطابق وہ اس زمین کو چھوڑنے والا ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ حکم بھی دیانت کے طور پر ہے۔ مگر جب تین سال گزر جانے سے پہلے کسی بندے نے اس زمین کو زندہ کرلیا تو وہی اس کا مالک بن جائے گا۔ کیونکہ زمین کو زندہ کرنا اسی کی جانب سے ثابت ہو چکا ہے جبکہ پہلے کی جانب احیاء ثابت نہ ہوا۔ پس یہ بیٹ پر بیٹ بڑھانے والی بیع کی طرح ہو جائے گا۔ پس یہ مکروہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب کسی شخص نے عقد کرلیا ہے تو عقد جائز ہوگا۔

پتھر کے بغیر حجر ہونے کا بیان

ثُمَّ التَّحْجِيرُ قَدْ يَكُوْنُ بِغَيْرِ الْحَجَرِ بِاَنْ غَرَزَ حَوْلَهَا اَغْصَانًا يَابِسَةً اَوْ نَقَى الْاَرْضَ وَاَحْرَقَ مَا فِيْهَا مِنَ الشَّوْكِ اَوْ خَضَدَ مَا فِيْهَا مِنَ الْحَشِيْشِ اَوْ الشَّوْكِ، وَجَعَلَهَا حَوْلَهَا وَجَعَلَ التُّرَابَ عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَتِمَّ الْمُسَنَّاةَ لِيَمْنَعَ النَّاسَ مِنَ الدُّخُوْلِ، اَوْ حَفَرَ مِنْ بِئْرٍ ذِرَاعًا اَوْ ذِرَاعَيْنِ، وَفِي الْاَخِيْرِ وَرَدَ الْخَبَرُ .

وَلَوْ كَرَبَهَا وَسَقَاهَا فَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ اِحْيَاءٌ ، وَلَوْ فَعَلَ اَحَدَهُمَا يَكُوْنُ تَحْجِيرًا، وَلَوْ حَفَرَ اَنْهَارَهَا وَلَمْ يَسْقِهَا يَكُوْنُ تَحْجِيرًا،

وَاِنْ سَقَاهَا مَعَ حَفْرِ الْاَنْهَارِ كَانَ اِحْيَاءً لِوُجُوْدِ الْفِعْلَيْنِ، وَلَوْ حَوَّطَهَا اَوْ سَنَّمَهَا بِحَيْثُ يَعْصِمُ الْمَاءَ يَكُوْنُ اِحْيَاءً ؛ لِاَنَّهُ مِنْ جُمْلَةِ الْبِنَاءِ، وَكَذَا اِذَا بَذَرَهَا

اور کبھی کبھی پتھر کے بغیر حجر ہوتا ہے اور وہ اسطرح ہوگا کہ زمین کے گردونواح میں خشک لکڑیوں کو رکھ دیا جائے یا زمین کو صاف کرکے اس میں موجود کانٹوں کو جلا دے یا زمین کی گھاس کو کاٹ کر اس کو زمین کے اردگرد ڈال دے مگر وہ بند کو مکمل بند نہ کرے کہ لوگ اس میں داخل ہونے سے رک جائیں یا ایک ہاتھ یا دو ہاتھ کنوئیں کو کھودے کیونکہ اس آخری حالت کے بارے میں

حدیث بھی روایت کی گئی ہے۔

اور جب اس نے زمین کو سیراب کر دیا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یہی احیاء ہے اور جب اس نے ان میں سے کوئی ایک کام کیا ہے تو حجر ثابت ہو جائے گا۔

اور جب اس شخص نے سیراب کرنے کی غرض سے کھالے کھودے ہیں تو یہ بھی حجر ہوگا۔ اگر چہ اس نے سیراب نہیں کیا ہے۔ اور جب اس نے کھالے کھودنے کے ساتھ ساتھ اس نے پانی بھی زمین کو لگا دیا ہے تو یہ احیاء ہوگا۔ کیونکہ وہ خود عمل احیاء موجود ہے۔ اور جب اس نے شخص اس کی چار دیواری کرائی ہے یا اس پر بند باندھ دیا ہے تا کہ وہ پانی سے محفوظ رہ جائے تو یہ بھی احیاء ہوگا۔ کیونکہ یہ بھی اس کو بنانے کے حکم میں ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے بیج ڈال دیا ہے۔

بستی کے قریب والی زمین کے احیاء میں عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ إِحْيَاءُ مَا قَرُبَ مِنَ الْعَامِرِ وَيُتْرَكُ مَرْعًى لِأَهْلِ الْقَرْيَةِ وَمَطْرَحًا لِحَصَائِدِهِمْ) لِتَحَقُّقِ حَاجَتِهِمْ إِلَيْهَا حَقِيْقَةً أَوْ دَلَالَةً عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، فَلَا يَكُوْنُ مَوَاتًا لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِهَا بِمَنْزِلَةِ الطَّرِيْقِ وَالنَّهْرِ .

عَلٰى هٰذَا قَالُوْا : لَا يَجُوْزُ لِلْإِمَامِ أَنْ يَقْطَعَ مَا لَا غِنٰى بِالْمُسْلِمِيْنَ عَنْهُ كَالْمِلْحِ وَالْآبَارِ الَّتِيْ يَسْتَقِي النَّاسُ مِنْهَا لِمَا ذَكَرْنَا .

فرمایا کہ وہ زمین جو کسی بستی کے قریب ہے اس میں احیاء جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ بستی والوں نے اس کو جانوروں کے چرنے کے لئے چھوڑ رکھی ہے۔ اور انہوں کو اس کو کھیتوں کو کاٹ کر گاہنے کے لئے چھوڑ رکھا ہے۔ کیونکہ اس میں بستی والوں کے لئے یقینی ضرورت و حجت ثابت ہو چکی ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس یہ موات نہ ہوگا۔ کیونکہ راستے اور نہر کی طرح اس میں بستی والوں کا حق ثابت ہے۔

اسی سبب سے مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ ایسی جگہ کو جاگیر بنانا حاکم کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ جس سے مسلمانوں کی ضرورت سے بے پرواہ ہونا نہ پایا جائے۔ جس طرح نمک کی کان اور وہ کنوئیں ہیں جن سے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

جنگل میں کھودے گئے کنوئیں میں حریم کا ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِيْ بَرِّيَّةٍ فَلَهُ حَرِيْمُهَا) وَمَعْنَاهُ إِذَا حَفَرَ فِيْ أَرْضٍ مَوَاتٍ بِإِذْنِ الْإِمَامِ عِنْدَهُ أَوْ بِإِذْنِهِ وَبِغَيْرِ إِذْنِهِ عِنْدَهُمَا ؛ لِأَنَّ حَفْرَ الْبِئْرِ إِحْيَاءٌ .

قَالَ (فَإِنْ كَانَتْ لِلْعَطَنِ فَحَرِيْمُهَا أَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فَلَهُ مِمَّا حَوْلَهَا أَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا عَطَنًا لِمَاشِيَتِهِ) ثُمَّ قِيْلَ : الْأَرْبَعُوْنَ مِنْ كُلِّ الْجَوَانِبِ .

وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ؛ لِأَنَّ فِي الْأَرَاضِي رَخْوَةً وَيَتَحَوَّلُ الْمَاءُ إِلَى مَا حُفِرَ دُونَهَا (وَإِنْ كَانَتْ لِلنَّاضِحِ فَحَرِيمُهَا سِتُّونَ ذِرَاعًا، وَهَذَا عِنْدَهُمَا .

وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا) لَهُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (حَرِيمُ الْعَيْنِ خَمْسُمِائَةِ ذِرَاعٍ .وَحَرِيمُ بِئْرِ الْعَطَنِ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا، وَحَرِيمُ بِئْرِ النَّاضِحِ سِتُّونَ ذِرَاعًا) وَلِأَنَّهُ قَدْ يُحْتَاجُ فِيهِ إِلَى أَنْ يُسَيِّرَ دَابَّتَهُ لِلِاسْتِقَاءِ، وَقَدْ يَطُولُ الرِّشَاءُ وَبِئْرُ الْعَطَنِ لِلِاسْتِقَاءِ مِنْهُ بِيَدِهِ فَقَلَّتْ الْحَاجَةُ فَلَا بُدَّ مِنْ التَّفَاوُتِ .

فرمایا کہ جب کسی بندے نے جنگل میں کوئی کنواں کھودا ہے تو کنوئیں کا حریم اسی کے لئے ہوگا۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب اس شخص نے موات زمین میں حاکم کی اجازت کے ساتھ کنواں کھودا ہے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ اس میں حاکم کی اجازت ہو یا نہ ہو کیونکہ کنوئیں کو کھودنا یہ زمین کو زندہ کرنا ہے۔

اور جب وہ کنواں پانی پلانے کی غرض سے ہے تو اس کا حریم یعنی گرد ونواح چالیس گز ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے نے کنوئیں کو کھودا ہے اس کے گرد ونواح میں چالیس گز اس کے لئے ہے۔ جو اس کے جانوروں کو پانی پلانے کے لئے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر جانب سے چالیس گز ہے اور صحیح بھی اسی طرح ہے کہ ہر جانب سے چالیس گز ہو۔ کیونکہ زمینوں میں نرمی ہوتی ہے اور پانی اسی کنوئیں کی جانب لوٹ کر چلا جائے گا۔

اور جو کنواں سے اس کم کھودا گیا ہے اور اگر وہ کنواں سیراب کرنے کے لئے کھودا گیا ہے تو اس کا حریم ساٹھ گز ہوگا اور یہ صاحبین کے نزدیک ہے جبکہ امام صاحب کے نزدیک یہاں بھی چالیس کا حکم ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چشمے کا حریم پانچ سو گز ہے اور بیر عطن کا حریم چالیس گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہے کیونکہ اس سے سیراب ہونے کے لئے کبھی کبھی چلانے میں جانور کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات رسی لمبی کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ بیر عطن یہ ہاتھ سے پانی پینے کے لئے ہے کیونکہ اس میں ضرورت کم ہے پس فرق ضروری ہوگا

قیاس کا حریم کے حقدار ہونے میں مانع ہونے کا بیان

وَلَهُ مَا رَوَيْنَا مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ، وَالْعَامُّ الْمُتَّفَقُ عَلَى قَبُولِهِ وَالْعَمَلِ بِهِ أَوْلَى عِنْدَهُ مِنْ الْخَاصِّ الْمُخْتَلَفِ فِي قَبُولِهِ وَالْعَمَلِ بِهِ، وَلِأَنَّ الْقِيَاسَ يَأْبَى اسْتِحْقَاقَ الْحَرِيمِ ؛ لِأَنَّ عَمَلَهُ فِي مَوْضِعِ الْحَفْرِ، وَالِاسْتِحْقَاقُ بِهِ، فَفِيمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْحَدِيثَانِ تَرَكْنَاهُ وَفِيمَا تَعَارَضَا فِيهِ حَفِظْنَاهُ ؛ وَلِأَنَّهُ قَدْ يُسْتَقَى مِنْ الْعَطَنِ بِالنَّاضِحِ وَمِنْ بِئْرِ النَّاضِحِ بِالْيَدِ فَاسْتَوَتْ الْحَاجَةُ فِيهِمَا، وَيُمْكِنُهُ أَنْ يُدِيرَ الْبَعِيرَ حَوْلَ الْبِئْرِ فَلَا يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى زِيَادَةِ مَسَافَةٍ ؛

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہماری روایت کردہ حدیث ہے کہ جس میں تفصیل نہیں ہے۔ پس وہ عام جس کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے میں اتفاق پایا جائے۔ یہ اس خاص سے بہتر ہے جس کی قبول کرنے اور عمل کرنے میں اختلاف ہو۔ (قاعدہ فقہیہ)

کیونکہ یہاں قیاس حریم کے حقدار ہونے کو مانع ہے۔ کیونکہ کنوئیں کو کھودنے والے کا حق کنواں کھودنے کی جگہ میں ہے اور حقدار ہونا یہ بھی عمل کے سبب ثابت ہونے والا ہے۔ پس جتنی مقدار میں دونوں احادیث کا اتفاق ہے وہاں پر ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور جس مقام پر مقدار میں دونوں احادیث میں بظاہر معارضہ ہے وہاں ہم نے قیاس کو اختیار کر لیا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات بیر عطن سے پانی اونٹ کے ذریعے نکالا جاتا ہے۔ جبکہ بیر ناضح سے پانی ہاتھ کے ذریعے نکالا جاتا ہے۔ پس ضرورت دونوں میں برابر ہے۔ اور اونٹ کو اس کے اردگرد گھمانا ممکن ہے پس زیادہ مسافت کی ضرورت نہ ہوگی۔

زیادہ پانی نکالنے والے کنوئیں میں مسافت حریم کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَتْ عَيْنًا فَحَرِيمُهَا خَمْسُمِائَةِ ذِرَاعٍ) لِمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّ الْحَاجَةَ فِيهِ إِلَى زِيَادَةِ مَسَافَةٍ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ تُسْتَخْرَجُ لِلزِّرَاعَةِ فَلَا بُدَّ مِنْ مَوْضِعٍ يَجْرِي فِيهِ الْمَاءُ وَمِنْ حَوْضٍ يَجْتَمِعُ فِيهِ الْمَاءُ.

وَمِنْ مَوْضِعٍ يَجْرِي فِيهِ إِلَى الْمَزْرَعَةِ فَلِهَذَا يُقَدَّرُ بِالزِّيَادَةِ، وَالتَّقْدِيرُ بِخَمْسِمِائَةٍ بِالتَّوْقِيفِ. وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ خَمْسُمِائَةِ ذِرَاعٍ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ كَمَا ذَكَرْنَا فِي الْعَطَنِ، وَالذِّرَاعُ هِيَ الْمُكَسَّرَةُ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ. وَقِيلَ إِنَّ التَّقْدِيرَ فِي الْعَيْنِ وَالْبِئْرِ بِمَا ذَكَرْنَاهُ فِي أَرَاضِيهِمْ لِصَلَابَةٍ بِهَا وَفِي أَرَاضِينَا رَخَاوَةٌ فَيُزَادُ كَيْ لَا يَتَحَوَّلَ الْمَاءُ إِلَى الثَّانِي فَيَتَعَطَّلَ الْأَوَّلُ.

فرمایا کہ جب کوئی چشمہ ایسا ہے کہ اس کا حریم پانچ سو گز ہے اسی حدیث کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس دلیل کے مطابق کہ اس میں مسافت کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسا چشمہ زراعت کے لئے بنایا گیا ہے۔ پس اس کا ایک ایسے مقام پر ہونا لازم ہوگا کہ یہاں پانی بہنے والا ہو اور اس کے لئے ایک حوض کا ہونا لازم ہے۔ جس میں پانی بہہ سکے اور اسی طرح اس کے ساتھ ایک مقام ہونا لازم ہے جہاں سے یہ پانی گزر کر کھیتوں کو سیراب کرنے والا ہو۔ پس اسی دلیل کے سبب اس کو زیادتی کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے۔

اور پانچ سو گز کی مقدار یہ توقیفی ہے اور سب سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ جانب سے پانچ سو گز ہو جس طرح بیر عطن کے بارے میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور ذراع وہ مکسرہ ہے جس کو ہم اس سے قبل بتا چکے ہیں۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ چشمے اور کنوئیں سے متعلق بیان کردہ ہمارا اصول یہ اہل عرب کی زمین کے بارے میں ہے۔ کیونکہ ان میں سختی ہوا کرتی ہے۔ جبکہ ان زمینوں کے مقابلے میں ہماری زمین نرم ہے۔ پس ان میں گز کا اضافہ ہوگا تاکہ پانی دوسرے کی

منتقل نہ ہو سکے پس پہلا آدمی معزول ہو کر رہ جائے گا۔

کنوئیں کے حریم میں کنواں کھودنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَحْفِرَ فِيْ حَرِيمِهَا مُنِعَ مِنْهُ) كَيْ لَا يُؤَدِّيَ اِلٰى تَفْوِيتِ حَقِّهِ وَالْاِخْلَالِ بِهِ، وَهٰذَا لِاَنَّهُ بِالْحَفْرِ مَلَكَ الْحَرِيمَ ضَرُورَةَ تَمَكُّنِهِ مِنَ الْاِنْتِفَاعِ بِهِ فَلَيْسَ لِغَيْرِهِ اَنْ يَتَصَرَّفَ فِيْ مِلْكِهِ ؛ فَاِنِ احْتَفَرَ آخَرُ بِئْرًا فِيْ حَرِيمِ الْاَوَّلِ لِلْاَوَّلِ اَنْ يُصْلِحَهُ وَيَكْبِسَهُ تَبَرُّعًا، وَلَوْ اَرَادَ اَخْذَ الثَّانِي فِيهِ قِيلَ : لَهُ اَنْ يَاْخُذَهُ وَيَكْبِسَهُ ؛ لِاَنَّ اِزَالَةَ جِنَايَةِ حَفْرِهِ بِهِ كَمَا فِي الْكُنَاسَةِ يُلْقِيهَا فِيْ دَارِ غَيْرِهِ فَاِنَّهُ يُؤْخَذُ بِرَفْعِهَا، وَقِيلَ يُضَمِّنُهُ النُّقْصَانَ ثُمَّ يَكْبِسُهُ بِنَفْسِهِ كَمَا اِذَا هَدَمَ جِدَارَ غَيْرِهِ، وَهٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ ذَكَرَهُ فِيْ اَدَبِ الْقَاضِيْ لِلْخَصَّافِ .وَذَكَرَ طَرِيقَ مَعْرِفَةِ النُّقْصَانِ،

فرمایا کہ جب کوئی شخص کنوئیں کے حریم کے ساتھ دوسرا کنواں کھودے تو اس کو منع کر دیا جائے گا۔ تا کہ اس کا یہ عمل پہلے شخص کے حق کو ختم کرنے یا اس میں مداخلت کا سبب نہ بن سکے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ وہ شخص کنواں کھودنے کے سبب حریم کا مالک بن چکا ہے کیونکہ اس کے لئے حریم سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت لازم ہو چکی ہے۔ پس دوسرے آدمی کو ملکیت میں تصرف کا اختیار نہیں دیا جائے گا۔

اور اگر اس شخص نے کسی پہلے کنوئیں کے حریم میں کنواں کھود ہی ڈالا ہے تو پہلے آدمی کو یہ حق حاصل ہوگا کہ بلا معاوضہ اس کو بند کر دے۔ اور اگر وہ دوسرے شخص سے اس کا معاوضہ لینا چاہے تو یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے کنوئیں کھودنے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ پاٹنے کے لئے دوسرے آدمی کو پکڑے۔ کیونکہ اس جرم کا ازالہ بھی وہی شخص کرے گا۔

اور یہ مسئلہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے کسی گھر میں کوڑا پھینک دیا ہے تو اس کوڑے کو پھینکنے والے کو اٹھانے کا مکلف کیا جائے گا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ دوسرا کنواں کھودنے والے سے نقصان کا ضمان لیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ خود اسکو بند کر دے۔ جس طرح کوئی شخص دیوار کو گرا دے اور صحیح یہی ہے۔

امام خصاف علیہ الرحمہ نے کتاب ادب قاضی میں بیان کیا ہے اور اس میں نقصان پہنچانے کی کیفیت کو بھی بیان کیا ہے۔

پہلے کنوئیں سے ہلاک ہونے والی چیز کے سبب ضمان نہ ہونے کا بیان

وَمَا عَطِبَ فِي الْاَوَّلِ فَلَا ضَمَانَ فِيهِ ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ، اِنْ كَانَ بِاِذْنِ الْاِمَامِ فَظَاهِرٌ، وَكَذَا اِنْ كَانَ بِغَيْرِ اِذْنِهِ عِنْدَهُمَا .

وَالْعُذْرُ لِاَبِيْ حَنِيفَةَ اَنَّهُ جَعَلَ فِي الْحَفْرِ تَحْجِيرًا وَهُوَ بِسَبِيلٍ مِنْهُ بِغَيْرِ اِذْنِ الْاِمَامِ، وَاِنْ كَانَ

لَا يَمْلِكُهُ بِدُونِهِ، وَمَا عَطِبَ فِي الثَّانِيَةِ فَفِيهِ الضَّمَانُ ؛ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيهِ حَيْثُ حَفَرَ فِي مِلْكِ غَيْرِهِ، وَإِنْ حَفَرَ الثَّانِي بِئْرًا وَرَاءَ حَرِيمِ الْأَوَّلِ فَذَهَبَ مَاءُ الْبِئْرِ الْأَوَّلِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِي حَفْرِهَا، وَلِلثَّانِي الْحَرِيمُ مِنَ الْجَوَانِبِ الثَّلَاثَةِ دُونَ الْجَانِبِ الْأَوَّلِ لِسَبْقِ مِلْكِ الْحَافِرِ الْأَوَّلِ فِيهِ .

اور جب اس پہلے کنوئیں میں کسی چیز کا نقصان ہو گیا ہے تو اس میں ضمان نہ ہوگا کیونکہ پہلا کنواں کھودنے والا زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔ جبکہ یہ کھودنا حاکم کی اجازت کے مطابق ہے۔ تو اسی طرح ظاہر ہے۔ اور اسی طرح جب حاکم کی اجازت کے بغیر ہے تو صاحبین اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کی جانب سے یہ عذر ہوگا کہ انہوں نے کنوئیں کو حجر قرار دیا ہے۔ حاکم کی اجازت کے بغیر بھی اس کا حجر ہونا برحق ہے۔ اگر چہ کھودنے والا اجازت حاکم کے سوا اس کا مالک بننے والا نہیں ہے۔ اور دوسرے کنوئیں سے جو چیز ہلاک ہو جائے اس میں اس پر ضمان واجب ہوگا۔ کیونکہ دوسرا کھودنے والا اس میں زیادتی کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس نے دوسرے شخص کی ملکیت میں کنوئیں کو کھودا ہے۔

اور جب پہلے شخص کے حریم کی پچھلی جانب کسی نے کنواں کھود ڈالا اور اس کے بعد پہلے کنوئیں کا پانی ختم ہو گیا ہے تو اب دوسرے کھودنے والے پر کوئی ضمان نہ ہوگا۔ کیونکہ کنواں کھودنے میں وہ کوئی زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔ اور دوسرے کھودنے والے کو پہلے کی طرف سے چھوڑ کر بقیہ بطور حریم مل جائے گا کیونکہ پہلے کنارے میں پہلے کھودنے والے کی ملکیت کو تقدم حاصل ہے

زیر زمین ندی کے حریم کا مقدار کے مطابق ہونے کا بیان

(وَالْقَنَاةُ لَهَا حَرِيمٌ بِقَدْرِ مَا يُصْلِحُهَا) وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْبِئْرِ فِي اسْتِحْقَاقِ الْحَرِيمِ . وَقِيلَ هُوَ عِنْدَهُمَا . وَعِنْدَهُ لَا حَرِيمَ لَهَا مَا لَمْ يَظْهَرْ الْمَاءُ عَلَى الْأَرْضِ ؛ لِأَنَّهُ نَهْرٌ فِي التَّحْقِيقِ فَيُعْتَبَرُ بِالنَّهْرِ الظَّاهِرِ .

قَالُوا : وَعِنْدَ ظُهُورِ الْمَاءِ عَلَى الْأَرْضِ هُوَ بِمَنْزِلَةِ عَيْنٍ فَوَّارَةٍ فَيُقَدَّرُ حَرِيمُهُ بِخَمْسِمِائَةِ ذِرَاعٍ (وَالشَّجَرَةُ تُغْرَسُ فِي أَرْضٍ مَوَاتٍ لَهَا حَرِيمٌ أَيْضًا حَتَّى لَمْ يَكُنْ لِغَيْرِهِ أَنْ يَغْرِسَ شَجَرًا فِي حَرِيمِهَا) ؛ لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إلَى حَرِيمٍ لَهُ يَجِدُ فِيهِ ثَمَرَهُ وَيَضَعُهُ فِيهِ وَهُوَ مُقَدَّرٌ بِخَمْسَةِ أَذْرُعٍ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، بِهِ وَرَدَ الْحَدِيثُ .

اور زیر زمین بہنے والی ندی کا حریم اس کی مقدار کے مطابق ہوگا۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ زیر زمین ندی کا حریم کنوئیں کی طرح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک یہی ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک جب تک اس میں پانی ظاہر نہ ہوگا اس وقت تک اس کو حریم نہ مل سکے گا۔ کیونکہ یہ ندی بھی حقیقت میں نہر ہی ہے۔ پس اس کو ظاہری نہر پر قیاس کیا جائے گا۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ پانی کا زمین پر ظاہر ہو فوارہ مارنے میں اس کا حکم چشمے کی طرح ہوگا اور اس کے حریم کو پانچ سو گز کے ساتھ مقرر کیا جائے گا۔

اور وہ درخت جو مردہ زمین میں لگایا گیا ہے اس کے لئے بھی حریم ثابت ہو جائے گا حتیٰ کہ کسی دوسرے بندے کو اس درخت کے حریم میں درخت لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔ کیونکہ درخت لگانے والے شخص کو ایسے حریم کی ضرورت ہے جس میں وہ پھل وغیرہ رکھے گا۔ پس اس کا حریم ہر جانب سے پانچ گز ہوگا۔ کیونکہ حدیث میں اسی طرح بیان ہوا ہے۔

دریاؤں کی جانب سے چھوڑی گئی زمین میں احیاء کا بیان

قَالَ (وَمَا تَرَكَ الْفُرَاتُ اَوِ الدِّجْلَةُ وَعَدَلَ عَنْهُ الْمَاءُ وَيَجُوزُ عَوْدُهُ اِلَيْهِ لَمْ يَجُزْ اِحْيَاؤُهُ) لِحَاجَةِ الْعَامَّةِ اِلٰى كَوْنِهِ نَهْرًا (وَاِنْ كَانَ لَا يَجُوزُ اَنْ يَعُودَ اِلَيْهِ فَهُوَ كَالْمَوَاتِ اِذَا لَمْ يَكُنْ حَرِيمًا لِعَامِرٍ) ؛ لِاَنَّهُ لَيْسَ فِيْ مِلْكِ اَحَدٍ، لِاَنَّ قَهْرَ الْمَاءِ يَدْفَعُ قَهْرَ غَيْرِهِ وَهُوَ الْيَوْمَ فِيْ يَدِ الْاِمَامِ .

فرمایا کہ وہ زمین کو جس کو دریائے دجلہ وفرات نے چھوڑ دیا ہے اور پانی وہاں سے پیچھے چلا گیا ہے مگر اس جگہ پانی کا دوبارہ لوٹ آنے کا امکان ہے تو اس زمین کو زندہ کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عام لوگوں کے لئے ایسی نہر کی ضرورت ہے۔ اور اگر وہاں پر دوبارہ پانی آنے کا امکان نہیں ہے تو وہ زمین موات کے حکم میں ہوگی۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ وہ کسی عامر کا حریم نہ ہو۔ کیونکہ اب اس میں کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ اور ایک پانی کا غلبہ دوسرے غلبہ کو دور کرنے والا ہے۔ اور فی الحال وہ حاکم کے قبضہ میں ہے۔

دوسرے کی زمین نہر ہونے کے سبب عدم حریم کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ لَهُ نَهْرٌ فِيْ اَرْضِ غَيْرِهِ فَلَيْسَ لَهُ حَرِيمٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيفَةَ اِلَّا اَنْ يُقِيمَ بَيِّنَةً عَلٰى ذٰلِكَ، وَقَالَا : لَهُ مُسَنَّاةُ النَّهْرِ يَمْشِيْ عَلَيْهَا وَيُلْقِي عَلَيْهَا طِينَهُ) قِيلَ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةُ بِنَاءٌ عَلٰى اَنَّ مَنْ حَفَرَ نَهْرًا فِيْ اَرْضٍ مَوَاتٍ بِاِذْنِ الْاِمَامِ لَا يَسْتَحِقُّ الْحَرِيمَ عِنْدَهُ .

وَعِنْدَهُمَا يَسْتَحِقُّهُ ؛ لِاَنَّ النَّهْرَ لَا يُنْتَفَعُ بِهِ اِلَّا بِالْحَرِيمِ لِحَاجَتِهِ اِلَى الْمَشْيِ لِتَسْيِيلِ الْمَاءِ، وَلَا يُمْكِنُهُ الْمَشْيُ عَادَةً فِيْ بَطْنِ النَّهْرِ وَاِلٰى اِلْقَاءِ الطِّينِ، وَلَا يُمْكِنُهُ النَّقْلُ اِلٰى مَكَانٍ بَعِيدٍ اِلَّا بِحَرَجٍ فَيَكُونُ لَهُ الْحَرِيمُ اعْتِبَارًا بِالْبِئْرِ .

وَلَهُ اَنَّ الْقِيَاسَ يَاْبَاهُ عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ، وَفِي الْبِئْرِ عَرَفْنَاهُ بِالْاَثَرِ . وَالْحَاجَةُ اِلَى الْحَرِيمِ فِيهِ فَوْقَهَا اِلَيْهِ فِي النَّهْرِ ؛ لِاَنَّ الِانْتِفَاعَ بِالْمَاءِ فِي النَّهْرِ مُمْكِنٌ بِدُوْنِ الْحَرِيمِ، وَلَا يُمْكِنُ فِي

اَلسِّرِّ اِلَّا بِالْاِسْتِقَاءِ وَلَا اسْتِقَاءَ اِلَّا بِالْحَرِيْمِ فَتَعَذَّرَ الْاِلْحَاقُ .وَوَجْهُ الْبِنَاءِ اَنَّ بِاسْتِحْقَاقِ الْحَرِيْمِ تَثْبُتُ الْيَدُ عَلَيْهِ اعْتِبَارًا تَبَعًا لِلنَّهْرِ، وَالْقَوْلُ لِصَاحِبِ الْيَدِ، وَبِعَدَمِ اسْتِحْقَاقِهِ تَنْعَدِمُ الْيَدُ، وَالظَّاهِرُ يَشْهَدُ لِصَاحِبِ الْاَرْضِ عَلٰى مَا نَذْكُرُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى،

(...) فرمایا کہ جب کسی بندے کی نہر دوسرے آدمی کی زمین میں ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو حریم نہ ملے گا۔ ہاں البتہ جب وہ شخص اس پر گواہی کو قائم کرے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اس نہر کی پٹری مل جائے گی۔ جس پر وہ چل سکے گا۔ اور وہ اس پر نہر سے مٹی نکال کر ڈالے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہوگا کہ جب اس نے حاکم کی اجازت کے ساتھ مردہ زمین سے نہر کو نکالا ہے۔ تو امام صاحب کے نزدیک وہ حریم کا حقدار بن سکے گا۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک وہ حریم کا حقدار بن جائے گا۔ کیونکہ نہر سے فائدہ تو حریم کے ساتھ ہو گا۔ کیونکہ پانی بہا کر لے جانے کے لئے اس کو وہاں پر چلنے کی ضرورت ہے۔ جبکہ عرف میں نہر کے اندر چلنا ممکن نہیں ہے۔ اور اس پر اس بندے کو مٹی ڈالنے کی ضرورت بھی ہے۔ اور دور جگہ سے مٹی کو لانے میں حرج ہوگا۔ پس کنوئیں پر قیاس کرتے ہوئے اس کے لئے بھی حق حریم ثابت ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ قیاس تو ثابت حریم کا انکاری ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ یہ حکم کنوئیں میں ہم نے اثر کے ذریعے جانا ہے۔ کیونکہ کنوئیں میں حریم کی ضرورت نہر میں ضرورت حریم سے زیادہ ہے۔ کیونکہ نہر میں حریم کے سوا بھی پانی سے فائدہ پانا ممکن ہے جبکہ کنوئیں میں پانی کو کھینچنے کے بغیر فائدہ ممکن ہی نہیں ہے اور وہ حریم کے سوا لانا ممکن نہ ہوگا پس نہر کو کنوئیں کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور جہاں تک بناء کی دلیل کا تعلق ہے تو حریم کا حق ثابت ہونے سے اس کا قبضہ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ نہر کے تابع ہے اور قابض کے قول کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے۔ جبکہ حریم ثابت نہ ہونے کی صورت میں قبضہ بھی ثابت نہ ہوگا۔ جبکہ ظاہری حالت زمین والے کی گواہ ہے۔ اور یہ مسئلہ اسی تفصیل کے مطابق ہے ہم ان شاء اللہ اس کو بیان کر دیں گے۔

حریم کا صورت و معنی میں زمین کے مشابہ ہونے کا بیان

وَاِنْ كَانَتْ مَسْاَلَةً مُبْتَدَاَةً فَلَهُمَا اَنَّ الْحَرِيْمَ فِيْ يَدِ صَاحِبِ النَّهْرِ بِاسْتِمْسَاكِهِ الْمَاءَ بِهٖ، وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُ صَاحِبُ الْاَرْضِ نَقْضَهٗ .

وَلَهٗ اَنَّهٗ اَشْبَهُ بِالْاَرْضِ صُوْرَةً وَمَعْنًى، اَمَّا صُوْرَةً فَلِاسْتِوَائِهِمَا، وَمَعْنًى مِنْ حَيْثُ صَلَاحِيَّتُهٗ لِلْغَرْسِ وَالزِّرَاعَةِ، وَالظَّاهِرُ شَاهِدٌ لِمَنْ فِيْ يَدِهٖ مَا هُوَ اَشْبَهُ بِهٖ .كَاثْنَيْنِ تَنَازَعَا فِيْ مِصْرَاعِ بَابٍ لَيْسَ فِيْ يَدِهِمَا، وَالْمِصْرَاعُ الْاٰخَرُ مُعَلَّقٌ عَلٰى بَابِ اَحَدِهِمَا يُقْضٰى لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهٖ مَا هُوَ اَشْبَهُ بِالْمُتَنَازَعِ فِيْهِ، وَالْقَضَاءُ فِيْ مَوْضِعِ الْخِلَافِ قَضَاءُ تَرْكٍ

اور جب یہ مسئلہ ابتدائی طور پیش آیا ہے تو اس میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حریم نہر والے شخص کے قبضہ میں ہے کیونکہ وہ حریم کے ذریعے پانی کو روکنے والا ہے۔ کیونکہ زمین والا اس کو توڑنے کا مالک نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حریم یہ بطور صورت ومعنی زمین کے مشابہ ہے۔ صورت میں اس طرح ہے کہ ان دونوں کے درمیان برابری ہے۔ اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ حریم میں گھاس اگانے اور زراعت کرنے کی صلاحیت ہے۔ اور ظاہری حالت بھی اسی بندے پر گواہ ہے۔ جس بندے کے قبضہ میں ہے۔ پس ہر وہ چیز جو حریم کے مشابہ ہے جس طرح دو بندے دروازے کے ایسے کواڑ میں جھگڑا کرتے ہیں جو ان کے قبضہ میں نہیں ہے جبکہ دوسرا کواڑ ان میں سے کسی ایک کے دروازے پر لگا ہوا ہے۔ تو فیصلہ اسی بندے کے حق میں کر دیا جائے گا۔ جس کے قبضہ میں وہ چیز ہے۔ پس وہ جھگڑا کی جانے والی چیز میں زیادہ مشابہ ہے۔ اور یہ اختلاف اس مقام کے بارے میں ہے جو قضاء ہے اور وہ قضاء کو ترک کرنا ہے۔

پانی میں رکاوٹ بننے والی چیز کا قابل نزاع نہ ہونے کا بیان

، وَلَا نِزَاعَ فِيمَا بِهِ اسْتِمْسَاكُ الْمَاءِ إِنَّمَا النِّزَاعُ فِيمَا وَرَاءَهُ مِمَّا يَصْلُحُ لِلْغَرْسِ، عَلَى أَنَّهُ إِنْ كَانَ مُسْتَمْسِكًا بِهِ مَاءُ نَهْرِهِ فَالْآخَرُ دَافِعٌ بِهِ الْمَاءَ عَنْ أَرْضِهِ، وَالْمَانِعُ مِنْ نَقْضِهِ تَعَلُّقُ حَقِّ صَاحِبِ النَّهْرِ لَا مِلْكُهُ .

كَالْحَائِطِ لِرَجُلٍ وَلِآخَرَ عَلَيْهِ جُذُوعٌ لَا يَتَمَكَّنُ مِنْ نَقْضِهِ وَإِنْ كَانَ مِلْكَهُ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ نَهْرٌ لِرَجُلٍ إِلَى جَنْبِهِ مُسَنَّاةٌ وَلِآخَرَ خَلْفَ الْمُسَنَّاةِ أَرْضٌ تَلْزَقُهَا، وَلَيْسَتْ الْمُسَنَّاةُ فِي يَدِ أَحَدِهِمَا فَهِيَ لِصَاحِبِ الْأَرْضِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) .وَقَالَا : هِيَ لِصَاحِبِ النَّهْرِ حَرِيمًا لِمُلْقَى طِينِهِ وَغَيْرِ ذَلِكَ .

وَقَوْلُهُ وَلَيْسَتْ الْمُسَنَّاةُ فِي يَدِ أَحَدِهِمَا مَعْنَاهُ : لَيْسَ لِأَحَدِهِمَا عَلَيْهِ غَرْسٌ وَلَا طِينٌ مُلْقًى فَيَنْكَشِفُ بِهَذَا اللَّفْظِ مَوْضِعُ الْخِلَافِ، أَمَّا إِذَا كَانَ لِأَحَدِهِمَا عَلَيْهِ ذَلِكَ فَصَاحِبُ الشُّغْلِ أَوْلَى ,لِأَنَّهُ صَاحِبُ يَدٍ .

وَلَوْ كَانَ عَلَيْهِ غَرْسٌ لَا يُدْرَى مَنْ غَرَسَهُ فَهُوَ مِنْ مَوَاضِعِ الْخِلَافِ أَيْضًا .وَثَمَرَةُ الِاخْتِلَافِ أَنَّ وِلَايَةَ الْغَرْسِ لِصَاحِبِ الْأَرْضِ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا لِصَاحِبِ النَّهْرِ .

وَأَمَّا إِلْقَاءُ الطِّينِ فَقَدْ قِيلَ إِنَّهُ عَلَى الْخِلَافِ، وَقِيلَ إِنَّ لِصَاحِبِ النَّهْرِ ذَلِكَ مَا لَمْ يُفْحِشْ .وَأَمَّا الْمُرُورُ فَقَدْ قِيلَ يَمْنَعُ صَاحِبُ النَّهْرِ عِنْدَهُ، وَقِيلَ لَا يَمْنَعُ لِلضَّرُورَةِ .

قَالَ الْفَقِيهُ أَبُو جَعْفَرٍ . آخُذُ بِقَوْلِهِ فِي الْغَرْسِ وَبِقَوْلِهِمَا فِي إِلْقَاءِ الطِّينِ .ثُمَّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ

اَنَّ حَرِیْمَہُ مِقْدَارُ نِصْفِ النَّھْرِ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ مِقْدَارُ بَطْنِ النَّھْرِ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ وَھٰذَا اَرْفَقُ بِالنَّاسِ.

اور اس مقدار میں کوئی جھگڑا نہ ہوگا جس کے سبب سے پانی میں رکاوٹ بنتی ہے۔ جبکہ جھگڑا اس کے سوا میں ہے۔ جو درخت لگانے کی صلاحیت رکھنے والا ہے۔ اور اس کے سواجب نہر والا حریم کے ذریعے پانی کو روکنے والا ہے تو دوسرا شخص اپنی زمین سے پانی کو دور کر رہا ہے۔ اور نہر والے کا حق حریم کو توڑنے سے متعلق ہے حق ملکیت سے نہیں ہے۔ جس طرح جب کسی بندے کی دیوار پر کسی دوسرے کی کڑی رکھی ہوئی ہے۔ تو دیوار کا مالک اس کو توڑنے کا حق نہیں رکھتا اگر چہ وہ اس کا مالک ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی شخص کی نہر ہے اور اس کے برابر میں بند ہے اور اس بند کے پیچھے کسی شخص کی زمین ہے۔ جو اس بند سے ملی ہوئی ہے۔ اور وہ بند ان میں کسی کے قبضہ میں بھی نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ بند زمین والے کا ہوگا جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ وہ بند نہر والے کا ہوگا۔ اور اس کے لئے مٹی ڈالنا اور دوسرے کام حریم کے طور پر ہوں گے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول "وَلَیْسَتْ الْمُسَنَّاۃُ فِیْ یَدِ اَحَدِھِمَا" کا معنی یہ ہے کہ اس پر ان میں سے کسی کا بھی درخت اور پھینک دی جانے والی مٹی نہ ہو اور اختلاف بھی اسی عبارت واضح ہو رہا ہے۔

اور جب ان میں سے کسی ایک کی حریم پر گھاس ہے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہوگا اس لئے کہ قبضہ اسی کا ہے۔ اور جب حریم میں درخت ہے مگر یہ پتہ نہیں ہے کہ یہ درخت کس نے اس میں لگایا ہے۔ تو یہ بھی اختلافی ہے۔ اور اس اختلاف کا حاصل یہ ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درخت لگانے کی ولایت زمین والے کو ملے گی۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کی ولایت نہر والے ملے گی۔ جبکہ جہاں تک مٹی ڈالنے کا مسئلہ ہے تو ایک قول کے مطابق اس میں بھی اختلاف ہے۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ بہت زیادہ نہیں ہے تو نہر والے کو مٹی ڈالنے کا حق حاصل ہے۔

جہاں تک گزرنے کا مسئلہ ہے تو ایک قول یہ ہے کہ نہر والے کو گزرنے سے روک دیا جائے گا جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو نہیں روکا جائے گا۔ کیونکہ گزرنا اس کی ضرورت ہے۔

حضرت فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں گھاس کی صورت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا اختیار کرتا ہوں جبکہ مٹی ڈالنے والے مسئلہ میں صاحبین کے قول کو اختیار کرتا ہوں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نہر کا حریم نہر کے اندرونی حصے میں سے آدھا حصہ ہے۔ اور یہ مقدار ہر جانب سے ہوگی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر جانب سے نہر سارے اندرونی حصے کی مقدار ہے۔ کیونکہ عوام کو اسی میں سہولت ہے۔

فُصُوْلٌ فِیْ مَسَائِلِ الشُّرْبِ

﴿یہ فصول مسائل شرب کے بیان میں ہیں﴾

فصول مسائل شرب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ فصول جامع صغیر، بدایہ مبتدی اور نہ قدوری میں ہیں جبکہ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی کتاب شرب میں ان کو بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے کتاب احیاء موات کے بعد ان کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ موات میں سب زیادہ شرب کی ضرورت پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد مصنف علیہ الرحمہ نے پانیوں کی فصل کو مقدم ذکر کیا ہے کیونکہ اس اصل مقصد ہی پانی ہوتا ہے۔ اور پانی ہی وہ چیز ہے جس کی ضرورت سب سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔

(البنائیہ شرح الہدایہ، کتاب احیاء موات، مکتبہ حقانیہ ملتان)

مسائل شرب کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ رحم وکرم کی بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف بنظر عنایت دیکھے گا ایک تو وہ تاجر شخص ہے جو قسم کھا کر خریدار سے کہتا ہے کہ اس چیز کے جو دام تم نے دیئے ہیں اس سے زیادہ دام اسے مل رہے تھے (یعنی جب وہ کسی کو اپنی کوئی چیز بیچتا ہے اور خریدار اس کی قیمت دیتا ہے تو وہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ مجھے اس چیز کی اس سے زیادہ قیمت مل رہی تھی) حالانکہ وہ شخص اپنی قسم میں جھوٹا ہے کیونکہ درحقیقت اس سے زیادہ قیمت اسے نہیں مل رہی تھی دوسرا شخص وہ ہے جو عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائے اور اس جھوٹی قسم کھانے کا مقصد کسی مسلمان شخص یا ذمی کا کوئی مال لینا ہو اور تیسرا وہ شخص جو فاضل پانی پینے پلانے سے لوگوں کو منع کرتا ہو ایسے شخص سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس طرح تو نے دنیا میں اپنے فاضل پانی سے لوگوں کو باز رکھا تھا باوجودیکہ وہ پانی تو نے اپنے ہاتھ سے نہیں نکالا تھا اسی طرح میں بھی آج تجھے اپنے فضل سے باز رکھوں گا (بخاری)

عصر کے بعد کی تخصیص یا تو اس لئے ہے کہ مغلظہ قسمیں اسی وقت کھائی جاتی ہیں یا یہ تخصیص اس لئے ہے کہ عصر کے بعد کا وقت چونکہ بہت ہی بافضلیت اور بابرکت ہے اس لئے اس وقت جھوٹی قسم کھانا بہت ہی زیادہ گناہ کی بات ہے۔ باوجودیکہ وہ پانی تو نے اپنے ہاتھ سے نہیں نکالا تھا یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص پر طعن کرے گا کہ اگر وہ پانی تیری قدرت کا رہین منت ہوتا اور تو اسے پیدا کرتا تو ایک طرح سے تیرا یہ عمل موزوں بھی ہوتا مگر اس صورت میں جب کہ وہ پانی محض میری قدرت سے پیدا ہوا تھا اور اسے میں نے ایک عام نعمت کے طور پر تمام مخلوق کے لئے مباح کر دیا تھا تو پھر تیری یہ مجال کیسے ہوئی کہ تو نے مخلوق خدا کو میری اس نعمت سے باز

رکھنا۔ گرچہ کنواں اور نہر وغیرہ انسان کی مشقت ومحنت سے وجود میں آتے ہیں مگر اس کی اصل چیز یعنی پانی صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوتا ہے اگر کوئی شخص کنواں بنوائے نہر کھدوائے یا ہینڈ پمپ وغیرہ لگوائے اور اس میں پانی نہ ہو تو کنواں نہر ہینڈ پمپ وغیرہ کی کیا حقیقت رہ جائے گی۔ اس لیے محض کنواں بنوا دینا یا ہینڈ پمپ وغیرہ لگوا دینا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ اس شخص کو دوسروں پر پانی استعمال کرنے کی پابندی عائد کردینے کا حق مل گیا ہے۔

فَصْلٌ فِی الْمِیَاہِ

﴿یہ فصل پانیوں کے بیان میں ہے﴾

فصل سیرابی پانیوں کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب احیاء موات کے احکام کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے احیاء موات سے متعلق احکام کو ذکر کیا ہے۔ اور ان میں پانیوں کی فصل کو مقدم ذکر کیا ہے کیونکہ اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس فصل سے مقصود پانی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب احیاء موات، بیروت)

زراعت کے لئے پانی پر حق ہونے کا فقہی مفہوم

شرب کے لغوی معنی ہیں پینے کا پانی پانی کا حصہ گھاٹ اور پینے کا وقت اصطلاح شریعت میں اس لفظ کا مفہوم ہے پانی سے فائدہ اٹھانے کا وہ حق جو پینے برتنے اپنی کھیتی اور باغ کو سیراب کرنے اور جانوروں کو پلانے کے لے ہر انسان کو حاصل ہوتا ہے چنانچہ پانی جب تک اپنے معدن (یعنی دریا اور تالاب وغیرہ) میں ہے کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا اس سے بلاتخصیص ہر انسان کو فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے جس سے منع کرنا اور روکنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

پانی پینے سے ممانعت کے عدم جواز کا بیان

(وَإِذَا كَانَ لِرَجُلٍ نَهْرٌ أَوْ بِئْرٌ أَوْ قَنَاةٌ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَمْنَعَ شَيْئًا مِنْ الشَّفَةِ، وَالشَّفَةُ الشُّرْبُ لِبَنِي آدَمَ وَالْبَهَائِمِ) اعْلَمْ أَنَّ الْمِيَاهَ أَنْوَاعٌ : مِنْهَا مَاءُ الْبِحَارِ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ النَّاسِ فِيهَا حَقُّ الشَّفَةِ وَسَقْيِ الْأَرَاضِي، حَتَّى إنَّ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَكْرِيَ نَهْرًا مِنْهَا إلَى أَرْضِهِ لَمْ يُمْنَعْ مِنْ ذَلِكَ، وَالِانْتِفَاعُ بِمَاءِ الْبَحْرِ كَالِانْتِفَاعِ بِالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالْهَوَاءِ فَلَا يُمْنَعُ مِنْ الِانْتِفَاعِ بِهِ عَلَى أَيِّ وَجْهٍ شَاءَ، وَالثَّانِي مَاءُ الْأَوْدِيَةِ الْعِظَامِ كَجَيْحُونَ وَسَيْحُونَ وَدِجْلَةَ وَالْفُرَاتِ لِلنَّاسِ فِيهِ حَقُّ الشَّفَةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَحَقُّ سَقْيِ الْأَرَاضِي، فَإِنْ أَحْيَا وَاحِدٌ أَرْضًا مَيْتَةً وَكَرَى مِنْهُ نَهْرًا لِيَسْقِيَهَا .

اور جب کسی بندے کے ہاں نہر، کنواں یا زیر زمین ندی ہے تو اس کے لئے پانی پینے سے روکنے کا حق نہ ہوگا۔ اور انسانوں اور جانوروں کا پانی پینا اس کو شفہ کہتے ہیں۔

یہ جاننا چاہیے کہ پانی کی کئی اقسام ہیں۔ ان میں سے دریاؤں کا پانی ہے اس میں سے تمام انسانوں کے لئے پانی پینا اور زمینوں کو سیراب کرنے کا حق ہے۔ حتیٰ کہ جب کوئی بندہ اپنی زمین سے دریا سے نہر کھودنا چاہے تو اس کو روکا نہیں جائے گا۔ اور دریا سے فائدہ حاصل کرنا یہ سورج سے روشنی، ہوا سے فائدہ حاصل کرنے کی طرح ہے۔ پس اس کے پانی سے کسی کو منع نہیں کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ کسی طرح بھی ہو۔

اور پانی کی دوسری قسم بڑی وادیوں کی ہے۔ جس طرح جحون، سیحون، دجلہ اور فرات کا پانی ہے۔ پس عوام کے لئے ان میں سے پانی پینے کا حق تو مطلق طور ثابت ہی ہے اور زمینوں کو سیراب کرنے کا حق بھی اسی طرح ان کے لئے ثابت ہے۔

عوامی نقصان نہ ہونے کے سبب نہر کھودنے کی اباحت کا بیان

اِنْ كَانَ لَا يَضُرُّ بِالْعَامَّةِ وَلَا يَكُوْنُ النَّهْرُ فِي مِلْكِ اَحَدٍ لَهُ ذٰلِكَ ؛ لِاَنَّهَا مُبَاحَةٌ فِي الْاَصْلِ اِذْ قَهْرُ الْمَاءِ يَدْفَعُ قَهْرَ غَيْرِهِ، وَاِنْ كَانَ يَضُرُّ بِالْعَامَّةِ فَلَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ ؛ لِاَنَّ دَفْعَ الضَّرَرِ عَنْهُمْ وَاجِبٌ، وَذٰلِكَ فِي اَنْ يَمِيلَ الْمَاءُ اِلٰى هٰذَا الْجَانِبِ اِذَا انْكَسَرَتْ ضِفَّتُهُ فَيُغْرِقَ الْقُرٰى وَالْاَرَاضِيَ، وَعَلٰى هٰذَا نَصْبُ الرَّحٰى عَلَيْهِ ؛ لِاَنَّ شَقَّ النَّهْرِ لِلرَّحٰى كَشَقِّهِ لِلسَّقْيِ بِهٖ .

اور جب کوئی شخص زمین کو زندہ کرنا چاہے اور مقصد کے لئے وہ نہر کھودے جس سے عوام کو نقصان نہ ہو اور وہ نہر کسی کی ملکیت سے نہ ہو اس کے لئے پانی سے زمین کو سیراب کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ کیونکہ وادیاں اصل میں مباح ہے۔ کیونکہ پانی کا غلبہ دوسرے کے غلبے کو ختم کرنے والا ہے۔ ہاں البتہ جب اس کا یہ عمل عوام کے لئے نقصان دہ ہے تو اس کے لئے نہر کو کھودنے کا حق نہ ہوگا۔ کیونکہ عوام سے نقصان کو دور کرنا ضروری ہے۔ اور نقصان اس وقت ہوگا کہ جب پانی بہہ جائے (یعنی سیلاب وغیرہ کا سبب بنے) اور جب وادی کا کنارہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور وہ بستیوں اور زمینوں کو ڈبو دے۔ اور پن چکی کا حکم بھی اسی کے موافق ہے۔ کیونکہ پن چکی کے لئے نہر کو کھودنا اس کو سیراب کرنے کے لئے کاٹنے کی مثل ہے۔

تقسیم میں شامل ہو جانے پر حق شرب کا بیان

وَالثَّالِثُ اِذَا دَخَلَ الْمَاءُ فِي الْمَقَاسِمِ فَحَقُّ الشَّفَةِ ثَابِتٌ .وَالْاَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلنَّاسُ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ : اَلْمَاءِ، وَالْكَلَاِ، وَالنَّارِ) وَاَنَّهُ يَنْتَظِمُ الشِّرْبَ، وَالشِّرْبُ خُصَّ مِنْهُ الْاَوَّلُ وَبَقِيَ الثَّانِي وَهُوَ الشَّفَةُ، وَلِاَنَّ الْبِئْرَ وَنَحْوَهَا مَا وُضِعَ لِلْاِحْرَازِ .

وَلَا يُمْلَكُ الْمُبَاحُ بِدُوْنِهِ كَالظَّبْيِ اِذَا تَكَنَّسَ فِي اَرْضِهِ، وَلِاَنَّ فِي اِبْقَاءِ الشَّفَةِ ضَرُوْرَةً ؛ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ لَا يُمْكِنُهُ اسْتِصْحَابُ الْمَاءِ اِلٰى كُلِّ مَكَانٍ وَهُوَ مُحْتَاجٌ اِلَيْهِ لِنَفْسِهِ وَظَهْرِهِ ، فَلَوْ مُنِعَ عَنْهُ اَفْضٰى اِلٰى حَرَجٍ عَظِيمٍ، وَاِنْ اَرَادَ رَجُلٌ اَنْ يَسْقِيَ بِذٰلِكَ اَرْضًا اَحْيَاهَا كَانَ لِاَهْلِ النَّهْرِ اَنْ يَمْنَعُوْهُ عَنْهُ اَضَرَّ بِهِمْ اَوْ لَمْ يَضُرَّ ؛ لِاَنَّهُ حَقٌّ خَاصٌّ لَهُمْ وَلَا ضَرُوْرَةَ .وَلِاَنَّا لَوْ اَبَحْنَا

ذٰلِكَ لَانْقَطَعَتْ مَنْفَعَةُ الشِّرْبِ .

اوراس پانی کی تیسری قسم یہ ہے کہ جب وہ تقسیم میں شامل ہو جائے تو اس میں پینے کا حق ثابت ہو جائے گا۔ اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان اقدس ہے کہ تین چیز اس میں شرکت ہے۔(۱) پانی ،(۲) گھاس (۳) آگ ۔ یہ حدیث شرب کو شامل ہے پس اس سے اول شرب کو خاص کرلیا گیا ہے جبکہ دوسرا شرب باقی رہ جائے گا جو پانی کو پینا ہے۔ اس لئے کہ کنواں وغیرہ یہ احراز کے لئے نہیں بنائے گئے ۔ کیونکہ وہ احراز کے بغیر مملوک نہیں ہوتے ۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب ہرن کسی کی زمین میں اپنا گھر بنا لیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ پانی کو باقی رکھنے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے ہر جگہ پانی کو ساتھ رکھنا ممکن نہیں ہے حالانکہ اس کو اپنے لئے اور سواری کے لئے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس جب اس کو پانی سے روک دیا جائے تو اس میں بڑا حرج ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے اپنی زمین کو سیراب کرنے کے لئے ارادہ کیا ہے۔ جس کو اس نے زندہ کیا ہے تو نہر والوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اس شخص کو منع کر دیں اگر چہ یہ ان کے لئے نقصان دہ ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ یہ ان کا حق ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اگر ہم اس کو مباح کرتے ہیں تو اس میں پینے کا فائدہ ختم ہو جائے گا۔

محفوظ کرنے کے سبب پانی کا مملوک ہو جانے کا بیان

وَالرَّابِعُ : اَلْمَاءُ الْمُحْرَزُ فِي الْاَوَانِي وَاَنَّهُ صَارَ مَمْلُوكًا لَهُ بِالْاِحْرَازِ، وَانْقَطَعَ حَقُّ غَيْرِهِ عَنْهُ كَمَا فِي الصَّيْدِ الْمَاخُوذِ، اِلَّا اَنَّهُ بَقِيَتْ فِيهِ شُبْهَةُ الشَّرِكَةِ نَظَرًا اِلَى الدَّلِيلِ وَهُوَ مَا رَوَيْنَا، حَتّٰى لَوْ سَرَقَهُ اِنْسَانٌ فِي مَوْضِعٍ يَعِزُّ وُجُودُهُ وَهُوَ يُسَاوِي نِصَابًا لَمْ تُقْطَعْ يَدُهُ .

وَلَوْ كَانَ الْبِئْرُ اَوِ الْعَيْنُ اَوِ الْحَوْضُ اَوِ النَّهْرُ فِي مِلْكِ رَجُلٍ لَهُ اَنْ يَمْنَعَ مَنْ يُرِيدُ الشَّفَةَ مِنَ الدُّخُولِ فِي مِلْكِهِ اِذَا كَانَ يَجِدُ مَاءً آخَرَ يَقْرُبُ مِنْ هٰذَا الْمَاءِ فِي غَيْرِ مِلْكِ اَحَدٍ، وَاِنْ كَانَ لَا يَجِدُ يُقَالُ لِصَاحِبِ النَّهْرِ : اِمَّا اَنْ تُعْطِيَهُ الشَّفَةَ اَوْ تَتْرُكَهُ يَاْخُذُ بِنَفْسِهِ بِشَرْطِ اَنْ لَا يَكْسِرَ ضِفَّتَهُ، وَهٰذَا مَرْوِيٌّ عَنِ الطَّحَاوِيِّ، وَقِيلَ مَا قَالَهُ صَحِيحٌ فِيمَا اِذَا احْتَفَرَ فِي اَرْضٍ مَمْلُوكَةٍ لَهُ .

اوراس پانی کی چوتھی قسم یہ ہے کہ جب انہوں نے اس کو برتنوں میں محفوظ کر لیا ہے تو یہ محفوظ کرنے کے سبب ان کا مملوک ہو جائے گا۔ اس پانی سے دوسرے کا حق ختم ہو چکا ہے۔ جس طرح پکڑا ہوا شکار ہے۔ مگر دلیل پر غور کرتے ہوئے اس میں شرکت کا شبہ ہے۔ اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم روایت کر آئے ہیں۔ حتیٰ کہ جب کسی شخص نے کسی ایسے مقام پر پانی چوری کیا ہے جہاں پانی کم ہوتا ہے اور وہ چوری شدہ پانی نصاب سرقہ کے برابر ہے تو اس پر اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اور جب کسی شخص کی ملکیت میں کنواں، چشمہ، حوض یا پھر کوئی نہر ہے تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی ملکیت میں پانی پینے

والے کو داخل ہونے سے منع کردے۔ جبکہ پینے والے کو پانی پینے کا کوئی دوسرا ذریعہ حاصل ہے۔ اور وہ دوسرا کسی کی ملکیت میں بھی نہیں ہے۔

اور جب اس شخص کو پانی ہی نہیں مل رہا ہے تو نہر والے بندے سے کہہ دیا جائے گا۔ کہ تم خود اسکو پانی پلا دو یا پھر اس کو چھوڑ دو۔ وہ اپنے آپ ہی پانی کو پی لے گا۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اس نہر کے کنارے کو نہ توڑے گا۔

حضرت امام طحاوی علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ یہ اس صورت میں صحیح ہے کہ جب اس نے پانی ملکیت والی زمین میں نہر بنائی ہوئی ہے۔

ارضِ موات میں بنائی ہوئی نہر کے پانی سے منع نہ کرنے کا بیان

اَمَّا اِذَا احْتَفَرَهَا فِيْ اَرْضٍ مَوَاتٍ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَمْنَعَهُ ؛ لِاَنَّ الْمَوَاتَ كَانَ مُشْتَرَكًا وَالْحَفْرُ لِإِحْيَاءِ حَقٍّ مُشْتَرَكٍ فَلَا يَقْطَعُ الشِّرْكَةَ فِي الشَّفَةِ، وَلَوْ مَنَعَهُ عَنْ ذٰلِكَ، وَهُوَ يَخَافُ عَلٰى نَفْسِهِ اَوْ ظَهْرِهِ الْعَطَشَ لَهُ اَنْ يُقَاتِلَهُ بِالسِّلَاحِ لِاَنَّهُ قَصَدَ اِتْلَافَهُ بِمَنْعِ حَقِّهِ وَهُوَ الشَّفَةُ وَالْمَاءُ فِي الْبِئْرِ مُبَاحٌ غَيْرُ مَمْلُوكٍ، بِخِلَافِ الْمَاءِ الْمُحْرَزِ فِي الْإِنَاءِ حَيْثُ يُقَاتِلُهُ بِغَيْرِ السِّلَاحِ ؛ لِاَنَّهُ قَدْ مَلَكَهُ، وَكَذَا الطَّعَامُ عِنْدَ اِصَابَةِ الْمَخْمَصَةِ، وَقِيلَ فِي الْبِئْرِ وَنَحْوِهَا الْاَوْلٰى اَنْ يُقَاتِلَهُ بِغَيْرِ السِّلَاحِ بِعَصًا ؛ لِاَنَّهُ ارْتَكَبَ مَعْصِيَةً فَقَامَ ذٰلِكَ مَقَامَ التَّعْزِيرِ لَهُ ؛

اور جب اس بندے نے ایسی زمین سے نہر نکالی ہوئی ہے جو زمین موات ہے تو اس کو پانی سے روکنے کا حق نہ ہو گا۔ کیونکہ موات مشترکہ ہے اور کنواں کھودنے کا حق اشتراک کے سبب زندہ کرنے کا ہے۔ پس یہ کھودنا حق مشترکہ کی شرکت کو ختم کرنے والا نہیں ہے۔

اور جب نہر والے بندے نے پیاس پر مجبور شخص کو پانی پینے سے منع کر دیا ہے حالانکہ اس کو اپنی جان یا سواری کی جان کا خطرہ ہے تو شخص کو اختیار ہوگا کہ وہ اسلحہ کے ذریعے اس نہر سے لڑے۔ کیونکہ پانی والے نے پانی کو روک کر اس بندے کو ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ پینا اس کا حق ہے۔ اور کنوئیں کا پانی پینا مباح ہے یہ مملوک نہیں ہے۔ بہ خلاف اس پانی جس کو برتن میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اور ایسے پانی پینے کے لئے وہ اسلحہ کے بغیر لڑے گا کیونکہ اس نے برتن میں محفوظ کیا اور وہ اس پانی کا مالک بن چکا ہے۔ اور فاقہ کی صورت میں کھانے کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ کنوئیں کی صورت میں اسلحہ کے سوا لاٹھی وغیرہ کے ساتھ لڑائی کرے۔ کیونکہ نہر والے نے نافرمانی کا ارادہ کیا ہوا ہے پس یہ سزا اس کے لئے تعزیر کے قائم مقام بن جائے گی۔

چھوٹی نالی میں جانوروں کا سارے پانی کو پی جانے کا بیان

وَالشَّفَةُ اِذَا كَانَ يَاْتِيْ عَلَى الْمَاءِ كُلِّهِ بِاَنْ كَانَ جَدْوَلًا صَغِيْرًا . وَفِيمَا يَرِدُ مِنَ الْاِبِلِ

وَالْمَوَاشِيْ كَثْرَةً يَنْقَطِعُ الْمَاءُ بِشُرْبِهَا قِيْلَ لَا يَمْنَعُ مِنْهُ ، لِأَنَّ الْإِبِلَ لَا تَرِدُهُ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ وَصَارَ كَالْمُيَاوَمَةِ وَهُوَ سَبِيْلٌ فِيْ قِسْمَةِ الشِّرْبِ .

وَقِيْلَ لَهُ أَنْ يَمْنَعَ اعْتِبَارًا : بِسَقْيِ الْمَزَارِعِ وَالْمَشَاجِرِ وَالْجَامِعُ تَفْوِيْتُ حَقِّهِ، وَلَهُمْ أَنْ يَأْخُذُوا الْمَاءَ مِنْهُ لِلْوُضُوْءِ وَغَسْلِ الثِّيَابِ فِي الصَّحِيْحِ، لِأَنَّ الْأَمْرَ بِالْوُضُوْءِ وَالْغَسْلِ فِيْهِ كَمَا قِيْلَ يُؤَدِّيْ إِلَى الْحَرَجِ وَهُوَ مَدْفُوْعٌ،

اور جب پانی پر کر سارے پانی کو ختم کر دیا جائے یعنی نالی چھوٹی ہے اور اونٹ اور مویشی کثرت کے ساتھ آئیں اور وہ پانی کو پی کر سارا پانی ختم کر دیں تو بھی یہ کہا گیا ہے کہ پانی والا ان کو پانی سے نہ روکے۔ کیونکہ عمومی طور پر اتنے جانور نہیں آتے۔ پس دن میں باری مقرر کرنے کی طرح ہو جائے گا۔ اور یہ بھی پانی پینے کی تقسیم کا ایک طریقہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ زراعت اور درختوں کو سیراب کرنے پر قیاس کرتے ہوئے اس بندے کو منع کرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ ایک جامع علت اس کے حق کو ختم کر رہی ہے۔ اور اسی پانی سے عوام کے لئے وضو کرنا اور کپڑوں کو دھونے کے لئے پانی لینے کا حق حاصل ہے اور صحیح قول یہی ہے۔ کیونکہ نالی میں وضو کرنے اور کپڑے دھونے کا حکم دینے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ تو حرج کی طرف لے جانے والا ہوگا۔ اور حرج کو دور کیا گیا ہے۔

برتنوں میں پانی بھر کر درختوں کو سیراب کرنے کا بیان

وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَسْقِيَ شَجَرًا أَوْ خَضِرًا فِيْ دَارِهِ حَمْلًا بِجِرَارِهِ لَهُ ذٰلِكَ فِي الْأَصَحِّ ، لِأَنَّ النَّاسَ يَتَوَسَّعُوْنَ فِيْهِ وَيَعُدُّوْنَ الْمَنْعَ مِنَ الدَّنَاءَةِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْقِيَ أَرْضَهُ وَنَخْلَهُ وَشَجَرَهُ مِنْ نَهْرِ هٰذَا الرَّجُلِ وَبِئْرِهِ وَقَنَاتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ نَصًّا، وَلَهُ أَنْ يَمْنَعَهُ مِنْ ذٰلِكَ ، لِأَنَّ الْمَاءَ مَتٰى دَخَلَ فِي الْمَقَاسِمِ انْقَطَعَتْ شَرِكَةُ الشِّرْبِ بِوَاحِدَةٍ ، لِأَنَّ فِيْ إِبْقَائِهِ قَطْعَ شِرْبِ صَاحِبِهِ، وَلِأَنَّ الْمَسِيْلَ حَقُّ صَاحِبِ النَّهْرِ، وَالضِّفَّةِ تَعَلَّقَ بِهَا حَقُّهُ فَلَا يُمْكِنُهُ التَّسْيِيْلُ فِيْهِ وَلَا شَقُّ الضِّفَّةِ، فَإِنْ أَذِنَ لَهُ صَاحِبُهُ فِيْ ذٰلِكَ أَوْ أَعَارَهُ فَلَا بَأْسَ بِهِ ، لِأَنَّهُ حَقُّهُ فَتَجْرِيْ فِيْهِ الْإِبَاحَةُ كَالْمَاءِ الْمُحْرَزِ فِيْ إِنَائِهِ .

اور جب کوئی شخص اپنا گھڑا بھر کر اپنے درخت کو سیراب کرتا ہے یا گھر کی سبزیوں کو سیراب کرتا ہے تو قول صحیح یہ ہے کہ اس کو حق حاصل ہے۔ کیونکہ لوگ اس میں وسعت سے کام لیتے ہیں اور پانی سے منع کرنے والے کو عوام گھٹیا سمجھتے ہیں۔ ہاں البتہ اس شخص کو نہر، کنوئیں یا زیر زمین ندی سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر اپنی زمین میں اپنے کھجور کے درخت یا دوسرے درختوں کو پانی سے سیراب کا حق نہیں ہے۔ پانی والے کے لئے اس کو روکنے کا حق ہے۔ کیونکہ پانی جب تقسیم میں شامل ہو چکا ہے۔ تو سب کے لئے پانی شرکت ختم ہو چکی ہے۔ کیونکہ پینے کو حق کو باقی رکھنے کے لئے صاحب شرب کے شرب کو ختم کرنا ہے۔ اور اس

میں صاحب نہر کا مسیل ہے اور اس نہر کے کنارے سے بھی اس کا حق متعلق ہے۔ پس کسی دوسرے کے لئے اس میں پانی و بہانا ممکن نہ ہوگا اور نہ ہی کنارے کو توڑنا ممکن ہے۔

اور جب مالک نے اس کو مذکورہ کاموں کی اجازت دے دی ہے یا اس نے نہر اس کو بطور عاریت کے دی ہے تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا کیونکہ وہ اسی کا حق ہے۔ پس اس میں اباحت کا جاری رہے گی۔ جس طرح وہ پانی ہے جس کو برتن میں بھر لیا ہے۔

فَصْلٌ فِیْ کَرْیِ الْاَنْھَارِ

﴿یہ فصل نہروں کو کھودنے کے بیان میں ہے﴾

فصل نہروں کی کھدائی کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب شراب کے مسائل سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے پانی کی معاونت کرنے والے احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے وہ جن چیزوں کی مدد سے پانی آتا ہے وہ نہریں ہیں۔ اور ذرائع و وسائط کا ذکر ہمیشہ بعد میں کیا جاتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب احیاء موات، بیروت)

تقسیم کے اعتبار سے نہروں کی اقسام کا بیان

قَالَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَلْاَنْهَارُ ثَلَاثَةٌ : نَهْرٌ غَیْرُ مَمْلُوْكٍ لِاَحَدٍ وَلَمْ یَدْخُلْ مَاؤُهُ فِی الْمَقَاسِمِ بَعْدُ كَالْفُرَاتِ وَنَحْوِهِ، وَنَهْرٌ مَمْلُوْكٌ دَخَلَ مَاؤُهُ فِی الْقِسْمَةِ اِلَّا اَنَّهُ عَامٌّ . وَنَهْرٌ مَمْلُوْكٌ دَخَلَ مَاؤُهُ فِی الْقِسْمَةِ وَهُوَ خَاصٌّ . وَالْفَاصِلُ بَیْنَهُمَا اسْتِحْقَاقُ الشُّفْعَةِ بِهِ وَعَدَمُهُ .

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نہروں کی تین اقسام ہیں۔ پہلی نہر وہ ہے جو کسی کی مملوک نہیں ہے اور اس کا پانی بھی ابھی تک تقسیم میں شامل نہیں ہوا ہے۔ جس طرح فرات وغیرہ ہے۔

نہر کی دوسری قسم وہ ہے جو کسی شخص کی ملکیت میں ہو اور اس کا پانی بھی تقسیم میں شامل ہو چکا ہے۔ لیکن وہ عام ہے۔ اور نہر کی تیسری قسم وہ ہے۔ جو کسی ملکیت ہے اور اس کا پانی بھی تقسیم میں شامل ہو چکا ہے لیکن وہ خاص ہے۔ اور ان دونوں اقسام کے درمیان حکم فاصل یہ ہے کہ وہ حق شفعہ کا حقدار ہونے یا نہ ہونے پر مبنی ہے۔

نہروں کی کھدوائی بیت المال واہل ذمہ کے مال سے ہونے کا بیان

فَالْاَوَّلُ كَرْیُهُ عَلَی السُّلْطَانِ مِنْ بَیْتِ مَالِ الْمُسْلِمِیْنَ ؛ لِاَنَّ مَنْفَعَةَ الْكَرْیِ لَهُمْ فَتَكُوْنُ مُؤْنَتُهُ عَلَیْهِمْ، وَیُصْرَفُ اِلَیْهِ مِنْ مُؤْنَةِ الْخَرَاجِ وَالْجِزْیَةِ دُوْنَ الْعُشُوْرِ وَالصَّدَقَاتِ ؛ لِاَنَّ الثَّانِیَ لِلْفُقَرَاءِ وَالْاَوَّلَ لِلنَّوَائِبِ، فَاِنْ لَمْ یَكُنْ فِیْ بَیْتِ الْمَالِ شَیْءٌ فَالْاِمَامُ یُجْبِرُ النَّاسَ عَلٰی كَرْیِهِ اِحْیَاءً لِمَصْلَحَةِ الْعَامَّةِ اِذْ هُمْ لَا یُقِیْمُوْنَهَا بِاَنْفُسِهِمْ، وَفِیْ مِثْلِهِ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : لَوْ تُرِكْتُمْ لَبِعْتُمْ اَوْلَادَكُمْ، اِلَّا اَنَّهُ یُخْرِجُ لَهُ مَنْ كَانَ یُطِیْقُهُ وَیَجْعَلُ مُؤْنَتَهُ عَلَی الْمَیَاسِیْرِ الَّذِیْنَ لَا

يُطِيقُونَهُ بِأَنْفُسِهِمْ .

وَأَمَّا الثَّانِي فَكَرْيُهُ عَلَى أَهْلِهِ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمْ وَالْمَنْفَعَةَ تَعُودُ إِلَيْهِمْ عَلَى الْخُصُوصِ وَالْخُلُوصِ، وَمَنْ أَبَى مِنْهُمْ يُجْبَرُ عَلَى كَرْيِهِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ الْعَامِّ وَهُوَ ضَرَرُ بَقِيَّةِ الشُّرَكَاءِ وَضَرَرُ الْآبِي خَاصٌّ وَيُقَابِلُهُ عِوَضٌ فَلَا يُعَارَضُ بِهِ ؛ وَلَوْ أَرَادُوا أَنْ يُحَصِّنُوهُ خِيفَةَ الِانْبِثَاقِ وَفِيهِ ضَرَرٌ عَامٌّ كَغَرَقِ الْأَرَاضِي وَفَسَادِ الطُّرُقِ يُجْبَرُ الْآبِي، وَإِلَّا فَلَا لِأَنَّهُ مَوْهُومٌ بِخِلَافِ الْكَرْيِ ؛ لِأَنَّهُ مَعْلُومٌ .

وَأَمَّا الثَّالِثُ وَهُوَ الْخَاصُّ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَكَرْيُهُ عَلَى أَهْلِهِ لِمَا بَيَّنَّا ثُمَّ قِيلَ يُجْبَرُ الْآبِي كَمَا فِي الثَّانِي .وَقِيلَ لَا يُجْبَرُ ؛ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الضَّرَرَيْنِ خَاصٌّ .

وَيُمْكِنُ دَفْعُهُ عَنْهُمْ بِالرُّجُوعِ عَلَى الْآبِي بِمَا أَنْفَقُوا فِيهِ إِذَا كَانَ بِأَمْرِ الْقَاضِي فَاسْتَوَتِ الْجِهَتَانِ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ، وَلَا يُجْبَرُ لِحَقِّ الشَّفَةِ كَمَا إِذَا امْتَنَعُوا جَمِيعًا .

جو نہر پہلی قسم ہے وہ بادشاہ کی ذمہ داری پر مسلمانوں کے بیت المال سے کھدوائی جائے گی۔ کیونکہ اس کی کھدائی کا نفع مسلمانوں کو پہنچے گا پس اس کی کھدوائی بھی ان پر واجب ہوگی۔ اور اس کی کھدوائی پر خراج وجزیہ کا پیسہ خرچ کیا جائے گا۔ جبکہ عشر وصدقات کو خرچ نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ فقیروں کا حق ہے۔ اور پہلے کا مصرف حوادثات ہیں۔

اور جب بیت المال میں کوئی پیسہ نہیں ہے تو حاکم عوام کی آسانی کے لئے لوگوں کو اس کے کھودنے پر مجبور کرے گا۔ کیونکہ عوام خود بہ خود اس کو نہیں کھود سکتے۔ اور اسی طرح کے معاملے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب تم تمہاری حالت پر رہنے دیا جائے تو تم اپنی اولاد کو بھی بیچ دو گے۔ پس امام اس کی کھدائی میں صرف ان لوگوں کو لگائے گا جس اس کی طاقت رکھتے ہوں۔ اور کھودنے والوں کا خرچ ان لوگوں کے ذمہ پر ڈالے گا جو کھودنے کی طاقت رکھنے والے نہیں ہیں۔

اور جو نہر کی دوسری قسم ہے اس کی کھدوائی اس نہر کے اہل کے ذمہ داروں پر ہے بیت المال پر نہیں ہے کیونکہ یہ ان کا حق ہے اور نفع بھی انہی کی جانب جانے والا ہے۔ خواہ وہ نفع خاص ہو یا خالص ہو۔ اور ان میں سے جو انکاری ہو اس کو مجبور کیا جائے گا۔ تاکہ عام نقصان کو دور کیا جائے۔ جبکہ عام نقصان باقی شریک ہونے والوں کا نقصان ہے۔ انکاری کا نقصان خاص ہے پس خاص نقصان کا معارضہ عام نقصان سے نہیں کیا جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور جب نہر والوں نے اس کو پھٹ جانے کے اندیشہ کے پیش نظر اس کو مضبوط بنانے کا ارادہ کیا ہے اور اس طرح نہ کرنے پر عام نقصان کا اندیشہ ہو جس طرح زمینوں کا ڈوب جانا اور راستوں کا ڈوب جانا ہے۔ تب بھی انکاری کو مجبور کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ معاملہ وہم پر ہے۔ بہ خلاف کھودنے کے کیونکہ اس ایک معلوم معاملہ ہے۔

اور جو نہر کی تیسری قسم ہے ہر طرح سے خاص ہے لہٰذا اس کی کھدائی اس کے اہل کی ذمہ پر ہے اسی دلیل کے سبب سے جو ہم

پان کرائے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انکاری کو مجبور کیا جائے گا۔ جس طرح دوسری قسم میں ہے اور دوسرا قول یہ ہے مجبور نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ان دونوں نقصانات میں سے ہر ایک نقصان خاص ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ انکاری پر رجوع کر کے اس نقصان کو دور کر دیا جائے۔ اور یہ اسی مال کے بارے میں ہے جو انہوں نے خرچ کیا ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ قاضی کے حکم کے ساتھ ہو پس یہاں دونوں جہات برابر ہو چکی ہیں۔ اور یہ اس مسئلہ کے خلاف ہے جو پہلے گزر گیا ہے۔ اور حق شرب کے سبب جبر نہ کیا جائے گا جس طرح یہ صورت مسئلہ ہے کہ جب سب رک جائیں۔

نہر کی کھدوائی میں صرفہ کے مشترکہ ہونے کا بیان

وَمُؤْنَةُ كَرْيِ النَّهْرِ الْمُشْتَرَكِ عَلَيْهِمْ مِنْ اَعْلَاهُ، فَإِذَا جَاوَزَ اَرْضَ رَجُلٍ رُفِعَ عَنْهُ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

وَقَالَا : هِيَ عَلَيْهِمْ جَمِيْعًا مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى آخِرِهٖ بِحِصَصِ الشِّرْبِ وَالْاَرْضِيْنَ ؛ لِاَنَّ لِصَاحِبِ الْاَعْلٰى حَقًّا فِي الْاَسْفَلِ لِاحْتِيَاجِهٖ اِلٰى تَسْيِيْلِ مَا فَضَلَ مِنَ الْمَاءِ فِيْهِ ـ وَلَهُ اَنَّ الْمَقْصِدَ مِنَ الْكَرْيِ الْاِنْتِفَاعُ بِالسَّقْيِ، وَقَدْ حَصَلَ لِصَاحِبِ الْاَعْلٰى فَلَا يَلْزَمُهُ اِنْفَاعُ غَيْرِهٖ، وَلَيْسَ عَلٰى صَاحِبِ السَّيْلِ عِمَارَتُهُ كَمَا اِذَا كَانَ لَهُ مَسِيْلٌ عَلٰى سَطْحِ غَيْرِهٖ، كَيْفَ وَاَنَّهُ يُمْكِنُهُ دَفْعُ الْمَاءِ عَنْ اَرْضِهٖ بِسَدِّهٖ مِنْ اَعْلَاهُ، ثُمَّ اِنَّمَا يُرْفَعُ عَنْهُ اِذَا جَاوَزَ اَرْضَهُ كَمَا ذَكَرْنَاهُ، وَقِيْلَ اِذَا جَاوَزَ فُوْهَةَ نَهْرِهٖ، وَهُوَ مَرْوِيٌّ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ ـ وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ ؛ لِاَنَّ لَهُ رَاْيًا فِي اتِّخَاذِ الْفُوْهَةِ مِنْ اَعْلَاهُ وَاَسْفَلِهٖ، فَاِذَا جَاوَزَ الْكَرْيُ اَرْضَهُ حَتّٰى سَقَطَتْ عَنْهُ مُؤْنَتُهُ قِيْلَ لَهُ اَنْ يَفْتَحَ الْمَاءَ لِيَسْقِيَ اَرْضَهُ لِانْتِهَاءِ الْكَرْيِ فِيْ حَقِّهٖ، وَقِيْلَ لَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ مَا لَمْ يَفْرُغْ شُرَكَاؤُهُ نَفْيًا لِاخْتِصَاصِهٖ، وَلَيْسَ عَلٰى اَهْلِ الشَّفَةِ مِنَ الْكَرْيِ شَيْءٌ ؛ لِاَنَّهُمْ لَا يُحْصَوْنَ وَلِاَنَّهُمْ اَتْبَاعٌ .

اور مشترکہ نہر کی کھدوائی کا صرفہ حصے داروں پر نہر کی اوپر والی کھداوئی سے لیا جائے گا۔ اور جب یہ کھدوائی کسی خاص آدمی کی زمین سے آگے بڑھ جائے تو اس سے صرفہ اٹھالیا جائے گا۔ اور یہ حکم حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ یہ پانی اور زمینوں کے حساب سے شروع سے لے کر آخر تک سب پر خرچہ ہوگا۔ کیونکہ اوپر والے کا نیچے والے کی زمین پر حق ہے۔ کیونکہ نکال میں بچ جانے والے پانی کی اس کو ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نہر کھودنے کا مقصد سیراب کرنے کا نفع حاصل کرنا ہے۔ جبکہ اوپر والا پہلے نفع حاصل کر چکا ہے پس اس کے لئے دوسرے کو فائدہ پہنچانا لازم نہ ہوگا اور مسیل والے پر مسیل کو بنانا لازم نہیں ہے۔ جس طرح جب کسی شخص کی دوسرے کی چھت پر مسیل ہے کیونکہ اب مسیل والا اس پر تعمیر بنا سکتا ہے۔ جب اوپر والے کے لئے پانی کو روک کر اس کے لئے اپنی زمین سے پانی کو ہٹا لینا ممکن ہو۔

اور حصے دار سے خرچہ اس وقت سے اٹھالیا جائے گا جب کھدائی اس کی زمین سے آگے نکل گئی ہو۔ جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے جب کھدائی اس کی نہر کے دہانے سے بڑھ جائے تو اب صرف اٹھالیا جائے گا اور امام محمد علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ جبکہ زیادہ صحیح قول اول ہے۔ کیونکہ حصے دار کے لئے اوپر نیچے سے دہانے کو کھول دینے کا حق حاصل ہے۔

اور جب کھدائی اس کی زمین سے بڑھ جائے حتیٰ کہ اس کی مد ختم ہو جائے تو ایک قول یہ ہے کہ اس کے لئے اپنی زمین کو سیراب کرنے کے لئے پانی کو کھولنے کا حق ہے کیونکہ اس کے حق میں کھدائی ختم ہو گئی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے جب تک اس کے ساتھ شرکت کرنے والے فراغت حاصل نہ کریں تب تک اس کو کوئی حق نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کو خاص ہونے کی نفی کر دی جائے اور پینے والوں پر کھدائی سے کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ بڑی تعداد میں ہیں کیونکہ وہ سب کے سب تابع ہیں۔

فَصْلٌ فِي الدَّعْوَى وَالِاخْتِلَافِ وَالتَّصَرُّفِ فِيهِ

﴿یہ فصل دعویٰ شرب، اختلاف وتصرف کے بیان میں ہے﴾

فصل شرب کے مسائل شتیٰ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتیٰ ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ ونادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثور، متفرقہ یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۳۲۸، حقانیہ ملتان)

سوائے زمین کے دعویٰ شرب کا بطور استحسان صحیح ہونے کا بیان

قَالَ (وَتَصِحُّ دَعْوَى الشِّرْبِ بِغَيْرِ أَرْضٍ اسْتِحْسَانًا) ؛ لِأَنَّهُ قَدْ يُمْلَكُ بِدُوْنِ الْأَرْضِ إِرْثًا، وَقَدْ يَبِيعُ الْأَرْضَ وَيَبْقَى الشِّرْبُ لَهُ وَهُوَ مَرْغُوبٌ فِيهِ فَيَصِحُّ فِيهِ الدَّعْوَى (وَإِذَا كَانَ نَهْرٌ لِرَجُلٍ يَجْرِي فِي أَرْضِ غَيْرِهِ فَأَرَادَ صَاحِبُ الْأَرْضِ أَنْ لَا يُجْرِيَ النَّهْرَ فِي أَرْضِهِ تُرِكَ عَلَى حَالِهِ) ؛ لِأَنَّهُ مُسْتَعْمَلٌ لَهُ بِإِجْرَاءِ مَائِهِ .

فَعِنْدَ الِاخْتِلَافِ يَكُوْنُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي يَدِهِ، وَلَمْ يَكُنْ جَارِيًا فَعَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ أَنَّ هٰذَا النَّهْرَ لَهُ، أَوْ أَنَّهُ قَدْ كَانَ مَجْرَاهُ لَهُ فِي هٰذَا النَّهْرِ يَسُوقُهُ إِلَى أَرْضِهِ لِيَسْقِيَهَا فَيَقْضِي لَهُ لِإِثْبَاتِهِ بِالْحُجَّةِ مِلْكًا لَهُ أَوْ حَقًّا مُسْتَحَقًّا فِيهِ، وَعَلَى هٰذَا الْمَصَبُّ فِي نَهْرٍ أَوْ عَلَى سَطْحٍ أَوِ الْمِيزَابُ أَوِ الْمَمْشَى فِي دَارِ غَيْرِهِ، فَحُكْمُ الِاخْتِلَافِ فِيهَا نَظِيرُهُ فِي الشِّرْبِ

اور جب کسی شخص نے زمین کے بغیر کی شرب کا دعویٰ کیا ہے تو یہ بطور استحسان صحیح ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی زمین کے سوا بھی میراث کے طور پر شرب مملوک بن جاتا ہے۔ کیونکہ انسان زمین کو بیچ بھی تو دیتا ہے اور اپنے لئے اس زمین کا پانی باقی رہنے دیتا ہے۔ کیونکہ سے متعلق اس کو رغبت ہوتی ہے۔ پس اس کا دعویٰ کرنا درست ہوگا۔

اور جب کسی شخص کی نہر کسی دوسرے آدمی کی زمین میں سے جاری ہے۔ اور زمین والے نے چاہا کہ اس کی زمین میں نہر بہ

ہے تو اس نہر اس کو اس کی حالت پر رہنے دیا جائے گا۔ کیونکہ نہر والا نہر کو چلا کر اس کے پانی کو استعمال کرتا ہے پس اختلاف کے وقت اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب نہر اس کے قبضہ میں نہیں ہے اور نہ ہی وہ جاری ہے تو مدعی کے لئے اس کی شہادت پیش کرنا لازم ہوگا۔ کہ وہ نہر اس کی ہے یا اس کے لئے اس نہر سے پانی جاری کرنے کا حق ہے جس طرح وہ زمین کو سیراب کرنے کے لئے پانی لے جاتا ہے۔ پس اسی کے لئے نہر کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ دلیل کے سبب سے نہر پر اپنی ملکیت یا اپنے حق کو ثابت کرنے والا ہے۔ اور اسی حکم کے مطابق نہر، چھت، پرنالہ اور دوسرے گھر میں گزرنے کا مسئلہ ہے۔ اور ان مذکورہ اشیاء میں اختلاف کا حکم مسئلہ شرب میں اختلاف کی مثل ہے۔

پانی والی نہر کا ایک قوم کے درمیان مشترکہ ہونے کا بیان

(وَإِذَا كَانَ نَهْرٌ بَيْنَ قَوْمٍ وَاخْتَصَمُوا فِي الشِّرْبِ كَانَ الشِّرْبُ بَيْنَهُمْ عَلَى قَدْرِ أَرَاضِيهِمْ) ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الِانْتِفَاعُ بِسَقْيِهَا فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ، بِخِلَافِ الطَّرِيقِ ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ التَّطَرُّقُ وَهُوَ فِي الدَّارِ الْوَاسِعَةِ وَالضَّيِّقَةِ عَلَى نَمَطٍ وَاحِدٍ، فَإِنْ كَانَ الْأَعْلَى مِنْهُمْ لَا يَشْرَبُ حَتَّى يَسْكُرَ النَّهْرَ لَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ لِمَا فِيهِ مِنْ إبْطَالِ حَقِّ الْبَاقِينَ، وَلَكِنَّهُ يَشْرَبُ بِحِصَّتِهِ، فَإِنْ تَرَاضَوْا عَلَى أَنْ يَسْكُرَ الْأَعْلَى النَّهْرَ حَتَّى يَشْرَبَ بِحِصَّتِهِ أَوْ اصْطَلَحُوا عَلَى أَنْ يَسْكُرَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فِي نَوْبَتِهِ جَازَ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ، إلَّا أَنَّهُ إذَا تَمَكَّنَ مِنْ ذَلِكَ بِلَوْحٍ لَا يَسْكُرُ بِمَا يَنْكَبِسُ بِهِ النَّهْرُ مِنْ غَيْرِ تَرَاضٍ لِكَوْنِهِ إضْرَارًا بِهِمْ، وَلَيْسَ لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَكْرِيَ مِنْهُ نَهْرًا أَوْ يَنْصِبَ عَلَيْهِ رَحَى مَاءٍ إلَّا بِرِضَا أَصْحَابِهِ ؛ لِأَنَّ فِيهِ كَسْرَ ضِفَّةِ النَّهْرِ وَشَغْلَ مَوْضِعٍ مُشْتَرَكٍ بِالْبِنَاءِ، إلَّا أَنْ يَكُونَ رَحًى لَا يَضُرُّ بِالنَّهْرِ وَلَا بِالْمَاءِ، وَيَكُونُ مَوْضِعُهَا فِي أَرْضِ صَاحِبِهَا ؛ لِأَنَّهُ تَصَرُّفٌ فِي مِلْكِ نَفْسِهِ وَلَا ضَرَرَ فِي حَقِّ غَيْرِهِ. وَمَعْنَى الضَّرَرِ بِالنَّهْرِ مَا بَيَّنَّاهُ مِنْ كَسْرِ ضِفَّتِهِ،

اور جب کسی قوم کے درمیان کوئی نہر مشترکہ ہے اور وہ اس کے پانی میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ان کے درمیان زمینوں کے حساب سے پانی دیا جائے گا۔ کیونکہ پانی کا مقصد زمین کو سیراب کر کے فائدہ حاصل کرنا ہے۔ پس وہ نفع کی مقدار کے برابر ہو گا۔ جبکہ راستے میں ایسا نہیں ہے کیونکہ راستے سے مقصد اس کو بنانا ہے اور راستہ بنانے میں خواہ تنگ ہو کھلا ہو وہ دونوں گھروں میں ایک طرح کا ہوا کرتا ہے۔

اور اسی طرح جب اوپر سے پانی لگانے والا زمین کو سیراب نہ کرے بلکہ نہر کو بند لگا دے تو اس کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ اس کے سبب سے دوسروں کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ پس اپنے حصے کے مطابق سیراب کرے اور اس کے جب دوسرے شریک اس بات پر رضامند ہو جائیں کہ اوپر والا پانی کو بند کرتے وقت بند یا کھدی لگا دے یا پھر وہ اس معاملہ پر اتفاق کر لیتے ہیں کہ ہر شخص

اپنی باری کے حساب سے بند لگا دیا کرے گا تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ یہ ان کا حق ہے۔ اور اگر تختہ کے سبب سے بند لگانے پر طاقت ہے تو وہ شریکوں کی رضامندی کے بغیر کسی ایسی چیز سے بند نہ لگائے جس سے نہر ٹوٹ جائے کیونکہ اس کے سبب ان کو نقصان پہنچے گا۔

اور مشترکہ نہر میں شرکاء کی رضامندی کے سوا کسی بھی شریک کو نہر کھودنے یا اس پر پن چکی بنانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے نہر کے کنارے کو توڑنا اور مشترکہ زمین کو عمارت کے ساتھ بنانا لازم آئے گا۔ مگر جب وہ پن چکی ایسی ہے جو نہر کے لئے اور پانی کے لئے نقصان پہنچانے والی نہیں ہے۔ اور اس پن چکی کی زمین پر اسی مالک ہے تو اب جائز ہے۔ کیونکہ یہ تو اس کی اپنی ملکیت میں تصرف ہے اور دوسروں کے حق میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔ اور نہر میں نقصان پہنچانے کا حکم وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ یعنی نہر کے کنارے کا ٹوٹنا ہے۔

نہری پانی کو نقصان پہنچانے کا فقہی مفہوم

وَبِالْمَاءِ اَنْ يَتَغَيَّرَ عَنْ سُنَنِهِ الَّذِیْ كَانَ يَجْرِیْ عَلَيْهِ، وَالدَّالِيَةُ وَالسَّانِيَةُ نَظِيْرُ الرَّحٰى، وَلَا يَتَّخِذُ عَلَيْهِ جِسْرًا وَلَا قَنْطَرَةً بِمَنْزِلَةِ طَرِيْقٍ خَاصٍّ بَيْنَ قَوْمٍ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ لِوَاحِدٍ نَهْرٌ خَاصٌّ يَاْخُذُ مِنْ نَهْرٍ خَاصٍّ بَيْنَ قَوْمٍ فَاَرَادَ اَنْ يُقَنْطِرَ عَلَيْهِ وَيَسْتَوْثِقَ مِنْهُ لَهُ ذٰلِكَ، اَوْ كَانَ مُقَنْطَرًا مُسْتَوْثَقًا فَاَرَادَ اَنْ يَنْقُضَ ذٰلِكَ وَلَا يَزِيْدَ ذٰلِكَ فِیْ اَخْذِ الْمَاءِ حَيْثُ يَكُوْنُ لَهُ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِیْ خَالِصِ مِلْكِهِ وَضْعًا وَرَفْعًا .وَلَا ضَرَرَ بِالشُّرَكَاءِ بِاَخْذِ زِيَادَةِ الْمَاءِ، وَيُمْنَعُ مِنْ اَنْ يُوَسِّعَ فَمَ النَّهْرِ ؛لِاَنَّهُ يَكْسِرُ ضِفَّةَ النَّهْرِ، وَيَزِيْدُ عَلٰى مِقْدَارِ حَقِّهِ فِیْ اَخْذِ الْمَاءِ، وَكَذَا اِذَا كَانَتِ الْقِسْمَةُ بِالْكُوٰى، وَكَذَا اِذَا اَرَادَ اَنْ يُؤَخِّرَهَا عَنْ فَمِ النَّهْرِ فَيَجْعَلَهَا فِیْ اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ مِنْهُ لِاحْتِبَاسِ الْمَاءِ فِيْهِ فَيَزْدَادُ دُخُوْلُ الْمَاءِ فِيْهِ .بِخِلَافِ مَا اِذَا اَرَادَ اَنْ يُسْفِلَ كُوَاهُ اَوْ يَرْفَعَهَا حَيْثُ يَكُوْنُ لَهُ ذٰلِكَ فِی الصَّحِيْحِ ؛لِاَنَّ قِسْمَةَ الْمَاءِ فِی الْاَصْلِ بِاعْتِبَارِ سَعَةِ الْكُوَّةِ وَضِيْقِهَا مِنْ غَيْرِ اعْتِبَارِ التَّسَفُّلِ وَالتَّرَفُّعِ وَهُوَ الْعَادَةُ فَلَمْ يَكُنْ فِيْهِ تَغْيِيْرُ مَوْضِعِ الْقِسْمَةِ،

اور نہری پانی کو نقصان پہنچانے کا معنی یہ ہے کہ پانی جاری ہونے کا طریقہ بدل جائے جس طرح وہ جاری ہوا تھا۔ اور یہ رہٹ اور چرس پن چکی کے حکم میں ہے۔

اور کوئی شرکت کرنے والا شخص نہر پر پل نہ بنائے گا جس طرح کسی قوم کے لئے راستے کو خاص کیا جاتا ہے بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب کسی شخص کے لئے خاص طور پر کوئی نہر ہے۔ اور اس کے بعد نہر والا اس پر پل بنا کو اسے طاقتور بنانا چاہتا ہے تو اس کے لئے یہ حق حاصل ہوگا۔ یا پھر نہر پر پل تو پہلے ہی طاقتور ہے لیکن نہر والا شخص اس کو توڑنا چاہتا ہے۔ اور اس کے سبب پانی لینے میں اضافہ بھی نہیں ہو سکے گا تو اس کے لئے یہ حق ہوگا کیونکہ وہ بندہ خاص اپنی ملکیت میں تصرف کر رہا ہے۔ اور وہ زیدہ پانی حاصل

کر کے شرکاء کوکوئی نقصان پہنچانے والانہیں ہے۔

اور اگر وہ نہر کا منہ کھلا کرنا چاہے گا تو اس کو روک دیا جائے گا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے وہ نہر کا کنارہ توڑنے والا ہے اور پانی لینے کی وجہ سے اس کے حق میں مقدار پانی کا اضافہ ہوجائے گا اور اسی طرح سوراخ کے ذریعے پانی کی تقسیم کا مسئلہ ہے۔ اور اسی طرح جب وہ پانی کے سوراخ کو نہر سے پیچھے کرنا چاہے اور وہ نہر کے منہ سے چار ہاتھ پیچھے کرنا چاہتا ہے تو بھی اس کو منع کر دیا جائے گا کیونکہ اس طرح پانی رکے گا اور اس کے داخل ہونے میں اضافہ ہوجائے گا۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب کسی شخص پانی کے سوراخ کو اوپر یا نیچے کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ تو اس کے لئے یہ حق حاصل ہوگا یہی صحیح قول ہے۔ کیونکہ اصل میں پانی کی تقسیم پانی کے سوراخ کی تنگی یا کشادگی کے اعتبار سے ہوا کرتی ہے۔ اور اوپر نیچے کیے بغیر یہی عرف ہے۔ پس اس میں تقسیم کی جگہ تبدیل نہ ہوگی

تقسیم سوراخ کے بعد تقسیم ایام سے پانی حاصل کرنے کا بیان

وَلَوْ كَانَتِ الْقِسْمَةُ وَقَعَتْ بِالْكُوَى فَأَرَادَ اَحَدُهُمْ اَنْ يُقَسِّمَ بِالْاَيَّامِ لَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ ؛ لِاَنَّ الْقَدِيمَ يُتْرَكُ عَلٰى قِدَمِهِ لِظُهُورِ الْحَقِّ فِيهِ .

وَلَوْ كَانَ لِكُلٍّ مِنْهُمْ كُوًى مُسَمَّاةٌ فِي نَهْرٍ خَاصٍّ لَيْسَ لِوَاحِدٍ اَنْ يَزِيدَ كُوَّةً وَاِنْ كَانَ لَا يَضُرُّ بِاَهْلِهِ ؛ لِاَنَّ الشَّرِكَةَ خَاصَّةٌ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَتِ الْكُوَى فِي النَّهْرِ الْاَعْظَمِ ؛ لِاَنَّ لِكُلٍّ مِنْهُمْ اَنْ يَشُقَّ نَهْرًا مِنْهُ ابْتِدَاءً فَكَانَ لَهُ اَنْ يَزِيدَ فِي الْكُوَى بِالطَّرِيقِ الْاَوْلٰى

اور جب شرکاء نے آپس میں سوراخ کے ذریعے پانی کو تقسیم کرلیا ہے اور اس کے بعد ان شرکاء میں سے کسی نے دنوں کی تقسیم کے ذریعے پانی کو حاصل کرنا چاہا ہے تو اس کے لئے یہ حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ پرانی چیز کو ظہور حق میں پہلے اس کی پرانیت پر چھوڑ دیا جاتا ہے (قاعدہ فقہیہ) اور جب کسی خاص نہر میں سارے شرکاء کے لئے خاص قسم کے سوراخ ہیں تو ان میں کسی کے لئے سوراخ کو بڑا کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ خواہ وہ دوسروں کے لئے نقصان دہ نہ ہو۔ کیونکہ یہاں شرکت خاص ہے۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب سوراخ بڑے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر شریک کے لئے ابتدائی طور پر بڑی نہر کو کھودنے کا حق حاصل ہے پس سوراخوں کو بڑھانے میں بدرجہ اولیٰ ان کے لئے حق ثابت ہوجائے گا۔

شرکاء کے لئے پانی کو دوسری زمین نہ لگانے کا بیان

(وَلَيْسَ لِاَحَدِ الشُّرَكَاءِ فِي النَّهْرِ اَنْ يَسُوقَ شِرْبَهُ اِلٰى اَرْضٍ لَهُ اُخْرٰى لَيْسَ لَهَا فِي ذٰلِكَ شِرْبٌ) ؛ لِاَنَّهُ اِذَا تَقَادَمَ الْعَهْدُ يُسْتَدَلُّ بِهِ عَلٰى اَنَّهُ حَقُّهُ (وَكَذَا اِذَا اَرَادَ اَنْ يَسُوقَ شِرْبَهُ فِي اَرْضِهِ الْاُولٰى حَتّٰى يَنْتَهِيَ اِلٰى هٰذِهِ الْاَرْضِ الْاُخْرٰى) ؛ لِاَنَّهُ يَسْتَوْفِي زِيَادَةً عَلٰى حَقِّهِ، اِذِ الْاَرْضُ الْاُولٰى تُنَشِّفُ بَعْضَ الْمَاءِ قَبْلَ اَنْ تُسْقَى الْاَرْضُ الْاُخْرٰى، وَهُوَ نَظِيرُ طَرِيقٍ مُشْتَرَكٍ اَرَادَ اَحَدُهُمْ اَنْ يَفْتَحَ فِيهِ بَابًا اِلٰى دَارٍ اُخْرٰى سَاكِنُهَا غَيْرُ سَاكِنِ هٰذِهِ الدَّارِ الَّتِي يَفْتَحُهَا فِي

هٰذَا الطَّرِيْقِ، وَلَوْ اَرَادَ الْاَعْلٰى مِنَ الشَّرِيْكَيْنِ فِي النَّهْرِ الْخَاصِ وَفِيْهِ كُوًى بَيْنَهُمَا اَنْ يَسُدَّ بَعْضَهَا دَفْعًا لِفَيْضِ الْمَاءِ عَنْ اَرْضِهٖ كَيْ لَا تَنِزَّ لَيْسَ لَهٗ ذٰلِكَ لِمَا فِيْهِ مِنَ الضَّرَرِ بِالْاٰخَرِ، وَكَذَا اِذَا اَرَادَ اَنْ يُقَسِّمَ الشِّرْبَ مُنَاصَفَةً بَيْنَهُمَا ؛ لِاَنَّ الْقِسْمَةَ بِالْكُوٰى تَقَدَّمَتْ اِلَّا اَنْ يَتَرَاضَيَا ؛ لِاَنَّ الْحَقَّ لَهُمَا، وَبَعْدَ التَّرَاضِيْ لِصَاحِبِ الْاَسْفَلِ اَنْ يَنْقُضَ ذٰلِكَ ـ وَكَذَا لِوَرَثَتِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ ؛ لِاَنَّهٗ اِعَارَةُ الشِّرْبِ، فَاِنَّ مُبَادَلَةَ الشِّرْبِ بِالشِّرْبِ بَاطِلَةٌ،

اور شرکاء میں سے کسی بھی شریک کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ اپنے حصے کے پانی کو اپنی دوسری زمین کے لئے لے جائے جس کے لئے پانی نہیں ہے۔ کیونکہ جب وقت گزر جائے گا تو یا استدلال کرتے ہوئے کہے گا یہ اس کا حق ہے۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے اپنی پہلی زمین میں اس قدر رگانا چاہا ہے کہ وہ اس کی زمین تک پہنچ جائے کیونکہ اس طرح وہ اپنے حق سے زیادہ پانی وصول کرنے والا ہے کیونکہ پہلی زمین دوسری زمین تک پانی کو پہنچانے میں کچھ پانی اپنے اندر جذب کرلے گی اور مشترکہ راستے کی مثال بھی یہی ہے۔ اور جب کوئی شریک اپنے گھر میں دروازہ کھولنا چاہتا ہے اور اس میں رہنے والا اس کے مکین کے سوا ہے جس کا دروازہ راستے میں ہے۔

اور جب خاص نہر میں دو شرکاء میں سے اوپر والا شریک یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے درمیان مشترکہ سوراخوں میں سے کسی ایک سوراخ کو بند کر دے تاکہ اس کی زمین سے پانی نکل جائے تاکہ زمین میں نمی باقی نہ رہے تو اس کو اس بات کا اختیار نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں دوسرے کا نقصان ہے۔

اور اسی طرح جب اس نے پانی کو نصف نصف کر کے تقسیم کرنا چاہا ہے کیونکہ تقسیم تو پہلے سوراخوں کے ذریعے ہو چکی ہے ہاں البتہ جب دونوں شرکاء اس پر رضامند ہو جائیں۔ کیونکہ وہ دونوں کا حق ہے۔ اور رضامندی کے بعد نیچے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس تقسیم کو ختم کر دے۔ اور اسی طرح اس کے بعد اس کے وارثوں کو بھی یہ حق حاصل ہوگا کیونکہ یہ پانی بطور عاریت ہے۔ کیونکہ پانی کا پانی کے ساتھ بدلہ کرنا باطل ہے۔

حق پانی کا حقوق میراث میں سے ہونے کا بیان

وَالشِّرْبُ مِمَّا يُوْرَثُ وَيُوْصٰى بِالْاِنْتِفَاعِ بِعَيْنِهٖ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ وَالْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْوَصِيَّةِ بِذٰلِكَ حَيْثُ لَا تَجُوْزُ الْعُقُوْدُ اِمَّا لِلْجَهَالَةِ اَوْ لِلْغَرَرِ، اَوْ لِاَنَّهٗ لَيْسَ بِمَالٍ مُتَقَوَّمٍ حَتّٰى لَا يَضْمَنَ اِذَا سَقٰى مِنْ شِرْبِ غَيْرِهٖ، وَاِذَا بَطَلَتِ الْعُقُوْدُ فَالْوَصِيَّةُ بِالْبَاطِلِ بَاطِلَةٌ، وَكَذَا لَا يَصْلُحُ مُسَمًّى فِي النِّكَاحِ حَتّٰى يَجِبَ مَهْرُ الْمِثْلِ، وَلَا فِي الْخُلْعِ حَتّٰى يَجِبَ رَدُّ مَا قَبَضَتْ مِنَ الصَّدَاقِ لِتَفَاحُشِ الْجَهَالَةِ ـ وَلَا يَصْلُحُ بَدَلَ الصُّلْحِ عَنِ الدَّعْوٰى ؛ لِاَنَّهٗ لَا يُمْلَكُ بِشَيْءٍ مِنَ الْعُقُوْدِ .

اور حق پانی یہ ان چیزوں میں سے ہے جو میراث بننے والی ہیں۔ کیونکہ اس کے عین میں نفع کی وصیت کی جاتی ہے جبکہ بیع، ہبہ اور صدقہ میں ایسا نہیں ہے اور ان عقود کی وصیت بھی نہیں ہوتی کیونکہ ان میں عقد جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں جہالت یا دھوکہ یا اس سبب سے مال متقوم نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب کسی بندے نے دوسرے کے پانی سے زمین کو سیراب کیا ہے تو وہ شخص ضامن نہ ہوگا۔ اور جب عقود ہی باطل ہیں تو ان کی وصیت بھی باطل ہے۔

اور اسی طرح پانی میں نکاح کا مہر بننے کی صلاحیت بھی نہیں ہے لہٰذا مہر مثلی واجب ہوگا۔ جبکہ پانی دینا واجب نہ ہوگا۔ ہاں یہ پانی خلع کا بدل بن سکتا ہے کیونکہ جب عورت پر قبضہ کردہ مہر کو واپس دینا لازم ہے کیونکہ اس میں جہالت فاحشہ ہے۔ اور اسی طرح پانی کا دعویٰ صلح کا بدل بننے کی قوت بھی نہیں رکھتا کیونکہ کسی بھی عقد کے ذریعے پانی کا مالک نہیں بنا جاسکتا۔

صاحب ارض کی موت کے بعد پانی کو نہ بیچنے کا بیان

وَلَا يُبَاعُ الشِّرْبُ فِيْ دَيْنِ صَاحِبِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ بِدُوْنِ اَرْضٍ كَمَا فِيْ حَالِ حَيَاتِهِ، وَكَيْفَ يَصْنَعُ الْاِمَامُ ؟ الْاَصَحُّ اَنْ يَضُمَّهُ اِلٰى اَرْضٍ لَا شِرْبَ لَهَا فَيَبِيْعَهَا بِاِذْنِ صَاحِبِهَا، ثُمَّ يَنْظُرُ اِلٰى قِيْمَةِ الْاَرْضِ مَعَ الشِّرْبِ وَبِدُوْنِهِ فَيَصْرِفُ التَّفَاوُتَ اِلٰى قَضَاءِ الدَّيْنِ، وَاِنْ لَمْ يَجِدْ ذٰلِكَ اشْتَرٰى عَلٰى تَرِكَةِ الْمَيِّتِ اَرْضًا بِغَيْرِ شِرْبٍ، ثُمَّ ضَمَّ الشِّرْبَ اِلَيْهَا وَبَاعَهُمَا فَيَصْرِفُ مِنَ الثَّمَنِ اِلٰى ثَمَنِ الْاَرْضِ وَيَصْرِفُ الْفَاضِلَ اِلٰى قَضَاءِ الدَّيْنِ

(وَاِذَا سَقَى الرَّجُلُ اَرْضَهُ اَوْ مَخَرَهَا مَاءً) اَيْ مَلَاهَا (فَسَالَ مِنْ مَائِهَا فِيْ اَرْضِ رَجُلٍ فَغَرَّقَهَا اَوْ نَزَّتْ اَرْضُ جَارِهِ مِنْ هٰذَا الْمَاءِ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ضَمَانُهَا) ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِيْهِ

اور جب پانی کی ملکیت والا شخص فوت ہو جائے تو اس کے قرض میں زمین کے بغیر پانی کو نہیں بیچا جائے گا جس طرح اس کی زندگی میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس وقت حاکم کو کیا کرنا چاہیے تو اس کے بارے میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ پانی کو ایسی زمین کے ساتھ لاحق کرے گا جس کا پانی نہ ہو۔ اس کے بعد وہ زمین کے مالک کی اجازت سے اس کی زمین اور پانی دونوں کو بیچ دے گا۔ اور اس کے بعد زمین کو پانی کے ساتھ اور زمین کو پانی کے بغیر دونوں کی قیمتوں میں غور وفکر کرے گا۔ اور ان میں جو فرق آئے اس کو قرض میں ادائیگی میں ادا کرے۔

اور جب حاکم کو ایسی زمین نہ ملے تو وہ ترکہ میت سے پانی کے سوا کسی زمین کو خریدے اور اس کے بعد اس کے ساتھ پانی کو ملائے۔ اور ان دونوں کی بیچوائی کردے۔ پس وہ قیمت زمین کی قیمت میں خرچ کرے اور جو بچ جائے اور قرض ادا کرنے میں ادا کردے۔

اور جب کسی بندے نے اپنی زمین کو پانی سے سیراب کیا ہے یا پھر اس نے اس کو پانی سے بھر دیا ہے مگر اس کا پانی دوسرے کی زمین میں چلا گیا ہے اور اس نے اس کو ڈبو دیا ہے یا اس کے پانی کے سبب اس کے ہمسائے کی زمین تر ہوگئی ہے تو سیراب کرنے والے پر اس کا ضمان واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس بے چارہ تو اس میں کوئی زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔

كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ

﴿یہ کتاب پینے والی چیزوں کے بیان میں ہے﴾

کتاب اشربہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب اشربہ کو شرب کے بعد بیان کیا ہے کیونکہ ان دونوں کو لفظی ومعنوی طور پر شعبہ ایک ہے۔ اور کتاب احیاء موات کے سبب شرب کو مقدم بیان کیا گیا ہے۔ (اور یہ بھی مناسبت ہے کہ کتاب اشربہ میں خمر اور اسی جیسی حرام شرابوں کا بیان ہوا ہے جبکہ شرب میں حلال پینے کا بیان ہوا ہے لہٰذا اس لئے شرب کو پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب اشربہ، بیروت)

خمر کی وجہ تسمیہ وشراب کا فقہی مفہوم

لغت میں پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور اصطلاح فقہا میں شراب اُسے کہتے ہیں جس سے نشہ ہوتا ہے، اس کی بہت قسمیں ہیں، خمر انگور کی شراب کو کہتے ہیں یعنی انگور کا کچا پانی جس میں جوش آجائے اور شدت پیدا ہو جائے۔ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں جھاگ پیدا ہو اور کبھی ہر شراب کو مجازاً خمر کہہ دیتے ہیں۔

قاموس میں لکھا ہے کہ خمر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے استعمال (یعنی جس کو پینے) سے نشہ و مستی پیدا ہو جائے۔ اور وہ انگور کے شیرے کی صورت میں ہو یا عام کہ وہ انگور کا شیرہ ہو یا کسی چیز کا عرق وکاڑھا وغیرہ ہو، زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کا عام مفہوم مراد لیا جائے) یعنی نشہ لانے والی چیز خواہ وہ انگور کا شیرہ ہو یا کسی دوسری چیز کا شیرہ وغیرہ کیونکہ شراب مدینہ میں حرام ہوئی ہے اور اس زمانہ میں انگور کی شراب کا کوئی وجود نہیں تھا بلکہ وہ کھجور سے بنائی جاتی تھی خمر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لغت میں "خمر" کے معنی ہیں "ڈھانپنا" چھپانا، خلط کرنا" اور چونکہ شراب انسان کی عقل کو ڈھانپ دیتی ہے اور اس کے فہم وشعور کی قوتوں کو خلط وخبط کر دیتی ہے اس لئے اس کو "خمر" کہا گیا۔

حرمت شراب کے شرعی ماخذ کا بیان

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔(المائدہ، ۹۱)

اے ایمان والو شراب اور جُوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ (کنز الایمان)

حرام کردہ چار شرابوں کا بیان

قَالَ (اَلْاَشْرِبَةُ الْمُحَرَّمَةُ اَرْبَعَةٌ : اَلْخَمْرُ وَهِيَ عَصِيْرُ الْعِنَبِ اِذَا غَلٰى وَاشْتَدَّ وَقَذَفَ بِالزَّبَدِ، وَالْعَصِيْرُ اِذَا طُبِخَ حَتّٰى يَذْهَبَ اَقَلُّ مِنْ ثُلُثَيْهِ) وَهُوَ الطِّلَاءُ الْمَذْكُوْرُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ (وَنَقِيْعُ التَّمْرِ وَهُوَ السَّكَرُ، وَنَقِيْعُ الزَّبِيْبِ اِذَا اشْتَدَّ وَغَلَا .

فرمایا کہ حرام کردہ شرابیں چار ہیں۔ (۱) خمر ہے یہ انگور کا وہ شیرہ ہے جو جوش مارتا ہوا تیز ہو جائے۔ اور جھاگ نکالنے لگے۔ (۲) انگور کا وہ شیرہ جس کو اتنا پکا دیا جائے کہ وہ دو تہائی سے کم ہو جائے اور یہ وہی طلاء ہے جس کو جامع صغیر میں ذکر کیا گیا ہے۔ (۳) نقیع تمر ہے جب وہ نشہ دینے والی ہو۔ (۴) نقیع زبیب ہے جس وقت وہ تیز ہو کر جوش مارنے والی بن جائے۔

نشہ آور چیزوں کی اقسام کا بیان

جو چیزیں نشہ پیدا کرتی ہیں ان کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو شراب کی ہے جو انگور سے اس طرح بنتی ہے کہ انگور کا عرق نکال کر کسی برتن میں رکھ دیتے ہیں، کچھ دنوں کے بعد وہ گاڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں ابال پیدا ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ نشہ آور ہو جاتا ہے، صحیح تر اور مختار قول کے مطابق اس میں جھاگ کا پیدا ہونا شرط نہیں ہے اس کو عربی میں "خمر" کہتے ہیں۔

دوسری قسم یہ کہ انگور کے عرق کو قدرے جوش دے کر رکھ دیتے ہیں اس کو عربی میں "باذق" اور فارسی میں "بادہ" کہتے ہیں اور انگور کا وہ عرق جس کو اتنا پکایا جاتا ہے کہ اس کا چوتھائی حصہ جل کر صرف تین چوتھائی حصہ رہ جاتا ہے۔ "طلا" کہلاتا ہے۔

تیسری قسم "نقیع التمر" ہے جس کو "سکر" بھی کہتے ہیں یعنی تر خرما کا وہ شربت جو گاڑھا ہو جائے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے،

چوتھی قسم "نقیع الزبیب" ہے یعنی منقی اور کشمش وغیرہ کا وہ شربت جس میں ابال اور جھاگ پیدا ہو جائے۔

ان چاروں قسموں میں سے پہلی قسم تو بلا کسی قید کے حرام ہے اور باقی تین قسمیں اس صورت میں بہ اتفاق حرام ہیں جب کہ ان کو جوش دے کر رکھ دیا جائے اور ان میں گاڑھا پن آ جائے کیونکہ اس صورت میں ان چیزوں میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے ہاں اگر ان میں مذکورہ چیزیں نہ پائی جائے تو ان کو حرام نہیں کہیں گے مثلاً کچھ دیر کے لئے پانی میں خرما بھگو کر رکھ دیا جائے یہاں تک کہ وہ پانی شربت کی طرح ہو جائے اور اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر واقع نہ ہو تو اس کا پینا درست ہوگا۔

خمر کا لفظ عرب میں انگوری شراب کے لیے استعمال ہوتا تھا اور مجازاً گیہوں، جو، کشمش، کھجور اور شہد کی شرابوں کے لیے بھی یہ الفاظ بولتے تھے، مگر نبی ﷺ نے حرمت کے اس حکم کو تمام اُن چیزوں پر عام قرار دیا جو نشہ پیدا کرنے والی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں حضور ﷺ کے یہ واضح ارشادات ہمیں ملتے ہیں کہ **کل مسکر خمر و کل مسکر حرام**۔ ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ **کل شراب اس کر فھو حرام** ۔ ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے۔ **وانا انھی عن کل مسکر**۔ اور میں ہر نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں شراب کی یہ تعریف بیان کی تھی کہ **الخمر**

ما خامر العقل ۔ خمر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانک لے۔

خمر سے متعلق دس ابحاث کا بیان

اَمَّا الْخَمْرُ فَالْكَلَامُ فِيهَا فِي عَشَرَةِ مَوَاضِعَ : اَحَدُهَا فِي بَيَانِ مَائِيَّتِهَا وَهِيَ النِّيءُ مِنْ مَاءِ الْعِنَبِ اِذَا صَارَ مُسْكِرًا وَهٰذَا عِنْدَنَا وَهُوَ الْمَعْرُوفُ عِنْدَ اَهْلِ اللُّغَةِ وَاَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ : هُوَ اسْمٌ لِكُلِّ مُسْكِرٍ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ) : وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ) وَاَشَارَ اِلَى الْكَرْمَةِ وَالنَّخْلَةِ، وَلِاَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنْ مُخَامَرَةِ الْعَقْلِ وَهُوَ مَوْجُودٌ فِي كُلِّ مُسْكِرٍ وَلَنَا اَنَّهُ اسْمٌ خَاصٌّ بِاِطْبَاقِ اَهْلِ اللُّغَةِ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ وَلِهٰذَا اُشْتُهِرَ اسْتِعْمَالُهُ فِيهِ وَفِي غَيْرِهِ غَيْرُهُ، وَلِاَنَّ حُرْمَةَ الْخَمْرِ قَطْعِيَّةٌ وَهِيَ فِي غَيْرِهَا ظَنِّيَّةٌ، وَاِنَّمَا سُمِّيَ خَمْرًا لِتَخَمُّرِهِ لَا لِمُخَامَرَتِهِ الْعَقْلَ، عَلٰى اَنَّ مَا ذَكَرْتُمْ لَا يُنَافِي كَوْنَ الْاِسْمِ خَاصًّا فِيهِ فَاِنَّ النَّجْمَ مُشْتَقٌّ مِنَ النُّجُومِ وَهُوَ الظُّهُورُ، ثُمَّ هُوَ اسْمٌ خَاصٌّ لِلنَّجْمِ الْمَعْرُوفِ لَا لِكُلِّ مَا ظَهَرَ وَهٰذَا كَثِيرُ النَّظِيرِ وَالْحَدِيثُ الْاَوَّلُ طَعَنَ فِيهِ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَالثَّانِي اُرِيدَ بِهِ بَيَانُ الْحُكْمِ ؛ اِذْ هُوَ اللَّائِقُ بِمَنْصِبِ الرِّسَالَةِ

خمر سے متعلق دس مقامات پر کلام کیا گیا ہے۔ جن میں سے پہلی بحث اس کی ماہیت کے بیان میں ہے۔ اور خمر انگور کا وہ کچا پانی ہے جب وہ نشہ آور ہو جائے۔ اس کی یہی پہچان ہمارے نزدیک، اہل علم اور اہل لغت کے نزدیک مشہور ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ خمر ہر نشہ آور چیز کو کہتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ خمر ان دونوں درختوں میں سے ہے۔ اور اس وقت آپ ﷺ نے انگور اور کھجور کی جانب اشارہ فرمایا تھا۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ خمر عقل کو ڈھانپنے سے مشتق ہے اور یہ چیز ہر نشہ آور میں پائی جاتی ہے۔

اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل لغت کے اتفاق کے مطابق خمر اس چیز کا خاص نام ہے۔ جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے کیونکہ خمر کا استعمال اسی میں مشہور ہے۔ جبکہ اس کے سوا میں دوسرا ہے کیونکہ خمر کی حرمت قطعی ہے۔ جبکہ خمر کے سوا میں ظنی ہے۔

اور خمر کا نام اس کی قوت کے پیش نظر رکھا گیا ہے۔ جبکہ عقل کو ڈھانپنے کے سبب سے نہیں ہے۔ اور جو کچھ اس کے سوا ہم نے بیان کیا ہے وہ خمر کے ساتھ خاص ہونے میں کسی چیز منافی نہیں ہے۔ کیونکہ نجم یہ نجوم سے مشتق ہے جس کا معنی ظاہر ہونا ہے اس کے بعد یہ ایک مشہور ستارے کا نام ہو کر خاص ہو چکا ہے۔ نہ ہر ظاہر ہونے والی چیز کو کوئی شخص نجم کہنے لگے اور اس طرح کی بہت ساری امثلہ موجود ہیں۔ اور جہاں تک احادیث میں بیان کیا گیا ہے تو پہلی روایت میں یحییٰ بن معین نے طعن کیا ہے جبکہ دوسری حدیث سے حکم کا بیان سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ منصب رسالت ﷺ کے لائق یہی بات ہے۔

خمر کی دوسری بحث میں ثبوت نام ہونے کا بیان

وَالثَّانِي فِي حَقِّ ثُبُوتِ هٰذَا الِاسْمِ وَهٰذَا الَّذِي ذَكَرَهُ فِي الْكِتَابِ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعِنْدَهُمَا إِذَا اشْتَدَّ صَارَ خَمْرًا، وَلَا يُشْتَرَطُ الْقَذْفُ بِالزَّبَدِ؛ لِأَنَّ الِاسْمَ يَثْبُتُ بِهِ، وَكَذَا الْمَعْنَى الْمُحَرِّمُ وَهُوَ الْمُؤَثِّرُ فِي الْفَسَادِ بِالِاشْتِدَادِ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ الْغَلَيَانَ بِدَايَةُ الشِّدَّةِ، وَكَمَالُهَا بِقَذْفِ بِالزَّبَدِ وَسُكُونِهِ؛ إِذْ بِهِ يَتَمَيَّزُ الصَّافِي مِنَ الْكَدِرِ، وَأَحْكَامُ الشَّرْعِ قَطْعِيَّةٌ فَتُنَاطُ بِالنِّهَايَةِ كَالْحَدِّ وَإِكْفَارِ الْمُسْتَحِلِّ وَحُرْمَةِ الْبَيْعِ وَقِيلَ يُؤْخَذُ فِي حُرْمَةِ الشُّرْبِ بِمُجَرَّدِ الِاشْتِدَادِ احْتِيَاطًا.

خمر کی دوسری بحث اس کے نام کو ثابت کرنے کے بیان میں ہے اور امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اپنی کتاب میں ذکر کر دیا ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک جب وہ تیز ہو جائے اس وقت وہ خمر کہلائے گی۔ جبکہ اس میں جھاگ کو نکالنا شرط نہیں ہے۔ کیونکہ شدت میں آجانے کا نام خمر ہے۔ اور اسی طرح اس کی اس شدت سے جرم کروانے کا حکم بھی ثابت ہو جائے گا۔ اور یہی شدت اس کے فساد میں اثر انداز ہونے والی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جوش مارنے سے شدت کی ابتداء ہوتی ہے جبکہ جھاگ نکالنے سے شدت مکمل ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح اس کے ٹھنڈے ہونے سے بھی مکمل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جھاگ مارنے سے صاف خمر خراب خمر کو دور کرتا ہے۔ اور احکام شریعت یہ قطعی ہیں پس اس کا مدار انتہاء پر ہوگا۔ جس طرح حد اور حلال سمجھنے والے کو کافر کہنا اور بیع کی حرمت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پینے کی حرمت محض شدت سے ثابت ہو جاتی ہے یہی احتیاط کا تقاضہ ہے۔

تیسری بحث میں عین خمر کی حرمت کا بیان

وَالثَّالِثُ أَنَّ عَيْنَهَا حَرَامٌ غَيْرُ مَعْلُولٍ بِالسُّكْرِ وَلَا مَوْقُوفٍ عَلَيْهِ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ أَنْكَرَ حُرْمَةَ عَيْنِهَا، وَقَالَ: إِنَّ السُّكْرَ مِنْهَا حَرَامٌ؛ لِأَنَّ بِهِ يَحْصُلُ الْفَسَادُ وَهُوَ الصَّدُّ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، وَهٰذَا كُفْرٌ؛ لِأَنَّهُ جُحُودُ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ تَعَالَى سَمَّاهُ رِجْسًا وَالرِّجْسُ مَا هُوَ مُحَرَّمُ الْعَيْنِ، وَقَدْ جَاءَتِ السُّنَّةُ مُتَوَاتِرَةً "أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَرَّمَ الْخَمْرَ"؛ وَعَلَيْهِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ، وَلِأَنَّ قَلِيلَهُ يَدْعُو إِلَى كَثِيرِهِ وَهٰذَا مِنْ خَوَاصِّ الْخَمْرِ، وَلِهٰذَا تَزْدَادُ لِشَارِبِهِ اللَّذَّةُ بِالِاسْتِكْثَارِ مِنْهُ، بِخِلَافِ سَائِرِ الْمَطْعُومَاتِ ثُمَّ هُوَ غَيْرُ مَعْلُولٍ عِنْدَنَا حَتَّى لَا يَتَعَدَّى حُكْمُهُ إِلَى سَائِرِ الْمُسْكِرَاتِ، وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُعَدِّيهِ إِلَيْهَا، وَهٰذَا بَعِيدٌ؛ لِأَنَّهُ خِلَافُ السُّنَّةِ الْمَشْهُورَةِ وَتَعْلِيلُهُ لِتَعْدِيَةِ الِاسْمِ، وَالتَّعْلِيلُ فِي الْأَحْكَامِ لَا فِي الْأَسْمَاءِ

اور تیسری بحث یہ ہے کہ خمر کا عین حرام ہے کیونکہ یہ کسی نشہ کے معلول وموقوف نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے عین خمر کی حرمت کا انکار کیا ہے اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ نشہ آور ہونا حرام ہے۔ کیونکہ فساد کا سبب وہی ہے۔ اور فساد یہ ہے کہ وہ اللہ کے ذکر سے روکنے والا ہے۔ اور یہ کفر ہے کیونکہ یہ اللہ کی کتاب کا انکار ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ میں خمر کو رجس کہا گیا ہے اور رجس کا عین حرام ہے۔ اور یہ حدیث تواتر کے ساتھ آئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خمر کے عین کو حرام قرار دیا ہے۔ اور اسی اجماع منعقد ہوا ہے۔ کیونکہ خمر کا قلیل یہ اس کے کثیر کی جانب بلانے والا ہے۔ اور یہی چیز اس کے خواص میں سے ہے کیونکہ زیادہ شراب پینے کی وجہ سے شرابی کی لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری کھانے کی چیزوں میں ایسا نہیں ہوتا۔

ہمارے نزدیک حرمت خمر میں وارد ہونے والی نص معلول نہیں ہے۔ پس خمر کا حکم دوسری مسکرہ چیزوں کی جانب متعدی نہ ہوگا جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس کی دوسری چیزوں کی جانب متعدی کیا ہے۔ مگر یہ تو امکان سے بھی خارج ہے۔ کیونکہ یہ مشہور سنت کے خلاف ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ تعلیل نام کی تعدیت کے سبب سے ہے جبکہ تعلیل کا اعتبار احکام میں کیا جاتا ہے اسماء میں نہیں کیا جاتا ہے۔

چوتھی وپانچویں بحث میں خمر کے نجس ہونے کا بیان

وَالرَّابِعُ اَنَّهَا نَجِسَةٌ نَجَاسَةً غَلِيظَةً كَالْبَوْلِ لِثُبُوتِهَا بِالدَّلَائِلِ الْقَطْعِيَّةِ عَلَى مَا بَيَّنَّا وَالْخَامِسُ اَنَّهُ يَكْفُرُ مُسْتَحِلُّهَا لِاِنْكَارِهِ الدَّلِيلَ الْقَطْعِيَّ .

چوتھی بحث یہ ہے کہ خمر نجاست غلیظہ ہے جس طرح پیشاب ہے۔ اور اس کے ثبوت میں قطعی دلائل موجود ہیں جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے۔

اور پانچویں بحث خمر کو حلال جاننے والے کافر ہے کیونکہ دلیل قطعی کا انکار کرنے والا ہے۔

چھٹی بحث خمر کا حق مسلم میں مال متقوم نہ ہونے کا بیان

وَالسَّادِسُ سُقُوطُ تَقَوُّمِهَا فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ حَتَّى لَا يَضْمَنَ مُتْلِفُهَا وَغَاصِبُهَا وَلَا يَجُوزُ بَيْعُهَا ؛ لِاَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمَّا نَجَّسَهَا فَقَدْ اَهَانَهَا وَالتَّقَوُّمُ يُشْعِرُ بِعِزَّتِهَا وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اِنَّ الَّذِي حَرَّمَ شُرْبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا وَاَكْلَ ثَمَنِهَا) وَاخْتَلَفُوا فِي سُقُوطِ مَالِيَّتِهَا وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ مَالٌ ؛ لِاَنَّ الطِّبَاعَ تَمِيلُ اِلَيْهَا وَتَضِنُّ بِهَا وَمَنْ كَانَ لَهُ عَلَى مُسْلِمٍ دَيْنٌ فَاَوْفَاهُ ثَمَنَ خَمْرٍ لَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَاْخُذَهُ، وَلَا لِلْمَدْيُونِ اَنْ يُؤَدِّيَهُ ؛ لِاَنَّهُ ثَمَنُ بَيْعٍ بَاطِلٍ وَهُوَ غَصْبٌ فِي يَدِهِ اَوْ اَمَانَةٌ عَلَى حَسَبِ مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ كَمَا فِي بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَلَوْ كَانَ الدَّيْنُ عَلَى ذِمِّيٍّ فَاِنَّهُ يُؤَدِّيهِ مِنْ ثَمَنِ الْخَمْرِ، وَالْمُسْلِمُ الطَّالِبُ يَسْتَوْفِيهِ ؛ لِاَنَّ بَيْعَهَا فِيمَا بَيْنَهُمْ جَائِزٌ .

خمر کے بارے میں چھٹی بحث یہ ہے کہ خمر مسلمان کے حق میں مال متقوم ہونے میں ساقط ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس

کو ہلاک کرنے والے پر اور اس کو غصب کرنے والے پر کوئی ضمان واجب نہ ہوگا۔ اور خمر کو بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو نجس قرار دیتے ہوئے اس کی توہین کی ہے۔ جبکہ اس کا مال متقوم ہونا یہ اعزاز کی نشانی ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس ذات نے اس کے پینے کو حرام کیا ہے اس نے اس کا بیچنا بھی حرام قرار دیا ہے۔ اور اس کو بیچ کر اس کی قیمت کو کھانا بھی حرام ہے۔

مشائخ فقہاء نے خمر کی مالیت کے سقوط میں اختلاف کیا ہے جبکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ مال ہے کیونکہ طبیعتیں والا اس کی جانب رغبت رکھنے والی ہیں۔ لیکن اس کے بارے میں بخل رکھتی ہیں۔

اور جس بندے کا کسی مسلمان پر قرض ہے اور مقروض خمر کی قیمت سے اس کو قرض کو ادا کرتا ہے تو مسلمان کے لئے اس کو لینا حلال نہ ہوگا اور مدیون کے لئے اس کا دینا حلال نہیں ہے۔ کیونکہ بیع باطل کی قیمت ہے۔ اور یہ اس کے قبضہ میں یا تو غصب ہے یا پھر امانت ہے۔ اسی تفصیل کے مطابق جس کو فقہاء نے بیان کر دیا ہے۔ جس طرح مردار کی بیع میں ہے۔ اور جب قرض ذمی پر ہے تو خمر کی قیمت سے ادا کر سکتا ہے۔ اور مسلمان قرض خواہ اس کو لینے والا بن سکتا ہے۔ کیونکہ اہل ذمہ کے نزدیک بیع خمر جائز ہے۔

ساتویں و آٹھویں بحث حرمت نفع و اجرائے حد کے بیان میں ہے

وَالسَّابِعُ حُرْمَةُ الْاِنْتِفَاعِ بِهَا ؛ لِاَنَّ الْاِنْتِفَاعَ بِالنَّجِسِ حَرَامٌ، وَلِاَنَّهُ وَاجِبُ الْاِجْتِنَابِ وَفِي الْاِنْتِفَاعِ بِهٖ اقْتِرَابٌ . وَالثَّامِنُ اَنْ يُحَدَّ شَارِبُهَا وَاِنْ لَمْ يَسْكَرْ مِنْهَا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ، فَاِنْ عَادَ فَاجْلِدُوْهُ، فَاِنْ عَادَ فَاجْلِدُوْهُ، فَاِنْ عَادَ فَاقْتُلُوْهُ) اِلَّا اَنَّ حُكْمَ الْقَتْلِ قَدْ انْتَسَخَ فَبَقِيَ الْجَلْدُ مَشْرُوْعًا، وَعَلَيْهِ انْعَقَدَ اِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَتَقْدِيْرُهٗ ذَكَرْنَاهُ فِي الْحُدُوْدِ .

اور ساتویں بحث یہ ہے کہ اس کے ساتھ نفع اٹھانا حرام ہے کیونکہ نجس سے فائدہ اٹھانا حرام ہے کیونکہ اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ جبکہ نفع اٹھانے میں اس کے قریب جانا ہے۔

اور آٹھویں بحث یہ ہے اس کے پینے والے پر حد جاری کی جائے گی۔ اگرچہ اس کو نشہ نہ آئے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے شراب پی اس کو تم کوڑے لگاؤ۔ پس اگر وہ دوبارہ شراب پی لے تو اس کو کوڑے لگاؤ۔ پس اگر اس کے بعد پھر وہ پی لے تو تم اس کو قتل کر دو۔ ہاں البتہ اس میں قتل کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور کوڑے مارنے کا حکم اپنی مشروعیت پر باقی ہے۔ اور اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اور اس کے احکام ہم نے حدود میں بیان کر دیئے ہیں۔

نویں بحث میں طبخ کا خمر میں مؤثر نہ ہونے کا بیان

وَالتَّاسِعُ اَنَّ الطَّبْخَ لَا يُؤَثِّرُ فِيْهَا ؛ لِاَنَّهُ لِلْمَنْعِ مِنْ ثُبُوْتِ الْحُرْمَةِ لَا لِرَفْعِهَا بَعْدَ ثُبُوْتِهَا، اِلَّا اَنَّهُ لَا يُحَدُّ فِيْهِ مَا لَمْ يَسْكَرْ مِنْهُ عَلٰى مَا قَالُوْا ؛ لِاَنَّ الْحَدَّ بِالْقَلِيْلِ فِي النِّيْءِ خَاصَّةً، لِمَا ذَكَرْنَا وَهٰذَا

قَدْ طُبِخَ .

وَالْعَاشِرُ جَوَازُ تَخْلِيلِهَا وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ وَسَنَذْكُرُهُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، هٰذَا هُوَ الْكَلَامُ فِي الْخَمْرِ .

اور نویں بحث یہ ہے کہ خمر میں پکانا موثر نہیں ہے کیونکہ طبخ یہ ثبوت حرمت سے روکنے کے لئے ہے جبکہ اس کو ثابت کرنے کے بعد اس کو ختم کرنے کے لئے نہیں ہے مگر پکائی گئی شراب میں شرابی پر اس وقت تک حد جاری نہ کی جائے گی جب تک وہ شرابی کو نشے میں نہ لے آئے۔

جس طرح مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ شراب پینے میں حد کا وجوب کچی شراب میں خاص طور پر ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں اور یہ تو پکائی ہوئی شراب ہے۔

شراب سے متعلق دسویں بحث اس کو سرکہ بنانے کے جواز میں ہے۔ اس میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف بھی کر دیا ہے اور اس کو ہم عنقریب بیان کر دیں گے کیونکہ یہ ساری بحث شراب کے بیان میں ہے۔

پکائے ہوئے شیرہ انگور کے بارے میں فقہی اختلاف کا بیان

وَأَمَّا الْعَصِيرُ إِذَا طُبِخَ حَتّٰى يَذْهَبَ أَقَلُّ مِنْ ثُلُثَيْهِ وَهُوَ الْمَطْبُوخُ أَدْنٰى طَبْخَةٍ وَيُسَمَّى الْبَاذَقَ وَالْمُنَصَّفَ وَهُوَ مَا ذَهَبَ نِصْفُهُ بِالطَّبْخِ فَكُلُّ ذٰلِكَ حَرَامٌ عِنْدَنَا إِذَا غَلٰى وَاشْتَدَّ وَقَذَفَ بِالزَّبَدِ أَوْ إِذَا اشْتَدَّ عَلَى الِاخْتِلَافِ وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ : إِنَّهُ مُبَاحٌ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ ؛ لِأَنَّهُ مَشْرُوبٌ طَيِّبٌ وَلَيْسَ بِخَمْرٍ وَلَنَا أَنَّهُ رَقِيقٌ مُلِذٌّ مُطْرِبٌ وَلِهٰذَا يَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الْفُسَّاقُ فَيَحْرُمُ شُرْبُهُ دَفْعًا لِلْفَسَادِ الْمُتَعَلِّقِ بِهِ،

اور انگور کا وہ شیرہ جس کو پکایا گیا حتیٰ کہ وہ دو تہائی سے بھی کم رہ گیا ہے اور جس کو معمولی طور پر پکایا جائے وہ باذق کہلاتا ہے۔ اور جو پک کر نصف ختم ہو جائے اس کو منصف کہتے ہیں۔ یہ سارے ہمارے نزدیک حرام ہیں۔ جس وقت وہ جوش مارتے ہوئے تیز ہو کر جھاگ نکالنے لگیں یا صرف تیز ہو جائیں تو بھی ان کا اختلاف اسی طرح ہے۔

حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ مباح ہے۔ اور بعض معتزلہ کا قول بھی اسی طرح ہے، کیونکہ یہ پاک مشروب ہے یہ خمر نہیں ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رقیق ہوتی ہے اور لذت دار ہوتی ہے اسی لئے فساق اس پر جمع ہوتے ہیں پس اس سے فساد کو دور کرنے کے لئے اس کے پینے کو حرام قرار دیا جائے گا۔

نقیع تمر کی حرمت میں اجماع صحابہ کا بیان

وَأَمَّا نَقِيعُ التَّمْرِ وَهُوَ السُّكْرُ وَهُوَ النِّيءُ مِنْ مَاءِ التَّمْرِ : أَيْ الرَّطْبِ فَهُوَ حَرَامٌ مَكْرُوهٌ وَقَالَ شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : إِنَّهُ مُبَاحٌ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا) أَمْتَنَّ عَلَيْنَا بِهِ،

وَهُوَ بِالْمُحَرَّمِ لَا يَتَحَقَّقُ وَلَنَا إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَيَدُلُّ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ، وَالْآيَةُ مَحْمُولَةٌ عَلَى الِابْتِدَاءِ إِذْ كَانَتِ الْأَشْرِبَةُ مُبَاحَةً كُلُّهَا، وَقِيلَ أَرَادَ بِهِ التَّوْبِيخَ، مَعْنَاهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ: تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَتَدَعُونَ رِزْقًا حَسَنًا ۔

اور نقیع تمر وہ نشہ ہے جو کھجور سے کچا پانی نکلتا ہے۔ یعنی گدرائی ہوئی کھجوروں سے ہوتا ہے پس یہ حرام مکروہ ہے اور حضرت شریک بن عبداللہ نے کہا ہے کہ یہ مباح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اس سے نشہ پکڑتے ہو حالانکہ وہ اچھا رزق ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے ہم احسان جتلایا ہے حالانکہ وہ حرام ہے اور حرام چیز سے احسان نہیں جتلایا جاتا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کی حرمت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور وہ روایت بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ آیت مبارکہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے۔ اور اس وقت ساری شرابیں مباح تھیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے محض توبیخ مراد ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ تم لوگ اس کو نشہ بناتے ہو اور اچھے رزق کو چھوڑ دیتے ہو۔ اللہ ہی سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

کشمش کے جوش مارنے والے پانی کی حرمت کا بیان

وَأَمَّا نَقِيعُ الزَّبِيبِ وَهُوَ النِّيءُ مِنْ مَاءِ الزَّبِيبِ فَهُوَ حَرَامٌ إِذَا اشْتَدَّ وَغَلَى وَيَتَأَتَّى فِيهِ خِلَافُ الْأَوْزَاعِيِّ، وَقَدْ بَيَّنَّا الْمَعْنَى مِنْ قَبْلُ، إِلَّا أَنَّ حُرْمَةَ هَذِهِ الْأَشْرِبَةِ دُونَ حُرْمَةِ الْخَمْرِ حَتَّى لَا يَكْفُرَ مُسْتَحِلُّهَا، وَيَكْفُرُ مُسْتَحِلُّ الْخَمْرِ ؛ لِأَنَّ حُرْمَتَهَا اجْتِهَادِيَّةٌ، وَحُرْمَةُ الْخَمْرِ قَطْعِيَّةٌ، وَلَا يَجِبُ الْحَدُّ بِشُرْبِهَا حَتَّى يَسْكَرَ، وَيَجِبُ بِشُرْبِ قَطْرَةٍ مِنَ الْخَمْرِ، وَنَجَاسَتُهَا خَفِيفَةٌ فِي رِوَايَةٍ وَغَلِيظَةٌ فِي أُخْرَى، وَنَجَاسَةُ الْخَمْرِ غَلِيظَةٌ رِوَايَةً وَاحِدَةً،

اور نقیع زبیب کشمش کا وہ کچا پانی ہے کہ جب وہ جوش مار کر تیز ہونے لگے تو وہ حرام ہے۔ اور امام اوزاعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ اور اس کی دلیل ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ مگر ان اشربہ کی حرمت حرمت خمر سے کم ہے۔ حتیٰ کہ ان کو حلال جاننے والے کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ ان اشربہ کی حرمت اجتہادی ہے۔ جبکہ خمر کی حرمت قطعی ہے۔

اور ان اشربہ کے پینے کے سبب حد واجب نہ ہوگی۔ اگر چہ پینے والے کو نشہ آ جائے حالانکہ شراب کا ایک قطرہ پینے سے بھی حد واجب ہو جاتی ہے۔ اور یہ شرابیں ایک روایت کے مطابق نجاست خفیفہ میں سے ہیں۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق یہ نجاست غلیظہ میں ہیں۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق خمر نجاست غلیظہ ہے۔

ظنی اشربہ کی بیع میں فقہی اختلاف کا بیانا

وَيَجُوزُ بَيْعُهَا، وَيَضْمَنُ مُتْلِفُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهُمَا فِيهِمَا ؛ لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ، وَمَا شَهِدَتْ دَلَالَةٌ قَطْعِيَّةٌ بِسُقُوطِ تَقَوُّمِهَا، بِخِلَافِ الْخَمْرِ، غَيْرَ أَنَّ عِنْدَهُ يَجِبُ قِيمَتُهَا لَا مِثْلُهَا

عَلٰی مَا عُرِفَ، وَلَا يُنْتَفَعُ بِهَا بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوهِ ؛ لِأَنَّهَا مُحَرَّمَةٌ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجُوزُ بَيْعُهَا إِذَا كَانَ الذَّاهِبُ بِالطَّبْخِ أَكْثَرَ مِنَ النِّصْفِ دُونَ الثُّلُثَيْنِ .

(وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : وَمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْأَشْرِبَةِ فَلَا بَأْسَ بِهِ) قَالُوا : هٰذَا الْجَوَابُ عَلٰى هٰذَا الْعُمُومِ وَالْبَيَانِ لَا يُوجَدُ فِي غَيْرِهِ، وَهُوَ نَصٌّ عَلٰى أَنَّ مَا يُتَّخَذُ مِنَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْعَسَلِ وَالذُّرَةِ حَلَالٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَلَا يُحَدُّ شَارِبُهُ عِنْدَهُ وَإِنْ سَكِرَ مِنْهُ، وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ السَّكْرَانِ مِنْهُ بِمَنْزِلَةِ النَّائِمِ وَمَنْ ذَهَبَ عَقْلُهُ بِالْبَنْجِ وَلَبَنِ الرِّمَاكِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ حَرَامٌ وَيُحَدُّ شَارِبُهُ وَيَقَعُ طَلَاقُهُ إِذَا سَكِرَ مِنْهُ كَمَا فِي سَائِرِ الْأَشْرِبَةِ الْمُحَرَّمَةِ .

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دوسری اشربہ کی بیع جائز ہے اوران کو ہلاک کرنے والا ضامن ہوگا۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک ان کی بیع اور ضمان میں اختلاف ہے۔ اگر چہ یہ مال متقوم ہیں لیکن ان کے مال متقوم کے ساقط ہونے میں کوئی دلیل قطعی نہیں ہے۔ جبکہ خمر میں ایسا نہیں ہے۔ جبکہ امام صاحب کے نزدیک تلف پر ضمان واجب ہوگا نہ اس کی مثل واجب ہوگا جس طرح پہلے بتایا جا چکا ہے۔ اوران شرابوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جائے گا کیونکہ یہ حرام ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب پکانے کے سبب سے ختم ہونے والی مقدار آدھی سے زائد ہو اور وہ دو تہائی سے کم ہو توان کی بیع جائز ہے۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں کہا ہے کہ مذکورہ چار اشربہ کے سوا بقیہ کی بیع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے اس طرح کے عموم وبیان کا حکم جامع صغیر کے سوا اور کسی کتاب میں نہیں ہے۔ اور یہ حکم اس بات کی وضاحت کرنے والا ہے۔ کہ گندم، جو، شہد اور جوار سے جو شراب بنائی جائے وہ امام صاحب کے نزدیک حلال ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک اس کے پینے میں کوئی حد نہ ہوگی۔ خواہ ان شرابوں سے نشہ بھی آجائے۔

اور ایسی شراب سے بے ہوش ہونے والے بندے کی طلاق واقع نہ ہوگی جس طرح کوئی سونے والا آدمی ہے اور ایسے ہی وہ بندہ ہے کہ جس کی عقل بھنگ اور گھوڑی کے دودھ کے سبب ختم ہو چکی ہو۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ حرام ہیں۔ اور جب کوئی شخص ان کو پی کر نشہ میں آجائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ اور نشہ آجانے کے بعد اس آدمی کی طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ جس طرح تمام حرام شرابوں کا حکم ہے ان کا حکم بھی انہی کی طرح ہے۔

دس دنوں تک خراب نہ ہونے والی شراب کی حرمت کا بیان

(وَقَالَ فِيهِ أَيْضًا : وَكَانَ أَبُو يُوسُفَ يَقُولُ : مَا كَانَ مِنَ الْأَشْرِبَةِ يَبْقَى بَعْدَ مَا يَبْلُغُ عَشَرَةَ أَيَّامٍ وَلَا يَفْسُدُ فَإِنِّي أَكْرَهُهُ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ) وَقَوْلُهُ الْأَوَّلُ مِثْلُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ إِنَّ كُلَّ

مُسْكِرٍ حَرَامٌ، إِلَّا أَنَّهُ تَفَرَّدَ بِهٰذَا الشَّرْطِ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ : يَبْلُغُ : يَغْلِي وَيَشْتَدُّ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ وَلَا يَفْسُدُ : لَا يَحْمَضُ وَوَجْهُهُ أَنَّ بَقَاءَهُ هٰذِهِ الْمُدَّةَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَحْمَضَ دَلَالَةُ قُوَّتِهِ وَشِدَّتِهِ فَكَانَ آيَةَ حُرْمَتِهِ، وَمِثْلُ ذٰلِكَ يُرْوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَأَبُو حَنِيفَةَ يَعْتَبِرُ حَقِيقَةَ الشِّدَّةِ عَلَى الْحَدِّ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِيمَا يَحْرُمُ أَصْلُ شُرْبِهِ وَفِيمَا يَحْرُمُ السُّكْرُ مِنْهُ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى وَأَبُو يُوسُفَ رَجَعَ إِلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ فَلَمْ يُحَرِّمْ كُلَّ مُسْكِرٍ، وَرَجَعَ عَنْ هٰذَا الشَّرْطِ أَيْضًا

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جو شراب جوش مارنے کے بعد دس دن تک خراب نہ ہو تو اس میں اس کو مکروہ جانتا ہوں اس کے بعد انہوں نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول کی جانب رجوع کر لیا جبکہ ان کا پہلا قول امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کی طرح ہے۔ کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ اس شرط کے اکیلے ہیں اور امام محمد علیہ الرحمہ کے قول بلغ کا معنی یہ ہے کہ وہ جوش مارے اور تیز ہو جائے۔ اور ان کے قول لا یفسد کا معنی ہے کہ وہ کھٹی نہ ہو اور اس کا سبب یہ ہے کہ کھٹی ہوئے بغیر شراب کا اتنی مدت میں باقی رہ جانا یہ اس کی قوت کی دلیل ہے۔ پس یہی اس کے حرام ہونے کی وجہ بن جائے گی۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ اس پر حد ہونے میں سخت ہونے کا اعتبار کرتے ہیں۔ جس کو ہم نے اس مسئلہ میں بیان کر دیا ہے۔ جس کا اصل پینا حرام ہے۔ اور جس کا نشہ حرام ہے اور اس کو ہم اس کے بعد ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول کی جانب رجوع کیا ہے۔ کہ انہوں نے اس مسکر کو حرام قرار نہیں دیا اور انہوں نے اس شرط سے رجوع کر لیا ہے۔

تمر و کشمش کی نبیذ کو معمولی پکانے کا بیان

(وَقَالَ فِي الْمُخْتَصَرِ : وَنَبِيذُ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ إِذَا طُبِخَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَدْنَى طَبْخَةٍ حَلَالٌ وَإِنِ اشْتَدَّ إِذَا شُرِبَ مِنْهُ مَا يَغْلِبُ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ لَا يُسْكِرُهُ مِنْ غَيْرِ لَهْوٍ وَلَا طَرَبٍ)، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَالشَّافِعِيِّ حَرَامٌ، وَالْكَلَامُ فِيهِ كَالْكَلَامِ فِي الْمُثَلَّثِ الْعِنَبِيِّ وَنَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِالْخَلِيطَيْنِ) لِمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ زِيَادٍ أَنَّهُ قَالَ : سَقَانِي ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ شَرْبَةً مَا كِدْتُ أَهْتَدِي إِلَى مَنْزِلِي فَغَدَوْتُ إِلَيْهِ مِنَ الْغَدِ فَأَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ فَقَالَ : مَا زِدْنَاكَ عَلَى عَجْوَةٍ وَزَبِيبٍ وَهٰذَا نَوْعٌ مِنَ الْخَلِيطَيْنِ وَكَانَ مَطْبُوخًا ؛ لِأَنَّ الْمَرْوِيَّ عَنْهُ حُرْمَةُ نَقِيعِ

الزَّبِيبِ وَهُوَ النِّيءُ مِنْهُ، وَمَا رُوِيَ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنِ الْجَمْعِ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ، وَالزَّبِيبِ وَالرُّطَبِ، وَالرُّطَبِ وَالْبُسْرِ) مَحْمُولٌ عَلَى حَالَةِ الشِّدَّةِ، وَكَانَ ذٰلِكَ فِي الِابْتِدَاءِ .

صاحب قدوری نے اپنی مختصر قدوری میں کہا ہے کہ تمر اور کشمش کی نبیذ کو جب تھوڑا سا پکایا گیا ہے تو وہ حلال ہے۔ خواہ وہ جوش مارنے والی ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اس کے غالب گمان کے مطابق وہ اتنی مقدار میں پک جائے جو لہو وسرور کے سوا نشہ آور نہ ہو۔ اور یہ حکم شیخین کے مطابق ہے۔

حضرت امام محمد اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ حرام ہے اور اس کے بارے میں وہی بحث ہے۔ جو عنب والی مثلث میں ہے۔ اس کے بعد ہم ان شاء اللہ اس کو بیان کردیں گے۔

اور مکس کردہ شراب میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ابن زیاد سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ مجھے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی شراب پلائی تھی کہ میں گھر پہنچنے کے قریب نہ تھا۔ پس اگلے دن جب میں ان کے ہاں گیا اور ان کی اس واقعہ کی اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے لئے کھجور اور کشمش میں اضافہ نہیں کیا اور یہ مکس تھا۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقیع زبیب کی حرمت روایت کی گئی ہے۔ اور یہ کشمش کا کچا پانی ہے۔

اور وہ روایت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور، کشمش، کھجور اور گدرائی کھجور کو جمع کرنے سے منع کیا ہے اس کو قحط سالی کی حالت میں محمول کیا گیا ہے۔ اور وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا۔

شہد اور انجیر کی نبیذ کے حلال ہونے کا بیان

قَالَ (وَنَبِيذُ الْعَسَلِ وَالتِّينِ وَنَبِيذُ الْحِنْطَةِ وَالذُّرَةِ وَالشَّعِيرِ حَلَالٌ وَإِنْ لَمْ يُطْبَخْ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ إِذَا كَانَ مِنْ غَيْرِ لَهْوٍ وَطَرَبٍ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ، وَأَشَارَ إِلَى الْكَرْمَةِ وَالنَّخْلَةِ) خَصَّ التَّحْرِيمَ بِهِمَا وَالْمُرَادُ بَيَانُ الْحُكْمِ، ثُمَّ قِيلَ يُشْتَرَطُ الطَّبْخُ فِيهِ لِإِبَاحَتِهِ، وَقِيلَ لَا يُشْتَرَطُ وَهُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْكِتَابِ، لِأَنَّ قَلِيلَهُ لَا يَدْعُو إِلَى كَثِيرِهِ كَيْفَ مَا كَانَ .

فرمایا کہ شہد اور انجیر کی نبیذ اور گندم اور جو کی نبیذ حلال ہے۔ اگرچہ اس کو پکایا نہ گیا ہو۔ اور یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے لیکن جس وہ لہو اور لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خمر ان دو درختوں سے بنتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور اور کھجور کی جانب اشارہ فرمایا تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت کو انہی دو درختوں کے ساتھ خاص کردیا ہے۔ اور یہاں بیان کرنے سے مراد اس کا حکم ہے۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ شہد وغیرہ میں مکس کرنے میں اس کی اباحت کے لئے اس کو پکانا شرط ہے۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ شرط نہیں ہے۔ اسی طرح کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا قلیل اس کے کثیر کو بلانے والا نہیں ہے۔ اگرچہ وہ کچا ہو یا پکا ہو۔

گندم سے بنی شراب پینے پر نشہ آ جانے پر حد کا بیان

وَهَلْ يُحَدُّ فِي الْمُتَّخَذِ مِنَ الْحُبُوبِ إِذَا سَكِرَ مِنْهُ ؟ قِيلَ لَا يُحَدُّ وَقَدْ ذَكَرْنَا الْوَجْهَ مِنْ قَبْلُ قَالُوْا : وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يُحَدُّ، فَإِنَّهُ رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ فِيمَنْ سَكِرَ مِنَ الْأَشْرِبَةِ أَنَّهُ يُحَدُّ مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ، وَهٰذَا ؛ لِأَنَّ الْفُسَّاقَ يَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ فِي زَمَانِنَا اجْتِمَاعَهُمْ عَلٰى سَائِرِ الْأَشْرِبَةِ، بَلْ فَوْقَ ذٰلِكَ، وَكَذٰلِكَ الْمُتَّخَذُ مِنَ الْأَلْبَانِ إِذَا اشْتَدَّ فَهُوَ عَلٰى هٰذَا وَقِيلَ : إِنَّ الْمُتَّخَذَ مِنْ لَبَنِ الرِّمَاكِ لَا يَحِلُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ اعْتِبَارًا بِلَحْمِهِ ؛ إِذْ هُوَ مُتَوَلِّدٌ مِنْهُ قَالُوْا : وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَحِلُّ ؛ لِأَنَّ كَرَاهَةَ لَحْمِهِ لِمَا فِي إِبَاحَتِهِ مِنْ قَطْعِ مَادَّةِ الْجِهَادِ أَوْ لِاحْتِرَامِهِ فَلَا يَتَعَدّٰى إِلٰى لَبَنِهِ

گندم سے بنائی گئی شراب پینے پر جب نشہ آ جائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی جبکہ ایک قول یہ بھی ہے اس پر حد جاری نہ کی جائے گی۔ اس سے پہلے ہم اس کی دلیل کو بیان کر آئے ہیں۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ زیادہ درست یہ ہے کہ اس پر حد جاری کی جائے گی۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بندے کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ جب نشہ آ جائے تو حد جاری کی جائے گی۔ جبکہ اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے دور میں فساق اس پر جمع ہو جاتے ہیں۔ جس طرح دوسری اشربہ میں ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ اس پر جمع ہوتے ہیں۔

اور اسی طرح وہ شراب جو دودھ وغیرہ سے بنائی جائے اور وہ تیز ہو جائے تو اس کا حکم بھی یہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھوڑی کے دودھ سے بنائی جانے والی شراب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلال نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کے گوشت پر قیاس کیا ہے۔ کیونکہ دودھ گوشت سے بنتا ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ زیادہ درست یہ ہے کہ وہ شراب حلال ہونی چاہیے کیونکہ اس کے گوشت کی کراہت کا سبب یہ ہے کہ اس کو مباح قرار دینے کی وجہ سے ذرائع جہاد ختم ہو جائیں گے۔ تو یہ اس کا احترام ہوا پس یہ حکم اس کے دودھ پر نہیں لگایا جائے گا۔

شیرہ انگور کا ایک ثلث باقی رہ جانے پر حلال ہونے کا بیان

قَالَ (وَعَصِيرُ الْعِنَبِ إِذَا طُبِخَ حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثَاهُ وَبَقِيَ ثُلُثُهُ حَلَالٌ وَإِنِ اشْتَدَّ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَمَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ : حَرَامٌ، وَهٰذَا الْخِلَافُ فِيمَا إِذَا قَصَدَ بِهِ التَّقَوِّيَ، أَمَّا إِذَا قَصَدَ بِهِ التَّلَهِّيَ لَا يَحِلُّ بِالِاتِّفَاقِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ مِثْلُ قَوْلِهِمَا، وَعَنْهُ أَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ، وَعَنْهُ أَنَّهُ تَوَقَّفَ فِيهِ .

فرمایا کہ جب انگور کو پکایا جائے حتیٰ کہ اس کا دو تہائی ختم ہو جائے اور ایک تہائی باقی بچ جائے تو وہ حلال ہے۔ خواہ وہ تیز ہو جائے۔ اور یہ حکم شیخین کے مطابق ہے۔

حضرت امام محمد، امام مالک اور امام شافعی علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ حرام ہے اور یہ اختلاف اس صورت میں ہوگا کہ جب پینے والا حصول طاقت کے ارادے پینے والا ہے کیونکہ جب اس نے کھیل وتماشے کے لئے پی ہے تو بہ اتفاق وہ حلال نہ ہوگا۔
حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک قول شیخین کی طرح نقل کیا گیا ہے۔ جبکہ دوسری روایت میں انہوں نے اس کو مکروہ جانا ہے۔ اور تیسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

خمر کے سوا میں قلیل وکثیر کی حرمت میں فقہی اختلاف کا بیان

لَهُمْ فِي إِثْبَاتِ الْحُرْمَةِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ) وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ) وَيُرْوَى عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَا أَسْكَرَ الْجَرَّةُ مِنْهُ فَالْجَرْعَةُ مِنْهُ حَرَامٌ) وَلِأَنَّ الْمُسْكِرَ يُفْسِدُ الْعَقْلَ فَيَكُونُ حَرَامًا قَلِيلُهُ وَكَثِيرُهُ كَالْخَمْرِ وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (حُرِّمَتْ الْخَمْرُ لِعَيْنِهَا) وَيُرْوَى (بِعَيْنِهَا قَلِيلُهَا وَكَثِيرُهَا، وَالسُّكْرُ مِنْ كُلِّ شَرَابٍ) خَصَّ السُّكْرَ بِالتَّحْرِيمِ فِي غَيْرِ الْخَمْرِ ؛ إِذْ الْعَطْفُ لِلْمُغَايَرَةِ، وَلِأَنَّ الْمُفْسِدَ هُوَ الْقَدَحُ الْمُسْكِرُ وَهُوَ حَرَامٌ عِنْدَنَا وَإِنَّمَا يَحْرُمُ الْقَلِيلُ مِنْهُ ؛ لِأَنَّهُ يَدْعُو لِرِقَّتِهِ وَلَطَافَتِهِ إِلَى الْكَثِيرِ فَأُعْطِيَ حُكْمَهُ، وَالْمُثَلَّثُ لِغِلَظِهِ لَا يَدْعُو وَهُوَ فِي نَفْسِهِ غِذَاءٌ فَبَقِيَ عَلَى الْإِبَاحَةِ : وَالْحَدِيثُ الْأَوَّلُ غَيْرُ ثَابِتٍ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، ثُمَّ هُوَ مَحْمُولٌ عَلَى الْقَدَحِ الْأَخِيرِ إِذْ هُوَ الْمُسْكِرُ حَقِيقَةً وَالَّذِي يُصَبُّ عَلَيْهِ الْمَاءُ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثَاهُ بِالطَّبْخِ حَتَّى يَرِقَّ ثُمَّ يُطْبَخُ طَبْخَةً حُكْمُهُ حُكْمُ الْمُثَلَّثِ ؛ لِأَنَّ صَبَّ الْمَاءِ لَا يَزِيدُهُ إِلَّا ضَعْفًا، بِخِلَافِ مَا إِذَا صُبَّ الْمَاءُ عَلَى الْعَصِيرِ ثُمَّ يُطْبَخُ حَتَّى يَذْهَبَ ثُلُثَا الْكُلِّ ؛ لِأَنَّ الْمَاءَ يَذْهَبُ أَوَّلًا لِلَطَافَتِهِ، أَوْ يَذْهَبُ مِنْهُمَا فَلَا يَكُونُ الذَّاهِبُ ثُلُثَيْ مَاءِ الْعِنَبِ وَلَوْ طُبِخَ الْعِنَبُ كَمَا هُوَ ثُمَّ يُعْصَرُ يُكْتَفَى بِأَدْنَى طَبْخَةٍ فِي رِوَايَةٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ لَا يَحِلُّ مَا لَمْ يَذْهَبْ ثُلُثَاهُ بِالطَّبْخِ، وَهُوَ الْأَصَحُّ ؛ لِأَنَّ الْعَصِيرَ قَائِمٌ فِيهِ مِنْ غَيْرِ تَغَيُّرٍ فَصَارَ كَمَا بَعْدَ الْعَصْرِ،

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل جو حرمت کو ثابت کرنے والی ہے وہ یہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسکر حرام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جس کو کثیر مسکر ہے اس کا قلیل حرام ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ جس شراب کا ایک گھڑا مسکر ہے تو اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔ کیونکہ وہ عقل کا فاسد کرنے والا ہے۔ پس خمر کی طرح اس کا قلیل وکثیر ہر طرح سے حرام ہے۔
شیخین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خمر بہ عینہ حرام ہے اور ایک روایت میں بعینہا بھی آیا ہے اور اس کا قلیل وکثیر حرام ہے۔ اور ہر شراب میں نشہ حرام ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر کے سوا بقیہ شرابوں کو نشے کے ساتھ خاص کیا ہے۔

کیونکہ عطف مغایرت کے لئے آتا ہے۔ (نحوی قاعدہ) پس فساد کرنے والا وہ پیالہ ہے جو نشے والا ہے۔ اور وہ ہمارے نزدیک بھی حرام ہے اور خمر کا قلیل اس سبب سے حرام ہے کہ وہ پتلا ہونے اور لطیف ہونے میں کثیر کی جانب بلانے والا ہے۔ پس اس نے کثیر کا حکم لے رکھا ہے۔ جبکہ مثلث اپنے گاڑھے ہونے کی وجہ سے کثیر کی جانب داعی نہیں ہے۔ حالانکہ وہ ذاتی طور پر غذا ہے اور پہلی حدیث تو یہ ثابت نہیں ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کے بعد وہ آخری پیالے پر محمول ہے کیونکہ حقیقی طور پر نشے والا وہی ہے۔

اور ایسی مثلث جس کے پک جانے کے بعد اس پر پانی ڈالا گیا ہے یا دو تہائی ختم ہو جانے کے بعد پانی ڈالا گیا ہے حتیٰ کہ وہ پتلی ہو چکی ہے اور اس کے بعد پھر دوبارہ جب اس کو پکایا گیا ہے تو وہ مثلث کے حکم میں ہوگی۔ کیونکہ پانی ڈالنا یہ اس کی کمزوری کو بڑھانے والا ہے۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے ہے کہ جب عصیر پر پانی ڈالا گیا ہے۔ اور اس کے بعد اس کو اتنی مقدار میں پکایا گیا ہے کہ اس سارے میں سے دو تہائی ختم ہو چکا ہے۔ کیونکہ پانی اپنے لطیف ہونے کے سبب ختم ہو چکا ہے یا پھر وہ ان دونوں سے ختم ہو چکا ہے پس ختم ہونے والا حصہ انگور کا دو تہائی نہ ہوگا۔

اور جب انگور کو ویسے کا ویسے ہی پکا دیا گیا ہے اور اس کے بعد اسکو نچوڑ لیا گیا ہے تو امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت کردہ ایک روایت کے مطابق محض ہلکا سا پکانا بھی کافی ہوگا۔ جبکہ امام اعظم علیہ الرحمہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ جب تک اس کو پکا کر اس سے دو تہائی ختم نہ ہو جائے اس وقت تک وہ حلال نہ ہوگا۔ اور زیادہ صحیح یہی ہے۔ کیونکہ انگور کو نچوڑنا یہ تبدیلی کے بغیر بھی ہے جس طرح اس کو نچوڑنے کے بعد ہے۔

پکانے میں انگور وتمر کو جمع کرنے کا بیان

وَلَوْ جُمِعَ فِي الطَّبْخِ بَيْنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ اَوْ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَذْهَبَ ثُلُثَاهُ لِاَنَّ التَّمْرَ اِنْ كَانَ يُكْتَفٰى فِيهِ بِاَدْنٰى طَبْخَةٍ فَعَصِيرُ الْعِنَبِ لَا بُدَّ اَنْ يَذْهَبَ ثُلُثَاهُ فَيُعْتَبَرُ جَانِبُ الْعِنَبِ احْتِيَاطًا، وَكَذَا اِذَا جُمِعَ بَيْنَ عَصِيرِ الْعِنَبِ وَنَقِيعِ التَّمْرِ لِمَا قُلْنَا .

اور جب انگور اور تمر یا تمر اور کشمش کو جمع کر کے پکایا گیا ہے تو جس وقت تک اس کا دو تہائی ختم نہ ہوگا اس وقت تک وہ حلال نہ ہوگی۔ کیونکہ تمر میں اگر چہ ہلکا سا پکانے پر کفایت کر لیا جاتا ہے مگر انگور کے نچوڑ کا دو تہائی کو ختم کرنا لازم ہے۔ پس احتیاط کے پیش نظر اس میں انگور والے حکم کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اسی طرح جب انگور کے نچوڑ اور نقیع تمر کو جمع کیا جائے تو یہ بھی اسی دلیل کے مطابق ہے۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

نقیع تمر اور نقیع زبیب کو ہلکا پکانے کا بیان

وَلَوْ طُبِخَ نَقِيعُ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ اَدْنٰى طَبْخَةٍ ثُمَّ اُنْقِعَ فِيهِ تَمْرٌ اَوْ زَبِيبٌ، اِنْ كَانَ مَا اُنْقِعَ فِيهِ شَيْئًا يَسِيرًا لَا يُتَّخَذُ النَّبِيذُ مِنْ مِثْلِهِ لَا بَاْسَ بِهِ، وَاِنْ كَانَ يُتَّخَذُ النَّبِيذُ مِنْ مِثْلِهِ لَمْ يَحِلَّ كَمَا

إِذَا صُبَّ فِي الْمَطْبُوخِ قَدَحٌ مِنَ النَّقِيعِ وَالْمَعْنَى تَغْلِيبُ جِهَةِ الْحُرْمَةِ، وَلَا حَدَّ فِي شُرْبِهِ ؛ لِأَنَّ التَّحْرِيمَ لِلِاحْتِيَاطِ وَهُوَ لِلْحَدِّ فِي دَرْئِهِ .

وَلَوْ طُبِخَ الْخَمْرُ أَوْ غَيْرُهُ بَعْدَ الِاشْتِدَادِ حَتَّى يَذْهَبَ ثُلُثَاهُ لَمْ يَحِلَّ ؛ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ قَدْ تَقَرَّرَتْ فَلَا تَرْتَفِعُ بِالطَّبْخِ .

اور جب نقیع تمر اور نقیع زبیب کو ہلکا سا پکایا گیا ہے اور اس کے بعد اس میں تمر یا کشمش کو ڈال دیا گیا ہے اور وہ ڈالی جانے والی چیز مقدار میں معمولی ہے اور اس مقدار سے نبیذ نہ بنائی جاتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اتنی مقدار سے نبیذ بنائی جاتی ہے وہ حلال نہ ہوگی جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب پکے ہوئے میں ایک پیالہ نقیع کا ڈال دیا جائے اور یہاں سبب جہت کے سبب غلبہ حرمت کو حاصل ہے۔

اور اس کو پینے پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ یہاں حرمت احتیاط کی وجہ سے ہے۔ جبکہ احتیاط حد کو ختم کرنے میں ہے۔ اور جب سختی آجانے کے بعد خمر وغیرہ کو پکا لیا جائے حتیٰ کہ اس سے دو تہائی ختم ہو جائے۔ تو پھر بھی وہ حلال نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کی حرمت ثابت ہو چکی ہے۔ پس وہ پکانے کے سبب سے ختم ہوگی۔

کدو کے برتن میں نبیذ بنانے پر کوئی حرج نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِالِانْتِبَاذِ فِي الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثٍ فِيهِ طُولٌ بَعْدَ ذِكْرِ هَذِهِ الْأَوْعِيَةِ (فَاشْرَبُوا فِي كُلِّ ظَرْفٍ، فَإِنَّ الظَّرْفَ لَا يُحِلُّ شَيْئًا وَلَا يُحَرِّمُهُ وَلَا تَشْرَبُوا الْمُسْكِرَ) وَقَالَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا أَخْبَرَ عَنْ النَّهْيِ عَنْهُ فَكَانَ نَاسِخًا لَهُ، وَإِنَّمَا يُنْتَبَذُ فِيهِ بَعْدَ تَطْهِيرِهِ، فَإِنْ كَانَ الْوِعَاءُ عَتِيقًا يُغْسَلُ ثَلَاثًا فَيَطْهُرُ، وَإِنْ كَانَ جَدِيدًا لَا يَطْهُرُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لِتَشَرُّبِ الْخَمْرِ فِيهِ بِخِلَافِ الْعَتِيقِ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يُغْسَلُ ثَلَاثًا وَيُجَفَّفُ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهِيَ مَسْأَلَةُ مَا لَا يَنْعَصِرُ بِالْعَصْرِ، وَقِيلَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ . يُمْلَأُ مَاءً مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى، حَتَّى إِذَا خَرَجَ الْمَاءُ صَافِيًا غَيْرَ مُتَغَيِّرٍ يُحْكَمُ بِطَهَارَتِهِ .

فرمایا کہ کدو کے برتن میں سبز کلر کی ٹھلیا میں اور تار کول سے رنگے گئے برتن میں نبیذ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتنوں کے بعد فرمایا کہ ہر برتن میں پیا کرو کیونکہ برتن نہ کسی چیز کو حلال کرنے والا ہے اور نہ ہی کسی چیز کو حرام کرنے والا ہے اور مسکر نہ پیو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ان تمام منع کردہ برتنوں کے بعد میں بیان کیا گیا ہے پس یہ اس کے لئے ناسخ بن جائے گا۔

اور ان برتنوں کو پاک کر لینے کے بعد نبیذ کو ان میں بنایا جائے گا۔ اور اگر وہ برتن پرانا ہے تو اس کو تین بار دھویا جائے گا۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جب وہ برتن نیا ہے تو وہ پاک نہ ہوگا کیونکہ اس میں خمر جذب ہو گئی ہے۔ جبکہ پرانے برتن میں اس طرح

نہیں ہے۔

حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک برتن کو تین بار دھویا جائے گا اور اس کو ہر بار خشک کرلیا جائے گا۔ اور یہ مسئلہ ایک چیز کے بارے میں ہے کہ جس کو نچوڑا جائے تو وہ نچڑ نہ سکے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو مسلسل بھرا جائے گا حتی کہ جب صاف پانی نکلنے لگے تو وہ بدلا ہوا نہ ہو تو اس برتن کی طہارت کا فیصلہ کیا جائے گا۔

خمر کا سرکہ بن کر حلال ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا تَخَلَّلَتِ الْخَمْرُ حَلَّتْ سَوَاءٌ صَارَتْ خَلًّا بِنَفْسِهَا اَوْ بِشَيْءٍ يُطْرَحُ فِيهَا، وَلَا يُكْرَهُ تَخْلِيلُهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُكْرَهُ التَّخْلِيلُ وَلَا يَحِلُّ الْخَلُّ الْحَاصِلُ بِهِ اِنْ كَانَ التَّخْلِيلُ بِاِلْقَاءِ شَيْءٍ فِيهِ قَوْلًا وَاحِدًا، وَاِنْ كَانَ بِغَيْرِ اِلْقَاءِ شَيْءٍ فِيهِ فَلَهُ فِي الْخَلِّ الْحَاصِلِ بِهِ قَوْلَانِ لَهُ اَنَّ فِي التَّخْلِيلِ اقْتِرَابًا مِنَ الْخَمْرِ عَلٰى وَجْهِ التَّمَوُّلِ، وَالْاَمْرُ بِالِاجْتِنَابِ يُنَافِيهِ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ) مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ، وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (خَيْرُ خَلِّكُمْ خَلُّ خَمْرِكُمْ) وَلِاَنَّ بِالتَّخْلِيلِ يَزُولُ الْوَصْفُ الْمُفْسِدُ وَتَثْبُتُ صِفَةُ الصَّلَاحِ مِنْ حَيْثُ تَسْكِينُ الصَّفْرَاءِ وَكَسْرُ الشَّهْوَةِ، وَالتَّغَذِّي بِهِ وَالْاِصْلَاحُ مُبَاحٌ، وَكَذَا الصَّالِحُ لِلْمَصَالِحِ اعْتِبَارًا بِالْمُتَخَلِّلِ بِنَفْسِهِ وَبِالدِّبَاغِ وَالِاقْتِرَابُ لِاِعْدَامِ الْفَسَادِ فَاَشْبَهَ الْاِرَاقَةَ، وَالتَّخْلِيلُ اَوْلٰى لِمَا فِيهِ مِنْ اِحْرَازِ مَالٍ يَصِيرُ حَلَالًا فِي الثَّانِي فَيَخْتَارُهُ مَنِ ابْتُلِيَ بِهِ، وَاِذَا صَارَ الْخَمْرُ خَلًّا يَطْهُرُ مَا يُوَازِيهَا مِنَ الْاِنَاءِ، فَاَمَّا اَعْلَاهُ وَهُوَ الَّذِي نَقَصَ مِنْهُ الْخَمْرُ قِيلَ يَطْهُرُ تَبَعًا وَقِيلَ لَا يَطْهُرُ؛ لِاَنَّهُ خَمْرٌ يَابِسٌ اِلَّا اِذَا غُسِلَ بِالْخَلِّ فَيَتَخَلَّلُ مِنْ سَاعَتِهِ فَيَطْهُرُ، وَكَذَا اِذَا صُبَّ فِيهِ الْخَمْرُ ثُمَّ مُلِئَ خَلًّا يَطْهُرُ فِي الْحَالِ عَلٰى مَا قَالُوا.

اور خمر جب سرکہ بن جائے تو وہ حلال ہو جائے گی۔ اگر چہ وہ خود بہ خود سرکہ بنی ہے یا اس میں کوئی چیز ڈال کر اس کو سرکہ بنایا گیا ہے۔ اور اس کو سرکہ بنانے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس کو سرکہ بنانا مکروہ ہے اور خمر سے جو سرکہ بنے گا وہ حلال نہ ہوگا اور جب اس میں کسی چیز کو ڈال کر سرکہ بنایا ہے اور یہی ایک قول ہے۔

اور جب اس میں کوئی چیز ڈالے بغیر سرکہ بنایا ہے تو اس کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے سرکہ بنانے کی وجہ سے خمر تمول کے طریقے پر قرب اختیار کر جاتا ہے۔ جبکہ شراب سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارکہ ہے کہ سرکہ بہترین سالن ہے کیونکہ اس کو سرکہ بنانے کی وجہ فساد کی وصف ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس میں صحیح وصف ثابت ہو جاتا ہے۔ جس طرح صفراء کو سکون پہنچانا یہ شہوت کو توڑنا ہے اس سے غذا حاصل کرنا اور

فسادی کی اصلاح کرنا مباح ہے۔ پس اس چیز کی اصلاح بھی درست ہوگی۔ جو مصلحت میں کام آئے گی۔
اور اس کو بہ ذات خود سرکہ بننے اور دباغت کھال پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور اس میں قربت یہ فساد کو دور کرنے والی ہے۔ پس یہ اس کو بہانے کے مشابہ بن جائے گی۔ اور شراب کا سرکہ بنانا افضل ہے۔ کیونکہ اس میں ایسے مال کو محفوظ کرنا ہے۔ جو آنے والے وقت میں حلال ہوگا۔ پس سرکہ بنانا وہی بندہ اختیار کرے گا جو اس میں ملوث ہو چکا ہے۔
اور جب خمر سرکہ بن گئی ہے تو جو برتن اس کے مقابل میں تھا وہ خود پاک ہو جائے گا۔ جبکہ برتن کا اوپر والا حصہ جس سے شراب نیچے رہ چکی ہے۔ ایک قول کے مطابق بطور اتباع وہ بھی پاک ہو جائے گا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ پاک نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ خشک ہے مگر جب برتن کو سرکہ سے دھویا گیا ہے۔ اور وہ فوری طور پر سرکہ بن گیا ہے تو وہ پاک ہو جائے گا۔
اور اسی طرح جب کسی برتن میں خمر کو بہادیا گیا ہے اور اس کے بعد میں سرکہ بھرا گیا ہے تو اس حالت میں برتن پاک ہو جائے گا جس طرح فقہاء نے ارشاد فرمایا ہے۔

شراب کی تلچھٹ پینے میں کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ شُرْبُ دُرْدِيِّ الْخَمْرِ وَالْاِمْتِشَاطُ بِهِ) ؛ لِاَنَّ فِيهِ اَجْزَاءَ الْخَمْرِ، وَالْاِنْتِفَاعُ بِالْمُحَرَّمِ حَرَامٌ، وَلِهٰذَا لَا يَجُوزُ اَنْ يُدَاوِيَ بِهِ جُرْحًا اَوْ دَبْرَةَ دَابَّةٍ وَلَا اَنْ يَسْقِيَ ذِمِّيًّا وَلَا اَنْ يَسْقِيَ صَبِيًّا لِلتَّدَاوِي، وَالْوَبَالُ عَلٰى مَنْ سَقَاهُ، وَكَذَا لَا يَسْقِيهَا الدَّوَابَّ وَقِيلَ : لَا تُحْمَلُ الْخَمْرُ اِلَيْهَا، اَمَّا اِذَا قِيدَتْ اِلَى الْخَمْرِ فَلَا بَاْسَ بِهِ كَمَا فِي الْكَلْبِ وَالْمَيْتَةِ وَلَوْ اُلْقِيَ الدُّرْدِيُّ فِي الْخَلِّ لَا بَاْسَ بِهِ ؛ لِاَنَّهُ يَصِيرُ خَلًّا لٰكِنْ يُبَاحُ حَمْلُ الْخَلِّ اِلَيْهِ لَا عَكْسُهُ لِمَا قُلْنَا .

حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں کہا ہے کہ شراب کی تلچھٹ کو پینا اور اس کے ساتھ کنگھی کرنا مکروہ ہے۔
کیونکہ تلچھٹ میں خمر کے اجزاء ہیں اور حرام چیز سے فائدہ اٹھانا بھی حرام ہے۔ کیونکہ یہ جائز نہیں ہے۔ لہٰذا وہ خمر سے کسی زخم کا علاج، کسی جانور کی پشت پر لگے زخم کا علاج اور نہ کسی ذمی کو پلائے اور نہ ہی دوائی کے طور پر کسی بچے کو پلائے۔ اور اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی خرابی اسی پر ہوگی۔ جو بندہ اس کو پلائے گا۔ اور اسی طرح وہ جانور کو بھی شراب نہ پلائے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جانوروں کے پاس شراب کو اٹھا کر نہ لے جایا جائے مگر جب جانوروں کو ہانک کر شراب کے پاس لایا جائے تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔ جس طرح کتے اور مردار کا حکم ہے۔
اور جب سرکہ میں شراب کی تلچھٹ ڈالی گئی ہے تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ تلچھٹ بھی سرکہ ہے اور اس کو سرکہ کی جانب لے جانا مباح ہے جبکہ اس کا برعکس جائز مباح نہ ہوگا۔

تلچھٹ کے شارب پر عدم حد ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُحَدُّ شَارِبُهُ) اَيْ شَارِبُ الدُّرْدِيِّ (اِنْ لَمْ يَسْكَرْ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يُحَدُّ ؛ لِاَنَّهُ شَرِبَ

جُزْءٌ مِنَ الْخَمْرِ وَلَنَا أَنَّ قَلِيلَهُ لَا يَدْعُو إِلَى كَثِيرِهِ لِمَا فِي الطِّبَاعِ مِنَ النَّبْوَةِ عَنْهُ فَكَانَ نَاقِصًا فَأَشْبَهَ غَيْرَ الْخَمْرِ مِنَ الْأَشْرِبَةِ وَلَا حَدَّ فِيهَا إِلَّا بِالسُّكْرِ وَلِأَنَّ الْغَالِبَ عَلَيْهِ الثُّفْلُ فَصَارَ كَمَا إِذَا غَلَبَ عَلَيْهِ الْمَاءُ بِالِامْتِزَاجِ

ترجمہ اور جب تلچھٹ نشہ آور نہ ہو تو اس کے شراب پر حد جاری نہ ہوگی۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے شراب پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ اس نے شراب کا ایک حصہ پیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے تلچھٹ کا قلیل اس کے کثیر کی جانب لے جانے والا نہیں ہے۔ کیونکہ طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں پس یہ ناقص خمر ہوئی اور یہ خمر کے سوا دوسرے اشربہ کے مشابہ ہو جائے گی۔ اور دوسری شرابوں میں نشہ کے سوا حد نہیں ہے۔ کیونکہ تلچھٹ پر ثقل غالب ہوتی ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح ملانے کے سبب خمر پر پانی غالب آ چکا ہے۔

خمر سے حقنہ لینے کی کراہت کا بیان

(وَيُكْرَهُ الِاحْتِقَانُ بِالْخَمْرِ وَإِقْطَارُهَا فِي الْإِحْلِيلِ) لِأَنَّهُ انْتِفَاعٌ بِالْمُحَرَّمِ وَلَا يَجِبُ الْحَدُّ لِعَدَمِ الشُّرْبِ وَهُوَ السَّبَبُ، وَلَوْ جُعِلَ الْخَمْرُ فِي مَرَقَةٍ لَا تُؤْكَلُ لِتَنَجُّسِهَا بِهَا وَلَا حَدَّ مَا لَمْ يَسْكَرْ مِنْهُ لِأَنَّهُ أَصَابَتْهُ النَّارُ وَيُكْرَهُ أَكْلُ خُبْزٍ عُجِنَ عَجِينُهُ بِالْخَمْرِ لِقِيَامِ أَجْزَاءِ الْخَمْرِ فِيهِ

ترجمہ اور خمر سے حقنہ لینا اور اس کو پیشاب کی نالی میں داخل کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ حرام چیز سے نفع اٹھانا ہے۔ اور حد واجب نہ ہوگی کیونکہ شراب نہیں ہے۔ جبکہ وجوب حد کا سبب وہی شراب تھی۔ اور شوربے میں خمر ڈال دی جائے تو وہ شوربہ نہیں کھایا جائے گا۔ کیونکہ خمر کے سبب وہ شوربہ بھی ناپاک ہو چکا ہے اور جب تک اس سے نشہ نہ آئے حد واجب نہ ہوگی کیونکہ اس کو پکانا بھی پہنچ گیا ہے اور جس روٹی کا آٹا خمر کے ساتھ گوندھا گیا ہے اس کو کھانا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں خمر کے اجزاء پائے جاتے ہیں۔

تَقْسِيمُ الْعِشْرِينَ عَلَى مَا بَقِيَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ بِالطَّبْخِ مِنْهُ قَبْلَ اَنْ يَنْصَبَّ مِنْهُ شَيْءٌ وَذٰلِكَ تِسْعَةٌ، فَيَخْرُجُ لِكُلِّ جُزْءٍ مِنْ ذٰلِكَ اثْنَانِ وَتُسْعَانِ، فَعَرَفْتَ اَنَّ الْحَلَالَ فِيمَا بَقِيَ مِنْهُ رِطْلَانِ وَتُسْعَانِ، وَعَلَى هٰذَا تَخْرُجُ الْمَسَائِلُ وَلَهَا طَرِيقٌ اٰخَرُ، وَفِيمَا اكْتَفَيْنَا بِهِ كِفَايَةٌ وَهِدَايَةٌ اِلَى تَخْرِيجِ غَيْرِهَا مِنَ الْمَسَائِلِ .

(مسئلہ) اور شیرہ کے پکنے میں دوسری اصل یہ ہے کہ جب شیرہ کو پکایا گیا ہے اور اس کا بعض حصہ ختم ہو گیا ہے اور اس کے بعد اس کا کچھ حصہ گرا دیا گیا ہے تو بقیہ کو جب اس قدر پکایا جائے کہ اس کا دو تہائی ختم ہو جائے تو اس کا طریقے کار یہ ہوگا کہ سارے تہائی کو نکال کر اس کو اسی مقدار کے برابر ضرب دے دو۔ جو مقدار گرائے جانے کے بعد باقی بچ رہی ہے۔ اس کے بعد اسکو بقیہ کے ساتھ تقسیم کر دو اسی مقدار کے ساتھ جو پکانے سے ختم ہوئی ہے۔ جو اس میں سے کچھ بھی گرائے بغیر ہو۔ پس جو تقسیم سے حاصل ہوگا وہی حلال ہوگا۔

اس مسئلہ کی وضاحت اس طرح ہے کہ دس رطل انگور کے شیرہ کو پکایا گیا ہے حتیٰ کہ اس سے ایک رطل ختم ہو چکا ہے اور اس کے بعد اس میں سے تین رطل گرا دیا گیا ہے۔ تو اب تم پورے شیرہ کا تہائی لے لو اور وہ ایک تہائی ہے اس کے بعد اس کو اس مقدار کے ساتھ ضرب کر دو جو گرنے کے بعد بقیہ بچی ہے۔ اور وہ مقدار چھ رطل ہے۔ پس اس کا حاصل ضرب بیس بنے گا۔ اس کے بعد بیس کو اس مقدار پر تقسیم کر دو جو پکانے کے بعد بچی ہے اور اس میں سے کچھ کرنے سے قبل وہ نو ہے پس ان میں سے ہر ایک کے لئے دو اور دو نوائیں گے۔ پس اب تم سمجھ لو گے کہ شیرہ میں سے جو دو رطل ہیں اور دو نوے ہیں وہی حلال ہیں۔

اور اسی قانون کے مطابق کئی مسائل کی تخریج کی گئی ہے اور اس کے لئے ایک دوسرا طریقہ بھی ہے اور ہم نے یہی طریقہ کافی سمجھا ہے اور ان کے سوا دوسرے مسائل کی تخریج کی طرف کفایت وہدایت ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

كِتَابُ الصَّيْدِ

﴿یہ کتاب شکار کے بیان میں ہے﴾

کتاب صید کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شکار اور اشربہ ان دونوں کتابوں کو ایک ساتھ بیان کرنے کی فقہی مناسبت یہ ہے کہ جس طرح انسان اشربہ سے پینے سے مسرور ہوتا ہے اسی طرح شکار کے گوشت سے فائدہ اٹھا کر بھی مسرور ہوتا ہے۔ اور اشربہ کو مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس میں حرمت کا پہلو غالب ہے پس حرام بچنے کے لئے اس کو مقدم ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد کتاب صید کو بیان کیا گیا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، کتاب صید، حقانیہ ملتان)

کتاب صید کے شرعی مأخذ کا بیان

یہی آیت ہے جس سے بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ گو کسی مسلمان نے ہی ذبح کیا ہو لیکن اگر بوقت ذبح اللہ کا نام نہیں لیا تو اس ذبیحہ کا کھانا حرام ہے، اس بارے میں علماء کے تین قول ہیں ایک تو یہی جو مذکور ہوا، خواہ جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا ہو یا بھول کر، اس کی دلیل آیت

(فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ)

(5۔المائدہ:4)

ہے یعنی جس شکار کو تمہارے شکاری کتے روک رکھیں تم اسے کھالو اور اللہ کا نام اس پر لو، اس آیت میں اسی کی تاکید کی اور فرمایا کہ یہ کھلی نافرمانی ہے یعنی اس کا کھانا یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا، احادیث میں بھی شکار کے اور ذبیحہ کے متعلق حکم وارد ہوا ہے آپ فرماتے ہیں جب تو اپنے سدھائے ہوئے کتے کو اللہ کا نام لے کر چھوڑے جس جانور کو وہ تیرے لئے پکڑ کر روک لے تو اسے کھا لے اور حدیث میں ہے جو چیز خون بہادے اور اللہ کا نام بھی اس پر لیا گیا ہو اسے کھالیا کرو، جنوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تمہارے لئے ہر وہ ہڈی غذا ہے جس پر اللہ کا نام لیا جائے، عید کی قربانی کے متعلق آپ کا ارشاد مروی ہے کہ جس نے نماز عید پڑھنے سے پہلے ہی ذبح کرلیا وہ اس کے بدلے دوسرا جانور ذبح کرلے اور جس نے قربانی نہیں کی وہ ہمارے ساتھ عید کی نماز پڑھے پھر اللہ کا نام لے کر اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کرے، چند لوگوں نے حضور سے پوچھا کہ بعض نومسلم ہمیں گوشت دیتے ہیں کیا خبر انہوں نے ان جانوروں کے ذبح کرنے کے وقت اللہ کا نام بھی لیا یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا تم ان پر اللہ کا نام لو اور کھا لو، الغرض اس حدیث سے بھی یہ مذہب قوی ہوتا ہے کیونکہ صحابہ نے بھی سمجھا کہ بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور یہ لوگ احکام اسلام سے صحیح طور پر

واقف نہیں ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں کیا خبر اللہ کا نام لیتے بھی ہیں یا نہیں؟ تو حضور نے انہیں بطور مزید احتیاط فرمادیا کہ تم خود اللہ کا نام لے لو تا کہ بالفرض انہوں نے نہ بھی لیا ہو تو یہ اس کا بدلہ ہو جائے، ورنہ ہر مسلمان پر ظاہراً حسن ظن ہی ہوگا، دوسرا قول اس مسئلہ میں یہ ہے کہ بوقت ذبح بسم اللہ کا پڑھنا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے اگر چھوٹ جائے گو وہ عمداً ہو یا بھول کر، کوئی حرج نہیں۔ اس آیت میں جو فرمایا گیا ہے کہ یہ فسق ہے اس کا مطلب یہ لوگ یہ لیتے ہیں کہ اس سے مراد غیر اللہ کے لئے ذبح کیا ہوا جانور ہے جیسے اور آیت میں ہے

(اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ) (6 ۔ الانعام: 145)

بقول عطا ان جانوروں سے روکا گیا ہے جنہیں کفار اپنے معبودوں کے نام ذبح کرتے تھے اور مجوسیوں کے ذبیحہ سے بھی ممکن کی گئی، اس کا جواب بعض متاخرین نے یہ بھی دیا ہے کہ (وانہ) میں واؤ حالیہ ہے۔ تو فسق فعلیہ حالیہ پر لازم آئے گا، لیکن یہ دلیل اس کے بعد کے جملے (وان الشیاطین) سے ہی ٹوٹ جاتی ہے اس لئے کہ وہ تو یقیناً عاطفہ جملہ ہے۔ تو جس اگلے واؤ کو حالیہ کہا گیا ہے اگر اسے حالیہ مان لیا جائے تو پھر اس پر اس جملے کا عطف ناجائز ہوگا اور اگر اسے پہلے کے حالیہ جملے پر عطف ڈالا جائے تو جو اعتراض یہ دوسرے پر وارد کر رہے تھے وہی ان پر پڑے گا ہاں اگر اس واؤ کو حالیہ نہ مانا جائے تو یہ اعتراض ہٹ سکتا ہے لیکن جوبات اور دعویٰ تھا وہ سرے سے باطل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔ ابن عباس کا قول ہے مراد اس سے مردار جانور ہے جو اپنی موت آپ مر گیا ہو۔ اس مذہب کی تائید ابوداؤد کی ایک مرسل حدیث سے بھی ہو سکتی ہے۔

صید کا معنی و اس کے اطلاق کا بیان

قَالَ: اَلصَّيْدُ اِلاصْطِيَادُ، وَيُطْلَقُ عَلٰى مَا يُصَادُ، وَالْفِعْلُ مُبَاحٌ لِغَيْرِ الْمُحْرِمِ فِيْ غَيْرِ الْحَرَمِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا) وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا) وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ، وَاِنْ اَكَلَ مِنْهُ فَلَا تَاْكُلْ؛ لِاَنَّهُ اِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهِ، وَاِنْ شَارَكَ كَلْبَكَ كَلْبٌ آخَرُ فَلَا تَاْكُلْ فَاِنَّكَ اِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلٰى كَلْبِ غَيْرِكَ) وَعَلٰى اِبَاحَتِهِ انْعَقَدَ الْاِجْمَاعُ وَلِاَنَّهُ نَوْعُ اكْتِسَابٍ وَانْتِفَاعٍ بِمَا هُوَ مَخْلُوقٌ لِذٰلِكَ، وَفِيهِ اسْتِبْقَاءُ الْمُكَلَّفِ وَتَمْكِينُهُ مِنْ اِقَامَةِ التَّكَالِيفِ فَكَانَ مُبَاحًا بِمَنْزِلَةِ الْاِحْتِطَابِ ثُمَّ جُمْلَةُ مَا يَحْوِيهِ الْكِتَابُ فَصْلَانِ: اَحَدُهُمَا فِي الصَّيْدِ بِالْجَوَارِحِ وَالثَّانِي فِي الْاِصْطِيَادِ بِالرَّمْيِ.

فرمایا کہ صید مطلب شکار کرنا ہے اور بعض دفعہ اس کا اطلاق اس جانور پر کیا جاتا ہے جو شکار میں آئے۔ محرم کے سوا اور حرم کے سوا شکار کرنا مباح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب حلال ہو جاؤ تو تم شکار کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلیل ہے کہ

جب تک تم حالت احرام میں ہو اس وقت تک تم پر خشکی کا شکار حرام ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی وجہ سے مباح ہوا ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑا اور اس پر اللہ کا نام لیا تو اس کو کھاؤ مگر جب شکار میں سے کچھ کتا کھالے تو پھر اس سے نہ کھاؤ۔ کیونکہ اس نے شکار اپنے لئے روک لیا ہے۔ اور جب تمہارے کتے کے ساتھ کوئی دوسرا کتا شامل ہو جائے تب بھی اس سے نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اس کے سوا پر نہیں پڑھی۔ اور شکار کے مباح ہونے اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ ایسے جانور سے کھانے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی ایک قسم ہے جس کو اللہ نے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اس میں مکلف کو باقی رکھنا اور اس کو تکلیف دینے کی طاقت دینا بھی ہے پس ایندھن کو اکٹھا کرنے کی طرح یہ بھی مباح ہے۔

اور اس کے بعد وہ بحث جس پر یہ کتاب مشتمل ہے اس کی دو فصول ہیں۔ ایک فصل وہ ہے جس میں جوارح کے ذریعے شکار کرنے کا بیان ہے اور دوسری فصل وہ آئے گی جس میں تیر کے ذریعے شکار کرنے کا بیان آئے گا۔

فَصْلٌ فِی الْجَوَارِحِ

﴿یہ فصل شکاری جانوروں سے شکار کرنے کے بیان میں ہے﴾

فصل جوارح کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے رمی کی فصل پر جوارح کو مقدم ذکر کیا ہے کیونکہ رمی شکار کا آلہ ہے جبکہ یہاں حیوان ہے اور رمی میں جماد ہے اور فاضل کو مفضول پر تقدم حاصل ہوتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب صید، بیروت)

سکھائے گئے کتوں وغیرہ سے شکار کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ الِاصْطِيَادُ بِالْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ وَالْفَهْدِ وَالْبَازِي وَسَائِرِ الْجَوَارِحِ الْمُعَلَّمَةِ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : وَكُلُّ شَيْءٍ عَلَّمْته مِنْ ذِي نَابٍ مِنْ السِّبَاعِ وَذِي مِخْلَبٍ مِنْ الطَّيْرِ فَلَا بَأْسَ بِصَيْدِهِ، وَلَا خَيْرَ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ إلَّا أَنْ تُدْرِكَ ذَكَاتَهُ) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنْ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ) وَالْجَوَارِحُ : الْكَوَاسِبُ قَالَ فِي تَأْوِيلِ الْمُكَلِّبِينَ : الْمُسَلِّطِينَ، فَيَتَنَاوَلُ الْكُلَّ بِعُمُومِهِ، دَلَّ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ عَدِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَاسْمُ الْكَلْبِ فِي اللُّغَةِ يَقَعُ عَلَى كُلِّ سَبُعٍ حَتَّى الْأَسَدِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ اُسْتُثْنِيَ مِنْ ذَلِكَ الْأَسَدُ وَالدُّبُّ ؛ لِأَنَّهُمَا لَا يَعْمَلَانِ لِغَيْرِهِمَا الْأَسَدُ لِعُلُوِّ هِمَّتِهِ وَالدُّبُّ لِخَسَاسَتِهِ، وَأَلْحَقَ بِهِمَا بَعْضُهُمْ الْحِدَأَةَ لِخَسَاسَتِهَا، وَالْخِنْزِيرُ مُسْتَثْنًى ؛ لِأَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ فَلَا يَجُوزُ الِانْتِفَاعُ بِهِ ثُمَّ لَا بُدَّ مِنْ التَّعْلِيمِ ؛ لِأَنَّ مَا تَلَوْنَا مِنْ النَّصِّ يَنْطِقُ بِاشْتِرَاطِ التَّعْلِيمِ وَالْحَدِيثُ بِهِ وَبِالْإِرْسَالِ، وَلِأَنَّهُ إنَّمَا يَصِيرُ آلَةً بِالتَّعْلِيمِ لِيَكُونَ عَامِلًا لَهُ فَيَتَرَسَّلُ بِإِرْسَالِهِ وَيُمْسِكُهُ عَلَيْهِ .

فرمایا کہ سکھایا ہوا کتا، چیتا، باز اور اسی طرح کے سارے سکھائے ہوئے زخمی کرنے والے جانوروں سے شکار کرنا جائز ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ ہر وہ جانور جس کو تم نے سکھایا ہے اگر چہ وہ دانت والے درندوں سے ہو یا پنجے والے پرندوں سے ہو، ان کے ساتھ شکار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اس کے سوا میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب تم اس کے ذبح کر پاؤ۔ اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ ''وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ '' اور ایک توجیہ کے مطابق جوارح کمانے کے معنی میں ہے۔ اور اسی طرح ''الْمُكَلِّبِينَ : الْمُسَلِّطِينَ '' کے معنی میں بھی ہے پس یہ عموم کے سبب یہ فرمان ہر جارح

شامل ہوگا۔ اور ہماری روایت کردہ حدیث بھی اسی عموم پر دلالت کرتی ہے جو عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی تھی۔ اور لغوی اعتبار سے بھی ہر درندے کو شامل ہے حتیٰ کہ شیر کو بھی شامل ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں اس عموم سے شیر اور ریچھ کا استثناء کیا ہے کیونکہ یہ دونوں جانور دوسرے کے لئے کام کرنے والے نہیں ہیں۔ شیر اس لئے کہ وہ بلند ہمت ہوتا ہے جبکہ ریچھ کمینہ ہوتا ہے اور بعض لوگوں نے شیر اور ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی شامل کیا ہے کیونکہ وہ بھی کمینی ہوتی ہے۔ جبکہ خنزیر کا استثناء تو ویسے ہی ہے۔ کیونکہ وہ نجس العین ہے۔ پس اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کے بعد ان جانوروں کو سکھانا لازم ہے۔ کیونکہ ہماری تلاوت کردہ نص سکھانے کی شرط پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ ہماری بیان کردہ روایت یہ سکھانے اور بھیجنے دونوں پر دلالت کرنے والی ہے۔ کیونکہ شکاری جانور سکھانے کی وجہ سے شکار کا آلہ بن سکے گا اور اس طرح وہ مالک کے لئے کام کرنے والا بن جائے گا اور وہ چھوٹتے ہی دوڑ لگا دے اور مالک کے لئے شکار کو روک لے۔

تین دفعہ کھانے سے رک جانے پر کتے کی تعلیم کا بیان

قَالَ (تَعْلِيمُ الْكَلْبِ اَنْ يَتْرُكَ الْاَكْلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَتَعْلِيمُ الْبَازِي اَنْ يَرْجِعَ وَيُجِيبَ اِذَا دَعَوْتَهُ) وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَلِاَنَّ بَدَنَ الْبَازِي لَا يَحْتَمِلُ الضَّرْبَ، وَبَدَنَ الْكَلْبِ يَحْتَمِلُهُ فَيُضْرَبُ لِيَتْرُكَهُ، وَلِاَنَّ آيَةَ التَّعْلِيمِ تَرْكُ مَا هُوَ مَأْلُوفٌ عَادَةً، وَالْبَازِيُّ مُتَوَحِّشٌ مُتَنَفِّرٌ فَكَانَتْ الْاِجَابَةُ آيَةَ تَعْلِيمِهِ وَاَمَّا الْكَلْبُ فَهُوَ مَأْلُوفٌ يَعْتَادُ الِانْتِهَابَ فَكَانَ آيَةُ تَعْلِيمِهِ تَرْكَ مَأْلُوفِهِ وَهُوَ الْاَكْلُ وَالِاسْتِلَابُ ثُمَّ شُرِطَ تَرْكُ الْاَكْلِ ثَلَاثًا وَهٰذَا عِنْدَهُمَا وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ؛ لِاَنَّ فِيمَا دُونَهُ مَزِيدَ الِاحْتِمَالِ فَلَعَلَّهُ تَرَكَهُ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ شِبَعًا، فَاِذَا تَرَكَهُ ثَلَاثًا دَلَّ عَلٰى اَنَّهُ صَارَ عَادَةً لَهُ، وَهٰذَا؛ لِاَنَّ الثَّلَاثَ مُدَّةٌ ضُرِبَتْ لِلِاخْتِبَارِ وَاِبْلَاءِ الْاَعْذَارِ كَمَا فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ وَفِي بَعْضِ قَصَصِ الْاَخْيَارِ: وَلِاَنَّ الْكَثِيرَ هُوَ الَّذِي يَقَعُ اَمَارَةً عَلَى الْعِلْمِ دُونَ الْقَلِيلِ، وَالْجَمْعُ هُوَ الْكَثِيرُ وَاَدْنَاهُ الثَّلَاثُ فَقُدِّرَ بِهَا وَعِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ عَلٰى مَا ذُكِرَ فِي الْاَصْلِ: لَا يَثْبُتُ التَّعْلِيمُ مَا لَمْ يَغْلِبْ عَلٰى ظَنِّ الصَّائِدِ اَنَّهُ مُعَلَّمٌ، وَلَا يُقَدَّرُ بِالثَّلَاثِ؛ لِاَنَّ الْمَقَادِيرَ لَا تُعْرَفُ اجْتِهَادًا بَلْ نَصًّا وَسَمَاعًا وَلَا سَمْعَ فَيُفَوَّضُ اِلٰى رَاْيِ الْمُبْتَلٰى بِهِ كَمَا هُوَ اَصْلُهُ فِي جِنْسِهَا وَعَلَى الرِّوَايَةِ الْاُولٰى عِنْدَهُ يَحِلُّ مَا اصْطَادَهُ ثَالِثًا وَعِنْدَهُمَا لَا يَحِلُّ؛ لِاَنَّهُ اِنَّمَا يَصِيرُ مُعَلَّمًا بَعْدَ تَمَامِ الثَّلَاثِ وَقَبْلَ التَّعْلِيمِ غَيْرُ مُعَلَّمٍ، فَكَانَ الثَّالِثُ صَيْدَ كَلْبٍ جَاهِلٍ وَصَارَ كَالتَّصَرُّفِ الْمُبَاشِرِ فِي سُكُوتِ الْمَوْلٰى وَلَهُ اَنَّهُ آيَةُ تَعْلِيمِهِ عِنْدَهُ فَكَانَ هٰذَا صَيْدَ جَارِحَةٍ مُعَلَّمَةٍ، بِخِلَافِ تِلْكَ الْمَسْاَلَةِ؛ لِاَنَّ الْاِذْنَ اِعْلَامٌ وَلَا يَتَحَقَّقُ

دُوْنَ عِلْمِ الْعَبْدِ وَذٰلِكَ بَعْدَ الْمُبَاشَرَةِ ۔

فرمایا کہ کتے کا تعلیم کا اعتبار اس وقت کرلیا جائے گا کہ جب وہ تین دفعہ کھانے سے رک جائے اور باز جب واپس لوٹ آئے اور جب اس کو بلاؤ تو وہ تم کو جواب دے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ کیونکہ باز کا بدن ضرب کا احتمال رکھنے والا نہیں ہے جبکہ کتے کا بدن ضرب کا احتمال رکھنے والا ہے۔ پس کتے کو مارا جائے گا تاکہ وہ کھانا ترک کردے اور اس کے معلم ہونے کی علامت ترک طعام ہے حالانکہ وہ اس کی عادت میں رغبت دینے والا ہے۔ پس اس کا معلم ہونا اس کی پسندیدہ غذا کو چھوڑ دینا ہے۔ اور وہ کھانا اور اچک لینا ہے۔

صاحبین کے نزدیک تین مرتبہ چھوڑنے کی شرط ہے امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ اسی لئے بیان کی ہے اور ایک روایت کے مطابق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہی شرط ہے۔ کیونکہ اس سے تھوڑے میں زیادہ احتمال ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے پیٹ بھرا ہونے کے سبب ایک یا دو دفعہ چھوڑ دیا ہو۔ لیکن جب اس نے اس کو تین مرتبہ ترک کیا ہے تو اب یہ بات کی دلیل بن جائے گی کہ چھوڑنا اس کی عادت بن چکی ہے۔ اور اس کی یہ بھی دلیل ہے کہ تین ایک ایسی مدت ہے جس آزمانے اور عذروں کو جاننے کے لئے بنائی گئی ہے جس طرح یہ شرط مدت خیار اور دوسرے کئی واقعات میں پائی جاتی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ کثیر وہی مدت بن سکتی ہے جو علم نشانی ہے جبکہ قلیل نہیں۔ اور کثیر جمع ہے جس کی کم از کم مقدار تین ہے۔ پس علم کو بھی تین کے ساتھ معین کردیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس وقت تک تعلیم ثابت نہ ہوگی جب تک شکاری کا غالب گمان نہ ہو کہ تعلیم یافتہ ہے اور مبسوط میں امام صاحب سے یہی روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ مقادیر اجتہاد سے نہیں بلکہ نص اور سماع سے معلوم ہوتی ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ) اور یہاں کسی قسم کا کوئی سماع نہیں ہے پس اس کو مبتلائے رائے پر چھوڑ دیا جائے گا جس طرح اس قسم کے مسائل میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اصول ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ کتے جو شکار تیسری مرتبہ کیا ہے وہ حلال ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک وہ حلال نہیں ہے۔ کیونکہ تین بار مکمل ہونے کے بعد کتا تعلیم یافتہ بنے گا۔ اور تعلیم پانے سے قبل وہ غیر تعلیم یافتہ ہے۔ پس تیسرا شکار بھی جاہل کتے کا ہوگا۔ اور یہ ایسے تصرف کی طرح ہوگا جو آقا کی خاموشی کے وقت کیا گیا ہو۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ تیسری بار کتے کا نہ کھانا یہ اس کی تعلیم کی نشانی ہے پس تیسرا شکار کھائے ہوئے کتے کے شکار کی طرح ہوگا۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب اجازت اطلاع ہے اور وہ اطلاع غلام کے جانے کے سوا ثابت نہ ہوگی۔ اور عدم کی اطلاع مباشرت کے بعد میں ہے۔

شکاری جانور پر تسمیہ کہنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَرْسَلَ كَلْبَهُ الْمُعَلَّمَ أَوْ بَازِيَهُ وَذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى عِنْدَ إِرْسَالِهٖ فَأَخَذَ الصَّيْدَ وَجَرَحَهُ فَمَاتَ حَلَّ أَكْلُهُ) لِمَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيْثِ عَدِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلِأَنَّ الْكَلْبَ أَوِ الْبَازِيَ آلَةٌ، وَالذَّبْحُ لَا يَحْصُلُ بِمُجَرَّدِ الْآلَةِ إِلَّا بِالْاِسْتِعْمَالِ وَذٰلِكَ فِيْهِمَا بِالْإِرْسَالِ فَنَزَلَ

مَنْزِلَةَ الرَّمْيِ وَإِمْرَارِ السِّكِّينِ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّسْمِيَةِ عِنْدَهُ وَلَوْ تَرَكَهُ نَاسِيًا حَلَّ أَيْضًا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَحُرْمَةُ مَتْرُوكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا فِي الذَّبَائِحِ وَلَا بُدَّ مِنَ الْجُرْحِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِيَتَحَقَّقَ الذَّكَاةُ الِاضْطِرَارِيُّ وَهُوَ الْجُرْحُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ مِنَ الْبَدَنِ بِانْتِسَابِ مَا وُجِدَ مِنَ الْآلَةِ إِلَيْهِ بِالِاسْتِعْمَالِ وَفِي ظَاهِرِ قَوْلِهِ تَعَالَى (وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ) مَا يُشِيرُ إِلَى اشْتِرَاطِ الْجُرْحِ، إِذْ هُوَ مِنَ الْجُرْحِ بِمَعْنَى الْجِرَاحَةِ فِي تَأْوِيلٍ فَيُحْمَلُ عَلَى الْجَارِحِ الْكَاسِبِ بِنَابِهِ وَمِخْلَبِهِ وَلَا تَنَافِيَ، وَفِيهِ أَخْذٌ بِالْيَقِينِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ رُجُوعًا إِلَى التَّأْوِيلِ الْأَوَّلِ وَجَوَابُهُ مَا قُلْنَا .

اور جب کسی شخص نے سکھائے ہوئے کتے کو یا باز کو چھوڑا اور اس کو چھوڑتے وقت اس نے اللہ کا نام لیا ہے اور اس کے بعد اس نے شکار کر پکڑ کر اس کو زخمی کر دیا ہے جس سے وہ شکار مر گیا ہے تو اس کا کھانا حلال ہے۔ یہ حکم حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ والی حدیث کے سبب سے ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ کتا اور باز یہ آلہ ہیں اور استعمال کرنے کے سوا آلہ محض ذبح سے حاصل نہ ہوگا اور ان دونوں استعمال ان کو چھوڑنا ہے پس جب ارسال کو تیر چلانے یا چھری چلانے کے حکم میں لیا جائے تو بھی ارسال کے وقت تسمیہ لازم ہوگا۔

اور جب کوئی شخص تسمیہ کہنا بھول گیا ہے اور جانور کو چھوڑ دیا ہے تو بھی شکار حلال ہے اسی وضاحت کے مطابق جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جان بوجھ کر چھوڑنے کی حرمت کو بھی ہم کتاب ذبیحے والا میں بیان کر آئے ہیں۔

اور ظاہر الروایت کے مطابق شکار کو زخمی کرنا لازم ہے کیونکہ ذبح اضطراری ثابت ہو جائے۔ اور وہ زخمی کرنا ہے۔ اگرچہ وہ بدن کے کسی بھی حصے سے ہو۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ جو آلہ موجود ہے۔ وہ استعمال کی صورت میں شکاری کی جانب منسوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان 'وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ' کے مطابق وہ چیز ظاہر ہے جس کا اشارہ زخمی کرنے کی طرف ہے۔ کیونکہ یہ جرح سے مشتق ہے جو ایک توجیہ کے مطابق جراحت کے حکم میں ہے پس اس پر جارح کو محمول کیا جائے گا۔ جو اپنے دانت اور پنجے سے کمائی کرنے والا ہے۔ اور ان دونوں کو جمع کرنے میں کوئی فرق نہ پڑے گا اور اس میں یقین پر عمل کرنا ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے کہ زخمی کرنا یہ شرط نہیں ہے انہوں نے پہلی توجیہ کی جانب رجوع کیا ہے اور اس کا جواب ہم بیان کر آئے ہیں۔

شکار میں سے کتے یا چیتے کا کھا لینے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ الْكَلْبُ أَوِ الْفَهْدُ لَمْ يُؤْكَلْ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ الْبَازِي أُكِلَ) وَالْفَرْقُ مَا بَيَّنَّاهُ فِي دَلَالَةِ التَّعْلِيمِ وَهُوَ مُؤَيَّدٌ بِمَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ عَدِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ فِي قَوْلِهِ الْقَدِيمِ فِي إِبَاحَةِ مَا أَكَلَ الْكَلْبُ مِنْهُ (وَلَوْ أَنَّهُ صَادَ صُيُودًا وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا

ثُمَّ اَكَلَ مِنْ صَيْدٍ لَا يُؤْكَلُ هٰذَا الصَّيْدُ) ؛ لِاَنَّهُ عَلَامَةُ الْجَهْلِ، وَلَا مَا يَصِيدُهُ بَعْدَهُ حَتّٰى يَصِيرَ مُعَلَّمًا عَلٰى اخْتِلَافِ الرِّوَايَاتِ كَمَا بَيَّنَّاهَا فِي الِابْتِدَاءِ وَاَمَّا الصُّيُودُ الَّتِي اَخَذَهَا مِنْ قَبْلُ فَمَا اَكَلَ مِنْهَا لَا تَظْهَرُ الْحُرْمَةُ فِيهِ لِانْعِدَامِ الْمَحَلِّيَّةِ وَمَا لَيْسَ بِمُحْرَزٍ بِاَنْ كَانَ فِي الْمَفَازَةِ بِاَنْ لَمْ يَظْفَرْ صَاحِبُهُ بَعْدَ تَثْبُتِ الْحُرْمَةِ فِيهِ بِالِاتِّفَاقِ، وَمَا هُوَ مُحْرَزٌ فِي بَيْتِهِ يَحْرُمُ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا هُمَا يَقُولَانِ : اِنَّ الْاَكْلَ لَيْسَ يَدُلُّ عَلَى الْجَهْلِ فِيمَا تَقَدَّمَ ؛ لِاَنَّ الْحِرْفَةَ قَدْ تُنْسٰى، وَلِاَنَّ فِيمَا اَحْرَزَهُ قَدْ اَمْضَى الْحُكْمَ فِيهِ الْاِجْتِهَادُ فَلَا يُنْقَضُ بِاجْتِهَادٍ مِثْلِهِ ؛ لِاَنَّ الْمَقْصُودَ قَدْ حَصَلَ بِالْاَوَّلِ، بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُحْرَزِ ؛ لِاَنَّهُ مَا حَصَلَ الْمَقْصُودُ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ لِبَقَائِهِ صَيْدًا مِنْ وَجْهٍ لِعَدَمِ الْاِحْرَازِ فَحَرَّمْنَاهُ اِحْتِيَاطًا وَلَهُ اَنَّهُ آيَةُ جَهْلِهِ مِنَ الِابْتِدَاءِ ؛ لِاَنَّ الْحِرْفَةَ لَا يُنْسٰى اَصْلُهَا، فَاِذَا اَكَلَ تَبَيَّنَ اَنَّهُ كَانَ تَرْكُ الْاَكْلِ لِلشِّبَعِ لَا لِلْعِلْمِ، وَتَبَدُّلُ الِاجْتِهَادِ قَبْلَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ ؛ لِاَنَّهُ بِالْاَكْلِ فَصَارَ كَتَبَدُّلِ اجْتِهَادِ الْقَاضِي قَبْلَ الْقَضَاءِ

فرمایا کہ جب اس شکار میں سے کتے نے یا چیتے نے کچھ کھالیا ہے تو وہ شکار نہ کھایا جائے۔ اور جب اس میں باز نے کچھ کھالیا ہے تو اس کو کھایا جائے گا۔ اور اس میں فرق کا سبب وہی ہے جس کو تعلیم کی دلالت میں بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو عدی بن حاتم نے روایت کیا ہے۔ اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دلیل ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی قول کے مطابق ان کے خلاف بھی یہی دلیل ہے۔ اور اسی طرح اس شکار کو مباح قرار دینے میں بھی دلیل ہے جس کو کتے نے کھایا ہو۔

اور جب کتے نے کئی شکار کر ڈالے ہیں تو ان کو کھایا نہیں اور اس کے بعد اس نے ان میں سے ایک شکار کو کھالیا ہے تو یہ شکار نہیں کھائے جائیں گے۔ کیونکہ کھالینا یہ جہالت کی نشانی ہے۔ اور اس کے بعد شکار کیا ہوا جانور بھی نہیں کھایا جائے گا۔ حتیٰ کہ اختلافی روایات کے مطابق جب وہ تعلیم یافتہ بن جائے۔ جس طرح ہم شروع میں بیان کر آئے ہیں۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جو شکار وہ پہلے کر چکا ہے اس کا کھالینا یہ جہالت پر دلالت کرنے والا نہیں ہے کیونکہ بعض دفعہ پیشہ بھی بھول جاتا ہے۔ کیونکہ جو شکار شکاری حفاظت میں لے لیا ہے اور اس میں اجتہاد کے سبب حلت کا حکم نافذ ہو چکا ہے۔ پس اسی جیسے اجتہاد سے حکم کو توڑا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ پہلے کا مقصد حاصل ہو چکا ہے۔ جبکہ غیر محفوظ میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ایک طرح سے مقصد حاصل نہیں ہوا۔ پس عدم محافظت کے سبب وہ ایک طرح شکار باقی ہے پس احتیاط کے پیش نظر ہم نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ کھالینا یہ ابتدائی طور پر جہالت کی نشانی ہے۔ کیونکہ حرفت میں اصل بھلایا جاتا۔ پس جب اس نے کھایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا نہ کھانا پیٹ بھرا ہونے کے سبب سے تھا۔ جبکہ علم ...

تھا۔ اور یہاں اجتہاد کو تبدیل کرنا یہ حصول مقصود سے قبل ہے۔ اور وہ کھانے کے سبب سے ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح قضاء سے پہلے قاضی نے اجتہاد کو تبدیل کر دیا ہے۔

بھاگنے والے شکرے کے شکار کا بیان

(وَلَوْ اَنَّ صَقْرًا فَرَّ مِنْ صَاحِبِهٖ فَمَكَثَ حِيْنًا ثُمَّ صَادَ لَا يُؤْكَلُ صَيْدُهٗ) ؛ لِاَنَّهٗ تَرَكَ مَا صَارَ بِهٖ عَالِمًا فَيُحْكَمُ بِجَهْلِهٖ كَالْكَلْبِ اِذَا اَكَلَ مِنَ الصَّيْدِ

(وَلَوْ شَرِبَ الْكَلْبُ مِنْ دَمِ الصَّيْدِ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْهُ اُكِلَ) ؛ لِاَنَّهٗ مُمْسِكٌ لِلصَّيْدِ عَلَيْهِ، وَهٰذَا مِنْ غَايَةِ عِلْمِهٖ حَيْثُ شَرِبَ مَا لَا يَصْلُحُ لِصَاحِبِهٖ وَاَمْسَكَ عَلَيْهِ مَا يَصْلُحُ لَهٗ

اور جب شکرہ مالک کے ہاں سے بھاگ گیا اور اس کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر اس نے شکار کیا ہے وہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔ کیونکہ اس نے اسی چیز کو ترک کیا ہے جو اس کو سکھائی گئی تھی۔ پس اس کے جاہل ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور یہ اسی طرح ہو گا جس طرح کتا شکار میں سے کھا لے۔

اور جب کتے نے شکار کے خون کو پی لیا ہے لیکن اس نے شکار میں سے کچھ نہ کھایا تو ایسے شکار کو کھایا جائے گا۔ کیونکہ وہ اس شکار کو مالک کی خاطر روکنے والا ہے۔ اور یہ اس کتے کے علم والا ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ اس نے ایسی چیز کو پیا ہے جس اس کے مالک کے کام کی نہیں ہے۔ اور جو چیز اس کے مالک کے کام کی ہے اس کو اس نے چھوڑ دیا ہے۔

شکار میں سے شکار کے بعد کچھ حصہ کتے کا ڈالنے کا بیان

(وَلَوْ اَخَذَ الصَّيْدَ مِنَ الْمُعَلَّمِ ثُمَّ قَطَعَ مِنْهُ قِطْعَةً وَاَلْقَاهَا اِلَيْهِ فَاَكَلَهَا يُؤْكَلُ مَا بَقِيَ) ؛ لِاَنَّهٗ لَمْ يَبْقَ صَيْدًا فَصَارَ كَمَا اِذَا اَلْقَى اِلَيْهِ طَعَامًا غَيْرَهٗ، وَكَذَا اِذَا وَثَبَ الْكَلْبُ فَاَخَذَهٗ مِنْهُ وَاَكَلَ مِنْهُ ؛ لِاَنَّهٗ مَا اَكَلَ مِنَ الصَّيْدِ، وَالشَّرْطُ تَرْكُ الْاَكْلِ مِنَ الصَّيْدِ فَصَارَ كَمَا اِذَا افْتَرَسَ شَاتَهٗ، بِخِلَافِ مَا اِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يُحْرِزَهُ الْمَالِكُ ؛ لِاَنَّهٗ بَقِيَتْ فِيْهِ جِهَةُ الصَّيْدِيَّةِ

اور جب شکاری کتے سے شکار لے لیا ہے اور اس کے بعد اس میں کچھ حصہ گوشت کا کاٹ کر کتے کو ڈال دیا ہے اور کتے نے اس کو کھا لیا ہے تو بقیہ شکار کو کھایا جائے گا۔ کیونکہ وہ شکار نہیں رہا ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح شکاری نے کتے کو شکار کے سوا کوئی دوسری کھانے کی چیز ڈالی ہے۔

اور اسی طرح جب کتے نے چھلانگ لگا کر مالک سے شکار چھین لیا ہے اگر چہ اس نے یہ شکار میں سے نہیں کھایا ہے بلکہ شکار میں کھانے کو ترک کرنا شرط ہے۔ پس یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح کتے نے شکاری کی بکری کو پکڑ کا پھاڑ دیا اور اس کو کھا لیا ہے اور یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہے جب مالک کے محفوظ کرنے سے پہلے کتے نے ایسا کیا ہے۔ کیونکہ اس میں شکار ہونے کا حکم باقی ہے۔

کتے کا شکار پر جھپٹ کر مار کھانے کا بیان

(وَلَوْ نَهَسَ الصَّيْدَ فَقَطَعَ مِنْهُ بِضْعَةً فَأَكَلَهَا ثُمَّ أَدْرَكَ الصَّيْدَ فَقَتَلَهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ لَمْ يُؤْكَلْ)، لِأَنَّهُ صَيْدُ كَلْبٍ جَاهِلٍ حَيْثُ أَكَلَ مِنَ الصَّيْدِ (وَلَوْ أَلْقَى مَا نَهَسَهُ وَاتَّبَعَ الصَّيْدَ فَقَتَلَهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ وَأَخَذَهُ صَاحِبُهُ ثُمَّ مَرَّ بِتِلْكَ الْبِضْعَةِ فَأَكَلَهَا يُؤْكَلُ الصَّيْدُ) لِأَنَّهُ لَوْ أَكَلَ مِنْ نَفْسِ الصَّيْدِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ لَمْ يَضُرَّهُ، فَإِذَا أَكَلَ مَا بَانَ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لِصَاحِبِهِ أَوْلَى، بِخِلَافِ الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ أَكَلَ فِي حَالَةِ الْاِصْطِيَادِ فَكَانَ جَاهِلًا مُمْسِكًا لِنَفْسِهِ، وَلِأَنَّ نَهْسَ الْبِضْعَةِ قَدْ يَكُونُ لِيَأْكُلَهَا وَقَدْ يَكُونُ حِيلَةً فِي الْاِصْطِيَادِ لِيَضْعُفَ بِقَطْعِ الْقِطْعَةِ مِنْهُ فَيُدْرِكَهُ، فَالْأَكْلُ قَبْلَ الْأَخْذِ يَدُلُّ عَلَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ، وَبَعْدَهُ عَلَى الْوَجْهِ الثَّانِي فَلَا يَدُلُّ عَلَى جَهْلِهِ.

اور جب کتا شکار پر جھپٹا اور اس کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اس نے کھا لیا ہے اور اس کے بعد اس نے اس کو پکڑ کر مار دیا ہے تو اس شکار سے نہیں کھایا جائے گا کیونکہ یہ جاہل کتے کا شکار ہے۔ کیونکہ اس کتے نے شکار میں سے کچھ کھایا ہے۔

اور جب کتے نے جھپٹ میں لئے گئے ٹکڑے کو پھینک کر شکار کا پیچھا کیا ہے۔ اور اس کو مار دیا ہے تو اس شکار میں سے نہیں کھایا اور اس شکار کو اس کے مالک نے لے لیا ہے اور اس کے بعد وہ کتا اس گوشت کے ٹکڑے کے پاس سے گزرا اور اس کو کھا لیا ہے تو شکار کھایا جائے گا۔ کیونکہ اس حالت میں اگر چہ وہ نفس شکار سے بھی کھا لیتا تب بھی نقصان پہنچانے والا نہ ہوتا کیونکہ جب اس نے شکار سے ٹکڑے کو الگ کر دیا ہے اور کھا لیا ہے تو وہ ٹکڑا اس مالک کے لئے حلال نہیں ہے۔ تو پس شکار حلال ہو جائے گا۔ جبکہ پہلی صورت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں پر کتے نے شکار کی حالت میں کھایا ہے۔ پس وہ جاہل ہوگا۔ اور وہ اپنے لئے شکار کو روکنے والا ہوگا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ٹکڑے پر جھپٹنا اس لئے ہے کہ کتا اس کو کھا لے۔ اور بعض اوقات یہ شکار میں حیلے کے لئے ہوتا ہے۔ کہ ٹکڑا کاٹنے کے سبب سے شکار کمزور ہو جائے۔ اور وہ اس کو آسانی سے پکڑ لے۔ پس پکڑنے سے پہلے کھانے پر پہلی دلیل بن جائے گی اور پکڑنے کے بعد کھانے پر دوسری دلیل بن جائے گی۔ کیونکہ یہ کتا جہالت پر دلیل نہیں ہے۔

ارسال کرنے والے کے لئے زندہ شکار کو ذبح کرنے کے وجوب کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَدْرَكَ الْمُرْسِلُ الصَّيْدَ حَيًّا وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يُذَكِّيَهُ، وَإِنْ تَرَكَ تَذْكِيَتَهُ حَتَّى مَاتَ لَمْ يُؤْكَلْ، وَكَذَا الْبَازِيُّ وَالسَّهْمُ) لِأَنَّهُ قَدَرَ عَلَى الْأَصْلِ قَبْلَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ بِالْبَدَلِ، إذْ الْمَقْصُودُ هُوَ الْإِبَاحَةُ وَلَمْ تَثْبُتْ قَبْلَ مَوْتِهِ فَبَطَلَ حُكْمُ الْبَدَلِ، وَهَذَا إذَا تَمَكَّنَ مِنْ ذَبْحِهِ أَمَّا إذَا وَقَعَ فِي يَدِهِ وَلَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْ ذَبْحِهِ وَفِيهِ مِنَ الْحَيَاةِ فَوْقَ مَا يَكُونُ فِي الْمَذْبُوحِ لَمْ يُؤْكَلْ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَحِلُّ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ: لِأَنَّهُ لَمْ يَقْدِرْ

عَلَى الْأَصْلِ فَصَارَ كَمَا إِذَا رَأَى الْمَاءَ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى الْاِسْتِعْمَالِ وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّهُ قَدَرَ اعْتِبَارًا ؛ لِأَنَّهُ ثَبَتَ يَدَهُ عَلَى حَسَبِ تَفَاوُتِهِمْ فِي الْكِيَاسَةِ وَالْهِدَايَةِ فِي أَمْرِ الذَّبْحِ فَأُدِيرَ الْحُكْمُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَقِيَ فِيهِ مِنَ الْحَيَاةِ مِثْلُ مَا يَبْقَى فِي الْمَذْبُوحِ ؛ لِأَنَّهُ مَيِّتٌ حُكْمًا، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ وَهُوَ بِهَذِهِ الْحَالَةِ لَمْ يَحْرُمْ كَمَا إِذَا وَقَعَ وَهُوَ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَيْسَ بِمَذْبَحٍ وَفَصَّلَ بَعْضُهُمْ فِيهَا تَفْصِيلًا وَهُوَ أَنَّهُ إِنْ لَمْ يَتَمَكَّنْ لِفَقْدِ الْآلَةِ لَمْ يُؤْكَلْ، وَإِنْ لَمْ يَتَمَكَّنْ بِضِيقِ الْوَقْتِ لَمْ يُؤْكَلْ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ ؛ لِأَنَّهُ إِذَا وَقَعَ فِي يَدِهِ لَمْ يَبْقَ صَيْدًا فَبَطَلَ حُكْمُ ذَكَاةِ الْاِضْطِرَارِ، وَهَذَا إِذَا كَانَ يُتَوَهَّمُ بَقَاؤُهُ، أَمَّا إِذَا شَقَّ بَطْنَهُ وَأَخْرَجَ مَا فِيهِ ثُمَّ وَقَعَ فِي يَدِ صَاحِبِهِ حَلَّ ؛ لِأَنَّ مَا بَقِيَ اضْطِرَابُ الْمَذْبُوحِ فَلَا يُعْتَبَرُ كَمَا إِذَا وَقَعَتْ شَاةٌ فِي الْمَاءِ بَعْدَمَا ذُبِحَتْ وَقِيلَ هَذَا قَوْلُهُمَا، أَمَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَلَا يُؤْكَلُ أَيْضًا ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ فِي يَدِهِ حَيًّا فَلَا يَحِلُّ إِلَّا بِذَكَاةِ الْاِخْتِيَارِ رَدًّا إِلَى الْمُتَرَدِّيَةِ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى هَذَا

الَّذِي ذَكَرْنَا إِذَا تَرَكَ التَّذْكِيَةَ، فَلَوْ أَنَّهُ ذَكَّاهُ حَلَّ أَكْلُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَا الْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ، وَالَّذِي يَبْقُرُ الذِّئْبُ بَطْنَهُ وَفِيهِ حَيَاةٌ خَفِيَّةٌ أَوْ بَيِّنَةٌ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى لِقَوْلِهِ تَعَالَى (إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ) اسْتَثْنَاهُ مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ إِذَا كَانَ بِحَالٍ لَا يَعِيشُ مِثْلُهُ لَا يَحِلُّ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مَوْتُهُ بِالذَّبْحِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ : إِنْ كَانَ يَعِيشُ فَوْقَ مَا يَعِيشُ الْمَذْبُوحُ يَحِلُّ وَإِلَّا فَلَا ؛ لِأَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ بِهَذِهِ الْحَيَاةِ عَلَى مَا قَرَّرْنَاهُ

اور جب ارسال کرنے والے بندے نے شکار کو زندہ پایا ہے تو اس پر اس شکار کو ذبح کرنا واجب ہے۔ اور جب اس نے ذبح کو چھوڑ دیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ شکار مر گیا ہے تو وہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔ اور یہی حکم باز اور تیر کی صورت میں ہے۔ کیونکہ وہ بدل پر عمل کرنے کی صورت سے پہلے ہی اصل پر قدرت پانے والا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ اصل میں اباحت مقصود تھی جو شکار کے مرنے سے پہلے ثابت نہ ہوگی۔ پس بدل کا حکم باطل ہو جائے گا۔ اور یہ حکم تب ہوگا جب شکار پر بھیجنے والا ذبح کرنے پر قادر ہو اور جب شکار اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس کے ذبح پر قدرت رکھنے والا نہیں ہے اور اس میں مذبوح جانور سے زیادہ زندگی موجود ہے تو ظاہر الروایت کے مطابق اس کو نہیں کھایا جائے گا۔

شیخین سے روایت ہے کہ وہ حلال ہے اور ایک قول امام شافعی علیہ الرحمہ کا بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ بھیجنے والا اس اصل پر قدرت پانے والا نہیں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح تیمم کرنے والے پانی کو دیکھا ہے لیکن وہ اس کے استعمال پر قدرت رکھنے والا نہیں ہے۔ اور ظاہر الروایت میں یہ ہے کہ وہ شخص اعتبار کے طور پر قادر ہے۔ کیونکہ ذبح کی جگہ اس کا قبضہ ثابت ہے۔

اور یہی قبضہ ذبح پر قدرت کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ اس کا اعتبار ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے لئے ایک مدت کی ضرورت ہے۔ اور ذبح کے معاملہ میں لوگوں میں مہارت وطریقے کے فرق کی وجہ سے مدت میں بھی فرق ہوگا۔ پس حکم کا دارومدار اسی چیز کے مطابق ہوگا جس کو ہم نے بیان کردیا ہے۔

جبکہ یہ مسئلہ اس شکار کے خلاف ہے جس میں ابھی اتنی زندگی باقی ہے جس قدر مذبوح میں ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ حکمی طور پر مرا ہوا ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ جب شکار پانی میں گرجائے اور وہ اسی حالت میں ہے تو وہ حرام نہ ہوگا جس طرح جب شکار پانی میں گرگیا ہے اور وہ مرگیا ہے اور مردہ تو محل ذبح نہیں ہے۔

بعض فقہاء نے اس کی وضاحت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب شکار آلہ شکار نہ ہونے کے سبب قادر نہ ہو تو اس کو نہیں کھایا جائے گا اور جب وہ وقت کی تنگی کے سبب اس کو ذبح کرنے پر قادر نہیں ہوا ہے تو ہمارے نزدیک اس کو نہیں کھایا جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ جب وہ شکاری کے ہاتھ میں آچکا ہے تو اب وہ شکار نہیں رہا پس ذبح اضطراری کا حکم باطل ہوجائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب شکار میں باقی رہنے کا خیال ہو۔

اور جب کتے نے اس کے پیٹ کو پھاڑ کر اس میں جو کچھ تھا سب کو باہر نکال دیا ہے اور اس کے بعد وہ مالک کے قبضہ میں گیا ہے تو وہ حلال ہے۔ کیونکہ اب جو بچ گیا ہے وہ مذبوح کا اضطراب ہے۔ پس اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ جس طرح ذبح کرنے کے بعد بکری پانی گرجائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ شکار مالک کے ہاتھ میں زندہ پہنچنے والا ہے۔ پس وہ ذبح اختیاری کے بغیر حلال نہ ہوگا۔ اور اس کو متردیہ پر قیاس کیا گیا ہے۔ جس طرح ہم ان شاء اللہ اس کو بیان کردیں گے۔

اور ہم نے جو یہ مسئلہ ذکر کیا ہے یہ اس وقت ہوگا جب شکاری نے ذبح کرنا چھوڑ دیا ہے مگر جب اس نے شکار ذبح کرلیا ہے تو امام صاحب کے نزدیک بھی اسکو کھانا حلال ہے۔ اور اسی طرح وہ جانور جو گر مرجائے اور وہ جانور جو کسی دوسرے کے سینگ سے مر جائے اور وہ جانور جو لاٹھی کی وجہ سے مرجائے اور وہ جانور جس کے پیٹ کو بھیڑیے نے پھاڑ دیا ہے۔ اور اس میں ہلکی سے جان یا ظاہری طور پر زندگی موجود ہے تو اسی کے مطابق فتویٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ''الا ما ذکیتم'' بغیر کسی تفصیل کے ساتھ مطلق استثناء کے ساتھ ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکم یہ ہے۔ کہ جب شکار ایسی حالت میں ہے کہ جس طرح شکار زندہ رہ سکتا ہے تو وہ حلال نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی موت ذبح سے نہیں ہوئی۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب شکار ذبح کیے گئے جانور سے زیادہ دیر تک زندہ رہ سکتا ہے تو وہ حلال ہے اور اگر نہیں تو حلال نہ ہوگا۔ کیونکہ اب اس کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جس طرح ہم نے بیان کردیا ہے۔

شکاری کا ذبح پر قدرت رکھنے کے باوجود ذبح نہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ اَدْرَكَهُ وَلَمْ يَأْخُذْهُ، فَإِنْ كَانَ فِيْ وَقْتٍ لَوْ اَخَذَهُ اَمْكَنَهُ ذَبْحُهُ لَمْ يُؤْكَلْ) ؛ لِاَنَّهُ صَارَ فِيْ

حُكْمِ الْمَقْدُورِ عَلَيْهِ (وَإِنْ كَانَ لَا يُمْكِنُهُ ذَبْحُهُ أُكِلَ) ؛ لِأَنَّ الْيَدَ لَمْ تَثْبُتْ بِهِ، وَالتَّمَكُّنُ مِنَ الذَّبْحِ لَمْ يُوجَدْ (وَإِنْ أَدْرَكَهُ فَذَكَّاهُ حَلَّ لَهُ) ؛ لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ فِيهِ حَيَاةٌ مُسْتَقِرَّةٌ فَالذَّكَاةُ وَقَعَتْ مَوْقِعَهَا بِالْإِجْمَاعِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ حَيَاةٌ مُسْتَقِرَّةٌ ؛ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ذَكَاتُهُ الذَّبْحُ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ وَقَدْ وُجِدَ، وَعِنْدَهُمَا لَا يُحْتَاجُ إِلَى الذَّبْحِ .

اور جب شکاری نے کسی جانور کو پایا ہے مگر اس نے اس کو پکڑا نہیں ہے اور اس کے پاس وقت بھی تھا کہ اگر وہ شکار کو پکڑ لیتا تو وہ اس کو ذبح بھی کر سکتا تھا۔ تو وہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔ کیونکہ وہ مقدور علیہ کے حکم میں ہے اور اگر وہ شکاری کے لئے ذبح کرنا ممکن نہیں ہے تو پھر اس شکار کو کھا لیا جائے گا۔ کیونکہ محض پا لینے سے قبضہ ثابت نہیں ہوا کرتا اور ذبح کرنے پر قدرت بھی نہیں پائی گئی۔ اور جب شکاری نے شکار کو پکڑ کر ذبح کر دیا ہے تو وہ اس کے لئے حلال ہے اس لئے کہ اگر چہ شکار میں اقرار پکڑنے والی زندگی ہے تو امام صاحب کے نزدیک اس کی ذکات اس کو ذبح کرنا ہے جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے اور ذبح بھی موجود ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک یہاں ذبح کی ضرورت نہیں ہے۔

شکاری کتے کا دوسرے شکار کو پکڑ لینے کا بیان

(وَإِذَا أَرْسَلَ كَلْبَهُ الْمُعَلَّمَ عَلَى صَيْدٍ وَأَخَذَ غَيْرَهُ حَلَّ) وَقَالَ مَالِكٌ : لَا يَحِلُّ ؛ لِأَنَّهُ أَخَذَهُ بِغَيْرِ إِرْسَالٍ ؛ إِذِ الْإِرْسَالُ مُخْتَصٌّ بِالْمُشَارِ إِلَيْهِ وَلَنَا أَنَّهُ شَرْطٌ غَيْرُ مُفِيدٍ ؛ لِأَنَّ مَقْصُودَهُ حُصُولُ الصَّيْدِ إِذْ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْوَفَاءِ بِهِ ؛ إِذْ لَا يُمْكِنُهُ تَعْلِيمُهُ عَلَى وَجْهٍ يَأْخُذُ مَا عَيَّنَهُ فَسَقَطَ اعْتِبَارُهُ

اور جب شکاری کتے کو شکار پر چھوڑ گیا ہے اور اس نے اس کے سوا کوئی دوسرا شکار پکڑ لیا ہے تو وہ حلال ہے جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ حلال نہیں ہے۔ کیونکہ کتے اس کو ارسال کے سوا پکڑا ہے کیونکہ ارسال یہ جس کی جانب اشارہ کیا جائے اسی کے ساتھ خاص ہوا کرتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ شرط فائدے مند نہیں ہے۔ کیونکہ شکاری کا مقصود شکار کو حاصل کرنا ہے اور کتا اس پر قادر نہیں ہے کیونکہ کتے کو اس طرح کی تعلیم دینا ممکن نہیں ہے۔ کہ جس کی جانب بھیجنے والا بھیجے اس کو پکڑا جائے۔ پس اس معین کرنے کا حکم ساقط ہو جائے گا۔

ایک ہی کتے کو کئی شکاروں پر روانہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ أَرْسَلَهُ عَلَى صَيْدٍ كَثِيرٍ وَسَمَّى مَرَّةً وَاحِدَةً حَالَةَ الْإِرْسَالِ، فَلَوْ قَتَلَ الْكُلَّ يَحِلُّ بِهَذِهِ التَّسْمِيَةِ الْوَاحِدَةِ) ؛ لِأَنَّ الذَّبْحَ يَقَعُ بِالْإِرْسَالِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَلِهَذَا تُشْتَرَطُ التَّسْمِيَةُ عِنْدَهُ وَالْفِعْلُ وَاحِدٌ فَيَكْفِيهِ تَسْمِيَةٌ وَاحِدَةٌ، بِخِلَافِ ذَبْحِ الشَّاتَيْنِ بِتَسْمِيَةٍ وَاحِدَةٍ ـ لِأَنَّ الثَّانِيَةَ

تَصِيرُ مَذْبُوحَةً بِفِعْلٍ غَيْرِ الْأَوَّلِ فَلَا بُدَّ مِنْ تَسْمِيَةٍ أُخْرَى، حَتّٰى لَوْ أَضْجَعَ إِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْأُخْرَى، وَذَبَحَهُمَا بِمَرَّةٍ وَاحِدَةٍ تَحِلَّانِ بِتَسْمِيَةٍ وَاحِدَةٍ (وَمَنْ أَرْسَلَ فَهْدًا فَكَمَنَ حَتّٰى يَسْتَمْكِنَ ثُمَّ أَخَذَ الصَّيْدَ فَقَتَلَهُ يُؤْكَلُ) ؛ لِأَنَّ مُكْثَهُ ذٰلِكَ حِيلَةٌ مِنْهُ لِلصَّيْدِ لَا اسْتِرَاحَةٌ فَلَا يَقْطَعُ الْإِرْسَالَ، وَكَذَا الْكَلْبُ إِذَا اعْتَادَ عَادَتَهُ .

اور جب شکاری نے ایک ہی کتے کو کئی شکاروں کے لئے چھوڑ دیا ہے جبکہ اس نے تسمیہ بھیجتے وقت ایک بار پڑھی ہے اس کے بعد اس کتے نے سارے شکار کرڈالے ہیں تو وہ سارے ایک ہی تسمیہ سے حلال ہو جائیں گے۔ کیونکہ ذبح ارسال سے واقع ہونے والا ہے جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ تسمیہ ارسال کے وقت شرط ہے اور وہ ایک عمل ہے بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب ایک تسمیہ کے ساتھ دو بکریوں کو ذبح کرے کیونکہ دوسری بکری اس عمل سے ذبح ہونے والی ہے جو پہلے عمل کے سوا ہے۔ پس دوبارہ بسم اللہ کہنا لازم ہے۔ حتیٰ کہ جب کسی شخص نے ایک بکری کو دوسری بکری کے اوپر رکھ دیا ہے اور ایک بسم اللہ سے دونوں بکریوں کو ذبح کیا ہے تو وہ دونوں بکریاں حلال ہو جائیں گی۔

اور جب بندنے نے چیتے کو شکار کے لئے روانہ کیا ہے اور شکار پر قدرت پانے کے لئے اس چیتے نے گھات لگا دی اور اس کے بعد اس نے شکار کو پکڑ کر اس کو مار دیا ہے تو وہ کھایا جائے گا۔ جس اس چیتے کا ٹھہر جانا یہ شکار کی تدبیر ہے۔ سکون حاصل کرنا نہیں ہے۔ پس اس سے ارسال ختم نہ ہوگا اور اسی طرح اس کتے کا حکم بھی ہے کہ جب اس نے چیتے کا طریقہ اپنایا ہے۔

کتے کا یکے بعد دیگرے شکاروں کو مارنے کا بیان

(وَلَوْ أَخَذَ الْكَلْبُ صَيْدًا فَقَتَلَهُ ثُمَّ أَخَذَ آخَرَ فَقَتَلَهُ وَقَدْ أَرْسَلَهُ صَاحِبُهُ أُكِلَا جَمِيعًا) ؛ لِأَنَّ الْإِرْسَالَ قَائِمٌ لَمْ يَنْقَطِعْ، وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ مَا لَوْ رَمَى سَهْمًا إِلَى صَيْدٍ فَأَصَابَهُ وَأَصَابَ آخَرَ (وَلَوْ قَتَلَ الْأَوَّلَ فَجَثَمَ عَلَيْهِ طَوِيلًا مِنَ النَّهَارِ ثُمَّ مَرَّ بِهِ صَيْدٌ آخَرُ فَقَتَلَهُ لَا يُؤْكَلُ الثَّانِي) لِانْقِطَاعِ الْإِرْسَالِ بِمُكْثِهِ إِذْ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ حِيلَةً مِنْهُ لِلْأَخْذِ وَإِنَّمَا كَانَ اسْتِرَاحَةً، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ

اور جب کتے نے ایک شکار کو پکڑ کر اس کو مار دیا ہے اور اس کے بعد اس نے دوسرے شکار کو مار دیا ہے اور اس کتے کو اس کے مالک نے چھوڑا تھا تو دونوں شکار کھائے جائیں گے۔ کیونکہ ارسال موجود ہے اور وہ ابھی ختم بھی نہیں ہوا ہے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی بندے نے تیر شکار کی جانب چلایا اور وہ تیر اس شکار اور اس کے علاوہ دوسرے شکار کو بھی جا لگا ہے۔

اور جب کتے نے ایک شکار کو مار دیا ہے اس کے بعد وہ ایک دن تک وہاں پڑا رہا یہاں تک اس کے پاس سے کوئی دوسرا شکار گزرا تو اس نے اس شکار کو بھی مار دیا ہے تو دوسرا شکار نہیں کھایا جائے گا۔ کیونکہ کتے کے وہاں ٹھہر جانے کے سبب ارسال ختم ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ ٹھہرنا شکار کو پکڑنے کا بہانہ نہیں ہے۔ یہ تو اس کے لئے آرام کرتا ہے۔ یہ خلاف پہلی صورت مسئلہ کے جو گزر گئی ہے۔

باز کا ارسال کے بعد وقفہ کر کے شکار کرنے کا بیان

(وَلَوْ اَرْسَلَ بَازِيَهُ الْمُعَلَّمَ عَلٰى صَيْدٍ فَوَقَعَ عَلٰى شَيْءٍ ثُمَّ اتَّبَعَ الصَّيْدَ فَاَخَذَهُ وَقَتَلَهُ فَاِنَّهُ يُؤْكَلُ) وَهٰذَا اِذَا لَمْ يَمْكُثْ زَمَانًا طَوِيلًا لِلِاسْتِرَاحَةِ، وَاِنَّمَا مَكَثَ سَاعَةً لِلتَّمْكِينِ لِمَا بَيَّنَّاهُ فِي الْكَلْبِ .

(وَلَوْ اَنَّ بَازِيًا مُعَلَّمًا اَخَذَ صَيْدًا فَقَتَلَهُ وَلَا يُدْرٰى اَرْسَلَهُ اِنْسَانٌ اَمْ لَا لَا يُؤْكَلُ) لِوُقُوعِ الشَّكِّ فِي الْاِرْسَالِ، وَلَا تَثْبُتُ الْاِبَاحَةُ بِدُونِهِ .

اور جب کسی شکاری نے باز معلّم کو شکار کی جانب ارسال کیا ہے تو وہ کچھ دیر ٹھہر گیا ہے اور اس کے بعد اس نے شکار کو پکڑ لیا ہے اور اس کو مار دیا ہے تو وہ شکار کھایا جائے گا۔ اور حکم اس وقت ہوگا کہ جب شکار آرام کرنے کی غرض سے زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکا ہو۔ بلکہ گھات لگانے کے لئے کچھ دیر رک گیا تھا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم کتے کے بارے میں ابھی بیان کر آئے ہیں۔

اور جب معلّم باز نے کسی شکار کو پکڑ کر مار دیا ہے اور یہ پتہ نہیں ہے کہ اس کو کسی انسان نے چھوڑا ہے یا نہیں تو وہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔ کیونکہ ارسال میں شک واقع ہو چکا ہے اور اباحت ارسال کے سوا ثابت ہونے والی نہیں ہے۔

کتے کا شکار کے گلے کو گھونٹنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ خَنَقَهُ الْكَلْبُ وَلَمْ يَجْرَحْهُ لَمْ يُؤْكَلْ) ؛ لِاَنَّ الْجُرْحَ شَرْطٌ عَلٰى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ، وَهٰذَا يَدُلُّكَ عَلٰى اَنَّهُ لَا يَحِلُّ بِالْكَسْرِ وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهُ اِذَا كَسَرَ عُضْوًا فَقَتَلَهُ لَا بَاْسَ بِاَكْلِهِ ؛ لِاَنَّهُ جِرَاحَةٌ بَاطِنَةٌ فَهِيَ كَالْجِرَاحَةِ الظَّاهِرَةِ وَجْهُ الْاَوَّلِ اَنَّ الْمُعْتَبَرَ جُرْحٌ يَنْتَهِضُ سَبَبًا لِاِنْهَارِ الدَّمِ وَلَا يَحْصُلُ ذٰلِكَ بِالْكَسْرِ فَاَشْبَهَ التَّخْنِيقَ .

فرمایا کہ جب کتے نے شکار کا گلا گھونٹ دیا ہے لیکن اس کو زخمی نہیں کیا ہے تو وہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔ کیونکہ ظاہر الروایت کے مطابق زخمی کرنا شرط ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور مسئلہ اس جانب ہدایت کرنے والا ہے کہ کسی عضو کو توڑنے کے سبب شکار حلال نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم ؒ سے روایت ہے کہ جب کتے نے کسی شکار کے عضو کو توڑنے کے بعد اس کو مار دیا ہے تو اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ باطنی زخم ہے اور ظاہری زخم کی طرح ہوگا۔

پہلی صورت مسئلہ کی دلیل یہ ہے کہ حلال ہونے کے لئے ایسے زخم کا اعتبار کیا جائے گا جو خون بہانے کا سبب بن سکے اور عضو کو توڑنے سے یہ سبب حاصل نہ ہوگا۔ پس یہ گلا گھونٹنے کے مشابہ ہو جائے گا۔

معلم کتے کے ساتھ غیر معلم کتوں کی شرکت کا بیان

قَالَ (وَاِنْ شَارَکَهٗ کَلْبٌ غَیْرُ مُعَلَّمٍ اَوْ کَلْبُ مَجُوسِیٍّ اَوْ کَلْبٌ لَمْ یَذْکُرْ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ یُرِیدُ بِهٖ عَمْدًا لَمْ یُؤْکَلْ) لِمَا رَوَیْنَا فِی حَدِیثِ عَدِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلِاَنَّهٗ اجْتَمَعَ الْمُبِیحُ وَالْمُحَرِّمُ فَیُغَلَّبُ جِهَةُ الْحُرْمَةِ نَصًّا اَوْ احْتِیَاطًا (وَلَوْ رَدَّهٗ عَلَیْهِ الْکَلْبُ الثَّانِی وَلَمْ یَجْرَحْهُ مَعَهٗ وَمَاتَ بِجُرْحِ الْاَوَّلِ یُکْرَهُ اَکْلُهٗ) لِوُجُودِ الْمُشَارَکَةِ فِی الْاَخْذِ وَفَقْدِهَا فِی الْجُرْحِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا رَدَّهُ الْمَجُوسِیُّ بِنَفْسِهٖ حَیْثُ لَا یُکْرَهُ؛ لِاَنَّ فِعْلَ الْمَجُوسِیِّ لَیْسَ مِنْ جِنْسِ فِعْلِ الْکَلْبِ فَلَا تَتَحَقَّقُ الْمُشَارَکَةُ وَتَتَحَقَّقُ بَیْنَ فِعْلَیِ الْکَلْبَیْنِ لِوُجُودِ الْمُجَانَسَةِ (وَلَوْ لَمْ یَرُدَّهُ الْکَلْبُ الثَّانِی عَلَی الْاَوَّلِ لٰکِنَّهٗ اَشَدَّ عَلَی الْاَوَّلِ حَتّٰی اشْتَدَّ عَلَی الصَّیْدِ فَاَخَذَهٗ وَقَتَلَهٗ لَا بَاْسَ بِاَکْلِهٖ)؛ لِاَنَّ فِعْلَ الثَّانِی اَثَّرَ فِی الْکَلْبِ الْمُرْسَلِ دُونَ الصَّیْدِ حَیْثُ ازْدَادَ بِهٖ طَلَبًا فَکَانَ تَبَعًا لِفِعْلِهٖ؛ لِاَنَّهٗ بِنَاءٌ عَلَیْهِ فَلَا یُضَافُ الْاَخْذُ اِلَی التَّبَعِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا کَانَ رَدَّهٗ عَلَیْهِ؛ لِاَنَّهٗ لَمْ یَصِرْ تَبَعًا فَیُضَافُ اِلَیْهِمَا.

فرمایا کہ جب کسی معلم کتے کے ساتھ غیر معلم کتے شامل ہو جائیں یا مجوسی کا کتا شریک ہو جائے یا پھر ایسا کتا شامل ہو گیا ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ اور صاحب قدوری نے کہا ہے کہ نام نہ لینے مراد یہ ہے کہ بطور ارادہ نام نہ لیا گیا ہو۔ تو اس شکار کو نہیں کھایا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ جب مباح اور محرم اکٹھے ہو جائیں تو نص کے سبب یا احتیاط کے سبب حرمت کی جانب کو غلبہ ہوتا ہے۔

اور جب دوسرے کتے نے شکار کو پہلے لوٹا دیا ہے اور اس نے اس کو زخمی نہیں کیا ہے اور پہلے کتے کے زخم سے وہ شکار مر گیا ہے تو اس کو کھانا مکروہ ہے۔ کیونکہ پکڑنے میں شرکت پائی گئی ہے۔ لیکن زخمی کرنے میں شرکت نہیں پائی گئی اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب مجوسی نے خود شکار کو کتے کی جانب لوٹا دیا ہے تو اب کھانا مکروہ ہوگا۔ کیونکہ مجوسی کا عمل یہ کتے کی جنس میں سے نہیں ہے پس شرکت ثابت نہ ہوگی۔ ہاں البتہ دو کتوں کے اعمال کے درمیان شرکت ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ ہم جنس ہوتے ہیں۔

اور جب دوسرے کتے نے شکار کو واپس نہیں کیا تھا کہ پہلا کتا دوڑ کر آیا اور اس نے تیزی کے ساتھ شکار پر حملہ کیا اور اس کو مار دیا ہے تو اس کو کھانے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ کیونکہ دوسرے کتے کا عمل یہ ارسال والے کتے میں اثر شامل کرنے والا ہے۔ جبکہ شکار میں اثر شامل کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ دوسرے کتے کے سبب پہلے کتے میں شکار کر پکڑنے میں زیادہ جذبہ آیا ہے۔ پس دوسرے کا فعل پہلے کے تابع ہوگا۔ کیونکہ اس بناء اسی پر ہے۔ کیونکہ پکڑنے کو تابع کرنے کی جانب منسوب نہیں کیا جاتا۔ جبکہ یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہوگا کہ جب دوسرے کتے نے شکار کو پہلے پر لوٹا دیا ہے۔ کیونکہ اب وہ تابع نہیں رہا ہے۔ پس پکڑنے کو ہی

دونوں کی جانب منسوب کیا جائے گا۔

مسلم کے کتے کو مجوسی کے ہنکانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَرْسَلَ الْمُسْلِمُ كَلْبَهُ فَزَجَرَهُ مَجُوسِيٌّ فَانْزَجَرَ بِزَجْرِهِ فَلَا بَأْسَ بِصَيْدِهِ) وَالْمُرَادُ بِالزَّجْرِ الْإِغْرَاءُ بِالصِّيَاحِ عَلَيْهِ، وَبِالِانْزِجَارِ إظْهَارُ زِيَادَةِ الطَّلَبِ وَوَجْهُهُ أَنَّ الْفِعْلَ يُرْفَعُ بِمَا هُوَ فَوْقَهُ أَوْ مِثْلُهُ كَمَا فِي نَسْخِ الْآيِ، وَالزَّجْرُ دُونَ الْإِرْسَالِ لِكَوْنِهِ بِنَاءً عَلَيْهِ قَالَ (وَلَوْ أَرْسَلَهُ مَجُوسِيٌّ فَزَجَرَهُ مُسْلِمٌ فَانْزَجَرَ بِزَجْرِهِ لَمْ يُؤْكَلْ) ؛ لِأَنَّ الزَّجْرَ دُونَ الْإِرْسَالِ وَلِهَذَا لَمْ تَثْبُتْ بِهِ شُبْهَةُ الْحُرْمَةِ فَأَوْلَى أَنْ لَا يَثْبُتَ بِهِ الْحِلُّ، وَكُلُّ مَنْ لَا تَجُوزُ ذَكَاتُهُ كَالْمُرْتَدِّ وَالْمُحْرِمِ وَتَارِكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا فِي هَذَا بِمَنْزِلَةِ الْمَجُوسِيِّ (وَإِنْ لَمْ يُرْسِلْهُ أَحَدٌ فَزَجَرَهُ مُسْلِمٌ فَانْزَجَرَ فَأَخَذَ الصَّيْدَ فَلَا بَأْسَ بِأَكْلِهِ) ؛ لِأَنَّ الزَّجْرَ مِثْلُ الِانْفِلَاتِ ؛ لِأَنَّهُ إنْ كَانَ دُونَهُ مِنْ حَيْثُ إنَّهُ بِنَاءٌ عَلَيْهِ فَهُوَ فَوْقَهُ مِنْ حَيْثُ إنَّهُ فِعْلُ الْمُكَلَّفِ فَاسْتَوَيَا فَصَلَحَ نَاسِخًا .

اور جب کسی مسلمان نے اپنے کتے کو چھوڑ دیا ہے اور مجوسی کو ہنکا دیا اور اس کے بھگانے کی وجہ سے بھاگ کھڑا ہوا تو اس کتے کے شکار میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہاں زجر کا مطلب ہے کہ زور سے بھبھکی مار کر کتے کو للکارنا ہے۔ اور انزجار کا مطلب بھی اسی طرح ہے کتے کے ارسال میں زیادتی کی جائے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کوئی عمل بھی اپنے سے اعلیٰ یا اپنے ہم مثل سے ختم ہو جایا کرتا ہے۔ جس طرح آیات کے نسخ میں اسی طرح کا اصول ہے۔ اور زجر یہ ارسال سے کمتر ہے کیونکہ یہ کی بناء پر ہوتا ہے۔

اور جب مجوسی نے کسی کتے کو چھوڑا ہے اور مسلمان نے اس کو زجر کیا ہے۔ اور کتے نے زجر پر عمل کرتے ہوئے شکار کر ڈالا تو وہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔ کیونکہ زجر ارسال سے کم درجے کا ہے۔ اسی دلیل کے سبب زجر سے حرمت کا شبہ ثابت ہونے والا نہیں ہے پس اس حلت تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہو سکے گی۔ اور ہر وہ عمل جس کی ذکات ثابت نہ ہو جس طرح مرتد ہے محرم ہے۔ اور جان بوجھ کر بسم اللہ کو ترک کرنے والا ہے۔ یہ سب اس بارے میں مجوسی کے حکم میں ہوں گے۔

اور جب کسی کتے نے ارسال ہی نہ کیا اور ایک مسلمان نے اس کو جھڑکا اور وہ کتا اس کی جھڑک کی وجہ سے شکار کر لایا تو اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ جھڑک خود چھوڑنے کی طرح ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس طرح جب جھڑکنا چھوٹنے سے کم درجے کا ہے کہ وہ اسی پر مبنی ہے۔ جبکہ اس حالت میں وہ بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ مکلف کا عمل ہے پس یہ دونوں برابر ہو جائیں گے کیونکہ جھڑکنا یہ چھوڑنے کے لئے ناسخ بن جائے گا۔

مسلمان کے کتے کا شکار کو ست کرنے کے بعد مارنے کا بیان

(وَلَوْ أَرْسَلَ الْمُسْلِمُ كَلْبَهُ عَلَى صَيْدٍ وَسَمَّى فَأَدْرَكَهُ فَضَرَبَهُ وَوَقَذَهُ ثُمَّ ضَرَبَهُ فَقَتَلَهُ أُكِلَ،

وَكَذَا إِذَا أَرْسَلَ كَلْبَيْنِ فَوَقَذَهُ أَحَدُهُمَا ثُمَّ قَتَلَهُ الْآخَرُ أُكِلَ) ؛ لِأَنَّ الِامْتِنَاعَ عَنْ الْجُرْحِ بَعْدَ الْجُرْحِ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ التَّعْلِيمِ فَجُعِلَ عَفْوًا (وَلَوْ أَرْسَلَ رَجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَلْبًا فَوَقَذَهُ أَحَدُهُمَا وَقَتَلَهُ الْآخَرُ أُكِلَ) لِمَا بَيَّنَّا (وَالْمِلْكُ لِلْأَوَّلِ) ؛ لِأَنَّ الْأَوَّلَ أَخْرَجَهُ عَنْ حَدِّ الصَّيْدِيَّةِ إِلَّا أَنَّ الْإِرْسَالَ مِنْ الثَّانِي بَعْدَ الْخُرُوجِ عَنْ الصَّيْدِيَّةِ بِجُرْحِ الْكَلْبِ الْأَوَّلِ .

اور جب کسی مسلمان نے اپنے کتے کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑ دیا ہے اور اس کتے نے شکار کو ست کیا ہے اور اس کے بعد اس کو مار کر ختم کر دیا ہے تو اس کو کھایا جائے گا۔ اور اسی طرح جب دو کتوں کو چھوڑا گیا ہے اور ان میں سے ایک نے شکار کو ست کیا ہے اور دوسرے نے اس کو مار دیا ہے تو شکار کو کھایا جائے گا۔ کیونکہ زخم کر دینے کے بعد رک جانا یہ معلم ہونے میں شامل نہیں ہے پس اس کو معاف کر دیا جائے گا۔

اور جب دو بندوں میں سے ہر ایک شخص نے اپنے کتے کو چھوڑ دیا ہے اور ان میں سے ایک کتے نے شکار کو ادھموا کر دیا ہے اور دوسرے نے اس کو مار دیا ہے تو وہ شکار بھی کھایا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ یہ ملکیت پہلے کی ہوگی۔ کیونکہ پہلے کتے نے شکار کو شکاریت کی حد سے خارج کر دیا ہے۔ جبکہ دوسرے نے ارسال پر شکار کیا ہے پس اباحت وحرمت میں ارسال کی حلت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

پس وہ شکار حرام نہ ہوگا۔ اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب دوسرے کتے کا ارسال یہ پہلے کتے کے زخمی کرنے کے سبب شکار کی شکاریت سے خارج ہونے کے بعد واقع ہوا ہے۔

فَصْلٌ فِی الرَّمْیِ

﴿یہ فصل تیر سے شکار کرنے کے بیان میں ہے﴾

فصل شکار میں رمی کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب شکار کے احکام میں آلہ حیوانیہ سے فارغ ہوئے ہیں تو اب یہاں سے انہوں نے آلہ جمادیہ کو شروع کر دیا ہے۔ (اور دونوں میں تقدم وتاخر کا سبب واضح ہے)۔

(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب صید، بیروت)

آہٹ کے سبب تیر سے ہونے والے شکار کی حلت کا بیان

(وَمَنْ سَمِعَ حِسًّا ظَنَّهُ حِسَّ صَيْدٍ فَرَمَاهُ أَوْ أَرْسَلَ كَلْبًا أَوْ بَازِيًا عَلَيْهِ فَأَصَابَ صَيْدًا، ثُمَّ تَبَيَّنَ أَنَّهُ حِسُّ صَيْدٍ حَلَّ الْمُصَابُ) أَيَّ صَيْدٍ كَانَ؛ لِأَنَّهُ قَصَدَ الِاصْطِيَادَ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ خَصَّ مِنْ ذَلِكَ الْخِنْزِيرَ لِتَغْلِيظِ التَّحْرِيمِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَا تَثْبُتُ الْإِبَاحَةُ فِي شَيْءٍ مِنْهُ بِخِلَافِ السِّبَاعِ؛ لِأَنَّهُ يُؤَثِّرُ فِي جِلْدِهَا وَزُفَرُ خَصَّ مِنْهَا مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ؛ لِأَنَّ الْإِرْسَالَ فِيهِ لَيْسَ لِلْإِبَاحَةِ وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ اسْمَ الِاصْطِيَادِ لَا يَخْتَصُّ بِالْمَأْكُولِ فَوَقَعَ الْفِعْلُ اصْطِيَادًا وَهُوَ فِعْلٌ مُبَاحٌ فِي نَفْسِهِ، وَإِبَاحَةُ التَّنَاوُلِ تَرْجِعُ إلَى الْمَحَلِّ فَتَثْبُتُ بِقَدْرِ مَا يَقْبَلُهُ لَحْمًا وَجِلْدًا، وَقَدْ لَا تَثْبُتُ إذَا لَمْ يَقْبَلْهُ، وَإِذَا وَقَعَ اصْطِيَادًا صَارَ كَأَنَّهُ رَمَى إلَى صَيْدٍ فَأَصَابَ غَيْرَهُ.

(وَإِنْ تَبَيَّنَ أَنَّهُ حِسُّ آدَمِيٍّ أَوْ حَيَوَانٍ أَهْلِيٍّ لَا يَحِلُّ الْمُصَابُ)؛ لِأَنَّ الْفِعْلَ لَيْسَ بِاصْطِيَادٍ (وَالطَّيْرُ الدَّاجِنُ الَّذِي يَأْوِي الْبُيُوتَ أَهْلِيٌّ وَالظَّبْيُ الْمُوثَقُ بِمَنْزِلَتِهِ) لِمَا بَيَّنَّا

اور جب کسی بندے کوئی آہٹ سنی اور اس نے اسی کو شکار سمجھ کر تیر چلا دیا ہے یا اس پر کتے یا باز کو ارسال کر دیا ہے اور وہ تیر کسی شکار کو جا لگا اور اس کے بعد اس کو پتہ چلا کہ وہ آہٹ شکار ہی کی تھی۔ جو شکار اس کے پاس آ چکا ہے تو وہ شکار حلال ہے۔ اگر چہ وہ شکار کوئی سا بھی ہو۔ کیونکہ وہ بندہ شکار کرنے کا ارادہ کرنے والا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے اس سے خنزیر کو خاص کیا ہے اس لئے کہ اس کی حرمت سخت ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ خنزیر کے کسی بھی حصے کی اباحت ثابت نہیں ہے۔ جبکہ درندوں میں ایسا نہیں ہے کیونکہ شکار

ان کی کھالوں میں اثر کو شامل کرنے والا ہے۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حکم سے وہ جانور مراد لیے ہیں جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے پس وہ خاص ہوں گے۔ کیونکہ اس میں ارسال کرنے کی کوئی اباحت نہیں ہے۔

ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے اصطیاد کا لفظ یہ صرف گوشت کھانے والے جانوروں کے ساتھ خاص نہیں ہے کہ اصطیاد کا عمل واقع ہو جائے حالانکہ یہ عمل خود بہ خود مباح ہے۔ جبکہ کھانے کی اباحت اس کے محل کی جانب کی گئی ہے۔ اور وہ اباحت انہی چیزوں میں ثابت ہوگی۔ جس مقدار میں اس کا محل اس کو قبول کرنے والا ہوگا۔ اگر چہ وہ گوشت میں ہو یا وہ کھالوں میں ہو۔

اور جب محل اباحت کو قبول نہ کرے تو وہ ثابت نہ ہوگی۔ اور جب کسی پر اصطیاد کا عمل واقع ہوا ہے تو یہ ایسے ہو جائے گا کہ کسی شکاری نے کسی شکار کی جانب تیر چلایا ہے اور وہ تیر کسی دوسرے شکار میں جا لگا ہے۔

اور جب اس پر یہ واضح ہو جائے کہ وہ آہٹ کسی انسان یا مویشی جانور کی تھی تو اس کا پکڑا گیا شکار حلال نہ ہوگا کیونکہ یہ عمل شکار واقع نہیں ہوا ہے۔ اور وہ مانوس پرندہ جو راتوں کو گھروں میں رہنے والا ہے وہ پالتو ہے اور پالتو ہرن یہ بھی پالتو پرندے کی طرح ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

تیر پھینکے گئے پرندے کے وحشی و عدم وحشی ہونے کا بیان

(وَلَوْ رَمَى إِلَى طَائِرٍ فَأَصَابَ صَيْدًا وَمَرَّ الطَّائِرُ وَلَا يَدْرِي وَحْشِيٌّ هُوَ أَوْ غَيْرُ وَحْشِيٍّ حَلَّ الصَّيْدُ) ؛ لِأَنَّ الظَّاهِرَ فِيهِ التَّوَحُّشُ (وَلَوْ رَمَى إِلَى بَعِيرٍ فَأَصَابَ صَيْدًا وَلَا يَدْرِي نَادٌّ هُوَ أَمْ لَا لَا يَحِلُّ الصَّيْدُ) ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ الِاسْتِئْنَاسُ (وَلَوْ رَمَى إِلَى سَمَكَةٍ أَوْ جَرَادَةٍ فَأَصَابَ صَيْدًا يَحِلُّ فِي رِوَايَةٍ عَنْ أَبِي يُوسُفَ) ؛ لِأَنَّهُ صَيْدٌ، وَفِي أُخْرَى عَنْهُ لَا يَحِلُّ ؛ لِأَنَّهُ لَا ذَكَاةَ فِيهِمَا (وَلَوْ رَمَى فَأَصَابَ الْمَسْمُوعَ حِسُّهُ وَقَدْ ظَنَّهُ آدَمِيًّا فَإِذَا هُوَ صَيْدٌ يَحِلُّ) ؛ لِأَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ بِظَنِّهِ مَعَ تَعَيُّنِهِ (فَإِذَا سَمَّى الرَّجُلُ عِنْدَ الرَّمْيِ أُكِلَ مَا أَصَابَ إِذَا جَرَحَ السَّهْمُ فَمَاتَ) ؛ لِأَنَّهُ ذَابِحٌ بِالرَّمْيِ لِكَوْنِ السَّهْمِ آلَةً لَهُ فَتُشْتَرَطُ التَّسْمِيَةُ عِنْدَهُ، وَجَمِيعُ الْبَدَنِ مَحَلٌّ لِهَذَا النَّوْعِ مِنْ الذَّكَاةِ، وَلَا بُدَّ مِنْ الْجُرْحِ لِيَتَحَقَّقَ مَعْنَى الذَّكَاةِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ .

قَالَ (وَإِذَا أَدْرَكَهُ حَيًّا ذَكَّاهُ) وَقَدْ بَيَّنَّاهَا بِوُجُوهِهَا، وَالِاخْتِلَافُ فِيهَا فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ فَلَا نُعِيدُهُ .

اور جب شکاری نے کسی شکاری پرندے کی جانب تیر چلا دیا ہے اور وہ تیر سے کسی دوسرے پرندے کو لگا ہے اور وہ پرندہ تو اڑ گیا ہے اور یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ وہ پرندہ وحشی ہے یا غیر وحشی ہے تو وہ شکار حلال ہوگا۔ کیونکہ اس پرندے میں وحشی ہونا ظاہر ہے۔

اور جب شکاری نے اونٹ کی جانب تیر چلایا ہے اور وہ تیر کسی شکار کو جا لگا اور یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ بھاگا ہوا ہے یا نہیں ہے تو وہ شکار حلال نہ ہوگا۔ کیونکہ اونٹ میں حلال ہونا اصل ہے۔

اور جب شکاری نے مچھلی یا ٹڈی کی جانب تیر چلایا اور وہ کسی شکار کو جا لگا ہے تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بیان کردہ ایک روایت کے مطابق وہ حلال ہوگا کیونکہ یہ شکار ہے جبکہ ان سے بیان کردہ دوسری روایت کے مطابق یہ حلال نہ ہوگا کیونکہ اس میں ذبح کرنا نہیں پایا گیا۔

اور جب وہ تیر اسی شکار سے جا لگا ہے جس کی اس نے آہٹ سن رکھی تھی حالانکہ وہ اس کو آدمی سمجھ رہا تھا مگر وہ اچانک شکار نکلا تو وہ حلال ہے۔ اس لئے تعین صید کے بعد اس کے وہم کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

اور جب تیر چلانے والے نے تیر چلاتے وقت بسم اللہ کو پڑھا ہے تو جس شکار کو بھی تیر لگے گا وہ حلال ہوگا لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ تیر نے اس کو زخمی کیا ہو۔ اور اسی زخم کے ساتھ وہ شکار مرا ہو۔ اس لئے کہ وہ بندہ تیر کے ذریعے ذبح کرنے والا ہے۔ کیونکہ تیر بھی ذبح کرنے والا آلہ ہے۔ پس تیر چلاتے وقت بسم اللہ کو پڑھنا شرط ہے۔ اور اس شکار کا جسم ذبح کا محل ہے۔ اور زخم لگانا لازم ہے کہ ذبح کا حکم ثابت ہو جائے۔ اسی وضاحت کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ (کتاب ذبیحے والا میں ہے)

اور جب شکاری نے شکار کو زندہ پایا ہے تو وہ اس کو ذبح کرے اور اس مسئلہ کو اس کی تمام جزئیات کے ساتھ بیان کر آئے ہیں اور اس کے اختلاف کو بھی پہلی فصل میں بیان کر آئے ہیں پس یہاں اس کو دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

شکار کا تیر لگنے کے بعد شکاری سے اوجھل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَقَعَ السَّهْمُ بِالصَّيْدِ فَتَحَامَلَ حَتّٰى غَابَ عَنْهُ وَلَمْ يَزَلْ فِي طَلَبِهِ حَتّٰى أَصَابَهُ مَيِّتًا أُكِلَ، وَإِنْ قَعَدَ عَنْ طَلَبِهِ) ثُمَّ أَصَابَهُ مَيِّتًا لَمْ يُؤْكَلْ، لِمَا رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَنَّهُ كَرِهَ أَكْلَ الصَّيْدِ إِذَا غَابَ عَنْ الرَّامِي وَقَالَ: لَعَلَّ هَوَامَّ الْأَرْضِ قَتَلَتْهُ) وَلِأَنَّ احْتِمَالَ الْمَوْتِ بِسَبَبٍ آخَرَ قَائِمٌ فَمَا يَنْبَغِي أَنْ يَحِلَّ أَكْلُهُ؛ لِأَنَّ الْمَوْهُومَ فِي هٰذَا كَالْمُتَحَقِّقِ لِمَا رَوَيْنَا، إِلَّا أَنَّا أَسْقَطْنَا اعْتِبَارَهُ مَا دَامَ فِي طَلَبِهِ ضَرُورَةَ أَنْ لَا يَعْرَى الِاصْطِيَادُ عَنْهُ، وَلَا ضَرُورَةَ فِيمَا إِذَا قَعَدَ عَنْ طَلَبِهِ لِإِمْكَانِ التَّحَرُّزِ عَنْ تَوَارٍ يَكُونُ بِسَبَبِ عَمَلِهِ، وَالَّذِي رَوَيْنَاهُ حُجَّةٌ عَلَى مَالِكٍ فِي قَوْلِهِ إِنَّ مَا تَوَارَى عَنْهُ إِذَا لَمْ يَبِتْ يَحِلُّ فَإِذَا بَاتَ لَيْلَةً لَمْ يَحِلَّ (وَلَوْ وُجِدَ بِهِ جِرَاحَةٌ سِوَى جِرَاحَةِ سَهْمِهِ لَا يَحِلُّ)؛ لِأَنَّهُ مَوْهُومٌ يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ فَاعْتُبِرَ مُحَرِّمًا، بِخِلَافِ وَهْمِ الْهَوَامِّ وَالْجَوَابُ فِي إِرْسَالِ الْكَلْبِ فِي هٰذَا كَالْجَوَابِ فِي الرَّمْيِ فِي جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَاهُ.

فرمایا کہ شکار کو تیر لگ گیا ہے اور اس کے بعد وہ مشکل سے اٹھ کر بھاگ گیا حتیٰ کہ وہ شکاری کی نگاہوں سے اوجھل

ہو چکا ہے اور شکاری اس کو مسلسل تلاش کرتا رہا یہاں تک اس نے مرنے کی حالت میں اس کو پالیا ہے تو وہ شکار کھایا جائے گا۔ لیکن جب اس شکاری نے اس کو تلاش نہ کیا اور پھر اس کو مردہ پایا ہے تو وہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔ اسی حدیث کے سبب سے جو آپ ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے ایسے شکار کو کھانے کو مکروہ جانا ہے۔ جو شکار تیر چلانے والے سے غائب ہو جائے۔ اور اس میں سے یہ بیان ہوئی ہے کہ ممکن ہے اس کو زمین کے جانوروں نے ماردیا ہو۔ کیونکہ کسی دوسرے سبب سے بھی مرنے کا احتمال پایا جاتا ہے۔ پس اس کے کھانے حلت مناسب نہ ہوگی۔ کیونکہ شکار کے احکام میں وہم والا معاملہ بھی یقینی طرح ثابت ہونے والا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

مگر جب شکاری اس کی تلاش میں رہا اس وقت تک کے لئے ہم نے وہم کو ساقط کر دیا ہے کیونکہ ابھی تک اس کی ضرورت ہے۔ اور شکار کرنا اس سے خالی بھی نہیں ہوا ہے۔ لیکن جس وقت شکاری اپنے شکار سے بیٹھ چکا ہے تو اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا اس طرح سے غائب ہونا سے بچنا ممکن ہے جو شکاری کی وجہ سے ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ خلاف حجت ہماری یہ روایت کردہ حدیث ہے کیونکہ ان کا قول یہ ہے جو شکار شکاری سے غائب ہو گیا ہے وہ اگر رات بسر نہ کرے تو حلال ہے اور جب وہ رات بسر کر لے تو پھر وہ حلال نہیں ہے۔

اور جب شکاری نے اپنے تیر کے زخم کے سوا کوئی اور زخم موجود دیکھا ہے تو وہ حلال نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک ایسا وہم ہے جس سے بچنا ممکن ہے۔ پس اس محرم سمجھا جائے گا۔ جبکہ حشرات زمین میں ایسا نہیں ہے کیونکہ انہی کے بارے ارسال کتے کا حکم اسی طرح ہے جس طرح تیر چلانے والے کا ہے اور یہ حکم ان تمام صورتوں میں ہوگا جن کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

تیر مارے گئے شکار کا پانی میں گر جانے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا رَمَى صَيْدًا فَوَقَعَ فِي الْمَاءِ اَوْ وَقَعَ عَلٰى سَطْحٍ اَوْ جَبَلٍ ثُمَّ تَرَدّٰى مِنْهُ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يُؤْكَلْ) لِاَنَّهُ الْمُتَرَدِّيَةُ وَهِيَ حَرَامٌ بِالنَّصِّ، وَلِاَنَّهُ احْتَمَلَ الْمَوْتَ بِغَيْرِ الرَّمْيِ، اِذِ الْمَاءُ مُهْلِكٌ وَكَذَا السُّقُوطُ مِنْ عَالٍ، يُؤَيِّدُ ذٰلِكَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِعَدِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (وَاِنْ وَقَعَتْ رَمِيَّتُكَ فِي الْمَاءِ فَلَا تَاْكُلْ، فَاِنَّكَ لَا تَدْرِي اَنَّ الْمَاءَ قَتَلَهُ اَوْ سَهْمُكَ)

فرمایا کہ جب شکار کو تیر چلایا ہے اور وہ شکار پانی میں واقع ہو گیا ہے یا وہ کسی چھت یا پہاڑ پر گر گیا ہے اور اس کے بعد وہ وہاں سے لڑھکتا ہوا زمین پر گر گیا ہے۔ تو اس کو نہ کھایا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ متردیہ ہے۔ جو قرآنی نص کے مطابق حرام ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ تیر کے علاوہ موت کا احتمال رکھنے والا ہے۔ کیونکہ پانی بھی ہلاک کرنے والا ہے۔ جبکہ بلندی سے گر جانا یہ بھی ہلاکت ہے۔ اور اس کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس فرمان اقدس سے بھی ہوتی ہے جو آپ ﷺ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ جب تمہارے تیرے سے مارا گیا شکار پانی میں گر جائے تو اس کو نہ کھاؤ۔ کیونکہ تم یہ بات نہیں جانتے کہ اس کو تم نے مارا ہے یا پانی نے مارا ہے۔

تیر لگتے ہی شکار کا پانی میں گر جانے کی صورت میں حلت کا بیان

(وَإِنْ وَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ ابْتِدَاءً أُكِلَ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ، وَفِي اعْتِبَارِهِ سَدُّ بَابِ الِاصْطِيَادِ بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ ؛ لِأَنَّهُ يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ، فَصَارَ الْأَصْلُ أَنَّ سَبَبَ الْحُرْمَةِ وَالْحِلِّ إِذَا اجْتَمَعَا وَأَمْكَنَ التَّحَرُّزُ عَمَّا هُوَ سَبَبُ الْحُرْمَةِ تُرَجَّحُ جِهَةُ الْحُرْمَةِ احْتِيَاطًا، وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ جَرَى وُجُودُهُ مَجْرَى عَدَمِهِ ؛ لِأَنَّ التَّكْلِيفَ بِحَسَبِ الْوُسْعِ، فَمِمَّا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ إِذَا وَقَعَ عَلَى شَجَرٍ أَوْ حَائِطٍ أَوْ آجُرَّةٍ ثُمَّ وَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ أَوْ رَمَاهُ، وَهُوَ عَلَى جَبَلٍ فَتَرَدَّى مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى مَوْضِعٍ حَتَّى تَرَدَّى إِلَى الْأَرْضِ، أَوْ رَمَاهُ فَوَقَعَ عَلَى رُمْحٍ مَنْصُوبٍ أَوْ عَلَى قَصَبَةٍ قَائِمَةٍ أَوْ عَلَى حَرْفِ آجُرَّةٍ لِاحْتِمَالِ أَنَّ حَدَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ قَتَلَهُ،

اور جب ابتدائی طور پر تیر کے لگتے ہی وہ شکار پانی میں گر گیا ہے تو اسکو کھالیا جائے گا۔ اس لئے اس سے بچنا ممکن نہیں ہے اور اگر نیچے کا اعتبار کرلیا جائے تو شکار کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ جبکہ پہلے بیان کردہ صورت میں حکم اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے احتیاط ممکن ہے۔ اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ جب حلت وحرمت دونوں سبب میں جمع ہو جائیں اور حرمت کے سبب سے بچنا ممکن ہو تو احتیاط کے پیش نظر حرمت کی جانب کو ترجیح دی جائے گی۔ مگر جب کوئی ایسا سبب ہے کہ جس بچ جانا ممکن ہی نہیں ہے تو اب اس کا وجود سبب کے نہ پائے جانے کے حکم میں ہوگا۔ کیونکہ تکلیف وسعت کی مقدار کے مطابق دی جاتی ہے۔

اور اگر اس سبب سے بچ جانا ممکن ہے۔ جس طرح یہ صورت ہے کہ جب شکار کسی درخت یا کسی دیوار یا پختہ اینٹ پر گرنے کے بعد زمین پر گرا ہے اور پھر شکاری نے اس کو مار دیا ہے جبکہ وہ شکار کسی پہاڑ پر تھا اور وہاں سے لٹکتا ہوا کسی دوسرے زمین پر آگیا ہے یا شکاری نے شکار کو نیزہ مار دیا ہے اور وہ گاڑ دیے گئے نیزے پر گر گیا ہے یا وہ کھڑے ہوئے بانس پر گرا ہے۔ یا وہ اینٹ کے کنارے پر گر گیا ہے ان صورتوں میں ممکن ہے مذکورہ چیزوں کی دھار نے اس کو مار دیا ہو۔

شکار کا زمینی ذابح اسباب سے نہ بچنے کا بیان

وَمِمَّا لَا يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ إِذَا وَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ كَمَا ذَكَرْنَاهُ، أَوْ عَلَى مَا هُوَ مَعْنَاهُ كَجَبَلٍ أَوْ ظَهْرِ بَيْتٍ أَوْ لَبِنَةٍ مَوْضُوعَةٍ أَوْ صَخْرَةٍ فَاسْتَقَرَّ عَلَيْهَا ؛ لِأَنَّ وُقُوعَهُ عَلَيْهِ وَعَلَى الْأَرْضِ سَوَاءٌ وَذُكِرَ فِي الْمُنْتَقَى : لَوْ وَقَعَ عَلَى صَخْرَةٍ فَانْشَقَّ بَطْنُهُ لَمْ يُؤْكَلْ لِاحْتِمَالِ الْمَوْتِ بِسَبَبٍ آخَرَ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ الشَّهِيدُ وَحَمَلَ مُطْلَقَ الْمَرْوِيِّ فِي الْأَصْلِ عَلَى غَيْرِ حَالَةِ الِانْشِقَاقِ، وَحَمَلَهُ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى مَا أَصَابَهُ حَدُّ الصَّخْرَةِ فَانْشَقَّ بَطْنُهُ بِذَلِكَ، وَحَمَلَ الْمَرْوِيَّ فِي الْأَصْلِ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يُصِبْهُ مِنَ الْآجُرَّةِ إِلَّا مَا يُصِيبُهُ مِنَ

الْاَرْضِ لَوْ وَقَعَ عَلَيْهَا وَذٰلِكَ عَفْوٌ وَهٰذَا اَصَحُّ .

اور جب اوپر ذکر کردہ اسباب سے بچ جانا ممکن نہ ہو کہ جب شکار زمین گرے جن کو ہم نے بیان کر دیا ہے یا وہ ایسی جگہ پر گرا ہے جو زمین کے حکم میں ہے۔ جس طرح پہاڑ یا گھر کی چھت یا پڑی ہوئی پکی اینٹ یا چٹان اور وہ شکار اسی پر ٹھہر گیا ہے کیونکہ شکار کا اس پر گرنا اور زمین پر گر جانا یہ دونوں مساوی ہے۔

اور منتقی میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب شکار پتھر پر گرا ہے اور اس کا پیٹ چاک ہو گیا ہے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ کیونکہ موت کا دوسرا سبب موجود ہے۔ اور حاکم شہید علیہ الرحمہ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔

مبسوط کی مطلق روایت کو پیٹ نہ پھٹنے کی حالت پر اس کو محمول کیا گیا ہے۔ اور امام شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ نے اس کو حالت پر محمول کیا ہے کہ جب اس کو پتھر کی دھار لگی ہے اور اس کی وجہ سے شکار کا پیٹ پھٹ گیا ہے۔ جبکہ مبسوط کی روایت کو اس حالت پر محمول کر دیا گیا ہے کہ پکی اینٹ سے شکار کو اس قدر چوٹ لگتی ہے جس قدر اس کو زمین سے چوٹ لگتی ہے۔ جب وہ زمین پر گرتا ہے اور اتنی مقدار معاف ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے۔

آبی پرندے کا جب زخم پانی میں ڈوبے تو کھانے کا بیان

وَاِنْ كَانَ الطَّيْرُ مَائِيًّا، فَاِنْ كَانَتِ الْجِرَاحَةُ لَا تَنْغَمِسُ فِي الْمَاءِ اُكِلَ، وَاِنِ انْغَمَسَتْ لَا يُؤْكَلُ كَمَا اِذَا وَقَعَ فِي الْمَاءِ

قَالَ (وَمَا اَصَابَهُ الْمِعْرَاضُ بِعَرْضِهِ لَمْ يُؤْكَلْ، وَاِنْ جَرَحَهُ يُؤْكَلْ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِيهِ (مَا اَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَمَا اَصَابَ بِعَرْضِهِ فَلَا تَاْكُلْ) وَلِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ الْجُرْحِ لِيَتَحَقَّقَ مَعْنَى الذَّكَاةِ عَلٰى مَا قَدَّمْنَاهُ .

جب شکاری پرندہ پانی والا ہے اور وہ پانی میں گر گیا لیکن اس کا زخم پانی میں ڈوبا نہیں ہے تو اس شکار کو کھایا جائے گا۔ اور جب اس کا زخم پانی میں ڈوب جائے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ جس طرح یہ صورت مسئلہ ہے کہ جب شکار پانی میں گر جائے۔

اور اسی طرح وہ شکار جس کو اپنی ڈنڈی کے ساتھ بغیر پھل والا تیر لگ جائے تو اس کو بھی نہیں کھایا جائے گا۔ اور جب اسی زخمی کر دیا جائے تو وہ کھا لیا جائے گا۔ کیونکہ معراض کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شکار کو دھار کے ساتھ تیر لگ جائے اس کو کھاؤ۔ اور جس کو اپنی ڈنڈی کے ساتھ تیر لگ جائے اس کو نہ کھاؤ۔ کیونکہ زخمی کرنا شرط ہے۔ کہ معنی ذبح ثابت ہو جائے سی وضاحت کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

بندقہ لگنے والے شکار کو نہ کھانے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُؤْكَلُ مَا اَصَابَتْهُ الْبُنْدُقَةُ فَمَاتَ بِهَا) ؛ لِاَنَّهَا تَدُقُّ وَتَكْسِرُ وَلَا تَجْرَحُ فَصَ

كَـالْمِعْرَاضِ إِذَا لَمْ يَخْزِقْ، وَكَذٰلِكَ إِنْ رَمَاهُ بِحَجَرٍ، وَكَذَا إِنْ جَرَحَهُ قَالُوْا. تَاوِيْلُهُ إِذَا كَانَ ثَقِيْلًا وَبِهِ حِدَّةٌ لِاحْتِمَالِ أَنَّهُ قَتَلَهُ بِثِقْلِهِ، وَإِنْ كَانَ الْحَجَرُ خَفِيْفًا وَبِهِ حِدَّةٌ يَحِلُّ لِتَعَيُّنِ الْمَوْتِ بِالْجُرْحِ، وَلَوْ كَانَ الْحَجَرُ خَفِيْفًا، وَجَعَلَهُ طَوِيْلًا كَالسَّهْمِ وَبِهِ حِدَّةٌ فَإِنَّهُ يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ يَقْتُلُهُ بِجُرْحِهِ، وَلَوْ رَمَاهُ بِمَرْوَةٍ حَدِيْدَةٍ وَلَمْ تُبْضِعْ بِضْعًا لَا يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ قَتَلَهُ دَقًّا. وَكَذَا إِذَا رَمَاهُ بِهَا فَأَبَانَ رَأْسَهُ أَوْ قَطَعَ أَوْدَاجَهُ؛ لِأَنَّ الْعُرُوْقَ تَنْقَطِعُ بِثِقْلِ الْحَجَرِ كَمَا تَنْقَطِعُ بِالْقَطْعِ فَوَقَعَ الشَّكُّ أَوْ لَعَلَّهُ مَاتَ قَبْلَ قَطْعِ الْأَوْدَاجِ.

اور وہ جانور جس کو بندقہ لگ جائے اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ اگر چہ اسی سبب سے اس کی موت واقع ہوئی ہے کیونکہ بندقہ یعنی غلیل اس کو کاٹنے اور توڑنے والی ہے۔ اور وہ اس کو زخمی نہیں کرتی۔ پس وہ بھی پھل کے سوا والے تیر کی مانند ہو جائے گی۔ اور اسی طرح جب وہ اس کے اندر نہ گھس سکے۔ اور اسی طرح جب تیر کو پھینک کر شکار کیا جائے اور اسی طرح جب پتھر سے اس کو زخمی کیا جائے تو فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب وہ بھاری ہے اور اس میں دھار بھی ہے تو اس میں یہ احتمال ہوگا کہ پتھر نے بھاری ہونے کے سبب اس کو مار دیا ہے۔

اور جب وہ پتھر ہلکا ہے اور اس میں دھار ہے تو وہ شکار حلال ہے۔ کیونکہ زخم کے سبب موت معین ہو چکی ہے۔ اور جب پتھر ہلکا ہے لیکن تیر کی مثل لمبا بنا ہوا ہے۔ اور اس میں دھار ہے تو وہ شکار حلال ہے اس لئے کہ ایسا پتھر شکار زخم کے ساتھ مارنے والا ہے۔

اور جب شکاری نے مروہ پتھر پر شکار کو پھینک دیا اور اس نے اس کا کوئی عضو بھی نہیں کاٹا ہے تو وہ جانور حلال نہ ہوگا کیونکہ اس نے شکار کو توڑ کر مارا ہے اور اسی طرح جب شکار کو سنگ مروہ سے مارا جائے اور اس کے سر کو الگ کر دیا جائے اور اس کی رگوں کو بھی کاٹ دیا جائے کیونکہ رگیں جو ہیں یہ پتھر کے بھاری ہونے کی وجہ سے کٹ جاتی ہیں۔ جس طرح عام طور پر کاٹنے سے کٹ جاتی ہیں۔ تو مرنے میں شک پیدا ہو جائے گا کہ ممکن ہے وہ شکار ان رگوں کے کٹ جانے سے قبل ہی مر چکا ہو۔

لاٹھی سے مارے جانے والے شکار کے حلال نہ ہونے کا بیان

وَلَوْ رَمَاهُ بِعَصًا أَوْ بِعُوْدٍ حَتّٰى قَتَلَهُ لَا يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ يَقْتُلُهُ ثِقْلًا لَا جُرْحًا، اَللّٰهُمَّ إِلَّا إِذَا كَانَ لَهُ حِدَّةٌ يُبْضِعُ بِضْعًا فَحِيْنَئِذٍ لَا بَأْسَ بِهِ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ السَّيْفِ وَالرُّمْحِ وَالْأَصْلُ فِيْ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ أَنَّ الْمَوْتَ إِذَا كَانَ مُضَافًا إِلَى الْجُرْحِ بِيَقِيْنٍ كَانَ الصَّيْدُ حَلَالًا، وَإِذَا كَانَ مُضَافًا إِلَى الثِّقْلِ بِيَقِيْنٍ كَانَ حَرَامًا، وَإِنْ وَقَعَ الشَّكُّ وَلَا يَدْرِيْ مَاتَ بِالْجُرْحِ أَوْ بِالثِّقْلِ كَانَ حَرَامًا احْتِيَاطًا.

اور جب کسی شخص نے شکار کو لاٹھی ماری یا اس کو لکڑی ماری جس سے وہ شکار مر گیا ہے تو وہ حلال نہ ہوگا کیونکہ اب شکار بوجھ سے مارنے والی ہے۔ وہ زخم کرکے مارنے والی نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب اس میں دھار ہے اور اس نے شکار کے جسم کو کاٹ دیا

ہے تو اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی لاٹھی تلوار یا نیزے کے حکم میں ہے۔

اور ان مسائل کے اندر قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ جب موت یقینی طور پر زخم کی جانب مضاف کی جائے تو وہ حلال ہے اور جب اس کو یقینی طور پر ثقل کی جانب مضاف کیا جائے تو وہ شکار حرام ہوگا اور جب موت میں شک ہو کہ وہ زخم سے واقع ہوئی ہے یا بوجھ سے واقع ہوئی ہے تو اب احتیاط کے پیش نظر حرام ہوگا۔

تلوار یا چھری پھینکنے کے سبب شکار کے حلال ہونے کا بیان

وَإِنْ رَمَاهُ بِسَيْفٍ أَوْ بِسِكِّينٍ فَأَصَابَهُ بِحَدِّهِ فَجَرَحَهُ حَلَّ، وَإِنْ أَصَابَهُ بِقَفَا السِّكِّينِ أَوْ بِمَقْبِضِ السَّيْفِ لَا يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ قَتَلَهُ دَقًّا، وَالْحَدِيدُ وَغَيْرُهُ فِيهِ سَوَاءٌ وَلَوْ رَمَاهُ فَجَرَحَهُ وَمَاتَ بِالْجُرْحِ، إنْ كَانَ الْجُرْحُ مُدْمِيًا يَحِلُّ بِالِاتِّفَاقِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُدْمِيًا فَكَذَلِكَ عِنْدَ بَعْضِ الْمُتَأَخِّرِينَ سَوَاءٌ كَانَتْ الْجِرَاحَةُ صَغِيرَةً أَوْ كَبِيرَةً؛ لِأَنَّ الدَّمَ قَدْ يَحْتَبِسُ بِضِيقِ الْمَنْفَذِ أَوْ غِلَظِ الدَّمِ وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ يُشْتَرَطُ الْإِدْمَاءُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَأَفْرَى الْأَوْدَاجَ فَكُلْ) شَرَطَ الْإِنْهَارَ، وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ إنْ كَانَتْ كَبِيرَةً حَلَّ بِدُونِ الْإِدْمَاءِ، وَلَوْ ذَبَحَ شَاةً وَلَمْ يَسِلْ مِنْهُ الدَّمُ قِيلَ لَا تَحِلُّ وَقِيلَ تَحِلُّ وَوَجْهُ الْقَوْلَيْنِ دَخَلَ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ وَإِذَا أَصَابَ السَّهْمُ ظِلْفَ الصَّيْدِ أَوْ قَرْنَهُ، فَإِنْ أَدْمَاهُ حَلَّ وَإِلَّا فَلَا، وَهَذَا يُؤَيِّدُ بَعْضَ مَا ذَكَرْنَاهُ

اور جب کسی شخص نے شکار پر تلوار یا چھری کو پھینک دیا ہے اور وہ اس نے دھاری والے مقام سے اس کو زخمی کر دیا ہے تو وہ جانور حلال ہے۔ اور جب وہ چھری شکار کی پیٹھ پر لگی ہے یا تلوار کا قبضہ لگا ہے تو وہ حلال نہ ہوگا کیونکہ وہ شکار کوٹ کر مارنے والا ہے اور اس میں لوہا وغیرہ ہو تو یہ سب ایک حکم میں ہے۔

اور جب شکار کو تیر مارا اور اس تیر نے اس کو زخمی کر دیا ہے اور اس کے بعد وہ اسی زخم سے مر گیا ہے اور جب وہ خونی زخم ہے تو وہ باتفاق حلال ہے۔ اور جب وہ زخم خون والا نہیں ہے تب بھی بعض متاخر فقہاء کے نزدیک یہی حکم ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک زخم کا خون والا ہونا شرط ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو خون کو بہا دے اور رگوں کو کاٹ دے اس کو کھاؤ۔ اس حدیث میں خون بہانے کی شرط ہے۔

اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب وہ زخم بڑا ہے تو پھر وہ خون بہائے بغیر بھی حلال ہے اور جب زخم چھوٹا ہے تو پھر اس میں خون بہانا لازمی ہے۔

اور جب کسی شخص نے بکری کو ذبح کیا ہے اور اس سے خون نہیں بہا ہے تو ایک قول کے مطابق وہ حلال نہیں ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حلال ہے اور ان دونوں اقوال کا سبب ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ (کتاب ذبح والا)

اور جب وہ تیر شکار کے ناخن اور پھر اس کے سینگ پر لگ گیا ہے اور اس نے اس کو توڑ کر خون نکال دیا ہے تو وہ حلال ہے اور

خون نہ نکالا تو حلال نہیں ہے اور یہ مسئلہ بھی ہمارے بیان کردہ بعض مسائل کا مؤید ہے۔

شکار کے عضو الگ ہونے میں حیات کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا رَمٰی صَیْدًا فَقَطَعَ عُضْوًا مِنْہُ اُکِلَ الصَّیْدُ) لِمَا بَیَّنَّاہُ (وَلَا یُؤْکَلُ الْعُضْوُ) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ: اُکِلَا اِنْ مَاتَ الصَّیْدُ مِنْہُ؛ لِاَنَّہٗ مُبَانٌ بِذَکَاۃِ الْاِضْطِرَارِ فَیَحِلُّ الْمُبَانُ وَالْمُبَانُ مِنْہُ کَمَا اِذَا اُبِیْنَ الرَّاْسُ بِذَکَاۃِ الْاِخْتِیَارِ بِخِلَافِ مَا اِذَا لَمْ یَمُتْ؛ لِاَنَّہٗ مَا اُبِیْنَ بِالذَّکَاۃِ وَلَنَا قَوْلُہٗ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ (مَا اُبِیْنَ مِنَ الْحَیِّ فَھُوَ مَیِّتٌ) ذِکْرُ الْحَیِّ مُطْلَقًا فَیَنْصَرِفُ اِلَی الْحَیِّ حَقِیْقَۃً وَحُکْمًا، وَالْعُضْوُ الْمُبَانُ بِھٰذِہِ الصِّفَۃِ؛ لِاَنَّ الْمُبَانَ مِنْہُ حَیٌّ حَقِیْقَۃً لِقِیَامِ الْحَیَاۃِ فِیْہِ، وَکَذَا حُکْمًا؛ لِاَنَّہٗ تُتَوَھَّمُ سَلَامَتُہٗ بَعْدَ ھٰذِہِ الْجِرَاحَۃِ وَلِھٰذَا اعْتَبَرَہُ الشَّرْعُ حَیًّا، حَتّٰی لَوْ وَقَعَ فِی الْمَاءِ وَفِیْہِ حَیَاۃٌ بِھٰذِہِ الصِّفَۃِ یَحْرُمُ وَقَوْلُہٗ اُبِیْنَ بِالذَّکَاۃِ قُلْنَا حَالَ وُقُوْعِہٖ لَمْ یَقَعْ ذَکَاۃً لِبَقَاءِ الرُّوْحِ فِی الْبَاقِیْ، وَعِنْدَ زَوَالِہٖ لَا یَظْھَرُ فِی الْمُبَانِ لِعَدَمِ الْحَیَاۃِ فِیْہِ، وَلَا تَبَعِیَّۃَ لِزَوَالِھَا بِالْاِنْفِصَالِ فَصَارَ ھٰذَا الْحَرْفُ ھُوَ الْاَصْلَ؛ لِاَنَّ الْمُبَانَ مِنَ الْحَیِّ حَقِیْقَۃً وَحُکْمًا لَا یَحِلُّ، وَالْمُبَانُ مِنَ الْحَیِّ صُوْرَۃً لَا حُکْمًا یَحِلُّ۔

فرمایا کہ جب شکار پر شکاری نے تیر چلایا ہے اور اس نے شکار کے کسی عضو کو کاٹ دیا ہے تو وہ شکار کھایا جائے گا اسی دلیل کے سبب سے جس ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ اس عضو کو نہیں کھایا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وہ شکار اس عضو کے سبب مرا ہے تو وہ عضو اور شکار یہ دونوں کھائے جائیں گے کیونکہ وہ عضو اضطراری ذبح کی وجہ سے الگ ہوا ہے۔ پس وہ الگ کردہ حصہ بھی حلال ہے۔ اور شکار بھی حلال ہے جس طرح جب اختیاری ذبح میں جانور کے سر کو الگ کر دیا جائے اور اس یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب شکار نہ مرے کیونکہ اب اس عضو کو ذبح کے حکم میں الگ نہیں سمجھا جا سکتا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ زندہ جانور سے جو عضو الگ کیا جائے وہ مردار ہے۔ اور آپ ﷺ نے مطلق طور پر زندہ کا ذکر کیا ہے۔ پس یہ حکم حدیث اس زندہ کی جانب مضاف ہوگا جو بطور حقیقت یا حکم دونوں طرح سے زندہ ہو اور جو عضو الگ کیا گیا ہے وہ بھی زندہ کی صفت پر باقی رہے گا۔ کیونکہ جس کو الگ کیا گیا ہے وہ حقیقت میں زندہ ہے۔ کیونکہ اس میں زندگی باقی ہے۔ اور وہ حکمی طور پر بھی باقی ہے کیونکہ اس زخم کے بعد اس شکار کا سلامتی والا ہونا ممکن ہے۔ اسی لئے شریعت مطہرہ نے اس کی زندگی کا اعتبار کر لیا ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ شکار پانی میں گر گیا ہے اور اس میں اسی جیسی زندگی موجود ہے تو وہ حرام ہے۔

اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ قول کہ اس کو ذبح کے ذریعے الگ کیا گیا ہے ہم ان کے جواب میں یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کے وقت وقوع میں ذبح واقع نہیں ہوا ہے اس لئے کہ شکار میں تو ابھی تک روح باقی ہے اور روح کے نکل جانے کے وقت اس میں ذبح

نہیں ہے اس لئے کہ اب میں زندگی ختم ہو چکی ہے۔ اور اس کو تابع بھی نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ الگ ہونے کے سبب اس کا تابع ہونا بھی ختم ہو چکا ہے۔ پس فقہ کا یہ اصول بن گیا ہے کہ ہر وہ شکار جو حقیقت میں یا حکم کے اعتبار سے زندہ ہے تو اس سے الگ کردہ عضو حلال نہ ہوگا اور وہ شکار جو بطور صورت یہ حکم میں زندہ نہیں ہے وہ حلال ہے۔

مبان منہ میں مذبوح کی مقدار کے مطابق حیات ہونے کا بیان

وَذٰلِكَ مَنْ يَبْقَى فِي الْمُبَانِ مِنْهُ حَيَاةٌ بِقَدْرِ مَا يَكُونُ فِي الْمَذْبُوحِ فَإِنَّهُ حَيَاةٌ صُورَةً لَا حُكْمًا، وَلِهٰذَا لَوْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ وَبِهِ هٰذَا الْقَدْرُ مِنَ الْحَيَاةِ أَوْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ أَوْ سَطْحٍ لَا يَحْرُمُ فَتَخَرَّجُ عَلَيْهِ الْمَسَائِلُ، فَنَقُولُ : إِذَا قَطَعَ يَدًا أَوْ رِجْلًا أَوْ فَخِذًا أَوْ ثُلُثَهُ مِمَّا يَلِي الْقَوَائِمَ أَوْ أَقَلَّ مِنْ نِصْفِ الرَّأْسِ يَحْرُمُ الْمُبَانُ وَيَحِلُّ الْمُبَانُ مِنْهُ ؛ لِأَنَّهُ يُتَوَهَّمُ بَقَاءُ الْحَيَاةِ فِي الْبَاقِي (وَلَوْ قَدَّهُ بِنِصْفَيْنِ أَوْ قَطَعَهُ أَثْلَاثًا وَالْأَكْثَرُ مِمَّا يَلِي الْعَجُزَ أَوْ قَطَعَ نِصْفَ رَأْسِهِ أَوْ أَكْثَرَ مِنْهُ يَحِلُّ الْمُبَانُ وَالْمُبَانُ مِنْهُ) ؛ لِأَنَّ الْمُبَانَ مِنْهُ حَيٌّ صُورَةً لَا حُكْمًا ؛ إِذْ لَا يُتَوَهَّمُ بَقَاءُ الْحَيَاةِ بَعْدَ هٰذَا الْجُرْحِ، وَالْحَدِيثُ وَإِنْ تَنَاوَلَ السَّمَكَ وَمَا أُبِينَ مِنْهُ فَهُوَ مَيِّتٌ، إِلَّا أَنَّ مَيْتَتَهُ حَلَالٌ بِالْحَدِيثِ الَّذِي رَوَيْنَاهُ

﴿ترجمہ﴾ اور جب مبان منہ میں مذبوح کی مقدار کے برابر زندگی باقی ہے تو یہ بطور صورت زندگی ہوگی جبکہ بطور حکم زندگی نہ ہوگی۔ کیونکہ جب جانور پانی میں گر جاتا ہے اور اس میں زندگی کی مقدار بھی پائی جائے یا چھت یا پہاڑ سے نیچے گر کے لٹک جائے تو وہ حرام نہ ہوگا اور اسی قاعدہ فقہیہ کے مطابق کئی مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔

ہذا ہم کہیں گے کہ جب شکاری نے شکار کا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو کاٹ دیا ہے اور اس نے جانور کا وہ تہائی کاٹ دیا ہے جو ہاتھ پاؤں سے ملا ہوا ہے اور اس نے آدھا سر کاٹ دیا ہے تو ایسا مبان یعنی کاٹا گیا حصہ حرام ہے۔ کیونکہ بقیہ میں زندگی کا شبہ موجود ہے اور جب اس نے کاٹ کر اس شکار کے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں یا پھر اس نے تین ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ اور اس کا زیادہ حصہ دھڑ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ یا اس نے نصف سر کو کاٹ دیا ہے یا اس نے اس سے زیادہ کاٹ دیا ہے تو اب مبان حلال ہو جائے گا۔ اور مبان منہ بھی حلال ہو جائے گا۔ کیونکہ مبان منہ یہ بطور صورت زندہ ہے حکمی طور پر زندہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس زخم کے بعد اس میں زندگی کا نظریہ نہیں ہے۔ اور ذکر کردہ حدیث خواہ مچھلی کو اور اس سے الگ کردہ عضو کے بارے میں ہے مگر وہ مردہ ہے اور مچھلی کا مردار حلال ہے۔ اسی حدیث کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

بکری کی گردن پر مار کر سر کو الگ کر دینے کا بیان

(وَلَوْ ضَرَبَ عُنُقَ شَاةٍ فَأَبَانَ رَأْسَهَا يَحِلُّ لِقَطْعِ الْأَوْدَاجِ) وَيُكْرَهُ هٰذَا الصَّنِيعُ لِإِبْلَاغِهِ النُّخَاعَ، وَإِنْ ضَرَبَهُ مِنْ قِبَلِ الْقَفَا، إِنْ مَاتَ قَبْلَ قَطْعِ الْأَوْدَاجِ لَا يَحِلُّ، وَإِنْ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى

قَطَعَ الْاَوْدَاجَ حَلَّ (وَلَوْ ضَرَبَ صَيْدًا فَقَطَعَ يَدًا اَوْ رِجْلًا وَلَمْ يُبِنْهُ ؛ اِنْ كَانَ يُتَوَهَّمُ الْاِلْتِئَامُ وَالِانْدِمَالُ فَاِذَا مَاتَ حَلَّ اَكْلُهُ) ؛ لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ سَائِرِ اَجْزَائِهِ، وَاِنْ كَانَ لَا يُتَوَهَّمُ بِاَنْ بَقِيَ مُتَعَلِّقًا بِجِلْدِهِ حَلَّ مَا سِوَاهُ لِوُجُودِ الْاِبَانَةِ مَعْنًى وَالْعِبْرَةُ لِلْمَعَانِي ۔

اور جب کسی بندے نے بکری کی گردن پر مارا اور اس کے سر کو الگ کردیا ہے تو وہ حلال ہے کیونکہ اس کی رگوں کو کاٹ دیا گیا ہے لیکن ایسا عمل مکروہ ہے کیونکہ اس طرح کا شایہ گودے تک پہنچ جانے والا ہے۔ اور جب اس نے گدی کی جانب سے اس کو مارا ہے اور جب وہ رگوں کے کٹنے سے پہلے مرجائے تو وہ حلال نہ ہوگی۔ اور جب وہ نہ مرے اور اس کی رگیں بھی کٹ جائیں تو وہ حلال ہے۔

اور جب کسی شخص نے شکار کو مارا ہے۔ اور اس نے اس کا ہاتھ یا پاؤں کو کاٹ دیا ہے مگر اس نے اس کو الگ نہیں کیا ہے۔ اور اس کے بعد اس کے عضو مل جانے اور زخم بھی ٹھیک ہو جانے کا خیال ہو اور اس کے بعد وہ جانور مر جائے تو اس کا عضو حلال ہوگا۔ کیونکہ یہ عضو اس کے بقیہ حصوں کے حکم میں ہے۔

اور جب اس کے مل جانے کا نظریہ نہ ہو اور وہ اس طرح کہ وہ کھال کے ساتھ لٹکتے ہوئے باقی رہ گیا ہے اور اب اس کے عضو کے سوا کو کھانا حلال ہے کیونکہ حکم کے اعتبار سے الگ ہونا پایا گیا ہے۔ اور معانی کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے۔

مجوسی، مرتد، بت پرست کا شکار نہیں کھایا جائے گا

قَالَ (وَلَا يُؤْكَلُ صَيْدُ الْمَجُوسِيِّ وَالْمُرْتَدِّ وَالْوَثَنِيِّ) ؛ لِاَنَّهُمْ لَيْسُوا مِنْ اَهْلِ الذَّكَاةِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ فِي الذَّبَائِحِ، وَلَا بُدَّ مِنْهَا فِي اِبَاحَةِ الصَّيْدِ بِخِلَافِ النَّصْرَانِيِّ وَالْيَهُودِيِّ ؛ لِاَنَّهُمَا مِنْ اَهْلِ الذَّكَاةِ اخْتِيَارًا فَكَذَا اضْطِرَارًا ۔

فرمایا کہ جب مجوسی، مرتد اور بت پرست کا شکار نہیں کھایا جائے گا اس لیے کہ وہ ذبح کے اہل میں سے نہیں ہیں۔ جس طرح کتاب ذبیحے والا میں ہم نے بیان کردیا ہے اور شکار کے مباح ہونے کے لئے ذبح شرط ہے جبکہ نصرانی اور یہودی میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں اختیاری ذبح کے اہل ہیں۔ پس وہ ذبح اضطراری کے بھی اہل ہوں گے۔

دوسرے کے تیر سے شکار ہونے حیوان کا بیان

قَالَ (وَمَنْ رَمٰى صَيْدًا فَاَصَابَهُ وَلَمْ يُثْخِنْهُ وَلَمْ يُخْرِجْهُ عَنْ حَيِّزِ الْاِمْتِنَاعِ فَرَمَاهُ آخَرُ فَقَتَلَهُ فَهُوَ لِلثَّانِي وَيُؤْكَلُ) ؛ لِاَنَّهُ هُوَ الْاٰخِذُ، وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلصَّيْدُ لِمَنْ اَخَذَ)

(وَاِنْ كَانَ الْاَوَّلُ اَثْخَنَهُ فَرَمَاهُ الثَّانِي فَقَتَلَهُ فَهُوَ لِلْاَوَّلِ وَلَمْ يُؤْكَلْ) لِاحْتِمَالِ الْمَوْتِ بِالثَّانِي، وَهُوَ لَيْسَ بِذَكَاةٍ لِلْقُدْرَةِ عَلٰى ذَكَاةِ الْاِخْتِيَارِ، بِخِلَافِ الْوَجْهِ الْاَوَّلِ، وَهٰذَا اِذَا كَانَ الرَّمْيُ الْاَوَّلُ بِحَالٍ يَنْجُو مِنْهُ الصَّيْدُ ؛ لِاَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ الْمَوْتُ مُضَافًا اِلَى الرَّمْيِ الثَّانِي وَاَمَّا اِذَا

كَانَ الْاَوَّلُ بِحَالٍ لَا يَسْلَمُ مِنْهُ الصَّيْدُ بِاَنْ لَا يَبْقَى فِيهِ مِنَ الْحَيَاةِ اِلَّا بِقَدْرِ مَا يَبْقَى فِي الْمَذْبُوحِ، كَمَا اِذَا اَبَانَ رَاْسَهُ يَحِلُّ ؛ لِاَنَّ الْمَوْتَ لَا يُضَافُ اِلَى الرَّمْيِ الثَّانِي ؛ لِاَنَّ وُجُودَهُ وَعَدَمَهُ بِمَنْزِلَةٍ،

اور جب کسی شخص نے شکار کو تیر مارا ہے لیکن اس تیر نے اس کو سخت قسم کا کوئی زخم میں پہنچایا مگر اس نے اس کو ممنوعہ جگہ سے بھگایا بھی نہیں ہے اور اس کے بعد اس کو کسی دوسرے آدمی نے تیر مارا اور اس کو مار دیا ہے تو وہ شکار دوسرے آدمی کا ہوگا۔ اور اس کو کھا لیا جائے گا۔ کیونکہ اس کو پکڑنے والا دوسرا بندہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ شکار اسی بندے کا ہے جس نے اس کو پکڑا ہے۔

اور جب اس جانور کو پہلے آدمی نے سخت قسم کا زخمی کر دیا ہے اور اس کے بعد دوسرے آدمی نے اس کو تیر مار کر مار دیا ہے تو وہ شکار پہلے آدمی کو مل جائے گا لیکن اس شکار کا کھایا نہ جائے گا۔ کیونکہ اس میں دوسرے کے تیر سے موت کا احتمال پایا گیا ہے۔ اور اس پر دوسرا حملہ کر دینا یہ ذبح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ذبح اختیاری پر قدرت حاصل ہو چکی ہے۔

جبکہ پہلی صورت میں ایسا نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت دیا جائے گا کہ جب پہلے تیر چلانے والے کے تیر سے وہ بچ سکتا ہو کیونکہ اب شکار کی موت دوسرے تیر کی جانب مضاف ہوگی۔

اور جب پہلی بار تیر اندازی سے طرح کی ہوئی ہے کہ اس سے شکار بچ جانے والا نہیں ہے کیونکہ اس میں اتنی زندگی باقی رہنی چاہیے تھی جس قدر مذبوح میں ہوتی ہے جس طرح اس کے سر کو الگ کر دیا گیا ہے تو وہ شکار حلال ہے کیونکہ یہاں موت دوسرے تیر کی جانب مضاف نہیں ہے کیونکہ اس کا پایا جانا اور نہ پایا جانا یہ دونوں برابر ہیں۔

پہلے تیر سے شکار کا زندہ نہ رہ سکنے کا بیان

وَاِنْ كَانَ الرَّمْيُ الْاَوَّلُ بِحَالٍ لَا يَعِيشُ مِنْهُ الصَّيْدُ اِلَّا اَنَّهُ بَقِيَ فِيهِ مِنَ الْحَيَاةِ اَكْثَرُ مِمَّا يَكُونُ بَعْدَ الذَّبْحِ بِاَنْ كَانَ يَعِيشُ يَوْمًا اَوْ دُونَهُ ؛ فَعَلٰى قَوْلِ اَبِي يُوسُفَ لَا يَحْرُمُ بِالرَّمْيِ الثَّانِي ؛ لِاَنَّ هٰذَا الْقَدْرَ مِنَ الْحَيَاةِ لَا عِبْرَةَ بِهَا عِنْدَهُ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَحْرُمُ ؛ لِاَنَّ هٰذَا الْقَدْرَ مِنَ الْحَيَاةِ مُعْتَبَرٌ عِنْدَهُ عَلٰى مَا عُرِفَ مِنْ مَذْهَبِهِ فَصَارَ الْجَوَابُ فِيهِ وَالْجَوَابُ فِيمَا اِذَا كَانَ الْاَوَّلُ بِحَالٍ لَا يَسْلَمُ مِنْهُ الصَّيْدُ سَوَاءٌ .فَلَا يَحِلُّ،

اور جب پہلی بار تیر اس طرح چلایا گیا ہے کہ وہ شکار اس سے زندہ نہیں رہ سکتا ہے لیکن اس میں اس قدر زندگی موجود ہے جو ذبح کے بعد والی زندگی سے کچھ زیادہ ہے اور وہ اس طرح کہ وہ ایک دن یا اس کا کچھ حصہ زندہ رہ سکتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ شکار دوسرے تیر چلانے سے حرام نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ علیہ الرحمہ کے نزدیک زندگی کی مقدار کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حضرت امام محمد ؒ کے نزدیک وہ حرام ہوگا۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس کی زندگی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ جس طرح ان کا مشہور مذہب ہے۔ اور اس کا حکم اس وقت ہوگا کہ جب پہلی بار تیر اس طرح چلایا جائے کہ جس سے شکار بچ سکتا ہو۔ پس یہ برابر ہو جائے گا اور وہ شکار حلال نہ ہوگا۔

دوسرے تیر انداز کا شکار کی قیمت کا ضامن ہونے کا بیان

قَالَ (وَالثَّانِي ضَامِنٌ لِقِيمَتِهِ لِلْأَوَّلِ غَيْرَ مَا نَقَصَتْهُ جِرَاحَتُهُ) ؛ لِأَنَّهُ بِالرَّمْيِ أَتْلَفَ صَيْدًا مَمْلُوكًا لَهُ ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِالرَّمْيِ الْمُثْخِنِ وَهُوَ مَنْقُوصٌ بِجِرَاحَتِهِ، وَقِيمَةُ الْمُتْلَفِ تُعْتَبَرُ يَوْمَ الْإِتْلَافِ قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : تَأْوِيلُهُ إِذَا عُلِمَ أَنَّ الْقَتْلَ حَصَلَ بِالثَّانِي بِأَنْ كَانَ الْأَوَّلُ بِحَالٍ يَجُوزُ أَنْ يَسْلَمَ الصَّيْدُ مِنْهُ وَالثَّانِي بِحَالٍ لَا يَسْلَمُ الصَّيْدُ مِنْهُ لِيَكُونَ الْقَتْلُ كُلُّهُ مُضَافًا إِلَى الثَّانِي وَقَدْ قَتَلَ حَيَوَانًا مَمْلُوكًا لِلْأَوَّلِ مَنْقُوصًا بِالْجِرَاحَةِ فَلَا يَضْمَنُهُ كَمَلًا، كَمَا إِذَا قَتَلَ عَبْدًا مَرِيضًا إِنْ عَلِمَ أَنَّ الْمَوْتَ يَحْصُلُ مِنَ الْجِرَاحَتَيْنِ أَوْ لَا يَدْرِي قَالَ فِي الزِّيَادَاتِ : يَضْمَنُ الثَّانِي مَا نَقَصَتْهُ جِرَاحَتُهُ ثُمَّ يَضْمَنُهُ نِصْفَ قِيمَتِهِ مَجْرُوحًا بِجِرَاحَتَيْنِ ثُمَّ يَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَةِ لَحْمِهِ،

فرمایا کہ تیر چلانے والا شخص پہلے شکاری کے لئے شکار کی قیمت کا ضامن ہوگا ہاں اس میں وہ حصہ شمار نہ ہوگا جس کو پہلے تیر چلانے والے نقصان دیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ دوسرا تیر چلانے والا پہلے آدمی کی ملکیت والے شکار کو ہلاک کرنے والا ہے۔ کیونکہ سختی کے ساتھ تیر چلانے کی وجہ سے پہلا تیر انداز شکار کا مالک بن چکا تھا۔ اور یہ شکار پہلے آدمی کی جانب عیب زدہ بھی بن گیا ہے اور تلف کرنے والے پر اتلاف والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور مصنف ؒ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ جس وقت یہ پتہ چل جائے کہ وہ دوسرے کے تیر سے مرا ہے کیونکہ پہلا تیر اس کو اس طرح کا لگا ہے جس سے شکار کا بچ جانا ممکن ہے اور دوسرا تیر اس حالت میں اس کو لگایا گیا ہے کہ جس سے اس کا بچنا ممکن نہیں ہے۔ پس سارا مارنا دوسرے کی جانب منسوب کر دیا جائے گا۔ اور یہ اس طرح کا حکم بن جائے گا کہ دوسرے نے پہلے آدمی کے مملوک سارے حیوان کو قتل کیا ہے جبکہ وہ زخم سے صرف عیب والا بنا تھا پس دوسرا شخص سارے حیوان کا ضامن نہ بنے گا جس طرح یہ اس صورت کا حکم ہے کہ کسی بندے نے بیمار غلام کو قتل کر دیا ہے۔

اور جب کسی آدمی کو اس بات کا پتہ چلا ہے کہ اس کی موت دونوں کے زخموں کے سبب واقع ہوئی ہے یا پھر اس کا پتہ نہ چل سکے تو زیادت میں امام محمد ؒ نے لکھا ہے کہ دوسرا اس چیز کا ضامن بنے گا جس کو اس کے زخم نے نقصان دیا ہے اور یہ شکار کی ضمانت اس طرح سے ہوئی ہے کہ وہ دونوں زخموں کے ساتھ زخمی ہوا ہو۔ اس کے بعد وہ اس کے گوشت کی آدھی قیمت کا ضامن بن جائے گا۔

مملوکہ شکار میں نقص کے سبب ضمان ہونے کا بیان

اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّهٗ جَرَحَ حَيَوَانًا مَمْلُوْكًا لِلْغَيْرِ وَقَدْ نَقَصَهٗ فَيَضْمَنُ مَا نَقَصَهٗ اَوَّلًا وَاَمَّا الثَّانِي فَلِاَنَّ الْمَوْتَ حَصَلَ بِالْجِرَاحَتَيْنِ فَيَكُوْنُ هُوَ مُتْلِفًا نِصْفَهٗ وَهُوَ مَمْلُوْكٌ لِغَيْرِهٖ فَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيْمَتِهٖ مَجْرُوْحًا بِالْجِرَاحَتَيْنِ ؛ لِاَنَّ الْاُوْلٰى مَا كَانَتْ بِصُنْعِهٖ، وَالثَّانِيَةُ ضَمِنَهَا مَرَّةً فَلَا يَضْمَنُهَا ثَانِيًا وَاَمَّا الثَّالِثُ فَلِاَنَّ بِالرَّمْيِ الْاَوَّلِ صَارَ بِحَالٍ يَحِلُّ بِذَكَاةِ الْاِخْتِيَارِ لَوْلَا رَمْيُ الثَّانِي، فَهٰذَا بِالرَّمْيِ الثَّانِي اَفْسَدَ عَلَيْهِ نِصْفَ اللَّحْمِ فَيَضْمَنُهٗ، وَلَا يَضْمَنُ النِّصْفَ الْاٰخَرَ ؛ لِاَنَّهٗ ضَمِنَهٗ مَرَّةً فَدَخَلَ ضَمَانُ اللَّحْمِ فِيْهِ، وَاِنْ كَانَ رَمَاهُ الْاَوَّلُ ثَانِيًا فَالْجَوَابُ فِيْ حُكْمِ الْاِبَاحَةِ كَالْجَوَابِ فِيْمَا اِذَا كَانَ الرَّامِي غَيْرَهٗ، وَيَصِيْرُ كَمَا اِذَا رَمٰى صَيْدًا عَلٰى قِمَّةِ جَبَلٍ فَاَثْخَنَهٗ ثُمَّ رَمَاهُ ثَانِيًا فَاَنْزَلَهٗ لَا يَحِلُّ ؛ لِاَنَّ الثَّانِيَ مُحَرِّمٌ، كَذَا هٰذَا ۔

اور اس مسئلہ میں پہلا ضمان اس دلیل سے واجب ہوا ہے کہ اس نے دوسرے کی ملکیت والے شکار کو زخمی کرتے ہوئے اس میں عیب پیدا کر دیا ہے پس پہلے تو وہ چیز کا ضمان دے گا جس کو اس نے عیب زدہ کیا ہے اور اس پر دوسرا ضمان اس لئے واجب ہوا ہے کہ موت اس پر دونوں زخموں کے سبب واقع ہوئی ہے۔ پس دوسرا اس شکار کے آدھے حصے کو ضائع کر دینے والا ہے۔ جبکہ وہ شکار کسی دوسرے کی ملکیت میں ہے۔ پس دوسرا بندہ دو زخموں سے زخمی ہونے والے شکار کی آدھی قیمت کا ضامن بن جائے گا۔ کیونکہ پہلا زخم اس کے سبب سے نہیں ہے جبکہ دوسرے زخم میں ایک بار کا ضامن ہے پس دوبارہ اس کو ضامن نہ بنایا جائے گا۔

اور اس پر تیسرا ضمان اس لئے واجب ہے کہ پہلے تیر لگ جانے کی وجہ سے شکار کی یہ حالت تھی کہ وہ ذبح اختیاری کی وجہ سے حلال ہو جاتا جب دوسرا بندہ اس کو تیر نہ مارتا۔ جبکہ دوسرے بندے نے اس کو تیر مار کر پہلے آدمی سے آدھا گوشت فاسد کر دیا ہے لہٰذا وہ آدھے گوشت کا ضامن ہوگا۔ اور دوسرے آدھے کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کا ضمان وہ ایک بار ادا کر چکا ہے اور اس ضمان میں گوشت کا ضمان بھی شامل ہے۔

اور جب پہلے بندے نے ہی دوبارہ تیر چلا کر اس کو شکار کو مارا ہے تو اس میں اباحت کا حکم اس حکم کے جواب کی طرح ہوگا کہ جب تیر انداز پہلے کا غیر ہو اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح اس نے پہاڑ کی چوٹی پر کسی شکار کو تیر مارا ہے اور اس نے سخت ضرب لگائی ہے۔ اور اس کے بعد کسی دوسرے شخص نے تیر مار کر اس کو نیچے گرا دیا ہے۔ تو وہ حلال نہ ہوگا کیونکہ دوسرا تیر اس کو حرام کر دینے والا ہے۔ اسی طرح یہ بھی حرام ہوگا۔

گوشت کھانے والے اور نہ کھانے والے حیوانوں کے شکار میں جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوْزُ اصْطِيَادُ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ مِنَ الْحَيَوَانِ وَمَا لَا يُؤْكَلُ) لِاِطْلَاقِ مَا تَلَوْنَا وَالصَّيْدُ لَا يَخْتَصُّ بِمَاْكُوْلِ اللَّحْمِ قَالَ قَائِلُهُمْ : صَيْدُ الْمُلُوْكِ اَرَانِبُ وَثَعَالِبُ وَاِذَا رَكِبْتُ فَصَيْدِي

اَلْاَنْطَالُ وَلِاَنَّ صَيْدَهُ سَبَبٌ لِلْاِنْتِفَاعِ بِجِلْدِهِ اَوْ شَعْرِهِ اَوْ رِيْشَةِ اَوْ لِاسْتِدْفَاعِ شَرِّهِ وَكُلُّ ذٰلِكَ مَشْرُوْعٌ.

مسئلہ فرمایا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اور جن جانوروں کا گوشت نہیں کیا جاتا ان کا شکار کرنا جائز ہے کیونکہ ہماری تلاوت کردہ آیت میں حکم مطلق ہے۔ اور شکار کرنا یہ گوشت کھائے جانے والے جانوروں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ کیونکہ قائلین نے یہ بھی کہا ہے کہ بادشاہوں کا شکار خرگوش اور لومڑیاں ہے۔ مگر جب میں سوار ہوتا ہوں تو میرا شکار بہ درگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کے شکار سے ان کی کھال، بال یا ان کے پروں سے فائدہ حاصل کرنے کا سبب ملتا ہے۔ یا پھر ان کے فساد کو دور کرنے کا سبب ہے اور ان میں سے ہر بات مشروع ہے۔

کِتَابُ الرَّهْنِ

﴿یہ کتاب رہن کے بیان میں ہے﴾

کتاب رہن کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے کتاب رہن کو بیان کررہے ہیں جبکہ اس سے پہلے انہوں نے کتاب صید کو بیان کیا ہے۔ اور ان دونوں کتب میں فقہی مطابقت یہ ہے کہ یہ دونوں حصول مال کو سبب ہیں۔ پس سبب ہونے کے لئے ان دونوں کتابوں کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ اور کتاب صید کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نفع عام اور ... پس اسی لئے اس کو مقدم ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب رہن، بیروت)

رہن کے لغوی وشرعی مفہوم کا بیان

اس کے لغوی معنی ثابت اور قائم رہنے کے ہیں اور اصطلاح شرعی میں رہن یہ ہے کہ کسی ایسی شے کو جو شرعاً مالیت کی حامل ہو، حصول قرض کے لیے ضمانت بنایا جائے تاکہ اس شے کے اعتماد پر قرض کا حصول ممکن ہو۔ عرف عام میں اسے گروی رکھنا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ": اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے والا میسر نہیں تو رہن بالقبض پر معاملہ کرلو") سورہ بقرہ)۔ رہن بالقبض کا مطلب یہ ہے کہ قرض دینے والے کو اپنے قرض کی واپسی کا اطمینان ہو جائے۔ رہن کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ وہ بھی خرید و فروخت کی طرح فعل جائز ہے کیونکہ (چند استثنائی صورتوں کے علاوہ) ہر وہ شے جس کی بیع جائز ہے اس کو رہن رکھنا بھی جائز ہے۔ رہن کا معاملہ کرنا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں لکھا پڑھی بہتر ہے تاکہ شرطیں سامنے رہیں۔

رہن کے ارکان کا بیان

رہن کے تین ارکان ہیں۔ (۱) فریقین یعنی راہن اور مرتہن (شے مرہونہ کے مالک یا رہن کرنے والے کو راہن کہتے ہیں اور مرتہن جو رہن رکھ کر قرض دے)۔

(۲) اشیا معاملہ، اس میں دو چیزیں شامل ہیں۔ ایک تو شے مرہونہ رہن رکھی ہوئی چیز اور دوسرے وہ رقم قرض جو رہن کے مقابلہ میں دی گئی۔ الفاظ معاملہ (جو لین دین کے لیے استعمال کیے جائیں)۔

(۳) معاملہ رہن کے درست ہونے کی اہم ترین شرط یہ ہے کہ راہن اور مرتہن دونوں معاملہ بیع کی اہلیت رکھتے ہوں۔ یعنی کوئی مجنون ودیوانہ یا بے شعور نابالغ لڑکا نہ ہو۔ ان کا کیا ہوا معاملہ رہن درست نہ ہوگا۔

راہن کو مال مرہونہ سے استفادہ کا حق نہیں ہے جب تک کہ مرتہن اس کی اجازت نہ دے۔ چنانچہ جب تک کوئی مال رہن ہے مرتہن کی اجازت کے بغیر راہن کا رہن سے کسی بھی طرح کا فائدہ حاصل کرنا (مثلاً رہن شدہ مکان میں رہنا یا کپڑا رہن ہو تو اسے پہننا وغیرہ) جائز و درست نہیں ہے البتہ اگر مرتہن اس کی اجازت دے دے تو رہن شدہ شے کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ورنہ قرض پر براہ راست سود لینے اور رہن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تاہم یہ واضح رہے کہ مال مرہونہ سے جو بھی فائدہ و نفع حاصل ہوگا ان سب کا حقدار راہن ہے۔ البتہ اگر کوئی جانور رہن رکھا گیا ہو تو اس کا دودھ استعمال کیا جاسکتا ہے اور اس سے سواری یا مال برداری کی خدمت لی جاسکتی ہے کیونکہ یہ اس چارے کا معاوضہ ہے جو مرتہن اس جانور کو کھلاتا ہے اور یہ بات معاملہ کے وقت راہن کو بتادی جاتی ہے۔

رہن کے شرعی و فقہی مأخذ کا بیان

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۔ (البقرہ، ۲۸۳)

اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو گرو (رہن) ہو قبضہ میں دیا ہوا۔ (کنز الایمان)

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ یعنی بحالت سفر اگر ادھار کا لین دین ہو اور کوئی لکھنے والا نہ ملے یا ملے مگر قلم و دوات یا کاغذ نہ ہو تو رہن رکھ لیا کرو اور جس چیز کو رہن رکھنا ہو اسے حقدار کے قبضے میں دے دو۔ مقبوضہ کے لفظ سے استدلال کیا گیا ہے کہ رہن جب تک قبضہ میں نہ آجائے لازم نہیں ہوتا، جیسا کہ امام شافعی اور جمہور کا مذہب ہے اور دوسری جماعت نے استدلال کیا ہے کہ رہن کا مرتہن کے ہاتھ میں مقبوض ہونا ضروری ہے۔ امام احمد اور ایک دوسری جماعت میں یہی منقول ہے، ایک اور جماعت کا قول ہے کہ رہن صرف میں ہی مشروع ہے، جیسے حضرت مجاہد وغیرہ لیکن صحیح بخاری صحیح مسلم شافعی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت فوت ہوئے اس وقت آپ کی زرہ مدینے کے ایک یہودی ابوالشحم کے پاس تیس وسق جو کے بدلے گروی تھی جو آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کے کھانے کے لئے لئے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

رہن کا لغوی و فقہی مفہوم کا بیان

الرَّهْنُ لُغَةً : حَبْسُ الشَّيْءِ بِأَيِّ سَبَبٍ كَانَ وَفِي الشَّرِيعَةِ : جَعْلُ الشَّيْءِ مَحْبُوسًا بِحَقٍّ يُمْكِنُ اسْتِيفَاؤُهُ مِنَ الرَّهْنِ كَالدُّيُونِ، وَهُوَ مَشْرُوعٌ بِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ) وَبِمَا رُوِيَ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا وَرَهَنَهُ بِهِ دِرْعَهُ) وَقَدْ انْعَقَدَ عَلَى ذٰلِكَ الْإِجْمَاعُ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ وَثِيقَةٍ لِجَانِبِ الْاِسْتِيفَاءِ فَيُعْتَبَرُ بِالْوَثِيقَةِ فِي طَرَفِ الْوُجُوبِ وَهِيَ الْكَفَالَةُ،

(۱)

لغت میں کسی چیز کو محبوس کر لینے کا نام رہن ہے۔ اگرچہ اس کا سبب کوئی بھی ہو۔ اور شرعی اعتبار سے کسی چیز کو محبوس کرنا ایسے حق کے بدلے میں کہ جس کو وصول کرنا رہن سے ممکن ہو۔ جس طرح قرض ہیں۔ اور رہن ایک مشروع عمل ہے۔ کیونکہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے۔ رہن مقبوضہ ہاں ہے۔ اور اس کی مشروعیت کی دلیل یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ خرید ااور اس کے بدلے میں اپنی ذرع کو اس کے پاس گروی رکھا دیا اور جواز رہن پر اجماع کا انعقاد بھی ہو چکا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ رہن وصول کرنے کا پکا عقد ہے لہٰذا اس کو وجوب کی مضبوطی پر قیاس کریں گے اور وہ مضبوطی کفالت ہے۔

ایجاب وقبول سے رہن کے منعقد ہونے کا بیان

قَالَ (الرَّهْنُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ وَيَتِمُّ بِالْقَبْضِ) قَالُوا: الرُّكْنُ الْإِيجَابُ بِمُجَرَّدِهِ ؛ لِأَنَّهُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ فَيَتِمُّ بِالْمُتَبَرِّعِ كَالْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْقَبْضُ شَرْطُ اللُّزُومِ عَلَى مَا نُبَيِّنُهُ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَقَالَ مَالِكٌ: يَلْزَمُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ ؛ لِأَنَّهُ يَخْتَصُّ بِالْمَالِ مِنْ الْجَانِبَيْنِ فَصَارَ كَالْبَيْعِ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ وَثِيقَةٍ فَأَشْبَهَ الْكَفَالَةَ وَلَنَا مَا تَلَوْنَا، وَالْمَصْدَرُ الْمَقْرُونُ بِحَرْفِ الْفَاءِ فِي مَحَلِّ الْجَزَاءِ يُرَادُ بِهِ الْأَمْرُ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ لِمَا أَنَّ الرَّاهِنَ لَا يَسْتَوْجِبُ بِمُقَابَلَتِهِ عَلَى الْمُرْتَهِنِ شَيْئًا وَلِهَذَا لَا يُجْبَرُ عَلَيْهِ فَلَا بُدَّ مِنْ إمْضَائِهِ كَمَا فِي الْوَصِيَّةِ وَذَلِكَ بِالْقَبْضِ، ثُمَّ يَكْتَفِي فِيهِ بِالتَّخْلِيَةِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ ؛ لِأَنَّهُ قَبْضٌ بِحُكْمِ عَقْدٍ مَشْرُوعٍ فَأَشْبَهَ قَبْضَ الْمَبِيعِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَثْبُتُ فِي الْمَنْقُولِ إلَّا بِالنَّقْلِ ؛ لِأَنَّهُ قَبْضٌ مُوجِبٌ لِلضَّمَانِ ابْتِدَاءً بِمَنْزِلَةِ الْغَصْبِ، بِخِلَافِ الشِّرَاءِ ؛ لِأَنَّهُ نَاقِلٌ لِلضَّمَانِ مِنْ الْبَائِعِ إلَى الْمُشْتَرِي وَلَيْسَ بِمُوجِبٍ ابْتِدَاءً وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ .

فرمایا کہ ایجاب وقبول سے رہن منعقد ہو جاتی ہے اور یہ قبضہ سے مکمل ہو جاتی ہے۔ جبکہ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ رہن کا رکن صرف ایجاب ہے۔ کیونکہ یہ احسان کا عقد ہے پس یہ احسان سے مکمل ہو جائے گا۔ جس طرح صدقہ اور ہبہ میں ہوتا ہے جبکہ قبضہ لازم ہونے کی شرط ہے جس طرح ہم ان شاء اللہ اس کو بیان کر دیں گے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ رہن محض عقد کرنے سے لازم ہو جاتی ہے کیونکہ دونوں اجانب سے مال کو خاص کرتا ہے پس یہ بیع کی طرح ہو جائے گا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس کی وجہ سے عقد میں مضبوطی کا ہونا ہے۔ تو یہ کفالہ کے مشابہ ہو جائے گی۔

ہماری دلیل وہ تلاوت کردہ آیت ہے اور وہ مصدر ہے جو حرف فاء کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اس کا محل جزاء امر مراد ہے۔ کیونکہ رہن ایک احسان کا عقد ہے۔ کیونکہ راہن رہن کے مقابلے میں مرتہن پر کسی چیز میں حقدار نہیں ہے۔ کیونکہ اس پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔ پس رہن کو نافذ کرنا لازم ہے۔ جس طرح وصیت میں ہے۔ پس مبیع کے قبضہ کے مشابہ ہو جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ منقول چیزوں کو منتقل کرنے سوا ان میں قبضہ ثابت نہ ہوگا کیونکہ غصب کی

طرح ابتدائی طور پر یہی قبضہ ضمان کو واجب کرتا ہے۔ جبکہ بیع میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ خریدار کی جانب بیچنے والے کی طرف سے ضمان کو منتقل کرتا ہے اور وہ ابتدائی طور پر واجب کرنے والا نہیں ہے۔ جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

قبضہ کے سبب عقد رہن کے مکمل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَبَضَهُ الْمُرْتَهِنُ مَحُوزًا مُفَرَّغًا مُتَمَيِّزًا تَمَّ الْعَقْدُ فِيهِ) لِوُجُودِ الْقَبْضِ بِكَمَالِهِ فَلَزِمَ الْعَقْدُ (وَمَا لَمْ يَقْبِضْهُ فَالرَّاهِنُ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَ سَلَّمَهُ وَإِنْ شَاءَ رَجَعَ عَنْ الرَّهْنِ) لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ اللُّزُومَ بِالْقَبْضِ إذْ الْمَقْصُودُ لَا يَحْصُلُ قَبْلَهُ .

فرمایا کہ جب مرتہن نے رہن والی چیز پر قبضہ کرلیا ہے اور وہ اس حالت میں ہو کہ وہ تقسیم کردی گئی ہے اور الگ کردی گئی ہے اور اس مرہونہ چیز میں قبضہ ہونے کے سبب سے رہن کا عقد مکمل ہو جائے گا۔ کیونکہ قبضہ مکمل طور پر پایا گیا ہے۔ پس عقد لازم ہو جائے گا۔ اور جب مرتہن نے رہن پر قبضہ نہیں کیا تو اس وقت تک راہن کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو اس کو حوالے کردے اور اگر وہ چاہے تو رہن رکھنے سے پھر جائے۔ اسی دلیل کے سبب سے جو ہم نے بیان کردی ہے۔ کیونکہ اس کا لازم ہونا قبضہ کے سبب سے ہوتا ہے۔ کیونکہ قبضہ سے پہلے کوئی مقصد حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

مرہونہ کا مرتہن کے ضمان میں داخل ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا سَلَّمَهُ إلَيْهِ فَقَبَضَهُ دَخَلَ فِي ضَمَانِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : هُوَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ، وَلَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنْ الدَّيْنِ بِهَلَاكِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَغْلَقُ الرَّهْنُ، قَالَهَا ثَلَاثَةً، لِصَاحِبِهِ غُنْمُهُ وَعَلَيْهِ غُرْمُهُ) قَالَ : وَمَعْنَاهُ لَا يَصِيرُ مَضْمُونًا بِالدَّيْنِ، وَلِأَنَّ الرَّهْنَ وَثِيقَةٌ بِالدَّيْنِ فَبِهَلَاكِهِ لَا يَسْقُطُ الدَّيْنُ اعْتِبَارًا بِهَلَاكِ الصَّكِّ، وَهَذَا لِأَنَّ بَعْدَ الْوَثِيقَةِ يَزْدَادُ مَعْنَى الصِّيَانَةِ، وَالسُّقُوطُ بِالْهَلَاكِ يُضَادُّ مَا اقْتَضَاهُ الْعَقْدُ إذَا لَحِقَ بِهِ يَصِيرُ بِعَرَضِ الْهَلَاكِ وَهُوَ ضِدُّ الصِّيَانَةِ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلْمُرْتَهِنِ بَعْدَ مَا نَفَقَ فَرَسُ الرَّهْنِ عِنْدَهُ (ذَهَبَ حَقُّكَ) وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إذَا عَمِيَ الرَّهْنُ فَهُوَ بِمَا فِيهِ) مَعْنَاهُ : عَلَى مَا قَالُوا إذَا اشْتَبَهَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ بَعْدَ مَا هَلَكَ وَإِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى أَنَّ الرَّاهِنَ مَضْمُونٌ مَعَ اخْتِلَافِهِمْ فِي كَيْفِيَّتِهِ، وَالْقَوْلُ بِالْأَمَانَةِ خَرْقٌ لَهُ، وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَغْلَقُ الرَّهْنُ) عَلَى مَا قَالُوا الِاحْتِبَاسُ الْكُلِّيُّ وَالتَّمَكُّنُ بِأَنْ يَصِيرَ مَمْلُوكًا لَهُ كَذَا ذَكَرَ الْكَرْخِيُّ عَنْ السَّلَفِ،

اور جب راہن نے مرہونہ چیز کو مرتہن کے حوالے کردیا ہے تو وہ مرتہن کے ضمان میں داخل ہو جائے گی۔ جبکہ امام

شافعی ہیشیلہ نے کہا ہے کہ مرہونہ مرتہن کے قبضہ میں بطور امانت ہے۔ اور اس کی ہلاکت کے سبب قرض میں کچھ بھی ساقط نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ رہن مغلق نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ ارشاد گرامی تین بار فرمایا ہے اس کے بعد فرمایا کہ رہن والے کے لئے اس کا نفع ہے۔ اور تاوان بھی اسی پر ہوگا۔

فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ رہن قرض کے سبب سے مضمون نہیں ہے کیونکہ رہن قرض کو مضبوط کرنے والی ہے۔ پس اس کے ہلاک ہونے کے سبب سے دین ساقط نہ ہوگا۔ اور اس کو دستاویز کی ہلاکت پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ مضبوطی کے بعد اس کو محفوظ کرنے کے معانی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح ہلاکت کے سبب قرض کا ساقط ہونا بھی تقاضہ عقد کے خلاف ہے۔ کیونکہ ساقط ہونے کی صورت میں مقصد کا حق ہلاک ہو جائے گا۔ حالانکہ ہلاکت صیانت کی ضد ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مرتہن کے پاس سے ایک گھوڑے کی ہلاکت کے بعد نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تیرا حق ختم ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب رہن مشتبہ ہو جائے تو وہ اسی کے مقابلے میں ہوگی جس کے بدلے میں تھی۔ اور مشائخ فقہاء نے اس معنی کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب رہن کی ہلاکت کے بعد اس کی قیمت مشتبہ ہو جائے اور صحابہ کرام اور تابعین کرام رضی اللہ عنہم نے اس معاملہ پر اجماع کیا ہے کہ رہن مضمون ہے۔ جبکہ رہن کے طریقہ میں ان کے درمیان اختلاف بھی ہے۔ پس امانت کہہ دینا یہ اجماع کی مخالفت ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی کہ رہن مغلق نہیں ہے اس سے مراد کلی طور پر محبوس کرنا ہے۔ جس طرح مشائخ نے کہا ہے کیونکہ رہن مرتہن کی مملوک ہے اور امام سرخسی ہیشیلہ نے اسلاف سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

مرتہن کے لئے وصولی کا قبضہ ثابت ہونے کا بیان

وَلِاَنَّ الثَّابِتَ لِلْمُرْتَهِنِ يَدُ الْاِسْتِيفَاءِ وَهُوَ مِلْكُ الْيَدِ وَالْحَبْسِ ؛ لِاَنَّ الرَّهْنَ يُنْبِءُ عَنِ الْحَبْسِ الدَّائِمِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ) وَقَالَ قَائِلُهُمْ : وَفَارَقَتْكَ بِرَهْنٍ لَا فِكَاكَ لَهُ يَوْمَ الْوَدَاعِ فَاَمْسَى الرَّهْنُ قَدْ غَلِقَا وَالْاَحْكَامُ الشَّرْعِيَّةُ تَنْعَطِفُ عَلَى الْاَلْفَاظِ عَلٰى وَفْقِ الْاَنْبَاءِ، وَلِاَنَّ الرَّهْنَ وَثِيقَةٌ لِجَانِبِ الْاِسْتِيفَاءِ وَهُوَ اَنْ تَكُوْنَ مُوصِلَةً اِلَيْهِ وَذٰلِكَ ثَابِتٌ لَهُ بِمِلْكِ الْيَدِ وَالْحَبْسِ لِيَقَعَ الْاَمْنُ مِنَ الْجُحُوْدِ مَخَافَةَ جُحُوْدِ الْمُرْتَهِنِ الرَّهْنَ، وَلِيَكُوْنَ عَاجِزًا عَنِ الِانْتِفَاعِ بِهِ فَيَتَسَارَعُ اِلٰى قَضَاءِ الدَّيْنِ لِحَاجَتِهِ اَوْ لِضَجَرِهِ، وَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ يَثْبُتُ الْاِسْتِيفَاءُ مِنْ وَجْهٍ وَقَدْ تَقَرَّرَ بِالْهَلَاكِ، فَلَوْ اسْتَوْفَاهُ ثَانِيًا يُؤَدِّي اِلَى الرِّبَا، بِخِلَافِ حَالَةِ الْقِيَامِ ؛ لِاَنَّهُ يَنْقُضُ هٰذَا الْاِسْتِيفَاءَ بِالرَّدِّ عَلَى الرَّاهِنِ فَلَا يَتَكَرَّرُ، وَلَا وَجْهَ اِلَى اسْتِيفَاءِ الْبَاقِي بِدُوْنِهِ ؛ لِاَنَّهُ لَا يُتَصَوَّرُ،

اور یہ بھی دلیل ہے کہ مرتہن کے لئے وصولی کا قبضہ ثابت ہے اور قبضہ کرنے اور محبوس کرنے کا ... ہونا ہے۔

کیونکہ رہن دائمی قید کی خبر دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے کہ ہر نفس اپنے اعمال کے بدلے میں محبوس ہے۔ اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ اے محبوبہ! میں ایسی رہن کے ساتھ تجھ سے الگ ہوا ہوں جس کے لئے رخصتی کے دن نجات نہ ہوگی۔ پھر رہن محبوس ہو چکی ہے۔ اور احکام شرعیہ خبر دینے والے الفاظ کے مطابق مائل ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ رہن کی وصولی مضبوط ہے۔ کیونکہ یہ رہن وصولی تک پہنچانے والی ہے۔

اور ایسا قبضہ ہاتھ میں ملکیت کے ہونے اور قید میں ہونے سے ثابت ہوگا۔ تا کہ انکاری ہونے سے مامون ہو جائے۔ اور مرتہن کا رہن سے انکار کرنے کا خوف بھی اسی کی دلیل ہے کہ اور یہ بھی دلیل ہے کہ راہن مرہونہ چیز سے فائدہ اٹھانے میں بے بس کر دیا گیا ہے، اور وہ اپنی ضرورت اور تنگدستی کے سبب قرض کی ادائیگی کے لئے جلد بازی کرے گا۔

اور یہ صورت مسئلہ اس طرح ہے تو ایک طرح یہ وصول کرنا ثابت ہو جائے گا۔ اور ہلاکت کے سبب تو یہ وصولی اور مضبوط ہو جائے گی۔ اور جب مرتہن دوبارہ اس سے وصول کرے گا تو یہ سود بن جائے گا۔ برخلاف اس صورت مسئلہ کے کہ جب رہن موجود ہو کیونکہ اب راہن کو واپس کرنے میں وصولی ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا وصول کرنا مکرر نہ ہوگا۔ جبکہ قبضہ کے سوا بقیہ کو وصول کرنے کی کیفیت نہیں بنتی۔ کیونکہ اس کا تصور ہی نہیں ہے۔

رہن کی وصولی کا مالیت میں سے ہونے کا بیان

وَالْاِسْتِيفَاءُ يَقَعُ بِالْمَالِيَّةِ اَمَّا الْعَيْنُ فَاَمَانَةٌ حَتّٰى كَانَتْ نَفَقَةُ الْمَرْهُوْنِ عَلَى الرَّاهِنِ فِيْ حَيَاتِهِ وَكَفَنِهِ بَعْدَ مَمَاتِهِ، وَكَذَا قَبْضُ الرَّهْنِ لَا يَنُوْبُ عَنْ قَبْضِ الشِّرَاءِ اِذَا اشْتَرَاهُ الْمُرْتَهِنُ ؛ لِاَنَّ الْعَيْنَ اَمَانَةٌ فَلَا تَنُوْبُ عَنْ قَبْضِ ضَمَانٍ، وَمُوْجِبُ الْعَقْدِ ثُبُوْتُ يَدِ الْاِسْتِيفَاءِ وَهٰذَا يُحَقِّقُ الصِّيَانَةَ، وَاِنْ كَانَ فَرَاغُ الذِّمَّةِ مِنْ ضَرُوْرَاتِهِ كَمَا فِي الْحَوَالَةِ

اور رہن کی وصولی مالیت کے واسطے سے ہو جائے گی جبکہ اس کا عین امانت ہے۔ یہاں تک کہ مرہون کا نفقہ اس کی زندگی میں راہن کی ذمہ داری پر ہے۔ اور اس کے فوت ہو جانے کے بعد اس کا کفن بھی اسی راہن کی ذمہ داری پر ہوگا۔ اور رہن کا قبضہ یہ شراء کے قبضہ کے قائم مقام نہ ہوگا۔

اور جب مرتہن نے رہن کو خرید لیا ہے کیونکہ رہن کا عین امانت ہے۔ پس امانت کا قبضہ یہ ضمان کے قبضہ کے قائم مقام نہ ہوگا کیونکہ رہن کے عقد کو واجب کرتے وصولی کے قبضہ سے ثابت ہونے والا ہے۔ اور یہ قرض کی حفاظت کرنے والا ہے اگر چہ راہن کا ذمہ داری سے فارغ ہو جانا یہ وصولی کی ضروریات میں سے ہے۔ جس طرح حوالہ میں ہوا کرتا ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک رہن کے حکم کا بیان

قَالَ الْحَاصِلُ اَنَّ عِنْدَنَا حُكْمَ الرَّهْنِ صَيْرُوْرَةُ الرَّهْنِ مُحْتَبِسًا بِدَيْنِهِ بِاِثْبَاتِ يَدِ الْاِسْتِيفَاءِ عَلَيْهِ

وَعِنْدَهُ تَعَلُّقُ الدَّيْنِ بِالْعَيْنِ اسْتِيفَاءً مِنْهُ عَيْنًا بِالْبَيْعِ، فَيَخْرُجُ عَلَى هٰذَيْنِ الْأَصْلَيْنِ عِدَّةٌ مِنَ الْمَسَائِلِ الْمُخْتَلَفِ فِيهَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ عَدَدْنَاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى جُمْلَةً : مِنْهَا أَنَّ الرَّاهِنَ مَمْنُوعٌ عَنِ الْاِسْتِرْدَادِ لِلْاِنْتِفَاعِ ؛ لِأَنَّهُ يُفَوِّتُ مُوجَبَهُ وَهُوَ الْاِحْتِبَاسُ عَلَى الدَّوَامِ، وَعِنْدَهُ لَا يُمْنَعُ مِنْهُ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُنَافِي مُوجَبَهُ وَهُوَ تَعَيُّنُهُ لِلْبَيْعِ وَسَيَأْتِيكَ الْبَوَاقِي فِي أَثْنَاءِ الْمَسَائِلِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

مذکورہ عبارت سے حاصل یہ ہوا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک رہن کا حکم یہ ہے کہ رہن مرتہن کے پاس قرض کے بدلے میں مقید ہوتی ہے۔ اور اس پر مرتہن کا قبضہ وصولی کو ثابت کرتا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک رہن کا حکم وصولی کی غرض سے قرض کے عین سے متعلق ہے اور وصولی عین سے بیع کے سبب سے ہوگی۔ اور ان دونوں قوانین کے مطابق بہت سارے مسائل کی جزئیات کی تخریج کی گئی ہے۔ جو فقہاء احناف وشوافع کے درمیان اختلافی ہیں۔ ہم نے کفایہ منتہی میں ان تمام مسائل کو تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ اور ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے۔

راہن کو مرہونہ چیز کو واپس لے کر اس سے نفع اٹھانے سے منع کر دیا جائے گا کیونکہ موجب رہن کے خلاف ہے۔ اور وہ موجب ہمیشگی کے ساتھ مقید کرنا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک راہن کو منع نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ موجب عقد جو ہے یہ رہن کے منافی نہیں ہے۔ اور مرہونہ کو واجب کرنے والے کا بیع کے ساتھ معین ہونا ہے۔ اور بقیہ جزئیات بھی دوران مسائل ان شاء اللہ آپ دیکھ لیں گے۔

رہن کا دین مضمونہ کے بدلے میں صحیح ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ إِلَّا بِدَيْنٍ مَضْمُونٍ) ؛ لِأَنَّ حُكْمَهُ ثُبُوتُ يَدِ الْاِسْتِيفَاءِ، وَالْاِسْتِيفَاءُ يَتْلُو الْوُجُوبَ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : وَيَدْخُلُ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ الرَّهْنُ بِالْأَعْيَانِ الْمَضْمُونَةِ بِأَنْفُسِهَا، فَإِنَّهُ يَصِحُّ الرَّهْنُ بِهَا وَلَا دَيْنَ وَيُمْكِنُ أَنْ يُقَالَ : إِنَّ الْوَاجِبَ الْأَصْلِيَّ فِيهَا هُوَ الْقِيمَةُ وَرَدُّ الْعَيْنِ مُخَلِّصٌ عَلٰى مَا عَلَيْهِ أَكْثَرُ الْمَشَايِخِ وَهُوَ دَيْنٌ وَلِهٰذَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِهَا، وَلَئِنْ كَانَ لَا يَجِبُ إِلَّا بَعْدَ الْهَلَاكِ وَلٰكِنَّهُ يَجِبُ عِنْدَ الْهَلَاكِ بِالْقَبْضِ السَّابِقِ، وَلِهٰذَا تُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ يَوْمَ الْقَبْضِ فَيَكُونُ رَهْنًا بَعْدَ وُجُودِ سَبَبِ وُجُوبِهِ فَيَصِحُّ كَمَا فِي الْكَفَالَةِ، وَلِهٰذَا لَا تَبْطُلُ الْحَوَالَةُ الْمُقَيَّدَةُ بِهِ بِهَلَاكِهِ، بِخِلَافِ الْوَدِيعَةِ،

فرمایا کہ رہن دین مضمونہ کے بدلے میں صحیح ہوگی کیونکہ رہن کا حکم وصولی کو ثابت کرنے والا ہے۔ اور اس کا پورا ہونا یہ وجوب کے بعد آتا ہے۔ مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس لفظ پر ان اعیان کے مطابق اشکال وارد ہونے والا ہے جو خود بہ خود مضمون ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بدلے میں رہن صحیح ہے۔ حالانکہ وہ دین نہیں ہے۔

ممکن ہے کہ اس کا جواب اس طرح دیا جائے کہ مذکورہ اعیان میں اصلی موجب ان کی قیمت ہے۔ اور عین کو واپس کرنا ثابت ہوگی اسی تفصیل کے مطابق جس کو اکثر مشائخ نے بیان کیا ہے۔ اور قیمت دین ہے۔ کیونکہ انہی اعیان کا کفیل بھی ثابت ہے۔ اور قیمت اگرچہ مغصوبہ چیز کی ہلاکت کے بعد واجب ہوا کرتی ہے مگر ہلاکت کے وقت وہ گزشتہ قبضہ کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ مغصوبہ میں قبضہ والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ پس وہ وجوب کے سبب کے بعد وجود پانے کی جانب حالت میں رہن ہوگی۔ اور وہ رہن درست ہوگی جس طرح کفالہ ہے اور اسی دلیل کے سبب سے عین مغصوبہ کے ساتھ مقید کیے گئے حوالہ اس کی ہلاکت ہونے سے باطل نہ ہوگا جبکہ ودیعت میں ایسا نہیں ہے۔

مرہونہ کا رہن کی قیمت سے تھوڑا ضمان ہونے کا بیان

قَالَ (وَهُوَ مَضْمُوْنٌ بِالْاَقَلِّ مِنْ قِيمَتِهِ وَمِنَ الدَّيْنِ، فَإِذَا هَلَكَ فِيْ يَدِ الْمُرْتَهِنِ، وَقِيمَتُهُ وَالدَّيْنُ سَوَاءٌ صَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ، وَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ اَكْثَرَ فَالْفَضْلُ اَمَانَةٌ فِيْ يَدِهِ) ؛ لِاَنَّ الْمَضْمُوْنَ بِقَدْرِ مَا يَقَعُ بِهِ الْاِسْتِيفَاءُ وَذَاكَ بِقَدْرِ الدَّيْنِ،(وَإِنْ كَانَتْ اَقَلَّ سَقَطَ مِنَ الدَّيْنِ بِقَدْرِهِ وَرَجَعَ الْمُرْتَهِنُ بِالْفَضْلِ) ؛ لِاَنَّ الْاِسْتِيفَاءَ بِقَدْرِ الْمَالِيَّةِ وَقَالَ زُفَرُ : الرَّهْنُ مَضْمُوْنٌ بِالْقِيمَةِ، حَتّٰى لَوْ هَلَكَ الرَّهْنُ، وَقِيمَتُهُ يَوْمَ الرَّهْنِ اَلْفٌ وَخَمْسُمِائَةٍ وَالدَّيْنُ اَلْفٌ رَجَعَ الرَّاهِنُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ بِخَمْسِمِائَةٍ لَهُ حَدِيثُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ " يَتَرَادَّانِ الْفَضْلَ فِي الرَّهْنِ " وَلِاَنَّ الزِّيَادَةَ عَلَى الدَّيْنِ مَرْهُوْنَةٌ لِكَوْنِهَا مَحْبُوسَةً بِهِ فَتَكُوْنُ مَضْمُوْنَةً اعْتِبَارًا بِقَدْرِ الدَّيْنِ وَمَذْهَبُنَا مَرْوِيٌّ عَنْ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَلِاَنَّ يَدَ الْمُرْتَهِنِ يَدُ الْاِسْتِيفَاءِ فَلَا تُوجِبُ الضَّمَانَ اِلَّا بِالْقَدْرِ الْمُسْتَوْفِيْ كَمَا فِيْ حَقِيقَةِ الْاِسْتِيفَاءِ، وَالزِّيَادَةُ مَرْهُوْنَةٌ بِهِ ضَرُوْرَةَ امْتِنَاعِ حَبْسِ الْاَصْلِ بِدُوْنِهَا وَلَا ضَرُوْرَةَ فِيْ حَقِّ الضَّمَانِ وَالْمُرَادُ بِالتَّرَادِّ فِيمَا يُرْوٰى حَالَةَ الْبَيْعِ، فَاِنَّهُ رُوِيَ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ : الْمُرْتَهِنُ اَمِينٌ فِي الْفَضْلِ .

فرمایا کہ مرہونہ رہن کی قیمت اور قرض کی قیمت کے ساتھ مضمون ہوگا۔ کیونکہ جب مرہونہ مرتہن کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے اور اس کی قیمت اور قرض برابر ہو۔ تو مرتہن اپنے قرض کو وصول کرنے والا ہوگا۔ اور جب رہن کی قیمت زیادہ ہے تو وہ زیادتی امانت ہے۔ کیونکہ مضمون اسی مقدار میں ہوگا۔ جس مقدار میں پورا واقع ہوا ہے۔ اور وہ مقدار قرض کے برابر ہوگی۔

اور جب رہن کی قیمت قرض سے کم ہے تو اسی مقدار کے مطابق قرض ساقط ہو جائے گا۔ اور مرتہن راہن سے زائد کو واپس لائے گا۔ کیونکہ اس کو پورا کرنا یہ مال کے برابر ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ رہن مضمون بہ قیمت ہے۔ حتیٰ کہ جب رہن ہلاک ہو جائے اور اس کی قیمت رہن کے دن پندرہ سو تھی۔ اور قرض ایک ہزار ہے تو مرتہن راہن سے پانچ سو واپس لے گا۔ ان کی دلیل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث

ہے۔انہوں نے فرمایا ہے کہ راہن مرتہن میں زیادتی کو ایک دوسرے سے واپس لیں گے۔کیونکہ قرض پر زیادتی مرہونات ہے اور اسلئے بھی زیادتی قرض کے بدلے میں مقید کی ہوئی ہے۔پس قرض پر قیاس کرتے ہوئے وہ بھی قابل ضمان ہوگی۔

ہمارا مذہب حضرت عمر، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کیونکہ مرتہن کا قبضہ وصولی کے لئے قبضہ ہے۔پس یہ وصول کردہ مقدار میں ہی ضمان کو واجب کرنے والا ہوگا۔جس طرح حقیقی طور پر پورا کرتا ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کی بیان کردہ حدیث لفظ "تراد" سے بیع کی کیفیت مراد ہے کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ مرتہن زائد کے حق میں امانت والا ہے۔کیونکہ رہن باقی ہے۔

مرتہن کے لئے مطالبہ قرض کا حق ہونے کا بیان

قَالَ (وَلِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يُطَالِبَ الرَّاهِنَ بِدَيْنِهِ وَيَحْبِسَهُ بِهِ) ؛ لِاَنَّ حَقَّهُ بَاقٍ بَعْدَ الرَّهْنِ وَالرَّهْنُ لِزِيَادَةِ الصِّيَانَةِ فَلَا تَمْتَنِعُ بِهِ الْمُطَالَبَةُ، وَالْحَبْسُ جَزَاءُ الظُّلْمِ، فَإِذَا ظَهَرَ مَطْلُهُ عِنْدَ الْقَاضِي يَحْبِسُهُ كَمَا بَيَّنَّاهُ عَلَى التَّفْصِيلِ فِيمَا تَقَدَّمَ،

(وَإِذَا طَلَبَ الْمُرْتَهِنُ دَيْنَهُ يُؤْمَرُ بِإِحْضَارِ الرَّهْنِ) ؛ لِاَنَّ قَبْضَ الرَّهْنِ قَبْضُ اسْتِيفَاءٍ فَلَا يَجُوزُ اَنْ يَقْبِضَ مَالَهُ مَعَ قِيَامِ يَدِ الِاسْتِيفَاءِ ؛ لِاَنَّهُ يَتَكَرَّرُ الِاسْتِيفَاءُ عَلَى اعْتِبَارِ الْهَلَاكِ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ وَهُوَ مُحْتَمَلٌ

(وَإِذَا اُحْضِرَ اُمِرَ الرَّاهِنُ بِتَسْلِيمِ الدَّيْنِ اِلَيْهِ اَوَّلًا) لِيَتَعَيَّنَ حَقُّهُ كَمَا تَعَيَّنَ حَقُّ الرَّاهِنِ تَحْقِيقًا لِلتَّسْوِيَةِ كَمَا فِي تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ وَالثَّمَنِ يُحْضَرُ الْمَبِيعُ ثُمَّ يُسَلَّمُ الثَّمَنُ اَوَّلًا،

فرمایا کہ مرتہن کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ راہن سے اپنے قرض کو طلب کرے۔اور قرض کے سبب اس کو قید کروا دے کیونکہ رہن کے بعد بھی مرتہن کا حق باقی ہے۔کیونکہ رہن تو حفاظت میں زیادتی کے سبب ہوا کرتی ہے۔پس اس سے مطالبہ منع نہ ہوگا اور قید اس کے ظلم کی سزا ہے۔پس جب قاضی کے ہاں راہن کا ٹال مٹول کرنا کھل کر سامنے آجائے گا تو قاضی اس راہن کو قید میں ڈال دے گا اسی تفصیل کے ساتھ جس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مرتہن نے اپنے قرض کا مطالبہ کیا ہے تو اس کو رہن کو حاضر کرنے کا حکم دیا جائے گا۔کیونکہ رہن کا قبضہ یہ وصولی پانے کا قبضہ ہوتا ہے۔پس مکمل قبضہ کے ہوتے ہوئے مرتہن کے لئے اپنے مال پر قبضہ کرنا جائز نہ ہوگا۔کیونکہ اس طرح کرنے سے وصولی میں تکرار آجائے گا۔اور مرتہن کے قبضہ میں ہلاکت کا اعتبار کیا گیا ہے۔کیونکہ ہلاکت کا احتمال بھی ہے۔اور جب مرتہن رہن کو حاضر کردے۔تو سب سے پہلے راہن کو قرض حوالے کرنے کا حکم دیا جائے گا۔کہ مرتہن کا حق معین ہو جائے جس طرح راہن کا حق معین ہو چکا ہے۔اس لئے بھی مساوات قائم ہو جائے۔جس طرح مبیع اور ثمن کو حوالے کرنے کے لئے مبیع کو حاضر کر دیا جاتا ہے۔اور اس کے بعد پہلے ثمن کو حوالے کر دیا جاتا ہے۔

شہر عقد کے سوا راہن سے دین کا مطالبہ کرنے کا بیان

(وَإِنْ طَالَبَهُ بِالدَّيْنِ فِي غَيْرِ الْبَلَدِ الَّذِي وَقَعَ الْعَقْدُ فِيهِ، إِنْ كَانَ الرَّهْنُ مِمَّا لَا حَمْلَ لَهُ وَلَا مُؤْنَةَ، فَكَذَلِكَ الْجَوَابُ) ؛ لِأَنَّ الْأَمَاكِنَ كُلَّهَا فِي حَقِّ التَّسْلِيمِ كَمَكَانٍ وَاحِدٍ فِيمَا لَيْسَ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ ؛ وَلِهَذَا لَا يُشْتَرَطُ بَيَانُ مَكَانِ الْإِيفَاءِ فِيهِ فِي بَابِ السَّلَمِ بِالْإِجْمَاعِ (وَإِنْ كَانَ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ يَسْتَوْفِي دَيْنَهُ وَلَا يُكَلَّفُ إِحْضَارَ الرَّهْنِ) ؛ لِأَنَّ هَذَا نَقْلٌ، وَالْوَاجِبُ عَلَيْهِ التَّسْلِيمُ بِمَعْنَى التَّخْلِيَةِ، لَا النَّقْلُ مِنْ مَكَانٍ إِلَى مَكَانٍ ؛ لِأَنَّهُ يَتَضَرَّرُ بِهِ زِيَادَةَ الضَّرَرِ وَلَمْ يَلْتَزِمْهُ .

اور جب مرتہن نے رہن کا عقد جس میں شہر میں ہوا تھا اس کے سوا کسی دوسرے شہر میں دین کو طلب کرلیا ہے تو اب اگر رہن ایسی چیزوں میں سے ہے جن کا بوجھ یا مشقت نہیں ہے تو وہی حکم ہوگا۔ کیونکہ جن چیزوں کو اٹھانے میں مدد کی ضرورت نہیں ہوتی تو ان کو حوالے کرنا ہر جگہ پر ایک مقام کی طرح ہوتا ہے۔ اسی دلیل کے سبب باب سلم میں ایسی چیز کو ادا کرنے میں مکان کی شرط نہیں لگائی گئی۔

اور جب رہن کے لئے اٹھانے اور مدد کی ضرورت لازم ہو تو مرتہن اپنا قرض وصول کرلے گا اور اس کو رہن حاضر کرنے کی تکلیف نہ دی جائے گی۔ کیونکہ یہ نقل ہے جبکہ مرتہن پر واجب یہ ہے کہ وہ محض خالی طریقے سے مال سپرد کروائے۔ جبکہ ایک مقام سے دوسرے پر منتقل کرنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے مرتہن کو نقصان زیادہ پہنچنے والا ہے۔ جبکہ نقصان کو برداشت کرنے کو لازم نہیں کیا گیا ہے۔

راہن کا مرہونہ کی بیع پر کسی عادل کو مسلط کرنے کا بیان

(وَلَوْ سَلَّطَ الرَّاهِنُ الْعَدْلَ عَلَى بَيْعِ الْمَرْهُونِ فَبَاعَهُ بِنَقْدٍ أَوْ نَسِيئَةٍ جَازَ) لِإِطْلَاقِ الْأَمْرِ (فَلَوْ طَالَبَ الْمُرْتَهِنُ بِالدَّيْنِ لَا يُكَلَّفُ الْمُرْتَهِنُ إِحْضَارَ الرَّهْنِ) ؛ لِأَنَّهُ لَا قُدْرَةَ لَهُ عَلَى الْإِحْضَارِ (وَكَذَا إِذَا أَمَرَ الْمُرْتَهِنُ بِبَيْعِهِ فَبَاعَهُ وَلَمْ يَقْبِضْ الثَّمَنَ) ؛ لِأَنَّهُ صَارَ دَيْنًا بِالْبَيْعِ بِأَمْرِ الرَّاهِنِ، فَصَارَ كَأَنَّ الرَّاهِنَ رَهَنَهُ وَهُوَ دَيْنٌ (وَلَوْ قَبَضَهُ يُكَلَّفُ إِحْضَارَهُ لِقِيَامِ الْبَدَلِ مَقَامَ الْمُبْدَلِ) ؛ لِأَنَّ الَّذِي يَتَوَلَّى قَبْضَ الثَّمَنِ هُوَ الْمُرْتَهِنُ ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الْعَاقِدُ فَتَرْجِعُ الْحُقُوقُ إِلَيْهِ، وَكَمَا يُكَلَّفُ إِحْضَارَ الرَّهْنِ لِاسْتِيفَاءِ كُلِّ الدَّيْنِ يُكَلَّفُ لِاسْتِيفَاءِ نَجْمٍ قَدْ حَلَّ لِاحْتِمَالِ الْهَلَاكِ، ثُمَّ إِذَا قَبَضَ الثَّمَنَ يُؤْمَرُ بِإِحْضَارِهِ لِاسْتِيفَاءِ الدَّيْنِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْعَيْنِ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَتَلَ رَجُلٌ الْعَبْدَ الرَّهْنَ خَطَأً حَتَّى قَضَى بِهِ بِالْقِيمَةِ عَلَى عَاقِلَتِهِ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ لَمْ يُجْبَرْ الرَّاهِنُ

عَلٰى قَضَاءِ الدَّيْنِ حَتّٰى يُحْضِرَ كُلَّ الْقِيمَةِ ؛ لِاَنَّ الْقِيمَةَ خَلَفٌ عَنِ الرَّهْنِ فَلَا بُدَّ مِنْ اِحْضَارِ كُلِّهَا كَمَا لَا بُدَّ مِنْ اِحْضَارِ كُلِّ عَيْنِ الرَّهْنِ وَمَا صَارَتْ قِيمَةً بِفِعْلِهِ، وَفِيمَا تَقَدَّمَ صَارَ دَيْنًا بِفِعْلِ الرَّاهِنِ فَلِهٰذَا افْتَرَقَا،

اور جب راہن کسی عدل کرنے والے بندے کو مرہونہ چیز کی بیع پر مسلط کر دیا ہے اور اس نے اس کو نقدی یا ادھار کے ساتھ بیچ دیا ہے۔ تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ یہاں امر مطلق طور پر ہے۔ اور اس کے بعد جب مرتہن نے قرض کا مطالبہ کر دیا ہے تو اس کو رہن حاضر کرنے پر مکلف نہ کیا جائے گا کیونکہ اب رہن کو حاضر کرنے پر قدرت نہ رہی ہے۔

اور اسی طرح جب راہن نے مرتہن کو مرہونہ چیز کی بیع کا حکم دیا ہے۔ اور اس نے اس کو بیچ دیا ہے۔ لیکن اس نے قیمت پر قبضہ نہیں کیا ہے کیونکہ راہن کے حکم سے بیچنے کے سبب مرہونہ دین بن گیا ہے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب راہن نے اس کو اس حال میں رہن رکھا ہے۔ کہ وہ دین تھا۔ اور جب مرتہن نے قیمت پر قبضہ کر لیا ہے تو اس کو حاضر کرنے کا مکلف نہیں کیا جائے گا کیونکہ بدل مبدل منہ کے قائم مقام ہوتا ہے۔ جبکہ قیمت پر قبضہ کرنے کا متولی مرتہن ہی بنے گا کیونکہ عقد کرنے والا وہی ہے۔ پس بیع کے حقوق اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں۔ جس طرح سارا قرض وصول کرنے کے لئے مرتہن کو رہن حاضر کرنے کا مکلف بنایا جاتا ہے۔ پس اسی طرح اس ایک قسط کو وصول کرنے کے لئے بھی اس کو ثمن حاضر کرنے کے لئے حکم دیا جائے گا۔ کیونکہ ثمن عین کے قائم مقام ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے جب کسی بندے مرہون غلام کو غلطی سے قتل کر دیا ہے حتیٰ کہ اس کی عاقلہ پر تین سال تک قیمت کا فیصلہ کر دیا گیا ہے تو راہن کو قرض کی ادائیگی پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ جب تک مرتہن ساری قیمت ادا نہ کر دے۔ اس لئے کہ یہی قیمت رہن کا بدلہ ہے۔ پس ساری قیمت کو حاضر کرنا لازم ہے۔ جس طرح پورے عین رہن کو لانا لازم ہے۔ جبکہ یہاں رہن کے عین سے قیمت نہیں بنی بلکہ اس سے قبل بیان کردہ مسئلہ میں راہن کے فعل سے دین رہن بنا ہے پس یہ دونوں مسائل ایک دوسرے سے الگ الگ ہو جائیں گے۔

راہن کا عادل کے پاس رہن رکھنے کا بیان

(وَلَوْ وَضَعَ الرَّهْنَ عَلٰى يَدِ الْعَدْلِ وَاَمَرَ اَنْ يُودِعَهُ غَيْرَهُ فَفَعَلَ ثُمَّ جَاءَ الْمُرْتَهِنُ يَطْلُبُ دَيْنَهُ لَا يُكَلَّفُ اِحْضَارَ الرَّهْنِ) ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يُؤْتَمَنْ عَلَيْهِ حَيْثُ وُضِعَ عَلٰى يَدِ غَيْرِهِ فَلَمْ يَكُنْ تَسْلِيمُهُ فِي قُدْرَتِهِ (وَلَوْ وَضَعَهُ الْعَدْلُ فِي يَدِ مَنْ فِي عِيَالِهِ وَغَابَ وَطَلَبَ الْمُرْتَهِنُ دَيْنَهُ وَالَّذِي فِي يَدِهِ يَقُولُ اَوْدَعَنِي فُلَانٌ وَلَا اَدْرِي لِمَنْ هُوَ يُجْبَرُ الرَّاهِنُ عَلٰى قَضَاءِ الدَّيْنِ) ؛ لِاَنَّ اِحْضَارَ الرَّهْنِ لَيْسَ عَلَى الْمُرْتَهِنِ ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يَقْبِضْ شَيْئًا . (وَكَذٰلِكَ اِذَا غَابَ الْعَدْلُ بِالرَّهْنِ وَلَا يُدْرٰى اَيْنَ هُوَ) لِمَا قُلْنَا،

اور جب راہن نے کسی عادل آدمی کے پاس رہن کو رکھا ہے اور اس کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کو کسی دوسرے کے ہاں ودیعت رکھ دے۔ اور اس نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد مرتہن اپنا قرض طلب کرنے آیا ہے۔ تو اس کو رہن حاضر کرنے کا مکلف نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اس پر کوئی اعتماد ہی نہیں کیا گیا کیونکہ راہن نے اسی وجہ سے اس کے سوا کسی کے ہاں رہن رکھی ہے۔ پس مرتہن کے بس میں نہیں رہا ہے کہ وہ رہن کو اس کے حوالے کر دے۔

اور جب اس عادل بندے نے رہن کو کسی ایسے شخص کے پاس رکھا ہے۔ جو اس کی کفالت میں ہے۔ اور خود وہ عادل غائب ہو چکا ہے۔ اور مرتہن نے اپنے قرض کو طلب کر لیا ہے۔ اور جس بندے کے پاس رہن ہے وہ اس طرح کہتا ہے کہ فلاں آدمی نے اس کو میرے پاس ودیعت رکھا ہے۔ اور مجھے پتہ نہیں ہے کہ یہ کس کا ہے۔ تو اب راہن کو قرض کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے گا۔ کیونکہ رہن کو حاضر کرنا یہ مرتہن کے ذمہ داری پر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو کسی چیز پر قبضہ کرنے والا ہی نہیں ہے۔

اور اسی طرح جب عادل رہن کو لے کر غائب ہو گیا ہے اور پتہ بھی نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے تو اسی دلیل کے مطابق حکم ہوگا جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

عادل کی ودیعت کردہ رہن کا انکار ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ اَنَّ الَّذِیْ اَوْدَعَهُ الْعَدْلُ جَحَدَ الرَّهْنَ وَقَالَ هُوَ مَالِیْ لَمْ یَرْجِعِ الْمُرْتَهِنُ عَلَی الرَّاهِنِ بِشَیْءٍ حَتّٰی یَثْبُتَ كَوْنُهُ رَهْنًا) ؛ لِاَنَّهُ لَمَّا جَحَدَ الرَّهْنَ فَقَدْ تَوِیَ الْمَالُ وَالتَّوٰی عَلَی الْمُرْتَهِنِ فَیَتَحَقَّقُ اسْتِیفَاءُ الدَّیْنِ وَلَا یَمْلِكُ الْمُطَالَبَةَ بِهِ.

اور جس بندے کے پاس عادل نے رہن کو بطور ودیعت رکھا ہے وہ شخص رہن کا انکار کر دے اور وہ اس طرح کہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے۔ تو مرتہن راہن سے واپس کچھ نہ لے گا۔ حتیٰ کہ وہ اس کا رہن ہونا ثابت کر دے۔ کیونکہ جب مودع نے انکار کر دیا ہے تو وہ مال ہلاک ہو چکا ہے۔ اور وہ ہلاکت مرتہن کے ذمہ پر ہوتی ہے۔ پس قرض کی وصولی ثابت ہو جائے گی۔ اور وہ مرتہن دین کو طلب کرنے کا حقدار نہ رہے گا۔

مرتہن کا مرہونہ کو بیچنے کا اختیار راہن کو نہ دینے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ كَانَ الرَّهْنُ فِیْ یَدِهٖ لَیْسَ عَلَیْهِ اَنْ یُمَكِّنَهُ مِنَ الْبَیْعِ حَتّٰی یَقْضِیَهُ الدَّیْنَ) ؛ لِاَنَّ حُكْمَهُ الْحَبْسُ الدَّائِمُ اِلٰی اَنْ یَقْضِیَ الدَّیْنَ عَلٰی مَا بَیَّنَّاهُ (وَلَوْ قَضَاهُ الْبَعْضَ فَلَهٗ اَنْ یَحْبِسَ كُلَّ الرَّهْنِ حَتّٰی یَسْتَوْفِیَ الْبَقِیَّةَ) اعْتِبَارًا بِحَبْسِ الْمَبِیعِ (فَاِذَا قَضَاهُ الدَّیْنَ قِیلَ لَهٗ سَلِّمِ الرَّهْنَ اِلَیْهِ) ؛ لِاَنَّهُ زَالَ الْمَانِعُ مِنَ التَّسْلِیمِ لِوُصُولِ الْحَقِّ اِلٰی مُسْتَحِقِّهِ (فَلَوْ هَلَكَ قَبْلَ التَّسْلِیمِ اسْتَرَدَّ الرَّاهِنُ مَا قَضَاهُ) ؛ لِاَنَّهُ صَارَ مُسْتَوْفِیًا عِنْدَ الْهَلَاكِ بِالْقَبْضِ السَّابِقِ، فَكَانَ الثَّانِی اسْتِیفَاءً بَعْدَ اسْتِیفَاءٍ فَیَجِبُ رَدُّهُ،

اور جب رہن مرتہن کے قبضہ میں ہے تو مرتہن پر یہ لازم نہ ہوگا کہ وہ راہن کو بیچنے کا اختیار دے۔ جب تک راہن اس کا قرض ادا نہ کردے۔ کیونکہ قرض کی ادائیگی تک رہن کو قید میں رکھنے کا حکم دائمی طور پر ہے۔ اسی تفصیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب راہن نے مرتہن کو بعض رہن ادا کردی ہے تو اس کے لئے یہ حق ہوگا کہ وہ بقیہ کی وصولی تک ساری رہن کو روک دے اور اس کو مبیع کو قید میں رکھنے پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد جب راہن نے مرتہن کو سارا قرض ادا کردیا ہے تو اب مرتہن سے کہا جائے گا۔ کہ رہن کو حوالے کرو۔ کیونکہ سپرد کرنے سے مانع ہونے والی چیز تو ختم ہوچکی ہے۔ کیونکہ حق اپنے حقدار تک پہنچ گیا ہے۔ اور اگر حوالے کرنے سے پہلے ہی رہن ہلاک ہوگئی ہے تو راہن مرتہن سے وہی چیز لینے والا بنے گا جس اس نے مرتہن کو دی ہے۔ کیونکہ ہلاکت کے سبب گزشتہ قبضہ کے سبب سے مرتہن نے اپنا حق وصول کرلیا ہے۔ جبکہ دوبارہ وصول کرنا یہ وصولی کے بعد وصولی ہے۔ پس اس کا واپس کرنا لازم ہوگا۔

راہن ومرتہن کا رہن کو فسخ کرنے کا بیان

(وَكَذٰلِكَ لَوْ تَفَاسَخَا الرَّهْنَ لَهُ حَبْسُهُ مَا لَمْ يَقْبِضِ الدَّيْنَ اَوْ يُبْرِئْهُ، وَلَا يَبْطُلُ الرَّهْنُ اِلَّا بِالرَّدِّ عَلَى الرَّاهِنِ عَلٰى وَجْهِ الْفَسْخِ) ؛ لِاَنَّهُ يَبْقَى مَضْمُونًا مَا بَقِيَ الْقَبْضُ وَالدَّيْنُ (وَلَوْ هَلَكَ فِيْ يَدِهِ سَقَطَ الدَّيْنُ اِذَا كَانَ بِهِ وَفَاءٌ بِالدَّيْنِ) لِبَقَاءِ الرَّهْنِ،

اور اسی طرح جب راہن اور مرتہن نے رہن کو فسخ کردیا ہے تو مرتہن کو حق حاصل ہوگا کہ وہ رہن کو قبضہ میں رکھے حتیٰ کہ وہ قرض پر قبضہ کرلے یا راہن کو اس سے بری کردے۔ اور رہن راہن کے بطور فسخ واپس کرنے سے باطل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ جب تک قبضہ اور قرض باقی رہتا ہے اس وقت تک رہن کا ضمان باقی رہتا ہے۔ جب رہن مرتہن کے قبضہ میں ہلاک ہوجائے تو قرض ساقط ہوجائے گا۔ ہاں البتہ شرط یہ ہے کہ اس سے قرض کو ادا کرنا ممکن ہو۔

مرتہن کے لئے رہن سے نفع اٹھانے کی ممانعت کا بیان

(وَلَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَنْتَفِعَ بِالرَّهْنِ لَا بِاسْتِخْدَامٍ، وَلَا بِسُكْنَى وَلَا لُبْسٍ، اِلَّا اَنْ يَاْذَنَ لَهُ الْمَالِكُ) ؛ لِاَنَّ لَهُ حَقَّ الْحَبْسِ دُوْنَ الِانْتِفَاعِ (وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَبِيعَ اِلَّا بِتَسْلِيطٍ مِنَ الرَّاهِنِ، وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يُؤَاجِرَ وَيُعِيرَ) ؛ لِاَنَّهُ لَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ الِانْتِفَاعِ بِنَفْسِهِ فَلَا يَمْلِكُ تَسْلِيطَ غَيْرِهِ عَلَيْهِ، فَاِنْ فَعَلَ كَانَ مُتَعَدِّيًا، وَلَا يَبْطُلُ عَقْدُ الرَّهْنِ بِالتَّعَدِّي .

اور مرتہن کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ رہن سے فائدہ اٹھائے خواہ یہ فائدہ بطور خدمت ہو یا رہنے کے لئے یا پہننے کے طور پر ہو۔ ہاں البتہ جب مالک اس کی اجازت دے دیتا ہے کیونکہ مرتہن کا صرف قید میں رکھنے کا حق ہے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ جب اس کو خود اس پر ولایت حاصل نہیں ہے تو اس کے لئے کسی دوسرے کو اس پر مسلط کردینے کا حق بھی نہ ہوگا۔

اور اگر اس نے اس طرح کیا ہے تو وہ زیادتی کرنے والا ہے ہاں البتہ اس کے ظلم کے سبب رہن کا عقد باطل نہ ہوگا۔

مرتہن کا مرہونہ کی حفاظت خود کرنے یا کرانے کا بیان

قَالَ (وَلِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَحْفَظَ الرَّهْنَ بِنَفْسِهِ وَزَوْجَتِهِ وَوَلَدِهِ وَخَادِمِهِ الَّذِي فِي عِيَالِهِ) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَعْنَاهُ اَنْ يَكُوْنَ الْوَلَدُ فِي عِيَالِهِ اَيْضًا، وَهٰذَا؛ لِاَنَّ عَيْنَهُ اَمَانَةٌ فِي يَدِهِ فَصَارَ كَالْوَدِيعَةِ (وَاِنْ حَفِظَهُ بِغَيْرِ مَنْ فِي عِيَالِهِ اَوْ اَوْدَعَهُ ضَمِنَ) هَلْ يَضْمَنُ الثَّانِي فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ، وَقَدْ بَيَّنَّا جَمِيعَ ذٰلِكَ بِدَلَائِلِهِ فِي الْوَدِيعَةِ (وَاِذَا تَعَدَّى الْمُرْتَهِنُ فِي الرَّهْنِ ضَمِنَهُ ضَمَانَ الْغَصْبِ بِجَمِيعِ قِيمَتِهِ)؛ لِاَنَّ الزِّيَادَةَ عَلَى مِقْدَارِ الدَّيْنِ اَمَانَةٌ، وَالْاَمَانَاتُ تُضْمَنُ بِالتَّعَدِّي،

اور مرتہن کا مرہونہ کی حفاظت کرنا خود اس کے لئے جائز ہے اور اسی طرح اس کی بیوی، لڑکا یا غلام یا جو بھی اس کی تربیت میں ہے اس سے وہ حفاظت کرائے تو یہ بھی جائز ہے۔

مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے لڑکا بھی اس کی تربیت میں ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ رہن کا عین مرتہن کے قبضہ میں امانت ہے۔ پس یہ ودیعت کی طرح ہو جائے گا۔ اور جب کسی ایسے بندے نے رہن کی حفاظت کی ہے جو مرتہن کے عیال میں سے نہیں ہے یا مرتہن نے اس کے ہاں بطور ودیعت رکھی ہے تو وہ ضامن ہوگا۔ اور کیا وہ دوسرا بندہ بھی ضامن ہو گا یا نہیں ہوگا تو اس میں اختلاف ہے۔ اور ہم نے اس مسئلہ کو سارے ادلہ کے ساتھ کتاب ودیعت میں بیان کر دیا ہے۔

اور جب مرتہن نے رہن کے اندر زیادتی کی تو مرتہن غصب والے ضمان کی طرح اس کی ساری قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ قرض کی مقدار پر جو زیادتی ہے وہ امانت ہے۔ اور ظلم کے سبب امانات بھی قابل ضمان ہو جاتی ہیں۔

راہن کا مرتہن کے پاس انگوٹھی رکھنے کا بیان

(وَلَوْ رَهَنَهُ خَاتَمًا فَجَعَلَهُ فِي خِنْصَرِهِ فَهُوَ ضَامِنٌ)؛ لِاَنَّهُ مُتَعَدٍّ بِالِاسْتِعْمَالِ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُ مَاْذُوْنٍ فِيهِ، وَاِنَّمَا الْاِذْنُ بِالْحِفْظِ وَالْيُمْنَى وَالْيُسْرَى فِي ذٰلِكَ سَوَاءٌ؛ لِاَنَّ الْعَادَةَ فِيهِ مُخْتَلِفَةٌ، (وَلَوْ جَعَلَهُ فِي بَقِيَّةِ الْاَصَابِعِ كَانَ رَهْنًا بِمَا فِيهِ)؛ لِاَنَّهُ لَا يُلْبَسُ كَذٰلِكَ عَادَةً فَكَانَ مِنْ بَابِ الْحِفْظِ، وَكَذَا الطَّيْلَسَانُ اِنْ لَبِسَهُ لُبْسًا مُعْتَادًا ضَمِنَ، وَاِنْ وَضَعَهُ عَلَى عَاتِقِهِ لَمْ يَضْمَنْ (وَلَوْ رَهَنَهُ سَيْفَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً فَتَقَلَّدَهَا لَمْ يَضْمَنْ فِي الثَّلَاثَةِ وَضَمِنَ فِي السَّيْفَيْنِ)؛ لِاَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ بَيْنَ الشُّجْعَانِ بِتَقَلُّدِ السَّيْفَيْنِ فِي الْحَرْبِ وَلَمْ تَجْرِ بِتَقَلُّدِ الثَّلَاثَةِ، وَاِنْ لَبِسَ خَاتَمًا فَوْقَ خَاتَمٍ، اِنْ كَانَ هُوَ مِمَّنْ يَتَجَمَّلُ بِلُبْسِ خَاتَمَيْنِ ضَمِنَ، وَاِنْ كَانَ لَا يَتَجَمَّلُ بِذٰلِكَ فَهُوَ حَافِظٌ

فَلَا يَضْمَنُ

اور جب راہن نے مرتہن کے پاس انگوٹھی کو رہن کے طور پر رکھ دیا ہے اور مرتہن نے اس کو اپنی خنصر انگلی میں ڈال لیا ہے تو وہ ضامن ہوگا۔ کیونکہ استعمال کرتے ہوئے اس نے زیادتی کی ہے۔ اس لئے کہ اس کو استعمال کی اجازت نہ تھی۔ اور اجازت صرف حفاظت کے طور پر دی جاتی ہے۔ اور اس بارے میں دایاں اور بایاں ہاتھ یہ دونوں ایک حکم میں ہیں۔ کیونکہ انگوٹھی کو پہننے کے اعتبار سے لوگوں میں رواج مختلف ہے۔

اور جب اس نے دوسری انگلیوں میں انگوٹھی کر پہنا ہے تو وہ اس مقدار کے ساتھ رہن ہوگی۔ جس میں وہ ہے۔ کیونکہ عام طور پر اس طرح انگوٹھی کو نہیں پہنا جاتا۔ پس یہ حفاظت کے حکم میں ہوگی۔ اور اسی طرح جب اس نے ایک حد کے مطابق چادر کو پہن لیا ہے تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اگر اس نے اس کو کاندھے پر رکھ لیا ہے تو وہ ضامن نہیں بنے گا۔

اور جب راہن شخص نے دو تلواریں یا تین تلواریں رہن میں رکھ دی ہیں اور مرتہن نے ان کو گلے میں لٹکا لیا ہے تو تین کی صورت میں تو وہ ضامن نہ بن سکے گا جبکہ دو تلواروں میں وہ ضامن بن جائے گا۔ کیونکہ جنگ کے دوران دو تلواروں کو لٹکانا یہ بہادر لوگوں کی نشانی ہے۔ تین میں کوئی علامت نہیں ہے۔

اور جب مرتہن نے انگوٹھی پر انگوٹھی کو پہن لیا ہے اور جب مرتہن ایسے لوگوں میں سے ہے جن کی زینت اختیار کرنا دو انگوٹھیوں کو پہن کر ہوتی ہے تو وہ ضامن بن جائے گا اور جب یہ زینت اختیار کرنے والے بندوں میں سے نہیں ہے وہ ضامن نہ بنے گا۔

رہن والے گھر کی حفاظت کی مزدوری مرتہن پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَأُجْرَةُ الْبَيْتِ الَّذِي يُحْفَظُ فِيهِ الرَّهْنُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ وَكَذَلِكَ أُجْرَةُ الْحَافِظِ وَأُجْرَةُ الرَّاعِي وَنَفَقَةُ الرَّهْنِ عَلَى الرَّاهِنِ) وَالْأَصْلُ أَنَّ مَا يُحْتَاجُ إلَيْهِ لِمَصْلَحَةِ الرَّهْنِ وَتَبْقِيَتِهِ فَهُوَ عَلَى الرَّاهِنِ سَوَاءٌ كَانَ فِي الرَّهْنِ فَضْلٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ بَاقٍ عَلَى مِلْكِهِ، وَكَذَلِكَ مَنَافِعُهُ مَمْلُوكَةٌ لَهُ فَيَكُونُ إصْلَاحُهُ وَتَبْقِيَتُهُ عَلَيْهِ لِمَا أَنَّهُ مُؤْنَةُ مِلْكِهِ كَمَا فِي الْوَدِيعَةِ، وَذَلِكَ مِثْلُ النَّفَقَةِ فِي مَأْكَلِهِ وَمَشْرَبِهِ، وَأُجْرَةُ الرَّاعِي فِي مَعْنَاهُ ؛ لِأَنَّهُ عَلَفُ الْحَيَوَانِ، وَمِنْ هَذَا الْجِنْسِ كِسْوَةُ الرَّقِيقِ وَأُجْرَةُ ظِئْرِ وَلَدِ الرَّهْنِ، وَسَقْيُ الْبُسْتَانِ، وَكَرْيُ النَّهْرِ وَتَلْقِيحُ نَخِيلِهِ وَجُذَاذُهُ، وَالْقِيَامُ بِمَصَالِحِهِ،

فرمایا کہ جس گھر میں رہن ہے اس کی مزدوری جو حفاظت رہن کی ہے وہ مرتہن پر ہوگی۔ اور اسی طرح سیکورٹی والے کی تنخواہ بھی اسی پر ہوگی۔ جبکہ چرواہے کی مزدوری اور رہن کا نفقہ راہن پر ہوگا۔ اور قانون یہ ہے کہ رہن کی اصلاح اور اس کو باقی رکھنے کے لئے جو چیز کی ضرورت ہوگی اس کی اجرت راہن پر ہوگی۔ اگر چہ رہن میں کوئی زیادتی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ رہن کا عین یہ راہن کی ملکیت پر باقی ہے۔ اور اس کے منافع بھی اس کی ملکیت میں ہوتے ہیں۔ پس اس کو صحیح کرنا اور اس کو باقی رکھنا بھی اسی کی

ذمہ داری پر ہے۔ کیونکہ مدد اس کی ملکیت کی ہے۔ جس طرح ودیعت میں ہوا کرتا ہے۔ اور اس کے کھانے پینے اور نفقہ کی طرح ہے۔ اور چرواہے کی مزدوری کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ حیوان کا چارہ ہے۔ اور غلام کا کپڑا بھی اسی جنس میں سے ہے۔ اور مرہون کے بچے کے لئے دودھ پلانے والی کی مزدوری ہے اور باغ کو سیراب کرنا ہے اور نہر کی کھدائی ہے۔ اور باغ کے پودوں میں پیوند کاری کرنا ہے۔ اور اس کا پھل توڑنا ہے اور اسی طرح دوسرے مصلحت کے کاموں کو سرانجام دینا ہے۔

مرہونہ کے بعض کاموں کا مرتہن کے ذمہ داری پر ہونے کا بیان

وَكُلُّ مَا كَانَ لِحِفْظِهِ اَوْ لِرَدِّهِ اِلٰى يَدِ الْمُرْتَهِنِ اَوْ لِرَدِّ جُزْءٍ مِنْهُ فَهُوَ عَلَى الْمُرْتَهِنِ مِثْلُ اُجْرَةِ الْحَافِظِ ؛ لِاَنَّ الْاِمْسَاكَ حَقٌّ لَهُ وَالْحِفْظُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ فَيَكُوْنُ بَدَلُهُ عَلَيْهِ، وَكَذٰلِكَ اُجْرَةُ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُحْفَظُ الرَّهْنُ فِيْهِ، وَهٰذَا فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّ كِرَاءَ الْمَاْوٰى عَلَى الرَّاهِنِ بِمَنْزِلَةِ النَّفَقَةِ ؛ لِاَنَّهُ سَعْيٌ فِيْ تَبْقِيَتِهِ، وَمِنْ هٰذَا الْقِسْمِ جُعْلُ الْاٰبِقِ فَاِنَّهُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ ؛ لِاَنَّهُ مُحْتَاجٌ اِلٰى اِعَادَةِ الْاِسْتِيْفَاءِ الَّتِيْ كَانَتْ لَهُ لِيَرُدَّهُ فَكَانَتْ مُؤْنَةُ الرَّدِّ فَيَلْزَمُهُ، وَهٰذَا اِذَا كَانَتْ قِيْمَةُ الرَّهْنِ وَالدَّيْنِ سَوَاءً ؛

اور ہر وہ کام جس کو حفاظت مرہون کے لئے کیا جائے یا وہ کام مرتہن کے پاس واپس کرنے کے لئے ہو یا وہ مرہون کے کسی حصے کو واپس کرنے کے لئے ہے تو وہ مرتہن کے ذمہ پر ہوگا۔ جس طرح نگرانی کرنے والے کی مزدوری ہے۔ کیونکہ اس کا روک رکھنا یہ مرتہن کا حق ہے۔ اور حفاظت کرنا بھی اسی پر لازم ہے۔ پس حفاظت کا بدلہ بھی اسی پر ہوگا۔ اور اسی طرح اس مکان کا کرایہ بھی اسی مرتہن پر ہے جس میں مرہون کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق اسی طرح ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مکان کا کرایہ راہن پر ہوگا۔ کیونکہ وہ نفقہ کے حکم میں ہے اور یہ مرہون کا باقی رکھنے میں کوشش ہے۔ اور آبق کا انعام بھی اسی قسم میں سے ہے۔ کیونکہ وہ مرتہن پر واجب ہے۔ کیونکہ استیفائی قبضہ میں مرتہن ہی لوٹانے کا ضرورت مند ہے۔ جو اس کو اس سے پہلے حاصل تھا۔ کہ وہ مرہون کو واپس کر سکے۔ پس یہ لوٹانے کی مد میں ہوگا۔ کیونکہ مرتہن پر لازم ہے اور یہ حکم اس وقت دیا جائے گا جب رہن اور قرض یہ دونوں قیمت میں مساوی ہیں۔

رہن کی قیمت کا دین سے زیادہ ہونے پر جعل مرتہن پر ہونے کا بیان

وَاِنْ كَانَتْ قِيْمَةُ الرَّهْنِ اَكْثَرَ فَعَلَيْهِ بِقَدْرِ الْمَضْمُوْنِ وَعَلَى الرَّاهِنِ بِقَدْرِ الزِّيَادَةِ عَلَيْهِ ؛ لِاَنَّهُ اَمَانَةٌ فِيْ يَدِهِ وَالرَّدُّ لِاِعَادَةِ الْيَدِ، وَيَدُهُ فِي الزِّيَادَةِ يَدُ الْمَالِكِ اِذْ هُوَ كَالْمُوْدِعِ فِيْهَا فَلِهٰذَا يَكُوْنُ عَلَى الْمَالِكِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ اُجْرَةِ الْبَيْتِ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ فَاِنَّ كُلَّهَا تَجِبُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ، وَاِنْ كَانَ فِيْ قِيْمَةِ الرَّهْنِ فَضْلٌ ؛ لِاَنَّ وُجُوْبَ ذٰلِكَ بِسَبَبِ الْحَبْسِ، وَحَقُّ الْحَبْسِ فِي الْكُلِّ ثَابِتٌ لَهُ فَاَمَّا الْجُعْلُ اِنَّمَا يَلْزَمُهُ لِاَجْلِ الضَّمَانِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْمَضْمُوْنِ،

(۱۸) اور جب رہن کی قیمت دین سے زائد ہے تو مرتہن پر ضمان کی مقدار کے برابر جعل ہوگا۔ اور زیادتی کی مقدار راہن پر واجب ہوگی۔ کیونکہ زیادتی مرتہن کے قبضہ میں امانت ہے۔ اور قبضہ کا ردلوٹانے کے لئے ہے۔ اور زیادتی مرتہن کا قبضہ مالک کا قبضہ ہے۔ کیونکہ وہ زیادتی میں مودع کی طرح ہے۔ اس لئے کہ زیادتی کا انعام مالک پر ہوگا۔ اور یہ اس مکان کی مزدوری کے سوا ہے جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔ کیونکہ اس کی ساری مزدوری مرتہن پر لازم ہے اگرچہ رہن کی قیمت میں زیادتی ہے۔ کیونکہ اس کا وجوب قید کے سبب سے ہے اور قید کا حق مرتہن کے لئے ساری رہن میں ہے۔ جبکہ انعام یہ ضمان کے سبب مرتہن پر لازم ہوا تھا۔ پس وہ مضمون کی مقدار کے حساب سے ہوگا۔

مرہون کے علاج معالجہ کے ضمان کا بیان

وَمُدَاوَاةُ الْجِرَاحَةِ وَالْقُرُوحِ وَمُعَالَجَةُ الْاَمْرَاضِ وَالْفِدَاءُ مِنَ الْجِنَايَةِ تَنْقَسِمُ عَلَى الْمَضْمُوْنِ وَالْاَمَانَةِ، وَالْخَرَاجُ عَلَى الرَّاهِنِ خَاصَّةً ؛ لِاَنَّهُ مِنْ مُؤَنِ الْمِلْكِ، وَالْعُشْرُ فِيمَا يَخْرُجُ مُقَدَّمٌ عَلٰى حَقِّ الْمُرْتَهِنِ لِتَعَلُّقِهِ بِالْعَيْنِ وَلَا يَبْطُلُ الرَّهْنُ فِي الْبَاقِي ؛ لِاَنَّ وُجُوبَهُ لَا يُنَافِي مِلْكَهُ، بِخِلَافِ الْاِسْتِحْقَاقِ، وَمَا اَدَّاهُ اَحَدُهُمَا مِمَّا وَجَبَ عَلٰى صَاحِبِهِ فَهُوَ مُتَطَوِّعٌ، وَمَا اَنْفَقَ اَحَدُهُمَا مِمَّا يَجِبُ عَلَى الْاٰخَرِ بِاَمْرِ الْقَاضِيْ رَجَعَ عَلَيْهِ كَاَنَّ صَاحِبَهُ اَمَرَهُ بِهِ ؛ لِاَنَّ وِلَايَةَ الْقَاضِيْ عَامَّةٌ وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ لَا يَرْجِعُ اِذَا كَانَ صَاحِبُهُ حَاضِرًا وَاِنْ كَانَ بِاَمْرِ الْقَاضِيْ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ اِنَّهُ يَرْجِعُ فِي الْوَجْهَيْنِ، وَهِيَ فَرْعُ مَسْاَلَةِ الْحَجْرِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور کسی زخم کی دوا، پھوڑے پھنسی جیسی بیماریوں کا علاج اور جنایت کا فدیہ امانت اور مضمون پر تقسیم ہوگا۔ جبکہ خراج تو خصوصی طور پر راہن پر لازم ہوگا۔ کیونکہ ملکیت کا بوجھ اسی پر ہے۔ اور پیداوار کا عشر مرتہن کے حق پر مقدم ہوگا کیونکہ وہ رہن کے عین سے متعلق ہونے والا ہے۔ اور بقیہ میں رہن باطل نہ ہوگی۔ کیونکہ وجوب عشر یہ ملکیت راہن کے منافی نہیں ہے۔ جبکہ حقدار ہونے میں ایسا نہیں ہے۔ اور وہ خرچہ جو راہن اور مرتہن میں سے کسی پر لازم تھا۔ اور کسی نے ادا کر دیا ہے تو ادا کرنے والا احسان کرنے والا ہوگا اور دوسرے پر لازم ہونے والا نفقہ جو ان میں سے کسی نے قاضی کے حکم کے مطابق خرچ کیا ہے وہ دوسرے سے واپس لے گا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ کہ جس طرح اس کے دوست نے اس کو خرچ کرنے کا حکم دے دیا ہو۔ اس لئے ولایت قاضی عام ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب خرچ کرنے والا ساتھی موجود ہے تو وہ اس سے واپس نہیں لے سکتا خواہ ہی خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہی ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں واپس لے سکتا ہے۔ اور یہ مسئلہ حجر والے مسئلے کی فرع ہے۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ ارْتِهَانُهُ وَالِارْتِهَانُ بِهٖ وَمَا لَا يَجُوْزُ

﴿یہ باب ارتہان کے جواز وعدم جواز کے بیان میں ہے﴾

باب ارتہان کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے رہن سے متعلق مقدماتی مسائل کو ذکر کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے یہاں سے ان مسائل کو تفصیل کو شروع کیا ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ تفصیل اجمال کے بعد آیا کرتی ہے۔ لہٰذا ان مسائل کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب رہن، بیروت)

مشترکہ چیز کو رہن رکھنے میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ رَهْنُ الْمُشَاعِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجُوْزُ، وَلَنَا فِيْهِ وَجْهَانِ: اَحَدُهُمَا يَبْتَنِي عَلٰى حُكْمِ الرَّهْنِ، فَاِنَّهُ عِنْدَنَا ثُبُوْتُ يَدِ الْاِسْتِيْفَاءِ، وَهٰذَا لَا يُتَصَوَّرُ فِيْمَا يَتَنَاوَلُهُ الْعَقْدُ وَهُوَ الْمُشَاعُ وَعِنْدَهُ الْمُشَاعُ يَقْبَلُ مَا هُوَ الْحُكْمُ عِنْدَهُ وَهُوَ تَعَيُّنُهُ لِلْبَيْعِ وَالثَّانِي اَنَّ مُوْجَبَ الرَّهْنِ هُوَ الْحَبْسُ الدَّائِمُ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يُشْرَعْ اِلَّا مَقْبُوْضًا بِالنَّصِّ، اَوْ بِالنَّظَرِ اِلَى الْمَقْصُوْدِ مِنْهُ وَهُوَ الْاِسْتِيْثَاقُ مِنَ الْوَجْهِ الَّذِيْ بَيَّنَّاهُ، وَكُلُّ ذٰلِكَ يَتَعَلَّقُ بِالدَّوَامِ، وَلَا يُفْضِيْ اِلَيْهِ اِلَّا اسْتِحْقَاقُ الْحَبْسِ، وَلَوْ جَوَّزْنَاهُ فِي الْمُشَاعِ يَفُوْتُ الدَّوَامُ؛ لِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ الْمُهَايَاةِ فَيَصِيْرُ كَمَا اِذَا قَالَ رَهَنْتُكَ يَوْمًا وَيَوْمًا لَا، وَلِهٰذَا لَا يَجُوْزُ فِيْمَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ وَمَا لَا يَحْتَمِلُهَا، بِخِلَافِ الْهِبَةِ حَيْثُ يَجُوْزُ فِيْمَا لَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ؛ لِاَنَّ الْمَانِعَ فِي الْهِبَةِ غَرَامَةُ الْقِسْمَةِ وَهُوَ فِيْمَا يُقْسَمُ،

فرمایا کہ مشترکہ چیز کو رہن میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جائز ہے۔ اس کے عدم جواز میں ہمارے پاس دو دلائل ہیں۔ ان میں سے پہلی دلیل حکم رہن پر مبنی ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک قبضہ کو استیفاء کرنا اس کا حکم ہے۔ اور یہ کسی ایسی چیز میں نہ سمجھا جائے گا جس کو عقد شامل ہے۔ اور وہ مشاع ہو۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک مشاع اس چیز کو قبول کرنے والا ہے۔ جو ان کے نزدیک رہن کا حکم ہے اور وہ یہ ہے کہ اس بیع کے لئے معین ہو جائے۔

ہماری دوسری دلیل یہ ہے کہ رہن کا موجب دائمی قبضہ ہے۔ کیونکہ رہن قبضہ میں آ کر مشروع ہونے والی ہے۔ اور یہ نص کے سبب سے ہے یا رہن کے مقصد کی رعایت کرتے ہوئے ہے۔ اور اس کے ساتھ مضبوطی حاصل کرنا ہے جس کو ہم بیان کر

ے ہیں۔ اور یہ تمام معاملات ہمیشگی کے ساتھ واسطہ ہیں۔ اور دائمی قبضے کی جانب جس کا حق لے جانے والا ہے۔ اور جب ہم مشاع کو رہن رکھنا جائز قرار دے دیں تو دوام ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ منافع کی تقسیم ضروری ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ راہن نے اس طرح کہا ہے کہ ایک دن تمہارے پاس میں نے اس کو رہن رکھ دیا ہے اور ایک دن نہیں رکھا کیونکہ ان اشیاء میں رہن جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تقسیم ہونے کا احتمال رکھنے والی ہیں۔ اور ان میں بھی رہن جائز نہیں ہے جو تقسیم کا احتمال رکھنے والی نہیں ہیں۔

جبکہ ہبہ میں ایسا نہیں ہے کیونکہ جو اشیاء تقسیم کا احتمال نہیں رکھتی ہیں ان میں مشاع کا ہبہ جائز ہے۔ کیونکہ تقسیم کا جرمانہ ہبہ سے روکنے والا ہے۔ اور ان چیزوں میں ہو سکتا ہے جو تقسیم کی جا سکتی ہوں۔

حکم ہبہ کا مشاع کو قبول کرنے کا بیان

أَمَّا حُكْمُ الْهِبَةِ الْمِلْكُ وَالْمُشَاعُ يَقْبَلُهُ، وَهَا هُنَا الْحُكْمُ ثُبُوتُ يَدِ الْاِسْتِيفَاءِ وَالْمُشَاعُ لَا يَقْبَلُهُ وَإِنْ كَانَ لَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ، وَلَا يَجُوزُ مِنْ شَرِيكِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَقْبَلُ حُكْمُهُ عَلَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ وَعَلَى الْوَجْهِ الثَّانِي يَسْكُنُ يَوْمًا بِحُكْمِ الْمِلْكِ وَيَوْمًا بِحُكْمِ الرَّهْنِ فَيَصِيرُ كَأَنَّهُ رَهَنَ يَوْمًا وَيَوْمًا لَا وَالشُّيُوعُ الطَّارِءُ يَمْنَعُ بَقَاءَ الرَّهْنِ فِي رِوَايَةِ الْأَصْلِ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَمْنَعُ ؛ لِأَنَّ حُكْمَ الْبَقَاءِ أَسْهَلُ مِنْ حُكْمِ الِابْتِدَاءِ فَأَشْبَهَ الْهِبَةَ وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ الِامْتِنَاعَ لِعَدَمِ الْمَحَلِّيَّةِ وَمَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ، فَالِابْتِدَاءُ وَالْبَقَاءُ سَوَاءٌ كَالْمَحْرَمِيَّةِ فِي بَابِ النِّكَاحِ، بِخِلَافِ الْهِبَةِ ؛ لِأَنَّ الْمُشَاعَ يَقْبَلُ حُكْمَهَا وَهُوَ الْمِلْكُ، وَاعْتِبَارُ الْقَبْضِ فِي الِابْتِدَاءِ لِنَفْيِ الْغَرَامَةِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَلَا حَاجَةَ إِلَى اعْتِبَارِهِ فِي حَالَةِ الْبَقَاءِ وَلِهَذَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ فِي بَعْضِ الْهِبَةِ، وَلَا يَجُوزُ فَسْخُ الْعَقْدِ فِي بَعْضِ الرَّهْنِ،

جبکہ ہبہ کا حکم تو وہ ملکیت ہے اور مشاع ملکیت کو قبول کر لیتا ہے۔ جبکہ یہاں رہن کا قبضہ استیفاء کو ثابت کرتا ہے۔ اور اس کو مشاع قبول کرنے والا نہیں ہے خواہ وہ تقسیم کا احتمال رکھنے والا نہ ہو۔

اور اپنے شریک کے ہاتھ سے بھی مشاع کا رہن جائز نہیں ہے کیونکہ دلیل اول کے مطابق مشاع اس کو قبول نہ کرے گا۔ اور دوسری دلیل کے مطابق وہ ایک دن ملک کے حکم کی وجہ سے محبوس رہے گی اور دوسرے دن رہن کے حکم سے محبوس ہوگی تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ اس نے ایک دن رہن رکھی ہے اور ایک دن رہن نہیں رکھی۔ اور مبسوط کے مطابق جو طاری ہونے والے شیوع ہیں، وہ بقائے رہن کو روکنے والے ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ نہیں روکتے کیونکہ باقی رکھنے کا حکم یہ ابتداء کے حکم سے آسان ہے۔ پس یہ ہبہ کے مشابہ ہو جائے گا۔

اور پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ رہن کا مشاع اس لئے منع ہے کہ اس کا محل نہیں ہے اور جو چیز اس محل کی جانب لے جانے والی ہے وہ بھی نہیں ہے۔ پس ابتداء وبقایہ دونوں برابر ہو چکی ہیں۔ جس طرح نکاح کے باب میں حرمت کا مسئلہ ہے۔ جبکہ ہبہ میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ مشاع اسکے حکم کو قبول کرنے والا ہے۔ اور وہ ملکیت ہے۔ اور ابتداء میں قبضے کو اعتبار کرنا یہ تاوان کو دور کرنے کی بات ہے۔ اسی وضاحت کے مطابق جو ہم نے بیان کردی ہے۔ جبکہ بقاء کی حالت میں قبضہ کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ بعض ہبہ میں رجوع کرنا درست ہے جبکہ بعض رہن میں عقد کو فسخ کرنا جائز نہیں ہے۔

درختوں کے سوا پھلوں کی رہن کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا رَهْنُ ثَمَرَةٍ عَلَى رُءُوسِ النَّخِيلِ، وَلَا زَرْعِ الْأَرْضِ دُونَ الْأَرْضِ، وَلَا رَهْنُ النَّخِيلِ فِي الْأَرْضِ دُونَهَا) ؛ لِأَنَّ الْمَرْهُونَ مُتَّصِلٌ بِمَا لَيْسَ بِمَرْهُونٍ خِلْقَةً فَكَانَ فِي مَعْنَى الشَّائِعِ (وَكَذَا إذَا رَهَنَ الْأَرْضَ دُونَ النَّخِيلِ أَوْ دُونَ الزَّرْعِ أَوْ النَّخِيلَ دُونَ الثَّمَرِ) ؛ لِأَنَّ الِاتِّصَالَ يَقُومُ بِالطَّرَفَيْنِ، فَصَارَ الْأَصْلُ أَنَّ الْمَرْهُونَ إذَا كَانَ مُتَّصِلًا بِمَا لَيْسَ بِمَرْهُونٍ لَمْ يَجُزْ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ قَبْضُ الْمَرْهُونِ وَحْدَهُ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ رَهْنَ الْأَرْضِ بِدُونِ الشَّجَرِ جَائِزٌ ؛ لِأَنَّ الشَّجَرَ اسْمٌ لِلنَّابِتِ فَيَكُونُ اسْتِثْنَاءُ الْأَشْجَارِ بِمَوَاضِعِهَا، بِخِلَافِ مَا إذَا رَهَنَ الدَّارَ دُونَ الْبِنَاءِ ؛ لِأَنَّ الْبِنَاءَ اسْمٌ لِلْمَبْنَى فَيَصِيرُ رَاهِنًا جَمِيعَ الْأَرْضِ وَهِيَ مَشْغُولَةٌ بِمِلْكِ الرَّاهِنِ (وَلَوْ رَهَنَ النَّخِيلَ بِمَوَاضِعِهَا جَازَ) ؛ لِأَنَّ هَذِهِ مُجَاوِرَةٌ وَهِيَ لَا تَمْنَعُ الصِّحَّةَ.

فرمایا کہ درختوں پر پھلوں کو درختوں کے سوا رہن رکھنا جائز نہیں ہے اور زراعت کو زمین کے سوا رہن رکھنا بھی جائز نہیں ہے اور زمین کے بغیر اسکے درختوں کو رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مرہون اس چیز سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ جو تخلیق کے اعتبار سے مرہون نہ ہو۔ پس یہ شائع کے حکم میں ہو جائے گا۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے درختوں کے سوا زمین کو رہن رکھ دیا ہے یا زراعت کو زمین کے سوا رہن رکھ دیا ہے یا پھر اس نے پھلوں کو چھوڑ کر رہن رکھا ہے کیونکہ وہ ملے ہوئے ہیں۔ تو اس بارے میں فقہی قانون یہ ہے کہ جب مرہون ایسی چیز سے ملا ہوا ہے جو مرہون نہ ہو تو یہ جائز نہ ہوگا کیونکہ اکیلی مرہون پر قبضہ کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ درختوں کے سوا بھی زمین کا رہن جائز ہے کیونکہ درخت اگنے والی چیز کا نام ہے۔ پس درخت کا اس کے مقام کے سمیت استثناء ہو جائے گا۔ بہ خلاف اس کے کہ جب کسی شخص نے عمارت کے سوا مکان کو رہن رکھا ہے تو یہ جائز نہ ہوگا کیونکہ عمارت بناء کا نام ہے۔ اور یہ ساری زمین کو رہن رکھنے والا ہوگا۔ کیونکہ وہ راہن کی ملکیت کے ساتھ مصروف ہونے والا ہے۔ اور جب درختوں کو ان کی جگہ سمیت رہن رکھا ہے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ یہ پاس ہونے والا ہے اور پاس ہونا یہ رہن کی درستگی کو رد کرنے والا نہیں ہے۔

کھجوروں کا درخت کی رہن میں شامل ہونے کا بیان

(وَلَوْ كَانَ فِيهِ ثَمَرٌ يَدْخُلُ فِي الرَّهْنِ) ؛ لِأَنَّهُ تَابِعٌ لِاتِّصَالِهِ بِهِ فَيَدْخُلُ تَبَعًا تَصْحِيحًا لِلْعَقْدِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ ؛ لِأَنَّ بَيْعَ النَّخِيلِ بِدُونِ الثَّمَرِ جَائِزٌ، وَلَا ضَرُورَةَ إلَى إدْخَالِهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ، وَبِخِلَافِ الْمَتَاعِ فِي الدَّارِ حَيْثُ لَا يَدْخُلُ فِي رَهْنِ الدَّارِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتَابِعٍ بِوَجْهٍ مَا، وَكَذَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ وَالرَّطْبَةُ فِي رَهْنِ الْأَرْضِ وَلَا يَدْخُلُ فِي الْبَيْعِ لِمَا ذَكَرْنَا فِي الثَّمَرَةِ (وَيَدْخُلُ الْبِنَاءُ وَالْغَرْسُ فِي رَهْنِ الْأَرْضِ وَالدَّارِ وَالْقَرْيَةِ) لِمَا ذَكَرْنَا،

اور جب درخت میں کھجوریں ہیں تو وہ بھی رہن میں شامل ہوں گی۔ کیونکہ وہ تابع ہیں۔ اور درخت ان سے ملا ہوا ہے۔ پس صحت عقد کے بطور اتباع کھجوریں اس میں شامل ہوں گی۔ جبکہ بیع میں نہیں کیونکہ بیع کھجوروں کے سوا بھی درختوں کی جائز ہے۔ اور بیع میں صراحت کے بغیر داخل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ گھر کے سامان میں ایسا نہیں ہے۔ پس صراحت کے مکان کا سامان بھی بیع میں شامل نہ ہوگا کیونکہ سامان تابع نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح زمین کو رہن رکھنے میں اس کی کھیتی اور برسیم شامل ہو جائے گی۔ لیکن بیع میں شامل نہ ہوگی اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

اور زمین، مکان اور دیہات کو رہن رکھنے میں عمارت اور درخت شامل ہوں گے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور جب سامان سمیت گھر کو رہن رکھ دیا ہے تو جائز ہے۔

مرہونہ چیز میں حقدار نکل آنے کا بیان

(وَلَوْ رَهَنَ الدَّارَ بِمَا فِيهَا جَازَ وَلَوْ اسْتَحَقَّ بَعْضَهُ، إنْ كَانَ الْبَاقِي يَجُوزُ ابْتِدَاءُ الرَّهْنِ عَلَيْهِ وَحْدَهُ بَقِيَ رَهْنًا بِحِصَّتِهِ وَإِلَّا بَطَلَ كُلُّهُ) ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ جُعِلَ كَأَنَّهُ مَا وَرَدَ إلَّا عَلَى الْبَاقِي، وَيَمْنَعُ التَّسْلِيمَ كَوْنُ الرَّاهِنِ أَوْ مَتَاعِهِ فِي الدَّارِ الْمَرْهُونَةِ، وَكَذَا مَتَاعُهُ فِي الْوِعَاءِ الْمَرْهُونِ، وَيَمْنَعُ تَسْلِيمَ الدَّابَّةِ الْمَرْهُونَةِ الْحِمْلُ عَلَيْهَا فَلَا يَتِمُّ حَتَّى يُلْقِيَ الْحِمْلَ ؛ لِأَنَّهُ شَاغِلٌ لَهَا، بِخِلَافِ مَا إذَا رَهَنَ الْحِمْلَ دُونَهَا حَيْثُ يَكُونُ رَهْنًا تَامًّا إذَا دَفَعَهَا إلَيْهِ ؛ لِأَنَّ الدَّابَّةَ مَشْغُولَةٌ بِهِ فَصَارَ كَمَا إذَا رَهَنَ مَتَاعًا فِي دَارٍ أَوْ فِي وِعَاءٍ دُونَ الدَّارِ وَالْوِعَاءِ، بِخِلَافِ مَا إذَا رَهَنَ سَرْجًا عَلَى دَابَّةٍ أَوْ لِجَامًا فِي رَأْسِهَا وَدَفَعَ الدَّابَّةَ مَعَ السَّرْجِ وَاللِّجَامِ حَيْثُ لَا يَكُونُ رَهْنًا حَتَّى يَنْزِعَهُ مِنْهَا ثُمَّ يُسَلِّمَهُ إلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ مِنْ تَوَابِعِ الدَّابَّةِ بِمَنْزِلَةِ الثَّمَرَةِ لِلنَّخِيلِ حَتَّى قَالُوا يَدْخُلُ فِيهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ.

اور جب مرہونہ چیز میں کوئی حقدار نکل آیا ہے تو اب اگر بقیہ اس طرح کا ہے کہ اس پر اکیلے ہی رہن کی ابتداء جائز

ہوتو اس کے حصے کے مطابق رہن باقی رہ جائے گی ورنہ ساری رہن باطل ہوجائے گی۔ کیونکہ اب رہن کا اس طرح سمجھا جائے گا کہ جس طرح وہ بقیہ حصے پر ہوئی ہے۔

اور جب مرہونہ گھر میں راہن یا اس کے سامان کا ہونا سپرد کرنے سے مانع ہوجائے اور اسی طرح جب مرہون برتن میں کسی کے سامان کو سپرد کرنا مانع ہو، اور سواری پر بوجھ لادنا بھی سپرد کرنے کے مانع ہو لہٰذا جب تک وہ بوجھ کو اتارے گا نہیں اس وقت تک سپرد کرنا مکمل نہ ہوگا۔ کیونکہ بوجھ جانور کو مصروف کرنے والا ہے۔ اور یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب صرف سامان کو رہن رکھ دیا جائے اور جانور کو رہن نہ رکھا جائے۔ پس رہن مکمل ہوجائے گی۔ اور جب جانور مرتہن کو راہن کو دے دیتا ہے کیونکہ جانور بوجھ کے ساتھ مصروف رہے گا۔ اور یہ اسی طرح ہوجائے گا کہ جس طرح گھر میں سامان کو رہن رکھا ہے یا برتن میں سامان کو رہن رکھ دیا ہے۔ اور گھر اور برتن کو رہن نہیں رکھا۔

اور یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب اس نے سواری پر موجود سامان کو رہن رکھا ہے یا اس کے سر پر موجود لگام کو رہن رکھا ہے۔ اور زین اور لگام کو سواری کے ساتھ دے دیا ہے تو وہ رہن نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ راہن زین کو سواری سے الگ کردے اور اس کو مرتہن کے حوالے کردے۔ کیونکہ یہ جانور کے تابع ہے۔ جس طرح پھل درخت کے تابع ہے۔ لہٰذا اس بارے میں مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ تابع صراحت کے بغیر متبوع میں شامل ہوجائے گا۔

امانات کے بدلے میں رہن کے صحیح نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ بِالْأَمَانَاتِ) كَالْوَدَائِعِ وَالْعَوَارِيّ وَالْمُضَارَبَاتِ (وَمَالِ الشَّرِكَةِ) ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ فِي بَابِ الرَّهْنِ قَبْضٌ مَضْمُونٌ فَلَا بُدَّ مِنْ ضَمَانٍ ثَابِتٍ لِيَقَعَ الْقَبْضُ مَضْمُونًا وَيَتَحَقَّقَ اسْتِيفَاءُ الدَّيْنِ مِنْهُ (وَكَذَلِكَ لَا يَصِحُّ بِالْأَعْيَانِ الْمَضْمُونَةِ بِغَيْرِهَا كَالْمَبِيعِ فِي يَدِ الْبَائِعِ) ؛ لِأَنَّ الضَّمَانَ لَيْسَ بِوَاجِبٍ، فَإِنَّهُ إذَا هَلَكَ الْعَيْنُ لَمْ يَضْمَنْ الْبَائِعُ شَيْئًا لَكِنَّهُ يَسْقُطُ الثَّمَنُ وَهُوَ حَقُّ الْبَائِعِ فَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ فَأَمَّا الْأَعْيَانُ الْمَضْمُونَةُ بِعَيْنِهَا وَهُوَ أَنْ يَكُونَ مَضْمُونًا بِالْمِثْلِ أَوْ بِالْقِيمَةِ عِنْدَ هَلَاكِهِ مِثْلَ الْمَغْصُوبِ وَبَدَلِ الْخُلْعِ وَالْمَهْرِ وَبَدَلِ الصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ يَصِحُّ الرَّهْنُ بِهَا ؛ لِأَنَّ الضَّمَانَ مُتَقَرِّرٌ، فَإِنَّهُ إنْ كَانَ قَائِمًا وَجَبَ تَسْلِيمُهُ، وَإِنْ كَانَ هَالِكًا تَجِبُ قِيمَتُهُ فَكَانَ رَهْنًا بِمَا هُوَ مَضْمُونٌ فَيَصِحُّ .

فرمایا کہ امانتوں، ودیعتوں، عاریات، مضاربات اور شرکت والے مال کے بدلے میں رہن رکھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ رہن کے احکام میں جو قبضہ ہوتا ہے وہ قابل ضمان ہوا کرتا ہے پس ضمان کو ثابت کرنا واجب ہے۔ تاکہ مضمون قبضہ واقع ہو جائے۔ اور اس سے قرض کو وصول کیا جاسکے۔ اور اسی طرح ان اعیان میں بھی رہن درست نہ ہوگی جس غیر کے لئے مضمون ہوں گی۔ جس طرح وہ مبیع ہے جو بیچنے والے کے قبضہ میں ہو۔ پس ضمان واجب نہ ہوگا پس جب مبیع ہلاک ہوجائے تو اس پر بیچنے والا کسی

چیز کا ضامن نہ بنے گا ہاں البتہ جب ثمن ساقط ہو جائے کیونکہ وہ بیچنے والا کا حق ہے لہٰذا رہن درست نہ ہوگی۔
اور جہاں تک ان اعیان کا تعلق ہے جو خود بہ خود قابل ضمان ہیں اور وہ یہ ہیں کہ وہ اپنی ہلاکت کے وقت مثل یا قیمت کے بدلے میں مضمون ہو جس طرح مغصوبہ، بدل خلع، مہر اور دم عمد کا بدل صلح ان تمام اشیاء کے بدلے میں رہن رکھنا درست ہے۔ کیونکہ ان میں ضمان ثابت ہے۔ پس جب ان میں سے کوئی چیز پائی جائے تو اس کو حوالے کرنا واجب ہے۔ اور جب ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت لازم ہوگی پس ایسی چیز کے بدلے میں رہن درست ہے جو ضمان والی ہے۔ اس لئے رہن درست ہو گی۔

رہن بہ درک کے بطلان اور کفالہ بہ درک کے جواز کا بیان

قَالَ (وَالرَّهْنُ بِالدَّرَكِ بَاطِلٌ وَالْكَفَالَةُ بِالدَّرَكِ جَائِزَةٌ) وَالْفَرْقُ أَنَّ الرَّهْنَ لِلِاسْتِيفَاءِ وَلَا اسْتِيفَاءَ قَبْلَ الْوُجُوبِ، وَإِضَافَةُ التَّمْلِيكِ إلَى زَمَانٍ فِي الْمُسْتَقْبَلِ لَا تَجُوزُ أَمَّا الْكَفَالَةُ فَلِالْتِزَامِ الْمُطَالَبَةِ، وَالْتِزَامُ الْأَفْعَالِ يَصِحُّ مُضَافًا إلَى الْمَآلِ كَمَا فِي الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ، وَلِهَذَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِمَا ذَابَ لَهُ عَلَى فُلَانٍ وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ، فَلَوْ قَبَضَهُ قَبْلَ الْوُجُوبِ فَهَلَكَ عِنْدَهُ يَهْلِكُ أَمَانَةً؛ لِأَنَّهُ لَا عَقْدَ حَيْثُ وَقَعَ بَاطِلًا، بِخِلَافِ الرَّهْنِ بِالدَّيْنِ الْمَوْعُودِ وَهُوَ أَنْ يَقُولَ رَهَنْتُك هَذَا لِتُقْرِضَنِي أَلْفَ دِرْهَمٍ وَهَلَكَ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ حَيْثُ يَهْلِكُ بِمَا سَمَّى مِنْ الْمَالِ بِمُقَابَلَتِهِ؛ لِأَنَّ الْمَوْعُودَ جُعِلَ كَالْمَوْجُودِ بِاعْتِبَارِ الْحَاجَةِ، وَلِأَنَّهُ مَقْبُوضٌ بِجِهَةِ الرَّهْنِ الَّذِي يَصِحُّ عَلَى اعْتِبَارِ وُجُودِهِ فَيُعْطَى لَهُ حُكْمُهُ كَالْمَقْبُوضِ عَلَى سَوْمِ الشِّرَاءِ فَيَضْمَنُهُ.

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں کہا ہے کہ رہن بہ درک صحیح نہیں ہے جبکہ کفالہ بہ درک جائز ہے۔ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ رہن وصولی کو پانے کے لئے ہوا کرتی ہے اور وجوب سے قبل وصولی ممکن نہیں ہے اور زمانے کی جانب تملیک کی اضافت جائز نہیں ہے جبکہ کفالہ مطالبہ کو لازم کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور مال کی جانب اضافت کرتے ہوئے ایسا کاموں کو لازم کرنا درست ہے۔ جس طرح نماز روزہ میں ہے۔ اسی دلیل کے سبب اسی چیز میں بھی کفالت درست ہے جو مکفول لہ کی فدں پر ثابت ہے جبکہ اس کے بدلے میں رہن درست نہیں ہے اور جب خریدار نے وجوب سے قبل ہی رہن پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ رہن خریدار کے ہاں سے ہلاک ہو گئی ہے تو وہ بطور امانت ہلاک ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ رہن نہیں ہے کیونکہ اس کا وقوع باطل ہے۔
رں یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جو رہن موعود قرض کے بدلے میں ہو اور وہ یہ ہے کہ راہن نے اس طرح کہا کہ میں نے تیرے پاس یہ چیز رہن رکھی ہے کہ تو مجھ کو ایک ہزار درہم بطور قرض دیدے۔ اور مرتہن کے قبضہ میں وہ چیز ہلاک ہو چکی ہے تو وہ اس مال کے بدلے میں ہلاک ہو گئی ہے۔ اور جس مرہون کو مقابلے میں معین کیا گیا ہے کیونکہ وہ ضرورت کی وجہ سے موعود کو موجود کی طرح سمجھ لیا ہے کیونکہ ایسی مرہون جہت رہن سے قبضے میں آئی ہے جو اپنے وجود کے اعتبار سے درست ہے پس اس کو:

کا حکم دے دیا جائے گا۔ جس طرح ایسا سامان کہ جس کو بھاؤ کرنے کے لئے قبضہ میں لیا جائے، پس مرتہن اس کا ضامن ہوگا۔

بیع سلم کے راس المال کے بدلے میں رہن کے درست ہونے کا بیان

قَالَ (وَيَصِحُّ الرَّهْنُ بِرَأْسِ مَالِ السَّلَمِ وَبِثَمَنِ الصَّرْفِ وَالْمُسْلَمِ فِيهِ) وَقَالَ زُفَرُ: لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّ حُكْمَهُ الِاسْتِيفَاءُ، وَهٰذَا اسْتِبْدَالٌ لِعَدَمِ الْمُجَانَسَةِ، وَبَابُ الِاسْتِبْدَالِ فِيهَا مَسْدُودٌ وَلَنَا أَنَّ الْمُجَانَسَةَ ثَابِتَةٌ فِي الْمَالِيَّةِ فَيَتَحَقَّقُ الِاسْتِيفَاءُ مِنْ حَيْثُ الْمَالُ وَهُوَ الْمَضْمُونُ عَلَى مَا مَرَّ قَالَ (وَالرَّهْنُ بِالْمَبِيعِ بَاطِلٌ) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ غَيْرُ مَضْمُونٍ بِنَفْسِهِ (فَإِنْ هَلَكَ ذَهَبَ بِغَيْرِ شَيْءٍ)؛ لِأَنَّهُ لَا اعْتِبَارَ لِلْبَاطِلِ فَبَقِيَ قَبْضًا بِإِذْنِهِ (وَإِنْ هَلَكَ الرَّهْنُ بِثَمَنِ الصَّرْفِ وَرَأْسِ مَالِ السَّلَمِ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ تَمَّ الصَّرْفُ وَالسَّلَمُ وَصَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ حُكْمًا) لِتَحَقُّقِ الْقَبْضِ حُكْمًا (وَإِنْ افْتَرَقَا قَبْلَ هَلَاكِ الرَّهْنِ بَطَلَا) لِفَوَاتِ الْقَبْضِ حَقِيقَةً وَحُكْمًا

فرمایا کہ بیع سلم کے راس المال اور بیع صرف کی قیمت اور مسلم فیہ کے بدلے میں رہن رکھنا درست ہے جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جائز نہیں ہے کیونکہ رہن کا حکم استیفاء ہے اور یہاں عدم مجانست کی وجہ سے اس کو بدل دینا ہے۔ اور ان احکام میں بدلنے کا حکم بند کیا گیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے مجانست مالیت میں ثابت ہے۔ پس مال ہونے کے اعتبار سے مال کا استیفاء ثابت ہو جائے گا۔ اور مالیت قابل ضمان ہوا کرتی ہے۔ جس طرح اس کا بیان ابھی گزرا ہے۔

فرمایا کہ مبیع کے بدلے میں رہن رکھنا باطل ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ خود ذات کے اعتبار سے قابل ضمان نہیں ہے۔ اور جب مرہونہ ہلاک ہو جائے تو وہ بغیر کسی بدلے ہلاک ہونے والی بنے گی۔ پس باطل کا کوئی اعتبار نہ ہوگا پس مرہون بیچنے والے کی اجازت کے سبب مقبوض ہو جائے گا۔

اور جب مجلس عقد میں بیع صرف کی قیمت اور بیع سلم کے راس المال کے بدلے کی رہن ہلاک ہو چکی ہے تو بیع صرف وسلم مکمل ہو جائے گی۔ اور مرتہن اپنے قرض کو وصول کرنے والا بن جائے گا۔ کیونکہ حکمی طور پر قبضہ ثابت ہو چکا ہے۔ اور جب رہن کی ہلاکت سے قبل ہی دونوں الگ ہو گئے ہیں۔ تو دونوں عقد ختم ہو جائیں گے۔ کیونکہ بطور حقیقت وحکم دونوں طرح کا قبضہ ختم ہو چکا ہے۔

مسلم فیہ کے بدلے والی رہن کے ہلاک ہو جانے کا بیان

(وَإِنْ هَلَكَ الرَّهْنُ بِالْمُسْلَمِ فِيهِ بَطَلَ السَّلَمُ بِهَلَاكِهِ) وَمَعْنَاهُ: أَنَّهُ يَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا لِلْمُسْلَمِ فِيهِ فَلَمْ يَبْقَ السَّلَمُ (وَلَوْ تَفَاسَخَا السَّلَمَ وَبِالْمُسْلَمِ فِيهِ رَهْنٌ يَكُونُ ذٰلِكَ رَهْنًا بِرَأْسِ الْمَالِ حَتّٰى يَحْبِسَهُ)؛ لِأَنَّهُ بَدَلُهُ فَصَارَ كَالْمَغْصُوبِ إِذَا هَلَكَ وَبِهِ رَهْنٌ يَكُونُ رَهْنًا بِقِيمَتِهِ (وَلَوْ هَلَكَ الرَّهْنُ بَعْدَ التَّفَاسُخِ يَهْلِكُ بِالطَّعَامِ الْمُسْلَمِ فِيهِ)؛ لِأَنَّهُ رَهْنُهُ بِهِ، وَإِنْ كَانَ مَحْبُوسًا

بِغَيْرِهٖ كَمَنْ بَاعَ عَبْدًا وَسَلَّمَ الْمَبِيعَ وَاَخَذَ بِالثَّمَنِ رَهْنًا ثُمَّ تَقَايَلَا الْبَيْعَ لَهُ اَنْ يَحْبِسَهُ لِاَخْذِ الْمَبِيعِ ؛ لِاَنَّ الثَّمَنَ بَدَلُهُ، وَلَوْ هَلَكَ الْمَرْهُونُ يَهْلِكُ بِالثَّمَنِ لِمَا بَيَّنَّا ؛ وَكَذَا لَوْ اشْتَرٰى عَبْدًا شِرَاءً فَاسِدًا وَاَدّٰى ثَمَنَهُ لَهُ اَنْ يَحْبِسَهُ لِيَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ، ثُمَّ لَوْ هَلَكَ الْمُشْتَرٰى فِيْ يَدِ الْمُشْتَرِيْ يَهْلِكُ بِقِيمَتِهٖ فَكَذَا هٰذَا

اور جب مسلم فیہ کے بدلے والی رہن ہلاک ہوجائے تو اس کی ہلاکت کی وجہ سے بیع سلم بھی باطل ہوجائے گی۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ رب سلم مسلم فیہ کو وصول کرنے والا بن جائے گا پس سلم کا عقد باقی نہ رہے گا۔

اور جب دونوں عقد کرنے والوں نے بیع سلم کو ختم کردیا ہے اور مسلم فیہ کے بدلے میں جو رہن تھی تو وہ رأس المال کے بدلے میں رہن بن جائے گی۔ یہاں تک کہ جب رب سلم مرہون کو محبوس کرلے۔ کیونکہ رأس المال یہ مسلم فیہ کا بدلہ ہے پس یہ اسی طرح ہوجائے گا کہ جس مغصوبہ چیز ہلاک ہوجائے اور اس کے بدلے میں رہن ہے تو وہ اس کی قیمت کے بدلے میں رہن بن جائے گی۔

اور جب سلم کے عقد کے ختم کرنے کے بعد مرہونہ چیز ہلاک ہوئی ہے تو اس کے بدلے میں غلہ ہلاک ہوا ہے جو مسلم فیہ ہے کیونکہ مرہونہ کا بدلہ یہی ہے۔ خواہ کے سوا بدل کو محبوس کیا ہوا ہے۔ جس طرح وہ بندہ کہ جس نے غلام کو بیچ دیا ہے اور مبیع کو حوالے کرکے قیمت کے بدلے میں رہن لے لی ہے۔ اور اس کے بعد دونوں عقد کرنے والوں نے اقالہ کرلیا ہے تو بیچنے والا کو یہ حق حاصل ہوگا۔ کیونکہ وہ مبیع لینے کے لئے مرہونہ چیز کو روک دے۔ کیونکہ قیمت اسی کا بدلہ ہے اور جب مرہونہ چیز ہلاک ہوچکی ہے اور وہ قیمت کے بدلے میں ہلاک ہوئی ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم نے بیان کردیا ہے۔

اور اسی طرح جب بیع فاسد کے طور پر کسی نے غلام کو خریدا ہے اور اس کی قیمت کو ادا کردیا ہے اور خریدار کو یہ حق ہوگا کہ وہ قیمت وصول کرنے کے مقصد کے لئے مبیع کو روک دے۔ اور اس کے بعد وہ خریدی ہوئی چیز خریدار کے ہاں سے ہلاک ہوگئی ہے تو وہ اپنی قیمت کے بدلے میں ہلاک ہونے والی ہے۔

آزاد، مدبر اور مکاتب کو رہن رکھنے کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ رَهْنُ الْحُرِّ وَالْمُدَبَّرِ وَالْمُكَاتَبِ وَاُمِّ الْوَلَدِ) ؛ لِاَنَّ حُكْمَ الرَّهْنِ ثُبُوتُ يَدِ الْاِسْتِيفَاءِ، وَلَا يَتَحَقَّقُ الْاِسْتِيفَاءُ مِنْ هٰؤُلَاءِ لِعَدَمِ الْمَالِيَّةِ فِي الْحُرِّ وَقِيَامِ الْمَانِعِ فِي الْبَاقِينَ، (وَلَا يَجُوزُ الرَّهْنُ بِالْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ، وَكَذَا بِالْقِصَاصِ فِي النَّفْسِ وَمَا دُونَهَا) لِتَعَذُّرِ الْاِسْتِيفَاءِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَتِ الْجِنَايَةُ خَطَأً لِاَنَّ اسْتِيفَاءَ الْاَرْشِ مِنَ الرَّهْنِ مُمْكِنٌ .

فرمایا کہ آزاد، مدبر، مکاتب اور ام ولد کو رہن میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ رہن کا حکم قبضہ استیفاء ہے جو آزاد کے حق میں عدم مالیت کی وجہ سے ثابت نہ ہوگا۔ اسی طرح قیام مانع کے سبب باقیوں کے حق میں استیفاء قبضہ ثابت نہ ہوگا۔

اور کفالہ بہ نفس کے بدلے میں بھی رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور اسی طرح نفس اور سوائے نفس میں بھی رہن جائز نہیں ہے۔ جبکہ یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب بطور غلطی جنایت ہوئی ہے۔ کیونکہ رہن کے سبب ارش کی وصولی ممکن ہے۔

شفعہ کے بدلے میں رہن کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ الرَّهْنُ بِالشُّفْعَةِ) ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَى الْمُشْتَرِي (وَلَا بِالْعَبْدِ الْجَانِي وَالْعَبْدِ الْمَأْذُونِ وَالْمَدْيُونِ) ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَى الْمَوْلَى، فَإِنَّهُ لَوْ هَلَكَ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ شَيْءٌ (وَلَا بِأُجْرَةِ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ، حَتَّى لَوْ ضَاعَ لَمْ يَكُنْ مَضْمُونًا) ؛ لِأَنَّهُ لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مَضْمُونٌ

اور شفعہ کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہاں مبیع خریدار پر قابل ضمان نہیں ہے۔ جبکہ جنایت والے غلام، ماذون غلام اور مدیون کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حق کے لئے قابل ضمان نہیں ہیں۔ کیونکہ جب یہ ہلاک ہو جائیں تو آقا پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور اسی طرح رونے والی اور گانے والی عورت کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ جب مرہون ضائع ہو جائے تو وہ قابل ضمان نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی بھی مرہون چیز اس کے بدلے میں نہیں ہے۔

مسلمان کے لئے شراب کو رہن رکھنے پر عدم جواز کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَرْهَنَ خَمْرًا أَوْ يَرْتَهِنَهُ مِنْ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ) لِتَعَذُّرِ الْإِيفَاءِ وَالِاسْتِيفَاءِ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ، ثُمَّ الرَّاهِنُ إذَا كَانَ ذِمِّيًّا فَالْخَمْرُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ لِلذِّمِّيِّ كَمَا إذَا غَصَبَهُ، وَإِنْ كَانَ الْمُرْتَهِنُ ذِمِّيًّا لَمْ يَضْمَنْهَا لِلْمُسْلِمِ كَمَا لَا يَضْمَنُهَا بِالْغَصْبِ مِنْهُ، بِخِلَافِ مَا إذَا جَرَى ذَلِكَ فِيمَا بَيْنَهُمْ ؛ لِأَنَّهَا مَالٌ فِي حَقِّهِمْ، أَمَّا الْمَيْتَةُ فَلَيْسَتْ بِمَالٍ عِنْدَهُمْ فَلَا يَجُوزُ رَهْنُهَا وَارْتِهَانُهَا فِيمَا بَيْنَهُمْ، كَمَا لَا يَجُوزُ فِيمَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ بِحَالٍ،

اور کسی مسلمان کے لئے شراب کو رہن میں رکھنا جائز نہیں ہے اور کسی مسلمان یا ذمی سے شراب کو رہن میں لینا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمان کے حق میں شراب کا لین دین ممکن نہیں ہے۔ اور اگر راہن ذمی ہے تو ذمی کے لئے مسلمان پر شراب قابل ضمان ہو جائے گی۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب مسلمان نے ذمی سے شراب کو غصب کر لیا ہو۔ اور جب مرتہن ذمی ہے تو وہ مسلمان کے لئے شراب کا ضامن نہ ہوگا۔ جس طرح اس مسئلہ میں ضامن نہ ہوگا کہ جب اس نے مسلمان کی شراب کو غصب کر لیا ہے۔

جبکہ مردار اہل ذمہ کے حق میں بھی مال نہیں ہے کیونکہ ان کے درمیان مردار کا لین دین جائز نہیں ہے جس طرح مسلمانوں کے درمیان مردار کا لین دین جائز نہیں ہے۔

غلام کی قیمت کے بدلے میں غلام کو رہن رکھنے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرٰی عَبْدًا وَرَهَنَ بِثَمَنِهِ عَبْدًا اَوْ خَلًّا اَوْ شَاةً مَذْبُوحَةً ثُمَّ ظَهَرَ الْعَبْدُ حُرًّا اَوْ الْخَلُّ خَمْرًا اَوْ الشَّاةُ مَيْتَةً فَالرَّهْنُ مَضْمُوْنٌ) ؛ لِاَنَّهُ رَهَنَهُ بِدَيْنٍ وَاجِبٍ ظَاهِرًا (وَكَذَا اِذَا قَتَلَ عَبْدًا وَرَهَنَ بِقِيمَتِهِ رَهْنًا ثُمَّ ظَهَرَ اَنَّهُ حُرٌّ) وَهٰذَا كُلُّهُ عَلٰى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ (وَكَذَا اِذَا صَالَحَ عَلٰى اِنْكَارٍ وَرَهَنَ بِمَا صَالَحَ عَلَيْهِ رَهْنًا ثُمَّ تَصَادَقَا اَنْ لَا دَيْنَ فَالرَّهْنُ مَضْمُوْنٌ) وَعَنْ اَبِي يُوْسُفَ خِلَافُهُ، وَكَذَا قِيَاسُهُ فِيمَا تَقَدَّمَ مِنْ جِنْسِهِ .

اور جب کسی شخص نے غلام کی قیمت کے بدلے میں غلام، یا سرکہ یا بکری یا ذبح کردہ بکری کو رہن میں رکھا ہے اور اس کے بعد وہ غلام آزاد نکل آیا ہے اور سرکہ خمر بن گیا ہے اور بکری مردار نکل آئی تو وہ رہن ضمان والی ہوگی۔ کیونکہ خریدار نے رہن کو ایسے قرض کے بدلے رکھا ہے جو ظاہری طور پر واجب ہے۔ اور اسی طرح جب کسی غلام کو قتل کر کے اس کی قیمت کے بدلے میں رہن رکھی ہے اور اسکے بعد وہ غلام آزاد نکلا ہے اور یہ سارا مسئلہ ظاہر الروایت کے مطابق ہے۔

اور اسی طرح جب انکار کے بدلے میں مصالحت کی اور جس چیز پر مصالحت ہوئی ہے اس کے بدلے میں رہن رکھ دی ہے اور اس کے بعد دونوں قرض کے نہ ہونے پر متفق ہو جائیں تب بھی رہن قابل ضمان ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس کے خلاف روایت کیا گیا ہے اور اسی جنس کے مطابق پہلے مسائل میں ان کے موقف کو قیاس کیا جائے گا۔

قرض کے بدلے چھوٹے بچے کے غلام کو رہن میں رکھنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوْزُ لِلْاَبِ اَنْ يَرْهَنَ بِدَيْنٍ عَلَيْهِ عَبْدًا لِابْنِهِ الصَّغِيْرِ) ؛ لِاَنَّهُ يَمْلِكُ الْاِيدَاعَ، وَهٰذَا اَنْظَرُ فِيْ حَقِّ الصَّبِيِّ مِنْهُ ؛ لِاَنَّ قِيَامَ الْمُرْتَهِنِ بِحِفْظِهِ اَبْلَغُ خِيفَةَ الْغَرَامَةِ (وَلَوْ هَلَكَ يَهْلِكُ مَضْمُوْنًا، الْوَدِيعَةُ تَهْلِكُ اَمَانَةً وَالْوَصِيُّ بِمَنْزِلَةِ الْاَبِ) فِيْ هٰذَا الْبَابِ لِمَا بَيَّنَّا وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ وَزُفَرَ اَنَّهُ لَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ مِنْهُمَا، وَهُوَ الْقِيَاسُ اعْتِبَارًا بِحَقِيقَةِ الْاِيفَاءِ، وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى الظَّاهِرِ وَهُوَ الِاسْتِحْسَانُ اَنَّ فِيْ حَقِيقَةِ الْاِيفَاءِ اِزَالَةَ مِلْكِ الصَّغِيْرِ مِنْ غَيْرِ عِوَضٍ يُقَابِلُهُ فِي الْحَالِ، وَفِيْ هٰذَا نَصْبُ حَافِظٍ لِمَالِهِ نَاجِزًا مَعَ بَقَاءِ مِلْكِهِ فَوَضَحَ الْفَرْقُ،

فرمایا کہ جب باپ نے اپنے چھوٹے بچے کے غلام کو قرض کے بدلے میں رہن رکھ دیا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ باپ ودیعت رکھنے کا مالک ہے۔ جبکہ رہن رکھنا یہ بچے کے حق میں ایداع سے زیادہ مشکل ہے۔ کیونکہ جرمانے کی وجہ سے مرتہن مرہونہ کی حفاظت اچھے طریقے سے کرتا ہے۔ اور جب وہ ہلاک ہوا تو وہ مضمون بن کر ہلاک ہونے والا ہے۔ اور ودیعت امانت بن کر ہلاک ہوتی ہے اور ان احکام میں وصی باپ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ باپ اور وصی کی جانب سے رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور ایفاء کی حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے قیاس کا تقاضہ بھی اسی طرح ہے۔

اور ظاہر الروایت کے مطابق فرق یہ ہے کہ حقیقت میں دینے کے بدلے میں بغیر صغیر کی ملکیت کے ازالہ ہے اور اس حالت میں اس کی ملکیت کے مقابل میں ہے۔ اور رہن رکھنے میں اس کی ملکیت کی بقا کے ساتھ ساتھ اس کو فوری پرنگرانی کی ضرورت بھی ہے۔ پس ودیعت اور رہن میں فرق ہو جائے گا۔

ہلاکت مرہونہ کے سبب دین کے وصول ہو جانے کا بیان

(وَاِذَا جَازَ الرَّهْنُ يَصِيرُ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا دَيْنَهُ لَوْ هَلَكَ فِي يَدِهِ وَيَصِيرُ الْاَبُ) اَوْ الْوَصِيُّ (مُوفِيًا لَهُ وَيَضْمَنُهُ لِلصَّبِيِّ) ؛ لِاَنَّهُ قَضَى دَيْنَهُ بِمَالِهِ، وَكَذَا لَوْ سَلَّطَا الْمُرْتَهِنَ عَلَى بَيْعِهِ ؛ لِاَنَّهُ تَوْكِيلٌ بِالْبَيْعِ وَهُمَا يَمْلِكَانِهِ قَالُوا : اَصْلُ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ الْبَيْعُ، فَاِنَّ الْاَبَ اَوْ الْوَصِيَّ اِذَا بَاعَ مَالَ الصَّبِيِّ مِنْ غَرِيمِ نَفْسِهِ جَازَ وَتَقَعُ الْمُقَاصَّةُ وَيَضْمَنُهُ لِلصَّبِيِّ عِنْدَهُمَا، وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ لَا تَقَعُ الْمُقَاصَّةُ، وَكَذَا وَكِيلُ الْبَائِعِ بِالْبَيْعِ، وَالرَّهْنُ نَظِيرُ الْبَيْعِ نَظَرًا اِلَى عَاقِبَتِهِ مِنْ حَيْثُ وُجُوبُ الضَّمَانِ (وَاِذَا رَهَنَ الْاَبُ مَتَاعَ الصَّغِيرِ مِنْ نَفْسِهِ اَوْ مِنْ ابْنٍ لَهُ صَغِيرٍ اَوْ عَبْدٍ لَهُ تَاجِرٍ لَا دَيْنَ عَلَيْهِ جَازَ) ؛ لِاَنَّ الْاَبَ لِوُفُورِ شَفَقَتِهِ اُنْزِلَ مَنْزِلَةَ شَخْصَيْنِ وَاُقِيمَتْ عِبَارَتُهُ مَقَامَ عِبَارَتَيْنِ فِي هٰذَا الْعَقْدِ كَمَا فِي بَيْعِهِ مَالَ الصَّغِيرِ مِنْ نَفْسِهِ فَتَوَلَّى طَرَفَي الْعَقْدِ،

اور جب رہن جائز ہو جائے تو اب اگر مرہونہ چیز مرتہن کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو مرتہن اپنے قرض کو وصول کرنے والا ہے۔ اور باپ یا وصی اس کو ادا کرنے والے ہوں گے۔ اور وہ بچے کے لئے اس مال میں ضامن بن جائیں گے۔ کیونکہ ان میں سے کسی ایک شخص نے اس بچے کی جانب سے اس کا قرض ادا کر دیا ہے۔ اور اسی طرح جب باپ یا وصی نے مرتہن کو مرہونہ چیز کی بیع کرنے پر مسلط کر دیا ہے کیونکہ اس میں بیع کی وکالت ہے اور یہی دونوں اس کے مالک ہیں۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ اس مسئلہ کی اصل بیع ہے۔ پس جب باپ اور وصی اس بچے کا مال اپنے قرض خواہ کو دے دیں تو یہ جائز ہے۔ اور مقاصہ واقع ہو جائے گا۔

جبکہ طرفین کے نزدیک یہاں باپ اور وکیل یہ دونوں اس بچے کے مال کے ضامن بن جائیں گے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقاصہ نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جب بیع کے بارے میں کوئی شخص وکیل ہے اور رہن بھی بیع ایک مثال ہے۔ کیونکہ وجوب ضمان کے بارے میں اس کی انتہاء کی جانب دیکھا جاتا ہے۔

اور جب باپ نے اپنے پاس رہن رکھ لی ہے یا اپنے چھوٹے بچے کے ہاں رہن کو رکھا ہے یا اس نے کسی ایسے تاجر غلام کے پاس رہن رکھی ہے جس پر قرض نہ ہو۔ تو یہ جائز ہوگا۔ کیونکہ مہربانی کے کمال کے سبب باپ کو دو آدمیوں کے حکم میں سمجھا جاتا ہے۔

اور اس حکم میں باپ کی عبارت دو بندوں کی عبارتوں کے یعنی رعایتوں کے قائم مقام ہوگی۔ جس طرح چھوٹے بچے کے مال کو بیچنے میں ہوتی ہے۔ پس باپ عقد کی دونوں اجانب کا وارث ہوگا۔

وصی کا صغیر کے مال کو اپنے پاس رہن رکھنے کا بیان

(وَلَوِ ارْتَهَنَهُ الْوَصِيُّ مِنْ نَفْسِهِ أَوْ مِنْ هٰذَيْنِ أَوْ رَهَنَا عَيْنًا لَهُ مِنَ الْيَتِيمِ بِحَقٍّ لِلْيَتِيمِ عَلَيْهِ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّهُ وَكِيلٌ مَحْضٌ، وَالْوَاحِدُ لَا يَتَوَلَّى طَرَفَيِ الْعَقْدِ فِي الرَّهْنِ كَمَا لَا يَتَوَلَّاهُمَا فِي الْبَيْعِ، وَهُوَ قَاصِرُ الشَّفَقَةِ فَلَا يَعْدِلُ عَنِ الْحَقِيقَةِ فِي حَقِّهِ إِلْحَاقًا لَهُ بِالْأَبِ، وَالرَّهْنُ مِنِ ابْنِهِ الصَّغِيرِ وَعَبْدِهِ التَّاجِرِ الَّذِي لَيْسَ عَلَيْهِ دَيْنٌ بِمَنْزِلَةِ الرَّهْنِ مِنْ نَفْسِهِ، بِخِلَافِ ابْنِهِ الْكَبِيرِ وَأَبِيهِ وَعَبْدِهِ الَّذِي عَلَيْهِ دَيْنٌ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِمْ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالْبَيْعِ إِذَا بَاعَ مِنْ هٰؤُلَاءِ لِأَنَّهُ مُتَّهَمٌ فِيهِ وَلَا تُهْمَةَ فِي الرَّهْنِ لِأَنَّ لَهُ حُكْمًا وَاحِدًا .

(وَإِنِ اسْتَدَانَ الْوَصِيُّ لِلْيَتِيمِ فِي كِسْوَتِهِ وَطَعَامِهِ فَرَهَنَ بِهِ مَتَاعًا لِلْيَتِيمِ جَازَ) لِأَنَّ الِاسْتِدَانَةَ جَائِزَةٌ لِلْحَاجَةِ وَالرَّهْنُ يَقَعُ إِيفَاءً لِلْحَقِّ فَيَجُوزُ (وَكَذٰلِكَ لَوِ اتَّجَرَ لِلْيَتِيمِ فَارْتَهَنَ أَوْ رَهَنَ) لِأَنَّ الْأَوْلَى لَهُ التِّجَارَةُ تَثْمِيرًا لِمَالِ الْيَتِيمِ فَلَا يَجِدُ بُدًّا مِنَ الِارْتِهَانِ وَالرَّهْنِ لِأَنَّهُ إِيفَاءٌ وَاسْتِيفَاءٌ

اور جب وصی نے چھوٹے بچے کے مال کو اپنے پاس بطور رہن رکھ لیا ہے یا اس نے یتیم کے کسی مال کے بدلے میں یتیم کے پاس وصی نے رہن رکھی ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وصی صرف وکیل ہوتا ہے۔ اور ایک ہی شخص عقد رہن میں دونوں اجانب کو وارث ہونے والا نہیں ہے جس طرح بیع میں دونوں اجانب کا مالک نہیں بن سکتا۔ جبکہ وصی کی مہربانی بھی ناقص ہوتی ہے۔ پس اس کے حق میں حقیقت سے منہ نہ پھیرا جائے گا۔ اور اپنے چھوٹے بچے اور اپنے اس تاجر غلام کے پاس رہن رکھنا ایسے ہی ہے جس طرح کسی شخص کا اپنے پاس رہن رکھنا ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ سے خلاف ہے۔ کہ جب وہ اپنے باپ، بڑے لڑکے یا قرض والے غلام کے پاس رہن رکھتا ہے کیونکہ ان پر وصی کی کوئی ولایت نہیں ہے۔ جبکہ وکیل بہ بیع میں ایسا نہیں ہے۔ جب اس نے مرہونہ چیز کو بیچ دیا ہے۔ کیونکہ وہ بیع میں تہمت زدہ ہے۔ اور رہن میں کوئی تہمت نہیں ہے۔ کیونکہ رہن ایک ہی حکم ہے۔

اور جب وصی نے کسی یتیم کے کپڑے اور اس کے کھانے کے لئے قرض لیا ہے اور اس کے بدلے میں یتیم کا سامان رہن میں رکھ دیا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ ضرورت کی وجہ سے قرض لینا جائز ہے۔ اور رہن حق دینے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا جائز ہے۔ اور اسی طرح جب وصی نے یتیم کے لئے تجارت کی ہے اور اس نے رہن کا لین دین کیا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یتیم کے مال میں اضافہ کرنے کیلئے تجارت کرنا بہتر ہے۔ پس وہ رہن کے لین دین سے نجات نہ پائے گا۔ کیونکہ یہ لین دین ہے۔

مال صغیر کے رہن ہونے پر باپ کے انتقال کا بیان

(وَإِذَا رَهَنَ الْأَبُ مَتَاعَ الصَّغِيرِ فَأَدْرَكَ الِابْنُ وَمَاتَ الْأَبُ لَيْسَ لِلِابْنِ أَنْ يَرُدَّهُ حَتَّى يَقْضِيَ الدَّيْنَ) لِوُقُوعِهِ لَازِمًا مِنْ جَانِبِهِ ؛ إِذْ تَصَرُّفُ الْأَبِ بِمَنْزِلَةِ تَصَرُّفِهِ بِنَفْسِهِ بَعْدَ الْبُلُوغِ لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ (وَلَوْ كَانَ الْأَبُ رَهَنَهُ لِنَفْسِهِ فَقَضَاهُ الِابْنُ رَجَعَ بِهِ فِي مَالِ الْأَبِ) ؛ لِأَنَّهُ مُضْطَرٌّ فِيهِ لِحَاجَتِهِ إِلَى إِحْيَاءِ مِلْكِهِ فَأَشْبَهَ مُعِيرَ الرَّهْنِ (وَكَذَا إِذَا هَلَكَ قَبْلَ أَنْ يَفْتَكَّهُ) ؛ لِأَنَّ الْأَبَ يَصِيرُ قَاضِيًا دَيْنَهُ بِمَالِهِ فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ عَلَيْهِ (وَلَوْ رَهَنَهُ بِدَيْنٍ عَلَى نَفْسِهِ وَبِدَيْنٍ عَلَى الصَّغِيرِ جَازَ) لِاشْتِمَالِهِ عَلَى أَمْرَيْنِ جَائِزَيْنِ (فَإِنْ هَلَكَ ضَمِنَ الْأَبُ حِصَّتَهُ مِنْ ذَلِكَ لِلْوَلَدِ) لِإِيفَائِهِ دَيْنَهُ مِنْ مَالِهِ بِهَذَا الْمِقْدَارِ ، وَكَذَلِكَ الْوَصِيُّ ، وَكَذَلِكَ الْجَدُّ أَبُ الْأَبِ إِذَا لَمْ يَكُنْ الْأَبُ أَوْ وَصِيُّ الْأَبِ (وَلَوْ رَهَنَ الْوَصِيُّ مَتَاعًا لِلْيَتِيمِ فِي دَيْنٍ اسْتَدَانَهُ عَلَيْهِ وَقَبَضَ الْمُرْتَهِنُ ثُمَّ اسْتَعَارَهُ الْوَصِيُّ لِحَاجَةِ الْيَتِيمِ فَضَاعَ فِي يَدِ الْوَصِيِّ فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الرَّهْنِ وَهَلَكَ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ) ؛ لِأَنَّ فِعْلَ الْوَصِيِّ كَفِعْلِهِ بِنَفْسِهِ بَعْدَ الْبُلُوغِ ؛ لِأَنَّهُ اسْتَعَارَهُ لِحَاجَةِ الصَّبِيِّ وَالْحُكْمُ فِيهِ هَذَا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

اور جب باپ نے چھوٹے بچے کے سامان کو رہن میں رکھا ہوا ہے اور وہ چھوٹا بچہ بالغ ہوگیا ہے اور اس کے بعد اس کے باپ کا انتقال ہوگیا ہے تو وہ چھوٹا بچہ قرض ادا کیے بغیر مرہونہ سامان کو واپس نہ لے گا۔ کیونکہ اس کی جانب سے رہن واقع ہو کر لازم ہو چکی ہے۔ کیونکہ باپ کا تصرف بچے کے بالغ ہونے کے بعد باپ والے حکم میں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ باپ بچے کا قائم مقام ہے۔

اور جب باپ نے چھوٹے بچے کا مال کو خود اپنے پاس قرض میں رہن رکھا ہوا ہے اور بیٹے نے اس کا قرض ادا کر دیا ہے تو وہ اس کو باپ کے مال سے واپس لے گا۔ کیونکہ بچہ اپنی ملکیت کو باقی رکھنے کے لئے اس کی ادائیگی پر مجبور ہے۔ پس یہ معیر رہن کے مشابہ ہو جائے گا۔ اور اسی طرح جب بیٹے کا اس سے مال چھڑوانے سے قبل وہ ہلاک ہوگئی ہے تو باپ بیٹے کے مال سے قرضہ ادا کرنے والا بن جائے گا پس بیٹے کو باپ سے واپسی کا حق ہوگا۔

اور جب باپ نے اپنے اوپر لازم ہونے والے قرض اور چھوٹے بچے پر لازم ہونے والے قرض کے بدلے میں چھوٹے بچے کے مال کو رہن رکھا ہے۔ تو یہ جائز ہے کیونکہ دو معاملات کو شامل ہے۔ اور جب اس کے بعد مرہونہ چیز ہلاک ہوگئی تو باپ اس میں سے اپنے حصے کی مقدار کے برابر ضامن بن جائے گا اور کیونکہ اس نے اتنی مقدار میں مال سے اپنا قرض ادا کیا ہے۔ اور اسی طرح وصی کا حکم ہے۔ اور اسی طرح دادے کا حکم ہے جب بچے کا باپ یا وصی نہ ہو۔

اور جب وصی نے یتیم کے سامان کو کسی قرض کے بدلے میں رہن رکھ دیا ہے جو قرض اس نے یتیم سے لیا تھا۔ اور مرتہن نے

مرہونہ چیز پر قبضہ کرلیا ہے۔ اور اس کے بعد یتیم کی ضرورت کے لئے اس نے مرہونہ چیز کو مرتہن سے بطور ادھار لیا ہے۔ اور وہ چیز وصی کے قبضہ میں ضائع ہوگئی ہے۔ تو وہ رہن سے خارج ہو کر یتیم کے مال سے ہلاک ہونے والی ہوگی۔ کیونکہ وصی کا فعل بلوغت کے بعد فعل یتیم کی طرح ہے۔ کیونکہ وصی نے مرہونہ کو بچے کی حاجت کے لئے ادھار لیا تھا۔ اور اس میں حکم یہی ہے۔ اس تفصیل کے مطابق جس کو ہم ان شاء اللہ بیان کردیں گے۔

وصی پر مال کے قرض ہونے کا بیان

(وَالْمَالُ دَيْنٌ عَلَى الْوَصِيِّ) مَعْنَاهُ هُوَ الْمُطَالَبُ بِهِ (ثُمَّ يَرْجِعُ بِذٰلِكَ عَلَى الصَّبِيِّ) ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِيْ هٰذِهِ الْإِسْتِعَارَةِ ؛ إِذْ هِيَ لِحَاجَةِ الصَّبِيِّ (وَلَوْ اسْتَعَارَهُ لِحَاجَةِ نَفْسِهِ ضَمِنَهُ لِلصَّبِيِّ) ؛ لِاَنَّهُ مُتَعَدٍّ ؛ إِذْ لَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ الِاسْتِعْمَالِ فِيْ حَاجَةِ نَفْسِهِ،

اور جب وصی پر مال کا قرض ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ وصی سے ہی اس قرض کا مطالبہ کیا جائے گا اس کے بعد وصی اس بارے میں بچے سے رجوع کرے گا۔ کیونکہ اس ادھار میں وہ زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ استعار یہ بچے کی ضرورت ہے اور جب وصی نے اپنی ضرورت کے لئے ادھار لیا ہے تو وہ بچے کے اس مال میں ضامن ہوگا کیونکہ وہ زیادتی کرنے والا ہے کیونکہ اس کو اپنی ضرورت کے لئے استعمال کرنے میں ولایت رکھنے والا نہیں ہے۔

رہن رکھنے کے بعد وصی کا مرہونہ چیز کو غصب کرنے کا بیان

(وَلَوْ غَصَبَهُ الْوَصِيُّ بَعْدَ مَا رَهَنَهُ فَاسْتَعْمَلَهُ لِحَاجَةِ نَفْسِهِ حَتّٰى هَلَكَ عِنْدَهُ فَالْوَصِيُّ ضَامِنٌ لِقِيمَتِهِ) ؛ لِاَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيْ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ بِالْغَصْبِ وَالِاسْتِعْمَالِ، وَفِيْ حَقِّ الصَّبِيِّ بِالِاسْتِعْمَالِ فِيْ حَاجَةِ نَفْسِهِ، فَيَقْضِيْ بِهِ الدَّيْنَ إِنْ كَانَ قَدْ حَلَّ (فَإِنْ كَانَ قِيمَتُهُ مِثْلَ الدَّيْنِ أَدَّاهُ إِلَى الْمُرْتَهِنِ وَلَا يَرْجِعُ عَلَى الْيَتِيمِ) ؛ لِاَنَّهُ وَجَبَ لِلْيَتِيمِ عَلَيْهِ مِثْلُ مَا وَجَبَ لَهُ عَلَى الْيَتِيمِ فَالْتَقَيَا قِصَاصًا (وَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ أَقَلَّ) مِنَ الدَّيْنِ (أَدَّى قَدْرَ الْقِيمَةِ إِلَى الْمُرْتَهِنِ وَأَدَّى الزِّيَادَةَ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ) ؛ لِاَنَّ الْمَضْمُونَ عَلَيْهِ قَدْرُ الْقِيمَةِ لَا غَيْرُ (وَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ أَكْثَرَ مِنَ الدَّيْنِ أَدَّى قَدْرَ الدَّيْنِ مِنَ الْقِيمَةِ إِلَى الْمُرْتَهِنِ، وَالْفَضْلُ لِلْيَتِيمِ،

اور جب وصی نے رہن رکھنے کے بعد مرہونہ چیز کو غصب کرلیا ہے اور اس کو اپنی ضرورت کے لئے استعمال کیا ہے حتی کہ وہ مرہونہ چیز وصی کے پاس سے ہلاک ہوگئی ہے۔ تو وصی اس کی قیمت کا ضامن بن جائے گا۔ کیونکہ وہ مرتہن کے حق میں غصب اور استعمال کرنے کی وجہ سے ظلم کرنے والا ہے۔ اور بچے کے حق میں اپنی ضرورت کے لئے استعمال کرنے وجہ سے ظلم کرنے والا ہے۔ پس اس سے قرض ادا کروایا جائے گا۔ اور جب قرض کی ادائیگی کا وقت آگیا ہے اور اس مرہونہ چیز کی قیمت قرض کے برابر ہے تو وصی اس کو مرتہن کو دے گا۔ اور یتیم سے کچھ واپس نہ لے گا کیونکہ یتیم کے لئے وصی پر اتنا ہی لازم ہے جس قدر یتیم

کے لئے وصی پر لازم ہے تو ان دونوں میں مقاصہ ہو جائے گا۔

اور جب رہن کی قیمت قرض سے کم ہو تو وصی مقدار قیمت کو مرتہن کے سپرد کرے گا اور جو زیادہ ہے اس کو مال یتیم سے ادا کرے گا۔ کیونکہ وصی پر مرہونہ چیز کی قیمت کے حساب سے ضمان لازم ہے جبکہ اس سے زیادہ لازم نہیں ہے۔ اور جب رہن کی قیمت قرض سے زیادہ ہے۔ تو وصی قرض کی مقدار مرتہن کو ادا کرے گا اور جو زائد ہے وہ یتیم کے لئے ہے۔

دین کی ادائیگی کے وقت کے نہ آنے تک قیمت رہن کا بیان

وَإِنْ كَانَ لَمْ يَحِلَّ الدَّيْنُ فَالْقِيمَةُ رَهْنٌ) ؛ لِأَنَّهُ ضَامِنٌ لِلْمُرْتَهِنِ بِتَفْوِيتِ حَقِّهِ الْمُحْتَرَمِ فَتَكُونُ رَهْنًا عِنْدَهُ، ثُمَّ إذَا حَلَّ الْأَجَلُ كَانَ الْجَوَابُ عَلَى التَّفْصِيلِ الَّذِي فَصَّلْنَاهُ (وَلَوْ أَنَّهُ غَصَبَهُ وَاسْتَعْمَلَهُ لِحَاجَةِ الصَّغِيرِ حَتَّى هَلَكَ فِي يَدِهِ يَضْمَنُهُ لِحَقِّ الْمُرْتَهِنِ، وَلَا يَضْمَنُهُ لِحَقِّ الصَّغِيرِ) ؛ لِأَنَّ اسْتِعْمَالَهُ لِحَاجَةِ الصَّغِيرِ لَيْسَ بِتَعَدٍّ، وَكَذَا الْأَخْذُ ؛ لِأَنَّ لَهُ وِلَايَةَ أَخْذِ مَالِ الْيَتِيمِ، وَلِهَذَا قَالَ فِي كِتَابِ الْإِقْرَارِ : إذَا أَقَرَّ الْأَبُ أَوْ الْوَصِيُّ بِغَصْبِ مَالِ الصَّغِيرِ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَتَصَوَّرُ غَصْبُهُ لِمَا أَنَّ لَهُ وِلَايَةَ الْأَخْذِ، فَإِذَا هَلَكَ فِي يَدِهِ يَضْمَنُهُ لِلْمُرْتَهِنِ يَأْخُذُهُ بِدَيْنِهِ إنْ كَانَ قَدْ حَلَّ، وَيَرْجِعُ الْوَصِيُّ عَلَى الصَّغِيرِ ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُتَعَدٍّ بَلْ هُوَ عَامِلٌ لَهُ، وَإِنْ كَانَ لَمْ يَحِلَّ يَكُونُ رَهْنًا عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ، ثُمَّ إذَا حَلَّ الدَّيْنُ يَأْخُذُ دَيْنَهُ مِنْهُ وَيَرْجِعُ الْوَصِيُّ عَلَى الصَّبِيِّ بِذَلِكَ لِمَا ذَكَرْنَا

اور جب قرض کی ادائیگی کا وقت نہیں آیا ہے تو وہ قیمت رہن ہوگی کیونکہ مرتہن کے حق میں وصی ایک محترم چیز کو مفقود کرنے کی وجہ سے ضامن بنا ہے۔ پس رہن کی قیمت اسی کے پاس ہوگی۔ اور اس کے بعد جب ادائیگی کا وقت آچکا ہے تو ہماری بیان کردہ وضاحت کے مطابق حکم دیا جائے گا۔

اور جب وصی نے مرہونہ چیز کو غصب کرتے ہوئے چھوٹے بچے کی ضرورت کے لئے اس کو استعمال کیا ہے حتیٰ کہ مرہونہ چیز وصی کے قبضہ سے ہلاک ہوگئی ہے تو مرتہن کے حق کے لئے اس کا ضامن ہوگا۔ لیکن چھوٹے بچے کے حق کے لئے ضامن نہ بنے گا۔ کیونکہ چھوٹے بچے کی ضرورت میں وصی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اور اس کا لینا ظلم نہیں ہے۔ کیونکہ وصی کو یتیم کے مال پر ولایت حاصل ہے

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط کی کتاب اقرار میں کہا ہے کہ جب باپ یا وصی چھوٹے بچے کے مال کو غصب کر کے اقرار کریں تو ان پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کی جانب غصب کا تصور نہیں کیا جاتا کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو مال صغیر کو لینے ولایت حاصل ہے۔

اور اس کے بعد جب مرہونہ چیز وصی کے قبضے میں ہلاک ہو چکی ہے تو مرتہن کے لئے وصی ضامن بن جائے گا جس کو مرتہن

اپنے قرض کے بدلے میں لینے والا ہے۔ اور جب قرض کی ادائیگی کا وقت آچکا ہے تو وصی چھوٹے بچے سے مال واپس لے گا کیونکہ وصی ظلم کرنے والا نہیں ہے بلکہ وہ تو بچے کے لئے عمل کرنے والا ہے۔ اور جب تک ادائیگی کا وقت نہ آئے تو اس وقت تک وہ مرتہن کے پاس رہن ہوگا۔ اور اسکے بعد جب ادائیگی کا وقت آجائے تو مرتہن اس میں سے اپنا قرض وصول کرلے گا اور وصی اس کے بارے میں بچے سے رجوع کرے گا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم نے بیان کردیا ہے۔

دراہم ودیناروں کو رہن میں رکھنے کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ رَهْنُ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ) ؛ لِأَنَّهُ يَتَحَقَّقُ الِاسْتِيفَاءُ مِنْهُ فَكَانَ مَحَلًّا لِلرَّهْنِ (فَإِنْ رُهِنَتْ بِجِنْسِهَا فَهَلَكَتْ هَلَكَتْ بِمِثْلِهَا مِنْ الدَّيْنِ وَإِنْ اخْتَلَفَا فِي الْجَوْدَةِ) ؛ لِأَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ بِالْجَوْدَةِ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِجِنْسِهَا، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّ عِنْدَهُ يَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا بِاعْتِبَارِ الْوَزْنِ دُونَ الْقِيمَةِ، وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُ الْقِيمَةَ مِنْ خِلَافِ جِنْسِهِ وَيَكُونُ رَهْنًا مَكَانَهُ،

فرمایا کہ دراہم ودینار اور کیل والی اور موزونی چیزوں کو رہن میں رکھنا جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک چیز میں استیفاء ثابت ہے۔ پس ان میں سے ہر چیز رہن کا محل ہوگا۔

اور اس کے بعد اس نے مذکورہ چیزوں کو اپنی جنس چیز کے بدلے میں رہن پر رکھا ہے اور مرہونہ چیز ہلاک ہوگئی ہے تو وہ اپنے مثلی قرض کے بدلے میں ہلاک ہونے والی ہے۔ خواہ دونوں میں اچھا ہونے کا اختلاف ہو۔ کیونکہ ایک جنس ہونے کی وجہ سے عمدہ ہونے کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اور یہ حکم حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک مرتہن وزن کے اعتبار سے اپنے قرض کو وصول کرنے والا ہے۔ ہاں قیمت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

صاحبین نے کہا ہے مرتہن مرہونہ چیز کی خلاف جنس میں اس کی قیمت کا ضامن بن جائے گا اور وہ قیمت مرہونہ چیز کی جگہ پر رہن بن جائے گی۔

چاندی کے لوٹے کا رہن میں ہونے کا بیان

(وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : فَإِنْ رَهَنَ إبْرِيقَ فِضَّةٍ وَزْنُهُ عَشَرَةٌ بِعَشَرَةٍ فَضَاعَ فَهُوَ بِمَا فِيهِ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : مَعْنَاهُ أَنْ تَكُونَ قِيمَتُهُ مِثْلَ وَزْنِهِ أَوْ أَكْثَرَ هَذَا الْجَوَابُ فِي الْوَجْهَيْنِ بِالِاتِّفَاقِ ؛ لِأَنَّ الِاسْتِيفَاءَ عِنْدَهُ بِاعْتِبَارِ الْوَزْنِ وَعِنْدَهُمَا بِاعْتِبَارِ الْقِيمَةِ، وَهِيَ مِثْلُ الدَّيْنِ فِي الْأَوَّلِ وَزِيَادَةٌ عَلَيْهِ فِي الثَّانِي فَيَصِيرُ بِقَدْرِ الدَّيْنِ مُسْتَوْفِيًا،

(فَإِنْ كَانَ قِيمَتُهُ أَقَلَّ مِنْ الدَّيْنِ فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ) الْمَذْكُورِ لَهُمَا أَنَّهُ لَا وَجْهَ إلَى الِاسْتِيفَاءِ بِالْوَزْنِ لِمَا فِيهِ مِنْ الضَّرَرِ بِالْمُرْتَهِنِ، وَلَا إلَى اعْتِبَارِ الْقِيمَةِ ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إلَى الرِّبَا فَصِرْنَا إلَى

التَّضْمِينِ، بِخِلَافِ الْجِنْسِ لِيَنْتَقِضَ الْقَبْضُ وَيُجْعَلَ مَكَانَهُ ثُمَّ يَتَمَلَّكُهُ وَلَهُ أَنَّ الْجَوْدَةَ سَاقِطَةُ الْعِبْرَةِ فِي الْأَمْوَالِ الرِّبَوِيَّةِ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِجِنْسِهَا، وَاسْتِيفَاءُ الْجَيِّدِ بِالرَّدِيءِ جَائِزٌ كَمَا إِذَا تَجَوَّزَ بِهِ وَقَدْ حَصَلَ الِاسْتِيفَاءُ بِالْإِجْمَاعِ وَلِهَذَا يَحْتَاجُ إِلَى نَقْضِهِ، وَلَا يُمْكِنُ نَقْضُهُ بِإِيجَابِ الضَّمَانِ؛ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ مُطَالِبٍ وَمُطَالَبٍ، وَكَذَا الْإِنْسَانُ لَا يَضْمَنُ مِلْكَ نَفْسِهِ وَبِتَعَذُّرِ التَّضْمِينِ يَتَعَذَّرُ النَّقْضُ،

اور جامع صغیر میں ہے کہ جب رہن میں چاندی کا لوٹا رکھا گیا ہے جس کا وزن دس دراہم ہے اور اس کو دس دراہم کے بدلے میں رکھا گیا ہے۔ اور اگر وہ ضائع ہو جائیں تو وہ اس کے بدلے میں ضائع ہونے ہیں جن کے بدلے میں رہن تھی۔

مصنف ؒ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب لوٹے کی قیمت دس دراہم کے برابر ہو۔ یا اس سے زائد ہو اور یہ جواب دونوں صورتوں میں باتفاق ہے۔

حضرت امام اعظم ؒ کے نزدیک استیفاء وزن کے اعتبار سے ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے ہے اور صورت اول میں قیمت قرض کے برابر ہے جبکہ صورت ثانی میں اس سے زیادہ ہے۔ پس مرتہن قرض کی مقدار کے برابر وصول کرنے والا ہوگا۔ مگر جب اس کی قیمت قرض سے تھوڑی ہے تو یہ مسئلہ اسی ذکر کردہ اختلاف کے مطابق ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ استیفاء بہ وزن کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس میں مرتہن کے لئے نقصان ہے اور یہاں قیمت کا اعتبار کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سود کی جانب لے جانے والی ہے۔ پس ہم نے خلاف جنس کے جانب ضمان سے رجوع کیا ہے۔ کہ قبضہ ختم ہو سکے۔ اور اس کو مرہونہ کی جگہ پر لے آئے ہیں۔ اس کے بعد راہن اس کا مالک بن جائے گا۔

حضرت امام اعظم ؒ کی دلیل یہ ہے کہ جنس کے ساتھ مقابلہ کرتے وقت سود ان کے اچھا ہونے کی وجہ سے ساقط ہونے والا ہے۔ کیونکہ ردی کے بدلے میں اچھے کو وصول کرنا جائز ہوتا ہے جس طرح یہ صورت مسئلہ ہے کہ جب اس سے چشم پوشی سے کام لیا جائے۔ اور استیفاء بہ اجماع حاصل ہونے والا ہے۔ کیونکہ اس کو توڑنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ جبکہ ضمان کو واجب کرتے ہوئے اس کو توڑنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ ضمان کے لئے مطالب اور مطالَب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اسی طرح انسان اپنی ملکیت کا ضامن نہیں بنتا بلکہ تعذر ضمان کے سبب استیفا کو توڑنا ممکن نہیں ہے۔

قرض خواہ کا کھرے دراہم کی جگہ کھوٹے دراہم کو وصول کرنے کا بیان

وَقِيلَ: هَذِهِ فُرَيْعَةُ مَا إِذَا اسْتَوْفَى الزُّيُوفَ مَكَانَ الْجِيَادِ فَهَلَكَتْ ثُمَّ عَلِمَ بِالزِّيَافَةِ يَمْنَعُ الِاسْتِيفَاءَ وَهُوَ مَعْرُوفٌ، غَيْرَ أَنَّ الْبِنَاءَ لَا يَصِحُّ مَا هُوَ الْمَشْهُورُ؛ لِأَنَّ مُحَمَّدًا فِيهَا مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ وَفِي هَذَا مَعَ أَبِي يُوسُفَ وَالْفَرْقُ لِمُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَبَضَ الزُّيُوفَ لِيَسْتَوْفِيَ مِنْ عَيْنِهَا، وَالزِّيَافَةُ لَا تَمْنَعُ الِاسْتِيفَاءَ، وَقَدْ تَمَّ بِالْهَلَاكِ وَقَبْضُ الرَّهْنِ لِيَسْتَوْفِيَ مِنْ مَحَلٍّ آخَرَ فَلَا بُدَّ

مِن نقصِ المنقص، وَقد امكنَ عِندَهُ بالتَضمِين،

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مسئلہ فرع ہے اور جب قرض لینے والے نے کھوٹے دراہم کی تہا کھوٹے دراہم کو وصول کرلیا ہے اور اس کے بعد اس نے ان کو خرچ کر دیا ہے اور اس کے بعد اس کو پتہ چلا کہ وہ کھوٹے تھے۔ اور یہ مشہور مسئلہ ہے۔ اور اس مسئلہ کو پہلے مسئلہ پر تفریع بنانا درست نہیں ہے جس طرح یہ مشہور ہے۔ امام مسئلہ میں امام محمد علیہ الرحمہ امام صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ ہیں۔ جبکہ رہن والے مسئلہ میں وہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے ساتھ ہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے لئے فرق اس طرح ہوگا۔ کہ قرض لینے والے کھوٹے دراہم پر قبضہ کیا ہے تا کہ وہ ان کا عین وصول کرے۔ اور ان کا کھوٹا ہونا یہ وصول کرنے سے مانع نہ ہے۔ اور ہلاکت کے سبب استیفا مکمل ہو چکا ہے۔ جبکہ رہن پر قبضہ اس لئے لازم ہے کہ وہ دوسرے محل سے وصول کرے پس قبضہ کو توڑنا لازم ہے امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی مرتہن کو ضامن بنا کر قبضہ کو توڑنا ممکن ہوگا۔

راہن کو رہن چھڑوانے پر مجبور نہ کرنے کا بیان

وَلَوْ انكَسَرَ الْإِبْرِيقُ فَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ وَهُوَ مَا إِذَا كَانَتْ قِيمَتُهُ مِثْلَ وَزْنِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ لَا يُجْبَرُ عَلَى الْفِكَاكِ ؛ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى أَنْ يَذْهَبَ شَيْءٌ مِنْ الدَّيْنِ ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ قَاضِيًا دَيْنَهُ بِالْجَوْدَةِ عَلَى الِانْفِرَادِ، وَلَا إِلَى أَنْ يَفْتَكَّهُ مَعَ النُّقْصَانِ لِمَا فِيهِ مِنْ الضَّرَرِ فَخَيَّرْنَاهُ، إِنْ شَاءَ افْتَكَّهُ بِمَا فِيهِ وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَتَهُ مِنْ جِنْسِهِ أَوْ خِلَافِ جِنْسِهِ، وَتَكُونُ رَهْنًا عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ، وَالْمَكْسُورُ لِلْمُرْتَهِنِ بِالضَّمَانِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ إِنْ شَاءَ افْتَكَّهُ نَاقِصًا، وَإِنْ شَاءَ جَعَلَهُ بِالدَّيْنِ اعْتِبَارًا لِحَالَةِ الِانْكِسَارِ بِحَالَةِ الْهَلَاكِ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا تَعَذَّرَ الْفِكَاكُ مَجَّانًا صَارَ بِمَنْزِلَةِ الْهَلَاكِ، وَفِي الْهَلَاكِ الْحَقِيقِيِّ مَضْمُونٌ بِالدَّيْنِ بِالْإِجْمَاعِ فَكَذَا فِيمَا هُوَ فِي مَعْنَاهُ قُلْنَا : الِاسْتِيفَاءُ عِنْدَ الْهَلَاكِ بِالْمَالِيَّةِ، وَطَرِيقُهُ أَنْ يَكُونَ مَضْمُونًا بِالْقِيمَةِ ثُمَّ تَقَعُ الْمُقَاصَّةُ، وَفِي جَعْلِهِ بِالدَّيْنِ إغْلَاقُ الرَّهْنِ وَهُوَ حُكْمٌ جَاهِلِيٌّ فَكَانَ التَّضْمِينُ بِالْقِيمَةِ أَوْلَى

اور جب لوٹا ٹوٹ جائے تو اس صورت میں شیخین کے نزدیک راہن کو رہن چھڑوانے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ قرض کے اسقاط کی کوئی صورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ مرتہن سے صرف اچھے طریقے سے اپنا قرض وصول کرنے والا ہے۔ اور نقصان کے ساتھ اس کو چھڑوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں راہن کا نقصان ہے۔ پس ہم نے اس کو اختیار دیا ہے کہ جب وہ پسند کرے اچھے طریقے عوض میں اس کو چھڑوائے اور اگر وہ چاہے تو مرتہن کو قیمت کا ضامن بن دے۔ اگر چہ موافق جنس یا مخالف جنس ہو۔ جبکہ قیمت مرتہن کے پاس رہے گی۔ اور وہ ٹوٹا ہوا لوٹا ضمان ادا کرنے کی وجہ سے مرتہن کی ملکیت میں چلا جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جب راہن چاہے تو وہ نقصان کی حالت میں لوٹے کو چھڑوائے اور اس کو قرض کا بدلہ

بنائے۔ کیونکہ ٹوٹنے کی حالت کو ہلاکت کی حالت پر قیاس کیا جائے گا۔ اور یہ حکم اس دلیل کے مطابق ہے کہ فری میں چھڑوانا ممکن نہ ہو۔ تو اس کا ٹوٹ جانا یہ ہلاکت کے حکم میں ہوگا جبکہ حقیقت میں ہلاکت مرہونہ قرض کے بدلے میں بہ اجماع مضمون ہے۔ پس وہ اس صورت میں بھی مرہون قرض کے بدلے میں مضمون ہوگا جو ہلاکت کے حکم میں ہے۔

ہم نے اس کے جواب کہا ہے کہ وقت ہلاکت مالیت سے استیفاء ہو چکا ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرہون ضمان قیمت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کے بعد مقاصہ ہوتا ہے اور مرہونہ چیز کو قرض کا بدلہ قرار دینے میں رہن کو بند کرنا ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کا حکم ہے۔ کیونکہ مرتہن کو ضامن قیمت بنانا افضل ہے۔

لوٹے کی ٹوٹی ہوئی حالت کو ہلاکت پر قیاس کرنے کا فقہی بیان

وَفِي الْوَجْهِ الثَّالِثِ وَهُوَ مَا إِذَا كَانَتْ قِيمَتُهُ أَقَلَّ مِنْ وَزْنِهِ ثَمَانِيَةً يَضْمَنُ قِيمَتَهُ جَيِّدًا مِنْ خِلَافِ جِنْسِهِ أَوْ رَدِيئًا مِنْ جِنْسِهِ وَتَكُونُ رَهْنًا عِنْدَهُ، وَهَذَا بِالِاتِّفَاقِ أَمَّا عِنْدَهُمَا فَظَاهِرٌ وَكَذَلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ ؛ لِأَنَّهُ يَعْتَبِرُ حَالَةَ الِانْكِسَارِ بِحَالَةِ الْهَلَاكِ، وَالْهَلَاكُ عِنْدَهُ بِالْقِيمَةِ وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي وَهُوَ مَا إِذَا كَانَتْ قِيمَتُهُ أَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهِ اثْنَيْ عَشَرَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ يَضْمَنُ جَمِيعَ قِيمَتِهِ وَتَكُونُ رَهْنًا عِنْدَهُ ؛ لِأَنَّ الْعِبْرَةَ لِلْوَزْنِ عِنْدَهُ لَا لِلْجَوْدَةِ وَالرَّدَاءَةِ فَإِنْ كَانَ بِاعْتِبَارِ الْوَزْنِ كُلِّهِ مَضْمُونًا يُجْعَلُ كُلُّهُ مَضْمُونًا، وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُ فَبَعْضُهُ، وَهَذَا لِأَنَّ الْجَوْدَةَ تَابِعَةٌ لِلذَّاتِ، وَمَتَى صَارَ الْأَصْلُ مَضْمُونًا اسْتَحَالَ أَنْ يَكُونَ التَّابِعُ أَمَانَةً وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يَضْمَنُ خَمْسَةَ أَسْدَاسِ قِيمَتِهِ، وَيَكُونُ خَمْسَةُ أَسْدَاسِ الْإِبْرِيقِ لَهُ بِالضَّمَانِ وَسُدُسُهُ يُفْرَزُ حَتَّى لَا يَبْقَى الرَّهْنُ شَائِعًا، وَيَكُونُ مَعَ قِيمَتِهِ خَمْسَةُ أَسْدَاسِ الْمَكْسُورِ رَهْنًا ؛ فَعِنْدَهُ تُعْتَبَرُ الْجَوْدَةُ وَالرَّدَاءَةُ، وَتُجْعَلُ زِيَادَةُ الْقِيمَةِ كَزِيَادَةِ الْوَزْنِ كَأَنَّ وَزْنَهُ اثْنَا عَشَرَ، وَهَذَا لِأَنَّ الْجَوْدَةَ مُتَقَوِّمَةٌ فِي ذَاتِهَا حَتَّى تُعْتَبَرَ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِخِلَافِ جِنْسِهَا، وَفِي تَصَرُّفِ الْمَرِيضِ، وَإِنْ كَانَتْ لَا تُعْتَبَرُ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِجِنْسِهَا سَمْعًا فَأَمْكَنَ اعْتِبَارُهَا، وَفِي بَيَانِ قَوْلِ مُحَمَّدٍ نَوْعُ طُولٍ يُعْرَفُ فِي مَوْضِعِهِ مِنْ الْمَبْسُوطِ وَالزِّيَادَاتِ مَعَ جَمِيعِ شُعَبِهَا،

اور اس مسئلہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ اس لوٹے کی قیمت اس کے وزن سے تھوڑی ہے یعنی آٹھ دراہم ہے تو اب مرتہن خلاف جنس ہونے کی وجہ سے اچھی کی قیمت اور ہم جنس ہونے کی وجہ سے ردی کی قیمت کا ضامن بن جائے گا۔ اور وہ قیمت اس کے پاس رہن بن جائے گی۔ اور یہ حکم متفق علیہ ہے۔

جبکہ شیخین کے نزدیک بھی اسی طرح ظاہر ہے۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ وہ انکساری حالت کو ہلاکت والی حالت پر قیاس کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک ہلاکت مضمون یہ قیمت ہوا کرتی ہے۔

اور اس مسئلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ جب لوٹے کی قیمت اس کے وزن سے زیادہ ہے یعنی بارہ دراہم ہے تو امام اعظم کے نزدیک مرتہن لوٹے کی ساری قیمت کا ضامن بن جائے گا اور وہ قیمت مرتہن کے پاس رہن کے طور پر رہے گی۔ کیونکہ امام صاحب کے نزدیک اموال ربویہ کے اندر وزن کا اعتبار کیا جاتا ہے ان کی عمدگی کا یاردی ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پس جب وزن کے اعتبار ساری مرہونہ چیز قابل ضمان ہے تو ساری قیمت کے اعتبار سے وہ ضمان والی ہوگی۔

اور جب بعض مرہونہ مضمون ہے تو وہ بعض کی حیثیت سے مضمون ہوگی۔ اور اس دلیل کی وجہ سے یہ حکم ہے کہ عمدگی یہ ذات کے تابع ہے۔ اور جب اصل قابل ضمان بن گئی تو تابع کا امانت ہونا محال بن گیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ مرتہن لوٹے کی قیمت میں چھے میں سے پانچ حصوں کا ضامن ہوگا۔ اور ضمان ادا کرنے کے سبب لوٹے کا چھے میں سے پانچ حصے مرتہن کے لئے ہوں گے۔ اور اس کے چھٹے حصے کو الگ کر دیا جائے گا کہ رہن شائع باقی نہ رہے۔ اور یہ چھٹا حصہ ٹوٹے ہوئے لوٹے کے چھے میں سے پانچ حصوں کے ساتھ رہن ہے۔ پس امام ابو یوسف کے نزدیک عمدگی اور ردی کا اعتبار کیا جائے گا۔ جبکہ قیمت کو زیادتی کے مثل قرار دیں گے۔ کہ ٹوٹے ہوئے کا وزن بارہ دراہم ہے۔ اور یہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ عمدگی یہ بہ ذات خود متقوم ہے حتیٰ کہ اس میں خلاف جنس سے مقابلے کے وقت اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور مریض کے تصرف میں بھی اعتبار ہوتا ہے۔ خواہ اپنی جنس کے مقابلہ کرنے کے وقت شرعی سماع کے سبب عمدگی کا اعتبار نہیں ہے۔ پس عمدگی کا اعتبار ممکن ہو چکا ہے۔

حضرت امام محمد کا قول بیان کرنے میں بحث طویل ہو جائے گی جس کو سمجھنا ہو تو اس کی تمام فروعات سمیت آپ مبسوط میں پڑھ سکتے ہیں۔

رہن کی شرط پر غلام کو فروخت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى اَنْ يَرْهَنَهُ الْمُشْتَرِي شَيْئًا بِعَيْنِهِ جَازَ اسْتِحْسَانًا) وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يَجُوزَ، وَعَلَى هٰذَا الْقِيَاسِ وَالِاسْتِحْسَانِ إِذَا بَاعَ شَيْئًا عَلَى اَنْ يُعْطِيَهُ كَفِيلًا مُعَيَّنًا حَاضِرًا فِي الْمَجْلِسِ فَقَبِلَ وَجْهُ الْقِيَاسِ اَنَّهُ صَفْقَةٌ فِي صَفْقَةٍ وَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، وَلِاَنَّهُ شَرْطٌ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ مَنْفَعَةٌ لِاَحَدِهِمَا، وَمِثْلُهُ يُفْسِدُ الْبَيْعَ وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّهُ شَرْطٌ مُلَائِمٌ لِلْعَقْدِ؛ لِاَنَّ الْكَفَالَةَ وَالرَّهْنَ لِلِاسْتِيثَاقِ وَاَنَّهُ يُلَائِمُ الْوُجُوبَ، فَإِذَا كَانَ الْكَفِيلُ حَاضِرًا فِي الْمَجْلِسِ وَالرَّهْنُ مُعَيَّنًا اعْتَبَرْنَا فِيهِ الْمَعْنَى وَهُوَ مُلَائِمٌ فَصَحَّ الْعَقْدُ، وَإِذَا لَمْ يَكُنْ الرَّهْنُ وَلَا الْكَفِيلُ مُعَيَّنًا اَوْ كَانَ الْكَفِيلُ غَائِبًا حَتّٰى افْتَرَقَا لَمْ يَبْقَ مَعْنَى الْكَفَالَةِ وَالرَّهْنِ لِلْجَهَالَةِ فَبَقِيَ الِاعْتِبَارُ لِعَيْنِهِ فَيَفْسُدُ، وَلَوْ كَانَ غَائِبًا فَحَضَرَ فِي الْمَجْلِسِ وَقَبِلَ صَحَّ،

اور جب کسی شخص نے اس شرط کے مطابق غلام کو بیچا ہے کہ خریدار اس کے پاس کوئی معین چیز کو رہن میں رکھے گا تو

بطور استحسان یہ جائز ہے۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔ اور قیاس واستحسان کے مطابق اس کی صورت یہ ہوگی کہ جب بندے اس شرط کے مطابق کسی چیز کو بیچا ہے کہ بیچنے والا کو خریدار کوئی معین کفیل دے گا جو مجلس میں ہو اور وہ کفیل کفالت کو قبول کرے تو اس میں قیاس کی دلیل یہ ہے عقد در عقد ہے جبکہ اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جو تقاضہ عقد کے خلاف ہے۔ اگرچہ اس میں عاقدین میں کسی ایک کے لئے فائدہ بھی ہے اور اس طرح کی شرط بیع کا فاسد کرنے والی ہے۔

اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ یہ شرط عقد کے مناسب ہے کیونکہ کفالہ اور رہن یہ دونوں مضبوطی کے لئے ہوا کرتے ہیں اور جبکہ ان کا پختہ ہو جانا یہ قیمت کے لئے مناسب ہے۔

اور اس کے بعد جب کفیل مجلس میں آیا اور رہن معین ہو چکی ہے تو ہم نے اس میں حکم کا اعتبار کیا ہے جو عقد کے لئے مناسب ہے کیونکہ عقد درست ہے۔ پس جب رہن اور کفیل معین نہ ہوں یا پھر کفیل غائب ہو جائے حتیٰ کہ عقد کرنے والوں میں سے ایک دوسرے سے الگ ہو جائے تو اس جہالت کے سبب کفالت اور رہن کا معنی باقی نہ رہے گا۔ پس عین شرط کا اعتبار باقی رہ جائے گا۔ لہٰذا عقد فاسد ہو جائے گا۔ اور جب کفیل غائب تھا اور اس کے بعد وہ مجلس میں آگیا اور اس نے کفالت کو قبول کر لیا ہے تو اس کا عقد درست ہو جائے گا۔

خریدار کو مرہونہ حوالے کرنے پر مجبور نہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ امْتَنَعَ الْمُشْتَرِي عَنْ تَسْلِيمِ الرَّهْنِ لَمْ يُجْبَرْ عَلَيْهِ) وَقَالَ زُفَرُ : يُجْبَرُ ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ إِذَا شُرِطَ فِي الْبَيْعِ صَارَ حَقًّا مِنْ حُقُوقِهِ كَالْوَكَالَةِ الْمَشْرُوطَةِ فِي الرَّهْنِ فَيَلْزَمُهُ بِلُزُومِهِ وَنَحْنُ نَقُولُ : الرَّهْنُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ مِنْ جَانِبِ الرَّاهِنِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ وَلَا جَبْرَ عَلَى التَّبَرُّعَاتِ (وَلَكِنَّ الْبَائِعَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ رَضِيَ بِتَرْكِ الرَّهْنِ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ) ؛ لِأَنَّهُ وَصْفٌ مَرْغُوبٌ فِيهِ وَمَا رَضِيَ إِلَّا بِهِ فَيَتَخَيَّرُ بِفَوَاتِهِ (إِلَّا أَنْ يَدْفَعَ الْمُشْتَرِي الثَّمَنَ حَالًّا) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ (أَوْ يَدْفَعَ قِيمَةَ الرَّهْنِ رَهْنًا) ؛ لِأَنَّ يَدَ الِاسْتِيفَاءِ تَثْبُتُ عَلَى الْمَعْنَى وَهُوَ الْقِيمَةُ

اور جب خریدار مرہونہ چیز کو حوالے کرنے سے رک جائے تو اس کو مجبور نہ کیا جائے گا جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے اس کو مجبور کیا جائے گا۔ کیونکہ بیع میں رہن مشروط ہو چکی ہے اسلئے کہ وہ حقوق بیع میں سے ایک حق ہے۔ جس طرح وہ وکالت ہوتی ہے جو رہن میں مشروط ہو پس بیع کے لازم ہونے کے سبب سے رہن بھی خریدار پر لازم ہو جائے گی۔

ہم نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ رہن یہ راہن کی جانب سے احسان کا عقد ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں اور احسانات میں کسی کوئی مجبور نہیں کیا جاتا ہاں البتہ بیچنے والا کو اختیار ہوگا کہ وہ پسند کرے تو رہن کو چھوڑ دے اور اگر پسند کرے تو بیع کو ختم کر دے۔ کیونکہ رہن بیع کا بہترین وصف ہے۔ اور بیچنے والا بھی اسی پر راضی ہونے والا ہے۔ کیونکہ اسی وصف کے ختم ہو جانے کے سبب اس کو اختیار ملا ہے ہاں البتہ جب خریدار فوری طور پر قیمت ادا کر دے۔ تو اب اختیار نہ ہوگا کیونکہ مقصد تو حاصل ہو چکا

ہے۔اور اسی طرح خریدار مرہونہ چیز کی قیمت ادا کردے کیونکہ وصولی کا قبضہ معنی سے ثابت ہوجاتا ہے۔اور وہ اس کی قیمت ہے۔

کپڑے کو خرید کر رہن میں رکھ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرٰی ثَوْبًا بِدَرَاهِمَ فَقَالَ لِلْبَائِعِ اَمْسِكْ هٰذَا الثَّوْبَ حَتّٰی اُعْطِيَكَ الثَّمَنَ فَالثَّوْبُ رَهْنٌ) ؛لِاَنَّهُ اَتٰی بِمَا يُنْبِئُ عَنْ مَعْنَى الرَّهْنِ وَهُوَ الْحَبْسُ اِلٰی وَقْتِ الْاِعْطَاءِ، وَالْعِبْرَةُ فِي الْعُقُوْدِ لِلْمَعَانِي حَتّٰی كَانَتْ الْكَفَالَةُ بِشَرْطِ بَرَاءَةِ الْاَصِيْلِ حَوَالَةً، وَالْحَوَالَةُ فِي ضِدِّ ذٰلِكَ كَفَالَةً وَقَالَ زُفَرُ : لَا يَكُوْنُ رَهْنًا، وَمِثْلُهُ عَنْ اَبِي يُوْسُفَ ؛لِاَنَّ قَوْلَهُ : اَمْسِكْ يَحْتَمِلُ الرَّهْنَ وَيَحْتَمِلُ الْاِيْدَاعَ، وَالثَّانِي اَقَلُّهُمَا فَيَقْضِيْ بِثُبُوْتِهِ بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ : اَمْسِكْهُ بِدَيْنِكَ اَوْ بِمَالِكَ ؛لِاَنَّهُ لَمَّا قَابَلَهُ بِالدَّيْنِ فَقَدْ عَيَّنَ جِهَةَ الرَّهْنِ قُلْنَا : لَمَّا مَدَّهُ اِلَى الْاِعْطَاءِ عَلِمَ اَنَّ مُرَادَهُ الرَّهْنُ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے دراہم کے بدلے میں کپڑے کو خرید کر بیچنے والا سے کہا ہے کہ تم اس کپڑے کو رہن رکھ لو حتیٰ کہ میں تم کو اس کپڑے کی قیمت ادا کردوں۔تو وہ کپڑا رہن میں رہے گا۔کیونکہ خریدار نے رہن کے معنی کو ادا کرنے والا جملہ بول دیا ہے۔اور وہ قیمت دینے تک کپڑے کو روک لینا ہے۔اور عقود میں معانی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔(قاعدہ فقہیہ) کیونکہ برأت اصل کی شرط کے ساتھ کفالہ حوالہ بن جاتا ہے۔جبکہ اس کی ضد میں حوالہ کفالت ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ کپڑا رہن نہ ہوگا اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔کیونکہ خریدار کو قول رک جانے والا یہ رہن کا احتمال بھی رکھتا ہے اور قبضے کا احتمال بھی رکھتا ہے اور قبضہ ان دونوں میں ہلکا ہے۔پس اس کو ثابت کرنے کا فیصلہ کردیا جائے گا۔یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب خریدار نے کہا ”اس قرض کو یا مال کو روک لو“ کیونکہ اب اس نے کپڑے کو دین کا مدمقابل بنایا ہے تو اس سے جہت رہن متعین ہوجائے گی۔اور ہم نے بھی کہا ہے کہ جب اس نے روکنے کو لینے تک لمبا کردیا ہے تو اس کی مراد رہن ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل امور رہن کے بیان میں ہے﴾

فصل امور رہن کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں سے رہن سے متعلق ان امور کو ذکر کیا ہے جن میں تعدد ہے اور تعدد کا افراد سے مؤخر ہونا واضح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب رہن، بیروت)

ایک ہزار کے بدلے میں دو غلاموں کو رہن میں رکھنے کا بیان

(وَمَنْ رَهَنَ عَبْدَيْنِ بِأَلْفٍ فَقَضَى حِصَّةَ أَحَدِهِمَا لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَقْبِضَهُ حَتَّى يُؤَدِّيَ بَاقِيَ الدَّيْنِ) وَحِصَّةُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَا يَخُصُّهُ إذَا قُسِمَ الدَّيْنُ عَلَى قِيمَتِهِمَا، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ مَحْبُوسٌ بِكُلِّ الدَّيْنِ فَيَكُونُ مَحْبُوسًا بِكُلِّ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَائِهِ مُبَالَغَةً فِي حَمْلِهِ عَلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ وَصَارَ كَالْمَبِيعِ فِي يَدِ الْبَائِعِ، فَإِنْ سَمَّى لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ أَعْيَانِ الرَّهْنِ شَيْئًا مِنْ الْمَالِ الَّذِي رَهَنَهُ بِهِ، فَكَذَا الْجَوَابُ فِي رِوَايَةِ الْأَصْلِ : وَفِي الزِّيَادَاتِ : لَهُ أَنْ يَقْبِضَهُ إذَا أَدَّى مَا سَمَّى لَهُ وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ الْعَقْدَ مُتَّحِدٌ لَا يَتَفَرَّقُ بِتَفَرُّقِ التَّسْمِيَةِ كَمَا فِي الْمَبِيعِ وَجْهُ الثَّانِي أَنَّهُ لَا حَاجَةَ إلَى الِاتِّحَادِ ؛ لِأَنَّ أَحَدَ الْعَقْدَيْنِ لَا يَصِيرُ مَشْرُوطًا فِي الْآخَرِ ؛ أَلَا يُرَى أَنَّهُ لَوْ قَبِلَ الرَّهْنَ فِي أَحَدِهِمَا جَازَ .

اور جس بندے نے ایک ہزار کے بدلے میں دو غلاموں کو رہن میں رکھ دیا ہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک کا حصہ ادا کر دیا ہے تو بقیہ قرض ادا کرنے سے پہلے اس کے لئے غلام پر قبضہ کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اور ان میں سے ہر ایک کے لئے حصہ وہ ہے جو قرض کو ان کی قیمت پر تقسیم کرنے کے بعد حصے میں آئے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ رہن کا قید میں ہونا یہ کل قرض کے بدلے میں ہے۔ پس قرض کے حصوں میں سے ہر حصے کے بدلے میں رہن محبوس ہوگی۔ اس لئے کہ قرض کی ادائیگی کے لئے راہن کو برانگیختہ کیا جائے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح مبیع بیچنے والے کے لئے مقصد ہوتا ہے۔

اور جب راہن نے اعیان مرہونہ میں کسی ایک کے لئے مال کو معین کر دیا ہے جن کے بدلے میں رہن رکھی ہوئی ہے۔ تب بھی مبسوط کی روایت کے مطابق حکم اسی طرح ہوگا جبکہ زیادات میں ہے جب راہن نے مرہونہ کا معین کردہ حصہ ادا کر دیا ہے تو اس کو

اس مرہونہ پر قبضہ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ پہلے حکم کی دلیل یہ ہے کہ عقد متحد ہے پس وہ متفرق ذکر کرنے کے سبب سے الگ نہ ہوگا بس طرح بیع میں ہوتا ہے اور دوسرے حکم کی دلیل یہ ہے کہ یہاں اتحاد کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دونوں عقدوں میں سے کوئی عقد کسی دوسرے کے لیے شرط نہیں ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ جب مرتہن دونوں میں سے کسی ایک کو رہن میں قبول کرلیتا ہے تو یہ اس کے لیے جائز ہے۔

مقروض کا دو بندوں کے پاس کسی چیز کو رہن رکھنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ رَهَنَ عَيْنًا وَاحِدَةً عِنْدَ رَجُلَيْنِ بِدَيْنٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَيْهِ جَازَ، وَجَمِيعُهَا رَهْنٌ عِنْدَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا) ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ أُضِيفَ إِلَى جَمِيعِ الْعَيْنِ فِي صَفْقَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَا شُيُوعَ فِيهِ، وَمُوجَبُهُ صَيْرُورَتُهُ مُحْتَبَسًا بِالدَّيْنِ، وَهٰذَا مِمَّا لَا يَقْبَلُ الْوَصْفَ بِالتَّجَزِّي فَصَارَ مَحْبُوسًا بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا، وَهٰذَا بِخِلَافِ الْهِبَةِ مِنْ رَجُلَيْنِ حَيْثُ لَا تَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (فَإِنْ تَهَايَآ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَوْبَتِهِ كَالْعَدْلِ فِي حَقِّ الْآخَرِ) قَالَ (وَالْمَضْمُونُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حِصَّتُهُ مِنَ الدَّيْنِ) ؛ لِأَنَّ عِنْدَ الْهَلَاكِ يَصِيرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُسْتَوْفِيًا حِصَّتَهُ ؛ إِذِ الِاسْتِيفَاءُ مِمَّا يَتَجَزَّأُ قَالَ (فَإِنْ أَعْطَى أَحَدُهُمَا دَيْنَهُ كَانَ كُلُّهُ رَهْنًا فِي يَدِ الْآخَرِ) ؛ لِأَنَّ جَمِيعَ الْعَيْنِ رَهْنٌ فِي يَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ غَيْرِ تَفَرُّقٍ وَعَلَى هٰذَا حَبْسُ الْمَبِيعِ إِذَا أَدَّى أَحَدُ الْمُشْتَرِيَيْنِ حِصَّتَهُ مِنَ الثَّمَنِ .

فرمایا کہ جب کسی مقروض آدمی نے دو بندوں کے پاس ایسے قرض کے بدلے میں کوئی چیز رہن میں رکھ دی ہے جو قرض ان دونوں کا اس کے ذمہ پر ہے تو یہ جائز ہے۔ اور وہ چیز ساری کی ساری ان میں سے ہر ایک کے پاس رہن ہوگی۔ کیونکہ ایک ہی معاملہ میں پوری چیز کی جانب رہن کو منسوب کیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی اشتراک نہیں ہے۔ اور رہن کا حکم یہ ہے قرض کے بدلے میں مرہون کا محبوس ہونا ہے۔ اور ایسی چیزوں میں سے ہے جو اجزاء کے وصف کو قبول کرنے والی نہیں ہیں۔ پس مرہون ان میں سے ہر ایک کے بدلے میں محبوس ہو جائے گی۔ جبکہ یہی دو بندوں میں ہبہ کرنے کے خلاف ہے پس امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ جائز نہ ہوگا۔ اور اس کے بعد جب دونوں قرض والوں نے آپس میں مہایات کرلی ہے تو ان میں سے ہر ایک شخص دوسرے کے حق میں اپنی باری پر عدل کرنے والے بندے کی طرح ہو جائے گا۔

اور جب قرض خواہوں میں سے ہر ایک پر قرض میں سے ایک حصہ اس کے لئے مضمون ہے کیونکہ ہلاکت کے وقت ان میں سے ہر ایک اپنا حصہ وصول کرنے والا بنے گا۔ کیونکہ وصولی میں حصے ہو سکتے ہیں۔

فرمایا کہ جب راہن نے ان میں سے کسی ایک کا قرض ادا کر دیا ہے تو ساری مرہونہ چیز دوسرے کے قبضہ میں رہے گی کیونکہ سارا عین ان میں سے ہر ایک کے قبضہ میں بطور رہن ہے۔ جس میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ اور مبیع کا روکنا بھی اسی حکم کے مطابق ہے

کہ جب دو خریداروں میں سے ایک خریدار نے اپنے حصے کی قیمت کو ادا کر دیا ہے۔

دو بندوں کا قرض کے بدلے میں کسی چیز کو رہن میں رکھنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ رَهَنَ رَجُلَانِ بِدَيْنٍ عَلَيْهِمَا رَجُلًا رَهْنًا وَاحِدًا فَهُوَ جَائِزٌ وَالرَّهْنُ رَهْنٌ بِكُلِّ الدَّيْنِ، وَلِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يُمْسِكَهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ جَمِيعَ الدَّيْنِ) ؛ لِأَنَّ قَبْضَ الرَّهْنِ يَحْصُلُ فِي الْكُلِّ مِنْ غَيْرِ شُيُوعٍ (فَإِنْ أَقَامَ الرَّجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلٰى رَجُلٍ أَنَّهُ رَهَنَهُ عَبْدَهُ الَّذِي فِي يَدِهِ وَقَبَضَهُ فَهُوَ بَاطِلٌ) ؛ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَثْبَتَ بِبَيِّنَتِهِ أَنَّهُ رَهَنَهُ كُلَّ الْعَبْدِ، وَلَا وَجْهَ إِلَى الْقَضَاءِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْكُلِّ ؛ لِأَنَّ الْعَبْدَ الْوَاحِدَ يَسْتَحِيلُ أَنْ يَكُونَ كُلُّهُ رَهْنًا لِهٰذَا وَكُلُّهُ رَهْنًا لِذٰلِكَ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلَا إِلَى الْقَضَاءِ بِكُلِّهِ لِوَاحِدٍ بِعَيْنِهِ لِعَدَمِ الْأَوْلَوِيَّةِ، وَلَا إِلَى الْقَضَاءِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالنِّصْفِ ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى الشُّيُوعِ فَتَعَذَّرَ الْعَمَلُ بِهِمَا وَتَعَيَّنَ التَّهَاتُرُ وَلَا يُقَالُ : إِنَّهُ يَكُونُ رَهْنًا لَهُمَا كَأَنَّهُمَا ارْتَهَنَاهُ مَعًا إِذَا جُهِلَ التَّارِيخُ بَيْنَهُمَا، وَجُعِلَ فِي كِتَابِ الشَّهَادَاتِ هٰذَا وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ لِأَنَّا نَقُولُ : هٰذَا عَمَلٌ عَلٰى خِلَافِ مَا اقْتَضَتْهُ الْحُجَّةُ ؛ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا أَثْبَتَ بِبَيِّنَتِهِ حَبْسًا يَكُونُ وَسِيلَةً إِلٰى مِثْلِهِ فِي الْإِسْتِيفَاءِ، وَبِهٰذَا الْقَضَاءِ يَثْبُتُ حَبْسٌ يَكُونُ وَسِيلَةً إِلٰى شَطْرِهِ فِي الْإِسْتِيفَاءِ، وَلَيْسَ هٰذَا عَمَلًا عَلٰى وَفْقِ الْحُجَّةِ، وَمَا ذَكَرْنَاهُ وَإِنْ كَانَ قِيَاسًا لٰكِنَّ مُحَمَّدًا أَخَذَ بِهِ لِقُوَّتِهِ،

فرمایا کہ جب بندوں نے اپنے اوپر ہونے والے قرض کے بدلے میں کسی شخص کے پاس کوئی چیز رہن میں رکھ دی ہے تو وہ جائز ہے۔ اور وہ رہن سارے قرض کے بدلے میں رہن ہو جائے گی۔ اور مرتہن کے لئے یہ حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ سارا قرض وصول ہونے تک اس رہن کو روک کر رکھے۔ کیونکہ رہن کا قبضہ سارے شیوع کے سوا داخل ہونے والا ہے۔

اور جب دونوں بندوں میں سے ہر ایک نے اس کے خلاف گواہی قائم کر لی ہے کہ اس بندے کے قبضہ میں جو غلام ہے اسی نے اس مدعی کے ہاں رہن میں رکھا تھا۔ اور اس مدعی نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تھا تو یہ باطل ہوگا۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنی گواہی کو ثابت کر دیا ہے۔ کہ راہن نے سارا غلام اس کے پاس رہن میں رکھا ہوا تھا۔ جبکہ ان میں سے ہر ایک کے لئے سارے غلام کو قبضہ میں کرنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ کیونکہ ایک غلام کا ایک حالت میں کلی طور پر رہن ہونا اور اس کے راہن ہونا یہ دونوں محال ہے۔ اور ان میں سے ان کے لئے کسی ایک معین غلام کے لئے بھی سارے غلام کا فیصلہ کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی ایک کو اول قرار دینا نہیں ہے۔ اور نہ ہی نصف نصف غلام ان میں سے ہر ایک کے لئے فیصلہ کر دینے کا کوئی محل ہے کیونکہ یہ شیوع کی جانب لے جانے والا ہوگا۔ پس دونوں شہادتوں پر عمل ناممکن ہونے کے سبب سے سقوط معین ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ غلام ان دونوں کے لئے رہن بن جائے گا۔ کیونکہ ان دونوں نے اکٹھے ہی اس کو رہن میں لیا ہے

اور دونوں گواہیوں کے درمیان تاریخ بھی نہ معلوم ہے۔
حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط کی کتاب شہادات میں اس کو استحسان قرار دیا ہے۔ جبکہ ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ یہ دلیل کے تقاضہ کے خلاف ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنی شہادت سے ایسا محبوس ہونا ثابت کر گیا ہے جو استیفاء میں اس جیسی قید کا ذریعہ ہے۔ پس اس فیصلہ سے ایسی قید ثابت ہو جائے گی جو استیفاء میں اس کے نصف کا ذریعہ بنے گی جبکہ یہ عمل موافق دلیل نہیں ہے۔ اور جو ہم نے اب تک بیان کیا ہے یہ قیاس ہے مگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ مضبوط ہے۔

راہن کے فوت جانے اور غلام کے دو مدعیان ہونے کا بیان

وَإِذَا وَقَعَ بَاطِلًا فَلَوْ هَلَكَ يَهْلِكُ امَانَةً ؛ لِأَنَّ الْبَاطِلَ لَا حُكْمَ لَهُ قَالَ (وَلَوْ مَاتَ الرَّاهِنُ وَالْعَبْدُ فِي أَيْدِيهِمَا فَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى مَا وَصَفْنَاهُ كَانَ فِي يَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُهُ رَهْنًا يَبِيعُهُ بِحَقِّهِ اسْتِحْسَانًا) وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَفِي الْقِيَاسِ: هَذَا بَاطِلٌ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ ؛ لِأَنَّ الْحَبْسَ لِلِاسْتِيفَاءِ حُكْمٌ أَصْلِيٌّ لِعَقْدِ الرَّهْنِ فَيَكُونُ الْقَضَاءُ بِهِ قَضَاءً بِعَقْدِ الرَّهْنِ وَأَنَّهُ بَاطِلٌ لِلشُّيُوعِ كَمَا فِي حَالَةِ الْحَيَاةِ وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْعَقْدَ لَا يُرَادُ لِذَاتِهِ، وَإِنَّمَا يُرَادُ لِحُكْمِهِ، وَحُكْمُهُ فِي حَالَةِ الْحَيَاةِ الْحَبْسُ وَالشُّيُوعُ يَضُرُّهُ، وَبَعْدَ الْمَمَاتِ الِاسْتِيفَاءُ بِالْبَيْعِ فِي الدَّيْنِ وَالشُّيُوعُ لَا يَضُرُّهُ، وَصَارَ كَإِذَا ادَّعَى الرَّجُلَانِ نِكَاحَ امْرَأَةٍ أَوْ ادَّعَتْ أُخْتَانِ النِّكَاحَ عَلَى رَجُلٍ وَأَقَامُوا الْبَيِّنَةَ تَهَاتَرَتْ فِي حَالَةِ الْحَيَاةِ وَيُقْضَى بِالْمِيرَاثِ بَيْنَهُمْ بَعْدَ الْمَمَاتِ ؛ لِأَنَّهُ يَقْبَلُ الِانْقِسَامَ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

اور جب رہن کا وقوع باطل ہو جائے تو اب اگر مرہونہ چیز ہلاک ہو جائے تو وہ امانت بن کر ضائع ہونے والی ہے کیونکہ باطل کے لئے کوئی حکم نہیں ہوا کرتا۔ (قاعدہ فقہیہ)

فرمایا کہ جب راہن فوت ہو جائے اور اس کا غلام دونوں مدعیان کے قبضہ میں ہے اور ان میں سے ہر ایک نے ہمارے بیان کردہ اصول کے مطابق گواہی پیش کر دی ہے۔ تو بطور استحسان غلام کا نصف ان میں سے ہر ایک کے قبضہ میں رہن ہوگا جس کو اپنے حق میں بیچ سکتا ہے۔ اور طرفین کا قول بھی اسی طرح ہے۔

جبکہ قیاس کے مطابق یہ باطل ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ حبس کا استیفاء ہو جانا یہ رہن کے حکم کے لئے اصل ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) پس استیفاء کے لئے حبس کا فیصلہ عقد رہن کا فیصلہ بن جائے گا حالانکہ شیوع کے سبب عقد رہن کا فیصلہ باطل ہے جس طرح راہن کی زندگی میں باطل ہے۔

اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ رہن کا عقد یہ خود مقصود نہیں ہوا کرتا بلکہ مقصود اس کا حکم ہوتا ہے اور راہن کی زندگی میں رہن کا حکم قید ہے۔ جبکہ شیوع قید کے لئے نقصان دہ ہے۔ اور راہن کے فوت ہو جانے کے بعد رہن کا حکم مرہون کی بیع کے ذریعے قرض کو

وصول کرنا ہے۔ لہذا اب ثبوت بیع سے نقصان دہ نہ ہوگا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب دو بندوں نے کسی عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا ہے۔ یا پھر دو بہنوں نے کسی بندے سے نکاح کا دعویٰ کر دیا ہے اور سب نے گواہی قائم کر دی ہے۔ تو زندگی میں یہ گواہیاں ساقط ہو جائیں گی۔ لیکن موت کے بعد ان کے درمیان میراث کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ کیونکہ میراث تقسیم و قبول کرنے والی ہے۔

بَابُ الرَّهْنِ يُوضَعُ عَلٰى يَدِ الْعَدْلِ

﴿یہ باب عادل کے پاس رکھی جانے والی رہن کے بیان میں ہے﴾

باب رہن ارجاع الی نائب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جب وہ مسائل جو نفس راہن اور مرتہن کی جانب سے لوٹنے تھے ان کو بیان کر دیا ہے تو اب یہاں سے ان کے نائب کی جانب لوٹنے والے مسائل کو بیان کر رہے ہیں۔ اور کا نائب عادل شخص ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ نائب کا حکم اصل کے حکم پر موقوف ہوتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب رہن، بیروت)

رہن رکھنے میں راہن ومرتہن کے رضا مند ہو جانے کا بیان

(قَالَ وَإِذَا اتَّفَقَا عَلٰى وَضْعِ الرَّهْنِ عَلٰى يَدِ الْعَدْلِ جَازَ وَقَالَ مَالِكٌ : لَا يَجُوزُ) ذَكَرَ قَوْلَهُ فِي بَعْضِ النُّسَخِ ؛ لِأَنَّ يَدَ الْعَدْلِ يَدُ الْمَالِكِ وَلِهٰذَا يَرْجِعُ الْعَدْلُ عَلَيْهِ عِنْدَ الِاسْتِحْقَاقِ فَانْعَدَمَ الْقَبْضُ وَلَنَا أَنَّ يَدَهُ عَلَى الصُّورَةِ يَدُ الْمَالِكِ فِي الْحِفْظِ ؛ إذْ الْعَيْنُ أَمَانَةٌ، وَفِي حَقِّ الْمَالِيَّةِ يَدُ الْمُرْتَهِنِ ؛ لِأَنَّ يَدَهُ يَدُ ضَمَانٍ وَالْمَضْمُونُ هُوَ الْمَالِيَّةُ فَنُزِّلَ مَنْزِلَةَ الشَّخْصَيْنِ تَحْقِيقًا لِمَا قَصَدَاهُ مِنَ الرَّهْنِ، وَإِنَّمَا يَرْجِعُ الْعَدْلُ عَلَى الْمَالِكِ فِي الِاسْتِحْقَاقِ ؛ لِأَنَّهُ نَائِبٌ عَنْهُ فِي حِفْظِ الْعَيْنِ كَالْمُودَعِ،

فرمایا کہ جب راہن اور مرتہن دونوں کسی عادل شخص کے رہن رکھنے پر متفق ہو جائیں تو جائز ہے جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جائز نہیں ہے اور ان کا یہ قول بعض نسخوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ عادل کا قبضہ مالک کا قبضہ ہوتا ہے اس لئے ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر چہ مرہونہ کی حفاظت کے پیش نظر عادل کا قبضہ ایک مالک کے قبضے کی مثل ہے مگر عین مرہونہ تو امانت ہے۔ واس کی مالیت پر مرتہن کا قبضہ ہے۔ کیونکہ مرتہن کا قبضہ ہی ضمان کا قبضہ ہے۔ اور مالیت مضمون ہوا کرتی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ راہن اور مرتہن کے مقصد رہن کو ثابت کرتے ہوئے عادل شخص کو دو بندوں کے حکم میں سمجھا جائے گا۔ اور حقدار ہونے کی وجہ سے عادل مالک سے رجوع اس لئے کرتا ہے کیونکہ وہ عین مرہونہ کی حفاظت میں دو مالکوں کے قائم مقام ہوتا ہے جس طرح مودع ہوتا ہے۔

راہن و مرتہن کا عادل شخص سے رہن لینے کا حق نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ وَلَا لِلرَّاهِنِ اَنْ يَّاْخُذَهُ مِنْهُ) لِتَعَلُّقِ حَقِّ الرَّاهِنِ فِي الْحِفْظِ بِيَدِهِ وَاَمَانَتِهِ وَتَعَلُّقِ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ بِهِ اسْتِيفَاءً فَلَا يَمْلِكُ اَحَدُهُمَا اِبْطَالَ حَقِّ الْاٰخَرِ (فَلَوْ هَلَكَ فِي يَدِهِ هَلَكَ فِي ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ) ؛ لِاَنَّ يَدَهُ فِي حَقِّ الْمَالِيَّةِ يَدُ الْمُرْتَهِنِ وَهِيَ الْمَضْمُوْنَةُ (وَلَوْ دَفَعَ الْعَدْلُ اِلَى الرَّاهِنِ اَوِ الْمُرْتَهِنِ ضَمِنَ) ؛ لِاَنَّهُ مُوْدَعُ الرَّاهِنِ فِي حَقِّ الْعَيْنِ وَمُوْدَعُ الْمُرْتَهِنِ فِي حَقِّ الْمَالِيَّةِ وَاَحَدُهُمَا اَجْنَبِيٌّ عَنِ الْاٰخَرِ، وَالْمُوْدَعُ يَضْمَنُ بِالدَّفْعِ اِلَى الْاَجْنَبِيِّ،

فرمایا کہ راہن اور مرتہن کے لئے یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ مرہونہ چیز کو عادل سے واپس لیں کیونکہ اس عادل کا قبضہ اور مرہونہ کی حفاظت کی وجہ سے راہن کا حق اس سے متعلق ہو چکا ہے۔ اور وصولی کے اعتبار سے مرتہن کا حق اس سے متعلق ہو چکا ہے۔ پس ان دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے حق کو باطل کرنے کا مالک نہیں ہے پس جب مرہونہ چیز عادل کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو وہ مرتہن کے ضمان میں ہلاک ہونے والی ہے۔ کیونکہ مالیت کے اعتبار سے عادل کا قبضہ مرتہن کا قبضہ ہے۔ اور مالیت ہی مضمون ہوتی ہے۔

اور جب عادل نے وہ مرہونہ چیز راہن یا مرتہن کو دے دی ہے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ عین مرہونہ کے حق میں عادل شخص مودع کی طرح ہے۔ اور مالیت کے اعتبار سے وہ مرتہن کا مودع ہے اور راہن و مرتہن یہ دونوں ایک دوسرے کے غیر ہیں۔ اور مودع اجنبی شخص کو دینے کا ضامن ہوتا ہے۔ (اصول فقہ)

مدفوع الیہ کا مرہونہ کا استعمال کر کے ہلاک کرنے کا بیان

(وَاِذَا ضَمِنَ الْعَدْلُ قِيْمَةَ الرَّهْنِ بَعْدَ مَا دَفَعَ اِلٰى اَحَدِهِمَا وَقَدِ اسْتَهْلَكَهُ الْمَدْفُوْعُ عَلَيْهِ اَوْ هَلَكَ فِيْ يَدِهٖ لَا يَقْدِرُ اَنْ يَّجْعَلَ الْقِيْمَةَ رَهْنًا فِيْ يَدِهٖ) ؛ لِاَنَّهُ يَصِيْرُ قَاضِيًا وَمُقْتَضِيًا وَبَيْنَهُمَا تَنَافٍ، لٰكِنْ يَتَّفِقَانِ عَلٰى اَنْ يَّاْخُذَاهَا مِنْهُ وَيَجْعَلَاهَا رَهْنًا عِنْدَهُ اَوْ عِنْدَ غَيْرِهٖ وَلَوْ تَعَذَّرَ اجْتِمَاعُهُمَا يَرْفَعُ اَحَدُهُمَا اِلَى الْقَاضِيْ لِيَفْعَلَ كَذٰلِكَ، وَلَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَضَى الرَّاهِنُ الدَّيْنَ وَقَدْ ضَمِنَ الْعَدْلُ الْقِيْمَةَ بِالدَّفْعِ اِلَى الرَّاهِنِ فَالْقِيْمَةُ سَالِمَةٌ لَهٗ لِوُصُوْلِ الْمَرْهُوْنِ اِلَى الرَّاهِنِ وَوُصُوْلِ الدَّيْنِ اِلَى الْمُرْتَهِنِ وَلَا يَجْتَمِعُ الْبَدَلُ وَالْمُبْدَلُ فِيْ مِلْكٍ وَاحِدٍ (وَاِنْ كَانَ ضَمِنَهَا بِالدَّفْعِ اِلَى الْمُرْتَهِنِ فَالرَّاهِنُ يَاْخُذُ الْقِيْمَةَ مِنْهُ) ؛ لِاَنَّ الْعَيْنَ لَوْ كَانَتْ قَائِمَةً فِيْ يَدِهٖ يَاْخُذُهَا اِذَا اَدَّى الدَّيْنَ، فَكَذٰلِكَ يَاْخُذُ مَا قَامَ مَقَامَهَا، وَلَا جَمْعَ فِيْهِ بَيْنَ الْبَدَلِ وَالْمُبْدَلِ

اور جب راہن و مرتہن نے کسی ایک شخص کو مرہونہ چیز دی ہے اور اس کے بعد وہ عادل آدمی اس کا ضامن بن گیا ہے

...پس جو وہ مرہونہ چیز دی گئی ہے اس نے اس کو استعمال کر کے ہلاک کر دیا ہے۔ یا پھر مرہونہ چیز اس کے قبضہ سے ہلاک ہوئی ہے تو
...ادل آدمی اس قیمت کو اپنے پاس رکھنے پر قدرت رکھنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ وہی لینے دینے والا ہے۔ جبکہ دونوں کے درمیان فرق
...ہے البتہ جب وہ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ دونوں عادل سے قیمت وصول کر لیں اور اس کو اسی کے پاس یا کسی دوسرے کے
...پاس رہن رکھ دیں اور جب وہ متفق نہ ہوں تو ان میں سے کوئی ایک قاضی کے پاس فیصلہ لے جائے تاکہ قاضی ایسا فیصلہ کر دے۔ اور
جب قاضی نے اس طرح فیصلہ کر دیا ہے اور اس کے بعد راہن نے قرض ادا کر دیا ہے جبکہ راہن مرہونہ کو دینے کے سبب عادل شخص
کی قیمت کا ضامن بنا تھا تو عادل کے لئے قیمت سلامتی میں رہ جائے گی۔ کیونکہ مرہونہ چیز راہن تک پہنچ گئی ہے اور قرض مرتہن تک
پہنچ گیا ہے۔ پس ایک ہی بندے کی ملکیت میں بدل اور مبدل منہ اکٹھے نہ ہوں گے۔

اور جب مرتہن کو دینے کے سبب سے عادل قیمت کا ضامن بنا ہے تو راہن اس سے قیمت وصول کرے گا کیونکہ جب عادل
کے پاس عین مرہونہ ہوتی تو راہن قرض کی ادائیگی کے وقت اس کو لینے والا ہو جاتا۔ پس وہ عین مرہونہ کے نائب کو بھی لینے والا بن
جائے گا۔ کیونکہ اس میں بھی بدل اور مبدل منہ کو اکٹھا کرنا لازم نہیں آئے گا۔

راہن کا مرتہن یا کسی دوسرے شخص کو بیچنے میں وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَكَّلَ الرَّاهِنُ الْمُرْتَهِنَ أَوْ الْعَدْلَ أَوْ غَيْرَهُمَا بِبَيْعِ الرَّهْنِ عِنْدَ حُلُولِ الدَّيْنِ فَالْوَكَالَةُ جَائِزَةٌ) ؛ لِأَنَّهُ تَوْكِيلٌ بِبَيْعِ مَالِهِ (وَإِنْ شُرِطَتْ فِي عَقْدِ الرَّهْنِ فَلَيْسَ لِلرَّاهِنِ أَنْ يَعْزِلَ الْوَكِيلَ، وَإِنْ عَزَلَهُ لَمْ يَنْعَزِلْ) ؛ لِأَنَّهَا لَمَّا شُرِطَتْ فِي ضِمْنِ عَقْدِ الرَّهْنِ صَارَ وَصْفًا مِنْ أَوْصَافِهِ وَحَقًّا مِنْ حُقُوقِهِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لِزِيَادَةِ الْوَثِيقَةِ فَيَلْزَمُ بِلُزُومِ أَصْلِهِ، وَلِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمُرْتَهِنِ وَفِي الْعَزْلِ إتْوَاءُ حَقِّهِ وَصَارَ كَالْوَكِيلِ بِالْخُصُومَةِ بِطَلَبِ الْمُدَّعِي (وَلَوْ وَكَّلَهُ بِالْبَيْعِ مُطْلَقًا حَتَّى مَلَكَ الْبَيْعَ بِالنَّقْدِ وَالنَّسِيئَةِ ثُمَّ نَهَاهُ عَنْ الْبَيْعِ نَسِيئَةً لَمْ يَعْمَلْ نَهْيُهُ) ؛ لِأَنَّهُ لَازِمٌ بِأَصْلِهِ، فَكَذَا بِوَصْفِهِ لِمَا ذَكَرْنَا، وَكَذَا إذَا عَزَلَهُ الْمُرْتَهِنُ لَا يَنْعَزِلُ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يُوَكِّلْهُ وَإِنَّمَا وَكَّلَهُ غَيْرُهُ (وَإِنْ مَاتَ الرَّاهِنُ لَمْ يَنْعَزِلْ) ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ لَا يَبْطُلُ بِمَوْتِهِ وَلِأَنَّهُ لَوْ بَطَلَ إنَّمَا يَبْطُلُ لِحَقِّ الْوَرَثَةِ وَحَقُّ الْمُرْتَهِنِ مُقَدَّمٌ

اور جب راہن نے مرتہن یا عادل یا کسی دوسرے بندے کو قرض کی ادائیگی کے وقت مرہونہ چیز کو بیچنے میں وکیل بنا دیا ہے تو ایسی وکالت جائز ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے مال کو بیچنے میں وکیل بنایا ہے۔ اور جب وکالت رہن کے عقد کے ساتھ مشروط ہو تو یہ حق راہن کا نہ ہوگا کہ وہ وکیل کو معزول کرے اور اگر راہن نے وکیل کو معزول کر بھی دیا تو وہ معزول نہ ہوگا۔ کیونکہ جب عقد رہن کے ضمن میں وکالت بطور شرط ہے تو وہ بھی اوصاف رہن میں سے ایک وصف بن جائے گا اور اس کے حقوق میں سے ایک حق بن جائے گا۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے ہیں کہ وکالت کا عقد مضبوط کرنے میں مبالغہ کے لئے ہوتا ہے۔ کیونکہ اپنی اصل کے

لازم ہونے کے سبب وہ بھی لازم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وکالت کے عقد کے ساتھ مرتہن کا یہ حق متعلق ہو چکا ہے۔ جبکہ اس کو ختم کرنے کی وجہ سے اس کے حق کو ہلاک کرنا لازم ہوگا۔ اور یہ طلب مدعی پر وکیل بہ خصومت والے مسئلے کی طرح بن جائے گا۔

اور جب راہن نے مطلق بیع پر کسی کو وکیل بنایا ہے حتیٰ کہ وہ وکیل عقد وہ ہے، دونوں طرح کی بیع کا مالک بن گیا ہے اور اس کے بعد راہن نے اس کو ادھار بیع کرنے سے منع کر دیا ہے۔ تو وہ منع نہ ہوگا۔ کیونکہ وکالت کے عقد اپنی اصل کے ساتھ لازم ہوا ہے پس وہ وصف کے ساتھ بھی لازم رہے گا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور اسی طرح جب مرتہن وکیل کو معزول کر دے تب بھی وہ معزول نہ ہوگا کیونکہ مرتہن نے اس کو وکیل بنایا نہیں ہے بلکہ اس کو وکیل بنانے والا تو کوئی اور ہے۔

اور جب راہن فوت ہو گیا ہے تب بھی وکیل معزول نہ ہوگا کیونکہ راہن کے فوت ہو جانے کی وجہ سے رہن باطل نہیں ہوئی تو اسی طرح وکالت بھی باطل نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر وہ باطل ہوتی تو وارثوں کے حق میں باطل ہوتی جبکہ حق مرتہن مقدم ہے۔

وکیل کے لئے مرہونہ کو ورثاء کی عدم موجودگی میں بیچنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلِلْوَكِيلِ أَنْ يَبِيعَهُ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الْوَرَثَةِ كَمَا يَبِيعُهُ فِي حَالِ حَيَاتِهِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنْهُ، وَإِنْ مَاتَ الْمُرْتَهِنُ فَالْوَكِيلُ عَلَى وَكَالَتِهِ) ؛ لِأَنَّ الْعَقْدَ لَا يَبْطُلُ بِمَوْتِهِمَا وَلَا بِمَوْتِ أَحَدِهِمَا فَيَبْقَى بِحُقُوقِهِ وَأَوْصَافِهِ (وَإِنْ مَاتَ الْوَكِيلُ انْتَقَضَتْ الْوَكَالَةُ وَلَا يَقُومُ وَارِثُهُ وَلَا وَصِيُّهُ مَقَامَهُ) ؛ لِأَنَّ الْوَكَالَةَ لَا يَجْرِي فِيهَا الْإِرْثُ، وَلِأَنَّ الْمُوَكِّلَ رَضِيَ بِرَأْيِهِ لَا بِرَأْيِ غَيْرِهِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ وَصِيَّ الْوَكِيلِ يَمْلِكُ بَيْعَهُ ؛ لِأَنَّ الْوَكَالَةَ لَازِمَةٌ فَيَمْلِكُهُ الْوَصِيُّ، كَالْمُضَارِبِ إِذَا مَاتَ بَعْدَمَا صَارَ رَأْسُ الْمَالِ أَعْيَانًا يَمْلِكُ وَصِيُّ الْمُضَارِبِ بَيْعَهَا لِمَا أَنَّهُ لَازِمٌ بَعْدَ مَا صَارَ أَعْيَانًا قُلْنَا : التَّوْكِيلُ حَقٌّ لَازِمٌ لَكِنْ عَلَيْهِ، وَالْإِرْثُ يَجْرِي فِيمَا لَهُ بِخِلَافِ الْمُضَارَبَةِ ؛ لِأَنَّهَا حَقُّ الْمُضَارِبِ (وَلَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَبِيعَهُ إِلَّا بِرِضَا الرَّاهِنِ) ؛ لِأَنَّهُ مِلْكُهُ وَمَا رَضِيَ بِبَيْعِهِ (وَلَيْسَ لِلرَّاهِنِ أَنْ يَبِيعَهُ إِلَّا بِرِضَا الْمُرْتَهِنِ) ؛ لِأَنَّ الْمُرْتَهِنَ أَحَقُّ بِمَالِيَّتِهِ مِنَ الرَّاهِنِ فَلَا يَقْدِرُ الرَّاهِنُ عَلَى تَسْلِيمِهِ بِالْبَيْعِ،

فرمایا کہ وکیل کے لئے یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ وارثوں کی غیر موجودگی میں مرہونہ چیز کو بیچ دے جس طرح وہ راہن کی زندگی میں اس کی عدم موجودگی میں وہ بیچ سکتا ہے۔ اور جب مرتہن فوت ہو جائے تو وکیل تب بھی اپنی وکالت پر باقی رہے گا۔ کیونکہ عقد ان دونوں یا ان دونوں میں سے کسی ایک فوت ہو جانے کے سبب باطل نہ ہوگا۔ پس وہ اپنے حقوق اوصاف کے ساتھ باقی رہنے والا ہے۔

اور جب وکیل فوت ہو جائے تو وکالت ختم ہو جائے گی۔ اور وصی کا وارث اور اس کا وصی اس کے قائم مقام نہ ہوگا۔ کیونکہ

وکالت میں وراثت جاری ہونے والی نہیں ہے۔ کیونکہ مؤکل وکیل کی رائے پر رضامند ہے جبکہ وہ اس کے مرضی کے سوا پر راضی نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وکیل کا وصی اس کو بیچنے کا اختیار رکھتا ہے۔ کیونکہ وکالت لازم ہے۔ پس وصی اس کا مالک بن جائے گا۔ جس طرح مضارب ہے۔ جب وہ رأس المال کے اعیان کے بعد فوت ہو جائے تو اس کا وصی ان اعیان کو بیچنے کا مالک ہوگا۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ راس المال کے اعیان ہو جانے کے بعد اس پر مضاربت لازم ہوتی ہے۔

ہم اس کا جواب دیں گے کہ وکالت لازمی حق ہے۔ لیکن وہ وکیل پر جاری ہوتا ہے جبکہ میراث ان چیزوں میں جاری ہوا کرتی ہے جو اس کے لئے ہو۔ جبکہ مضاربت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ مضارب کا حق ہے۔

اور مرتہن کو بھی یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ مرہونہ چیز کو راہن کی اجازت کے بغیر بیچ ڈالے کیونکہ وہ راہن کی ملکیت ہے۔ اور راہن اس کو بیچنے پر راضی نہیں ہے۔ اور راہن کے لئے بھی مرہونہ چیز کی بیع کرنا مرتہن کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مرتہن راہن سے بھی زیادہ مرہونہ کی مالیت کا حقدار ہے۔ پس بیع کے سبب راہن مرہونہ کو حوالے کرنے پر قدرت رکھنے والا نہ ہوگا۔

راہن کے غائب ہو جانے پر وکیل کو بیچنے پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ حَلَّ الْأَجَلُ وَأَبَى الْوَكِيلُ الَّذِي فِي يَدِهِ الرَّهْنُ أَنْ يَبِيعَهُ وَالرَّاهِنُ غَائِبٌ أُجْبِرَ عَلَى بَيْعِهِ) لِمَا ذَكَرْنَا مِنَ الْوَجْهَيْنِ فِي لُزُومِهِ (وَكَذَلِكَ الرَّجُلُ يُوَكِّلُ غَيْرَهُ بِالْخُصُومَةِ وَغَابَ الْمُوَكِّلُ فَأَبَى أَنْ يُخَاصِمَ أُجْبِرَ عَلَى الْخُصُومَةِ) لِلْوَجْهِ الثَّانِي وَهُوَ أَنَّ فِيهِ إتْوَاءَ الْحَقِّ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالْبَيْعِ ؛ لِأَنَّ الْمُوَكِّلَ يَبِيعُ بِنَفْسِهِ فَلَا يَتْوَى حَقُّهُ، أَمَّا الْمُدَّعِي لَا يَقْدِرُ عَلَى الدَّعْوَى وَالْمُرْتَهِنُ لَا يَمْلِكُ بَيْعَهُ بِنَفْسِهِ، فَلَوْ لَمْ يَكُنْ التَّوْكِيلُ مَشْرُوطًا فِي عَقْدِ الرَّهْنِ وَإِنَّمَا شُرِطَ بَعْدَهُ قِيلَ لَا يُجْبَرُ اعْتِبَارًا بِالْوَجْهِ الْأَوَّلِ، وَقِيلَ يُجْبَرُ رُجُوعًا إلَى الْوَجْهِ الثَّانِي، وَهَذَا أَصَحُّ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْجَوَابَ فِي الْفَصْلَيْنِ وَاحِدٌ، وَيُؤَيِّدُهُ إطْلَاقُ الْجَوَابِ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَفِي الْأَصْلِ

فرمایا کہ جب قرض کو ادا کرنے کا وقت آ چکا ہے اور وہ وکیل جس کے پاس مرہونہ چیز ہے وہ اس کو بیچنے سے انکار کرنے والا ہے جبکہ راہن غائب ہو چکا ہے تو اس چیز کو بیچنے کے لئے وکیل کو مجبور کیا جائے گا۔ یہ مسئلہ انہی دو دلائل کے مطابق ہے جس کو وکالت کے لازم ہو جانے میں بیان کر آئے ہیں۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے دوسرے آدمی کو وکیل بہ خصومت بنایا ہے۔ اور مؤکل غائب ہو چکا ہے اور وکیل نے مخاصمت سے انکار کر دیا ہے تو دوسری دلیل کے مطابق وکیل کو خصومت پر مجبور کیا جائے گا اور دلیل یہ ہے کہ اس میں حق کو باطل کر دینا ہے۔ اور مسئلہ وکیل بہ بیع والے مسئلہ کے خلاف ہے کیونکہ وہاں مؤکل بہ ذات خود بیچنے والا ہے۔ پس اس کا حق باطل نہ ہوگا جبکہ مدعی

دعوے پر قادر ہونے والا نہیں ہے۔ اور مرتہن یہ بہ ذات خود فروخت کرنے کا مالک نہیں ہے۔

اور اس کے بعد جب وکالت رہن میں شرط نہ ہو بلکہ رہن کے بعد اس میں شرط لگائی گئی ہے تو ایک قول یہ ہے کہ پہلی دلیل کا اعتبار کرتے ہوئے مجبور نہ کیا جائے گا اور دوسرا قول یہ ہے دوسری دلیل کا اعتبار کرتے ہوئے مجبور کیا جائے گا اور زیادہ درست بھی یہی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں حکم ایک جیسا ہے اور جامع صغیر اور مبسوط میں ہے اس جواب کا اطلاق اس کی تائید کرنے والا ہے۔

مرہونہ کا سیل ہو کر رہن سے خارج ہو جانے کا بیان

(وَاِذَا بَاعَ الْعَدْلُ الرَّهْنَ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الرَّهْنِ، وَالثَّمَنُ قَائِمٌ مَقَامَهُ فَكَانَ رَهْنًا، وَاِنْ لَمْ يُقْبَضْ بَعْدُ) لِقِيَامِهِ مَقَامَ مَا كَانَ مَقْبُوضًا، وَاِذَا تَوِيَ كَانَ مَالَ الْمُرْتَهِنِ لِبَقَاءِ عَقْدِ الرَّهْنِ فِي الثَّمَنِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْمَبِيعِ الْمَرْهُونِ، وَكَذٰلِكَ اِذَا قُتِلَ الْعَبْدُ الرَّهْنُ وَغَرِمَ الْقَاتِلُ قِيمَتَهُ ؛ لِاَنَّ الْمَالِكَ لَا يَسْتَحِقُّهُ مِنْ حَيْثُ الْمَالِيَّةُ، وَاِنْ كَانَ بَدَلَ الدَّمِ فَاَخَذَ حُكْمَ ضَمَانِ الْمَالِ فِي حَقِّ الْمُسْتَحِقِّ فَبَقِيَ عَقْدُ الرَّهْنِ، وَكَذٰلِكَ لَوْ قَتَلَهُ عَبْدٌ فَدُفِعَ بِهِ ؛ لِاَنَّهُ قَائِمٌ مَقَامَ الْاَوَّلِ لَحْمًا وَدَمًا،

اور جب عادل نے مرہونہ چیز کو بیچ دیا ہے تو وہ رہن سے خارج ہو جائے گی۔ اور قیمت اس کے قائم مقام ہو جائے گی۔ پس وہ قیمت رہن بن جائے گی۔ اگر چہ قیمت پر قبضہ نہ بھی ہوا ہو۔ کیونکہ قیمت مقبوضہ رہن کے قائم مقام ہے۔ اور جب وہ قیمت ہلاک ہو جائے گی تو وہ مرتہن سے اس کا مال ہلاک ہوگا۔ کیونکہ قیمت میں رہن کا عقد باقی ہے۔ کیونکہ قیمت مبیع مرہون کے قائم مقام ہے۔

اور اسی طرح جب مرہونہ غلام کو قتل کر دیا گیا ہے اور قاتل کی قیمت کا جرمانہ دینے والا ہے کیونکہ مالک مالیت کے اعتبار سے اس کا حقدار ہے۔ اگر چہ وہ خون بدلہ ہے۔ پس یہ حق ضمان میں مال ضمان کے حکم میں ہو جائے گا۔ پس رہن کا عقد باقی رہا ہے۔ اور اسی طرح جب مرہون غلام کو کسی نے قتل کر دیا ہے تو اس کو غلام کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور یہ غلام گوشت اور خون کے اعتبار سے پہلے غلام کے قائم مقام بن جائے گا۔

عادل کا مرہونہ کا بیچ کر قیمت مرتہن کو دینے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ بَاعَ الْعَدْلُ الرَّهْنَ فَاَوْفَى الْمُرْتَهِنَ الثَّمَنَ ثُمَّ اُسْتُحِقَّ الرَّهْنُ فَضَمِنَهُ الْعَدْلُ كَانَ بِالْخِيَارِ، اِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الرَّاهِنَ قِيمَتَهُ، وَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْمُرْتَهِنَ الثَّمَنَ الَّذِي اَعْطَاهُ، وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يُضَمِّنَهُ غَيْرَهُ) وَكَشْفُ هٰذَا اَنَّ الْمَرْهُونَ الْمَبِيعَ اِذَا اُسْتُحِقَّ اِمَّا اَنْ يَكُونَ هَالِكًا اَوْ قَائِمًا

فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ الْمُسْتَحِقُّ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الرَّاهِنَ قِيمَتَهُ ؛ لِأَنَّهُ غَاصِبٌ فِي حَقِّهِ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْعَدْلَ ؛ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِي حَقِّهِ بِالْبَيْعِ وَالتَّسْلِيمِ فَإِنْ ضَمَّنَ الرَّاهِنَ نَفَذَ الْبَيْعُ وَصَحَّ الِاقْتِضَاءُ ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ أَمَرَهُ بِبَيْعِ مِلْكِ نَفْسِهِ، وَإِنْ ضَمَّنَ الْبَائِعَ نَفَذَ الْبَيْعُ أَيْضًا ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ بَاعَ مِلْكَ نَفْسِهِ،

فرمایا کہ جب عادل نے مرہونہ چیز کو بیچ کر اس کی قیمت مرتہن کو دے دی ہے اس کے بعد مرہونہ چیز کا کوئی حقدار نکل آیا ہے اور عادل اس کا ضامن بنا ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو اس کی قیمت کا راہن کو ضامن بنادے اور اگر وہ چاہے تو مرتہن کو ضامن بنادے جو اس کو دیا گیا ہے۔ اور عادل کے لئے یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ مرتہن کو اس کے غیر کا ضامن بنادے اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ فروخت کردہ مرہونہ چیز کا جب حقدار نکل آیا ہے تو وہ ہلاک ہوگئی یا موجود ہے تو پہلی صورت میں حقدار کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو راہن کو اس کی قیمت کا ضامن بنادے کیونکہ راہن اس کے حق میں غاصب ہے اور اگر وہ پسند کرے تو عادل سے ضمان لے کیونکہ عادل بیع اور سپرد کرنے کی وجہ سے اس کے حق میں ظلم کرنے والا ہے۔

اور اس کے بعد جب حقدار نے راہن کو ضامن بنادیا ہے تو وہ بیع نافذ ہو جائے گی۔ اور مرتہن کا وصول کرنا بھی درست ہو جائے گا۔ کیونکہ ضمان کو ادا کر کے راہن مرہونہ کا مالک بن چکا ہے۔ تو یہ واضح ہو جائے گا۔ کہ راہن نے عادل کو اپنی ملکیت میں سے فروخت کرنے کا حکم دے رکھا ہے۔ اور جب حقدار نے بیچنے والا یعنی عادل کو ضامن بنادیا ہے تب بھی بیع نافذ ہو جائے گی۔ کیونکہ ضمان ادا کرتے ہوئے وہ بھی مرہونہ کا مالک بن گیا ہے۔ پس یہ واضح ہو چکا ہے۔ عادل نے اپنی ملکیت کو بیچا ہے۔

مستحق شخص کا عادل کو ضامن بنادینے کا بیان

وَإِذَا ضَمَّنَ الْعَدْلَ فَالْعَدْلُ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ رَجَعَ عَلَى الرَّاهِنِ بِالْقِيمَةِ ؛ لِأَنَّهُ وَكِيلٌ مِنْ جِهَتِهِ عَامِلٌ لَهُ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ بِمَا لَحِقَهُ مِنَ الْعُهْدَةِ وَنَفَذَ الْبَيْعُ وَصَحَّ الِاقْتِضَاءُ فَلَا يَرْجِعُ الْمُرْتَهِنُ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ مِنْ دَيْنِهِ، وَإِنْ شَاءَ رَجَعَ عَلَى الْمُرْتَهِنِ بِالثَّمَنِ ؛ لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ أَنَّهُ أَخَذَ الثَّمَنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَ الْعَبْدَ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ وَنَفَذَ بَيْعُهُ عَلَيْهِ فَصَارَ الثَّمَنُ لَهُ، وَإِنَّمَا أَدَّاهُ إِلَيْهِ عَلَى حُسْبَانِ أَنَّهُ مِلْكُ الرَّاهِنِ، فَإِذَا تَبَيَّنَ أَنَّهُ مِلْكُهُ لَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِهِ فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ بِهِ عَلَيْهِ، وَإِذَا رَجَعَ بَطَلَ الِاقْتِضَاءُ فَيَرْجِعُ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الرَّاهِنِ بِدَيْنِهِ،

اور جب حقدار شخص نے عادل کو ضامن بنایا ہے تو عادل کے لئے اختیار ہوگا کہ وہ راہن سے قیمت لے کیونکہ وہ راہن کا وکیل ہے اور اسی کے لئے کام کرنے والا ہے پس اس وکیل کو پیش آنے والی ضرورت کا ذمہ دار بھی وہی راہن ہوگا۔ اور بیع نافذ ہو جائے گی۔ اور مرتہن کا وصول کرنا بھی درست ہو جائے گا۔

پس مرتہن اپنے قرض کے سبب سے راہن سے رجوع کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ عادل جب چاہے کہ وہ مرتہن سے قی

... لینے والا ہوگا۔ اس لئے یہ معاملہ واضح ہو چکا ہے کہ مرتہن نے ناحق قیمت لے رکھی ہے۔ کیونکہ قیمت کو ادا کرنے کے سبب ... مرہونہ کا ... ہو چکا تھا اور اس پر عادل کی بیع بھی نافذ ہو چکی ہے۔ پس وہ قیمت عادل کی ہو جائے گی۔ اور اس نے مرتہن کو ... کے سبب قیمت دی تھی کہ مرہونہ راہن کی ملکیت ہے۔ مگر جب یہ پتہ چل چکا ہے کہ وہ اس کی اپنی ملکیت ہے تو وہ اس پر ... نہ ہوگا کیونکہ اس کو مرتہن سے قیمت واپس لینے کا اختیار ہوگا۔ اور جب اس نے قیمت کو واپس لے لیا ہے تو مرتہن کا وصول کرنا ... ہو جائے گا۔ پھر اب مرتہن سے اپنے قرضے کو واپس لے گا۔

مبیع مرہونہ کا خریدار کے قبضہ میں ہونے کا بیان

وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ قَائِمًا فِيْ يَدِ الْمُشْتَرِي فَلِلْمُسْتَحِقِّ اَنْ يَاْخُذَهُ مِنْ يَدِهِ ؛ لِاَنَّهُ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ ثُمَّ لِلْمُشْتَرِي اَنْ يَرْجِعَ عَلَى الْعَدْلِ بِالثَّمَنِ ؛ لِاَنَّهُ الْعَاقِدُ فَتَتَعَلَّقُ بِهِ حُقُوقُ الْعَقْدِ، وَهٰذَا مِنْ حُقُوقِهِ حَيْثُ وَجَبَ بِالْبَيْعِ، وَاِنَّمَا اَدَّاهُ لِيُسَلِّمَ لَهُ الْمَبِيعَ وَلَمْ يُسَلِّمْ،

ثُمَّ الْعَدْلُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ رَجَعَ عَلَى الرَّاهِنِ بِالْقِيمَةِ ؛ لِاَنَّهُ هُوَ الَّذِي اَدْخَلَهُ فِيْ هٰذِهِ الْعُهْدَةِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ تَخْلِيصُهُ وَاِذَا رَجَعَ عَلَيْهِ صَحَّ قَبْضُ الْمُرْتَهِنِ ؛ لِاَنَّ الْمَقْبُوضَ سَلِمَ لَهُ، وَاِنْ شَاءَ رَجَعَ عَلَى الْمُرْتَهِنِ ؛ لِاَنَّهُ اِذَا انْتَقَضَ الْعَقْدُ بَطَلَ الثَّمَنُ وَقَدْ قَبَضَهُ ثَمَنًا فَيَجِبُ نَقْضُ قَبْضِهِ ضَرُوْرَةً، وَاِذَا رَجَعَ عَلَيْهِ وَانْتَقَضَ قَبْضُهُ عَادَ حَقُّهُ فِي الدَّيْنِ كَمَا كَانَ فَيَرْجِعُ بِهِ عَلَى الرَّاهِنِ،

شرح اور اس مسئلہ مذکورہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ جب مرہونہ مبیع خریدار کے قبضے میں ہے تو مستحق کو اختیار ہے کہ اس کے قبضے سے اس کو لے کیونکہ وہ اپنے اصلی مال کو پا لینے والا ہے۔ اور خریدار کو یہ اختیار بھی ہے کہ وہ عادل سے اپنی قیمت واپس لے۔ کیونکہ عقد کرنے والا ہے۔ پس عقد کے حقوق اسی کے ساتھ متعلق ہوں گے۔ اور یہ عقد بھی حقوق میں سے ہے۔ کیونکہ یہ بھی بیع کے سبب سے واجب ہوا ہے۔ اور خریدار نے اسی وجہ سے تو عادل کو قیمت دی ہے۔ تاکہ اس کے لئے مبیع سلامتی والی رہے۔ جبکہ مبیع اس کے لئے سلامتی والی نہیں ہے۔

اور اس کے بعد عادل کو اختیار ہوگا کہ وہ پسند کرے تو راہن سے قیمت لے کیونکہ راہن نے ہی اس کی ذمہ داری لی ہے پس اس کو واپس دلوانا بھی راہن پر واجب ہوگا اور جب عادل نے راہن پر رجوع کیا ہے تو مرتہن کا قبضہ قیمت پر درست ہو جائے گا کیونکہ اس کے لئے قبضہ محفوظ ہے۔ اور اگر وہ عادل پسند کرے تو مرتہن سے رجوع کر لے کیونکہ جب بیع کا عقد ختم ہو چکا ہے تو بیع باطل ہو گئی ہے جبکہ مرتہن نے قیمت ہونے کی وجہ سے اس پر قبضہ کیا ہوا ہے پس یقیناً اس کے قبضہ کو توڑنا لازم ہوگا اور جب عادل نے مرتہن پر رجوع کیا ہے اور قبضہ ختم ہو چکا ہے تو قرض میں اس کا حق لوٹ آئے گا۔ جس طرح پہلے تھا۔ پس وہ اس کے بارے میں راہن سے رجوع کرے گا۔

خریدار کا قیمت مرتہن کو دیکر عادل سے رجوع نہ کرنے کا بیان

وَلَوْ اَنَّ الْمُشْتَرِیَ سَلَّمَ الثَّمَنَ اِلَی الْمُرْتَهِنِ لَمْ یَرْجِعْ عَلَی الْعَدْلِ ، لِاَنَّهُ فِی الْبَیْعِ عَامِلٌ لِلرَّاهِنِ، وَاِنَّمَا یَرْجِعُ عَلَیْهِ اِذَا قَبَضَ وَلَمْ یَقْبِضْ فَبَقِیَ الضَّمَانُ عَلَی الْمُوَکِّلِ،

وَلَوْ کَانَ التَّوْکِیْلُ بَعْدَ عَقْدِ الرَّهْنِ غَیْرَ مَشْرُوطٍ فِی الْعَقْدِ فَمَا لَحِقَ الْعَدْلَ مِنَ الْعُهْدَةِ یَرْجِعُ بِهٖ عَلَی الرَّاهِنِ قَبَضَ الثَّمَنَ الْمُرْتَهِنُ اَمْ لَا ، لِاَنَّهُ لَمْ یَتَعَلَّقْ بِهٰذَا التَّوْکِیْلِ حَقُّ الْمُرْتَهِنِ فَلَا رُجُوْعَ، کَمَا فِی الْوَکَالَةِ الْمُفْرَدَةِ عَنِ الرَّهْنِ اِذَا بَاعَ الْوَکِیْلُ وَدَفَعَ الثَّمَنَ اِلٰی مَنْ اَمَرَهُ الْمُوَکِّلُ ثُمَّ لَحِقَهُ عُهْدَةٌ لَا یَرْجِعُ بِهٖ عَلَی الْمُقْتَضٰی، بِخِلَافِ الْوَکَالَةِ الْمَشْرُوْطَةِ فِی الْعَقْدِ ؛ لِاَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهٖ حَقُّ الْمُرْتَهِنِ فَیَکُوْنُ الْبَیْعُ لِحَقِّهٖ قَالَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : هٰکَذَا ذَکَرَ الْکَرْخِیُّ، وَهٰذَا یُؤَیِّدُ قَوْلَ مَنْ لَا یَرٰی جَبْرَ هٰذَا الْوَکِیْلِ عَلَی الْبَیْعِ

اور جب خریدار نے قیمت مرتہن کو دی ہے تو وہ عادل سے رجوع نہ کرے گا۔ اس لئے کہ عادل بیع کرنے میں راہن کے لئے عامل بنا ہوا ہے۔ اور عادل پر رجوع تب ہو سکتا ہے جب اس نے اس پر قبضہ کیا ہو۔ جبکہ قبضہ اس نے کیا نہیں ہے پس ضمان مؤکل یعنی مرتہن پر باقی رہے گا۔

اور جب یہ وکیل ہونا رہن کے عقد کے بعد ہے اور عقد میں شرط نہیں ہے تو عادل کو جو بھی ذمہ داری لاحق ہونے والی ہے وہ اس کے بارے میں راہن سے رجوع کرے گا۔ اگرچہ مرتہن نے قیمت پر قبضہ کیا ہے یا قبضہ نہیں کیا ہے۔ کیونکہ اس میں وکیل ہونے کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق نہیں ہوا ہے۔ پس مرتہن پر رجوع نہ ہوگا جس طرح وہ وکالت ہے جو رہن سے خالی ہے۔ اور جب وکیل سامان کو بیچ کر قیمت اس بندے کو دے دیتا ہے جس کو دینے کا مؤکل نے حکم دے رکھا ہے۔ اور اسکے بعد وکیل کو کوئی ذمہ داری لاحق ہو چکی ہے تو وکیل اس کے بارے میں قبضہ کرنے والے سے رجوع نہ کر سکے گا۔ اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب وکالت اس عقد میں بطور شرط ہو۔ کیونکہ مرتہن کا حق اسی کے ساتھ متعلق ہونے والا ہے۔ پس بیع مرتہن کے حق کے لئے ہوگی۔ مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے امام کرخی علیہ الرحمہ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور یہی بیان اس بندے کے قول کی تائید کرنے والا ہے جو بیع کرنے پر اس کے وکیل کے جبر کو جائز جاننے والا نہیں ہے۔

مرہون غلام کا مرتہن کے قبضہ میں فوت ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ مَاتَ الْعَبْدُ الْمَرْهُوْنُ فِیْ یَدِ الْمُرْتَهِنِ ثُمَّ اسْتَحَقَّهُ رَجُلٌ فَلَهُ الْخِیَارُ، اِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الرَّاهِنَ، وَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْمُرْتَهِنَ) ، لِاَنَّ کُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُتَعَدٍّ فِیْ حَقِّهٖ بِالتَّسْلِیْمِ اَوْ بِالْقَبْضِ (فَاِنْ ضَمَّنَ الرَّاهِنَ فَقَدْ مَاتَ بِالدَّیْنِ) ، لِاَنَّهُ مَلَکَهُ بِاَدَاءِ الضَّمَانِ فَصَحَّ الْاِیْفَاءُ (وَاِنْ ضَمَّنَ الْمُرْتَهِنَ یَرْجِعُ عَلَی الرَّاهِنِ بِمَا ضَمِنَ مِنَ الْقِیْمَةِ وَبِدَیْنِهٖ) اَمَّا بِالْقِیْمَةِ فَلِاَنَّهُ مَغْرُوْرٌ مِنْ

الرَّاهِنِ، وَاَمَّا بِالدَّيْنِ فَلِاَنَّهُ انْتَقَضَ اقْتِضَاؤُهُ فَيَعُوْدُ حَقُّهُ كَمَا كَانَ،

فرمایا کہ جب مرہون غلام مرتہن کے قبضہ میں فوت ہوگیا ہے اور اس کے بعد کوئی آدمی اس کا حقدار نکل آیا ہے تو اس کے لئے اختیار ہوگا۔ اگر وہ پسند کرے تو راہن کو ضامن بنائے اور اگر وہ پسند کرے تو مرتہن کو ضامن بنائے۔ کیونکہ ان میں ہر ایک شخص حقدار کے حق میں ظلم کرنے والا ہے۔ اگر چہ یہ سپرد کرنے کی وجہ سے ظلم ہے یا قبضہ کرنے کی وجہ سے ظلم ہے۔ اور اس کے بعد جب اس نے راہن کو ضامن بنا دیا ہے اور وہ مرہون غلام قرض کے بدلے میں فوت ہونے والا ہے اسلئے کہ ضمان کو ادا کر کے راہن اس کا مالک بنا ہے۔ پس مرتہن کا پورا کرنا درست ہو جائے گا۔ اور جب مستحق بندے نے مرتہن کو ضامن بنایا ہے تو مرتہن ضمان میں دی ہوئی قیمت کو اور اپنے قرض کو راہن سے واپس لے گا قیمت اس لئے واپس لے گا کہ اس نے راہن کی جانب سے دھوکہ کھایا ہے اور قرض اس لئے واپس لے گا کہ مرتہن کا قبضہ ختم ہو چکا ہے۔ پس اس کا حق اسی طرح لوٹ کر آ جائے گا۔ جس طرح اس سے پہلے تھا۔

مضمون پر ثبوت ملکیت کا ضمان کے سبب ہونے کا بیان

فَاِنْ قِيْلَ : لَمَّا كَانَ قَرَارُ الضَّمَانِ عَلَى الرَّاهِنِ بِرُجُوْعِ الْمُرْتَهِنِ عَلَيْهِ، وَالْمِلْكُ فِي الْمَضْمُوْنِ يَثْبُتُ لِمَنْ عَلَيْهِ قَرَارُ الضَّمَانِ فَتَبَيَّنَ اَنَّهُ رَهَنَ مِلْكَ نَفْسِهِ فَصَارَ كَمَا اِذَا ضَمَّنَ الْمُسْتَحِقُّ الرَّاهِنَ ابْتِدَاءً قُلْنَا : هٰذَا طَعْنُ اَبِيْ خَازِمٍ الْقَاضِيْ وَالْجَوَابُ عَنْهُ اَنَّهُ يَرْجِعُ عَلَيْهِ بِسَبَبِ الْغُرُوْرِ وَالْغُرُوْرُ بِالتَّسْلِيْمِ كَمَا ذَكَرْنَاهُ، اَوْ بِالِانْتِقَالِ مِنَ الْمُرْتَهِنِ اِلَيْهِ كَاَنَّهُ وَكِيْلٌ عَنْهُ، وَالْمِلْكُ بِكُلِّ ذٰلِكَ مُتَاَخِّرٌ عَنْ عَقْدِ الرَّهْنِ، بِخِلَافِ الْوَجْهِ الْاَوَّلِ ؛ لِاَنَّ الْمُسْتَحِقَّ يُضَمِّنُهُ بِاعْتِبَارِ الْقَبْضِ السَّابِقِ عَلَى الرَّهْنِ فَيَسْتَنِدُ الْمِلْكُ اِلَيْهِ فَتَبَيَّنَ اَنَّهُ رَهَنَ مِلْكَ نَفْسِهِ وَقَدْ طَوَّلْنَا الْكَلَامَ فِيْ كِفَايَةِ الْمُنْتَهٰى،

اور جب یہ اعتراض کیا جائے کہ مرتہن کا راہن پر رجوع کرنے کی وجہ سے ضمان کا ثبوت راہن پر ہوا ہے اور مضمون میں ملکیت اس لئے ثابت ہوئی ہے کہ اس پر ضمان ثابت ہوا ہے۔ تو اس سے یہ معلوم ہوگیا ہے کہ راہن نے اپنی ملکیت کو رہن میں رکھا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح حقدار نے شروع میں راہن کو ضامن بنایا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتراض قاضی ابوحازم نے کیا ہے۔

اور اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مرتہن راہن سے دھوکے کی وجہ سے رجوع کرتا ہے۔ اور وہ دھوکہ سپرد کرنے میں ہے۔ جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے۔ یا پھر مرتہن کی جانب سے راہن کی طرف پھر جانے سے ہے کہ جس طرح مرتہن راہن کا وکیل ہے۔ اور ان میں سے ہر کسی کے لئے عقد رہن کی ملکیت مؤخر ہے۔ جبکہ پہلی صورت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ حقدار بندہ مرتہن کو پہلے قبضہ کے اعتبار سے ضامن بنانے والا ہے۔ تو ملکیت قبضہ کی جانب مضاف ہوگی۔ اور یہ معاملہ واضح ہو چکا ہے کہ راہن نے اپنی ملکیت کو رہن میں رکھا ہوا ہے۔ ہم نے کفایہ منتہی میں بڑا لمبا کلام اس میں بیان کر آئے ہیں۔

بَابُ التَّصَرُّفِ فِی الرَّهْنِ وَالْجِنَايَةِ عَلَيْهِ وَجِنَايَتِهِ عَلٰی غَيْرِهٖ

﴿یہ باب رہن میں تصرف وجنایت وغیر جنایت کے بیان میں ہے﴾

باب رہن میں تصرف کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رہن میں تصرف اور اس میں جنایت وغیرہ کا ہونا یہ رہن کے ثابت ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ کیونکہ جب رہن ثابت ہوگی تو اس میں جنایت کا عارضہ بعد میں لاحق ہوگا۔ لہٰذا طبعی طور پر یہ فصل مؤخر ہے اس لئے یہاں سے متعلقہ مسائل کو بھی مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب رہن، بیروت)

مرتہن کی اجازت کے بغیر بیع کے موقوف ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَاعَ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمُرْتَهِنِ فَالْبَيْعُ مَوْقُوفٌ) لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْغَيْرِ بِهِ وَهُوَ الْمُرْتَهِنُ فَيَتَوَقَّفُ عَلٰی إِجَازَتِهِ، وَإِنْ كَانَ الرَّاهِنُ يَتَصَرَّفُ فِی مِلْكِهِ كَمَنْ أَوْصٰی بِجَمِيعِ مَالِهِ تَقِفُ عَلٰی إِجَازَةِ الْوَرَثَةِ فِيمَا زَادَ عَلَی الثُّلُثِ لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِهِ (فَإِنْ أَجَازَ الْمُرْتَهِنُ جَازَ) ؛ لِأَنَّ التَّوَقُّفَ لِحَقِّهِ وَقَدْ رَضِیَ بِسُقُوطِهِ (وَإِنْ قَضَاهُ الرَّاهِنُ دَيْنَهُ جَازَ أَيْضًا) ؛ لِأَنَّهُ زَالَ الْمَانِعُ مِنَ النُّفُوذِ وَالْمُقْتَضِی مَوْجُودٌ وَهُوَ التَّصَرُّفُ الصَّادِرُ مِنَ الْأَهْلِ فِی الْمَحَلِّ،

فرمایا کہ جب راہن نے مرتہن کی اجازت کے بغیر مرہونہ چیز کو بیچ دیا ہے تو وہ بیع موقوف ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کے ساتھ غیر کا حق بھی پایا جا رہا ہے۔ اور وہ مرتہن ہے۔ پس بیع اس کی اجازت کے ساتھ موقوف بن جائے گی۔ اگرچہ راہن اپنی ملکیت میں تصرف میں کرنے والا ہے لیکن یہ اس بندے کی طرح ہو جائے جس نے اپنے سارے مال کی وصیت کی ہے تو تہائی سے زیادہ مال اس کے وارثوں کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ کیونکہ اس میں ان کا حق متعلق ہے۔ اور جب مرتہن نے اجازت دیدی ہے تو وہ بیع جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ جو چیز بیع کو نافذ کرنے سے مانع تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ اور بیع کے جائز ہونے تقاضہ پایا جا رہا ہے۔ اور وہ تقاضا اپنے اہل کے ذریعے سے اپنی جگہ سے جاری ہونے والا تصرف ہے۔

نفاذ بیع کے سبب حق مرہونہ کا بدل کی طرف منتقل ہوجانے کا بیان

(وَإِذَا نَفَذَ الْبَيْعُ بِإِجَازَةِ الْمُرْتَهِنِ يَنْتَقِلُ حَقُّهُ إِلَى بَدَلِهِ هُوَ الصَّحِيحُ) ؛ لِأَنَّ حَقَّهُ تَعَلَّقَ بِالْمَالِيَّةِ، وَالْبَدَلُ لَهُ حُكْمُ الْمُبْدَلِ فَصَارَ كَالْعَبْدِ الْمَدْيُونِ الْمَأْذُونِ إِذَا بِيعَ بِرِضَا الْغُرَمَاءِ يَنْتَقِلُ حَقُّهُمْ إِلَى الْبَدَلِ ؛ لِأَنَّهُمْ رَضُوا بِالِانْتِقَالِ دُونَ السُّقُوطِ رَأْسًا فَكَذَا هَذَا (وَإِنْ لَمْ يُجِزِ الْمُرْتَهِنُ الْبَيْعَ وَفَسَخَهُ انْفَسَخَ فِي رِوَايَةٍ، حَتَّى لَوْ افْتَكَّ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ لَا سَبِيلَ لِلْمُشْتَرِي عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ الثَّابِتَ لِلْمُرْتَهِنِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْكِ فَصَارَ كَالْمَالِكِ لَهُ أَنْ يُجِيزَ وَلَهُ أَنْ يَفْسَخَ (وَفِي أَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ لَا يَنْفَسِخُ بِفَسْخِهِ) ؛ لِأَنَّهُ لَوْ ثَبَتَ حَقُّ الْفَسْخِ لَهُ إِنَّمَا يَثْبُتُ ضَرُورَةَ صِيَانَةِ حَقِّهِ، وَحَقُّهُ فِي الْحَبْسِ لَا يَبْطُلُ بِانْعِقَادِ هَذَا الْعَقْدِ فَبَقِيَ مَوْقُوفًا. فَإِنْ شَاءَ الْمُشْتَرِي صَبَرَ حَتَّى يَفْتَكَّ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ ؛ إِذْ الْعَجْزُ عَلَى شَرَفِ الزَّوَالِ، وَإِنْ شَاءَ رَفَعَ الْأَمْرَ إِلَى الْقَاضِي، وَلِلْقَاضِي أَنْ يَفْسَخَ لِفَوَاتِ الْقُدْرَةِ عَلَى التَّسْلِيمِ، وَوِلَايَةُ الْفَسْخِ إِلَى الْقَاضِي لَا إِلَيْهِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ الْمُشْتَرَى قَبْلَ الْقَبْضِ فَإِنَّهُ يَتَخَيَّرُ الْمُشْتَرِي لِمَا ذَكَرْنَا كَذَلِكَ هَذَا،

اور جب مرتہن کی اجازت کے ساتھ بیع نافذ ہوجائے تو اس کا حق مرہونہ چیز کے بدل کی جانب منتقل ہوجائے گا۔ اور صحیح بھی یہی ہے۔ کیونکہ مرتہن کا حق مالیت سے متعلق ہونے والا ہے۔ اور بدل کے لئے مبدل منہ کا حکم ہوتا ہے۔ پس یہ اسی طرح ہوجائے گا جب ماذون غلام کو قرض خواہوں کی مرضی کے مطابق بیچ دیا جائے تو ان کا حق بدل کی جانب منتقل ہوجائیگا۔ کیونکہ وہ حق کے منتقل ہوجانے پر رضامند ہوئے ہیں۔ جبکہ کلی طور حق کو ساقط کرنے پر راضی نہیں ہوئے۔

اور اسی طرح یہ بھی مسئلہ ہے کہ جب مرتہن نے بیع اجازت ہی نہ دی اور اس کو ختم کردیا ہے تو ایک روایت کے مطابق بیع ختم ہوجائے گی۔ حتیٰ کہ جب راہن نے رہن کو چھڑوایا تب بھی خریدار کے لئے اس پر کوئی راستہ نہ مل سکے گا۔ کیونکہ مرتہن کے لئے ثابت شدہ حق ملکیت کے حکم میں ہے۔ پس مرتہن مالک کی طرح ہوجائے گا۔ جس طرح بیع کی اجازت دینے کا حق ہوا کرتا ہے۔ اور بیع کو فسخ کرنے کا حق بھی ہوگا۔

اور ان دونوں روایت میں سے زیادہ صحیح روایت کے مطابق مرتہن کے فسخ کرنے کے سبب بیع ختم نہ ہوگی۔ کیونکہ جب مرتہن کے لئے حق فسخ ثابت ہوچکا ہے تو وہ اس حق کی حفاظت کے لئے ثابت ہوا ہے۔ اور اس کا حبس کرنے کا حق اس عقد کو منعقد کرنے سے باطل نہ ہوگا پس بیع موقوف ہوجائے گی۔ اور اس کے بعد جب خریدار سے چاہے تو اس پر صبر کرے حتیٰ کہ راہن اس رہن کو چھڑوائے۔ کیونکہ اس طرح مبیع کو سپرد کرنا یہ عاجزی کی حد میں ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو اس معاملے کو قاضی کے پاس لے جائے کیونکہ قاضی کو بھی بیع فسخ کرنے کا حق ہے۔ کیونکہ مبیع کو سپرد کرنے پر قدرت کا ختم ہوجانا اور بیع کو فسخ کرنے کی ولایت یہ قاضی کی

جانب سے ہیں مرتہن کی جانب سے نہیں ہیں اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح قبضہ کرنے سے پہلے خریدا گیا غلام بھاگ گیا ہے۔ لہٰذا یہاں پر بھی خریدار کو اختیار ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس یہ مسئلہ بھی اسی کی طرح ہے۔

راہن کا بیع موقوفہ پر بیع کرنے کا بیان

(وَلَوْ بَاعَهُ الرَّاهِنُ مِنْ رَجُلٍ ثُمَّ بَاعَهُ بَيْعًا ثَانِيًا مِنْ غَيْرِهِ قَبْلَ اَنْ يُجِيزَهُ الْمُرْتَهِنُ فَالثَّانِي مَوْقُوفٌ اَيْضًا عَلَى اِجَازَتِهِ) ؛ لِاَنَّ الْاَوَّلَ لَمْ يَنْفُذْ وَالْمَوْقُوفُ لَا يَمْنَعُ تَوَقُّفَ الثَّانِي، فَلَوْ اَجَازَ الْمُرْتَهِنُ الْبَيْعَ الثَّانِي جَازَ الثَّانِي،

(وَلَوْ بَاعَ الرَّاهِنُ ثُمَّ اَجَّرَ اَوْ وَهَبَ اَوْ رَهَنَ مِنْ غَيْرِهِ، وَاَجَازَ الْمُرْتَهِنُ هٰذِهِ الْعُقُودَ جَازَ الْبَيْعُ الْاَوَّلُ) وَالْفَرْقُ اَنَّ الْمُرْتَهِنَ ذُو حَظٍّ مِنَ الْبَيْعِ الثَّانِي ؛ لِاَنَّهُ يَتَعَلَّقُ حَقُّهُ بِبَدَلِهِ فَيَصِحُّ تَعْيِينُهُ لِيَتَعَلَّقَ فَائِدَتُهُ بِهِ، اَمَّا لَا حَقَّ لَهُ فِي هٰذِهِ الْعُقُودِ ؛ لِاَنَّهُ لَا بَدَلَ فِي الْهِبَةِ وَالرَّهْنِ، وَالَّذِي فِي الْاِجَارَةِ بَدَلُ الْمَنْفَعَةِ لَا بَدَلُ الْعَيْنِ، وَحَقُّهُ فِي مَالِيَّةِ الْعَيْنِ لَا فِي الْمَنْفَعَةِ فَكَانَتْ اِجَازَتُهُ اِسْقَاطًا لِحَقِّهِ فَزَالَ الْمَانِعُ فَنَفَذَ الْبَيْعُ الْاَوَّلُ فَوَضَحَ الْفَرْقُ،

اور جب راہن نے مرہونہ چیز کو کسی بندے کو بیچ دیا اور اس کے بعد مرتہن کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے بندے کو بیچ دیا ہے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہو جائے گی۔ کیونکہ پہلی بیع نافذ نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ موقوف دوسرے کے توقف کو روکنے والا نہیں ہوتا۔ (قاعدہ فقہیہ) اور اسکے بعد جب مرتہن نے دوسری بیع کی اجازت دے دی تو وہ جائز ہو جائے گی۔

اور جب راہن نے مرہونہ چیز کو بیچ دیا ہے اور اس کے بعد اس نے اجارے پر دیا ہے یہ ہبہ کر دیا ہے یا کسی دوسرے شخص کے ہاں اس کو رہن میں رکھ دیا ہے اور مرتہن نے ان عقود کی اجازت دے دی ہے تو اس پر پہلی بیع جائز ہو جائے گی۔

اور اس کا فرق یہ ہے کہ مرتہن دوسری بیع سے حصہ لینے والا ہے کیونکہ اس کا حق مرہونہ کی قیمت سے متعلق ہو چکا ہے۔ پس دوسرے کے ساتھ مرتہن کے فائدے کے متعلق ہو جانے کے سبب سے اس کی تعیین درست ہو جائے گی۔ مگر ان عقود میں اس کا کوئی حق نہ ہوگا اس لئے کہ رہن اور ہبہ میں کوئی بدل نہیں ہے اور اجارے میں جو بدل ہے وہ منفعت کا بدل ہے عین کا بدل نہیں ہے۔ جبکہ مرتہن کا حق عین سے متعلق ہے اس کی منفعت سے متعلق نہیں ہے۔ پس مرتہن کی اجازت اس کے حق میں ساقط کرنے والی ہو جائے گی۔ اور مانع ختم ہو چکا ہے پس پہلی بیع نافذ ہو جائے گی پس یہ فرق ظاہر ہو چکا ہے۔

راہن کا مرہونہ غلام کو آزاد کرنے سے نفاذ آزادی کا بیان

قَالَ (وَلَوْ اَعْتَقَ الرَّاهِنُ عَبْدَ الرَّهْنِ نَفَذَ عِتْقُهُ) وَفِي بَعْضِ اَقْوَالِ الشَّافِعِيِّ لَا يَنْفُذُ اِذَا كَانَ الْمُعْتِقُ مُعْسِرًا ؛ لِاَنَّ فِي تَنْفِيذِهِ اِبْطَالَ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ فَاَشْبَهَ الْبَيْعَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ مُوسِرًا

حَيْثُ يَنْفُذُ عَلٰى بَعْضِ اَقْوَالِهٖ ؛ لِاَنَّهٗ لَا يَبْطُلُ حَقُّهٗ مَعْنًى بِالتَّضْمِينِ، وَبِخِلَافِ اِعْتَاقِ الْمُسْتَاْجِرِ ؛ لِاَنَّ الْاِجَارَةَ تَبْقٰى مُدَّتُهَا ؛ اِذِ الْحُرُّ يَقْبَلُهَا، اَمَّا مَا لَا يَقْبَلُ الرَّهْنَ فَلَا يَبْقٰى وَلَنَا اَنَّهٗ مُخَاطَبٌ اَعْتَقَ مِلْكَ نَفْسِهٖ فَلَا يَلْغُوْ بِتَصَرُّفِهٖ بِعَدَمِ اِذْنِ الْمُرْتَهِنِ كَمَا اِذَا اَعْتَقَ الْعَبْدُ الْمُشْتَرٰى قَبْلَ الْقَبْضِ اَوْ اَعْتَقَ الْاٰبِقَ اَوِ الْمَغْصُوْبَ، وَلَا خَفَاءَ فِيْ قِيَامِ مِلْكِ الرَّقَبَةِ لِقِيَامِ الْمُقْتَضِىْ، وَعَارِضُ الرَّهْنِ لَا يُنْبِئُ عَنْ زَوَالِهٖ ثُمَّ اِذَا زَالَ مِلْكُهٗ فِي الرَّقَبَةِ بِاِعْتَاقِهٖ يَزُوْلُ مِلْكُ الْمُرْتَهِنِ فِي الْيَدِ بِنَاءً عَلَيْهِ كَاِعْتَاقِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ، بَلْ اَوْلٰى ؛ لِاَنَّ مِلْكَ الرَّقَبَةِ اَقْوٰى مِنْ مِلْكِ الْيَدِ، فَلَمَّا لَمْ يَمْنَعِ الْاَعْلٰى لَا يَمْنَعُ الْاَدْنٰى بِالطَّرِيْقِ الْاَوْلٰى، وَامْتِنَاعُ النَّفَاذِ فِي الْبَيْعِ وَالْهِبَةِ لِانْعِدَامِ الْقُدْرَةِ عَلَى التَّسْلِيْمِ، وَاِعْتَاقُ الْوَارِثِ الْعَبْدَ الْمُوْصٰى بِرَقَبَتِهٖ لَا يَلْغُوْ بَلْ يُؤَخَّرُ اِلٰى اَدَاءِ السِّعَايَةِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَاِذَا نَفَذَ الْاِعْتَاقُ بَطَلَ الرَّهْنُ لِفَوَاتِ مَحَلِّهٖ،

اور جب راہن نے غلام کو آزاد کر دیا ہے تو اس کی آزادی نافذ ہو جائے گی جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے اقوال میں سے ایک یہ ہے کہ جب آزاد کرنے والا تنگدست ہے تو اس کی آزادی نافذ نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کو نافذ قرار دینے میں مرتہن کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ پس یہ بیع کے مشابہ ہو جائے گا۔ اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب آزاد کرنے والا مالدار ہے۔ تو ان کے بعض اقوال میں سے ایک یہ ہے وہ آزادی نافذ ہو جائے گی۔ کیونکہ وجوب ضمان کے سبب مرتہن کا حق معنوی طور پر باطل نہ ہوگا جبکہ مستاجر کے آزاد کرنے میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اجارہ اپنی مدت تک باقی رہنے والا ہے اور آزاد اجارے کو قبول کرتا ہے مگر وہ رہن کو قبول کرنے والا نہیں ہے پس رہن باقی نہ رہ سکے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ شریعت کا مخاطب راہن ہے اور اس نے اپنی ملکیت سے آزاد کیا ہے پس مرتہن کی اجازت نہ دینے کی وجہ سے اس کا تصرف کرنا بیکار نہ ہوگا۔ جس طرح یہ صورت ہے کہ جب خریدے ہوئے غلام کو خریدار نے قبضہ کرنے سے پہلے آزاد کر دیا ہے اور بھاگے ہوئے اور غصب شدہ غلام کو آزاد کر دیا ہے۔ ملک رقبہ قائم ہے اس میں کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس لئے بھی کہ تقاضہ کرنے والے کا ہونا پایا جا رہا ہے۔ جبکہ رہن کا عارضی طور پر ہونا یہ ملکیت کو ختم کرنے کی خبر دینے والا نہیں ہے۔

اور جب غلام کو آزاد کرنے کے سبب سے راہن کی ملکیت ختم ہو گئی ہے تو قبضے میں مرتہن کی ملکیت بھی ختم ہو جائے گی۔ جس طرح مشترکہ غلام کو آزاد کیا جاتا ہے تو اس میں بدرجہ اولیٰ ملکیت ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ گردن کی ملکیت یہ قبضہ کی ملکیت سے زیدہ مضبوط ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) پس جب بڑا مانع نہ رہا تو ادنیٰ بدرجہ اولیٰ نہ رہے گا۔ بیع اور ہبہ میں منع ہونا اس لئے ہے کہ سپرد کرنا ممکن نہیں ہے اور اسی طرح وارث کا ایسے غلام کو آزاد کر دینا جس کی وصیت کی گئی ہے بیکار نہ ہوگا۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک آزادی کو سعایہ کی ادائیگی تک مؤخر کیا جائے گا۔ اور جب آزادی نافذ ہو جائے۔ تو محل کے ختم ہو جانے کے سبب رہن باطل ہو جائے گی۔

راہن کے مالدار ہونے یا نہ ہونے پر قرض کے مطالبہ کا بیان

(ثُمَّ) بَعْدَ ذٰلِكَ (اِنْ كَانَ الرَّاهِنُ مُوسِرًا، وَالدَّيْنُ حَالًّا طُوْلِبَ بِاَدَاءِ الدَّيْنِ)؛ لِاَنَّهُ لَوْ طُوْلِبَ بِاَدَاءِ الْقِيمَةِ تَقَعُ الْمُقَاصَّةُ بِقَدْرِ الدَّيْنِ فَلَا فَائِدَةَ فِيهِ (وَاِنْ كَانَ الدَّيْنُ مُؤَجَّلًا اُخِذَتْ مِنْهُ قِيمَةُ الْعَبْدِ وَجُعِلَتْ رَهْنًا مَكَانَهُ حَتّٰى يَحِلَّ الدَّيْنُ)؛ لِاَنَّ سَبَبَ الضَّمَانِ مُتَحَقِّقٌ، وَفِي التَّضْمِينِ فَائِدَةٌ فَاِذَا حَلَّ الدَّيْنُ اقْتَضَاهُ بِحَقِّهِ اِذَا كَانَ مِنْ جِنْسِ حَقِّهِ وَرَدَّ الْفَضْلَ (وَاِنْ كَانَ مُعْسِرًا سَعَى الْعَبْدُ فِي قِيمَتِهِ وَقَضَى بِهِ الدَّيْنَ اِلَّا اِذَا كَانَ بِخِلَافِ جِنْسِ حَقِّهِ)؛ لِاَنَّهُ لَمَّا تَعَذَّرَ الْوُصُوْلُ اِلٰى عَيْنِ حَقِّهِ مِنْ جِهَةِ الْمُعْتِقِ يَرْجِعُ اِلٰى مَنْ يَنْتَفِعُ بِعِتْقِهِ وَهُوَ الْعَبْدُ؛ لِاَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَتَاْوِيلُهُ اِذَا كَانَتِ الْقِيمَةُ اَقَلَّ مِنَ الدَّيْنِ، اَمَّا اِذَا كَانَ الدَّيْنُ اَقَلَّ نَذْكُرُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى،

اس کے بعد جب راہن مالدار ہے یا اسی حالت میں اس پر قرض کو ادا کرنا واجب ہے تو راہن سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ کیونکہ جب اس سے قیمت کو ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا تو قرض کی مقدار کے برابر مقاصہ ہو جائے گا اور اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور اگر وہ قرض ادھارا ہے تو راہن سے غلام کی قیمت لی جائے گی۔ اور وہی قیمت غلام کی جگہ پر بطور رہن رکھ دی جائے گی حتیٰ کہ جب قرض کی ادائیگی کا وقت آ جائے۔ اس لئے سبب ضمان پایا جا رہا ہے اور ضامن بنا دینے میں فائدہ بھی ہے۔ پس جب ادائیگی کا وقت آ جائے اور مرتہن کے حق جس کی جنس میں سے ہو تو مرتہن اس کو اپنے حق میں وصول کرے گا اور جو بچ جائے گا اس کو واپس کر دے گا۔

اور جب راہن غریب ہے تو وہ غلام اپنی قیمت پر کمائی کرے گا اور اس کمائی سے قرض ادا کیا جائے گا۔ ہاں البتہ یہ قرض مرتہن کے حق کی جنس کے خلاف ہو۔ کیونکہ جب آزاد کرنے والے کی جانب سے عین حق کو وصول کرنا ممکن نہ ہو تو مرتہن اس بندے پر رجوع کرے گا جو راہن کی آزادی سے نفع اٹھانے والا ہے۔ اور وہ غلام ہے۔ اس لئے کہ خراج ضمان کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے

مصنف رضی اللہ عنہ نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ یہ اس وقت ہوگا جب غلام کی قیمت قرض سے تھوڑی ہو اور قرض تھوڑا ہے تو اس کی وضاحت ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

آقا کے مالدار ہونے پر غلام کا کمائی سے واپس لینے کا بیان

(ثُمَّ يَرْجِعُ بِمَا سَعَى عَلٰى مَوْلَاهُ اِذَا اَيْسَرَ)؛ لِاَنَّهُ قَضَى دَيْنَهُ وَهُوَ مُضْطَرٌّ فِيهِ بِحُكْمِ الشَّرْعِ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ بِمَا تَحَمَّلَ عَنْهُ، بِخِلَافِ الْمُسْتَسْعَى فِي الْاِعْتَاقِ؛ لِاَنَّهُ يُؤَدِّي ضَمَانًا عَلَيْهِ؛ لِاَنَّهُ اِنَّمَا يَسْعَى لِتَحْصِيلِ الْعِتْقِ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا لِتَكْمِيلِهِ، وَهُنَا يَسْعَى فِي ضَمَانٍ عَلٰى غَيْرِهِ بَعْدَ تَمَامِ اِعْتَاقِهِ فَصَارَ كَمُعِيرِ الرَّهْنِ ثُمَّ اَبُوْ حَنِيفَةَ اَوْجَبَ السِّعَايَةَ فِي الْمُسْتَسْعَى الْمُشْتَرَكِ

فِي حَالَتَيِ الْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ، وَفِي الْعَبْدِ الْمَرْهُونِ شَرْطُ الْإِعْسَارِ؛ لِأَنَّ الثَّابِتَ لِلْمُرْتَهِنِ حَقُّ الْمِلْكِ وَأَنَّهُ أَدْنَى مِنْ حَقِيقَتِهِ الثَّابِتَةِ لِلشَّرِيكِ السَّاكِتِ فَوَجَبَ السِّعَايَةُ هُنَا فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ إِظْهَارُ النُّقْصَانِ رُتْبَتَهُ بِخِلَافِ الْمُشْتَرِي قَبْلَ الْقَبْضِ إِذَا أَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي حَيْثُ لَا يَسْعَى لِلْبَائِعِ الْأَرِوَايَةَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَالْمَرْهُونُ يَسْعَى؛ لِأَنَّ حَقَّ الْبَائِعِ فِي الْحَبْسِ أَضْعَفُ؛ لِأَنَّ الْبَائِعَ لَا يَمْلِكُهُ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُسْتَوْفَى مِنْ عَيْنِهِ، وَكَذَلِكَ يَبْطُلُ حَقُّهُ فِي الْحَبْسِ بِالْإِعَارَةِ مِنَ الْمُشْتَرِي، وَالْمُرْتَهِنُ يَنْقَلِبُ حَقُّهُ مِلْكًا، وَلَا يَبْطُلُ حَقُّهُ بِالْإِعَارَةِ مِنَ الرَّاهِنِ حَتَّى يُمْكِنَهُ الِاسْتِرْدَادُ، فَلَوْ أَوْجَبْنَا السِّعَايَةَ فِيهِمَا لَسَوَّيْنَا بَيْنَ الْحَقَّيْنِ وَذَلِكَ لَا يَجُوزُ

اور جب آقا مالدار ہو جائے گا تو وہ غلام اپنی کمائی آقا سے واپس لے گا کیونکہ غلام نے اپنے آقا کا قرض ادا کیا ہے اور اس بارے میں شریعت کے حکم کے مطابق غلام مجبور ہے پس آقا کی جانب سے غلام نے جس ذمہ داری کو اٹھایا ہے وہ اس سے واپس لے گا۔

جبکہ یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب غلام سے اعتاق میں کمائی کرائی جائے۔ کیونکہ یہ غلام اپنے اوپر لازم ہونے والا ضمان ادا کر رہا ہے۔ اور امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ غلام آزادی حاصل کرنے کے لئے کمائی کرنے والا ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک آزادی کو مکمل کرنے کے لئے ہے اور یہاں پر وہ اس قسم کے ضمان کیلئے کمائی کرنے والا ہے جو اس کے غیر یعنی آقا پر واجب ہے پس آزادی کے مکمل ہو جانے کے بعد یہ غلام رہن کو عاریت پر دینے کی طرح بن جائے گا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں حالتوں میں ایسے غلام پر سعایہ واجب ہے اگر چہ خوشحالی کی حالت ہو یا تنگدستی کی حالت ہو۔ کیونکہ مرہون غلام میں اعسار کی شرط ہے اس لئے کہ اس میں مرتہن کا حق ثابت ہے۔ اور یہ حق اس حقیقت میں ہونے والی ملکیت سے تھوڑا ہے۔ جو خاموش رہنے والے شریک کے لئے ثابت ہے۔ پس یہاں پر رہن ایک ہی حالت میں کمائی واجب ہے۔ کہ اس سے کم درجے کا اظہار ہو جائے۔

یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہے کہ وہ خریدا ہوا غلام جو پر قبضہ ہونے سے پہلے ہی خریدار نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو وہ غلام بیچنے والے کے لئے کمائی نہ کرے گا۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ایک روایت ہے کہ وہ مرہون غلام کی کمائی کرے گا۔ کیونکہ قبضہ میں رکھنے سے متعلق بیچنے والا کا حق کمزور ہے۔ پس آخرت میں بیچنے والا اس کا مالک نہ ہوگا اور نہ ہی وہ اس سے عین کو وصول کر سکے گا اور خریدار کو عاریت پر دینے میں جس میں بیچنے والا کا حق باطل ہو جائے گا۔ حالانکہ مرتہن کا حق ملکیت سے پلٹ جانے والا ہے۔ اور راہن کو عاریت پر دینے سے اس کا حق باطل نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ اس کو واپسی کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔ پس جب ہم دونوں صورتوں میں کمائی کو واجب قرار دیں تو ہم دونوں حقوق میں برابر ہو جائیں گے جبکہ ایسا جائز نہیں ہے۔

آقا کا اپنے غلام کی رہن کا اقرار کرنے کا بیان

(وَلَوْ اَقَرَّ الْمَوْلٰی بِرَهْنِ عَبْدِهٖ) بِاَنْ قَالَ (لَهٗ رَهَنْتُكَ عِنْدَ فُلَانٍ وَكَذَّبَهُ الْعَبْدُ ثُمَّ اَعْتَقَهٗ تَجِبُ السِّعَايَةُ) عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ، وَهُوَ يَعْتَبِرُ بِاِقْرَارِهٖ بَعْدَ الْعِتْقِ وَنَحْنُ نَقُوْلُ اَقَرَّ بِتَعَلُّقِ الْحَقِّ فِیْ حَالِ يَمْلِكُ التَّعْلِيْقَ فِيْهِ لِقِيَامِ مِلْكِهٖ فَيَصِحُّ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْعِتْقِ ؛ لِاَنَّهٗ حَالُ انْقِطَاعِ الْوِلَايَةِ

اور جب آقا نے یہ اقرار کیا ہے کہ اس کا غلام رہن میں ہے اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے غلام سے کہا ہے کہ میں نے تجھے فلاں شخص کے پاس رہن رکھا ہے۔ جبکہ غلام نے اس کو جھٹلا دیا ہے اور اس کے بعد آقا نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو ہمارے نزدیک اس غلام پر سعایہ واجب ہو جائے گی۔

حضرت امام زفر ﷫ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور انہوں نے آزادی کے بعد آقا کے اقرار پر قیاس کیا ہے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ آقا نے اس حالت میں حق سے متعلق ہونے کا اقرار کیا ہے جس میں وہ غلام کے اندر حق متعلق کرنے کا مالک ہے۔ کیونکہ اس میں اس کی ملکیت پائی جاتی ہے۔ پس اس کا اقرار درست ہو جائے گا۔ جبکہ آزادی کے بعد ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ آزادی کے بعد ولایت ختم ہو جاتی ہے۔

مرہون غلام کو مدبر بنانے کے درست ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ دَبَّرَهُ الرَّاهِنُ صَحَّ تَدْبِيْرُهٗ بِالْاِتِّفَاقِ) اَمَّا عِنْدَنَا فَظَاهِرٌ، وَكَذَا عِنْدَهٗ ؛ لِاَنَّ التَّدْبِيْرَ لَا يَمْنَعُ الْبَيْعَ عَلٰی اَصْلِهٖ (وَلَوْ كَانَتْ اَمَةً فَاسْتَوْلَدَهَا الرَّاهِنُ صَحَّ الْاِسْتِيْلَادُ بِالْاِتِّفَاقِ) ؛ لِاَنَّهٗ يَصِحُّ بِاَدْنَی الْحَقَّيْنِ وَهُوَ مَا لِلْاَبِ فِیْ جَارِيَةِ الْاِبْنِ فَيَصِحُّ بِالْاَعْلٰی (وَاِذَا صَحَّا خَرَجَا مِنَ الرَّهْنِ) لِبُطْلَانِ الْمَحَلِّيَّةِ ؛ اِذْ لَا يَصِحُّ اسْتِيْفَاءُ الدَّيْنِ مِنْهُمَا (فَاِنْ كَانَ الرَّاهِنُ مُوْسِرًا ضَمِنَ قِيْمَتَهُمَا) عَلَی التَّفْصِيْلِ الَّذِیْ ذَكَرْنَاهُ فِی الْاِعْتَاقِ (وَاِنْ كَانَ مُعْسِرًا اسْتَسْعَی الْمُرْتَهِنُ الْمُدَبَّرَ وَاُمَّ الْوَلَدِ فِیْ جَمِيْعِ الدَّيْنِ) ؛ لِاَنَّ كَسْبَهُمَا مَالُ الْمَوْلٰی، بِخِلَافِ الْمُعْتَقِ حَيْثُ يَسْعٰی فِی الْاَقَلِّ مِنَ الدَّيْنِ وَمِنَ الْقِيْمَةِ ؛ لِاَنَّ كَسْبَهٗ حَقُّهٗ، وَالْمُحْتَبَسُ عِنْدَهٗ لَيْسَ اِلَّا قَدْرَ الْقِيْمَةِ فَلَا يُزَادُ عَلَيْهِ، وَحَقُّ الْمُرْتَهِنِ بِقَدْرِ الدَّيْنِ فَلَا تَلْزَمُهُ الزِّيَادَةُ وَلَا يَرْجِعَانِ بِمَا يُؤَدِّيَانِ عَلَی الْمَوْلٰی بَعْدَ يَسَارِهٖ ؛ لِاَنَّهُمَا اَدَّيَاهُ مِنْ مَالِ الْمَوْلٰی، وَالْمُعْتَقُ يَرْجِعُ ؛ لِاَنَّهٗ اَدّٰی مِلْكَهٗ عَنْهُ وَهُوَ مُضْطَرٌّ عَلٰی مَا مَرَّ وَقِيْلَ الدَّيْنُ اِذَا كَانَ مُؤَجَّلًا يَسْعَی الْمُدَبَّرُ فِیْ قِيْمَتِهٖ قِنًّا ؛ لِاَنَّهٗ عِوَضُ الرَّهْنِ حَتّٰی تُحْبَسَ مَكَانَهٗ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْعِوَضِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ حَالًّا ؛ لِاَنَّهٗ يَقْضِیْ بِهِ الدَّيْنَ، وَلَوْ اَعْتَقَ الرَّاهِنُ الْمُدَبَّرَ وَقَدْ قَضٰی عَلَيْهِ بِالسِّعَايَةِ اَوْ لَمْ يَقْضِ لَمْ يَسْعَ اِلَّا بِقَدْرِ

الْقِيمَةِ ؛ لِأَنَّ كَسْبَهُ بَعْدَ الْعِتْقِ مِلْكُهُ، وَمَا أَدَّاهُ قَبْلَ الْعِتْقِ لَا يَرْجِعُ بِهِ عَلَى مَوْلَاهُ لِأَنَّهُ أَدَّاهُ مِنْ مَالِ الْمَوْلَى،

اور جب راہن نے مرہون غلام کو مدبر بنادیا ہے تو اس کا مدبر بنانا بہ اتفاق درست ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی دلیل ظاہر ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اس کا حکم اسی طرح ہے۔ کیونکہ ان کے اصول کے مطابق تدبیر بیع کو رد کرنے والی نہیں ہے اور جب رہن میں باندی تھی اور راہن نے اس کو ام ولد بنادیا ہے یہ تو یہ استیلاد بھی بہ اتفاق درست ہو جائے گا۔ کیونکہ استیلاد دونوں حقوق میں سے کسی ادنیٰ حق سے بھی درست ہو جاتا ہے۔ اور یہ اسی طرح کا حق ہے کہ جس طرح باپ کا حق بیٹے کی باندی میں ہوتا ہے۔ پس یہاں استیلاد اعلیٰ حق سے درست ہو جائے گا۔

اور جب استیلاد اور تدبیر یہ دونوں درست ہو جاتے ہیں تو یہ دونوں رہن سے خارج ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان کا محل بننا باطل ہو چکا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے سبب سے قرض کی وصولی درست نہ ہوئی۔ اور اس کے بعد جب راہن مالدار ہے تو وہ ان دونوں کی قیمت کا ضامن ہوگا اسی وضاحت کے مطابق جس کو ہم عتاق کے بارے میں بیان کر آئے ہیں۔

اور جب راہن تنگدست ہے تو مرتہن ام ولد اور مدبر سے سارے قرض کی کمائی کروائے گا۔ کیونکہ ان کی دونوں کی کمائی کا مال آقا کے لئے ہے۔ جبکہ معتق میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ قرض اور قیمت سے تھوڑے کے لئے کمائی کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ معتق کی کمائی اسی کا حق ہے۔ جو چیز معتق کے پاس محبوس ہے۔ وہ قیمت کی مقدار کے مطابق ہے۔ پس قیمت پر اضافہ نہ کیا جائے گا۔ اور مرتہن کا حق قرض کی مقدار کے مطابق ہوگا۔ پس معتق پر زیادتی لازم نہ آئے گی۔ اور یہ مدبر اور ام ولد یہ دونوں آقا کے مالدار ہو جانے کے بعد اس سے ادا کردہ رقم واپس لیں گے۔ کیونکہ انہوں نے آقا کے لئے قرض کو ادا کیا ہے۔ اور معتق رجوع کرے گا۔ کیونکہ اس نے اپنی ملکیت کو آقا کی جانب سے ادا کیا ہے۔ کیونکہ وہ تو اس پر مجبور ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب قرض مدت والا ہے تو مدبر اپنی قیمت میں کمائی کرے گا۔ کیونکہ قیمت مرہون کا بدلہ ہے۔ کیونکہ مرہون کی جگہ پر قیمت محبوس ہوا کرتی ہے۔ پس بدلہ معوض کی مقدار سے ہوگا۔

جبکہ یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب قرض اسی حالت میں ادا کرنا واجب ہو کیونکہ اب کمائی سے قرض کو ادا کر دیا جائے گا۔ اور جب راہن نے مدبر کو آزاد کر دیا ہے اور ابھی مدبر کی کمائی کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ بھی نہ ہوا تھا تب بھی وہ قیمت کے مقدار کے مطابق سعایہ کرے گا۔ کیونکہ آزادی کے بعد اس کی کمائی اس کی اپنی ملکیت ہے۔ اور آزادی سے قبل اس نے جو قرض ادا کیا ہے۔ اس کو وہ اپنے آقا سے واپس نہ لے گا۔ کیونکہ اس نے وہ قرض آقا کے مال سے ادا کیا ہے۔

راہن کے ہلاکت رہن میں اسی پر ضمان ہونے کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ لَوْ اسْتَهْلَكَ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ) ؛ لِأَنَّهُ حَقٌّ مُحْتَرَمٌ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ بِالْإِتْلَافِ، وَالضَّمَانُ رَهْنٌ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْعَيْنِ (فَإِنْ اسْتَهْلَكَهُ أَجْنَبِيٌّ فَالْمُرْتَهِنُ هُوَ الْخَصْمُ فِي تَضْمِينِهِ فَيَأْخُذُ الْقِيمَةَ وَتَكُونُ رَهْنًا فِي يَدِهِ) ؛ لِأَنَّهُ أَحَقُّ بِعَيْنِ الرَّهْنِ حَالَ قِيَامِهِ

فَكَذَا فِي اسْتِرْدَادِ مَا قَامَ مَقَامَهُ، وَالْوَاجِبُ عَلَى هٰذَا الْمُسْتَهْلِكِ قِيمَتُهُ يَوْمَ هَلَكَ، فَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ يَوْمَ اسْتَهْلَكَهُ خَمْسَمِائَةٍ وَيَوْمَ رَهَنَ أَلْفًا غَرِمَ خَمْسَمِائَةٍ وَكَانَتْ رَهْنًا وَسَقَطَ مِنَ الدَّيْنِ خَمْسُمِائَةٍ فَصَارَ الْحُكْمُ فِي الْخَمْسِمِائَةِ الزِّيَادَةِ كَأَنَّهَا هَلَكَتْ بِآفَةٍ سَمَاوِيَّةٍ، وَالْمُعْتَبَرُ فِي ضَمَانِ الرَّهْنِ الْقِيمَةُ يَوْمَ الْقَبْضِ لَا يَوْمَ الْفِكَاكِ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ السَّابِقَ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ قَبْضُ اسْتِيفَاءٍ، إِلَّا أَنَّهُ يَتَقَرَّرُ عِنْدَ الْهَلَاكِ.

اور جب راہن نے رہن کو ہلاک کر دیا ہے تو ضمان بھی اسی پر واجب ہوگا کیونکہ وہ مرتہن کے حق محترم کو ہلاک کرنے کی وجہ سے مضمون بن گیا ہے۔ جبکہ ضمان مرتہن کے قبضہ میں رہے گا اس لئے کہ وہی عین کے قائم مقام ہے۔

اور جب کسی اجنبی شخص نے مرہون کو ہلاک کر دیا ہے تو مرتہن اس کو ضامن بنانے میں خصم بن جائے گا۔ اور وہ قیمت لے گا۔ اور وہ قیمت مرتہن کے پاس رہن ہوگی۔ کیونکہ مرہون کی موجودگی میں اس کا زیادہ حقدار مرتہن ہی ہے۔ پس مرہون کے قائم مقام یعنی قیمت کو واپس لینے کا حقدار بھی وہی بنے گا۔ اور اس کی ہلاکت پر مرہونہ چیز کی وہی قیمت واجب ہوگی جو ہلاکت والے دن ہے پس اس طرح ہوگا کہ جب ہلاکت کے دن اس کی قیمت پانچ سو ہے اور رہن کے دن ہزار ہے ہے تو ہلاک کرنے والے پر پانچ سو کا ضمان ہوگا۔ اور یہ پانچ سو رہن ہوں گے۔ تو قرض میں سے پانچ سو ساقط ہو جائیں گے۔ اور ان پانچ سو میں سے جو زیادہ ہیں ان کے بارے میں یہی حکم ہوگا کہ وہ کسی مصیبت کے سبب ہلاک ہوئے ہیں۔ اور رہن کے ضمان میں قبضہ والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے چھڑوانے والے دن کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ مرتہن پر سابق قبضہ مضمون ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہی قبضہ استیفاء ہے۔ پس ہلاکت کے وقت ضمان قوی ہو جاتا ہے۔

مرتہن کا مرہونہ چیز کو ہلاک کر دینے کا بیان

(وَلَوِ اسْتَهْلَكَهُ الْمُرْتَهِنُ وَالدَّيْنُ مُؤَجَّلٌ غَرِمَ الْقِيمَةَ)؛ لِأَنَّهُ أَتْلَفَ مِلْكَ الْغَيْرِ (وَكَانَتْ رَهْنًا فِي يَدِهِ حَتّٰى يَحِلَّ الدَّيْنُ)؛ لِأَنَّ الضَّمَانَ بَدَلُ الْعَيْنِ فَأَخَذَ حُكْمَهُ (وَإِذَا حَلَّ الدَّيْنُ وَهُوَ عَلٰى صِفَةِ الْقِيمَةِ اسْتَوْفَى الْمُرْتَهِنُ مِنْهَا قَدْرَ حَقِّهِ)؛ لِأَنَّهُ جِنْسُ حَقِّهِ (ثُمَّ إِنْ كَانَ فِيهِ فَضْلٌ يَرُدُّهُ عَلَى الرَّاهِنِ)؛ لِأَنَّهُ بَدَلُ مِلْكِهِ وَقَدْ فَرَغَ عَنْ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ (وَإِنْ نَقَصَتْ عَنِ الدَّيْنِ بِتَرَاجُعِ السِّعْرِ إِلٰى خَمْسِمِائَةٍ وَقَدْ كَانَتْ قِيمَتُهُ يَوْمَ الرَّهْنِ أَلْفًا وَجَبَ بِالِاسْتِهْلَاكِ خَمْسُمِائَةٍ وَسَقَطَ مِنَ الدَّيْنِ خَمْسُمِائَةٍ)؛ لِأَنَّ مَا انْتَقَصَ كَالْهَالِكِ وَسَقَطَ الدَّيْنُ بِقَدْرِهِ، وَتُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ يَوْمَ الْقَبْضِ فَهُوَ مَضْمُونٌ بِالْقَبْضِ السَّابِقِ لَا بِتَرَاجُعِ السِّعْرِ، وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْبَاقِي بِالْإِتْلَافِ وَهُوَ قِيمَتُهُ يَوْمَ أَتْلَفَ،

اور جب مرہونہ چیز کو مرتہن ہلاک کر دے اور معیاد والا قرض ہو تو قیمت کا تاوان مرتہن دے گا۔ کیونکہ وہ دوسرے کی

ملکیت کو ہلاک کرنے والا ہے۔ اور وہ قیمت اس کے پاس رہن ہوگی۔ کہ جب قرض کی ادائیگی کا وقت آ جائے۔ اس لئے کہ عین کا بدل ضمان ہے۔ پس اس کے لئے عین کا حکم ہوگا۔ اور جب ادائے دین کا وقت آ گیا تو وہ قیمت کی صفت پر ہوگا۔ تو مرتہن قیمت میں سے اپنے حق کی مقدار کے برابر لے گا۔ کیونکہ اس کے حق کی جنس میں سے یہی ہے۔ اور اگر وہ زیادہ ہے تو وہ راہن کو واپس کر دے گا۔ کیونکہ وہ راہن کے حق کا بدل ہے۔ اور اس کی یہ زیادتی بھی راہن کے حق سے فارغ ہے۔

اور جب ریٹ بدل جائے اور قیمت پانچ سو تک کم ہو جائے۔ جبکہ رہن کے دن مرہونہ چیز کی قیمت ایک ہزار تھی تو ہلاک ہو جانے کی وجہ سے پانچ سو واجب ہوں گے اور قرض سے پانچ سو ساقط ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو مقدار کم ہوئی ہے وہ ہلاک شدہ کی طرح ہو جائے گی۔ پس وہ اس کی مقدار کے مطابق ساقط ہو جائے گا۔ اور قبضے والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ مرتہن پر سابقہ قرض کی وجہ سے مرہونہ چیز مضمون ہے۔ جبکہ ریٹ بدلنے کی وجہ سے اور بقیہ پر ہلاک ہونے کی وجہ سے واجب ہوگا اور مرہون کی قیمت ہلاکت والے دن کی ہوگی۔

مرتہن کا راہن کو مرہونہ چیز بطور عاریت دینے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اَعَارَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ لِلرَّاهِنِ لِيَخْدُمَهُ اَوْ لِيَعْمَلَ لَهُ عَمَلًا فَقَبَضَهُ خَرَجَ مِنْ ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ) لِلْمُنَافَاةِ بَيْنَ يَدِ الْعَارِيَةِ وَيَدِ الرَّهْنِ (فَاِنْ هَلَكَ فِي يَدِ الرَّاهِنِ هَلَكَ بِغَيْرِ شَيْءٍ) لِفَوَاتِ الْقَبْضِ الْمَضْمُونِ (وَلِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَسْتَرْجِعَهُ اِلٰى يَدِهِ) ؛ لِاَنَّ عَقْدَ الرَّهْنِ بَاقٍ اِلَّا فِي حُكْمِ الضَّمَانِ فِي الْحَالِ ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّهُ لَوْ هَلَكَ الرَّاهِنُ قَبْلَ اَنْ يَرُدَّهُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ كَانَ الْمُرْتَهِنُ اَحَقَّ بِهِ مِنْ سَائِرِ الْغُرَمَاءِ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ يَدَ الْعَارِيَةِ لَيْسَتْ بِلَازِمَةٍ وَالضَّمَانُ لَيْسَ مِنْ لَوَازِمِ الرَّهْنِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّ حُكْمَ الرَّهْنِ ثَابِتٌ فِي وَلَدِ الرَّهْنِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَضْمُونًا بِالْهَلَاكِ، وَاِذَا بَقِيَ عَقْدُ الرَّهْنِ فَاِذَا اَخَذَهُ عَادَ الضَّمَانُ ؛ لِاَنَّهُ عَادَ الْقَبْضُ فِي عَقْدِ الرَّهْنِ فَيَعُودُ بِصِفَتِهِ،

اور جب راہن کو مرتہن نے مرہونہ چیز عاریت کے طور پر دی ہے۔ کہ وہ راہن کی خدمت کرے یا پھر اس کے لئے کوئی کام کرے اور راہن نے اس پر قبضہ کیا ہے تو مرہون مرتہن کے ضمان سے نکل جائے گی۔ کیونکہ عاریت کے قبضہ اور رہن کے قبضہ کے درمیان فرق ہے۔

اور جب راہن کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو وہ کسی چیز کے سوا ہلاک ہوگا کیونکہ مضمون کا قبضہ فوت ہو گیا ہے۔ اور مرتہن کے لئے حق ہے کہ وہ مرہون کو واپس اپنے قبضے میں لے۔ کیونکہ رہن کا عقد باقی ہے۔ مگر جب ضمان کے حکم میں باقی نہیں ہے۔

کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے تو جب مرتہن کا مرہون واپس کرنے سے پہلے راہن فوت ہو جائے۔ تو مرتہن تمام قرض خواہوں سے زیادہ مرہونہ کا حقدار بنے گا۔ اور یہ حکم اس سبب سے ہے کہ قبضہ عاریت کو لازم نہیں ہے۔ اور ضمان ہر حالت میں رہن کے

احکام میں سے نہیں ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ بچے میں بھی رہن کا حکم ثابت ہے۔ اگر چہ وہ بچہ مضمون بہ ہلاکت نہیں ہے۔
اور جب رہن کا عقد باقی ہے۔ تو مرتہن مرہون کو لے گا تو ضمان لوٹ کر آئے گا۔ کیونکہ رہن کے عقد میں قبضہ لوٹ کر آیا ہے۔ پس وہ لہٰذا اپنی صفت کے ساتھ لوٹنے والا ہے۔

اجنبی کو مرہونہ چیز عاریت پر دینے کا بیان

(وَكَذٰلِكَ لَوْ اَعَارَهُ اَحَدُهُمَا اَجْنَبِيًّا بِاِذْنِ الْاٰخَرِ سَقَطَ حُكْمُ الضَّمَانِ) لِمَا قُلْنَا (وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَنْ يَرُدَّهُ رَهْنًا كَمَا كَانَ) ؛ لِاَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَقًّا مُحْتَرَمًا فِيْهِ وَهٰذَا بِخِلَافِ الْاِجَارَةِ وَالْبَيْعِ وَالْهِبَةِ مِنْ اَجْنَبِيٍّ اِذَا بَاشَرَهَا اَحَدُهُمَا بِاِذْنِ الْاٰخَرِ حَيْثُ يَخْرُجُ عَنِ الرَّهْنِ فَلَا يَعُوْدُ اِلَّا بِعَقْدٍ مُبْتَدَاٍ،

(وَلَوْ مَاتَ الرَّاهِنُ قَبْلَ الرَّدِّ اِلَى الْمُرْتَهِنِ يَكُوْنُ الْمُرْتَهِنُ اُسْوَةً لِلْغُرَمَاءِ) ؛ لِاَنَّهُ تَعَلَّقَ بِالرَّهْنِ حَقٌّ لَازِمٌ بِهٰذِهِ التَّصَرُّفَاتِ فَيَبْطُلُ بِهٖ حُكْمُ الرَّهْنِ، اَمَّا بِالْعَارِيَةِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهٖ حَقٌّ لَازِمٌ فَافْتَرَقَا،

اور جب راہن اور مرہونہ میں سے کسی ایک نے دوسرے کی اجازت سے کسی غیر شخص کو مرہونہ کو عاریت پر دے دیا ہے۔ تو ضمان کا حکم ساقط ہو جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہوگا۔ جبکہ سابقہ مرہون کو رہن کی جانب لوٹا دے۔ کیونکہ مرہون ان میں سے ہر ایک کا حق محترم ہے۔

اور یہ اجنبی کے ہاتھ پر مرہونہ چیز کو اجارہ پر دینے فروخت کرنے اور ہبہ کرنے کے خلاف ہے۔ جبکہ راہن اور مرتہن میں سے کسی ایک نے دوسرے کی اجازت سے انجام دیا ہے۔ پس مرہونہ رہن سے خارج ہو جائے گا۔ پس جدید عقد کے بغیر رہن لوٹ کر نہیں آئے گی۔

اور جب مرتہن کو واپس کرنے سے پہلے راہن فوت ہو گیا ہے تو مرتہن قرض خواہوں کے برابر ہوگا۔ کیونکہ ان تصرفات کی وجہ سے رہن کے ساتھ لازم حق متعلق ہو گیا ہے۔ پس اس وجہ سے رہن کا حکم باطل ہو جائے گا۔ جبکہ عاریت سے کوئی لازم حق متعلق نہ ہوگا۔ پس یہ دونوں الگ ہو جائیں گے۔

مرتہن کا راہن سے مرہون کو عاریت پر لینے کا بیان

(وَاِذَا اسْتَعَارَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ مِنَ الرَّاهِنِ لِيَعْمَلَ بِهٖ فَهَلَكَ قَبْلَ اَنْ يَاْخُذَ فِي الْعَمَلِ هَلَكَ عَلٰى ضَمَانِ الرَّهْنِ) لِبَقَاءِ يَدِ الرَّهْنِ (وَكَذَا اِذَا هَلَكَ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْعَمَلِ) لِارْتِفَاعِ يَدِ الْعَارِيَةِ (وَلَوْ هَلَكَ فِيْ حَالَةِ الْعَمَلِ هَلَكَ بِغَيْرِ ضَمَانٍ) لِثُبُوْتِ يَدِ الْعَارِيَةِ بِالِاسْتِعْمَالِ، وَهِيَ مُخَالِفَةٌ لِيَدِ الرَّاهِنِ فَانْتَفَى الضَّمَانُ (وَكَذَا اِذَا اَذِنَ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ بِالِاسْتِعْمَالِ) لِمَا بَيَّنَّاهُ،

اور جب مرتہن نے راہن سے مرہون کا عاریت پر لیا ہے تا کہ اس سے کام کرے۔ مگر کام کرنے سے پہلے ہی

مرہون ہلاک گئی ہے۔تو وہ ضمان رہن پر ہلاک ہوگا۔کیونکہ رہن پر قبضہ باقی ہے۔اوراسی طرح جب کام سے فارغ ہونے کے بعد مرہون ہلاک ہوا ہے کیونکہ عاریت کا قبضہ ختم ہو چکا ہے۔اور جب کام کرنے حالت میں مرہون ہلاک ہوئی ہے۔تو وہ ضمان کے سوا ہلاک ہوگی۔کیونکہ عاریت کا قبضہ استعمال کی وجہ سے ثابت ہے۔اور وہ رہن کے قبضہ کے خلاف ہے۔کیونکہ ضمان ختم ہوگئی ہے۔ اوراسی طرح جب راہن مرتہن کو استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔

رہن رکھنے کے لئے کپڑا ادھار لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَعَارَ مِنْ غَيْرِهِ ثَوْبًا لِيَرْهَنَهُ فَمَا رَهَنَهُ بِهِ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ فَهُوَ جَائِزٌ) ؛ لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ بِإِثْبَاتِ مِلْكِ الْيَدِ فَيُعْتَبَرُ بِالتَّبَرُّعِ بِإِثْبَاتِ مِلْكِ الْعَيْنِ وَالْيَدِ وَهُوَ قَضَاءُ الدَّيْنِ، وَيَجُوزُ أَنْ يَنْفَصِلَ مِلْكُ الْيَدِ عَنْ مِلْكِ الْعَيْنِ ثُبُوتًا لِلْمُرْتَهِنِ كَمَا يَنْفَصِلُ زَوَالًا فِي حَقِّ الْبَائِعِ، وَالْإِطْلَاقُ وَاجِبُ الِاعْتِبَارِ خُصُوصًا فِي الْإِعَارَةِ ؛ لِأَنَّ الْجَهَالَةَ فِيهَا لَا تُفْضِي إلَى الْمُنَازَعَةِ (وَلَوْ عَيَّنَ قَدْرًا لَا يَجُوزُ لِلْمُسْتَعِيرِ أَنْ يَرْهَنَهُ بِأَكْثَرَ مِنْهُ، وَلَا بِأَقَلَّ مِنْهُ) ؛ لِأَنَّ التَّقْيِيدَ مُفِيدٌ، وَهُوَ يَنْفِي الزِّيَادَةَ ؛ لِأَنَّ غَرَضَهُ الِاحْتِبَاسُ بِمَا تَيَسَّرَ أَدَاؤُهُ، وَيَنْفِي النُّقْصَانَ أَيْضًا ؛ لِأَنَّ غَرَضَهُ أَنْ يَصِيرَ مُسْتَوْفِيًا لِلْأَكْثَرِ بِمُقَابَلَتِهِ عِنْدَ الْهَلَاكِ لِيَرْجِعَ بِهِ عَلَيْهِ،

اور جس بندے نے کسی دوسرے شخص سے ادھار پر کپڑا لیا ہے تو وہ جتنی مقدار کے بدلے میں اس کو رہن میں رکھے گا۔اگرچہ وہ زیادہ ہو یا تھوڑا ہو کیونکہ عاریت پر دینے قبضہ کی ملکیت کو ثابت کر کے احسان کرنے والا ہے۔پس کو عین کی ملکیت اور قبضہ کی ملکیت پر قیاس کیا جائے گا۔اور وہ قرض کو ادا کرنا ہے۔اور مرتہن کے لئے ثبوت کے اعتبار سے قبضہ کی ملکیت کا عین کی ملکیت سے الگ ہونا ممکن ہے۔جس طرح بیچنے والے کے حق میں ختم ہونے کے اعتبار سے انفصال ہو جاتا ہے۔جبکہ اطلاق کا اعتبار واجب ہے۔خاص طور پر عاریت میں ہے۔کیونکہ عاریت میں جہالت کا ہونا یہ جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے۔

اور جب عاریت پر دینے والے شخص نے کسی مقدار کو معین کر دیا ہے تو عاریت پر لینے والے کے لئے اس سے زائد یا کم کو رہن میں رکھنا جائز نہیں ہے۔کیونکہ اس میں قید فائدے مند ہے۔اور یہ قید زیادتی کی نفی کرنے والی ہے۔کیونکہ عاریت پر دینے والے کا مقصد یہ ہے کہ مرتہن ہلاکت کے وقت اس کے مد مقابل زیادہ کو وصول کرنے والا ہے۔تاکہ عاریت پر دینے والے عاریت پر لینے والے سے رجوع کرے۔

مرہونہ کو جنس، مرتہن اور شہر کے ساتھ مقید کرنے کا بیان

(وَكَذَلِكَ التَّقْيِيدُ بِالْجِنْسِ وَبِالْمُرْتَهِنِ وَبِالْبَلَدِ) ؛ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مُفِيدٌ لِتَيَسُّرِ الْبَعْضِ بِالْإِضَافَةِ إلَى الْبَعْضِ وَتَفَاوُتِ الْأَشْخَاصِ فِي الْأَمَانَةِ وَالْحِفْظِ (فَإِذَا خَالَفَ كَانَ ضَامِنًا، ثُمَّ إنْ شَاءَ الْمُعِيرُ ضَمَّنَ الْمُسْتَعِيرَ وَيَتِمُّ عَقْدُ الرَّهْنِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُرْتَهِنِ) ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِأَدَاءِ

الضَّمَانِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ رَهَنَ مِلْكَ نَفْسِهِ (وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْمُرْتَهِنَ، وَيَرْجِعُ الْمُرْتَهِنُ بِمَا ضَمِنَ وَبِالدَّيْنِ عَلَى الرَّاهِنِ) وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي الِاسْتِحْقَاقِ (وَإِنْ وَافَقَ) بِأَنْ رَهَنَهُ بِمِقْدَارِ مَا أَمَرَهُ بِهِ، (إِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ مِثْلَ الدَّيْنِ أَوْ أَكْثَرَ فَهَلَكَ عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ يَبْطُلُ الْمَالُ عَنِ الرَّاهِنِ) لِتَمَامِ الِاسْتِيفَاءِ بِالْهَلَاكِ (وَوَجَبَ مِثْلُهُ لِرَبِّ الثَّوْبِ عَلَى الرَّاهِنِ)؛ لِأَنَّهُ صَارَ قَاضِيًا دَيْنَهُ بِمَالِهِ بِهَذَا الْقَدْرِ وَهُوَ الْمُوجِبُ لِلرُّجُوعِ دُونَ الْقَبْضِ بِذَاتِهِ؛ لِأَنَّهُ بِرِضَاهُ،

اوراسی طرح جنس، مرتہن اور شہر کے ساتھ مقید کرنے کا حکم بھی ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ مقید کرنے کا فائدہ ہے۔ بعض جنس کا دوسرے بعض کی بہ نسبت آسانی ہونے اور امانت داری اور حفاظت میں لوگوں کے مل میں فرق ہونے کی وجہ سے ہوگا۔ اور جب مستعیر نے معیر کی مخالفت کی ہے تو وہ ضامن بن جائے گا۔ اور اس کے بعد معیر جب چاہے گا وہ مستعیر سے ضمان لے گا۔ اور اس طرح راہن اور مرتہن کے درمیان رہن کا عقد مکمل ہو جائے گا۔ کیونکہ مستعیر سے راہن ضمان ادا کروا کے مرہونہ کا مالک بن چکا ہے۔ پس یہ مسئلہ واضح ہو گیا ہے کہ مستعیر اپنی ملکیت میں رہن رکھنے والا ہے۔

اور جب معیر چاہے گا وہ مرتہن سے ضمان لے گا۔ اور مرتہن مضمون کی مقدار کو اور قرض کو واپس لے گا۔ اور اس کے استحقاق کے احکام میں ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مستعیر نے معیر کی موافقت کی ہے اور وہ اس طرح کہ معیر نے جس مقدار کا حکم دیا تھا۔ اسی کے بدلے میں مستعار کو رہن میں رکھ دیا ہے تو اب اگر اس کی قیمت قرض کے برابر ہے یا اس سے زیادہ ہے اور وہ مستعار چیز مرتہن کے ہاں سے ہلاک ہو گئی ہے۔ تو راہن سے قرض ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ ہلاکت کے سبب قرض کی وصولی مکمل ہو چکی ہے۔ جبکہ کپڑے والے پر اسی کی مثل واجب ہوگا۔ اس لئے کہ مستعیر مال معیر میں اتنی ہی مقدار کے مطابق قرض کو ادا کرنے والا ہے۔ اور موجب رجوع یہی چیز ہے جبکہ نفس قبضہ موجب رجوع نہیں ہے۔ اس لئے کہ قبضہ معیر کی مرضی سے ہوتا ہے۔

مرہونہ کے عیب کی مثل اسقاط دین کا بیان

وَكَذَلِكَ إِنْ أَصَابَهُ عَيْبٌ ذَهَبَ مِنَ الدَّيْنِ بِحِسَابِهِ وَوَجَبَ مِثْلُهُ لِرَبِّ الثَّوْبِ عَلَى الرَّاهِنِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ.

(وَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ أَقَلَّ مِنَ الدَّيْنِ ذَهَبَ بِقَدْرِ الْقِيمَةِ وَعَلَى الرَّاهِنِ بَقِيَّةُ دَيْنِهِ لِلْمُرْتَهِنِ)؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَقَعِ الِاسْتِيفَاءُ بِالزِّيَادَةِ عَلَى قِيمَتِهِ وَعَلَى الرَّاهِنِ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ مَا صَارَ بِهِ مُوفِيًا لِمَا بَيَّنَّاهُ (وَلَوْ كَانَتْ قِيمَتُهُ مِثْلَ الدَّيْنِ فَأَرَادَ الْمُعِيرُ أَنْ يَفْتَكَّهُ جَبْرًا عَنِ الرَّاهِنِ لَمْ يَكُنْ لِلْمُرْتَهِنِ إِذَا قَضَى دَيْنَهُ أَنْ يَمْتَنِعَ)؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَبَرِّعٍ حَيْثُ يُخَلِّصُ مِلْكَهُ وَلِهَذَا يَرْجِعُ عَلَى الرَّاهِنِ بِمَا أَدَّى الْمُعِيرُ فَأُجْبِرَ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الدَّفْعِ (بِخِلَافِ الْأَجْنَبِيِّ إِذَا قَضَى الدَّيْنَ)؛ لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ؛ إِذْ

هُوَ لَا يَسْعَى فِي تَخْلِيصِ مِلْكِهِ وَلَا فِي تَفْرِيغِ ذِمَّتِهِ فَكَانَ لِلطَّالِبِ أَنْ لَا يَقْبَلَهُ،

اور اسی جب مرہونہ چیز میں کوئی عیب پیدا ہوگیا ہے تو قرض اسی کے حساب سے ساقط ہو جائے گا۔ اور راہن پر کپڑے والے مسئلہ کی طرح کی اسی کے مثل لازم ہوگا اسی وضاحت کے مطابق۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مرہونہ چیز کی قیمت قرض سے بھی تھوڑی ہے تو اس قیمت کی مقدار کے برابر قرض ختم ہو جائے گا۔ اور راہن پر بقیہ قرض لازم ہو جائے گا۔ کیونکہ قیمت سے زائد تو وصولی ہوئی نہیں ہے۔ اور راہن پر کپڑے والے مسئلہ میں وہ مقدار لازم ہوگی جس کے سبب سے وہ قرض کو ادا کرنے والا بنا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مرہونہ چیز کی قیمت قرض کے برابر ہے اور راہن کی تنگدستی کے سب معیر نے مرہونہ کو چھڑوانے کا قصد کیا ہے تو اب جب معیر نے مرتہن کا قرض ادا کر دیا ہے تو اس کو روکنے کا حق نہ ہوگا۔ کیونکہ معیر احسان کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ملکیت کو چھڑوا رہا ہے۔ لہٰذا معیر ادا کردہ مقدار کو راہن سے واپس لے گا۔ کیونکہ مرتہن کو مرہونہ چیز دینے پر مجبور کیا گیا ہے۔ جبکہ اجنبی میں ایسا نہیں ہے یہ کہ جب وہ قرض کو ادا کر دیتا ہے۔ تو وہ اجنبی احسان کرنے والا ہے۔ کیونکہ اجنبی اپنی ملکیت سے اس کو چھڑوانے میں کوشش کرنے والا نہیں ہے۔ اور وہ نہ ہی اپنی ذمہ داری سے فارغ ہونے والا ہے۔ پس مرتہن کے لئے یہ حق ہوگا کہ وہ اس کے ادا کردہ کو قبول نہ کرے۔

رہن سے چھڑوانے کے بعد مستعار کپڑے کے ہلاک ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ هَلَكَ الثَّوْبُ الْعَارِيَةُ عِنْدَ الرَّاهِنِ قَبْلَ أَنْ يَرْهَنَهُ أَوْ بَعْدَ مَا افْتَكَّهُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يَصِيرُ قَاضِيًا بِهَذَا، وَهُوَ الْمُوجِبُ عَلَى مَا بَيَّنَّا (وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي ذَلِكَ فَالْقَوْلُ لِلرَّاهِنِ) لِأَنَّهُ يُنْكِرُ الْإِيفَاءَ بِدَعْوَاهُ الْهَلَاكَ فِي هَاتَيْنِ الْحَالَتَيْنِ .

(كَمَا لَوْ اخْتَلَفَا فِي مِقْدَارِ مَا أَمَرَهُ بِالرَّهْنِ بِهِ فَالْقَوْلُ لِلْمُعِيرِ) ؛ لِأَنَّ الْقَوْلَ قَوْلُهُ فِي إنْكَارِ أَصْلِهِ فَكَذَا فِي إنْكَارِ وَصْفِهِ (وَلَوْ رَهَنَهُ الْمُسْتَعِيرُ بِدَيْنٍ مَوْعُودٍ وَهُوَ أَنْ يَرْهَنَهُ بِهِ لِيُقْرِضَهُ كَذَا فَهَلَكَ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ قَبْلَ الْإِقْرَاضِ وَالْمُسَمَّى وَالْقِيمَةُ سَوَاءٌ يَضْمَنُ قَدْرَ الْمَوْعُودِ الْمُسَمَّى) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ كَالْمَوْجُودِ وَيَرْجِعُ الْمُعِيرُ عَلَى الرَّاهِنِ بِمِثْلِهِ ؛ لِأَنَّ سَلَامَةَ مَالِيَّةِ الرَّهْنِ بِاسْتِيفَائِهِ مِنْ الْمُرْتَهِنِ كَسَلَامَتِهِ بِبَرَاءَةِ ذِمَّتِهِ عَنْهُ

اور راہن کا کپڑا رہن میں رکھنے سے پہلے یا اس کو چھڑوانے کے بعد راہن کے پاس سے ہلاک ہو گیا ہے۔ تو اس پر ضمان نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے سبب سے وہ اپنا قرض ادا کرنے والا نہیں ہے۔ جبکہ ضمان کو واجب کرنے والا یہی تھا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب اس کے بارے میں مستعیر و معیر نے اختلاف کیا ہے۔ تو راہن کا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ دونوں

سوال میں اپنے دعویٰ ہلاکت کے سبب سے ادا کرنے کا انکاری ہے۔ جس طرح وہ دونوں اس کی مقدار میں اختلاف کریں جس کے بدلے میں معیر نے مستعیر کو رہن رکھنے کا حکم دیا ہے تو معیر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ جب اصل کے انکار پر اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا تو اس کے وصف کے انکار کرنے میں بھی اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور مستعیر نے مستعار شدہ چیز کو وعدہ کیے ہوئے قرض کے بدلے میں رہن رکھ دیا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ مستعیر رہن میں رکھ دے کہ مرتہن اس کو اتنی مقدار میں قرض دیدے۔ اس کے بعد قرض دینے سے قبل مرتہن کے قبضہ سے وہ مرہونہ چیز ہلاک ہوگئی ہے اور ذکر کردہ مرہونہ چیز اور اس کی قیمت برابر ہیں تو مرتہن وعدہ کیے گئے قرض کا ضامن بن جائے گا اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں کہ وہ موجود کی طرح ہے۔ اور معیر راہن سے اسی کے مثل واپس لے گا۔ کیونکہ راہن کے مرتہن سے وصولی کے سبب مالیت رہن کی سلامتی ایسی ہے جس طرح راہن کے دہن سے بری ہونے کی صورت میں اس کی سلامتی بھی ہوگی۔

عاریت والے غلام کو معیر کے آزاد کرنے کا بیان

(وَلَوْ كَانَتِ الْعَارِيَّةُ عَبْدًا فَاَعْتَقَهُ الْمُعِيرُ جَازَ) لِقِيَامِ مِلْكِ الرَّقَبَةِ (ثُمَّ الْمُرْتَهِنُ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَ رَجَعَ بِالدَّيْنِ عَلَى الرَّاهِنِ) ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يَسْتَوْفِهِ (وَإِنْ شَاءَ ضَمِنَ الْمُعِيرُ قِيمَتَهُ) ؛ لِاَنَّ الْحَقَّ قَدْ تَعَلَّقَ بِرَقَبَتِهِ بِرِضَاهُ وَقَدْ اَتْلَفَهُ بِالْإِعْتَاقِ (وَتَكُونُ رَهْنًا عِنْدَهُ إلَى اَنْ يَقْبِضَ دَيْنَهُ فَيَرُدَّهَا إلَى الْمُعِيرِ) ؛ لِاَنَّ اسْتِرْدَادَ الْقِيمَةِ كَاسْتِرْدَادِ الْعَيْنِ

(وَلَوْ اسْتَعَارَ عَبْدًا اَوْ دَابَّةً لِيَرْهَنَهُ فَاسْتَخْدَمَ الْعَبْدَ اَوْ رَكِبَ الدَّابَّةَ قَبْلَ اَنْ يَرْهَنَهُمَا ثُمَّ رَهَنَهُمَا بِمَالٍ مِثْلِ قِيمَتِهِمَا ثُمَّ قَضَى الْمَالَ فَلَمْ يَقْبِضْهُمَا حَتَّى هَلَكَا عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ فَلَا ضَمَانَ عَلَى الرَّاهِنِ) ؛ لِاَنَّهُ قَدْ بَرِءَ مِنْ الضَّمَانِ حِينَ رَهَنَهُمَا، فَإِنَّهُ كَانَ اَمِينًا خَالَفَ ثُمَّ عَادَ إلَى الْوِفَاقِ (وَكَذَا إذَا افْتَكَّ الرَّهْنَ ثُمَّ رَكِبَ الدَّابَّةَ اَوْ اسْتَخْدَمَ الْعَبْدَ فَلَمْ يَعْطَبْ ثُمَّ عَطِبَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ صُنْعِهِ لَا يَضْمَنُ) ؛ لِاَنَّهُ بَعْدَ الْفِكَاكِ بِمَنْزِلَةِ الْمُودَعِ لَا بِمَنْزِلَةِ الْمُسْتَعِيرِ لِانْتِهَاءِ حُكْمِ الْاِسْتِعَارَةِ بِالْفِكَاكِ وَقَدْ عَادَ إلَى الْوِفَاقِ فَيَبْرَاُ عَنْ الضَّمَانِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ الْمُسْتَعِيرِ ؛ لِاَنَّ يَدَهُ يَدُ نَفْسِهِ فَلَا بُدَّ مِنْ الْوُصُولِ إلَى يَدِ الْمَالِكِ، اَمَّا الْمُسْتَعِيرُ فِي الرَّهْنِ فَيَحْصُلُ مَقْصُودُ الْاٰمِرِ وَهُوَ الرُّجُوعُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْهَلَاكِ وَتَحَقُّقِ الْاِسْتِيفَاءِ

اور جب عاریت پر غلام تھا کہ معیر نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو ایسا جائز ہے کیونکہ رقبہ کی ملکیت قائم ہے اس کے بعد مرتہن کے لئے اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو راہن سے قرض وصول کرے اس لئے کہ اس نے قرض وصول نہیں کیا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو معیر کو غلام کی قیمت کا ضامن بنا دے۔ کیونکہ معیر کی مرضی سے ہی غلام کی ملکیت میں اس کا حق متعلق ہوا تھا۔ جبکہ معیر آزاد کر کے اس کے حق کو ضائع کرنے والا ہے۔ جبکہ وہ قیمت مرتہن کے پاس بطور رہن ہوگی۔ حتیٰ کہ مرتہن اپنے قرض پر قبضہ کرے۔ اس کے

بعد اس قیمت کو مرتہن راہن کو واپس کرے گا۔ کیونکہ قیمت کا واپس لینا یہ عین کی واپسی کی طرح ہے۔

اور جب کسی شخص نے جانور یا غلام کو ادھار پر لیا ہے کہ وہ اس کو رہن میں رکھے گا۔ اس کے بعد ادھار لینے والے نے ان کو رہن میں رکھنے سے قبل ہی غلام سے خدمت کروائی یا اس نے سواری پر سواری کر لی ہے اس کے بعد اس نے ان کی قیمت کے برابر مال کے بدلے میں رہن رکھا ہے اور اس کے اس نے قرض ادا کر دیا ہے مگر ان پر قبضہ نہیں کیا ہے حتیٰ کہ وہ دونوں ہی مرتہن کے پاس ہلاک ہو گئے ہیں۔ تب بھی وہ ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے ان کو رہن میں رکھا ہے تو وہ ان کے ضمان سے فارغ ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک ایسا امین ہے جس نے مخالفت کی ہے اور اس کے بعد موافقت کر لی ہے۔

اور اسی طرح جب راہن نے رہن کو چھڑوایا ہے۔ اس کے بعد اس نے سواری پر سواری کی ہے یا غلام سے خدمت لی ہے جس وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ اور اس کے بعد وہ عمل مستعیر کے بغیر ہی ہلاک ہو گئے ہیں تب بھی وہ ان کا ضامن نہ بنے گا۔ کیونکہ رہن کو چھڑوا لینے کے بعد مستعیر مودَع کے حکم میں ہے جبکہ مستعیر کے حکم میں نہ ہوگا۔ کیونکہ رہن کو چھڑوا لینے کے مستعار کا حکم ختم ہو چکا ہے اور وہ موافقت کی جانب لوٹ کر آ چکا ہے۔ کیونکہ اب وہ ضمان سے بری ہو جائے گا۔

اور یہ مسئلہ اس مستعیر کے خلاف ہے اس لئے کہ مستعیر کا قبضہ اس کا ذاتی قبضہ ہے۔ پس اس کا مالک کی جانب پہنچ جانا لازم ہے۔ جبکہ رہن کا مستعیر حکم دینے والے کی جانب سے مقصد کو حاصل کرنے والا ہے۔ اور وہ ہلاکت اور استیفاء کے وقت اس کا اس معیر کی جانب لوٹ کر آتا ہے۔

جنایت راہن کا مرہونہ چیز پر مضمون ہونے کا بیان

قَالَ (وَجِنَايَةُ الرَّاهِنِ عَلَى الرَّهْنِ مَضْمُونَةٌ) لِأَنَّهُ تَفْوِيتُ حَقٍّ لَازِمٍ مُحْتَرَمٍ، وَتَعَلُّقُ مِثْلِهِ بِالْمَالِ يَجْعَلُ الْمَالِكَ كَالْأَجْنَبِيِّ فِي حَقِّ الضَّمَانِ كَتَعَلُّقِ حَقِّ الْوَرَثَةِ بِمَالِ الْمَرِيضِ مَرَضَ الْمَوْتِ يَمْنَعُ نَفَاذَ تَبَرُّعِهِ فِيمَا وَرَاءَ الثُّلُثِ، وَالْعَبْدُ الْمُوصَى بِخِدْمَتِهِ إذَا أَتْلَفَهُ الْوَرَثَةُ ضَمِنُوا قِيمَتَهُ لِيُشْتَرَى بِهَا عَبْدٌ يَقُومُ مَقَامَهُ

قَالَ (وَجِنَايَةُ الْمُرْتَهِنِ عَلَيْهِ تُسْقِطُ مِنْ دَيْنِهِ بِقَدْرِهَا) وَمَعْنَاهُ أَنْ يَكُونَ الضَّمَانُ عَلَى صِفَةِ الدَّيْنِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْعَيْنَ مِلْكُ الْمَالِكِ، وَقَدْ تَعَدَّى عَلَيْهِ الْمُرْتَهِنُ فَيَضْمَنُهُ لِمَالِكِهِ

فرمایا کہ جب راہن کی مرہونہ چیز پر جنایت ہو تو وہ مضمون ہوگی۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ایک محترم اور لازم شدہ حق کو فوت کرنا لازم آ رہا ہے۔ اور اس طرح کے حق کا مال کے ساتھ متعلق ہونا ایسے ہے جیسے حق ضمان میں اجنبی ہے۔ جس طرح مرض موت میں حق ورثاء یہ تہائی کے سوا میں احسان کرنے کو روکنے والا ہے۔ اور وہ غلام جس کی خدمت کی وصیت کی گئی ہے اور جب وارثوں نے اس کو ہلاک کر دیا ہے تو وہ اس کی قیمت کے ضامن ہوں گے۔ کہ اس سے کوئی دوسرا غلام خرید اجا سکے۔ پس وہ پہلے کے قائم مقام بن جائے گا۔

اور جب مرہونہ چیز پر مرتہن کی جنایت ہو تو جنایت اپنی مقدار کے برابر اس سے قرض کو ساقط کرے گی۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ ضمان قرض کے وصف پر ہے۔ اور یہ اس سبب سے ہے کہ مرہونہ چیز کا عین مالک کی ملکیت میں ہے۔ جبکہ مرتہن اس پر ظلم کرنے والا ہے۔ کیونکہ مرتہن اس کے عین کے مالک کے لئے ضامن بنا تھا۔

جنایت مرہونہ کا راہن ومرتہن پر ضائع ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَجِنَايَةُ الرَّهْنِ عَلَى الرَّاهِنِ وَالْمُرْتَهِنِ وَعَلٰى مَالِهِمَا هَدْرٌ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : جِنَايَتُهُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ مُعْتَبَرَةٌ، وَالْمُرَادُ بِالْجِنَايَةِ عَلَى النَّفْسِ مَا يُوجِبُ الْمَالَ، اَمَّا الْوِفَاقِيَّةُ فَلِاَنَّهَا جِنَايَةُ الْمَمْلُوكِ عَلَى الْمَالِكِ ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّهُ لَوْ مَاتَ كَانَ الْكَفَنُ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ جِنَايَةِ الْمَغْصُوبِ عَلَى الْمَغْصُوبِ مِنْهُ ؛ لِاَنَّ الْمِلْكَ عِنْدَ اَدَاءِ الضَّمَانِ يَثْبُتُ لِلْغَاصِبِ مُسْتَنِدًا حَتّٰى يَكُونَ الْكَفَنُ عَلَيْهِ، فَكَانَتْ جِنَايَةً عَلٰى غَيْرِ الْمَالِكِ فَاعْتُبِرَتْ وَلَهُمَا فِي الْخِلَافِيَّةِ اَنَّ الْجِنَايَةَ حَصَلَتْ عَلٰى غَيْرِ مَالِكِهِ وَفِي الِاعْتِبَارِ فَائِدَةٌ وَهُوَ دَفْعُ الْعَبْدِ اِلَيْهِ بِالْجِنَايَةِ فَتُعْتَبَرُ ثُمَّ اِنْ شَاءَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ اَبْطَلَا الرَّهْنَ وَدَفَعَاهُ بِالْجِنَايَةِ اِلَى الْمُرْتَهِنِ، وَاِنْ قَالَ الْمُرْتَهِنُ لَا اَطْلُبُ الْجِنَايَةَ فَهُوَ رَهْنٌ عَلٰى حَالِهِ وَلَهُ اَنَّ هٰذِهِ الْجِنَايَةَ لَوْ اعْتَبَرْنَا لِلْمُرْتَهِنِ كَانَ عَلَيْهِ التَّطْهِيرُ مِنَ الْجِنَايَةِ ؛ لِاَنَّهَا حَصَلَتْ فِي ضَمَانِهِ فَلَا يُفِيدُ وُجُوبُ الضَّمَانِ لَهُ مَعَ وُجُوبِ التَّخْلِيصِ عَلَيْهِ، وَجِنَايَتُهُ عَلٰى مَالِ الْمُرْتَهِنِ لَا تُعْتَبَرُ بِالِاتِّفَاقِ اِذَا كَانَتْ قِيمَتُهُ وَالدَّيْنُ سَوَاءٌ ؛ لِاَنَّهُ لَا فَائِدَةَ فِي اعْتِبَارِهَا ؛ لِاَنَّهُ لَا يَتَمَلَّكُ الْعَبْدَ وَهُوَ الْفَائِدَةُ، وَاِنْ كَانَتِ الْقِيمَةُ اَكْثَرَ مِنَ الدَّيْنِ ؛ فَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهُ يُعْتَبَرُ بِقَدْرِ الْاَمَانَةِ ؛ لِاَنَّ الْفَضْلَ لَيْسَ فِي ضَمَانِهِ فَاَشْبَهَ جِنَايَةَ الْعَبْدِ الْوَدِيعَةِ عَلَى الْمُسْتَوْدِعِ وَعَنْهُ اَنَّهَا لَا تُعْتَبَرُ ؛ لِاَنَّ حُكْمَ الرَّهْنِ وَهُوَ الْحَبْسُ فِيهِ ثَابِتٌ فَصَارَ كَالْمَضْمُونِ، وَهٰذَا بِخِلَافِ جِنَايَةِ الرَّهْنِ عَلَى ابْنِ الرَّاهِنِ اَوْ ابْنِ الْمُرْتَهِنِ ؛ لِاَنَّ الْاَمْلَاكَ حَقِيقَةٌ مُتَبَايِنَةٌ فَصَارَ كَالْجِنَايَةِ عَلَى الْاَجْنَبِيِّ

فرمایا کہ مرہونہ چیز کی جنایت راہن ومرتہن اور ان کے مال پر ضائع ہوگی۔ اور یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین نے مرہونہ چیز کی جنایت کا اعتبار مرتہن پر کیا ہے۔ اور یہاں نفس جنایت سے مراد وہ جنایت ہے۔ جو مال کو واجب کرتی ہے۔ جبکہ بہ اتفاق مسئلہ یہ ہے کہ یہ مالک پر اس کے مملوک کی جنایت ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ جب مرہون غلام فوت ہو جائے تو اس کا کفن راہن پر ہوگا۔ جبکہ مغصوب منہ پر مغصوبہ چیز کی جنایت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں ادا کرنا یہ وقت ضمان غاصب کے لئے ملکیت کو ثابت کرنے کے لئے ہے پس یہاں کفن غاصب پر لازم ہوگا۔ کیونکہ یہ غیر مالک کی جنایت ہے لہٰذا اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور اس اختلاف کردہ مسئلہ میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہ جنایت اپنے سے علاوہ غیر سے حاصل ہونے والی ہے۔ اور یہاں جنایت کا اعتبار کرنے میں فائدہ ہے۔ وہ جنایت کے سبب سے غلام کو مالک کے سپرد کرنا ہے۔ کیونکہ جنایت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد جب راہن و مرتہن پسند کریں تو وہ رہن کو باطل کر دیں اور جنایت کے سبب غلام مرتہن کو دے دیا جائے۔ اور جب مرتہن نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں غلام کو نہیں لوں گا تو بھی وہ اپنی حالت میں بطور رہن رہے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ہم جنایت کو مرتہن کے لئے اعتبار کر لیتے ہیں پس جنایت کو پاک کرنا اسی کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ یہ جنایت مرتہن کی ضمان میں حاصل ہونے والی ہے۔ پس مرتہن کے لئے وجوب ضمان نجات پانے کے لئے فائدے مند نہ ہوگا۔ اور مرتہن کے مال پر اتفاق جنایت کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ جبکہ مرہونہ چیز کی قیمت اور قرض برابر ہوں۔ کیونکہ جنایت کا اعتبار محض کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ مرتہن غلام کا مالک نہیں ہے۔ جبکہ فائدہ تو اسی میں تھا۔

اور جب مرہونہ چیز کی قیمت قرض سے زیادہ ہے تو امام صاحب سے روایت ہے کہ امانت کی مقدار کے برابر جنایت کا اعتبار کریں گے۔ اس لئے کہ زیادتی مرتہن کے ضمان میں نہیں ہے پس یہ مستودع پر غلام ودیعت والے مسئلہ میں جنایت کے مشابہ ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا جنایت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ رہن کا حکم جس میں یعنی زیادتی میں ثابت ہوتا ہے اور وہ زیادتی ضمان کی طرح ہے۔ اور یہ مسئلہ مرہون کی راہن یا مرتہن کے بیٹوں پر ہونے والی جنایت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ملکیتوں کی حقیقت مختلف ہے۔ پس یہ اجنبی پر جنایت کی طرح ہو جائے گا۔

ایک ہزار کے برابر غلام کو ہزار کے بدلے رہن رکھنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ رَهَنَ عَبْدًا يُسَاوِي أَلْفًا بِأَلْفٍ إِلَى أَجَلٍ فَنَقَصَ فِي السِّعْرِ فَرَجَعَتْ قِيمَتُهُ إِلَى مِائَةٍ ثُمَّ قَتَلَهُ رَجُلٌ وَغَرِمَ قِيمَتَهُ مِائَةً ثُمَّ حَلَّ الْأَجَلُ فَإِنَّ الْمُرْتَهِنَ يَقْبِضُ الْمِائَةَ قَضَاءً عَنْ حَقِّهِ وَلَا يَرْجِعُ عَلَى الرَّاهِنِ بِشَيْءٍ) وَأَصْلُهُ أَنَّ النُّقْصَانَ مِنْ حَيْثُ السِّعْرُ لَا يُوجِبُ سُقُوطَ الدَّيْنِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ، وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّ الْمَالِيَّةَ قَدْ انْتَقَصَتْ فَأَشْبَهَ انْتِقَاصَ الْعَيْنِ وَلَنَا أَنَّ نُقْصَانَ السِّعْرِ عِبَارَةٌ عَنْ فُتُورِ رَغَبَاتِ النَّاسِ وَذَلِكَ لَا يُعْتَبَرُ فِي الْبَيْعِ حَتَّى لَا يَثْبُتَ بِهِ الْخِيَارُ وَلَا فِي الْغَصْبِ حَتَّى لَا يَجِبَ الضَّمَانُ، بِخِلَافِ نُقْصَانِ الْعَيْنِ؛ لِأَنَّ بِفَوَاتِ جُزْءٍ مِنْهُ يَتَقَرَّرُ الِاسْتِيفَاءُ فِيهِ؛ إِذْ الْيَدُ يَدُ الِاسْتِيفَاءِ،

فرمایا کہ جب کسی بندے نے ایک ہزار کی قیمت والے غلام کو ایک ہزار کے بدلے میں ایک مدت تک کے لئے رہن میں رکھا ہے اور اس کے بعد اس کا ریٹ کم ہو گیا ہے۔ اور اس کی قیمت ایک سو رہ گئی ہے۔ اس کے بعد اس کو ایک بندے نے قتل کر دیا ہے تو وہ اس کی قیمت یعنی سو کا ضامن بنے اور اس کے بعد جب مدت کو ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے مرتہن اپنے حق کی

وصولی کے لئے سو پر قبضہ کرنے والا ہوگا۔ اور وہ راہن سے کچھ واپس نہ لے گا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ریٹ کم ہونے کی وجہ سے نقصان ہوا ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک وہ قرض کے اسقاط کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے کہ ریٹ کم ہو چکا ہے پس یہ عین کے کم ہو جانے کے مشابہ ہوگا۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ ریٹ کم ہونے کا سبب لوگوں کی عدم دلچسپی کی نشانی ہے۔ اور اس کا اعتبار بیع میں نہیں ہوا کرتا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اختیار بھی ثابت نہیں ہوا کرتا۔ اور غصب میں بھی اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ پس ضمان بھی واجب نہ ہوگا۔ جبکہ عین میں نقصان ہونے والا مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ عین کے ایک جز کے فوت ہو جانے کے سبب اس جز میں استیفاء ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مرتہن کا قبضہ بھی استیفاء ہے۔

مرہونہ چیز کے ریٹ کم ہونے سے قرض کے ساقط نہ ہونے کا بیان

وَإِذَا لَمْ يَسْقُطْ شَيْءٌ مِنَ الدَّيْنِ بِنُقْصَانِ السِّعْرِ بَقِيَ مَرْهُونًا بِكُلِّ الدَّيْنِ، فَإِذَا قَتَلَهُ حُرٌّ غَرِمَ قِيمَتَهُ مِائَةً ؛ لِأَنَّهُ تُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ يَوْمَ الْإِتْلَافِ فِي ضَمَانِ الْإِتْلَافِ ؛ لِأَنَّ الْجَابِرَ بِقَدْرِ الْفَائِتِ، وَأَخَذَهُ الْمُرْتَهِنُ ؛ لِأَنَّهُ بَدَلُ الْمَالِيَّةِ فِي حَقِّ الْمُسْتَحِقِّ وَإِنْ كَانَ مُقَابَلًا بِالدَّمِ عَلَى أَصْلِنَا حَتَّى لَا يُزَادَ عَلَى دِيَةِ الْحُرِّ ؛ لِأَنَّ الْمَوْلَى اسْتَحَقَّهُ بِسَبَبِ الْمَالِيَّةِ وَحَقُّ الْمُرْتَهِنِ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَالِيَّةِ فَكَذَا فِيمَا قَامَ مَقَامَهُ، ثُمَّ لَا يَرْجِعُ عَلَى الرَّاهِنِ بِشَيْءٍ ؛ لِأَنَّ يَدَ الرَّهْنِ يَدُ الِاسْتِيفَاءِ مِنَ الِابْتِدَاءِ وَبِالْهَلَاكِ يَتَقَرَّرُ، وَقِيمَتُهُ كَانَتْ فِي الِابْتِدَاءِ أَلْفًا فَيَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا لِلْكُلِّ مِنَ الِابْتِدَاءِ أَوْ نَقُولُ : لَا يُمْكِنُ أَنْ يُجْعَلَ مُسْتَوْفِيًا الْأَلْفَ بِمِائَةٍ ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى الرِّبَا فَيَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا الْمِائَةَ وَبَقِيَ تِسْعُمِائَةٍ فِي الْعَيْنِ، فَإِذَا هَلَكَ يَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا تِسْعَمِائَةٍ بِالْهَلَاكِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا مَاتَ مِنْ غَيْرِ قَتْلِ أَحَدٍ ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا الْكُلَّ بِالْعَبْدِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُؤَدِّي إِلَى الرِّبَا،

اور جب ریٹ کم ہو جانے کے سبب قرض ساقط نہ ہو تو وہ مرہونہ چیز سارے قرض کے بدلے میں مرہونہ باقی رہے گی۔ اور اس کے بعد جب کسی آزاد نے اس کو قتل کر دیا ہے تو وہ اس کے انہی سو والی قیمت کا ضامن بنے گا۔ کیونکہ ضمان اتلاف کے یوم تلف والی قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اس لئے کہ نقصان کو پورا کرنے والی چیز فوت شدہ چیز کے برابر واجب ہونے والی ہے۔ اور وہ قیمت مرتہن لے گا۔ کیونکہ یہ حق مالیت اس کے بدلے میں ہے۔ جبکہ ہماری دلیل کے مطابق یہ خون کا بدلہ ہے۔ حتیٰ کہ قیمت آزاد کی دیت سے زیادہ نہ ہوگی کیونکہ آقا مالیت کے سبب اس کا حقدار بنا ہے۔ جبکہ مرتہن حق مالیت سے متعلق ہے۔ پس وہ حق اس چیز میں بھی ہوگا جو عین کے قائم مقام ہے۔ اور اس کے بعد راہن مرتہن سے کچھ واپس نہ لے گا۔ کیونکہ ابتداء سے ہی مرتہن کا قبضہ استیفاء ہے۔ جبکہ ہلاکت کے

سبب استیفاء اور مضبوط ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی قیمت ابتدائی وقت میں ایک ہزار تھی پس مرتہن ایک ہزار کو وصول کرنے والا ہوگا اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ایسا ممکن نہیں ہے کہ وہ سو کے بدلے میں ہزار کو وصول کرنے والا بن جائے۔ کیونکہ یہ سود کی جانب سے جانے والا ہے۔ پس مرتہن سو کو وصول کرنے والا ہوگا۔ یہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب غلام قتل کیے بغیر فوت ہو جائے۔ کیونکہ اب مرتہن غلام کے سبب سے سارے قرض کو وصول کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ یہ سود کی جانب لے جانے والا معاملہ نہیں ہے۔

راہن کو مرتہن کو مرہونہ چیز کو بیچ دینے کا حکم دینے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ أَمَرَهُ الرَّاهِنُ أَنْ يَبِيعَهُ فَبَاعَهُ بِمِائَةٍ وَقَبَضَ الْمِائَةَ قَضَاءً مِنْ حَقِّهِ فَيَرْجِعُ بِتِسْعِمِائَةٍ) ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا بَاعَهُ بِإِذْنِ الرَّاهِنِ صَارَ كَأَنَّ الرَّاهِنَ اسْتَرَدَّهُ وَبَاعَهُ بِنَفْسِهِ، وَلَوْ كَانَ كَذَلِكَ يَبْطُلُ الرَّهْنُ وَيَبْقَى الدَّيْنُ إلَّا بِقَدْرِ مَا اسْتَوْفَى، وَكَذَا هَذَا قَالَ (وَإِنْ قَتَلَهُ عَبْدٌ قِيمَتُهُ مِائَةٌ فَدُفِعَ مَكَانَهُ افْتَكَّهُ بِجَمِيعِ الدَّيْنِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ : هُوَ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَ افْتَكَّهُ بِجَمِيعِ الدَّيْنِ، وَإِنْ شَاءَ سَلَّمَ الْعَبْدَ الْمَدْفُوعَ إلَى الْمُرْتَهِنِ بِمَالِهِ وَقَالَ زُفَرُ : يَصِيرُ رَهْنًا بِمِائَةٍ لَهُ أَنَّ يَدَ الرَّهْنِ يَدُ اسْتِيفَاءٍ وَقَدْ تَقَرَّرَ بِالْهَلَاكِ، إلَّا أَنَّهُ أَخْلَفَ بَدَلًا بِقَدْرِ الْعُشْرِ فَيَبْقَى الدَّيْنُ بِقَدْرِهِ وَلِأَصْحَابِنَا عَلَى زُفَرَ أَنَّ الْعَبْدَ الثَّانِيَ قَائِمٌ مَقَامَ الْأَوَّلِ لَحْمًا وَدَمًا، وَلَوْ كَانَ الْأَوَّلُ قَائِمًا وَانْتَقَصَ السِّعْرُ لَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنْ الدَّيْنِ عِنْدَنَا لِمَا ذَكَرْنَا، فَكَذَلِكَ إذَا قَامَ الْمَدْفُوعُ مَكَانَهُ وَلِمُحَمَّدٍ فِي الْخِيَارِ أَنَّ الْمَرْهُونَ تَغَيَّرَ فِي ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ فَيُخَيَّرُ الرَّاهِنُ كَالْمَبِيعِ إذَا قُتِلَ قَبْلَ الْقَبْضِ وَالْمَغْصُوبِ إذَا قُتِلَ فِي يَدِ الْغَاصِبِ يُخَيَّرُ الْمُشْتَرِي، وَالْمَغْصُوبُ مِنْهُ كَذَا هَذَا وَلَهُمَا أَنَّ التَّغَيُّرَ لَمْ يَظْهَرْ فِي نَفْسِ الْعَبْدِ لِقِيَامِ الثَّانِي مَقَامَ الْأَوَّلِ لَحْمًا وَدَمًا كَمَا ذَكَرْنَاهُ مَعَ زُفَرَ، وَعَيْنُ الرَّهْنِ أَمَانَةٌ عِنْدَنَا فَلَا يَجُوزُ تَمْلِيكُهُ مِنْهُ بِغَيْرِ رِضَاهُ، وَلِأَنَّ جَعْلَ الرَّهْنِ بِالدَّيْنِ حُكْمٌ جَاهِلِيٌّ، وَأَنَّهُ مَنْسُوخٌ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ ؛ لِأَنَّ الْخِيَارَ فِيهِ حُكْمُهُ الْفَسْخُ وَهُوَ مَشْرُوعٌ وَبِخِلَافِ الْغَصْبِ ؛ لِأَنَّ تَمَلُّكَهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ مَشْرُوعٌ، وَلَوْ كَانَ الْعَبْدُ تَرَاجَعَ سِعْرُهُ حَتَّى صَارَ يُسَاوِي مِائَةً ثُمَّ قَتَلَهُ عَبْدٌ يُسَاوِي مِائَةً فَدُفِعَ بِهِ فَهُوَ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ،

اور جب راہن نے مرتہن کو حکم دے دیا ہے کہ وہ مرہونہ چیز کو بیچ دے۔ اور اس نے اس کو سو روپے میں بیچ کر تو اپنے حق وصولی کے لئے قبضہ میں رکھ لیا ہے۔ تو اب مرتہن راہن سے نو سو روپے واپس لے گا۔ کیونکہ جب مرتہن نے راہن کی اجازت سے اس کو فروخت کیا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح راہن نے اس کو واپس لے کر خود بیچ دیا ہے۔ اور جب اس طرح

ہے تو رہن باطل ہو جائے گی۔ اور قرض باقی ہے تو یہ اسی مقدار کے برابر ہوگا جو مرتہن نے وصول کر لی ہے۔ پس یہ بھی اسی طرح ہو جائے گا۔

اور جب مرہون کو کسی ایسے غلام نے قتل کیا ہے جس کی قیمت سو روپے ہے اس کے بعد قتل کو مقتول کی جگہ پر دے دیا گیا ہے تو راہن اس کو سارے قرض کے بدلے میں چھڑوائے گا۔ اور یہ حکم شیخین کے مطابق ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ راہن کو اختیار ہوگا۔ اگر وہ چاہے تو سارے قرض کے بدلے میں چھڑوائے اور اگر وہ چاہے تو مرتہن کو دیئے گئے غلام کو سارے مال کے بدلے میں دیدے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ غلام سو روپے کے بدلے میں بطور رہن ہوگا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رہن کا قبضہ یہ استیفاء ہے۔ اور ہلاکت کے سبب یہ استیفاء پختہ ہو جاتا ہے۔ مگر جب مرتہن نے دس کی مقدار کے برابر وصول کر لیا ہے تو قرض دس کی مقدار کے برابر باقی رہ جائے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کے خلاف ہمارے فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ دوسرا غلام یہ گوشت اور خون دونوں کے اعتبار سے پہلے غلام کے قائم مقام ہے۔ اور جب پہلا غلام موجود ہوتا اور ریٹ کم ہو جاتا تو اس صورت میں ہمارے نزدیک قرض میں سے کچھ بھی ساقط نہ ہوتا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس صورت میں بھی حکم اسی طرح ہوگا جب دیا گیا غلام پہلے کے قائم مقام ہو۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل اختیار دینے میں یہ ہے کہ مرہون ضمان مرتہن میں تبدیل ہونے والا ہے۔ پس راہن کو اختیار دیا جائے گا۔ جس طرح مبیع ہے کہ جب قبضہ سے پہلے اس کو قتل کر دیا جائے اور مغصوب کو جب غاصب کے قبضہ سے پہلے قتل کر دیا جائے۔ تو اب خریدار اور مغصوب منہ کو اختیار ہوگا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ نفس غلام میں تبدیلی ظاہر ہونے والی نہیں ہے کیونکہ دوسرا غلام گوشت اور خون دونوں کے اعتبار سے پہلے غلام کے قائم مقام ہے۔ جس طرح امام زفر علیہ الرحمہ کے موقف کے ساتھ ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ ہمارے نزدیک مرہونہ کا عین امانت ہے۔ پس راہن کے لئے مرتہن کو اس مرضی کے سوا مالک بنا دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ رہن کو قرض کا بدلہ قرار دینا یہ جہالت کا حکم ہے۔ اور وہ منسوخ ہے۔ جبکہ بیع میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں خیار کا حکم فسخ ہے جو مشروع ہے۔ جبکہ غصب میں ایسا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ضمان کو ادا کر کے مغصوب کا مالک بن جانا مشروع ہے۔

اور جب غلام کو ریٹ کم ہو گیا ہے اور وہ سو روپے کے برابر آ پہنچا ہے۔ اس کے بعد غلام کو قتل کر دیا گیا ہے جو سو روپے کے برابر ہے۔ تو قاتل کو مقتول غلام کے بدلے میں دے دیا جائے گا۔ اور یہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔

مرہون غلام کے قتل کرنے کی وجہ سے ضمان جنایت مرتہن پر ہونے کا بیان

(وَإِذَا قَتَلَ الْعَبْدُ الرَّهْنُ قَتِيلًا خَطَأً فَضَمَانُ الْجِنَايَةِ عَلَى الْمُرْتَهِنِ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَدْفَعَ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ التَّمْلِيكَ (وَلَوْ فَدَى طَهُرَ الْمَحَلُّ فَبَقِيَ الدَّيْنُ عَلَى حَالِهِ وَلَا يَرْجِعُ عَلَى الرَّاهِنِ بِشَيْءٍ

مِنَ الْفِدَاءِ) ؛ لِاَنَّ الْجِنَايَةَ حَصَلَتْ فِي ضَمَانِهِ فَكَانَ عَلَيْهِ اِصْلَاحُهَا (وَلَوْ اَبَى الْمُرْتَهِنُ اَنْ يَفْدِيَ قِيلَ لِلرَّاهِنِ اِدْفَعِ الْعَبْدَ اَوْ افْدِهِ بِالدِّيَةِ) ؛ لِاَنَّ الْمِلْكَ فِي الرَّقَبَةِ قَائِمٌ لَهُ، وَاِنَّمَا اِلَى الْمُرْتَهِنِ الْفِدَاءُ لِقِيَامِ حَقِّهِ (فَاِذَا امْتَنَعَ عَنِ الْفِدَاءِ يُطَالَبُ الرَّاهِنُ بِحُكْمِ الْجِنَايَةِ وَمِنْ حُكْمِهَا التَّخْيِيرُ) بَيْنَ الدَّفْعِ وَالْفِدَاءِ (فَاِنِ اخْتَارَ الدَّفْعَ سَقَطَ الدَّيْنُ) ؛ لِاَنَّهُ اُسْتُحِقَّ لِمَعْنًى فِي ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ فَصَارَ كَالْهَلَاكِ (وَكَذٰلِكَ اِنْ فَدَى) ؛ لِاَنَّ الْعَبْدَ كَالْحَاصِلِ لَهُ بِعِوَضٍ كَانَ عَلَى الْمُرْتَهِنِ، وَهُوَ الْفِدَاءُ، بِخِلَافِ وَلَدِ الرَّهْنِ اِذَا قَتَلَ اِنْسَانًا اَوْ اسْتَهْلَكَ مَالًا حَيْثُ يُخَاطَبُ الرَّاهِنُ بِالدَّفْعِ اَوْ الْفِدَاءِ فِي الِابْتِدَاءِ ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَى الْمُرْتَهِنِ، فَاِنْ دَفَعَ خَرَجَ مِنَ الرَّهْنِ وَلَمْ يَسْقُطْ شَيْءٌ مِنَ الدَّيْنِ كَمَا لَوْ هَلَكَ فِي الِابْتِدَاءِ، وَاِنْ فَدَى فَهُوَ رَهْنٌ مَعَ اُمِّهِ عَلَى حَالِهِمَا

اور جب مرہون غلام نے کسی شخص کو خطا کے طور پر قتل کر دیا ہے تو جنایت کا ضمان مرتہن کی ذمہ داری ہے۔ اور مرتہن کے لئے یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ غلام کو جنایت میں دیدے۔ کیونکہ مرتہن مالک بنانے کا مالک نہیں ہے۔ اور جب مرتہن نے فدیہ ادا کر دیا ہے تو وہ بطور محل وہاں سے پاک ہو جائے گا۔ کیونکہ قرض اپنی حالت میں باقی ہے۔ اور مرتہن فدیے میں راہن سے کچھ بھی واپس نہ لے گا۔ کیونکہ جنایت اس کی ملکیت میں ہوئی ہے۔ پس جنایت کو درست کرنا بھی اس پر ہوگا۔

اور جب مرتہن نے فدیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ تو راہن سے کہا جائے گا۔ غلام دے دیدیا دیت دیدو جو اس کا فدیہ ہے۔ کیونکہ رقبہ غلام کے اندر راہن کی ملکیت موجود ہے۔ جبکہ مرتہن کی جانب سے اس کو فدیہ دینے کا حکم دیا جائے گا۔ کیونکہ اس کا حق پایا جارہا ہے۔ پس جب وہ فدیہ دینے سے رک جائیں تو راہن سے جنایت کے حکم کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور جنایت کے حکم میں سے غلام کو دینے اور فدیہ دینے کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ پس جب اس نے غلام کو دینا اختیار کیا ہے۔ تو اب مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ مرہون غلام ایسے سبب سے حقدار بننے والا ہے۔ جو مرتہن کے ضامن ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ پس یہ ہلاکت کی طرح ہو جائے گا۔ اور اسی طرح جب راہن فدیہ دے دیتا ہے تب بھی غلام اس کو ایسے بدلے کے عوض میں ملنے والا ہے جو مرتہن پر ہے اور وہ بدلہ فدیہ دینا ہے۔

جبکہ مرہون غلام میں ایسا نہیں ہے۔ کہ جب اس نے کسی شخص کو قتل کر دیا ہے یا اس نے کسی مال کو ہلاک کر دیا ہے تو ابتداء ہی سے راہن اس لڑکے کو دینے یا فدیہ دینے کا مخاطب نہ ہوگا کیونکہ وہ لڑکا مرتہن پر مضمون نہ ہوگا۔ اس کے بعد جب راہن نے لڑکا دے دیا ہے۔ تو وہ رہن سے خارج ہو جائے گا۔ اور قرض میں سے کچھ سامان بھی ساقط نہ ہوگا۔ جس طرح وہ شروع میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور جب راہن نے فدیہ دے دیا ہے تو وہ لڑکا اپنی ماں کے ساتھ اسی حالت میں رہن ہوگا۔

مرہون غلام کا محیط رقبہ کے برابر مال کو ہلاک کر دینے کا بیان

(وَلَوِ اسْتَهْلَكَ الْعَبْدُ الْمَرْهُونُ مَالًا يَسْتَغْرِقُ رَقَبَتَهُ، فَإِنْ اَدَّى الْمُرْتَهِنُ الدَّيْنَ الَّذِي لَزِمَ الْعَبْدَ فَدَيْنُهُ عَلٰى حَالِهِ كَمَا فِي الْفِدَاءِ، وَإِنْ اَبٰى قِيلَ لِلرَّاهِنِ بِعْهُ فِي الدَّيْنِ اِلَّا اَنْ يَخْتَارَ اَنْ يُؤَدِّيَ عَنْهُ، فَإِنْ اَدّٰى بَطَلَ دَيْنُ الْمُرْتَهِنِ) كَمَا ذَكَرْنَا فِي الْفِدَاءِ (وَإِنْ لَمْ يُؤَدِّ وَبِيعَ الْعَبْدُ فِيهِ يَأْخُذُ صَاحِبُ دَيْنِ الْعَبْدِ دَيْنَهُ) ؛ لِاَنَّ دَيْنَ الْعَبْدِ مُقَدَّمٌ عَلٰى دَيْنِ الْمُرْتَهِنِ وَحَقِّ وَلِيِّ الْجِنَايَةِ لِتَقَدُّمِهِ عَلٰى حَقِّ الْمَوْلٰى، (فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ وَدَيْنُ غَرِيمِ الْعَبْدِ مِثْلُ دَيْنِ الْمُرْتَهِنِ اَوْ اَكْثَرُ فَالْفَضْلُ لِلرَّاهِنِ وَبَطَلَ دَيْنُ الْمُرْتَهِنِ) ؛ لِاَنَّ الرَّقَبَةَ اُسْتُحِقَّتْ لِمَعْنًى هُوَ فِي ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ فَاَشْبَهَ الْهَلَاكَ،

اور جب مرہون غلام نے اتنی مقدار میں مال کو ہلاک کر دیا ہے جو اس کی گردن کے برابر ہے۔ تو اب اگر مرتہن نے غلام پر لازم ہونے والا قرض ادا کر دیا ہے تو اس کا قرض اسی حالت میں برقرار رہے گا۔ جس طرح اس کے فدیہ دینے کی حالت میں ہے۔ اور جب مرتہن انکار کر دیتا ہے تو راہن سے کہا جائے گا۔ اس غلام کو رہن میں بیچ دو۔ ہاں البتہ جب راہن فدیہ ادا کرنے کو اختیار کرے اور وہ فدیہ ادا کر دے تو مرتہن کا قرض باطل ہو جائے گا۔ جس طرح فدیہ دینے میں ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

اور جب راہن نے فدیہ ادا نہ کیا اور اس نے اس ضمان میں غلام کو بیچ دیا ہے تو غلام پر قرض والا اپنا قرض لینے والا ہوگا۔ کیونکہ غلام کا قرض مرتہن کے قرض سے اور جنایت کی ولایت میں مقدم ہے۔ کیونکہ غلام کا قرض آقا کے حق میں مقدم ہے۔ اور اسکے بعد جب کچھ بچ نکلا اور غلام کے قرض خواہ کا قرض کے برابر ہے یا اس سے زیادہ ہے تو وہ زیادتی راہن کیہو گی۔ اور مرتہن کا قرض باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ رقبہ غلام ایسے سبب سے حقدار بنا ہے جو ضمان مرتہن میں ہے۔ پس یہ ہلاکت کے مشابہ ہو جائے گا۔

دین غلام کا مرتہن کے قرض سے کم ہونے کا بیان

(وَإِنْ كَانَ دَيْنُ الْعَبْدِ اَقَلَّ سَقَطَ مِنْ دَيْنِ الْمُرْتَهِنِ بِقَدْرِ دَيْنِ الْعَبْدِ وَمَا فَضَلَ مِنْ دَيْنِ الْعَبْدِ يَبْقٰى رَهْنًا كَمَا كَانَ، ثُمَّ اِنْ كَانَ دَيْنُ الْمُرْتَهِنِ قَدْ حَلَّ اَخَذَهُ بِهِ) ؛ لِاَنَّهُ مِنْ جِنْسِ حَقِّهِ (وَإِنْ كَانَ لَمْ يَحِلَّ اَمْسَكَهُ حَتّٰى يَحِلَّ، وَإِنْ كَانَ ثَمَنُ الْعَبْدِ لَا يَفِي بِدَيْنِ الْغَرِيمِ اَخَذَ الثَّمَنَ وَلَمْ يَرْجِعْ بِمَا بَقِيَ عَلٰى اَحَدٍ حَتّٰى يُعْتَقَ الْعَبْدُ) ؛ لِاَنَّ الْحَقَّ فِي دَيْنِ الْاِسْتِهْلَاكِ يَتَعَلَّقُ بِرَقَبَتِهِ وَقَدْ اُسْتُوْفِيَتْ فَيَتَاَخَّرُ اِلٰى مَا بَعْدَ الْعِتْقِ (ثُمَّ اِذَا اَدّٰى بَعْدَهُ لَا يَرْجِعُ عَلٰى اَحَدٍ) ؛ لِاَنَّهُ وَجَبَ عَلَيْهِ بِفِعْلِهِ

اور جب غلام کا قرض مرتہن کے دین سے تھوڑا ہے۔ تو مرتہن کے قرض سے غلام کا قرض اتنی مقدار میں ساقط ہو

جائے گا۔ اور غلام کے قرض سے جو بچ جائے گا۔ وہ اپنی حالت رہن پر باقی رہ جائے گا۔ اور اس کے بعد جب قرض کی ادائیگی کا وقت آگیا ہے تو مرتہن اس سے لینے والا ہوگا۔ کیونکہ یہ اسی کے حق کی جنس سے ہے۔ اور جب ادائیگی کا وقت نہ آیا تو وہ وقت آنے تک اس کو روک لے۔

اور جب غلام کی قیمت قرض خواہ کے قرض کو پورا کرنے والی نہیں ہے۔ تو قرض خواہ قیمت لینے والا ہوگا۔ جو باقی بچ جائے گا اس کے بارے میں رجوع نہ کرے گا۔ حتیٰ کہ غلام آزاد ہو جائے۔ کیونکہ ہلاک ہونے والا قرض غلام کی گردن سے متعلق ہوتا ہے۔ جبکہ گردن وصول ہو چکی ہے۔ پس یہ بعد والے حق تک مؤخر ہوگا۔ اس کے بعد جب آزادی کے بعد غلام نے ادا کر دیا ہے تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے سکے گا۔ کیونکہ اسی کے عمل کے سبب سے وہ حق واجب ہونے والا ہے۔

راہن ومرتہن دونوں پر فدیہ ادا کرنے کے حکم کا بیان

(وَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الْعَبْدِ أَلْفَيْنِ وَهُوَ رَهْنٌ بِأَلْفٍ وَقَدْ جَنَى الْعَبْدُ يُقَالُ لَهُمَا افْدِيَاهُ) لِأَنَّ النِّصْفَ مِنْهُ مَضْمُونٌ، وَالنِّصْفَ أَمَانَةٌ، وَالْفِدَاءُ فِي الْمَضْمُونِ عَلَى الْمُرْتَهِنِ، وَفِي الْأَمَانَةِ عَلَى الرَّاهِنِ، فَإِنْ أَجْمَعَا عَلَى الدَّفْعِ دَفَعَاهُ وَبَطَلَ دَيْنُ الْمُرْتَهِنِ، وَالدَّفْعُ لَا يَجُوزُ فِي الْحَقِيقَةِ مِنْ الْمُرْتَهِنِ لِمَا بَيَّنَّا، وَإِنَّمَا مِنْهُ الرِّضَا بِهِ،

(فَإِنْ تَشَاحَّا فَالْقَوْلُ لِمَنْ قَالَ أَنَا أَفْدِي رَاهِنًا كَانَ أَوْ مُرْتَهِنًا) أَمَّا الْمُرْتَهِنُ فَلِأَنَّهُ لَيْسَ فِي الْفِدَاءِ إبْطَالُ حَقِّ الرَّاهِنِ، وَفِي الدَّفْعِ الَّذِي يَخْتَارُهُ الرَّاهِنُ إبْطَالُ الْمُرْتَهِنِ، وَكَذَا فِي جِنَايَةِ الرَّهْنِ إذَا قَالَ الْمُرْتَهِنُ أَنَا أَفْدِي لَهُ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ الْمَالِكُ يَخْتَارُ الدَّفْعَ؛ لِأَنَّهُ إنْ لَمْ يَكُنْ مَضْمُونًا فَهُوَ مَحْبُوسٌ بِدَيْنِهِ وَلَهُ فِي الْفِدَاءِ غَرَضٌ صَحِيحٌ، وَلَا ضَرَرَ عَلَى الرَّاهِنِ، فَكَانَ لَهُ أَنْ يَفْدِيَ، وَأَمَّا الرَّاهِنُ فَلِأَنَّهُ لَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ وِلَايَةُ الدَّفْعِ لِمَا بَيَّنَّا فَكَيْفَ يَخْتَارُهُ (وَيَكُونُ الْمُرْتَهِنُ فِي الْفِدَاءِ مُتَطَوِّعًا فِي حِصَّةِ الْأَمَانَةِ حَتَّى لَا يَرْجِعَ عَلَى الرَّاهِنِ)؛ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ أَنْ لَا يَخْتَارَهُ فَيُخَاطَبُ الرَّاهِنُ، فَلَمَّا الْتَزَمَهُ، وَالْحَالَةُ هَذِهِ كَانَ مُتَبَرِّعًا، وَهَذَا عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ مَعَ الْحُضُورِ، وَسَنُبَيِّنُ الْقَوْلَيْنِ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى،

اور جب غلام کی قیمت دو ہزار روپے ہے اور وہ ایک ہزار روپے کے بدلے میں رہن ہے۔ اور اس نے کوئی جنایت بھی کی ہوئی ہے۔ تو اب راہن ومرتہن دونوں سے کہا جائے گا۔ فدیہ ادا کرو۔ کیونکہ غلام کا نصف مضمون ہے۔ اور آدھا امانت ہے۔ اور مضمون کا فدیہ مرتہن پر ہے۔ اور امانت کا فدیہ راہن پر ہے۔ اور اس کے بعد جب دونوں نے غلام کو دینے پر اتفاق کیا ہے اور اس کو دے دیا ہے تو مرتہن کا قرض ختم ہو جائے گا۔ اور حقیقت کے اعتبار سے غلام کی جانب سے غلام کو دینا جائز نہ ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور مرتہن کی جانب سے دینے کی رضامندی ہے۔

اور جب ان دونوں نے اختلاف کیا تو اس بندے کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کہ جس نے کہا کہ میں فدیہ دوں گا۔ اگر چہ وہ راہن ہے یا مرتہن ہے۔ البتہ مرتہن اس لئے فدیہ دے گا کہ حق راہن کا باطل ہونا ہوگا اور جس کو راہن اپنائے گا اس سے مرتہن کا حق باطل ہوگا۔

اور اسی طرح جب مرہون بچے کی جنایت مین مرتہن نے کہا کہ فدیہ میں دوں گا۔ تو اس کے لئے اختیار ہوگا۔ اگر چہ مالک غلام دینے کو اختیار کرتا ہے۔ اس لئے کہ بچہ اگر چہ مضمون نہیں ہے۔ مگر وہ مرتہن کے قرض کے بدلے میں محبوس تو ہے۔ اور فدیہ دینے میں مرتہن کا مقصد درست ہے اور راہن کا کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔ پس اس کو فدیہ دینے میں اختیار ہوگا۔ اور جو راہن ہے تو چونکہ مرتہن کو غلام دینے کی ولایت نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس مرتہن کس طرح دینے کو اختیار کرے گا

اور امانت کے حصے کو فدیہ میں دینے میں مرتہن کا احسان ہوگا۔ حتیٰ کہ راہن پر رجوع نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ مرتہن فدیہ دینے کو اختیار نہ کرے کہ کہیں راہن اس کا مخاطب بنتا۔

اور جب اس نے فدیہ دینے کو اختیار کر لیا ہے تو اس حالت میں وہ احسان کرنے والا ہوگا۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اس طرح بیان کی گئی ہے۔ کہ احسان کرنے والا راہن کے موجود ہونے کی حالت میں رجوع نہ کرے گا۔ اور اس کو ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

مرتہن کا فدیہ دینے انکار پر راہن کو فدیہ ادا کرنے کا بیان

(وَلَوْ اَبَى الْمُرْتَهِنُ اَنْ يَفْدِيَ وَفَدَاهُ الرَّاهِنُ فَاِنَّهُ يَحْتَسِبُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ نِصْفَ الْفِدَاءِ مِنْ دَيْنِهِ) ؛ لِاَنَّ سُقُوطَ الدَّيْنِ اَمْرٌ لَازِمٌ فَدَى اَوْ دَفَعَ فَلَمْ يُجْعَلْ الرَّاهِنُ فِي الْفِدَاءِ مُتَطَوِّعًا، ثُمَّ يُنْظَرُ اِنْ كَانَ نِصْفُ الْفِدَاءِ مِثْلَ الدَّيْنِ اَوْ اَكْثَرَ بَطَلَ الدَّيْنُ، وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ سَقَطَ مِنْ الدَّيْنِ بِقَدْرِ نِصْفِ الْفِدَاءِ، وَكَانَ الْعَبْدُ رَهْنًا بِمَا بَقِيَ ؛ لِاَنَّ الْفِدَاءَ فِي نِصْفٍ كَانَ عَلَيْهِ، فَاِذَا اَدَّاهُ الرَّاهِنُ، وَهُوَ لَيْسَ بِمُتَطَوِّعٍ كَانَ لَهُ الرُّجُوعُ عَلَيْهِ فَيَصِيرُ قِصَاصًا بِدَيْنِهِ كَاَنَّهُ اَوْفَى نِصْفَهُ فَيَبْقَى الْعَبْدُ رَهْنًا بِمَا بَقِيَ

(وَلَوْ كَانَ الْمُرْتَهِنُ فَدَى، وَالرَّاهِنُ حَاضِرٌ فَهُوَ مُتَطَوِّعٌ، وَاِنْ كَانَ غَائِبًا لَمْ يَكُنْ مُتَطَوِّعًا) وَهَذَا قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَالْحَسَنُ وَزُفَرُ رَحِمَهُمُ اللَّهُ : الْمُرْتَهِنُ مُتَطَوِّعٌ فِي الْوَجْهَيْنِ ؛ لِاَنَّهُ فَدَى مِلْكَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ اَمْرِهِ فَاَشْبَهَ الْاَجْنَبِيَّ وَلَهُ اَنَّهُ اِذَا كَانَ الرَّاهِنُ حَاضِرًا اَمْكَنَهُ مُخَاطَبَتُهُ، فَاِذَا فَدَاهُ الْمُرْتَهِنُ فَقَدْ تَبَرَّعَ كَالْاَجْنَبِيِّ، فَاَمَّا اِذَا كَانَ الرَّاهِنُ غَائِبًا تَعَذَّرَ مُخَاطَبَتُهُ، وَالْمُرْتَهِنُ يَحْتَاجُ اِلَى اِصْلَاحِ الْمَضْمُونِ، وَلَا يُمْكِنُهُ ذَلِكَ اِلَّا

بِإِصْلَاحِ الْأَمَانَةِ فَلَا يَكُونُ مُتَبَرِّعًا

اور جب مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار کردیا ہے اور راہن نے فدیہ ادا کردیا ہے تو مرتہن پر اس کے قرض میں سے نصف فدیہ کو روک لیا جائے گا۔ کیونکہ اتنی مقدار میں قرض کا ساقط ہونا ایک ضروری امر ہے۔ اگر چہ راہن فدیہ ادا کرے یا غلام جائی کو دیدے۔ پس راہن کو فدیہ ادا کرنے میں احسان کرنے والا سمجھ لیا جائے گا۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ جب نصف فدیہ دین کے برابر ہے یا اس سے زیادہ ہے تو وہ قرض باطل ہو جائے گا۔ اور جب وہ قرض سے کم ہے تو دین سے نصف کی مقدار کے برابر وہ ساقط ہو جائے گا۔ اور بقیہ غلام کے بدلے میں رہن کے طور پر رہے گا۔ کیونکہ آدھا فدیہ دینا مرتہن پر لازم تھا۔ لیکن جب اس کو راہن نے ادا کردیا ہے تو وہ احسان کرنے والا نہ ہوگا۔ تو اس کو مرتہن پر رجوع کرنے کا حق حاصل ہو گا۔ پس یہ مرتہن کے قرض کے بدلے میں مقاصہ بن جائے گا۔ جس طرح کہ راہن نے مرتہن کا آدھا قرض ادا کردیا ہے پس غلام بقیہ کے بدلے میں رہن رہے گا۔

اور جب مرتہن نے فدیہ ادا کردیا ہے اور راہن بھی موجود ہے تو وہ احسان کرنے والا ہے۔ مگر جب راہن غائب ہے تو مرتہن احسان کرنے والا نہ ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

حضرت امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسن اور امام زفر علیہم الرحمہ نے کہا ہے مرتہن دونوں صورتوں میں احسان کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ اس نے دوسرے کی ملکیت میں اس کے حکم کے بغیر فدیہ دیا ہے پس یہ اجنبی کے مشابہ ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جب راہن موجود ہے۔ تو اس کو فدیے کا مکلف کرنا ممکن ہے۔ مگر جب مرتہن نے ادا کردیا ہے تو اس نے اجنبی کی طرح احسان کیا ہے۔ مگر جب راہن غائب ہے تو اسکو مکلف بنانا ممکن نہیں ہے۔ اور مرتہن مضمون کی مقدار کے برابر اصلاح کا ضرورت مند ہے۔ اور امانت کی اصلاح کے بغیر مرتہن کی اصلاح مضمون ممکن نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ احسان کرنے والا نہیں ہے۔

وفات راہن سے وصی کا مرہونہ کو بیچ کر قرض ادا کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ الرَّاهِنُ بَاعَ وَصِيُّهُ الرَّهْنَ وَقَضَى الدَّيْنَ) ؛ لِأَنَّ الْوَصِيَّ قَائِمٌ مَقَامَهُ، وَلَوْ تَوَلَّى الْمُوصِي حَيًّا بِنَفْسِهِ كَانَ لَهُ وِلَايَةُ الْبَيْعِ بِإِذْنِ الْمُرْتَهِنِ فَكَذَا لِوَصِيِّهِ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَصِيٌّ نَصَّبَ الْقَاضِي لَهُ وَصِيًّا وَأَمَرَهُ بِبَيْعِهِ) ؛ لِأَنَّ الْقَاضِيَ نُصِّبَ نَاظِرًا لِحُقُوقِ الْمُسْلِمِينَ إِذَا عَجَزُوا عَنِ النَّظَرِ لِأَنْفُسِهِمْ، وَالنَّظَرُ فِي نَصْبِ الْوَصِيِّ لِيُؤَدِّيَ مَا عَلَيْهِ لِغَيْرِهِ وَيَسْتَوْفِيَ مَالَهُ مِنْ غَيْرِهِ،

فرمایا کہ جب راہن فوت ہو جائے تو اس شخص کا وصی مرہونہ چیز کو بیچ کر قرض کو ادا کرے۔ کیونکہ اب وصی راہن کے قائم مقام ہے۔ اور جب موصی خود راہن کی زندگی میں متولی بنا ہوا ہے تو مرتہن کی اجازت سے اس کو بیچنے کی ولایت حاصل ہوتی

ہے تو اسی طرح اس کے وصی کے لئے بھی ولایت ہوگی۔

اور جب راہن کا کوئی وصی نہیں ہے تو قاضی اس کا کوئی وصی مقرر کرے گا۔ اور اس کو مرہونہ چیز کی بیع کا حکم دے گا۔ کیونکہ قاضی مسلمانوں کے حقوق کا نگران ہوا کرتا ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ اپنی مہربانی سے بے بس رہے۔ اور وصی کو مقرر کرنے میں مہربانی یہ ہے کہ اس موصی پر غیر کا جو حق ہے وہ اس کو ادا کر دے۔ اور اس کے علاوہ سے بھی مال لے۔

وصی کا مال ترکہ سے قرض کے بدلے میں رہن نہ رکھنے کا بیان

(وَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَيِّتِ دَيْنٌ فَرَهَنَ الْوَصِيُّ بَعْضَ التَّرِكَةِ عِنْدَ غَرِيمٍ مِنْ غُرَمَائِهِ لَمْ يَجُزْ وَلِلْآخَرِينَ أَنْ يَرُدُّوهُ) ؛ لِأَنَّهُ آثَرَ بَعْضَ الْغُرَمَاءِ بِالْإِيفَاءِ الْحُكْمِيِّ فَأَشْبَهَ الْإِيثَارَ بِالْإِيفَاءِ الْحَقِيقِيِّ (فَإِنْ قَضَى دَيْنَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَرُدُّوهُ جَازَ) لِزَوَالِ الْمَانِعِ بِوُصُولِ حَقِّهِمْ إلَيْهِمْ (وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لِلْمَيِّتِ غَرِيمٌ آخَرُ جَازَ الرَّهْنُ) اعْتِبَارًا بِالْإِيفَاءِ الْحَقِيقِيِّ (وَبِيعَ فِي دَيْنِهِ) ؛ لِأَنَّهُ يُبَاعُ فِيهِ قَبْلَ الرَّهْنِ فَكَذَا بَعْدَهُ (وَإِذَا ارْتَهَنَ الْوَصِيُّ بِدَيْنٍ لِلْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ) ؛ لِأَنَّهُ اسْتِيفَاءٌ وَهُوَ يَمْلِكُهُ قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : وَفِي رَهْنِ الْوَصِيِّ تَفْصِيلَاتٌ نَذْكُرُهَا فِي كِتَابِ الْوَصَايَا إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

اور جب میت پر قرض تھا اور وصی نے ترکہ میں کچھ حصے کو قرض خواہوں میں سے کسی قرض خواہ کے پاس رہن میں رکھ دیا ہے تو یہ جائز نہ ہوگا۔ دوسرے غرماء کا اس سے واپس لینے کا حق ہوگا۔ کیونکہ وصی حکم کو پورا کرنے کے لئے بعض غرماء کو ترجیح دے دی ہے تو اس کی یہ ترجیح ایفائے حقیقی کے مشابہ بن جائے گی۔

اور اس کے بعد جب غرماء کے رہن واپس لینے سے قبل وصی نے ان کا حق ادا کر دیا ہے تو یہ جائز ہوگا۔ کیونکہ ان کو ان کا حق ملنے کے سبب مانع ختم ہو چکا ہے۔ اور جب میت کا دوسرا قرض خواہ نہ ہو تو رہن جائز ہے۔ اس کو ایفائے حقیقی پر قیاس کیا جائے گا۔ اور مرہونہ کو اس کے قرض میں بیچ دیا جائے گا۔ کیونکہ رہن سے پہلے بھی اس کو اسی قرض کے بدلے میں بیچا جا سکتا تھا۔ پس رہن کے بعد بھی اس کو بیچ دیا جائے گا۔

اور جب کسی آدمی پر میت کے قرض کے بدلے اس وصی نے رہن لی ہے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ اس میں استیفاء ہے۔ اور اس کا مالک وصی ہے۔ مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وصی کے بارے میں بہت تفصیل کے ساتھ مسائل کو ہم کتاب وصایا میں ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل مسائل متفرقہ کے بیان میں ہے﴾

مسائل منثورہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتیٰ ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثورہ، متفرقہ یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۲۲۸، حقانیہ ملتان)

دس دراہم کی قیمت والا شیرہ رہن میں رکھنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ رَهَنَ عَصِيرًا بِعَشَرَةٍ قِيمَتُهُ عَشَرَةٌ فَتَخَمَّرَ ثُمَّ صَارَ خَلًّا يُسَاوِي عَشَرَةً فَهُوَ رَهْنٌ بِعَشَرَةٍ) ؛ لِأَنَّ مَا يَكُونُ مَحَلًّا لِلْبَيْعِ يَكُونُ مَحَلًّا لِلرَّهْنِ، إذْ الْمَحَلِّيَّةُ بِالْمَالِيَّةِ فِيهِمَا، وَالْخَمْرُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَحَلًّا لِلْبَيْعِ ابْتِدَاءً فَهُوَ مَحَلٌّ لَهُ بَقَاءً حَتَّى إنَّ مَنْ اشْتَرَى عَصِيرًا فَتَخَمَّرَ قَبْلَ الْقَبْضِ يَبْقَى الْعَقْدُ إلَّا أَنَّهُ يَتَخَيَّرُ فِي الْبَيْعِ لِتَغَيُّرِ وَصْفِ الْمَبِيعِ بِمَنْزِلَةِ مَا إذَا تَعَيَّبَ

فرمایا کہ جب کسی بندے نے دس دراہم کے بدلے میں انگور کا وہ شیرہ رہن میں رکھا ہے جس کی قیمت دس درہم ہے۔ اس کے بعد وہ خمر بن گیا ہے۔ اور اس کے بعد وہ سرکہ بن گیا ہے جو دس دراہم کے برابر ہے۔ تو وہ انہی دس کے بدلے میں ہوگا۔ کیونکہ جو چیز بیع کا محل بن سکتی ہے وہ چیز رہن کا محل بھی بن سکتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ دونوں مالیت کے اعتبار سے محل ہیں۔ اور خمر اگر چہ ابتدائی طور پر محل نہیں ہے۔ لیکن وہ بقاء کے اعتبار سے محل بیع ہے۔ حتیٰ کہ جب کسی بندے نے انگور کا شیرہ خریدا ہے اور وہ قبضہ کرنے سے پہلے ہی خمر بن گیا ہے۔ تب بھی عقد باقی رہے گا۔ جبکہ وصف مبیع کے تبدیل ہو جانے کے سبب سے خریدار کو اختیار ہو گا۔ اور یہ اسی طرح کی حالت کی ہو جائے گا کہ جب کوئی مبیع عیب دار بن جائے۔

دس دراہم والی بکری کو دس دراہم کے عوض رہن رکھنے کا بیان

(وَلَوْ رَهَنَ شَاةً قِيمَتُهَا عَشَرَةٌ بِعَشَرَةٍ فَمَاتَتْ فَدُبِغَ جِلْدُهَا فَصَارَ يُسَاوِي دِرْهَمًا فَهُوَ رَهْنٌ بِدِرْهَمٍ) ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ يَتَقَرَّرُ بِالْهَلَاكِ، فَإِذَا حَيِيَ بَعْضُ الْمَحَلِّ يَعُودُ حُكْمُهُ بِقَدْرِهِ، بِخِلَافِ

مَا إِذَا مَاتَتِ الشَّاةُ الْمَبِيعَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ فَدُبِغَ جِلْدُهَا حَيْثُ لَا يَعُودُ الْبَيْعُ ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ يَنْتَقِضُ بِالْهَلَاكِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَالْمُنْتَقِضُ لَا يَعُودُ، أَمَّا الرَّهْنُ يَتَقَرَّرُ بِالْهَلَاكِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ وَمِنْ مَشَايِخِنَا مَنْ يَمْنَعُ مَسْأَلَةَ الْبَيْعِ وَيَقُولُ : يَعُودُ الْبَيْعُ

ترجمہ اور جب کسی شخص نے دس دراہم کے بدلے میں کسی بکری کو رہن میں رکھ دیا ہے اور یہ بکری بھی دس دراہم کی ہے۔ اور اس کے بعد وہ بکری فوت ہوگئی ہے اور اس کی کھال کو دباغت دی گئی ہے تو وہ کھال ایک درہم کی ہوئی۔ تو وہ ایک درہم کے بدلے میں رہن ہوگی۔ کیونکہ ہلاک ہونے کی وجہ سے رہن پکی ہو چکی ہے۔ مگر جب مرہونہ کا بعض حصہ موجود ہے۔ تو اس کی مقدار کے مطابق رہن کا حکم لوٹ کر آ جائے گا۔ اور یہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب بیچی گئی بکری قبضہ کرنے سے پہلے فوت ہوگئی ہے۔ اور اس کی کھال کو دباغت دی گئی ہے تو وہ بیع لوٹ کر نہ آئے گی۔ کیونکہ قبضہ سے پہلے ہلاکت کے سبب بیع ختم ہو چکی ہے۔ اور ٹوٹی ہوئی چیز لوٹ کر نہیں آیا کرتی۔ جبکہ رہن ہلاکت کے سبب پکی ہو جاتی ہے۔ اسی وضاحت کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ ہمارے بعض مشائخ منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیع لوٹ آتی ہے۔

مرہونہ چیز میں اضافے کا راہن کے لئے ہونا کا بیان

قَالَ (وَنَمَاءُ الرَّهْنِ لِلرَّاهِنِ وَهُوَ مِثْلُ الْوَلَدِ وَالثَّمَرِ وَاللَّبَنِ وَالصُّوفِ) ؛ لِأَنَّهُ مُتَوَلِّدٌ مِنْ مِلْكِهِ وَيَكُونُ رَهْنًا مَعَ الْأَصْلِ ؛ لِأَنَّهُ تَبَعٌ لَهُ، وَالرَّهْنُ حَقٌّ لَازِمٌ فَيَسْرِي إلَيْهِ (فَإِنْ هَلَكَ يَهْلِكُ بِغَيْرِ شَيْءٍ) ؛ لِأَنَّ الْأَتْبَاعَ لَا قِسْطَ لَهَا مِمَّا يُقَابَلُ بِالْأَصْلِ ؛ لِأَنَّهَا لَمْ تَدْخُلْ تَحْتَ الْعَقْدِ مَقْصُودًا ؛ إذْ اللَّفْظُ لَا يَتَنَاوَلُهَا (وَإِنْ هَلَكَ الْأَصْلُ وَبَقِيَ النَّمَاءُ افْتَكَّهُ الرَّاهِنُ بِحِصَّتِهِ يُقَسَّمُ الدَّيْنُ عَلَى قِيمَةِ الرَّهْنِ يَوْمَ الْقَبْضِ وَقِيمَةِ النَّمَاءِ يَوْمَ الْفِكَاكِ) ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ يَصِيرُ مَضْمُونًا بِالْقَبْضِ، وَالزِّيَادَةُ تَصِيرُ مَقْصُودَةً بِالْفِكَاكِ إذَا بَقِيَ إلَى وَقْتِهِ، وَالتَّبَعُ يُقَابِلُهُ شَيْءٌ إذَا صَارَ مَقْصُودًا كَوَلَدِ الْمَبِيعِ، فَمَا أَصَابَ الْأَصْلَ يَسْقُطُ مِنْ الدَّيْنِ ؛ لِأَنَّهُ يُقَابِلُهُ الْأَصْلُ مَقْصُودًا، وَمَا أَصَابَ النَّمَاءَ افْتَكَّهُ الرَّاهِنُ لِمَا ذَكَرْنَا وَصُوَرُ الْمَسَائِلِ عَلَى هَذَا الْأَصْلِ تَخْرُجُ، وَقَدْ ذَكَرْنَا بَعْضَهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى، وَتَمَامُهُ فِي الْجَامِعِ وَالزِّيَادَاتِ

اور جب مرہونہ چیز میں اضافہ ہوا تو وہ راہن کے لئے ہوگا جس طرح بچہ، دودھ، پھل اور اون ہے۔ کیونکہ یہ راہن کی ملکیت کی پیداوار ہے۔ اور نماء یعنی بڑھنا اصل رہن کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ یہ اصل کے تابع ہے۔ اور رہن ایک لازم شدہ حق ہے۔ اس لئے کہ وہ تابع کی جانب سرایت کرنے والا ہے۔ اور جب تابع ہلاک ہو جائے تو وہ کسی بدلے بغیر ہلاک ہونے والا ہے۔ کیونکہ جو چیز اصل دین کے مدمقابل ہوتی ہے۔ اس میں تابع ہونے والوں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ عقد بن کر مقصود کے تحت داخل ہونے وار نہیں ہے۔ کیونکہ عقد کا لفظ ان کو شامل نہیں ہے۔

اور جب اصل ہلاک ہو جائے اور بڑھنے والی چیز باقی ہے تو راہن اس اضافے کو اس کے حصے کے بدلے میں چھڑوائے گا۔
اور قرض کو مرہونہ کے قبضہ کے دن والی قیمت اور اضافے کو چھڑوانے والی قیمت پر تقسیم کردیں گے۔ کیونکہ مضمون قبضہ سے قابل ضمان بنتا ہے۔ اور زیادتی چھڑوانے کے سبب مقصود بن چکی ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ نجات کے وقت تک باقی رہے۔ اور جبکہ تابع مقصود ہوتا ہے۔ تو اس کے مدمقابل مال ہوتا ہے۔ جس طرح مبیع کا لڑکا ہے۔ پس جو مقدار اصل کو پہنچ جائے گی وہی قرض سے ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ مقدار مقصود بن کر اصل کے مقابل ہے اور وہ مقدار جو اضافے کو پہنچے جائے گی اس کو راہن چھڑوائے گا اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اسی مسئلہ کے مطابق کئی مسائل کی تخریج کی گئی ہے جن میں بعض کو ہم نے کتاب کفایہ منتہی میں بیان کیا ہے اور اس کی مکمل وضاحت جامع اور زیادات میں ہے۔

مرتہن کے لئے مرہونہ بکری کا دودھ پینے کا بیان

(وَلَوْ رَهَنَ شَاةً بِعَشَرَةٍ وَقِيمَتُهَا عَشَرَةٌ وَقَالَ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ : احْلِبْ الشَّاةَ فَمَا حَلَبْتَ فَهُوَ لَكَ حَلَالٌ فَحَلَبَ وَشَرِبَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ) اَمَّا الْإِبَاحَةُ فَيَصِحُّ تَعْلِيقُهَا بِالشَّرْطِ وَالْخَطَرِ ؛ لِاَنَّهَا اِطْلَاقٌ وَلَيْسَ بِتَمْلِيكٍ فَتَصِحُّ مَعَ الْخَطَرِ (وَلَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنْ الدَّيْنِ) ؛ لِاَنَّهُ اَتْلَفَهُ بِإِذْنِ الْمَالِكِ (فَإِنْ لَمْ يَفْتَكَّ الشَّاةَ حَتّٰى مَاتَتْ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ قُسِّمَ الدَّيْنُ عَلٰى قِيمَةِ اللَّبَنِ الَّذِي شَرِبَ وَعَلٰى قِيمَةِ الشَّاةِ، فَمَا اَصَابَ الشَّاةَ سَقَطَ، وَمَا اَصَابَ اللَّبَنَ اَخَذَهُ الْمُرْتَهِنُ مِنْ الرَّاهِنِ) ؛ لِاَنَّ اللَّبَنَ تَلِفَ عَلٰى مِلْكِ الرَّاهِنِ بِفِعْلِ الْمُرْتَهِنِ وَالْفِعْلُ حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنْ قِبَلِهِ فَصَارَ كَاَنَّ الرَّاهِنَ اَخَذَهُ وَاَتْلَفَهُ فَكَانَ مَضْمُونًا عَلَيْهِ فَيَكُونُ لَهُ حِصَّتُهُ مِنْ الدَّيْنِ فَيَبْقٰى بِحِصَّتِهِ، وَكَذٰلِكَ وَلَدُ الشَّاةِ إِذَا اَذِنَ لَهُ الرَّاهِنُ فِي اَكْلِهِ، وَكَذٰلِكَ جَمِيعُ النَّمَاءِ الَّذِي يَحْدُثُ عَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ

اور جب کسی شخص نے دس دراہم کے عوض میں ایک بکری کو رہن میں رکھ دیا ہے اور اس کی قیمت دس دراہم ہے اور راہن نے مرتہن سے کہا ہے کہ بکری کا دودھ دوہ لے جو بھی دودھ تو دوہ لے گا وہ تیرے لئے حلال ہے۔ اور اس مرتہن نے دودھ کو دوہ کر پی لیا ہے۔ تو اس پر کچھ بھی ضمان نہ ہوگا۔ البتہ اباحت کو شرط کے ساتھ معلق کرنا درست ہوگا۔ کیونکہ اباحت مطلق ہے تملیک نہیں ہے۔ پس یہ شرط کے ساتھ بھی درست ہوگی۔ اور قرض میں سے کچھ بھی ساقط نہ ہوگا۔ کیونکہ مالک کی اجازت سے مرتہن اس کو ہلاک کرنے والا ہے۔

اور جب راہن نے بکری چھڑوائی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ مرتہن کے قبضہ میں فوت ہوگئی ہے تو قرض کو پی لئے گئے دودھ کی قیمت پر اور بکری کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور جتنی مقدار بکری کے حصے میں آئے گی۔ وہ ساقط ہو جائے گی۔ اور جتنی مقدار دودھ کے حصے میں آئے گی اس کو راہن مرتہن سے لینے والا ہوگا۔ کیونکہ دودھ راہن کی ملکیت سے مرتہن کے عمل سے تلف ہونے والا ہے۔ اور

یہ عمل راہن کی جانب سے اختیار دینے کے سبب سے ہوا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح خود راہن نے اس کو ہلاک کیا ہے۔ پس وہ راہن پر مضمون ہوگا۔ اور مرتہن کے لئے قرض میں سے دودھ کا حصہ ہوگا۔ اور دودھ کے حصے کی مقدار کے مطابق قرض باقی رہے گا۔ اور اسی طرح بکری کا بچہ ہے۔ جب راہن نے اس کو کھانے کی اجازت دیدی ہے۔ اور اسی طرح وہ ہر قسم کا اضافہ ہو گا۔ جو پیدا ہوا ہے اس کا حکم بھی اسی قیاس کے مطابق ہوگا۔

رہن میں زیادتی کے جواز اور قرض میں زیادتی کے عدم جواز فقہی اختلاف

قَالَ (وَتَجُوْزُ الزِّيَادَةُ فِي الرَّهْنِ وَلَا تَجُوْزُ فِي الدَّيْنِ) عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَلَا يَصِيرُ الرَّهْنُ رَهْنًا بِهَا وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ : تَجُوْزُ الزِّيَادَةُ فِي الدَّيْنِ اَيْضًا وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ : لَا تَجُوْزُ فِيهِمَا، وَالْخِلَافُ مَعَهُمَا فِي الرَّهْنِ، وَالثَّمَنُ وَالْمُثْمَنُ وَالْمَهْرُ وَالْمَنْكُوحَةُ سَوَاءٌ، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْبُيُوعِ وَلِاَبِيْ يُوْسُفَ فِي الْخِلَافِيَّةِ الْاُخْرَى اَنَّ الدَّيْنَ فِي بَابِ الرَّهْنِ كَالثَّمَنِ فِي الْبَيْعِ، وَالرَّهْنُ كَالْمُثْمَنِ فَتَجُوْزُ الزِّيَادَةُ فِيهِمَا كَمَا فِي الْبَيْعِ، وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا الْاِلْتِحَاقُ بِاَصْلِ الْعَقْدِ لِلْحَاجَةِ وَالْاِمْكَانِ وَلَهُمَا وَهُوَ الْقِيَاسُ اَنَّ الزِّيَادَةَ فِي الدَّيْنِ تُوجِبُ الشُّيُوعَ فِي الرَّهْنِ، وَهُوَ غَيْرُ مَشْرُوعٍ عِنْدَنَا، وَالزِّيَادَةُ فِي الرَّهْنِ تُوجِبُ الشُّيُوعَ فِي الدَّيْنِ، وَهُوَ غَيْرُ مَانِعٍ مِنْ صِحَّةِ الرَّهْنِ ؛ اَلَا تَرَى اَنَّهُ لَوْ رَهَنَ عَبْدًا بِخَمْسِمِائَةٍ مِنَ الدَّيْنِ جَازَ، وَاِنْ كَانَ الدَّيْنُ اَلْفًا وَهٰذَا شُيُوعٌ فِي الدَّيْنِ، وَالْاِلْتِحَاقُ بِاَصْلِ الْعَقْدِ غَيْرُ مُمْكِنٍ فِي طَرَفِ الدَّيْنِ ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُ مَعْقُودٍ عَلَيْهِ وَلَا مَعْقُودٍ بِهِ بَلْ وُجُوبُهُ سَابِقٌ عَلَى الرَّهْنِ، وَكَذَا يَبْقَى بَعْدَ انْفِسَاخِهِ، وَالْاِلْتِحَاقُ بِاَصْلِ الْعَقْدِ فِي بَدَلَيِ الْعَقْدِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ ؛ لِاَنَّ الثَّمَنَ بَدَلٌ يَجِبُ بِالْعَقْدِ،

ثُمَّ اِذَا صَحَّتِ الزِّيَادَةُ فِي الرَّهْنِ وَتُسَمَّى هٰذِهِ زِيَادَةً قَصْدِيَّةً يُقَسَّمُ الدَّيْنُ عَلَى قِيمَةِ الْاَوَّلِ يَوْمَ الْقَبْضِ، وَعَلَى قِيمَةِ الزِّيَادَةِ يَوْمَ قُبِضَتْ، حَتّٰى لَوْ كَانَتْ قِيمَةُ الزِّيَادَةِ يَوْمَ قَبْضِهَا خَمْسَمِائَةٍ، وَقِيمَةُ الْاَوَّلِ يَوْمَ الْقَبْضِ اَلْفًا وَالدَّيْنُ اَلْفًا يُقَسَّمُ الدَّيْنُ اَثْلَاثًا، فِي الزِّيَادَةِ ثُلُثُ الدَّيْنِ، وَفِي الْاَصْلِ ثُلُثَا الدَّيْنِ اعْتِبَارًا بِقِيمَتِهِمَا فِي وَقْتَيِ الْاِعْتِبَارِ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ الضَّمَانَ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَثْبُتُ بِالْقَبْضِ فَتُعْتَبَرُ قِيمَةُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَقْتَ الْقَبْضِ

فرمایا کہ طرفین کے نزدیک رہن میں زیادتی جائز ہے جبکہ دین میں زیادتی جائز نہیں ہے۔ اور زیادتی کے بدلے میں مرہونہ چیز رہن میں نہ ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دین میں بھی زیادتی جائز ہے۔ جبکہ امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں میں زیادتی جائز نہ ہوگی۔ ان دونوں ائمہ کا ثمن میں ہبیع میں، مہر اور منکوحہ میں اسی طرح کا اختلاف ہے۔ جس کو کتاب بیوع میں ہم نے بیان کر دیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے دوسری اختلافی مسئلہ کے بارے میں بطور دلیل فرمایا ہے کہ رہن کے احکام میں قرض بیع میں ثمن کی طرح ہے۔ جبکہ مرہونہ چیز مبیع کی طرح ہے۔ پس ان دونوں میں زیادتی جائز ہے۔ جس طرح بیع میں جائز ہے اور ان دونوں میں ایک جامع علت اصل کے ساتھ ملنے والی ہے اور وہ ضرورت اور ممکن ہونا ہے۔

طرفین کی دلیل اور قیاس بھی یہی ہے کہ دین میں زیادتی یہ شیوع کو واجب کرنے والی ہے پس یہ ہمارے نزدیک مشروع نہ ہو گی۔ اور رہن میں زیادتی کا ہونا یہ دین میں شیوع کو واجب کرنے والی ہے رہن کے درست ہونے سے روکنے والی نہیں ہے۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ جب راہن نے قرض والے پانچ سو روپے کے بدلے میں غلام کو رہن میں رکھ دیا ہے تو یہ جائز ہے۔ خواہ قرض ایک ہزار روپے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ ایسا دین شیوع ہے۔ اور قرض کی جانب میں اصل عقد کے ساتھ زیادتی کو ملانا ممکن نہ ہو گا۔ کیونکہ دین یہ معقود علیہ اور معقود بہ بھی نہیں ہے بلکہ اس کا وجوب رہن سے مقدم ہے۔ اور یہ رہن کے ختم ہو جانے کے بعد بھی باقی رہنے والا ہے۔ اور اصل عقد میں کسی ملانا عقد کے دونوں اعواض میں ہوتا ہے۔ جبکہ بیع میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ثمن ایسا بدل ہے جو عقد کے سبب واجب ہوا ہے۔

اور جب مرہونہ چیز میں زیادتی درست ہوئی تو اس زیادتی نام بطور ارادہ والی زیادتی ہے۔ اور اس کو قبضہ کے دن والی پہلی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ جب قبضے کے دن زیادتی کی قیمت پانچ سو روپے ہے اور پہلے قبضہ والے دن کی قیمت ایک ہزار ہے اور قرض بھی ایک ہزار کا ہے۔ اس قرض کو تین حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ پس زیادتی میں قرض کا تہائی جبکہ اصل میں قرض کے دو تہائی ہیں کیونکہ ان کی قیمت کے وقت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور یہ اس دلیل کی وجہ سے ہے کہ ضمان ان میں سے ہر ایک میں قبضہ کے سبب سے ثابت ہوا ہے۔ پس ان میں سے ہر ایک کے لئے قبضہ کے وقت قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

مرہونہ باندی کا بچہ جننے کا بیان

(وَإِذَا وَلَدَتْ الْمَرْهُونَةُ وَلَدًا ثُمَّ إِنَّ الرَّاهِنَ زَادَ مَعَ الْوَلَدِ عَبْدًا، وَقِيمَةُ كُلِّ وَاحِدٍ أَلْفٌ فَالْعَبْدُ رَهْنٌ مَعَ الْوَلَدِ خَاصَّةً يُقَسَّمُ مَا فِي الْوَلَدِ عَلَيْهِ وَعَلَى الْعَبْدِ الزِّيَادَةُ) ؛ لِأَنَّهُ جَعَلَهُ زِيَادَةً مَعَ الْوَلَدِ دُونَ الْأُمِّ (وَلَوْ كَانَتْ الزِّيَادَةُ مَعَ الْأُمِّ يُقَسَّمُ الدَّيْنُ عَلَى قِيمَةِ الْأُمِّ يَوْمَ الْعَقْدِ وَعَلَى قِيمَةِ الزِّيَادَةِ يَوْمَ الْقَبْضِ، فَمَا أَصَابَ الْأُمَّ قُسِّمَ عَلَيْهَا وَعَلَى وَلَدِهَا) ؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ دَخَلَتْ عَلَى الْأُمِّ

اور جب مرہونہ باندی نے ایک بچے کو جنم دیا ہے اور اس کے بعد راہن نے غلام کا اضافہ بچے کے ساتھ کر دیا ہے

دونوں میں سے ہر ایک کی قیمت ایک ہزار روپے ہے۔ تو وہ غلام یقیناً بچے کے ساتھ رہن میں رہے گا۔ اور قرض کی جتنی مقدار بچے اور غلام سے زیادہ ہے اس کو تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ راہن بچے کے ساتھ غلام کو زیادہ کرنے والا ہے ماں کے ساتھ نہیں۔ اور جب یہ اضافہ ماں کے ساتھ ہو تو قرض کی یوم عقد والی ماں کی قیمت اور زیادتی کے دن والی پر زیادتی کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا۔ پس جو مقدار ماں کے حصے میں آئے گی اس کو ماں اور بچے پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ زیادتی ماں کو شامل ہونے والی

پہلے غلام کی جگہ پر مرتہن کے ہاں دوسرا غلام رہن میں رکھنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ رَهَنَ عَبْدًا يُسَاوِي أَلْفًا بِأَلْفٍ ثُمَّ أَعْطَاهُ عَبْدًا آخَرَ قِيمَتُهُ أَلْفٌ رَهْنًا مَكَانَ الْأَوَّلِ، فَالْأَوَّلُ رَهْنٌ حَتَّى يَرُدَّهُ إِلَى الرَّاهِنِ، وَالْمُرْتَهِنُ فِي الْآخَرِ أَمِينٌ حَتَّى يَجْعَلَهُ مَكَانَ الْأَوَّلِ) ؛ لِأَنَّ الْأَوَّلَ إِنَّمَا دَخَلَ فِي ضَمَانِهِ بِالْقَبْضِ وَالدَّيْنِ وَهُمَا بَاقِيَانِ فَلَا يَخْرُجُ عَنْ الضَّمَانِ إِلَّا بِنَقْضِ الْقَبْضِ مَا دَامَ الدَّيْنُ بَاقِيًا، وَإِذَا بَقِيَ الْأَوَّلُ فِي ضَمَانِهِ لَا يَدْخُلُ الثَّانِي فِي ضَمَانِهِ ؛ لِأَنَّهُمَا رَضِيَا بِدُخُولِ أَحَدِهِمَا فِيهِ لَا بِدُخُولِهِمَا فَإِذَا رَدَّ الْأَوَّلَ دَخَلَ الثَّانِي فِي ضَمَانِهِ ثُمَّ قِيلَ : يُشْتَرَطُ تَجْدِيدُ الْقَبْضِ ؛ لِأَنَّ يَدَ الْمُرْتَهِنِ عَلَى الثَّانِي يَدُ أَمَانَةٍ وَيَدُ الرَّهْنِ يَدُ اسْتِيفَاءٍ وَضَمَانٍ فَلَا يَنُوبُ عَنْهُ، كَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرَ جِيَادٌ فَاسْتَوْفَى زُيُوفًا ظَنَّهَا جِيَادًا ثُمَّ عَلِمَ بِالزِّيَافَةِ وَطَالَبَهُ بِالْجِيَادِ وَأَخَذَهَا فَإِنَّ الْجِيَادَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ مَا لَمْ يَرُدَّ الزُّيُوفَ وَيُجَدِّدْ الْقَبْضَ وَقِيلَ لَا يُشْتَرَطُ ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ تَبَرُّعٌ كَالْهِبَةِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ وَقَبْضُ الْأَمَانَةِ يَنُوبُ عَنْ قَبْضِ الْهِبَةِ، وَلِأَنَّ الرَّهْنَ عَيْنَهُ أَمَانَةٌ، وَالْقَبْضُ يَرِدُ عَلَى الْعَيْنِ فَيَنُوبُ قَبْضُ الْأَمَانَةِ عَنْ قَبْضِ الْعَيْنِ

اور جب مقروض شخص نے ایک ہزار روپے کے بدلے میں ایسا غلام رہن میں رکھا ہے جو ایک ہزار کے برابر ہے۔ اس کے بعد راہن نے پہلے غلام کی جگہ پر دوسرا غلام دے دیا ہے۔ جس کی قیمت بھی ایک ہزار روپے ہے۔ تو پہلا غلام رہن میں رہے گا۔ حتی کہ مرتہن اس غلام کو لوٹا دے۔ جبکہ دوسرے غلام کے بارے میں مرتہن امین ہے۔ حتیٰ کہ اس کو پہلے غلام کی جگہ پر لے جائے۔ کیونکہ پہلا غلام قبضے اور قرض دونوں اجانب سے مرتہن کے ضمان میں شامل ہو چکا ہے۔ اور یہ دونوں شیء باقی بھی ہیں۔ پس جب تک قرض باقی رہے گا۔ قبضے کو توڑے بغیر وہ غلام مرتہن کے ضمان سے خاج نہ ہوگا اور جب پہلا غدم مرتہن کے ضمان میں موجود ہے تو دوسرا اس کے ضمان میں داخل نہ ہوگا کیونکہ راہن و مرتہن ان میں سے ایک غلام کے ضمان پر راضی نہیں ہوئے اور نہ دونوں کے ضمان پر رضامند ہوئے ہیں۔ پس جب پہلے کو مرتہن کو واپس کر دے گا تو دوسرا غلام اس کی ضمان میں شامل ہو جائے گا۔

اس کے بعد یہ بھی کہا گیا ہے کہ جدید قبضہ شرط ہے کیونکہ دوسرے غلام پر مرتہن کا قبضہ بطور امانت ہے۔ جبکہ رہن کا قبضہ یہ استیفاء

کا قبضہ ہوتا ہے۔ اور ضمان ہے۔ پس امانت والا قبضہ اس کے قائم مقام نہ ہوگا۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی شخص کے دوسرے پر کھرے دراہم ہیں مگر اس نے کھوٹے دراہم کو کھرے سمجھ کر وصول کرلیا ہے۔ اس کے بعد اس کو کھوٹے ہونے کا پتہ چلا اور اس نے مقروض سے اچھے دراہم طلب کر کے لے لیے ہیں۔ تو جب تک یہ بندہ کھوٹے دراہم واپس نہ کرے گا۔ نیا قبضہ ثابت نہ ہوگا۔ اور اتنی دیر تک اچھے دراہم اس کے پاس بطور امانت ہوں گے۔

اور دوسرے قول کے مطابق نیا قبضہ شرط نہیں ہے۔ کیونکہ ہبہ کی طرح رہن بھی احسان ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور امانت کا قبضہ یہ ہبہ کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہے۔ کیونکہ رہن کا عین امانت ہے۔ اور قبضہ عین پر ہوتا ہے پس امانت کا قبضہ کا عین کے قبضے کے قائم مقام ہوتا ہے۔

مرتہن کا راہن کو قرض سے بری کر دینے کا بیان

(وَلَوْ اَبْرَاَ الْمُرْتَهِنُ الرَّاهِنَ عَنِ الدَّيْنِ اَوْ وَهَبَهُ مِنْهُ ثُمَّ هَلَكَ الرَّهْنُ فِيْ يَدِ الْمُرْتَهِنِ يَهْلَكُ بِغَيْرِ شَيْءٍ اسْتِحْسَانًا) خِلَافًا لِزُفَرَ ؛ لِاَنَّ الرَّهْنَ مَضْمُوْنٌ بِالدَّيْنِ اَوْ بِجِهَتِهِ عِنْدَ تَوَهُّمِ الْوُجُوْدِ كَمَا فِي الدَّيْنِ الْمَوْعُوْدِ وَلَمْ يَبْقَ الدَّيْنُ بِالْاِبْرَاءِ اَوِ الْهِبَةِ وَلَا جِهَتِهِ لِسُقُوْطِهِ، اِلَّا اِذَا اَحْدَثَ مَنْعًا ؛ لِاَنَّهُ يَصِيْرُ بِهِ غَاصِبًا اِذَا لَمْ تَبْقَ لَهُ وِلَايَةُ الْمَنْعِ

اور جب مرتہن نے قرض سے راہن کو بری کر دیا ہے یا پھر اس نے راہن کو قرض ہبہ کر دیا ہے یا پھر وہ مرہونہ چیز مرتہن کے قبضہ سے ہلاک ہوگئی ہے۔ تو وہ استحسان کے طور پر بغیر بدلے کے ہلاک ہوئی ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ رہن دین کے سبب مضمون ہے۔ یا پھر دین پائے جانے کے خیال ہونے کی صورت میں دین کی وجہ سے رہن مضمون ہوتی ہے۔ جس طرح لوٹ کر آنے والے دین میں ہوتا ہے۔ اور بری کر دینے اور ہبہ کر دینے کے سبب قرض باقی نہ رہا اور نہ ہی قرض ساقط ہونے کے سبب اس کی کوئی صورت باقی رہی۔ ہاں البتہ جب مرتہن نے دینے انکار کر دیا ہے پس اس انکار کے سبب وہ غاصب بن جائے گا۔ کیونکہ اس کے پاس انکار کی ولایت باقی نہیں ہے۔

عورت کا مہر کے بدلے میں رہن لینے کا بیان

(وَكَذَا اِذَا ارْتَهَنَتِ الْمَرْاَةُ رَهْنًا بِالصَّدَاقِ فَاَبْرَاَتْهُ اَوْ وَهَبَتْهُ اَوِ ارْتَدَّتْ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ اَوِ اخْتَلَعَتْ مِنْهُ عَلٰى صَدَاقِهَا ثُمَّ هَلَكَ الرَّهْنُ فِيْ يَدِهَا يَهْلَكُ بِغَيْرِ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا كُلِّهِ وَلَمْ تَضْمَنْ شَيْئًا لِسُقُوْطِ الدَّيْنِ كَمَا فِي الْاِبْرَاءِ، وَلَوِ اسْتَوْفَى الْمُرْتَهِنُ الدَّيْنَ بِاِيْفَاءِ الرَّاهِنِ اَوْ بِاِيْفَاءِ مُتَطَوِّعٍ ثُمَّ هَلَكَ الرَّهْنُ فِيْ يَدِهِ يَهْلَكُ بِالدَّيْنِ وَيَجِبُ عَلَيْهِ رَدُّ مَا اسْتَوْفَى اِلٰى مَا اسْتَوْفَى مِنْهُ وَهُوَ مَنْ عَلَيْهِ اَوِ الْمُتَطَوِّعُ بِخِلَافِ الْاِبْرَاءِ) وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّ بِالْاِبْرَاءِ يَسْقُطُ الدَّيْنُ اَصْلًا كَمَا ذَكَرْنَا، وَبِالِاسْتِيفَاءِ لَا يَسْقُطُ لِقِيَامِ الْمُوجِبِ، اِلَّا اَنَّهُ يَتَعَذَّرُ

الِاسْتِيفَاءِ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ؛ لِأَنَّهُ يَعْقُبُ مُطَالَبَةَ مِثْلِهِ، فَأَمَّا هُوَ فِي نَفْسِهِ فَقَائِمٌ، فَإِذَا هَلَكَ يَتَقَرَّرُ الِاسْتِيفَاءُ الْأَوَّلُ فَانْتَقَضَ الِاسْتِيفَاءُ الثَّانِي.

ترجمہ اور اسی طرح جب کسی عورت نے مہر کے بدلے میں کوئی چیز رہن کے طور پر لی ہے۔ اس کے بعد اس نے خاوند کو بری کر دیا ہے یا مہر اس کو ہبہ کر دیا ہے یا نعوذ باللہ قبل دخول وہ مرتد ہوگئی ہے۔ یا اس نے مہر کے بدلے میں خاوند سے خلع کر لیا ہے۔ اس کے بعد وہ مرہونہ چیز اس کے ہاں سے ہلاک ہوگئی ہے۔ تو ان تمام صورتوں میں وہ کسی عوض کے بغیر ہلاک ہونے والی ہے۔ اور قرض ساقط ہو جانے کے سبب وہ عورت کسی بھی چیز کی ضامن نہ بن سکے گی۔ جس طرح بری کرنے میں ہوتا ہے۔

اور جب مرتہن نے دین کو وصول کر لیا ہے خواہ یہ راہن کے دینے سے ہوا ہے یا کسی احسان کرنے والے کے دینے ادا ہوا ہے اس کے بعد وہ مرہونہ چیز اس کے قبضے سے ہلاک ہوگئی ہے۔ تو وہ دین کے بدلے میں ہلاک ہونے والی ہے۔ اور اس پر وصول کردہ رقم وصول کرنے والے آدمی کو دینے لازم ہے۔ اگر چہ وہ قرض والا ہے یا احسان کرنے والا ہے۔ جبکہ بری کرنے میں ایسا نہیں ہے۔ اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ بری کرنے سے قرض بالکل ساقط ہو جاتا ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ استیفاء سے قرض ساقط ہونے والا نہیں ہے کیونکہ اس کو واجب کرنے والا باقی ہے۔ پس فائدہ نہ ہونے کے سبب سے استیفاء ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ اپنی طرح کا مطالبہ لانے والا ہے۔ جبکہ نفس استیفاء پایا جا رہا ہے۔ پس جب مرہونہ چیز ہلاک ہوگئی ہے تو پہلا استیفاء مضبوط ہو جائے گا اور دوسرا استیفاء ختم ہو جائے گا۔

دین کا عین خریدے یا عین پر صلح کرنے کا بیان

(وَكَذَا إِذَا اشْتَرَى بِالدَّيْنِ عَيْنًا أَوْ صَالَحَ عَنْهُ عَلَى عَيْنٍ)؛ لِأَنَّهُ اسْتِيفَاءٌ (وَكَذَلِكَ إِذَا أَحَالَ الرَّاهِنُ الْمُرْتَهِنَ بِالدَّيْنِ عَلَى غَيْرِهِ ثُمَّ هَلَكَ الرَّهْنُ بَطَلَتِ الْحَوَالَةُ وَيَهْلَكُ بِالدَّيْنِ)؛ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبَرَاءَةِ بِطَرِيقِ الْأَدَاءِ؛ لِأَنَّهُ يَزُولُ بِهِ عَنْ مِلْكِ الْمُحِيلِ مِثْلُ مَا كَانَ لَهُ عَلَى الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ، أَوْ مَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ بِهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمُحِيلِ عَلَى الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ دَيْنٌ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْوَكِيلِ (وَكَذَا لَوْ تَصَادَقَا عَلَى أَنْ لَا دَيْنَ ثُمَّ هَلَكَ الرَّهْنُ يَهْلَكُ بِالدَّيْنِ) لِتَوَهُّمِ وُجُوبِ الدَّيْنِ بِالتَّصَادُقِ عَلَى قِيَامِهِ فَتَكُونُ الْجِهَةُ بَاقِيَةً بِخِلَافِ الْإِبْرَاءِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ،

ترجمہ اور اسی طرح جب دین کے بدلے میں مرتہن نے کوئی چیز خریدی ہے یا اس نے راہن سے کسی عین پر مصالحت کر ڈالی ہے کیونکہ یہ بھی استیفاء ہے۔

اور اسی طرح جب راہن مرتہن کو قرض کے بارے میں اپنے کے سوا کی جانب پھیر دے۔ اور اس کے بعد مرہونہ چیز ہلاک ہو جائے تو وہ حوالہ باطل ہو جائے گا۔ اور وہ مرہونہ چیز قرض کے بدلے میں ہلاک ہونے والی بنے گی۔ کیونکہ حوالہ ادائیگی کے مطابق بری کرنے کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ حوالہ کے سبب سے محیل کی ملکیت سے اسی کی مثل سے ختم ہو جانے والی ہے۔ جو محیل

کے لئے محتال علیہ پر ہوتی ہے۔ یا پھر جتنی مقدار کو محتال علیہ محیل سے واپس لینے والا ہے۔ جب محیل کا محتال علیہ پر قرض نہ ہو۔ کیونکہ محتال علیہ جو ہے یہ وکیل کے حکم میں ہوتا ہے۔

اور اسی طرح جب مرتہن اور راہن دونوں نے قرض نہ ہونے پر اتفاق کیا ہے اس کے بعد مرہونہ چیز ہلاک ہوگئی تو وہ قرض کے بدلے میں ہلاک ہونے والی شمار کی جائے گی۔ کیونکہ قرض کے قیام پر اتفاق کرنے کے سبب دین کا وجوب کے خیال ہے۔ پس جانب قرض باقی رہ جائے گی۔ جبکہ بری کرنے میں ایسا نہیں ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

كِتَابُ الْجِنَايَاتِ

﴿یہ کتاب جنایات کے بیان میں ہے﴾

کتاب جنایات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے رہن کے بعد جنایات کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ رہن میں مال کی حفاظت کی جاتی ہے جبکہ جنایات میں جانوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور مال جانوں کی حفاظت کے لئے وسیلہ ہے۔ پس اس کو مقدم کر دیا ہے۔ اور اس کے اجزاء کے محاسن وہی ہیں جو حدود کے محاسن ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب جنایات، بیروت)

جنایات کے لغوی مفہوم کا بیان

جنایات جمع ہے جنایت کی۔ جنایت کے معنی ہیں "قصور کرنا، جرم کرنا" اس سے قبل وہ ابواب گزرے ہیں جن میں جنایات کی سزائیں تاوان اور قصاص وغیرہ کے سلسلہ میں احادیث گزری ہیں، اس باب کا مقصد جنایات کی ان صورتوں کو بیان کرنا ہے جن میں معاوضہ اور تاوان واجب نہیں ہوتا۔

یہاں جنایت سے مراد وہ فعل ہے جس سے جان یا اعضاء کو نقصان پہنچایا جائے اس کے احکام کا تعلق حکومت سے ہے کہ وہی ان کا نفاذ کرتی ہے۔

قتل مومن کی حرمت کے شرعی ماخذ کا بیان

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۔(النساء، ۹۳)

اور جو کوئی قتل کرے گا کسی مومن کو جان بوجھ کر تو اس کی اصل سزا جہنم ہے جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہوگا اس پر اللہ کا غضب ہوا اور اس کی لعنت (دھتکار) بھی، اور اللہ نے اس کے لئے تیار کر رکھا ہے ایک بڑا ہی ہولناک عذاب۔ (کنز الایمان)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حرف سوا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک مومن کا جان بوجھ کر قتل کرنا کتنا بڑا اور کس قدر سنگین جرم ہے اور اس کا انجام کس قدر ہولناک ہے، کہ ایسے شخص کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا پڑیگا۔ اللہ کا اس پر غضب ہے اور اس کی لعنت و پھٹکار، اور اس کے لئے اللہ نے بڑا ہی ہولناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اسی لئے صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ ۔ یعنی ایک مسلمان کا قتل اللہ تعالیٰ

کے نزدیک دنیا ساری کے زوال اور اس کی ہلاکت وتباہی سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔(ترمذی کتاب الدیات)

اور سنن ترمذی ہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آسمان اور زمین والے سب ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو منہ کے بل دوزخ میں گرائے گا۔(ترمذی، کتاب الدیات، باب الحکم فی الدماء)

اور ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ اگر کسی نے ایک آدھے کلمے سے بھی کسی مسلمان کے قتل میں مدد کی ہوگی تو وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہے(سنن ابن ماجہ، كتاب الديات باب التغليظ في قتل مسلم ظلماً) سو قتل عمد کی اصل سزا یہی ہے اور اس کے جرم کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے۔ آگے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی سچی توبہ پر اپنے فضل وکرم سے، اور اپنی شان کریمی کی بناء پر معاف فرما دے تو یہ اور بات ہے کہ اس کی رحمت وعنایت بہر حال بہت بڑی اور لامحدود ہے اور اس کی شان کرم واحسان بہت ہی بڑی ہے۔ اور اس کا صاف وصریح اعلان بھی یہی ہے کہ (اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا)39۔الزمر:53) لیکن قتل مومن کے جرم کی اصل بہر حال سزا یہی ہے۔ سو ایک طرف مومن کی عظمت شان سے متعلق ان نصوص کریمہ کو بھی دیکھا جائے اور دوسری طرف خون مسلم کی اس ارزانی کو بھی جو آج دنیا ساری میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے جاری ہے اور جس کے چرچے تمام ذرائع ابلاغ پر دن رات جاری رہتے ہیں۔ فالی اللّٰہ المشتکیٰ وھو المستعان فی کُلِّ حَیْنٍ وَّان۔(خزائن العرفان، نسا،۹۳)

قتل عمد کی تعریف اور قتل کی اقسام خمسہ کی بیان

قَالَ (الْقَتْلُ عَلٰى خَمْسَةِ اَوْجُهٍ : عَمْدٌ، وَشِبْهُ عَمْدٍ، وَخَطَأٌ، وَمَا اُجْرِيَ مَجْرَى الْخَطَاِ، وَالْقَتْلُ بِسَبَبٍ) وَالْمُرَادُ بَيَانُ قَتْلٍ تَتَعَلَّقُ بِهِ الْاَحْكَامُ قَالَ (فَالْعَمْدُ مَا تَعَمَّدَ ضَرْبَهُ بِسِلَاحٍ اَوْ مَا اُجْرِيَ مَجْرَى السِّلَاحِ كَالْمُحَدَّدِ مِنَ الْخَشَبِ وَلِيطَةِ الْقَصَبِ وَالْمَرْوَةِ الْمُحَدَّدَةِ وَالنَّارِ) ؛لِاَنَّ الْعَمْدَ هُوَ الْقَصْدُ، وَلَا يُوْقَفُ عَلَيْهِ اِلَّا بِدَلِيْلِهِ وَهُوَ اسْتِعْمَالُ الْاٰلَةِ الْقَاتِلَةِ فَكَانَ مُتَعَمِّدًا فِيْهِ عِنْدَ ذٰلِكَ،(وَمُوْجِبُ ذٰلِكَ الْمَاثَمُ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ) الْاٰيَةَ، وَقَدْ نَطَقَ بِهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ السُّنَّةِ، وَعَلَيْهِ انْعَقَدَ اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ،

فرمایا کہ قتل کی پانچ اقسام ہیں۔(۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطاء (۴) وہ قتل جو خطاء کے قائم مقام ہے (۵) قتل بہ سبب ہے۔ یہاں اس قتل کا بیان ہوگا جس کے ساتھ احکام متعلق ہیں۔

قتل عمد وہ ہے جس میں ہتھیار یا اس ہتھیار کے قائم مقام کسی دوسری چیز کے ساتھ مارنے کا ارادہ کیا جائے۔ جس طرح دھار والی لکڑی ہے۔ بانس کا چھلکا، تیز دھاری والا پتھر اور آگ ہے۔ اس لئے کہ عمد ایک قصد کا نام ہے۔ جس کو پہچاننا اس کی دلیل کے سوا نہ ہوگا۔ اور دلیل یہ ہے کہ قتل کردینے والے آلے کو استعمال کرتا ہے۔ پس ایسا قاتل قتل عمد کرنے والا ہوگا۔ اور بطور ارادہ قتل

کرنے والا موجب گناہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کی سزاء دوزخ ہے۔ اور اسی حکم کے بارے میں متعدد احادیث ہیں۔ اور امت کا اجماع بھی اسی منعقد ہو چکا ہے۔

قصاص کی فرضیت ومعافی کا بیان

قَالَ (وَالْقَوَدُ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى) إِلَّا أَنَّهُ تَقَيَّدَ بِوَصْفِ الْعَمْدِيَّةِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْعَمْدُ قَوَدٌ) أَيْ مُوجِبُهُ، وَلِأَنَّ الْجِنَايَةَ بِهَا تَتَكَامَلُ وَحِكْمَةُ الزَّجْرِ عَلَيْهَا تَتَوَفَّرُ، وَالْعُقُوبَةُ الْمُتَنَاهِيَةُ لَا شَرْعَ لَهَا دُونَ ذٰلِكَ قَالَ (إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ الْأَوْلِيَاءُ أَوْ يُصَالِحُوا) ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمْ ثُمَّ هُوَ وَاجِبٌ عَيْنًا، وَلَيْسَ لِلْوَلِيِّ أَخْذُ الدِّيَةِ إِلَّا بِرِضَا الْقَاتِلِ وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيْ الشَّافِعِيِّ، إِلَّا أَنَّ لَهُ حَقَّ الْعُدُولِ إِلَى الْمَالِ مِنْ غَيْرِ مَرْضَاةِ الْقَاتِلِ ؛ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ مَدْفَعًا لِلْهَلَاكِ فَيَجُوزُ بِدُونِ رِضَاهُ، وَفِي قَوْلٍ الْوَاجِبُ أَحَدُهُمَا لَا بِعَيْنِهِ وَيَتَعَيَّنُ بِاخْتِيَارِهِ ؛ لِأَنَّ حَقَّ الْعَبْدِ شُرِعَ جَابِرًا وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ نَوْعُ جَبْرٍ فَيَتَخَيَّرُ وَلَنَا مَا تَلَوْنَا مِنَ الْكِتَابِ وَرَوَيْنَا مِنَ السُّنَّةِ، وَلِأَنَّ الْمَالَ لَا يَصْلُحُ مُوجِبًا لِعَدَمِ الْمُمَاثَلَةِ، وَالْقِصَاصُ يَصْلُحُ لِلتَّمَاثُلِ، وَفِيهِ مَصْلَحَةُ الْأَحْيَاءِ زَجْرًا وَجَبْرًا فَيَتَعَيَّنُ، وَفِي الْخَطَإِ وُجُوبُ الْمَالِ ضَرُورَةَ صَوْنِ الدَّمِ عَنِ الْإِهْدَارِ، وَلَا يُتَيَقَّنُ بِعَدَمِ قَصْدِ الْوَلِيِّ بَعْدَ أَخْذِ الْمَالِ فَلَا يَتَعَيَّنُ مَدْفَعًا لِلْهَلَاكِ،

فرمایا کہ قصاص ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے کہ مقتولین میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔ لیکن یہ آیت ارادے کے وصف کے ساتھ مقید ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عمد قصاص ہے۔ یعنی ارادے سے قتل کرنے والے پر قصاص ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ارادے سے جنایت مکمل ہونے والی ہے۔ اور اسی طرح زجر وتوبیخ کی حکمت بھی عمد کے ساتھ کامل ہوتی ہے۔ اور سب سے آخری سزا کے لئے قصاص کے سوا کوئی دوسری سزا کی تشریع نہیں ہے۔

ہاں البتہ جب مقتول کے اولیاء اس کو قاتل کو معاف کر دیں یا اس سے صلح کر لیں۔ اس لئے کہ قصاص اولیاء کا حق ہے۔ اور اس کے بعد قصاص فرض عین ہے۔ اور قاتل کی رضا کے بغیر والی کو دیت لینے کا حق نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول اسی طرح ہے۔ مگر قاتل کی مرضی کے سوا بھی ولی کے لئے مال جانب رغبت کرنے کا حق ہے۔ اس لئے کہ ہلاکت کو دور کرنے کے لئے مال بھی ایک ذریعہ ہے۔ پس قاتل کی مرضی کے سوا بھی اس کی جانب جانا درست ہوگا۔

اور ایک قول کے مطابق قصاص اور دیت میں سے ہر ایک غیر معین طریقے پر لازم ہے۔ اور ولی کے لئے اختیار ہوگا کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو معین کرے۔ کیونکہ یہاں بندے کا حق زبردستی کے ساتھ مشروع ہوا ہے۔ اور جبر تو ہر ایک میں پایا جا رہا ہے۔ پس ولی کے لئے اختیار ہوگا۔

ہماری دلیل قرآن پاک کی وہ آیت مبارکہ ہے جس کو ہم تلاوت کر کے آئے ہیں۔ اور حدیث بھی وہی ہے جس کو ہم روایت کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ قتل کا موجب بننے میں مال کی کوئی صلاحیت نہیں ہے۔ جبکہ مماثلت کے باعث قصاص اس کی صلاحیت رکھنے والا ہے۔ اور سزا کے بارے میں قصاص ہی میں زندہ عوام کے لئے مصلحت والی چیز ہے۔ کیونکہ معین قصاص ہوا ہے۔ اور قتل خطاء کے لئے مال کا وجوب اس لئے ہے کہ خون کو ضائع ہونے سے ضرورت کی بناء پر اس کو بچایا جائے۔ جبکہ مال وصول کرنے کے بعد ولی کا قتل پر تیار نہ ہونا یہ معین نہیں ہے پس ہلاکت کو دور کرنے کے لئے مال ہی معین کر دیا جائے گا۔

قتل عمد پر کفارہ ہونے میں فقہ شافعی وحنفی کا اختلاف

وَلَا كَفَّارَةَ فِيهِ عِنْدَنَا : وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَجِبُ ؛ لِأَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى التَّكْفِيرِ فِي الْعَمْدِ أَمَسُّ مِنْهَا إِلَيْهِ فِي الْخَطَأِ فَكَانَ أَدْعَى إِلَى إِيجَابِهَا وَلَنَا أَنَّهُ كَبِيرَةٌ مَحْضَةٌ، وَفِي الْكَفَّارَةِ مَعْنَى الْعِبَادَةِ فَلَا تُنَاطُ بِمِثْلِهَا، وَلِأَنَّ الْكَفَّارَةَ مِنَ الْمَقَادِيرِ، وَتَعَيُّنُهَا فِي الشَّرْعِ لِدَفْعِ الْأَدْنَى لَا يُعَيِّنُهَا لِدَفْعِ الْأَعْلَى وَمِنْ حُكْمِهِ حِرْمَانُ الْمِيرَاثِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا مِيرَاثَ لِقَاتِلٍ)

احناف کے نزدیک قتل عمد میں کوئی کفارہ نہیں ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک واجب ہے۔ کیونکہ قتل خطاء کی بہ نسبت قتل عمد میں کفارے کی زیادہ ضرورت ہے۔ پس قتل عمد کفارے کو واجب کرنے میں زیادہ سبب بنے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قتل عمد صرف گناہ کبیرہ ہے۔ جبکہ کفارے میں عبادت کا معنی پایا جاتا ہے۔ پس عمد کا کفارہ یہ کبیرہ گناہ کو دور کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ کفارہ شرعی مقادیر میں سے ہے۔ اور شریعت اسلامیہ نے اس کو ایک ادنیٰ چیز کو دور کرنے کے لئے معین کیا ہے۔ نہ کہ اس کو اعلیٰ چیز کو دور کرنے کے لئے معین کیا ہے۔ اور قتل عمد کے حکم میں یہ بھی ہے کہ وہ میراث سے محروم کر دیتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قاتل کے لئے کوئی میراث نہیں ہے۔

قتل شبہ عمد کی تعریف وموجب قصاص ہونے کا بیان

قَالَ (وَشِبْهُ الْعَمْدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ أَنْ يَتَعَمَّدَ الضَّرْبَ بِمَا لَيْسَ بِسِلَاحٍ وَلَا مَا أُجْرِيَ مَجْرَى السِّلَاحِ) وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ : إِذَا ضَرَبَهُ بِحَجَرٍ عَظِيمٍ أَوْ بِخَشَبَةٍ عَظِيمَةٍ فَهُوَ عَمْدٌ وَشِبْهُ الْعَمْدِ أَنْ يَتَعَمَّدَ ضَرْبَهُ بِمَا لَا يُقْتَلُ بِهِ غَالِبًا ؛ لِأَنَّهُ يَتَقَاصَرُ مَعْنَى الْعَمْدِيَّةِ بِاسْتِعْمَالِ آلَةٍ صَغِيرَةٍ لَا يُقْتَلُ بِهَا غَالِبًا لِمَا أَنَّهُ يُقْصَدُ بِهَا غَيْرُهُ كَالتَّأْدِيبِ وَنَحْوِهِ فَكَانَ شِبْهَ الْعَمْدِ، وَلَا يَتَقَاصَرُ بِاسْتِعْمَالِ آلَةٍ لَا تَلْبَثُ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُقْصَدُ بِهِ إِلَّا الْقَتْلُ كَالسَّيْفِ فَكَانَ عَمْدًا مُوجِبًا لِلْقَوَدِ وَلَهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَلَا إِنَّ قَتِيلَ خَطَأِ الْعَمْدِ قَتِيلُ

السَّوْطِ وَالْعَصَا، وَفِيهِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ) وَلِأَنَّ الْآلَةَ غَيْرُ مَوْضُوعَةٍ لِلْقَتْلِ وَلَا مُسْتَعْمَلَةٌ فِيهِ؛ إِذْ لَا يُمْكِنُ اسْتِعْمَالُهَا عَلَى غِرَّةٍ مِنَ الْمَقْصُودِ قَتْلُهُ، وَبِهِ يَحْصُلُ الْقَتْلُ غَالِبًا فَقَصُرَتِ الْعَمْدِيَّةُ نَظَرًا إِلَى الْآلَةِ، فَكَانَ شِبْهُ الْعَمْدِ كَالْقَتْلِ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا الصَّغِيرَةِ.

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شبہ عمد وہ قتل ہے کہ جب قاتل نے ایسی چیز کے ساتھ مارنے کا ارادہ کیا ہے جو ہتھیار نہیں ہے اور نہ ہی کسی ہتھیار کے قائم مقام ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب قاتل نے کسی بھاری پتھر یا بھاری لکڑی کے ساتھ مقتول کو مارا ہے تو وہ عمد ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کہ شبہ عمد یہ ہے کہ قاتل نے مقتول کو کسی اس قسم کی چیز کے ساتھ قتل کیا ہے کہ عام طور پر ایسی چیز کے ساتھ قتل نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ جب استعمال ہونے والا آلہ چھوٹا ہے۔ جس سے عمومی طور پر قتل نہیں کیا جاتا تو اس سبب سے عمد ہونے کا حکم ناقص ہو جائے گا۔ کیونکہ چھوٹے آلہ کو ادب سکھانے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ پس یہ شبہ عمد ہو جائے گا۔ اور عمد ہونے کے احکام ایسے آلہ سے ناقص نہ ہوں گے جو ر کنے والا نہ ہو کیونکہ قتل اسی سے مقصود ہوا کرتا ہے۔ جس طرح تلوار ہے پس یہ قتل عمد ہوگا۔ اور قصاص کو واجب کرنے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اس حدیث کے مطابق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جان لو شبہ عمد سے قتل ہونے والا لاٹھی اور کوڑے کا مقتول ہے۔ اور اس میں سو اونٹ واجب ہیں۔ کیونکہ یہ آلہ قتل کے لئے نہیں بنایا گیا ہے۔ اور اس کا استعمال بھی قتل کے لئے نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہ جب بندے کو مارنے کا ارادہ کیا گیا ہے وہ اس لئے بے پرواہ ہے کہ اس آلے کو استعمال کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور عام طور قتل بھی اسی سبب سے واقع ہو جانے والا ہے۔ پس آلہ قتل کی جانب حکم کی اضافت کرتے ہوئے اس میں عمد کا حکم ناقص ہو گیا ہے۔ پس یہ شبہ عمد ہو جائے گا جس طرح کوئی شخص چھوٹی سی لاٹھی یا کوڑے سے قتل ہو جائے۔

دونوں اقوال کے مطابق شبہ عمد کا موجب گناہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَمُوجِبُ ذَلِكَ عَلَى الْقَوْلَيْنِ الْإِثْمُ)؛ لِأَنَّهُ قَتَلَ وَهُوَ قَاصِدٌ فِي الضَّرْبِ (وَالْكَفَّارَةُ) لِشَبَهِهِ بِالْخَطَإِ (وَالدِّيَةُ مُغَلَّظَةٌ عَلَى الْعَاقِلَةِ) وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ دِيَةٍ وَجَبَتْ بِالْقَتْلِ ابْتِدَاءً لَا بِمَعْنًى يَحْدُثُ مِنْ بَعْدُ فَهِيَ عَلَى الْعَاقِلَةِ اعْتِبَارًا بِالْخَطَإِ، وَتَجِبُ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ لِقَضِيَّةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَتَجِبُ مُغَلَّظَةً، وَسَنُبَيِّنُ صِفَةَ التَّغْلِيظِ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (وَيَتَعَلَّقُ بِهِ حِرْمَانُ الْمِيرَاثِ)؛ لِأَنَّهُ جَزَاءُ الْقَتْلِ، وَالشُّبْهَةُ تُؤَثِّرُ فِي سُقُوطِ الْقِصَاصِ دُونَ حِرْمَانِ الْمِيرَاثِ وَمَالِكٌ وَإِنْ أَنْكَرَ مَعْرِفَةَ شِبْهِ الْعَمْدِ فَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا أَسْلَفْنَاهُ

فرمایا کہ قتل شبہ عمد یہ دونوں اقوال کے مطابق گناہ کو لازم کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ قاتل نے اس حالت میں اس کو قتل کیا ہے کہ وہ مارنے کا ارادہ کرنے والا ہے۔ اور کفارہ واجب ہو جائے گا۔ اس لئے کہ یہ قتل خطاء کے ساتھ تشبیہ رکھنے والا ہے۔

اوراس کی دیت مغلظہ عاقلہ پر لازم ہوگی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق یہ دیت تین سالوں میں واجب ہوگی۔ اور دیت مغلظہ کا وجوب ہم عنقریب ان شاء اللہ تغلیظ کے احکام میں بیان کردیں گے۔

اور قتل شبہ عمد سے میراث سے بھی محروم کردیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قتل کی سزا ہے۔ اور قتل شبہ عمد یہ قصاص کو ساقط کرنے میں اثر کرنے والا ہے جبکہ حرمان میراث میں یہ مؤثر نہیں ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ قتل شبہ عمد کی تعریف کا انکار کیا ہے مگر ان کے خلاف ہماری اس سے پہلے بیان کردہ روایت حدیث بطور دلیل ہے۔

قتل خطاء تعریف اوراس کی دواقسام کا بیان

قَالَ (وَالْخَطَأُ عَلٰى نَوْعَيْنِ : خَطَأٌ فِي الْقَصْدِ، وَهُوَ اَنْ يَرْمِيَ شَخْصًا يَظُنُّهُ صَيْدًا، فَاِذَا هُوَ آدَمِيٌّ، اَوْ يَظُنُّهُ حَرْبِيًّا فَاِذَا هُوَ مُسْلِمٌ وَخَطَأٌ فِي الْفِعْلِ، وَهُوَ اَنْ يَرْمِيَ غَرَضًا فَيُصِيبَ آدَمِيًّا، وَمُوجَبُ ذٰلِكَ الْكَفَّارَةُ، وَالدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهِ) الْآيَةَ، وَهِيَ عَلٰى عَاقِلَتِهِ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ، لِمَا بَيَّنَّاهُ (وَلَا اِثْمَ فِيهِ) يَعْنِي فِي الْوَجْهَيْنِ قَالُوا : الْمُرَادُ اِثْمُ الْقَتْلِ، فَاَمَّا فِي نَفْسِهِ فَلَا يَعْرٰى عَنِ الْاِثْمِ مِنْ حَيْثُ تَرْكُ الْعَزِيمَةِ وَالْمُبَالَغَةِ فِي التَّثَبُّتِ فِي حَالِ الرَّمْيِ، اِذْ شَرْعُ الْكَفَّارَةِ يُؤْذِنُ بِاعْتِبَارِ هٰذَا الْمَعْنٰى (وَيُحْرَمُ عَنِ الْمِيرَاثِ) ؛لِاَنَّ فِيهِ اِثْمًا فَيَصِحُّ تَعْلِيقُ الْحِرْمَانِ بِهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا تَعَمَّدَ الضَّرْبَ مَوْضِعًا مِنْ جَسَدِهِ فَاَخْطَاَ فَاَصَابَ مَوْضِعًا آخَرَ فَمَاتَ حَيْثُ يَجِبُ الْقِصَاصُ ؛لِاَنَّ الْقَتْلَ قَدْ وُجِدَ بِالْقَصْدِ اِلٰى بَعْضِ بَدَنِهِ، وَجَمِيعُ الْبَدَنِ كَالْمَحَلِّ الْوَاحِدِ

فرمایا کہ قتل خطاء کی دواقسام ہیں۔ (۱) وہ قتل جس کے ارادے میں خطاء ہو۔ اور کی تعریف یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی کو شکار سمجھ کر تیر مارا حالانکہ جس کو تیر لگا وہ آدمی ہے یا اس نے حربی سمجھ کر تیر مارا حالانکہ وہ مسلمان ہے۔

(۲) وہ قتل جس کے عمل میں خطاء ہو اور اس کی تعریف یہ ہے کہ تیر چلانے والے نے کسی نشانے پر تیر چلایا ہے لیکن وہ تیر کسی انسان کو جالگا ہے۔ اور قتل خطاء کی صورت میں کفارہ اور عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قتل (خطاء) کے قاتل پر ایک مؤمن غلام کو آزاد کرنا لازم ہے اور دیت یہ ہوگی کہ وہ مقتول کے گھر والوں کے حوالے کی جائے گی۔ اور یہ دیت تین سالوں میں قاتل کی عاقلہ پر لازم ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔

قتل خطاء ان مذکورہ دونوں اقسام میں گناہ نہ ہوگا جبکہ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ گناہ مراد ہے مگر نفس قتل یہ گناہ سے خالی نہ ہوگا کیونکہ کفارے کا مشروع ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل گناہ ہے۔

اور ایسے قتل کو میراث سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس میں گناہ ہے پس اس پر حرمان کو معلق کرنا درست ہوگا۔ جبکہ یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب قتل نے مقتول کے کسی حصے کو مارنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور اس نے خطاء کی اور وہ تیر کسی دوسری جگہ پر جالگا ہے۔ اور مضروب اس سبب سے فوت ہوگیا ہے تو قصاص واجب ہوگا۔ کیونکہ یہ قتل جسم کے بعض حصے پر مارنے کے سبب ہوا ہے۔ اور سارا جسم ایک جگہ کی طرح ہے۔

قتل خطاء کے قائم مقام ہونے والے قتل کا بیان

قَالَ (وَمَا أُجْرِيَ مَجْرَى الْخَطَأِ مِثْلُ النَّائِمِ يَنْقَلِبُ عَلَى رَجُلٍ فَيَقْتُلُهُ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْخَطَأِ فِي الشَّرْعِ، وَأَمَّا الْقَتْلُ بِسَبَبٍ كَحَافِرِ الْبِئْرِ وَوَاضِعِ الْحَجَرِ فِي غَيْرِ مِلْكِهِ، وَمُوجَبُهُ إِذَا تَلِفَ فِيهِ آدَمِيٌّ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ) ؛ لِأَنَّهُ سَبَبُ التَّلَفِ وَهُوَ مُتَعَدٍّ فِيهِ فَأُنْزِلَ مُوقِعًا دَافِعًا فَوَجَبَتْ الدِّيَةُ،

فرمایا کہ وہ قتل جس کو قتل خطاء کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح کوئی سونے والا آدمی کسی شخص پر پلٹ کر گر جائے اور نیچے آنے والا آدمی فوت ہو جائے۔ تو حکم شرعی کے مطابق اس کا حکم قتل خطاء والا حکم ہے۔

اور قتل بہ سبب کی تعریف یہ ہے کہ جو شخص دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودے یا پتھر رکھ دے۔ اور ایسے شخص پر حکم یہ واجب ہو گا کہ جب کوئی آدمی اس میں گر مر جائے تو دیت عاقلہ پر لازم ہوگی۔ کیونکہ یہی سبب ہلاکت ہے۔ اور کھودنے والا ہی اس میں ظلم کرنے والا ہے۔ پر اس کو گرانے والے حکم میں سمجھ لیا جائے گا۔ اور دیت واجب ہو جائے گی۔

قتل بہ سبب میں کفارہ اور محرومیت وراثت نہ ہونے میں فقہی اختلاف

(وَلَا كَفَّارَةَ فِيهِ وَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِ حِرْمَانُ الْمِيرَاثِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يُلْحَقُ بِالْخَطَإِ فِي أَحْكَامِهِ ؛ لِأَنَّ الشَّرْعَ أَنْزَلَهُ قَاتِلًا وَلَنَا أَنَّ الْقَتْلَ مَعْدُومٌ مِنْهُ حَقِيقَةً فَأُلْحِقَ بِهِ فِي حَقِّ الضَّمَانِ فَبَقِيَ فِي حَقِّ غَيْرِهِ عَلَى الْأَصْلِ، وَهُوَ إِنْ كَانَ يَأْثَمُ بِالْحَفْرِ فِي غَيْرِ مِلْكِهِ لَا يَأْثَمُ بِالْمَوْتِ عَلَى مَا قَالُوا، وَهَذِهِ كَفَّارَةُ ذَنْبِ الْقَتْلِ وَكَذَا الْحِرْمَانُ بِسَبَبِهِ (وَمَا يَكُونُ شِبْهَ عَمْدٍ فِي النَّفْسِ فَهُوَ عَمْدٌ فِيمَا سِوَاهَا) ؛ لِأَنَّ إِتْلَافَ النَّفْسِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْآلَةِ، وَمَا دُونَهَا لَا يَخْتَصُّ إِتْلَافُهُ بِآلَةٍ دُونَ آلَةٍ

اور جو قتل بہ سبب ہے اس میں کفارہ نہیں ہے اور نہ اس میں وراثت سے محروم ہونا ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قتل بہ سبب کو سارے احکام میں قتل خطاء کے مطابق کر دیا جائے گا۔ کیونکہ شریعت نے اس کو قاتل کے حکم میں شمار کیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کی جانب قتل کی اضافت حقیقت میں نہیں کی گئی ہے پس صرف ضمان کے حق میں قتل بہ سبب کو قتل خطاء کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ ضمان کے سوا میں اپنی اصل پر باقی رہ جائے گا۔

اور کنواں کھودنے والا شخص اگرچہ کسی دوسرے کی ملکیت میں کھودنے کے سبب گناہگار ہے مگر وہ موت کے سبب گنہگار نہ ہوگا جس طرح مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ ایسے قتل کے گناہ پر کفارہ ہے اور میراث سے محروم ہونا بھی اسی دلیل کے مطابق ہے۔

اور وہ قتل جو نفس کے اعتبار سے شبہ عمد میں ہے وہ نفس کے سوا عمد ہوگا۔ کیونکہ آلہ قتل کو تبدیل کرنے کے سبب تلف کرنے کا حکم بدل چکا ہے۔ اور جان سے کم کو تلف کرنا یہ ایک آلہ کے سوا دوسرے آلہ کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔

بَابُ مَا يُوجِبُ الْقِصَاصَ وَمَا لَا يُوجِبُهُ

﴿یہ باب قصاص کی وجوبی وعدم وجوبی صورتوں کے بیان میں ہے﴾

باب وجوب وعدم وجوب قصاص کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ جب قتل کی اقسام سے فارغ ہوئے ہیں تو انہوں نے انہی کی اقسام میں سے جو قتل عمد اس کی صورتوں کو بیان کیا اور یہی قتل عمد قصاص کو واجب کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس کی وضاحت کی ضرورت تھی۔ اور معلوم کیا جاتا کہ کن صورتوں میں قصاص واجب ہوتا ہے۔ اور کن صورتوں میں قصاص واجب ہونے والا نہیں ہے۔ پس یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ تفصیل کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، کتاب جنایات، بیروت)

قصاص کے لغوی وفقہی مفہوم کا بیان

اصطلاح شریعت میں "قصاص کا مفہوم ہے، قاتل کی جان لینا، جس شخص نے کسی کو ناحق قتل کر دیا ہو اس کو مقتول کے بدلے میں قتل کر دینا! یہ لفظ قص اور قصص سے "نکلا ہے جس کے لغوی معنی ہیں کسی کے پیچھے پیچھے جانا، چونکہ مقتول کا ولی قاتل کا پیچھا پکڑتا ہے تا کہ اسے مقتول کے بدلے میں قتل کرائے اس لئے قاتل کی جان لینے کو قصاص کہا جاتا ہے، ویسے قصاصات کے معنی مساوات (برابری) کے بھی ہیں۔ "قصاص" پر اس معنی کا اطلاق اس طرح ہوتا ہے کہ جب قاتل کو مقتول کے بدلے میں قتل کر دیا جاتا ہے تو مقتول کا ولی اور قاتل یا مقتول اور قاتل برابر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قصاص میں قاتل کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے جو قاتل نے مقتول کے ساتھ کیا تھا۔

قصاص "کے معنی بدلہ ومکافات کے ہیں یعنی جس شخص نے جیسا کیا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی کرنا! مثلاً اگر کسی شخص نے کسی شخص کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلہ میں اس کو بھی قتل کرنا اور اگر کسی شخص نے کسی شخص کو زخمی کیا ہے تو اس کے بدلہ میں اس کو بھی زخمی کرنا قصاص کہلاتا ہے قیامت کے دن، جان کا بدلہ جان، زخم اور تکلیف ہوگا اور دنیا میں جس نے جس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہوگا کہ خواہ اس کو آزردہ کیا ہو اور خواہ کوئی بھی جسمانی اور روحانی اذیت پہنچائی ہو اور وہ چیونٹی یا مکھی ہی کیوں نہ ہو، تو قیامت کے دن اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا اگرچہ وہ مکلف نہ ہو چنانچہ تمام حیوانات کو بھی قیامت کے دن اسی لئے اٹھایا جائے گا تا کہ ان کو بھی ایک دوسرے کا بدلہ دلوایا جا سکے مثلاً اگر کسی سینگ والی بکری نے کسی بے سینگ بکری کو مارا ہوگا تو اس دن اس کو قصاص یعنی بدلہ دینا ہوگا۔

حق قصاص کی حقیقت وخلافت کا بیان

جب کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کو عمداً قتل کر دیا جس کی وجہ سے قصاص کا حکم لازم ہوا ہے، لہٰذا مقتول حصول قصاص کے

لئے سبب اصلی ہے کیونکہ قتل وہ ہوا ہے اور مطالبہ قصاص کا صحیح معنوں میں وہی حقدار ہے لیکن وہ قتل ہونے کی وجہ فوت ہو جاتا ہے اور قصاص لینے کی اس میں اہلیت نہیں رہتی۔ لہٰذا جس میت کی وراثت اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اسی طرح حکم قصاص بھی اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اسی طرح یہ تفریع ہے کہ اگر کوئی شخص زخمی ہوا ہے تو وہ اپنے مدمقابل آدمی کو اگر معاف کر دے اور قصاص کا مطالبہ نہ کرے تو وہ معاف کر سکتا ہے اور معاف کرنے والے کے اقارب اس میں دخل انداز نہیں ہو سکتے کیونکہ سبب اصلی کے ہوتے ہوئے سبب خلفی کا اختیار سلب ہو جاتا ہے۔

حق قصاص کے شرعی مأخذ کا بیان

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى ٱلْحُرُّ بِٱلْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ فَمَنْ عُفِىَ لَهُۥ مِنْ أَخِيهِ شَىْءٌ فَٱتِّبَاعٌۢ بِٱلْمَعْرُوفِ وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَـٰنٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ ٱعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرہ ۱۷۸)

اے ایمان والوں تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی۔ تو بھلائی سے تقاضا ہو اور اچھی طرح ادا، یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ پر ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت تو اس کے بعد جو زیادتی کرے، اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

قصاص کا مطلب ہے جان کے بدلے جان لینا۔ پھر دور نبوی کی سوسائٹی کی اصناف کے مطابق حکم دیا گیا۔ آزاد کے بدلے قاتل قوم کا کوئی آزاد مرد ہی قتل ہوگا۔ عورت یا غلام قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح غلام کے بدلے آزاد مرد یا عورت قتل نہیں ہوں گے۔ یہ تفصیل اللہ تعالیٰ نے اس لیے بیان فرمائی کہ اس دور کا دستور یہ تھا کہ اگر کسی قبیلہ کا کوئی معزز آدمی دوسرے قبیلے کے کسی عام آدمی کے ہاتھوں مارا جاتا تو وہ اصلی قاتل کے قتل کو کافی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ یا تو قاتل قبیلے کا ویسا ہی کوئی معزز آدمی قتل کیا جائے یا اس قبیلہ کے کئی آدمی اس کے عوض قتل کئے جائیں۔ اس کے برعکس مقتول اگر کوئی ادنیٰ آدمی اور قاتل معزز آدمی ہوتا تو وہ اس بات کو گوارا نہ کرتے تھے کہ مقتول کے بدلے قاتل کی جان لی جائے اور یہ بات صرف اس زمانے سے مختص نہیں بلکہ آج کی مہذب حاکم اقوام بھی یہی کچھ کرتی ہیں۔ قاتل اگر حاکم قوم سے تعلق رکھتا ہو تو عدالت کو اختیار نہیں کہ اس کے خلاف قصاص کا فیصلہ صادر کر سکے اور اگر بدقسمتی سے حاکم قوم کا کوئی شخص محکوم کے ہاتھوں قتل ہو جائے تو سمجھو کہ اس پوری قوم کی خیر نہیں اور اس پر طرح طرح کی تعزیتیں کھڑی کی جاتی ہیں انہی خرابیوں کے سدباب کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مقتول کے بدلے قاتل اور صرف قاتل ہی کی جان لی جائے گی یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ قاتل کون ہے اور مقتول کون؟

ہر محقون دم تابید کے قتل عمد پر قصاص واجب ہونے کا بیان

قَالَ (الْقِصَاصُ وَاجِبٌ بِقَتْلِ كُلِّ مَحْقُونِ الدَّمِ عَلَى التَّأْبِيدِ إِذَا قَتَلَ عَمْدًا) أَمَّا الْعَمْدِيَّةُ فَلِمَا

بَيَّنَّاهُ، وَاَمَّا حَقْنُ الدَّمِ عَلَى التَّأْبِيدِ فَلِتَنْتَفِيَ شُبْهَةُ الْإِبَاحَةِ وَتَتَحَقَّقَ الْمُسَاوَاةُ قَالَ (وَيُقْتَلُ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْحُرُّ بِالْعَبْدِ) لِلْعُمُومَاتِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يُقْتَلُ الْحُرُّ بِالْعَبْدِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ) وَمِنْ ضَرُورَةِ هٰذِهِ الْمُقَابَلَةِ اَنْ لَا يُقْتَلَ حُرٌّ بِعَبْدٍ، وَلِاَنَّ مَبْنَى الْقِصَاصِ عَلَى الْمُسَاوَاةِ وَهِيَ مُنْتَفِيَةٌ بَيْنَ الْمَالِكِ وَالْمَمْلُوكِ وَلِهٰذَا لَا يُقْطَعُ طَرَفُ الْحُرِّ بِطَرَفِهِ، بِخِلَافِ الْعَبْدِ بِالْعَبْدِ ؛ لِاَنَّهُمَا يَسْتَوِيَانِ، وَبِخِلَافِ الْعَبْدِ حَيْثُ يُقْتَلُ بِالْحُرِّ ؛ لِاَنَّهُ تَفَاوُتٌ اِلَى نُقْصَانٍ وَلَنَا اَنَّ الْقِصَاصَ يَعْتَمِدُ الْمُسَاوَاةَ فِي الْعِصْمَةِ وَهِيَ بِالدِّيْنِ وَبِالدَّارِ وَيَسْتَوِيَانِ فِيهِمَا، وَجَرَيَانُ الْقِصَاصِ بَيْنَ الْعَبْدَيْنِ يُؤْذِنُ بِانْتِفَاءِ شُبْهَةِ الْإِبَاحَةِ، وَالنَّصُّ تَخْصِيصٌ بِالذِّكْرِ فَلَا يَنْفِي مَا عَدَاهُ،

فرمایا کہ ہر وہ انسان جس کا خون دائمی طور پر محفوظ ہے جب اس کو عمد کی شرط کے ساتھ قتل کیا جائے تو قصاص واجب ہوگا۔اور عمد ہونے کی دلیل کو ہم بیان کر آئے ہیں۔اور ابدی طریقے سے خون کے محفوظ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خون کی اباحت کا شبہ ختم ہو جائے۔اور برابری ثابت ہو جائے۔اور آزاد کو آزاد کے بدلے میں اور غلام کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔کیونکہ قصاص والی آیات میں عموم ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے گا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آزاد کے مقابل آزاد اور غلام کے مقابل غلام کو بیان کیا ہے۔لہٰذا اس تقابل کا تقاضہ یہ ہوا کہ آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے گا۔کیونکہ قصاص کا دارومدار برابری پر ہے۔حالانکہ مالک و غلام کے درمیان برابری معدوم ہے۔اسی دلیل کے سبب آزاد کا عضو غلام کے عضو کے بدلے میں نہیں کاٹا جاتا۔جبکہ غلام کے بدلے غلام میں ایسا نہیں ہے۔کیونکہ وہ دونوں برابر ہیں۔جبکہ غلام کے بہ خلاف یہ صورت ہوگی کیونکہ غلام کو آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔کیونکہ یہ فرق جانب نقصان کو ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قصاص کا دارومدار عصمت میں برابر ہونے پر ہے۔اور یہ عصمت دین سے ہوتی ہے یا پھر دارالاسلام سے ہوتی ہے۔اور یہ دونوں برابر ہیں۔اور اسی طرح جو دو غلاموں کے درمیان قصاص جاری کیا جاتا ہے یہ اباحت خون کے شبہ کو ختم کرنے کی اطلاع دینے والا ہے۔جبکہ نص میں بیان کو خاص کیا گیا ہے۔پس یہ ذکر کردہ حکم کے سوا میں نفی کرنے والا نہ ہوگا۔

ذمی کے قصاص میں قتل مسلم پر فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَالْمُسْلِمُ بِالذِّمِّيِّ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ لَهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ) وَلِاَنَّهُ لَا مُسَاوَاةَ بَيْنَهُمَا وَقْتَ الْجِنَايَةِ، وَكَذَا الْكُفْرُ مُبِيحٌ فَيُورِثُ الشُّبْهَةَ وَلَنَا مَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَ مُسْلِمًا بِذِمِّيٍّ) وَلِاَنَّ الْمُسَاوَاةَ فِي الْعِصْمَةِ ثَابِتَةٌ نَظَرًا اِلَى التَّكْلِيفِ وَالدَّارِ وَالْمُبِيحُ كُفْرُ الْمُحَارِبِ دُونَ الْمُسَالِمِ، وَالْقَتْلُ بِمِثْلِهِ يُؤْذِنُ

بِانْتِفَاءِ الشُّبْهَةِ، وَالْمُرَادُ بِمَا رَوَى الْحَرْبِيُّ لِسِيَاقِهِ (وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ) وَالْعَطْفُ لِلْمُغَايَرَةِ قَالَ (وَلَا يُقْتَلُ بِالْمُسْتَأْمَنِ) ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مَحْقُونِ الدَّمِ عَلَى التَّأْبِيدِ، وَكَذَلِكَ كُفْرُهُ بَاعِثٌ عَلَى الْحِرَابِ ؛ لِأَنَّهُ عَلَى قَصْدِ الرُّجُوعِ (وَلَا يُقْتَلُ الذِّمِّيُّ بِالْمُسْتَأْمَنِ) لِمَا بَيَّنَّا

فرمایا کہ مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی کافر کے بدلے میں مومن کو قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ جنایت کے وقت ان میں کوئی برابری نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ کفر قتل کو مباح کرنے والا ہے۔ پس یہ شبہ پیدا کرنے والا بن جائے گا۔

ہماری دلیل یہ حدیث روایت کردہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ذمی کے بدلے قتل مسلم کا حکم دیا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مکلف ہونے اور دارالاسلام میں ہونے کے سبب عصمت میں برابری ثابت ہو جائے گی۔ اور قتل کو مباح کرنے والا کفر حربیوں کافروں کا ہے سلامتی والے کافروں کے لئے نہیں ہے۔ اور اسی طرح ذمی کا اپنے ہم مثل کے بدلے میں مقتول ہونا یہ شبہ کے ختم ہو جانے کی اطلاع دیتا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث سے حربی کافر مراد ہے۔ کیونکہ حدیث کا سیاق وسباق ''جبکہ نہ عہد والا جب اپنے عہد میں ہو'' اسی حکم پر دلالت کرتا ہے۔ اور عطف مغایرت کے لئے ہوا کرتا ہے۔

اور مسلمان کو مستأمن کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے گا۔ اس لئے کہ مستأمن دائمی طور پر معصوم دم والا نہیں ہے۔ اور اس کا کفر جنگ پر ابھارنے والا ہے۔ کیونکہ مستأمن واپسی کا قصد کرنے والا ہے۔ اور مستأمن کے بدلے میں ذمی کو بھی قتل نہ کیا جائے گا جس طرح ہم بیان کر آئے۔

مستأمن کے بدلے میں مستأمن کے قتل کا بیان

(وَيُقْتَلُ الْمُسْتَأْمَنُ بِالْمُسْتَأْمَنِ) قِيَاسًا لِلْمُسَاوَاةِ، وَلَا يُقْتَلُ اسْتِحْسَانًا لِقِيَامِ الْمُبِيحِ (وَيُقْتَلُ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ، وَالْكَبِيرُ بِالصَّغِيرِ، وَالصَّحِيحُ بِالْأَعْمَى وَالزَّمِنُ وَبِنَاقِصِ الْأَطْرَافِ وَبِالْمَجْنُونِ) لِلْعُمُومَاتِ، وَلِأَنَّ فِي اعْتِبَارِ التَّفَاوُتِ فِيمَا وَرَاءَ الْعِصْمَةِ امْتِنَاعَ الْقِصَاصِ وَظُهُورَ التَّقَاتُلِ وَالتَّفَانِي،

اور مستأمن کو مستأمن کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ قیاس کے مطابق دونوں میں برابری ہے۔ جبکہ استحسان کے مطابق قتل نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ علت اباحت پائی جا رہی ہے۔ اور مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اور بڑے کو چھوٹے کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اور تندرست آدمی کے کو نابینا، اپاہج، اطراف کٹے اور مجنون کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ حکم آیت میں عموم کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ عصمت کے سوا میں فرق کا اعتبار کرنے میں قصاص سے رک جانا ہوگا اور آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کی ہلاکت اس میں ظاہر ہے۔

باپ کو بیٹے کے بدلے میں قتل نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِابْنِهِ) لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِوَلَدِهٖ) وَهُوَ بِاِطْلَاقِهٖ حُجَّةٌ عَلٰى مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ قَوْلِهٖ يُقَادُ اِذَا ذَبَحَهٗ ذَبْحًا، وَلِاَنَّهٗ سَبَبٌ لِاِحْيَائِهٖ، فَمِنَ الْمُحَالِ اَنْ يُسْتَحَقَّ لَهٗ اِفْنَاؤُهٗ وَلِهٰذَا لَا يَجُوْزُ لَهٗ قَتْلُهٗ، وَاِنْ وَجَدَهٗ فِيْ صَفِّ الْاَعْدَاءِ مُقَاتِلًا اَوْ زَانِيًا وَهُوَ مُحْصَنٌ، وَالْقِصَاصُ يَسْتَحِقُّهُ الْمَقْتُوْلُ ثُمَّ يَخْلُفُهٗ وَارِثُهٗ، وَالْجَدُّ مِنْ قِبَلِ الرِّجَالِ اَوِ النِّسَاءِ، وَاِنْ عَلَا فِيْ هٰذَا بِمَنْزِلَةِ الْاَبِ، وَكَذَا الْوَالِدَةُ وَالْجَدَّةُ مِنْ قِبَلِ الْاَبِ اَوِ الْاُمِّ قَرُبَتْ اَوْ بَعُدَتْ لِمَا بَيَّنَّا، وَيُقْتَلُ الْوَلَدُ بِالْوَالِدِ لِعَدَمِ الْمُسْقِطِ،

فرمایا کہ باپ کو بیٹے کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا باپ سے اس کے بیٹے کے بدلے میں قصاص نہ لیا جائے گا۔ اور یہ مطلق ہونے کے سبب امام مالک علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ ان کا قول ہے کہ جب باپ اپنے بیٹے کو ذبح کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اگرچہ باپ بیٹے کے لئے زندگی کا سبب بنا ہے تو اس کا معنی یہ نہ ہوگا کہ وہ اس کو ختم کرنے کا حقدار بھی ہے۔ اسی دلیل کے سبب بیٹے کے لئے باپ کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ اپنے باپ کو دشمنوں کی صفوں میں لڑتا ہوا پائے یا زنا کرنے والا پائے جبکہ باپ محصن ہو۔

اور قصاص کا حقدار مقتول ہوتا ہے اور اپنے اس حق میں وارث کو اپنا خلیفہ بنانے والا ہے۔ اور مردوں اور عورتوں کی جانب سے جد کا ہونا یا اس سے اوپر والے درجے کا ہونا وہ اس مسئلہ میں باپ کے حکم میں ہوں گے۔ اور اسی طرح جب والدہ اور جدہ یہ جانب والد سے ہوں یا ماں سے ہوں یہ قریبی ہوں یا دور سے ہوں۔ یہ بھی اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ باپ کے بدلے میں بیٹے کو قتل کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہاں اسقاط دم معدوم ہے۔

غلام کے بدلے میں مالک کے قتل نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِعَبْدِهٖ وَلَا مُدَبَّرِهٖ وَلَا مُكَاتَبِهٖ وَلَا بِعَبْدِ وَلَدِهٖ) ؛ لِاَنَّهٗ لَا يَسْتَوْجِبُ لِنَفْسِهٖ عَلٰى نَفْسِهِ الْقِصَاصَ وَلَا وَلَدِهٖ عَلَيْهِ، وَكَذَا لَا يُقْتَلُ بِعَبْدٍ مَلَكَ بَعْضَهٗ ؛ لِاَنَّ الْقِصَاصَ لَا يَتَجَزَّاُ، قَالَ (وَمَنْ وَرِثَ قِصَاصًا عَلٰى اَبِيْهِ سَقَطَ) لِحُرْمَةِ الْاُبُوَّةِ،

فرمایا کہ کسی شخص کو اپنے غلام، مدبر، مکاتب اور اپنے بیٹے کے غلام کو قتل کرنے کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ انسان اپنی جان کے سبب سے اپنی ذات پر حق قصاص رکھنے والا نہیں ہے اور نہ اس کا بیٹا اس پر حق قصاص رکھنے والا ہے۔ ہاں انسان کو ایسے غلام کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے گا جس کے وہ بعض حصے کا مالک ہے۔ کیونکہ قصاص میں حصے نہیں ہوا کرتے۔ اور جب کوئی شخص اپنے باپ پر قصاص کا وارث بن گیا تو باپ کے محترم ہونے کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے گا۔

قصاص کا صرف تلوار سے ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُسْتَوْفَى الْقِصَاصُ إِلَّا بِالسَّيْفِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يُفْعَلُ بِهِ مِثْلُ مَا فَعَلَ إِنْ كَانَ فِعْلًا مَشْرُوعًا، فَإِنْ مَاتَ وَإِلَّا تُحَزُّ رَقَبَتُهُ ؛ لِأَنَّ مَبْنَى الْقِصَاصِ عَلَى الْمُسَاوَاةِ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا قَوَدَ إِلَّا بِالسَّيْفِ) وَالْمُرَادُ بِهِ السِّلَاحُ، وَلِأَنَّ فِيمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ اسْتِيفَاءُ الزِّيَادَةِ لَوْ لَمْ يَحْصُلِ الْمَقْصُودُ بِمِثْلِ مَا فَعَلَ فَيُحَزُّ فَيَجِبُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ كَمَا فِي كَسْرِ الْعَظْمِ،

فرمایا کہ قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قاتل کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے گا جو اس نے کیا ہے۔ البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ وہ عمل مشروع ہو۔ اور جب قاتل اسی میں فوت ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کی گردن کو کاٹ دیا جائے گا۔ کیونکہ قصاص کا دارومدار برابری پر ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قصاص صرف تلوار ہے۔ اور اس سے وہ ہتھیار مراد ہے کیونکہ جو حکم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اس میں وصولی میں زیادتی ہے۔ اور جب قاتل سے ایسا رویہ اختیار کرنے بھی مقصد حاصل نہ ہو تو پھر اس کی گردن کو کاٹ دیا جائے گا پس اس بچنا لازم ہوگا۔ جس طرح ہڈی کو توڑنے والا مسئلہ ہے۔

مکاتب کے قصاص کا آقا پر ہونے میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قُتِلَ الْمُكَاتَبُ عَمْدًا وَلَيْسَ لَهُ وَارِثٌ إِلَّا الْمَوْلَى وَتَرَكَ وَفَاءً فَلَهُ الْقِصَاصُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَا أَرَى فِي هَذَا قِصَاصًا) ؛ لِأَنَّهُ اشْتَبَهَ سَبَبُ الِاسْتِيفَاءِ فَإِنَّهُ الْوَلَاءُ إِنْ مَاتَ حُرًّا وَالْمِلْكُ إِنْ مَاتَ عَبْدًا، وَصَارَ كَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ بِعْتَنِي هَذِهِ الْجَارِيَةَ بِكَذَا، وَقَالَ الْمَوْلَى زَوَّجْتُهَا مِنْكَ لَا يَحِلُّ لَهُ وَطْؤُهَا لِاخْتِلَافِ السَّبَبِ كَذَا هَذَا وَلَهُمَا أَنَّ حَقَّ الِاسْتِيفَاءِ لِلْمَوْلَى بِيَقِينٍ عَلَى التَّقْدِيرَيْنِ وَهُوَ مَعْلُومٌ وَالْحُكْمُ مُتَّحِدٌ، وَاخْتِلَافُ السَّبَبِ لَا يُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَلَا إِلَى اخْتِلَافِ حُكْمٍ فَلَا يُبَالَى بِهِ، بِخِلَافِ تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ ؛ لِأَنَّ حُكْمَ مِلْكِ الْيَمِينِ يُغَايِرُ حُكْمَ النِّكَاحِ (وَلَوْ تَرَكَ وَفَاءً وَلَهُ وَارِثٌ غَيْرُ الْمَوْلَى فَلَا قِصَاصَ، وَإِنِ اجْتَمَعُوا مَعَ الْمَوْلَى) ؛ لِأَنَّهُ اشْتَبَهَ مَنْ لَهُ الْحَقُّ ؛ لِأَنَّهُ الْمَوْلَى إِنْ مَاتَ عَبْدًا، وَالْوَارِثُ إِنْ مَاتَ حُرًّا إِذْ ظَهَرَ الِاخْتِلَافُ بَيْنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي مَوْتِهِ عَلَى نَعْتِ الْحُرِّيَّةِ أَوِ الرِّقِّ، بِخِلَافِ الْأُولَى ؛ لِأَنَّ الْمَوْلَى مُتَعَيِّنٌ فِيهَا (وَإِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً وَلَهُ وَرَثَةٌ أَحْرَارٌ وَجَبَ الْقِصَاصُ لِلْمَوْلَى فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) ؛ لِأَنَّهُ مَاتَ عَبْدًا بِلَا رَيْبٍ لِانْفِسَاخِ الْكِتَابَةِ، بِخِلَافِ

مُعْتَقِ الْبَعْضِ إذَا مَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً، لِأَنَّ الْعِتْقَ فِي الْبَعْضِ لَا يَنْفَسِخُ بِالْعَجْزِ،

اور جب مکاتب کا قتل عمد ہوا اور آقا کے سوا اس کا کوئی وراث بھی نہیں ہے۔ اور اس نے بدل کتابت کی مقدار کے مطابق مال چھوڑا ہے۔ تو شیخین کے نزدیک آقا کو قصاص کا حق ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک حق قصاص آقا کے لئے نہ ہوگا کیونکہ وصول کرنے کا سبب بدل چکا ہے۔ پس جب مکاتب آزاد ہو کر فوت ہوا ہے تو اب حق ولاء ہوگا اور جب وہ غلام کی حالت میں فوت ہوا ہے تو حق ملکیت ہوگا۔ لہذا یہ مسئلہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی بندے نے کسی دوسرے آدمی سے کہا کہ تم نے یہ باندی مجھ کو اتنے میں بیچ دی ہے اور آقا نے یہ بات کہہ دی ہے کہ میں تمہارا اس کے ساتھ نکاح کر دیا ہے تو اس بندے کے لئے باندی سے جماع کرنا حلال نہ ہوگا۔ اس لئے کہ سبب مختلف ہو چکا ہے اور یہ مسئلہ بھی اسی مسئلے کی طرح ہے۔

جبکہ شیخین نے یہ بات کہی ہے کہ دونوں صورتوں میں یقینی طور پر آقا کو وصول کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور آقا اس بات کا علم بھی رکھتا ہے اور حکم بھی متحد ہے اور جہاں تک بات اختلاف سبب کی ہے کہ وہ نہ تو منازعت کی جانب لے جانے والی ہے اور نہ ہی اختلاف حکم کا سبب ہے۔ کیونکہ سبب کے مختلف ہونے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ جبکہ اس مسئلہ میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ملک یمین کا حکم یہ نکاح کے حکم سے مغایرت رکھنے والا ہے۔

اور جب مکاتب نے بدل کتابت کی ادائیگی کی مقدار کے برابر مال چھوڑا ہے اور آقا کے سوا اور بھی اس کا وارث ہے تو قصاص نہ ہوگا۔ خواہ ورثاء آقا کے ساتھ اکٹھے ہونے والے ہیں۔ کیونکہ قصاص جس کا حق تھا یہ اس سے مشتبہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ جب مکاتب حالت غلامی میں فوت ہوا ہے تو اس کے لئے حقدار آقا ہے۔ اور جب وہ آزاد ہو کر فوت ہوا ہے تو اس کا حق وارث کے لئے ہوگا۔ اسلئے کہ غلام کی صفت آزادی یا غلامی پر فوت ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی اختلاف ہوا ہے۔ جبکہ صورت اول میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ حق آقا معین ہے۔

اور جب مکاتب نے بدل کتابت کی ادائیگی کے برابر مال نہیں چھوڑا اور اس کے آزاد وارث بھی ہیں۔ تو سب کے نزدیک آقا کے لئے حق قصاص ہوگا۔ کیونکہ کتابت کے ختم ہو جانے کے سبب وہ حالت غلامی میں فوت ہونے والا ہے۔ جبکہ معتق بعض میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ فوت ہوا ہے اور سعایہ کے برابر اس نے مال نہیں چھوڑا۔ اس لئے کہ یہاں بعض حصے کی آزادی عجز کے سبب ختم نہ ہوگی۔

مرہون غلام کا مرتہن کے ہاں قتل ہو جانے پر عدم قصاص کا بیان

(وَإِذَا قُتِلَ عَبْدُ الرَّهْنِ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ لَمْ يَجِبِ الْقِصَاصُ حَتَّى يَجْتَمِعَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ)؛ لِأَنَّ الْمُرْتَهِنَ لَا مِلْكَ لَهُ فَلَا يَلِيهِ، وَالرَّاهِنُ لَوْ تَوَلَّاهُ لَبَطَلَ حَقُّ الْمُرْتَهِنِ فِي الدَّيْنِ فَيُشْتَرَطُ اجْتِمَاعُهُمَا لِيَسْقُطَ حَقُّ الْمُرْتَهِنِ بِرِضَاهُ

اور جب مرتہن کے پاس سے مرہون رکھا ہوا غلام قتل ہو گیا ہے تو قصاص واجب نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ جب راہن اور

مرتہن اکٹھے ہو جائیں۔ کیونکہ مرتہن کے لئے کوئی ملکیت نہیں ہے پس مرتہن کے لئے اس کی ولایت بھی نہ ہوگی۔ اور جب راہن قصاص میں مالک بنا ہے تو دین سے حق مرتہن ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ راہن اور مرتہن کا جمع ہونا شرط ہے۔ کہ رضائے مرتہن سے اس کا حق ساقط ہو جائے۔

قتل معتوہ پر حق قصاص باپ کے لئے ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا قُتِلَ وَلِيُّ الْمَعْتُوهِ فَلِاَبِيهِ اَنْ يَقْتُلَ) ؛ لِاَنَّهُ مِنَ الْوِلَايَةِ عَلَى النَّفْسِ شُرِعَ لِاَمْرٍ رَاجِعٍ اِلَيْهَا وَهُوَ تَشَفِّي الصَّدْرِ فَيَلِيهِ كَالْاِنْكَاحِ (وَلَهُ اَنْ يُصَالِحَ) ؛ لِاَنَّهُ اَنْظَرُ فِي حَقِّ الْمَعْتُوهِ، وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَعْفُوَ ؛ لِاَنَّ فِيهِ اِبْطَالَ حَقِّهِ (وَكَذٰلِكَ اِنْ قُطِعَتْ يَدُ الْمَعْتُوهِ عَمْدًا) لِمَا ذَكَرْنَا

اور جب معتوہ کے ولی کو قتل کر دیا گیا ہے تو اس کے باپ کو یہ حق ہوگا کہ وہ اس کے قاتل کو قتل کر دے گا۔ کیونکہ قصاص کا حق یہ ولایت نفس کے احکام میں سے ہے۔ یہ کسی ایسے حکم کے لئے مشروع ہوا ہے کہ جو جان کی جانب لوٹنے والا ہے۔ اور وہ شرح صدر ہے۔ کیونکہ باپ کو اس کی ولایت حاصل ہوگئی ہے۔ جس طرح باپ کے لئے ولایت نکاح ہے۔ اور باپ کو صلح کرنے کا حق بھی حاصل ہے۔ کیونکہ معتوہ کے حق میں زیادہ مہربانی اسی میں ہے۔ اور معتوہ کے باپ کو معاف کرنے کا حق نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں معتوہ کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ اور اسی طرح عمد کے طور پر معتوہ کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

وصی کا مرتبہ باپ میں ہونے کے باوجود قصاص نہ لینے کا بیان

(وَالْوَصِيُّ بِمَنْزِلَةِ الْاَبِ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ اِلَّا اَنَّهُ لَا يَقْتُلُ) ؛ لِاَنَّهُ لَيْسَ لَهُ وِلَايَةٌ عَلَى نَفْسِهِ وَهٰذَا مِنْ قَبِيلِهِ، وَيَنْدَرِجُ تَحْتَ هٰذَا الْاِطْلَاقِ الصُّلْحُ عَنِ النَّفْسِ وَاسْتِيفَاءُ الْقِصَاصِ فِي الطَّرَفِ فَاِنَّهُ لَمْ يَسْتَثْنِ اِلَّا الْقَتْلَ وَفِي كِتَابِ الصُّلْحِ اَنَّ الْوَصِيَّ لَا يَمْلِكُ الصُّلْحَ ؛ لِاَنَّهُ تَصَرُّفٌ فِي النَّفْسِ بِالْاِعْتِيَاضِ عَنْهُ فَيَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الْاِسْتِيفَاءِ وَوَجْهُ الْمَذْكُورِ هٰهُنَا اَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الصُّلْحِ الْمَالُ وَاَنَّهُ يَجِبُ بِعَقْدِهِ كَمَا يَجِبُ بِعَقْدِ الْاَبِ بِخِلَافِ الْقِصَاصِ ؛ لِاَنَّ الْمَقْصُودَ التَّشَفِّي وَهُوَ مُخْتَصٌّ بِالْاَبِ وَلَا يَمْلِكُ الْعَفْوَ ؛ لِاَنَّ الْاَبَ لَا يَمْلِكُهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْاِبْطَالِ فَهُوَ اَوْلَى وَقَالُوا الْقِيَاسُ اَلَّا يَمْلِكَ الْوَصِيُّ الْاِسْتِيفَاءَ فِي الطَّرَفِ كَمَا لَا يَمْلِكُهُ فِي النَّفْسِ ؛ لِاَنَّ الْمَقْصُودَ مُتَّحِدٌ وَهُوَ التَّشَفِّي وَفِي الْاِسْتِحْسَانِ يَمْلِكُهُ ؛ لِاَنَّ الْاَطْرَافَ يُسْلَكُ بِهَا مَسْلَكَ الْاَمْوَالِ فَاِنَّهَا خُلِقَتْ وِقَايَةً لِلْاَنْفُسِ كَالْمَالِ عَلَى مَا عُرِفَ فَكَانَ اسْتِيفَاؤُهُ بِمَنْزِلَةِ التَّصَرُّفِ فِي الْمَالِ، وَالصَّبِيُّ بِمَنْزِلَةِ الْمَعْتُوهِ فِي هٰذَا، وَالْقَاضِي بِمَنْزِلَةِ الْاَبِ فِي

الصَّحِیْحِ ؛ اَلَا تَرٰی اَنَّ مَنْ قُتِلَ وَلَا وَلِیَّ لَهٗ یَسْتَوْفِیْهِ السُّلْطَانُ، وَالْقَاضِیْ بِمَنْزِلَتِهٖ فِیْهِ

اور وصی ان مسائل میں باپ کے حکم میں ہوگا لیکن وہ قصاص نہ لے سکے گا۔ کیونکہ وصی کو اپنی جان پر ولایت نہیں ہے جبکہ قصاص لینا ولایت کے احکام میں سے ہے۔ اور اسی حکم کے مطابق نفس سے صلح کرنا اور عضو کا قصاص لینا ہے۔ کیونکہ امام محمد میسیے نے قتل کے سوا کسی چیز کا استثناء نہیں کیا ہے۔

اور مبسوط کی کتاب صلح میں یہ لکھا ہے کہ وصی صلح کا مالک نہیں ہے کیونکہ صلح نفس کی جانب سے بدلہ لینے کے سبب سے جان میں تصرف کرنا ہے۔ پس اس کو قصاص لینے کے حکم میں شمار کیا جائے گا۔ اور یہاں بیان کردہ روایت کی دلیل یہ ہے کہ صلح سے مقصود مال حاصل ہونے والا ہے۔ اور مال وصی کے عقد سے واجب ہو جاتا ہے۔ جس طرح وہ باپ کے عقد سے واجب ہوا کرتا ہے۔ جبکہ قصاص میں ایسا نہیں ہے کیونکہ قصاص سے دل کی تسلی ہوتی ہے۔ اور یہ مقصد باپ کے ساتھ خاص ہے۔ اور وصی معاف کرنے کا مالک نہ ہوگا۔ کیونکہ اس باپ بھی مالک نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس میں حق معتوہ کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ پس وصی بدرجہ اولیٰ اس کا مالک نہ ہوگا۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وصی قصاص طرف کا مالک بھی نہ ہو جس طرح وہ قصاص نفس کا مالک نہیں ہوتا۔ کیونکہ مقصود ایک ہے۔ اور دل کی تسلی ہے۔ جبکہ بطور استحسان وہ قصاص طرف کا مالک بن جائے گا۔ کیونکہ اطراف کے ساتھ مالوں جیسا معاملہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مال کی طرح ان کو بھی جانوں کی حفاظت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جس طرح یہ بتایا جا چکا ہے۔

پس وصی مال طرف نے وصول کرنا اور اس مال میں تصرف کرنے کے حکم میں ہوگا۔ اور بچہ اس باب میں معتوہ کے حکم میں ہے اور قول صحیح کے مطابق قاضی بھی باپ کے حکم میں ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قتل کیا جائے اور اس کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کا قصاص بادشاہ وصول کرے گا۔ اور قصاص وصول کرنے میں قاضی بادشاہ کے حکم میں ہے۔

مقتول کے اولیاء میں چھوٹے و بالغ بچوں کے ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قُتِلَ وَلَهٗ اَوْلِیَاءُ صِغَارٌ وَکِبَارٌ فَلِلْکِبَارِ اَنْ یَقْتُلُوا الْقَاتِلَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَقَالَا لَیْسَ لَهُمْ ذٰلِكَ حَتّٰی یُدْرِكَ الصِّغَارُ) ؛ لِاَنَّ الْقِصَاصَ مُشْتَرَكٌ بَیْنَهُمْ وَلَا یُمْکِنُ اسْتِیفَاءُ الْبَعْضِ لِعَدَمِ التَّجَزِّیْ، وَفِیْ اسْتِیفَائِهِمُ الْکُلَّ اِبْطَالُ حَقِّ الصِّغَارِ فَیُؤَخَّرُ اِلٰی اِدْرَاکِهِمْ کَمَا اِذَا کَانَ بَیْنَ الْکَبِیرَیْنِ وَاَحَدُهُمَا غَائِبٌ اَوْ کَانَ بَیْنَ الْمَوْلَیَیْنِ وَلَهٗ اَنَّهٗ حَقٌّ لَا یَتَجَزَّاُ لِثُبُوتِهٖ بِسَبَبٍ لَا یَتَجَزَّاُ وَهُوَ الْقَرَابَةُ، وَاحْتِمَالُ الْعَفْوِ مِنْ الصَّغِیرِ مُنْقَطِعٌ فَیَثْبُتُ لِکُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا کَمَلًا کَمَا فِیْ وِلَایَةِ الْاِنْکَاحِ، بِخِلَافِ الْکَبِیرَیْنِ ؛ لِاَنَّ احْتِمَالَ الْعَفْوِ مِنْ الْغَائِبِ ثَابِتٌ وَمَسْاَلَةُ الْمَوْلَیَیْنِ مَمْنُوعَةٌ

(شرح) فرمایا کہ جب کسی مقتول کے وارث چھوٹے بچے اور بالغ بچے ہیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بالغین کے لئے یہ حق ہوگا کہ وہ قاتل کو قتل کر ڈالیں۔

صاحبین نے کہا کہ ان اس وقت تک یہ اختیار نہ ہوگا کہ جب تک چھوٹے بچے بالغ ہو جائیں۔ کیونکہ قصاص ان کے درمیان مشترک ہے۔ اور قصاص اور اجزاء نہ ہونے کے سبب اس میں بعض کی وصولی ممکن نہیں ہے۔ اور بڑوں کا پورا قصاص وصول کرنے میں چھوٹوں کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ پس ان کے بڑے ہونے تک قصاص کو مؤخر کر دیا جائے گا۔ جس طرح جب قصاص دو بڑے لڑکوں کے درمیان مشترک ہے اور ان میں سے ایک غائب ہے یا اسی طرح جب قصاص دو آقاؤں کے درمیان مشترک ہو۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ قصاص ایک ایسا حق ہے جس میں اجزاء نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ ایسے سبب سے ثابت ہونے والا ہے جس میں حصے نہیں ہوتے۔ اور وہ سبب قرابت ہے۔ اور بچے کی جانب ختم کرنے کا احتمال ختم ہو کر دیا گیا ہے پس وہ ہر ایک کے حق میں کامل قصاص ثابت ہو جائے گا۔ جس طرح ولایت نکاح میں ہوا کرتا ہے۔ جبکہ دو بڑوں میں ایسا نہیں ہے کیونکہ غائب کی جانب سے معافی کا پہلو احتمال رکھنے والا ہے۔ اور دو آقاؤں والا مسئلہ ہم کو تسلیم بھی نہیں ہے۔

پھاوڑے سے قتل کرنے والے سے قصاص لینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ضَرَبَ رَجُلًا بِمَرٍّ فَقَتَلَهُ، فَإِنْ أَصَابَهُ بِالْحَدِيدِ قُتِلَ بِهِ وَإِنْ أَصَابَهُ بِالْعُودِ فَعَلَيْهِ الدِّيَةُ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَهَذَا إذَا أَصَابَهُ بِحَدِّ الْحَدِيدِ لِوُجُودِ الْجُرْحِ فَكَمُلَ السَّبَبُ، وَإِنْ أَصَابَهُ بِظَهْرِ الْحَدِيدِ فَعِنْدَهُمَا يَجِبُ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ اعْتِبَارًا مِنْهُ لِلْآلَةِ، وَهُوَ الْحَدِيدُ وَعَنْهُ إنَّمَا يَجِبُ إذَا جَرَحَ، وَهُوَ الْأَصَحُّ عَلَى مَا نُبَيِّنُهُ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَعَلَى هَذَا الضَّرْبُ بِسَنَجَاتِ الْمِيزَانِ؛ وَأَمَّا إذَا ضَرَبَهُ بِالْعُودِ فَإِنَّمَا تَجِبُ الدِّيَةُ لِوُجُودِ قَتْلِ النَّفْسِ الْمَعْصُومَةِ وَامْتِنَاعِ الْقِصَاصِ حَتَّى لَا يُهْدَرَ الدَّمُ، ثُمَّ قِيلَ: هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْعَصَا الْكَبِيرَةِ فَيَكُونُ قَتْلًا بِالْمُثْقَلِ، وَفِيهِ خِلَافُ أَبِي حَنِيفَةَ عَلَى مَا نُبَيِّنُ، وَقِيلَ هُوَ بِمَنْزِلَةِ السَّوْطِ، وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْمُوَالَاةِ لَهُ أَنَّ الْمُوَالَاةَ فِي الضَّرَبَاتِ إلَى أَنْ مَاتَ دَلِيلُ الْعَمْدِيَّةِ فَيَتَحَقَّقُ الْمُوجِبُ وَلَنَا مَا رَوَيْنَا (أَلَا إنَّ قَتِيلَ خَطَإِ الْعَمْدِ) وَيُرْوَى "شِبْهِ الْعَمْدِ" الْحَدِيثَ وَلِأَنَّ فِيهِ شُبْهَةَ عَدَمِ الْعَمْدِيَّةِ؛ لِأَنَّ الْمُوَالَاةَ قَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلتَّأْدِيبِ أَوْ لَعَلَّهُ اعْتَرَاهُ الْقَصْدُ فِي خِلَالِ الضَّرَبَاتِ فَيَعْرَى أَوَّلُ الْفِعْلِ عَنْهُ وَعَسَاهُ أَصَابَ الْمَقْتَلَ، وَالشُّبْهَةُ دَارِئَةٌ لِلْقَوَدِ فَوَجَبَتِ الدِّيَةُ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے پھاوڑا مار کر کسی کو قتل کر دیا ہے اور مقتول کو وہ لوہا جا لگا ہے۔ تو اس کے بدلے میں قاتل کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور جب اس کو لکڑی لگ گئی ہے تو وہ مارنے والے پر دیت لازم ہو جائے گی۔

مصنف عِشْیْنِیں نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہوگا۔ کہ جس وقت مضروب کو لوہے کی دھار لگی ہو کہ وہ زخم ہو جائے اور سبب مکمل ہو جائے۔ اور جب اس کو لوہے کی پشت لگی ہے تب بھی صاحبین نے کہا ہے کہ قاتل پر قصاص واجب ہوگا۔

حضرت امام اعظم عِشْیْنِیں سے بھی ایک روایت اسی طرح بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ آلہ کا اعتبار کرتے ہیں اور یہاں آلہ لوہا ہے۔ اور امام اعظم عِشْیْنِیں سے دوسری روایت یہ ہے کہ قصاص اس وقت واجب ہوگا۔ جب زخم ہوا ہے اور زیادہ صحیح یہی روایت ہے۔ جس طرح ان شاء اللہ ہم اس کو بیان کر دیں گے۔ اور ترازو کے پلڑے سے مار کر قتل کرنے کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پھاوڑا یہ بڑی لاٹھی کے حکم میں ہے پس یہ بھاری چیز کے قتل کی طرح ہوگا۔ اور اس میں امام اعظم عِشْیْنِیں کا اختلاف ہے۔ اسی وضاحت کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ کوڑے کے حکم میں ہے اور امام شافعی عِشْیْنِیں نے اختلاف کیا ہے۔ اور یہ مسئلہ موالات کا ہے۔ اور آپ کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت تک مسلسل مارتے رہنا ہے کہ جس سے مضروب فوت ہو جائے تو یہ عمد ہونے کی علامت ہے پس قصاص کو واجب کرنے والا سبب ثابت ہو جائے گا۔

ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں، لیکن جب قتل عمد خطاء کے طور پر ہو اور شبہ عمد بھی روایت کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل عمد نہ ہونے کا شبہ بھی پایا جا رہا ہے۔ کیونکہ مسلسل مارنا یہ کبھی کبھی ادب سکھانے کے لئے بھی ہوا کرتا ہے۔ یا ممکن ہے کہ مارنے والے کو مارنے کے دوران ارادہ لاحق ہونے والا ہے۔ پس پہلی ضرب ارادے سے خالی ہوگی یا یہ بھی ممکن ہے کہ ضرب نے مقتل کو پایا ہے اور شبہ قصاص کو ختم کرنے والا ہے پس دیت واجب ہو جائے گی۔

ڈبونے والے قصاص میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَرَّقَ صَبِيًّا اَوْ بَالِغًا فِي الْبَحْرِ فَلَا قِصَاصَ) عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: يُقْتَصُّ مِنْهُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، غَيْرَ اَنَّ عِنْدَهُمَا يُسْتَوْفَى حَزًّا وَعِنْدَهُ يُغَرَّقُ كَمَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ لَهُمْ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ غَرَّقَ غَرَّقْنَاهُ) وَلِاَنَّ الْاٰلَةَ قَاتِلَةٌ فَاسْتِعْمَالُهَا اَمَارَةُ الْعَمْدِيَّةِ، وَلَا مِرَاءَ فِي الْعِصْمَةِ وَلَهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلَا اِنَّ قَتِيلَ خَطَإِ الْعَمْدِ قَتِيلُ السَّوْطِ وَالْعَصَا) وَفِيهِ (وَفِي كُلِّ خَطَإٍ اَرْشٌ) ؛ لِاَنَّ الْاٰلَةَ غَيْرُ مُعَدَّةٍ لِلْقَتْلِ، وَلَا مُسْتَعْمَلَةٌ فِيهِ لِتَعَذُّرِ اسْتِعْمَالِهِ فَتَمَكَّنَتْ شُبْهَةُ عَدَمِ الْعَمْدِيَّةِ وَلِاَنَّ الْقِصَاصَ يُنْبِئُ عَنِ الْمُمَاثَلَةِ، وَمِنْهُ يُقَالُ: اقْتَصَّ اَثَرَهُ، وَمِنْهُ الْقَصَّةُ لِلْجَلَمَيْنِ، وَلَا تَمَاثُلَ بَيْنَ الْجَرْحِ وَالدَّقِّ لِقُصُورِ الثَّانِي عَنْ تَخْرِيبِ الظَّاهِرِ، وَكَذَا لَا يَتَمَاثَلَانِ فِي حِكْمَةِ الزَّجْرِ ؛ لِاَنَّ الْقَتْلَ بِالسِّلَاحِ غَالِبٌ وَبِالْمُثَقَّلِ نَادِرٌ، وَمَا رَوَاهُ غَيْرُ مَرْفُوعٍ اَوْ هُوَ مَحْمُولٌ عَلَى السِّيَاسَةِ، وَقَدْ اَوْمَتْ اِلَيْهِ اِضَافَتُهُ اِلَى نَفْسِهِ فِيهِ وَاِذَا امْتَنَعَ الْقِصَاصُ وَجَبَتِ الدِّيَةُ، وَهِيَ عَلَى الْعَاقِلَةِ، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ وَاخْتِلَافَ الرِّوَايَتَيْنِ فِي الْكَفَّارَةِ.

شرح اور جب کسی شخص نے کسی بالغ کو یا بچے کو دریا میں ڈبو دیا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قصاص نہ ہوگا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ قصاص لیا جائے گا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ہاں البتہ صاحبین کے نزدیک گردن کو کاٹ کر قصاص لیا جائے گا۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو ڈبویا جائے گا۔ جس طرح اس سے پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو غرق کرے ہم اس کو غرق کر دیں گے۔ کیونکہ وہ بھی آلہ قتل سے قتل کرنے والا ہے تو اس کو استعمال کرنا یہ اس کے عمد ہونے کی نشانی ہے۔ اور دم کی عصمت میں کسی قسم کا شبہ بھی نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ شبہ عمد والا مقتول کوڑے اور عصا کا مقتول ہے۔ اور ہر خطاء میں دیت واجب ہے۔ جبکہ یہ آلہ قتل کے لئے اگرچہ نہیں بنایا گیا ہے اور اس کا استعمال بھی قتل کے لئے نہیں کیا جاتا کیونکہ اس طرح اس کا استعمال ناممکن ہے۔ پس اس میں عمد نہ ہونے کا شبہ پایا گیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہ قصاص میں ہم مثل ہونے کی خبر دینے والا ہے۔ اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ فلاں بندے نے فلاں کی اتباع کی ہے۔ اور قینچی کے دونوں پھلوں کے لئے مقاصہ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کوٹنے کے زخم کے درمیان کوئی مماثلت ہی نہیں ہے کیونکہ دوسرا ظاہر کو خراب کرنے میں ناقص ہے۔ اور کوٹنے کا زخم سزا کی حکمت سے میں بھی مماثلت رکھنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ ہتھیار سے قتل کرنا غالب ہے۔ جبکہ بھاری چیز سے قتل کرنا بھی شاذ و نادر ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ روایت مرفوع نہیں ہے۔ کیونکہ وہ سیاست پر محمول کی گئی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ڈبونے کی اضافت کو اپنی جانب کیا ہے یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ اور جب قصاص ممتنع ہو چکا ہے تو دیت واجب ہوگی۔ اور وہ عاقلہ پر واجب ہوگی۔ ہم اس کو بیان کر آئے ہیں جبکہ کفارے میں دونوں روایات کا اختلاف ہے۔

زخمی کے بیمار رہنے کے بعد مرنے والے کے قصاص کا بیان

قَالَ (وَمَنْ جَرَحَ رَجُلًا عَمْدًا فَلَمْ يَزَلْ صَاحِبَ فِرَاشٍ حَتّٰى مَاتَ فَعَلَيْهِ الْقِصَاصُ) لِوُجُودِ السَّبَبِ وَعَدَمِ مَا يُبْطِلُ حُكْمَهُ فِي الظَّاهِرِ فَأُضِيفَ اِلَيْهِ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے بطور عمد کسی کو زخمی کر دیا ہے اور زخمی شخص کچھ دن بیمار رہا اور اسکے بعد وہ فوت ہو گیا ہے تو زخمی کرنے والے پر قصاص واجب ہوگا۔ کیونکہ موت کا سبب پایا جا رہا ہے۔ اور یہاں کوئی ایسا معاملہ بھی نہیں ہے جو ظاہری طور پر سبب کے حکم کو باطل کرنے والا ہو۔ پس یہاں حکم سبب کی جانب مضاف ہوگا۔

درمیان صف مسلمان کو مشرک سمجھتے ہوئے قتل کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا الْتَقَى الصَّفَّانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ فَقَتَلَ مُسْلِمٌ مُسْلِمًا ظَنَّ اَنَّهُ مُشْرِكٌ فَلَا قَوَدَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ) لِاَنَّ هٰذَا اَحَدُ نَوْعَيِ الْخَطَإِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، وَالْخَطَأُ بِنَوْعَيْهِ لَا يُوجِبُ الْقَوَدَ وَيُوجِبُ الْكَفَّارَةَ، وَكَذَا الدِّيَةُ عَلٰى مَا نَطَقَ بِهِ نَصُّ الْكِتَابِ (وَلَمَّا اخْتَلَفَتْ

سُيُوفُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى الْيَمَانِ اَبِي حُذَيْفَةَ قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِالدِّيَةِ) قَالُوْا : اِنَّمَا تَجِبُ الدِّيَةُ اِذَا كَانُوا مُخْتَلِطِينَ، فَاِنْ كَانَ فِي صَفِّ الْمُشْرِكِينَ لَا تَجِبُ لِسُقُوطِ عِصْمَتِهِ بِتَكْثِيرِ سَوَادِهِمْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)

اور جب مسلمانوں اور مشرکین کی دوصفوں میں باہمی بھیڑ کی وجہ سے ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو مشرک گمان کرتے ہوئے قتل کر دیا ہے تو اس پر قصاص نہ ہوگا۔ جبکہ کفارہ واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ قتل خطاء کی دونوں اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں، اور قتل اپنی دونوں اقسام میں قصاص کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔ جبکہ دیت وکفارے کو واجب کرنے والا ہے۔ جس اس کے بارے میں قرآن کی نص بیان کر رہی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی یمان پر پڑیں تو آپ ﷺ نے دیت کا فیصلہ کیا تھا۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ دیت اس وقت واجب ہوگی۔ جب مسلمان اور کافر ایک دوسرے سے لڑائی کر رہے ہیں مگر جب کوئی مسلمان مشرکین کی صف میں ہو تو دیت واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ مشرکوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے سبب اس کی عصمت ساقط ہو چکی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس بندے نے کسی کی تعداد میں اضافہ کیا ہے تو وہ بھی ان میں سے ہوگا۔

سر پھاڑنے یا پھڑوانے کی صورت میں وجوب دیت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ شَجَّ نَفْسَهُ وَشَجَّهُ رَجُلٌ وَعَقَرَهُ اَسَدٌ وَاَصَابَتْهُ حَيَّةٌ فَمَاتَ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ فَعَلَى الْاَجْنَبِيِّ ثُلُثُ الدِّيَةِ) ؛ لِاَنَّ فِعْلَ الْاَسَدِ وَالْحَيَّةِ جِنْسٌ وَاحِدٌ لِكَوْنِهِ هَدَرًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَفِعْلُهُ بِنَفْسِهِ هَدَرٌ فِي الدُّنْيَا مُعْتَبَرٌ فِي الْاٰخِرَةِ حَتّٰى يَاْثَمَ عَلَيْهِ وَفِي النَّوَادِرِ اَنَّ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ يُغَسَّلُ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ يُغَسَّلُ وَلَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَفِي شَرْحِ السِّيَرِ الْكَبِيرِ ذَكَرَ فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهِ اخْتِلَافَ الْمَشَايِخِ عَلٰى مَا كَتَبْنَاهُ فِي كِتَابِ التَّجْنِيسِ وَالْمَزِيدِ فَلَمْ يَكُنْ هَدَرًا مُطْلَقًا وَكَانَ جِنْسًا آخَرَ، وَفِعْلُ الْاَجْنَبِيِّ مُعْتَبَرٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَصَارَتْ ثَلَاثَةَ اَجْنَاسٍ فَكَاَنَّ النَّفْسَ تَلِفَتْ بِثَلَاثَةِ اَفْعَالٍ فَيَكُونُ التَّالِفُ بِفِعْلِ كُلِّ وَاحِدٍ ثُلُثَهُ فَيَجِبُ عَلَيْهِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے اپنا سر پھاڑ دیا ہے اور دوسرے شخص نے بھی اس کو چھوڑ دیا ہے اور شیر نے بھی اس کو پھاڑا ہے اور سانپ نے ڈس لیا ہے اور ان مذکورہ اسباب کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا ہے تو اس اجنبی شخص پر دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ شیر وسانپ کا عمل ایک جنس کا ہے۔ کیونکہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں معاف ہیں۔ اور اس بندے کا اپنا فعل یہ دنیا میں معاف ہے۔ جبکہ آخرت میں اس کا اعتبار بھی کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ آدمی اس عمل پر گناہگار ہوگا۔

طرفین کے مطابق نوادر میں ہے کہ اس شخص کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھا جائے گا۔ جبکہ امام ابو یوسف

بعض ﷫ نے کہا ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا لیکن نماز جنازہ نہ پڑھا جائے گا۔

سیر کبیر میں مشائخ فقہاء کا اس میں اختلاف ذکر کیا گیا ہے۔ جس کو ہم نے کتاب تجنیس و مزید میں بیان کیا ہے۔ پس اس کا اپنا عمل بیکار نہ جائے گا۔ جبکہ اجنبی کے فعل کا اعتبار دنیا و آخرت دونوں میں کیا جائے گا۔ پس سارے افعال تین اجناس میں ہو گئے ہیں۔ کہ جان تینوں افعال سے ضائع ہونے والی ہے۔ اور ہر ایک عمل سے تہائی جان ضائع ہوئی ہے پس ہر فعل پر تہائی دیت واجب ہو گی۔ اللہ ہی سے زیادہ جاننے والا ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل تابع قصاص چیزوں کے بیان میں ہے﴾

فصل تابع قصاص کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب ان مسائل کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں جو قصاص کو واجب کرنے والے ہیں۔ تو اس کے بعد ان مسائل کو بیان کر رہے ہیں جو ان مسائل کو لاحق ہونے والے ہیں۔ پس ان کے الحاق کے سبب ان کو ایک فصل میں بیان کیا ہے کیونکہ یہ بطور اتباع انہی مسائل میں سے ہیں اور تابع ہمیشہ سے متبوع سے مؤخر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے اس فصل کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

مسلمانوں پر تلوار تان لینے کے قتل کا بیان

قَالَ (وَمَنْ شَهَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ سَيْفًا فَعَلَيْهِمْ اَنْ يَقْتُلُوهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ شَهَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ سَيْفًا فَقَدْ اَطَلَّ دَمَهُ) وَلِاَنَّهُ بَاغٍ فَتَسْقُطُ عِصْمَتُهُ بِبَغْيِهِ، وَلِاَنَّهُ تَعَيَّنَ طَرِيقًا لِدَفْعِ الْقَتْلِ عَنْ نَفْسِهِ فَلَهُ قَتْلُهُ وَقَوْلُهُ فَعَلَيْهِمْ وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ فَحَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ اَنْ يَقْتُلُوهُ إِشَارَةٌ إِلَى الْوُجُوبِ، وَالْمَعْنَى وُجُوبُ دَفْعِ الضَّرَرِ وَفِي سَرِقَةِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : وَمَنْ شَهَرَ عَلَى رَجُلٍ سِلَاحًا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا أَوْ شَهَرَ عَلَيْهِ عَصًا لَيْلًا فِي مِصْرٍ أَوْ نَهَارًا فِي طَرِيقٍ فِي غَيْرِ مِصْرٍ فَقَتَلَهُ الْمَشْهُورُ عَلَيْهِ عَمْدًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِمَا بَيَّنَّا، وَهَذَا ؛ لِاَنَّ السِّلَاحَ لَا يَلْبَثُ فَيَحْتَاجُ إِلَى دَفْعِهِ بِالْقَتْلِ وَالْعَصَا الصَّغِيرَةِ، وَإِنْ كَانَتْ تَلْبَثُ وَلَكِنْ فِي اللَّيْلِ لَا يَلْحَقُهُ الْغَوْثُ فَيَضْطَرُّ إِلَى دَفْعِهِ بِالْقَتْلِ، وَكَذَا فِي النَّهَارِ فِي غَيْرِ الْمِصْرِ فِي الطَّرِيقِ لَا يَلْحَقُهُ الْغَوْثُ فَإِذَا قَتَلَهُ كَانَ دَمُهُ هَدَرًا قَالُوا : فَإِنْ كَانَ عَصًا لَا تَلْبَثُ يَحْتَمِلُ اَنْ تَكُونَ مِثْلَ السِّلَاحِ عِنْدَهُمَا

فرمایا کہ جس شخص نے اہل اسلام پر تلوار تان لی تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے مسلمانوں پر تلوار کو تان لیا اس نے اپنا خون ضائع کر دیا ہے کیونکہ وہ باغی ہے۔ پس اس کے باغی ہونے سبب اس کی عصمت ساقط ہو چکی ہے۔ کیونکہ اپنے آپ کو بچانے کا معین طریقہ اس کا قتل ہے۔ پس مسلمانوں کے لئے اس کو قتل کرنے کا حق حاصل ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کا یہ قول ''ان پر'' اور جامع صغیر میں یہ کہا ہے کہ مسلمانوں پر حق ہے کہ وہ اس کو قتل کر دیں یہ قتل کے

وجوب کی جانب اشارہ کر رہا ہے۔ اور اس کی دلیل نقصان کو دور کرنے کا وجوب ہے۔

اور کتاب سرقہ جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی شخص نے رات کو یا دن میں کوئی ہتھیار کسی پر تان لیا یا اس نے رات کے وقت کسی پر لاٹھی تان لی ہے اور دن کے وقت وہ شہر کے سوار اہوں میں ایسا کرنے والا ہے اور جب مشہور علیہ نے شاہر کو قتل کر دیا ہے تو مشہور علیہ پر کچھ لازم نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ اچھے، الا ہتھیار رکنے والا نہیں ہے پس مشہور قتل کو دور کرنے کے لئے اپنے دفاع پر مجبور ہے جبکہ چھوٹی لاٹھی اگر چہ رک سکتی ہے مگر رات کے وقت مشہور علیہ کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ پس اپنے دفاع میں وہ بھی قتل کرنے میں ضرورت رکھتا ہے۔ اور اسی طرح دن کے سات شہر کے سوار استوں میں بھی مشہور علیہ کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔ اور اب جب مشہور علیہ نے شاہر کو قتل کر دیا ہے تو اس کا خون ضائع ہو جائے گا۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ جب وہ لاٹھی ایسی ہے جو رکنے والی نہیں ہے۔ تو صاحبین کے نزدیک یہ احتمال ہوگا کہ وہ بھی ہتھیار کی طرح بھی جائے گی۔

مجنون کو ہتھیار کسنے پر قتل کر دینے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ شَهَرَ الْمَجْنُونُ عَلٰى غَيْرِهِ سِلَاحًا فَقَتَلَهُ الْمَشْهُورُ عَلَيْهِ عَمْدًا فَعَلَيْهِ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ الصَّبِيُّ وَالدَّابَّةُ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجِبُ الضَّمَانُ فِي الدَّابَّةِ وَلَا يَجِبُ فِي الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ لِلشَّافِعِيِّ أَنَّهُ قَتَلَهُ دَافِعًا عَنْ نَفْسِهِ فَيُعْتَبَرُ بِالْبَالِغِ الشَّاهِرِ، وَلِأَنَّهُ يَصِيرُ مَحْمُولًا عَلٰى قَتْلِهِ بِفِعْلِهِ فَأَشْبَهَ الْمُكْرَهَ وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ فِعْلَ الدَّابَّةِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ أَصْلًا حَتّٰى لَوْ تَحَقَّقَ لَا يُوجِبُ الضَّمَانَ أَمَّا فِعْلُهُمَا مُعْتَبَرٌ فِي الْجُمْلَةِ حَتّٰى لَوْ حَقَّقْنَاهُ يَجِبُ عَلَيْهِمَا الضَّمَانُ، وَكَذَا عِصْمَتُهُمَا لِحَقِّهِمَا وَعِصْمَةُ الدَّابَّةِ لِحَقِّ مَالِكِهَا فَكَانَ فِعْلُهُمَا مُسْقِطًا لِلْعِصْمَةِ دُونَ فِعْلِ الدَّابَّةِ، وَلَنَا أَنَّهُ قَتَلَ شَخْصًا مَعْصُومًا أَوْ أَتْلَفَ مَالًا مَعْصُومًا حَقًّا لِلْمَالِكِ وَفِعْلُ الدَّابَّةِ لَا يَصْلُحُ مُسْقِطًا وَكَذَا فِعْلُهُمَا، وَإِنْ كَانَتْ عِصْمَتُهُمَا حَقَّهُمَا لِعَدَمِ اخْتِيَارٍ صَحِيحٍ وَلِهٰذَا لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ بِتَحَقُّقِ الْفِعْلِ مِنْهُمَا، بِخِلَافِ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ؛ لِأَنَّ لَهُ اخْتِيَارًا صَحِيحًا، وَإِنَّمَا لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ لِوُجُودِ الْمُبِيحِ وَهُوَ دَفْعُ الشَّرِّ فَتَجِبُ الدِّيَةُ

ترجمہ اور جب کسی مجنون شخص نے دوسرے پر ہتھیار تان لیا اور مشہور علیہ نے اس کو بطور عمد قتل کر دیا ہے تو مشہور علیہ کے مال میں سے اس کی دیت واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ قاتل پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اسی اختلاف کے مطابق بچے اور جانور کا اختلاف ہے۔ حضرت

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جانور میں قاتل پر ضمان واجب ہے۔ جبکہ بچے اور مجنون میں کچھ واجب نہیں ہے۔
حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ قاتل نے اپنے دفاع کے لئے قتل کیا ہے پس اس کو بالغ شاہر پر قیاس کریں گے۔
اور یہ بھی دلیل ہے کہ مقتول کے فعل نے اس کو قتل کرنے پر برانگیختہ کیا ہے۔ پس یہ مجبور کیے گئے شخص کے مشابہ ہو جائے گا۔
حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ جانور کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر وہ ثابت ہو بھی جاتا ہے تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگا۔ جبکہ بچہ اور مجنون تو ان دونوں کا عمل اگر چہ مجموعی طور پر اعتبار کرلیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ان دونوں کا عمل ثابت ہو جائے تو ان پر ضمان واجب ہو جائے گا۔ اور یہ ان کے حق عصمت کے سبب سے ہے۔ جبکہ جانور کی عصمت اس کے حق مالک کے سبب سے ہے۔ پس ان دونوں کا عمل عصمت کو ساقط کرنے والا ہے۔ جبکہ جانور کا عمل یہ سقوط عصمت والا نہ ہوگا۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ مشہور علیہ نے ایک معصوم جان کو قتل کیا ہے یا اس نے ایسے مال کو ضائع کیا ہے جو مالک کے حق کے سبب معصوم ہے۔ جبکہ جانور کا عمل یہ ساقط کرنے کی صلاحیت رکھنے والا نہیں ہے۔ اور بچے اور مجنون کا عمل بھی مسقط نہیں ہے۔ خواہ ان کو حق عصمت ہے۔ کیونکہ ان کا اختیار درست نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے ان کی جانب عمل ثابت ہونے سے قصاص واجب نہیں ہوتا۔ جبکہ عاقل بالغ میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا اختیار درست ہے۔ پس اس اباحت کے سبب قصاص واجب نہ ہوگا اور شر کو دور کرنے والی اباحت ہی ہے۔ پس دیت واجب ہو جائے گی۔

شہر میں ہتھیار اٹھانے والے کو مارنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ شَهَرَ عَلٰى غَيْرِهٖ سِلَاحًا فِي الْمِصْرِ فَضَرَبَهٗ ثُمَّ قَتَلَهُ الْاٰخَرُ فَعَلَى الْقَاتِلِ الْقِصَاصُ) مَعْنَاهُ : إِذَا ضَرَبَهٗ فَانْصَرَفَ ، لِأَنَّهٗ خَرَجَ مِنْ أَنْ يَّكُوْنَ مُحَارِبًا بِالْاِنْصِرَافِ فَعَادَتْ عِصْمَتُهٗ، قَالَ (وَمَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ لَيْلًا وَأَخْرَجَ السَّرِقَةَ فَاتَّبَعَهٗ وَقَتَلَهٗ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (قَاتِلْ دُوْنَ مَالِكَ) وَلِأَنَّهٗ يُبَاحُ لَهُ الْقَتْلُ دَفْعًا فِي الْاِبْتِدَاءِ فَكَذَا اسْتِرْدَادًا فِي الْاِنْتِهَاءِ، وَتَأْوِيْلُ الْمَسْأَلَةِ إِذَا كَانَ لَا يَتَمَكَّنُ مِنَ الْاِسْتِرْدَادِ إِلَّا بِالْقَتْلِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

فرمایا کہ جب کسی بندے نے شہر میں کسی دوسرے شخص پر ہتھیار کو اٹھایا ہے اور اس نے اس کو مارا ہے مگر مشہور علیہ نے شاہر کو قتل کر دیا ہے تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب شاہر مار کر واپس پلٹ آیا ہے پس اسی لوٹنے کے سبب وہ محاربت سے خارج ہو چکا ہے۔ پس اس کی عصمت بھی لوٹ کر آ جائے گی۔
فرمایا کہ جب کوئی رات کے وقت کسی دوسرے آدمی کے پاس گیا اور اس نے چوری کا مال نکال باہر کیا ہے اس کے بعد مالک مکان نے چور کو پیچھا کرتے ہوئے اس کو قتل کر دیا ہے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے مال کی حفاظت میں قتال کرو۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اپنے دفاع کے لئے بھی اس کا قتل مباح ہو چکا تھا۔ تو واپسی کے لئے انتہائی طور پر بھی اس کا قتل مباح ہو جائے گا۔ اور اس مسئلہ کی توجیہ یہ ہے کہ جب وہ قتل کے بغیر سامان کی واپسی پر قدرت رکھنے والا نہ ہو۔ اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ الْقِصَاصِ فِيمَا دُوْنَ النَّفْسِ

﴿یہ باب جان کے سوا قتل میں قصاص کے بیان میں ہے﴾

باب دون نفس کے قصاص کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جان سے متعلق واجب ہونے والے قصاص کے مسائل سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے مسائل کو شروع کیا ہے۔ جو جان نہیں بلکہ اس کے مختلف اعضاء کے سبب قصاص واجب ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اعضاء جان کی فروعات میں سے ہیں۔ اور فروعات ہمیشہ مؤخر ہوا کرتی ہیں۔ اور دوسرا سبب یہ ہے کہ اعضاء یہ جان کے تابع ہے اور تابع بھی مؤخر ہوتا ہے۔ لہٰذا انہی وجوہات کے پیش نظر مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کے مسائل کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، کتاب جنایات، بیروت)

قصاص نفس و دون نفس کے شرعی ماٴخذ کا بیان

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (المائدہ،45)

اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا، کہ جان کے بدلے جان، اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے، پھر جو دل کی خوشی سے بدلہ کراوے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (کنزالایمان)

قصاص میں یہودی قبائل کی ایک دوسرے پر برتری کا تصور:۔ مدینہ میں یہود کے تین قبائل آباد تھے۔ بنوقینقاع۔ بنونضیر اور بنوقریظہ۔ ان میں سے بنونضیر اور بنوقریظہ کی آپس میں چپقلش رہتی تھی۔ بنونضیر طاقتور اور مالدار تھے اور بنوقریظہ ان کی نسبت کافی کمزور تھے اسی وجہ سے ان کے درمیان رسم یہ چل نکلی تھی کہ اگر بنوقریظہ کے ہاتھوں بنونضیر کا کوئی آدمی قتل ہو جاتا تو اس کے بدلے بنو نضیر بنوقریظہ سے دوگنا دیت وصول کرتے تھے جبکہ خود اس سے نصف دیتے تھے اس طرح وہ تورات کے دو حکموں کی خلاف ورزی کرتے ایک یہ کہ تورات میں قصاص کا قانون تو تھا لیکن دیت کا نہیں تھا۔ دوسرے بنونضیر کے خون کی دیت بنوقریظہ کے خون کی دیت سے دوگنا تھی۔ ایک دفعہ بنونضیر کا ایک آدمی بنوقریظہ کے کسی آدمی کے ہاتھوں قتل ہو گیا تو انہوں نے دوگنی دیت کا مطالبہ

کر دیا۔ بنو قریظہ نے جواب دیا کہ اب وہ وقت گئے جب تم ہم سے دگنی دیت وصول کیا کرتے تھے۔ اب ہم یہ مقدمہ محمد ﷺ کی عدالت میں پیش کریں گے۔ کیونکہ یہود آپ ﷺ جھٹلانے کے باوجود یہ یقین رکھتے تھے کہ آپ انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں گے چنانچہ آپ نے حکم الٰہی کے مطابق برابر دیت کا فیصلہ دیا۔

ہاتھ کاٹنے کے قصاص کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ قَطَعَ يَدَ غَيْرِهِ عَمْدًا مِنَ الْمِفْصَلِ قُطِعَتْ يَدُهُ وَإِنْ كَانَتْ يَدُهُ أَكْبَرَ مِنَ الْيَدِ الْمَقْطُوعَةِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ) وَهُوَ يُنْبِئُ عَنِ الْمُمَاثَلَةِ، فَكُلُّ مَا أَمْكَنَ رِعَايَتُهَا فِيهِ يَجِبُ فِيهِ الْقِصَاصُ وَمَا لَا فَلَا، وَقَدْ أَمْكَنَ فِي الْقَطْعِ مِنَ الْمِفْصَلِ فَاعْتُبِرَ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِكِبَرِ الْيَدِ وَصِغَرِهَا لِأَنَّ مَنْفَعَةَ الْيَدِ لَا تَخْتَلِفُ بِذَلِكَ، وَكَذَلِكَ الرِّجْلُ وَمَارِنُ الْأَنْفِ وَالْأُذُنُ لِإِمْكَانِ رِعَايَةِ الْمُمَاثَلَةِ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے دوسرے بندے کا بطور ارادہ جوڑ سے ہاتھ کاٹ دیا ہے تو قصاص میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے گا۔ خواہ اس کا ہاتھ کاٹے گئے ہاتھ بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ زخموں میں قصاص ہے۔ اور یہی قصاص کی اطلاع دینے والا ہے۔ پس ہر وہ زخم جس میں مماثلت کی رعایت ممکن ہے اس میں قصاص واجب ہوگا۔ اور جہاں مماثلت کی رعایت ممکن نہیں ہے۔ وہاں قصاص واجب نہ ہوگا۔ جبکہ جوڑ سے ہاتھ کاٹنے میں مماثلت ممکن ہے۔ لہٰذا قصاص کا اعتبار کیا جائے گا جبکہ ہاتھ کے بڑا چھوٹا ہونے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے سبب ہاتھ کا فائدہ تبدیل ہونے والا نہیں ہے۔ اور اسی طرح پاؤں، ناک کا نرم حصہ اور کان کا حکم بھی ہے۔ کیونکہ ان میں بھی مماثلت کی رعایت موجود ہے۔

آنکھ باہر نکال دینے پر قصاص نہ ہونے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ ضَرَبَ عَيْنَ رَجُلٍ فَقَلَعَهَا لَا قِصَاصَ عَلَيْهِ) لِامْتِنَاعِ الْمُمَاثَلَةِ فِي الْقَلْعِ، وَإِنْ كَانَتْ قَائِمَةً فَذَهَبَ ضَوْءُهَا فَعَلَيْهِ الْقِصَاصُ لِإِمْكَانِ الْمُمَاثَلَةِ عَلَى مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ: تُحْمَى لَهُ الْمِرْآةُ وَيُجْعَلُ عَلَى وَجْهِهِ قُطْنٌ رَطْبٌ وَتُقَابَلُ عَيْنُهُ بِالْمِرْآةِ فَيَذْهَبُ ضَوْءُهَا، وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی بندے کو مار کر اس کی آنکھ کو باہر نکال دیا ہے تو اس پر قصاص نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی آنکھ کو باہر نکالنے میں مماثلت نہیں پائی جاتی۔ اور جب آنکھ موجود ہے تو اس کی بینائی نہیں ہے تو مارنے والے پر قصاص واجب ہوگا۔ کیونکہ امام قدوری علیہ الرحمہ کی بیان کردہ وضاحت میں اس کی مماثلت ممکن ہے۔ اور وہ تفصیل یہ ہے کہ اس بندے کے لئے آئینہ کو گرم کیا جائے اور اس کے چہرے پر تر روئی کو رکھ دیا جائے اور اس کی آنکھ کو آئینہ کے سامنے رکھا جائے تو اس کی روشنی چلی جائے گی۔ اور یہ طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے۔

دانت میں قصاص ہونے کا بیان

قَالَ: (وَفِی السِّنِّ الْقِصَاصُ) لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ) (وَإِنْ كَانَ سِنُّ مَنْ يُقْتَصُّ مِنْهُ أَكْبَرَ مِنْ سِنِّ الْآخَرِ) لِأَنَّ مَنْفَعَةَ السِّنِّ لَا تَتَفَاوَتُ بِالصِّغَرِ وَالْكِبَرِ. قَالَ: (وَفِی كُلِّ شَجَّةٍ تَتَحَقَّقُ فِيهَا الْمُمَاثَلَةُ الْقِصَاصُ) لِمَا تَلَوْنَا.

فرمایا کہ دانت میں قصاص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دانت دانت کے بدلے میں، خواہ جس سے قصاص لیا جارہا ہے اس کا دانت دوسرے کے دانت سے بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ دانت کے نفع میں چھوٹے بڑے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہر وہ زخم جس میں مماثلت ثابت ہو جائے اس میں قصاص واجب ہو جائے گا اسی آیت کریمہ کے سبب جس کو ہم تلاوت کرآئے ہیں۔

دانت کے سوا کسی ہڈی میں قصاص نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا قِصَاصَ فِی عَظْمٍ إِلَّا فِی السِّنِّ) وَهٰذَا اللَّفْظُ مَرْوِيٌّ عَنْ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا قِصَاصَ فِی الْعَظْمِ) وَالْمُرَادُ غَيْرُ السِّنِّ، وَلِأَنَّ اعْتِبَارَ الْمُمَاثَلَةِ فِی غَيْرِ السِّنِّ مُتَعَذِّرٌ لِاحْتِمَالِ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ، بِخِلَافِ السِّنِّ لِأَنَّهُ يُبْرَدُ بِالْمِبْرَدِ، وَلَوْ قَلَعَ مِنْ أَصْلِهٖ يُقْلَعُ الثَّانِي فَيَتَمَاثَلَانِ.

فرمایا کہ دانت کے سوا کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے یہی جملہ ذکر کیا گیا ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔ اور اس سے دانت کے سوا کی ہڈی مراد ہے۔ کیونکہ دانت کے ماسوا میں مماثلت کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں کمی یا زیادتی کا احتمال بھی پایا جاتا ہے۔ جبکہ دانت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو رگڑ دیا جاتا ہے۔ اور جب کسی شخص نے جڑ سے کسی بندے کا دانت اکھاڑ پھینکا ہے۔ تو دوسرے کا دانت بھی جڑ سے اکھاڑ دیا جائے گا۔ اور یہ دونوں برابر ہو جائیں گے۔

جان کے سوا میں شبہ عمد نہ ہونے کا بیان

قَالَ: (وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ شِبْهُ عَمْدٍ إِنَّمَا هُوَ عَمْدٌ أَوْ خَطَأٌ) لِأَنَّ شِبْهَ الْعَمْدِ يَعُودُ إِلَى الْآلَةِ، وَالْقَتْلُ هُوَ الَّذِي يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِهَا دُونَ مَا دُونَ النَّفْسِ لِأَنَّهُ لَا يَخْتَلِفُ إِتْلَافُهُ بِاخْتِلَافِ الْآلَةِ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا الْعَمْدُ وَالْخَطَأُ.

فرمایا کہ نفس کے سوا میں شبہ عمد نہیں ہے کیونکہ وہ عمد سے یا وہ خطاء ہے۔ کیونکہ شبہ عمد آلہ کی جانب لوٹنے والا

ہے۔ اور آلہ کے بدلے سے قتل مختلف ہونے والا ہے۔ جبکہ نفس سے کم میں نہیں ہے۔ کیونکہ آلہ کی تبدیلی کے سبب مادون نفس کو منائع کرنے کی کوئی مثال نہیں ہے۔ پس مادون نفس یہ صرف عمد اور خطاء میں باقی رہ جائے گا۔

مادون نفس کا قصاص مرد وعورت کے درمیان نہ ہونے کا بیان

(وَلَا قِصَاصَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ فِيمَا دُوْنَ النَّفْسِ، وَلَا بَيْنَ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ، وَلَا بَيْنَ الْعَبْدَيْنِ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ إِلَّا فِي الْحُرِّ يَقْطَعُ طَرَفَ الْعَبْدِ . وَيُعْتَبَرُ الْاَطْرَافُ بِالْاَنْفُسِ لِكَوْنِهَا تَابِعَةً لَهَا .

وَلَنَا اَنَّ الْاَطْرَافَ يُسْلَكُ بِهَا مَسْلَكُ الْاَمْوَالِ فَيَنْعَدِمُ التَّمَاثُلُ بِالتَّفَاوُتِ فِي الْقِيمَةِ، وَهُوَ مَعْلُومٌ قَطْعًا بِتَقْوِيمِ الشَّرْعِ فَاَمْكَنَ اعْتِبَارُهُ .

بِخِلَافِ التَّفَاوُتِ فِي الْبَطْشِ لِاَنَّهُ لَا ضَابِطَ لَهُ فَاعْتُبِرَ اَصْلُهُ، وَبِخِلَافِ الْاَنْفُسِ لِاَنَّ الْمُتْلَفَ إِزْهَاقُ الرُّوحِ وَلَا تَفَاوُتَ فِيهِ .

فرمایا کہ مادون نفس میں قصاص مرد وعورت کے درمیان نہ ہوگا اور آزاد وغلام کے درمیان بھی نہ ہوگا اور دو غلاموں کے درمیان بھی نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے مذکورہ ان تمام صورتوں میں اختلاف کیا ہے سوائے اس کے کہ جب آزاد غلام کا کوئی عضو کاٹ دے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے اطراف کو نفوس پر قیاس کیا ہے۔ کیونکہ اطراف یہ جانوں کے تابع ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اطراف کے ساتھ مالوں جیسے سلوک کیا جائے گا تو قیمت میں فرق آ جانے کی وجہ سے مماثلت ختم ہو جائے گی۔ جبکہ شرعی تقویم کے سبب یقینی طور پر فرق کا پتہ چل چکا ہے۔ پس فرق کا اعتبار ممکن ہو چکا ہے۔ یہ مسئلہ اس تفاوت کے خلاف جو پکڑنے کے سبب سے ہے۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی قانون مقرر نہیں ہے۔ پس اصل گرفت کا اعتبار کیا جائے گا بہ خلاف جانوں کے کیونکہ ان میں روح کو ہلاک کیا جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی تفاوت نہ ہوگا۔

نصف کلائی تک ہاتھ کاٹنے میں قصاص نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ مِنْ نِصْفِ السَّاعِدِ اَوْ جَرَحَهُ جَائِفَةً فَبَرَاَ مِنْهَا فَلَا قِصَاصَ عَلَيْهِ) لِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُ اعْتِبَارُ الْمُمَاثَلَةِ فِيهِ، إِذْ الْاَوَّلُ كَسْرُ الْعَظْمِ وَلَا ضَابِطَ فِيهِ، وَكَذَا الْبُرْءُ نَادِرٌ فَيُفْضِي الثَّانِي إِلَى الْهَلَاكِ ظَاهِرًا .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے دوسرے بندے کا ہاتھ نصف کلائی تک کاٹ دیا ہے اور اس کو گہرا زخم پہنچ دیا ہے۔ مگر وہ اس سے درست ہو گیا ہے تو زخمی کرنے والے پر قصاص نہ ہوگا کیونکہ اس میں مماثلت کرنے کا کوئی امکان نہیں رہا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ پہلے ہڈی کو توڑنا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی اصول مقرر نہیں ہے۔ جبکہ تندرست ہونا یہ شاذ ہے۔ پس دوسرا ظاہری طور پر

ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔

قاطع کے ناقص ہاتھ کے سبب مقطوع کو اختیار دیا جانے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا كَانَتْ يَدُ الْمَقْطُوعِ صَحِيحَةً وَيَدُ الْقَاطِعِ شَلَّاءَ أَوْ نَاقِصَةَ الْأَصَابِعِ فَالْمَقْطُوعُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ قَطَعَ الْيَدَ الْمَعِيبَةَ وَلَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهَا وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْأَرْشَ كَامِلًا) لِأَنَّ اسْتِيفَاءَ الْحَقِّ كَامِلًا مُتَعَذِّرٌ فَلَهُ أَنْ يَتَجَوَّزَ بِدُونِ حَقِّهِ وَلَهُ أَنْ يَعْدِلَ إِلَى الْعِوَضِ كَالْمِثْلِيِّ إِذَا انْصَرَمَ عَنْ أَيْدِي النَّاسِ بَعْدَ الْإِتْلَافِ ثُمَّ إِذَا اسْتَوْفَاهَا نَاقِصًا فَقَدْ رَضِيَ بِهِ فَيَسْقُطُ حَقُّهُ كَمَا إِذَا رَضِيَ بِالرَّدِيءِ مَكَانَ الْجَيِّدِ،

اور جب مقطوع کا ہاتھ درست ہے لیکن کاٹنے والے کا ہاتھ خشک ہوگیا ہے یا اس کی انگلیاں ناقص ہیں۔ تو مقطوع کو اختیار دے دیا جائے گا کہ وہ عیب والے ہاتھ کو بطور قصاص کاٹ لے ورنہ اس کے سوا اس کو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر وہ چاہے تو وہ پوری دیت لے۔ کیونکہ کامل طریقے سے حق کو وصول کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس مقطوع ہاتھ والے کے لئے اپنے حق میں کمی بیشی کرنے کا اختیار ہوگا اور اس کو بدلے کی جانب پھیرنے کا حق بھی اسی کو ہوگا۔ جس طرح مثلی چیزوں کے ضائع ہو جانے کے بعد عوام کے ہاتھوں سے ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب مقطوع ہاتھ والے نے ناقص طور پر ہاتھ کو کاٹ لیا ہے اور وہ اس پر رضامند ہوگیا ہے تو اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔ جس طرح وہ عمدہ کی جگہ پر ناقص لینے پر رضامند ہونے والا ہے۔

قصاص سے پہلے بطور ظلم قطع ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ سَقَطَتِ الْمُؤْنَةُ قَبْلَ اخْتِيَارِ الْمَجْنِيِّ عَلَيْهِ أَوْ قُطِعَتْ ظُلْمًا فَلَا شَيْءَ لَهُ) عِنْدَنَا لِأَنَّ حَقَّهُ مُتَعَيِّنٌ فِي الْقِصَاصِ، وَإِنَّمَا يَنْتَقِلُ إِلَى الْمَالِ بِاخْتِيَارِهِ فَيَسْقُطُ بِفَوَاتِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قُطِعَتْ بِحَقٍّ عَلَيْهِ مِنْ قِصَاصٍ أَوْ سَرِقَةٍ حَيْثُ يَجِبُ عَلَيْهِ الْأَرْشُ لِأَنَّهُ أَوْفَى بِهِ حَقًّا مُسْتَحَقًّا فَصَارَتْ سَالِمَةً لَهُ مَعْنًى .

اور وہ چیز جس پر جنایت کی گئی ہے اس کو اختیار کرنے سے پہلے وہ ناقص ہاتھ گر چکا ہے یا بطور ظلم کاٹ دیا گیا ہے تو ہمارے نزدیک جنایت کیے گئے پر کچھ نہ ہوگا۔ کیونکہ قصاص میں اس کا حق معین ہو چکا ہے۔ اور وہ اس کے اختیار کے سبب مال کی جانب منتقل ہونے والا ہے۔ پس اس کا اختیار ختم ہو جانے کے سبب اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔ بہ خلاف اس کے کہ جب جانی کا ہاتھ اس پر ثابت ہونے والے حق کے سوا یعنی قصاص یا سرقہ کے سبب کاٹا گیا ہے۔ تو اب جانی پر دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ جانی نے اس ہاتھ سے ایک وجوبی حق کو ادا کر دیا ہے۔ پس معنوی طور پر جنی علیہ کے لئے اس کا ہاتھ سلامتی والا ہے۔

کسی شخص کا دوسرے آدمی کے سر کو پھوڑ دینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا فَاسْتَوْعَبَتِ الشَّجَّةُ مَا بَيْنَ قَرْنَيْهِ وَهِيَ لَا تَسْتَوْعِبُ مَا بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّاجِّ فَالْمَشْجُوجُ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ اقْتَصَّ بِمِقْدَارِ شَجَّتِهِ يَبْتَدِئُ مِنْ أَيِّ الْجَانِبَيْنِ شَاءَ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْأَرْشَ) لِأَنَّ الشَّجَّةَ مُوجِبَةٌ لِكَوْنِهَا مَشِينَةً فَقَطْ فَيَزْدَادُ الشَّيْنُ بِزِيَادَتِهَا، وَفِي اسْتِيفَائِهِ مَا بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّاجِّ زِيَادَةٌ عَلَى مَا فَعَلَ، وَلَا يَلْحَقُهُ مِنَ الشَّيْنِ بِاسْتِيفَائِهِ قَدْرَ حَقِّهِ مَا يَلْحَقُ الْمَشْجُوجَ فَيَنْتَقِصُ فَيُخَيَّرُ كَمَا فِي الشَّلَّاءِ وَالصَّحِيحَةِ، وَفِي عَكْسِهِ يُخَيَّرُ أَيْضًا لِأَنَّهُ يَتَعَذَّرُ الِاسْتِيفَاءُ كَامِلًا لِلتَّعَدِّي إِلَى غَيْرِ حَقِّهِ، وَكَذَا إِذَا كَانَتِ الشَّجَّةُ فِي طُولِ الرَّأْسِ وَهِيَ تَأْخُذُ مِنْ جَبْهَتِهِ إِلَى قَفَاهُ وَلَا تَبْلُغُ إِلَى قَفَا الشَّاجِّ فَهُوَ بِالْخِيَارِ لِأَنَّ الْمَعْنَى لَا يَخْتَلِفُ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے دوسرے بندے کے سر کو پھوڑ دیا ہے اور اس زخم نے سر کے دونوں اطراف کو گھیر لیا ہے جبکہ یہی زخم اس پھوڑنے کے سر کو گھیرنے والا نہیں ہے۔ تو اب مشجوج کے لئے اختیار ہوگا وہ چاہے تو مثل زخم قصاص لے اور جس طرف سے چاہے وہ شروع کردے۔ اور اگر وہ چاہے تو وہ دیت لے کیونکہ قصاص کو واجب کرنے والا زخم ہے۔ اس لئے کہ عیب زدہ کرنے کا آلہ وہی ہے۔ پس زخم کی زیادتی کے سبب عیب میں اضافہ ہوا ہے۔ اور زخم کے دونوں اطراف کے درمیان مشجوج کے قصاص کو وصول کرنے میں شاج عیب زدہ نہ ہوگا۔ اور جب مشجوج کو پہنچنے والا ہے وہ وہ مشجوج کے حق میں کمی کا باعث ہوگا۔ پس اس کو اختیار دیا جائے گا جس طرح عیب زدہ اور صحیح ہاتھ میں اس کو اختیار دیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح اس کے برعکس میں بھی اس کو اختیار دیا جائے گا۔ کیونکہ مشجوج کے حق کو دوسرے تک لے جانے کے لئے استیفاء کا تکمیل ناممکن ہے۔

اور اسی طرح جب زخم سر کی لمبائی میں ہو اور وہ زخم سر کی پیشانی سے لے کر اس کی گدی تک کو گھیرے ہوئے ہے اور شاج کی گدی تک پہنچنے والا نہ ہو تب بھی مشجوج کو اختیار دیا جائے گا۔ کیونکہ ایک ہی سبب ہے۔

زبان میں قصاص نہ ہونے کا بیان

قَالَ: (وَلَا قِصَاصَ فِي اللِّسَانِ وَلَا فِي الذَّكَرِ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ إِذَا قُطِعَ مِنْ أَصْلِهِ يَجِبُ لِأَنَّهُ يُمْكِنُ اعْتِبَارُ الْمُسَاوَاةِ.

وَلَنَا أَنَّهُ يَنْقَبِضُ وَيَنْبَسِطُ فَلَا يُمْكِنُ اعْتِبَارُ الْمُسَاوَاةِ (إِلَّا أَنْ تُقْطَعَ الْحَشَفَةُ) لِأَنَّ مَوْضِعَ الْقَطْعِ مَعْلُومٌ كَالْمَفْصِلِ، وَلَوْ قَطَعَ بَعْضَ الْحَشَفَةِ أَوْ بَعْضَ الذَّكَرِ فَلَا قِصَاصَ فِيهِ لِأَنَّ الْبَعْضَ لَا يُعْلَمُ مِقْدَارُهُ، بِخِلَافِ الْأُذُنِ إِذَا قُطِعَ كُلُّهُ أَوْ بَعْضُهُ لِأَنَّهُ لَا يَنْقَبِضُ وَلَا يَنْبَسِطُ وَلَهُ

حَدٌّ يُعْرَفُ فَيُمْكِنُ اعْتِبَارُ الْمُسَاوَاةِ، وَالشَّفَةُ إِذَا اسْتَقْصَاهَا بِالْقَطْعِ يَجِبُ الْقِصَاصُ لِإِمْكَانِ اعْتِبَارِ الْمُسَاوَاةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَطَعَ بَعْضَهَا لِأَنَّهُ يَتَعَذَّرُ اعْتِبَارُهَا .

فرمایا کہ زبان اور ذکر میں کوئی قصاص نہیں ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب جڑ سے کاٹا جائے تو قصاص ہوگا۔ کیونکہ برابری کا اعتبار کرنا ممکن ہو چکا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ سکڑ بھی جاتے ہیں اور پھیل بھی جاتے ہیں اس لئے برابری کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب حشفہ کو کاٹ دیا جائے کیونکہ یہاں جوڑ سے کاٹنے کی جگہ معلوم ہے۔ اور جب حشفہ کا یا ذکر کچھ حصہ کاٹ دیا گیا ہے تو اس میں قصاص نہ ہوگا۔ کیونکہ بعض کی مقدار معلوم نہیں ہے۔ جبکہ کان میں ایسا نہیں ہے۔ جبکہ اس کا کل یا بعض حصہ کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ کان نہ سکڑنے والا ہے اور نہ ہی پھیلنے والا ہے۔ اور اس کی معروف حد بندی ہے۔ پس برابری کا اعتبار کرنا ممکن ہے۔ اور جب کسی شخص پورا ہونٹ کاٹ دیا ہے تو قصاص واجب ہوگا۔ کیونکہ برابری کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جب ہونٹ کا بعض حصہ کاٹ دیا جائے تو عدم مساوات کے سبب قصاص نہ ہوگا۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل احکام قصاص میں صلح کرنے کے بیان میں ہے﴾

فصل قصاص میں صلح کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف رحمۃ اللہ علیہ جب قتل اور اس کی اقسام اور ان کے سبب واجب ہونے والے قصاص کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو یہاں سے انہوں نے قتل میں صلح سے متعلق احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے۔ اس کی فقہی مطابقت واضح ہے کیونکہ صلح کو تصور جنایت کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔ پس اسی لئے اس فصل کو بعد میں ذکر کیا ہے۔

اولیائے مقتول کی صلح کے شرعی ماخذ کا بیان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَه مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَه عَذَابٌ اَلِيْمٌ (البقرہ،۱۷۸)

اے ایمان والوں تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی۔ تو بھلائی سے تقاضا ہو اور اچھی طرح ادا، یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ پر ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت تو اس کے بعد جو زیادتی کرے۔ اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

مقتول کے وارث کو قاتل کا بھائی کہہ کر نہایت لطیف طریقے سے اس سے نرمی اختیار کرنے کی سفارش بھی کردی گئی ہے۔ یعنی وہ قصاص معاف کردے اور دیت لے لے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلام میں قتل تک کا مقدمہ بھی قابل راضی نامہ ہے۔ جبکہ انگریزی قانون کے مطابق یہ جرم قابل راضی نامہ نہیں۔ اگلی امتوں میں سے یہود پر اللہ تعالیٰ نے قصاص فرض کیا تھا، ان میں عفو کا قانون نہیں تھا اور نصاریٰ میں صرف عفو کا حکم تھا قصاص کا نہیں تھا۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ نے آسانی اور مہربانی فرمائی اور دونوں باتوں کی اجازت دی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقتول کے وارثوں کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے خواہ وہ فدیہ لے لیں یا قصاص۔ (بخاری کتاب باب کیف تعرف لقطۃ اھل مکہ نیز مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکہ)

تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصاص کی بجائے عفو کو زیادہ پسند فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی معاف کرتے اور دیت لے لینے کی سفارش

کرتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اسی بات کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی قتل ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو مقتول کے حوالہ کر دیا۔ قاتل کہنے لگا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم میرا قتل کرنے کا ارادہ نہ تھا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے ولی سے کہا۔ "اگر یہ سچا ہوا اور تم نے اسے قتل کر دیا تو تم دوزخ جاؤ گے۔" یہ سن کر مقتول کے ولی نے قاتل کو چھوڑ دیا۔

(ترمذی۔ ابواب الدیات باب ما جاء فی حکم ولی القتیل)

ولایت قصاص کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے ایک شخص کو قتل کیا تھا آپ نے مقتول کے وارث کو اس سے قصاص لینے کا حکم دیا۔ وہ وارث جانے لگا۔ دراں حالیکہ قاتل کے گلے میں ایک تسمہ تھا جس کو وہ کھینچ رہا تھا۔ جب اس نے پشت پھیری تو آپ نے فرمایا: قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں پھر ایک شخص نے جا کر مقتول کے وارث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا تو اس نے قاتل کو چھوڑ دیا اسماعیل بن سالم کہتے ہیں کہ میں حبیب بن ابی ثابت سے اس کا ذکر کیا انہوں نے بتایا کہ مجھے ابن اشوع نے یہ حدیث سنائی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے وارث سے خون معاف کرنے کے لئے کہا تھا اور اس نے انکار کر دیا تھا۔ (مسلم ج ۲ ص ۶۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مقتول کے اولیاء کا مال پر صلح کر کے قصاص کو ساقط کرنے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا اصْطَلَحَ الْقَاتِلُ وَأَوْلِيَاءُ الْقَتِيلِ عَلَى مَالٍ سَقَطَ الْقِصَاصُ وَوَجَبَ الْمَالُ قَلِيلًا كَانَ أَوْ كَثِيرًا) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ) الْآيَةَ عَلَى مَا قِيلَ نَزَلَتْ الْآيَةُ فِي الصُّلْحِ.

وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: (مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ) الْحَدِيثَ، وَالْمُرَادُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ الْأَخْذُ بِالرِّضَا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ وَهُوَ الصُّلْحُ بِعَيْنِهِ، وَلِأَنَّهُ حَقٌّ ثَابِتٌ لِلْوَرَثَةِ يَجْرِي فِيهِ الْإِسْقَاطُ عَفْوًا فَكَذَا تَعْوِيضًا لِاشْتِمَالِهِ عَلَى إحْسَانِ الْأَوْلِيَاءِ وَإِحْيَاءِ الْقَاتِلِ فَيَجُوزُ بِالتَّرَاضِي.

وَالْقَلِيلُ وَالْكَثِيرُ فِيهِ سَوَاءٌ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ نَصٌّ مُقَدَّرٌ فَيُفَوَّضُ إلَى اصْطِلَاحِهِمَا كَالْخُلْعِ وَغَيْرِهِ، وَإِنْ لَمْ يَذْكُرُوا حَالًّا وَلَا مُؤَجَّلًا فَهُوَ حَالٌّ لِأَنَّهُ مَالٌ وَاجِبٌ بِالْعَقْدِ، وَالْأَصْلُ فِي أَمْثَالِهِ الْحُلُولُ نَحْوُ الْمَهْرِ وَالثَّمَنِ، بِخِلَافِ الدِّيَةِ لِأَنَّهَا مَا وَجَبَتْ بِالْعَقْدِ.

فرمایا کہ جب قاتل اور مقتول کے اولیاء نے مال کی کچھ مقدار پر صلح کر لی ہے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اور مال واجب ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ مال کم ہو یا زیادہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس آدمی کے لئے اس کے بھائی کی جانب سے معاف کر دیا گیا ہے۔ اس آیت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ صلح کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص کا کوئی ولی قتل کیا گیا ہے۔ اور اللہ اعلم، کہ اس سے قاتل کی رضامندی مراد لی گئی ہے۔ جس طرح ہم بیان کر

آئے ہیں۔ اور وہ یہ ذات صلح ہے۔ کیونکہ قصاص وارثوں کا ثابت شدہ حق ہے۔ جس میں معافی کے ذریعے اسقاط ثابت ہے۔ پس اسی طرح عوض لینے کے طور پر بھی اسقاط کو جاری کیا جائے گا۔ کیونکہ تعویض اولیاء کے احسان اور قاتل کو زندہ چھوڑ دینے کو شامل ہے۔ پس یہ رضامندی باہمی عوض میں جائز ہے۔

اور صلح کے اندر کا مال قلیل ہونا یا کثیر ہونا برابر ہے۔ کیونکہ اس میں معین کرنے والی کوئی نص نہیں ہے۔ پس اس کو فریقین کے اتفاق کرنے کے حوالے کر دیا جائے گا۔ جس طرح خلع ہے۔ اور جب ان لوگوں نے نقد دینے یا ادھار کا ذکر نہیں کیا تو وہ نقد سمجھا جائے گا۔ کیونکہ یہ ایک ایسا مال ہے۔ جو عقد کے سبب واجب ہوا ہے۔ جس طرح اسی جیسے نقدی مالوں کا رواج ہے۔ جس طرح مہر اور ثمن میں ہے جبکہ دیت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ دیت کسی عقد کے سبب واجب ہونے والی نہیں ہے۔

بعض حصہ کی معافی کے سبب سقوط قصاص کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ كَانَ الْقَاتِلُ حُرًّا وَعَبْدًا فَأَمَرَ الْحُرُّ وَمَوْلَى الْعَبْدِ رَجُلًا بِأَنْ يُصَالِحَ عَنْ دَمِهِمَا عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ فَفَعَلَ فَالْأَلْفُ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَوْلَى نِصْفَانِ) لِأَنَّ عَقْدَ الصُّلْحِ أُضِيفَ إلَيْهِمَا

(وَإِذَا عَفَا أَحَدُ الشُّرَكَاءِ مِنْ الدَّمِ أَوْ صَالَحَ مِنْ نَصِيبِهِ عَلَى عِوَضٍ سَقَطَ حَقُّ الْبَاقِينَ عَنْ الْقِصَاصِ وَكَانَ لَهُمْ نَصِيبُهُمْ مِنْ الدِّيَةِ) .

وَأَصْلُ هَذَا أَنَّ الْقِصَاصَ حَقُّ جَمِيعِ الْوَرَثَةِ، وَكَذَا الدِّيَةُ خِلَافًا لِمَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ فِي الزَّوْجَيْنِ .

لَهُمَا أَنَّ الْوِرَاثَةَ خِلَافَةٌ وَهِيَ بِالنَّسَبِ دُونَ السَّبَبِ لِانْقِطَاعِهِ بِالْمَوْتِ، وَلَنَا (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَ بِتَوْرِيثِ امْرَأَةِ أَشْيَمَ الضَّبَابِيِّ مِنْ عَقْلِ زَوْجِهَا أَشْيَمَ)، وَلِأَنَّهُ حَقٌّ يَجْرِي فِيهِ الْإِرْثُ، حَتَّى أَنَّ مَنْ قُتِلَ وَلَهُ ابْنَانِ فَمَاتَ أَحَدُهُمَا عَنْ ابْنٍ كَانَ الْقِصَاصُ بَيْنَ الصُّلْبِيِّ وَابْنِ الِابْنِ فَيَثْبُتُ لِسَائِرِ الْوَرَثَةِ، وَالزَّوْجِيَّةُ تَبْقَى بَعْدَ الْمَوْتِ حُكْمًا فِي حَقِّ الْإِرْثِ أَوْ يَثْبُتُ بَعْدَ الْمَوْتِ مُسْتَنِدًا إلَى سَبَبِهِ وَهُوَ الْجُرْحُ،

اور جب قاتل آزاد اور غلام ہے اور آزاد اور غلام کے آقا نے کسی شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کے خون کے بدلے میں ایک دراہم پر صلح کرے تو مامور نے صلح کر لی ہے تو آزاد اور آقا پر ایک ہزار دراہم آدھے آدھے واجب ہو جائیں گے۔ کیونکہ صلح کے عقد کو دونوں جانبوں کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔

اور جب شریکوں کسی نے خون کو معاف کر دیا ہے یا اپنے حصے کی طرف سے کچھ بدلے میں صلح کر لی ہے تو باقی لوگوں کا حق قصاص بھی ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ دیت میں ان کو حصہ ملے گا۔ اور اس کی اصل یہ ہے کہ قصاص تمام وارثوں کا حق ہے اور دیت بھی تمام وارثوں کا حق ہے۔ اور زوجین کے بارے میں امام شافعی اور امام مالک علیہما الرحمہ کا اختلاف ہے۔

ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ وراثت خلافت ہے۔ اور خلافت کا ثبوت نسب سے ہوتا ہے۔ سبب سے نہیں ہوتا کیونکہ موت کی وجہ سے سبب ختم ہو چکا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اشیم ضبابی کی وراثت سے ان کو اہلیہ کو وارث بنانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا حق ہے۔ جس میں میراث جاری ہونے والی ہے۔ حتیٰ کہ جب کسی شخص کو قتل کیا گیا ہے اور اس کے دو بیٹے ہیں اس کے بعد ان میں سے ایک بیٹا ایک لڑکا چھوڑ کو فوت ہو گیا ہے تو قصاص صلبی بیٹے اور پوتے کے درمیان جاری کیا جائے گا۔ پس قصاص تمام وارثوں کے لئے ثابت ہوگا۔ اور وہ موت کے بعد اپنے سبب کی جانب منسوب ہو کر ثابت ہونے والا ہے۔

حق قصاص کے جملہ وارثین کے لئے حق اسقاط کا بیان

وَاِذَا ثَبَتَ لِلْجَمِيعِ فَكُلٌّ مِنْهُمْ يَتَمَكَّنُ مِنَ الاِسْتِيفَاءِ وَالْاِسْقَاطِ عَفْوًا وَصُلْحًا وَمِنْ ضَرُوْرَةِ سُقُوطِ حَقِّ الْبَعْضِ فِي الْقِصَاصِ سُقُوطُ حَقِّ الْبَاقِينَ فِيهِ، لِاَنَّهُ لَا يَتَجَزَّأُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قُتِلَ رَجُلَيْنِ وَعَفَا اَحَدُ الْوَلِيَّيْنِ لِاَنَّ الْوَاجِبَ هُنَاكَ قِصَاصَانِ مِنْ غَيْرِ شُبْهَةٍ لِاخْتِلَافِ الْقَتْلِ وَالْمَقْتُولِ وَهَاهُنَا وَاحِدٌ لِاتِّحَادِهِمَا، وَاِذَا سَقَطَ الْقِصَاصُ يَنْقَلِبُ نَصِيبُ الْبَاقِينَ مَالًا لِاَنَّهُ امْتَنَعَ لِمَعْنًى رَاجِعٍ اِلَى الْقَاتِلِ، وَلَيْسَ لِلْعَافِي شَيْءٌ مِنَ الْمَالِ لِاَنَّهُ اَسْقَطَ حَقَّهُ بِفِعْلِهِ وَرِضَاهُ، ثُمَّ يَجِبُ مَا يَجِبُ مِنَ الْمَالِ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ وَقَالَ زُفَرُ: يَجِبُ فِي سَنَتَيْنِ فِيمَا اِذَا كَانَ بَيْنَ الشَّرِيكَيْنِ وَعَفَا اَحَدُهُمَا، لِاَنَّ الْوَاجِبَ نِصْفُ الدِّيَةِ فَيُعْتَبَرُ بِمَا اِذَا قُطِعَتْ يَدُهُ خَطَاً وَلَنَا اَنَّ هٰذَا بَعْضُ بَدَلِ الدَّمِ وَكُلُّهُ مُؤَجَّلٌ اِلَى ثَلَاثِ سِنِينَ فَكَذٰلِكَ بَعْضُهُ، وَالْوَاجِبُ فِي الْيَدِ كُلُّ بَدَلِ الطَّرَفِ وَهُوَ فِي سَنَتَيْنِ فِي الشَّرْعِ وَيَجِبُ فِي مَالِهِ لِاَنَّهُ عَمْدٌ.

اور جب قصاص کا حق تمام وارثوں کے لئے ثابت ہے تو ان میں سے ہر وارث قصاص کو وصول کرنے اور اس کا ساقط کرنے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور قصاص میں بعض لوگوں کا حق ساقط ہونے کے سبب بقیہ کا حق لازمی طور ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قصاص میں اجزاء نہیں ہوتے۔ یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب کسی شخص نے دو بندوں کو قتل کیا ہے اور مقتولین میں سے کسی کے ولی نے معاف کر دیا ہے اب وہاں پر قتل اور مقتول میں اختلاف کے سبب دو قصاص بغیر کسی شبہ کے واجب ہوئے ہیں۔ جبکہ یہاں ایک ہی قصاص واجب ہے۔ کیونکہ قتل میں اور مقتول میں اتحاد ہے۔ اور جب قصاص ساقط ہو چکا ہے تو وہ بقیہ لوگوں کے حصے کو مال میں تبدیل کر دے گا۔ کیونکہ قصاص ایک ایسے سبب سے رکنے والا ہے جو قتل کی جانب لوٹنے والا ہے۔ اور معاف کرنے والے کو کچھ مال نہ ملے گا۔ کیونکہ وہ اپنے فعل اور اپنی مرضی سے اپنے حق کو ساقط کرنے والا ہے۔

اور جو مال واجب ہوگا اس کو تین سال میں ادا کیا جائے گا۔ جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب قصاص دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہے اور ان میں سے ہر ایک نے معاف کر دیا ہے تو دو سال میں واجب ہوگا۔ کیونکہ دیت آدھی واجب ہے۔ پس اس

تو اس صورت پر قیاس کیا جائے گا۔ جب غلطی سے کسی کے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بدلہ خون کا ایک حصہ ہے۔ اور خون کا سارا بدلہ تین سال تک مؤخر کرنے تک مؤجل ہے۔ ہذا بدل دم کے بعض کا حکم بھی اسی طرح ہوگا۔ اور جو مال ہاتھ میں واجب ہوا ہے ہو بدل کی جانب کا کل ہوگا۔ اور وہ شریعت میں دو سال میں ہوتا ہے۔ اور یہ مال قاتل کے مال میں واجب ہوگا۔ کیونکہ یہ قتل عمد ہے۔

ایک شخص کے قصاص میں پوری جماعت کو قتل کرنے کا بیان

قَالَ : (وَاِذَا قَتَلَ جَمَاعَةٌ وَاحِدًا عَمْدًا اُقْتُصَّ مِنْ جَمِيْعِهِمْ) لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْهِ : لَوْ تَمَالَأَ عَلَيْهِ اَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ، وَلِاَنَّ الْقَتْلَ بِطَرِيْقِ التَّغَالُبِ غَالِبٌ، وَالْقِصَاصُ مَزْجَرَةٌ لِلسُّفَهَاءِ فَيَجِبُ تَحْقِيْقًا لِحِكْمَةِ الْاِحْيَاءِ .

فرمایا کہ جب کسی جماعت نے بطور عمد کسی ایک آدمی کو قتل کیا ہے تو اس کے قصاص میں پوری جماعت کو قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ جب اس پر تمام صنعاء والے تعاون کرتے ہیں تو میں ان سب کو قتل کر دیتا۔ کیونکہ ان میں غلبہ کے سبب قتل غالب ہے۔ تا کہ بیوقوفوں کے لئے قصاص عبرت بن جائے۔ پس زندگی کی حکمت کو ثابت کرنے کے لئے قصاص واجب ہوگا۔

ایک جماعت کے قتل پر قصاص کا بیان

(وَاِذَا قَتَلَ وَاحِدٌ جَمَاعَةً فَحَضَرَ اَوْلِيَاءُ الْمَقْتُوْلِيْنَ قُتِلَ لِجَمَاعَتِهِمْ وَلَا شَيْءَ لَهُمْ غَيْرُ ذٰلِكَ، فَاِنْ حَضَرَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ قُتِلَ لَهُ وَسَقَطَ حَقُّ الْبَاقِيْنَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يُقْتَلُ بِالْاَوَّلِ مِنْهُمْ وَيَجِبُ لِلْبَاقِيْنَ الْمَالُ، وَاِنْ اجْتَمَعُوْا وَلَمْ يُعْرَفِ الْاَوَّلُ قُتِلَ لَهُمْ وَقُسِمَتِ الدِّيَاتُ بَيْنَهُمْ، وَقِيْلَ يُقْرَعُ بَيْنَهُمْ فَيُقْتَلُ لِمَنْ خَرَجَتْ قُرْعَتُهُ.

لَهُ اَنَّ الْمَوْجُوْدَ مِنَ الْوَاحِدِ قَتَلَاتٌ وَالَّذِيْ تَحَقَّقَ فِيْ حَقِّهِ قَتْلٌ وَاحِدٌ فَلَا تَمَاثُلَ، وَهُوَ الْقِيَاسُ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ، اِلَّا اَنَّهُ عُرِفَ بِالشَّرْعِ .

وَلَنَا اَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ قَاتِلٌ بِوَصْفِ الْكَمَالِ فَجَاءَ التَّمَاثُلُ اَصْلُهُ الْفَصْلُ الْاَوَّلُ، اِذْ لَوْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ لَمَا وَجَبَ الْقِصَاصُ، وَلِاَنَّهُ وُجِدَ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ جُرْحٌ صَالِحٌ لِلْاِزْهَاقِ فَيُضَافُ اِلٰى كُلٍّ مِنْهُمْ اِذْ هُوَ لَا يَتَجَزَّأُ، وَلِاَنَّ الْقِصَاصَ شُرِعَ مَعَ الْمُنَافِيْ لِتَحْقِيْقِ الْاِحْيَاءِ وَقَدْ حَصَلَ بِقَتْلِهِ فَاكْتَفٰى بِهٖ .

اور جب کسی بندے نے ایک جماعت کو قتل کر دیا ہے اور مقتولین کے اولیاء حاضر ہوئے ہیں تو قاتل کو ان سب کی

جانب سے قتل کیا جائے گا۔ اور اس کے سوا ان کو اور کچھ نہ ملے گا۔ اور جب ان میں سے کوئی ایک حاضر ہے تو اس کے لئے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ اور اسی سے بقیہ اولیاء کا حق ساقط ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان میں سے پہلے کے بدلے میں قاتل کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور بقیہ لوگوں کے لئے مال واجب ہو جائے گا۔

اور جب مقتولین کے سب اولیاء اکٹھے ہو گئے ہیں۔ مگر ان میں سے پہلے کا پتہ نہیں ہے۔ تو ان سب کے لئے قاتل کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور سب کے درمیان دیات کو تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی۔ پس جس کے نام کا قرعہ نکلے گا اسی کے لئے قتل کیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ایک قاتل سے چند قتل ہوئے ہیں۔ جبکہ قاتل کے حق میں صرف ایک قتل ثابت ہوا ہے۔ پس مماثلت معدوم ہو جائے گی۔ اور پہلی فصل میں بھی اسی کو قیاس کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ حکم شرعی سے حاصل ہوا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اولیاء میں سے آدمی مکمل وصف قصاص کے ساتھ قاتل پر حقدار بنا ہے۔ لہٰذا مماثلت موجود ہے۔ اور اس کی دلیل پہلی فصل ہے۔ کیونکہ جب ایسا نہ کیا گیا تو قصاص واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی جانب ایسا زخم پایا گیا ہے جس میں روح نکالنے کی صلاحیت موجود ہے۔ پس ان میں سے ہر ایک کی جانب روح کو نکلنے کی نسبت کی جائے گی۔ کیونکہ ان چیزوں میں حصے نہیں ہوتے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ زندہ لوگوں کے منافع ثابت کرنے منافی ہونے کے باوجود شرعی طور پر قصاص ثابت ہوا ہے۔ اور یہ چیز قاتل کے قتل سے حاصل ہو چکی ہے پس یہی کفایت کرنے والا حکم ہے۔

قاتل کی موت کے سبب سقوط قصاص کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقِصَاصُ إِذَا مَاتَ سَقَطَ الْقِصَاصُ) لِفَوَاتِ مَحَلِّ الْإِسْتِيفَاءِ فَأَشْبَهَ مَوْتَ الْعَبْدِ الْجَانِي، وَيَتَأَتَّى فِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ إِذْ الْوَاجِبُ أَحَدُهُمَا عِنْدَهُ .

فرمایا کہ جب کسی شخص پر قصاص واجب ہوا ہے وہ بندہ فوت ہو گیا ہے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ استیفاء کا محل ختم ہو چکا ہے۔ پس یہ مجرم غلام کی موت کے مشابہ ہو جائے گا۔ اور اس میں بھی امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک قصاص اور دیت دونوں میں سے کوئی ایک چیز واجب ہوگی۔

جب دو بندوں نے کسی ایک شخص کا ہاتھ کاٹ دیا ہے

قَالَ (وَإِذَا قَطَعَ رَجُلَانِ يَدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ فَلَا قِصَاصَ عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَعَلَيْهِمَا نِصْفُ الدِّيَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : تُقْطَعُ يَدَاهُمَا، وَالْمَفْرُوضُ إِذَا أَخَذَ سِكِّينًا وَأَمَرَّهُ عَلَى يَدِهِ حَتَّى انْقَطَعَتْ لَهُ الِاعْتِبَارُ بِالْأَنْفُسِ، وَالْأَيْدِي تَابِعَةٌ لَهَا فَأَخَذَتْ حُكْمَهَا، أَوْ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا بِجَامِعِ الزَّجْرِ .

وَلَنَا أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَاطِعٌ بَعْضَ الْيَدِ، لِأَنَّ الِانْقِطَاعَ حَصَلَ بِاعْتِمَادَيْهِمَا وَالْمَحَلُّ

مُتَجَزِّءٌ فَيُضَافُ إِلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَعْضُ فَلَا مُمَاثَلَةَ، بِخِلَافِ النَّفْسِ لِأَنَّ الْإِنْزِهَاقَ لَا يَتَجَزَّأُ، وَلِأَنَّ الْقَتْلَ بِطَرِيقِ الْإِجْتِمَاعِ غَالِبٌ حِذَارَ الْغَوْثِ، وَالْإِجْتِمَاعُ عَلَى قَطْعِ الْيَدِ مِنَ الْمِفْصَلِ فِي حَيِّزِ النُّدْرَةِ لِافْتِقَارِهِ إِلَى مُقَدِّمَاتٍ بَطِيئَةٍ فَيَلْحَقُهُ الْغَوْثُ . قَالَ (وَعَلَيْهِمَا نِصْفُ الدِّيَةِ) لِأَنَّهُ دِيَةُ الْيَدِ الْوَاحِدَةِ وَهُمَا قَطَعَاهَا .

فرمایا کہ جب دو بندوں نے کسی ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا ہے تو ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی قصاص نہ ہوگا۔ لیکن ان پر نصف دیت واجب ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان دونوں کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور یہ مسئلہ اس صورت میں سمجھا گیا ہے کہ جب ان دونوں نے چھری کو پکڑ کر اس بندے کے ہاتھ پر چلائی ہو۔ حتیٰ کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اس کو نفس پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ ہاتھ جان کے تابع ہے۔ پس ہاتھوں میں بھی اسی کا حکم ہوگا۔ یا سخت سزا کے طور پر ان کے حکم کے ساتھ اس کو جمع کیا جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک شخص کے حصے میں ہاتھ کاٹنے کا کچھ حصہ آئے گا۔ کیونکہ ہاتھ کو کاٹنا ان دونوں کے ذریعے سے ہوا ہے۔ اور یہاں محل میں اجزاء ہو گئے ہیں۔ پس ان دونوں میں سے ہر ایک کی جانب بعض کی نسبت کی جائے گی۔ تو اس طرح مماثلت ثابت نہ ہوگی۔ جبکہ نفس میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ روح کے خارج ہونے میں حصے نہیں ہوتے۔ کیونکہ کسی مدد کے خوف اسے وہ اجتماعی طور پر قتل کرنا غالب آیا ہے۔ جبکہ جوڑ سے ہاتھ کاٹنے پر اجتماع نادر الوقوع ہے۔ کیونکہ اس کو اپنے مقدمات کی ضرورت ہے۔ جو دیر میں ہوں گے۔ کیونکہ ایسے مقطوع کو مددگار مل جائے گا۔ فرمایا کہ ان دونوں پر نصف دیتا ہے کیونکہ ایک ہاتھ کی دیتا ہے اور ان دونوں نے کاٹا ہے۔

ایک آدمی کا دو بندوں کے ہاتھ کاٹنے پر قصاص کا بیان

(وَإِنْ قَطَعَ وَاحِدٌ يَمِينَيْ رَجُلَيْنِ فَحَضَرَا فَلَهُمَا أَنْ يَقْطَعَا يَدَهُ وَيَأْخُذَا مِنْهُ نِصْفَ الدِّيَةِ يَقْتَسِمَانِهِ نِصْفَيْنِ سَوَاءٌ قَطَعَهُمَا مَعًا أَوْ عَلَى التَّعَاقُبِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : فِي التَّعَاقُبِ يُقْطَعُ بِالْأَوَّلِ، وَفِي الْقِرَانِ يُقْرَعُ لِأَنَّ الْيَدَ اسْتَحَقَّهَا الْأَوَّلُ فَلَا يَثْبُتُ الِاسْتِحْقَاقُ فِيهَا لِلثَّانِي كَالرَّهْنِ بَعْدَ الرَّهْنِ، وَفِي الْقِرَانِ الْيَدُ الْوَاحِدَةُ لَا تَفِي بِالْحَقَّيْنِ فَتُرَجَّحُ بِالْقُرْعَةِ . وَلَنَا أَنَّهُمَا اسْتَوَيَا فِي سَبَبِ الِاسْتِحْقَاقِ فَيَسْتَوِيَانِ فِي حُكْمِهِ كَالْغَرِيمَيْنِ فِي التَّرِكَةِ، وَالْقِصَاصُ مِلْكُ الْفِعْلِ يَثْبُتُ مَعَ الْمُنَافِي فَلَا يَظْهَرُ إِلَّا فِي حَقِّ الِاسْتِيفَاءِ .

أَمَّا الْمَحَلُّ فَخُلُوٌّ عَنْهُ فَلَا يَمْنَعُ ثُبُوتَ الثَّانِي، بِخِلَافِ الرَّهْنِ لِأَنَّ الْحَقَّ ثَابِتٌ فِي الْمَحَلِّ .

فَصَارَ كَمَا إِذَا قَطَعَ الْعَبْدُ يَمِينَيْهِمَا عَلَى التَّعَاقُبِ فَتُسْتَحَقُّ رَقَبَتُهُ لَهُمَا، وَإِنْ حَضَرَ وَاحِدٌ

مِنْهُمَا فَقَطَعَ يَدَهُ فَلِلْآخَرِ عَلَيْهِ نِصْفُ الدِّيَةِ، لِأَنَّ لِلْحَاضِرِ أَنْ يَسْتَوْفِيَ لِثُبُوتِ حَقِّهِ وَتَرَدُّدِ حَقِّ الْغَائِبِ، وَإِذَا اسْتَوْفَى لَمْ يَبْقَ مَحَلُّ الْإِسْتِيفَاءِ فَيَتَعَيَّنُ حَقُّ الْآخَرِ فِي الدِّيَةِ لِأَنَّهُ أَوْفَى بِهِ حَقًّا مُسْتَحَقًّا.

اور جب کسی ایک شخص نے دو بندوں کے ہاتھوں کو کاٹ دیا ہے اس کے بعد وہ دونوں مقطوع آگئے ہیں تو ان کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ قاطع سے قصاص لیں اور اس کا ہاتھ کاٹ دیں۔ اور اس سے نصف دیت بھی لیں گے۔ اور اس کو نصف نصف تقسیم کرلیں گے۔ اگرچہ قاطع نے ایک ساتھ دونوں کا ہاتھ کاٹا ہے یا ایک کے بعد دوسرے کا ہاتھ کاٹا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تعاقب کی حالت میں پہلے شخص کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جبکہ قران کی حالت میں قرعہ اندازی کی جائے گی۔ کیونکہ پہلا مقطوع ید قاطع کا حقدار بن چکا ہے۔ پس مقطوع ثانی کے لئے اس کا حق ثابت نہ ہوگا۔ جس طرح رہن کے بعد رہن ہے۔ اور قران کی صورت میں ایک ہاتھ دو کے حق کو پورا نہ سکے گا۔ پس قرعہ اندازی کو ترجیح دی جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حقدار ہونے کا سبب میں یہ دونوں برابر ہیں۔ پس سبب کے حکم میں بھی دونوں برابر ہوں گے۔ جس طرح ترکہ کے دو قرض خواہ ہیں۔ جبکہ قصاص ایک فعل کی ملکیت ہے۔ جو منافی کے باوجود ثابت ہے پس یہ ملکیت صرف استیفاء کے حق میں ثابت ہوگی۔ جبکہ محل ملکیت سے خالی ہے۔ پس یہ دوسرے کے ثبوت سے روکنے والا نہ ہوگا۔ جبکہ رہن میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں استیفاء کا حق اپنے محل میں ثابت ہونیوالا ہے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح غلام نے ایک کے بعد دوسرے کا ہاتھ کاٹ دیا ہے۔ تو ان دونوں کے لئے اس کی گردن میں حق ثابت ہو جائے گا۔

اور جب ان دونوں مقطوعوں میں سے ایک حاضر ہوا ہے اور اس نے قاطع کا ہاتھ بھی کاٹ دیا ہے تو دوسرے کے لئے قاطع پر آدھی دیت ہوگی۔ کیونکہ حاضر نے اپنا حق وصول کرلیا ہے۔ کیونکہ اس کا حق ثابت ہو چکا ہے۔ اور غائب کے حق میں شک ہوا تو جب حاضر نے اپنا حق وصول کرلیا ہے تو محل استیفاء باقی نہ رہا ہے۔ پس دوسرے کا حق دیت میں معین ہو جائے گا۔ کیونکہ قاطع اس کے سبب سے اپنے اوپر لازم ہونے والا حق ادا کرنے والا ہے۔

غلام کے اقرار قتل عمد کے سبب قصاص واجب ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا أَقَرَّ الْعَبْدُ بِقَتْلِ الْعَمْدِ لَزِمَهُ الْقَوَدُ) وَقَالَ زُفَرُ: لَا يَصِحُّ إِقْرَارُهُ لِأَنَّهُ يُلَاقِي حَقَّ الْمَوْلَى بِالْإِبْطَالِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقَرَّ بِالْمَالِ.

وَلَنَا أَنَّهُ غَيْرُ مُتَّهَمٍ فِيهِ لِأَنَّهُ مُضِرٌّ بِهِ فَيُقْبَلُ، وَلِأَنَّ الْعَبْدَ مُبْقًى عَلَى أَصْلِ الْحُرِّيَّةِ فِي حَقِّ الدَّمِ عَمَلًا بِالْآدَمِيَّةِ حَتَّى لَا يَصِحَّ إِقْرَارُ الْمَوْلَى عَلَيْهِ بِالْحَدِّ وَالْقِصَاصِ، وَبُطْلَانُ حَقِّ الْمَوْلَى بِطَرِيقِ الضِّمْنِ فَلَا يُبَالَى بِهِ.

فرمایا کہ جب غلام نے قتل عمد کا اقرار کیا ہے تو اس پر قصاص لازم ہو جائے گا جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا اقرار درست نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا اقرار آقا کے حق کو باطل کرنے والا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب غلام نے مال کا اقرار کیا ہے

ہماری دلیل یہ ہے کہ غلام کا یہ اقرار تہمت زدہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اقرار اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ پس اس کو قبول کر لیا جائے گا کیونکہ انسان ہونے پر عمل کرتے ہوئے غلام کی اصل بھی آزادیت پر باقی ہے۔ حتیٰ کہ جب غلام کے خلاف آقا کا حدود اور قصاص کا اقرار درست نہ ہوگا۔ کیونکہ آقا کے حق کا باطل ہونا ضمان کے طریقے سے ہو رہا ہے۔ پس اس کو کچھ نہ سمجھا جائے گا۔

ایک ہی تیر سے دو بندوں کے مرنے پر قصاص کا بیان

(وَمَنْ رَمَى رَجُلًا عَمْدًا فَنَفَذَ السَّهْمُ مِنْهُ إِلَى آخَرَ فَمَاتَا فَعَلَيْهِ الْقِصَاصُ لِلْأَوَّلِ وَالدِّيَةُ لِلثَّانِي عَلَى عَاقِلَتِهِ) لِأَنَّ الْأَوَّلَ عَمْدٌ وَالثَّانِي أَحَدُ نَوْعَيْ الْخَطَأِ، كَأَنَّهُ رَمَى إِلَى صَيْدٍ فَأَصَابَ آدَمِيًّا وَالْفِعْلُ يَتَعَدَّدُ بِتَعَدُّدِ الْأَثَرِ .

اور جب کسی بندے نے بطور عمد کسی شخص کو تیر مارا اور وہ اس سے بڑھ کر کسی دوسرے بھی لگ گیا ہے اور وہ دونوں اس تیر سے فوت ہو گئے ہیں۔ اور اس آدمی پر پہلے شخص کے لئے قصاص واجب ہوگا اور دوسرے آدمی کے لئے اس کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ کیونکہ پہلا عمد ہے اور دوسرا خطاء کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ جس طرح اس نے کسی شکار پر تیر چلایا ہے۔ اور وہ کسی انسان کو لگ گیا ہے۔ اور اثر میں تعدد کے سبب فعل میں بھی تعدد ہوگا۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل دو افعال کے حکم کے بیان میں ہے﴾

فصل دو فعلوں کے حکم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے قبل جنایات سے متعلق ان احکام کو بیان کیا ہے جن کو تعلق ایک فعل یا عمل کے ساتھ ہے اور اب یہاں سے دو افعال سے متعلق احکام ومسائل کو بیان کریں گے اور ایک دو سے مقدم ہوتا ہے اس لئے پہلے والے احکام کو مقدم ذکر کیا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، کتاب جنایات، حقانیہ ملتان)

جنایت کی مختلف صورتوں کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ خَطَأً ثُمَّ قَتَلَهُ عَمْدًا قَبْلَ اَنْ تَبْرَاَ يَدُهُ اَوْ قَطَعَ يَدَهُ عَمْدًا ثُمَّ قَتَلَهُ خَطَأً اَوْ قَطَعَ يَدَهُ خَطَأً فَبَرَئَتْ يَدُهُ ثُمَّ قَتَلَهُ خَطَأً اَوْ قَطَعَ يَدَهُ عَمْدًا فَبَرَاَتْ ثُمَّ قَتَلَهُ عَمْدًا فَاِنَّهُ يُؤْخَذُ بِالْاَمْرَيْنِ جَمِيعًا) وَالْاَصْلُ فِيهِ اَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الْجِرَاحَاتِ وَاجِبٌ مَا اَمْكَنَ تَتْمِيمًا لِلْاَوَّلِ، لِاَنَّ الْقَتْلَ فِي الْاَعَمِّ يَقَعُ بِضَرَبَاتٍ مُتَعَاقِبَةٍ، وَفِي اعْتِبَارِ كُلِّ ضَرْبَةٍ بِنَفْسِهَا بَعْضُ الْحَرَجِ، اِلَّا اَنْ لَا يُمْكِنَ الْجَمْعُ فَيُعْطَى كُلُّ وَاحِدٍ حُكْمَ نَفْسِهِ، وَقَدْ تَعَذَّرَ الْجَمْعُ فِي هٰذِهِ الْفُصُولِ فِي الْاَوَّلَيْنِ لِاخْتِلَافِ حُكْمِ الْفِعْلَيْنِ، وَفِي الْاٰخَرَيْنِ لِتَخَلُّلِ الْبُرْءِ وَهُوَ قَاطِعٌ لِلسِّرَايَةِ، حَتّٰى لَوْ لَمْ يَتَخَلَّلْ وَقَدْ تَجَانَسَا بِاَنْ كَانَا خَطَاَيْنِ يَجْمَعُ بِالْاِجْمَاعِ لِاِمْكَانِ الْجَمْعِ وَاكْتَفٰى بِدِيَةٍ وَاحِدَةٍ،

فرمایا کہ جب کسی بندے نے ایک آدمی کو ہاتھ غلطی سے کاٹ دیا ہے اور اس کے بعد اس بندے نے اس کا ہاتھ صحیح ہونے سے پہلے ہی اس کو بطور عمد قتل کر دیا ہے۔ یا اس بندے نے بطور عمد ہاتھ کاٹ کر غلطی سے اس کو قتل کر دیا ہے یا اس نے غلطی سے ہاتھ کاٹ دیا ہے اور اس کے بعد اس کا ہاتھ درست ہو گیا ہے اور اس کے بعد نے غلطی سے اس کو قتل کر دیا ہے یا اس نے بطور عمد ہاتھ کاٹا ہے اور وہ ٹھیک ہو چکا ہے اور اس کے بعد اس نے بطور عمد اس کو قتل کر دیا ہے تو اس کو دونوں امور کی جانب سے پکڑ لیا جائے گا۔ اور ان مسائل کے بارے میں اصول یہ ہے کہ پہلے زخم کو مکمل کرنے کے لئے ممکن حد تک زخموں کے درمیان جمع کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ عام طور پر کچھ ضربات کے سبب قتل واقع ہو جاتا ہے۔ جبکہ ہر ضرب کو خود ذاتی طور پر اعتبار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور جب ان کو آپس میں جمع کرنا ممکن نہ ہو تو ہر ضرب کو اس کا حکم دے دیا جائے گا۔

اور مذکورہ بیان کردہ صورتوں میں دونوں افعال کے مختلف ہونے کے سبب پہلی صورت میں جمع کرنا ممکن نہیں ہے۔ جبکہ آخر والی دونوں صورتوں میں بھی برأت کی دخل اندازی کے سبب جمع کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ بری ہونا یہ سرایت کر جانے کو ختم کرنے والی ہے۔ یہاں تک کہ جب برأت دخل اندازی نہ کرے اور دونوں افعال ایک دوسرے کی جنس میں سے ہوں اور وہ اس طرح کہ وہ دونوں خطاء ہوں تو یہ اتفاق ان کو جمع کیا جائے گا۔ اس لئے کہ جمع کرنا ممکن ہے۔ پس ایک ہی دیت کافی ہو جائے گی۔

قاطع کا مقطوع الید کو قتل کر دینے کا بیان

(وَإِنْ كَانَ قَطَعَ يَدَهُ عَمْدًا ثُمَّ قَتَلَهُ عَمْدًا قَبْلَ أَنْ تَبْرَأَ يَدُهُ، فَإِنْ شَاءَ الْإِمَامُ قَالَ: اقْطَعُوهُ ثُمَّ اقْتُلُوهُ، وَإِنْ شَاءَ قَالَ: اُقْتُلُوهُ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: يُقْتَلُ وَلَا تُقْطَعُ يَدُهُ لِأَنَّ الْجَمْعَ مُمْكِنٌ لِتَجَانُسِ الْفِعْلَيْنِ وَعَدَمِ تَخَلُّلِ الْبُرْءِ فَيُجْمَعُ بَيْنَهُمَا .

وَلَهُ أَنَّ الْجَمْعَ مُتَعَذِّرٌ، إِمَّا لِلِاخْتِلَافِ بَيْنَ الْفِعْلَيْنِ هٰذَيْنِ لِأَنَّ الْمُوجِبَ الْقَوَدُ وَهُوَ يَعْتَمِدُ الْمُسَاوَاةَ فِي الْفِعْلِ وَذٰلِكَ بِأَنْ يَكُونَ الْقَتْلُ بِالْقَتْلِ وَالْقَطْعُ بِالْقَطْعِ وَهُوَ مُتَعَذِّرٌ، أَوْ لِأَنَّ الْحَزَّ يَقْطَعُ إِضَافَةَ السِّرَايَةِ إِلَى الْقَطْعِ، حَتّٰى لَوْ صَدَرَ مِنْ شَخْصَيْنِ يَجِبُ الْقَوَدُ عَلَى الْحَازِّ فَصَارَ كَتَخَلُّلِ الْبُرْءِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَطَعَ وَسَرَى لِأَنَّ الْفِعْلَ وَاحِدٌ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَا خَطَأَيْنِ لِأَنَّ الْمُوجَبَ الدِّيَةُ وَهِيَ بَدَلُ النَّفْسِ مِنْ غَيْرِ اعْتِبَارِ الْمُسَاوَاةِ، وَلِأَنَّ أَرْشَ الْيَدِ إِنَّمَا يَجِبُ عِنْدَ اسْتِحْكَامِ أَثَرِ الْفِعْلِ وَذٰلِكَ بِالْحَزِّ الْقَاطِعِ لِلسِّرَايَةِ فَيَجْتَمِعُ ضَمَانُ الْكُلِّ وَضَمَانُ الْجُزْءِ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَا يَجْتَمِعَانِ . أَمَّا الْقَطْعُ وَالْقَتْلُ قِصَاصًا يَجْتَمِعَانِ .

اور جب کسی بندے نے کسی دوسرے کا شخص کو بطور عمد ہاتھ کاٹ دیا ہے اور اس کے بعد اس کا ہاتھ درست ہونے سے پہلے ہی اس نے اس کو بطور عمد قتل بھی کر دیا ہے تو اب اگر مسلمانوں کا امام چاہے تو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ پہلے اس شخص کا ہاتھ کاٹ دو اور اس کے بعد اسکو قتل کر دو۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ اس طرح کے بندے کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ دونوں افعال ایک ہی جنس سے ہیں اور برأت بھی دخل اندازی دینے والی نہیں ہے لہذا جمع کرنا ممکن ہے۔ اس لئے جمع کر دیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اس مقام پر جمع کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں افعال مختلف ہیں اس لئے کہ ان دونوں کا موجب قصاص ہے۔ اور فعل میں مساوات کا تقاضہ کرنے والا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور برابری اس طرح ہوگی کہ قتل کے بدلے میں قتل اور ہاتھ کاٹنے کے بدلے میں ہاتھ کو کاٹا جائے گا۔ اور یہ ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ جب گردن کو کاٹ دیا جائے گا تو اس کو ہاتھ کی جانب سرایت کا تعلق رک جانے والا ہے۔ حتیٰ کہ جب قطع ید اور قتل یہ دونوں جب دو بندوں سے واقع ہوئے ہوں تو گردن

کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا۔ پس یہ برأت کی دخل اندازی کی طرح ہو جائے گا۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب ہاتھ کو کاٹ دیا ہے اور وہی سرایت کر گیا ہے کیونکہ فعل ایک ہے اور بہ خلاف اس کے ہے کہ جب قطع ید اور قتل یہ دونوں خطاء کے طور پر ہوں۔ کیونکہ خطاء یہ دیت کو واجب کرنے والی ہے اور دیت بغیر کی مساوات کے نفس کا بدلہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جو ہاتھ کا ضمان ہے یہ فعل کے اثر کو پکا کرنے کے لئے واجب ہوا ہے۔ اور فعل یہ پختگی اس طرح گردن کاٹنے سے حاصل ہوگی جو سرایت کو ختم کر دینے والی ہو۔ پس یہاں پر کل اور جز کا ضمان ایک حالت میں جمع ہو جائے گا۔ اور یہی دونوں جمع ہونے والے نہیں ہیں۔ جبکہ قصاص میں قطع ید اور قتل یہ دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔

سو کوڑے مار کر قتل کرنے والے پر دیت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ضَرَبَ رَجُلًا مِائَةَ سَوْطٍ فَبَرَأَ مِنْ تِسْعِينَ وَمَاتَ مِنْ عَشَرَةٍ فَفِيهِ دِيَةٌ وَاحِدَةٌ) لِأَنَّهُ لَمَّا بَرَأَ مِنْهَا لَا تَبْقَى مُعْتَبَرَةً فِي حَقِّ الْأَرْشِ وَإِنْ بَقِيَتْ مُعْتَبَرَةً فِي حَقِّ التَّعْزِيرِ فَبَقِيَ الِاعْتِبَارُ لِلْعَشَرَةِ، وَكَذٰلِكَ كُلُّ جِرَاحَةٍ انْدَمَلَتْ وَلَمْ يَبْقَ لَهَا أَثَرٌ عَلٰى أَصْلِ أَبِي حَنِيفَةَ . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ فِي مِثْلِهِ حُكُومَةُ عَدْلٍ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ تَجِبُ أُجْرَةُ الطَّبِيبِ (وَإِنْ ضَرَبَ رَجُلًا مِائَةَ سَوْطٍ وَجَرَحَتْهُ وَبَقِيَ لَهُ أَثَرٌ تَجِبُ حُكُومَةُ الْعَدْلِ) لِبَقَاءِ الْأَثَرِ وَالْأَرْشُ إِنَّمَا يَجِبُ بِاعْتِبَارِ الْأَثَرِ فِي النَّفْسِ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے دوسرے آدمی کو ایک سو کوڑے مارے ہیں اور نوے کوڑوں تک وہ درست تھا جبکہ بقیہ دس کوڑوں کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا ہے۔ تو اس پر ایک دیت واجب ہوگی۔ کیونکہ جب وہ نوے کوڑوں تک درست رہا ہے تو دیت کے حق میں ان کوڑوں کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ خواہ حق تعزیر میں ان کی بات کا اعتبار کر لیا جاتا ہے۔ پس دس کا اعتبار باقی رہ جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصول کے مطابق ہر وہ زخم جو بھر جائے اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی کی طرح ایک قول نقل کیا گیا ہے۔ کہ عدل کی حکومت لازم ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ طبیب کی مزدوری لازم ہے۔ اور جب کسی شخص نے دوسرے آدمی کو کوڑے مارے ہیں اور کوڑوں سے اس کو زخمی کر دیا ہے اور اس زخم کا اثر باقی رہ گیا ہے تو اس اثر کے باقی رہ جانے کے سبب حکومت عدل لازم ہے۔ جبکہ جان میں اثر باقی رہ جانے کے سبب ارش لازم ہو جائے گا۔

مقتول کا قطع ید کے سبب فوت ہو جانے کا بیان

قَالَ . (وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ فَعَفَا الْمَقْطُوعَةُ يَدُهُ عَنِ الْقَطْعِ ثُمَّ مَاتَ مِنْ ذٰلِكَ فَعَلَى الْقَاطِعِ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ، وَإِنْ عَفَا عَنِ الْقَطْعِ وَمَا يَحْدُثُ مِنْهُ ثُمَّ مَاتَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُوَ عَفْوٌ عَنِ النَّفْسِ، ثُمَّ

اِنْ كَانَ خَطَأً فَهُوَ مِنَ الثُّلُثِ، وَاِنْ كَانَ عَمْدًا فَهُوَ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا : اِذَا عَفَا عَنِ الْقَطْعِ فَهُوَ عَفْوٌ عَنِ النَّفْسِ اَيْضًا، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ اِذَا عَفَا عَنِ الشَّجَّةِ ثُمَّ سَرٰى اِلَى النَّفْسِ وَمَاتَ، لَهُمَا اَنَّ الْعَفْوَ عَنِ الْقَطْعِ عَفْوٌ عَنْ مُوْجِبِهِ، وَمُوْجِبُهُ الْقَطْعُ لَوِ اقْتَصَرَ اَوِ الْقَتْلُ اِذَا سَرٰى، فَكَانَ الْعَفْوُ عَنْهُ عَفْوًا عَنْ اَحَدِ مُوْجِبَيْهِ اَيُّهُمَا كَانَ، وَلِاَنَّ اسْمَ الْقَطْعِ يَتَنَاوَلُ السَّارِیَ وَالْمُقْتَصَرَ فَيَكُوْنُ الْعَفْوُ عَنْ قَطْعٍ عَفْوًا عَنْ نَوْعَيْهِ وَصَارَ كَمَا اِذَا عَفَا عَنِ الْجِنَايَةِ فَاِنَّهٗ يَتَنَاوَلُ الْجِنَايَةَ السَّارِيَةَ وَالْمُقْتَصِرَةَ .كَذَا هٰذَا .

وَلَهٗ اَنَّ سَبَبَ الضَّمَانِ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ قَتْلُ نَفْسٍ مَعْصُوْمَةٍ مُتَقَوِّمَةٍ وَالْعَفْوُ لَمْ يَتَنَاوَلْهُ بِصَرِيْحِهٖ لِاَنَّهٗ عَفَا عَنِ الْقَطْعِ وَهُوَ غَيْرُ الْقَتْلِ، وَبِالسِّرَايَةِ تَبَيَّنَ اَنَّ الْوَاقِعَ قَتْلٌ وَحَقُّهٗ فِيْهِ وَنَحْنُ نُوْجِبُ ضَمَانَهٗ .

وَكَانَ يَنْبَغِیْ اَنْ يَجِبَ الْقِصَاصُ وَهُوَ الْقِيَاسُ لِاَنَّهٗ هُوَ الْمُوْجِبُ لِلْعَمْدِ، اِلَّا اَنَّ فِی الْاِسْتِحْسَانِ تَجِبُ الدِّيَةُ، لِاَنَّ صُوْرَةَ الْعَفْوِ اَوْرَثَتْ شُبْهَةً وَهِیَ دَارِئَةٌ لِلْقَوَدِ .

وَلَا نُسَلِّمُ اَنَّ السَّارِیَ نَوْعٌ مِنَ الْقَطْعِ، وَاَنَّ السِّرَايَةَ صِفَةٌ لَهٗ، بَلِ السَّارِیْ قَتْلٌ مِنَ الْاِبْتِدَاءِ، وَكَذَا لَا مُوْجِبَ لَهٗ مِنْ حَيْثُ كَوْنِهٖ قَطْعًا فَلَا يَتَنَاوَلُهُ الْعَفْوُ، بِخِلَافِ الْعَفْوِ عَنِ الْجِنَايَةِ لِاَنَّهُ اسْمُ جِنْسٍ، وَبِخِلَافِ الْعَفْوِ عَنِ الشَّجَّةِ وَمَا يَحْدُثُ مِنْهَا لِاَنَّهٗ صَرِيْحٌ فِی الْعَفْوِ عَنِ السِّرَايَةِ وَالْقَتْلِ، وَلَوْ كَانَ الْقَطْعُ خَطَأً فَقَدْ اَجْرَاهُ مَجْرَى الْعَمْدِ فِی

هٰذِهِ الْوُجُوْهِ وِفَاقًا وَخِلَافًا، آذَنَ بِذٰلِكَ اِطْلَاقُهٗ، اِلَّا اَنَّهٗ اِنْ كَانَ خَطَأً فَهُوَ مِنَ الثُّلُثِ، وَاِنْ كَانَ عَمْدًا فَهُوَ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ، لِاَنَّ مُوْجِبَ الْعَمْدِ الْقَوَدُ وَلَمْ يَتَعَلَّقْ بِهٖ حَقُّ الْوَرَثَةِ لِمَا اَنَّهٗ لَيْسَ بِمَالٍ فَصَارَ كَمَا اِذَا اَوْصٰى بِاِعَارَةِ اَرْضِهٖ .اَمَّا الْخَطَاُ فَمُوْجِبُهُ الْمَالُ، وَحَقُّ الْوَرَثَةِ يَتَعَلَّقُ بِهٖ فَيُعْتَبَرُ مِنَ الثُّلُثِ .

فرمایا کہ جب کسی بندے نے دوسرے آدمی کے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے اور اس کے بعد اس ہاتھ کٹے نے اس کو معاف کردیا ہے پھر وہ اسی ہاتھ کے سبب سے فوت ہوگیا ہے تو قاطع پر اس کے مال سے دیت واجب ہو جائے گی۔

اور جب مقطوع یدنے قطع اور اس قطع کے سبب پیدا ہونے والی ہر چیز کو معاف کردیا ہے اور اس کے بعد وہ اسی قطع کے سبب فوت ہوگیا ہے تو یہ جان سے معف ہونا ہو جائے گا۔ اور اگر یہ قطع غلطی والا ہے تو اب یہ معافی تہائی مال سے ہوگی۔ اور اگر یہ قطع بطور عمد ہے تو سارے مال سے معافی ہوگی۔ اور یہ حکم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب مقطوع نے قاطع کو معاف کر دیا ہے تو یہ جان سے بھی معافی بھی جائے گی۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے کہ جب زخمی شخص نے سر کے زخم کو معاف کر دیا ہے اور اس کے بعد وہ جان تک سرایت کر گیا جس کے سبب وہ فوت ہو گیا ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قطع کو معاف کرنا یہ اس کے دونوں موجب کرنے والوں کو معاف کرنا ہے۔ اور قطع کا موجب قطع ہے جب تک وہ سرایت نہ کرے اور قتل ہے جب وہ سرایت کر جائے۔ پس قطع کی معافی کے سبب اس کے دونوں موجبوں کی معافی ہوگی۔ اگرچہ وہ کچھ بھی ہو۔ کیونکہ قطع کا لفظ یہ سرایت کر جانے اور اکتفاء کرنے دونوں کو شامل ہے۔ پس قطع کی معافی اس کی دونوں اقسام معافی کو شامل ہوگی۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح جنایت کو معاف کر دیا ہے پس یہ معافی جنایت ساریہ اور مقتصرہ دونوں کے لئے ہوگی۔ پس یہ دونوں اس کو شامل ہوں گی۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ ضمان کا سبب ثابت ہو چکا ہے اور وہ معصوم جان کو قتل کرنا ہے۔ جبکہ معاف کرنا یہ وضاحت کے ساتھ قتل کو شامل نہیں ہے۔ کیونکہ مقطوع قطع کو معاف کرنے والا ہے۔ جبکہ قتل یہ قطع کے سوا ہے۔ اور زخم کے سرایت کر جانے سے یہ واضح ہو چکا ہے۔ کہ واقع ہونے والی چیز قتل ہے۔ اور مقطوع کا حق بھی اسی میں ہے۔ اور ہم قتل کا ضمان واجب کرتے ہیں۔ حالانکہ مناسب یہ تھا کہ قصاص کو واجب کیا جاتا اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔ کیونکہ قتل عمد کے سبب قصاص واجب ہوتا ہے۔ جبکہ استحسان کے مطابق دیت واجب ہے۔ کیونکہ معافی والی حالت نے شبہہ پیدا کر دیا ہے۔ اور یہی شبہہ قصاص کو ختم کرنے والا ہے۔

اور ہم اس حکم کو بھی تسلیم نہیں کریں گے کہ سرایت کرنا یہ قطع کی ایک قسم ہے۔ اور سرایت قطع کی صفت ہے۔ بلکہ یہ سرایت قتل کی ابتداء ہے۔ اور یہ قطع حیثیت قطع کے سبب اس کے لئے کوئی موجب نہیں ہے۔ پس معافی اس کو شامل نہ ہوگی۔ جبکہ جنایت کو معاف کرنے میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ جنایت اسم جنس ہے۔ جبکہ سر کے زخم میں ایسا نہیں ہے۔ اور اس سے پیدا ہونے والے معاملہ میں بھی ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ معافی سرایت کر جانے اور قتل کو معاف کرنے میں صراحت کرنے والی ہے۔

اور جب کسی شخص نے غلطی سے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے تو ان ساری متفق ومختلف فیہ صورتوں میں امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو عمد کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔ جس طرح امام محمد علیہ الرحمہ نے مطلق کا اعتبار کیا ہے۔ اور جب قطع ید خطاء سے ہے تو معافی تہائی مال سے ہوگی۔ اور جب یہ بطور عمد ہے تو معافی سارے مال سے ہوگی۔ کیونکہ عمد کا موجب قصاص ہے اور قصاص سے وارثوں کا حق متعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ مال نہیں ہے۔ تو یہ اس طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے اپنی زمین کو عاریت پر دینے کی وصیت کر رکھی ہے۔ اور البتہ خطاء کا موجب مال ہے۔ اور مال سے وارثوں کا حق متعلق ہے۔ پس تہائی مال سے معافی کا اعتبار کر لیا جائے گا۔

جنایت کے بدلے میں نکاح کرنے کا بیان

قَالَ . (وَاِذَا قَطَعَتِ الْمَرْاَةُ يَدَ رَجُلٍ فَتَزَوَّجَهَا عَلٰى يَدِهِ ثُمَّ مَاتَ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا، وَعَلٰى عَاقِلَتِهَا الدِّيَةُ اِنْ كَانَ خَطَأً، وَاِنْ كَانَ عَمْدًا فَفِىْ مَالِهَا) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ، لِاَنَّ الْعَفْوَ عَنْ

الْيَدِ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَفْوًا عَمَّا يَحْدُثُ مِنْهُ عِنْدَهُ فَالتَّزَوُّجُ عَلَى الْيَدِ لَا يَكُونُ تَزَوُّجًا عَلَى مَا يَحْدُثُ مِنْهُ .

ثُمَّ الْقَطْعُ إِذَا كَانَ عَمْدًا يَكُونُ هٰذَا تَزَوُّجًا عَلَى الْقِصَاصِ فِي الطَّرَفِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَالٍ فَلَا يَصْلُحُ مَهْرًا، لَا سِيَّمَا عَلَى تَقْدِيرِ السُّقُوطِ فَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ، وَعَلَيْهَا الدِّيَةُ فِي مَالِهَا لِأَنَّ التَّزَوُّجَ وَإِنْ كَانَ يَتَضَمَّنُ الْعَفْوَ عَلَى مَا نُبَيِّنُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى لٰكِنْ عَنِ الْقِصَاصِ فِي الطَّرَفِ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ، وَإِذَا سَرَى تَبَيَّنَ أَنَّهُ قَتْلُ النَّفْسِ وَلَمْ يَتَنَاوَلْهُ الْعَفْوُ فَتَجِبُ الدِّيَةُ وَتَجِبُ فِي مَالِهَا لِأَنَّهُ عَمْدٌ .

وَالْقِيَاسُ أَنْ يَجِبَ الْقِصَاصُ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ .

فرمایا کہ جب کسی عورت نے کسی بندے کا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور اس کے بعد ہاتھ کٹے شخص نے قاطعہ عورت سے اپنے ہاتھ کے بدلے میں نکاح کرلیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے تو اس عورت کے لئے مہر مثلی ہوگا۔ اور اس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی۔ جب یہ قطع غلطی سے ہے۔ اور اگر یہ قطع عمد ہے تو اس عورت کے مال سے دیت واجب ہو جائے گی۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسی طرح حکم ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ہاتھ کو معاف کرنا یہ اس چیز سے نہیں ہے جو قطع سے پیدا ہوئی ہے۔ تو بس ہاتھ کے بدلے میں نکاح کرنا یہ اس چیز سے نکاح کرنا نہ ہوگا جو قطع سے پیدا ہونے والا ہے۔

اور جب یہ قطع عمد کے طور ہے تو یہ قصاص فی طرف کے ذریعے نکاح کرنا ہے۔ قصاص طرف یہ مال نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مہر بننے کے قابل نہیں ہے۔ خاص طور پر کہ جب قصاص ساقط ہو جائے۔ پس مہر مثلی واجب ہوگا۔ اور عورت پر اس کے مال سے دیت واجب ہوگی۔ کیونکہ نکاح کرنا یہ اگر چہ معافی کو لازم کرنے والا ہے۔ مگر اس صورت میں وہ معافی قصاص طرف کو لازم کرنے والی ہے۔ اور جب قطع سرایت کر چکا ہے تو اس سے یہ پتہ چل گیا ہے کہ یہ جان کا قتل ہے۔ اور قطع کی معافی اس کو شامل نہ ہوگی۔ کیونکہ دیت واجب ہو جائے گی۔ اور یہ دیت عورت کے مال میں واجب ہوگی۔ کیونکہ یہ قطع عمد ہے۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس عورت پر قصاص واجب کیا جائے تو دلیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

مہر مثلی والی عورت پر وجوب دیت کا بیان

وَإِذَا وَجَبَ لَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ وَعَلَيْهَا الدِّيَةُ تَقَعُ الْمُقَاصَّةُ إِنْ كَانَا عَلَى السَّوَاءِ، وَإِنْ كَانَ فِي الدِّيَةِ فَضْلٌ تَرُدُّهُ عَلَى الْوَرَثَةِ، وَإِنْ كَانَ فِي الْمَهْرِ فَضْلٌ يَرُدُّهُ الْوَرَثَةُ عَلَيْهَا، وَإِذَا كَانَ الْقَطْعُ خَطَأً يَكُونُ هٰذَا تَزَوُّجًا عَلَى أَرْشِ الْيَدِ، وَإِذَا سَرَى إِلَى النَّفْسِ تَبَيَّنَ أَنَّهُ لَا أَرْشَ لِلْيَدِ وَأَنَّ الْمُسَمَّى مَعْدُومٌ فَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ، كَمَا إِذَا تَزَوَّجَهَا عَلَى مَا فِي الْيَدِ وَلَا شَيْءَ فِيهَا . وَلَا يَتَقَاصَّانِ لِأَنَّ الدِّيَةَ تَجِبُ عَلَى الْعَاقِلَةِ فِي الْخَطَأِ وَالْمَهْرُ لَهَا .

اور جب کسی عورت کے لئے مہر مثلی ہے اور اس پر دیت واجب ہوئی ہے اور اگر یہ مثلی مہر اور دیت دونوں برابر ہیں تو یہ مقاصہ ہو جائے گا۔ اور جب دیت کچھ زائد ہے تو عورت وہ شوہر کے ورثاء کو واپس دے گی۔ اور جب مہر کچھ زیادہ ہے تو ورثاء عورت کو وہ زیادتی واپس کریں گے۔

اور جب قطع خطاء کے طور پر ہے۔ تو یہ ضمان ید پر نکاح ہوگا۔ اور اگر وہ قطع جان کی جانب بڑھ گیا ہے تو اس سے یہ پتہ چل جائے گا کہ وہ ہاتھ کے لئے کوئی ضمان نہ تھا۔ اور ذکر کردہ معدوم ہے۔ پس مہر مثلی واجب ہوگا۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی عورت نے جو کچھ ہاتھ میں ہے اس پر نکاح کیا ہے جبکہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو اب مقاصہ نہ ہوگا۔ کیونکہ غلطی والا قطع یہ عاقلہ پر دیت واجب کرنے والا ہے۔ اور اس عورت کے لئے مہر مثلی واجب ہوگا۔

قطع ید اور اس کے اثر پر نکاح کرنے کا بیان

قَالَ : (وَلَوْ تَزَوَّجَهَا عَلَى الْيَدِ وَمَا يَحْدُثُ مِنْهَا اَوْ عَلَى الْجِنَايَةِ ثُمَّ مَاتَ مِنْ ذٰلِكَ وَالْقَطْعُ عَمْدٌ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا) لِاَنَّ هٰذَا تَزَوُّجٌ عَلَى الْقِصَاصِ وَهُوَ لَا يَصْلُحُ مَهْرًا فَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، وَصَارَ كَمَا اِذَا تَزَوَّجَهَا عَلٰى خَمْرٍ اَوْ خِنْزِيرٍ وَلَا شَيْءَ لَهُ عَلَيْهَا، لِاَنَّهُ لَمَّا جَعَلَ الْقِصَاصَ مَهْرًا فَقَدْ رَضِيَ بِسُقُوطِهِ بِجِهَةِ الْمَهْرِ فَيَسْقُطُ اَصْلًا كَمَا اِذَا اَسْقَطَ الْقِصَاصَ بِشَرْطِ اَنْ يَصِيرَ مَالًا فَاِنَّهُ يَسْقُطُ اَصْلًا (وَاِنْ كَانَ خَطَأً يُرْفَعُ عَنِ الْعَاقِلَةِ مَهْرُ مِثْلِهَا، وَلَهُمْ ثُلُثُ مَا تَرَكَ وَصِيَّةً) لِاَنَّ هٰذَا تَزَوُّجٌ عَلَى الدِّيَةِ وَهِيَ تَصْلُحُ مَهْرًا اِلَّا اَنَّهُ يُعْتَبَرُ بِقَدْرِ مَهْرِ الْمِثْلِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ لِاَنَّهُ مَرِيضٌ مَرَضَ الْمَوْتِ وَالتَّزَوُّجُ مِنَ الْحَوَائِجِ الْاَصْلِيَّةِ وَلَا يَصِحُّ فِي حَقِّ الزِّيَادَةِ عَلٰى مَهْرِ الْمِثْلِ لِاَنَّهُ مُحَابَاةٌ فَيَكُونُ وَصِيَّةً فَيُرْفَعُ عَنِ الْعَاقِلَةِ لِاَنَّهُمْ يَتَحَمَّلُونَ عَنْهَا، فَمِنَ الْمُحَالِ اَنْ تَرْجِعَ عَلَيْهِمْ بِمُوجَبِ جِنَايَتِهَا، وَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ وَصِيَّةٌ لَهُمْ لِاَنَّهُمْ مِنْ اَهْلِ الْوَصِيَّةِ لِمَا اَنَّهُمْ لَيْسُوا بِقَتَلَةٍ، فَاِنْ كَانَتْ تَخْرُجُ مِنَ الثُّلُثِ تَسْقُطُ، وَاِنْ لَمْ تَخْرُجْ يَسْقُطُ ثُلُثُهُ .

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ : كَذٰلِكَ الْجَوَابُ فِيمَا اِذَا تَزَوَّجَهَا عَلَى الْيَدِ، لِاَنَّ الْعَفْوَ عَنِ الْيَدِ عَفْوٌ عَمَّا يَحْدُثُ مِنْهُ عِنْدَهُمَا فَاتَّفَقَ جَوَابُهُمَا فِي الْفَصْلَيْنِ .

فرمایا کہ جب قطع ید والے نے قاطعہ عورت سے نکاح ہاتھ اور اس کے سبب پیدا ہونے والے اثر پر کیا ہے تو یہ نکاح جنایت پر ہونے والا ہے۔ اور اس کے بعد وہ بندہ اس قطع کے سبب فوت ہو چکا ہے۔ اور قطع عمد تھا تب بھی عورت کو مثلی مہر ملے گا۔ کیونکہ اس نے قصاص کے بدلے میں نکاح کیا ہے۔ جبکہ قصاص مہر بننے کی طاقت رکھنے والا نہیں ہے۔ پس مہر مثلی واجب ہو جائے گا۔ اسی وضاحت کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور یہ مسئلہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح خمر یا خنزیر کے بدلے میں کسی بندے نے عورت سے نکاح کیا ہے۔ تو عورت پہ کچھ بھی نہ ہوگا کیونکہ جب خاوند نے قصاص کو مہر بنادیا ہے تو جانب مہر سے وہ قصاص کے ساقط ہونے پر رضامند ہونے والا ہے۔ کیونکہ قصاص کلی طور پر ساقط ہونے والا ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی شخص نے شرط پر قصاص کو ساقط کردیا ہے کہ وہ مال ہو جائے تو اب بھی کلی طور پر قصاص ساقط ہو جائے گا۔

اور جب قطع ید خطاء کے مطابق ہے تو وہ عاقلہ پر مہر مثلی کی مقدار کے مطابق ساقط ہو جائے گا۔ اور جو بچ جائے گا۔ وہ عاقلہ کے لئے وصیت ہے۔ کیونکہ یہ دیت پر نکاح ہونے والا ہے۔ اور دیت مہر بن سکتی ہے مگر مہر مثلی کی مقدار تک سارے مال سے معافی کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ مرض موت والا مریض ہے۔ جبکہ نکاح کرنا یہ حوائج اصلیہ میں سے ہے۔ اور مثلی مہر سے زیادہ کے حق میں معافی درست نہیں ہے کیونکہ وہ عطیہ ہے پس وہ وصیت بن جائے گا۔ اور عاقلہ سے مہر کو ساقط کردیا جائے گا۔ کیونکہ عاقلہ ہی عورت کی جانب سے اس کو اٹھانے والی ہے۔ تو یہ ناممکن ہے کہ عورت اپنی جنایت کے موجب کے متعلق انہی پر رجوع کرے۔ اور یہی زیادتی عاقلہ کے لئے وصیت بن جائے گی۔ کیونکہ وصیت کے اہل عاقلہ ہے۔ کیونکہ وہ قاتل نہیں ہے۔ اور اس کے بعد جب زیادتی تہائی سے نکل گئی ہے تو وہ ساقط ہو جائے گی۔ اور جب وہ تہائی سے نکلے تو اس کا تہائی ساقط ہو جائے گا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب کسی بندے نے عورت سے ہاتھ کے بدلے میں نکاح کیا ہے تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہوگا کیونکہ صاحبین کے نزدیک ہاتھ کی معافی ہر اس چیز کی معافی ہوگی جو اس سے پیدا ہوئی ہے۔ پس ان کے نزدیک دونوں چیزوں کا ایک ہی جواب ہے۔

مقطوع ید کا قصاص کے بعد فوت ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ قُطِعَتْ يَدُهُ فَاقْتَصَّ لَهُ مِنَ الْيَدِ ثُمَّ مَاتَ فَإِنَّهُ يُقْتَلُ الْمُقْتَصُّ مِنْهُ) لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ أَنَّ الْجِنَايَةَ كَانَتْ قَتْلَ عَمْدٍ وَحَقُّ الْمُقْتَصِّ لَهُ الْقَوَدُ، وَاسْتِيفَاءُ الْقَطْعِ لَا يُوجِبُ سُقُوطَ الْقَوَدِ كَمَنْ كَانَ لَهُ الْقَوَدُ إِذَا اسْتَوْفَى طَرَفَ مَنْ عَلَيْهِ الْقَوَدُ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَسْقُطُ حَقُّهُ فِي الْقِصَاصِ ، لِأَنَّهُ لَمَّا أَقْدَمَ عَلَى الْقَطْعِ فَقَدْ أَبْرَأَهُ عَمَّا وَرَاءَهُ .

وَنَحْنُ نَقُولُ : إِنَّمَا أَقْدَمَ عَلَى الْقَطْعِ ظَنًّا مِنْهُ أَنَّ حَقَّهُ فِيهِ وَبَعْدَ السِّرَايَةِ تَبَيَّنَ أَنَّهُ فِي الْقَوَدِ فَلَمْ يَكُنْ مُبْرِئًا عَنْهُ بِدُونِ الْعِلْمِ بِهِ .

اور جب کسی شخص کے ہاتھ کو کاٹا گیا ہے اور اس کے بعد اس کے ہاتھ کے بدلے میں قصاص بھی لیا گیا ہے۔ اس کے بعد وہ شخص فوت ہو گیا ہے۔ تو جس سے قصاص لیا گیا تھا اس کو قتل کردیا جائے گا۔ کیونکہ یہ پتہ چل چکا ہے کہ وہ قتل کی جنایت عمد تھی اور مقتص لہ کا حق قصاص ہے۔ اور ہاتھ کو کوٹنے سے قصاص کو ساقط کرنے کی وصولی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ جس طرح وہ بندہ

ہے کہ جس کے لئے قصاص لیا گیا ہے۔ لیکن وہ اس نے جس کے لئے قصاص تھا اس کو وصول کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مقتص لہ کا حق قصاص ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ جب اس نے قطع پر پہل کی ہے تو اس نے اس شخص کو جس پر قصاص واجب ہے اس کو قطع کے سواسے بری کیا ہے۔

ہم کہیں گے کہ اس نے یہ جانتے ہوئے پہل کی ہے کہ اس کا حق قطع میں ہے۔ مگر قطع کے سرایت کرنے کے بعد یہ پتہ چلا ہے کہ اس کا حق قصاص میں تھا۔ پس مقتص لہ قصاص کو جانے بغیر اس سے بری الذمہ نہ ہوگا۔

کسی شخص کے ولی کا عمداً قتل ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ قَتَلَ وَلِيَّهُ عَمْدًا فَقَطَعَ يَدَ قَاتِلِهِ ثُمَّ عَفَا وَقَدْ قُضِيَ لَهُ بِالْقِصَاصِ اَوْ لَمْ يُقْضَ فَعَلٰى قَاطِعِ الْيَدِ دِيَةُ الْيَدِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا : لَا شَىْءَ عَلَيْهِ) لِاَنَّهُ اسْتَوْفٰى حَقَّهُ فَلَا يَضْمَنُهُ، وَهٰذَا لِاَنَّهُ اسْتَحَقَّ اِتْلَافَ النَّفْسِ بِجَمِيْعِ اَجْزَائِهَا، وَلِهٰذَا لَوْ لَمْ يَعْفُ لَا يَضْمَنُهُ، وَكَذَا اِذَا سَرٰى وَمَا بَرَاَ اَوْ مَا عَفَا وَمَا سَرٰى، اَوْ قَطَعَ ثُمَّ حَزَّ رَقَبَتَهُ قَبْلَ الْبُرْءِ اَوْ بَعْدَهُ وَصَارَ كَمَا اِذَا كَانَ لَهُ قِصَاصٌ فِى الطَّرَفِ فَقَطَعَ اَصَابِعَهُ ثُمَّ عَفَا لَا يَضْمَنُ الْاَصَابِعَ .وَلَهُ اَنَّهُ اسْتَوْفٰى غَيْرَ حَقِّهِ، لِاَنَّ حَقَّهُ فِى الْقَتْلِ .

وَهٰذَا قَطْعٌ وَاِبَانَةٌ، وَكَانَ الْقِيَاسُ اَنْ يَجِبَ الْقِصَاصُ اِلَّا اَنَّهُ سَقَطَ لِلشُّبْهَةِ فَاِنَّ لَهُ اَنْ يُتْلِفَهُ تَبَعًا، وَاِذَا سَقَطَ وَجَبَ الْمَالُ، وَاِنَّمَا لَا يَجِبُ فِى الْحَالِ لِاَنَّهُ يُحْتَمَلُ اَنْ يَصِيرَ قَتْلًا بِالسِّرَايَةِ فَيَكُوْنُ مُسْتَوْفِيًا حَقَّهُ، وَمِلْكُ الْقِصَاصِ فِى النَّفْسِ ضَرُوْرِىٌّ لَا يَظْهَرُ اِلَّا عِنْدَ الْاِسْتِيفَاءِ اَوِ الْعَفْوِ اَوِ الْاِعْتِيَاضِ لِمَا اَنَّهُ تَصَرُّفٌ فِيْهِ، فَاَمَّا قَبْلَ ذٰلِكَ لَمْ يَظْهَرْ لِعَدَمِ الضَّرُوْرَةِ بِخِلَافِ مَا اِذَا سَرٰى لِاَنَّهُ اسْتِيفَاءٌ .

وَاَمَّا اِذَا لَمْ يَعْفُ وَمَا سَرٰى، قُلْنَا : اِنَّمَا يَتَبَيَّنُ كَوْنُهُ قَطْعًا بِغَيْرِ حَقٍّ بِالْبُرْءِ حَتّٰى لَوْ قَطَعَ وَمَا عَفَا وَبَرَاَ الصَّحِيْحُ اَنَّهُ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ، وَاِذَا قَطَعَ ثُمَّ حَزَّ رَقَبَتَهُ قَبْلَ الْبُرْءِ فَهُوَ اسْتِيفَاءٌ وَلَوْ حَزَّ بَعْدَ الْبُرْءِ فَهُوَ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ هُوَ الصَّحِيْحُ، وَالْاَصَابِعُ وَاِنْ كَانَتْ تَابِعَةً قِيَامًا بِالْكَفِّ فَالْكَفُّ تَابِعَةٌ لَهَا غَرَضًا، بِخِلَافِ الطَّرَفِ لِاَنَّهَا تَابِعَةٌ لِلنَّفْسِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ .

فرمایا کہ جب کسی بندے کے ولی کو بطور عمد قتل کر دیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد مقتول کے ولی نے اپنے ولی کے قاتل کا ہاتھ کاٹ کر اس کو معاف کر دیا ہے جبکہ اس کے لئے قصاص کو فیصلہ کر دیا گیا تھا۔ یا فیصلہ نہ ہوا تھا۔ تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاطع ید پر ید کی دیت لازم ہوگی۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے اپنے حق کو وصول کرلیا ہے۔ پس وہ ضامن نہ ہوگا اور یہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ ولی جان کے تمام حصوں سمیت جان کو ختم کرنے کا حقدار ہے۔ اور یہی دلیل ہے کہ جب ولی معاف نہ کرے۔ تو وہ ضامن نہ ہوتا۔ اور اسی طرح جب زخم سرایت کر جائے اور وہ اچھا نہ ہوا اور یا ولی معاف نہ کیا اور زخم نے سرایت نہ کیا ہے یا ولی نے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے اور درست ہونے سے پہلے یا بعد میں اس کی گردن کو اڑا دیا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ کہ جس طرح ولی کے لئے قصاص فی طرف ہے اور جب اس نے قاطع کی انگلیوں کو کاٹ کر اس کو معاف کیا ہے تو ولی انگلیوں کا ضامن نہ ہو گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ولی نے اپنے حق کے سوا کسی اور چیز کو وصول کیا ہے کیونکہ اس کا حق قتل میں ہے۔ جبکہ یہ کاٹ دینا اور الگ کر دینا ہے۔ اور قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ قصاص واجب ہوتا۔ مگر شبہ کے سبب قصاص ساقط ہو چکا ہے۔ کیونکہ ولی کے لئے بھی یہ حق تھا کہ وہ اتباع کرتے ہوئے ہاتھ کو ختم کر دیتا۔ اور جب قصاص ساقط ہو چکا ہے تو مال واجب ہو جائے گا۔ مگر اسی حالت میں وہ مال واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ زخم کی سرایت کے سبب وہ قتل ہو جائے۔ اور ولی اپنے حق کو وصول کرنے والا بن جائے۔ اور جان میں قصاص کی ملکیت لازم ہے۔ کیونکہ یہ ملکیت قصاص کے لینے یا معاف کرنے یا بدلہ لینے کے وقت ظاہر ہو گی۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا اس ملکیت حق تصرف رکھتا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے والے مسئلہ میں عدم ضرورت کے سبب ملکیت ظاہر نہ ہوگی۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب زخم سرایت کر جائے کیونکہ یہ وصولی ہے۔ اور مقتول کے ولی نے معاف نہ کیا اور زخم میں اس سے آگے نہ بڑھا تو اب ہم کہیں گے کہ اس قطع کا ناحق قطع ہو جانا یہ برأت سے واضح ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ولی نے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے اور معاف نہ کیا ہے اور وہ زخم درست ہو گیا ہے تو صحیح یہ ہے کہ یہ بھی اختلافی ہے۔

اور جب ولی نے ہاتھ کو کاٹ دیا اور درست ہونے سے پہلے اس نے اس کی گردن کو اڑا دیا ہے تو یہ استیفاء ہوگا۔ اور جب اچھا ہو جانے کے بعد اس نے کاٹ دیا ہے تو یہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہوگا۔ اور یہی درست ہے۔ اور انگلیوں اگرچہ ہتھیلی ہونے کی وجہ سے اس کے تابع ہیں۔ مگر مقصد کے اعتبار سے ہتھیلی ان انگلیوں کے تابع ہے۔ جبکہ طرف میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ طرف ہر لحاظ سے جان کے تابع ہے۔

قصاص فی طرف میں ضمان نفس کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ لَهُ الْقِصَاصُ فِي الطَّرَفِ إِذَا اسْتَوْفَاهُ ثُمَّ سَرَى إِلَى النَّفْسِ وَمَاتَ يَضْمَنُ دِيَةَ النَّفْسِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : لَا يَضْمَنُ) لِأَنَّهُ اسْتَوْفَى حَقَّهُ وَهُوَ الْقَطْعُ، وَلَا يُمْكِنُ التَّقْيِيدُ بِوَصْفِ السَّلَامَةِ لِمَا فِيهِ مِنْ سَدِّ بَابِ الْقِصَاصِ، إِذْ الِاحْتِرَازُ عَنْ السِّرَايَةِ لَيْسَ فِي وُسْعِهِ فَصَارَ كَالْإِمَامِ وَالْبَزَّاغِ وَالْحَجَّامِ وَالْمَأْمُورِ بِقَطْعِ الْيَدِ .

وَلَهُ أَنَّهُ قَتْلٌ بِغَيْرِ حَقٍّ لِأَنَّ حَقَّهُ فِي الْقَطْعِ وَهٰذَا وَقَعَ قَتْلًا وَلِهٰذَا لَوْ وَقَعَ ظُلْمًا كَانَ قَتْلًا .

وَلِأَنَّهُ جُرْحٌ أَفْضَى إِلَى فَوَاتِ الْحَيَاةِ فِي مَجْرَى الْعَادَةِ وَهُوَ مُسَمَّى الْقَتْلِ، إِلَّا أَنَّ الْقِصَاصَ سَقَطَ لِلشُّبْهَةِ فَوَجَبَ الْمَالُ بِخِلَافِ مَا اسْتَشْهَدَا بِهِ مِنَ الْمَسَائِلِ إِلَّا أَنَّهُ مُكَلَّفٌ فِيهَا بِالْفِعْلِ، إِمَّا تَقَلُّدًا كَالْإِمَامِ أَوْ عَقْدًا كَمَا فِي غَيْرِهِ مِنْهَا .

وَالْوَاجِبَاتُ لَا تَتَقَيَّدُ بِوَصْفِ السَّلَامَةِ كَالرَّمْيِ إِلَى الْحَرْبِيِّ، وَفِيمَا نَحْنُ فِيهِ لَا الْتِزَامَ وَلَا وُجُوبَ، إِذْ هُوَ مَنْدُوبٌ إِلَى الْعَفْوِ فَيَكُونُ مِنْ بَابِ الْإِطْلَاقِ فَأَشْبَهَ الِاصْطِيَادَ .

شرح فرمایا کہ جب کسی بندے کے لئے قصاص فی طرف ہے۔ اور جب اس نے اس کو وصول کرلیا ہے اور اس کے بعد زخم جان تک سرایت کر چکا ہے اور مقطوع اس کے سبب سے فوت ہو چکا ہے۔ تو جس شخص پر قصاص ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ دیت جان کا ضامن ہوگا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے اپنا حق وصول کرلیا ہے۔ اور وہ حق قطع ہے۔ اور قطع کو سلامتی کے وصف کے ساتھ مقید کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اصل قصاص کے حکم کو ختم کرنا لازم آئے گا۔ کیونکہ سرایت سے احتیاط کرنا یہ اس پر شخص کے بس میں نہیں ہے جس پر قصاص پر واجب ہے۔ تو یہ امام کی طرح نشتر لگانے والے کی طرح، حجام کی طرح اور ہاتھ کاٹنے کے کام پر ماٗمور آدمی کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جس شخص پر قصاص واجب ہے اس نے مقتص لہ کو ناحق قتل کر دیا ہے۔ کیونکہ اس کا حق قطع میں تھا۔ اور یہ قتل واقع ہوا ہے۔ کیونکہ اگر یہ قطع ید بطور ظلم ہوتا تو یہ قتل ہوتا۔ جبکہ یہ ایسا زخم ہے جو عام طور پر زندگی کو ختم کرنے کی جانب لے جانے والا ہے۔ اور یہی قتل ہے۔ مگر شبہ کے سبب قصاص ساقط ہو چکا ہے۔ پس مال واجب ہوگا۔

بہ خلاف انہی مسائل کے کہ جن میں صاحبین نے استشہاد پیش کیا ہے کہ ان میں فعل کا مکلف فاعل ہے۔ خواہ وہ بطور خلافت ہے یا امامت ہے یا عقد کے ذریعے سے ہو۔ جس طرح امام کے سوا باقی مسائل میں ہے۔ اور واجبات یہ وصف سلامتی کے متصف ہونے والے نہیں ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح حربی کی جانب تیر چلانا ہے۔ اور جس مسئلہ کو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں تو کوئی التزام و وجوب نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں معافی مندوب ہوئی۔ پس یہ مطلق کے احکام سے ہے اور یہ شکار کے مشابہ ہو جائے گا۔

بَابُ الشَّهَادَةِ فِى الْقَتْلِ

﴿یہ باب قتل میں گواہی کے بیان میں ہے﴾

باب شہادت قتل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے قتل میں شہادت کے باب کو بعد میں ذکر کیا ہے کیونکہ قتل کی تحقیق کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی اس کا انکار کردے۔ تو اس وقت قتل محتاج شہادت ہوتی ہے۔ لہٰذا اسی سبب سے اس باب کو بعد میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کی دوسری فقہی مطابقت یہ ہے کہ شہادت ہمیشہ واقع کے وقوع کے بعد ہوتی ہے۔ کیونکہ شہادت ہوتی وہی ہے جس کو دیکھ کر کہا جائے کہ یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔ لہٰذا اس لئے اس باب کو مؤخر ذکر کیا گیا ہے۔

شہادت قتل کے شرعی ماخذ کا بیان

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۚ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّه وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْــًٔا ۚ فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّه بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۚ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۚ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِه ۚ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۚ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۚ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّه فُسُوْقٌ بِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ (البقرہ، ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہئے اور جس بات پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا لکھا نہ سکے تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے، اور دو گواہ کرلو اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے

گواہ جن کو پسند کرو کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس کو دوسری یاد دلادے، اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں، اور اسے بھاری نہ جانو کہ دین چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک لکھت کرلو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہ نہ پڑے مگر یہ کہ کوئی سر دست کا سودا دست بدست ہو تو اس کے نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں اور جب خرید وفروخت کرو تو گواہ کرلو اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے، نہ گواہ کو (یا، نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ) اور جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا، اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے،

مقتول کے بیٹوں کا گواہی کو پیش کرنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ قُتِلَ وَلَهُ ابْنَانِ حَاضِرٌ وَغَائِبٌ فَأَقَامَ الْحَاضِرُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْقَتْلِ ثُمَّ قَدِمَ الْغَائِبُ فَإِنَّهُ يُعِيدُ الْبَيِّنَةَ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : لَا يُعِيدُ (وَإِنْ كَانَ خَطَأً لَمْ يُعِدْهَا بِالْإِجْمَاعِ) وَكَذَلِكَ الدَّيْنُ يَكُونُ لِأَبِيهِمَا عَلَى آخَرَ .

لَهُمَا فِي الْخِلَافِيَّةِ أَنَّ الْقِصَاصَ طَرِيقُهُ طَرِيقُ الْوِرَاثَةِ كَالدَّيْنِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ عِوَضٌ عَنْ نَفْسِهِ فَيَكُونُ الْمِلْكُ فِيهِ لِمَنْ لَهُ الْمِلْكُ فِي الْمُعَوَّضِ كَمَا فِي الدِّيَةِ، وَلِهَذَا لَوْ انْقَلَبَ مَالًا يَكُونُ لِلْمَيِّتِ، وَلِهَذَا يَسْقُطُ بِعَفْوِهِ بَعْدَ الْجُرْحِ قَبْلَ الْمَوْتِ فَيَنْتَصِبُ أَحَدُ الْوَرَثَةِ خَصْمًا عَنْ الْبَاقِينَ .

وَلَهُ أَنَّ الْقِصَاصَ طَرِيقُهُ الْخِلَافَةُ دُونَ الْوِرَاثَةِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ مِلْكَ الْقِصَاصِ يَثْبُتُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْمَيِّتُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ، بِخِلَافِ الدَّيْنِ وَالدِّيَةِ لِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْمِلْكِ فِي الْأَمْوَالِ، كَمَا إذَا نَصَبَ شَبَكَةً فَتَعَلَّقَ بِهَا صَيْدٌ بَعْدَ مَوْتِهِ فَإِنَّهُ يَمْلِكُهُ، وَإِذَا كَانَ طَرِيقُهُ الْإِثْبَاتَ ابْتِدَاءً لَا يَنْتَصِبُ أَحَدُهُمْ خَصْمًا عَنْ الْبَاقِينَ فَيُعِيدُ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ حُضُورِهِ (فَإِنْ كَانَ أَقَامَ الْقَاتِلُ الْبَيِّنَةَ أَنَّ الْغَائِبَ قَدْ عَفَا فَالشَّاهِدُ خَصْمٌ وَيَسْقُطُ الْقِصَاصُ) لِأَنَّهُ ادَّعَى عَلَى الْحَاضِرِ سُقُوطَ حَقِّهِ فِي الْقِصَاصِ إلَى مَالٍ، وَلَا يُمْكِنُهُ إثْبَاتُهُ إلَّا بِإِثْبَاتِ الْعَفْوِ مِنْ الْغَائِبِ فَيَنْتَصِبُ الْحَاضِرُ خَصْمًا عَنْ الْغَائِبِ (وَكَذَلِكَ عَبْدٌ بَيْنَ رَجُلَيْنِ قُتِلَ عَمْدًا وَأَحَدُ الرَّجُلَيْنِ غَائِبٌ فَهُوَ عَلَى هَذَا) لِمَا بَيَّنَّاهُ .

فرمایا کہ جس بندے کو قتل کردیا گیا ہے اور اس کے دو بیٹے ہیں۔ ان میں سے ایک موجود ہے اور دوسرا غائب ہے تو اس موجود نے قتل پر گواہی کو پیش کردیا ہے اس کے بعد غائب آگیا ہے تو امام صاحب کے نزدیک وہ گواہی کو دوبارہ لوٹائے گا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ نہیں لوٹائے گا۔ اور جب وہ قتل خطاء ہے تو بہ اتفاق وہ گواہی کا اعادہ نہ کرے گا۔ اور یہی حکم اس قرض کا ہوگا۔ جو ان کے والد کے ذمہ پر ہے۔ اس اختلافی مسئلہ میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قصاص کا طریقہ وارثت میں قرض کے

طریقے کی طرح ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ قصاص مقتول کی جان کا بدلہ ہے۔ پس قصاص میں اس کی ملکیت ہوگی۔ جس میں معوض کی ملکیت ہوگی۔ جس طرح میں دیت میں ہے اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ جب قصاص کو بدل مال بنادیا ہے تو وہ مال میت کے لئے ہوگا۔ اور زخم کے بعد موت سے پہلے میت کے معاف کرنے سے قصاص معاف ہو جانے کو پس ورثاء میں سے ایک بندہ بقیہ ساروں کی جانب سے خصم بن جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ملکیت قصاص کا طریقہ یہ خلافت کے طریقے کے مطابق ہے۔ جبکہ وراثت کے مطابق نہیں ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ ملکیت قصاص یہ موت کے بعد ثابت ہوا کرتی ہے۔ اور اس وقت میت قصاص کا مالک بننے کی صلاحیت رکھنے والی نہیں ہے۔ جبکہ قرض اور دیت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ میت مالوں میں ملکیت کی اہل ہے۔ جس طرح کسی شخص نے جال لگایا ہے اور اس کے مرجانے کے بعد اس میں شکار آیا ہے تو اس کی مالک میت ہوگی۔

اور جب ابتدائی طور پر قصاص کا طریقہ اثبات ہے تو ایک وارث باقی وراثوں کی طرف سے خصم نہ ہوگا۔ کیونکہ غائب وارث کے آنے کے بعد شہادت کا اعادہ ہوگا۔

اور جب قاتل نے یہ گواہی پیش کردی ہے کہ غائب نے قصاص کو معاف کردیا ہے تو موجود خصم نہ بن سکے گا۔ اور قصاص ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ قاتل نے موجود پر مالک کی جانب سے قصاص میں اس کے حق کو ساقط کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ جبکہ غائب کی جانب سے معافی کو ثابت کیے بغیر قاتل کے لئے موجود کے حق کو ساقط کرنے کا دعویٰ کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس موجود غائب کی جانب سے خصم بن جائے گا۔ اور اسی طرح جب کوئی غلام دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہے۔ اور اس نے بطور عمد قتل کردیا ہے اور اس کے دونوں مالکوں میں سے کوئی ایک غائب ہے تو یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔

مقتول کے اولیاء میں اختلاف شہادت کا بیان

قَالَ : (فَإِنْ كَانَ الْأَوْلِيَاءُ ثَلَاثَةً فَشَهِدَ اثْنَانِ مِنْهُمْ عَلَى الْآخَرِ أَنَّهُ قَدْ عَفَا فَشَهَادَتُهُمَا بَاطِلَةٌ وَهُوَ عَفْوٌ مِنْهُمَا) لِأَنَّهُمَا يَجُرَّانِ بِشَهَادَتِهِمَا إلَى أَنْفُسِهِمَا مَغْنَمًا وَهُوَ انْقِلَابُ الْقَوَدِ مَالًا (فَإِنْ صَدَّقَهُمَا الْقَاتِلُ فَالدِّيَةُ بَيْنَهُمْ أَثْلَاثًا) مَعْنَاهُ : إذَا صَدَّقَهُمَا وَحْدَهُ، لِأَنَّهُ لَمَّا صَدَّقَهُمَا فَقَدْ أَقَرَّ بِثُلُثَيْ الدِّيَةِ لَهُمَا فَصَحَّ إقْرَارُهُ، إلَّا أَنَّهُ يَدَّعِي سُقُوطَ حَقِّ الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ وَهُوَ يُنْكِرُ فَلَا يُصَدَّقُ وَيَغْرَمُ نَصِيبَهُ (وَإِنْ كَذَّبَهُمَا فَلَا شَيْءَ لَهُمَا وَلِلْآخَرِ ثُلُثُ الدِّيَةِ) وَمَعْنَاهُ : إذَا كَذَّبَهُمَا الْقَاتِلُ أَيْضًا، وَهَذَا لِأَنَّهُمَا أَقَرَّا عَلَى أَنْفُسِهِمَا بِسُقُوطِ الْقِصَاصِ فَقُبِلَ وَادَّعَيَا انْقِلَابَ نَصِيبِهِمَا مَالًا فَلَا يُقْبَلُ إلَّا بِحُجَّةٍ، وَيَنْقَلِبُ نَصِيبُ الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ مَالًا لِأَنَّ دَعْوَاهُمَا الْعَفْوَ عَلَيْهِ وَهُوَ يُنْكِرُ بِمَنْزِلَةِ ابْتِدَاءِ الْعَفْوِ مِنْهُمَا فِي حَقِّ الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ، لِأَنَّ سُقُوطَ الْقَوَدِ مُضَافٌ

اِلَيْهِمَا، وَإِنْ صَدَّقَهُمَا الْمَشْهُوْدُ عَلَيْهِ وَحْدَهُ غَرِمَ الْقَاتِلُ ثُلُثَ الدِّيَةِ لِلْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ لِإِقْرَارِهِ لَهُ بِذٰلِكَ.

فرمایا کہ جب مقتول کے تین اولیاء ہیں اوران میں دوولیوں نے تیسرے والی کے خلاف شہادت دے دی ہے کہ اس نے قصاص کومعاف کردیا ہے توان کی شہادت باطل ہوجائے گی۔اور یہ ان کی جانب سے معافی ہے۔کیونکہ یہ دونوں اپنی شہادت کے ذریعے اپنی جانب غنیمت کوکھینچنے والے ہیں۔اوروہ قصاص کو مال میں بدل دیتا ہے۔اوراس کے بعد جب قاتل نے ان دونوں کی تصدیق کردی ہے۔تو دیت ان دونوں کے درمیان تین تہائی کے مطابق ہوگی۔اوراس کامعنی یہ ہے کہ جب قاتل نے صرف اسی چیز کی تصدیق کی ہے لہٰذا اس کا یہ تصدیق کرناان کے لئے دوتہائی دیت کے اقرار کی طرح ہوجائے گا۔پس اس کا اقرار درست ہوگا۔مگر وہ مشہود علیہ کے سقوط حق کا بھی دعویٰ کرنے والا ہے۔جبکہ مشہود علیہ اس کا انکاری ہے۔تو قاتل کی تصدیق نہ کی جائے گی۔اور قاتل مشہود علیہ کا ضامن ہوگا۔

اور جب تیسرے بھائی نے ان دونوں کو جھٹلا دیا ہے توان کے لئے کچھ بھی نہ ہوگا اور جھٹلانے والے کے لئے دوتہائی دیت ہو گی۔اس کامعنی یہ ہے کہ جب قاتل نے بھی ان کو جھٹلا دیا ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ ان دونوں نے اپنی جان پر سقوط قصاص کا اقرار کیا ہے۔پس یہ اقرار قبول کرلیا جائے گا۔اورانہوں نے اپنے حصے کو مال میں بدلنے کا دعویٰ بھی کیا ہوا ہے۔پس دلیل کے بغیر یہ دعویٰ درست نہ ہوگا۔اور مشہود علیہ کا حصہ مال میں تبدیل ہوجائے گا۔کیونکہ ان دونوں کا دعویٰ کرنا مشہود علیہ کے حق میں ان کی طرف سے معاف کرنے میں حکم میں ہوگا۔کیونکہ سقوط قصاص کی اضافت انہی کی جانب ہے۔

اور جب صرف مشہود علیہ نے تصدیق کی ہے تو قتل مشہود علیہ کے لئے دوتہائی کا ضامن ہوگا۔کیونکہ قاتل نے مشہود علیہ کے لئے تہائی کا اقرار کیا ہے۔

شہادت سے ہونے والے ثبوت کا ثبوت مشاہدہ کی طرح ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا شَهِدَ الشُّهُوْدُ أَنَّهُ ضَرَبَهُ فَلَمْ يَزَلْ صَاحِبَ فِرَاشٍ حَتّٰى مَاتَ فَعَلَيْهِ الْقَوَدُ إِذَا كَانَ عَمْدًا) لِأَنَّ الثَّابِتَ بِالشَّهَادَةِ كَالثَّابِتِ مُعَايَنَةً، وَفِيْ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، وَالشَّهَادَةُ عَلٰى قَتْلِ الْعَمْدِ تَتَحَقَّقُ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ، لِأَنَّ الْمَوْتَ بِسَبَبِ الضَّرْبِ إِنَّمَا يُعْرَفُ إِذَا صَارَ بِالضَّرْبِ صَاحِبَ فِرَاشٍ حَتّٰى مَاتَ، وَتَأْوِيْلُهُ إِذَا شَهِدُوْا أَنَّهُ ضَرَبَهُ بِشَيْءٍ جَارِحٍ.

فرمایا کہ جب گواہوں نے یہ شہادت دے دی ہے کہ فلاں شخص نے فلاں بندے کو مارا ہے اس کے بعد مضروب صاحب فراش بن گیا اوراس کے بعد وہ فوت ہوگیا ہے تو اگر یہ ضرب بطور عمد ہے تو مارنے والے پر قصاص واجب ہوگا۔کیونکہ گواہی کے ذریعے ثابت ہونے والا ثبوت یہ ثبوت مشاہدہ کی طرح ہے۔اوراس صورت میں قصاص واجب ہوگا۔جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔اور قتل عمد پر اس طرح کی گواہی ثابت ہوجایا کرتی ہے۔کیونکہ ضرب کے سبب اسی وقت پہچان ہوچکی ہے جب وہ

مضروب صاحب فراش بنا رہا ہے۔ اور اسکی موت واقع ہو جائے۔ اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب گواہوں نے یہ گواہی دی ہے کہ مارنے والے نے مضروب کو زخمی کرنے والی چیز کے ساتھ مارا ہے۔

شہادت قتل میں ایام ومحل کے مختلف ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَاِذَا اخْتَلَفَ شَاهِدَا الْقَتْلِ فِي الْاَيَّامِ اَوْ فِي الْبَلَدِ اَوْ فِي الَّذِيْ كَانَ بِهِ الْقَتْلُ فَهُوَ بَاطِلٌ) لِاَنَّ الْقَتْلَ لَا يُعَادُ وَلَا يُكَرَّرُ، وَالْقَتْلُ فِيْ زَمَانٍ اَوْ فِيْ مَكَانٍ غَيْرُ الْقَتْلِ فِيْ زَمَانٍ اَوْ مَكَانٍ آخَرَ، وَالْقَتْلُ بِالْعَصَا غَيْرُ الْقَتْلِ بِالسِّلَاحِ لِاَنَّ الثَّانِيَ عَمْدٌ وَالْاَوَّلَ شِبْهُ الْعَمْدِ، وَيَخْتَلِفُ اَحْكَامُهُمَا فَكَانَ عَلٰى كُلِّ قَتْلٍ شَهَادَةٌ فَرْدٌ (وَكَذَا اِذَا قَالَ اَحَدُهُمَا : قَتَلَهُ بِعَصًا وَقَالَ الْآخَرُ لَا اَدْرِيْ بِاَيِّ شَيْءٍ قَتَلَهُ فَهُوَ بَاطِلٌ) لِاَنَّ الْمُطْلَقَ يُغَايِرُ الْمُقَيَّدَ .

فرمایا کہ جب قتل کے دونوں گواہوں میں دنوں میں یا شہر میں ہتھیار میں اختلاف ہو جائے تو ان گواہی باطل ہو جائے گی کیونکہ قتل کو نہ تو لوٹایا جا تا ہے اور نہ اس میں تکرار ہوتا ہے۔ اور کسی جگہ یا وقت میں واقع ہونے والا قتل دوسرے وقت یا مکان میں واقع ہونے قتل کے سوا ہے۔ اور لاٹھی سے ہونے والا قتل یہ اسلحہ کے سوا ہے۔ کیونکہ دوسرا عمد ہے۔ اور پہلا شبہ عمد ہے۔ اور ان دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ پس ہر قتل پر ایک بندے کی گواہی ہوئی ہے۔ اور اسی طرح جب گواہوں میں سے کسی ایک نے کہا ہے قاتل نے مقتول کو لاٹھی کے ذریعے قتل کیا ہے۔ اور دوسرے نے کہا ہے میں نہیں جانتا۔ کہ اس نے کس چیز کے ذریعے اس کو قتل کیا ہے۔ تو یہ باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ مطلق مقید کا مغایر ہوا کرتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

قتل میں مشہود بہ کے مجہول ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَاِنْ شَهِدَا اَنَّهُ قَتَلَهُ وَقَالَا : لَا نَدْرِيْ بِاَيِّ شَيْءٍ قَتَلَهُ فَفِيْهِ الدِّيَةُ اسْتِحْسَانًا) وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا تُقْبَلَ هٰذِهِ الشَّهَادَةُ لِاَنَّ الْقَتْلَ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْآلَةِ فَجُهِلَ الْمَشْهُوْدُ بِهِ .وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّهُمْ شَهِدُوْا بِقَتْلٍ مُطْلَقٍ وَالْمُطْلَقُ لَيْسَ بِمُجْمَلٍ فَيَجِبُ اَقَلُّ مُوْجِبَيْهِ وَهُوَ الدِّيَةُ وَلِاَنَّهُ يُحْمَلُ اِجْمَالُهُمْ فِي الشَّهَادَةِ عَلٰى اِجْمَالِهِمْ بِالْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ سِتْرًا عَلَيْهِ .وَاَوَّلُوْا كَذِبَهُمْ فِيْ نَفْيِ الْعِلْمِ بِظَاهِرِ مَا وَرَدَ بِاِطْلَاقِهِ فِيْ اِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ وَهٰذَا فِيْ مَعْنَاهُ، فَلَا يَثْبُتُ الِاخْتِلَافُ بِالشَّكِّ، وَتَجِبُ الدِّيَةُ فِيْ مَالِهِ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِي الْفِعْلِ الْعَمْدُ فَلَا يَلْزَمُ الْعَاقِلَةُ

فرمایا کہ جب دو گواہوں نے یہ شہادت دی ہے کہ قاتل نے فلاں آدمی کو قتل کر دیا ہے لیکن ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اس نے اسکو کس چیز کے ذریعے قتل کیا ہے۔ تو اس میں بطور استحسان دیت واجب ہوگی۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس شہادت کو قبول نہ کیا جائے۔ کیونکہ آلہ کے بدل جانے کی وجہ سے قتل بھی بدل گیا ہے اور مشہود بہ مجہول ہو چکا ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے مطلق طور پر قتل کی گواہی دی ہے اور مطلق میں اجمال نہیں ہوا کرتا پس قتل میں جو قلیل ہے وہ موجب دیت ہے۔ کیونکہ شہادت میں مشہود علیہ کے اجمال کو پردہ پوشی کے ذریعے احسان پر محمول کیا جائے گا۔ اور گواہوں سے عمر کے نفی کے سبب اس نص کے ظاہر سے توجیہ کی ہے کہ ذات بین کی اصلاح کے بارے میں کذب کی اباحت کے بارے میں بیان ہوئی ہے۔ اور یہ چیز بھی اسی حکم کے مطابق ہے۔ پس شک کے سبب اختلاف ثابت نہ ہو سکے گا۔ اور قاتل کے مال میں دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ فعل میں اصل عمد ہے پس پر دیت لازم نہ ہوگی۔

دونوں قاتلوں میں سے کسی ایک کا اقرار قتل کرنے کا بیان

قَالَ : (وَاِذَا اَقَرَّ رَجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَنَّهُ قَتَلَ فُلَانًا فَقَالَ الْوَلِيُّ : قَتَلْتُمَاهُ جَمِيعًا فَلَهُ اَنْ يَقْتُلَهُمَا، وَاِنْ شَهِدُوا عَلٰى رَجُلٍ اَنَّهُ قَتَلَ فُلَانًا وَشَهِدَ آخَرُونَ عَلٰى آخَرَ بِقَتْلِهٖ وَقَالَ الْوَلِيُّ : قَتَلْتُمَاهُ جَمِيعًا بَطَلَ ذٰلِكَ كُلُّهُ) وَالْفَرْقُ اَنَّ الْاِقْرَارَ وَالشَّهَادَةَ يَتَنَاوَلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وُجُودَ كُلِّ الْقَتْلِ وَوُجُوبَ الْقِصَاصِ، وَقَدْ حَصَلَ التَّكْذِيبُ فِي الْاُوْلٰى مِنَ الْمُقَرِّ لَهُ وَفِي الثَّانِيَةِ مِنَ الْمَشْهُوْدِ لَهُ، غَيْرَ اَنَّ تَكْذِيبَ الْمُقَرِّ لَهُ الْمُقِرَّ فِيْ بَعْضِ مَا اَقَرَّ بِهٖ لَا يُبْطِلُ اِقْرَارَهُ فِي الْبَاقِي، وَتَكْذِيبُ الْمَشْهُوْدِ لَهُ الشَّاهِدَ فِيْ بَعْضِ مَا شَهِدَ بِهٖ يُبْطِلُ شَهَادَتَهُ اَصْلًا، لِاَنَّ التَّكْذِيبَ تَفْسِيقٌ وَفِسْقُ الشَّاهِدِ يَمْنَعُ الْقَبُوْلَ، اَمَّا فِسْقُ الْمُقِرِّ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْاِقْرَارِ .

فرمایا کہ جب دو بندوں میں سے کسی ایک نے قتل کرنے کا اقرار کر لیا ہے جبکہ ولی مقتول نے کہا ہے کہ تم دونوں نے مل کر قتل کیا ہے تو مقتول کے ولی کے لئے یہ حق ہوگا کہ وہ قصاص میں ان دونوں کو قتل کروا دے۔

اور جب کچھ لوگوں نے شہادت دی ہے کہ اس نے فلاں بندے کو قتل کیا ہے اور دوسرے بندوں نے کسی دوسرے بندے کے خلاف اس مقتول کو قتل کرنے کی شہادت دی ہے اور ولی نے کہا ہے تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے تو یہ سب معاملہ باطل ہو جائے گا۔

اور ان میں فرق یہ ہے کہ اقرار اور شہادت میں سے ہر ایک کو سارے قتل کے وجود کو اور پورے قصاص کے وجوب کو شامل ہے کیونکہ پہلے اقرار میں مقر لہ کی جانب سے اور دوسرے میں مشہود علیہ کی جانب سے جھوٹ سامنے آ چکا ہے۔ جبکہ مقر لہ کی جانب سے مقر کا اقرار کرنا بعض باتوں میں جھوٹ بولنے کے سبب باقی سارے باتوں میں اس کے اقرار کو باطل کرنے والا نہ ہوگا جبکہ مشہود لہ کی جانب سے شاہد کی بعض باتوں کی گواہی کو جھٹلانا یہ شاہد کی کلی شہادت کو باطل کرنے والا ہے۔ کیونکہ جھوٹ فسق ہے۔ اور شاہد کا فسق شہادت کو قبول کرنے سے روکنے والا ہے۔ جبکہ مقر لہ کا جو فسق ہے وہ اقرار کے درست ہونے سے روکنے والا نہیں ہے۔

بَابٌ فِیْ اعْتِبَارِ حَالَةِ الْقَتْلِ

﴿یہ باب قتل کی حالت کے اعتبار کے بیان میں ہے﴾

باب اعتبار قتل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے ان مسائل کو بیان کر رہے ہیں جن میں قتل کی حالت مختلف ہو جاتی ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ اختلاف ہمیشہ بعد میں ہوتا ہے کیونکہ اختلاف تب ہی ہوگا جب کسی چیز کا وجود ہوگا۔ لہٰذا وجود قتل کے مسائل کو بیان کرنے کے بعد ان مسائل کو بیان کرنا شروع کیا ہے جہاں قتل کی حالت میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

تیر پھینکے گئے بندے کا مرتد ہو جانے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ رَمٰی مُسْلِمًا فَارْتَدَّ الْمَرْمِیُّ اِلَیْهِ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ ثُمَّ وَقَعَ بِهِ السَّهْمُ فَعَلَی الرَّامِی الدِّیَةُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ .وَقَالَا : لَا شَیْءَ عَلَیْهِ) لِاَنَّهُ بِالارْتِدَادِ اَسْقَطَ تَقَوُّمَ نَفْسِهِ فَیَكُوْنُ مُبْرِئًا لِلرَّامِی عَنْ مُوْجِبِهِ كَمَا اِذَا اَبْرَاَهُ بَعْدَ الْجُرْحِ قَبْلَ الْمَوْتِ .

وَلَهُ اَنَّ الضَّمَانَ یَجِبُ بِفِعْلِهِ وَهُوَ الرَّمْیُ اِذْ لَا فِعْلَ مِنْهُ بَعْدَهُ فَتُعْتَبَرُ حَالَةُ الرَّمْیِ وَالْمَرْمِیِّ اِلَیْهِ فِیْهَا مُتَقَوِّمٌ .وَلِهٰذَا تُعْتَبَرُ حَالَةُ الرَّمْیِ فِیْ حَقِّ الْحِلِّ حَتّٰی لَا یَحْرُمَ بِرِدَّةِ الرَّامِی بَعْدَ الرَّمْیِ، وَكَذَا فِیْ حَقِّ التَّكْفِیْرِ حَتّٰی جَازَ بَعْدَ الْجُرْحِ قَبْلَ الْمَوْتِ .وَالْفِعْلُ وَاِنْ كَانَ عَمْدًا فَالْقَوَدُ سَقَطَ لِلشُّبْهَةِ وَوَجَبَتْ الدِّیَةُ .

(وَلَوْ رَمٰی اِلَیْهِ وَهُوَ مُرْتَدٌّ فَاَسْلَمَ ثُمَّ وَقَعَ بِهِ السَّهْمُ فَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ فِیْ قَوْلِهِمْ جَمِیْعًا، وَكَذَا اِذَا رَمٰی حَرْبِیًّا فَاَسْلَمَ) لِاَنَّ الرَّمْیَ مَا انْعَقَدَ مُوْجِبًا لِلضَّمَانِ لِعَدَمِ تَقَوُّمِ الْمَحَلِّ فَلَا یَنْقَلِبُ مُوْجِبًا لِصَیْرُوْرَتِهِ مُتَقَوِّمًا بَعْدَ ذٰلِكَ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے مسلمان پر تیر چلایا ہے اور اس کے بعد جس پر وہ تیر چلایا گیا ہے وہ نعوذ باللہ مرتد ہو گیا ہے اور اس کے بعد اس کو تیر لگ گیا ہے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر دیت واجب ہوگی۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اس پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ اس بندے نے مرتد ہو کر اپنی ذات کے تقوم کو ساقط کر دیا ہے۔ پس وہ

پھینکنے والے کو رمی کے ذریعے واجب ہونے والے حکم سے بری کرنے والا ہے۔ جس طرح یہ صورت مسئلہ ہے کہ جب زخمی ہونے کے بعد اور موت سے پہلے مقتول نے اس کو معاف کر دیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ضمان پھینکنے والے کے عمل سے واجب ہوا ہے۔ اور وہ عمل رمی ہے۔ کیونکہ رمی کے بعد رامی کی جانب سے کوئی عمل سرزد نہیں ہوا ہے۔ پس رمی کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جس کی جانب تیر چلایا گیا ہے وہ بھی اسی حالت میں متقوم ہے۔ اور اسی دلیل کے سبب حلت کے حق میں حالت رمی کا اعتبار کیا جائے گا۔ پس رمی کے بعد رامی کے مرتد ہو جانے کے سبب شکار حرام نہ ہوگا اور اسی طرح کفارہ دینے کے حق میں ہے۔ حتیٰ کہ جب زخم کے بعد اور موت سے پہلے کفارے کو ادا کرنا جائز ہے۔

اور جب عمل بطور عمد ہی ہوا ہے مگر شبہ کے سبب قصاص تو ساقط ہو چکا ہے اور دیت واجب ہوئی۔ اور جب کسی انسان کی جانب تیر چلایا ہے کہ مرمی الیہ مرتد ہے اور اس کے بعد وہ اسلام لے آیا ہے اور اس کے بعد اس کو تیر جا لگا ہے۔ تو باتفاق فقہاء اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اسی طرح جب کسی حربی شخص نے تیر چلایا ہے اس کے بعد وہ اسلام لے آیا ہے کیونکہ محل عدم متقوم کے سبب رمی ضمان کو واجب کرنے والی ہو کر منعقد نہ ہوئی ہے۔ پس رمی کے بعد اس کے متقوم ہو جانے سے وہ موجب بن کر عود کرنے والی نہیں ہے۔

غلام کے آزاد ہو جانے کے بعد تیر لگنے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ رَمَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ مَوْلَاهُ ثُمَّ وَقَعَ السَّهْمُ بِهِ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ لِلْمَوْلَى) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: عَلَيْهِ فَضْلُ مَا بَيْنَ قِيمَتِهِ مَرْمِيًّا إِلَى غَيْرِ مَرْمِيٍّ، وَقَوْلُ أَبِي يُوسُفَ مَعَ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ. لَهُ أَنَّ الْعِتْقَ قَاطِعٌ لِلسِّرَايَةِ، وَإِذَا انْقَطَعَتْ بَقِيَ مُجَرَّدُ الرَّمْيِ وَهُوَ جِنَايَةٌ يَنْتَقِصُ بِهَا قِيمَةُ الْمَرْمِيِّ إِلَيْهِ بِالْإِضَافَةِ إِلَى مَا قَبْلَ الرَّمْيِ فَيَجِبُ ذَلِكَ.

وَلَهُمَا أَنَّهُ يَصِيرُ قَاتِلًا مِنْ وَقْتِ الرَّمْيِ لِأَنَّ فِعْلَهُ الرَّمْيُ وَهُوَ مَمْلُوكٌ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ فَتَجِبُ قِيمَتُهُ، بِخِلَافِ الْقَطْعِ وَالْجَرْحِ لِأَنَّهُ إِتْلَافُ بَعْضِ الْمَحَلِّ، وَأَنَّهُ يُوجِبُ الضَّمَانَ لِلْمَوْلَى، وَبَعْدَ السِّرَايَةِ لَوْ وَجَبَ شَيْءٌ لَوَجَبَ لِلْعَبْدِ فَتَصِيرُ النِّهَايَةُ مُخَالِفَةً لِلْبِدَايَةِ.

أَمَّا الرَّمْيُ قَبْلَ الْإِصَابَةِ لَيْسَ بِإِتْلَافِ شَيْءٍ مِنْهُ لِأَنَّهُ لَا أَثَرَ لَهُ فِي الْمَحَلِّ. وَإِنَّمَا قَلَّتِ الرَّغَبَاتُ فِيهِ فَلَا يَجِبُ بِهِ ضَمَانٌ فَلَا تَتَخَالَفُ النِّهَايَةُ وَالْبِدَايَةُ فَتَجِبُ قِيمَتُهُ لِلْمَوْلَى. وَزُفَرُ وَإِنْ كَانَ يُخَالِفُنَا فِي وُجُوبِ الْقِيمَةِ نَظَرًا إِلَى حَالَةِ الْإِصَابَةِ فَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا حَقَّقْنَاهُ.

فرمایا کہ جب کسی بندے نے غلام کو تیر مارا ہے اور اس کے بعد اس کے آقا نے اس کو آزاد کر دیا ہے اب اس کے بعد اس کو تیر جا لگا ہے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیر چلانے والے پر غلام کی قیمت اس کے آقا کے لئے واجب ہے۔

حضرت امام محمد ؒ نے کہا ہے کہ رامی پر مرمی اور غیر مرمی کے درمیان میں جو زیادتی ہے وہ واجب ہے۔ حضرت امام ابو یوسف ؒ کا قول امام اعظم ؒ کی طرح ہے۔ امام محمد ؒ کی دلیل یہ ہے کہ آزادی سرایت کو ختم کرنے والی ہے۔ اور جب یہ سرایت ختم ہو چکی ہے تو اب صرف رمی باقی رہ جائے گی۔ اور وہ رمی ایسی جنایت ہے جس کی جانب سے رمی سے پہلے کی طرف نسبت کرتے ہوئے مرمی الیہ کی قیمت کم ہو جائے گی۔ پس وہی زیادتی واجب ہوگی۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ رامی بہ وقت رمی سے قاتل ہے۔ کیونکہ رامی کا عمل رمی ہے۔ اور اس حالت میں مرمی الیہ مملوک ہے۔ کیونکہ قیمت اسی کی واجب ہے۔ جبکہ قطع اور جرح میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ میں بعض محل کو ختم کرنا ہے۔ اور محل کے بعض کو ختم کرنا یہ آقا کے حق میں ضمان کو واجب کرنے والا ہے۔ اور جب کوئی چیز سرایت کے بعد واجب ہو جائے تو وہ غلام کے لئے واجب ہوگی۔ اور یہ معاملہ تو بدایت کے بھی خلاف ہو جائے گا۔ اور جو رمی پہنچنے سے پہلے والا معاملہ ہے تو اس میں کسی چیز کا تلف نہیں ہے۔ کیونکہ محل میں رمی کا اثر نہیں ہے۔ جبکہ مرمی الیہ غلام میں رغبت کم ہو جائے گی۔ پس اس سبب سے ضمان واجب نہ ہوگا۔ اور یہاں پر کوئی نہایت وبدایت ایک دوسرے کے خلاف ہوں گی۔ پس آقا کے لئے اس غلام کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ اور امام زفر ؒ نے اصابت کی حالت کو دیکھا اور ہمارے مخالف ہوئے مگر ہماری بیان کردہ دلیل ان کے خلاف بھی حجت ہے۔

مرجوم پر تیر چلانے کے سبب کچھ واجب نہ ہونے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ قُضِيَ عَلَيْهِ بِالرَّجْمِ فَرَمَاهُ رَجُلٌ ثُمَّ رَجَعَ اَحَدُ الشُّهُوْدِ ثُمَّ وَقَعَ بِهِ الْحَجَرُ فَلَا شَيْءَ عَلَى الرَّامِي) لِاَنَّ الْمُعْتَبَرَ حَالَةُ الرَّمْيِ وَهُوَ مُبَاحُ الدَّمِ فِيهَا .

(وَاِذَا رَمَى الْمَجُوسِيُّ صَيْدًا ثُمَّ اَسْلَمَ ثُمَّ وَقَعَتْ الرَّمْيَةُ بِالصَّيْدِ لَمْ يُؤْكَلْ، وَاِنْ رَمَاهُ وَهُوَ مُسْلِمٌ ثُمَّ تَمَجَّسَ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ اُكِلَ) لِاَنَّ الْمُعْتَبَرَ حَالُ الرَّمْيِ فِي حَقِّ الْحِلِّ وَالْحُرْمَةِ اِذْ الرَّمْيُ هُوَ الذَّكَاةُ فَتُعْتَبَرُ الْاَهْلِيَّةُ وَانْسِلَابُهَا عِنْدَهُ .

فرمایا کہ جب کسی بندے کے بارے میں رجم کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد اس پر کسی شخص نے تیر چلا دیا ہے اور اس کے بعد گواہوں میں سے کسی ایک گواہ نے رجوع کر لیا ہے اور اس کے بعد اس کو تیر جا لگا ہے۔ تو تیر چلانے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ رمی کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور مرمی الیہ اسی حالت میں مباح دم ہوا ہے۔

اور جب مجوسی نے کسی شکار کو تیر مارا ہے اور اس کے بعد وہ مسلمان ہوا ہے اور اس کے بعد وہ تیر اس شکار کو جا لگا ہے تو وہ شکار نہ کھایا جائے گا۔ اور جب اس حالت میں کسی شخص نے شکار کو تیر مارا کہ وہ مسلمان تھا پھر وہ مجوسی بن گیا ہے تو شکار نہ کھایا جائے گا۔ کیونکہ حلت وحرمت کے بارے میں رمی کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ ذکات رمی ہے۔ پس رمی کے وقت ذکات کے اہل ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

محرم کا شکار کو تیر مار کر حلال ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ رَمَى الْمُحْرِمُ صَيْدًا ثُمَّ حَلَّ فَوَقَعَتِ الرَّمْيَةُ بِالصَّيْدِ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ، وَإِنْ رَمَى حَلَالٌ صَيْدًا ثُمَّ أَحْرَمَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لِأَنَّ الضَّمَانَ إِنَّمَا يَجِبُ بِالتَّعَدِّي وَهُوَ رَمْيُهُ فِي حَالَةِ الْإِحْرَامِ، وَفِي الْأَوَّلِ هُوَ مُحْرِمٌ وَقْتَ الرَّمْيِ وَفِي الثَّانِي حَلَالٌ فَلِهَذَا افْتَرَقَا ۔

اور جب محرم نے شکار کو تیر مارا ہے اور اس کے بعد وہ حلال ہو گیا ہے۔ اور اس کے بعد جا کر وہ تیر شکار کو جا لگا ہے۔ تو تیر چلانے والے پر جزاء واجب ہو جائے گی۔ اور جب کسی حلال آدمی نے شکار پر تیر چلایا ہے اور اس کے بعد وہ محرم بن گیا ہے تو اس پر کچھ واجب نہ ہو گا کیونکہ ضمان زیادتی کے سبب واجب ہوا کرتی ہے۔ اور یہ زیادتی حالت احرام میں تیر چلانے کی وجہ سے ہے۔ اور پہلے مسئلہ میں تیر چلانے والا تیر چلاتے وقت محرم ہے اور دوسری صورت میں حلال ہے۔ پس یہ دونوں مسائل ایک دوسرے سے الگ الگ ہو جائیں گے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

کِتَابُ الدِّیَاتِ

﴿یہ کتاب دیات کے بیان میں ہے﴾

کتاب دیات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے قصاص کے احکام کو بیان کیا ہے اور اب یہاں سے دیت سے متعلق احکام کو بیان کر رہے ہیں۔ کیونکہ قصاص اصل ہے اور دیت اس کا خلیفہ ہے۔ اور اس کا بدل ہے۔ پس اصل کو تقدم حاصل ہونے سے سبب پہلے ذکر کیا ہے جبکہ بدل وخلیفہ کو تاخر حاصل ہونے کے سبب بعد میں ذکر کیا ہے۔ اور یہی اس کی فقہی مطابقت ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، کتاب دیات، حقانیہ ملتان)

دیت کے لغوی وفقہی مفہوم کا بیان

دیات' جمع ہے دیت کی جس کے معنی ہیں مالی معاوضہ گویا دیت اس مال کو کہتے ہیں جو جان کو ختم کرنے یا کسی شخص کے جسمانی اعضاء کو ناقص (مجروح) کرنے کے بدلہ میں دیا جاتا ہے! عنوان میں جمع کا لفظ "دیات" دیت کی انواع (قسموں) کے اعتبار سے دیا گیا ہے اس سے یہ اظہار مقصود ہے کہ دیت کی مختلف قسمیں ہیں مثلاً ایک دیت تو وہ ہوتی ہے جو کسی کو جان سے مار ڈالنے کے بدلہ میں دی جاتی ہے اور ایک دیت وہ ہوتی ہے جو اعضاء کے نقصان کے بدلے میں دی جاتی ہے۔ پھر نوعیت وحیثیت کے اعتبار سے بھی دیت دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو مغلظہ کہلاتی ہے اور دوسری کو مخففہ کہتے ہیں۔

دیت مغلظہ تو یہ ہے کہ چار طرح کی سو اونٹنیاں ہوں یعنی پچیس بنت مخاض (جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگی ہو) پچیس بنت لبون (جو دو سال میں لگی ہوں) پچیس حقہ (جو تین سال کی ہو کر چوتھے سال میں لگی ہوں) اور پچیس جذعہ (جو چار سال کی ہو کر پانچویں سال میں لگی ہوں) یہ تفصیل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت ابویوسف کے مسلک کے مطابق ہے، حضرت امام شافعی اور حضرت امام محمد کے نزدیک دیت مغلظہ یہ ہے کہ تین طرح کی اونٹنیاں ہوں یعنی تیس حقہ، تیس جذعہ، اور چالیس مثنہ (جو پانچ سال کی ہو کر چھٹے سال میں لگی ہوں) اور سب حاملہ ہوں۔ دیت مغلظہ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو قتل شبہ عمد کا مرتکب پایا گیا ہو۔

دیت مخففہ یہ ہے کہ اگر سونے کی قسم سے دیت دی جائے تو اس کی مقدار ایک ہزار دینار (اشرفی) ہے اور اگر چاندی کی قسم سے دی جائے تو دس ہزار درہم دیئے جائیں گے اور اگر اونٹ کی قسم سے دے تو پانچ طرح کے سو اونٹ دیئے ہوں گے یعنی بیس ابن مخاض (وہ اونٹ جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگے ہوں) بیس بنت مخاض، بیس بنت لبون، بیس جذعہ دیت مخففہ اس شخص

پر واجب ہوتی ہے، جو قتل خطا یا قتل جاری مجریٰ خطا اور یا قتل تسبیب کا مرتکب پایا گیا ہو۔

کتاب دیت کے شرعی ماخذ کا بیان

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ، (النساء، ۹۲)

اور مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر ہاتھ بہک کر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا کر مقتول کے لوگوں کو سپرد کی جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا۔ (کنز الایمان)

ارشاد ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو لائق نہیں کہ کسی حال میں اپنے مسلمان بھائی کا خون ناحق کرے صحیح میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کسی مسلمان کا جو اللہ کی ایک ہونے کی اور میرے رسول ﷺ ہونے کی شہادت دیتا ہو خون بہانا حلال نہیں مگر تین حالتوں میں ایک تو یہ کہ اس نے کسی کو قتل کر دیا ہو، دوسرے شادی شدہ ہو کر زنا کیا ہو،

تیسرے دین اسلام کو چھوڑ دینے والا جماعت سے علیحدہ ہونے والا۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ جب ان تینوں کاموں میں سے کوئی کام کسی سے واقع ہو جائے تو رعایا میں سے کسی کو اس کے قتل کا اختیار نہیں البتہ امام یا نائب امام کو بہ عہدہ قضا کا حق ہے، اس کے بعد استثناء منقطع ہے، عرب شاعروں کے کلام میں بھی اس قسم کے استثناء بہت سے ملتے ہیں،

اس آیت کے شان نزول میں ایک قول تو یہ مروی ہے کہ عیاش بن ابی ربیعہ جو ابوجہل کا ماں کی طرف سے بھائی تھا جس ماں کا نام اسماء بنت مخرمہ تھا اس کے بارے میں اتری ہے اس نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا جسے وہ اسلام لانے کی وجہ سے سزائیں دے رہا تھا یہاں تک کہ اس کی جان لے لی، ان کا نام حارث بن زید عامری تھا، حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ کانٹا رہ گیا اور انہوں نے ٹھان لی کہ موقعہ پا کر اسے قتل کر دوں گا اللہ تعالیٰ نے کچھ دنوں بعد قاتل کو بھی اسلام کی ہدایت دی وہ مسلمان ہو گئے اور ہجرت بھی کر لی لیکن حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم نہ تھا، فتح مکہ والے دن یہ ان کی نظر پڑے یہ جان کر کہ یہ اب تک کفر پر ہیں ان پر اچانک حملہ کر دیا اور قتل کر دیا اس پر یہ آیت اتری دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ انہوں نے ایک شخص کافر پر حملہ کیا تلوار سونتی ہی تھی تو اس نے کلمہ پڑھ لیا لیکن ان کی تلوار چل گئی اور اسے قتل کر ڈالا، جب حضور ﷺ سے یہ واقعہ بیان ہوا تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ عذر بیان کیا کہ اس نے صرف جان بچانے کی غرض سے یہ کلمہ پڑھا تھا، آپ ناراض ہو کر فرمانے لگے کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ یہ واقعہ صحیح حدیث میں بھی ہے لیکن وہاں نام دوسرے صحابی کا ہے، پھر قتل خطا کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس میں دو چیزیں واجب ہیں ایک تو غلام آزاد کرنا دوسرے دیت دینا، اس غلام کے لئے بھی شرط ہے کہ وہ ایماندار ہو، کافر کو آزاد کرنا کافی نہ ہوگا چھوٹا نابالغ بچہ بھی کافی نہ ہوگا جب تک کہ وہ اپنے ارادے سے ایمان کا قصد کرنے والا اور اتنی عمر کا نہ ہو،

امام ابن جریر کا مختار قول یہ ہے کہ اگر اس کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوں تو جائز ہے ورنہ نہیں، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان ہونا شرط ہے چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہیں، ایک انصاری سیاہ فام لونڈی کو لے کر حاضر حضور ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے ذمے ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا ہے اگر یہ مسلمان ہو تو میں اسے آزاد کر دوں، آپ نے اس لونڈی سے پوچھا کیا تو گواہی دیتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا اس بات کی بھی گواہی دیتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا ہاں فرمایا کیا مرنے کے بعد جی اٹھنے کی بھی تو قائل ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا اسے آزاد کر دو اس نے اسناد صحیح ہے اور صحابی کون تھے؟ اس کا مخفی رہنا سند میں مضر نہیں،

یہ روایت حدیث کی اور بہت سی کتابوں میں اس طرح ہے کہ آپ نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمانوں میں دریافت کیا میں کون ہوں؟ جواب دیا آپ رسول اللہ ﷺ ہیں آپ نے فرمایا اسے آزاد کر دو۔ یہ ایماندار ہے پس ایک تو گردن آزاد کرنا واجب ہے دوسرے خوں بہا دینا جو مقتول کے گھر والوں کو سونپ دیا جائے گا یہ ان کے مقتول کا عوض ہے

یہ دیت سو اونٹ ہے پانچ سو قسموں کے، بیس تو دوسری سال کی عمر کی اونٹنیاں اور بیس اسی عمر کے اونٹ اور بیس تیسرے سال میں لگی ہوئی اونٹنیاں اور بیس پانچویں سال میں لگی ہوئی اور بیس چوتھے سال میں لگی ہوئی یہی فیصلہ قتل خطا کے خون بہا کا رسول ﷺ نے کیا ہے ملاحظہ ہو سنن و مسند احمد۔

یہ حدیث بروایت حضرت عبداللہ موقوف بھی مروی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت سے بھی یہی منقول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دیت چار چوتھائیوں میں بٹی ہوئی ہے یہ خون بہا قاتل کے عاقلہ اور اس کے عصبہ یعنی وارثوں کے بعد کے قریبی رشتہ داروں پر ہے اس کے اپنے مال پر نہیں امام شافعی فرماتے ہیں میرے خیال میں اس امر میں کوئی بھی مخالف نہیں کہ حضور ﷺ نے دیت کا فیصلہ انہی لوگوں پر کیا ہے اور یہ حدیث خاصہ میں کثرت سے مذکور ہے امام صاحب جن احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ بہت سی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ،نساء ۹۲)

شبہ عمد میں عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہونے کا بیان

قَالَ (وَفِي شِبْهِ الْعَمْدِ دِيَةٌ مُغَلَّظَةٌ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَكَفَّارَةٌ عَلَى الْقَاتِلِ) وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي أَوَّلِ الْجِنَايَاتِ .

قَالَ : (وَكَفَّارَتُهُ عِتْقُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ) الْآيَةُ (فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ) بِهَذَا النَّصِّ (وَلَا يُجْزِءُ فِيهِ الْإِطْعَامُ) لِأَنَّهُ لَمْ يَرِدْ بِهِ نَصٌّ وَالْمَقَادِيرُ تُعْرَفُ بِالتَّوْقِيفِ، وَلِأَنَّهُ جَعَلَ الْمَذْكُورَ كُلَّ الْوَاجِبِ بِحَرْفِ الْفَاءِ، أَوْ لِكَوْنِهِ كُلَّ الْمَذْكُورِ عَلَى مَا عُرِفَ (وَيُجْزِئُهُ رَضِيعٌ أَحَدُ أَبَوَيْهِ مُسْلِمٌ) لِأَنَّهُ مُسْلِمٌ بِهِ وَالظَّاهِرُ بِسَلَامَةِ أَطْرَافِهِ (وَلَا يُجْزِءُ مَا فِي الْبَطْنِ) لِأَنَّهُ لَا تُعْرَفُ حَيَاتُهُ وَلَا سَلَامَتُهُ

فرمایا کہ شبہ عمد میں عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہے۔ اور قاتل پر کفارہ واجب ہے۔ اور کتاب جنایات کے شروع میں ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

اور شبہ عمد کا کفارہ ایک مؤمن غلام کو آزاد کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک مومن غلام کی آزادی ہے۔ اور جب قاتل غلام کو نہ پائے تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اسی نص کے سبب سے ہے اور اس میں کھانا کھلانا کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ کھانے کھلانے کے بارے میں کوئی نص بیان نہیں ہوئی ہے۔ اور مقادیر حکم شریعت کے بتلانے سے معلوم ہوئی ہیں۔ اور اس میں ذکر کردہ کے کل کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ حرف فاء کی وجہ سے ہے یا کلی طور پر ذکر ہونے کی وجہ سے ہے۔ جس طرح معلوم ہو چکا ہے۔

اور کفارے میں ایسا شیر خوار بچہ بھی کفایت کر جائے گا جس کے والدین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو۔ اور اس کے اعضاء درست ہوں۔ جبکہ پیٹ میں موجود بچہ کفایت کرنے والا نہ ہوگا کیونکہ اس میں نہ زندگی کا علم ہے اور نہ ہی اس کے اعضاء کی سلامتی کا علم ہے۔

دیت کے چار انواع کے اونٹوں کی تعداد کا بیان

قَالَ (وَهُوَ الْكَفَّارَةُ فِي الْخَطَأِ) لِمَا تَلَوْنَاهُ (وَدِيَتُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَرْبَاعًا: خَمْسٌ وَعِشْرُونَ بِنْتَ مَخَاضٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بِنْتَ لَبُونٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً) وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ أَثْلَاثًا: ثَلَاثُونَ جَذَعَةً وَثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَأَرْبَعُونَ ثَنِيَّةً، كُلُّهَا خَلِفَاتٌ فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَلَا إِنَّ قَتِيلَ خَطَإِ الْعَمْدِ قَتِيلُ السَّوْطِ وَالْعَصَا، وَفِيهِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَرْبَعُونَ مِنْهَا فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا) وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ثَلَاثُونَ حِقَّةً وَثَلَاثُونَ جَذَعَةً، وَلِأَنَّ دِيَةَ شِبْهِ الْعَمْدِ أَغْلَظُ وَذَلِكَ فِيمَا قُلْنَا.

وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فِي نَفْسِ الْمُؤْمِنِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ) وَمَا رَوَيَاهُ غَيْرُ ثَابِتٍ لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي صِفَةِ التَّغْلِيظِ، وَابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بِالتَّغْلِيظِ أَرْبَاعًا كَمَا ذَكَرْنَا وَهُوَ كَالْمَرْفُوعِ فَيُعَارَضُ بِهِ.

قَالَ (وَلَا يَثْبُتُ التَّغْلِيظُ إِلَّا فِي الْإِبِلِ خَاصَّةً) لِأَنَّ التَّوْقِيفَ فِيهِ، فَإِنْ قَضَى بِالدِّيَةِ فِي غَيْرِ الْإِبِلِ لَمْ تَتَغَلَّظْ لِمَا قُلْنَا.

فرمایا کہ قتل خطاء میں کفارہ ہے اسی آیت کے سبب جس کو ہم تلاوت کر آئے ہیں۔ اور شیخین کے نزدیک اس کی دیت میں چار قسم کے اونٹ ہوں گے۔ پچیس بنت مخاض، پچیس بنت لبون، پچیس حقے اور پچیس جذعے ہیں۔

حضرت امام محمد اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ تین قسم کے اونٹ ہوں گے۔ تیس جذعے اور تیس حقے اور چالیس ثنیہ ہوں اور یہ سارے ثنیہ حاملہ ہوں۔ جن کی پیٹ میں اولاد ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ شبہ عمد والا مقتول کوڑے اور لاٹھی والا مقتول ہے۔ اور اس میں سو اونٹ واجب ہیں۔ جن میں سے چالیس کے پیٹوں میں اولاد ہونی چاہیے۔

حضرت عمر فاروق اور حضرت زید رضی اللہ عنہما سے تیس حقے اور تیس جذعے نقل کیے گئے ہیں۔ کیونکہ شبہ عمد کی دیت زیادہ سخت ہے۔ اور اس میں سختی اس وقت ثابت ہوگی۔ جس طرح ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان کی جان میں سو اونٹ ہیں۔ اور امام محمد اور امام شافعی علیہما الرحمہ کی روایت کردہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ سختی کی تعریف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چار قسم کی سختی کے قائل ہیں۔ جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور یہ قول مرفوع حدیث کی طرح ہے۔ پس یہ اس سے معارضہ کرنے والا بن جائے گا۔

اور یہ سختی خاص طور پر اونٹ میں ثابت ہوگی۔ کیونکہ اس کے بارے میں اونٹ کو بیان کیا گیا ہے۔ اور جب اونٹ کے سوا میں دیت کا فیصلہ کیا جائے تو دیت میں سختی نہ ہوگی اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

دیت کے اونٹوں میں اختلافی اقوال کا بیان

قَالَ (وَقَتْلُ الْخَطَأِ تَجِبُ بِهِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَالْكَفَّارَةُ عَلَى الْقَاتِلِ) لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ .

قَالَ : (وَالدِّيَةُ فِي الْخَطَأِ مِائَةٌ مِنْ الْإِبِلِ أَخْمَاسًا عِشْرُونَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَعِشْرُونَ بِنْتَ لَبُونٍ وَعِشْرُونَ ابْنَ مَخَاضٍ وَعِشْرُونَ حِقَّةً وَعِشْرُونَ جَذَعَةً) وَهَذَا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَأَخَذْنَا نَحْنُ وَالشَّافِعِيُّ بِهِ لِرِوَايَتِهِ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِي قَتِيلٍ قُتِلَ خَطَأً أَخْمَاسًا) عَلَى نَحْوِ مَا قَالَ، وَلِأَنَّ مَا قُلْنَاهُ أَخَفُّ فَكَانَ أَلْيَقَ بِحَالَةِ الْخَطَإِ لِأَنَّ الْخَاطِئَ مَعْذُورٌ، غَيْرَ أَنَّ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ يَقْضِي بِعِشْرِينَ ابْنَ لَبُونٍ مَكَانَ ابْنِ مَخَاضٍ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ .

فرمایا کہ غلطی والے قتل میں پانچ طرح کے سو اونٹوں کی دیت واجب ہے۔ بیس بنت مخاض، بیس بنت لبون، بیس ابن مخاض، بیس حقے اور بیس جذعے ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے یہی مفہوم ہے۔ ہم نے اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو اس سبب سے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی طرح قتل خطاء کے مقتول کے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔ لہٰذا جو ہمارا قول ہے وہ زیادہ خفیف ہے۔ پس وہی حالت خطاء میں مناسب ہوگا۔ کیونکہ خطاء کرنے والا معذور ہوا کرتا ہے۔ جبکہ امام شافعی نے ابن مخاض کی جگہ پر ابن لبون کا فیصلہ کیا ہے۔ جبکہ ہماری روایت کردہ حدیث ان کے خلاف دلیل ہے۔

قتل خطاء کی دیت کا سونے چاندی سے دینے کا بیان

قَالَ (وَمِنَ الْعَيْنِ اَلْفُ دِينَارٍ وَمِنَ الْوَرِقِ عَشَرَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : مِنَ الْوَرِقِ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا لِمَا رَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَضَى بِذٰلِكَ .وَلَنَا مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَضَى بِالدِّيَةِ فِي قَتِيلٍ بِعَشَرَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ) .وَتَاوِيلُ مَا رُوِيَ اَنَّهُ قَضَى مِنْ دَرَاهِمَ كَانَ وَزْنُهَا وَزْنَ سِتَّةٍ وَقَدْ كَانَتْ كَذٰلِكَ .

فرمایا کہ قتل خطاء کی دیت سونے سے ایک ہزار دینار ہے جبکہ چاندی سے دس ہزار دراہم ہے۔اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ چاندی سے بارہ ہزار دراہم ہے۔اسی حدیث کی وجہ سے جس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے۔کہ نبی کریم ﷺ نے بارہ ہزار دراہم کا فیصلہ کیا ہے۔

ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مقتول کی دیت کے بارے میں دس ہزار دراہم کا فیصلہ کیا ہے۔اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ روایت کی توجیہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان دراہم سے بارہ ہزار کا فیصلہ کیا تھا جن کا وزن اوزان ستہ میں سے تھا اور شروع میں اسی طرح ہوا کرتا تھا۔

مختلف جانوروں سے دیت ادا کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا تَثْبُتُ الدِّيَةُ اِلَّا مِنْ هٰذِهِ الْاَنْوَاعِ الثَّلَاثَةِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا مِنْهَا وَمِنَ الْبَقَرِ مِائَتَا بَقَرَةٍ، وَمِنَ الْغَنَمِ اَلْفَا شَاةٍ، وَمِنَ الْحُلَلِ مِائَتَا حُلَّةٍ كُلُّ حُلَّةٍ ثَوْبَانِ) .

لِاَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰكَذَا جَعَلَ عَلٰى اَهْلِ كُلِّ مَالٍ مِنْهَا .

وَلَهُ اَنَّ التَّقْدِيرَ اِنَّمَا يَسْتَقِيمُ بِشَيْءٍ مَعْلُومِ الْمَالِيَّةِ، وَهٰذِهِ الْاَشْيَاءُ مَجْهُولَةُ الْمَالِيَّةِ وَلِهٰذَا لَا يُقَدَّرُ بِهَا ضَمَانٌ، وَالتَّقْدِيرُ بِالْاِبِلِ عُرِفَ بِالْآثَارِ الْمَشْهُورَةِ وَعَدِمْنَاهَا فِي غَيْرِهَا .وَذَكَرَ فِي الْمَعَاقِلِ اَنَّهُ لَوْ صَالَحَ عَلَى الزِّيَادَةِ عَلٰى مِائَتَيْ حُلَّةٍ اَوْ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ لَا يَجُوزُ، وَهٰذَا آيَةُ التَّقْدِيرِ بِذٰلِكَ .ثُمَّ قِيلَ : هُوَ قَوْلُ الْكُلِّ فَيَرْتَفِعُ الْخِلَافُ، وَقِيلَ هُوَ قَوْلُهُمَا .

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ دیت صرف تین اقسام سے ثابت ہوگی۔جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ ان تینوں اقسام میں دوسو گائیں،اور بکریوں میں سے ایک ہزار بکریاں اور جوڑوں میں سے دوسو جوڑے ہیں۔اور ہر جوڑے میں دو کپڑے ہیں۔کیونکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہر مال والے پر اسی طرح مقرر فرمایا تھا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مقدار اسی چیز سے درست ہوگی جس کی مالیت کا پتہ ہو جبکہ مذکورہ چیزیں یعنی

گائے، بکری اور جوڑے ان کی مالیت مجہول ہے۔ اسی وجہ سے ان چیزوں سے ضمان کا اندازہ نہیں کیا جاتا۔ اور جہاں تک اونٹوں کا اندازہ ہے تو اس کو ہم نے مشہور آثار سمجھا ہے۔ اور یہ آثار اونٹوں کے سوا کے لئے نہیں ہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب معاقل میں لکھا ہے۔ کہ جب کسی شخص نے دو سو جوڑوں یا دو سو گائیوں سے زیادہ پر مصالحت کرلی ہے تو یہ جائز نہ ہوگا۔ اور یہ انہی کے ساتھ تقرر کی نشانی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب کا قول یہی ہے۔ لہٰذا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے۔

عورت کی دیت کا مرد کی دیت سے نصف ہونے کا بیان

قَالَ : (وَدِيَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ) وَقَدْ وَرَدَ هٰذَا اللَّفْظُ مَوْقُوفًا عَلٰى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَرْفُوعًا اِلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : مَا دُوْنَ الثُّلُثِ لَا يَتَنَصَّفُ، وَاِمَامُهُ فِيْهِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ بِعُمُوْمِهِ، وَلِاَنَّ حَالَهَا اَنْقَصُ مِنْ حَالِ الرَّجُلِ وَمَنْفَعَتُهَا اَقَلُّ، وَقَدْ ظَهَرَ اَثَرُ النُّقْصَانِ بِالتَّنْصِيْفِ فِي النَّفْسِ فَكَذَا فِيْ اَطْرَافِهَا وَاَجْزَائِهَا اعْتِبَارًا بِهَا وَبِالثُّلُثِ وَمَا فَوْقَهُ .

فرمایا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے مقابلے میں نصف ہے۔ پس تحقیق یہ لفظ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک موقوف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع وارد ہوا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو تہائی دیت سے کم ہے اس کو نصف نہیں کیا جائے گا۔ اور اس بارے میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

مگر ہماری روایت کردہ حدیث اپنے عموم کے سبب امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ عورت کی حالت مرد کی حالت سے کمزور ہے۔ پس کا نفع بھی کم ہوا۔ اور نقصان کا اثر عورت کے نصف ہونے میں ظاہر ہو چکا ہے۔ پس جان اور تہائی اور اس سے زیادہ پر قیاس کرتے ہوئے یہ حکم عورت کے اطراف و حصص میں اپنا اثر ظاہر کرنے والا ہوگا۔

مسلمان و ذمی کا دیت میں برابر ہونے کا بیان

قَالَ . (وَدِيَةُ الْمُسْلِمِ وَالذِّمِّيِّ سَوَاءٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ اَرْبَعَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَدِيَةُ الْمَجُوْسِيِّ ثَمَانِمِائَةِ دِرْهَمٍ .

وَقَالَ مَالِكٌ : دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ سِتَّةُ آلَافِ دِرْهَمٍ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (عَقْلُ الْكَافِرِ نِصْفُ عَقْلِ الْمُسْلِمِ) وَالْكُلُّ عِنْدَهُ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا .

وَلِلشَّافِعِيِّ مَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جَعَلَ دِيَةَ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ اَرْبَعَةَ

آلَافِ دِرْهَمٍ، وَدِيَةَ الْمَجُوسِيِّ ثَمَانِمِائَةِ دِرْهَمٍ) .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (دِيَةُ كُلِّ ذِي عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ أَلْفُ دِينَارٍ) وَكَذَلِكَ قَضَى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَمَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَمْ يُعْرَفْ رَاوِيهِ وَلَمْ يُذْكَرْ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ، وَمَا رَوَيْنَاهُ أَشْهَرُ مِمَّا رَوَاهُ مَالِكٌ فَإِنَّهُ ظَهَرَ بِهِ عَمَلُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

فرمایا کہ مسلم اور ذمی یہ دونوں دیت میں برابر ہیں۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار دراہم ہے۔ اور مجوسی کی دیت آٹھ ہزار دراہم ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چھ ہزار دراہم ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کافر کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے۔ اور مسلمان کی پوری دیت ان کے نزدیک بارہ ہزار دراہم ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل وہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے یہودی کی دیت چار ہزار دراہم ٹھہرائی ہے۔ اور مجوسی کی دیت آٹھ ہزار دراہم مقرر کی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ذمی کی دیت اس کے عہد ذمہ میں رہتے ہوئے ایک ہزار دینار ہے اور شیخین نے بھی اسی طرح فیصلہ کیا ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث کا راوی بھی معلوم نہیں ہے۔ اور یہ حدیث کتب احادیث میں بھی نہیں پائی جاتی۔ جبکہ ہماری روایت کردہ حدیث یہ امام مالک علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث سے مشہور ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اسی حدیث کے مطابق ظاہر ہے۔

فَصْلٌ فِيمَا دُوْنَ النَّفْسِ

﴿یہ فصل نفس کے سوا میں دیت کے بیان میں ہے﴾

فصل جان کے سوا میں دیت ہونے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جان سے متعلق واجب ہونے والی دیت کے مسائل سے فارغ ہوئے ہیں۔ تو اب انہوں نے مسائل کو شروع کیا ہے۔ جو جان نہیں بلکہ اس کے مختلف اعضاء کے سبب دیت کو واجب کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اعضاء جان کی فروعات میں سے ہیں۔ اور فروعات ہمیشہ مؤخر ہوا کرتی ہیں۔ اور دوسرا سبب یہ ہے کہ اعضاء یہ جان کے تابع ہے اور تابع بھی مؤخر ہوتا ہے۔ لہٰذا انہی وجوہات کے پیش نظر مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کے مسائل کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، کتاب جنایات، بیروت)

جان سے کم چیزوں میں دیت ہونے کا بیان

قَالَ: (وَفِي النَّفْسِ الدِّيَةُ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ. قَالَ (وَفِي الْمَارِنِ الدِّيَةُ، وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ، وَفِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ) وَالْأَصْلُ فِيهِ مَا رَوَى سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ (فِي النَّفْسِ الدِّيَةُ، وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ، وَفِي الْمَارِنِ الدِّيَةُ) وَهَكَذَا هُوَ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

وَالْأَصْلُ فِي الْأَطْرَافِ أَنَّهُ إذَا فَوَّتَ جِنْسَ مَنْفَعَةٍ عَلَى الْكَمَالِ أَوْ أَزَالَ جَمَالًا مَقْصُودًا فِي الْآدَمِيِّ عَلَى الْكَمَالِ يَجِبُ كُلُّ الدِّيَةِ لِإِتْلَافِهِ النَّفْسَ مِنْ وَجْهٍ وَهُوَ مُلْحَقٌ بِالْإِتْلَافِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ تَعْظِيمًا لِلْآدَمِيِّ.

أَصْلُهُ قَضَاءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالدِّيَةِ كُلِّهَا فِي اللِّسَانِ وَالْأَنْفِ، وَعَلَى هَذَا تَنْسَحِبُ فُرُوعٌ كَثِيرَةٌ فَنَقُولُ: فِي الْأَنْفِ الدِّيَةُ لِأَنَّهُ أَزَالَ الْجَمَالَ عَلَى الْكَمَالِ وَهُوَ مَقْصُودٌ، وَكَذَا إذَا قَطَعَ الْمَارِنَ أَوْ الْأَرْنَبَةَ لِمَا ذَكَرْنَا، وَلَوْ قَطَعَ الْمَارِنَ مَعَ الْقَصَبَةِ لَا يُزَادُ عَلَى دِيَةٍ وَاحِدَةٍ لِأَنَّهُ عُضْوٌ وَاحِدٌ، وَكَذَا اللِّسَانُ لِفَوَاتِ مَنْفَعَةٍ مَقْصُودَةٍ وَهُوَ النُّطْقُ، وَكَذَا

فِیْ قَطْعِ بَعْضِهٖ اِذَا مَنَعَ الْکَلَامَ لِتَفْوِیْتِ مَنْفَعَةٍ مَقْصُوْدَةٍ وَاِنْ کَانَتِ الْاٰلَةُ قَائِمَةً، وَلَوْ قَدَرَ عَلَی التَّکَلُّمِ بِبَعْضِ الْحُرُوْفِ قِیْلَ : تُقْسَمُ عَلٰی عَدَدِ الْحُرُوْفِ، وَقِیْلَ : عَلٰی عَدَدِ حُرُوْفٍ تَتَعَلَّقُ بِاللِّسَانِ ، فَبِقَدْرِ مَا لَا یَقْدِرُ تَجِبُ، وَقِیْلَ : اِنْ قَدَرَ عَلٰی اَدَاءِ اَکْثَرِهَا تَجِبُ حُکُوْمَةُ عَدْلٍ لِحُصُوْلِ الْاِفْهَامِ مَعَ الْاِخْتِلَالِ، وَاِنْ عَجَزَ عَنْ اَدَاءِ الْاَکْثَرِ یَجِبُ کُلُّ الدِّیَةِ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّهٗ لَا تَحْصُلُ مَنْفَعَةُ الْکَلَامِ، وَکَذَا الذَّکَرُ لِاَنَّهٗ یَفُوْتُ بِهٖ مَنْفَعَةَ الْوَطْیِ وَالْاِیْلَادِ وَاسْتِمْسَاكِ الْبَوْلِ وَالرَّمْیِ بِهٖ وَدَفْقِ الْمَاءِ وَالْاِیْلَاجِ الَّذِیْ هُوَ طَرِیْقُ الْاِعْلَاقِ عَادَةً، وَکَذَا فِی الْحَشَفَةِ الدِّیَةُ کَامِلَةً، لِاَنَّ الْحَشَفَةَ اَصْلٌ فِیْ مَنْفَعَةِ الْاِیْلَاجِ وَالدَّفْقِ وَالْقَصَبَةُ کَالتَّابِعِ لَهٗ ۔

فرمایا کہ ساری جان میں دیت واجب ہے اوراس کو جان کے مسائل میں ہم بیان کرآئے ہیں۔اوراسی طرح فرمایا کہ ناک کے نرم حصہ میں بھی دیت واجب ہے۔زبان میں دیت واجب ہے۔ذکر میں دیت واجب ہے۔اوراس کی دلیل حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ نفس میں دیت واجب ہے۔اور ناک کے نرم حصے میں دیت واجب ہے۔اورمکتوب میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔جس کو آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔

اوراطراف کے بارے میں فقہی اصول یہ ہے کہ جب طرف مکمل طور پر کسی فائدے کی جنس کو ختم کردے یا مکمل طور پر انسان کے مقصود کے جمال کو ختم کردے تو پوری دیت واجب ہوگی۔کیونکہ اس نے ایک طرح سے جان کو ضائع کیا ہے۔اورایک طرح سے نفس کو تلف کرنا یہ انسانیت کے عظمت کے سبب کلی اتلاف کے قائم مقام کردیا گیا ہے۔اوراس کی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ناک اور زبان میں پوری دیت کا فیصلہ کیا ہے۔

اوراسی قاعدہ فقہیہ پر بہت سے مسائل کی جزئیات نکلتی ہیں۔پس ہم کہیں گے کہ ناک میں دیت واجب ہے۔کیونکہ کاٹنے کے سبب مکمل طور پر جمال ختم ہو چکا ہے۔جبکہ مقصود ہی جمال تھا۔اوراسی طرح جب کسی نے مارن یا نتھنے کو کاٹ دیا ہے تو یہ بھی اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔

اور جب ناک کے نرم حصے کو نتھنے کے ساتھ کاٹ دیا ہے تو ایک دیت سے زائد دیت نہ ہوگی۔کیونکہ ناک ایک عضو ہے۔اور زبان کے بارے میں اسی طرح کا حکم ہے۔کیونکہ اس کو کاٹ دینے کی وجہ سے مقصود فائدہ یعنی بولنا ختم ہو جائے گا۔اور زبان کا بعض حصہ کاٹنے میں بھی یہی حکم ہے۔مگراس میں شرط یہ ہے کہ اس کو کاٹنے کی وجہ سے بات کرنے سے رک جائے۔کیونکہ اب مقصود نفع ختم ہوا ہے۔اگرچہ اس کی زبان موجود ہے۔اور جب زبان کٹا بعض حروف کوادا کرسکتا ہوتو اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حروف کی تعداد پر تقسیم کیا جائے گا۔اوردوسرا قول یہ ہے کہ ان حروف کی تعداد پراس کو تقسیم کردیا جائے گا۔جو زبان سے ادا ہوتے ہیں۔اور جن حروف پر وہ قدرت رکھنے والا نہیں ہے۔ان کی مقدار کے مطابق دیت واجب ہوگی۔

اورایک قول یہ بھی ہے کہ جب وہ اکثر حروف کوادا کرنے پر قدرت رکھنے والا ہے تو اب حکومت عدل واجب ہے۔کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ کلام کا فائدہ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔اورذکر کا حکم بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس کے کٹ جانے کی وجہ سے جماع کا

ہوئی، بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت، پیشاب روکنے اور اس کو باہر نکالنے کا فائدہ، دفق منی کا فائدہ اور وہ ایلاج جو عام طور پر حاملہ کرنے کا طریقہ ہے وہ ختم ہورہا ہے۔ اور اسی طرح حشفہ میں بھی پوری دیت واجب ہے۔ کیونکہ ایلاج اور دفق منی میں حشفہ اصل ہے۔ جبکہ بقیہ ڈنڈی یہ حشفہ کے تابع ہے۔

ضرب کے سبب زوال عقل پر وجوب دیت کا بیان

قَالَ: (وَفِي الْعَقْلِ إِذَا ذَهَبَ بِالضَّرْبِ الدِّيَةُ) لِفَوَاتِ مَنْفَعَةِ الْإِدْرَاكِ إِذْ بِهِ يَنْتَفِعُ بِنَفْسِهِ فِي مَعَاشِهِ وَمَعَادِهِ (وَكَذَا إِذَا ذَهَبَ سَمْعُهُ أَوْ بَصَرُهُ أَوْ شَمُّهُ أَوْ ذَوْقُهُ) لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهَا مَنْفَعَةٌ مَقْصُودَةٌ، وَقَدْ رُوِيَ: أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَضَى بِأَرْبَعِ دِيَاتٍ فِي ضَرْبَةٍ وَاحِدَةٍ ذَهَبَ بِهَا الْعَقْلُ وَالْكَلَامُ وَالسَّمْعُ وَالْبَصَرُ.

فرمایا کہ جب کسی شخص کی عقل مارنے کی وجہ سے ختم ہوگئی ہے تو اس میں دیت واجب ہے۔ کیونکہ سمجھنے کی قوت ختم ہوگئی ہے۔ کیونکہ عقل کے سبب سے انسان اپنی دنیا و آخرت کا فائدہ اٹھانے والا ہے۔ اور اسی طرح انسان کی قوت سامعہ یا قوت باصرہ، شامہ اور ذائقہ ختم ہوجائے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک مقصود نفع ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ضرب کے بارے میں چار دیتوں کا فیصلہ فرمایا تھا۔ جس کے سبب عقل، کلام، سننا اور دیکھنا ختم ہوا تھا۔

داڑھی مونڈنے کے سبب وجوب دیت کا بیان

قَالَ: (وَفِي اللِّحْيَةِ إِذَا حُلِقَتْ فَلَمْ تَنْبُتْ الدِّيَةُ) لِأَنَّهُ يُفَوِّتُ بِهِ مَنْفَعَةَ الْجَمَالِ. قَالَ (وَفِي شَعْرِ الرَّأْسِ الدِّيَةُ) لِمَا قُلْنَا. وَقَالَ مَالِكٌ: وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ تَجِبُ فِيهِمَا حُكُومَةُ عَدْلٍ، لِأَنَّ ذَلِكَ زِيَادَةٌ فِي الْآدَمِيِّ، وَلِهَذَا يُحْلَقُ شَعْرُ الرَّأْسِ كُلُّهُ، وَاللِّحْيَةُ بَعْضُهَا فِي بَعْضِ الْبِلَادِ وَصَارَ كَشَعْرِ الصَّدْرِ وَالسَّاقِ وَلِهَذَا يَجِبُ فِي شَعْرِ الْعَبْدِ نُقْصَانُ الْقِيمَةِ.

وَلَنَا أَنَّ اللِّحْيَةَ فِي وَقْتِهَا جَمَالٌ وَفِي حَلْقِهَا تَفْوِيتُهُ عَلَى الْكَمَالِ فَتَجِبُ الدِّيَةُ كَمَا فِي الْأُذُنَيْنِ الشَّاخِصَتَيْنِ، وَكَذَا شَعْرُ الرَّأْسِ جَمَالٌ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ مَنْ عَدِمَهُ خِلْقَةً يَتَكَلَّفُ فِي سَتْرِهِ، بِخِلَافِ شَعْرِ الصَّدْرِ وَالسَّاقِ لِأَنَّهُ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ جَمَالٌ.

وَأَمَّا لِحْيَةُ الْعَبْدِ فَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يَجِبُ فِيهَا كَمَالُ الْقِيمَةِ، وَالتَّخْرِيجُ عَلَى الظَّاهِرِ أَنَّ الْمَقْصُودَ بِالْعَبْدِ الْمَنْفَعَةُ بِالِاسْتِعْمَالِ دُونَ الْجَمَالِ بِخِلَافِ الْحُرِّ.

فرمایا کہ جب داڑھی کو مونڈ دیا ہے اور وہ دوبارہ اگ نہ سکے تو اس میں دیت واجب ہے۔ کیونکہ اس کے سبب خوبصورتی کا فائدہ ختم ہوچکا ہے۔ اور سر کے بالوں میں بھی دیت ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ داڑھی اور بال دونوں میں حکومت عدل واجب ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ یہ دونوں آدمی سے زیادہ ہیں۔ اس لئے بعض شہروں میں سر کے پورے بال اور بعض حصہ داڑھی کا مونڈ دیا جاتا ہے۔ اور یہ سینے اور پنڈلی کے بالوں کی طرح ہے۔ اسی دلیل کے سبب غلام کے بال میں قیمت کونقصان واجب ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ داڑھی اپنے وقت پر خوبصورتی ہے۔ اور اس کو مونڈ دینے کے سبب مکمل طور پر جمال کو ختم کر دیتا ہے۔ کیونکہ دیت واجب ہے۔ جس طرح ابھرے ہوئے دونوں کانوں کا حکم ہے۔ اور اسی طرح سر کے بال یہ بھی جمال ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ جس کے پیدائشی طور پر سر کے بال نہیں ہوتے وہ سر چھپانے میں مشقت اٹھاتا ہے۔ جبکہ سینے اور پنڈلی میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا جمال سے تو کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ البتہ جو غلام کی داڑھی ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں پوری دیت نقل کی گی ہے۔ اور ظاہر الروایت کی تخریج کے مطابق اس کا جواب یہ ہے کہ غلام سے فائدہ اٹھانا مقصود ہوا کرتا ہے اس سے کوئی جمال کا مقصود نہیں ہوتا۔ جبکہ آزاد میں ایسا نہیں ہے۔

مونچھ میں حکومت عدل کے واجب ہونے کا بیان

قَالَ : (وَفِي الشَّارِبِ حُكُومَةُ عَدْلٍ هُوَ الْاَصَحُّ) لِاَنَّهُ تَابِعٌ لِلِّحْيَةِ فَصَارَ كَبَعْضِ اَطْرَافِهَا . (وَلِحْيَةُ الْكَوْسَجِ اِنْ كَانَ عَلٰى ذَقَنِهِ شَعَرَاتٌ مَعْدُوْدَةٌ فَلَا شَيْءَ فِي حَلْقِهِ) لِاَنَّ وُجُوْدَهُ يَشِيْنُهُ وَلَا يَزِيْنُهُ (وَاِنْ كَانَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَكَانَ عَلَى الْخَدِّ وَالذَّقَنِ جَمِيْعًا لٰكِنَّهُ غَيْرُ مُتَّصِلٍ فَفِيْهِ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ) لِاَنَّ فِيْهِ بَعْضَ الْجَمَالِ (وَاِنْ كَانَ مُتَّصِلًا فَفِيْهِ كَمَالُ الدِّيَةِ) لِاَنَّهُ لَيْسَ بِكَوْسَجٍ وَفِيْهِ مَعْنَى الْجَمَالِ، وَهٰذَا كُلُّهُ اِذَا فَسَدَ الْمُنْبِتُ، فَاِنْ نَبَتَتْ حَتّٰى اسْتَوٰى كَمَا كَانَ لَا يَجِبُ شَيْءٌ لِاَنَّهُ لَمْ يَبْقَ اَثَرُ الْجِنَايَةِ وَيُؤَدَّبُ عَلَى ارْتِكَابِهِ مَا لَا يَحِلُّ، وَاِنْ نَبَتَتْ بَيْضَاءَ فَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ لَا يَجِبُ شَيْءٌ فِي الْحُرِّ لِاَنَّهُ يَزِيْدُ جَمَالًا، وَفِي الْعَبْدِ تَجِبُ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ لِاَنَّهُ يَنْقُصُ قِيْمَتَهُ، وَعِنْدَهُمَا تَجِبُ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ لِاَنَّهُ فِي غَيْرِ اَوَانِهِ يَشِيْنُهُ وَلَا يَزِيْنُهُ، وَيَسْتَوِي الْعَمْدُ وَالْخَطَاُ عَلٰى هٰذَا الْجُمْهُوْرِ .

(وَفِي الْحَاجِبَيْنِ الدِّيَةُ وَفِيْ اِحْدَاهُمَا نِصْفُ الدِّيَةِ) وَعِنْدَ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَجِبُ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ، وَقَدْ مَرَّ الْكَلَامُ فِيْهِ فِي اللِّحْيَةِ .

فرمایا کہ مونچھ میں حکومت عدل واجب ہے اور زیادہ درست یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ مونچھ یہ داڑھی کے تابع ہے۔ پس مونچھ داڑھی کے بعض حصے کی طرح ہے۔ اور کوسج (وہ بوڑھا شخص جس کو داڑھی نہ آئی ہو) کی داڑھی کہ جب اس کی ٹھوڑی پر کچھ بال اگے ہوئے ہوں تو ان کو مونڈ ڈالنے میں کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ چند بالوں کا مونڈ دینا اگرچہ اس کو عیب دار کرے گا لیکن وہ مزین نہ ہوگا۔ اور جب اس کے بال زیادہ ہیں۔ اور وہ گالوں اور ٹھوڑی دونوں پر ہیں۔ مگر وہ ملے ہوئے نہیں ہیں۔ تب بھی اس

میں حکومت عدل واجب ہے۔ کیونکہ اس میں کچھ خوبصورتی ہے۔ اور جب یہ بال ملے ہوئے ہیں تو اس میں پوری دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ بندہ کھوسہ نہیں رہا بلکہ اس میں جمال کا حکم موجود ہے۔ اور یہ تمام احکام اس وقت ہوں گے جب اگنے کی جگہ خراب ہو جائے۔

اور جب داڑھی اگ کر پہلے والی جگہ کی طرح ہو گئی ہے تو اب مونڈھنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ جنایت کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ البتہ ایک ناجائز کام کرنے سبب مونڈھنے کو کچھ نہ کچھ ادب ضرور سکھایا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک جب داڑھی سفید اگ آئی ہے تو آزاد میں کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ اس کے جمال میں اضافہ کرنے والی ہے۔ اور غلام میں حکومت عدل واجب ہوگی۔ کیونکہ داڑھی کی سفیدی اس غلام کی قیمت کو کم کرنے والی ہے۔

صاحبین کے نزدیک حکومت عدل واجب ہو جائے گی کیونکہ سفید داڑھی انسان کے غیر وقت میں عیب دار کرنے والی ہے۔ اور اس کو زینت دینے والی نہیں ہے اور اس میں عمد و خطاء دونوں برابر ہیں۔ اور جمہور فقہاء کا عمل بھی اسی کے مطابق ہے۔

اور اسی طرح دونوں حاجبوں میں بھی پوری دیت واجب ہے۔ اور ایک بھوئیں میں نصف دیت واجب ہے۔ جبکہ امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے۔ اور داڑھی کے بارے میں مسئلہ بیان کر دیا گیا ہے۔

دونوں آنکھوں کے سبب وجوب دیت کا بیان

قَالَ (وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِي الْيَدَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِي الرِّجْلَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِي الْأُذُنَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِي الْأُنْثَيَيْنِ الدِّيَةُ) كَذَا رُوِيَ فِي حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

قَالَ : (وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ نِصْفُ الدِّيَةِ) وَفِيمَا كَتَبَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ (وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِي إحْدَاهُمَا نِصْفُ الدِّيَةِ) وَلِأَنَّ فِي تَفْوِيتِ الِاثْنَيْنِ مِنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ تَفْوِيتُ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ أَوْ كَمَالِ الْجَمَالِ فَيَجِبُ كُلُّ الدِّيَةِ، وَفِي تَفْوِيتِ إحْدَاهُمَا تَفْوِيتُ النِّصْفِ فَيَجِبُ نِصْفُ الدِّيَةِ .

فرمایا کہ دونوں آنکھوں میں دیت ہے اور دونوں ہاتھوں میں دیت ہے۔ دونوں پاؤں میں دیت ہے دونوں ہونٹوں میں دیت ہے۔ دونوں کانوں میں دیت ہے۔ اور دونوں خصیوں میں دیت ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ والی حدیث اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے۔ فرمایا کہ ان چیزوں میں ہر ایک میں نصف نصف دیت واجب ہے اور وہ مکتوب گرامی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کا دیا تھا اس میں بھی اسی طرح لکھا ہوا تھا۔ کہ دونوں آنکھوں میں دیت ہے اور ایک آنکھ میں نصف دیت ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ان میں سے دو کو ختم کرنے فائدے کی جنس یا پورے جمال کو ختم کرنا ہے۔ لہٰذا پوری دیت واجب ہوگی۔ اور ان میں سے کسی ایک فوت کرنے میں نصف کو ختم کرنا ہے۔

پس اس میں نصف دیت واجب ہوگی۔

عورت کے دونوں پستانوں کے سبب وجوب دیت کا بیان

قَالَ : (وَفِیْ ثَدْیَیْ الْمَرْاَۃِ الدِّیَۃُ) لِمَا فِیْہِ مِنْ تَفْوِیْتِ جِنْسِ الْمَنْفَعَۃِ (وَفِیْ اِحْدَاھُمَا نِصْفُ دِیَۃِ الْمَرْاَۃِ) لِمَا بَیَّنَّا، بِخِلَافِ ثَدْیَیْ الرَّجُلِ حَیْثُ تَجِبُ حُکُوْمَۃُ عَدْلٍ لِاَنَّہٗ لَیْسَ فِیْہِ تَفْوِیْتُ جِنْسِ الْمَنْفَعَۃِ وَالْجَمَالِ ۔

(وَفِیْ حَلَمَتَیْ الْمَرْاَۃِ الدِّیَۃُ کَامِلَۃً) لِفَوَاتِ جِنْسِ مَنْفَعَۃِ الْاِرْضَاعِ وَاِمْسَاکِ اللَّبَنِ (وَفِیْ اِحْدَاھُمَا نِصْفُھَا) لِمَا بَیَّنَّاہُ ۔

فرمایا کہ عورت کے دونوں پستانوں میں پوری دیت واجب ہے۔ کیونکہ اس میں بھی فائدے کی جنس کو ختم کرنا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک میں عورت کی دیت کا نصف ہے اسی کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ مرد کے پستانوں میں ایسا نہیں ہے۔ پس ان میں حکومت عدل واجب ہے۔ کیونکہ اس میں نفع کی جنس اور جمال کو فوت کرنا لازم نہیں آنے والا۔ اور عورت کے پستانوں کی گھنڈیوں میں پوری دیت واجب ہے۔ کیونکہ دودھ پلانے اور دودھ کو روکنے کا فائدہ ختم ہونے والا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک میں نصف واجب ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

دونوں آنکھوں کی پلکوں کے سبب وجوب دیت کا بیان

قَالَ (وَفِیْ اَشْفَارِ الْعَیْنَیْنِ الدِّیَۃُ وَفِیْ اِحْدَاھَا رُبُعُ الدِّیَۃِ) قَالَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ : یُحْتَمَلُ اَنَّ مُرَادَہُ الْاَھْدَابُ مَجَازًا کَمَا ذَکَرَہُ مُحَمَّدٌ فِی الْاَصْلِ لِلْمُجَاوَرَۃِ کَالرَّاوِیَۃِ لِلْقِرْبَۃِ وَھِیَ حَقِیْقَۃٌ فِی الْبَعِیْرِ، وَھٰذَا لِاَنَّہٗ یُفَوِّتُ الْجَمَالَ عَلَی الْکَمَالِ وَجِنْسَ الْمَنْفَعَۃِ وَھِیَ مَنْفَعَۃُ دَفْعِ الْاَذٰی وَالْقَذٰی عَنِ الْعَیْنِ اِذْ ھُوَ یَنْدَفِعُ بِالْھُدْبِ، وَاِذَا کَانَ الْوَاجِبُ فِی الْکُلِّ کُلَّ الدِّیَۃِ وَھِیَ اَرْبَعَۃٌ کَانَ فِیْ اَحَدِھَا رُبُعُ الدِّیَۃِ وَفِیْ ثَلَاثَۃٍ مِنْھَا ثَلَاثَۃُ اَرْبَاعِھَا، وَیُحْتَمَلُ اَنْ یَکُوْنَ مُرَادُہُ مَنْبَتَ الشَّعْرِ وَالْحُکْمُ فِیْہِ ھٰکَذَا ۔

(وَلَوْ قَطَعَ الْجُفُوْنَ بِاَھْدَابِھَا فَفِیْہِ دِیَۃٌ وَاحِدَۃٌ) لِاَنَّ الْکُلَّ کَشَیْءٍ وَاحِدٍ وَصَارَ کَالْمَارِنِ مَعَ الْقَصَبَۃِ ۔

فرمایا کہ دونوں آنکھوں کی پلکوں کے سبب پوری دیت واجب ہے۔ کیونکہ ان میں سے ایک پلک میں چوتھائی دیت ہے۔ اور مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ امام قدوری رضی اللہ عنہ کی اشفار سے مجازی طور پر پپوٹے مراد ہوں جس طرح

محاورت کے سبب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں لکھا ہے۔ جس طرح مشکیزے کے لئے راویہ کا استعمال ہے۔ جبکہ راویہ حقیقی طور پر اونٹ کے لئے استعمال ہونے والا ہے۔ اور یہ حکم اس سبب سے ہے کہ اس سے مکمل طور پر جمال ختم ہونے والا ہے۔ اور فائدے کی جنس بھی ختم ہونے والی ہے۔ اور وہ آنکھ سے تکلیف کو دور کرنے کا فائدہ ہے۔ کیونکہ یہ پپوٹوں سے دور ہونے والا ہے۔ اور جب سارے پپوٹوں میں پوری دیت واجب ہے اور وہ چار ہیں۔ تو ایک پپوٹے میں بھی چوتھائی دیت واجب ہے۔ پس تین پپوٹوں میں تین چوتھائی واجب ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ بالوں کے اگنے کی جگہ ہو۔ اور اس کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور جب کسی شخص نے بالوں کی جڑوں کے ساتھ سے پلکوں کو کاٹ دیا ہے تو اس میں ایک دیت واجب ہوگی۔ کیونکہ سب ایک چیز کے حکم میں ہیں۔ اور یہ غضروم کے ساتھ ناک کے نرم حصے کے حکم میں ہے۔

ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے سبب وجوب دیت کا بیان

قَالَ (وَفِیْ کُلِّ اُصْبُعٍ مِنْ اَصَابِعِ الْیَدَیْنِ وَالرِّجْلَیْنِ عُشْرُ الدِّیَةِ) لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فِیْ کُلِّ اُصْبُعٍ عَشْرٌ مِنَ الْاِبِلِ) وَلِاَنَّ فِیْ قَطْعِ الْکُلِّ تَفْوِیْتُ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ وَفِیْهِ دِیَةٌ کَامِلَةٌ وَهِیَ عَشْرٌ فَتَنْقَسِمُ الدِّیَةُ عَلَیْهَا .

قَالَ (وَالْاَصَابِعُ کُلُّهَا سَوَاءٌ) لِاِطْلَاقِ الْحَدِیْثِ، وَلِاَنَّهَا سَوَاءٌ فِیْ اَصْلِ الْمَنْفَعَةِ فَلَا تُعْتَبَرُ الزِّیَادَةُ فِیْهِ کَالْیَمِیْنِ مَعَ الشِّمَالِ، وَکَذَا اَصَابِعُ الرِّجْلَیْنِ لِاَنَّهٗ یُفَوِّتُ بِقَطْعِ کُلِّهَا مَنْفَعَةَ الْمَشْیِ فَتَجِبُ الدِّیَةُ کَامِلَةً، ثُمَّ فِیْهِمَا عَشْرُ اَصَابِعَ فَتَنْقَسِمُ الدِّیَةُ عَلَیْهَا اَعْشَارًا . قَالَ (وَفِیْ کُلِّ اُصْبُعٍ فِیْهَا ثَلَاثَةُ مَفَاصِلَ ؛ فَفِیْ اَحَدِهَا ثُلُثُ دِیَةِ الْاُصْبُعِ وَمَا فِیْهَا مِفْصَلَانِ فَفِیْ اَحَدِهِمَا نِصْفُ دِیَةِ الْاُصْبُعِ) وَهُوَ نَظِیْرُ انْقِسَامِ دِیَةِ الْیَدِ عَلَی الْاَصَابِعِ .

فرمایا کہ دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں۔ کیونکہ ساری انگلیوں کو کاٹ دینے میں فائدے کی جنس کو ختم کرنا ہے۔ اور اس میں پوری دیت واجب ہے۔ اور انگلیاں دس ہیں لہٰذا اس کو دس پر تقسیم کر دیا جائے گا۔

فرمایا کہ تمام انگلیاں برابر ہیں۔ کیونکہ حدیث مطلق ہے۔ لہٰذا فائدے میں ساری انگلیاں برابر ہیں۔ پس اس میں زیادتی کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ جس طرح بائیں کے ساتھ دائیں ہے اور اسی طرح پاؤں کی انگلیاں ہیں۔ کیونکہ ان سب کو کاٹ دینے کے سبب چلنے کا فائدہ ختم ہونے والا ہے۔ پس پوری دیت واجب ہوگی۔ اس کے بعد ہاتھوں اور پاؤں میں دس دس انگلیاں ہیں۔ پس دیت کو دس انگلیوں کے حساب سے تقسیم کر دیا جائے گا۔

ہر ایسی انگلی جس میں تین جوڑ ہیں۔ تو اس کے ایک جوڑ میں انگلی کی دیت کا تہائی واجب ہے اور جس انگلی میں دو جوڑ ہیں، اور اس کے ایک جوڑ میں انگلی کی دیت کا نصف ہے۔ انگلیوں پر ہاتھ کی دیت کو تقسیم کرنے کی یہی مثال ہے۔

ہر دانت پر دیت کے پانچ اونٹوں کے وجوب کا بیان

قَالَ : (وَفِي كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (وَفِي كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ) وَالْأَسْنَانُ وَالْأَضْرَاسُ كُلُّهَا سَوَاءٌ لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا، وَلِمَا رُوِيَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ : وَالْأَسْنَانُ كُلُّهَا سَوَاءٌ ، وَلِأَنَّ كُلَّهَا فِي أَصْلِ الْمَنْفَعَةِ سَوَاءٌ فَلَا يُعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ كَالْأَيْدِي وَالْأَصَابِعِ، وَهٰذَا إِذَا كَانَ خَطَأً، فَإِنْ كَانَ عَمْدًا فَفِيهِ الْقِصَاصُ وَقَدْ مَرَّ فِي الْجِنَايَاتِ .

فرمایا کہ ہر دانت میں پانچ اونٹ واجب ہیں۔ کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں۔ اور دانت اور داڑھ برابر ہیں۔ کیونکہ ہماری روایت کردہ حدیث مطلق ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ سارے دانت برابر ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اصل فائدے میں سب دانت برابر ہیں پس کسی قسم کی کمی یا زیادتی کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ جس طرح ہاتھ اور انگلیوں میں فائدے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے۔ جب قطع خطاء ہو۔ مگر جب عمد کے طور پر ہو تو اس میں قصاص واجب ہوگا۔ اور اس کا بیان جنایات میں بیان کر دیا گیا ہے۔

عضو کی منفعت ختم ہونے کے سبب پوری دیت کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ ضَرَبَ عُضْوًا فَأَذْهَبَ مَنْفَعَتَهُ فَفِيهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ كَالْيَدِ إِذَا شُلَّتْ وَالْعَيْنِ إِذَا ذَهَبَ ضَوْءُهَا) لِأَنَّ الْمُتَعَلِّقَ تَفْوِيتُ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ لَا فَوَاتُ الصُّورَةِ .

(وَمَنْ ضَرَبَ صُلْبَ غَيْرِهِ فَانْقَطَعَ مَاؤُهُ تَجِبُ الدِّيَةُ) لِتَفْوِيتِ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ (وَكَذَا لَوْ أَحْدَبَهُ) لِأَنَّهُ فَوَّتَ جَمَالًا عَلَى الْكَمَالِ وَهُوَ اسْتِوَاءُ الْقَامَةِ (فَلَوْ زَالَتِ الْحُدُوبَةُ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لِزَوَالِهَا لَا عَنْ أَثَرٍ .

فرمایا کہ جب کسی بندے نے عضو پر مارا ہے اور اس کی منفعت ختم ہو چکی ہے تو اس میں پوری دیت واجب ہے۔ جس طرح جب ہاتھ ضائع ہو جائے۔ اور جب آنکھ کی روشنی ختم ہو جائے۔ کیونکہ وہ چیز جس کے ساتھ ساری دیت متعلق ہے۔ وہ فائدے کی جنس کا ختم ہونا ہے جبکہ صورت کا ختم ہونا نہیں ہے۔ اور جب کسی بندے نے دوسرے شخص کی پیٹھ پر مارا ہے اور مضروب شخص کا مادہ منویہ ختم ہو گیا ہے۔ تو دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ فائدے کی جنس ختم ہو چکی ہے۔

اور اسی طرح جب کسی بندے نے کسی دوسرے آدمی کو کبڑا بنا دیا ہے کیونکہ مارنے والے نے مکمل طور پر جمال کو ختم کر دیا ہے۔ اور قد کے سیدھا ہونے میں جمال تھا۔ ہاں البتہ جب اس کا کبڑا ہونا ختم ہو جائے تو مارنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ کبڑا کرنے والا اثر ختم ہو چکا ہے۔

فَصْلٌ فِی الشِّجَاجِ

﴿یہ فصل شجاج کے بیان میں ہے﴾

فصل شجاج کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شجاج دون نفس کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اور بادون نفس کے کثیر مسائل کو ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور اس فصل کو انہی کی ایک قسم کے سبب الگ فصل میں بیان کیا ہے۔ اور جو پہلے مسائل کو بیان کیا ہے ان کے تقدم کا سبب ان کی کثرت ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، کتاب دیات، بیروت)

دس شجاج ہونے کا فقہی بیان

قَالَ (الشِّجَاجُ عَشْرَةٌ : الْحَارِصَةُ) وَهِيَ الَّتِي تَحْرِصُ الْجِلْدَ : اَیْ تَخْدِشُهُ وَلَا تُخْرِجُ الدَّمَ (وَالدَّامِعَةُ) وَهِيَ الَّتِي تُظْهِرُ الدَّمَ وَلَا تُسِيلُهُ كَالدَّمْعِ مِنْ الْعَيْنِ (وَالدَّامِيَةُ) وَهِيَ الَّتِي تُسِيلُ الدَّمَ (وَالْبَاضِعَةُ) وَهِيَ الَّتِي تَبْضَعُ الْجِلْدَ اَیْ تَقْطَعُهُ (وَالْمُتَلَاحِمَةُ) وَهِيَ الَّتِي تَأْخُذُ فِي اللَّحْمِ (وَالسِّمْحَاقُ) وَهِيَ الَّتِي تَصِلُ اِلَى السِّمْحَاقِ وَهِيَ جِلْدَةٌ رَقِيقَةٌ بَيْنَ اللَّحْمِ وَعَظْمِ الرَّأْسِ (وَالْمُوضِحَةُ) وَهِيَ الَّتِي تُوضِحُ الْعَظْمَ اَیْ تُبَيِّنُهُ (وَالْهَاشِمَةُ) وَهِيَ الَّتِي تَهْشِمُ الْعَظْمَ : اَیْ تُكَسِّرُهُ (وَالْمُنَقِّلَةُ) وَهِيَ الَّتِي تُنَقِّلُ الْعَظْمَ بَعْدَ الْكَسْرِ : اَیْ تُحَوِّلُهُ (وَالْآمَّةُ) وَهِيَ الَّتِي تَصِلُ اِلَى اُمِّ الرَّأْسِ وَهُوَ الَّذِیْ فِيهِ الدِّمَاغُ .

فرمایا کہ شجاج دس ہیں۔ ان میں سے ایک حارصہ ہے اور حارصہ اس کو کہتے ہیں جو جلد کو خارش زدہ کرے اور خون نہ نکالے۔ دوسرا دامعہ ہے جو خون کو ظاہر کر دے لیکن اس کو نہ بہائے۔ جس طرح آنکھ کا آنسو ہے۔ تیسرا دامیہ ہے جو خون کو بہا دے۔ چوتھا باضعہ ہے جو کھال کو کاٹ دے۔ پانچواں متلاحمہ ہے جو گوشت کو نکال دے، چھٹا سمحاق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان باریک جھلی تک پہنچ جائے۔ ساتواں موضحہ ہے جب زخم سے ہڈی دکھ جائے اور وہ ہڈی ظاہر ہو جائے۔ آٹھواں ہاشمہ ہے جو ہڈی کو توڑ دے۔ نواں منقلہ ہے جو ہڈی کو توڑ دینے کے بعد اس کو منتقل کر دے۔ دسواں آمہ ہے جب زخم اس طرح کا ہے کہ وہ ام رأس تک سرایت کر جائے اور ام رأس وہ جگہ ہے جہاں دماغ ہوتا ہے۔

موضحہ میں قصاص ہونے کا بیان

قَالَ: (فَفِي الْمُوضِحَةِ الْقِصَاصُ إِنْ كَانَتْ عَمْدًا) لِمَا رُوِيَ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَضَى بِالْقِصَاصِ فِي الْمُوضِحَةِ) وَلِأَنَّهُ يُمْكِنُ أَنْ يَنْتَهِيَ السِّكِّينُ إِلَى الْعَظْمِ فَيَتَسَاوَيَانِ فَيَتَحَقَّقُ الْقِصَاصُ.

قَالَ: (وَلَا قِصَاصَ فِي بَقِيَّةِ الشِّجَاجِ) لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ اعْتِبَارُ الْمُسَاوَاةِ فِيهَا لِأَنَّهُ لَا حَدَّ يَنْتَهِي السِّكِّينُ إِلَيْهِ، وَلِأَنَّ فِيمَا فَوْقَ الْمُوضِحَةِ كَسْرَ الْعَظْمِ وَلَا قِصَاصَ فِيهِ، وَهٰذَا رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِي الْأَصْلِ وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ: يَجِبُ الْقِصَاصُ فِيمَا قَبْلَ الْمُوضِحَةِ لِأَنَّهُ يُمْكِنُ اعْتِبَارُ الْمُسَاوَاةِ فِيهِ، إِذْ لَيْسَ فِيهِ كَسْرُ الْعَظْمِ وَلَا خَوْفُ هَلَاكٍ غَالِبٍ فَيُسْبَرُ غَوْرُهَا بِمِسْبَارٍ ثُمَّ تُتَّخَذُ حَدِيدَةٌ بِقَدْرِ ذٰلِكَ فَيُقْطَعُ بِهَا مِقْدَارُ مَا قُطِعَ فَيَتَحَقَّقُ اسْتِيفَاءُ الْقِصَاصِ.

قَالَ (وَفِيمَا دُونَ الْمُوضِحَةِ حُكُومَةُ عَدْلٍ) لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهَا أَرْشٌ مُقَدَّرٌ وَلَا يُمْكِنُ إِهْدَارُهُ فَوَجَبَ اعْتِبَارُهُ بِحُكْمِ الْعَدْلِ، وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنِ النَّخَعِيِّ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ.

فرمایا کہ موضحہ میں قصاص ہے لیکن اس میں شرط عمد ہے اسی حدیث کے سبب کہ جس میں آپ ﷺ نے موضحہ میں قصاص کا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے چھری ہڈی تک پہنچ گئی ہو۔ اور وہ دونوں برابر ہو جائیں۔ پس برابری ثابت ہو جائے گی۔

اور دوسرے شجاجوں میں کوئی قصاص نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں برابری کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی ایسی حد نہیں ہے جہاں چھری رک جائے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ موضحہ سے بڑے زخموں کو توڑنا ہے۔ اور ہڈی توڑنے میں قصاص نہیں ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت اسی طرح ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں لکھا ہے اور ظاہر الروایت بھی یہی ہے۔ اور جو موضحہ سے پہلے ہیں۔ ان میں قصاص واجب ہے۔ کیونکہ ان میں برابری کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اور ان میں ہڈی توڑنا بھی نہیں ہے۔ اور نہ ہی غالب ہلاکت کا کوئی خوف ہے۔ پس اس زخم کی گہرائی کو ایک سلائی سے ناپ لیا جائے گا۔ اس کے بعد اسی کی مقدار کے برابر ایک لوہا بنایا جائے گا۔ اور اس سے قاطع کی کاٹ دی گئی مقدار کے برابر کاٹا جائے گا۔ تاکہ قصاص کی وصولی ثابت ہو جائے۔

اور موضحہ کے سوا میں حکومت عدل واجب ہے۔ کیونکہ موضحہ کے سوا میں کوئی دیت مقرر نہیں ہے۔ اور نہ اس کو ضائع کیا جا سکتا ہے۔ پس حکومت عدل سے اس کا اعتبار کیا جانا لازم ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

موضحہ خطاء میں دیت کے بیسویں حصے کا بیان

قَالَ (وَفِي الْمُوضِحَةِ إِنْ كَانَتْ خَطَأً نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ، وَفِي الْهَاشِمَةِ عُشْرُ الدِّيَةِ، وَفِي الْمُنَقِّلَةِ عُشْرُ الدِّيَةِ وَنِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ، وَفِي الْآمَّةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، فَإِنْ نَفَذَتْ فَهُمَا جَائِفَتَانِ فَفِيهِمَا ثُلُثَا الدِّيَةِ) لِمَا رُوِيَ فِي كِتَابِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ (وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْهَاشِمَةِ عَشْرٌ، وَفِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ، وَفِي الْآمَّةِ) وَيُرْوَى (الْمَأْمُومَةُ ثُلُثُ الدِّيَةِ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ) وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَكَمَ فِي جَائِفَةٍ نَفَذَتْ إِلَى الْجَانِبِ الْآخَرِ بِثُلُثَيِ الدِّيَةِ، وَلِأَنَّهَا إِذَا نَفَذَتْ نَزَلَتْ مَنْزِلَةَ جَائِفَتَيْنِ إِحْدَاهُمَا مِنْ جَانِبِ الْبَطْنِ وَالْأُخْرَى مِنْ جَانِبِ الظَّهْرِ وَفِي كُلِّ جَائِفَةٍ ثُلُثُ الدِّيَةِ فَلِهَذَا وَجَبَ فِي النَّافِذَةِ ثُلُثَا الدِّيَةِ .

فرمایا کہ جب موضحہ خطاء ہے تو اس کی دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے جبکہ ہاشمہ میں دیت کا بیسواں حصہ ہے۔ اور منقلہ میں دیت کا دسواں اور نصف دسواں ہے۔ اور آمہ میں تہائی دیت ہے۔ اور جائفہ میں تہائی دیت ہے۔ اور جب جائفہ پار ہو چکا ہے تو وہ دو جائفے ہیں۔ اور ان میں دیت کے دو تہائی واجب ہیں۔ اسی دلیل کے سبب سے جو حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے خط میں موجود ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں۔ اور ہاشمہ میں دس اونٹ ہیں۔ جبکہ منقلہ میں پندرہ اونٹ ہیں۔ اور آمہ میں تہائی دیت واجب ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق مأمومہ بھی روایت کیا گیا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جائفہ میں تہائی دیت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایسا جائفہ جو دوسری جانب پار ہو جائے اس میں دو تہائی دیت کا فیصلہ فرمایا تھا۔ کیونکہ جب جائفہ پار ہو جائے تو اس کو دو جائفوں کے حکم میں سمجھ لیا جائے گا۔ کہ ایک جانب اندر سے ہے اور دوسرا جانب باہر سے ہے۔ اور ہر جائفہ میں تہائی دیت ہے۔ پس نافذہ میں دو تہائی دیت واجب ہو جائے گی۔

خون کا جم کر سیاہ ہو جانے میں متلاحمہ کا بیان

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ جَعَلَ الْمُتَلَاحِمَةَ قَبْلَ الْبَاضِعَةِ وَقَالَ : هِيَ الَّتِي يَتَلَاحَمُ فِيهَا الدَّمُ وَيَسْوَدُّ . وَمَا ذَكَرْنَاهُ بَدْءًا مَرْوِيٌّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَهَذَا اخْتِلَافُ عِبَارَةٍ لَا يَعُودُ إِلَى مَعْنًى وَحُكْمٍ وَبَعْدَ هَذَا شَجَّةٌ أُخْرَى تُسَمَّى الدَّامِغَةُ وَهِيَ الَّتِي تَصِلُ إِلَى الدِّمَاغِ، وَإِنَّمَا لَمْ يَذْكُرْهَا لِأَنَّهَا تَقَعُ قَتْلًا فِي الْغَالِبِ لَا جِنَايَةً مُقْتَصِرَةً مُنْفَرِدَةً بِحُكْمٍ عَلَى حِدَةٍ، ثُمَّ هَذِهِ

الشِّجَاجُ تَخْتَصُّ بِالْوَجْهِ وَالرَّأْسِ لُغَةً، وَمَا كَانَ فِي غَيْرِ الْوَجْهِ وَالرَّأْسِ يُسَمَّى جِرَاحَةً، وَالْحُكْمُ مُرَتَّبٌ عَلَى الْحَقِيقَةِ فِي الصَّحِيحِ، حَتَّى لَوْ تَحَقَّقَتْ فِي غَيْرِهِمَا نَحْوُ السَّاقِ وَالْيَدِ لَا يَكُونُ لَهَا أَرْشٌ مُقَدَّرٌ، وَإِنَّمَا تَجِبُ حُكُومَةُ الْعَدْلِ لِأَنَّ التَّقْدِيرَ بِالتَّوْقِيفِ وَهُوَ إِنَّمَا وَرَدَ فِيمَا يَخْتَصُّ بِهِمَا، وَلِأَنَّهُ إِنَّمَا وَرَدَ الْحُكْمُ فِيهَا لِمَعْنَى الشَّيْنِ الَّذِي يَلْحَقُهُ بِبَقَاءِ أَثَرِ الْجِرَاحَةِ، وَالشَّيْنُ يَخْتَصُّ بِمَا يَظْهَرُ مِنْهَا فِي الْغَالِبِ وَهُوَ الْعُضْوَانِ هَذَانِ لَا سِوَاهُمَا .

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے متلاحمہ کو باضعہ مقدم قرار دیا ہے اور متلاحمہ یہ ہے کہ جس میں خون جم کر سیاہ ہو جائے۔ جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے لیکن اس میں عبارت کا اختلاف ہے۔ اور معنی وحکم کی جانب لوٹنے والا نہیں ہے۔

اور آمہ کے بعد ایک دوسرا زخم وہ ہے جس کو دامغہ کہتے ہیں۔ جو دماغ تک پہنچنے والا ہو۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو سبب سے بیان نہیں کیا ہے کیونکہ یہ عام طور پر قتل بننے والا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی جنایت مقتصرہ بھی نہیں ہے کہ اس کے حکم کو الگ بیان کر دیا جائے۔

لغت کے اعتبار سے شجاج چہرے اور سر کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو زخم چہرے اور سر کے سوا ہو اس کو جراحت کہتے ہیں۔ اور قول صحیح کے مطابق حکم حقیقت پر مرتب ہونے والا ہے۔ یہاں تک کہ چہرہ اور سر کے سوا پنڈلی اور ہاتھ میں زخم ہے۔ تو اس کے لئے مقرر کردہ دیت ثابت نہ ہوگی۔ پس محض حکومت عدل واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ ارش کا اندازہ توقیفی ہے۔ اور توقیف اسی زخم کا نام ہے جو چہرے اور سر کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں جو حکم وارد ہوا ہے۔ وہ اس عیب کے سبب سے ہے جو کسی زخمی کو زخم کے اثر کے سبب لاحق ہو جاتا ہے۔ اور عیب ان زخموں کے ساتھ خاص ہے۔ جو عام طور پر کھلے رہنے والے ہیں۔ اور کھلے رہنے والے بھی دو اعضاء ہیں۔ یعنی چہرہ اور سر ہیں۔ ان کے سوا کوئی نہیں ہے۔

دونوں جبڑوں کا چہرے سے نہ ہونے کا بیان

وَأَمَّا اللَّحْيَانِ فَقَدْ قِيلَ لَيْسَا مِنَ الْوَجْهِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ، حَتَّى لَوْ وُجِدَ فِيهِمَا مَا فِيهِ أَرْشٌ مُقَدَّرٌ لَا يَجِبُ الْمُقَدَّرُ . وَهَذَا لِأَنَّ الْوَجْهَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْمُوَاجَهَةِ، وَلَا مُوَاجَهَةَ لِلنَّاظِرِ فِيهِمَا إِلَّا أَنَّ عِنْدَنَا هُمَا مِنَ الْوَجْهِ لِاتِّصَالِهِمَا بِهِ مِنْ غَيْرِ فَاصِلَةٍ، وَقَدْ يَتَحَقَّقُ فِيهِ مَعْنَى الْمُوَاجَهَةِ أَيْضًا وَقَالُوا : الْجَائِفَةُ تَخْتَصُّ بِالْجَوْفِ : جَوْفِ الرَّأْسِ أَوْ جَوْفِ الْبَطْنِ، وَتَفْسِيرُ حُكُومَةِ الْعَدْلِ عَلَى مَا قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ أَنْ يُقَوَّمَ مَمْلُوكًا بِدُونِ هَذَا الْأَثَرِ وَيُقَوَّمَ وَبِهِ هَذَا الْأَثَرُ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى تَفَاوُتِ مَا بَيْنَ الْقِيمَتَيْنِ، فَإِنْ كَانَ نِصْفَ عُشْرِ الْقِيمَةِ يَجِبُ نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ، وَإِنْ كَانَ رُبْعَ عُشْرٍ فَرُبْعُ عُشْرٍ .

وَقَالَ الْكَرْخِيُّ : يُنْظَرُ كَمْ مِقْدَارُ هٰذِهِ الشَّجَّةِ مِنَ الْمُوضِحَةِ فَيَجِبُ بِقَدْرِ ذٰلِكَ مِنْ نِصْفِ عُشْرِ الدِّيَةِ، لِأَنَّ مَا لَا نَصَّ فِيهِ يُرَدُّ إِلَى الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ .

اور جہاں تک دونوں جبڑوں کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ چہرے سے نہیں ہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ حتیٰ کہ جب دونوں جبڑوں میں ایسا زخم پایا گیا ہے جس میں ارش مقدر ہے تو وہ تقدیر واجب نہ ہو گی۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ وجہ یہ مواجہت سے مشتق ہے۔ (جس طرح ہم شرح ہدایہ کی پہلی جلد میں وضو کے فرائض میں وجہ سے متعلق فقہی مفہوم کو بیان کر آئے ہیں) جبکہ ہمارے نزدیک دونوں جبڑے چہرے سے ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں بغیر کسی فاصلے کے چہرے سے ملے ہوئے ہیں۔ اور ان میں مواجہت کا معنی بھی ثابت ہے۔ جبکہ مشائخ نے کہا ہے کہ جائفہ جوف کے ساتھ خاص ہے۔ اگرچہ وہ جوف سر سے ہو یا جوف بطن سے ہو۔

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق حکومت عدل کا معنی یہ ہے کہ مملوک کی قیمت اس کے اثر کے بغیر لگائی جائے اور اس کے اثر کے ساتھ بھی قیمت جاری کی جائے۔ اور اس کے بعد جو ان دونوں قیمتوں کے درمیان فرق ہو اس کو دیکھ لیا جائے اور اگر وہ فرق قیمت کے دسویں حصے کا نصف ہے تو دیت کے عشر کا آدھا واجب ہو جائے گا۔ اور وہ چوتھا حصہ ہے تو عشر کا چوتھائی واجب ہو جائے گا۔

حضرت امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے گا کہ موضحہ کے اعتبار سے اس زخم کی مقدار کیا ہے پس نصف عشر دیت سے اسی کی مقدار کے برابر واجب کیا جائے گا۔ کیونکہ جس چیز میں کوئی نص وارد نہ ہو اس کو منصوص علیہ کی جانب محمول کر دیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

فَصْلٌ

﴿یہ فصل سر اور چہرے کے سوا زخموں کے بیان میں ہے﴾

فصل زخموں کی دیت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جب سر اطراف سے متعلق زخموں کو بیان کرنے فارغ ہوئے ہیں تو اب یہاں سے بعض اعضاء یعنی اطراف سے متعلق زخموں اور ان کی دیت کو تفصیل سے بیان کر رہے ہیں۔ اور یہ فصل اپنی حدت میں یعنی فقہی مطابقت کے مناسب ذکر کی گئی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب دیات، بیروت)

ایک ہاتھ کی پانچ انگلیوں میں نصف دیت کا بیان

قَالَ (وَفِیْ اَصَابِعِ الْیَدِ نِصْفُ الدِّیَةِ) لِاَنَّ فِیْ کُلِّ اُصْبُعٍ عُشْرُ الدِّیَةِ عَلٰی مَا رَوَیْنَا، فَکَانَ فِی الْخَمْسِ نِصْفُ الدِّیَةِ وَلِاَنَّ فِیْ قَطْعِ الْاَصَابِعِ تَفْوِیتَ جِنْسِ مَنْفَعَةِ الْبَطْشِ وَهُوَ الْمُوجِبُ عَلٰی مَا مَرَّ (فَاِنْ قَطَعَهَا مَعَ الْکَفِّ فَفِیْهِ اَیْضًا نِصْفُ الدِّیَةِ) لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَفِی الْیَدَیْنِ الدِّیَةُ وَفِیْ اِحْدَاهُمَا نِصْفُ الدِّیَةِ وَلِاَنَّ الْکَفَّ تَبَعٌ لِلْاَصَابِعِ لِاَنَّ الْبَطْشَ بِهَا (وَاِنْ قَطَعَهَا مَعَ نِصْفِ السَّاعِدِ فَفِی الْاَصَابِعِ وَالْکَفِّ نِصْفُ الدِّیَةِ، وَفِی الزِّیَادَةِ حُکُومَةُ عَدْلٍ) وَهُوَ رِوَایَةٌ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ، وَعَنْهُ اَنَّ مَا زَادَ عَلٰی اَصَابِعِ الْیَدِ وَالرِّجْلِ فَهُوَ تَبَعٌ لِلْاَصَابِعِ اِلَی الْمَنْکِبِ وَاِلَی الْفَخِذِ لِاَنَّ الشَّرْعَ اَوْجَبَ فِی الْیَدِ الْوَاحِدَةِ نِصْفَ الدِّیَةِ، وَالْیَدُ اسْمٌ لِهٰذِهِ الْجَارِحَةِ اِلَی الْمَنْکِبِ فَلَا یُزَادُ عَلٰی تَقْدِیرِ الشَّرْعِ وَلَهُمَا اَنَّ الْیَدَ آلَةٌ بَاطِشَةٌ وَالْبَطْشُ یَتَعَلَّقُ بِالْکَفِّ، وَالْاَصَابِعُ دُوْنَ الذِّرَاعِ فَلَمْ یَجْعَلِ الذِّرَاعَ تَبَعًا فِیْ حَقِّ التَّضْمِینِ وَلِاَنَّهٗ لَا وَجْهَ اِلٰی اَنْ یَکُوْنَ تَبَعًا لِلْاَصَابِعِ لِاَنَّ بَیْنَهُمَا عُضْوًا کَامِلًا وَلَا اِلٰی اَنْ یَکُوْنَ تَبَعًا لِلْکَفِّ لِاَنَّهٗ تَابِعٌ وَلَا تَبَعَ لِلتَّبَعِ .

اور ایک ہاتھ کی پانچ انگلیوں میں نصف دیت ہے کیونکہ ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ ہے۔ جس طرح ہم روایت کر آئے ہیں۔ پس پانچ انگلیوں میں نصف دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ پانچ انگلیوں کو کاٹ دینے کے سبب پکڑنے والا فائدہ ختم ہو جائے گا۔ اور یہی چیز دیت کو واجب کرنے والی ہے۔ جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اور جب اس نے ہتھیلی کے ساتھ

انگلیوں کو کاٹ دیا ہے تو اس میں بھی نصف دیت واجب ہوگی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دونوں ہاتھوں میں پوری دیت ہے۔ اوران میں سے ایک میں نصف دیت ہے۔ کیونکہ ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے۔ اس لئے کہ انگلیوں سے پکڑا جاتا ہے۔

اور جب نصف کلائی کے ساتھ سے انگلیوں کو کاٹا ہے تو انگلیوں میں اور ہتھیلی میں نصف دیت واجب ہے۔ کیونکہ اس سے زائد تو حکومت عدل ہے۔

حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ اوران سے دوسری روایت یہ بھی کی گئی ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کی مقدار سے زیادہ ہوجائے تو وہ کندھے اور ران کے تابع ہے۔ کیونکہ شریعت نے ایک ہاتھ میں نصف دیت واجب کی ہے۔ جبکہ کندھے تک ہاتھ اس آلہ کا نام ہے پس شرعی مقدار پر کوئی اضافہ نہ کیا جائے گا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ پکڑنے کا آلہ ہے اور پکڑنا یہ ہتھیلی اور انگلیوں کے درمیان ایک آلہ ہے یہ ذراع نہیں ہے۔ پس ضمنی طور ذراع کو اس کے تابع نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ذراع کا انگلیوں کے تابع ہونے میں کوئی سبب نہیں ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان ہتھیلی جو ایک کامل عضو ہے وہ موجود ہے۔ اور ذراع کا ہتھیلی کے تابع ہونے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہتھیلی تابع ہے۔ اور کسی تابع کا تابع نہیں ہوا کرتا۔

جوڑ سے ہتھیلی کو کاٹ دینے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ قَطَعَ الْكَفَّ مِنَ الْمِفْصَلِ وَفِيهَا أُصْبُعٌ وَاحِدَةٌ فَفِيهِ عُشْرُ الدِّيَةِ، وَإِنْ كَانَ أُصْبُعَيْنِ فَالْخُمُسُ، وَلَا شَيْءَ فِي الْكَفِّ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : يُنْظَرُ إِلَى أَرْشِ الْكَفِّ وَالْأُصْبُعِ فَيَكُونُ عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ، وَيَدْخُلُ الْقَلِيلُ فِي الْكَثِيرِ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى الْجَمْعِ بَيْنَ الْأَرْشَيْنِ لِأَنَّ الْكُلَّ شَيْءٌ وَاحِدٌ، وَلَا إِلَى إِهْدَارِ أَحَدِهِمْ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَصْلٌ مِنْ وَجْهٍ فَرَجَّحْنَا بِالْكَثْرَةِ .

وَلَهُ أَنَّ الْأَصَابِعَ أَصْلٌ وَالْكَفُّ تَابِعٌ حَقِيقَةً وَشَرْعًا، لِأَنَّ الْبَطْشَ يَقُومُ بِهَا، وَأَوْجَبَ الشَّرْعُ فِي أُصْبُعٍ وَاحِدَةٍ عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ، وَالتَّرْجِيحُ مِنْ حَيْثُ الذَّاتُ وَالْحُكْمُ أَوْلَى مِنَ التَّرْجِيحِ مِنْ حَيْثُ مِقْدَارُ الْوَاجِبِ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے جوڑ سے ہتھیلی کو کاٹ دیا ہے اور اس میں انگلی ایک ہی ہے تو اس صورت میں دیت کا عشر واجب ہوگا۔ اور جب وہ دو انگلیاں ہیں تو خمس واجب ہوگا۔ جبکہ ہتھیلی میں کچھ واجب نہیں ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ہتھیلی اور انگلی کی دیت میں غور کیا جائے گا۔ ان میں سے جو زیادہ ہوگا وہ قاطع پر واجب ہوگا۔ اور جو قلیل ہے وہ کثیر میں شامل ہوجائے گا۔ کیونکہ دونوں کی دیات کو جمع کرنے کا کوئی سبب نہیں ہے۔ اس لئے سب ایک ہی چیز ہے۔ اوران

میں سے ہر ایک کو معاف کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ انگلی اور ہتھیلی میں سے ہر ایک من وجہ اصل ہے پس ہم نے زیادہ دی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے اور شریعت کے اعتبار سے انگلیاں اصل ہیں اور ہتھیلی تابع ہے۔ کیونکہ پکڑنا یہ انگلیوں سے واقع ہونے والا ہے۔ اور شریعت نے ایک انگلی میں دس اونٹ دیت کے واجب کیے ہیں۔ اور ان میں ذات اور حکم سے ترجیح دینا یہ مقدار میں واجب کرنے پر ترجیح دینے سے زیادہ افضل ہے۔

تین انگلیوں پر دیت کے وجوب کا بیان

(وَلَوْ كَانَ فِي الْكَفِّ ثَلَاثَةُ أَصَابِعَ يَجِبُ أَرْشُ الْأَصَابِعِ وَلَا شَيْءَ فِي الْكَفِّ بِالْإِجْمَاعِ) لِأَنَّ الْأَصَابِعَ أُصُولٌ فِي التَّقْوِيمِ، وَلِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ فَاسْتَتْبَعَتْ الْكَفَّ، كَمَا إِذَا كَانَتِ الْأَصَابِعُ قَائِمَةً بِأَسْرِهَا .

قَالَ (وَفِي الْأُصْبُعِ الزَّائِدَةِ حُكُومَةُ عَدْلٍ) تَشْرِيفًا لِلْآدَمِيِّ لِأَنَّهُ جُزْءٌ مِنْ يَدِهِ، وَلَكِنْ لَا مَنْفَعَةَ فِيهِ وَلَا زِينَةَ (وَكَذَلِكَ السِّنُّ الشَّاغِيَةُ) لِمَا قُلْنَا .

اور جب ہتھیلی میں تین انگلیاں ہیں تو دیت بھی تین انگلیوں کی واجب ہوگی۔ جبکہ ہتھیلی میں بہ اتفاق کچھ واجب نہ ہو گا۔ کیونکہ متقوم ہونے میں اصل انگلیاں ہیں۔ اور اکثر کو کل کا حکم حاصل ہے۔ پس انگلیوں کو ہتھیلی کے تابع بنالیں گے۔ جس طرح جب تمام انگلیاں موجود ہیں۔

حضرت امام قدوری رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ زائد انگلی میں احترام انسانیت کے سبب حکومت عدل واجب ہے۔ کیونکہ وہ بھی آدمی کا حصہ ہے۔ اگرچہ اس میں کوئی فائدہ یا زینت نہیں ہے۔ اور زائد دانت کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

بچے کی آنکھ وزبان میں حکومت عدل کے وجوب کا بیان

(وَفِي عَيْنِ الصَّبِيِّ وَذَكَرِهِ وَلِسَانِهِ إِذَا لَمْ تُعْلَمْ صِحَّتُهُ حُكُومَةُ عَدْلٍ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : تَجِبُ فِيهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ، لِأَنَّ الْغَالِبَ فِيهِ الصِّحَّةُ فَأَشْبَهَ قَطْعَ الْمَارِنِ وَالْأُذُنِ .

وَلَنَا أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ هَذِهِ الْأَعْضَاءِ الْمَنْفَعَةُ، فَإِنْ لَمْ يُعْلَمْ صِحَّتُهَا لَا يَجِبُ الْأَرْشُ الْكَامِلُ بِالشَّكِّ، وَالظَّاهِرُ لَا يَصْلُحُ حُجَّةً لِلْإِلْزَامِ بِخِلَافِ الْمَارِنِ وَالْأُذُنِ الشَّاخِصَةِ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الْجَمَالُ وَقَدْ فَوَّتَهُ عَلَى الْكَمَالِ (وَكَذَا لَوْ اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ) لِأَنَّهُ لَيْسَ بِكَلَامٍ وَإِنَّمَا هُوَ مُجَرَّدُ صَوْتٍ وَمَعْرِفَةُ الصِّحَّةِ فِيهِ بِالْكَلَامِ وَفِي الذَّكَرِ بِالْحَرَكَةِ وَفِي الْعَيْنِ بِمَا يُسْتَدَلُّ بِهِ عَلَى النَّظَرِ فَيَكُونُ حُكْمُهُ بَعْدَ ذَلِكَ حُكْمَ الْبَالِغِ فِي الْعَمْدِ وَالْخَطَإِ .

اور بچے کی آنکھ اور اس کے ذکر اور اس کی زبان میں حکومت عدل واجب ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ چیزوں کی صحت معلوم ہو۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں پوری دیت واجب ہے۔ کیونکہ اس میں صحت کا غلبہ ہے۔ پس یہ مارن اور کانٹنے کے مشابہ بن جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ان اعضاء سے نفع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مگر جب ان کی صحت کا بھی پتہ نہیں ہے تو شک کے سبب پوری دیت واجب نہ ہوگی۔ جبکہ ظاہر یہ لازم کے لئے دلیل بننے والا نہیں ہے۔ اور مارن اور ابھرے ہوئے کان میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں جمال مقصود ہوتا ہے۔ اور کاٹنے والے نے کامل طریقے سے جمال کو ختم کر دیا ہے اور اسی طرح جب بچہ رویا ہے تو بھی حکومت عدل واجب ہے۔ کیونکہ رونا یہ کلام نہیں ہے۔ بلکہ صرف آواز ہے۔

اور زبان کے درست ہونے کی پہچان کلام سے ہوتی ہے۔ جبکہ ذکر کے درست ہونے کی پہچان حرکت سے ہوتی ہے۔ اور آنکھ کی صحت اس چیز سے ہو جائے گی جس سے دیکھنے پر استدلال کیا جا سکے۔ پس اس کے بعد عمد و خطاء دونوں صورتوں میں بچے کا حکم بالغ کے حکم کی طرح ہو جائے گا۔

سر پھٹنے سے عقل کے زائل ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا فَذَهَبَ عَقْلُهُ اَوْ شَعْرُ رَاْسِهٖ دَخَلَ اَرْشُ الْمُوْضِحَةِ فِي الدِّيَةِ) لِاَنَّ بِفَوَاتِ الْعَقْلِ تَبْطُلُ مَنْفَعَةُ جَمِيْعِ الْاَعْضَاءِ فَصَارَ كَمَا اِذَا اَوْضَحَهٗ فَمَاتَ، وَاَرْشُ الْمُوْضِحَةِ يَجِبُ بِفَوَاتِ جُزْءٍ مِنَ الشَّعْرِ، حَتّٰى لَوْ نَبَتَ يَسْقُطُ، وَالدِّيَةُ بِفَوَاتِ كُلِّ الشَّعْرِ وَقَدْ تَعَلَّقَا بِسَبَبٍ وَاحِدٍ فَدَخَلَ الْجُزْءُ فِي الْجُمْلَةِ كَمَا اِذَا قَطَعَ اُصْبُعَ رَجُلٍ فَشُلَّتْ يَدُهٗ .وَقَالَ زُفَرُ : لَا يَدْخُلُ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا جِنَايَةٌ فِيْمَا دُوْنَ النَّفْسِ فَلَا يَتَدَاخَلَانِ كَسَائِرِ الْجِنَايَاتِ .وَجَوَابُهٗ مَا ذَكَرْنَاهُ .

فرمایا کہ جب کسی شخص کے سر پھٹ جانے کی وجہ سے عقل ختم ہو کر رہ گئی ہے یا اس کے سر بال ختم ہو گئے ہیں تو موضحہ کا ارش دیت میں شامل ہو جائے گا۔ کیونکہ عقل کے ختم ہو جانے کے سبب سارے اعضاء کا فائدہ ختم ہو چکا ہے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی کو موضحہ کا زخم لگایا گیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے اور موضحہ کا ارش بالوں میں سے بعض حصہ کے ختم ہو جانے کی وجہ سے واجب ہوا ہے۔ حتیٰ کہ جب ختم شدہ بال اگ آئیں تو ارش ساقط ہو جائے گا۔ اور دیت پورے بالوں کے فوت ہو جانے کے سبب واجب ہو جائے گی۔ اور یہاں یہ دونوں یعنی ارش اور دیت ایک ہی سبب سے متعلق ہوئے ہیں۔ پس یہاں جز کل کے حکم میں شامل ہے۔ جس طرح جب کسی شخص نے انگلی کو کاٹ دیا ہے پھر اس کے بعد اس کا ہاتھ ضائع ہو گیا ہے۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ موضحہ کا ارش دیت میں شامل نہ ہوگا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں نفس کے سوا میں جنایت ہے۔ پس ان میں مداخلت نہ ہوگی۔ جس طرح دوسری جنایت میں تداخل نہیں ہوتا۔ اور اس کا جواب ہم ذکر کر آئے ہیں۔

موضحہ کے ساتھ قوت سماعت وبصارت کے زوال پر وجوب دیت کا بیان

قَالَ (وَإِنْ ذَهَبَ سَمْعُهُ أَوْ بَصَرُهُ أَوْ كَلَامُهُ فَعَلَيْهِ أَرْشُ الْمُوضِحَةِ مَعَ الدِّيَةِ) قَالُوْا : هٰذَا قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ .وَعَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ أَنَّ الشَّجَّةَ تَدْخُلُ فِيْ دِيَةِ السَّمْعِ وَالْكَلَامِ وَلَا تَدْخُلُ فِيْ دِيَةِ الْبَصَرِ .

وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا جِنَايَةٌ فِيْمَا دُوْنَ النَّفْسِ وَالْمَنْفَعَةُ مُخْتَصَّةٌ بِهِ فَأَشْبَهَ الْأَعْضَاءَ الْمُخْتَلِفَةَ، بِخِلَافِ الْعَقْلِ لِأَنَّ مَنْفَعَتَهُ عَائِدَةٌ إِلٰى جَمِيْعِ الْأَعْضَاءِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا .وَوَجْهُ الثَّانِيْ أَنَّ السَّمْعَ وَالْكَلَامَ مُبْطَنٌ فَيُعْتَبَرُ بِالْعَقْلِ، وَالْبَصَرُ ظَاهِرٌ فَلَا يَلْحَقُ بِهِ .

فرمایا کہ جب موضحہ کے سبب سے زخمی شخص کی قوت سماعت یا قوت بصارت یا کلام کرنے کی طاقت ختم ہو جائے تو کاٹنے والے پر دیت کے ساتھ ساتھ موضحہ کا ارش بھی واجب ہوگا۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ شیخین کا قول ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ شجہ سماعت اور کلام کی دیت میں داخل ہوگا۔ مگر وہ بصر کی دیت میں داخل نہ ہوگا۔ پہلے مسئلہ کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک جنایت میں نفس کے سوا واقع ہے۔ اور فائدہ بھی ایک ساتھ خاص ہے۔ پس یہ اعضائے مختلفہ کے مشابہ ہو جائے گا۔ جبکہ عقل میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ عقل کا نفع تمام اعضاء کی جانب لوٹنے والا ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ سماعت اور کلام یہ دونوں باطنی چیزیں ہیں۔ پس ان میں سے ہر ایک کو عقل پر قیاس کیا جائے گا۔ جبکہ بصارت ایک ظاہری چیز ہے۔ پس اس کو عقل کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے گا۔

موضحہ کے سبب دونوں آنکھوں کے ختم ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ : وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا مُوْضِحَةً فَذَهَبَتْ عَيْنَاهُ فَلَا قِصَاصَ فِيْ ذٰلِكَ) عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ .قَالُوْا : وَيَنْبَغِيْ أَنْ تَجِبَ الدِّيَةُ فِيْهِمَا (وَقَالَا : فِي الْمُوْضِحَةِ الْقِصَاصُ) قَالُوْا : وَيَنْبَغِيْ أَنْ تَجِبَ الدِّيَةُ فِي الْعَيْنَيْنِ .

قَالَ (وَإِنْ قَطَعَ أُصْبُعَ رَجُلٍ مِنَ الْمِفْصَلِ الْأَعْلٰى فَشَلَّ مَا بَقِيَ مِنَ الْأُصْبُعِ أَوِ الْيَدِ كُلِّهَا لَا قِصَاصَ عَلَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ) وَيَنْبَغِيْ أَنْ تَجِبَ الدِّيَةُ فِي الْمِفْصَلِ الْأَعْلٰى وَفِيْمَا بَقِيَ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ (وَكَذٰلِكَ لَوْ كَسَرَ سِنَّ رَجُلٍ فَاسْوَدَّ مَا بَقِيَ) وَلَمْ يَحْكِ خِلَافًا وَيَنْبَغِيْ أَنْ تَجِبَ الدِّيَةُ فِي السِّنِّ كُلِّهِ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی بندے کو شجہ موضحہ لگایا ہے جس کے سبب اس کو دونوں آنکھیں ختم ہو گئی ہیں۔ تو امام صاحب کے نزدیک اس پر قصاص واجب نہ ہوگا جبکہ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ ان دونوں میں دیت واجب ہو۔

صاحبین نے کہا ہے کہ موضحہ میں قصاص ہے جبکہ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ دونوں آنکھوں میں دیت ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب کسی بندے نے کسی شخص کی انگلی کو اوپر والے جوڑ سے کاٹ دیا ہے اس کے بعد بقیہ ساری انگلیاں یا ہاتھ ضائع ہو گیا ہے۔ تو اس میں سے کسی پر قصاص لازم نہ ہوگا اور مناسب یہ ہے کہ اعلیٰ فصل میں دیت واجب ہو۔ اور بقیہ میں حکومت عدل واجب ہو۔ اور اسی طرح جب کسی شخص کے بعض دانت توڑ دیئے ہیں اور اس کے بعد بقیہ سیاہ ہو گئے ہیں۔ اور اس میں امام محمد علیہ الرحمہ نے کوئی اختلاف نقل نہیں کیا ہے۔ جبکہ مناسب یہ ہے کہ پورے دانت میں دیت واجب ہو۔

جنایت والے کا پورے جوڑ کو کاٹنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : اَقْطَعُ الْمِفْصَلَ وَاَتْرُكُ مَا يَبِسَ اَوْ اَكْسِرُ الْقَدْرَ الْمَكْسُورَ وَاَتْرُكُ الْبَاقِيَ لَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ) لِاَنَّ الْفِعْلَ فِي نَفْسِهِ مَا وَقَعَ مُوجِبًا لِلْقَوَدِ فَصَارَ كَمَا لَوْ شَجَّهُ مُنَقِّلَةً فَقَالَ : اَشُجُّهُ مُوضِحَةً وَاَتْرُكُ الزِّيَادَةَ .

لَهُمَا فِي الْخِلَافِيَّةِ اَنَّ الْفِعْلَ فِي مَحَلَّيْنِ فَيَكُونُ جِنَايَتَيْنِ مُبْتَدَاتَيْنِ فَالشُّبْهَةُ فِي اِحْدَاهُمَا لَا تَتَعَدَّى اِلَى الْاُخْرَى، كَمَنْ رَمَى اِلَى رَجُلٍ عَمْدًا فَاَصَابَهُ وَنَفَذَ مِنْهُ اِلَى غَيْرِهِ فَقَتَلَهُ يَجِبُ الْقَوَدُ فِي الْاَوَّلِ وَالدِّيَةُ فِي الثَّانِي .

وَلَهُ اَنَّ الْجِرَاحَةَ الْاُولٰى سَارِيَةٌ وَالْجَزَاءُ بِالْمِثْلِ، وَلَيْسَ فِي وُسْعِهِ السَّارِي فَيَجِبُ الْمَالُ، وَلِاَنَّ الْفِعْلَ وَاحِدٌ حَقِيقَةً وَهُوَ الْحَرَكَةُ الْقَائِمَةُ، وَكَذَا الْمَحَلُّ مُتَّحِدٌ مِنْ وَجْهٍ لِاتِّصَالِ اَحَدِهِمَا بِالْاٰخَرِ فَاَوْرَثَتْ نِهَايَتُهُ شُبْهَةَ الْخَطَاِ فِي الْبِدَايَةِ، بِخِلَافِ النَّفْسَيْنِ لِاَنَّ اَحَدَهُمَا لَيْسَ مِنْ سِرَايَةِ صَاحِبِهِ، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا وَقَعَ السِّكِّينُ عَلَى الْاُصْبُعِ لِاَنَّهُ لَيْسَ فِعْلًا مَقْصُودًا

اور جس شخص پر جنایت ہے جب اس نے کہا ہے میں پورا جوڑ کاٹ دوں گا۔ اور جو خشک ہوا ہے اس کی چھوڑ دوں گا۔ یا توڑی ہوئی ہڈی کو توڑ دوں گا۔ اور باقی کو چھوڑ دوں گا۔ تو اس کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ یہ فعل بہ ذات خود موجب قصاص نہیں ہے۔ پس یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح اس کو منقلہ زخم لگایا ہو اور مجنی علیہ کہتا ہے کہ میں اس کو زخم لگاؤں گا۔ اور زیادتی کو چھوڑ دیا جائے گا۔

صاحبین کی دلیل اس اختلافی مسئلہ میں یہ ہے کہ کام دو مقامات میں ہے۔ پس یہ دونوں الگ الگ جنایات ہوں گی۔ پس ان میں سے ایک کا شبہ دوسری کی جانب متعدی نہ ہوگا۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی شخص نے بطور عمد کسی شخص پر تیراندازی کی اور وہ تیر مرمی الیہ کو لگا اور اس کے بعد اس سے پار ہو کر وہ کسی دوسرے کو بھی جا لگا ہے۔ اور اس کو قتل کر دیا ہے تو پہلے میں قصاص واجب ہوگا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ پہلا زخم سرایت کرنے والا ہے۔ اور جزاء مثل کے ساتھ واقع ہوتی ہے۔ اور مجروح

کے حق میں سرایت کرنے والا زخم ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ مال واجب ہے۔ کیونکہ حقیقت میں فعل ایک ہی ہے۔ اور وہ حرکت ہے جو زخم لگاتے وقت موجود تھی۔ جبکہ ایک طرح سے محل بھی متحد ہے۔ کیونکہ ایک محل دوسرے سے ملا ہوا ہے۔ پس فعل کی نہایت نے بدایت میں شبہ پیدا کر دیا ہے۔ جبکہ دو نفسوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے ساتھ ساری ہونے کے سبب سے نہیں ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب چھری انگلی پر گری ہے۔ کیونکہ یہ فعل مقصود نہیں ہے۔

ایک انگلی کٹنے کے بعد دوسری انگلی بغل میں شل ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ قَطَعَ أُصْبُعًا فَشُلَّتْ إِلَى جَنْبِهَا أُخْرَى فَلَا قِصَاصَ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَقَالَا هُمَا وَزُفَرُ وَالْحَسَنُ : يُقْتَصُّ مِنَ الْأُولَى وَفِي الثَّانِيَةِ أَرْشُهَا .

وَالْوَجْهُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ قَدْ ذَكَرْنَاهُ .

وَرَوَى ابْنُ سِمَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى وَهُوَ مَا إِذَا شَجَّ مُوضِحَةً فَذَهَبَ بَصَرُهُ أَنَّهُ يَجِبُ الْقِصَاصُ فِيهِمَا لِأَنَّ الْحَاصِلَ بِالسِّرَايَةِ مُبَاشَرَةً كَمَا فِي النَّفْسِ وَالْبَصَرُ يَجْرِي فِيهِ الْقِصَاصُ، بِخِلَافِ الْخِلَافِيَّةِ الْأَخِيرَةِ لِأَنَّ الشَّلَلَ لَا قِصَاصَ فِيهِ، فَصَارَ الْأَصْلُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ عَلَى هَذِهِ الرِّوَايَةِ أَنَّ سِرَايَةَ مَا يَجِبُ فِيهِ الْقِصَاصُ إِلَى مَا يُمْكِنُ فِيهِ الْقِصَاصُ يُوجِبُ الِاقْتِصَاصَ كَمَا لَوْ آلَتْ إِلَى النَّفْسِ وَقَدْ وَقَعَ الْأَوَّلُ ظُلْمًا .

وَوَجْهُ الْمَشْهُورِ أَنَّ ذَهَابَ الْبَصَرِ بِطَرِيقِ التَّسْبِيبِ ؛ أَلَا يُرَى أَنَّ الشَّجَّةَ بَقِيَتْ مُوجِبَةً فِي نَفْسِهَا وَلَا قَوَدَ فِي التَّسْبِيبِ، بِخِلَافِ السِّرَايَةِ إِلَى النَّفْسِ لِأَنَّهُ لَا تَبْقَى الْأُولَى فَانْقَلَبَتْ الثَّانِيَةُ مُبَاشَرَةً .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے ایک انگلی کو کاٹ دیا ہے اور اس کے بعد دوسری انگلی بغل میں شل ہو گئی ہے۔ تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ان میں سے کسی میں بھی قصاص واجب نہ ہوگا۔ جبکہ صاحبین اور امام زفر اور امام حسن بن زیاد علیہم الرحمہ کے نزدیک پہلے زخم کا قصاص لیا جائے گا۔ اور دوسرے میں اس کا ارش واجب ہوگا۔ اور فریقوں کے دلائل ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت ابن سماعہ نے امام محمد علیہ الرحمہ سے پہلے مسئلہ کے بارے میں روایت کیا ہے اور وہ پہلا مسئلہ یہ ہے۔ کہ جب شجہ موضحہ لگایا جائے تو مشجوج کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو جائے" اس لئے کہ ان دونوں میں قصاص واجب ہوگا۔ اس لئے کہ جو چیز زخم کی سرایت سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ مباشرت ہے۔ جس طرح جان میں ہے۔ اور بینائی قصاص میں جاری ہونے والی ہے۔ جبکہ آخری اختلافی مسئلہ اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ شلل میں قصاص واجب نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس مسئلہ کے مطابق اصل یہ ہے کہ ایسے زخم کی سرایت جس میں قصاص واجب ہوتا ہے ایسے زخم کی جانب جس میں قصاص ممکن ہے۔ قصاص کو سرایت واجب کرنے والی ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب زخم نفس تک

سرایت کرنے والا ہے۔ اور پہلا زخم تو بطور ظلم واقع ہوا ہے۔ اور مشہور قول کی دلیل یہ ہے کہ یہ جنائی تسبیب کے طور پر ختم ہوئی ہے۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے شجہ بہ ذات خود موجب قصاص ہے۔ جبکہ تسبیب میں قصاص نہیں ہے۔ اور نفس کی جانب سرایت کرنے میں بھی ایسا نہیں ہے۔ پس دوسرا مباشرت میں بدل جائے گا۔

بعض دانتوں کے ٹوٹنے کے سبب سارے دانتوں کے گر جانے کا بیان

قَالَ : (وَلَوْ كَسَرَ بَعْضَ السِّنِّ فَسَقَطَتْ فَلَا قِصَاصَ) إلَّا عَلَى رِوَايَةِ ابْنِ سِمَاعَةَ (وَلَوْ أَوْضَحَهُ مُوضِحَتَيْنِ فَتَآكَلَتَا فَهُوَ عَلَى الرِّوَايَتَيْنِ هَاتَيْنِ) .

قَالَ : (وَلَوْ قَلَعَ سِنَّ رَجُلٍ فَنَبَتَتْ مَكَانَهَا أُخْرَى سَقَطَ الْأَرْشُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : عَلَيْهِ الْأَرْشُ كَامِلًا) لِأَنَّ الْجِنَايَةَ قَدْ تَحَقَّقَتْ وَالْحَادِثُ نِعْمَةٌ مُبْتَدَأَةٌ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى .

وَلَهُ أَنَّ الْجِنَايَةَ انْعَدَمَتْ مَعْنًى فَصَارَ كَمَا إذَا قَلَعَ سِنَّ صَبِيٍّ فَنَبَتَتْ لَا يَجِبُ الْأَرْشُ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ لَمْ يُفَتْ عَلَيْهِ مَنْفَعَةٌ وَلَا زِينَةٌ (وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ تَجِبُ حُكُومَةُ عَدْلٍ) لِمَكَانِ الْأَلَمِ الْحَاصِلِ (وَلَوْ قَلَعَ سِنَّ غَيْرِهِ فَرَدَّهَا صَاحِبُهَا فِي مَكَانِهَا وَنَبَتَ عَلَيْهِ اللَّحْمُ فَعَلَى الْقَالِعِ الْأَرْشُ بِكَمَالِهِ) لِأَنَّ هَذَا مِمَّا لَا يُعْتَدُّ بِهِ إذْ الْعُرُوقُ لَا تَعُودُ (وَكَذَا إذَا قَطَعَ أُذُنَهُ فَأَلْصَقَهَا فَالْتَحَمَتْ) لِأَنَّهَا لَا تَعُودُ إلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ .

فرمایا کہ جب بعض دانت توڑے ہیں اور سارے دانت گر گئے ہیں۔ تو اس مسئلہ میں ابن سماعہ کی روایت کے سوا کسی بھی دوسری روایت کے مطابق قصاص نہیں ہے۔ اور جب کسی شخص نے کسی بندے کو دو موضحہ زخم لگائے ہیں اور اس کے بعد وہ دونوں مل کر ایک ہو گئے ہیں۔ تو یہ انہی دونوں روایات کے مطابق ہے۔

اور جب کسی شخص نے کسی بندے کا دانت اکھاڑ دیا ہے اس کے بعد ان دانتوں کی جگہ پر دوسرے دانت نکل آئے ہیں۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس سے ارش ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ اس پر مکمل ارش واجب ہوگا۔ کیونکہ جنایت ثابت ہو چکی ہے۔ اور نئے دانت یہ اللہ کی طرف سے نعمت ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ معنوی طور پر جنایت نہیں ہوئی۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی بچے کا دانت کھاڑ دیا ہے، اور اسکے بعد پھر دانت نکل آئے تو باتفاق فقہاء ارش واجب نہ ہوگا کیونکہ اس سے بچے کا کوئی فائدہ ختم نہیں ہوا ہے۔ اور اس سے نہ ہی کوئی زینت ختم ہوئی ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حکومت عدل واجب ہے۔ اور وہ اس درد کے سبب جو بچے کو لاحق ہوا ہے۔

اور جب کسی شخص نے دوسرے کا دانت توڑ دیا ہے اس کے بعد دانت والے نے اس دانت کو اسی جگہ پر رکھ دیا ہے اور اس جگہ پر گوشت اگ آیا ہے تو دانت کو اکھاڑنے والے پر مکمل ارش واجب ہوگا۔ کیونکہ اس کے اگ جانے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ

رگیں لوٹ کر آنے والی نہیں ہیں۔ اور اسی طرح جب کسی شخص نے کان کو کاٹ دیا ہے اور کان والے نے کٹے ہوئے حصے کو ملا یا اور اس کے بعد اس پر گوشت اُگ آیا ہے کیونکہ اسی حالت میں لوٹنے والا نہیں ہے جس حالت میں وہ تھا۔

منزوعہ کا نازع کے دانت کو اکھاڑنے کا بیان

(وَمَنْ نَزَعَ سِنَّ رَجُلٍ فَانْتَزَعَ الْمَنْزُوعَةُ سِنُّهُ سِنَّ النَّازِعِ فَنَبَتَتْ سِنُّ الْأَوَّلِ فَعَلَى الْأَوَّلِ لِصَاحِبِهِ خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ) لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ أَنَّهُ اسْتَوْفَى بِغَيْرِ حَقٍّ لِأَنَّ الْمُوجِبَ فَسَادُ الْمُنْبَتِ وَلَمْ يَفْسُدْ حَيْثُ نَبَتَ مَكَانَهَا أُخْرَى فَانْعَدَمَتِ الْجِنَايَةُ، وَلِهَذَا يُسْتَأْنَى حَوْلًا بِالْإِجْمَاعِ، وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يُنْتَظَرَ الْيَأْسُ فِي ذَلِكَ لِلْقِصَاصِ، إِلَّا أَنَّ فِي اعْتِبَارِ ذَلِكَ تَضْيِيعَ الْحُقُوقِ فَاكْتَفَيْنَا بِالْحَوْلِ لِأَنَّهُ تَنْبُتُ فِيهِ ظَاهِرًا، فَإِذَا مَضَى الْحَوْلُ وَلَمْ تَنْبُتْ قَضَيْنَا بِالْقِصَاصِ، وَإِذَا نَبَتَتْ تَبَيَّنَ أَنَّا أَخْطَأْنَا فِيهِ وَالِاسْتِيفَاءُ كَانَ بِغَيْرِ حَقٍّ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ لِلشُّبْهَةِ فَيَجِبُ الْمَالُ.

اور جب کسی بندے نے دوسرے آدمی کا دانت اکھاڑ دیا ہے اور اس کے بعد اس منزوعہ نے اکھاڑنے والے کے دانت کو اکھاڑ دیا ہے اور اس کے بعد اس سے پہلے بندے کا دانت نکل آیا ہے تو پہلے پر اپنے ساتھی کے لئے پانچ سو دراہم واجب ہوں گے۔ کیونکہ یہ پتہ چل چکا ہے کہ اول نے ناحق قصاص لیا ہے۔ اور اس لئے کہ موجب قصاص منبت کا فاسد ہونا ہے۔ اور منبت فاسد ہوا ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس دانت کی جگہ پر دوسرا دانت نکل آیا ہے۔ پس جنایت ختم ہو چکی ہے۔ پس بہ اتفاق اس کو سال کے لئے مہلت دے دی جائے گی۔ اور یہ بھی مناسب تھا کہ اس میں قصاص کے لئے ناامیدی کا انتظار کیا جاتا۔ مگر اس کا اعتبار کرنے کی وجہ سے حقوق کو ضائع کرنا لازم آئے گا۔ کیونکہ ہم نے ایک سال کو کافی سمجھ لیا ہے۔ کیونکہ ایک سال میں اکثر دانت نکل آتے ہیں۔ مگر جب ایک سال گزر جائے تو دانت نہ نکلیں تو پھر ہم قصاص کا حکم دیں گے۔ اور اگر دانت نکل آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے قصاص کے فیصلہ میں غلطی کی ہے۔ اور قصاص لینا ناحق تھا۔ لیکن شبہ کے سبب قصاص واجب نہ ہوگا اور مال واجب ہو جائے گا۔

دانت ہلنے کی صورت میں ایک سال کی مہلت کا بیان

قَالَ: (وَلَوْ ضَرَبَ إِنْسَانٌ سِنَّ إِنْسَانٍ فَتَحَرَّكَتْ يُسْتَأْنَى حَوْلًا) لِيَظْهَرَ أَثَرُ فِعْلِهِ (فَلَوْ أَجَّلَهُ الْقَاضِي سَنَةً ثُمَّ جَاءَ الْمَضْرُوبُ وَقَدْ سَقَطَتْ سِنُّهُ فَاخْتَلَفَا قَبْلَ السَّنَةِ فِيمَا سَقَطَ بِضَرْبِهِ فَالْقَوْلُ لِلْمَضْرُوبِ) لِيَكُونَ التَّأْجِيلُ مُفِيدًا، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا شَجَّهُ مُوضِحَةً فَجَاءَ وَقَدْ صَارَتْ مُنَقِّلَةً فَاخْتَلَفَا حَيْثُ يَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَ الضَّارِبِ لِأَنَّ الْمُوضِحَةَ لَا تُورِثُ الْمُنَقِّلَةَ، أَمَّا التَّحْرِيكُ فَيُؤَثِّرُ فِي السُّقُوطِ فَافْتَرَقَا (وَإِنِ اخْتَلَفَا فِي ذَلِكَ بَعْدَ السَّنَةِ فَالْقَوْلُ لِلضَّارِبِ)

لِاَنَّهُ يُنْكِرُ اَثَرَ فِعْلِهِ وَقَدْ مَضَى الْاَجَلُ الَّذِيْ وَقَّتَهُ الْقَاضِيْ لِظُهُوْرِ الْاَثَرِ فَكَانَ الْقَوْلُ لِلْمُنْكِرِ (وَلَوْ لَمْ تَسْقُطْ لَا شَيْءَ عَلَى الضَّارِبِ) وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهُ تَجِبُ حُكُوْمَةُ الْاَلَمِ، وَسَنُبَيِّنُ الْوَجْهَيْنِ بَعْدَ هٰذَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَوْ لَمْ تَسْقُطْ وَلٰكِنَّهَا اسْوَدَّتْ يَجِبُ الْاَرْشُ فِي الْخَطَاِ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَفِي الْعَمْدِ فِيْ مَالِهِ، وَلَا يَجِبُ الْقِصَاصُ) لِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ اَنْ يَضْرِبَهُ ضَرْبًا تَسْوَدُّ مِنْهُ (وَكَذَا اِذَا كَسَرَ بَعْضَهُ وَاسْوَدَّ الْبَاقِيْ) لَا قِصَاصَ لِمَا ذَكَرْنَا (وَكَذَا لَوْ احْمَرَّ اَوْ اخْضَرَّ) وَلَوْ اصْفَرَّ فِيْهِ رِوَايَتَانِ .

اور جب کسی بندے نے دوسرے آدمی کے دانت پر مارا اور وہ دانت ہلنے لگا تو اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ کہ مارنے والے کے عمل کا اثر ظاہر ہو جائے۔ اور اس کے بعد جب قاضی نے ایک سال کی مہلت دی ہے۔ اور اس کے بعد مضروب اس حالت میں آیا ہے کہ اس کا دانت گر چکا ہے اور اس کے بعد مارنے والے اور مضروب نے ایک سے پہلے اس چیز میں اختلاف کیا ہے جس کی ضرب سے دانت گرا ہے تو مضروب کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کہ مہلت دینا فائدے مند ہو۔ اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے۔ کہ جب کسی بندے نے کسی آدمی کو شجہ موضحہ لگایا ہے اور اس کے بعد مشجوج اس حالت میں آیا ہے کہ شجہ موضحہ منقلہ ہو گیا ہے۔ اور اس کے بعد دونوں نے اختلاف کیا ہے تو مارنے والے کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ موضحہ منقلہ کو پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ اور جہاں تک دانت کا ہلنا ہے تو وہ دانت گرنے میں اثر کرنے والا ہے۔ پس یہ دونوں مسائل الگ الگ ہو جائیں گے۔

اور جب مارنے والے اور مضروب نے سال گزر جانے کے بعد دانت گرنے میں اختلاف کیا ہے تو ضارب کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے فعل کے اثر کا انکاری ہے۔ اور وہ مدت بھی گزر چکی ہے۔ جس کو قاضی نے مقرر کیا تھا۔ پس منکر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جب دانت نہ گرے تو مارنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حکومت الم واجب ہے۔ اور ہم ان صورتوں کو بعد میں ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

اور جب دانت گرا نہیں ہے بلکہ وہ سیاہ ہو گیا ہے تو خطاء کی صورت میں عاقلہ پر دیت واجب ہو جائے گی۔ اور عمد کی صورت میں مجرم کے مال سے دیت واجب ہو جائے گی۔ اور قصاص واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ مضروب کے لئے ضارب کا اس طرح مارنا ممکن نہیں ہے۔ کہ اس کا دانت سیاہ ہو جائے۔ اور اسی طرح جب دانت کا کچھ حصہ ٹوٹا ہے اور بقیہ سیاہ ہو گیا ہے تب بھی قصاص واجب نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اسی طرح جب وہ سرخ یا سبز ہو جائے اور جب سرخ ہو جائے تو اس میں دو روایات ہیں۔

سر پھوٹ جانے کے بعد زخم کے بھر جانے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا فَالْتَحَمَتْ وَلَمْ يَبْقَ لَهَا اَثَرٌ وَنَبَتَ الشَّعْرُ سَقَطَ الْاَرْشُ) عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

لِزَوَالِ الشَّيْنِ الْمُوجِبِ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ : يَجِبُ عَلَيْهِ اَرْشُ الْاَلَمِ وَهُوَ حُكُومَةُ عَدْلٍ، لِاَنَّ الشَّيْنَ اِنْ زَالَ فَالْاَلَمُ الْحَاصِلُ مَا زَالَ فَيَجِبُ تَقْوِيمُهُ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : عَلَيْهِ اُجْرَةُ الطَّبِيبِ، لِاَنَّهُ اِنَّمَا لَزِمَهُ الطَّبِيبُ وَثَمَنُ الدَّوَاءِ بِفِعْلِهِ فَصَارَ كَاَنَّهُ اَخَذَ ذٰلِكَ مِنْ مَالِهِ، اِلَّا اَنَّ اَبَا حَنِيفَةَ يَقُولُ : اِنَّ الْمَنَافِعَ عَلٰى اَصْلِنَا لَا تَتَقَوَّمُ اِلَّا بِعَقْدٍ اَوْ بِشُبْهَةٍ، وَلَمْ يُوجَدْ فِي حَقِّ الْجَانِي فَلَا يَغْرَمُ شَيْئًا .

فرمایا کہ جب کسی بندے نے کسی آدمی کے سر کو پھوڑ دیا ہے اور اس کے بعد اس کا زخم بھر گیا ہے اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا اور بال بھی اگ آئے ہیں۔ تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ارش ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ ارش کو واجب کرنے والا موجب ختم ہو چکا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ زخم دینے والے پر درد کا ارش واجب ہوگا۔ اور وہ حکومت عدل ہے۔ کیونکہ عیب اگر چہ ختم ہو چکا ہے۔ مگر جو تکلیف تھی وہ تو ختم نہیں ہوئی ہے۔ پس اس کی قیمت لگانا ضروری ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شاج پر طبیب کی مزدوری اور دوا کی قیمت واجب ہوگی۔ کیونکہ مضروب کو طبیب کی مزدوری اور دوائی کی قیمت ضارب کے عمل سے لازم ہوئی ہے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب ضارب نے مضروب کے مال سے اتنا مال لیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہمارے قانون پر عقد یا شبہ عقد سے منافع متقوم ہیں اور جان کے بارے میں ان میں سے کوئی چیز نہیں پائی گئی ہے۔ پس وہ کسی چیز کا بھی ضامن نہ ہوگا۔

سو کوڑے مارنے والے وجوب ارش کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ ضَرَبَ رَجُلًا مِائَةَ سَوْطٍ فَجَرَحَهُ فَبَرِءَ مِنْهَا فَعَلَيْهِ اَرْشُ الضَّرْبِ) مَعْنَاهُ : اِذَا بَقِيَ اَثَرُ الضَّرْبِ، فَاَمَّا اِذَا لَمْ يَبْقَ اَثَرُهُ فَهُوَ عَلٰى اخْتِلَافٍ قَدْ مَضٰى فِي الشَّجَّةِ الْمُلْتَحِمَةِ .

قَالَ (وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ خَطَاً ثُمَّ قَتَلَهُ خَطَاً قَبْلَ الْبُرْءِ فَعَلَيْهِ الدِّيَةُ وَسَقَطَ عَنْهُ اَرْشُ الْيَدِ) لِاَنَّ الْجِنَايَةَ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ وَالْمُوجَبُ وَاحِدٌ وَهُوَ الدِّيَةُ وَاِنَّهَا بَدَلُ النَّفْسِ بِجَمِيعِ اَجْزَائِهَا فَدَخَلَ الطَّرَفُ فِي النَّفْسِ كَاَنَّهُ قَتَلَهُ ابْتِدَاءً .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی بندے کو ایک سو کوڑے مار دیئے ہیں۔ اور اس کو زخمی کر دیا ہے مگر مضروب اچھا ہو گیا ہے تو مارنے والے پر مارنے کا ارش واجب ہوگا۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب مارنے کا نشان باقی ہے مگر جب مارنے کا نشان بھی باقی نہیں رہا ہے۔ تو یہ اسی اختلاف کے مطابق ہے۔ جس بھر جانے والے زخم کے بارے میں بیان کر دیا گیا ہے۔

اور جب کسی شخص نے غلطی سے دوسرے کا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور اس کے بعد ہاتھ اچھا ہونے سے پہلے نے اس کو خطاء کے طور پر قتل کر دیا ہے تو قاتل پر دیت واجب ہے۔ اور ہاتھ کی دیت ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ جنایت ایک جنس سے ہے۔ اور اس کو واجب کرنے والا بھی ایک ہے۔ اور وہ دیت ہے۔ اور دیت نفس کے تمام اجزاء سمیت اس کا بدلہ ہے۔ پس جزنفس میں شامل ہو جائے گا یعنی جس طرح قاتل نے ابتدائی طور پر مقتول کو قتل کر دیا ہے۔

زخم کے سبب جارح سے قصاص نہ لینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ جَرَحَ رَجُلًا جِرَاحَةً لَمْ يُقْتَصَّ مِنْهُ حَتَّى يَبْرَأَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُقْتَصُّ مِنْهُ فِي الْحَالِ اعْتِبَارًا بِالْقِصَاصِ فِي النَّفْسِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُوجِبَ قَدْ تَحَقَّقَ فَلَا يُعَطَّلُ. وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (يُسْتَأْنَى فِي الْجِرَاحَاتِ سَنَةً) وَلِأَنَّ الْجِرَاحَاتِ يُعْتَبَرُ فِيهَا مَآلُهَا لَا حَالُهَا لِأَنَّ حُكْمَهَا فِي الْحَالِ غَيْرُ مَعْلُومٍ فَلَعَلَّهَا تَسْرِي إِلَى النَّفْسِ فَيَظْهَرُ أَنَّهُ قَتْلٌ وَإِنَّمَا يَسْتَقِرُّ الْأَمْرُ بِالْبُرْءِ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی بندے کو زخمی کر دیا ہے تو زخمی کرنے والے سے قصاص نہ لیا جائے گا۔ حتیٰ کہ زخمی خود ٹھیک ہو گیا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قصاص فی نفسہ پر قیاس کرتے ہوئے اس سے اسی حالت میں قصاص نہ لیا جائے گا اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ قصاص کو واجب کرنے والا ثابت ہو چکا ہے۔ پس اس کو معزول نہ کیا جائے گا۔

ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ زخموں میں ایک سال تک مہلت دی جائے گی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ جراحات میں مآل کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور حالت اور فوری طور کرنے کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اسی حالت میں جراحات کا حکم معلوم نہیں ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نفس تک سرایت کرنے والا ہو۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ مذکورہ زخم قتل ہے اور یہ مسئلہ درست ہونے سے پکا ہو جائے گا۔

شبہ کے سبب سقوط قصاص میں مال قاتل سے دیت کا بیان

قَالَ: (وَكُلُّ عَمْدٍ سَقَطَ الْقِصَاصُ فِيهِ بِشُبْهَةٍ فَالدِّيَةُ فِي مَالِ الْقَاتِلِ، وَكُلُّ أَرْشٍ وَجَبَ بِالصُّلْحِ فَهُوَ فِي مَالِ الْقَاتِلِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَعْقِلُ الْعَوَاقِلُ عَمْدًا) الْحَدِيثُ.

وَهَذَا عَمْدٌ، غَيْرَ أَنَّ الْأَوَّلَ يَجِبُ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ لِأَنَّهُ مَالٌ وَجَبَ بِالْقَتْلِ ابْتِدَاءً فَأَشْبَهَ شِبْهَ الْعَمْدِ. وَالثَّانِي يَجِبُ حَالًّا لِأَنَّهُ مَالٌ وَجَبَ بِالْعَقْدِ فَأَشْبَهَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ.

فرمایا کہ ہر وہ قتل جو شبہ کے سبب قصاص کو ساقط کرنے والا ہے تو اس میں قاتل کے مال میں دیت واجب ہو جائے

گی۔اور ہر وہ ارش جو صلح کے سبب سے واجب ہوا ہے وہ بھی قاتل کے مال سے واجب ہوا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عواقل عمد کو اٹھانے والے نہیں ہیں۔ اور یہ عمد ہے جبکہ پہلا تین سالوں میں واجب ہونے والا ہے۔ کیونکہ یہ ایسا مال ہے جو قتل کے سبب ابتداء میں واجب ہوا ہے۔ پس یہ شبہ عمد کے مشابہ ہو جائے گا۔ اور دوسرا اسی حالت میں واجب ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسا مال ہے۔ جو صلح کے عقد کے سبب واجب ہونے والا ہے۔ تو یہ بیع کی قیمت کے مشابہ ہو جائے گا۔

باپ کا بیٹے کو بطور عمد قتل کرنے پر مال سے وجوب دیت کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ قَتَلَ الْأَبُ ابْنَهُ عَمْدًا فَالدِّيَةُ فِي مَالِهِ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : تَجِبُ حَالَّةً لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ مَا يَجِبُ بِالْإِتْلَافِ يَجِبُ حَالًّا، وَالتَّأْجِيلُ لِلتَّخْفِيفِ فِي الْخَاطِئِ وَهٰذَا عَامِدٌ فَلَا يَسْتَحِقُّهُ، وَلِأَنَّ الْمَالَ وَجَبَ جَبْرًا لِحَقِّهِ، وَحَقُّهُ فِي نَفْسِهِ حَالٌّ فَلَا يَنْجَبِرُ بِالْمُؤَجَّلِ .

وَلَنَا أَنَّهُ مَالٌ وَاجِبٌ بِالْقَتْلِ فَيَكُونُ مُؤَجَّلًا كَدِيَةِ الْخَطَإِ وَشِبْهِ الْعَمْدِ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْقِيَاسَ يَأْبَى تَقَوُّمَ الْآدَمِيِّ بِالْمَالِ لِعَدَمِ التَّمَاثُلِ، وَالتَّقْوِيمُ ثَبَتَ بِالشَّرْعِ وَقَدْ وَرَدَ بِهِ مُؤَجَّلًا لَا مُعَجَّلًا فَلَا يَعْدِلُ عَنْهُ لَا سِيَّمَا إِلَى زِيَادَةٍ، وَلَمَّا لَمْ يَجُزِ التَّغْلِيظُ بِاعْتِبَارِ الْعَمْدِيَّةِ قَدْرًا لَا يَجُوزُ وَصْفًا (وَكُلُّ جِنَايَةٍ اعْتَرَفَ بِهَا الْجَانِي فَهِيَ فِي مَالِهِ وَلَا يُصَدَّقُ عَلَى عَاقِلَتِهِ) لِمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّ الْإِقْرَارَ لَا يَتَعَدَّى الْمُقِرَّ لِقُصُورِ وِلَايَتِهِ عَنْ غَيْرِهِ فَلَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْعَاقِلَةِ .

فرمایا کہ جب باپ نے اپنے بیٹے کو بطور عمد قتل کیا ہے تو دیت باپ کے مال میں تین سالوں میں واجب ہوگی۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے فوری طور پر دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو مال کسی چیز کو ختم کرنے کے سبب سے واجب ہو وہ اسی حالت میں واجب ہوا کرتا ہے۔ اور مہلت تو غلطی کرنے کی آسانی کے لئے دی جاتی ہے۔ اور یہ قاتل عامد ہے۔ پس یہ آسانی کا حقدار نہ ہوگا۔ اور مال مقوم ہونے کے حق کی تلافی کے لئے واجب ہے۔ اور اس کا حق اپنی جان میں اسی حالت میں واجب ہوئی ہے۔ پس مؤجل کے سبب وہ مکمل نہ ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ایسا مال ہے جو قتل کے سبب سے واجب ہوا ہے۔ پس یہ مال مؤجل ہوگا۔ جس طرح قتل خطاء اور شبہ عمد کی دیت ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مماثلت نہ ہونے کے سبب سے مال کے ذریعے انسان کے تقوم کا قیاس انکاری ہے۔ اور یہ تقویم شریعت کی جانب سے ثابت ہے۔ اور شریعت کا حکم تقویم کے بارے میں مؤخر ذکر ہوا ہے۔ اور یہ معجل ہو کر وارد نہیں ہوا ہے۔ پس شرعی تقویم سے اعراض نہ کیا جائے گا۔ خاص طور پر جب زیادتی کی جانب ہو۔ اور عمد ہونے کے اعتبار سے سختی جائز نہیں ہے۔ تو وصف کے اعتبار سے بھی سختی جائز نہ ہوگی۔

ہر وہ جنایت جس اقرار جانی کرنے والا ہے۔ تو وہ اسی کے مال میں سے ہوگی۔ اور اس کی عاقلہ پر اس کی تصدیق نہ کی جائے

گی۔ اسی حدیث کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ مقر کے سوا پر ولایت کے ناقص ہونے کے سبب سے اس کا اقرار متعدی نہ ہوگا۔ پس وہ عاقلہ کے حق میں ظاہر نہ ہوگا۔

بچے اور مجنون کے عمد کا حکم خطاء میں ہونے کا بیان

قَالَ : (وَعَمْدُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ خَطَأٌ وَفِيهِ الدِّيَةُ) عَلَى الْعَاقِلَةِ، وَكَذٰلِكَ كُلُّ جِنَايَةٍ مُوجَبُهَا خَمْسُمِائَةٍ فَصَاعِدًا وَالْمَعْتُوهُ كَالْمَجْنُونِ (وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : عَمْدُهُ عَمْدٌ حَتّٰى تَجِبُ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ حَالَّةً) لِأَنَّهُ عَمْدٌ حَقِيقَةً، إِذِ الْعَمْدُ هُوَ الْقَصْدُ غَيْرَ أَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْهُ أَحَدُ حُكْمَيْهِ وَهُوَ الْقِصَاصُ فَيَنْسَحِبُ عَلَيْهِ حُكْمُهُ الْآخَرُ وَهُوَ الْوُجُوبُ فِي مَالِهِ، وَلِهٰذَا تَجِبُ الْكَفَّارَةُ بِهِ، وَيَحْرُمُ عَنِ الْمِيرَاثِ عَلٰى أَصْلِهِ لِأَنَّهُمَا يَتَعَلَّقَانِ بِالْقَتْلِ .

وَلَنَا مَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ جَعَلَ عَقْلَ الْمَجْنُونِ عَلٰى عَاقِلَتِهِ، وَقَالَ : عَمْدُهُ وَخَطَؤُهُ سَوَاءٌ ، وَلِأَنَّ الصَّبِيَّ مَظِنَّةُ الْمَرْحَمَةِ، وَالْعَاقِلُ الْخَاطِئُ لَمَّا اسْتَحَقَّ التَّخْفِيفَ حَتّٰى وَجَبَتِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ فَالصَّبِيُّ وَهُوَ أَعْذَرُ أَوْلٰى بِهٰذَا التَّخْفِيفِ .

وَلَا نُسَلِّمُ تَحَقُّقَ الْعَمْدِيَّةِ فَإِنَّهَا تَتَرَتَّبُ عَلَى الْعِلْمِ وَالْعِلْمُ بِالْعَقْلِ، وَالْمَجْنُونُ عَدِيمُ الْعَقْلِ وَالصَّبِيُّ قَاصِرُ الْعَقْلِ فَأَنّٰى يَتَحَقَّقُ مِنْهُمَا الْقَصْدُ وَصَارَ كَالنَّائِمِ .

وَحِرْمَانُ الْمِيرَاثِ عُقُوبَةٌ، وَهُمَا لَيْسَا مِنْ أَهْلِ الْعُقُوبَةِ وَالْكَفَّارَةُ كَاسْمِهَا سَتَّارَةٌ : وَلَا ذَنْبَ تَسْتُرُهُ لِأَنَّهُمَا مَرْفُوعَا الْقَلَمِ .

فرمایا کہ بچے اور مجنون کا عمد بھی خطاء کے حکم میں ہوگا۔ اور اس میں دیت ان کی عاقلہ پر واجب ہوگی۔ اور اسی طرح ہر وہ جنایت جس کا موجب پانچ سو دراہم یا اس سے زیادہ ہیں تو ان کا بھی اسی طرح حکم ہے۔ اور معتوہ مجنون کی طرح ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے ان کا عمد بھی عمد ہے۔ حتیٰ کہ اسی کے مال میں دیت واجب ہوگی۔ کیونکہ یہ حقیقت میں عمد ہے۔ اور اس لئے کہ عمد ارادہ ہے۔ اور سوائے اس کے عمد کے دو احکام میں سے ایک حکم کو مؤخر کر دیا ہے یعنی قصاص ہے۔ پس اس پر عمد کا دوسرا حکم لاگو کیا جائے گا۔ اور وہ اس کے مال میں وجوب دیت ہے۔ اسی دلیل کے سبب اس قتل سے کفارہ واجب ہو جاتا ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی اصل کے موافق قاتل میراث سے محروم رہ جائے گا۔ کیونکہ یہ دونوں قتل کے بارے میں ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان اقدس ہماری دلیل ہے کہ آپ نے مجنون کی دیت اس کی عاقلہ کے ذمہ پر ٹھہرائی ہے اور اس طرح ارشاد فرمایا کہ مجنون کا عمد اور خطاء یہ دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ بچہ محل شفقت ہے۔ اور جب عقل مند غلطی کرنے والا آسانی کا حقدار بن سکتا ہے تو مجنون کیوں نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جب دیت عاقلہ پر واجب ہے۔ تو بچہ اس رعایت کا زیادہ حقدار ہے۔ کیونکہ اس کے پاس عذر زیادہ ہے۔

ہم عمد ہونے کے ثبوت کو تسلیم نہیں کریں گے۔ کیونکہ عمد یہ علم پر لاگو ہوتی ہے۔ اور علم یہ عقل سے حاصل ہونے والا ہے۔ اور
مجنون کے پاس عقل کہاں رہ گئی ہے؟ اور بچے کی عقل ناقص ہے۔ تو ان دونوں کی جانب سے قصد کس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے اور
ان میں سے ہر ایک سونے والے کے حکم میں ہوگا۔ اور میراث سے محروم ہونا یہ سزا ہے جبکہ یہ دونوں سزا کے اہل نہیں ہیں۔ اور کفارہ
اپنے نام کی طرح پوشیدہ کر دینے والا ہے۔ اور یہاں پر تو کوئی گناہ ہی نہیں ہے۔ کہ کفارہ اپنے آپ کو چھپا لے۔ اس لئے ان دونوں
سے قسم کو اٹھا لیا گیا ہے۔

فَصْلٌ فِى الْجَنِينِ

﴿یہ فصل جنین کے احکام کے بیان میں ہے﴾

فصل جنین کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے جنین کی دیت کے متعلق احکام کو بیان کر رہے ہیں کیونکہ احکام حقیقیہ کے اجزاء یہ احکام حکمیہ سے مقدم ہوتے ہیں اور یہی دلیل ہے کہ جنین اپنی ماں کا جز ہوتا ہے۔ اور فرع ہوتا ہے اور اصول یہ ہے اصل مقدم ہوتی ہے جبکہ اس کی فرع مؤخر ہوتی ہے۔ لہٰذا اس لئے جنین کی دیت کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

جنین کی دیت کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین (حمل گرانے والی) کی دیت میں ایک غلام یا لونڈی دینے کا فیصلہ فرمایا تو جس کے متعلق فیصلہ کیا تھا اس نے کہا کہ کیا ہم سے اس کی دیت دلوار ہے ہیں جس نے نہ کھایا اور نہ پیا اور نہ چیخا ایسی چیز کا خون تو رائیگاں ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو شاعروں کی طرح باتیں کرتا ہے بے شک اس کی دیت ایک غرہ ہے چاہے غلام ہو یا لونڈی اس باب میں حمید بن مالک بن نابغہ سے بھی حدیث منقول ہے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث حسن صحیح ہے اہل علم کا اسی پر عمل ہے بعض اہل علم کہتے ہیں کہ غرہ سے مراد ایک غلام یا لونڈی یا پانچ سو درہم ہیں بعض فرماتے ہیں گھوڑا یا خچر بھی اس میں داخل ہیں۔ (جامع ترمذی جلد اول: حدیث نمبر 1446)

اسقاط حمل کے سبب وجوب غرہ کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا ضَرَبَ بَطْنَ امْرَأَةٍ فَأَلْقَتْ جَنِينًا مَيِّتًا فَفِيهِ غُرَّةٌ وَهِيَ نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَعْنَاهُ دِيَةُ الرَّجُلِ، وَهَذَا فِي الذَّكَرِ، وَفِي الْأُنْثَى عُشْرُ دِيَةِ الْمَرْأَةِ وَكُلٌّ مِنْهُمَا خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ .

وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجِبَ شَيْءٌ لِأَنَّهُ لَمْ يُتَيَقَّنْ بِحَيَاتِهِ، وَالظَّاهِرُ لَا يَصْلُحُ حُجَّةً لِلِاسْتِحْقَاقِ .وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ مَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ (فِي الْجَنِينِ غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ قِيمَتُهُ خَمْسُمِائَةٍ) وَيُرْوَى " أَوْ خَمْسُمِائَةٍ " فَتَرَكْنَا الْقِيَاسَ بِالْأَثَرِ، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى مَنْ قَدَّرَهَا بِسِتِّمِائَةٍ نَحْوُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ (وَهِيَ عَلَى الْعَاقِلَةِ) عِنْدَنَا إذَا كَانَتْ

خَمْسَمِائَةِ دِرْهَمٍ .

وَقَالَ مَالِكٌ : فِي مَالِهِ لِأَنَّهُ بَدَلُ الْجُزْءِ . وَلَنَا أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (قَضَى بِالْغُرَّةِ عَلَى الْعَاقِلَةِ)، وَلِأَنَّهُ بَدَلُ النَّفْسِ وَلِهَذَا سَمَّاهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ دِيَةً حَيْثُ قَالَ " دُوهُ " وَقَالُوا : (أَنَدِي مَنْ لَا صَاحَ وَلَا اسْتَهَلَّ) الْحَدِيثُ، إلَّا أَنَّ الْعَوَاقِلَ لَا تَعْقِلُ مَا دُونَ خَمْسِمِائَةٍ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے ایک عورت کے پیٹ پر مارا ہے اور اس عورت نے جنین کو گرادیا ہے تو اس پر ایک غرہ واجب ہو جائے گا۔ اور یہ غرہ دیت کے عشر کا آدھا ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ مرد کی دیت مذکر میں ہے اور مؤنث میں عورت کی دیت کا عشر واجب ہے۔ اور دونوں میں سے ہر ایک پانچ سو دراہم ہیں۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ جنین کی زندگی یقینی نہیں ہے۔ اور ظاہری حالت حقدار بننے کی صلاحیت رکھنے والی نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنین میں غرہ واجب ہے۔ یعنی وہ غلام یا باندی جس کی قیمت پانچ سو دراہم ہو۔ اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ "یا پانچ سو دراہم" پس اس اثر کے سبب ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور یہی حدیث اس شخص کے خلاف حجت ہے۔ جس نے چھ سو دراہم کی مقدار کو مقرر کیا ہے۔ جس کو امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے بھی اختیار کیا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ غرہ پانچ سو دراہم کا ہے تو یہ عاقلہ پر واجب ہے۔ جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک قاتل کے مال سے واجب ہے۔ کیونکہ جزاء کا بدلہ وہی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عاقلہ پر غرہ کا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ غرہ جان کا بدلہ ہے۔ اسی سبب سے آپ ﷺ نے اس کو دیت کا نام دے کر اس طرح کہا ہے کہ وہ اس کی دیت ادا کریں۔ تو اس پر عاقلہ نے کہا ہے کہ کیا ہم ادا کریں ایسے جنین کی دیت جس نے نہ کوئی آواز نکالی اور نہ وہ رویا ہے۔ لیکن عواقل پانچ سو دراہم سے کم دیت ادا نہیں کیا کرتے۔

غرہ کے ایک سال یا تین سال میں وجوب پر فقہی اختلاف کا بیان

(وَتَجِبُ فِي سَنَةٍ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : فِي ثَلَاثِ سِنِينَ لِأَنَّهُ بَدَلُ النَّفْسِ وَلِهَذَا يَكُونُ مَوْرُوثًا بَيْنَ وَرَثَتِهِ .

وَلَنَا مَا رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ قَالَ : " بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جَعَلَهُ عَلَى الْعَاقِلَةِ فِي سَنَةٍ " وَلِأَنَّهُ إنْ كَانَ بَدَلَ النَّفْسِ مِنْ حَيْثُ إنَّهُ نَفْسٌ عَلَى حِدَةٍ فَهُوَ بَدَلُ الْعُضْوِ مِنْ حَيْثُ الِاتِّصَالُ بِالْأُمِّ فَعَمِلْنَا بِالشَّبَهِ الْأَوَّلِ فِي حَقِّ التَّوْرِيثِ، وَبِالثَّانِي فِي حَقِّ التَّأْجِيلِ إلَى سَنَةٍ، لِأَنَّ بَدَلَ الْعُضْوِ إذَا كَانَ ثُلُثَ الدِّيَةِ أَوْ أَقَلَّ أَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ الْعُشْرِ يَجِبُ فِي سَنَةٍ، بِخِلَافِ أَجْزَاءِ الدِّيَةِ لِأَنَّ كُلَّ جُزْءٍ مِنْهَا عَلَى مَنْ وَجَبَ يَجِبُ

فِي ثَلَاثِ سِنِينَ (وَيَسْتَوِي فِيهِ الذَّكَرُ وَالْأُنْثَى) لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّ فِي الْحَيَّيْنِ إِنَّمَا ظَهَرَ التَّفَاوُتُ لِتَفَاوُتِ مَعَانِي الْآدَمِيَّةِ وَلَا تَفَاوُتَ فِي الْجَنِينِ فَيُقَدَّرُ بِمِقْدَارٍ وَاحِدٍ وَهُوَ خَمْسُمِائَةٍ

اور غرہ ایک سال میں واجب ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تین سال میں واجب ہوگا۔ کیونکہ وہ جان کا بدلہ ہے اسی سبب سے غرہ جنین کے وارثوں کے درمیان بطور میراث تقسیم کیا جاتا ہے۔

ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو محمد بن حسن سے روایت کی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ملی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عاقلہ پر ایک سال میں غرہ واجب کیا ہے۔ کیونکہ جب الگ جان ہونے کی وجہ سے غرہ جان کا بدلہ ہے تو ماں کے اتصال کے سبب وہ اس کا عضو ہوگا۔ پس وراثت کے حق میں ہم نے پہلی مشابہت پر عمل کیا ہے۔ اور ایک سال تک کی مہلت میں ہم نے دوسری مشابہت پر عمل کیا ہے۔ اس لئے کہ جب عضو کا بدلہ تہائی دیت یا اس سے کم ہو اور وہ نصف عشر سے زائد ہو تو وہ ایک سال میں واجب ہوا کرتا ہے۔ جبکہ دیت کے اجزاء میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ دیت کا ہر ہر حصہ جس بندے پر واجب ہوتا ہے وہ تین سالوں میں واجب ہوتا ہے۔ اور اس میں مذکر ومؤنث دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ ہماری روایت کردہ حدیث میں اطلاق ہے۔ کیونکہ انسانیت کے حکم میں تفاوت کے سبب دو زندہ آدمیوں میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ جبکہ جنین میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پس اس کی دیت ایک ہی مقدار کے مطابق لازم ہوگی۔ اور وہ پانچ سو دراہم ہے۔

زندہ بچہ جننے کے بعد اس کے مر جانے کا بیان

(فَإِنْ أَلْقَتْهُ حَيًّا ثُمَّ مَاتَ فَفِيهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ) لِأَنَّهُ أَتْلَفَ حَيًّا بِالضَّرْبِ السَّابِقِ (وَإِنْ أَلْقَتْهُ مَيِّتًا ثُمَّ مَاتَتِ الْأُمُّ فَعَلَيْهِ دِيَةٌ بِقَتْلِ الْأُمِّ وَغُرَّةٌ بِإِلْقَائِهَا) وَقَدْ صَحَّ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَضَى فِي هَذَا بِالدِّيَةِ وَالْغُرَّةِ) (وَإِنْ مَاتَتِ الْأُمُّ مِنَ الضَّرْبَةِ ثُمَّ خَرَجَ الْجَنِينُ بَعْدَ ذَلِكَ حَيًّا ثُمَّ مَاتَ فَعَلَيْهِ دِيَةٌ فِي الْأُمِّ وَدِيَةٌ فِي الْجَنِينِ) لِأَنَّهُ قَاتِلُ شَخْصَيْنِ (وَإِنْ مَاتَتْ ثُمَّ أَلْقَتْ مَيِّتًا فَعَلَيْهِ دِيَةٌ فِي الْأُمِّ وَلَا شَيْءَ فِي الْجَنِينِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تَجِبُ الْغُرَّةُ فِي الْجَنِينِ لِأَنَّ الظَّاهِرَ مَوْتُهُ بِالضَّرْبِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَلْقَتْهُ مَيِّتًا وَهِيَ حَيَّةٌ.

وَلَنَا أَنَّ مَوْتَ الْأُمِّ أَحَدُ سَبَبَيْ مَوْتِهِ لِأَنَّهُ يَخْتَنِقُ بِمَوْتِهَا إِذْ تَنَفُّسُهُ بِتَنَفُّسِهَا فَلَا يَجِبُ الضَّمَانُ بِالشَّكِّ.

فرمایا کہ جب کسی عورت نے زندہ بچے کو جنم دیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے تو اس میں پوری دیت واجب ہوگی کیونکہ مارنے والے نے پہلے ماری گئی ضرب کے سبب ایک زندہ جان کو ہلاک کیا ہے۔ اور جب مردہ بچے کو جنم دے کر ماں فوت ہوگئی ہے تو مارنے والے پر ماں کے قتل کے سبب دیت واجب ہو جائے گی۔ اور بچے کو گرانے کے سبب غرہ واجب ہو جائے گا۔ اور درست یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں دیت اور غرہ کا فیصلہ کیا ہے۔

اور جب مارنے کے سبب سے ماں فوت ہوگئی ہے اور اس کے بعد جنین کو زندہ نکالا گیا ہے اور اس کے بعد وہ بھی فوت ہوگیا ہے تو مارنے والے پر ماں اور جنین دونوں کی دیت لازم ہوجائے گی۔ کیونکہ مارنے والے دو جانوں کا قتل کیا ہے۔

اور جب ماں فوت ہوگئی ہے اور اس کے بعد اس نے مردہ جنین کو جنم دیا ہے تو مارنے والے پر ماں کی دیت اور جنین میں کچھ واجب نہ ہوگا۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جنین میں غرہ واجب ہوگا۔ کیونکہ ظاہر ہونے والا یہی ہے۔ اس لئے کہ جنین کی موت ضرب سے واقع ہونے والی ہے۔ تو یہ اسی طرح ہوجائے گا۔ جس طرح ماں نے جنین کو مردہ جنم دیا ہے۔ اور ماں زندہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ماں کی موت بچے کی موت کے دو اسباب میں سے ایک ہے۔ کیونکہ ماں کے مرنے کے سبب بچے کا دم گھٹ گیا تھا۔ کیونکہ بچہ ماں کے سانس لینے کے سبب سانس لینے والا ہے۔ پس شک کے سبب ضمان لازم نہ ہوگا۔

جنین میں واجب ہونے والے غرہ کا میراث میں تقسیم ہوجانے کا بیان

قَالَ (وَمَا يَجِبُ فِي الْجَنِينِ مَوْرُوثٌ عَنْهُ) لِأَنَّهُ بَدَلُ نَفْسِهِ فَيَرِثُهُ وَرَثَتُهُ (وَلَا يَرِثُهُ الضَّارِبُ، حَتَّى لَوْ ضَرَبَ بَطْنَ امْرَأَتِهِ فَأَلْقَتْ ابْنَهُ مَيِّتًا فَعَلَى عَاقِلَةِ الْأَبِ غُرَّةٌ وَلَا يَرِثُ مِنْهَا) لِأَنَّهُ قَاتِلٌ بِغَيْرِ حَقٍّ مُبَاشَرَةً وَلَا مِيرَاثَ لِلْقَاتِلِ .

قَالَ : (وَفِي جَنِينِ الْأَمَةِ إذَا كَانَ ذَكَرًا نِصْفُ عُشْرِ قِيمَتِهِ لَوْ كَانَ حَيًّا وَعُشْرُ قِيمَتِهِ لَوْ كَانَ أُنْثَى) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : فِيهِ عُشْرُ قِيمَةِ الْأُمِّ ، لِأَنَّهُ جُزْءٌ مِنْ وَجْهٍ ، وَضَمَانُ الْأَجْزَاءِ يُؤْخَذُ مِقْدَارُهَا مِنْ الْأَصْلِ .

وَلَنَا أَنَّهُ بَدَلُ نَفْسِهِ لِأَنَّ ضَمَانَ الطَّرَفِ لَا يَجِبُ إلَّا عِنْدَ ظُهُورِ النُّقْصَانِ ، وَلَا مُعْتَبَرَ فِي ضَمَانِ الْجَنِينِ فَكَانَ بَدَلَ نَفْسِهِ فَيُقَدَّرُ بِهَا .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : يَجِبُ ضَمَانُ النُّقْصَانِ لَوْ انْتَقَصَتْ الْأُمُّ اعْتِبَارًا بِجَنِينِ الْبَهَائِمِ ، وَهَذَا لِأَنَّ الضَّمَانَ فِي قَتْلِ الرَّقِيقِ ضَمَانُ مَالٍ عِنْدَهُ عَلَى مَا نَذْكُرُ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ، فَصَحَّ الِاعْتِبَارُ عَلَى أَصْلِهِ .

فرمایا کہ جنین میں جو غرہ واجب ہوا ہے وہ اس کی میراث میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ غرہ جنین کی جان کا بدلہ ہے۔ پس اس کے وارث اس کے غرہ کے بھی وارث بن جائیں گے۔ اور مارنے والا اس کا وارث نہ بن سکے گا۔ حتیٰ کہ جب کسی بندے نے اپنی بیوی کے پیٹ پر مارا ہے۔ اور اس نے مارنے والے کے مردہ بیٹے کو جنم دیا ہے تو باپ کی عاقلہ پر غرہ واجب ہے۔ مگر وہ اس میں وارث نہ ہوگا کیونکہ وہ ناحق قاتل ہے۔ اور قاتل کو میراث نہیں ملا کرتی۔

اور جب باندی کے جنین میں جب وہ مذکر ہو تو اس کی قیمت کا نصف عشر واجب ہے۔ اور جب وہ زندہ ہے اور مؤنث ہے تو اس کی قیمت کا عشر واجب ہوگا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس میں ماں کی قیمت کا عشر واجب ہے۔ کیونکہ جنین ایک طرح ماں کا حصہ ہے۔ اور اجزاء کی ضمان کی مقدار اجزاء کے اصل سے لی جاتی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ضمان جنین کی جان کا بدلہ ہے۔ کیونکہ طرف کا ضمان اس وقت واجب ہوتا ہے جب اصل کا نقصان ظاہر ہو جائے۔ جبکہ جنین کے ضمان میں اصل کے نقصان کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ پس یہ ضمان جنین کی جان کا بدلہ ہے۔ پس اس کو جنین کی جان کی مقدار کے برابر مقرر کیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب ماں کی واقع ہو جائے تو اس مسئلہ کو بہائم پر قیاس کرتے ہوئے نقصان کا ضمان واجب کر دیا جائے گا۔ اور یہ اس سبب سے ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کے قتل کا ضمان مال کا ضمان ہے۔ جس طرح اس کو ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔ پس امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قانون کے مطابق یہ قیاس درست ہوا۔

ماری گئی باندی کے حمل کو آزاد کر دینے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ ضُرِبَتْ فَأَعْتَقَ الْمَوْلٰى مَا فِيْ بَطْنِهَا ثُمَّ اَلْقَتْهُ حَيًّا ثُمَّ مَاتَ فَفِيْهِ قِيمَتُهُ حَيًّا وَلَا تَجِبُ الدِّيَةُ وَإِنْ مَاتَ بَعْدَ الْعِتْقِ) لِأَنَّهُ قَتَلَهُ بِالضَّرْبِ السَّابِقِ وَقَدْ كَانَ فِيْ حَالَةِ الرِّقِّ فَلِهٰذَا تَجِبُ الْقِيمَةُ دُوْنَ الدِّيَةِ، وَتَجِبُ قِيمَتُهُ حَيًّا لِأَنَّهُ بِالضَّرْبِ صَارَ قَاتِلًا إِيَّاهُ وَهُوَ حَيٌّ فَنَظَرْنَا إِلٰى حَالَتَيِ السَّبَبِ وَالتَّلَفِ .

وَقِيْلَ : هٰذَا عِنْدَهُمَا، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ تَجِبُ قِيمَتُهُ مَا بَيْنَ كَوْنِهِ مَضْرُوبًا إِلٰى كَوْنِهِ غَيْرَ مَضْرُوبٍ، لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ قَاطِعٌ لِلسِّرَايَةِ عَلٰى مَا يَأْتِيكَ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

فرمایا کہ جب باندی کو مار دیا گیا ہے اور اس کے آقا نے اس کے پیٹ میں موجود حمل کو آزاد کر دیا ہے اور اس کے بعد اس باندی نے زندہ جنین کو جنم دیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے اور اس میں زندہ جنین کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ وہ جنین خواہ آزادی کے بعد فوت ہوا ہے۔ کیونکہ مارنے والے نے سابقہ ضرب سے جنین کو قتل کیا ہے۔ اور اس وقت وہ آزادی کی حالت میں تھا۔ پس قیمت واجب ہو گی۔ اور دیت واجب نہ ہو گی۔ اور زندہ ہونے کے اعتبار سے اس جنین کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ ضارب نے اس کو اس حالت میں قتل کیا ہے کہ وہ زندہ تھا۔ پس ہم سبب اور تلف ان دونوں احوال پر غور و فکر کیا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شیخین کا موقف ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جنین کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ جو اس کے مضروب و غیر مضروب کے درمیان ہے۔ کیونکہ آزادی سرایت کو روکنے والی ہے۔ جس طرح اس کی وضاحت کو بعد میں ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

جنین کے کفارہ و عدم کفارہ میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ : (وَلَا كَفَّارَةَ فِي الْجَنِيْنِ) وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ تَجِبُ لِأَنَّهُ نَفْسٌ مِنْ وَجْهٍ فَتَجِبُ الْكَفَّارَةُ

احْتِیَاطًا ۔

وَلَنَا اَنَّ الْكَفَّارَةَ فِيهَا مَعْنَى الْعُقُوبَةِ وَقَدْ عُرِفَتْ فِي النُّفُوسِ الْمُطْلَقَةِ فَلَا تَتَعَدَّاهَا وَلِهَذَا لَمْ يَجِبْ كُلُّ الْبَدَلِ .

قَالُوا : اِلَّا اَنْ يَشَاءَ ذَلِكَ لِاَنَّهُ ارْتَكَبَ مَحْظُورًا، فَاِذَا تَقَرَّبَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى كَانَ اَفْضَلَ لَهُ وَيَسْتَغْفِرُ مِمَّا صَنَعَ (وَالْجَنِينُ الَّذِي قَدْ اسْتَبَانَ بَعْضُ خَلْقِهِ بِمَنْزِلَةِ الْجَنِينِ التَّامِّ فِي جَمِيعِ هٰذِهِ الْاَحْكَامِ) لِاِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا، وَلِاَنَّهُ وَلَدٌ فِي حَقِّ اُمُومِيَّةِ الْوَلَدِ وَانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ وَالنِّفَاسِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، فَكَذَا فِي حَقِّ هٰذَا الْحُكْمِ، وَلِاَنَّ بِهٰذَا الْقَدْرِ يَتَمَيَّزُ مِنَ الْعَلَقَةِ وَالدَّمِ فَكَانَ نَفْسًا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

فرمایا کہ احناف کے نزدیک جنین میں کوئی کفارہ نہیں ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جنین میں کفارہ ہے۔ کیونکہ جنین بھی ایک طرح سے جان ہے۔ پس احتیاط کے سبب اس میں کفارہ واجب ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کفارے میں سزا کا معنی ہوتا ہے۔ اور سزا مطلق جانوں میں سمجھی گئی ہے۔ پس وہ ان سے متعدی ہونے والی نہیں ہے۔ پس اسی سبب سے پورا بدل واجب نہ ہوگا۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ البتہ جس وقت مارنے والا چاہے کیونکہ وہ ایک ممنوع چیز کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ مگر جب کفارے کے ذریعے سے اس نے اللہ کا قرب حاصل کرلیا ہے۔ تو اس کے لئے یہی بہتر ہوگا۔ اور وہ اپنے عمل کردہ کی معافی ہے۔

اور ایسا جنین جس کے کچھ اعضاء ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور مذکورہ تمام احکام میں مکمل جنین کے حکم میں ہوگا۔ کیونکہ ہماری روایت کردہ حدیث مطلق ہے۔ کیونکہ وہ جنین ام ولد ہونے کے حق میں اور عدت کے گزر جانے اور نفاس کے حق میں ولد بن چکا ہے۔ پس ان احکام میں بھی وہ ولد بن جائے گا۔ کیونکہ اسی مقدار کے سبب جنین خون بستہ اور دوسرے خون سے الگ ہونے والا ہے۔ پس وہ ایک جان بن جائے گی۔

بَابُ مَا يُحْدِثُ الرَّجُلُ فِى الطَّرِيْقِ

﴿یہ باب راستے میں بنائی گئی چیزوں کے بیان میں ہے﴾

باب راستے کے سبب احکام قتل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب قتل سے متعلق احکام جو مباشرت یعنی خود قتل کرنے سے متعلق تھے۔ان کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب یہاں سے ان احکام کو بیان کر رہے ہیں جو قتل مباشرت نہیں بلکہ سبب یا ذریعہ یا کوئی واسطہ بنتے ہیں۔اور پہلے مسائل کو مقدم کرنے کا سبب ان کا کثرت وقوع ہے۔اور اس باب کا سبب تاخر بہ واسطہ قتل ہونے سے متعلق ہے۔(عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، کتاب دیات، بیروت)

شارع عام پر بنائی چیزوں کو توڑنے میں عام حق ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَخْرَجَ اِلَى الطَّرِيْقِ الْاَعْظَمِ كَنِيْفًا اَوْ مِيزَابًا اَوْ جُرْصُنًا اَوْ بَنَى دُكَّانًا فَلِرَجُلٍ مِنْ عَرْضِ النَّاسِ اَنْ يَنْزِعَهُ) لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ صَاحِبُ حَقٍّ بِالْمُرُوْرِ بِنَفْسِهِ وَبِدَوَابِّهِ فَكَانَ لَهُ حَقُّ النَّقْضِ، كَمَا فِى الْمِلْكِ الْمُشْتَرَكِ فَاِنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ حَقَّ النَّقْضِ لَوْ اَحْدَثَ غَيْرُهُمْ فِيهِ شَيْئًا فَكَذَا فِى الْحَقِّ الْمُشْتَرَكِ .

فرمایا کہ جس بندے نے راستے کی ایک جانب لیٹرین بنائی، پرنالہ لگایا سائبان لگا دیا ہے یا پھر اس نے دوکان بنائی ہے تو لوگوں میں سے جو گزرنے والے ہیں ان میں ہر کسی کے لئے یہ حق ثابت ہوگا کہ وہ اس کو وہاں سے دور کر دیں۔کیونکہ ہر شخص خود گزرنے میں اور اپنے جانوروں کو گزارنے میں حقدار ہونے والا ہے۔پس وہ اس کو توڑنے کا حق بھی رکھنے والا ہوگا۔جس طرح خریدار کی ملکیت میں ہوتا ہے۔اور جب شرکاء کے سوا کسی نے کوئی چیز بنا دی ہے تو اس میں ہر بندے کے حق کو نقصان پہنچنے والا ہے۔پس مشترکہ حق میں بھی سب کو اتارنے اور توڑنے کا حق حاصل ہوگا۔

رفاع عامہ کے لئے بنائی گئی چیز سے فائدہ اٹھانے کا بیان

قَالَ : (وَيَسَعُ لِلَّذِى عَمِلَهُ اَنْ يَنْتَفِعَ بِهِ مَا لَمْ يَضُرَّ بِالْمُسْلِمِينَ) لِاَنَّ لَهُ حَقَّ الْمُرُوْرِ وَلَا ضَرَرَ فِيهِ فَلْيُلْحَقْ مَا فِى مَعْنَاهُ بِهِ، اِذْ الْمَانِعُ مُتَعَنِّتٌ، فَاِذَا اَضَرَّ بِالْمُسْلِمِينَ كُرِهَ لَهُ ذٰلِكَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِى الْاِسْلَامِ) قَالَ : (وَلَيْسَ لِاَحَدٍ مِنْ اَهْلِ الدَّرْبِ الَّذِى

لَیْسَ بِنَافِذٍ اَنْ یَشْرَعَ کَنِیْفًا اَوْ مِیْزَابًا اِلَّا بِاِذْنِهِمْ) لِاَنَّهَا مَمْلُوْکَةٌ لَهُمْ وَلِهٰذَا وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ لَهُمْ عَلٰی کُلِّ حَالٍ، فَلَا یَجُوْزُ التَّصَرُّفُ اَضَرَّ بِهِمْ اَوْ لَمْ یَضُرَّ اِلَّا بِاِذْنِهِمْ.

وَفِی الطَّرِیْقِ النَّافِذِ لَهُ التَّصَرُّفُ اِلَّا اِذَا اَضَرَّ لِاَنَّهُ یَتَعَذَّرُ الْوُصُوْلُ اِلٰی اِذْنِ الْکُلِّ، فَجُعِلَ فِیْ حَقِّ کُلِّ وَاحِدٍ کَاَنَّهُ هُوَ الْمَالِکُ وَحْدَهُ حُکْمًا کَیْ لَا یَتَعَطَّلَ عَلَیْهِ طَرِیْقُ الْاِنْتِفَاعِ، وَلَا کَذٰلِکَ غَیْرُ النَّافِذِ لِاَنَّ الْوُصُوْلَ اِلٰی اِرْضَائِهِمْ مُمْکِنٌ فَبَقِیَ عَلَی الشَّرِکَةِ حَقِیْقَةً وَحُکْمًا.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے شارع عام پر کوئی چیز بنائی ہے اور اگر وہ مسلمانوں کے لئے نقصان دہ نہیں ہے تو بنانے والے کے لئے اس چیز سے فائدہ اٹھانے سہولت ہے۔ کیونکہ اس کو بھی گزرنے کا حق حاصل ہے۔ پس جو چیز کے گزرنے کے حکم میں ہوگی اس کو بھی گزرنے کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور جو شخص اس سے منع کرے گا وہ ظالم سمجھا جائے گا۔ اور جب وہ چیز مسلمانوں کے لئے باعث نقصان ہے تو پھر بنانے والے کے لئے ایسا کام کرنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں ضرر اور ضرار جائز نہیں ہے۔

فرمایا کہ جو گلی عام نہیں ہے تو اس کے اہل علاقہ میں کسی کے لئے وہاں لیٹرین بنانے یا پرنالہ نکالنے کا حق نہ ہوگا۔ لیکن ان کی اجازت سے ایسا کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ گلی انہی کی ملکیت ہے۔ کیونکہ ہر حالت میں حق شفعہ بھی انہی کے لئے ہے۔ پس ان کی اجازت کے سوا تصرف جائز نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ تصرف ان کے لئے باعث نقصان بنے یا نہ بنے۔

جبکہ عام راستے میں تصرف کا حق ہے۔ ہاں البتہ جب وہ تصرف باعث نقصان ہو۔ کیونکہ سب کی جانب سے اجازت حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس ہر آدمی کے حق میں یہ حکم ہوگا۔ کہ وہ اکیلا ہی مالک ہے۔ تاکہ اس پر فائدے کا راستہ بند نہ ہو سکے۔ جبکہ غیر نافذ راستہ اس طرح نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمام مالکوں کی رضامندی حاصل کرنا ممکن ہے۔ پس یہ بطور حقیقت و حکم دونوں طرح سے شرکت پر باقی ہوگا۔

راستے پر لگے پرنالے کے سبب مرور کے مرنے کا بیان

قَالَ: (وَاِذَا اَشْرَعَ فِی الطَّرِیْقِ رَوْشَنًا اَوْ مِیْزَابًا اَوْ نَحْوَهُ فَسَقَطَ عَلٰی اِنْسَانٍ فَعَطِبَ فَالدِّیَةُ عَلٰی عَاقِلَتِهِ) لِاَنَّهُ سَبَبٌ لِتَلَفِهِ مُتَعَدٍّ بِشَغْلِهِ هَوَاءَ الطَّرِیْقِ، وَهٰذَا مِنْ اَسْبَابِ الضَّمَانِ وَهُوَ الْاَصْلُ، وَکَذٰلِکَ اِذَا سَقَطَ شَیْءٌ مِمَّا ذَکَرْنَا فِیْ اَوَّلِ الْبَابِ (وَکَذَا اِذَا تَعَثَّرَ بِنَقْضِهِ اِنْسَانٌ اَوْ عَطِبَتْ بِهِ دَابَّةٌ، وَاِنْ عَثَرَ بِذٰلِکَ رَجُلٌ فَوَقَعَ عَلٰی آخَرَ فَمَاتَا فَالضَّمَانُ عَلَی الَّذِیْ اَحْدَثَهُ فِیْهِمَا) لِاَنَّهُ یَصِیْرُ کَالدَّافِعِ اِیَّاهُ عَلَیْهِ (وَاِنْ سَقَطَ الْمِیْزَابُ بِطَرَفَانِ اَصَابَ مَا کَانَ مِنْهُ فِی الْحَائِطِ رَجُلًا فَقَتَلَهُ فَلَا ضَمَانَ عَلَیْهِ) لِاَنَّهُ غَیْرُ مُتَعَدٍّ فِیْهِ لِمَا اَنَّهُ وَضَعَهُ فِیْ مِلْکِهِ (وَاِنْ اَصَابَهُ مَا کَانَ خَارِجًا مِنَ الْحَائِطِ فَالضَّمَانُ عَلَی الَّذِیْ وَضَعَهُ فِیْهِ) لِکَوْنِهِ مُتَعَدِّیًا فِیْهِ، وَلَا ضَرُوْرَةَ

لِاَنَّهُ يُمْكِنُهُ اَنْ يُرَكِّبَهُ فِي الْحَائِطِ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ، وَلَا يُحْرَمُ عَنِ الْمِيرَاثِ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِقَاتِلٍ حَقِيقَةً (وَلَوْ اَصَابَهُ الطَّرَفَانِ جَمِيعًا وَعَلِمَ ذٰلِكَ وَجَبَ نِصْفُ الدِّيَةِ وَهُدِرَ النِّصْفُ كَمَا اِذَا جَرَحَهُ سَبُعٌ وَاِنْسَانٌ، وَلَوْ لَمْ يُعْلَمْ اَيُّ طَرَفٍ اَصَابَهُ يَضْمَنُ النِّصْفَ) اِعْتِبَارًا لِلْاَحْوَالِ،

فرمایا کہ جب کسی شخص نے راستے میں روشن دان یا پرنالہ بنادیا ہے اس کے بعد وہ کسی آدمی پر گر گیا جس سے وہ آدمی فوت ہو گیا ہے تو بنانے والے کی عاقلہ پر دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ شخص اس گزرنے والے کی ہلاکت کا سبب بنا ہے۔ اور وہ راستے کی فضا کو مصروف کرنے کے سبب زیادتی کرنے والا ہے۔ اور یہ چیز ضمان کے اسباب میں سے ہے۔ اور قانون بھی اسی طرح ہے۔ اور اسی طرح جب ان چیزوں میں سے کوئی چیز گر گئی ہے جن کو ہم نے باب کی ابتداء میں ذکر کر دیا ہے۔

اور اسی طرح جب کوئی شخص اس کی جگہ سے پھسل گیا ہے یا اس کے باعث کوئی جانور ہلاک ہو گیا ہے اور جب اس سے پھسل کر کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی پر جا گرا ہے۔ اور وہ دونوں فوت ہو گئے ہیں۔ تو ان دونوں کا ضمان بھی اس پر واجب ہوگا۔ جس نے اس کو بنایا ہے۔ کیونکہ یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح اس نے ایک کو دوسرے پر دھکا دے دیا ہے۔

اور جب پرنالہ گر گیا ہے تو اب یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کا کونسا حصہ اس کو لگا ہے۔ اور جب کسی شخص کو پرنالے کا وہ حصہ لگا ہے جو دیوار میں ہے اور وہ اس کو مار ڈالنے والا ہے تو محدث پر ضمان واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اس میں زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس نے پرنالہ اپنی ملکیت میں رکھا ہوا ہے۔

اور جب اس شخص کو وہ حصہ لگا ہے جو دیوار سے باہر ہے۔ تو لگانے والے پر ضمان واجب ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کو رکھنے میں زیادتی کرنے والا ہے۔ اور اس کو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ لگانے والے کے لئے اس کو اپنی دیوار میں لگانا ممکن تھا۔ البتہ لگانے والے پر کفارہ نہ ہوگا اور نہ ہی وہ میراث سے محروم کیا جائے گا۔ کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے وہ قاتل نہیں ہے۔

اور جب مقتول کو پرنالے کے دونوں حصے لگ گئے ہیں۔ اور یقینی طور پر اس کا علم بھی ہے تو نصف ضمان واجب ہوگا۔ اور نصف معاف کر دیا جائے گا۔ جس طرح یہ صورت مسئلہ ہے کہ جب اس کو درندہ اور انسان دونوں نے زخمی کر دیا ہے اور جب وہ معلوم نہ ہو سکے تو مقتول کو کونسا کنارہ لگنے والا ہے۔ تو سب احوال کا اعتبار کرتے ہوئے لگانے والے پر نصف کا ضمان ہوگا۔

گھریلو روشندان کے گرنے قتل ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ اَشْرَعَ جَنَاحًا اِلَى الطَّرِيقِ ثُمَّ بَاعَ الدَّارَ فَاَصَابَ الْجَنَاحُ رَجُلًا فَقَتَلَهُ اَوْ وَضَعَ خَشَبَةً فِي الطَّرِيقِ ثُمَّ بَاعَ الْخَشَبَةَ وَبَرِءَ اِلَيْهِ مِنْهَا فَتَرَكَهَا الْمُشْتَرِي حَتّٰى عَطِبَ بِهَا اِنْسَانٌ فَالضَّمَانُ عَلَى الْبَائِعِ) لِاَنَّ فِعْلَهُ وَهُوَ الْوَضْعُ لَمْ يَنْفَسِخْ بِزَوَالِ مِلْكِهِ وَهُوَ الْمُوجِبُ (وَلَوْ وَضَعَ فِي الطَّرِيقِ جَمْرًا فَاَحْرَقَ شَيْئًا يَضْمَنُهُ) لِاَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيهِ (وَلَوْ حَرَّكَتْهُ الرِّيحُ اِلَى مَوْضِعٍ آخَرَ ثُمَّ اَحْرَقَ شَيْئًا لَا يَضْمَنُهُ) لِنَسْخِ الرِّيحِ فِعْلَهُ، وَقِيلَ اِذَا كَانَ الْيَوْمُ رِيحًا يَضْمَنُهُ لِاَنَّهُ فَعَلَهُ مَعَ

عِلْمِهِ بِعَاقِبَتِهِ وَقَدْ اَفْضَى اِلَيْهَا فَجُعِلَ كَمُبَاشَرَتِهِ.

اور جب کسی شخص نے راستے کی جانب روشندان رکھا ہے اس کے بعد اس نے وہ مکان بیچ دیا ہے اور وہ روشندان کسی آدمی کو جالگا ہے۔ اور اس کو مار دیا ہے یا کسی شخص نے راستے میں لکڑی رکھ دی ہے اور اس کے بعد وہ لکڑی بیچ دی ہے اور خریدار نے لکڑی میں ہر معاملے سے بری ہونے کی شرط لگائی ہے اور خریدار نے اس کو چھوڑ رکھا ہے یہاں تک کہ اس سے ایک آدمی ہلاک ہو گیا ہے۔ تو ضمان بیچنے والا پر واجب ہوگا۔ کیونکہ بیچنے والا کا عمل یعنی رکھنا اس کی ملکیت کو ختم کرنے والا نہیں ہے۔ اور وہ چیز ضمان کو واجب کرنے والی ہے۔

اور جب کسی بندے نے راستے میں آگ کا انگارہ رکھ دیا ہے اور اس انگارے نے کسی چیز کو جلا دیا ہے تو رکھنے والا ضامن ہوگا کیونکہ اس میں وہی زیادتی کرنے والا ہے۔ اور جب انگارے کو ہوا نے اڑاتے ہوئے دوسری جانب رکھ دیا ہے اس کے بعد اس نے کسی چیز کو جلا دیا ہے تو اب رکھنے والا ضامن نہ ہوگا کیونکہ ہوا نے اس کے عمل کا ختم کر دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ دن سخت ہوا والا ہے۔ تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ رکھنے والے نے اس کام کے انجام کو جاننے کے بعد وہ کام کیا ہے۔ حالانکہ اس کا عمل اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے۔ پس افضاء کو اس کی مباشرت کی طرح سمجھ لیا جائے گا۔

روشندان کی ناقص کنسٹرکشن کے سبب قتل ہو جانے کا بیان

(وَلَوِ اسْتَأْجَرَ رَبُّ الدَّارِ الْفَعَلَةَ لِإِخْرَاجِ الْجَنَاحِ أَوِ الظُّلَّةِ فَوَقَعَ فَقَتَلَ إِنْسَانًا قَبْلَ أَنْ يَفْرُغُوا مِنَ الْعَمَلِ فَالضَّمَانُ عَلَيْهِمْ) لِأَنَّ التَّلَفَ بِفِعْلِهِمْ (وَمَا لَمْ يَفْرُغُوا لَمْ يَكُنِ الْعَمَلُ مُسَلَّمًا إِلَى رَبِّ الدَّارِ) وَهٰذَا لِأَنَّهُ انْقَلَبَ فِعْلُهُمْ قَتْلًا حَتّٰى وَجَبَتْ عَلَيْهِمُ الْكَفَّارَةُ، وَالْقَتْلُ غَيْرُ دَاخِلٍ فِي عَقْدِهِ فَلَمْ يَتَسَلَّمْ فِعْلُهُمْ إِلَيْهِ فَاقْتَصَرَ عَلَيْهِمْ (وَإِنْ سَقَطَ بَعْدَ فَرَاغِهِمْ فَالضَّمَانُ عَلَى رَبِّ الدَّارِ اسْتِحْسَانًا) لِأَنَّهُ صَحَّ الِاسْتِئْجَارُ حَتّٰى اسْتَحَقُّوا الْأَجْرَ وَوَقَعَ فِعْلُهُمْ عِمَارَةً وَإِصْلَاحًا فَانْتَقَلَ فِعْلُهُمْ إِلَيْهِ فَكَأَنَّهُ فَعَلَ بِنَفْسِهِ فَلِهٰذَا يَضْمَنُهُ (وَكَذَا إِذَا صَبَّ الْمَاءَ فِي الطَّرِيقِ فَعَطِبَ بِهِ إِنْسَانٌ أَوْ دَابَّةٌ، وَكَذَا إِذَا رَشَّ الْمَاءَ أَوْ تَوَضَّأَ) لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيهِ بِإِلْحَاقِ الضَّرَرِ بِالْمَارَّةِ (بِخِلَافِ مَا إِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فِي سِكَّةٍ غَيْرِ نَافِذَةٍ وَهُوَ مِنْ أَهْلِهَا أَوْ قَعَدَ أَوْ وَضَعَ مَتَاعَهُ) لِأَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ أَنْ يَفْعَلَ ذٰلِكَ فِيهَا لِكَوْنِهِ مِنْ ضَرُورَاتِ السُّكْنٰى كَمَا فِي الدَّارِ الْمُشْتَرَكَةِ.

قَالُوا: هٰذَا إِذَا رَشَّ مَاءً كَثِيرًا بِحَيْثُ يُزْلَقُ بِهِ عَادَةً، أَمَّا إِذَا رَشَّ مَاءً قَلِيلًا كَمَا هُوَ الْمُعْتَادُ وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا يُزْلَقُ بِهِ عَادَةً لَا يَضْمَنُ

اور جب مالک مکان نے روشندان یا کھڑکی بنوانے کے لئے کاریگروں کو مزدوری پر رکھا ہے۔ اس کے بعد کاریگروں کے کام سے فارغ ہونے سے پہلے وہ روشندان یا کھڑکی گر گئی جس کوئی بندہ قتل ہو گیا ہے۔ تو ضمان کاریگروں پر واجب

ہو جائے گا۔ کیونکہ مقتول ان کے عمل سے ہلاک ہونے والا ہے۔ کیونکہ جب تک وہ اس کام سے فارغ نہ ہوں گے اس وقت تک وہ کام مالک مکان کے کھاتے میں شمار نہ کیا جائے گا۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ کاریگروں کا فعل قتل سے بدل چکا ہے۔ حتیٰ کہ ان پر کفارہ بھی واجب ہے۔ اور قتل مستاجر کے عقد میں شامل نہیں ہے۔ پس کاریگروں کا فعل مستاجر کی جانب منتقل نہ ہوگا اور وہ کاریگروں پر انحصار کرنے والا ہوگا۔

اور جب کاریگروں کے کام سے فارغ ہو جانے کے بعد وہ روشندان یا کھڑکی گری ہے تو استحسان کے طور پر مالک مکان پر ضمان واجب ہوگا۔ کیونکہ اب استیجار درست ہے۔ حتیٰ کہ کاریگر اجرت کے حقدار بن چکے ہیں۔ اور ان کا فعل تعمیر اور اصلاح یہ بن چکا ہے۔ پس اب ان کا کام مالک مکان کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ گویا مالک مکان بہ ذات خود یہ کام کرنے والا ہے۔ لہٰذا مالک مکان ہی اس کا ضامن ہو جائے گا۔

اور اسی طرح جب کسی بندے میں راستے میں پانی ڈالا ہے اور اس کے بعد کوئی انسان یا جانور ہلاک ہو گیا ہے اور اسی طرح جب اس نے راستے میں کوئی پانی چھڑکا ہے یا وضو کیا ہے کیونکہ اب وہ گزرنے والوں کو نقصان پہنچانے کے سبب زیادتی کرنے والا ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے جب مالک مکان نے سکہ غیر نافذہ میں اس طرح کیا ہے کہ وہ گلی کے رہنے والوں میں سے ہے یا وہ وہاں پر بیٹھ گیا ہے یا وہ اس نے اپنا سامان رکھا ہے۔ کیونکہ اس گلی میں ہر طرح کرنے کے لئے ہر ایک کو حق حاصل ہے کیونکہ رہائشی ضروریات میں سے ہے۔ جس طرح مشترکہ گھر میں ہوتا ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ ضمان اس وقت واجب ہوگا کہ جب کسی بندے نے اتنا زیادہ پانی چھڑک دیا ہے کہ عام طور پر اس سے پھسلنا پایا جائے۔ مگر جب اس نے اتنا پانی چھڑک دیا ہے کہ جو محدود ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عام طور پر اس سے پھسلنا نہیں پایا جائے گا۔ تو وہ ضامن نہ ہوگا۔

مرور کا جان بوجھ کر پانی والی جگہ سے گزرنے کا بیان

(وَلَوْ تَعَمَّدَ الْمُرُوْرَ فِيْ مَوْضِعِ صَبِّ الْمَاءِ فَسَقَطَ لَا يَضْمَنُ الرَّاشُّ) لِأَنَّهُ صَاحِبُ عِلَّةٍ .وَقِيْلَ : هٰذَا إِذَا رَشَّ بَعْضَ الطَّرِيْقِ لِأَنَّهُ يَجِدُ مَوْضِعًا لِلْمُرُوْرِ لَا أَثَرَ لِلْمَاءِ فِيْهِ، فَإِذَا تَعَمَّدَ الْمُرُوْرَ عَلٰى مَوْضِعِ صَبِّ الْمَاءِ مَعَ عِلْمِهِ بِذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ عَلَى الرَّاشِّ شَيْءٌ، وَإِنْ رَشَّ جَمِيْعَ الطَّرِيْقِ يَضْمَنُ لِأَنَّهُ مُضْطَرٌّ فِي الْمُرُوْرِ ؛ وَكَذٰلِكَ الْحُكْمُ فِي الْخَشَبَةِ الْمَوْضُوْعَةِ فِي الطَّرِيْقِ فِيْ أَخْذِهَا جَمِيْعَهُ أَوْ بَعْضَهُ (وَلَوْ رَشَّ فِنَاءَ حَانُوْتٍ بِإِذْنِ صَاحِبِهِ فَضَمَانُ مَا عَطِبَ عَلَى الْأَمِرِ اسْتِحْسَانًا .

وَإِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا لِيَبْنِيَ لَهُ فِيْ فِنَاءِ حَانُوْتِهِ فَتَعَقَّلَ بِهِ إِنْسَانٌ بَعْدَ فَرَاغِهِ فَمَاتَ يَجِبُ

الضَّمَانُ عَلَى الْأٰمِرِ اسْتِحْسَانًا، وَلَوْ كَانَ اَمَرَهُ بِالْبِنَاءِ فِي وَسَطِ الطَّرِيْقِ فَالضَّمَانُ عَلَى الْاَجِيْرِ) لِفَسَادِ الْاَمْرِ.

فرمایا کہ جب راستے سے گزرنے والا جان بوجھ کو پانی والی جگہ سے گزرا اور گر گیا ہے تو پانی چھڑ کنے والا ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ گزرنے والا خود سبب بنا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب چھڑ کنے والے نے راستے کے بعض حصے پر پانی کو چھڑ کا ہے۔ اس لئے کہ اب گزرنیوالا گزرنے کی جگہ کو پالینے والا ہے۔ اور ایسی جگہ پر پانی کا اثر بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جب پانی گرنے والی جگہ کا پتہ ہونے کے باوجود وہ اسی جگہ سے گزر رہا ہے تو اب چھڑ کنے والے پر کچھ ضمان نہ ہوگا۔

اور جب پانی چھڑ کنے والے نے سارے راستے میں پانی چھڑک دیا ہے تو وہ ضامن ہوگا۔ کیونکہ اب گزرنے والا اسی جگہ سے گزرنے پر مجبور ہے۔ اور راستے میں رکھی ہوئی لکڑی یا راستے کو گھیرنے کے بارے میں اسی طرح حکم ہے۔ اور جب دوکان کی حد میں مالک دوکان کی اجازت سے کسی نے پانی چھڑک دیا ہے تو ہلاک ہونے والی چیز کا ضمان بطور استحسان اس شخص پر ہوگا جس نے پانی چھڑ کنے کا حکم دیا ہے۔

اور جب کسی بندے نے اپنی دوکان کو بنوانے کے لئے مزدوری پر کوئی مزدور لیا ہے۔ اور اس کے بعد مزدور نے کام سے فارغ ہونے سے پہلے کوئی گزرنے والا آدمی پھسل کر مر گیا ہے تو اس صورت میں بطور استحسان حکم دینے والے پر ضمان ہوگا۔ اور جب حکم دینے والے نے راستے کے درمیان میں کوئی چیز بنانے کا حکم دیا تھا تو اب مزدور پر ضامن واجب ہوگا کیونکہ یہ معاملہ فاسد ہو چکا ہے

مسلمانوں کے راستوں میں کنواں کھودنے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ وَضَعَ حَجَرًا فَتَلِفَ بِذٰلِكَ اِنْسَانٌ فَدِيَتُهُ عَلٰى عَاقِلَتِهِ، وَاِنْ تَلِفَتْ بِهِ بَهِيْمَةٌ فَضَمَانُهَا فِي مَالِهِ) لِاَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيْهِ فَيَضْمَنُ مَا يَتَوَلَّدُ مِنْهُ، غَيْرَ اَنَّ الْعَاقِلَةَ تَتَحَمَّلُ النَّفْسَ دُوْنَ الْمَالِ فَكَانَ ضَمَانُ الْبَهِيْمَةِ فِي مَالِهِ وَاِلْقَاءُ التُّرَابِ وَاتِّخَاذُ الطِّيْنِ فِي الطَّرِيْقِ بِمَنْزِلَةِ اِلْقَاءِ الْحَجَرِ وَالْخَشَبَةِ لِمَا ذَكَرْنَا، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَنَسَ الطَّرِيْقَ فَعَطِبَ بِمَوْضِعِ كَنْسِهِ اِنْسَانٌ حَيْثُ لَمْ يَضْمَنْ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِمُتَعَدٍّ فَاِنَّهُ مَا اَحْدَثَ شَيْئًا فِيْهِ اِنَّمَا قَصَدَ دَفْعَ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ، حَتّٰى لَوْ جَمَعَ الْكُنَاسَةَ فِي الطَّرِيْقِ وَتَعَقَّلَ بِهَا اِنْسَانٌ كَانَ ضَامِنًا لِتَعَدِّيْهِ بِشَغْلِهِ (وَلَوْ وَضَعَ حَجَرًا فَنَحَّاهُ غَيْرُهُ عَنْ مَوْضِعِهِ فَعَطِبَ بِهِ اِنْسَانٌ فَالضَّمَانُ عَلَى الَّذِيْ نَحَّاهُ) لِاَنَّ حُكْمَ فِعْلِهِ قَدِ انْتَسَخَ لِفَرَاغِ مَا شَغَلَهُ، وَاِنَّمَا اشْتَغَلَ بِالْفِعْلِ الثَّانِي مَوْضِعٌ آخَرُ،

فرمایا کہ جب کسی شخص نے مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھودا ہے۔ یا اس نے راستے میں پتھر رکھ دیا ہے وہاں

کے بعد اس سے کوئی شخص فوت ہو گیا ہے تو فوت ہونے والے کی دیت اس کی عاقلہ پر واجب ہو جائے گی۔ اور جب کوئی جانور ہلاک ہو گیا ہے تو اس کا ضمان رکھنے والے کے مال سے واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ رکھنے والا زیادتی کرنے والا ہے۔ پس جو چیز اس سے پیدا ہونے والی ہے۔ وہ اس کا ضامن ہو گا۔ کیونکہ عاقلہ جان کا بوجھ اٹھانے والی ہے۔ مال کا بوجھ اٹھانے والی نہیں ہے۔ پس جانور کا ضمان زیادتی کرنے والے کے مال سے ہو گا۔ اور راستے میں مٹی ڈالنا یا کیچڑ ڈالنا یہ بھی لکڑی اور پتھر رکھنے کے حکم میں ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جو ہم نے بیان کر دی ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے۔ جب کسی شخص نے راستے کو صاف کیا ہے۔ اس کے بعد کوئی شخص صاف کی گئی جگہ پر فوت ہو گیا ہے۔ تو صفائی کرنے والا ضامن نہ ہو گا کیونکہ وہ زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس نے راستے میں کوئی نئی چیز نہیں بنائی۔ بلکہ اس نے راستے سے موذی چیز کو دور کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ جب اس نے راستے میں کوڑا کرکٹ اکٹھا کیا ہے اور اس سے پھسل کر کوئی آدمی فوت ہو گیا ہے تو وہ ضامن ہو گا کیونکہ وہ راستے کو مصروف کرنے والا ہے۔ اور زیادتی کرنے والا ہے۔

اور جب کسی بندے نے راستے میں پتھر رکھ دیا ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے اس کو وہاں سے دور کر کے دوسری جگہ پر رکھ دیا ہے۔ اور ایک بندہ اس کے سبب سے ہلاک ہو گیا ہے۔ تو ضمان اس بندے پر واجب ہو گا جس نے پتھر کو دور ہٹایا ہے۔ کیونکہ پہلے پتھر رکھنے والے کا فعل اس کے سبب سے مصروف ہونے والے راستے سے خالی ہونے کی وجہ سے فسخ ہو چکا ہے۔ اور راستہ دوسرے کے فعل کے سبب ہوا ہے اور اسی سے دوسری جگہ مصروف ہوئی ہے۔

راستے میں سیورج لائن بنانے کا بیان

(وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ فِي الْبَالُوعَةِ يَحْفِرُهَا الرَّجُلُ فِي الطَّرِيقِ، فَإِنْ أَمَرَهُ السُّلْطَانُ بِذَلِكَ أَوْ أَجْبَرَهُ عَلَيْهِ لَمْ يَضْمَنْ) لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ حَيْثُ فَعَلَ مَا فَعَلَ بِأَمْرِ مَنْ لَهُ الْوِلَايَةُ فِي حُقُوقِ الْعَامَّةِ (وَإِنْ كَانَ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَهُوَ مُتَعَدٍّ) إمَّا بِالتَّصَرُّفِ فِي حَقِّ غَيْرِهِ أَوْ بِالِافْتِيَاتِ عَلَى رَأْيِ الْإِمَامِ أَوْ هُوَ مُبَاحٌ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ، وَكَذَا الْجَوَابُ عَلَى هَذَا التَّفْصِيلِ فِي جَمِيعِ مَا فُعِلَ فِي طَرِيقِ الْعَامَّةِ مِمَّا ذَكَرْنَاهُ وَغَيْرِهِ لِأَنَّ الْمَعْنَى لَا يَخْتَلِفُ (وَكَذَا إنْ حَفَرَهُ فِي مِلْكِهِ لَا يَضْمَنُ) لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ (وَكَذَا إذَا حَفَرَهُ فِي فِنَاءِ دَارِهِ) لِأَنَّ لَهُ ذَلِكَ لِمَصْلَحَةِ دَارِهِ وَالْفِنَاءُ فِي تَصَرُّفِهِ .وَقِيلَ هَذَا إذَا كَانَ الْفِنَاءُ مَمْلُوكًا لَهُ أَوْ كَانَ لَهُ حَقُّ الْحَفْرِ فِيهِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ، أَمَّا إذَا كَانَ لِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ مُشْتَرَكًا بِأَنْ كَانَ فِي سِكَّةٍ غَيْرِ نَافِذَةٍ فَإِنَّهُ يَضْمَنُهُ لِأَنَّهُ مُسَبِّبٌ مُتَعَدٍّ وَهَذَا صَحِيحٌ .

فرمایا کہ وہ سیورج لائن جس کو آدمی راستے میں بناتا ہے اس کے بارے میں یہ حکم ذکر کیا گیا ہے کہ جب بادشاہ نے

کھودنے والے کو اس کے کھودنے کا حکم دیا ہے یا اس کو اس کام کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔ تو کھودنے والا ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے جو کچھ کیا ہے وہ سب کسی کے حکم میں آ کر کیا ہے۔ جس شخص کو عام حقوق کی ولایت حاصل ہے۔ اور جب اس نے بادشاہ کے حکم سے ایسا نہیں کیا ہے تو وہ دوسرے کے حق میں تصرف کے سبب یا بادشاہ کی رائے سے تقدم کے سبب یا اس شرط کے ساتھ یہ کام سلامتی کی شرط کے مقید تھا۔ اور ہر عام راستے میں کیے جانے والے کام کا یہی حکم ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے کیونکہ ان سب ایک ہے۔

اور جب کسی شخص نے اپنی ملکیت میں کنواں کھودا ہے تب بھی وہ ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے اپنے مکان کے صحن میں کھودا ہے کیونکہ مکان کی درستگی کے لئے اس کو کھودنے کا حق حاصل ہے۔ اور اس کی حدود اس کے تصرف میں ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہوگا کہ جب اس کی حدود کھودنے والے کی ملکیت میں ہوں یا اس کو اس میں کھودنے کا حق حاصل ہو۔ کیونکہ وہ زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔ لیکن جب اس کی حدود مسلمانوں کی ہیں یا وہ مشترکہ ہیں اور وہ اس طرح کہ وہ غیر عام گلی میں ہوں تو کھودنے والا ضامن ہوگا۔ کیونکہ ایسا سبب بنانے والا ہے جس زیادتی کرنے والا ہے اور درست بھی اسی طرح ہے۔

کنوئیں میں گر کر بھوک یا غم سے فوت ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ حَفَرَ فِي الطَّرِيقِ وَمَاتَ الْوَاقِعُ فِيهِ جُوعًا أَوْ غَمًّا لَا ضَمَانَ عَلَى الْحَافِرِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ مَاتَ لِمَعْنًى فِي نَفْسِهِ فَلَا يُضَافُ إِلَى الْحَفْرِ، وَالضَّمَانُ إِنَّمَا يَجِبُ إِذَا مَاتَ مِنَ الْوُقُوعِ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ : إِنْ مَاتَ جُوعًا فَكَذَلِكَ، وَإِنْ مَاتَ غَمًّا فَالْحَافِرُ ضَامِنٌ لَهُ لِأَنَّهُ لَا سَبَبَ لِلْغَمِّ سِوَى الْوُقُوعِ، أَمَّا الْجُوعُ فَلَا يَخْتَصُّ بِالْبِئْرِ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : هُوَ ضَامِنٌ فِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا، لِأَنَّهُ إِنَّمَا حَدَثَ بِسَبَبِ الْوُقُوعِ، إِذْ لَوْلَاهُ لَكَانَ الطَّعَامُ قَرِيبًا مِنْهُ .

اور جب کسی بندے نے راستے میں کنواں کھودا ہے اور اس میں گر کر کوئی شخص بھوک یا دکھ کی وجہ سے فوت ہو گیا ہے۔ تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کھودنے والے پر ضمان نہ ہوگا۔ کیونکہ گرنے والا اپنے ذاتی سبب سے فوت ہونے والا ہے۔ اور ضمان تو اس پر تب واجب ہوتا جب وہ گرنے کے سبب فوت ہوتا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب وہ بھوک کے سبب سے فوت ہوا ہے۔ تب بھی اس کا یہی حکم ہے اور جب وہ غم کی وجہ سے فوت ہوا ہے تو کھودنے والا ضامن ہوگا۔ اور کیونکہ گرنے کے سوا غم کا کوئی دوسرا سبب نہیں ہے۔ جبکہ بھوک

کنوئیں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کھودنے والا تمام احوال میں ضامن بنے گا۔ کیونکہ موت گرنے کے سبب سے لاحق ہونے والی ہے۔ اس لئے کہ جب وہ اس میں نہ گرتا تو کھانا اس کے قریب ہوتا تھا۔

مزدوروں کا مستأجر کے لئے غیر فناء میں کنواں کھودنے کا بیان

قَالَ : (وَاِنْ اسْتَاْجَرَ اُجَرَاءَ فَحَفَرُوهَا لَهُ فِيْ غَيْرِ فِنَائِهِ فَذٰلِكَ عَلَى الْمُسْتَاْجِرِ وَلَا شَيْءَ عَلَى الْاُجَرَاءِ اِنْ لَمْ يَعْلَمُوا اَنَّهَا فِيْ غَيْرِ فِنَائِهِ) لِاَنَّ الْاِجَارَةَ صَحَّتْ ظَاهِرًا اِذَا لَمْ يَعْلَمُوا فَنُقِلَ فِعْلُهُمْ اِلَيْهِ لِاَنَّهُمْ كَانُوا مَغْرُورِيْنَ، فَصَارَ كَمَا اِذَا اَمَرَ آخَرَ بِذَبْحِ هٰذِهِ الشَّاةِ فَذَبَحَهَا ثُمَّ ظَهَرَ اَنَّ الشَّاةَ لِغَيْرِهِ، اِلَّا اَنَّ هُنَاكَ يَضْمَنُ الْمَاْمُوْرُ وَيَرْجِعُ عَلَى الْاٰمِرِ لِاَنَّ الذَّابِحَ مُبَاشِرٌ وَالْاٰمِرُ مُسَبِّبٌ وَالتَّرْجِيْحُ لِلْمُبَاشَرَةِ فَيَضْمَنُ الْمَاْمُوْرُ وَيَرْجِعُ الْمَغْرُوْرُ، وَهُنَا يَجِبُ الضَّمَانُ عَلَى الْمُسْتَاْجِرِ ابْتِدَاءً لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُسَبِّبٌ وَالْاَجِيْرُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ وَالْمُسْتَاْجِرُ مُتَعَدٍّ فَيُرَجَّحُ جَانِبُهُ (وَاِنْ عَلِمُوا ذٰلِكَ فَالضَّمَانُ عَلَى الْاُجَرَاءِ) لِاَنَّهُ لَمْ يَصِحَّ اَمْرُهُ بِمَا لَيْسَ بِمَمْلُوْكٍ لَهُ وَلَا غُرُوْرَ فَبَقِيَ الْفِعْلُ مُضَافًا اِلَيْهِمْ

فرمایا کہ جب کسی بندے نے کچھ مزدوروں کو کام کے لئے مزدوری پر رکھ لیا ہے اور ان مزدوروں نے مستاجر کے لئے غیر حدود میں کنوئیں کو کھود ڈالا ہے۔ تو اس کا ضمان مستاجر پر ہوگا۔ اور مزدوروں پر کچھ واجب نہ ہوگا اور جب ان کو پتہ ہی نہیں ہے کہ یہ کنواں مستاجر کی حدود میں نہیں ہے۔ کیونکہ جب ان کا اس بات کا پتہ چل گیا ہے تو ظاہری اعتبار سے اجارہ درست ہو جائے گا۔ پس ان کا فعل مستاجر کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ مستاجر کی جانب سے دھوکہ کھانے والے ہیں۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے دوسرے کی بکری کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور مامور نے اس کی بکری ذبح کر ڈالی ہے۔ اس کے بعد اس کو پتہ چلا کہ یہ بکری حاکم دینے والے کی نہیں تھی۔ بلکہ کسی دوسرے کی تھی۔ لیکن یہاں پر مامور ضامن بن جائے گا۔ اور اس کے بعد وہ حکم چلانے سے رجوع کرے گا۔ اس لئے مباشر یعنی اصل فعل ذبح کرنے والے کا ہے۔ اور حکم دینے والا مسبب ہے۔ اور ترجیح مباشرت کو حاصل ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

پس جس نے ذبح کیا ہے وہ ضامن ہوگا۔ مگر حکم دینے والے کی جانب سے دھوکہ کے سبب رجوع کیا جائے گا۔ اور یہاں پر ابتدائی طور پر مستاجر پر ضمان واجب ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک مسبب ہے۔ اور اجیر متعدی نہیں ہے۔ بلکہ متعدی تو مستاجر ہے پس اس کی جانب کو ترجیح دی جائے گی۔ اور جب مزدوروں کا اس بات کا پتہ چلا تو ان پر بھی ضمان واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ جو چیز مستاجر کی ملکیت میں نہیں ہے۔ اس کے بارے میں اس کا حکم دینا درست نہ ہوگا۔ اور یہ دھوکہ بھی نہیں ہے۔ پس ان کا فعل انہی کی جانب مضاف ہو جائے گا۔

مستاجر کے اقرار جگہ کے باوجود حق تصرف سے انکار کرنے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ لَهُمْ : هٰذَا فِنَائِي) وَلَيْسَ لِي فِيهِ حَقُّ الْحَفْرِ فَحَفَرُوا وَمَاتَ فِيهِ إِنْسَانٌ فَالضَّمَانُ عَلَى الْأُجَرَاءِ قِيَاسًا (لِأَنَّهُمْ عَلِمُوا بِفَسَادِ الْأَمْرِ فَمَا غَرَّهُمْ) وَفِي الِاسْتِحْسَانِ الضَّمَانُ عَلَى الْمُسْتَأْجِرِ (لِأَنَّ كَوْنَهُ فِنَاءً لَهُ بِمَنْزِلَةِ كَوْنِهِ مَمْلُوكًا لَهُ لِانْطِلَاقِ يَدِهِ فِي التَّصَرُّفِ فِيهِ مِنْ إِلْقَاءِ الطِّينِ وَالْحَطَبِ وَرَبْطِ الدَّابَّةِ وَالرُّكُوبِ وَبِنَاءِ الدُّكَّانِ فَكَانَ الْأَمْرُ بِالْحَفْرِ فِي مِلْكِهِ ظَاهِرًا بِالنَّظَرِ إِلَى مَا ذَكَرْنَا فَكَفَى ذٰلِكَ لِنَقْلِ الْفِعْلِ إِلَيْهِ .

قَالَ) : وَمَنْ جَعَلَ قَنْطَرَةً بِغَيْرِ إِذْنِ الْإِمَامِ فَتَعَمَّدَ رَجُلٌ الْمُرُورَ عَلَيْهَا فَعَطِبَ فَلَا ضَمَانَ عَلَى الَّذِي عَمِلَ الْقَنْطَرَةَ، وَكَذٰلِكَ (إِذَا وَضَعَ خَشَبَةً فِي الطَّرِيقِ فَتَعَمَّدَ رَجُلٌ الْمُرُورَ عَلَيْهَا) لِأَنَّ الْأَوَّلَ تَعَدٍّ هُوَ تَسْبِيبٌ، وَالثَّانِي تَعَدٍّ هُوَ مُبَاشَرَةٌ فَكَانَتِ الْإِضَافَةُ إِلَى الْمُبَاشِرِ أَوْلَى، وَلِأَنَّ تَخَلُّلَ فِعْلِ فَاعِلٍ مُخْتَارٍ يَقْطَعُ النِّسْبَةَ كَمَا فِي الْحَافِرِ مَعَ الْمُلْقِي

اور جب مستاجر نے مزدوروں سے یہ کہا ہے کہ یہ میری حدود ہیں لیکن مجھے ان میں کنواں کھودنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے اس کے اندر کنواں کھود دیا ہے۔ اور اس میں کوئی شخص گر فوت ہو گیا ہے تو قیاس کے مطابق ان مزدوروں پر ضمان واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ فساد حکم سے وہی واقف ہیں۔ پس مستاجر نے ان کو کوئی دھوکہ نہیں دیا ہے۔

اور دلیل استحسان کے مطابق یہاں ضمان مستاجر پر واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ اس زمین کی حدود کا مستاجر کے لئے ہونا یہ ملکیت مستاجر کے حکم میں ہے۔ کیونکہ اس زمین میں مٹی ڈالنے، ایندھن رکھنے، جانوروں کو باندھنے، سوار ہونے اور چبوترہ وغیرہ بنانے میں مستاجر کا قبضہ ثابت ہے۔ پس ہماری بیان کردہ چیزوں میں تفکر کرنے کے سبب کنوئیں کو کھودنے کا معاملہ ظاہری اعتبار سے مستاجر کی ملکیت میں ہوگا۔ اور اس فعل کو مستاجر کی جانب منتقل کرنے کے لئے اتنی ہی دلیل کافی ہے۔

اور جب کسی شخص نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر پل بنا دیا ہے اور کوئی شخص بطور عمد اس کے اوپر سے گزرا ہے اور وہ ہلاک ہو گیا ہے تو پل کو بنانے والے پر کچھ ضمان واجب نہ ہوگا۔

اور اسی طرح جب کسی بندے نے راستے میں لکڑی رکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد کوئی بندہ جان بوجھ کر وہاں سے گزرا ہے۔ تو اب پہلی ایسی زیادتی ہے جو سبب بننے والی ہے اور دوسری ایسی زیادتی ہے جو مباشرت ہے پس مباشر کی جانب اضافت کرنا بہتر ہے کیونکہ فاعل مختار کے عمل کا خلل انداز ہونا یہ تعلق کو توڑنے والا ہے۔ جس طرح کھودنے والے کے ساتھ مکمل گرنے والا ہوا کرتا ہے۔

راستے سے اٹھائی ہوئی چیز کے گرنے کے سبب ہلاکت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَمَلَ شَيْئًا فِي الطَّرِيقِ فَسَقَطَ عَلَى إِنْسَانٍ فَعَطِبَ بِهِ إِنْسَانٌ فَهُوَ ضَامِنٌ، وَكَذَا إِذَا سَقَطَ فَتَعَثَّرَ بِهِ إِنْسَانٌ وَإِنْ كَانَ رِدَاءً قَدْ لَبِسَهُ فَسَقَطَ عَنْهُ فَعَطِبَ بِهِ إِنْسَانٌ لَمْ يَضْمَنْ) وَهٰذَا اللَّفْظُ يَشْمَلُ الْوَجْهَيْنِ، وَالْفَرْقُ أَنَّ حَامِلَ الشَّيْءِ قَاصِدٌ حِفْظَهُ فَلَا حَرَجَ فِي التَّقْيِيدِ بِوَصْفِ السَّلَامَةِ، وَاللَّابِسُ لَا يَقْصِدُ حِفْظَ مَا يَلْبَسُهُ فَيَحْرُجُ بِالتَّقْيِيدِ بِمَا ذَكَرْنَا فَجَعَلْنَاهُ مُبَاحًا مُطْلَقًا.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ إِذَا لَبِسَ مَا لَا يَلْبَسُهُ عَادَةً فَهُوَ كَالْحَامِلِ لِأَنَّ الْحَاجَةَ لَا تَدْعُو إِلَى لُبْسِهِ.

فرمایا کہ جب کسی بندے نے راستے سے کسی چیز کو اٹھایا ہے اور وہ چیز کسی آدمی پر گرگئی ہے جس وہ ہلاک ہوگیا ہے۔ تو اٹھانے والا ضامن ہوگا۔ اور اسی طرح جب وہ چیز گری ہے اور کوئی بندہ اس سے پھسل گیا ہے اور اگر وہ چادر ہے جس کو کوئی اوڑھنے والا تھا اور اس کے بعد وہ چادر گری اور اس سے پھسل کر کوئی آدمی فوت ہوگیا ہے تو اوڑھنے والا ضامن نہ ہوگا۔ یہ لفظ دونوں احوال کو شامل ہے۔ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ کسی چیز کو اٹھانے والا اس کی حفاظت کا ارادہ کرنے والا ہے۔ پس اس کو سلامتی کی حالت کے مقید کرنے میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔ جبکہ پہننے والا اس پہنی ہوئی چیز کا ارادہ کرنے والا نہیں ہے۔ پس ہمارے بیان کردہ وصف کے ساتھ اس کو مقید کرنے کی حالت میں حرج لازم آئے گا۔ پس اسی سبب سے ہم نے اس کو مطلق طور مباح قرار دے دیا ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب پہننے والے نے کوئی ایسی چیز پہنی ہوئی ہے جو عام طور پر نہیں پہنی جاتی تو وہ اٹھانے والے کی طرح ہوگا۔ کیونکہ ضرورت اس کے پہننے کی جانب بلانے والی نہیں ہے۔

مسجد میں لٹکائی گئی قندیل کے سبب ہلاکت ہوجانے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ لِلْعَشِيرَةِ فَعَلَّقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فِيهِ قِنْدِيلًا أَوْ جَعَلَ فِيهِ بَوَارِيَ أَوْ حَصَاةً فَعَطِبَ بِهِ رَجُلٌ لَمْ يَضْمَنْ، وَإِنْ كَانَ الَّذِي فَعَلَ ذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ الْعَشِيرَةِ ضَمِنَ) قَالُوا: هٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: لَا يَضْمَنُ فِي الْوَجْهَيْنِ جَمِيعًا، لِأَنَّ هٰذِهِ مِنَ الْقُرَبِ وَكُلُّ أَحَدٍ مَأْذُونٌ فِي إِقَامَتِهَا فَلَا يَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ، كَمَا إِذَا فَعَلَهُ بِإِذْنِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْمَسْجِدِ.

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ الْفَرْقُ أَنَّ التَّدْبِيرَ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَسْجِدِ لِأَهْلِهِ دُونَ غَيْرِهِمْ كَنَصْبِ الْإِمَامِ وَاخْتِيَارِ الْمُتَوَلِّي وَفَتْحِ بَابِهِ وَإِغْلَاقِهِ وَتَكْرَارِ الْجَمَاعَةِ إِذَا سَبَقَهُمْ بِهَا غَيْرُ أَهْلِهِ فَكَانَ فِعْلُهُمْ مُبَاحًا مُطْلَقًا غَيْرَ مُقَيَّدٍ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ وَفِعْلُ غَيْرِهِمْ تَعَدِّيًا أَوْ مُبَاحًا مُقَيَّدًا بِشَرْطِ السَّلَامَةِ، وَقَصْدُ الْقُرْبَةِ لَا يُنَافِي الْغَرَامَةَ إِذَا أَخْطَأَ الطَّرِيقَ كَمَا إِذَا تَفَرَّدَ بِالشَّهَادَةِ عَلَى الزِّنَا وَالطَّرِيقُ

فِيمَا نَحْنُ فِيهِ الْإِسْتِئْذَانُ مِنْ أَهْلِهِ ۔

فرمایا کہ جب کوئی مسجد کسی قوم کی ہے اور ان میں سے ایک بندے نے مسجد میں قندیل کو لٹکا دیا ہے یا اس کے اندر بورے رکھ دیئے ہیں۔ یا پھر اس نے کنکری ڈال دی ہے۔ اور اس کے سبب سے کوئی بندہ ہلاک ہو گیا ہے تو جس بندے نے یہ کام کیا ہے وہ اس کا ضامن نہ ہوگا۔ اور جب یہ کام اس قوم کے سوا کسی دوسرے نے کیا ہے تو وہ ضامن بن جائے گا۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ حکم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں وہ ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ کام نیکیوں میں سے ہیں۔ اور نیکی کرنے کی اجازت ہر آدمی کے لئے عام ہے۔ پس اس کو سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید نہ کیا جائے گا۔ جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب کام کرنے والے نے مسجد والوں کی اجازت کے ساتھ یہ کام کیا ہو۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مسجد کے کاموں کے بارے میں انتظام کرنا یہ مسجد والوں کا کام ہے۔ اس کے سوا کسی کا کام نہیں ہے۔ جس طرح امام کا تقرر ہے، متولی کا انتخاب ہے۔ مسجد کا دروازہ کھولنا اور اس کو بند کرنا ہے اور دوبارہ جماعت کرانا ہے جب اہل محلہ سے پہلے جماعت ادا کرلی ہے۔ تو ان کام مطلق طور پر مباح ہے۔ اور وہ سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید بھی نہیں ہے۔ جبکہ ان کے سوا جب کسی نے ایسا کام کیا ہے تو یہ زیادتی میں شمار ہوگا۔ یا پھر اس قسم کا مباح بنے گا جس کو سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ اور عبادات کا ارادہ یہ جرمانے کے منافی نہیں ہے۔ جب وہ طریقہ بھول جاتا ہے جس طرح کوئی شخص زنا کی گواہی میں اکیلا ہے اور جس مسئلہ کے بارے میں ہم بیان کر رہے ہیں اس کا طریقہ اہل مسجد سے اجازت طلب کرنا ہے۔

مسجد کمیٹی کے فرد سے ٹکرا کر کسی شخص کی ہلاکت کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ جَلَسَ فِيهِ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَعَطِبَ بِهِ رَجُلٌ لَمْ يَضْمَنْ إِنْ كَانَ فِي الصَّلَاةِ، وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ ضَمِنَ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : لَا يَضْمَنُ عَلَى كُلِّ حَالٍ ۔

وَلَوْ كَانَ جَالِسًا لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ لِلتَّعْلِيمِ أَوْ لِلصَّلَاةِ أَوْ نَامَ فِيهِ فِي أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ أَوْ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ أَوْ مَرَّ فِيهِ مَارًّا أَوْ قَعَدَ فِيهِ لِحَدِيثٍ فَهُوَ عَلَى هٰذَا الِاخْتِلَافِ، وَأَمَّا الْمُعْتَكِفُ فَقَدْ قِيلَ عَلَى هٰذَا الِاخْتِلَافِ، وَقِيلَ لَا يَضْمَنُ بِالِاتِّفَاقِ ۔

لَهُمَا أَنَّ الْمَسْجِدَ إِنَّمَا بُنِيَ لِلصَّلَاةِ وَالذِّكْرِ وَلَا يُمْكِنُهُ أَدَاءُ الصَّلَاةِ بِالْجَمَاعَةِ إِلَّا بِانْتِظَارِهَا فَكَانَ الْجُلُوسُ فِيهِ مُبَاحًا لِأَنَّهُ مِنْ ضَرُورَاتِ الصَّلَاةِ، أَوْ لِأَنَّ الْمُنْتَظِرَ لِلصَّلَاةِ فِي الصَّلَاةِ حُكْمًا بِالْحَدِيثِ فَلَا يَضْمَنُ كَمَا إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ ۔

وَلَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ إِنَّمَا بُنِيَ لِلصَّلَاةِ، وَهٰذِهِ الْأَشْيَاءُ مُلْحَقَةٌ بِهَا فَلَا بُدَّ مِنْ إِظْهَارِ التَّفَاوُتِ فَجَعَلْنَا الْجُلُوسَ لِلْأَصْلِ مُبَاحًا مُطْلَقًا وَالْجُلُوسَ لِمَا يُلْحَقُ بِهِ مُبَاحًا مُقَيَّدًا بِشَرْطِ السَّلَامَةِ

وَلَا غَرْوَ اَنْ يَكُوْنَ الْفِعْلُ مُبَاحًا اَوْ مَنْدُوبًا اِلَيْهِ وَهُوَ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ كَالرَّمْيِ اِلَى الْكَافِرِ اَوْ اِلَى الصَّيْدِ وَالْمَشْيِ فِي الطَّرِيْقِ وَالْمَشْيِ فِي الْمَسْجِدِ اِذَا وَطِءَ غَيْرَهُ وَالنَّوْمِ فِيْهِ اِذَا انْقَلَبَ عَلٰى غَيْرِهِ؛

اور جب مسجد کمیٹی کا کوئی فرد مسجد میں بیٹھا ہے اور اس سے لگ کر کوئی شخص ہلاک ہو گیا ہے تو وہ بیٹھنے والا آدمی اگر نماز میں ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر وہ نماز میں نہیں ہے تو وہ ضامن ہوگا۔ اور یہ حکم حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے ہر حالت میں ضامن بنے گا۔ اور جب وہ شخص قرآن کی تلاوت کے لئے بیٹھا ہوا ہے یا تعلیم کی خاطر بیٹھا ہوا ہے۔ یا نماز کے لئے بیٹھا ہے یا وہ نماز کے دوران مسجد میں سو گیا ہے یا وہ نماز کے سوا سو گیا ہے یا مسجد سے کوئی شخص گزر رہا ہے یا وہ گفتگو کے لئے مسجد میں بیٹھا ہوا ہے۔ تو وہ اسی اختلاف کے مطابق ہے۔ اور اعتکاف کرنے والے کے بارے میں بھی کہا گیا ہے کہ وہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اعتکاف والا بہ اتفاق ضامن نہ ہوگا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مسجد نماز اور ذکر کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور نمازی کے لئے باجماعت نماز کو ادا کرنا یا انتظار کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پس اس کے لئے مسجد میں بیٹھ جانا مباح ہے۔ کیونکہ اس کا یہ بیٹھنا نماز کی ضرورت میں سے ہے۔ کیونکہ حدیث کے حکم کے مطابق نماز کا انتظار کرنے والا بھی نماز میں ہوا کرتا ہے۔ پس انتظار کرنے والا ضامن نہ ہوگا۔ جس طرح کہ جب وہ نماز میں ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ مسجد نماز کے لئے بنائی جاتی ہے۔ اور یہ چیزیں نماز کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ پس فرق کو ظاہر کرنا لازم ہوگا۔ پس اصل کے اعتبار سے بیٹھنے کو ہم نے مطلق طور پر مباح قرار دیا ہے۔ اور جو معاملات اصل کے ساتھ لاحق ہیں۔ ان کے لئے بیٹھنے میں ہم اباحت کو سلامتی کے وصف کے مقید کیا ہے۔ اور اس میں کوئی حیران کن معاملہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں فعل مباح اور مندوب ہونے کے ساتھ ساتھ شرط سلامتی کے ساتھ مقید ہے۔ جس طرح کافر یا شکار کی جانب تیر چلانا ہے۔ اور راستوں میں چلنا ہے۔ اور مسجد میں چلنا جب کسی دوسرے کو روند ڈالے اور مسجد میں سونا ہے کہ جب وہ کسی دوسرے پر پلٹ جائے۔

غیر قوم سے مسجد میں بیٹھنے والے کے سبب ہلاکت کا بیان

(وَاِنْ جَلَسَ رَجُلٌ مِنْ غَيْرِ الْعَشِيْرَةِ فِيْهِ لِلصَّلَاةِ فَتَعَقَّلَ بِهِ اِنْسَانٌ يَنْبَغِي اَنْ لَا يَضْمَنَ) لِاَنَّ الْمَسْجِدَ بُنِيَ لِلصَّلَاةِ وَاَمْرُ الصَّلَاةِ بِالْجَمَاعَةِ اِنْ كَانَ مُفَوَّضًا اِلَى اَهْلِ الْمَسْجِدِ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يُصَلِّيَ فِيْهِ وَحْدَهُ .

اور جب مسجد میں اہل قوم کے سوا کوئی اور شخص مسجد میں نماز میں بیٹھا ہے اور اس سے کوئی شخص پھسل جائے تو مناسب یہی ہے کہ وہ ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ مسجد نماز کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور نماز اور جماعت کا معاملہ اگرچہ اہل مسجد کے حوالے ہوتا ہے مگر مسلمانوں میں سے ہر شخص کو تنہا مسجد میں نماز پڑھنے کا حق بھی حاصل ہے۔

فَصْلٌ فِی الْحَائِطِ الْمَائِلِ

﴿یہ فصل جھکی ہوئی دیوار کے بیان میں ہے﴾

فصل حائط مائل کی فقہی کی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے جھکی ہوئی دیوار کے سبب نقصان خواہ وہ جانی ہو یا مالی سے متعلق احکام کو ذریعہ بننے والے احکام سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور کیونکہ اس کے لئے ایک الگ فصل مناسب تھی۔ پس اس مناسبت کے سبب جدا فصل میں اس کو بیان کر دیا ہے۔ اور یہ بھی اپنی فقہی مطابقت کے موافق ہے۔

دیوار کے سبب ہلاکت مال و جان کا ضمان مالک دیوار پر ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا مَالَ الْحَائِطُ إِلَى طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ فَطُولِبَ صَاحِبُهُ بِنَقْضِهِ وَأُشْهِدَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَنْقُضْهُ فِي مُدَّةٍ يَقْدِرُ عَلَى نَقْضِهِ حَتَّى سَقَطَ ضَمِنَ مَا تَلِفَ بِهِ مِنْ نَفْسٍ أَوْ مَالٍ) وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَضْمَنَ لِأَنَّهُ لَا صُنْعَ مِنْهُ مُبَاشَرَةً، وَالْمُبَاشَرَةُ شَرْطٌ هُوَ مُتَعَدٍّ فِيهِ، لِأَنَّ أَصْلَ الْبِنَاءِ كَانَ فِي مِلْكِهِ، وَالْمَيَلَانُ وَشَغْلُ الْهَوَاءِ لَيْسَ مِنْ فِعْلِهِ فَصَارَ كَمَا قَبْلَ الْإِشْهَادِ.

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْحَائِطَ لَمَّا مَالَ إِلَى الطَّرِيقِ فَقَدْ اشْتَغَلَ هَوَاءُ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ بِمِلْكِهِ وَرَفْعُهُ فِي يَدِهِ، فَإِذَا تَقَدَّمَ إِلَيْهِ وَطُولِبَ بِتَفْرِيغِهِ يَجِبُ عَلَيْهِ فَإِذَا امْتَنَعَ صَارَ مُتَعَدِّيًا بِمَنْزِلَةِ مَا لَوْ وَقَعَ ثَوْبُ إِنْسَانٍ فِي حِجْرِهِ يَصِيرُ مُتَعَدِّيًا بِالِامْتِنَاعِ عَنْ التَّسْلِيمِ إِذَا طُولِبَ بِهِ كَذَا هَذَا، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْإِشْهَادِ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ هَلَاكِ الثَّوْبِ قَبْلَ الطَّلَبِ، وَلِأَنَّا لَوْ لَمْ نُوجِبْ عَلَيْهِ الضَّمَانَ يَمْتَنِعُ عَنْ التَّفْرِيغِ فَيَنْقَطِعُ الْمَارَّةُ حَذَرًا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَيَتَضَرَّرُونَ بِهِ، وَدَفْعُ الضَّرَرِ الْعَامِّ مِنْ الْوَاجِبِ وَلَهُ تَعَلُّقٌ بِالْحَائِطِ فَيَتَعَيَّنُ لِدَفْعِ هَذَا الضَّرَرِ، وَكَمْ مِنْ ضَرَرٍ خَاصٍّ يُتَحَمَّلُ لِدَفْعِ الْعَامِّ مِنْهُ، ثُمَّ فِيمَا تَلِفَ بِهِ مِنْ النُّفُوسِ تَجِبُ الدِّيَةُ وَتَتَحَمَّلُهَا الْعَاقِلَةُ، لِأَنَّهُ فِي كَوْنِهِ جِنَايَةً دُونَ الْخَطَأِ فَيَسْتَحِقُّ فِيهِ التَّخْفِيفُ بِالطَّرِيقِ الْأَوْلَى كَيْ لَا يُؤَدِّيَ إِلَى اسْتِئْصَالِهِ وَالْإِجْحَافِ بِهِ، وَمَا تَلِفَ بِهِ مِنْ الْأَمْوَالِ كَالدَّوَابِّ وَالْعُرُوضِ يَجِبُ ضَمَانُهَا فِي مَالِهِ، لِأَنَّ

الْعَوَاقِلَ لَا تَعْقِلُ الْمَالَ وَالشَّرْطُ التَّقَدُّمُ إِلَيْهِ وَطَلَبُ النَّقْضِ مِنْهُ دُوْنَ الْإِشْهَادِ. وَإِنَّمَا ذَكَرَ الْإِشْهَادَ لِيَتَمَكَّنَ مِنْ إِثْبَاتِهِ عِنْدَ إِنْكَارِهِ فَكَانَ مِنْ بَابِ الْاِحْتِيَاطِ. وَصُورَةُ الْإِشْهَادِ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ: اشْهَدُوْا أَنِّي قَدْ تَقَدَّمْتُ إِلَى هٰذَا الرَّجُلِ فِي هَدْمِ حَائِطِهِ هٰذَا، وَلَا يَصِحُّ الْإِشْهَادُ قَبْلَ أَنْ يَهِيَ الْحَائِطُ لِانْعِدَامِ التَّعَدِّي.

فرمایا کہ جب دیوار مسلمانوں کے راستے کی جانب جھکی ہوئی ہے اور مالک دیوار سے اس کو توڑنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور اس پر گواہ بھی بنا لیے گئے ہیں۔ مگر اس نے اتنے عرصے میں اس کو توڑا نہیں ہے کہ جس میں وہ اس کو توڑنے کی قدرت رکھنے والا ہے۔ حتیٰ کہ وہ دیوار گر گئی ہے تو اس کے گرنے کے سبب جس قدر مال و جان کا نقصان ہوا ہے اس کا ضمان مالک دیوار پر ہوگا۔

جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ضامن نہ بنے گا۔ کیونکہ مالک دیوار کی جانب سے کوئی فعل مباشرت اور نہ ہی شرط مباشرت کے ساتھ پایا گیا ہے جس کے سبب وہ زیادتی کرنے والا بنے۔ کیونکہ اصل بناء یہ مالک کی ملکیت میں داخل ہے۔ جبکہ دیوار کا جھک جانا اور فضا کو گھیر لینا یہ مالک کا فعل نہیں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح شہادت سے پہلے کا حکم ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ جب دیوار راستے کی جانب جھک گئی ہے تو مسلمانوں کے راستے کی فضاء کو گھیر کر وہ اس کی ملکیت کے ساتھ مصروف ہوئی ہے۔ اور اس کو دور کرنا مالک دیوار کے اختیار میں تھا۔ اور اس سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ وہ اس دیوار کو توڑ دے اور اس سے خالی کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ تو اس پر واجب تھا کہ وہ اس کو خالی کر دیتا۔ مگر جب اس نے خالی نہیں کیا ہے تو وہ زیادتی کرنے والا ہے۔ جس طرح جب کسی شخص کی گود میں کپڑا گر گیا ہے تو وہ سپرد کرنے سے روکنے کے سبب زیادتی کرنے والا ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ حوالے کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔ اور یہ اسی طرح ہے۔ جبکہ اشہاد سے قبل والا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مطالبہ کرنے سے پہلے ہلاک ہونے کے حکم میں ہے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب ہم اس پر ضمان واجب نہ کریں گے۔ تو وہ خالی کرانے سے باز رہے گا۔ اور گزرنے والے اپنی جانوں کے ڈر کے سبب وہاں جانا چھوڑ دیں گے۔ اور ان نقصان پہنچے گا۔ اور عام نقصانات کو دور کرنا یہ واجب احکام میں سے ہے۔ جبکہ مالک دیوار کا دیوار سے تعلق ہے۔ پس اس نقصان کو دور کرنے کے لئے اسی معین کر دیا جائے گا۔ اور بہت سارے ایسے خاص نقصانات ہیں جن کو اس لئے برداشت کر لیا جاتا ہے تا کہ عام نقصانات سے بچا جائے۔

اور دیوار کے سبب ہلاک ہونے والی جانوں کی دیت واجب ہے۔ اور یہ دیت عاقلہ پر واجب ہوگی۔ کیونکہ یہ جنایت ہونے میں خطاء سے کم ہے۔ پس مالک دیوار اس جنایت میں بدرجہ اولیٰ آسانی کا حقدار ہوگا۔ تا کہ وہ اس کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ اور وہ اس کو پریشان کرنے کا سبب نہ بنے۔ اور اس دیوار کی وجہ سے جو مال ہلاک ہوئے ہیں جس طرح جانور اور سامان ہے تو ان کا ضمان دیوار کے مالک کے مال سے اس پر واجب ہوگا۔ کیونکہ عاقلہ مال کی دیت ادا کرنے والے نہیں ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور دیوار کے مالک سے پہلے کہنا اور دیوار کو توڑنے کا مطالبہ کرنا یہ شرط ہے جبکہ اشہاد شرط نہیں ہے۔ اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جو اشہاد کا لفظ ذکر کیا ہے وہ اس لئے ہے کہ مالک دیوار کے انکاری ہونے کے وقت حکم دینے والا اس کو ثابت کرنے پر قدرت رکھنے

والا ہو جائے۔ پس یہ گواہی احتیاط کے پیش نظر ہے۔ اور اشہاد کا طریقہ یہ ہے کہ آمر اس طرح کہے گا کہ تم لوگ اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ میں نے دیوار کو توڑنے کے بارے میں پہلے کہہ دیا ہے۔ اور یہ شہادت دیوار کے گرنے سے پہلے درست نہ ہوگی۔ کیونکہ اس وقت زیادتی نہیں پائی گئی۔

جھکی ہوئی دیوار بنانے کے سبب وجوب ضمان کا بیان

قَالَ : (وَلَوْ بَنَى الْحَائِطَ مَائِلًا فِي الِابْتِدَاءِ قَالُوْا : يَضْمَنُ مَا تَلِفَ بِسُقُوطِهِ مِنْ غَيْرِ إِشْهَادٍ) لِأَنَّ الْبِنَاءَ تَعَدٍّ ابْتِدَاءً كَمَا فِي إِشْرَاعِ الْجَنَاحِ.

قَالَ : (وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ عَلَى التَّقَدُّمِ) لِأَنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِشَهَادَةٍ عَلَى الْقَتْلِ، وَشَرَطَ التَّرْكَ فِي مُدَّةٍ يَقْدِرُ عَلَى نَقْضِهِ فِيهَا لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ إِمْكَانِ النَّقْضِ لِيَصِيرَ بِتَرْكِهِ جَانِيًا، وَيَسْتَوِي أَنْ يُطَالِبَهُ بِنَقْضِهِ مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّيٌّ، لِأَنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ شُرَكَاءُ فِي الْمُرُورِ فَيَصِحُّ التَّقَدُّمُ إِلَيْهِ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ رَجُلًا كَانَ أَوِ امْرَأَةً حُرًّا كَانَ أَوْ مُكَاتَبًا، وَيَصِحُّ التَّقَدُّمُ إِلَيْهِ عِنْدَ السُّلْطَانِ وَغَيْرِهِ لِأَنَّهُ مُطَالَبَةٌ بِالتَّفْرِيغِ فَيَتَفَرَّدُ كُلُّ صَاحِبِ حَقٍّ بِهِ.

اور جب کسی بندے نے شروع سے کوئی جھکی ہوئی دیوار بنائی ہے تو مشائخ فقہاء کا قول یہ ہے کہ اس کے گر جانے کی وجہ سے جو چیز ہلاک ہوگی تو بغیر کسی گواہی کے مالک دیوار اس کا ضامن بن جائے گا۔ کیونکہ دیوار کی بناء میں شروع سے زیادتی ہے۔ جس طرح روشندان نکالنے میں ہوتی ہے۔

فرمایا کہ پہلے ہی اطلاع پر دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ شہادت قتل نہیں ہے۔ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی مدت چھوڑنے کی شرط لگائی ہے۔ جس میں دیوار کا مالک اس کو توڑنے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ کیونکہ توڑنا اس کے لئے ممکن ہونا چاہیے۔ تاکہ وہ نقض کو چھوڑنے کے سبب وہ جانی بن جائے۔ اور مسلمان اس سے دیوار کو توڑنے کا مطالبہ کرے۔ یا کوئی ذمی کرے یہ برابر ہے۔ کیونکہ گزرنے میں سب لوگ برابر ہیں۔ پس ان میں سے ہر ایک کی جانب سے مالک کو دیوار کو پہلے بتانا درست ہے۔ اگرچہ وہ مرد ہو یا عورت ہو یا آزاد ہو یا مکاتب ہو۔ اس کا تقدم بادشاہ اور غیر بادشاہ دونوں کے لئے درست ہے۔ کیونکہ فراغت کا مطالبہ ہے۔ پس ہر حقدار اس میں اکیلا ہوگا۔

مکان کی جانب جھکی دیوار کو گرانے کا مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ مَالَ إِلَى دَارِ رَجُلٍ فَالْمُطَالَبَةُ إِلَى مَالِكِ الدَّارِ خَاصَّةً) لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ عَلَى الْخُصُوصِ، وَإِنْ كَانَ فِيهَا سُكَّانٌ لَهُمْ أَنْ يُطَالِبُوهُ لِأَنَّ لَهُمُ الْمُطَالَبَةَ بِإِزَالَةِ مَا شَغَلَ الدَّارَ فَكَذَا بِإِزَالَةِ مَا شَغَلَ هَوَاءَهَا، وَلَوْ أَجَّلَهُ صَاحِبُ الدَّارِ أَوْ أَبْرَأَهُ مِنْهَا أَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ سَاكِنُوهَا فَذٰلِكَ جَائِزٌ، وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِيمَا تَلِفَ بِالْحَائِطِ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمْ، بِخِلَافِ مَا إِذَا مَالَ إِلَى

الطَّرِيْقِ فَاَجَّلَهُ الْقَاضِىُ اَوْ مَنْ اَشْهَدَ عَلَيْهِ حَيْثُ لَا يَصِحُّ، لِاَنَّ الْحَقَّ لِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَيْسَ اِلَيْهِمَا اِبْطَالُ حَقِّهِمْ ۔

اور جب کسی بندے کے مکان کی جانب کوئی دیوار جھکی ہوئی ہے تو مالک مکان کے لئے خاص حق ہوگا کہ وہ اس کو گرانے کا مطالبہ کرے۔ اور جب اس مکان میں بہت سارے لوگ رہنے والے ہیں تو ان سب کے لئے اس سے مطالبہ کرنے کا حق ہوگا۔ کیونکہ ان کو اس چیز کا حل نکالنے کے مطالبے کا حق ہے۔ جو گھر کو مصروف کردے۔ پس اس چیز کے ازالہ کا حق بھی ان کے لئے ثابت ہوگا۔ جس نے گھر کی فضاء کو مصروف کر رکھا ہے۔

اور جب مالک مکان نے دیوار والے کو مہلت دے دی ہے یا اس کو جنایت سے بری کردیا ہے یا گھر کے رہنے والوں نے اس طرح کیا ہے تو وہ جائز ہے۔ اور دیوار سے ضائع ہونے والی شئے میں دیوار والے پر ضمان نہ ہوگا کیونکہ یہ رہنے والوں کا حق ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب دیوار راستے کی جانب جھکی ہوئی ہے۔ اور قاضی نے دیوار کے مالک کو مہلت دے رکھی ہے۔ یا جس مالک دیوار پر گواہی دی ہے۔ اس نے مہلت دی ہوئی ہے تو یہ مہلت دینا درست نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ مسلمانوں کا اجماعی حق ہے اور ان دونوں کے لئے اس حق کو باطل کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

مالک مکان پر اشہاد کے بعد اس کو بیچ دینے کا بیان

وَلَوْ بَاعَ الدَّارَ بَعْدَمَا اَشْهَدَ عَلَيْهِ وَقَبَضَهَا الْمُشْتَرِى بَرِءَ مِنْ ضَمَانِهِ لِاَنَّ الْجِنَايَةَ بِتَرْكِ الْهَدْمِ مَعَ تَمَكُّنِهِ وَقَدْ زَالَ تَمَكُّنُهُ بِالْبَيْعِ، بِخِلَافِ اِشْرَاعِ الْجَنَاحِ لِاَنَّهُ كَانَ جَانِيًا بِالْوَضْعِ وَلَمْ يَنْفَسِخْ بِالْبَيْعِ فَلَا يَبْرَأُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَلَا ضَمَانَ عَلَى الْمُشْتَرِى لِاَنَّهُ لَمْ يُشْهِدْ عَلَيْهِ، وَلَوْ اَشْهَدَ عَلَيْهِ بَعْدَ شِرَائِهِ فَهُوَ ضَامِنٌ لِتَرْكِهِ التَّفْرِيغَ مَعَ تَمَكُّنِهِ بَعْدَمَا طُوْلِبَ بِهِ، وَالْاَصْلُ اَنَّهُ يَصِحُّ التَّقَدُّمُ اِلَى كُلِّ مَنْ يَتَمَكَّنُ مِنْ نَقْضِ الْحَائِطِ وَتَفْرِيغِ الْهَوَاءِ، وَمَنْ لَا يَتَمَكَّنُ مِنْهُ لَا يَصِحُّ التَّقَدُّمُ اِلَيْهِ كَالْمُرْتَهِنِ وَالْمُسْتَاْجِرِ وَالْمُوْدَعِ وَسَاكِنِ الدَّارِ، وَيَصِحُّ التَّقَدُّمُ اِلَى الرَّاهِنِ لِقُدْرَتِهِ عَلَى ذٰلِكَ بِوَاسِطَةِ الْفِكَاكِ وَاِلَى الْوَصِيِّ وَاِلَى اَبِى الْيَتِيْمِ اَوْ اُمِّهِ فِىْ حَائِطِ الصَّبِيِّ لِقِيَامِ الْوِلَايَةِ، وَذَكَرَ الْاُمَّ فِى الزِّيَادَاتِ وَالضَّمَانُ فِىْ مَالِ الْيَتِيْمِ لِاَنَّ فِعْلَ هٰؤُلَاءِ كَفِعْلِهِ، وَاِلَى الْمُكَاتَبِ لِاَنَّ الْوِلَايَةَ لَهُ، وَاِلَى الْعَبْدِ التَّاجِرِ سَوَاءٌ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ اَوْ لَمْ يَكُنْ لِاَنَّ وِلَايَةَ النَّقْضِ لَهُ، ثُمَّ التَّلَفُ بِالسُّقُوْطِ اِنْ كَانَ مَالًا فَهُوَ فِىْ عِتْقِ الْعَبْدِ، وَاِنْ كَانَ نَفْسًا فَهُوَ عَلَى عَاقِلَةِ الْمَوْلَى لِاَنَّ الْاِشْهَادَ مِنْ وَجْهٍ عَلَى الْمَوْلَى وَضَمَانُ الْمَالِ اَلْيَقُ بِالْعَبْدِ وَضَمَانُ النَّفْسِ بِالْمَوْلَى، وَيَصِحُّ التَّقَدُّمُ اِلَى اَحَدِ الْوَرَثَةِ فِىْ نَصِيْبِهِ وَاِنْ كَانَ لَا يَتَمَكَّنُ مِنْ نَقْضِ الْحَائِطِ وَحْدَهُ لِتَمَكُّنِهِ مِنْ اِصْلَاحِ نَصِيْبِهِ بِطَرِيْقِهِ وَهُوَ الْمُرَافَعَةُ اِلَى الْقَاضِىْ ۔

اور جب مالک مکان پر اشہاد کرنے کے بعد اس نے مکان کو بیچ دیا ہے اور خریدار اس پر قابض ہو گیا ہے تو وہ اس کی ضمان سے بری ہو جائے گا۔ کیونکہ ہدم کو چھوڑنے کی جنایت یہ قدرت ہدم کے بعد ثابت ہوا کرتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جبکہ بیع کے سبب اس کی قدرت ختم ہو چکی ہے۔ اور روشندان نکالنے میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو لگانے کی وجہ سے مالک مجرم بن جاتا ہے۔ اور بیع کی وجہ سے لگانا فسخ نہیں ہوا کرتا۔ پس وہ بری الذمہ نہ ہوگا۔ اسی وضاحت کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور خریدار پر بھی ضمان نہ ہوگا۔ کیونکہ اس پر کوئی اشہاد نہیں کیا گیا ہے۔ اور جب خریداری کرنے کے بعد اس پر اشہاد کیا گیا ہے تو وہ ضامن ہوگا۔ کیونکہ فراغت کے قدرت رکھنے کے باوجود اس نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس سے اس فراغت کا مطالبہ بھی کیا جا چکا ہے۔

اور قانون یہ ہے کہ ہر شخص کی طرف پیشگی اطلاع کرنا درست ہے۔ جو دیوار کو توڑنے اور فضاء کو خالی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اس کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس کی جانب پیشگی اطلاع کرنا درست نہیں ہے۔ جس طرح مرتہن، مستاجر، مودع، اور اجارہ اور رہن کی طرف تقدم درست ہے۔ کیونکہ رہن کو چھڑوانے کے ذریعے وہ اس کو توڑنے پر طاقت رکھنے والا ہے۔

اور وصی اور یتیم کے دادا کی طرف اور بچے کی دیوار میں اس کی ماں کی طرف پیشگی اطلاع کرنا درست ہے۔ کیونکہ یہاں ولایت پائی جا رہی ہے۔ اور ماں کا ذکر زیادات میں بھی ہے۔ اور ضمان یتیم کے مال میں ہے۔ کیونکہ ان کا فعل یہ یتیم کے فعل کی طرح ہے۔ اور مکاتب کی جانب بھی پیشگی اطلاع کرنا درست ہے۔ کیونکہ اس کو بھی ولایت حاصل ہے۔ اور تجارت والے غلام کی جانب بھی تقدم درست ہے اگرچہ اس پر قرض ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ توڑنے کی ولایت اس کو بھی حاصل ہے۔

اور جب وہ ہلاک ہونے والا مال ہے تو وہ غلام کی گردن میں ہوگا۔ اور جب وہ جان ہے تو وہ آقا کی عاقلہ پر لازم ہو جائے گا کیونکہ ایک طرح اشہاد آقا پر ہوا ہے۔ اور مال کا ضمان غلام کے زیادہ لائق ہے۔ اور جان کا ضمان آقا کے زیادہ لائق ہے۔ اور اسی طرح چند ورثاء میں سے کسی ایک وارث کی جانب اس کے حصے میں تقدم کرنا درست ہے۔ خواہ وہ اکیلا دیوار کو توڑنے پر قدرت رکھنے والا نہیں ہے۔ مگر وہ درست کرنے کے لئے اپنے طریقے پر اپنے حصے کی درستگی کر سکتا ہے۔ اور یہ درستگی کا طریقہ قاضی کی جانب لے جایا جائے گا۔

اشہاد کے بعد جھکی ہوئی دیوار کا کسی پر گر جانے کا بیان

(وَلَوْ سَقَطَ الْحَائِطُ الْمَائِلُ عَلَى إِنْسَانٍ بَعْدَ الْإِشْهَادِ فَقَتَلَهُ فَتَعَثَّرَ بِالْقَتِيلِ غَيْرُهُ فَعَطِبَ لَا يَضْمَنُهُ) لِأَنَّ التَّفْرِيغَ عَنْهُ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ لَا إِلَيْهِ (وَإِنْ عَطِبَ بِالنَّقْضِ ضَمِنَهُ) لِأَنَّ التَّفْرِيغَ إِلَيْهِ إِذْ النَّقْضُ مِلْكُهُ وَالْإِشْهَادُ عَلَى الْحَائِطِ إِشْهَادٌ عَلَى النَّقْضِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ امْتِنَاعُ الشَّغْلِ (وَلَوْ عَطِبَ بِجَرَّةٍ كَانَتْ عَلَى الْحَائِطِ فَسَقَطَتْ بِسُقُوطِهِ وَهِيَ مِلْكُهُ ضَمِنَهُ) لِأَنَّ التَّفْرِيغَ إِلَيْهِ (وَإِنْ كَانَ مِلْكَ غَيْرِهِ لَا يَضْمَنُهُ) لِأَنَّ التَّفْرِيغَ إِلَى مَالِكِهَا،

اور جب اشہاد کے بعد کسی شخص پر جھکی ہوئی دیوار گر گئی ہے پس وہ شخص قتل ہو گیا ہے اور پھر مقتول کی وجہ سے دوسر

شخص بھی پھسل کر فوت ہو گیا ہے تو مالک دیوار پر اس کا ضمان نہ ہوگا۔ کیونکہ پہلے مقتول سے راہ پانا اس کے اولیاء کے حوالے ہے مالک دیوار کے حوالے نہیں ہے۔ اور جب دوسرا آدمی دیوار کے ٹوٹے ہوئے حصے سے ہلاک ہوا ہے۔ تو مالک دیوار اس کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ خالی کروانا اسی کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ ٹوٹے ہوئے حصے کا وہی مالک ہے۔ اور دیوار پر اشہاد یہ ٹوٹے ہوئے حصے پر بھی اشہاد ہے کیونکہ اشہاد کا مقصد راستے کو شغل سے روکنا ہے۔ اور جب دوسرا بندہ کسی گھڑے کی وجہ سے ہلاک ہوا ہے جو دیوار پر تھا۔ اور دیوار گرنے کی وجہ سے وہ گھڑا بھی ٹوٹ گیا ہے۔ اور اس کا مالک بھی دیوار والا ہے۔ تو وہ ضامن ہوگا۔ کیونکہ خالی کروانا اسی کی ذمہ داری تھی۔ اور جب وہ گھڑا کسی دوسرے کی ملکیت میں ہے۔ تو دیوار کے مالک پر ضمان نہ ہوگا۔ کیونکہ اب راستے کو خالی کروانے کی ذمہ داری گھڑے کے مالک پر ہے۔

مشترکہ دیوار کے گر جانے سے ہلاکت پر وجوب ضمان کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ الْحَائِطُ بَيْنَ خَمْسَةِ رِجَالٍ أَشْهَدَ عَلٰى أَحَدِهِمْ فَقَتَلَ إِنْسَانًا ضَمِنَ خُمُسَ الدِّيَةِ وَيَكُونُ ذٰلِكَ عَلٰى عَاقِلَتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ دَارٌ بَيْنَ ثَلَاثَةِ نَفَرٍ فَحَفَرَ أَحَدُهُمْ فِيهَا بِئْرًا وَالْحَفْرُ كَانَ بِغَيْرِ رِضَا الشَّرِيكَيْنِ الْآخَرِينَ أَوْ بَنٰى حَائِطًا فَعَطِبَ بِهِ إِنْسَانٌ فَعَلَيْهِ ثُلُثَا الدِّيَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهِ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : عَلَيْهِ نِصْفُ الدِّيَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهِ فِي الْفَصْلَيْنِ) لَهُمَا أَنَّ التَّلَفَ بِنَصِيبِ مَنْ أَشْهَدَ عَلَيْهِ مُعْتَبَرٌ، وَبِنَصِيبِ مَنْ لَمْ يُشْهِدْ عَلَيْهِ هَدَرٌ، فَكَانَا قِسْمَيْنِ فَانْقَسَمَ نِصْفَيْنِ كَمَا مَرَّ فِي عَقْرِ الْأَسَدِ وَنَهْشِ الْحَيَّةِ وَجَرْحِ الرَّجُلِ .

وَلَهُ أَنَّ الْمَوْتَ حَصَلَ بِعِلَّةٍ وَاحِدَةٍ وَهُوَ الثِّقَلُ الْمُقَدَّرُ وَالْعُمْقُ الْمُقَدَّرُ، لِأَنَّ أَصْلَ ذٰلِكَ لَيْسَ بِعِلَّةٍ وَهُوَ الْقَلِيلُ حَتّٰى يُعْتَبَرَ كُلُّ جُزْءٍ عِلَّةً فَتَجْتَمِعُ الْعِلَلُ، وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ يُضَافُ إِلَى الْعِلَّةِ الْوَاحِدَةِ ثُمَّ تُقْسَمُ عَلٰى أَرْبَابِهَا بِقَدْرِ الْمِلْكِ، بِخِلَافِ الْجِرَاحَاتِ فَإِنَّ كُلَّ جِرَاحَةٍ عِلَّةٌ لِلتَّلَفِ بِنَفْسِهَا صَغُرَتْ أَوْ كَبُرَتْ عَلٰى مَا عُرِفَ، إِلَّا أَنَّ عِنْدَ الْمُزَاحَمَةِ أُضِيفَ إِلَى الْكُلِّ لِعَدَمِ الْأَوْلَوِيَّةِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

اور جب دیوار پانچ بندوں کے درمیان مشترکہ ہے۔ اور ان میں سے ایک پر اشہاد کیا گیا ہے اور اس کے بعد اس دیوار نے کسی آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ تو جس پر اشہاد کیا گیا ہے وہ خمس دیت کا ضامن ہوگا۔ اور دیت اس کی عاقلہ پر واجب ہوگی۔

اور جب کوئی مکان تین بندوں کے درمیان مشترکہ ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اس گھر میں کنواں کھودا ہوا ہے۔ اور اس کا یہ کھودنا دوسرے دونوں شرکاء کی مرضی کے بغیر ہے۔ یا اس نے دیوار بنائی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس سے کوئی آدمی ہلاک ہو گیا ہے۔ تو اس پر دو تہائی دیت واجب ہوگی۔ جو اس کی عاقلہ ادا کرے گی۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں اس کی عاقلہ پر نصف دیت واجب ہوگی۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جس پر اشہاد ہوا

ہے۔اس کے حصے کا تلف اعتبار کیا گیا ہے۔اور جس پر اشہاد نہیں ہوا ہے۔اس کے حصے کا تلف ضائع ہونے والا ہے۔پس یہ دو اقسام بن جائیں گی۔پس ضمان بھی نصف نصف تقسیم کردیا جائے گا۔جس طرح شیر کے زخمی کرنے ،سانپ کے ڈسنے اور انسان کے زخمی کرنے میں اس کا حکم گزر گیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ موت ایک سبب سے حاصل ہونے والی ہے۔اور وہ بوجھ مقدر ہے اور گہرائی بھی مقدر ہے۔کیونکہ گہرائی اور بوجھ کی اصل علت کوئی نہیں ہے۔اور وہ قلیل ہے۔حتیٰ کہ ہر جز علت کا ہے اور جب کئی علل جمع ہو جائیں۔اور جب بات یہی ہے۔تو موت ایک علت کی جانب منسوب ہوگی۔اس کے بعد ملکیت کے حساب سے اس علت کو علت والوں پر تقسیم کردیا جائے گا۔جبکہ زخمی کرنے میں ایسا نہیں ہے۔کیونکہ ہر زخم بذات خود تلف کرنے کی علت ہے۔اگرچہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔جس طرح معلوم کیا جاچکا ہے۔مگر جمع ہو جانے کے وقت اولیت نہ ہونے کے سبب موت کو سب کی جانب مضاف کردیا جائے گا۔

بَابُ جِنَايَةِ الْبَهِيمَةِ وَالْجِنَايَةِ عَلَيْهَا

﴿ یہ باب جانور کی جنایت اور اس پر جنایت کے بیان میں ہے ﴾

جنایت جانور کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے انسان کی جنایت کے بعد جانور کی جنایت کو بیان کیا ہے اور اس کی فقہی مطابقت واضح ہے کیونکہ انسان حیوان سے افضل ہے۔ لہٰذا یہ مطابقت محتاج بیان نہیں ہے۔ اور یہ باب اپنی فقہی مطابقت کے بالکل موافق ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، کتاب دیات، بیروت)

گاڑی سے نقصان پہنچنے پر ڈرائیور پر عدم وجوب ضمان کا بیان

قَالَ (الرَّاكِبُ ضَامِنٌ لِمَا أَوْطَأَتْ الدَّابَّةُ مَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا أَوْ رَأْسِهَا أَوْ كَدَمَتْ أَوْ خَبَطَتْ، وَكَذَا إذَا صَدَمَتْ وَلَا يَضْمَنُ مَا نَفَحَتْ بِرِجْلِهَا أَوْ ذَنَبِهَا) وَالْأَصْلُ أَنَّ الْمُرُورَ فِي طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ مُبَاحٌ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِي حَقِّهِ مِنْ وَجْهٍ وَفِي حَقِّ غَيْرِهِ مِنْ وَجْهٍ لِكَوْنِهِ مُشْتَرَكًا بَيْنَ كُلِّ النَّاسِ فَقُلْنَا بِالْإِبَاحَةِ مُقَيَّدًا بِمَا ذَكَرْنَا لِيَعْتَدِلَ النَّظَرُ مِنْ الْجَانِبَيْنِ، ثُمَّ إنَّمَا يَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ فِيمَا يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ وَلَا يَتَقَيَّدُ بِهَا فِيمَا لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ لِمَا فِيهِ مِنْ الْمَنْعِ عَنْ التَّصَرُّفِ وَسَدِّ بَابِهِ وَهُوَ مَفْتُوحٌ، وَالِاحْتِرَازُ عَنْ الْإِيطَاءِ وَمَا يُضَاهِيهِ مُمْكِنٌ، فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ ضَرُورَاتِ التَّسْيِيرِ فَقَيَّدْنَاهُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ عَنْهُ، وَالنَّفْحَةُ بِالرِّجْلِ وَالذَّنَبِ لَيْسَ يُمْكِنُهُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ مَعَ السَّيْرِ عَلَى الدَّابَّةِ فَلَمْ يَتَقَيَّدْ بِهِ (فَإِنْ أَوْقَفَهَا فِي الطَّرِيقِ ضَمِنَ النَّفْحَةَ أَيْضًا) لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ التَّحَرُّزُ عَنْ الْإِيقَافِ وَإِنْ لَمْ يُمْكِنْهُ عَنْ النَّفْحَةِ فَصَارَ مُتَعَدِّيًا فِي الْإِيقَافِ وَشَغْلِ الطَّرِيقِ بِهِ فَيَضْمَنُهُ .

فرمایا کہ سوار اس نقصان کا ضامن ہوگا۔ جس کو جانور نے روند ڈالا ہے۔ اگرچہ اس نے اگلے پاؤں سے روندا ہو یا اس نے پچھلے پاؤں سے روندا ہے۔ یا اس نے اپنے سر سے زخمی کیا ہے یا اس نے دانت کے اگلے حصے سے کاٹ دیا ہے یا اس نے اگلے پاؤں سے مارا ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے دھکا دیا ہے۔ تو وہ سوار ضامن نہ ہوگا۔ اور جب جانور نے اپنے پاؤں کے کھر

سے مارا ہے یا اپنی دم سے مارا ہے۔ اس بارے میں قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے راستے سے گزرنا مباح ہے لیکن اس میں سلامتی کی شرط ہے۔ کیونکہ گزرنے والا ایک طرح سے تصرف کرنے والا ہے۔ اور وہ ایک طرح سے دوسرے کے حق میں متصرف ہے۔ کیونکہ راستہ سب لوگوں کے درمیان مشترکہ ہوا کرتا ہے۔ پس ہم اس کی اباحت کے قائل اپنی شرط کے ساتھ ہوں گے۔ تاکہ دونوں طرح سے مہربانی ثابت ہو جائے۔

اور اس کے بعد گزرنے والا سلامتی کے ساتھ اس حالت میں مقید ہے جس میں احتراز کرنا ممکن ہے۔ اور جن چیزوں میں احتراز کرنا ممکن نہیں ہے۔ ان میں سلامتی کے ساتھ گزرنا مقید نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں تصرف سے روکنا یہ باب تصرف کو بند کرنا ہوگا جبکہ تصرف کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جبکہ روندنے سے احتراز ممکن ہے۔ کیونکہ یہ چلانے کی ضروریات میں سے نہیں ہے۔ پس ہم نے گزرنے والے کو سلامتی کی شرط کے مقید کر دیا ہے۔ جبکہ کھر اور دم سے احتراز ممکن نہیں ہے۔ پس وہ سلامتی کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔ اور جب سوار نے سواری کو رستے میں کھڑا کر دیا ہے۔ تو وہ لات مارنے کا بھی ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس کو کھڑا کرنے سے احتراز ممکن ہے۔ اگرچہ اس کے لئے دولتی سے احتراز ممکن ہے۔ پس سوار اس کو راستے میں کھڑا کرنے اور اس کی وجہ سے راستے کو مصروف کرنے کی بناء پر متعدی ہو جائے گا کیونکہ وہ ضامن ہوگا۔

سواری کے سبب اڑنے والی کنکری سے آنکھ نکل جانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ بِرِجْلِهَا حَصَاةً أَوْ نَوَاةً أَوْ أَثَارَتْ غُبَارًا أَوْ حَجَرًا صَغِيرًا فَفَقَأَ عَيْنَ إِنْسَانٍ أَوْ أَفْسَدَ ثَوْبَهُ لَمْ يَضْمَنْ، وَإِنْ كَانَ حَجَرًا كَبِيرًا ضَمِنَ) لِأَنَّهُ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ، إِذْ سَيْرُ الدَّوَابِّ لَا يَعْرَى عَنْهُ، وَفِي الثَّانِي مُمْكِنٌ لِأَنَّهُ يَنْفَكُّ عَنِ السَّيْرِ عَادَةً، وَإِنَّمَا ذَلِكَ بِتَعْنِيفِ الرَّاكِبِ، وَالْمُرْتَدِفُ فِيمَا ذَكَرْنَا كَالرَّاكِبِ لِأَنَّ الْمَعْنَى لَا يَخْتَلِفُ .

فرمایا کہ جب سواری اپنے اگلے یا پچھلے پاؤں سے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اڑائی یا غبار یا چھوٹا پتھر اس نے اڑایا اور اس نے کسی بندے کی آنکھ کو پھوڑ دیا ہے یا اس نے کسی کے کپڑے کو خراب کر دیا ہے تو سوار اس کا ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر وہ پتھر بڑا ہے تو وہ ضامن ہوگا۔ کیونکہ پہلی صورت میں اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ سواریوں کا چلنا اس سے خالی نہیں ہے۔ جبکہ دوسری صورت سے بچنا ممکن ہے۔ کیونکہ بڑے پتھر کو اڑانا یہ عام طور پر چال سے خالی ہوتا ہے۔ اور یہ سواری کی سختی سے ہوتا ہے۔ اور ہمارے بیان کردہ حکم کے مطابق ردیف سوار کے حکم میں ہے۔ کیونکہ ان کا سبب ایک ہے۔

راستے پر کی گئی لید کے ذریعے ہلاکت کے سبب عدم ضمان کا بیان

قَالَ (فَإِنْ رَاثَتْ أَوْ بَالَتْ فِي الطَّرِيقِ وَهِيَ تَسِيرُ فَعَطِبَ بِهِ إِنْسَانٌ لَمْ يَضْمَنْ) لِأَنَّهُ مِنْ ضَرُورَاتِ السَّيْرِ فَلَا يُمْكِنُهُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ (وَكَذَا إِذَا أَوْقَفَهَا لِذَلِكَ) لِأَنَّ مِنَ الدَّوَابِّ مَا لَا

يَفْعَلُ ذٰلِكَ إِلَّا بِالْإِيقَافِ، وَإِنْ أَوْقَفَهَا لِغَيْرِ ذٰلِكَ فَعَطِبَ إِنْسَانٌ بِرَوْثِهَا أَوْ بَوْلِهَا ضَمِنَ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِي هٰذَا الْإِيقَافِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ ضَرُورَاتِ السَّيْرِ، ثُمَّ هُوَ أَكْثَرُ ضَرَرًا بِالْمَارَّةِ مِنَ السَّيْرِ لِمَا أَنَّهُ أَدْوَمُ مِنْهُ فَلَا يَلْحَقُ بِهِ (وَالسَّائِقُ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا وَالْقَائِدُ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا دُونَ رِجْلِهَا) وَالْمُرَادُ النَّفْحَةُ ۔

اور جب جانور نے چلتے ہوئے راستے میں لید کردی ہے یا اس نے پیشاب کردیا ہے اور اس کے سبب کوئی شخص ہلاک ہو گیا ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ چلنے کے معاملات میں سے ہے۔ پس اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ اور اسی طرح جب سوار نے ان کاموں کے لئے کھڑا کیا ہے کیونکہ بہت سی سواریاں ایسی ہیں۔ جو کھڑی کیے بغیر بول و براز کرنے والی نہیں ہیں۔ اور جب اس نے ان کے سوا کسی دوسرے مقصد کے لئے کھڑا کیا تھا۔ اس کے بعد اس کی لید یا پیشاب کے سبب کوئی شخص ہلاک ہو گیا ہے۔ تو سوار ضامن ہوگا کیونکہ اس طرح روک کر وہ زیادتی کرنے والا ہے۔ اور اس طرح روک دینا یہ چلنے کے معاملات میں سے نہیں ہے۔ اور یہ روکنے راہ گزر والوں کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔ کیونکہ روکنا یہ چلنے سے زیادہ دیر رہنے والا ہے۔ پس یہ چلنے کے ساتھ لاحق نہ ہوگا۔

اور جانور کو پیچھے سے ہانکنے والا اس چیز کا ضامن ہوگا جو جانور اگلے یا پچھلے پاؤں سے نقصان کرے۔ اور آگے سے کھینچنے والا اسی چیز میں ضامن ہوگا۔ جس کو جانور اگلے پاؤں سے نقصان پہنچانے والا ہے۔ اور پچھلے پاؤں سے وہ نقصان اٹھانے کا ضامن نہ ہوگا۔ اور یہاں مارنے سے مراد کھر ہے۔

سائق کا دولتی مارنے پر ضامن نہ ہونے کا بیان

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : هٰكَذَا ذَكَرَهُ الْقُدُورِيُّ فِي مُخْتَصَرِهِ، وَإِلَيْهِ مَالَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ ۔

وَوَجْهُهُ أَنَّ النَّفْحَةَ بِمَرْأَى عَيْنِ السَّائِقِ فَيُمْكِنُهُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ وَغَائِبٌ عَنْ بَصَرِ الْقَائِدِ فَلَا يُمْكِنُهُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ ۔

وَقَالَ أَكْثَرُ الْمَشَايِخِ : إِنَّ السَّائِقَ لَا يَضْمَنُ النَّفْحَةَ أَيْضًا وَإِنْ كَانَ يَرَاهَا، إِذْ لَيْسَ عَلٰى رِجْلِهَا مَا يَمْنَعُهَا بِهِ فَلَا يُمْكِنُهُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ، بِخِلَافِ الْكَدْمِ لِإِمْكَانِهِ كَبْحَهَا بِلِجَامِهَا ۔

وَبِهٰذَا يَنْطِقُ أَكْثَرُ النُّسَخِ وَهُوَ الْأَصَحُّ ۔

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يَضْمَنُونَ النَّفْحَةَ كُلُّهُمْ لِأَنَّ فِعْلَهَا مُضَافٌ إِلَيْهِمْ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الرِّجْلُ جُبَارٌ) وَمَعْنَاهُ النَّفْحَةُ بِالرِّجْلِ، وَانْتِقَالُ الْفِعْلِ بِتَخْوِيفِ الْقَتْلِ كَمَا فِي الْمُكْرَهِ وَهٰذَا تَخْوِيفٌ بِالضَّرْبِ ۔

مسئلہ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مختصر میں اسی طرح کہا ہے اور بعض مشائخ کا میلان بھی اسی جانب ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے دولتی سائق کے سامنے ہے۔ پس اس سے بچنا ممکن ہے۔ اور جب وہ چلانے والے سے اوجھل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

اکثر مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ سائق دولتی کا ضامن نہ ہوگا اگر چہ وہ اس کو دیکھنے والا ہے۔ کیونکہ جانور کے پاؤں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ ان کو روک رکھا جائے۔ پس ان سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ جبکہ سواری کے کاٹنے میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی لگام کو کھینچنے کے سبب اس سے بچنا ممکن ہے۔ اور قدوری کے اکثر نسخہ جات اسی پر ناطق ہیں۔ اور زیادہ درست بھی یہی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یہ سارے لوگ دولتی کے ضامن ہوں گے۔ کیونکہ جانور کا فعل ان کی جانب مضاف ہے۔ اور ان کے خلاف وہ حدیث حجت ہے۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ پاؤں ضائع ہے اور اس کا معنی لات مارنا ہے۔ اور یہاں فعل کا انتقال خوف قتل کے سبب ہوتا ہے۔ جس طرح مجبور اور ضرب کے خوف کی وجہ سے ہے۔

راکب کے ضمان کی طرح قائد وسائق کے ضمان کا بیان

قَالَ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَكُلُّ شَيْءٍ ضَمِنَهُ الرَّاكِبُ ضَمِنَهُ السَّائِقُ وَالْقَائِدُ) لِأَنَّهُمَا مُسَبِّبَانِ بِمُبَاشَرَتِهِمَا شَرْطَ التَّلَفِ وَهُوَ تَقْرِيبُ الدَّابَّةِ إِلَى مَكَانِ الْجِنَايَةِ فَيَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ فِيمَا يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ كَالرَّاكِبِ (إِلَّا أَنَّ عَلَى الرَّاكِبِ الْكَفَّارَةَ) فِيمَا أَوْطَأَتْهُ الدَّابَّةُ بِيَدِهَا أَوْ بِرِجْلِهَا (وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِمَا) وَلَا عَلَى الرَّاكِبِ فِيمَا وَرَاءَ الْإِيطَاءِ، لِأَنَّ الرَّاكِبَ مُبَاشِرٌ فِيهِ لِأَنَّ التَّلَفَ بِثِقَلِهِ وَثِقَلِ الدَّابَّةِ تَبَعٌ لَهُ، لِأَنَّ سَيْرَ الدَّابَّةِ مُضَافٌ إِلَيْهِ وَهِيَ آلَةٌ لَهُ وَهُمَا مُسَبِّبَانِ لِأَنَّهُ لَا يَتَّصِلُ مِنْهُمَا إِلَى الْمَحَلِّ شَيْءٌ، وَكَذَا الرَّاكِبُ فِي غَيْرِ الْإِيطَاءِ، وَالْكَفَّارَةُ حُكْمُ الْمُبَاشَرَةِ لَا حُكْمُ التَّسَبُّبِ، وَكَذَا يَتَعَلَّقُ بِالْإِيطَاءِ فِي حَقِّ الرَّاكِبِ حِرْمَانُ الْمِيرَاثِ وَالْوَصِيَّةِ دُونَ السَّائِقِ وَالْقَائِدِ لِأَنَّهُ يَخْتَصُّ بِالْمُبَاشَرَةِ (وَلَوْ كَانَ رَاكِبٌ وَسَائِقٌ قِيلَ: لَا يَضْمَنُ السَّائِقُ مَا أَوْطَأَتْ الدَّابَّةُ) لِأَنَّ الرَّاكِبَ مُبَاشِرٌ فِيهِ لِمَا ذَكَرْنَاهُ وَالسَّائِقُ مُسَبِّبٌ، وَالْإِضَافَةُ إِلَى الْمُبَاشِرِ أَوْلَى. وَقِيلَ: الضَّمَانُ عَلَيْهِمَا لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ سَبَبُ الضَّمَانِ

اور جامع صغیر میں لکھا ہے کہ جس جس چیز کا سوار ضامن ہوتا ہے قائد اور سائق بھی انہی چیزوں کا ضامن ہوتا ہے۔ کیونکہ انجام کی شرط کے سبب تلف میں یہ دونوں بھی سبب بننے والے ہیں۔ اور وہ شرط یہ ہے جو جانور کو جنایت کے قریب کرنے والی ہے۔ پس جس چیز سے بچنا ممکن ہوگا وہ سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید ہوگا۔ جس طرح یہ صورت ہے کہ جب سوار نے سواری کے اگلے یا پچھلے پاؤں سے روند ڈالا ہے۔ تو اب سوار پر کفارہ لازم ہو جائے گا۔ لیکن سائق اور قائد پر کفارہ لازم نہ ہوگا۔ اور

سوار پر روندے کے سوا میں کوئی کفارہ لازم نہیں آتا۔ اس لئے اس میں مباشر سوار ہے۔ کیونکہ ہلاکت اسی کے سبب سے ہوئی ہے اور جانور کا بوجھ اس کے تابع ہے۔ کیونکہ جانور کا چلنا یہ سواری کی جانب مضاف کیا گیا ہے۔ اور سواری جانور کا آلہ کار ہے۔ اور سائق اور قائد یہ دونوں بھی مسبب ہیں۔ کیونکہ ان دونوں سے محل تک کوئی چیز متصل نہیں ہے۔ اور روندنے کے سوا میں سوار بھی مسبب ہے۔ اور جو کفارہ ہے یہ مباشرت کا حکم ہے۔ سبب کا حکم نہیں ہے۔ اور اسی طرح روندنے سے سوار کے حق میں میراث اور وصیت کا حرمان بھی متعلق ہوگا۔ جبکہ یہ قائد وسائق کے متعلق نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ایسا حرمان مباشرت کے ساتھ خاص ہونے والا ہے۔

اور جب سوار اور سائق ہیں تو ایک قول کے مطابق جس کو سواری نے روند دیا ہے سائق اس کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ روندنے میں سوار مباشر ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور سائق مسبب ہے۔ جبکہ اضافت مباشر کی جانب کرنا بہتر ہے۔ اور دوسرے قول کے مطابق ان دونوں پر ضمان واجب ہوگا۔ کیونکہ ان میں ہر ایک ضمان کا سبب بننے والا ہے۔

دو گھوڑ سواروں کا آپس میں ٹکرا کر فوت ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اصْطَدَمَ فَارِسَانِ فَمَاتَا فَعَلٰى عَاقِلَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا دِيَةُ الْاٰخَرِ) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ : يَجِبُ عَلٰى عَاقِلَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُ دِيَةِ الْاٰخَرِ لِمَا رُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَاتَ بِفِعْلِهِ وَفِعْلِ صَاحِبِهِ، لِاَنَّهُ بِصَدْمَتِهِ آلَمَ نَفْسَهُ وَصَاحِبَهُ فَيُهْدَرُ نِصْفُهُ وَيُعْتَبَرُ نِصْفُهُ، كَمَا إِذَا كَانَ الِاصْطِدَامُ عَمْدًا، أَوْ جَرَحَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نَفْسَهُ وَصَاحِبَهُ جِرَاحَةً أَوْ حَفَرَا عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ بِئْرًا فَانْهَارَ عَلَيْهِمَا يَجِبُ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا النِّصْفُ فَكَذَا هٰذَا .

وَلَنَا أَنَّ الْمَوْتَ يُضَافُ إِلٰى فِعْلِ صَاحِبِهِ لِاَنَّ فِعْلَهُ فِي نَفْسِهِ مُبَاحٌ وَهُوَ الْمَشْيُ فِي الطَّرِيقِ فَلَا يَصْلُحُ مُسْتَنَدًا لِلْإِضَافَةِ فِي حَقِّ الضَّمَانِ، كَالْمَاشِي إِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِالْبِئْرِ وَوَقَعَ فِيهَا لَا يُهْدَرُ شَيْءٌ مِنْ دَمِهِ، وَفِعْلُ صَاحِبِهِ وَإِنْ كَانَ مُبَاحًا، لٰكِنَّ الْفِعْلَ الْمُبَاحَ فِي غَيْرِهِ سَبَبٌ لِلضَّمَانِ كَالنَّائِمِ إِذَا انْقَلَبَ عَلٰى غَيْرِهِ.

وَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَوْجَبَ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كُلَّ الدِّيَةِ فَتَعَارَضَتْ رِوَايَتَاهُ فَرَجَّحْنَا بِمَا ذَكَرْنَا، وَفِيمَا ذُكِرَ مِنَ الْمَسَائِلِ الْفِعْلَانِ مَحْظُورَانِ فَوَضَحَ الْفَرْقُ .

هٰذَا الَّذِي ذَكَرْنَا إِذَا كَانَا حُرَّيْنِ فِي الْعَمْدِ وَالْخَطَإِ، وَلَوْ كَانَا عَبْدَيْنِ يُهْدَرُ الدَّمُ فِي الْخَطَإِ لِاَنَّ الْجِنَايَةَ تَعَلَّقَتْ بِرَقَبَتِهِ دَفْعًا وَفِدَاءً، وَقَدْ فَاتَتْ لَا إِلٰى خُلْفٍ مِنْ غَيْرِ فِعْلِ الْمَوْلٰى فَهُدِرَ ضَرُورَةً، وَكَذَا فِي الْعَمْدِ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا هَلَكَ بَعْدَمَا جَنٰى وَلَمْ يَخْلُفْ بَدَلًا، وَلَوْ كَانَ أَحَدُهُمَا حُرًّا وَالْاٰخَرُ عَبْدًا فَفِي الْخَطَإِ تَجِبُ عَلٰى عَاقِلَةِ الْحُرِّ الْمَقْتُولِ قِيمَةُ الْعَبْدِ فَيَأْخُذُهَا

وَرَثَةُ الْمَقْتُولِ الْحُرِّ، وَيَبْطُلُ حَقُّ الْحُرِّ الْمَقْتُولِ فِي الدِّيَةِ فِيمَا زَادَ عَلَى الْقِيمَةِ؛ لِاَنَّ اَصْلَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ تَجِبُ الْقِيمَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ لِاَنَّهُ ضَمَانُ الْآدَمِيِّ فَقَدْ اَخْلَفَ بَدَلًا بِهٰذَا الْقَدْرِ فَيَاْخُذُهُ وَرَثَةُ الْحُرِّ الْمَقْتُولِ وَيَبْطُلُ مَا زَادَ عَلَيْهِ لِعَدَمِ الْخُلْفِ، وَفِي الْعَمْدِ يَجِبُ عَلَى عَاقِلَةِ الْحُرِّ نِصْفُ قِيمَةِ الْعَبْدِ لِاَنَّ الْمَضْمُونَ هُوَ النِّصْفُ فِي الْعَمْدِ، وَهٰذَا الْقَدْرُ يَاْخُذُهُ وَلِيُّ الْمَقْتُولِ، وَمَا عَلَى الْعَبْدِ فِي رَقَبَتِهِ وَهُوَ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ يَسْقُطُ بِمَوْتِهِ اِلَّا قَدْرَ مَا اَخْلَفَ مِنَ الْبَدَلِ وَهُوَ نِصْفُ الْقِيمَةِ۔

اور جب دو گھوڑ سوار آپس میں ٹکرا کر فوت ہو گئے ہیں تو ان میں ہر ایک کی عاقلہ پر دوسرے کی دیت ہوگی۔ جبکہ امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ ان میں ہر ایک کی عاقلہ پر دوسرے کی نصف دیت واجب ہے۔ اس کی دلیل وہ ہے جس کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے اور اپنے مدمقابل کے فعل سے فوت ہونے والا ہے اور کیونکہ ان دونوں نے اپنی ٹکر خود اپنے آپ کو اور اپنے مدمقابل کو تکلیف پہنچانے کے لئے ماری ہے۔ پس اس کا نصف نصف ہو جائے گا۔ اور نصف کا اعتبار کیا جائے گا۔ جس طرح یہ صورت مسئلہ ہے کہ جب یہ ٹکرانا بطور عمد ہو یا ان میں سے ہر ایک نے خود اور مدمقابل کو زخمی کر دیا ہے یا ان دونوں نے شارع عام پر کنواں کھودا ہے اور وہ کنواں ان دونوں پر گر گیا ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک پر نصف دیت واجب ہوگی۔ اسی طرح یہ اس صورت میں نصف دیت واجب ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ موت کی نسبت اس کے ساتھی کے عمل کی جانب کی جائے گی۔ کیونکہ اس کا ذاتی فعل مباح ہے اور وہ راستے میں چلنا ہے۔ اور یہ جو چلنا ہے یہ تو کسی طرح بھی ضمان کے حق میں پکے طریقے سے صلاحیت رکھنے والا نہیں ہے۔ جس طرح چلنے والا جب کنوئیں کو نہ جانتا ہو اور وہ اس میں گر جائے تو اس کے خون سے کچھ معاف نہ ہوگا۔ اور اس کے ساتھی کا فعل اگر چہ مباح بھی ہے۔ مگر دوسرے کے حق میں مباح فعل ضمان کا سبب بنتا ہے۔ جس طرح سونے والا جب دوسرے پر پلٹ جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک پر پوری دیت ہے۔ پس یہ دونوں روایات متعارض ہو جائی گی۔ اور ہم نے ترجیح اپنی بیان کردہ دلیل کے سبب سے دی ہے۔ اور جتنے بھی مسائل ذکر کیے ہیں ان میں دونوں افعال ممنوع ہیں۔ پس یہ فرق واضح ہو جائے گا جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جب عمد اور خطاء دونوں احوال میں ٹکرانے والے آزاد ہوں۔

اور جب وہ دونوں غلام ہیں تو ان کا خون معاف ہے۔ کیونکہ غلام کو بیٹا یا اس کا فدیہ دینے سے جنایت اس کی گردن سے متعلق ہوا کرتی ہے اور آقا کے فعل میں غلام کی گردن کے سوا جو بدل کے بغیر ختم ہو چکی ہے۔ پس ضرورت کے پیش نظر خون کو معاف کر دیا جائے گا۔ اور عمد کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک خود کی جنایت کے بعد ہلاک ہونے والا ہے۔ اور اس نے کوئی بدل نہیں چھوڑا ہے۔

اور جب ان دونوں میں سے ایک آزاد ہے اور دوسرا غلام ہے۔ تو خطاء کی صورت میں آزاد مقتول کی عاقلہ غلام کی قیمت واجب ہوگی۔ اور اس کو مقتول کے وارث حاصل کریں گے۔ اور دیت میں قیمت سے زیادہ مقدار پر آزاد مقتول کا حق باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ طرفین کی دلیل کے مطابق عاقلہ پر قیمت واجب ہوتی ہے۔ کیونکہ یہی انسان کا ضمان ہے۔ اور غلام بھی اسی مقدار کے مطابق بدل چھوڑنے والا ہے۔ پس آزاد مقتول کے وارث اس کو لیں گے۔ اور جو اس سے زیادہ ہے وہ باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ یہاں نائب نہیں ہے۔

اور عمد کی صورت میں میں آزاد کی عاقلہ پر غلام کی نصف قیمت واجب ہوگی۔ کیونکہ عمد میں ضمان نصف ہوتا ہے اور مقتول کا ولی اسی مقدار کو لینے والا ہوگا۔ اور غلام پر اس کی گردن میں جو آزاد ہے اس کی نصف دیت واجب ہے۔ اور وہ اس کے فوت ہونے کے سبب ساقط ہو جائے گی۔ مگر جتنی مقدار بدل کی غلام نے چھوڑی یعنی آدھی قیمت تو وہ ساقط نہ ہوگی۔

جانور کو بھگانے کے سبب کاٹھی کا گر کر کسی ہلاک کر دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ سَاقَ دَابَّةً فَوَقَعَ السَّرْجُ عَلٰى رَجُلٍ فَقَتَلَهُ ضَمِنَ، وَكَذَا عَلٰى هٰذَا سَائِرُ اَدَوَاتِهٖ كَـالـلِّجَامِ وَنَحْوِهٖ، وَكَذَا مَا يَحْمِلُ عَلَيْهَا) لِاَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيْ هٰذَا التَّسْبِيبِ، لِاَنَّ الْوُقُوعَ بِتَقْصِيرٍ مِنْهُ وَهُوَ تَرْكُ الشَّدِّ اَوِ الْإِحْكَامِ فِيْهِ، بِخِلَافِ الرِّدَاءِ لِاَنَّهُ لَا يُشَدُّ فِي الْعَادَةِ، وَلِاَنَّهُ قَاصِدٌ لِحِفْظِ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ كَمَا فِي الْمَحْمُولِ عَلٰى عَاتِقِهٖ دُوْنَ اللِّبَاسِ عَلٰى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ فَيُقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے جانور کا ہانکا اور اس کی زین کسی بندے پر گری اور اس سے وہ قتل ہو گیا ہے تو سائق ضامن ہوگا اور اسی طرح کا حکم اس کے سارے سامانوں میں بھی ہے۔ جس طرح لگام وغیرہ ہے۔ اور وہ سامان جو اس نے اس پر لادا ہوا ہے کیونکہ یہاں سائق سبب بننے میں زیادتی کرنے والا ہے۔ کیونکہ زین کا گرنا یہ سائق کی سستی کی وجہ سے ہے۔ اور وہ اس کا نہ باندھنا اور مضبوطی کر ترک کرنا ہے۔ جبکہ چادر میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ عام طور پر باندھی نہیں جاتی۔ کیونکہ سائق ان چیزوں کی حفاظت کا ارادہ کرنے والا ہے۔ جس طرح وہ اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے سامان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ جبکہ لباس میں ایسا نہیں ہے جس کی وضاحت ہم نے بیان کر دی ہے۔ پس یہ سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید ہوگا۔

اونٹوں کی قطار کو چلانے والے پر ضمان کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَادَ قِطَارًا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا اَوْطَاَ، فَاِنْ وَطِئَ بَعِيرٌ اِنْسَانًا ضَمِنَ بِهِ الْقَائِدُ وَالدِّيَةُ عَلَى الْـعَـاقِلَةِ لِاَنَّ الْقَائِدَ عَلَيْهِ حِفْظُ الْقِطَارِ كَالسَّائِقِ وَقَدْ اَمْكَنَهُ ذٰلِكَ وَقَدْ صَارَ مُتَعَدِّيًا بِالتَّقْصِيرِ فِيْهِ، وَالتَّسَبُّبِ بِوَصْفِ التَّعَدِّيْ سَبَبٌ لِلضَّمَانِ، اِلَّا اَنَّ ضَمَانَ النَّفْسِ عَلَى الْعَاقِلَةِ فِيْهِ وَضَمَانُ الْمَالِ فِيْ مَالِهٖ (وَاِنْ كَانَ مَعَهُ سَائِقٌ فَالضَّمَانُ عَلَيْهِمَا) لِاَنَّ قَائِدَ الْوَاحِدِ قَائِدٌ لِلْكُلِّ،

وَكَذَا سَائِقُهُ لِاتِّصَالِ الْاَزِمَّةِ، وَهٰذَا اِذَا كَانَ السَّائِقُ فِىْ جَانِبٍ مِنَ الْاِبِلِ، اَمَّا اِذَا كَانَ تَوَسَّطَهَا وَاَخَذَ بِزِمَامٍ وَاحِدٍ يَضْمَنُ مَا عَطِبَ بِمَا هُوَ خَلْفَهُ، وَيَضْمَنَانِ مَا تَلِفَ بِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ لِاَنَّ الْقَائِدَ لَا يَقُودُ مَا خَلْفَ السَّائِقِ لِانْفِصَامِ الزِّمَامِ، وَالسَّائِقُ يَسُوقُ مَا يَكُوْنُ قُدَّامَهُ.

اور جب کوئی شخص اونٹوں کی قطار کو چلا رہا ہے تو وہ اس قطار کے سبب روندی ہوئی چیز کا ضامن ہوگا۔ پس جب کسی اونٹ نے کسی آدمی کو روند ڈالا ہے تو وہ شخص اپنی عاقلہ پر دیت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ سائق کی طرح قائد پر بھی قطار کی حفاظت لازم ہے۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں سستی کے سبب وہ زیادتی کرنے والا ہے۔ اور زیادتی کے ساتھ سبب بننے میں متعدی کا حکم ہوتا ہے مگر اس میں جان کا ضمان عاقلہ پر واجب ہوتا ہے۔ اور مال کا ضمان مسبب کے مال میں سے ہوتا ہے۔

اور جب اس قائد کے ساتھ سائق بھی ہے تو ضمان دونوں پر واجب ہوگا۔ کیونکہ ایک اونٹ کا قائد تمام اونٹوں کا قائد ہے۔ اور سائق کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ لگام ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہوگا کہ جب سائق اونٹوں کی ایک جانب بالکل پچھلی طرح چل رہا ہے۔ مگر جب وہ ان اونٹوں کے درمیان میں چل رہا ہے اور اس نے کسی اونٹ کی نکیل کو پکڑ رکھا ہے تو وہ اسی کا ضامن ہوگا۔ جو اس کے پچھلے اونٹ سے ہلاک ہوا ہے۔ کیونکہ لگام الگ ہونے کے سبب سے قائد سائق کے پیچھے والے اونٹوں کو چلانے والا نہیں ہے۔ جبکہ سائق اپنے سامنے والے اونٹوں کو ہانکنے والا ہے۔

قطار میں باندھے گئے اونٹ کے روند ڈالنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ رَبَطَ رَجُلٌ بَعِيرًا اِلَى الْقِطَارِ وَالْقَائِدُ لَا يَعْلَمُ فَوَطِئَ الْمَرْبُوطُ اِنْسَانًا فَقَتَلَهُ فَعَلٰى عَاقِلَةِ الْقَائِدِ الدِّيَةُ) لِاَنَّهُ يُمْكِنُهُ صِيَانَةُ الْقِطَارِ عَنْ رَبْطِ غَيْرِهِ، فَاِذَا تَرَكَ الصِّيَانَةَ صَارَ مُتَعَدِّيًا، وَفِى التَّسْبِيبِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ كَمَا فِى الْقَتْلِ الْخَطَاِ (ثُمَّ يَرْجِعُونَ بِهَا عَلٰى عَاقِلَةِ الرَّابِطِ) لِاَنَّهُ هُوَ الَّذِىْ اَوْقَعَهُمْ فِىْ هٰذِهِ الْعُهْدَةِ، وَاِنَّمَا لَا يَجِبُ الضَّمَانُ عَلَيْهِمَا فِى الْاِبْتِدَاءِ وَكُلٌّ مِنْهُمَا مُسَبِّبٌ لِاَنَّ الرَّبْطَ مِنَ الْقَوْدِ بِمَنْزِلَةِ التَّسَبُّبِ مِنَ الْمُبَاشَرَةِ لِاتِّصَالِ التَّلَفِ بِالْقَوْدِ دُوْنَ الرَّبْطِ.

قَالُوْا: هٰذَا اِذَا رَبَطَ وَالْقِطَارُ يَسِيرُ لِاَنَّهُ اَمْرٌ بِالْقَوْدِ دَلَالَةً، فَاِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِهِ لَا يُمْكِنُهُ التَّحَفُّظُ مِنْ ذٰلِكَ فَيَكُوْنُ قَرَارُ الضَّمَانِ عَلَى الرَّابِطِ، اَمَّا اِذَا رَبَطَ وَالْاِبِلُ قِيَامٌ ثُمَّ قَادَهَا ضَمِنَهَا الْقَائِدُ. لِاَنَّهُ قَادَ بَعِيرَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ لَا صَرِيحًا وَلَا دَلَالَةً فَلَا يَرْجِعُ بِمَا لَحِقَهُ عَلَيْهِ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے قطار میں کوئی اونٹ لا کر باندھ دیا ہے اور قائد کو اس کا پتہ بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد اس باندھے ہوئے اونٹ نے کسی بندے کو روند کر مار ڈالا ہے۔ تو کی قائد کی عاقلہ پر دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ قائد کے لئے دوسرے کے باندھنے سے قطار کی حفاظت کرنا ممکن تھا۔ مگر جب اس نے حفاظت کو ترک کر دیا ہے وہ زیادتی کرنے والا بن جائے

گا۔ اور سبب بننے کی صورت میں عاقلہ پر دیت واجب ہوا کرتی ہے۔ جس طرح قتل خطاء میں عاقلہ پر دیت واجب ہوا کرتی ہے۔
اس کے بعد قائد کی عاقلہ رابط کی عاقلہ سے وہ رقم لیں گے۔ کیونکہ باندھنے والا ہی قائد کی عاقلہ کو اس میں پھنسانے والا ہے جبکہ ابتدائی طور پر ان پر ضمان واجب نہ ہوگا کیونکہ ان میں سے ہر ایک مسبب ہے۔ کیونکہ چلانے کے مقابلے میں باندھنا ایسا ہے جس طرح مباشرت کے مقابلے میں تسبیب ہے۔ کیونکہ تلف ہونا یہ قود سے ملا ہوا ہے۔ تسبیب سے ملا ہوا نہیں ہے۔
مشائخ فقہاء نے یہ بات کہی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہوگا کہ جب باندھنے والے نے اس حالت میں باندھا ہے کہ قطار چل رہی ہے۔ کیونکہ وہ بطور دلالت چلانے کا حکم دینے والا ہے۔ اور جب چلانے والا کو اس کا پتہ ہی نہیں چلا ہے تو اس کے لئے اس بات سے تحفظ ممکن نہ رہا ہے پس ثبوت ضمان باندھنے والے پر ہوگا۔ مگر جب باندھنے والے نے اس حالت میں باندھا ہے کہ اونٹ کھڑے ہیں اور کے بعد قائد نے ان کو کھینچا ہے تو اب دیت کا ضامن قائد ہوگا۔ کیونکہ اس نے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کے اونٹ کو کھینچا ہے۔ اور اس میں اجازت صراحت و دلالت کسی طرح بھی نہیں ہے۔ پس قائد اس ضمان کے بارے میں باندھنے والے سے رجوع نہ کرے گا۔ جو اس کو لاحق ہو چکا ہے۔

سائق کے چھوڑے گئے جانور کا پہنچ جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَرْسَلَ بَهِيمَةً وَكَانَ لَهَا سَائِقًا فَاَصَابَتْ فِي فَوْرِهَا يَضْمَنُهُ) لِاَنَّ الْفِعْلَ انْتَقَلَ اِلَيْهِ بِوَاسِطَةِ السَّوْقِ .

قَالَ (وَلَوْ اَرْسَلَ طَيْرًا وَسَاقَهُ فَاَصَابَ فِي فَوْرِهِ لَمْ يَضْمَنْ) وَالْفَرْقُ اَنَّ بَدَنَ الْبَهِيمَةِ يَحْتَمِلُ السَّوْقَ فَاعْتُبِرَ سَوْقُهُ وَالطَّيْرُ لَا يَحْتَمِلُ السَّوْقَ فَصَارَ وُجُودُ السَّوْقِ وَعَدَمِهِ بِمَنْزِلَةٍ، وَكَذَا لَوْ اَرْسَلَ كَلْبًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ سَائِقًا لَمْ يَضْمَنْ، وَلَوْ اَرْسَلَهُ اِلَى صَيْدٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ سَائِقًا فَاَخَذَ الصَّيْدَ وَقَتَلَهُ حَلَّ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّ الْبَهِيمَةَ مُخْتَارَةٌ فِي فِعْلِهَا وَلَا تَصْلُحُ نَائِبَةً عَنْ الْمُرْسِلِ فَلَا يُضَافُ فِعْلُهَا اِلَى غَيْرِهَا، هٰذَا هُوَ الْحَقِيقَةُ، اِلَّا اَنَّ الْحَاجَةَ مَسَّتْ فِي الِاصْطِيَادِ فَاُضِيفَ اِلَى الْمُرْسِلِ لِاَنَّ الِاصْطِيَادَ مَشْرُوعٌ وَلَا طَرِيقَ لَهُ سِوَاهُ وَلَا حَاجَةَ فِي حَقِّ ضَمَانِ الْعُدْوَانِ . وَرُوِيَ عَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ اَوْجَبَ الضَّمَانَ فِي هٰذَا كُلِّهِ احْتِيَاطًا صِيَانَةً لِاَمْوَالِ النَّاسِ .

فرمایا جب کسی شخص نے جانور کو چھوڑ دیا ہے اور سائق بھی وہی آدمی ہے اس کے بعد جانور نے اسی وقت کسی کو مارا ہے تو چھوڑنے والا اس کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ سوق کے سبب فعل اسی کی جانب منتقل ہونے والا ہے۔
اور جب کسی بندے نے پرندے کو چھوڑ کر اس کو ہانک دیا ہے اور اس پرندے نے فوری طور پر کسی پر حملہ کر دیا ہے تو سائق اس کا ضامن نہ ہوگا۔ اور ان دونوں مسائل میں فرق اس طرح ہے کہ جانور کا بدن سوق کا احتمال رکھنے والا ہے۔ پس اس کے سائق کے

سوق کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جو پرندہ ہے وہ سوق کا احتمال رکھنے والا نہیں ہے۔ پس اس کا سوق ہونا یا نہ ہونا ایک حکم میں ہوگا۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے کتے کو چھوڑا ہے اور وہ اس کو چلانے والا نہیں ہے۔ تو چھوڑنے والا ضامن نہ ہوگا اور جب اس نے کسی شکار پر کتے کو چھوڑا ہے اور وہ اس کا سائق نہ تھا۔ اس کے بعد کتے نے شکار کو پکڑ کر اس کو قتل کر دیا ہے تو وہ شکار حلال ہو جائے گا۔ اور اس میں فرق اس طرح ہوگا کہ جانور اپنے فعل میں خود مختار ہوتا ہے۔ اور وہ چھوڑنے والے کی جانب سے نائب ہونے والا نہیں ہے۔ پس جانور کا فعل اس کے سوا کسی دوسرے کی جانب منسوب نہ کیا جائے گا۔ اور حقیقت بھی اسی طرح ہے مگر جس وقت شکار کی ضرورت ثابت ہو جائے۔ کیونکہ شکار کے لئے چھوڑنا یہ چھوڑنے والے کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ اور یہ مشروع ہے۔ اور اس کے علاوہ اصطیاد کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور عدوان کے ضمان میں کسی حق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ان تمام صورتوں میں ضمان کو واجب کیا ہے تاکہ عوام کے اموال کی حفاظت کی ضرورت کو سمجھا جائے۔

راستے میں چھوڑے گئے جانور کا کسی کو زخم کر دینے کا بیان

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَذُكِرَ فِي الْمَبْسُوطِ إِذَا أَرْسَلَ دَابَّةً فِي طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ فَأَصَابَتْ فِي فَوْرِهَا فَالْمُرْسِلُ ضَامِنٌ؛ لِأَنَّ سَيْرَهَا مُضَافٌ إِلَيْهِ مَا دَامَتْ تَسِيرُ عَلَى سَنَنِهَا، وَلَوْ انْعَطَفَتْ يَمْنَةً أَوْ يَسْرَةً انْقَطَعَ حُكْمُ الْإِرْسَالِ إِلَّا إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ طَرِيقٌ آخَرُ سِوَاهُ وَكَذَا إِذَا وَقَفَتْ ثُمَّ سَارَتْ بِخِلَافِ مَا إِذَا وَقَفَتْ بَعْدَ الْإِرْسَالِ فِي الِاصْطِيَادِ ثُمَّ سَارَتْ فَأَخَذَتْ الصَّيْدَ، لِأَنَّ تِلْكَ الْوَقْفَةَ تُحَقِّقُ مَقْصُودَ الْمُرْسِلِ لِأَنَّهُ لِتَمَكُّنِهِ مِنْ الصَّيْدِ، وَهٰذِهِ تُنَافِي مَقْصُودَ الْمُرْسِلِ وَهُوَ السَّيْرُ فَيَنْقَطِعُ حُكْمُ الْإِرْسَالِ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا أَرْسَلَهُ إِلَى صَيْدٍ فَأَصَابَ نَفْسًا أَوْ مَالًا فِي فَوْرِهِ لَا يَضْمَنُهُ مَنْ أَرْسَلَهُ، وَفِي الْإِرْسَالِ فِي الطَّرِيقِ يَضْمَنُهُ لِأَنَّ شَغْلَ الطَّرِيقِ تَعَدٍّ فَيَضْمَنُ مَا تَوَلَّدَ مِنْهُ، أَمَّا الْإِرْسَالُ لِلِاصْطِيَادِ فَمُبَاحٌ وَلَا تَسْبِيبَ إِلَّا بِوَصْفِ التَّعَدِّي .

مصنف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مبسوط میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے مسلمانوں کے راستے میں جانور کو چھوڑا ہے اور اس نے فوری طور پر کسی بندے کو زخمی کر ڈالا ہے۔ تو چھوڑنے والا ضامن ہوگا۔ کیونکہ جانور جب تک اپنے طریقے سے چلتا رہے گا اس وقت تک وہ چھوڑنے والے کی جانب مضاف رہے گا۔ اور جب وہ دائیں جانب یا بائیں جانب مڑ جائے گا تو اب حکم ارسال ختم ہو جائے گا ہاں البتہ جب اس کے لئے اس راستے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو اور اسی طرح جب سواری کو کھڑا کیا ہے اور اس کے بعد وہ چل پڑی ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب کسی شخص نے شکار پر جانور کو چھوڑا ہے اور وہ چھوٹنے کے بعد رک گیا ہے اور اسکے بعد چل کر اس نے شکار کر دیا ہے کیونکہ یہاں اس کا رک جانا یہ مقصود مرسل کو ثابت کرنا تھا۔ کیونکہ وہ اس طرح شکار پر قابو

پانے کے لئے کرتا ہے۔ اور جب یہ وقفہ مرسل کے مقصد یعنی چلنے کے منافی ہے تو اس پر ارسال کا حکم ختم ہو جائے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کسی شخص نے شکار پر کتے کو چھوڑا ہے اور اس نے فوری طور پر کسی جان کا مال کو ہلاک کر کے رکھ دیا ہے۔ تو مرسل ضامن نہ ہوگا۔ اور وہ راستے میں ارسال کی صورت میں ضامن ہوگا۔ کیونکہ راستے کو مصروف کرنا زیادتی ہے۔ پس اس مصروفیت سے جو اثر ظاہر ہوتا ہے مرسل اس کا ضامن ہوگا۔ جبکہ شکار کے لئے جو ارسال ہے وہ مباح ہے۔ اور جب کوئی وصف زیادتی کے ساتھ سبب بننے والا ہو تو موجب ضمان ہوتا ہے۔

چھوڑے گئے جانور کا کھیتی کو خراب کر دینے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ اَرْسَلَ بَهِيمَةً فَاَفْسَدَتْ زَرْعًا عَلٰى فَوْرِهٖ ضَمِنَ الْمُرْسِلُ، وَاِنْ مَالَتْ يَمِينًا اَوْ شِمَالًا) وَلَهٗ طَرِيقٌ آخَرُ لَا يَضْمَنُ لِمَا مَرَّ، وَلَوْ انْفَلَتَتْ الدَّابَّةُ فَاَصَابَتْ مَالًا اَوْ آدَمِيًّا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا (لَا ضَمَانَ عَلٰى صَاحِبِهَا) لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (جُرْحُ الْعَجْمَاءِ جُبَارٌ) وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ : هِيَ الْمُنْفَلِتَةُ، وَلِاَنَّ الْفِعْلَ غَيْرُ مُضَافٍ اِلَيْهِ لِعَدَمِ مَا يُوجِبُ النِّسْبَةَ اِلَيْهِ مِنْ الْاِرْسَالِ وَاَخَوَاتِهٖ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے جانور کو چھوڑا ہے اور اس نے فوری طور پر کسی کی کھیتی کو خراب کر دیا ہے تو مرسل ضامن ہو گا۔ اور جب وہ شخص دائیں جانب یا بائیں جانب مڑ گیا ہے اور اس کے لئے کوئی دوسرا راستہ بھی تھا۔ تو مرسل ضامن نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب سے جو گزر چکی ہے۔ اور جب وہ جانور چھوٹ گیا ہے۔ اور اس نے کسی آدمی کو یا مال کو دن کے وقت میں یا رات کے وقت میں ہلاک کر دیا ہے تو اس کے مالک پر ضمان نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جانوروں کا زخمی کرنا ضائع ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ جانور جو چھوٹ جائے۔ کیونکہ یہ فعل مالک کی جانب منسوب نہیں ہے اور یہاں کوئی ایسا عمل نہیں ہے جو مالک کی طرح نسبت ارسال کا سبب بن سکے۔ اور اس عمل کی کوئی امثلہ بھی نہیں ہیں۔

قصاب کی بکری کی پھوڑی گئی آنکھ پر وجوب ضمان کا بیان

قَالَ (شَاةٌ لِقَصَّابٍ فُقِئَتْ عَيْنُهَا فَفِيهَا مَا نَقَصَهَا) لِاَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا هُوَ اللَّحْمُ فَلَا يُعْتَبَرُ اِلَّا النُّقْصَانُ (وَفِي عَيْنِ بَقَرَةِ الْجَزَّارِ وَجَزُورِهٖ رُبْعُ الْقِيمَةِ، وَكَذَا فِي عَيْنِ الْحِمَارِ وَالْبَغْلِ وَالْفَرَسِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : فِيهِ النُّقْصَانُ اَيْضًا اعْتِبَارًا بِالشَّاةِ .

وَلَنَا مَا رُوِيَ " (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَضَى فِي عَيْنِ الدَّابَّةِ بِرُبْعِ الْقِيمَةِ) وَهٰكَذَا قَضَى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلِاَنَّ فِيهَا مَقَاصِدَ سِوَى اللَّحْمِ كَالْحَمْلِ وَالرُّكُوبِ وَالزِّينَةِ وَالْجَمَالِ وَالْعَمَلِ، فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ تُشْبِهُ الْآدَمِيَّ وَقَدْ تُمْسَكُ لِلْاَكْلِ، فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ تُشْبِهُ

الْمَاكُولَاتِ فَعَمِلْنَا بِالشَّبَهَيْنِ بِشَبَهِ الْآدَمِيِّ فِيْ إِيجَابِ الرُّبُعِ وَبِالشَّبَهِ الْآخَرِ فِيْ نَفْيِ النِّصْفِ، وَلِأَنَّهُ إِنَّمَا يُمْكِنُ إِقَامَةُ الْعَمَلِ بِهَا بِأَرْبَعَةِ أَعْيُنٍ عَيْنَاهَا وَعَيْنَا الْمُسْتَعْمِلِ فَكَأَنَّهَا ذَاتُ أَعْيُنٍ أَرْبَعَةٍ فَيَجِبُ الرُّبُعُ بِفَوَاتِ إِحْدَاهَا .

اور جب کسی قصاب کی بکری تھی۔ جس کی آنکھ کو پھوڑ دیا گیا ہے۔ تو اس میں اتنی مقدار واجب ہوگی جو اس میں نقصان ہوا ہے کیونکہ بکری سے مقصود گوشت ہوتا ہے۔ پس نقصان کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور قصاب کی گائے کی آنکھ میں اور اس کے اونٹ میں چوتھائی قیمت واجب ہے۔ اور اسی طرح گدھے، خچر اور گھوڑے کی آنکھ میں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس میں نقصان کو ادا کیا جائے گا۔ اور بکری پر قیاس کیا جائے گا۔ جبکہ ہماری دلیل اس حدیث سے ہے کہ آپ ﷺ نے جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا فیصلہ فرمایا ہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح فیصلہ کیا ہے۔ اور اسی طرح گائے وغیرہ کے گوشت کے سوا اور بھی بہت سارے مقاصد ہیں۔ جس طرح لادنا اور سوار ہونا، زینت اور جمال اور کام کرنا ہے۔ پس انہی اسباب کے پیش نظر یہ انسان کے مشابہ ہیں۔ اور بعض اوقات ان کو کھانے کے لئے بھی لیا جاتا ہے۔ پس اس سبب سے ماکولات میں سے ہو جائیں گے۔ پس ہم نے ان دونوں مشابہتوں پر عمل کیا ہے۔ کیونکہ چار آنکھوں کے ساتھ ان کے ذریعے کام کرنا ممکن ہے کیونکہ دو آنکھیں جانور کی ہیں اور دو کام کرنیوالے کی ہیں پس چار آنکھوں والا ہوا۔ اور ان میں کسی ایک کے بھی ختم ہو جانے پر چوتھائی قیمت واجب ہو جائے گی۔

سواری کا بدک کر کسی کو ٹکر مار دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ سَارَ عَلَى دَابَّةٍ فِي الطَّرِيقِ فَضَرَبَهَا رَجُلٌ أَوْ نَخَسَهَا فَنَفَحَتْ رَجُلًا أَوْ ضَرَبَتْهُ بِيَدِهَا أَوْ نَفَرَتْ فَصَدَمَتْهُ فَقَتَلَتْهُ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاخِسِ دُونَ الرَّاكِبِ) هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَلِأَنَّ الرَّاكِبَ وَالْمَرْكَبَ مَدْفُوعَانِ بِدَفْعِ النَّاخِسِ فَأُضِيفَ فِعْلُ الدَّابَّةِ إِلَيْهِ كَأَنَّهُ فَعَلَهُ بِيَدِهِ، وَلِأَنَّ النَّاخِسَ مُتَعَدٍّ فِي تَسْبِيبِهِ وَالرَّاكِبُ فِي فِعْلِهِ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فَيَتَرَجَّحُ جَانِبُهُ فِي التَّغْرِيمِ لِلتَّعَدِّي، حَتّٰى لَوْ كَانَ وَاقِفًا دَابَّتَهُ عَلَى الطَّرِيقِ يَكُونُ الضَّمَانُ عَلَى الرَّاكِبِ وَالنَّاخِسِ نِصْفَيْنِ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِي الْإِيقَافِ أَيْضًا .

فرمایا کہ جب کوئی شخص سواری پر سوار ہو کر جا رہا تھا کہ جانور کو کسی بندے نے مار دیا ہے یا کسی نے جانور آر مارا ہے یا سواری نے کسی دولتی مار دی ہے یا اس کو اپنے اگلے پاؤں سے مارا ہے یا وہ بدک گئی اور اس نے کسی کو ٹکر مار کر مار دیا ہے تو اس کا ضمان آری مارنے والے پر ہوگا۔ سوار پر ضمان نہ ہوگا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ ناخس کے عمل سے سوار اور

سواری کو دھکا لگا ہے۔ پس سواری کا فعل ناخس یعنی سوا چبھونے والے کی جانب منسوب ہوگا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح ناخس نے یہ کام اپنے ہاتھ کے ساتھ کیا ہے۔ کیونکہ ناخس اپنے سبب سے زیادتی کرنے والا ہے۔ جبکہ سوار اپنے فعل سے زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔ پس زیادتی کے سبب سے ضمان کے بارے میں ناخس کی جانب کو ترجیح دی جائے گی۔ مگر جب سوار راستے میں سواری لے کر کھڑا ہے اور راکب اور ناخس پر نصف نصف ضمان واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ سواری کو کھڑا رکھنے کے سبب سوار بھی زیادتی کرنے والا ہے۔

سواری کا ناخس کو لات مارنے کے سبب خون ناخس کے ضائع جانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ نَفَحَتْ النَّاخِسَ كَانَ دَمُهُ هَدَرًا) لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْجَانِي عَلَى نَفْسِهِ (وَإِنْ أَلْقَتْ الرَّاكِبَ فَقَتَلَتْهُ كَانَ دِيَتُهُ عَلَى عَاقِلَةِ النَّاخِسِ) لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِي تَسْبِيبِهِ وَفِيهِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ قَالَ (وَلَوْ وَثَبَتْ بِنَخْسِهِ عَلَى رَجُلٍ أَوْ وَطِئَتْهُ فَقَتَلَتْهُ كَانَ ذَلِكَ عَلَى النَّاخِسِ دُونَ الرَّاكِبِ) لِمَا بَيَّنَّاهُ، وَالْوَاقِفُ فِي مِلْكِهِ وَالَّذِي يَسِيرُ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجِبُ الضَّمَانُ عَلَى النَّاخِسِ وَالرَّاكِبِ نِصْفَيْنِ، لِأَنَّ التَّلَفَ حَصَلَ بِثِقَلِ الرَّاكِبِ وَوَطْءِ الدَّابَّةِ، وَالثَّانِي مُضَافٌ إِلَى النَّاخِسِ فَيَجِبُ الضَّمَانُ عَلَيْهِمَا، وَإِنْ نَخَسَهَا بِإِذْنِ الرَّاكِبِ كَانَ ذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ فِعْلِ الرَّاكِبِ لَوْ نَخَسَهَا، وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِي نَفْحَتِهَا لِأَنَّهُ أَمَرَهُ بِمَا يَمْلِكُهُ، إِذْ النَّخْسُ فِي مَعْنَى السَّوْقِ فَصَحَّ أَمْرُهُ بِهِ، وَانْتَقَلَ إِلَيْهِ لِمَعْنَى الْأَمْرِ .

فرمایا کہ جب سواری نے ناخس کو لات ماری ہے تو ناخس کا خون ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنی جان پر جنایت کرنے والا ہے۔ اور جب سواری نے سوار کو گرا کر اس کو قتل کر دیا ہے تا ناخس کی عاقلہ پر سوار کی دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ اپنے سبب سے زیادتی کرنے والا ہے۔ اور اس طرح عاقلہ پر دیت واجب ہوا کرتی ہے۔

اور جب ناخس کے سوا چبھونے کے سبب سواری کسی پر کود گئی ہے۔ یا اس نے کسی کو روند کا مار دیا ہے تو ضمان ناخس پر ہوگا۔ سوار پر ضمان نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب سے جو ہم نے بیان کر دی ہے۔ اور اپنی ملکیت میں کھڑا ہونے والا آدمی اور اپنی ملکیت میں چلنے والا یہ دونوں برابر ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ناخس اور سوار دونوں پر نصف نصف ضمان واجب ہوگا۔ کیونکہ سوار کا بوجھ اور سواری کے روند ڈالنے کے سبب جان ضائع ہوئی ہے۔ اور دوسرا ناخس کی جان منسوب ہے۔ پس دونوں پر ضمان واجب ہوگا۔ اور جب ناخس نے سوار کی اجازت سے سواری کو آری ماری ہے تو یہ سوار کے فعل کے حکم میں ہوگا۔ اور جب سوار اسے آرا مارتا اور جانور کی دولتی مارنے کی حالت میں ناخس پر ضمان نہ ہوگا۔ کیونکہ سوار نے ناخس کو اس چیز کا حکم دیا ہے جس کو وہ مالک ہے۔ کیونکہ نخس سوق کے حکم میں ہے۔ پس سوار کے لئے اس کو حکم دینا درست ہوگا۔ اور یہاں پر سبب حکم دینے کے سبب آمر کی جانب منتقل ہو جانے

والا ہے۔

سواری کے چلتے ہوئے روندنے کے سبب راکب وناخس پر ضمان کا بیان

قَالَ (وَلَوْ وَطِئَتْ رَجُلًا فِیْ سَیْرِهَا وَقَدْ نَخَسَهَا النَّاخِسُ بِاِذْنِ الرَّاكِبِ فَالدِّیَةُ عَلَیْهِمَا نِصْفَیْنِ جَمِیْعًا اِذَا كَانَتْ فِیْ فَوْرِهَا الَّذِیْ نَخَسَهَا) لِاَنَّ سَیْرَهَا فِیْ تِلْكَ الْحَالَةِ مُضَافٌ اِلَیْهِمَا، وَالْاِذْنُ یَتَنَاوَلُ فِعْلَهُ مِنْ حَیْثُ السَّوْقُ وَلَا یَتَنَاوَلُهُ مِنْ حَیْثُ اِنَّهُ اِتْلَافٌ، فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ یَقْتَصِرُ عَلَیْهِ، وَالرُّكُوبُ وَاِنْ كَانَ عِلَّةً لِلْوَطْءِ فَالنَّخْسُ لَیْسَ بِشَرْطٍ لِهٰذِهِ الْعِلَّةِ بَلْ هُوَ شَرْطٌ اَوْ عِلَّةٌ لِلسَّیْرِ وَالسَّیْرُ عِلَّةٌ لِلْوَطْءِ وَبِهٰذَا لَا یَتَرَجَّحُ صَاحِبُ الْعِلَّةِ، كَمَنْ جَرَحَ اِنْسَانًا فَوَقَعَ فِیْ بِئْرٍ حَفَرَهَا غَیْرُهُ عَلٰی قَارِعَةِ الطَّرِیْقِ وَمَاتَ فَالدِّیَةُ عَلَیْهِمَا لِمَا اَنَّ الْحَفْرَ شَرْطُ عِلَّةٍ اُخْرٰی دُوْنَ عِلَّةِ الْجُرْحِ كَذَا هٰذَا .ثُمَّ قِیْلَ : یَرْجِعُ النَّاخِسُ عَلَی الرَّاكِبِ بِمَا ضَمِنَ فِی الْاِیْطَاءِ لِاَنَّهُ فَعَلَهُ بِاَمْرِهِ.

وَقِیْلَ : لَا یَرْجِعُ وَهُوَ الْاَصَحُّ فِیْمَا اَرَاهُ، لِاَنَّهُ لَمْ یَاْمُرْهُ بِالْاِیْطَاءِ وَالنَّخْسُ یَنْفَصِلُ عَنْهُ، وَصَارَ كَمَا اِذَا اَمَرَ صَبِیًّا یَسْتَمْسِكُ عَلَی الدَّابَّةِ بِتَسْیِیْرِهَا فَوَطِئَتْ اِنْسَانًا وَمَاتَ حَتّٰی ضَمَّنَ عَاقِلَةَ الصَّبِیِّ فَاِنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ عَلَی الْاٰمِرِ لِاَنَّهُ اَمَرَهُ بِالتَّسْیِیْرِ وَالْاِیْطَاءُ یَنْفَصِلُ عَنْهُ، وَكَذَا اِذَا نَاوَلَهُ سِلَاحًا فَقَتَلَ بِهِ آخَرَ حَتّٰی ضَمِنَ لَا یَرْجِعُ عَلَی الْاٰمِرِ، ثُمَّ النَّاخِسُ اِنَّمَا یَضْمَنُ اِذَا كَانَ الْاِیْطَاءُ فِیْ فَوْرِ النَّخْسِ حَتّٰی یَكُوْنَ السَّوْقُ مُضَافًا اِلَیْهِ، وَاِذَا لَمْ یَكُنْ فِیْ فَوْرِ ذٰلِكَ فَالضَّمَانُ عَلَی الرَّاكِبِ لِانْقِطَاعِ اَثَرِ النَّخْسِ فَبَقِیَ السَّوْقُ مُضَافًا اِلَی الرَّاكِبِ عَلَی الْكَمَالِ

اور جب سواری نے چلتے ہوئے کسی شخص کو روند دیا ہے جبکہ اس کی اجازت سے ناخس نے اس کو آری ماری تھی۔ تو ان دونوں پر آدھی آدھی دیت واجب ہو جائے گی۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ روندڈالنا یہ نخس کے فوری بعد ہو۔ کیونکہ اس طرح سواری کا چلنا سوار اور ناخس کی جانب منسوب ہے۔ اور ناخس کے لئے جو اجازت ہے وہ چلانے کے فعل کو شامل ہے۔ جبکہ تلف کرنے کے عمل میں اس کو شامل نہیں ہے۔ پس اس طرح تلف کرنا یہ ناخس پر منحصر ہو جائے گا۔ اور سوار اگر چہ روندنے کی علت ہے مگر نخس اس علت کی شرط نہیں ہے۔ بلکہ نخس یہ چلنے کی شرط ہے یا پھر علت ہے۔ اور چلنا روندنے کی علت ہے۔ لہٰذا علت والے کو ترجیح حاصل نہیں ہے۔ جس طرح یہ صورت ہے کہ جب کسی شخص نے کسی آدمی کو زخمی کر دیا ہے اس کے بعد مجروح کسی ایسے کنوئیں میں گر گیا ہے جس طرح کو جارح کے سوا کسی دوسرے نے شارع عام پر کھودا ہے اور زخمی مر جائے تو جارح اور کھودنے والا دونوں پر دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ کھودنا یہ دوسری علت کی شرط ہے یہ علت زخم کی شرط نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ روندنے کی صورت میں ناخس جتنی مقدار کا ضامن بنا ہے وہ اس کو سوار سے واپس لے گا کیونکہ ناخس

نے یہ کام سوار کے حکم سے کیا ہے۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ ناخس رجوع نہ کرے گا۔اور میری رائے کے مطابق درست یہی ہے کیونکہ جب سوار نے اس کو روندنے کا حکم نہیں دیا ہے اور نخس جو ہے یہ روندنے سے الگ ہے۔تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح کسی بچے کو جو جانور پر بیٹھ سکتا ہے اس کو جانور کو چلانے کا حکم دیا ہے۔اور اس نے کسی شخص کو روند ڈالا ہے اور وہ فوت ہو گیا ہے حتیٰ کہ اس کے بچے کی عاقلہ اس کے ضامن بن جائے گی۔تو وہ لوگ آمر سے رجوع کرنے والے نہ ہوں گے۔کیونکہ حکم دینے والے نے بچے کو سواری چلانے کا حکم دیا ہے۔اور روندنا یہ چلانے کے سوا ہوتا ہے۔اور اسی طرح جب کسی شخص نے بچے کو اسلحہ دیا ہے اور اس بچے نے دوسرے کو قتل کر دیا ہے تو وہ اس کا ضامن ہوا ہے تو وہ آمر سے رجوع نہ کرے گا۔

اور اس کے بعد ناخس اس وقت ضامن بنے گا کہ جب روندنا یہ نخس کے ساتھ ہی پایا جائے۔کہ سوق نخس کی جانب منسوب ہو سکے۔اور جب روندنا فوری طور پر نہیں ہے تو سارا ضمان سوار پر ہوگا۔کیونکہ نخس کا اثر ختم ہو چکا ہے۔پس چلانا یہ مکمل طور پر سوار کی جانب منسوب ہوگا۔

نخس کے سبب چھوٹ جانے والی سواری کے حملہ کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَادَ دَابَّةً فَنَخَسَهَا رَجُلٌ فَانْفَلَتَتْ مِنْ يَدِ الْقَائِدِ فَأَصَابَتْ فِي فَوْرِهَا فَهُوَ عَلَى النَّاخِسِ وَكَذَا إِذَا كَانَ لَهَا سَائِقٌ فَنَخَسَهَا غَيْرُهُ لِأَنَّهُ مُضَافٌ إِلَيْهِ، وَالنَّاخِسُ إِذَا كَانَ عَبْدًا فَالضَّمَانُ فِي رَقَبَتِهِ، وَإِنْ كَانَ صَبِيًّا فَفِي مَالِهِ لِأَنَّهُمَا مُؤَاخَذَانِ بِأَفْعَالِهِمَا) وَلَوْ نَخَسَهَا شَيْءٌ مَنْصُوبٌ فِي الطَّرِيقِ فَنَفَحَتْ إِنْسَانًا فَقَتَلَتْهُ فَالضَّمَانُ عَلَى مَنْ نَصَبَ ذَلِكَ الشَّيْءَ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ بِشَغْلِ الطَّرِيقِ فَأُضِيفَ إِلَيْهِ كَأَنَّهُ نَخَسَهَا بِفِعْلِهِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اور جب کسی شخص نے سواری کو کھینچا ہے اور دوسرے بندے نے اس کو آری ماری اور وہ جانور قائد سے چھوٹ گیا اور اس نے کسی پر کو مارا ہے تو اس کا ضامن ناخس پر ہوگا۔اور اسی طرح جب کسی جانور کا سائق ہے اور سائق کے سوا کسی دوسرے نے اس کو نخس کیا ہے کیونکہ جانور کا فعل نخس کی جانب منسوب ہوگا۔اور ناخس جب غلام ہے تو ضمان اس کی گردن میں واجب ہو جائے گا اور جب وہ بچہ ہے تو اس کے مال میں واجب ہو جائے گا کیونکہ غلام اور بچہ ان دونوں کے افعال کو اخذ کیا جاتا ہے۔

اور جب راستے میں کھڑی ہوئی کوئی چیز سواری کو چبھ گئی ہے اور اس سواری نے کسی شخص کو روند کر قتل کر دیا ہے تو اس چیز کو کھڑا کرنے والے شخص پر ضمان واجب ہو جائے گا کیونکہ وہ راستے کو گھیرنے کے سبب زیادتی کرنے والا ہے۔پس سواری کا فعل اس کی جانب منسوب کر دیا جائے گا۔تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کھڑا کرنے والے نے اپنے فعل سے سواری کو نخس کیا ہے۔اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ جِنَايَةِ الْمَمْلُوكِ وَالْجِنَايَةِ عَلَيْهِ

﴿ یہ باب جنایت مملوک اور اس پر جنایت کے بیان کے بیان ہے ﴾

باب جنایت مملوک کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب جنایت مالک یعنی آزاد کی جنایت سے فارغ ہوئے ہیں تو اس کے بعد انہوں مملوک یعنی غلام کی جنایت سے متعلق احکام کو بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور اس کے مؤخر ہونے کا سبب مرتبے میں انحطاط ہے۔ لہٰذا فقہی مطابقت واضح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب دیات، بیروت)

جنایت مملوک و دیت کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار کہتے تھے کہ غلام کے موضحہ میں اس کی قیمت کا بیسواں حصہ دینا ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مروان بن حکم فیصلہ کرتا تھا اس شخص پر جو زخمی کرے غلام کو کہ جس قدر اس زخم کی وجہ سے اس کی قیمت میں نقصان ہوا وہ ادا کرے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم ہے کہ غلام کے موضحہ میں اس کی قیمت کا بیسواں حصہ اور منقلہ میں دسواں حصہ اور بیسواں حصہ اور مامومہ اور جائفہ میں تیسرا حصہ دینا ہوگا سوائے ان کے اور طرح کے زخموں میں جس قدر قیمت میں نقصان ہو گیا دینا ہوگا جب وہ غلام اچھا ہو جائے تب دیکھیں گے کہ اس کی قیمت اس زخم سے پہلے کیا تھی اور اب کتنی ہے۔ جس قدر کمی ہوگی وہ دینی ہوگی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب غلام کا ہاتھ یا پاؤں کوئی شخص توڑ ڈالے پھر وہ اچھا ہو جائے تو کچھ تاوان نہیں ہوگا البتہ اگر کسی قدر نقصان رہ جائے تو اس کا تاوان دینا ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ غلاموں میں اور لونڈیوں میں قصاص کا حکم مثل آزادوں کے ہوگا اگر غلام لونڈی کو قصداً قتل کرے تو غلام بھی قتل کیا جائے گا اگر اس کو زخمی کرے وہ بھی زخمی کیا جائے گا ایک غلام نے دوسرے غلام کو عمداً مار ڈالا تو مقتول کے مولیٰ کو اختیار ہوگا چاہے قاتل کو قتل کرے چاہے دیت یعنی اپنے غلام کی قیمت لے لے۔ قاتل کے مولیٰ کو اختیار ہے چاہے مقتول کی قیمت ادا کرے اور قاتل کو اپنے پاس رہنے دے چاہے قاتل ہی کو حوالے کر دے اس سے زیادہ اور کچھ لازم نہ آئے گا۔

اب جب مقتول کا مولیٰ دیت پر راضی ہو کر قاتل کو لے لے تو پھر اس کو قتل نہ کرے۔ اسی طرح اگر ایک غلام دوسرے غلام کا ہاتھ یا پاؤں کاٹے تو اس کے قصاص کا بھی یہی حکم ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر مسلمان غلام کسی یہودی یا نصرانی کو زخمی کرے تو غلام کے مولیٰ کو اختیار ہے چاہے دیت دے یا غلام کو حوالے کر دے تو اس غلام کو بیچ کر اس کی دیت ادا کریں گے مگر وہ غلام یہودی یا نصرانی کے پاس رہ نہیں سکتا (کیونکہ مسلمان کو کافر کا محکوم کرنا درست نہیں)۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1439)

غلام کی جنایت پر آقا سے فدیہ یا حوالے کرنے کے مطالبہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا جَنَى الْعَبْدُ جِنَايَةً خَطَأً قِيلَ لِمَوْلَاهُ : إِمَّا أَنْ تَدْفَعَهُ بِهَا أَوْ تَفْدِيَه) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : جِنَايَتُهُ فِي رَقَبَتِهِ يُبَاعُ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَقْضِيَ الْمَوْلَى الْأَرْشَ، وَفَائِدَةُ الِاخْتِلَافِ فِي اتِّبَاعِ الْجَانِي بَعْدَ الْعِتْقِ .وَالْمَسْأَلَةُ مُخْتَلِفَةٌ بَيْنَ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ .

لَهُ أَنَّ الْأَصْلَ فِي مُوجِبِ الْجِنَايَةِ أَنْ يَجِبَ عَلَى الْمُتْلِفِ لِأَنَّهُ هُوَ الْجَانِي، إِلَّا أَنَّ الْعَاقِلَةَ تَتَحَمَّلُ عَنْهُ، وَلَا عَاقِلَةَ لِلْعَبْدِ لِأَنَّ الْعَقْلَ عِنْدِي بِالْقَرَابَةِ وَلَا قَرَابَةَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَمَوْلَاهُ فَتَجِبُ فِي ذِمَّتِهِ كَمَا فِي الدَّيْنِ .وَيَتَعَلَّقُ بِرَقَبَتِهِ يُبَاعُ فِيهِ كَمَا فِي الْجِنَايَةِ عَلَى الْمَالِ .

وَلَنَا أَنَّ الْأَصْلَ فِي الْجِنَايَةِ عَلَى الْآدَمِيِّ حَالَةَ الْخَطَإِ أَنْ تَتَبَاعَدَ عَنْ الْجَانِي تَحَرُّزًا عَنْ اسْتِئْصَالِهِ وَالْإِجْحَافِ بِهِ، إِذْ هُوَ مَعْذُورٌ فِيهِ حَيْثُ لَمْ يَتَعَمَّدْ الْجِنَايَةَ، وَتَجِبُ عَلَى عَاقِلَةِ الْجَانِي إِذَا كَانَ لَهُ عَاقِلَةٌ، وَالْمَوْلَى عَاقِلَتُهُ لِأَنَّ الْعَبْدَ يَسْتَنْصِرُ بِهِ، وَالْأَصْلُ فِي الْعَاقِلَةِ عِنْدَنَا النُّصْرَةُ حَتَّى تَجِبَ عَلَى أَهْلِ الدِّيوَانِ .

بِخِلَافِ الذِّمِّيِّ لِأَنَّهُمْ لَا يَتَعَاقَلُونَ فِيمَا بَيْنَهُمْ فَلَا عَاقِلَةَ فَتَجِبُ فِي ذِمَّتِهِ صِيَانَةً لِلدَّمِ عَنْ الْهَدَرِ، وَبِخِلَافِ الْجِنَايَةِ عَلَى الْمَالِ ؛لِأَنَّ الْعَوَاقِلَ لَا تَعْقِلُ الْمَالَ، إِلَّا أَنَّهُ يُخَيَّرُ بَيْنَ الدَّفْعِ وَالْفِدَاءِ لِأَنَّهُ وَاحِدٌ، وَفِي إِثْبَاتِ الْخِيَرَةِ نَوْعُ تَخْفِيفٍ فِي حَقِّهِ كَيْ لَا يُسْتَأْصَلَ، غَيْرَ أَنَّ الْوَاجِبَ الْأَصْلِيَّ هُوَ الدَّفْعُ فِي الصَّحِيحِ، وَلِهَذَا يَسْقُطُ الْمُوجِبُ بِمَوْتِ الْعَبْدِ لِفَوَاتِ مَحَلِّ الْوَاجِبِ وَإِنْ كَانَ لَهُ حَقُّ النَّقْلِ إِلَى الْفِدَاءِ كَمَا فِي مَالِ الزَّكَاةِ، بِخِلَافِ مَوْتِ الْجَانِي الْحُرِّ لِأَنَّ الْوَاجِبَ لَا يَتَعَلَّقُ بِالْحُرِّ اسْتِيفَاءً فَصَارَ كَالْعَبْدِ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ .

فرمایا کہ جب کسی غلام نے غلطی سے کوئی جنایت کی ہے تو اس کے آقا سے کہہ دیا جائے گا کہ تم اس غلام کے جنایت کے بدلے میں ہمارے حوالے کر دو یا اس کا فدیہ ادا کرو۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ غلام کی جنایت اس کی گردن میں واجب ہے۔ اور اس میں غلام کو بیچ دیا جائے گا ہاں البتہ جب آقا ارش کو ادا کرے۔ اور اس اختلاف کا فائدہ تب ہوگا کہ جب آزادی کے بعد مجرم کا پیچھا کیا جائے۔ اور یہ مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی اختلافی تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جنایت کو واجب کرنے میں قانون یہ ہے کہ وہ موجب متلف پر واجب ہو۔ کیونکہ تلف کرنے والا ہی مجرم ہے۔ مگر اس کی جانب سے عاقلہ ادا کرتے ہیں۔ اور غلام کی کوئی عاقلہ نہیں ہے۔ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدد قرابت کے سبب ہوتی ہے۔ اور غلام اور اس کے آقا کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے۔ پس غلام کے ذمہ پر دیت واجب ہو جائے گی۔ جس طرح ذمی میں ہوتا ہے۔ اور یہ وجوب غلام کی گردن سے متعلق ہے۔ جس طرح اس کو جب بیچ دیا جائے جس طرح مال کی جنایت میں ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ خطاء کی صورت میں انسان پر جنایت کے بارے میں ہمارے نزدیک قانون یہ ہے کہ دیت مجرم سے دور رہے۔ تاکہ جانی سے جڑ سے اکھاڑنے اور اس کو پریشانی سے بچایا جا سکے۔ کیونکہ خطاء میں وہ معذور ہے۔ اس لئے کہ وہ جنایت کا ارادہ کرنے والا نہیں ہے۔ اور جب جانی کی عاقلہ ہے تو دیت ان پر واجب ہوگی۔ اور آقا غلام کی عاقلہ ہو جائے گا۔ کیونکہ غلام آقا سے مدد مانگنے والا ہے۔ اور ہمارے نزدیک عاقلہ میں اصل مدد ہے۔ یہاں تک کہ اہل دیوان پر دیت واجب ہے۔

جبکہ ذمی میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ آپس میں دیت ادا کرنے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کی مدد کرنے والی برادری نہیں ہے تو اس خون کا ضائع ہونے سے بچانے کے لئے ذمی کی ذمہ داری پر دیت ہوگی۔ اور مال والی دیت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ مدد کرنے والے برادری مال دیت ادا کرنے والی نہیں ہے۔ البتہ غلام دینے یا فدیہ دینے کے درمیان آقا کو اختیار دیا جائے گا۔ کیونکہ آقا ایک ہے۔ اور اختیار ثابت کرنے میں اس کے حق میں آسانی ہے۔ کہ اس کا استیصال نہ کر دیا جائے۔

مگر درست روایت کے مطابق اصل غلام کا دینا واجب ہے کیونکہ غلام کے فوت ہو جانے کے سبب محل وجوب نہ ہونے کی وجہ سے موجب ساقط ہو چکا ہے۔ اگر چہ آقا کو فدیہ ادا کرنے کی طرف انتقال کا حق ہے۔ جس طرح مال زکوٰۃ میں یہی حق ہے۔ جبکہ آزاد مجرم کی موت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ واجب وصولی کے اعتبار سے آزاد سے متعلق ہونے والا نہیں ہے۔ پس یہ صدقہ فطر میں غلام کی مثل ہو جائے گا۔

غلام دینے کے سبب ولی جنایت کا مالک ہو جانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ دَفَعَهُ مَلَكَهُ وَلِيُّ الْجِنَايَةِ وَإِنْ فَدَاهُ فَدَاهُ بِأَرْشِهَا وَكُلُّ ذٰلِكَ يَلْزَمُ حَالًّا) أَمَّا الدَّفْعُ فَلِأَنَّ التَّأْجِيلَ فِي الْأَعْيَانِ بَاطِلٌ وَعِنْدَ اخْتِيَارِهِ الْوَاجِبُ عَيْنٌ .

وَأَمَّا الْفِدَاءُ فَلِأَنَّهُ جُعِلَ بَدَلًا عَنِ الْعَبْدِ فِي الشَّرْعِ وَإِنْ كَانَ مُقَدَّرًا بِالْمُتْلَفِ وَلِهٰذَا سُمِّيَ فِدَاءً فَيَقُومُ مَقَامَهُ وَيَأْخُذُ حُكْمَهُ فَلِهٰذَا وَجَبَ حَالًّا كَالْمُبْدَلِ (وَأَيُّهُمَا اخْتَارَهُ وَفَعَلَهُ لَا شَيْءَ

لِوَلِيِّ الْجِنَايَةِ غَيْرَهُ) أَمَّا الدَّفْعُ فَلِأَنَّ حَقَّهُ مُتَعَلِّقٌ بِهِ، فَإِذَا خَلَّى بَيْنَهُ وَبَيْنَ الرَّقَبَةِ سَقَطَ .
وَأَمَّا الْفِدَاءُ فَلِأَنَّهُ لَا حَقَّ لَهُ إِلَّا الْأَرْشُ، فَإِذَا أَوْفَاهُ حَقَّهُ سَلَّمَ الْعَبْدَ لَهُ، فَإِنْ لَمْ يَخْتَرْ شَيْئًا حَتّٰى مَاتَ الْعَبْدُ بَطَلَ حَقُّ الْمَجْنِيِّ عَلَيْهِ لِفَوَاتِ مَحَلِّ حَقِّهِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، وَإِنْ مَاتَ بَعْدَمَا اخْتَارَ الْفِدَاءَ لَمْ يَبْرَأْ لِتَحَوُّلِ الْحَقِّ مِنْ رَقَبَةِ الْعَبْدِ إِلٰى ذِمَّةِ الْمَوْلٰى .

اور جب آقا نے غلام دے دیا ہے تو جنایت کا ولی اس کا مالک بن جائے گا۔ اور جب آقا فدیہ دینا چاہتا ہے تو جنایت کے ارش کی مقدار برابر فدیہ ادا کرے۔ اوران میں ہر ایک اسی حالت میں آقا پر لازم ہو جائے گا۔ البتہ جہاں تک غلام دینا ہے تو وہ اس سبب سے ہے کہ اعیان میں عجلت باطل ہے۔ اور آقا کا غلام کو دینے کے وقت جو چیز واجب ہے۔ اور وہ عین ہے۔ اور جہاں تک فدیہ دینے کا معاملہ ہے تو وہ فوری طور پر ادا کرنا ہوگا۔ کیونکہ اس کو شریعت نے غلام کا بدل قرار دیا ہے۔ خواہ ہلاک شدہ کے ساتھ مقدر ہو۔ اسی سبب سے اس کا نام فدیہ ہے۔ پس فدیہ غلام کے قائم مقام ہوگا۔ اور غلام کے حکم کو لینے والا ہوگا۔ اور مبدل کی طرح وہ بھی اسی حالت میں واجب الاداء ہے۔

اوران دونوں میں سے جس کو آقا نے منتخب کر کے ادا کر دیا ہے تو اس کے سوا ولی جنایت کے لئے کچھ نہ ہوگا۔ اور غلام دینا اس سبب سے ہے کہ ولی کا حق غلام کے ساتھ متعلق ہے۔ اور جب آقا نے ولی جنایت اور غلام کے درمیان تخلیہ کر دیا ہے تو حق کا مطالبہ ساقط ہو جائے گا۔ البتہ جو فدیہ دینا ہے وہ اس لئے کہ ارش کے سوا ولی کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور جب آقا نے ولی کو پورا حق دے دیا ہے۔ تو غلام آقا کے لئے سالم رہ جائے گا۔ مگر جب آقا نے کچھ بھی اختیار نہیں کیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ غلام فوت ہو گیا ہے۔ تو مجنی علیہ کا حق باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کے حق کا محل فوت ہو گیا ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب آقا کا فدیہ کو اختیار کر لینے کے بعد غلام فوت ہو گیا ہے۔ تو اب بھی آقا بری نہ ہوگا۔ کیونکہ جنایت کے ولی کا حق غلام کی گردن میں ہونے کی وجہ سے حق کے ذمہ داری کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔

مجرم کی جنایت ثانیہ کا حکم جنایت اولیٰ کی طرح ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ عَادَ فَجَنٰى كَانَ حُكْمُ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ كَحُكْمِ الْجِنَايَةِ الْأُولٰى) مَعْنَاهُ بَعْدَ الْفِدَاءِ لِأَنَّهُ لَمَّا طَهُرَ عَنِ الْجِنَايَةِ بِالْفِدَاءِ جُعِلَ كَأَنْ لَمْ تَكُنْ، وَهٰذَا ابْتِدَاءُ جِنَايَةٍ .

قَالَ (وَإِنْ جَنٰى جِنَايَتَيْنِ قِيلَ لِلْمَوْلٰى إِمَّا أَنْ تَدْفَعَهُ إِلٰى وَلِيِّ الْجِنَايَتَيْنِ يَقْتَسِمَانِهِ عَلٰى قَدْرِ حَقَّيْهِمَا وَإِمَّا أَنْ تَفْدِيَهُ بِأَرْشِ كُلِّ وَاحِدٍ وَاحِدٍ مِنْهُمَا) لِأَنَّ تَعَلُّقَ الْأَوَّلِ بِرَقَبَتِهِ لَا يَمْنَعُ تَعَلُّقَ الثَّانِيَةِ بِهَا كَالدُّيُونِ الْمُتَلَاحِقَةِ ؛ أَلَا تَرٰى أَنَّ مِلْكَ الْمَوْلٰى لَمْ يَمْنَعْ تَعَلُّقَ الْجِنَايَةِ فَحَقُّ الْمَجْنِيِّ عَلَيْهِ الْأَوَّلِ أَوْلٰى أَنْ لَا يَمْنَعَ، وَمَعْنٰى قَوْلِهِ عَلٰى قَدْرِ حَقَّيْهِمَا عَلٰى قَدْرِ أَرْشِ جِنَايَتِهِمَا،

فرمایا کہ جب مجرم نے دوسری بار جنایت کرڈالی ہے تو اس کا حکم بھی پہلے والی جنایت کی طرح ہوگا۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ فدیہ ادا کرنے کے بعد اس نے جنایت کی ہے۔ کیونکہ جب وہ فدیہ ادا کر کے جنایت سے بری ہو چکا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح اس نے جنایت کی ہی نہیں ہے۔ اور یہ ابتدائی طور پر جنایت ہے۔

اور جب غلام نے دو جنایات کی ہیں تو آقا سے کہہ دیا جائے گا کہ تم دونوں جنایات کے ولی کو غلام کو دے دو وہ ان کی مقدار کے مطابق تقسیم کرلے گا یا پھر ان میں سے ہر ایک کے ارش کے مطابق اس کا فدیہ ادا کرو۔ کیونکہ پہلی جنیت کا غلام کی گردن سے متعلق ہونا یہ دوبارہ اس کی گردن کے متعلق ہونے سے روکنے والی نہیں ہے۔ جس طرح دیوان متصلہ ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ آقا کی ملکیت جنایت کے متعلق ہونے سے روکنے والی نہیں ہے۔ تو پہلی جنایت والے کا حق تو بدرجہ اولیٰ روکنے والا نہ ہوگا۔ اور امام قدوری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ "عَلٰی قَدْرِ حَقِّيهِمَا" کا معنی "عَلٰی قَدْرِ اَرْشِ جِنَايَتِهِمَا" ہے۔

جماعت اولیاء کا مدفوع غلام کو مقدار کے برابر تقسیم کرلینے کا بیان

(وَاِنْ كَانُوا جَمَاعَةً يَقْتَسِمُونَ الْعَبْدَ الْمَدْفُوعَ عَلٰى قَدْرِ حِصَصِهِمْ وَاِنْ فَدَاهُ فَدَاهُ بِجَمِيعِ اُرُوشِهِمْ) لِمَا ذَكَرْنَا (وَلَوْ قَتَلَ وَاحِدًا وَفَقَاَ عَيْنَ آخَرَ) يَقْتَسِمَانِهِ اَثْلَاثًا (لِاَنَّ اَرْشَ الْعَيْنِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ اَرْشِ النَّفْسِ)، وَعَلٰى هٰذَا حُكْمُ الشِّجَاجِ (وَلِلْمَوْلٰى اَنْ يَفْدِيَ مِنْ بَعْضِهِمْ وَيَدْفَعَ اِلٰى بَعْضِهِمْ مِقْدَارَ مَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّهُ مِنَ الْعَبْدِ) لِاَنَّ الْحُقُوقَ مُخْتَلِفَةٌ بِاخْتِلَافِ اَسْبَابِهَا. وَهِيَ الْجِنَايَاتُ الْمُخْتَلِفَةُ، بِخِلَافِ مَقْتُولِ الْعَبْدِ اِذَا كَانَ لَهُ وَلِيَّانِ لَمْ يَكُنْ لَهُ اَنْ يَفْدِيَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَيَدْفَعَ اِلَى الْاٰخَرِ لِاَنَّ الْحَقَّ مُتَّحِدٌ لِاتِّحَادِ سَبَبِهِ وَهِيَ الْجِنَايَةُ الْمُتَّحِدَةُ، وَالْحَقُّ يَجِبُ لِلْمَقْتُولِ ثُمَّ لِلْوَارِثِ خِلَافَةً عَنْهُ فَلَا يَمْلِكُ التَّفْرِيقَ فِي مُوجِبِهَا.

اور جب اولیاء کی جماعت ہے تو وہ دیئے گئے غلام کو اپنے حصوں کے مطابق تقسیم کرلیں گے۔ اور جب آقا فدیہ دینا چاہتا ہے تو وہ ان سب کے ارش کے برابر فدیہ دے اسی دلیل کے سبب سے جو ہم بیان کرآئے ہیں۔ اور جب غلام نے ایک کو قتل کیا ہے۔ اور دوسرے کی آنکھ کو پھوڑ دیا ہے تو وہ دونوں غلاموں کو اثلاث کے حساب سے تقسیم کریں گے۔ کیونکہ آنکھ کا ارش جان کے ارش سے نصف ہے۔ اور شجات کا حکم اسی وضاحت کے مطابق ہے۔ اور آقا کے لئے یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان میں بعض کو فدیہ ادا کردے اور بعض کو غلام دے دے۔ جتنا غلام سے ان کا حق بنتا ہے۔ کیونکہ حقوق کے اسباب مختلف ہونے کی وجہ سے حقوق بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اسباب مختلف جنایات ہیں۔ جبکہ مقتول غلام میں ایسا نہیں ہے۔ جبکہ اس کے دو ولی ہوں۔ تو آقا کے لئے یہ حق نہ ہوگا کہ وہ ایک ولی کو فدیہ ادا کرے اور دوسرے کو غلام دیدے۔ کیونکہ جنایت کا سبب متحد ہونے کی وجہ سے حق بھی متحد ہے۔ اور یہ حق پہلے مقتول کے لئے واجب ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد خلافت کے طور پر وارث کے لئے بھی ثابت ہونے والا ہے۔ پس آقا جنایت کو واجب کرنے میں تفریق کا مالک نہ ہوگا۔

عبد جانی کی آزادی کے بعد بھی آقا پر ضمان ہونے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ اَعْتَقَهُ الْمَوْلٰى وَهُوَ لَا يَعْلَمُ بِالْجِنَايَةِ ضَمِنَ الْاَقَلَّ مِنْ قِيْمَتِهٖ وَمِنْ اَرْشِهَا، وَاِنْ اَعْتَقَهُ بَعْدَ الْعِلْمِ بِالْجِنَايَةِ وَجَبَ عَلَيْهِ الْاَرْشُ) لِاَنَّ فِي الْاَوَّلِ فَوَّتَ حَقَّهٗ فَيَضْمَنُهٗ وَحَقُّهٗ فِي اَقَلِّهِمَا، وَلَا يَصِيْرُ مُخْتَارًا لِلْفِدَاءِ لِاَنَّهٗ لَا اخْتِيَارَ بِدُوْنِ الْعِلْمِ، وَفِي الثَّانِي صَارَ مُخْتَارًا لِاَنَّ الْاِعْتَاقَ يَمْنَعُهٗ مِنَ الدَّفْعِ فَالْاِقْدَامُ عَلَيْهِ اخْتِيَارٌ مِنْهُ لِلْاٰخَرِ، وَعَلٰى هٰذَيْنِ الْوَجْهَيْنِ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ وَالتَّدْبِيْرُ وَالْاِسْتِيْلَادُ، لِاَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ مِمَّا يَمْنَعُ الدَّفْعَ لِزَوَالِ الْمِلْكِ بِهٖ، بِخِلَافِ الْاِقْرَارِ عَلٰى رِوَايَةِ الْاَصْلِ لِاَنَّهٗ لَا يَسْقُطُ بِهٖ حَقُّ وَلِيِّ الْجِنَايَةِ، فَاِنَّ الْمُقَرَّ لَهٗ يُخَاطَبُ بِالدَّفْعِ اِلَيْهِ .

وَلَيْسَ فِيْهِ نَقْلُ الْمِلْكِ لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ الْاَمْرُ كَمَا قَالَهُ الْمُقِرُّ وَاَلْحَقَهُ الْكَرْخِيُّ بِالْبَيْعِ وَاَخَوَاتِهٖ لِاَنَّهٗ مِلْكُهٗ فِي الظَّاهِرِ فَيَسْتَحِقُّهُ الْمُقَرُّ لَهٗ بِاِقْرَارِهٖ فَاَشْبَهَ الْبَيْعَ .

وَاِطْلَاقُ الْجَوَابِ فِي الْكِتَابِ يَنْتَظِمُ النَّفْسَ وَمَا دُوْنَهَا، وَكَذَا الْمَعْنٰى لَا يَخْتَلِفُ وَاِطْلَاقُ الْبَيْعِ يَنْتَظِمُ الْبَيْعَ بِشَرْطِ الْخِيَارِ لِلْمُشْتَرِيْ لِاَنَّهٗ يُزِيْلُ الْمِلْكَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْبَائِعِ وَنَقْضِهٖ، وَبِخِلَافِ الْعَرْضِ عَلَى الْبَيْعِ لِاَنَّ الْمِلْكَ مَا زَالَ،

فرمایا کہ جب آقا نے جانی غلام کو آزاد کر دیا ہے وہ اس جنایت کو تسلیم کرنے والا بھی نہیں ہے تو آقا اس کو قیمت اور جنایت کے ارش میں سے جو کم ہے اس کا ضامن بن جائے گا۔ اور جب جنایت کو جاننے کے بعد آقا نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو اس پر ارش واجب ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں آقا نے جس پر جنایت ہے اس کے حق کو ختم کر دیا ہے۔ پس وہ ضامن ہوگا۔ اور جس پر جنایت ہے اس کا حق ان میں سے قلیل پر ہوگا۔ اور آقا فدیہ کو اختیار کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ علم کے بغیر اختیار کرنا ممکن نہیں ہے۔

اور دوسری صورت میں آقا فدیہ اختیار کرنے والا ہے۔ کیونکہ غلام کو آزاد کرنا یہ دینے سے روکنے والا ہے۔ پس اعتاق پر مقدم کرنا آقا کی جانب سے دوسرے کو اختیار کرنا ہوگا۔ اور انہی دونوں صورتوں میں بیع، ہبہ اور استیلاد کے مسائل ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر چیز غلام کو دینے سے روکنے والی ہے۔ اس لئے کہ ان سے ملکیت ختم ہو چکی ہے۔

اور مبسوط کے روایت کے مطابق اقرار میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اقرار کے سبب ولی کا جنایت کا حق ساقط ہونے والا نہیں ہے پس مقرلہ سے ولی کی غلام دینے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور اس میں ملکیت کو نقل کرنا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے معاملہ مقرر کے مطابق ہو۔

حضرت امام کرخی علیہ الرحمہ نے اقرار کو بیع اور اس کی امثلہ کے ساتھ لاحق کر دیا ہے۔ کیونکہ مقر ظاہر کے اعتبار سے غلام کا مالک ہے۔ پس مقر کے اقرار سے مقرلہ اس کا مالک بن جائے گا۔ تو یہ بیع کے مشابہ ہو جائے گا۔

اور صاحب قدوری کا حکم اطلاق نفس اور سوائے نفس دونوں کو شامل ہے۔ اور سبب بھی مختلف نہیں ہے۔ اور بیع کا اطلاق اس

بیع کو بھی شامل ہے۔ جس میں خریدار کے لئے خیار شرط ہے۔ کیونکہ یہ بیع بھی ملکیت کو ختم کرنے والی ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب خیار بیچنے والے کے لئے ہو اور بیچنے والا بیع کو توڑ دے۔ اور بہ خلاف بیع پر پیش کرنے کے کیونکہ اس کے عرض علی بیع کی وجہ سے ملکیت ختم ہونے والی نہیں ہے۔

آقا کا بیع فاسد کے طور پر غلام کو بیچنے کا بیان

وَلَوْ بَاعَهُ بَيْعًا فَاسِدًا لَمْ يَصِرْ مُخْتَارًا حَتّٰى يُسَلِّمَهُ لِاَنَّ الزَّوَالَ بِهِ، بِخِلَافِ الْكِتَابَةِ الْفَاسِدَةِ لِاَنَّ مُوجَبَهُ يَثْبُتُ قَبْلَ قَبْضِ الْبَدَلِ فَيَصِيرُ بِنَفْسِهِ مُخْتَارًا، وَلَوْ بَاعَهُ مَوْلَاهُ مِنَ الْمَجْنِيِّ عَلَيْهِ فَهُوَ مُخْتَارٌ، بِخِلَافِ مَا اِذَا وَهَبَهُ مِنْهُ؛ لِاَنَّ الْمُسْتَحِقَّ لَهُ اَخْذُهُ بِغَيْرِ عِوَضٍ وَهُوَ مُتَحَقِّقٌ فِي الْهِبَةِ دُوْنَ الْبَيْعِ، وَاِعْتَاقُ الْمَجْنِيِّ عَلَيْهِ بِاَمْرِ الْمَوْلٰى بِمَنْزِلَةِ اِعْتَاقِ الْمَوْلٰى فِيمَا ذَكَرْنَاهُ، لِاَنَّ فِعْلَ الْمَاْمُوْرِ مُضَافٌ اِلَيْهِ، وَلَوْ ضَرَبَهُ فَنَقَصَهُ فَهُوَ مُخْتَارٌ اِذَا كَانَ عَالِمًا بِالْجِنَايَةِ لِاَنَّهُ حَبَسَ جُزْءًا مِنْهُ وَكَذَا اِذَا كَانَتْ بِكْرًا فَوَطِئَهَا وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مُعَلِّقًا لِمَا قُلْنَا بِخِلَافِ التَّزْوِيجِ لِاَنَّهُ عَيْبٌ مِنْ حَيْثُ الْحُكْمِ، وَبِخِلَافِ وَطْءِ الثَّيِّبِ عَلٰى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِاَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ غَيْرِ اِعْلَاقٍ، وَبِخِلَافِ الْاِسْتِخْدَامِ لِاَنَّهُ لَا يَخْتَصُّ بِالْمِلْكِ، وَلِهٰذَا لَا يَسْقُطُ بِهِ خِيَارُ الشَّرْطِ وَلَا يَصِيرُ مُخْتَارًا بِالْاِجَارَةِ وَالرَّهْنِ فِي الْاَظْهَرِ مِنَ الرِّوَايَاتِ، وَكَذَا بِالْاِذْنِ فِي التِّجَارَةِ وَاِنْ رَكِبَهُ دَيْنٌ، لِاَنَّ الْاِذْنَ لَا يُفَوِّتُ الدَّفْعَ وَلَا يَنْقُصُ الرَّقَبَةَ، اِلَّا اَنَّ لِوَلِيِّ الْجِنَايَةِ اَنْ يَمْتَنِعَ مِنْ قَبُوْلِهِ لِاَنَّ الدَّيْنَ لَحِقَهُ مِنْ جِهَةِ الْمَوْلٰى فَلَزِمَ الْمَوْلٰى قِيمَتُهُ.

اور جب آقا نے بیع فاسد کرتے ہوئے غلام کو بیچ دیا ہے تو وہ فدیے کو اختیار کرنے والا نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ غلام کو خریدار کے حوالے کر دے۔ کیونکہ ملکیت سپرد کرنے سے ختم ہوا کرتی ہے۔ جبکہ کتابت فاسدہ میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا موجب بدل پر قبضہ سے پہلے ہی ثابت ہونے والا ہے۔ پس نفس کتابت کے سبب سے آقا فدیہ کو اختیار کرنے والا ہوگا۔

اور جب آقا نے مجنی علیہ کو غلام بیچ دیا ہے تو وہ فدیہ کو اختیار کرنے والا ہوگا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب آقا مجنی علیہ کو وہ غلام ہبہ کر دیتا ہے کیونکہ مجنی علیہ غلام کا بدلہ لیے بغیر حقدار ہے۔ اور یہ چیز ہبہ میں ثابت ہے مگر بیع میں ثابت نہیں ہے۔ اور مجنی علیہ کا آقا کے حکم سے آزاد کرنا اعتاق آقا کے حکم میں ہے۔ اسی صورت کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ فعل مامور آمر کی جانب منسوب ہوا کرتا ہے۔

اور جب آقا نے جانی غلام کو مار کر اس میں عیب پیدا کر دیا ہے تو وہ فدیہ اختیار کرنے والا ہوگا۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اس کو جنایت کا علم ہو۔ کیونکہ آقا نے غلام کے ایک حصے کو روک رکھا ہے۔ اور اسی طرح جب مجرمہ باندی باکرہ ہے اور آقا نے اس کے ساتھ وطی کر لی ہے اگرچہ وہ وطی معلق نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ نکاح میں ایسا نہیں ہے۔

کیونکہ نکاح کرنا یہ باعتبار حکم عیب ہے۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق شبہ سے وطی کرنے میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وطی اعلاق کے سوا معیوب نہیں ہے۔ اور یہ خلاف خدمت لینے کے کیونکہ خدمت لینا یہ ملکیت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ کیونکہ خدمت کے سبب خیار شرط ساقط ہونے والا نہیں ہے۔

اور ظاہر قول کے مطابق اجارہ اور رہن کے سبب سے آقا فدیہ کو ادا کرنے والا نہ ہوگا۔ اور اسی طرح اجازت تجارت سے بھی نہ ہوگا۔ اگر چہ غلام پر قرض زیادہ ہو جائیں۔ کیونکہ جب اس کو تجارت کی اجازت نہ ہو تو دینا یہ غلام کو فوت کرتا ہے اور نہ ہی اس کی گردن میں نقص پیدا کرتا ہے۔ ہاں البتہ جنایت کے ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کو قبول کرنے سے روک لے۔ کیونکہ غلام کو آقا کی جانب سے قرض لاحق ہوا ہے۔ پس آقا پر اس کی قیمت لازم ہو جائے گی۔

غلام کی آزادی کو قتل سے معلق کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ إنْ قَتَلْت فُلَانًا أَوْ رَمَيْته أَوْ شَجَجْته فَأَنْتَ حُرٌّ) فَهُوَ مُخْتَارٌ لِلْفِدَاءِ إنْ فَعَلَ ذَلِكَ (وَقَالَ زُفَرُ: لَا يَصِيرُ مُخْتَارًا لِلْفِدَاءِ) لِأَنَّ وَقْتَ تَكَلُّمِهِ لَا جِنَايَةَ وَلَا عِلْمَ لَهُ بِوُجُودِهِ، وَبَعْدَ الْجِنَايَةِ لَمْ يُوجَدْ مِنْهُ فِعْلٌ يَصِيرُ بِهِ مُخْتَارًا) ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ عَلَّقَ الطَّلَاقَ أَوْ الْعَتَاقَ بِالشَّرْطِ ثُمَّ حَلَفَ أَنْ لَا يُطَلِّقَ أَوْ لَا يُعْتِقَ وُجِدَ الشَّرْطُ وَثَبَتَ الْعِتْقُ وَالطَّلَاقُ لَا يَحْنَثُ فِي يَمِينِهِ تِلْكَ، كَذَا هَذَا .

وَلَنَا أَنَّهُ عَلَّقَ الْإِعْتَاقَ بِالْجِنَايَةِ وَالْمُعَلَّقُ بِالشَّرْطِ يَنْزِلُ عِنْدَ وُجُودِ الشَّرْطِ كَالْمُنَجَّزِ فَصَارَ كَمَا إذَا أَعْتَقَهُ بَعْدَ الْجِنَايَةِ ؛ أَلَا يُرَى أَنَّ مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ إنْ دَخَلْت الدَّارَ فَوَاَللَّهِ لَا أَقْرَبُك يَصِيرُ ابْتِدَاءُ الْإِيلَاءِ مِنْ وَقْتِ الدُّخُولِ، وَكَذَا إذَا قَالَ لَهَا إذَا مَرِضْت فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَمَرِضَ حَتَّى طَلُقَتْ وَمَاتَ مِنْ ذَلِكَ الْمَرَضِ يَصِيرُ فَارًّا لِأَنَّهُ يَصِيرُ مُطَلِّقًا بَعْدَ وُجُودِ الْمَرَضِ، بِخِلَافِ مَا أَوْرَدَ لِأَنَّ غَرَضَهُ طَلَاقٌ أَوْ عِتْقٌ يُمْكِنُهُ الِامْتِنَاعُ عَنْهُ، إذْ الْيَمِينُ لِلْمَنْعِ فَلَا يَدْخُلُ تَحْتَهُ مَا لَا يُمْكِنُهُ الِامْتِنَاعُ عَنْهُ، وَلِأَنَّهُ حَرَّضَهُ عَلَى مُبَاشَرَةِ الشَّرْطِ بِتَعْلِيقِ أَقْوَى الدَّوَاعِي إلَيْهِ وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ يَفْعَلُهُ، فَهَذَا دَلَالَةُ الِاخْتِيَارِ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے اپنے غلام سے یہ کہہ دیا ہے کہ تم فلاں شخص کو قتل کر دو یا اس پر کوئی چیز پھینک دو یا اس کو سر پھوڑ دو تو پھر تم آزاد ہو۔ تو آقا فدیے کو اختیار کرنے والا ہوگا۔ تو آقا فدیے کو اختیار کرنے والا ہوگا۔ جب غلام نے مذکورہ کام کر دیے ہیں۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے آقا فدیے کو اختیار کرنے والا نہ ہوگا کیونکہ کلام آقا کے وقت کوئی جنایت نہیں ہے اور اس کو جنایت کے وقت بھی کوئی علم نہیں ہے۔ اور جنایت کے بعد آقا کی جانب سے کوئی ایسا عمل نہیں پایا گیا ہے کہ جس کے سبب سے وہ

فدیے کو ادا کرنے والا بن جائے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہو جب کسی شخص نے طلاق یا عتاق پر معلق کیا ہے اور اس کے بعد اس نے قسم کھائی ہے وہ طلاق نہ دے گا یا آزاد نہ کرے گا۔ اور اس کے بعد وہ شرط پائی گئی ہے یا آزادی وطلاق ثابت ہوگئی ہے تو وہ اپنی اس قسم میں حانث نہ ہوگا۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آقا نے آزادی کو جنایت پر معلق کیا ہے اور جو چیز کسی شرط کے ساتھ معلق ہوتی ہے وہ شرط کے پائے جانے کے وقت فوری طور پر ہونے والے کی طرح ہو جاتی ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح جنایت کے بعد آقا نے غلام کو آزاد کر دیا ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہو کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا ہے کہ جب تو گھر میں داخل ہوئی ہے تو بہ خدا میں تجھ سے جماع نہ کروں گا۔ تو ایلاء کی ابتداء دخول کے وقت سے ہوگی۔ اور اسی طرح جب اس نے کہا ہے کہ جب میں بیمار ہو جاؤں تو تجھے تین طلاقیں ہیں۔ پس وہ بیمار ہو گیا ہے حتیٰ کہ اس کی بیوی مطلقہ ہوگئی ہے۔ اور وہ اسی مرض کے سبب فوت ہو گیا ہے تو خاوند فرار کو اختیار کرنے والا بن جائے گا۔ کیونکہ مرض پائی جانے کے بعد وہ طلاق دینے والا بنا ہے۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے جو مسئلہ ذکر کیا ہے یہ اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ قسم کھانے والے کا مقصد ایسی طلاق یا آزادی ہے جس سے رک جانا ممکن ہے۔ کیونکہ قسم رک جانے سے ہوتی ہے۔ پس قسم کے تحت وہ چیز داخل نہ ہوگی۔ جس سے رک جانا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ آقا نے غلام کو ایسی شرط انجام دینے کے لئے ایسی تعلیق کے ساتھ آمادہ کیا ہے جو شرط کی اقویٰ دواعی میں سے ہے۔ اور ظاہر بھی اسی طرح ہے۔ کہ غلام اس کام کو کر ڈالے گا۔ اور فدیہ کو اختیار کرنے کی دلیل بھی یہی ہے۔

غلام کا بطور عمد کسی کا ہاتھ کاٹ دینے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا قَطَعَ الْعَبْدُ يَدَ رَجُلٍ عَمْدًا فَدُفِعَ اِلَيْهِ بِقَضَاءٍ اَوْ بِغَيْرِ قَضَاءٍ فَاَعْتَقَهُ ثُمَّ مَاتَ مِنْ قَطْعِ الْيَدِ فَالْعَبْدُ صُلْحٌ بِالْجِنَايَةِ، وَاِنْ لَمْ يُعْتِقْهُ رُدَّ عَلَى الْمَوْلٰى وَقِيْلَ لِلْاَوْلِيَاءِ اُقْتُلُوْهُ اَوْ اُعْفُوْا عَنْهُ) وَوَجْهُ ذٰلِكَ وَهُوَ اَنَّهُ اِذَا لَمْ يُعْتِقْهُ وَسَرٰى تَبَيَّنَ اَنَّ الصُّلْحَ وَقَعَ بَاطِلًا لِاَنَّ الصُّلْحَ كَانَ عَنِ الْمَالِ ؛ لِاَنَّ اَطْرَافَ الْعَبْدِ لَا يَجْرِي الْقِصَاصُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اَطْرَافِ الْحُرِّ فَاِذَا سَرٰى تَبَيَّنَ اَنَّ الْمَالَ غَيْرُ وَاجِبٍ، وَاِنَّمَا الْوَاجِبُ هُوَ الْقَوَدُ فَكَانَ الصُّلْحُ وَاقِعًا بِغَيْرِ بَدَلٍ فَبَطَلَ وَالْبَاطِلُ لَا يُورِثُ الشُّبْهَةَ، كَمَا اِذَا وَطِئَ الْمُطَلَّقَةَ الثَّلَاثَ فِي عِدَّتِهَا مَعَ الْعِلْمِ بِحُرْمَتِهَا عَلَيْهِ فَوَجَبَ الْقِصَاصُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَعْتَقَهُ لِاَنَّ اِقْدَامَهُ عَلَى الْاِعْتَاقِ يَدُلُّ عَلٰى قَصْدِهِ تَصْحِيْحَ الصُّلْحِ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ مَنْ اَقْدَمَ عَلٰى تَصَرُّفٍ يَقْصِدُ تَصْحِيْحَهُ وَلَا صِحَّةَ لَهُ اِلَّا وَاَنْ يُجْعَلَ صُلْحًا عَنِ الْجِنَايَةِ وَمَا يَحْدُثُ مِنْهَا وَلِهٰذَا لَوْ نَصَّ عَلَيْهِ وَرَضِيَ الْمَوْلٰى بِهٖ يَصِحُّ وَقَدْ رَضِيَ الْمَوْلٰى بِهٖ لِاَنَّهُ لَمَّا رَضِيَ بِكَوْنِ الْعَبْدِ عِوَضًا عَنِ الْقَلِيْلِ يَكُوْنُ اَرْضٰى بِكَوْنِهٖ عِوَضًا عَنِ الْكَثِيْرِ فَاِذَا اُعْتِقَ يَصِحُّ الصُّلْحُ فِيْ ضِمْنِ الْاِعْتَاقِ اِبْتِدَاءً وَاِذَا لَمْ يُعْتِقْ لَمْ يُوْجَدِ الصُّلْحُ اِبْتِدَاءً وَالصُّلْحُ

الْاَوَّلُ وَقَعَ بَاطِلًا فَيُرَدُّ الْعَبْدُ اِلَى الْمَوْلٰى وَالْاَوْلِيَاءُ عَلٰى خِيَرَتِهِمْ فِي الْعَفْوِ وَالْقَتْلِ ۔

وَذُكِرَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ : رَجُلٌ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ عَمْدًا فَصَالَحَ الْقَاطِعُ الْمَقْطُوعَةَ يَدَهُ عَلٰى عَبْدٍ وَدَفَعَهُ اِلَيْهِ فَاَعْتَقَهُ الْمَقْطُوعَةُ يَدُهُ ثُمَّ مَاتَ مِنْ ذٰلِكَ فَالْعَبْدُ صُلْحٌ بِالْجِنَايَةِ اِلٰى آخِرِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الرِّوَايَةِ ۔ وَهٰذَا الْوَضْعُ يَرِدُ اِشْكَالًا فِيمَا اِذَا عَفَا عَنِ الْيَدِ ثُمَّ سَرٰى اِلَى النَّفْسِ وَمَاتَ حَيْثُ لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ هُنَالِكَ، وَهٰهُنَا قَالَ يَجِبُ ۔

قِيلَ مَا ذُكِرَ هٰهُنَا جَوَابُ الْقِيَاسِ فَيَكُونُ الْوَضْعَانِ جَمِيعًا عَلَى الْقِيَاسِ وَالِاسْتِحْسَانِ ۔

وَقِيلَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ، وَوَجْهُهُ اَنَّ الْعَفْوَ عَنِ الْيَدِ صَحَّ ظَاهِرًا لِاَنَّ الْحَقَّ كَانَ لَهُ فِي الْيَدِ مِنْ حَيْثُ الظَّاهِرُ فَيَصِحُّ الْعَفْوُ ظَاهِرًا، فَبَعْدَ ذٰلِكَ وَاِنْ بَطَلَ حُكْمًا يَبْقٰى مَوْجُودًا حَقِيقَةً فَكَفٰى ذٰلِكَ لِمَنْعِ وُجُوبِ الْقِصَاصِ ۔

اَمَّا هٰهُنَا الصُّلْحُ لَا يُبْطِلُ الْجِنَايَةَ بَلْ يُقَرِّرُهَا حَيْثُ صَالَحَ عَنْهَا عَلٰى مَالٍ، فَاِذَا لَمْ يُبْطِلِ الْجِنَايَةَ لَمْ تَمْتَنِعِ الْعُقُوبَةُ، هٰذَا اِذَا لَمْ يُعْتِقْهُ، اَمَّا اِذَا اَعْتَقَهُ فَالتَّخْرِيجُ مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ

فرمایا کہ جب غلام نے بطور عمد کسی کا ہاتھ کاٹ دیا ہے اس کے بعد وہ غلام مجنی علیہ کے سپرد کیا گیا ہے اگر چہ وہ قاضی کے قضاء کے ساتھ کیا گیا ہے یا قاضی کے قضاء کے بغیر کیا گیا ہے اور اس کے بعد مجنی علیہ نے اس کو آزاد کر دیا ہے اس کے بعد مجنی علیہ ہاتھ کے زخم کے سبب فوت ہو گیا ہے۔ تو غلام جنایت کے بدلے میں صلح کرتا ہے۔ تو ہو جائے گی۔ اور جب مجنی علیہ نے اس کو آزاد نہیں کیا ہے تو غلام کو آقا کی جانب واپس کر دیا جائے گا۔ اور مقتول کے اولیاء سے یہ کہہ دیا جائے گا کہ غلام کو قتل کر دو یا اس کو معاف کر دو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب مجنی علیہ نے غلام کو آزاد نہیں کیا ہے تو زخم سرایت کر چکا ہے۔ جس سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ صلح باطل تھی کیونکہ صلح مال پر تھی۔ کیونکہ آزاد اور غلام کے درمیان قصاص جاری نہ ہوگا۔ پس زخم کے سرایت کر جانے سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مال واجب نہ تھا۔ بلکہ قصاص واجب تھا۔ اور صلح بدل کے سوا واقع ہوئی تھی۔ لہٰذا وہ باطل ہو چکی ہے۔ اور باطل ہونے والی چیز شبہ پیدا کرنے والی نہیں ہے۔ جس طرح جب کسی شخص نے مطلقہ ثلاثہ والی سے اس کی عدت میں جماع کیا ہے جبکہ اس کو اپنے اوپر اس کے حرام ہونے کا علم بھی ہے۔ تو قصاص واجب ہو جائے گا۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب مجنی علیہ نے غلام کو آزاد کر دیا ہے کیونکہ مجنی علیہ پر آزادی پر اقدام کرنا اس کی صلح کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ ظاہر بھی اسی طرح ہے۔ جو کسی تصرف میں اقدام کرنے والا ہے وہی اس کے صحیح ہونے کا ارادہ کرنے والا ہے۔ اور یہاں پر تصرف کے صحیح ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے ہاں البتہ جب صلح کو جنایت یا جنایت سے پیدا ہونے والی چیز کے بدلے میں قرار دی جائے۔ یہی سبب ہے کہ جب مجنی علیہ اس کی وضاحت کر دیتا ہے اور آقا اس پر راضی ہو جاتا ہے۔ تو صلح کا عقد درست ہو جائے گا۔ اور آقا اس پر راضی ہے کیونکہ جب وہ غلام کے قلیل ہونے کے بدلے پر رضامند ہے تو کثیر

پر رضامند ہونے میں بدرجہ اولیٰ رضامند ہوگا۔ اور اس کے بعد جب مجنیٰ علیہ نے غلام کو آزاد کردیا ہے تو اعتاق کے ضمن میں ابتدائی طور پر صلح درست ہو جائے گی اور جب اس نے آزاد نہ کیا تو ابتدائی طور پر صلح نہ پائی جائے گی۔ اور پہلی صلح باطل ہو جائے گی۔ پس غلام کو آقا کے ہاں واپس کردیا جائے گا۔ اور معاف کرنے یا قتل کرنے میں اولیاء کے لئے اختیار رہے گا۔

اور جامع صغیر کے کئی نسخہ جات میں یہ بھی لکھا ہے کہ بطور عمد کسی دوسرے کے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے اس کے بعد قاطع مقطوع ید سے ایک غلام پر صلح کرلی ہے۔ اور اس نے وہ غلام مقطوع یدوالے کو دے دیا اور اس نے آزاد کردیا ہے اس کے بعد وہ اسی زخم سے فوت ہوگیا ہے۔ تو امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک غلام کی جنایت کے بدلے میں صلح ہوئی ہے۔ اسی آخری روایت کے مطابق جس کو ہم بیان کرآئے ہیں۔ اور اسی کے مطابق اس پر اشکال بھی وارد ہونے والا ہے۔ جب مقطوع نے ہاتھ کے زخم کو معاف کردیا ہے اس کے بعد زخم نفس تک سرایت کرگیا ہے اور وہ فوت ہوگیا ہے تو قصاص واجب نہ ہوگا جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قصاص واجب ہو جائے گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جو یہاں صلح ذکر کی گئی ہے وہ قیاس کا جواب ہے۔ پس یہ دونوں طرح کی وضع قیاس اور استحسان کے مطابق ہیں۔ اور دوسرے قول کے مطابق ان میں فرق ہے۔

اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ کی معافی ظاہر ہو چکی ہے۔ کیونکہ ظاہری طور پر ہاتھ میں اسی کا حق تھا۔ پس ظاہر میں معاف کرنا درست ہوگا۔ اس کے بعد معافی اگرچہ حکمی طور پر باطل ہوئی ہے مگر حقیقت کے اعتبار سے موجود ہے۔ اور یہی قصاص کے وجوب سے روکنے میں کافی ہے۔ اور یہاں صلح جنایت کو باطل کرنے والی نہیں ہے۔ بلکہ جنایت صلح کو پکا کررہی ہے۔ کیونکہ صاحب حق نے جنایت کے بدلے مال پر صلح کی ہے۔ اس کے بعد جب صلح نے جنایت کو باطل نہ کیا تو سزا منع نہ ہوگی۔ اور سزا کا منع ہونا یہ اس وقت ہوگا۔ جب مجنیٰ علیہ نے غلام کو آزاد نہ کیا ہو۔ مگر جب اس نے آزاد کردیا ہے تو مسئلہ کی تفریع اسی طریقے کے مطابق ہوگی جس کو ہم پہلے بیان کرآئے ہیں۔

عبد ماذون کی جنایت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا جَنَى الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ لَهُ جِنَايَةً وَعَلَيْهِ أَلْفُ دِرْهَمٍ فَأَعْتَقَهُ الْمَوْلَى وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْجِنَايَةِ فَعَلَيْهِ قِيمَتَانِ : قِيمَةٌ لِصَاحِبِ الدَّيْنِ، وَقِيمَةٌ لِأَوْلِيَاءِ الْجِنَايَةِ) لِأَنَّهُ أَتْلَفَ حَقَّيْنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَضْمُونٌ بِكُلِّ الْقِيمَةِ عَلَى الِانْفِرَادِ : الدَّفْعُ لِلْأَوْلِيَاءِ، وَالْبَيْعُ لِلْغُرَمَاءِ، فَكَذَا عِنْدَ الِاجْتِمَاعِ .

وَيُمْكِنُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْحَقَّيْنِ إيفَاءً مِنْ الرَّقَبَةِ الْوَاحِدَةِ بِأَنْ يُدْفَعَ إلَى وَلِيِّ الْجِنَايَةِ ثُمَّ يُبَاعُ لِلْغُرَمَاءِ فَيَضْمَنُهَا بِالْإِتْلَافِ بِخِلَافِ مَا إذَا أَتْلَفَهُ أَجْنَبِيٌّ حَيْثُ تَجِبُ قِيمَةٌ وَاحِدَةٌ لِلْمَوْلَى وَيَدْفَعُهَا الْمَوْلَى إلَى الْغُرَمَاءِ، لِأَنَّ الْأَجْنَبِيَّ إنَّمَا يَضْمَنُ لِلْمَوْلَى بِحُكْمِ الْمِلْكِ فَلَا يَظْهَرُ فِي مُقَابَلَتِهِ الْحَقُّ لِأَنَّهُ دُونَهُ، وَهَاهُنَا يَجِبُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِإِتْلَافِ الْحَقِّ فَلَا تَرْجِيحَ فَيَظْهَرَانِ

فَيَضْمَنُهُمَا .

فرمایا کہ جب ماذون غلام نے کوئی جنایت کی ہے اور اس پر ایک ہزار دراہم قرض بھی ہیں۔ اور اس کے آقا نے اس کو آزاد کر دیا ہے۔ جبکہ اس کو جنایت کا پتہ بھی نہ تھا، تو آقا پر دو طرح قیمت واجب ہو جائے گی۔ ایک قیمت دین والے کے لئے اور دوسری قیمت جنایت کے اولیاء کے لئے ہوگی۔ کیونکہ آقا نے ایسے دو حق ضائع کیے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک اکیلا پوری قیمت سے مضمون ہونے والا ہے۔ اور وہ دو حق یہ ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جنایت کے ولیوں کو غلام دینا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ قرض خواہوں کے لئے اس کو بیچ دینا ہے۔ پس اجتماع کے وقت بھی اسی طرح حکم ہوگا۔

اور ایک غلام سے دونوں کے حق کو پورا کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ غلام کو جنایت کے ولی کو دے دیا جائے گا اور اس کے بعد اس کو غرماء کے لئے بیچ دیا جائے گا۔ کیونکہ ضائع کرنے کے سبب آقا ان دونوں کا ضامن بننے والا ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب غلام کو کسی اجنبی شخص نے ہلاک کر دیا ہے۔ تو آقا کے لئے اجنبی پر صرف ایک قیمت واجب ہوگی۔ اور آقا اس کو قرض خواہوں کو دیدے گا۔ کیونکہ اجنبی ملکیت کے حکم کے مطابق آقا کے لئے ضامن بننے والا ہے۔ پس اس ملکیت کے مقابلے میں اظہار حق نہ ہوگا۔ کیونکہ حق ملکیت سے کمتر ہے۔ اور یہاں پر ہلاکت حق کے سبب ان میں ہر ایک کے لئے ضمان واجب ہوا ہے۔ پس کوئی ترجیح نہ ہوگی۔ پس دونوں حق ظاہر ہو جائیں گے۔ اور آقا دونوں کا ضامن ہوگا۔

ماذونہ تجارت کے بچے کو ساتھ فروخت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اسْتَدَانَتِ الْأَمَةُ الْمَأْذُونُ لَهَا أَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهَا ثُمَّ وَلَدَتْ فَإِنَّهُ يُبَاعُ الْوَلَدُ مَعَهَا فِي الدَّيْنِ، وَإِنْ جَنَتْ جِنَايَةً لَمْ يُدْفَعِ الْوَلَدُ مَعَهَا) وَالْفَرْقُ أَنَّ الدَّيْنَ وَصْفٌ حُكْمِيٌّ فِيهَا وَاجِبٌ فِي ذِمَّتِهَا مُتَعَلِّقٌ بِرَقَبَتِهَا اسْتِيفَاءً فَيَسْرِي إِلَى الْوَلَدِ كَوَلَدِ الْمَرْهُونَةِ، بِخِلَافِ الْجِنَايَةِ لِأَنَّ وُجُوبَ الدَّفْعِ فِي ذِمَّةِ الْمَوْلَى لَا فِي ذِمَّتِهَا، وَإِنَّمَا يُلَاقِيهَا أَثَرُ الْفِعْلِ الْحَقِيقِيِّ وَهُوَ الدَّفْعُ وَالسِّرَايَةُ فِي الْأَوْصَافِ الشَّرْعِيَّةِ دُونَ الْأَوْصَافِ الْحَقِيقِيَّةِ .قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ لِرَجُلٍ زَعَمَ رَجُلٌ آخَرُ أَنَّ مَوْلَاهُ أَعْتَقَهُ فَقَتَلَ الْعَبْدُ وَلِيًّا لِذَلِكَ الرَّجُلِ الزَّاعِمِ خَطَأً فَلَا شَيْءَ لَهُ) لِأَنَّهُ لَمَّا زَعَمَ أَنَّ مَوْلَاهُ أَعْتَقَهُ فَقَدْ ادَّعَى الدِّيَةَ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَأَبْرَأَ الْعَبْدَ وَالْمَوْلَى إِلَّا أَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ عَلَى الْعَاقِلَةِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ .

فرمایا کہ جب تجارت میں اجازت یافتہ باندی نے اپنی قیمت سے زیادہ قرض لیا ہے اس کے بعد اس نے بچے کو جنم دیا ہے تو قرض میں اس کے ساتھ اس کے بچے کو بھی بیچ دیا جائے گا۔ اور جب اس باندی نے کوئی جنایت کر ڈالی ہے تو اس کے ساتھ اس کے بچے کو نہ دیا جائے گا۔ اور ان میں فرق کی دلیل یہ ہے کہ قرض باندی میں ایک حکمی صفت کے طور پر ہے جو وصولی کے اعتبار سے باندی پر واجب ہوا ہے۔ اور وہ اس کی گردن سے متعلق ہے۔ پس حکمی وصف بچے کی جانب بھی سرایت کرنے والا ہوگا۔ جس

طرح مرہونہ بچے میں ہوتا ہے۔ جبکہ جنایت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ دینے کا وجوب آقا کے ذمہ پر ہے باندی کے ذمہ پر نہیں ہے۔ اور باندی سے حقیقی فعل کا اثر ملنے والا ہے۔ اور وہ دے دیتا ہے۔ جبکہ سرایت کر جانا یہ بھی شرعی اوصاف میں سے ہے۔ اور یہ اوصاف حقیقیہ میں سے نہیں ہے۔

اور جب ایک بندے کا غلام تھا اور دوسرے بندے نے یہ سمجھا ہے کہ اس نے اس کو آزاد کر دیا ہے اس کے بعد غلام نے اس بندے کے ولی کو غلطی کے طور پر قتل کر دیا ہے تو اس شخص کے لئے کچھ نہ ہوگا۔ کیونکہ جب اس نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس کے آقا نے اس کو ہلاک کر دیا ہے تو اس نے عاقلہ پر دیت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور غلام اور آقا کو بری کر دیا ہے۔ لیکن دلیل کے بغیر عاقلہ کے خلاف اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

آزادی کے بعد غلام کے اقرار قتل کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أُعْتِقَ الْعَبْدُ فَقَالَ لِرَجُلٍ قَتَلْتُ أَخَاكَ خَطَأً وَأَنَا عَبْدٌ وَقَالَ الْآخَرُ قَتَلْتَهُ وَأَنْتَ حُرٌّ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْعَبْدِ) لِأَنَّهُ مُنْكِرٌ لِلضَّمَانِ لَمَّا أَنَّهُ أَسْنَدَهُ إلَى حَالَةٍ مَعْهُودَةٍ مُنَافِيَةٍ لِلضَّمَانِ، إذْ الْكَلَامُ فِيمَا إذَا عُرِفَ رِقُّهُ، وَالْوُجُوبُ فِي جِنَايَةِ الْعَبْدِ عَلَى الْمَوْلَى دَفْعًا أَوْ فِدَاءً، وَصَارَ كَمَا إذَا قَالَ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ طَلَّقْت امْرَأَتِي وَأَنَا صَبِيٌّ أَوْ بِعْت دَارِي وَأَنَا صَبِيٌّ، أَوْ قَالَ طَلَّقْت امْرَأَتِي وَأَنَا مَجْنُونٌ أَوْ بِعْت دَارِي وَأَنَا مَجْنُونٌ وَقَدْ كَانَ جُنُونُهُ مَعْرُوفًا كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ لِمَا ذَكَرْنَا.

فرمایا کہ جب کسی غلام نے کسی شخص سے یہ کہا ہے کہ میں نے تمہارے بھائی کو غلامی کی حالت میں بطور خطاء قتل کر دیا تھا۔ جبکہ اس نے شخص نے کہا ہے کہ جب تو نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا اس وقت تو آزاد تھا۔ تو غلام کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ ضمان کا انکاری وہ ہے۔ کیونکہ اس نے قتل اس کے عہد والی حالت کی جانب مضاف کیا ہے۔ جو ضمان کے منافی ہے۔ کیونکہ گفتگو اس صورت میں ہے۔ جب غلام کی رقیت معروف ہے۔ اور غلام کی جنایت میں وجوب آقا پر ہوتا ہے اگر چہ وہ غلام دینے کے اعتبار سے ہو یا فدیہ دینے کے اعتبار سے ہو۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی عاقل بالغ شخص نے کہا ہے میں نے اپنی بیوی کو اس حالت میں طلاق دی ہے کہ میں بچہ تھا یا اس حالت میں میں نے اپنے مکان کو بیچ دیا تھا۔ یا پھر اس نے اس طرح کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اس حالت میں طلاق دی ہے کہ میں پاگل تھا اور اس کا پاگل ہونا مشہور بھی ہو۔ تو اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

آزادی کے بعد باندی کے ہاتھ کو کاٹنے کا اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَعْتَقَ جَارِيَةً ثُمَّ قَالَ لَهَا قَطَعْتُ يَدَكِ وَأَنْتِ أَمَتِي وَقَالَتْ قَطَعْتَهَا وَأَنَا حُرَّةٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا، وَكَذَلِكَ كُلُّ مَا أَخَذَ مِنْهَا إلَّا الْجِمَاعَ وَالْغَلَّةَ اسْتِحْسَانًا، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي

يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَا يَضْمَنُ إِلَّا شَيْئًا قَائِمًا بِعَيْنِهِ يُؤْمَرُ بِرَدِّهِ عَلَيْهَا) لِأَنَّهُ مُنْكِرٌ وُجُوبَ الضَّمَانِ لِإِسْنَادِهِ الْفِعْلَ إِلَى حَالَةٍ مَعْهُوْدَةٍ مُنَافِيَةٍ لَهُ كَمَا فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى وَكَمَا فِي الْوَطْءِ وَالْغَلَّةِ .

وَفِي الشَّيْءِ الْقَائِمِ أَقَرَّ بِيَدِهَا حَيْثُ اعْتَرَفَ بِالْأَخْذِ مِنْهَا ثُمَّ ادَّعَى التَّمَلُّكَ عَلَيْهَا وَهِيَ مُنْكِرَةٌ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ فَلِهٰذَا يُؤْمَرُ بِالرَّدِّ إِلَيْهَا، وَلَهُمَا أَنَّهُ أَقَرَّ بِسَبَبِ الضَّمَانِ ثُمَّ ادَّعَى مَا يُبَرِّئُهُ فَلَا يَكُوْنُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ كَمَا إِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ فَقَأْتُ عَيْنَكَ الْيُمْنَى وَعَيْنِي الْيُمْنَى صَحِيْحَةٌ ثُمَّ فُقِئَتْ وَقَالَ الْمُقَرُّ لَهُ : لَا بَلْ فَقَأْتَهَا وَعَيْنُكَ الْيُمْنَى مَفْقُوءَةٌ فَإِنَّ الْقَوْلَ قَوْلُ الْمُقَرِّ لَهُ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ مَا أَسْنَدَهُ إِلَى حَالَةٍ مُنَافِيَةٍ لِلضَّمَانِ لِأَنَّهُ يَضْمَنُ يَدَهَا لَوْ قَطَعَهَا وَهِيَ مَدْيُوْنَةٌ، وَكَذَا يَضْمَنُ مَالَ الْحَرْبِيِّ إِذَا أَخَذَهُ وَهُوَ مُسْتَأْمَنٌ، بِخِلَافِ الْوَطْءِ وَالْغَلَّةِ لِأَنَّ وَطْءَ الْمَوْلٰى أَمَتَهُ الْمَدْيُوْنَةَ لَا يُوجِبُ الْعُقْرَ، وَكَذَا أَخْذُهُ مِنْ غَلَّتِهَا، وَإِنْ كَانَتْ مَدْيُوْنَةً لَا يُوجِبُ الضَّمَانَ عَلَيْهِ فَحَصَلَ الْإِسْنَادُ إِلَى حَالَةٍ مَعْهُوْدَةٍ مُنَافِيَةٍ لِلضَّمَانِ .

اور جب کسی شخص نے باندی کو آزاد کردینے کے بعد کہا کہ میں نے اس حالت میں تیرا ہاتھ کاٹا تھا جب تو میری باندی تھی۔ اور اس باندی نے کہا ہے تم نے میرا ہاتھ اس وقت کاٹا تھا جب میں آزاد تھی۔ تو باندی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ان تمام احکام میں وہی حکم ہے جو باندی سے اخذ کیا گیا ہے۔ جبکہ جماع اور کمائی میں بطور استحسان اس طرح نہ ہوگا۔ اور یہ حکم شیخین کے مطابق ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ بندہ اسی چیز کا ضامن ہوگا جو بعینہ موجود ہے۔ پس اس کو وہی چیز باندی کو واپس کردینے کا حکم دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ شخص فعل کو ضمان کے منافی کی حالت کی جانب مضاف کرنے کے سبب وجوب ضمان کا انکاری ہے۔ جس طرح پہلے مسئلہ میں ہے۔ اور جس طرح جماع اور کمائی میں ہے۔ اور جب اس نے موجود چیز کا باندی کے قبضہ میں ہونے کا اقرار کیا ہے کیونکہ اس نے باندی سے لینے کا اعتراف کیا ہے۔ اس کے باوجود وہ باندی کے خلاف مالک ہونے کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جبکہ باندی اس کا انکار کرنے والی ہے۔ اور انکاری کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس شخص کو باندی کی جانب لوٹانے کا حکم ہوگا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ آقا نے جب سبب ضمان کا اقرار کرکے یہ دعویٰ کرنے والا ہے جو اس کو ضمان سے بری کرے پس اس کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ جس طرح اس نے کسی دوسرے شخص سے کہا ہے کہ میں نے اس حالت میں تمہاری دائیں جانب والی آنکھ کو پھوڑ دیا تھا جب میں میری دائیں جانب والی آنکھ درست تھی۔ اور وہ بعد میں پھوڑی گئی ہے۔ جبکہ مقرلہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ تو نے اس وقت میری آنکھ کو پھوڑا ہے جب تمہاری دائیں آنکھ پھوڑی گئی تھی۔ تو مقرلہ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور یہ حکم اس دلیل

کے سبب سے ہے کہ جب آقا نے فعل کو ایسی حالت کی جانب مضاف کیا ہے جو ضمان کے منافی ہے۔ کیونکہ جب باندی کے مدیونہ ہونے کے وقت آقا اس کا ہاتھ کاٹ دے تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

اسی طرح جب کسی مسلمان نے حربی کا مال لیا ہے۔ تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ اس حالت میں کہ لینے والا مستامن مسلمان ہے جبکہ وطی اور کمائی میں ایسا نہیں ہے۔ اور آقا کا اپنی مقروضہ باندی کے ساتھ جماع کرنا یہ عقر کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔ اور جب باندی مقروض ہے۔ تو آقا کے لئے اس کی کمائی سے وصول کرنا یہ ضمان کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔ پس اس طرح فعل کو اس جانب عہد کی طرف مضاف کیا جائے گا جو ضمان کے منافی ہے۔

مجور غلام کا کسی آزاد بچے کو قتل کا حکم دینے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اَمَرَ الْعَبْدُ الْمَحْجُوْرُ عَلَيْهِ صَبِيًّا حُرًّا بِقَتْلِ رَجُلٍ فَقَتَلَهُ فَعَلَى عَاقِلَةِ الصَّبِيِّ الدِّيَةُ) لِاَنَّهُ هُوَ الْقَاتِلُ حَقِيْقَةً، وَعَمْدُهُ وَخَطَؤُهُ سَوَاءٌ عَلَى مَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ (وَلَا شَيْءَ عَلَى الْاٰمِرِ) وَكَذَا إِذَا كَانَ الْاٰمِرُ صَبِيًّا لِاَنَّهُمَا لَا يُؤَاخَذَانِ بِاَقْوَالِهِمَا ؛ لِاَنَّ الْمُؤَاخَذَةَ فِيْهَا بِاعْتِبَارِ الشَّرْعِ وَمَا اُعْتُبِرَ قَوْلُهُمَا، وَلَا رُجُوْعَ لِعَاقِلَةِ الصَّبِيِّ عَلَى الصَّبِيِّ الْاٰمِرِ اَبَدًا، وَيَرْجِعُوْنَ عَلَى الْعَبْدِ الْاٰمِرِ بَعْدَ الْإِعْتَاقِ لِاَنَّ عَدَمَ الِاعْتِبَارِ لِحَقِّ الْمَوْلٰى وَقَدْ زَالَ لَا لِنُقْصَانِ اَهْلِيَّةِ الْعَبْدِ، بِخِلَافِ الصَّبِيِّ لِاَنَّهُ قَاصِرُ الْاَهْلِيَّةِ۔

قَالَ (وَكَذٰلِكَ إِنْ اَمَرَ عَبْدًا) مَعْنَاهُ اَنْ يَكُوْنَ الْاٰمِرُ عَبْدًا وَالْمَاْمُوْرُ عَبْدًا مَحْجُوْرًا عَلَيْهِمَا (يُخَاطَبُ مَوْلَى الْقَاتِلِ بِالدَّفْعِ اَوِ الْفِدَاءِ) وَلَا رُجُوْعَ لَهُ عَلَى الْاَوَّلِ فِي الْحَالِ، وَيَجِبُ اَنْ يَرْجِعَ بَعْدَ الْعِتْقِ بِاَقَلَّ مِنَ الْفِدَاءِ وَقِيْمَةِ الْعَبْدِ لِاَنَّهُ غَيْرُ مُضْطَرٍّ فِيْ دَفْعِ الزِّيَادَةِ، وَهٰذَا إِذَا كَانَ الْقَتْلُ خَطَاً، وَكَذَا إِذَا كَانَ عَمْدًا وَالْعَبْدُ الْقَاتِلُ صَغِيْرًا لِاَنَّ عَمْدَهُ خَطَاٌ، اَمَّا إِذَا كَانَ كَبِيْرًا يَجِبُ الْقِصَاصُ لِجَرَيَانِهِ بَيْنَ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ۔

اور جب مجور غلام نے کسی آزاد شخص کے بچے کو کسی بندے کو قتل کرنے کا حکم دیا اور بچے نے قتل کر دیا تو بچے کی عاقلہ پر دیت واجب ہو جائے گی کیونکہ حقیقت میں قاتل بچہ ہے اور اس کا عمد اور خطاء یہ دونوں برابر ہیں۔ جس طرح اس سے پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور حکم دینے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جب حکم دینے والا بھی بچہ ہے کیونکہ بچے اپنے اقوال میں مواخذہ کے قابل نہیں ہوتے کیونکہ اقوال کے اعتبار سے شریعت مواخذہ کرنے والی ہے۔ اور شریعت نے بچے کے قول کا اعتبار نہیں کیا۔ اور قاتل بچے کی عاقلہ کے لئے آمر بچے پر کسی طرح بھی حق رجوع نہیں ہے۔ ہاں البتہ آزادی کے بعد وہ آمر غلام سے رجوع کر سکتے ہیں کیونکہ غلام کے قول کا اعتبار نہ کیا جانا یہ آقا کے حق کے سبب سے تھا۔ جو ختم ہو چکا ہے۔ جبکہ غلام میں عدم اہلیت کے سبب نہ تھا بہ خلاف اس بچے کے کیونکہ بچے کی اہلیت قاصر ہوتی ہے۔

اور اسی طرح جب غلام کو حکم دیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ آمر بھی غلام ہے۔ اور وہ دونوں مجور ہیں۔ تو قاتل کا آقا غلام دینے یا فدیہ دینے کا مخاطب ہوگا۔ کیونکہ اس حالت میں پہلے پر حق رجوع نہ ہوگا۔ اور آزادی کے بعد یہ آقا فدیہ دینے اور غلام کی قیمت میں سے کم پر رجوع کر سکتا ہے۔ اور حکم اس وقت ہوگا۔ جب قتل خطاء ہے اور اسی طرح جب قتل عمد ہے اور قاتل غلام چھوٹا ہے کیونکہ چھوٹے کا عمد بھی خطاء ہے مگر جب قتل کرنے والا بڑا ہے تو قصاص واجب ہو جائے گا کیونکہ آزاد اور غلام کے درمیان قصاص جاری ہے۔

غلام کا بطور عمد دو بندوں کو قتل کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَتَلَ الْعَبْدُ رَجُلَيْنِ عَمْدًا وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَلِيَّانِ فَعَفَا أَحَدُ وَلِيَّيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَإِنَّ الْمَوْلَى يَدْفَعُ نِصْفَهُ إِلَى الْآخَرَيْنِ أَوْ يَفْدِيهِ بِعَشَرَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ) لِأَنَّهُ لَمَّا عَفَا أَحَدُ وَلِيَّيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا سَقَطَ الْقِصَاصُ وَانْقَلَبَ مَالًا فَصَارَ كَمَا لَوْ وَجَبَ الْمَالُ مِنْ الِابْتِدَاءِ، وَهَذَا لِأَنَّ حَقَّهُمْ فِي الرَّقَبَةِ أَوْ فِي عِشْرِينَ أَلْفًا وَقَدْ سَقَطَ نَصِيبُ الْعَافِيَيْنِ وَهُوَ النِّصْفُ وَبَقِيَ النِّصْفُ (فَإِنْ كَانَ قَتَلَ أَحَدَهُمَا عَمْدًا وَالْآخَرَ خَطَأً فَعَفَا أَحَدُ وَلِيَّيْ الْعَمْدِ فَإِنْ فَدَاهُ الْمَوْلَى فَدَاهُ بِخَمْسَةَ عَشَرَ أَلْفًا خَمْسَةُ آلَافٍ لِلَّذِي لَمْ يَعْفُ مِنْ وَلِيَّيْ الْعَمْدِ وَعَشَرَةُ آلَافٍ لِوَلِيَّيْ الْخَطَإِ) لِأَنَّهُ لَمَّا انْقَلَبَ الْعَمْدُ مَالًا كَانَ حَقُّ وَلِيَّيْ الْخَطَإِ فِي كُلِّ الدِّيَةِ عَشَرَةَ آلَافٍ، وَحَقُّ أَحَدِ وَلِيَّيْ الْعَمْدِ فِي نِصْفِهَا خَمْسَةَ آلَافٍ، وَلَا تَضَايُقَ فِي الْفِدَاءِ فَيَجِبُ خَمْسَةَ عَشَرَ أَلْفًا (وَإِنْ دَفَعَهُ دَفَعَهُ إِلَيْهِمْ أَثْلَاثًا: ثُلُثَاهُ لِوَلِيَّيْ الْخَطَإِ، وَثُلُثُهُ لِغَيْرِ الْعَافِي مِنْ وَلِيَّيْ الْعَمْدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا: يَدْفَعُهُ أَرْبَاعًا: ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهِ لِوَلِيَّيْ الْخَطَإِ، وَرُبُعُهُ لِوَلِيِّ الْعَمْدِ) فَالْقِسْمَةُ عِنْدَهُمَا بِطَرِيقِ الْمُنَازَعَةِ، فَيُسَلِّمُ النِّصْفَ لِوَلِيَّيْ الْخَطَإِ بِلَا مُنَازَعَةٍ، وَاسْتَوَتْ مُنَازَعَةُ الْفَرِيقَيْنِ فِي النِّصْفِ الْآخَرِ فَيَتَنَصَّفُ، فَلِهَذَا يُقَسَّمُ أَرْبَاعًا.

وَعِنْدَهُ يُقَسَّمُ بِطَرِيقِ الْعَوْلِ وَالْمُضَارَبَةِ أَثْلَاثًا، لِأَنَّ الْحَقَّ تَعَلَّقَ بِالرَّقَبَةِ أَصْلُهُ التَّرِكَةُ الْمُسْتَغْرَقَةُ بِالدُّيُونِ فَيَضْرِبُ هَذَا بِالْكُلِّ وَذَلِكَ بِالنِّصْفِ، وَلِهَذِهِ الْمَسْأَلَةِ نَظَائِرُ وَأَضْدَادٌ ذَكَرْنَاهَا فِي الزِّيَادَاتِ.

فرمایا کہ جب غلام نے بطور عمد دو بندوں کا قتل کر دیا ہے اور ان دونوں مقتولوں کے ولی بھی دو ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے دونوں ولیوں میں سے ایک ایک نے معاف کیا ہے۔ تو آقا غلام کا نصف بقیہ دو ولیوں کو دیدے گا۔ یا غلام کا فدیہ دس ہزار دے گا کیونکہ جب دونوں مقتولوں میں سے ہر ایک کے ایک ایک ولی نے معاف کیا ہے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اور وہ مال میں تبدیل ہو جائے گا۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح یہ شروع ہی سے مال میں واجب ہوا ہے۔ اور یہ اس دلیل سے

سبب سے ہے کہ اولیاء کا حق غلام کی گردن میں ہے۔یا بیس ہزار میں ہے۔اور معاف کرنے والوں کا خصہ ساقط ہو جائے گا۔اور وہ نصف ہے اور نصف باقی رہ جائے گا۔

اور جب غلام نے ان میں سے ایک کو بطور عمد قتل کیا ہے اور دوسرے کو بطور خطاء قتل کیا ہے اس کے بعد عمد کے ایک ولی نے معاف کر دیا ہے تو جب آقا اس غلام کا فدیہ دینا چاہے تو وہ پندرہ ہزار فدیہ ادا کرے اور پانچ ہزار مقتول کے اس ولی کے لئے ہوگا جس نے معاف نہیں کیا ہے۔اور وہ دس ہزار خطاء والے مقتول کے اولیاء کو دے گا۔ کیونکہ جب عمد مال سے تبدیل ہو گیا ہے تو قتل خطاء کے دونوں اولیاء کا حق پوری دیت میں دس ہزار دراہم ہے اور عمد کے دونوں اولیاء میں سے ایک کا حق نصف دیت ہے جو پانچ ہزار ہے اور فدیہ دینے میں کوئی مشکل نہیں ہے۔پس پندرہ ہزار دیت واجب ہو جائے گی۔

اور جب آقا غلام کو دینا چاہتا ہے تو مقتول کے اولیاء کو اثلاث کے طور پر غلام دینا ہوگا اور خطاء کے دونوں اولیاء کو دو ثلث دے گا۔ایک ثلث مقتول عمد کو معاف نہ کرنے والے ولی کو دے۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ آقا غلام کو ارباع کے طور پر دے گا۔ کیونکہ تین ربع مقتول خطاء کے ولیوں کا ہے۔اور ایک ربع ولی عمد کا ہے۔پس صاحبین کے مطابق تقسیم کے طریقے میں جھگڑا پیدا ہو جائے گا۔اور بغیر کسی جھگڑے کے مقتول خطاء کے دونوں اولیاء کو نصف دے دیا جائے گا۔دوسرے نصف میں فریقین کا جھگڑا برابر ہوگا۔تو آخری نصف آدھا آدھا ہو جائے گا۔ کیونکہ چار حصے کر کے غلام کو تقسیم کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عول اور تقسیم کے طریقے پر تین حصے کر کے غلام کو بانٹ دیا جائے گا کیونکہ اولیائے مقتول کا غلام کی گردن میں ہے۔اور ان کی اصل وہ ترکہ ہے جس قرضوں میں محیط ہے۔پس ان دونوں کو پورے غلام سے ضرب دیا جائے گا۔اور مقتول عمد کے قول کی نصف سے ضرب دیا جائے گا اور اس کی مسئلہ کی بہت زیادہ امثلہ ہیں اور اضداد بھی ہیں جن کو ہم نے زیادات میں بیان کر دیا ہے۔

مشترکہ غلام کا مالکوں کے کسی قریبی کو قتل کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا كَانَ عَبْدٌ بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقَتَلَ مَوْلًى لَهُمَا) اَیْ قَرِيبًا لَهُمَا (فَعَفَا اَحَدُهُمَا بَطَلَ الْجَمِيعُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيفَةَ، وَقَالَا : يَدْفَعُ الَّذِیْ عَفَا نِصْفَ نَصِيبِهِ اِلَى الْاٰخَرِ اَوْ يَفْدِيهِ بِرُبُعِ الدِّيَةِ) وَذَكَرَ فِی بَعْضِ النُّسَخِ قَتَلَ وَلِيًّا لَهُمَا، وَالْمُرَادُ الْقَرِيبُ اَيْضًا، وَذَكَرَ فِی بَعْضِ النُّسَخِ قَوْلَ مُحَمَّدٍ مَعَ اَبِیْ حَنِيفَةَ، وَذَكَرَ فِی الزِّيَادَاتِ : عَبْدٌ قَتَلَ مَوْلَاهُ وَلَهُ ابْنَانِ فَعَفَا اَحَدُ الِابْنَيْنِ بَطَلَ ذٰلِكَ كُلُّهُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَعِنْدَ اَبِیْ يُوسُفَ الْجَوَابُ فِيهِ كَالْجَوَابِ فِی مَسْاَلَةِ الْكِتَابِ .وَلَمْ يَذْكُرْ اخْتِلَافَ الرِّوَايَةِ .

لِاَبِیْ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ حَقَّ الْقِصَاصِ ثَبَتَ فِی الْعَبْدِ عَلٰی سَبِيلِ الشُّيُوعِ .لِاَنَّ مِلْكَ

الْمَوْلٰى لَا يَمْنَعُ اسْتِحْقَاقَ الْقِصَاصِ لَهٗ فَإِذَا عَفَا اَحَدُهُمَا انْقَلَبَ نَصِيبُ الْاٰخَرِ وَهُوَ النِّصْفُ مَالًا، غَيْرَ اَنَّهٗ شَائِعٌ فِي الْكُلِّ فَيَكُوْنُ نِصْفُهٗ فِيْ نَصِيبِهٖ وَالنِّصْفُ فِيْ نَصِيبِ صَاحِبِهٖ، فَمَا يَكُوْنُ فِيْ نَصِيبِهٖ سَقَطَ ضَرُوْرَةَ اَنَّ الْمَوْلٰى لَا يَسْتَوْجِبُ عَلٰى عَبْدِهٖ مَالًا، وَمَا كَانَ فِيْ نَصِيبِ صَاحِبِهٖ بَقِيَ وَنِصْفُ النِّصْفِ هُوَ الرُّبُعُ فَلِهٰذَا يُقَالُ : اِدْفَعْ نِصْفَ نَصِيبِكَ اَوْ افْتَدِهٖ بِرُبُعِ الدِّيَةِ .

وَلَهُمَا اَنَّ مَا يَجِبُ مِنَ الْمَالِ يَكُوْنُ حَقَّ الْمَقْتُوْلِ لِاَنَّهٗ بَدَلُ دَمِهٖ، وَلِهٰذَا تُقْضٰى مِنْهُ دُيُوْنُهٗ وَتُنَفَّذُ بِهٖ وَصَايَاهُ، ثُمَّ الْوَرَثَةُ يَخْلُفُوْنَهٗ فِيْهِ عِنْدَ الْفَرَاغِ مِنْ حَاجَتِهٖ وَالْمَوْلٰى لَا يَسْتَوْجِبُ عَلٰى عَبْدِهٖ دَيْنًا فَلَا تَخْلُفُهُ الْوَرَثَةُ فِيْهِ .

فرمایا کہ جب ایک غلام دو مالکوں کے درمیان مشترک ہے۔ اور اس نے ان دونوں کے کسی قریبی شخص کو قتل کر دیا ہے اور ان میں سے ایک مالک نے اس کو معاف کر دیا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سارا خون باطل ہو جائے گا۔

صاحبین نے کہا ہے معاف کرنے والا اپنے حصے کا نصف دوسرے کو دے گا یا وہ چوتھائی دیت کا فدیہ دے اور جامع صغیر کے بعض نسخہ جات میں لکھا ہے " قَتَلَ وَلِيًّا لَهُمَا " اور اس سے بھی قریبی شخص مراد ہے۔ اور بعض نسخہ جات میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح لکھا ہوا ہے۔

اور زیادات میں لکھا ہے ایک غلام نے اپنے آقا کو قتل کر دیا ہے اور آقا کے دو لڑکے ہیں۔ اور ان میں سے ایک نے معاف کر دیا ہے تو طرفین کے نزدیک سب کچھ باطل ہو جائے گا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا حکم اسی طرح ہے جس طرح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف نہیں کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ذکر کردہ غلام میں شیوع کے مطابق قصاص کا حق ثابت ہے۔ کیونکہ آقا کا مالک ہونا یہ قصاص میں حقدار ہونے کو روکنے والا نہیں ہے۔ پس جب ایک نے معاف کر دیا ہے تو جو دوسرے کا حصہ ہے وہ مال میں تبدیل ہو جائے گا۔ مگر جب وہ پورے نصف میں پھیلا ہوا ہے۔ پس اس کا آدھا اسی کے حصے میں ہوگا۔ اور آدھا اس کے ساتھی کے حصے میں ہوگا۔ اور جو آدھا معاف نہ کرنے والے کے حصے میں ہے وہ باقی رہ جائے گا۔ اور نصف کا نصف ربع ہے۔ لہٰذا عافی سے کہہ دیا جائے گا کہ یا اپنے حصے کا غلام دے دو یا چوتھائی دیت ادا کر دو۔

طرفین کی دلیل یہ ہے جو مال میں واجب ہوتا ہے وہی مقتول کا حق ہے۔ کیونکہ وہ اس کے خون کا بدلہ ہے۔ اسی لئے اس مال سے مقتول کے قرض ادا کیے جاتے ہیں۔ اور اس مال سے اس کی وصیتوں کو نافذ کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جب مقتول مال کی ضرورت سے فارغ ہو گیا ہے۔ تو مقتول کے وارث اس کے نائب ہوں گے۔ اور آقا اپنے غلام پر قرض کا حقدار نہ ہوگا پس اس کے ورثاء بھی اس کے حوالے سے مقتول کے نائب نہ ہوں گے۔

فَصْلٌ قَتَلَ عَبْدًا خَطَأً

﴿یہ فصل غلام کو خطاء کے طور قتل کرنے کے بیان میں ہے﴾

فصل غلام کے قتل خطاء کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے غلام کی جنایت کو بیان کیا ہے اور اب یہاں سے غلام پر جنایت ہونے کے احکام کو بیان کر رہے ہیں۔ اور پہلے احکام کو مقدم کرنے کا سبب فاعلیت میں ترجیح ہونے کا سبب ہے۔ اور غلام پر جنایت کا ہونا یہ عدم ترجیح کے سبب ان احکام سے ذکر میں مؤخر ہوا ہے۔

غلام کے خطاء کے طور پر قتل کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَتَلَ عَبْدًا خَطَأً فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ لَا تُزَادُ عَلَى عَشَرَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ، فَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ أَوْ أَكْثَرَ قُضِيَ لَهُ بِعَشَرَةِ آلَافٍ إلَّا عَشَرَةً، وَفِي الْأَمَةِ إذَا زَادَتْ قِيمَتُهَا عَلَى الدِّيَةِ خَمْسَةُ آلَافٍ إلَّا عَشَرَةً) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَالشَّافِعِيُّ: تَجِبُ قِيمَتُهُ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ، وَلَوْ غَصَبَ عَبْدًا قِيمَتُهُ عِشْرُونَ أَلْفًا فَهَلَكَ فِي يَدِهِ تَجِبُ قِيمَتُهُ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ بِالْإِجْمَاعِ.

لَهُمَا أَنَّ الضَّمَانَ بَدَلُ الْمَالِيَّةِ وَلِهٰذَا يَجِبُ لِلْمَوْلَى وَهُوَ لَا يَمْلِكُ الْعَبْدَ إلَّا مِنْ حَيْثُ الْمَالِيَّةُ، وَلَوْ قَتَلَ الْعَبْدُ الْمَبِيعُ قَبْلَ الْقَبْضِ يَبْقَى الْعَقْدُ وَبَقَاؤُهُ بِبَقَاءِ الْمَالِيَّةِ أَصْلًا أَوْ بَدَلِهِ وَصَارَ كَقَلِيلِ الْقِيمَةِ وَكَالْغَصْبِ.

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إلَى أَهْلِهِ) أَوْجَبَهَا مُطْلَقًا، وَهِيَ اسْمٌ لِلْوَاجِبِ بِمُقَابَلَةِ الْآدَمِيَّةِ، وَلِأَنَّ فِيهِ مَعْنَى الْآدَمِيَّةِ حَتَّى كَانَ مُكَلَّفًا، وَفِيهِ مَعْنَى الْمَالِيَّةِ، وَالْآدَمِيَّةُ أَعْلَاهُمَا فَيَجِبُ اعْتِبَارُهَا بِإِهْدَارِ الْأَدْنَى عِنْدَ تَعَذُّرِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا وَضَمَانُ الْغَصْبِ بِمُقَابَلَةِ الْمَالِيَّةِ، إذْ الْغَصْبُ لَا يَرِدُ إلَّا عَلَى الْمَالِ، وَبَقَاءُ الْعَقْدِ يَتْبَعُ الْفَائِدَةَ حَتَّى يَبْقَى بَعْدَ قَتْلِهِ عَمْدًا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ الْقِصَاصُ بَدَلًا عَنْ الْمَالِيَّةِ فَكَذٰلِكَ أَمْرُ الدِّيَةِ، وَفِي قَلِيلِ الْقِيمَةِ

الْوَاجِبِ بِمُقَابَلَةِ الْاٰدَمِيَّةِ اِلَّا اَنَّهُ لَا سَمْعَ فِيْهِ فَقَدَّرْنَاهُ بِقِيْمَتِهٖ رَأْيًا، بِخِلَافِ كَثِيْرِ الْقِيْمَةِ لِاَنَّ قِيْمَةَ الْحُرِّ مُقَدَّرَةٌ بِعَشَرَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ وَنَقَصْنَا مِنْهَا فِي الْعَبْدِ اِظْهَارًا لِانْحِطَاطِ رُتْبَتِهٖ، وَتَعْيِيْنُ الْعَشَرَةِ بِاَثَرِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ۔

فرمایا کہ جب کسی شخص نے غلطی سے کسی غلام کو قتل کر دیا ہے تو قاتل پر اس غلام مقتول کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ لیکن یہ قیمت دس ہزار دراہم سے زیادہ نہ ہوگی۔ پس جب غلام کی قیمت دس ہزار دراہم ہے یا اس سے زیادہ ہے تو اس کے لئے دس دراہم کم دس ہزار دراہم کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور باندی میں دس دراہم کم پانچ ہزار دراہم کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور جب اس کی قیمت آزاد عورت کی دیت سے زیادہ ہے اور یہ حکم طرفین کے مطابق ہے۔

حضرت امام ابو یوسف اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ غلام کی قیمت واجب ہوگی۔ اگر چہ وہ جس قدر بھی ہے۔ اور جب کسی نے ایسے غلام کو غصب کیا ہے جس کی قیمت بیس ہزار دراہم ہے اس کے بعد غاصب کے قبضہ میں وہ غلام ہلاک ہو گیا ہے تو بہ اتفاق اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ وہ جس قدر بھی ہوگی۔ ان ائمہ کی دلیل یہ ہے کہ ضمان مالیت کا بدلہ ہے کیونکہ وہ آقا کے حق میں واجب ہوا ہے۔ اور آقا مالیت کے سبب غلام کو مالک ہوتا ہے۔ اور جب اس نے قبضہ کرنے سے پہلے مبیع غلام کو بیچ دیا ہے تو عقد باقی رہ جائے گا۔ اور عقد کی بقاء مالیت کی بقاء ہے اگر چہ وہ اصل کے اعتبار سے ہے یا بدل کے اعتبار سے ہے اور یہ قلیل قیمت اور غصب کی مثل ہو گیا ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ" اور اللہ تعالیٰ نے مطلق طور پر دیت کو واجب قرار دیا ہے۔ اور دیت اس واجب کا نام ہے جو آدمی کے مقابلے میں ہے اور اس لئے کہ غلام میں انسانیت کا معنی ہے حتیٰ کہ وہ احکام شرع کا مکلف ہے۔ اور اس میں مالیت کا معنی بھی ہے۔ اور انسانیت ان دونوں سے افضل ہے۔ پس دونوں کے درمیان ناممکن ہونے کی وجہ سے ادنیٰ کو ضائع قرار دیا جائے گا۔ یعنی انسانیت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور غصب کا ضمان مالیت کے مقابلے میں ہے کیونکہ غصب مال پر وارد ہونے والا ہے۔ جو بقائے عقد کے پیچھے فائدہ دینے والی ہے۔ حتیٰ کہ غلام کو عمداً قتل کرنے کے بعد بھی عقد باقی رہے۔ قصاص اگر چہ مالیت کا بدلہ نہیں ہے پس یہی معاملہ دیت کا بھی ہے اور قلیل قیمت میں جو کچھ بھی واجب ہوا ہے وہ انسانیت کے مقابلے میں ہے۔ مگر اس میں کوئی نص نہیں ہے۔ پس ہم نے رائے کے ساتھ اس کی قیمت کے ساتھ مقرر کر دیا ہے۔ جبکہ زیادہ قیمت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ آزاد کی قیمت دس ہزار کے ساتھ مقرر ہے اور ہم نے غلام کے مرتبے میں کمی کو ظاہر کرنے کے لئے اس دس ہزار میں سے کم کر دیا ہے۔ اور دس ہزار کا تعین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کے سبب سے ہے۔

غلام کے ہاتھ میں نصف قیمت کے وجوب کا بیان

قَالَ (وَفِيْ يَدِ الْعَبْدِ نِصْفُ قِيْمَتِهٖ لَا يُزَادُ عَلٰى خَمْسَةِ آلَافٍ اِلَّا خَمْسَةً) لِاَنَّ الْيَدَ مِنَ الْاٰدَمِيِّ نِصْفُهُ فَتُعْتَبَرُ بِكُلِّهٖ، وَيَنْقُصُ هٰذَا الْمِقْدَارُ اِظْهَارًا لِانْحِطَاطِ رُتْبَتِهٖ، وَكُلُّ مَا يُقَدَّرُ مِنْ دِيَةِ الْحُرِّ

فَهُوَ مُقَدَّرٌ مِنْ قِيمَةِ الْعَبْدِ لِاَنَّ الْقِيمَةَ فِي الْعَبْدِ كَالدِّيَةِ فِي الْحُرِّ اِذْ هُوَ بَدَلُ الدَّمِ عَلٰى مَا قَرَّرْنَاهُ، وَاِنْ غَصَبَ اَمَةً قِيمَتُهَا عِشْرُونَ اَلْفًا فَمَاتَتْ فِي يَدِهٖ فَعَلَيْهِ تَمَامُ قِيمَتِهَا لِمَا بَيَّنَّا اَنَّ ضَمَانَ الْغَصْبِ ضَمَانُ الْمَالِيَّةِ ۔

فرمایا کہ غلام کے ہاتھ میں اس کی نصف قیمت واجب ہے۔ جو پانچ ہزار سے کم چار ہزار نو سو ننانوے سے زیادہ نہ ہو کیونکہ آدمی کا ہاتھ اس کا نصف ہے۔ پس اس کو کل پر قیاس کیا جائے گا۔ اور غلام کے مرتبے کی کمی کو ظاہر کرنے کے لئے اس مقدار کو کم کر دیا جائے گا۔ اور ہر ایسی جنایت جو آزاد کی دیت سے مقدر ہے وہ غلام کی قیمت سے مقدر ہوگی۔ کیونکہ غلام میں قیمت آزاد کی دیت کی طرح ہے۔ کیونکہ یہاں دیت اور قیمت یہ دونوں خون کا بدلہ ہے جس ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔ اور جب کسی شخص نے ایسی باندی کو غصب کیا ہے جس کی قیمت بیس ہزار دراہم ہے اور وہ باندی غاصب کے پاس ہلاک ہوگئی ہے تو غاصب پر اس کی پوری قیمت واجب ہو جائے گی۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ غصب کا ضمان یہی مالیت کا ضمان ہوتا ہے۔

غلام کا ہاتھ کاٹ کر اس کو آزاد کر دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَطَعَ يَدَ عَبْدٍ فَاَعْتَقَهُ الْمَوْلٰى ثُمَّ مَاتَ مِنْ ذٰلِكَ، فَاِنْ كَانَ لَهٗ وَرَثَةٌ غَيْرُ الْمَوْلٰى فَلَا قِصَاصَ فِيهِ وَاِلَّا اُقْتُصَّ مِنْهُ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ ۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَا قِصَاصَ فِي ذٰلِكَ، وَعَلَى الْقَاطِعِ اَرْشُ الْيَدِ، وَمَا نَقَصَهُ ذٰلِكَ اِلٰى اَنْ يُعْتِقَهُ وَيَبْطُلُ الْفَضْلُ) وَاِنَّمَا لَمْ يَجِبِ الْقِصَاصُ فِي الْوَجْهِ الْاَوَّلِ لِاشْتِبَاهِ مَنْ لَهُ الْحَقُّ، لِاَنَّ الْقِصَاصَ يَجِبُ عِنْدَ الْمَوْتِ مُسْتَنِدًا اِلٰى وَقْتِ الْجُرْحِ، فَعَلَى اعْتِبَارِ حَالَةِ الْجُرْحِ يَكُونُ الْحَقُّ لِلْمَوْلٰى، وَعَلَى اعْتِبَارِ الْحَالَةِ الثَّانِيَةِ يَكُونُ لِلْوَرَثَةِ فَتَحَقَّقَ الْاِشْتِبَاهُ وَتَعَذَّرَ الْاِسْتِيفَاءُ فَلَا يَجِبُ عَلٰى وَجْهٍ يُسْتَوْفٰى وَفِيهِ الْكَلَامُ، وَاجْتِمَاعُهُمَا لَا يُزِيلُ الْاِشْتِبَاهَ لِاَنَّ الْمِلْكَيْنِ فِي الْحَالَيْنِ، بِخِلَافِ الْعَبْدِ الْمُوصٰى بِخِدْمَتِهٖ لِرَجُلٍ وَبِرَقَبَتِهٖ لِآخَرَ اِذَا قُتِلَ، لِاَنَّ مَا لِكُلٍّ مِنْهُمَا مِنَ الْحَقِّ ثَابِتٌ مِنْ وَقْتِ الْجُرْحِ اِلٰى وَقْتِ الْمَوْتِ، فَاِذَا اجْتَمَعَا زَالَ الْاِشْتِبَاهُ ۔

وَلِمُحَمَّدٍ فِي الْخِلَافِيَّةِ وَهُوَ مَا اِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْعَبْدِ وَرَثَةٌ سِوَى الْمَوْلٰى اَنَّ سَبَبَ الْوِلَايَةِ قَدِ اخْتَلَفَ لِاَنَّهُ الْمِلْكُ عَلَى اعْتِبَارِ اِحْدَى الْحَالَتَيْنِ وَالْوِرَاثَةُ بِالْوَلَاءِ عَلَى اعْتِبَارِ الْاُخْرٰى، فَنُزِّلَ مَنْزِلَةَ اخْتِلَافِ الْمُسْتَحِقِّ فِيمَا يُحْتَاطُ فِيهِ كَمَا اِذَا قَالَ لِآخَرَ بِعْتَنِي هٰذِهِ الْجَارِيَةَ بِكَذَا فَقَالَ الْمَوْلٰى زَوَّجْتُهَا مِنْكَ لَا يَحِلُّ لَهٗ وَطْؤُهَا وَلِاَنَّ الْاِعْتَاقَ قَاطِعٌ لِلسِّرَايَةِ، وَبِانْقِطَاعِهَا يَبْقَى الْجُرْحُ بِلَا سِرَايَةٍ، وَالسِّرَايَةُ بِلَا قَطْعٍ فَيَمْتَنِعُ الْقِصَاصُ ۔

وَلَهُمَا أَنَّا تَيَقَّنَّا بِثُبُوْتِ الْوِلَايَةِ لِلْمَوْلٰى فَيَسْتَوْفِيْهِ وَهٰذَا لِأَنَّ الْمَقْضِيَّ لَهُ مَعْلُوْمٌ وَالْحُكْمُ مُتَّحِدٌ فَوَجَبَ الْقَوْلُ بِالْإِسْتِيْفَاءِ، بِخِلَافِ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ، لِأَنَّ الْمَقْضِيَّ لَهُ مَجْهُوْلٌ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِاخْتِلَافِ

السَّبَبِ هٰهُنَا لِأَنَّ الْحُكْمَ لَا يَخْتَلِفُ، بِخِلَافِ تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ لِأَنَّ مِلْكَ الْيَمِيْنِ يُغَايِرُ مِلْكَ النِّكَاحِ حُكْمًا، وَالْإِعْتَاقُ لَا يَقْطَعُ السِّرَايَةَ لِذَاتِهِ بَلْ لِاشْتِبَاهِ مَنْ لَهُ الْحَقُّ، وَذٰلِكَ فِي الْخَطَإِ دُوْنَ الْعَمْدِ لِأَنَّ الْعَبْدَ لَا يَصْلُحُ مَالِكًا لِلْمَالِ، فَعَلٰى اعْتِبَارِ حَالَةِ الْجُرْحِ يَكُوْنُ الْحَقُّ لِلْمَوْلٰى، وَعَلٰى اعْتِبَارِ حَالَةِ الْمَوْتِ يَكُوْنُ لِلْمَيِّتِ لِحُرِّيَّتِهِ فَيُقْضٰى مِنْهُ دُيُوْنُهُ وَيُنَفَّذُ وَصَايَاهُ فَجَاءَ الْإِشْتِبَاهُ .

أَمَّا الْعَمْدُ فَمُوْجِبُهُ الْقِصَاصُ وَالْعَبْدُ مُبْقًى عَلٰى أَصْلِ الْحُرِّيَّةِ فِيْهِ، وَعَلٰى اعْتِبَارِ أَنْ يَكُوْنَ الْحَقُّ لَهُ فَالْمَوْلٰى هُوَ الَّذِيْ يَتَوَلَّاهُ إِذْ لَا وَارِثَ لَهُ سِوَاهُ فَلَا اشْتِبَاهَ فِيْمَنْ لَهُ الْحَقُّ، وَإِذَا امْتَنَعَ الْقِصَاصُ فِي الْفَصْلَيْنِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ يَجِبُ أَرْشُ الْيَدِ، وَمَا نَقَصَهُ مِنْ وَقْتِ الْجُرْحِ إِلٰى وَقْتِ الْإِعْتَاقِ كَمَا ذَكَرْنَا لِأَنَّهُ حَصَلَ عَلٰى مِلْكِهِ وَيَبْطُلُ الْفَضْلُ، وَعِنْدَهُمَا الْجَوَابُ فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ كَالْجَوَابِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ فِي الثَّانِي .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا اور اس کے بعد اس کو آزاد کر دیا ہے اس کے بعد وہ غلام اسی قطع ید کے سبب فوت ہو گیا ہے اور اب اگر آقا کے سوا غلام کے وارث بھی ہیں تو اس میں قصاص نہ ہوگا۔ اور قاطع سے کوئی قصاص نہ لیا جائے گا۔ اور یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس میں قصاص اگر چہ نہیں ہے مگر قاطع پر ہاتھ کا ارش اور آقا کے آزاد کرنے تک جتنا نقصان ہوا ہے وہ واجب ہے۔ اور زیادتی باطل ہے۔

پہلی صورت میں قصاص اس لئے واجب نہیں ہے کیونکہ جس کے لئے حق تھا وہ مشتبہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ قصاص جو بہ وقت موت واجب ہوتا ہے۔ وہ وقت زخم کی جانب مضاف ہو واجب ہوتا ہے۔ پس حالت زخم کے اعتبار سے آقا کا حق ہے۔ اور دوسری حالت کے اعتبار سے وارثوں کا حق ہے۔ اور شبہ ثابت ہو چکا ہے اور استیفاء ناممکن ہے۔ پس اس طرح قصاص واجب نہ ہوگا۔ جس کو وصول کیا جائے۔ اور بحث بھی اسی مسئلہ میں ہے۔ اور ان دونوں کا اکٹھا ہونا یہ اشتباہ کو ختم کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں کی ملکیت دو احوال میں ہے، بہ خلاف اس غلام کے جس نے ایک شخص کو خدمت کرنے کی وصیت کی ہے اور اس کی گردن کی وصیت دوسرے کے لئے ہے جب وہ قتل کیا گیا ہے۔ کیونکہ مخدوم اور آقا کو جو حق حاصل ہے۔ وہ جرح کے وقت سے لے کر موت کے وقت تک ہے۔ اور جب وہ دونوں جمع ہو گئے ہیں ان اشتباہ ختم ہو چکا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس اختلافی مسئلہ میں دلیل یہ ہے ولایت کا سبب مختلف ہے کیونکہ پہلی حالت کی صورت میں ولایت کا سبب ملکیت ہے۔ اور دوسری حالت کے اعتبار سے ولاء کی وجہ سے وراثت ہے۔ پس اس کو حقدار ہونے کے اختلاف میں سمجھا جائے گا۔ اور ان معاملات جن میں احتیاط کی جائے۔ جس طرح اس صورت میں ہے جب دوسرے نے کہا ہے کہ تو نے مجھ کو یہ باندی اتنے میں بیچی ہے۔ اور آقا نے کہا ہے کہ میں تیرا اس باندی کے ساتھ نکاح کر دیا ہے تو اس بندے کے لئے وطی کرنا حلال نہ ہو گا۔ کیونکہ اعتاق سرایت کو ختم کرنے والا ہے۔ اور سرایت ختم ہو جانے کے سبب زخم بغیر سرایت کے باقی رہے گا۔ اور سرایت قطع کے سوا باقی رہے گی۔ کیونکہ قصاص منع ہو جائے گا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے آقا کے لئے ولایت کا ثبوت ہمیں یقینی ہے۔ کیونکہ آقا قصاص لینے کا حق رکھنے والا ہے۔ اور یہ اس دلیل کے سبب سے ہے۔ جس کا تقاضہ کیا جا رہا ہے وہ معلوم ہے اور حکم بھی متحد ہے پس استیفائے قصاص کا قائل ہونا لازم ہے۔ جبکہ فصل اول میں ایسا نہیں ہے۔ اور مقضی لہ مجہول ہے۔ اور یہاں کسی اختلاف کے سبب کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ حکم مختلف نہیں ہے۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کیونکہ ملک یمین حکم کے اعتبار سے ملک نکاح کے مغایر ہوا کرتی ہے۔

اور آزادی یہ ذاتی طور پر سرایت کو ختم کرنے والا نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو جس کے لئے حق ہے اس کے اشتباہ کی وجہ سے ہے۔ اور یہ اشتباہ قتل خطاء میں ہے عمد میں نہیں ہے۔ کیونکہ غلام مال کا مالک بننے کی صلاحیت رکھنے والا نہیں ہے۔ پس جرح کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے حق آقا کے لئے ہوگا۔ اور موت کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے میت کا حق ہوگا۔ کیونکہ میت آزاد ہے اور اس کے بعد اس حق میں میت کے قرضوں کو ادا کیا جائے گا۔ اور اس کی وصیتوں کو نافذ کیا جائے گا۔ تو اشتباہ پیدا ہو جائے گا۔ البتہ جو عمد ہے اس کا موجب قصاص ہے۔ اور قصاص میں غلام اصل آزادی پر ہے۔ اس اعتبار سے غلام کے لئے حق ہے۔ تو اس کا ولی آقا ہی ہو گا۔ کیونکہ آقا کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ تو جس کے لئے حق ہے اس میں کوئی اشتباہ نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب دونوں صورتوں میں قصاص منع ہے تو ہاتھ کا ارش واجب ہو جائے گا۔ اور جرح کے وقت سے لے کر آزادی کے وقت تک جو نقصان ہوا ہے کیونکہ نقصان آقا کی ملکیت پر واقع ہوا ہے اور زیادتی باطل ہو جائے گی۔ اور شیخین کے نزدیک پہلی صورت میں وہی حکم ہے جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسری صورت میں ہے۔

دونوں غلاموں میں کسی ایک آزاد کر کے دونوں کے سر کو پھوڑ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِعَبْدَيْهِ اَحَدُكُمَا حُرٌّ ثُمَّ شُجَّا فَاَوْقَعَ الْعِتْقَ عَلٰى اَحَدِهِمَا فَاَرْشُهُمَا لِلْمَوْلٰى) لِاَنَّ الْعِتْقَ غَيْرُ نَازِلٍ فِى الْمُعَيَّنِ وَالشَّجَّةُ تُصَادِفُ الْمُعَيَّنَ فَبَقِيَا مَمْلُوكَيْنِ فِى حَقِّ الشَّجَّةِ (وَلَوْ قَتَلَهُمَا رَجُلٌ تَجِبُ دِيَةُ حُرٍّ وَقِيمَةُ عَبْدٍ) وَالْفَرْقُ اَنَّ الْبَيَانَ اِنْشَاءٌ مِنْ وَجْهٍ وَاِظْهَارٌ مِنْ وَجْهٍ عَلٰى مَا عُرِفَ، وَبَعْدَ الشَّجَّةِ بَقِيَ مَحَلًّا لِلْبَيَانِ فَاعْتُبِرَ اِنْشَاءً فِى حَقِّهِمَا، وَبَعْدَ الْمَوْتِ لَمْ يَبْقَ مَحَلًّا لِلْبَيَانِ فَاعْتَبَرْنَاهُ اِظْهَارًا مَحْضًا، وَاَحَدُهُمَا حُرٌّ بِيَقِينٍ فَتَجِبُ قِيمَةُ عَبْدٍ وَدِيَةُ حُرٍّ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَتَلَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا رَجُلٌ حَيْثُ قِيمَةُ الْمَمْلُوكَيْنِ، لِاَنَّا لَمْ نَتَيَقَّنْ بِقَتْلِ

كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حُرًّا وَكُلٌّ مِنْهُمَا يُنْكِرُ ذٰلِكَ، وَلِاَنَّ الْقِيَاسَ يَاْبَى ثُبُوْتَ الْعِتْقِ فِى الْمَجْهُوْلِ لِاَنَّهُ لَا يُفِيْدُ فَائِدَةً، وَاِنَّمَا صَحَّحْنَاهُ ضَرُوْرَةَ صِحَّةِ التَّصَرُّفِ وَاَثْبَتْنَا لَهُ وِلَايَةَ النَّقْلِ مِنَ الْمَجْهُوْلِ اِلَى الْمَعْلُوْمِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَةِ وَهِيَ فِى النَّفْسِ دُوْنَ الْاَطْرَافِ فَبَقِيَ مَمْلُوْكًا فِىْ حَقِّهَا .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے اپنے دوغلاموں سے کہا ہے کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اوراس کے بعد اس نے ان دونوں کا سر پھوڑ دیا ہے اور آقا نے ان میں سے کسی ایک پر آزادی کو واقع کردیا ہے۔ تو ان ارش آقا کے لئے ہو جائے گا۔ کیونکہ معین غلام میں آزادی واقع نہیں ہوئی ہے۔ اور شجہ معین سے ملا ہوا ہے۔ پس شجہ کے حق میں دونوں ملکیت میں رہیں گے۔

اور جب ان دونوں غلاموں کو کسی بندے نے قتل کردیا ہے تو ایک آزاد کی دیت اور ایک غلام کی قیمت واجب ہو جائے گی اور فرق اس طرح ہوگا کہ یہاں پر من وجہ بیان انشاء اور ایک طرح سے اظہار ہے۔ جس طرح پتہ چل چکا ہے۔ اور شجہ کے بعد وہ محل بیان ہے۔ پس ان دونوں کے حق میں بیان کو انشاء مان لیا گیا ہے۔ جبکہ موت کے بعد وہ محل بیان نہ رہا۔ پس اس کو ہم نے اظہار مان لیا ہے۔ اور ان دونوں میں سے ایک یقیناً آزاد ہے پس غلام کی قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہو جائے گی۔ یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب ان میں ہر ایک کو جدا جدا قتل کیا گیا ہے۔ پس اس صورت میں دو مملوک کی لازم ہو جائے گی۔ کیونکہ ہم کو ان دونوں میں سے ہر ایک کے آزاد مقتول ہونے کا یقین نہیں ہے۔ اور قاتلوں میں سے ہر ایک اس کا انکاری بھی ہے۔ کیونکہ قیاس مجہول چیز میں آزادی کو ثابت کرنے میں انکاری ہے۔ کیونکہ اس کی آزادی سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور ہم تصرف کو درست رکھنے کے لئے اس کی آزادی کو درست قرار دیا ہے۔ اور آقا کے لئے مجہول چیز سے معلوم چیز کی طرف ولایت کا انتقال ثابت کردیا ہے۔ پس یہ ضرورت ضرورت کی حد تک رہے گی۔ اور ضرورت جان میں ہے اس کی اطراف میں نہیں ہے۔ پس اطراف کے حق میں وہ مملوک ہی رہ جائے گا۔

غلام کی دونوں آنکھوں کو پھوڑ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ فَقَاَ عَيْنَيْ عَبْدٍ، فَاِنْ شَاءَ الْمَوْلٰى دَفَعَ عَبْدَهُ وَاَخَذَ قِيْمَتَهُ وَاِنْ شَاءَ اَمْسَكَهُ، وَلَا شَيْءَ لَهُ مِنَ النُّقْصَانِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا : اِنْ شَاءَ اَمْسَكَ الْعَبْدَ وَاَخَذَ مَا نَقَصَهُ، وَاِنْ شَاءَ دَفَعَ الْعَبْدَ وَاَخَذَ قِيْمَتَهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يُضَمِّنُهُ كُلَّ الْقِيْمَةِ وَيُمْسِكُ الْجُثَّةَ لِاَنَّهُ يَجْعَلُ الضَّمَانَ مُقَابَلًا بِالْفَائِتِ فَيَبْقَى الْبَاقِىْ عَلٰى مِلْكِهِ، كَمَا اِذَا قَطَعَ اِحْدٰى يَدَيْهِ اَوْ فَقَاَ اِحْدٰى عَيْنَيْهِ .

وَنَحْنُ نَقُوْلُ : اِنَّ الْمَالِيَّةَ قَائِمَةٌ فِى الذَّاتِ وَهِيَ مُعْتَبَرَةٌ فِىْ حَقِّ الْاَطْرَافِ لِسُقُوْطِ اعْتِبَارِهَا فِىْ حَقِّ الذَّاتِ قَصْرًا عَلَيْهِ .

وَاِذَا كَانَتْ مُعْتَبَرَةً وَقَدْ وُجِدَ اِتْلَافُ النَّفْسِ مِنْ وَجْهٍ بِتَفْوِيتِ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ وَالضَّمَانُ يَتَقَدَّرُ بِقِيمَةِ الْكُلِّ فَوَجَبَ اَنْ يَتَمَلَّكَ الْجُثَّةَ دَفْعًا لِلضَّرَرِ وَرِعَايَةً لِلْمُمَاثَلَةِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا فَقَاَ عَيْنَيْ حُرٍّ لِاَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ مَعْنَى الْمَالِيَّةِ، وَبِخِلَافِ عَيْنَيِ الْمُدَبَّرِ لِاَنَّهُ لَا يَقْبَلُ الْاِنْتِقَالَ مِنَ الْمِلْكِ اِلٰى مِلْكٍ، وَفِي قَطْعِ اِحْدَى الْيَدَيْنِ وَفَقْءِ اِحْدَى الْعَيْنَيْنِ لَمْ يُوجَدْ تَفْوِيتُ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ.

وَلَهُمَا اَنَّ مَعْنَى الْمَالِيَّةِ لَمَّا كَانَ مُعْتَبَرًا وَجَبَ اَنْ يَتَخَيَّرَ الْمَوْلٰى عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي قُلْنَاهُ كَمَا فِي سَائِرِ الْاَمْوَالِ فَاِنَّ مَنْ خَرَقَ ثَوْبَ غَيْرِهِ خَرْقًا فَاحِشًا اِنْ شَاءَ الْمَالِكُ دَفَعَ الثَّوْبَ اِلَيْهِ وَضَمَّنَهُ قِيمَتَهُ، وَاِنْ شَاءَ اَمْسَكَ الثَّوْبَ وَضَمَّنَهُ النُّقْصَانَ.

وَلَهُ اَنَّ الْمَالِيَّةَ وَاِنْ كَانَتْ مُعْتَبَرَةً فِي الذَّاتِ فَالْاٰدَمِيَّةُ غَيْرُ مُهْدَرَةٍ فِيهِ وَفِي الْاَطْرَافِ اَيْضًا، اَلَا تَرٰى اَنَّ عَبْدًا لَوْ قَطَعَ يَدَ عَبْدٍ اٰخَرَ يُؤْمَرُ الْمَوْلٰى بِالدَّفْعِ اَوِ الْفِدَاءِ وَهٰذَا مِنْ اَحْكَامِ الْاٰدَمِيَّةِ، لِاَنَّ مُوجَبَ الْجِنَايَةِ عَلَى الْمَالِ اَنْ تُبَاعَ رَقَبَتُهُ فِيهَا ثُمَّ مِنْ اَحْكَامِ الْاُولٰى اَنْ لَا يَنْقَسِمَ عَلَى الْاَجْزَاءِ، وَلَا يَتَمَلَّكَ الْجُثَّةَ، وَمِنْ اَحْكَامِ الثَّانِيَةِ اَنْ يَنْقَسِمَ وَيَتَمَلَّكَ الْجُثَّةَ فَوَفَّرْنَا عَلَى الشَّبَهَيْنِ حَظَّهُمَا مِنَ الْحُكْمِ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے غلام کی دونوں آنکھوں کو پھوڑ دیا ہے اور اب اگر آقا پسند کرے تو وہ اپنا غلام دے کر اس کی قیمت وصول کر لے۔ اور اگر وہ چاہے تو غلام کو روک لے اور نقصان کے بدلے میں اس کے لئے کچھ نہ ہوگا اور یہ حکم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے جب آقا پسند کرے تو غلام کو روک کر مجرم سے اس کا نقصان وصول کرے اور جب وہ چاہے تو مجرم کو غلام دیکر اس کی قیمت وصول کرے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے آقا مجرم سے مکمل قیمت کا ضمان لے گا۔ اور غلام کو بھی روک لے گا۔ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ضمان کو فائت کا مقابل قرار دیا ہے۔ تو بقیہ غلام آقا کی ملکیت میں باقی رہنے والا ہے۔ جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب کسی شخص نے غلام کا ایک ہاتھ کاٹ دیا ہے یا اس کی ایک آنکھ کو پھوڑ دیا ہے۔

ہم نے کہا ہے کہ مالیت ذات میں پائی جا رہی ہے۔ اور اطراف کے حق میں بھی اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مالیت کا سقوط صرف ذات کے حق میں ہے۔ پس جب اطراف میں مالیت کا اعتبار ہے تو نفع کی جنس کو ختم کرنے کے سبب ایک جان کا تلف ہے اور ضمان ساری قیمت کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ تو ضرورت کو دور کرنے کے لئے اور مماثلت میں رعایت کے پیش نظر مجرم کے لئے غلام کا مالک ہونا لازم ہے۔ اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب کسی نے آزاد بندے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑ دیا ہے کیونکہ آزاد میں مالیت کا معنی نہیں ہے۔ اور بہ خلاف مدبر کے کی آنکھوں کے کیونکہ ایک ملکیت سے دوسری ملکیت کی جانب

انتقال کو قبول کرنے والا نہیں ہے۔ ایک ہاتھ کو کاٹ دینے اور ایک آنکھ کو پھوڑ دینے میں نفع کی جنس کی کوئی فوت نہیں ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے جب مالیت کے معنی کا اعتبار کیا گیا ہے تو اسے یہ لازم ہو جائے گا کہ آقا کو اسی طریقے پر اختیار مل جائے گا جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اور جس طرح سارے اموال میں ہوتا ہے۔ پس جب کسی شخص نے فاحش طریقے سے دوسرے کے کپڑے کو پھاڑ دیا ہے اور اب اگر مالک چاہے تو وہ کپڑا اپھاڑنے والے کو دیکر اس سے کپڑے کی قیمت وصول کرے اور اگر وہ چاہے تو اس کپڑے کو روک کر اس سے نقصان کا ضمان لے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر چہ ذات میں مالیت کا اعتبار کیا گیا ہے مگر ذات اور انسانیت کے اطراف میں ہدر بھی تو نہیں ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ جب کسی غلام نے دوسرے غلام کے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے تو کاٹنے والے کے آقا کے کو غلام دینے یا فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اور یہ احکام آدمیت میں سے ہے کیونکہ مال ہر جنایت کا موجب اسی طرح ہے۔ کہ جنایت میں غلام کی گردن کو بیچ دیا جائے۔

اور اول اقسام آدمیت میں سے یہ ہے کہ جنایت کو واجب کرنے والا حصوں میں تقسیم ہونے والا نہ ہو اور نہ ہی جانی جثہ کا مالک بنے۔ اور دوسرے کا مالیت کے احکام میں سے یہ ہے کہ جنایت کو واجب کرنے والا اجزاء پر تقسیم ہونے والا ہے اور مجرم جثہ کا مالک بن جائے۔ پس ان دونوں مشابہتوں پر حکم ہے۔ پس ان دونوں کو زیادہ حصہ دے دیا جائے گا۔

فَصْلٌ فِیْ جِنَایَةِ الْمُدَبَّرِ وَاُمِّ الْوَلَدِ

﴿یہ فصل مدبر وام ولد کی جنایت کے بیان میں ہے﴾

فصل مدبر وام ولد کی جنایت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے مدبر اور ام ولد کی جنایت سے متعلق احکام کو ذکر کر رہے ہیں۔ مدبر وام ولد کا بیان اعتاق کے احکام میں موخر ہونے کا سبب ہم کتاب اعتاق میں بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں مقید ہوتے ہیں۔ اور اس لئے ان سے متعلق احکام کو بعد میں ذکر کیا جاتا ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مطابقت فقہی کی سب سے اچھی دلیل یہ ہے کہ یہ مقید ہے اور مقید مرکب ہوتا ہے اور مرکب ہمیشہ مفرد سے موخر ہوتا ہے کیونکہ اس سے سابق باب عتق معلق بہ حلف میں سارے مسائل جو مقید ہیں لیکن ان کا تعلق زندگی کے ساتھ ہے جبکہ اس باب میں غلام کی آزادی کے تمام مسائل کو موت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح تدبیر کا معنی امور کے بعد نظر کرنا ہے۔ (فتح القدیر، ج ١٠، ص ٢٨١، بیروت)

مدبر یا ام ولد کی جنایت پر آقا کے ضامن ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا جَنَی الْمُدَبَّرُ اَوْ اُمُّ الْوَلَدِ جِنَایَةً ضَمِنَ) الْمَوْلَی الْاَقَلَّ مِنْ قِیمَتِهِ وَمِنْ اَرْشِهَا (لِمَا رُوِیَ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَضَی بِجِنَایَةِ الْمُدَبَّرِ عَلٰی مَوْلَاهُ)، وَلِاَنَّهُ صَارَ مَانِعًا عَنْ تَسْلِیمِهِ فِی الْجِنَایَةِ بِالتَّدْبِیرِ اَوْ الِاسْتِیلَادِ مِنْ غَیْرِ اخْتِیَارِهِ الْفِدَاءَ فَصَارَ کَمَا اِذَا فَعَلَ ذٰلِکَ بَعْدَ الْجِنَایَةِ وَهُوَ لَا یَعْلَمُ.

وَاِنَّمَا یَجِبُ الْاَقَلُّ مِنْ قِیمَتِهِ وَمِنْ الْاَرْشِ؛ لِاَنَّهُ لَا حَقَّ لِوَلِیِّ الْجِنَایَةِ فِیْ اَکْثَرَ مِنْ الْاَرْشِ، وَلَا مَنْعَ مِنْ الْمَوْلٰی فِیْ اَکْثَرَ مِنْ الْقِیمَةِ، وَلَا تَخْیِیرَ بَیْنَ الْاَقَلِّ وَالْاَکْثَرِ لِاَنَّهُ لَا یُفِیدُ فِیْ جِنْسٍ وَاحِدٍ لِاخْتِیَارِهِ الْاَقَلَّ لَا مَحَالَةَ، بِخِلَافِ الْقِنِّ لِاَنَّ الرَّغَبَاتِ صَادِقَةٌ فِی الْاَعْیَانِ فَیُفِیدُ التَّخْیِیرَ بَیْنَ الدَّفْعِ وَالْفِدَاءِ (وَجِنَایَاتُ الْمُدَبَّرِ وَاِنْ تَوَالَتْ لَا تُوجِبُ اِلَّا قِیمَةً وَاحِدَةً) لِاَنَّهُ لَا مَنْعَ مِنْهُ اِلَّا فِیْ رَقَبَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلِاَنَّ دَفْعَ الْقِیمَةِ کَدَفْعِ الْعَبْدِ وَذٰلِکَ لَا یَتَکَرَّرُ فَهٰذَا کَذٰلِکَ،

وَيَتَضَارَبُونَ بِالْحِصَصِ فِيهَا، وَتُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ لِكُلِّ وَاحِدٍ فِي حَالِ الْجِنَايَةِ عَلَيْهِ لِأَنَّ الْمَنْعَ فِي هٰذَا الْوَقْتِ يَتَحَقَّقُ .

فرمایا کہ جب کسی مدبر یا ام ولد نے جنایت کی ہے تو آقا پر جانی کی قیمت اور اس کے ارش میں سے جو تھوڑا ہے وہ اس کا ضامن ہوگا۔ اسی روایت کے سبب جس کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ کہ انہوں نے مدبر کی جنایت کا فیصلہ اس کے آقا پر کیا ہے۔ کیونکہ آقا فدیہ ادا کیے بغیر تدبیر یا استیلاد کے سبب سے جانی کو مانئے سے مانع ہو چکا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح جنایت کے بعد آقا نے یہ کام کیا ہے۔ اور اس کو جنایت کا پتہ بھی نہیں ہے۔ اور جانی کی قیمت اور ارش میں سے قلیل واجب ہوگا۔ کیونکہ ارش سے زیادہ میں جنایت کے ولی کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور قیمت سے زیادہ آقا کی جانب سے منع بھی نہیں ہے اور قلیل وکثیر کے درمیان اختیار نہ ہوگا کیونکہ ایک جنس میں اختیار کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پس یقیناً آقا کو قلیل اختیار کرنا پڑے گا۔ جبکہ قن میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اعیان میں رغبات صادق آتی ہے۔ پس دینے اور فدیے کے درمیان اختیار نہ ہوگا۔

اور مدبر کی جنایات میں سے ایک کی قیمت واجب ہوگی۔ اگر چہ وہ مسلسل ہیں۔ کیونکہ آقا کی جانب سے ایک ہی گردن میں جنایت ہے۔ کیونکہ قیمت دینا یہ غلام کی مانند ہے۔ اور غلام کو دینے میں کوئی تکرار نہیں ہے۔ پس قیمت دینے میں بھی کوئی تکرار نہ ہوگا اور قیمت میں حصے کا اعتبار کرتے ہوئے وہ سارے شامل ہیں اور ہر ایک کے لئے مدبر کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ جو اس پر جنایت کے وقت تھی۔ کیونکہ منع اسی وقت ثابت ہوا ہے۔

مدبر کا دوبارہ جنایت کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ جَنَى جِنَايَةً أُخْرَى وَقَدْ دَفَعَ الْمَوْلَى الْقِيمَةَ إِلَى وَلِيِّ الْأُولَى بِقَضَاءٍ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ مَجْبُورٌ عَلَى الدَّفْعِ .

قَالَ (وَإِنْ كَانَ الْمَوْلَى دَفَعَ الْقِيمَةَ بِغَيْرِ قَضَاءٍ فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ اتَّبَعَ الْمَوْلَى وَإِنْ شَاءَ اتَّبَعَ وَلِيَّ الْجِنَايَةِ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : لَا شَيْءَ عَلَى الْمَوْلَى) لِأَنَّهُ حِينَ دَفَعَ لَمْ تَكُنِ الْجِنَايَةُ الثَّانِيَةُ مَوْجُودَةً فَقَدْ دَفَعَ كُلَّ الْحَقِّ إِلَى مُسْتَحِقِّهِ وَصَارَ كَمَا إِذَا دَفَعَ بِالْقَضَاءِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْمَوْلَى جَانٍ بِدَفْعِ حَقِّ وَلِيِّ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ طَوْعًا، وَوَلِيُّ الْأُولَى ضَامِنٌ بِقَبْضِ حَقِّهِ ظُلْمًا فَيَتَخَيَّرُ، وَهٰذَا لِأَنَّ الثَّانِيَةَ مُقَارِنَةٌ حُكْمًا مِنْ وَجْهٍ وَلِهٰذَا يُشَارِكُ وَلِيَّ الْجِنَايَةِ الْأُولَى، وَمُتَأَخِّرَةٌ حُكْمًا مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ تُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ يَوْمَ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ فِي حَقِّهَا فَجُعِلَتْ كَالْمُقَارِنَةِ فِي حَقِّ التَّضْمِينِ لِإِبْطَالِهِ مَا تَعَلَّقَ بِهِ مِنْ حَقِّ وَلِيِّ الثَّانِيَةِ عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ (وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى الْمُدَبَّرَ وَقَدْ جَنَى جِنَايَاتٍ لَمْ تَلْزَمْهُ إِلَّا قِيمَةٌ وَاحِدَةٌ) لِأَنَّ الضَّمَانَ إِنَّمَا وَجَبَ عَلَيْهِ بِالْمَنْعِ فَصَارَ وُجُودُ الْإِعْتَاقِ مِنْ بَعْدُ وَعَدَمُهُ بِمَنْزِلَةٍ (وَأُمُّ الْوَلَدِ بِمَنْزِلَةِ الْمُدَبَّرِ

فِیْ جَمِیْعِ مَا وَصَفْنَا) لِاَنَّ الْاِسْتِیْلَادَ مَانِعٌ مِنَ الدَّفْعِ کَالتَّدْبِیْرِ (وَاِذَا اَقَرَّ الْمُدَبَّرُ بِجِنَایَةِ الْخَطَاِ لَمْ یَجُزْ اِقْرَارُہٗ وَلَا یَلْزَمُہٗ بِہٖ شَیْءٌ عَتَقَ اَوْ لَمْ یَعْتِقْ) لِاَنَّ مُوْجَبَ جِنَایَةِ الْخَطَاِ عَلٰی سَیِّدِہٖ وَاِقْرَارُہٗ بِہٖ لَا یَنْفُذُ عَلَی السَّیِّدِ، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ۔

فرمایا کہ جب مدبر نے دوبارہ جنایت کی ہے جبکہ آقا قاضی کے فیصلہ کے مطابق پہلی جنایت کے ولی کو قیمت دے چکا ہے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ آقا دینے پر مجبور ہے۔ اور جب آقا نے قاضی کے فیصلہ کے بغیر قیمت دی ہے تو مقتول کے ولی کو اختیار ہوگا۔ کہ وہ چاہے تو آقا کا پیچھا کرے اور اگر وہ چاہے تو جنایت کا ولی پہلے کا پیچھا کرے۔ اور یہ حکم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ آقا پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ جب اس نے قیمت دی ہے اور اس وقت دوسری کوئی جنایت موجود نہ تھی پس آقا نے پورا حق حقدار کو دے دیا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح نے قاضی کے فیصلہ کے مطابق دے دیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ آقا اپنی مرضی سے دوسری جنایت کا حق دینے کے سبب سے مجرم ہے۔ اور پہلی جنایت کا ولی اس کے حق پر بطور ظلم قبضہ کرنے کے سبب ضامن ہے۔ کیونکہ دوسرے ولی کے لئے اختیار ہے۔

اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ دوسری جنایت پہلی جنایت کے ساتھ بطور حکم ملی ہوئی ہے کیونکہ ولی ثانی یہ جنایت اول کے ولی کا شریک ہے۔ جنایت ثانیہ یہ حکمی طور پر پہلی سے جنایت سے مؤخر ہے۔ پس جنایت ثانیہ کے حق میں اسی دن والی مدبر کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ تو ضامن ہونے کے اعتبار سے ثانیہ کو پہلی سے متصل قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ آقا نے مدبر سے متعلق دوسری جنایت کے حق کو باطل کر دیا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا تا کہ دونوں مشابہتوں پر عمل کیا جائے۔

اور جب آقا نے مدبر کو آزاد کر دیا ہے جبکہ مدبر نے کئی جنایات کر رکھی ہیں تو آقا پر صرف ایک قیمت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ آقا پر منع کے سبب سے ضمان واجب ہوا ہے۔ پس منع کے بعد آزادی کا پایا جانا یا نہ پایا جانا یہ برابر ہے۔ ہماری یہاں پر بیان کردہ تمام صورتوں میں ام ولد کا وہی حکم ہے جو مدبر کا حکم ہے۔ کیونکہ تدبیر کی طرح استیلاد بھی دینے سے روکنے والا ہے۔

بَابُ غَصْبِ الْعَبْدِ وَالْمُدَبَّرِ وَالصَّبِيِّ وَالْجِنَايَةِ فِيْ ذٰلِكَ

﴿یہ باب غلام، مدبر اور بچے کے غصب وجنایت کے بیان میں ہے﴾

باب غصب عبد کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں سے غلام، مدبر اور بچے کے غصب اور اس کی دیت سے متعلق احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے۔ کیونکہ یہ متعلقہ کتاب کے وہ مسائل ہیں جو کتاب لاحق ہونے والے ہیں اور ان کے الحاق کے سبب ان مسائل کو مؤخر ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا فقہی مطابقت واضح ہے۔

غلام کا ہاتھ کاٹ کو اس کو غصب کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَطَعَ يَدَ عَبْدِهِ ثُمَّ غَصَبَهُ رَجُلٌ وَمَاتَ فِيْ يَدِهِ مِنَ الْقَطْعِ فَعَلَيْهِ قِيْمَتُهُ اَقْطَعَ، وَاِنْ كَانَ الْمَوْلٰى قَطَعَ يَدَهُ فِيْ يَدِ الْغَاصِبِ فَمَاتَ مِنْ ذٰلِكَ فِيْ يَدِ الْغَاصِبِ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ) وَالْفَرْقُ اَنَّ الْغَصْبَ قَاطِعٌ لِلسِّرَايَةِ لِاَنَّهُ سَبَبُ الْمِلْكِ كَالْبَيْعِ فَيَصِيْرُ كَاَنَّهُ هَلَكَ بِآفَةٍ سَمَاوِيَّةٍ فَتَجِبُ قِيْمَتُهُ اَقْطَعَ، وَلَمْ يُوْجَدِ الْقَاطِعُ فِي الْفَصْلِ الثَّانِيْ فَكَانَتِ السِّرَايَةُ مُضَافَةً اِلَى الْبِدَايَةِ فَصَارَ الْمَوْلٰى مُتْلِفًا فَيَصِيْرُ مُسْتَرِدًّا، كَيْفَ وَاَنَّهُ اسْتَوْلٰى عَلَيْهِ وَهُوَ اسْتِرْدَادٌ فَيَبْرَاُ الْغَاصِبُ عَنِ الضَّمَانِ۔

قَالَ (وَاِذَا غَصَبَ الْعَبْدُ الْمَحْجُوْرُ عَلَيْهِ عَبْدًا مَحْجُوْرًا عَلَيْهِ فَمَاتَ فِيْ يَدِهِ فَهُوَ ضَامِنٌ) لِاَنَّ الْمَحْجُوْرَ عَلَيْهِ مُؤَاخَذٌ بِاَفْعَالِهِ۔

فرمایا کہ جب کسی شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور اس کے بعد ایک شخص نے اس کو غصب کرلیا ہے اور قطع کے سبب وہ غلام اس غاصب کے قبضہ میں فوت ہو چکا ہے۔ تو غاصب پر کٹے ہوئے غلام کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ اور جب آقا نے غاصب کے قبضہ میں اس کے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے اس کے قطع کے سبب سے وہ غلام غاصب کے پاس فوت ہو گیا ہے تو غاصب پر کچھ لازم نہ ہوگا اور ان دونوں مسائل میں فرق یہ ہے کہ غصب سرایت کو ختم کرنے والا ہے۔ کیونکہ غصب بیع کی طرح ملکیت کا سبب ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ وہ غلام کسی آسمانی بیماری کے سبب ہلاک ہوا ہے۔ پس اس پر قطع والی قیمت واجب ہوگی۔ اور

دوسری صورت میں کوئی قطع نہیں پایا گیا۔ تو سرایت بدایت کی جانب منتقل ہو جائے گی۔ تو آقا تلف کرنے والا ہوگا۔ اور وہ غاصب سے واپس لینے والا بھی ہوگا۔ اور کس طرح نہ ہو جبکہ اس پر آقا کا بعض قبضہ ہو گیا ہے۔ اور قابض ہونا یہ واپس لینے کی طرح ہے پس غاصب ضمان سے بری ہو جائے گا۔

اور مجور علیہ غلام اپنے کاموں میں پکڑا جاتا ہے۔ کیونکہ جب وہ کسی مجور غلام کو غصب کرے اور مغصوب غاصب کے قبضہ میں فوت ہو جائے تو غاصب پر مغصوب کا ضمان واجب ہو جائے گا۔

غصب کردہ مدبر کا جنایت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ مُدَبَّرًا فَجَنَى عِنْدَهُ جِنَايَةً ثُمَّ رَدَّهُ عَلَى الْمَوْلَى فَجَنَى عِنْدَهُ جِنَايَةً أُخْرَى فَعَلَى الْمَوْلَى قِيمَتُهُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ) لِأَنَّ الْمَوْلَى بِالتَّدْبِيرِ السَّابِقِ أَعْجَزَ نَفْسَهُ عَنِ الدَّفْعِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَصِيرَ مُخْتَارًا لِلْفِدَاءِ فَيَصِيرُ مُبْطِلًا حَقَّ أَوْلِيَاءِ الْجِنَايَةِ إِذْ حَقُّهُمْ فِيهِ وَلَمْ يَمْنَعْ إِلَّا رَقَبَةً وَاحِدَةً فَلَا يُزَادُ عَلَى قِيمَتِهَا، وَيَكُونُ بَيْنَ وَلِيِّ الْجِنَايَتَيْنِ نِصْفَيْنِ لِاسْتِوَائِهِمَا فِي الْمُوجِبِ.

قَالَ (وَيَرْجِعُ الْمَوْلَى بِنِصْفِ قِيمَتِهِ عَلَى الْغَاصِبِ) لِأَنَّهُ اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْبَدَلِ بِسَبَبٍ كَانَ فِي يَدِ الْغَاصِبِ فَصَارَ كَمَا إِذَا اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْعَبْدِ بِهَذَا السَّبَبِ.

قَالَ (وَيَدْفَعُهُ إِلَى وَلِيِّ الْجِنَايَةِ الْأُولَى ثُمَّ يَرْجِعُ بِذَلِكَ عَلَى الْغَاصِبِ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَرْجِعُ بِنِصْفِ قِيمَتِهِ فَيَسْلَمُ لَهُ) لِأَنَّ الَّذِي يَرْجِعُ بِهِ الْمَوْلَى عَلَى الْغَاصِبِ عِوَضُ مَا سَلَّمَ لِوَلِيِّ الْجِنَايَةِ الْأُولَى فَلَا يَدْفَعُهُ إِلَيْهِ كَيْ لَا يُؤَدِّيَ إِلَى اجْتِمَاعِ الْبَدَلِ وَالْمُبْدَلِ فِي مِلْكِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، وَكَيْلَا يَتَكَرَّرَ الِاسْتِحْقَاقُ.

وَلَهُمَا أَنَّ حَقَّ الْأَوَّلِ فِي جَمِيعِ الْقِيمَةِ لِأَنَّهُ حِينَ جَنَى فِي حَقِّهِ لَا يُزَاحِمُهُ أَحَدٌ، وَإِنَّمَا انْتَقَصَ بِاعْتِبَارِ مُزَاحَمَةِ الثَّانِي فَإِذَا وَجَدَ شَيْئًا مِنْ بَدَلِ الْعَبْدِ فِي يَدِ الْمَالِكِ فَارِغًا يَأْخُذُهُ لِيُتِمَّ حَقَّهُ فَإِذَا أَخَذَهُ مِنْهُ يَرْجِعُ الْمَوْلَى بِمَا أَخَذَهُ عَلَى الْغَاصِبِ لِأَنَّهُ اسْتَحَقَّ مِنْ يَدِهِ بِسَبَبٍ كَانَ فِي يَدِ الْغَاصِبِ.

فرمایا کہ جب کسی بندے نے کوئی مدبر غصب کیا ہے اور اس غاصب کے پاس اس نے کوئی جنایت کر ڈالی ہے اس کے بعد غاصب نے اس کو آقا کی طرف واپس کر دیا ہے اور اس کے بعد آقا کے پاس بھی اس نے کوئی جنایت کر ڈالی ہے تو آقا پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ اور اس قیمت کو جنایت کے دونوں ولیوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ آقا نے تدبیر سابقہ

کے پیش نظر اپنے آپ کو دینے سے بے بس کیا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ فدیے کا اختیار کرنے والا ہے۔ تو وہ جنایت کے اولیاء کے حق کو باطل کرنے والا ہے کیونکہ ان کا حق بدنے میں ہے اور آقا نے صرف ایک گردن کی قیمت جو روک رکھا ہے۔ پس ایک گردن کی قیمت پر اضافہ نہ کیا جائے گا۔ اور یہ قیمت جنایت کے دونوں ولیوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کردی جائے گی۔ کیونکہ واجب کرنے میں دونوں برابر ہیں۔

فرمایا کہ مدبر کی آدھی قیمت کے بارے میں آقا غاصب پر رجوع کرے گا کیونکہ بدل کا نصف ایسے سبب سے حقدار بنا ہے جو غاصب کے قبضہ میں ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح نصف غلام اسی کے سبب سے حقدار بنا ہے۔

فرمایا کہ جب آقا نصف جنایت کے ولی کا ادا کر دے گا اور اس کے بعد اس کے بارے میں غاصب سے رجوع کرے گا۔ اور یہ شیخین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آقا غاصب سے نصف قیمت واپس لے گا۔ اور وہ نصف اس کے پاس محفوظ رہے گی۔ کیونکہ جتنی مقدار آقا غاصب سے واپس لے گا وہ اس چیز کا بدلہ ہے جو جنایت اولی کے ولی کو دے چکا ہے۔ تو اب یہ آدھا حصہ آقا اس کو نہ دے گا تا کہ ایک ہی شخص کی ملکیت میں بدل اور مبدل اکٹھے نہ ہو جائیں۔ اور حقدار ہونے میں تکرار کردہ ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ولی جنایت اولی کا حق پوری قیمت ہے۔ کیونکہ جب مدبر نے اسکے حق میں کوئی جنایت کی ہے تو اس کے ساتھ کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں ہے۔ اور دوسرے کے مزاحم ہونے کے سبب اس کا حق کم ہوا ہے اس کے بعد جب پہلے نے مالک کے پاس سے غلام کے بدلے میں کوئی ایسی چیز پائی ہے جو دوسرے کے حق سے فارغ ہے تو وہ اس کو لینے والا ہوگا۔ کہ اس کا حق پورا ہو جائے۔ پس جب اس نے وہ چیز لے لی ہے تو آقا اس کی لی ہوئی چیز کو غاصب سے واپس لے گا۔ کیونکہ وہ چیز آقا کے پاس سے ایسے سبب سے لی گئی ہے جو غاصب کے قبضہ میں ہے۔

مدبر کا آقا کے پاس اور غاصب کے پاس جنایت کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ كَانَ جَنَى عِنْدَ الْمَوْلٰى فَغَصَبَهُ رَجُلٌ فَجَنَى عِنْدَهُ جِنَايَةً اُخْرٰى فَعَلَى الْمَوْلٰى قِيمَتُهُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ وَيَرْجِعُ بِنِصْفِ الْقِيمَةِ عَلَى الْغَاصِبِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ، غَيْرَ اَنَّ اسْتِحْقَاقَ النِّصْفِ حَصَلَ بِالْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ اِذْ كَانَتْ هِيَ فِي يَدِ الْغَاصِبِ فَيَدْفَعُهُ اِلٰى وَلِيِّ الْجِنَايَةِ الْاُولٰى وَلَا يَرْجِعُ بِهِ عَلَى الْغَاصِبِ وَهٰذَا بِالْاِجْمَاعِ۔

ثُمَّ وَضَعَ الْمَسْاَلَةَ فِي الْعَبْدِ فَقَالَ (وَمَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَجَنَى فِي يَدِهِ ثُمَّ رَدَّهُ فَجَنَى جِنَايَةً اُخْرٰى فَاِنَّ الْمَوْلٰى يَدْفَعُهُ اِلٰى وَلِيِّ الْجِنَايَتَيْنِ ثُمَّ يَرْجِعُ عَلَى الْغَاصِبِ بِنِصْفِ الْقِيمَةِ فَيَدْفَعُهُ اِلَى الْاَوَّلِ وَيَرْجِعُ بِهِ عَلَى الْغَاصِبِ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ ۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ : يَرْجِعُ بِنِصْفِ الْقِيمَةِ فَيُسَلِّمُ لَهُ)، وَاِنْ جَنَى عِنْدَ الْمَوْلٰى ثُمَّ غَصَبَهُ

فَجَنٰى فِيْ يَدِهٖ دَفَعَهُ الْمَوْلٰى نِصْفَيْنِ وَيَرْجِعُ بِنِصْفِ قِيْمَتِهٖ فَيَدْفَعُهُ اِلَى الْاَوَّلِ وَلَا يَرْجِعُ بِهٖ (وَالْجَوَابُ فِي الْعَبْدِ كَالْجَوَابِ فِي الْمُدَبَّرِ) فِيْ جَمِيْعِ مَا ذَكَرْنَا، اِلَّا اَنَّ فِيْ هٰذَا الْفَصْلِ يَدْفَعُ الْمَوْلَى الْعَبْدَ وَفِي الْاَوَّلِ يَدْفَعُ الْقِيْمَةَ ۔

فرمایا کہ جب مدبر نے آقا کے پاس کوئی جنایت کی ہے اس کے بعد کسی بندے نے اس کو غصب کرلیا ہے اور غاصب کے پاس اس نے کوئی دوسری جنایت کرڈالی ہے۔ تو آقا پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ جس کو دونوں ولیوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے گا۔ اور آقا غاصب سے آدھی قیمت لے گا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم نے پہلی فصل میں لکھ دیا ہے۔ کیونکہ نصف کا حقدار ہونا یہ دوسری جنایت کے سبب سے ہے۔ کیونکہ دوسری جنایت غاصب کے قبضہ میں ثابت ہوئی ہے۔ پس آقا وہ نصف جنایت کے ولی کو ادا کرے گا۔ اور اس کے بعد وہ غاصب سے رجوع نہ کرے گا۔ اور یہ متفق علیہ حکم ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے غلام کے بارے میں اس مسئلہ کو لکھا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جب کسی بندے نے کوئی غلام غصب کیا ہے۔ اس کے بعد غاصب کے پاس اس نے جنایت کی ہے اور غاصب نے اس کو آقا کے ہاں واپس کردیا ہے۔ اس کے بعد اس نے دوسری جنایت کی ہے تو آقا پر دونوں جنایات کے بدلے میں اس غلام کو ولیوں کا دینا ہوگا۔ اس کے بعد وہ غاصب سے اس کی نصف قیمت لے کر اس کو پہلے ولی جنایت کو دے گا اور اس بارے میں وہ غاصب سے رجوع کرے گا۔ اور یہ حکم شیخین کے مطابق ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آقا غاصب سے جو قیمت واپس لے گا اس کے پاس محفوظ رہ جائے گی۔ اور جب غلام نے آقا کی پاس جنایت کی ہے اور اس کے بعد کسی اس نے کو غصب کرلیا ہے اور اس نے غاصب کے پاس بھی کوئی جنایت کی ہے تو وہ غلام کو نصف نصف دے گا۔ اور اس کی نصف قیمت غاصب سے لے کر اس کو پہلے کے ولی کو دے گا۔ اور وہ دوبارہ اس سے رجوع نہ کرے گا۔ اور یہاں پر جس طرح کا حکم غلام کے لئے بالکل اسی طرح ان تمام صورتوں میں مدبر کا حکم بھی ہے۔ مگر اس صورت میں آقا غلام دے گا اور مدبر والی صورت میں قیمت دینے والا ہوگا۔

غصب شدہ مدبر کی جنایت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ مُدَبَّرًا فَجَنٰى عِنْدَهٗ جِنَايَةً ثُمَّ رَدَّهٗ عَلَى الْمَوْلٰى ثُمَّ غَصَبَهٗ ثُمَّ جَنٰى عِنْدَهٗ جِنَايَةً فَعَلَى الْمَوْلٰى قِيْمَتُهٗ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ) لِاَنَّهٗ مَنَعَ رَقَبَةً وَاحِدَةً بِالتَّدْبِيْرِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ قِيْمَةٌ وَاحِدَةٌ (ثُمَّ يَرْجِعُ بِقِيْمَتِهٖ عَلَى الْغَاصِبِ) لِاَنَّ الْجِنَايَتَيْنِ كَانَتَا فِيْ يَدِ الْغَاصِبِ (فَيَدْفَعُ نِصْفَهَا اِلَى الْاَوَّلِ) لِاَنَّهُ اسْتَحَقَّ كُلَّ الْقِيْمَةِ، لِاَنَّ عِنْدَ وُجُوْدِ الْجِنَايَةِ عَلَيْهِ لَا حَقَّ لِغَيْرِهٖ، وَاِنَّمَا انْتَقَصَ بِحُكْمِ الْمُزَاحَمَةِ مِنْ بَعْدُ ۔

قَالَ (وَيَرْجِعُ بِهٖ عَلَى الْغَاصِبِ) لِاَنَّ الِاسْتِحْقَاقَ بِسَبَبٍ كَانَ فِيْ يَدِهٖ وَيُسَلِّمُ لَهٗ، وَلَا يَدْفَعُهٗ

اِلٰی وَلِیِّ الْجِنَایَةِ الْاُوْلٰی، وَلَا اِلٰی وَلِیِّ الْجِنَایَةِ الثَّانِیَةِ لِاَنَّہٗ لَا حَقَّ لَہٗ اِلَّا فِی النِّصْفِ لِسَبْقِ حَقِّ الْاَوَّلِ وَقَدْ وَصَلَ ذٰلِکَ اِلَیْہِ ۔ ثُمَّ قِیْلَ : ھٰذِہِ الْمَسْاَلَةُ عَلَی الْاِخْتِلَافِ کَالْاُوْلٰی، وَقِیْلَ عَلَی الْاِتِّفَاقِ ۔

وَالْفَرْقُ لِمُحَمَّدٍ اَنَّ فِی الْاُوْلَی الَّذِیْ یَرْجِعُ بِہٖ عِوَضٌ عَمَّا سَلَّمَ لِوَلِیِّ الْجِنَایَةِ الْاُوْلٰی لِاَنَّ الْجِنَایَةَ الثَّانِیَةَ کَانَتْ فِیْ یَدِ الْمَالِکِ، فَلَوْ دَفَعَ اِلَیْہِ ثَانِیًا یَتَکَرَّرُ الْاِسْتِحْقَاقُ، فَاَمَّا فِیْ ھٰذِہِ الْمَسْاَلَةِ فَیُمْکِنُ اَنْ یُجْعَلَ عِوَضًا عَنِ الْجِنَایَةِ الثَّانِیَةِ لِحُصُوْلِھَا فِیْ یَدِ الْغَاصِبِ فَلَا یُؤَدِّیْ اِلٰی مَا ذَکَرْنَاہُ ۔

فرمایا کہ جب کسی شخص نے مدبر غلام کو غصب کیا ہے اور اس مدبر نے اس کے ہاں کوئی جنایت کر دی ہے اس کے بعد غاصب نے مدبر کو واپس آقا کے ہاں بھیج دیا ہے پھر اس کو غصب کر لیا ہے اور مدبر نے اس کے پاس پھر کوئی جنایت کر لی ہے۔ تو آقا پر اس کی قیمت واجب ہوگی۔ جو دونوں ولیوں کے درمیان نصف نصف ہوگی۔ کیونکہ تدبیر کے سبب آقا نے ایک گردن کو روک رکھا ہے پس اس پر ایک قیمت واجب ہوگی۔ اس کے بعد آقا غاصب سے اس کی قیمت لے گا کیونکہ دونوں جنایات غصب کے قبضہ میں واقع ہوئی ہیں۔ اس کے بعد آقا نصف قیمت پہلے کے ولی کو دے گا۔ کیونکہ وہ پوری قیمت کا حقدار بنا ہے۔ کیونکہ اس پر جنایت پائے جانے کے وقت دوسرے کا حق نہ تھا۔ اور اس کا حق بعد میں مزاحم ہونے کے سبب سے کم ہوا ہے۔

فرمایا کہ آقا وہ نصف غاصب سے واپس لے گا کیونکہ نصف کا حق اسی کے سبب سے ہوا ہے۔ جو غاصب کے قبضہ میں ہے اور یہ نصف آقا کے لئے سالم رہ جائے گا۔ اور آقا اس کو ولی جنایت اول کو نہ دے گا اور نہ دوسری جنایت کے ولی کو دے گا۔ کیونکہ اول کا حق مقدم ہونے کے سبب سے دوسرے کا حق صرف نصف میں ہے۔ اور وہ نصف اس کو مل چکا ہے۔ اس کے بعد یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مسئلہ بھی پہلے مسئلہ کی طرح اختلافی ہے۔ جبکہ دوسرے قول کے مطابق یہ متفق علیہ ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے وجہ فرق یہ بیان کی ہے کہ پہلی صورت میں وہ مقدار جو آقا غاصب سے واپس لینے والا ہے اس چیز کا بدلہ ہے جو ولی کے لئے پہلی جنایت کے لئے سالم رہنے والی ہے۔ کیونکہ دوسری جنایت مالک کے ہاں سے واقع ہوئی ہے۔ پس جب دوبارہ اس کو دیا جائے گا تو یہ تکرار کا حقدار بن جائے گا۔ اور جب اس مسئلہ میں اس کو دوسری جنایت کا بدلہ اسی مقدار کو قرار دیا جائے تو ممکن ہے کیونکہ وہ غاصب کے پاس واقع ہوئی ہے۔ پس یہ ہماری بیان کردہ خرابی کی جانب لے جانے والا نہ ہوگا۔

آزاد بچے کا غصب ہو جانے کے بعد غاصب کے ہاں فوت ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ صَبِیًّا حُرًّا فَمَاتَ فِیْ یَدِہٖ فَجْاَةً اَوْ بِحُمّٰی فَلَیْسَ عَلَیْہِ شَیْءٌ ، وَاِنْ مَاتَ مِنْ صَاعِقَةٍ اَوْ نَھْسَةِ حَیَّةٍ فَعَلٰی عَاقِلَةِ الْغَاصِبِ الدِّیَةُ) وَھٰذَا اسْتِحْسَانٌ ۔

وَالْقِیَاسُ اَنْ لَا یَضْمَنَ فِی الْوَجْھَیْنِ وَھُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَالشَّافِعِیِّ، لِاَنَّ الْغَصْبَ فِی الْحُرِّ لَا

يَتَحَقَّقُ ؛ اَلَا يَرٰى اَنَّهٗ لَوْ كَانَ مُكَاتَبًا صَغِيْرًا لَا يَضْمَنُ مَعَ اَنَّهٗ حُرٌّ يَدًا، فَاِذَا كَانَ الصَّغِيْرُ حُرًّا رَقَبَةً وَيَدًا اَوْلٰى .

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّهٗ لَا يَضْمَنُ بِالْغَصْبِ وَلٰكِنْ يَضْمَنُ بِالْاِتْلَافِ، وَهٰذَا اِتْلَافٌ تَسَبُّبًا لِاَنَّهٗ نَقَلَهٗ اِلٰى اَرْضٍ مَسْبَعَةٍ اَوْ اِلٰى مَكَانِ الصَّوَاعِقِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الصَّوَاعِقَ وَالْحَيَّاتِ وَالسِّبَاعَ لَا تَكُوْنُ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ، فَاِذَا نَقَلَهٗ اِلَيْهِ فَهُوَ مُتَعَدٍّ فِيْهِ وَقَدْ اَزَالَ حِفْظَ الْوَلِيِّ فَيُضَافُ اِلَيْهِ، لِاَنَّ شَرْطَ الْعِلَّةِ يُنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الْعِلَّةِ اِذَا كَانَ تَعَدِّيًا كَالْحَفْرِ فِي الطَّرِيْقِ، بِخِلَافِ الْمَوْتِ فَجْأَةً اَوْ بِحُمّٰى، لِاَنَّ ذٰلِكَ لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْاَمَاكِنِ، حَتّٰى لَوْ نَقَلَهٗ اِلٰى مَوْضِعٍ يَغْلِبُ فِيْهِ الْحُمّٰى وَالْاَمْرَاضُ نَقُوْلُ بِاَنَّهٗ يَضْمَنُ فَتَجِبُ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ لِكَوْنِهٖ قَتْلًا تَسْبِيْبًا .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے آزاد بچے کو غصب کرلیا ہے اور اسکے بعد وہ بچہ کسی حادثاتی موت کے سبب فوت ہوگیا ہے یا بخار کے سبب فوت ہوا ہے تو غاصب پر کچھ واجب نہ ہوگا اور جب وہ بجلی یا سانپ کے ڈس لینے سے ہلاک ہوا ہے تو غاصب کی عاقلہ پر دیت واجب ہو جائے گی۔ اور یہ استحسان کے مطابق ہے۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ غاصب دونوں صورتوں میں ضامن نہ ہوگا۔ اور امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ آزاد کا غصب ثابت ہونے والا نہیں ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ جب وہ مکاتب صغیر ہے تو غاصب ضامن نہ ہوگا جبکہ صغیر مکاتب کے قبضہ سے آزاد ہوا کرتا ہے۔ تو جب صغیر گردن اور قبضہ دونوں اعتبار سے آزاد ہے تو غاصب بدرجہ اولیٰ ضامن نہ ہوگا۔

اور استحسان کی دلیل یہ ہے یہاں پر غاصب غصب کے سبب ضامن نہیں ہے بلکہ وہ ضائع کرنے کے سبب ضامن ہوا ہے۔ اور تلف کرنا سبب کے طور پر ہے۔ کیونکہ غاصب نے بچے کو درندوں والی زمین کے جانب منتقل کیا ہے اور بجلی گرنے والے مقام کی جانب منتقل کیا ہے۔ اور یہ اس سبب سے ہے کہ بجلیاں سانپ اور درندے ہر جگہ پر نہیں ہوا کرتے۔ پس جب غاصب نے بچے کو اس جگہ پر منتقل کردیا ہے یا اس حالت میں کہ غاصب اس منتقل کرنے میں زیادتی کرنے والا ہے۔ اور اس نے ولی کی حفاظت کو ختم کردیا ہے۔ تو ضائع ہونا یہ غاصب کی جانب منسوب ہوگا۔ کیونکہ علت شرط جب ظلم کے طور پر ہو تو وہ علت کے حکم میں ہوا کرتی ہے جس طرح راستے میں کنواں کھودنا ہے۔ جبکہ اچانک موت میں ایسا نہیں ہے یا بخار سے موت واقع ہونے میں بھی ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جگہ کے اختلاف کے سبب مختلف ہونے والے نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ جب غاصب نے بچے کو ایسی جگہ پر منتقل کردیا ہے جہاں پر بخار اور امراض ہیں تب بھی ہم اسی طرح کہتے ہیں کی غاصب ضامن ہوگا اور عاقلہ پر دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ قتل بہ سبب ہے۔

ودیعت رکھے غلام کو بچے نے جب قتل کردیا ہے

قَالَ (وَاِذَا اُوْدِعَ صَبِيٌّ عَبْدًا فَقَتَلَهٗ فَعَلٰى عَاقِلَتِهِ الدِّيَةُ، وَاِنْ اُوْدِعَ طَعَامًا فَاَكَلَهٗ لَمْ يَضْمَنْ)

وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ .

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَالشَّافِعِىُّ : يَضْمَنُ فِى الْوَجْهَيْنِ جَمِيْعًا، وَعَلٰى هٰذَا اِذَا اُوْدِعَ الْعَبْدُ الْمَحْجُوْرُ عَلَيْهِ مَالًا فَاسْتَهْلَكَهُ لَا يُؤَاخَذُ بِالضَّمَانِ فِى الْحَالِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَيُؤَاخَذُ بِهٖ بَعْدَ الْعِتْقِ .وَعِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَ وَالشَّافِعِىِّ يُؤَاخَذُ بِهٖ فِى الْحَالِ .وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ الْاِقْرَاضُ وَالْاِعَارَةُ فِى الْعَبْدِ وَالصَّبِىِّ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِىْ اَصْلِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ : صَبِىٌّ قَدْ عَقَلَ، وَفِى الْجَامِعِ الْكَبِيْرِ وَضْعُ الْمَسْاَلَةِ فِىْ صَبِىٍّ ابْنِ اثْنَتَىْ عَشْرَةَ سَنَةً، وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ غَيْرَ الْعَاقِلِ يَضْمَنُ بِالْاِتِّفَاقِ لِاَنَّ التَّسْلِيْطَ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ وَفِعْلُهُ مُعْتَبَرٌ لَهُمَا اَنَّهُ اَتْلَفَ مَالًا مُتَقَوَّمًا مَعْصُوْمًا حَقًّا لِمَالِكِهٖ فَيَجِبُ عَلَيْهِ الضَّمَانُ كَمَا اِذَا كَانَتِ الْوَدِيْعَةُ عَبْدًا وَكَمَا اِذَا اَتْلَفَهُ غَيْرُ الصَّبِىِّ فِىْ يَدِ الصَّبِىِّ الْمُوْدَعِ، وَلِاَبِىْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ اَنَّهُ اَتْلَفَ مَالًا غَيْرَ مَعْصُوْمٍ فَلَا يَجِبُ الضَّمَانُ كَمَا اِذَا اَتْلَفَهُ بِاِذْنِهٖ وَرِضَاهُ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْعِصْمَةَ تَثْبُتُ حَقًّا لَهُ وَقَدْ فَوَّتَهَا عَلٰى نَفْسِهٖ حَيْثُ وَضَعَ الْمَالَ فِىْ يَدٍ مَانِعَةٍ فَلَا يَبْقٰى مُسْتَحِقًّا لِلنَّظَرِ اِلَّا اِذَا اَقَامَ غَيْرَهُ مَقَامَ نَفْسِهٖ فِى الْحِفْظِ، وَلَا اِقَامَةَ هٰهُنَا لِاَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَى الْاِسْتِقْلَالِ عَلَى الصَّبِىِّ وَلَا لِلصَّبِىِّ عَلٰى نَفْسِهٖ، بِخِلَافِ الْبَالِغِ وَالْمَاْذُوْنِ لَهُ لِاَنَّ لَهُمَا وِلَايَةٌ عَلٰى اَنْفُسِهِمَا وَبِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَتِ الْوَدِيْعَةُ عَبْدًا لِاَنَّ عِصْمَتَهُ لِحَقِّهٖ اِذْ هُوَ مُبْقًى عَلٰى اَصْلِ الْحُرِّيَّةِ فِىْ حَقِّ الدَّمِ، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا اَتْلَفَهُ غَيْرُ الصَّبِىِّ فِىْ يَدِ الصَّبِىِّ لِاَنَّهُ سَقَطَتِ الْعِصْمَةُ بِالْاِضَافَةِ اِلَى الصَّبِىِّ الَّذِىْ وَضَعَ فِىْ يَدِهِ الْمَالَ دُوْنَ غَيْرِهٖ.

قَالَ (وَاِنِ اسْتَهْلَكَ مَالًا ضَمِنَ) يُرِيْدُ بِهٖ مِنْ غَيْرِ اِيْدَاعٍ ؛ لِاَنَّ الصَّبِىَّ يُؤَاخَذُ بِاَفْعَالِهٖ، وَصِحَّةُ الْقَصْدِ لَا مُعْتَبَرَ بِهَا فِىْ حُقُوْقِ الْعِبَادِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

فرمایا کہ جب کسی بچے کے پاس کوئی غلام بطور ودیعت رکھا ہوا ہے اور اس بچے نے اس کو قتل کر دیا ہے تو اس کی عاقلہ پر دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ جب بچے کے پاس کھانا ودیعت میں رکھا جائے اور اس نے اس میں سے کھا لیا ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا اور یہ حکم طرفین کے مطابق ہے۔

حضرت امام ابو یوسف اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ بچہ دونوں صورتوں میں ضامن ہوگا۔ اور اسی اختلاف کے مطابق ہے کہ جب مجور غلام کے پاس ودیعت میں کوئی مال رکھا ہوا ہے اور اس نے اس کو ہلاک کر دیا ہے تو طرفین کے نزدیک ضمان کے بارے میں اسی حالت میں مجور غلام سے مواخذہ نہ ہوگا۔ بلکہ آزادی کے بعد اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک غلام سے اسی حالت میں مواخذہ کیا جائے گا۔ اور غلام اور بچے کو قرض اور عاریت پر دینا یہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ بچہ جب عقل مند ہو۔ اور جامع کبیر میں کہا ہے کہ یہ مسئلہ بارہ سال عمر کے لڑکے کے بارے میں لکھا ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غیر عاقل بچہ بہ اتفاق ضامن ہے کیونکہ تسلط کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ مگر غیر عاقل بچے کے فعل کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف اور امام شافعی علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ بچے ایسی تقویمی مال ضائع کیا ہے جو اپنے مالک کے حق کے سبب قابل عصمت ہے۔ تو اس پر ضمان واجب ہو جائے گا۔ جس طرح جب غلام کی ودیعت میں ہوتا ہے۔ اور جب بچے کے سوا کوئی دوسرا بچہ مودع کے قبضہ سے ودیعت کو ضائع کرنے والا ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ بچے نے غیر عصمت والے مال کو ضائع کیا ہے لہٰذا ضمان واجب نہ ہوگا جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب اس نے مالک کی اجازت اور اس کی رضامندی سے مال کو ضائع کیا ہے۔ اور یہ اس دلیل سے ہے کہ عصمت مالک کا حق بن کر ثابت ہوئی ہے۔ حالانکہ مالک نے اپنی جان پر عصمت کو ختم کر دیا ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے مال کو ایسے ہاتھ میں رکھ دیا ہے جو ایداع کے مانع ہے۔ کیونکہ اب مالک شفقت کا حقدار نہیں رہا ہے۔ ہاں البتہ جب مالک حفاظت میں کسی شخص کو اپنا قائم مقام بنا دے۔ اور یہاں پر کوئی اقامت نہیں ہے۔ کیونکہ نہ تو مالک کو بچے پر کوئی ولایت حاصل ہے اور نہ بچے کو اپنی جان پر ولایت حاصل ہے۔

اور یہ ماذون غلام اور بالغ کے خلاف ہے کیونکہ ان کو اپنی ذات پر ولایت حاصل ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ودیعت میں غلام ہے۔ کیونکہ غلام کی عصمت اس کے حق کے سبب سے ہے۔ کیونکہ خون کے حق میں وہ اصل آزادی پر باقی ہے۔ اور یہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب اس کو بچے کے قبضہ میں بچے کے سوا کسی نے ضائع کر دیا ہے کیونکہ جس بچے کے قبضہ میں مال ہے اس کی جانب اضافت کرتے ہوئے عصمت ساقط ہو جائے گی۔ مگر اس بچے کے سوا کے حق میں عصمت ساقط نہ ہوگی۔

فرمایا کہ جب بچہ مال کو ہلاک کر دیتا ہے تو وہ ضامن ہوگا اور امام قدوری علیہ الرحمہ کی اس سے مراد یہ ہے جب وہ ودیعت کے بغیر ہلاک کر دے کیونکہ بچے کو اپنے کاموں میں پکڑ لیا جاتا ہے۔ اور حقوق العباد میں ارادوں کے درست ہونے کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ الْقَسَامَةِ

﴿باب قسامت کی فقہی مطابقت کا بیان﴾

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پہلے جنایت اور دیت کے بارے میں احکام کو بیان کیا ہے۔اس لئے کہ بعض اوقات جنایت کا علم ہو جاتا ہے۔اور بعض دفعہ جنایت کا پتہ بھی نہیں چلتا جس کے سبب پریشانی لاحق ہوتی ہے۔اور اسی پریشانی کو دور کرنے کے لئے قسامت کے احکام کو بیان کیا گیا ہے۔کسی بھی قتل و جنایت کے حل کی آخری صورت قسامت کی صورت میں ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسانی جان کی کتنی اہمیت ہے۔کہ احکام اسلام نے کسی انسان کے قتل ہو جانے کے بعد اس میں قصاص، دیت اور قسامت تک کے اسباب سے اس کا حل نکالا ہے۔

قسامت کے لغوی و فقہی مفہوم کا بیان

قسامت ق کے زبر کے ساتھ قسم کے معنی میں ہے یعنی سوگند کھانا۔شرعی اصطلاح میں "قسامت" کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی آبادی و محلہ میں یا اس آبادی و محلہ کے قریب میں کسی شخص کا قتل ہو جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو حکومت واقعات کی تحقیق کرے اگر قاتل کا پتہ چل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس آبادی یا محلہ کے باشندوں میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے اس طرح کہ ان میں سے ہر آدمی یہ قسم کھائے کہ "خدا کی قسم! نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کا مجھے علم ہے۔

مفہوم قسامت میں فقہی مذاہب اربعہ

یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔جس کی بنیاد یہ مشہور حدیث ہے کہ (البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر) چنانچہ اس باب کی تیسری فصل میں حضرت رافع ابن خدیج سے منقول روایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کے نزدیک "قسامت" کا مفہوم یہ ہے کہ جس آبادی و محلہ میں یا جس آبادی و محلہ کے قریب میں لاش پائی گئی ہے اگر اس کے باشندوں اور مقتول کے درمیان کوئی عداوت و دشمنی رہی ہو یا کوئی ایسی علامت پائی گئی ہو۔جس سے یہ ظن غالب ہو کہ اس آبادی و محلہ کے لوگوں نے اس کو قتل کیا ہے جیسے اس آبادی یا محلہ میں لاش کا پایا جانا، تو مقتول کے وارثوں سے قسم لی جائے یعنی ان سے کہا جائے کہ وہ یہ قسم کھائیں کہ "خدا کی قسم! تم نے (یعنی اس آبادی یا محلہ کے لوگوں نے) اس کو قتل کیا ہے" اگر مقتول کے وارث یہ قسم کھانے سے انکار کر دیں تو پھر ان لوگوں سے قسم لی جائے جن پر قتل کا شبہ کیا گیا ہے" چنانچہ اس باب کی پہلی حدیث جو حضرت رافع سے منقول ہے اسی پر دلالت کرتی ہے۔

قسامت میں قصاص واجب نہیں ہوتا اگر چہ قتل عمد کا دعوی ہو بلکہ اس میں دیت واجب ہوتی ہے خواہ قتل عمد کا دعوی ہو یا قتل

خطاء کا۔ لیکن حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر قتل عمد کا دعوی ہو تو پھر قصاص کا حکم نافذ کرنا چاہئے اور حضرت امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے۔

قسامت کے بارے میں ملحوظ رہنا چاہئے کہ قسامت کا یہ طریقہ زمانہ جاہلیت میں بھی رائج تھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس طریقہ کو باقی رکھا اور اسی کے مطابق انصاریوں میں اس مقتول کا فیصلہ کیا جس کے قتل کا انہوں نے خیبر کے یہودیوں پر دعوی کیا تھا۔

قتل کا علم نہ ہونے کی صورت میں پچاس آدمیوں سے قسم لینے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وُجِدَ الْقَتِيلُ فِي مَحَلَّةٍ وَلَا يُعْلَمُ مَنْ قَتَلَهُ اُسْتُحْلِفَ خَمْسُونَ رَجُلًا مِنْهُمْ . يَتَخَيَّرُهُمْ الْوَلِيُّ بِاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا لَهُ قَاتِلًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : إِذَا كَانَ هُنَاكَ لَوْثٌ اسْتَحْلَفَ الْأَوْلِيَاءَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَيَقْضِي لَهُمْ بِالدِّيَةِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَمْدًا كَانَتْ الدَّعْوَى أَوْ خَطَأً .

وَقَالَ مَالِكٌ : يَقْضِي بِالْقَوَدِ إِذَا كَانَتْ الدَّعْوَى فِي الْقَتْلِ الْعَمْدِ وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيْ الشَّافِعِيِّ، وَاللَّوْثُ عِنْدَهُمَا أَنْ يَكُونَ هُنَاكَ عَلَامَةُ الْقَتْلِ عَلَى وَاحِدٍ بِعَيْنِهِ أَوْ ظَاهِرٌ يَشْهَدُ لِلْمُدَّعِي مِنْ عَدَاوَةٍ ظَاهِرَةٍ أَوْ شَهَادَةِ عَدْلٍ أَوْ جَمَاعَةٍ غَيْرِ عُدُولٍ أَنَّ أَهْلَ الْمَحَلَّةِ قَتَلُوهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ الظَّاهِرُ شَاهِدًا لَهُ فَمَذْهَبُهُ مِثْلُ مَذْهَبِنَا، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُكَرِّرُ الْيَمِينَ بَلْ يَرُدُّهَا عَلَى الْوَلِيِّ، فَإِنْ حَلَفُوا لَا دِيَةَ عَلَيْهِمْ لِلشَّافِعِيِّ فِي الْبُدَاءَةِ بِيَمِينِ الْوَلِيِّ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلْأَوْلِيَاءِ (فَيُقْسِمُ مِنْكُمْ خَمْسُونَ أَنَّهُمْ قَتَلُوهُ) وَلِأَنَّ الْيَمِينَ تَجِبُ عَلَى مَنْ يَشْهَدُ لَهُ الظَّاهِرُ وَلِهَذَا تَجِبُ عَلَى صَاحِبِ الْيَدِ، فَإِذَا كَانَ الظَّاهِرُ شَاهِدًا لِلْوَلِيِّ يَبْدَأُ بِيَمِينِهِ وَرَدُّ الْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعِي أَصْلٌ لَهُ كَمَا فِي النُّكُولِ، غَيْرَ أَنَّ هَذِهِ دَلَالَةٌ فِيهَا نَوْعُ شُبْهَةٍ وَالْقِصَاصُ لَا يُجَامِعُهَا وَالْمَالُ يَجِبُ مَعَهَا فَلِهَذَا وَجَبَتْ الدِّيَةُ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ) وَفِي رِوَايَةٍ (عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ) وَرَوَى سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَدَأَ بِالْيَهُودِ بِالْقَسَامَةِ وَجَعَلَ الدِّيَةَ عَلَيْهِمْ لِوُجُودِ الْقَتِيلِ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ) وَلِأَنَّ الْيَمِينَ حُجَّةٌ لِلدَّفْعِ دُونَ الِاسْتِحْقَاقِ وَحَاجَةُ الْوَلِيِّ إِلَى الِاسْتِحْقَاقِ وَلِهَذَا لَا يَسْتَحِقُّ بِيَمِينِهِ الْمَالَ الْمُبْتَذَلَ فَأَوْلَى أَنْ لَا يَسْتَحِقَّ بِهِ النَّفْسَ الْمُحْتَرَمَةَ .

وَقَوْلُهُ يَتَخَيَّرُهُمْ الْوَلِيُّ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ خِيَارَ تَعْيِينِ الْخَمْسِينَ إِلَى الْوَلِيِّ لِأَنَّ الْيَمِينَ حَقُّهُ،

وَالظَّاهِرُ اَنَّهُ يَخْتَارُ مِنْ يَتَّهِمُهُ بِالْقَتْلِ اَوْ يَخْتَارُ صَالِحِي اَهْلِ الْمَحَلَّةِ لِمَا اَنَّ تَحَرُّزَهُمْ عَنِ الْيَمِينِ الْكَاذِبَةِ اَبْلَغُ التَّحَرُّزِ فَيَظْهَرُ الْقَاتِلُ، وَفَائِدَةُ الْيَمِينِ النُّكُولُ، فَإِنْ كَانُوا لَا يُبَاشِرُونَ وَيَعْلَمُونَ يُفِيدُ يَمِينَ الصَّالِحِ عَلَى الْعِلْمِ بِاَبْلَغَ مِمَّا يُفِيدُ يَمِينُ الطَّالِحِ، وَلَوْ اخْتَارُوا اَعْمَى اَوْ مَحْدُوْدًا فِي قَذْفٍ جَازَ لِاَنَّهُ يَمِينٌ وَلَيْسَ بِشَهَادَةٍ .

فرمایا کہ جب کوئی مقتول محلے میں پایا گیا ہے لیکن اس کے قاتل کا پتہ نہیں ہے تو ان پچاس بندوں سے قسم لی جائے گی جن کا انتخاب مقتول کا ولی کرے گا۔ اور وہ لوگ قسم اٹھائیں گے کہ بہ خدا ہم اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں اس کے قتل کا کوئی علم ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وہاں پر کوئی قرینہ موجود ہے۔ تو اولیائے مقتول سے پچاس قسمیں لی جائیں گی۔ اور اس کے بعد ان پر مدعی علیہ پر دیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اگر چہ وہ قتل عمد ہے یا قتل خطاء کا دعویٰ ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب قتل عمد کا دعویٰ ہے تو قصاص کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول اسی طرح بھی ہے۔

حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک لوث یہ ہے کہ وہاں پر کسی معین بندے پر قتل کی نشانی پائی جائے یا ظاہری حالت مدعی کے حق پر گواہ ہو۔ یعنی قاتل و مقتول میں ظاہری طور پر عداوت ہو۔ یا ایک عادل شخص کی گواہی ہے یا ایک غیر عادل جماعت کی اسی بات پر گواہی ہے۔ کہ اس کو اہل محلہ نے قتل کیا ہے۔ اور جب ظاہری حالت مدعی کے لئے گواہی نہ دے تو امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب بھی ہمارے مذہب کی طرح ہے۔ اور اس کے سوا وہ قسم میں تکرار بھی نہیں کرتے بلکہ وہ اس کو ولی پر لوٹانے والے ہیں۔ ہاں البتہ جب اہل محلہ نے قسم اٹھالی ہے تو ان پر دیت واجب نہ ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک یمین کے ولی کا اولیائے مقتول سے قسم لینے کی ابتداء سے متعلق یہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں پچاس مرد اس بات کی قسم اٹھائیں کہ اہل محلہ نے اس کو قتل کیا ہے۔ کیونکہ قسم اس کے حق میں واجب ہوتی ہے جس کے حق میں ظاہری حالت گواہی دینے والی ہو۔ (قاعدہ فقہیہ) اسی دلیل کے سبب قابض پر قسم واجب ہوتی ہے اور جب ظاہری حالت ولی کے لئے گواہی دینے والا ہے تو اس سے قسم کی ابتداء کی جائے گی۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک مدعی پر قسم کو لوٹانا ہے۔ جس طرح انکار کی صورت میں ہوا کرتا ہے۔ اور یہ تو اس طرح کی دلالت ہے کہ جس میں ایک طرح کا شبہ ہے اور شبہ کے ساتھ قصاص جمع ہونے والا نہیں ہے۔ جبکہ مال شبہ کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے دیت واجب ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے انکاری پر قسم واجب ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق مدعی علیہ ہے اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے قسامت کا آغاز کیا ہے۔ اور ان کے درمیان مقتول کے پائے جانے کے سبب ان پر دیت لازم کی ہے۔ کیونکہ قسم یہ دینے کے لئے دلیل ہے استحقاق کے لئے دلیل نہیں ہے۔ اور ولی کا استحقاق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی دلیل کے سبب مدعی اپنی قسم سے مال خرچ کرنے کا حقدار نہیں ہوتا۔ پس قسم کے ذریعے وہ محترم

جان میں بدرجہ اتم حقدار نہ ہوگا۔

حضرت امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کے قول "یَتَخَیَّرُھُمُ الْوَلِیُّ" سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ پچاس بندوں کو معین کرنے کا اختیار ولی کے لئے ہے۔ کیونکہ قسم اسی کا حق ہے۔ اور ظاہر بھی یہی ہے کہ ولی اسی کا انتخاب کرے گا۔ جس کو وہ قتل کے ساتھ تہمت زدہ پائے گا یا وہ محلے کے شریف لوگوں کا انتخاب کرے گا۔ کیونکہ وہ لوگ ممکن حد تک جھوٹی قسم سے بچنے والے ہیں۔ پس قاتل ظاہر ہو جائے گا۔ اور قسم کا فائدہ انکار ہے۔ اور جب اہل محلہ اس کے قاتل نہیں ہیں لیکن وہ قاتل کو جانتے ہیں تو ان کے اس علم پر نیک بندے کی قسم برے بندے کی قسم سے زیادہ فائدے مند ہے۔ اور جب اولیاء نے نابینا یا حد قذف والے کا انتخاب کیا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ قسم ہے یہ شہادت نہیں ہے۔

اہل محلہ پر قسم کے سبب وجوب دیت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا حَلَفُوا قُضِيَ عَلَى أَهْلِ الْمَحَلَّةِ بِالدِّيَةِ وَلَا يُسْتَحْلَفُ الْوَلِيُّ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا تَجِبُ الدِّيَةُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَهْلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (تُبَرِّئُكُمْ الْيَهُودُ بِأَيْمَانِهَا) وَلِأَنَّ الْيَمِينَ عُهِدَ فِي الشَّرْعِ مُبَرِّئًا لِلْمُدَّعَى عَلَيْهِ لَا مُلْزِمًا كَمَا فِي سَائِرِ الدَّعَاوَى.

وَلَنَا أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جَمَعَ بَيْنَ الدِّيَةِ وَالْقَسَامَةِ فِي حَدِيثِ ابْنِ سَهْلٍ وَفِي حَدِيثِ زِيَادِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، وَكَذَا جَمَعَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَيْنَهُمَا عَلَى وَادِعَةَ.

وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (تُبَرِّئُكُمْ الْيَهُودُ) مَحْمُولٌ عَلَى الْإِبْرَاءِ عَنْ الْقِصَاصِ وَالْحَبْسِ، وَكَذَا الْيَمِينُ مُبَرِّئَةٌ عَمَّا وَجَبَ لَهُ الْيَمِينُ وَالْقَسَامَةُ مَا شُرِعَتْ لِتَجِبَ الدِّيَةُ إذَا نَكَلُوا، بَلْ شُرِعَتْ لِيَظْهَرَ الْقِصَاصُ بِتَحَرُّزِهِمْ عَنْ الْيَمِينِ الْكَاذِبَةِ فَيُقِرُّوا بِالْقَتْلِ، فَإِذَا حَلَفُوا حَصَلَتْ الْبَرَاءَةُ عَنْ الْقِصَاصِ. ثُمَّ الدِّيَةُ تَجِبُ بِالْقَتْلِ الْمَوْجُودِ مِنْهُمْ ظَاهِرًا لِوُجُودِ الْقَتِيلِ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ لَا بِنُكُولِهِمْ، أَوْ وَجَبَتْ بِتَقْصِيرِهِمْ فِي الْمُحَافَظَةِ كَمَا فِي الْقَتْلِ الْخَطَإِ،

فرمایا کہ جب اہل محلہ نے قسم اٹھالی ہے تو ان پر دیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور ولی سے قسم نہ لی جائے گی۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ دیت واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہود اپنی قسموں کے سبب تم سے بری ہو جائیں گے۔ کیونکہ شریعت کے مطابق قسم مدعی علیہ کو بری کرنے والی ہو کر مشروع ہوئی ہے۔ اور اس پر کوئی چیز لازم کرنے والی نہیں ہے۔ جس طرح تمام دعویٰ جات میں اسی طرح ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سہل اور زیاد بن ابو مریم رضی اللہ عنہما کی احادیث میں قبیلہ وادعہ پر دیت اور قسامت کے درمیان جمع کیا ہے۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمان اقدس کہ یہود تم سے بری ہو جائیں گے۔ یہ قصاص اور قید سے بری کرنے پر محمول

ہے۔اور جو قسم ہے یہ کسی شخص پر واجب ہونے والے معاملے سے بری کرنے والی ہے۔جبکہ قسامت اس طرح مشروع نہیں ہوئی۔ بلکہ اہل محلّہ کے انکار کے بعد دیت واجب ہوئی ہے۔بلکہ وہ اس سبب سے مشروع ہوئی ہے کہ اہل محلّہ کی جھوٹی قسم سے بچتے ہوئے قصاص کے سبب کو ظاہر کیا جائے۔کہ وہ قتل کا اقرار کریں اور جب انہوں نے قسم اٹھالی ہے۔تو قصاص سے بری ہونا یہ ظاہر ہو جائے گا۔

اور جو دیت ہے وہ ایسے قتل سے واجب ہوتی ہے جو ظاہری طور پر ان کی جانب سے پایا جائے۔یا مقتول ان کے درمیان میں پایا جائے۔جبکہ انکار اور ان کی جانب سے حفاظت میں سستی کے سبب دیت واجب نہیں ہوتی۔جس طرح قتل خطاء میں ہوتا ہے۔

اہل محلّہ سے انکاری قسم کو قید کر دینے کا بیان

(وَمَنْ اَبٰى مِنْهُمُ الْيَمِينَ حُبِسَ حَتّٰى يَحْلِفَ) لِاَنَّ الْيَمِينَ فِيهِ مُسْتَحَقَّةٌ لِذَاتِهَا تَعْظِيمًا لِاَمْرِ الدَّمِ وَلِهٰذَا يُجْمَعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الدِّيَةِ، بِخِلَافِ النُّكُولِ فِي الْاَمْوَالِ لِاَنَّ الْيَمِينَ بَدَلٌ عَنْ اَصْلِ حَقِّهِ وَلِهٰذَا يَسْقُطُ بِبَذْلِ الْمُدَّعِي وَفِيمَا نَحْنُ فِيهِ لَا يَسْقُطُ بِبَذْلِ الدِّيَةِ، هٰذَا الَّذِي ذَكَرْنَا اِذَا ادَّعَى الْوَلِيُّ الْقَتْلَ عَلٰى جَمِيعِ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ، وَكَذَا اِذَا ادَّعَى عَلَى الْبَعْضِ لَا بِاَعْيَانِهِمْ وَالدَّعْوٰى فِي الْعَمْدِ اَوِ الْخَطَإِ لِاَنَّهُمْ لَا يَتَمَيَّزُونَ عَنِ الْبَاقِي، وَلَوِ ادَّعَى عَلَى الْبَعْضِ بِاَعْيَانِهِمْ اَنَّهُ قَتَلَ وَلِيَّهُ عَمْدًا اَوْ خَطَأً فَكَذٰلِكَ الْجَوَابُ، يَدُلُّ عَلَيْهِ اِطْلَاقُ الْجَوَابِ فِي الْكِتَابِ، وَهٰكَذَا الْجَوَابُ فِي الْمَبْسُوطِ .

وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ فِي غَيْرِ رِوَايَةِ الْاَصْلِ اَنَّ فِي الْقِيَاسِ تَسْقُطُ الْقَسَامَةُ وَالدِّيَةُ عَنِ الْبَاقِينَ مِنْ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ، وَيُقَالُ لِلْوَلِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ ؟ فَاِنْ قَالَ لَا يُسْتَحْلَفُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ يَمِينًا وَاحِدَةً .

وَوَجْهُهُ اَنَّ الْقِيَاسَ يَاْبَاهُ لِاحْتِمَالِ وُجُودِ الْقَتْلِ مِنْ غَيْرِهِمْ، وَاِنَّمَا عُرِفَ بِالنَّصِّ فِيمَا اِذَا كَانَ فِي مَكَانٍ يُنْسَبُ اِلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِمْ وَالْمُدَّعِي يَدَّعِي الْقَتْلَ عَلَيْهِمْ، وَفِيمَا وَرَاءَهُ يَبْقَى عَلٰى اَصْلِ الْقِيَاسِ وَصَارَ كَمَا اِذَا ادَّعَى الْقَتْلَ عَلٰى وَاحِدٍ مِنْ غَيْرِهِمْ .

اور جب اہل محلّہ میں سے کسی شخص نے قسم سے انکار کیا ہے تو اس کو قید کر دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ قسم اٹھائے۔کیونکہ خون کی احترام کے سبب ذاتی طور پر اس پر قسم واجب ہوئی ہے۔اسی لئے قسم اور دیت کو جمع نہیں کیا جاتا۔جبکہ مالوں کے انکار میں ایسا نہیں ہے۔کیونکہ ان میں قسم ان کے اصل حق کا بدلہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ مدعی کے مال کو صرف کرنے سبب قسم ساقط ہو جاتی ہے۔ اور جس بحث میں ہم مسئلہ بیان کر رہے ہیں اس میں صرف دیت سے قسم ساقط ہونے والی نہیں ہے۔اور یہ اس وضاحت کے مطابق ہے کہ جب ولی سب اہل محلّہ پر دعویٰ کیا ہے۔

اور اسی طرح جب اس نے ان میں سے بعض غیر معین بندوں پر دعویٰ کیا ہے اگر چہ وہ دعویٰ عمد کا ہے یا وہ خطاء کا ہے کیونکہ

بعض کا تعین نہ ہو یا یہ دوسروں سے الگ کرنا نہ ہوگا۔ اور جب ولی نے بعض معین بندوں پر دعویٰ کیا ہے۔ کہ اس نے اس سے ولی و بطور عمد یا خطاء کے قتل کیا ہے تب بھی اس کا حکم اسی طرح ہے۔ اور صاحب قدوری کا مطلق ذکر اسی پر دلالت کرنے والا ہے۔ اور مبسوط میں بھی اسی طرح کا حکم ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے الاصول کی روایت کے سوانقل کیا گیا ہے کہ قیاس کے مطابق بقیہ اہل محلہ سے بھی قسامت اور دیت ساقط ہو جائے گی۔ اور ولی سے کہا جائے گا کہ تیرے پاس کونسی گواہی ہے؟ اور اگر اس نے کہا ہے کہ گواہی کوئی نہیں ہے۔ تو مدعی علیہ سے اس کے قتل پر ایک قسم لی جائے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قیاس قسم لینے کا انکار کرنے والا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے قتل دوسرے کی جانب سے پایا گیا ہے اور استحلاف کونص سے پہچانا گیا ہے۔ اور یہ اس وقت ہے کہ جب مقتول ایسی جگہ میں ہے جو مدعی علیہم کی جانب مضاف ہے اور مدعی ان پر دعویٰ قتل کر رہا ہے۔ اور اس کے سوا میں نص اصل قیاس پر باقی رہنے والی ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مدعی نے اہل محلہ کے سوا کسی پر دعویٰ کیا ہے۔

دلیل استحسان کے مطابق قسامت ودیت کا اہل محلہ پر واجب ہونے کا بیان

وَفِي الِاسْتِحْسَانِ تَجِبُ الْقَسَامَةُ وَالدِّيَةُ عَلَى أَهْلِ الْمَحَلَّةِ لِأَنَّهُ لَا فَصْلَ فِي إطْلَاقِ النُّصُوصِ بَيْنَ دَعْوَى وَدَعْوَى فَنُوجِبُهُ بِالنَّصِّ لَا بِالْقِيَاسِ، بِخِلَافِ مَا إذَا ادَّعَى عَلَى وَاحِدٍ مِنْ غَيْرِهِمْ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ نَصٌّ، فَلَوْ أَوْجَبْنَاهُمَا لَأَوْجَبْنَاهُمَا بِالْقِيَاسِ وَهُوَ مُمْتَنِعٌ، ثُمَّ حُكْمُ ذَلِكَ أَنْ يَثْبُتَ مَا ادَّعَاهُ إذَا كَانَ لَهُ بَيِّنَةٌ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ اسْتَحْلَفَهُ يَمِينًا وَاحِدَةً لِأَنَّهُ لَيْسَ بِقَسَامَةٍ لِانْعِدَامِ النَّصِّ وَامْتِنَاعِ الْقِيَاسِ .

ثُمَّ إنْ حَلَفَ بَرِئَ وَإِنْ نَكَلَ وَالدَّعْوَى فِي الْمَالِ ثَبَتَ بِهِ، وَإِنْ كَانَ فِي الْقِصَاصِ فَهُوَ عَلَى اخْتِلَافٍ مَضَى فِي كِتَابِ الدَّعْوَى .

اور استحسان یہ ہے کہ اہل محلہ پر قسامت ودیت واجب ہے۔ کیونکہ نصوص کے مطلق ہونے کے سبب ایک دعویٰ اور دوسرے دعویٰ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پس ہم اس کو نص کے سبب سے واجب کریں گے۔ جبکہ قیاس کے مطابق اس کو واجب نہ کریں گے۔ بہ خلاف اس صورت مسئلہ کے کہ جب ولی نے ان کے سوا کسی ایک پر دعویٰ کیا ہے کیونکہ اس کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے۔ پس اب اگر ہم قسامت ودیت کو واجب کریں گے تو اس کو قیاس کے مطابق واجب کریں گے۔ جبکہ یہ منع ہے۔

اور اس کے بعد اس کا حکم یہ ہے مدعی نے جس چیز کا دعویٰ کیا ہے وہ دعویٰ ثابت ہو جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی گواہی موجود ہو۔ اور جب گواہی نہیں ہے تو پھر مدعی علیہ سے ایک قسم لی جائے گی۔ کیونکہ نص نہ ہونے اور امتناع قیاس کے سبب یہ قسامت نہیں ہے۔

اور جب مدعی علیہ نے قسم اٹھالی ہے تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ اور جب اس نے انکار کر دیا ہے اور دعویٰ مال کا ہے تو انکار

کرنے کے سبب اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔ اور جب قصاص کا دعویٰ ہے تو وہ اسی اختلاف کے مطابق ہے جس کتاب دعویٰ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

تعداد پچاس سے کم ہونے پر تکرار قسم کا بیان

قَالَ (وَاِنْ لَمْ يُكْمِلْ اَهْلُ الْمَحَلَّةِ كُرِّرَتْ الْاَيْمَانُ عَلَيْهِمْ حَتّٰى تَتِمَّ خَمْسِينَ) لِمَا رُوِيَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا قَضٰى فِي الْقَسَامَةِ وَافٰى اِلَيْهِ تِسْعَةٌ وَاَرْبَعُونَ رَجُلًا فَكَرَّرَ الْيَمِينَ عَلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ حَتّٰى تَمَّتْ خَمْسِينَ ثُمَّ قَضٰى بِالدِّيَةِ .

وَعَنْ شُرَيْحٍ وَالنَّخَعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ مِثْلُ ذٰلِكَ، وَلِاَنَّ الْخَمْسِينَ وَاجِبٌ بِالسُّنَّةِ فَيَجِبُ اِتْمَامُهَا مَا اَمْكَنَ، وَلَا يُطْلَبُ فِيهِ الْوُقُوفُ عَلَى الْفَائِدَةِ لِثُبُوتِهَا بِالسُّنَّةِ،

ثُمَّ فِيهِ اسْتِعْظَامُ اَمْرِ الدَّمِ، فَاِنْ كَانَ الْعَدَدُ كَامِلًا فَاَرَادَ الْوَلِيُّ اَنْ يُكَرِّرَ عَلٰى اَحَدِهِمْ فَلَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ، لِاَنَّ الْمَصِيرَ اِلَى التَّكْرَارِ ضَرُورَةُ الْاِكْمَالِ .

فرمایا کہ اہل محلہ کی تعداد پچاس سے تھوڑی ہے تو ان پر قسم کا تکرار کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ جب پچاس ہو جائیں تو یہ حکم اسی دلیل کے سبب سے ہے جس کو روایت کیا گیا ہے۔ کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قسامت کا فیصلہ کیا تو ان کے پاس انچاس بندے آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان میں کسی ایک پر قسم کو مکرر کر دیا۔ حتیٰ کہ پچاس مکمل ہو گئے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے دیت کا فیصلہ کیا ہے۔

حضرت شریح اور حضرت نخعی رحمہما اللہ سے بھی اسی طرح روایت نقل کیا گیا ہے۔ کیونکہ پچاس کی تعداد یہ حدیث سے ثابت ہے۔ اور اس میں خون کے معاملے کا احترام ہے۔ اور جب تعداد پوری ہو اور ولی ان میں سے کسی پر قسم کو مکرر کرنا چاہے تو اس کے لئے اختیار نہ ہوگا۔ کیونکہ تکرار کی جانب جانا مکمل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

بچے اور مجنون پر قسامت نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا قَسَامَةَ عَلٰى صَبِيٍّ وَلَا مَجْنُونٍ) لِاَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْ اَهْلِ الْقَوْلِ الصَّحِيحِ وَالْيَمِينُ قَوْلٌ صَحِيحٌ . قَالَ (وَلَا امْرَاَةٍ وَلَا عَبْدٍ) لِاَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْ اَهْلِ النُّصْرَةِ وَالْيَمِينُ عَلٰى اَهْلِهَا .

قَالَ (وَاِنْ وُجِدَ مَيِّتًا لَا اَثَرَ بِهِ فَلَا قَسَامَةَ وَلَا دِيَةَ) لِاَنَّهُ لَيْسَ بِقَتِيلٍ، اِذِ الْقَتِيلُ فِي الْعُرْفِ مَنْ فَاتَتْ حَيَاتُهُ بِسَبَبٍ يُبَاشِرُهُ حَيٌّ وَهٰذَا مَيِّتٌ حَتْفَ اَنْفِهِ، وَالْغَرَامَةُ تَتْبَعُ فِعْلَ الْعَبْدِ وَالْقَسَامَةُ تَتْبَعُ احْتِمَالَ الْقَتْلِ ثُمَّ يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْقَسَمُ فَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ يَكُونَ بِهِ اَثَرٌ يُسْتَدَلُّ بِهِ عَلٰى كَوْنِهِ قَتِيلًا، وَذٰلِكَ بِاَنْ يَكُونَ بِهِ جِرَاحَةٌ اَوْ اَثَرُ ضَرْبٍ اَوْ خَنْقٍ، وَكَذَا اِذَا كَانَ خَرَجَ الدَّمُ مِنْ عَيْنِهِ

اَوْ اُذُنِہٖ لِاَنَّہٗ لَا یَخْرُجُ مِنْھَا اِلَّا بِفِعْلٍ مِنْ جِھَۃِ الْحَیِّ عَادَۃً، بِخِلَافِ مَا اِذَا خَرَجَ مِنْ فِیْہِ اَوْ دُبُرِہٖ اَوْ ذَکَرِہٖ لِاَنَّ الدَّمَ یَخْرُجُ مِنْ ھٰذِہِ الْمَخَارِجِ عَادَۃً بِغَیْرِ فِعْلِ اَحَدٍ، وَقَدْ ذَکَرْنَاہُ فِی الشَّھِیْدِ۔

فرمایا کہ بچے اور مجنون پر قسامت نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں درست قول کے اہل نہیں ہیں۔ جبکہ قسم درست قول کے مطابق ہوتی ہے۔ اور اسی طرح عورت اور غلام پر بھی قسامت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اہل مدد میں سے نہیں ہیں۔ جبکہ قسم اہل مدد میں سے ہے۔

فرمایا کہ جب کوئی شخص حالت موت میں پایا گیا ہے۔ اور اس پر قتل کا اثر کوئی نہیں ہے تو قسامت و دیت کچھ بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ مقتول نہیں ہے۔ اس لئے عرف میں مقتول وہ شخص ہے جس کی زندگی کسی ایسے سبب سے ختم ہوئی ہو جس کو کسی زندہ آدمی نے انجام دیا ہے۔ جبکہ یہ بندہ اپنی موت سے فوت ہونے والا ہے۔ اور فعل کا جرمانہ یہ بندے کے تابع ہے۔ اور قسامت احتمال قتل کے تابع ہے۔ اور ان پر قسم بھی واجب ہوتی ہے۔ پس ایسے اثر کا وجود لازم ہے۔ جس کے سبب میت کے مقتول ہونے پر استدلال کیا جاسکے اور وہ اثر یہ ہے کہ میت پر زخم یا چوٹ کا نشان یا گلہ گھونٹنے کا نشان ہو۔ اور اسی طرح جب اس کی آنکھ یا اس کے کان سے خون نکلا ہے تو یہ اثر ہے کیونکہ عمومی طور کسی زندہ شخص کی جانب سے فعل کے بغیر ان چیزوں سے خون نہیں نکلتا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب میت کے منہ سے خون نکلا ہے یا اس کی دبر یا ذکر سے خون نکلا ہے کیونکہ ان مخارج سے بغیر کسی فعل کے خون نکل جایا کرتا ہے۔ اور اس کو ہم نے باب شہید میں بیان کر دیا ہے۔

مقتول کا سر یا نصف بدن محلے میں پائے جانے کا بیان

(وَلَوْ وُجِدَ بَدَنُ الْقَتِیْلِ اَوْ اَکْثَرُ مِنْ نِصْفِ الْبَدَنِ اَوِ النِّصْفُ وَمَعَہُ الرَّاْسُ فِیْ مَحَلَّۃٍ فَعَلٰی اَھْلِھَا الْقَسَامَۃُ وَالدِّیَۃُ، وَاِنْ وُجِدَ نِصْفُہٗ مَشْقُوْقًا بِالطُّوْلِ اَوْ وُجِدَ اَقَلُّ مِنَ النِّصْفِ وَمَعَہُ الرَّاْسُ اَوْ وُجِدَ یَدُہٗ اَوْ رِجْلُہٗ اَوْ رَاْسُہٗ فَلَا شَیْءَ عَلَیْھِمْ) لِاَنَّ ھٰذَا حُکْمٌ عَرَفْنَاہُ بِالنَّصِّ وَقَدْ وَرَدَ بِہٖ فِی الْبَدَنِ، اِلَّا اَنَّ لِلْاَکْثَرِ حُکْمَ الْکُلِّ تَعْظِیْمًا لِلْاٰدَمِیِّ، بِخِلَافِ الْاَقَلِّ لِاَنَّہٗ لَیْسَ بِبَدَنٍ وَلَا مُلْحَقٍ بِہٖ فَلَا تَجْرِیْ فِیْہِ الْقَسَامَۃُ، وَلِاَنَّا لَوِ اعْتَبَرْنَاہُ تَتَکَرَّرُ الْقَسَامَتَانِ وَالدِّیَتَانِ بِمُقَابَلَۃِ نَفْسٍ وَاحِدَۃٍ وَلَا تَتَوَالَیَانِ، وَالْاَصْلُ فِیْہِ اَنَّ الْمَوْجُوْدَ الْاَوَّلَ اِنْ کَانَ بِحَالٍ لَوْ وُجِدَ الْبَاقِیْ تَجْرِیْ فِیْہِ الْقَسَامَۃُ لَا تَجِبُ فِیْہِ، وَاِنْ کَانَ بِحَالٍ لَوْ وُجِدَ الْبَاقِیْ لَا تَجْرِیْ فِیْہِ الْقَسَامَۃُ تَجِبُ، وَالْمَعْنٰی مَا اَشَرْنَا اِلَیْہِ، وَصَلَاۃُ الْجِنَازَۃِ فِیْ ھٰذَا تَنْسَحِبُ عَلٰی ھٰذَا الْاَصْلِ لِاَنَّھَا لَا تَتَکَرَّرُ۔

اور جب مقتول کا جسم یا نصف بدن سے زائد یا آدھے سر کے ساتھ محلے میں پایا گیا ہے تو اہل محلہ پر قسامت و دیت

واجب ہو جائے گی۔ اور جب جسم کا وہ نصف حصہ جو لمبائی میں پھٹا ہوا پایا گیا ہے یا نصف سے تھوڑا ہے لیکن سر کے ساتھ پایا گیا ہے یا ہاتھ یا پاؤں یا سر پایا جائے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ ایسا حکم ہے جس کو ہم نے نص سے سمجھا ہے۔ اور نص بدن کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ پس انسانیت کے احترام کے سبب ہم نے اکثر کو کل کے قائم مقام کر دیا ہے۔

جبکہ کم میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ جو قلیل ہے وہ بدن بھی نہیں ہے اور بدن کے ساتھ ملنے والا بھی نہیں ہے۔ پس اس میں قسامت جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ جب ہم قلیل کا اعتبار کریں گے تو ایک جان کے بدلے میں دو قسامتیں اور دو دیات واجب ہو جائیں گی جبکہ یہ دونوں مسلسل نہیں ہوتیں۔ اور اس کے بارے میں اصول یہ ہے کہ پہلا موجود اگر اس حالت میں ہے کہ جب باقی پایا جائے تو اس میں قسامت جاری نہ ہو جائے تو اس میں قسامت واجب نہ ہوگی۔ اور جب وہ اس حالت میں ہے کہ باقی پایا جائے تو قسامت جاری ہو تو اب موجود اول میں قسامت جاری ہو جائے گی۔ اور اس کا حکم وہی ہے جس کی جانب ہم اشارہ کر آئے ہیں۔ اور نماز جنازہ بھی اسی تفریع کے مطابق متفرع ہونے والا ہے۔ کیونکہ نماز جنازہ میں تکرار نہیں ہے۔

محلے میں جنین بچے کے پائے جانے کا بیان

(وَلَوْ وُجِدَ فِيهِمْ جَنِينٌ اَوْ سِقْطٌ لَيْسَ بِهِ اَثَرُ الضَّرْبِ فَلَا شَيْءَ عَلٰى اَهْلِ الْمَحَلَّةِ) لِاَنَّهُ لَا يَفُوقُ الْكَبِيرَ حَالًا (وَاِنْ كَانَ بِهِ اَثَرُ الضَّرْبِ وَهُوَ تَامُّ الْخَلْقِ وَجَبَتْ الْقَسَامَةُ وَالدِّيَةُ عَلَيْهِمْ) لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ تَامَّ الْخَلْقِ يَنْفَصِلُ حَيًّا (وَاِنْ كَانَ نَاقِصَ الْخَلْقِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِمْ) لِاَنَّهُ يَنْفَصِلُ مَيِّتًا لَا حَيًّا .

قَالَ (وَاِذَا وُجِدَ الْقَتِيلُ عَلٰى دَابَّةٍ يَسُوقُهَا رَجُلٌ فَالدِّيَةُ عَلٰى عَاقِلَتِهِ دُوْنَ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ) لِاَنَّهُ فِيْ يَدِهِ فَصَارَ كَمَا اِذَا كَانَ فِيْ دَارِهِ، وَكَذَا اِذَا كَانَ قَائِدَهَا اَوْ رَاكِبَهَا (فَاِنْ اجْتَمَعُوا فَعَلَيْهِمْ) لِاَنَّ الْقَتِيلَ فِيْ اَيْدِيهِمْ فَصَارَ كَمَا اِذَا وُجِدَ فِيْ دَارِهِمْ .

اور جب محلے والوں نے کسی جنین یا نامکمل گرے ہوئے بچے کو پایا ہے اور اس پر مارنے کی نشانی بھی نہیں ہے۔ تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ جنین بڑے بچے کی حالت سے فوقیت حاصل کرنے والا نہیں ہے۔ اور جب بچے پر مارنے کی نشانی ہے اور وہ مکمل پیدائشی ہے تو اس صورت میں محلے والوں پر قسامت اور دیت واجب ہو جائے گی۔ اس لئے کہ ظاہر اسی طرح ہے۔ اور جس تخلیق پوری ہو چکی ہے وہ زندہ الگ ہونے والا ہے۔ اگرچہ اس کی تخلیق ناقص کیوں نہ ہو۔ تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ جس کی تخلیق ناقص ہے وہ مردہ الگ ہوا ہے وہ زندہ نہیں ہے۔

فرمایا کہ جب مقتول کسی ایسی سواری پر پایا گیا ہے جس کو کسی ہانکا ہے تو سائق کی عاقلہ پر دیت واجب ہو جائے گی اور اہل محلہ پر کچھ نہ ہوگا۔ کیونکہ مقتول اسی کے قبضہ میں ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب مقتول اس کے مکان میں ہے اور اسی طرح جب جانور کو چلانے والا یا اس کا سوار جب یہ لوگ جمع ہو جائیں تو ان سب پر دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ مقتول ان کے قبضہ میں

ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مقتول ان کے مکان میں ہے۔

دو ٹاؤنوں کے درمیان کسی جانور پر مقتول پائے جانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ مَرَّتْ دَابَّةٌ بَيْنَ الْقَرْيَتَيْنِ وَعَلَيْهَا قَتِيلٌ فَهُوَ عَلَى أَقْرَبِهِمَا) لِمَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أُتِيَ بِقَتِيلٍ وُجِدَ بَيْنَ قَرْيَتَيْنِ فَأَمَرَ أَنْ يُذْرَعَ).

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ لَمَّا كُتِبَ إِلَيْهِ فِي الْقَتِيلِ الَّذِي وُجِدَ بَيْنَ وَدَاعَةَ وَأَرْحَبَ كَتَبَ بِأَنْ يَقِيسَ بَيْنَ قَرْيَتَيْنِ، فَوُجِدَ الْقَتِيلُ إِلَى وَادِعَةَ أَقْرَبَ فَقَضَى عَلَيْهِمْ بِالْقَسَامَةِ.

قِيلَ هٰذَا مَحْمُولٌ عَلَى مَا إِذَا كَانَ بِحَيْثُ يَبْلُغُ أَهْلَهُ الصَّوْتُ، لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ يَلْحَقُهُ الْغَوْثُ فَتُمْكِنُهُمُ النُّصْرَةُ وَقَدْ قَصَّرُوا۔

فرمایا کہ جب دو دیہاتوں کے درمیان سے کوئی سواری گزری ہے اور اس پر مقتول ہے تو اس کی دیت قریب ترین دیہات والوں پر ہوگی۔ اسی حدیث کے وجہ سے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک مقتول لایا گیا تھا جو دونوں دیہاتوں کے قریب سے ملا تھا تو آپ ﷺ نے پیائش کرنے کا حکم دیا اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب ان کے پاس مقتول لایا گیا تھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ دونوں گاؤں کے درمیان فاصلہ ناپ لیا جائے۔ اور مقتول وادعہ کے زیادہ قریب تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اہل وادعہ پر قسامت کا فیصلہ کیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس وقت ہوگا جب مقتول ایسی جگہ پر ہے کہ جہاں قریبی کو آواز پہنچ سکتی ہے۔ کیونکہ جب وہ اس صفت پر ہے تو اس کو مدد مل سکے گی۔ پس قریبی کے لئے مدد کرنا ممکن ہے مگر انہوں نے اس میں غفلت برتی ہے۔

کسی کے گھر میں مقتول کے پائے جانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وُجِدَ الْقَتِيلُ فِي دَارِ إِنْسَانٍ فَالْقَسَامَةُ عَلَيْهِ) لِأَنَّ الدَّارَ فِي يَدِهِ (وَالدِّيَةُ عَلَى عَاقِلَتِهِ) لِأَنَّ نُصْرَتَهُ مِنْهُمْ وَقُوَّتَهُ بِهِمْ.

قَالَ (وَلَا تَدْخُلُ السُّكَّانُ فِي الْقَسَامَةِ مَعَ الْمُلَّاكِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ هُوَ عَلَيْهِمْ جَمِيعًا) لِأَنَّ وِلَايَةَ التَّدْبِيرِ كَمَا تَكُونُ بِالْمِلْكِ تَكُونُ بِالسُّكْنَى أَلَا تَرَى (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جَعَلَ الْقَسَامَةَ وَالدِّيَةَ عَلَى الْيَهُودِ وَإِنْ كَانُوا سُكَّانًا بِخَيْبَرَ)

وَلَهُمَا أَنَّ الْمَالِكَ هُوَ الْمُخْتَصُّ بِنُصْرَةِ الْبُقْعَةِ دُونَ السُّكَّانِ لِأَنَّ سُكْنَى الْمُلَّاكِ أَلْزَمُ وَقَرَارُهُمْ أَدْوَمُ فَكَانَتْ وِلَايَةُ التَّدْبِيرِ إِلَيْهِمْ فَيَتَحَقَّقُ التَّقْصِيرُ مِنْهُمْ.

وَأَمَّا أَهْلُ خَيْبَرَ فَالنَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَقَرَّهُمْ عَلَى أَمْلَاكِهِمْ فَكَانَ يَأْخُذُ مِنْهُمْ عَلَى وَجْهِ الْخَرَاجِ.

ترجمہ: فرمایا کہ جب مقتول کسی کے مکان میں پایا گیا ہے تو اس پر قسامت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ گھر اسی کے قبضہ میں ہے اور دیت اس کی عاقلہ پر واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کی مدد کرنے والی عاقلہ ہے اور اسی کے سبب اس کو طاقت حاصل ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مالکوں کے ساتھ رہنے والے قسامت میں داخل نہ ہوں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بھی اسی طرح ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مالکوں اور رہنے والوں سب پر قسامت واجب ہوگی۔ کیونکہ تدبیر کی ولایت جس کی ملکیت میں ہوتی ہے اسی طرح رہنے والے کے لئے بھی ہوتی ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر دیت اور قسامت کو لازم کیا ہے جبکہ وہ لوگ خیبر کے رہنے والے تھے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ بقعہ کی مدد کے ساتھ صرف مالک خاص ہے۔ رہنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ مالک رہنے والوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ اور ان کا رہنا زیادہ دیرپا ہے۔ پس تدبیر کی ولایت مالکوں کو حاصل ہے۔ اور غفلت بھی انہی کی طرف ثابت ہو جائے گی۔ البتہ جو خیبر والے ہیں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان املاک پر برقرار رکھا ہے۔ اور ان سے خراج کے طور پر وصولی ہوا کرتی تھی۔

دیت وقسامت کا اہل خطہ پر واجب ہونے کا بیان

قَالَ (وَهِيَ عَلَى أَهْلِ الْخِطَّةِ دُونَ الْمُشْتَرِينَ) وَهٰذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : الْكُلُّ مُشْتَرِكُونَ لِأَنَّ الضَّمَانَ إِنَّمَا يَجِبُ بِتَرْكِ الْحِفْظِ مِمَّنْ لَهُ وِلَايَةُ الْحِفْظِ وَبِهٰذَا الطَّرِيقِ يُجْعَلُ جَانِيًا مُقَصِّرًا، وَالْوِلَايَةُ بِاعْتِبَارِ الْمِلْكِ وَقَدْ اسْتَوَوْا فِيهِ .

وَلَهُمَا أَنَّ صَاحِبَ الْخِطَّةِ هُوَ الْمُخْتَصُّ بِنُصْرَةِ الْبُقْعَةِ هُوَ الْمُتَعَارَفُ، وَلِأَنَّهُ أَصِيلٌ وَالْمُشْتَرِي دَخِيلٌ وَوِلَايَةُ التَّدْبِيرِ إِلَى الْأَصِيلِ، وَقِيلَ : أَبُو حَنِيفَةَ بَنَى ذٰلِكَ عَلَى مَا شَاهَدَ بِالْكُوفَةِ .

قَالَ (وَإِنْ بَقِيَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ فَكَذٰلِكَ) يَعْنِي مِنْ أَهْلِ الْخِطَّةِ لِمَا بَيَّنَّا (وَإِنْ لَمْ يَبْقَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ بِأَنْ بَاعُوا كُلُّهُمْ فَهُوَ عَلَى الْمُشْتَرِينَ) لِأَنَّ الْوِلَايَةَ انْتَقَلَتْ إِلَيْهِمْ أَوْ خَلَصَتْ لَهُمْ لِزَوَالِ مَنْ يَتَقَدَّمُهُمْ أَوْ يُزَاحِمُهُمْ .

ترجمہ: فرمایا کہ دیت وقسامت اہل علاقہ پر واجب ہے یہ خریداروں پر واجب نہیں ہے۔ اور یہ طرفین کا قول ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ سب لوگ اس میں مشترکہ ہیں۔ کیونکہ جس کو حفاظت کی ولایت حاصل ہے اسی کی جانب سے حفاظت کو چھوڑنے کے سبب ضمان لازم ہے۔ اور اس اصول کے مطابق وہ شخص جس کے لئے حفاظت ولایت ہے جب مجرم اور قصور یافتہ پایا جائے گا اور حفاظت کی ولایت یہ ملکیت کے اعتبار سے پائی جاتی ہے۔ اور ملکیت میں سب لوگ برابر ہیں۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اہل علاقہ بقعہ کی حفاظت کے لئے خاص ہیں۔ اور معروف بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ اہل علاقہ اصیل

ہیں اور خریدار دخیل ہے۔ اور تدبیر کی ولایت اصیل کے لئے ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کوفہ میں جو دیکھا ہے اسی کے مطابق اس مسئلہ کی اساس رکھی ہے۔

اور جب اہل علاقہ میں سے ایک باقی ہے تب بھی یہی حکم ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب ان میں کوئی بھی باقی نہیں ہے۔ اور وہ اس طرح کہ ان سب نے بیچ دیا ہے تو اب قسامت ودیت خریداروں پر ہوگی۔ کیونکہ ولایت ان کی جانب منتقل ہو چکی ہے۔ اور یا وہ ان کے لئے خاص ہو چکی ہے کیونکہ ان سے پہلے والے اور ان سے مزاحمت کرنے والے ختم ہو چکے ہیں۔

مقتول کے گھر میں ہونے پر قسامت کا مالک مکان پر ہونے کا بیان

(وَإِذَا وُجِدَ قَتِيلٌ فِي دَارٍ فَالْقَسَامَةُ عَلَى رَبِّ الدَّارِ وَعَلَى قَوْمِهِ وَتَدْخُلُ الْعَاقِلَةُ فِي الْقَسَامَةِ إِنْ كَانُوا حُضُورًا، وَإِنْ كَانُوا غُيَّبًا فَالْقَسَامَةُ عَلَى رَبِّ الدَّارِ يُكَرَّرُ عَلَيْهِ الْأَيْمَانُ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا قَسَامَةَ عَلَى الْعَاقِلَةِ؛ لِأَنَّ رَبَّ الدَّارِ أَخَصُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ فَلَا يُشَارِكُهُ غَيْرُهُ فِيهَا كَأَهْلِ الْمَحَلَّةِ لَا يُشَارِكُهُمْ فِيهَا عَوَاقِلُهُمْ.

وَلَهُمَا أَنَّ الْحُضُورَ لَزِمَتْهُمْ نُصْرَةُ الْبُقْعَةِ كَمَا تَلْزَمُ صَاحِبَ الدَّارِ فَيُشَارِكُونَهُ فِي الْقَسَامَةِ.

اور جب مقتول گھر میں پایا گیا ہے تو قسامت مالک مکان پر ہوگی۔ اور اس کی قوم پر ہوگی۔ اور جب عاقلہ موجود ہے وہ قسامت میں شامل ہوں گے۔ اور جب وہ موجود نہ ہوں تو مالک مکان پر قسامت ہوگی۔ اور اس پر قسموں کا تکرار کیا جائے گا۔ اور یہ حکم طرفین کے مطابق ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عاقلہ پر قسامت نہ ہوگی۔ کیونکہ مالک مکان اپنے کے سوا سے اس مکان کے ساتھ خاص ہے۔ پس قسامت میں بھی اس کا غیر اس کے ساتھ شامل نہ ہوگا۔ جس طرح اہل محلہ کی قسامت میں ان کی عاقلہ شامل نہیں ہوا کرتی۔

طرفین کی دلیل یہ ہے موجود ہونے والوں پر بقعہ کی حفاظت لازم ہے۔ جس طرح مالک مکان پر ہے پس موجود عواقل یہ مالک مکان کے ساتھ قسامت میں شامل ہو جائیں گے۔

مقتول کا کسی مشترکہ مکان میں پائے جانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ وُجِدَ الْقَتِيلُ فِي دَارٍ مُشْتَرَكَةٍ نِصْفُهَا لِرَجُلٍ وَعُشْرُهَا لِرَجُلٍ وَلِآخَرَ مَا بَقِيَ فَهُوَ عَلَى رُءُوسِ الرِّجَالِ) لِأَنَّ صَاحِبَ الْقَلِيلِ يُزَاحِمُ صَاحِبَ الْكَثِيرِ فِي التَّدْبِيرِ فَكَانُوا سَوَاءً فِي الْحِفْظِ وَالتَّقْصِيرِ فَيَكُونُ عَلَى عَدَدِ الرُّءُوسِ بِمَنْزِلَةِ الشُّفْعَةِ.

فرمایا کہ جب مقتول کسی مشترکہ مکان میں پایا گیا ہے۔ جس کا نصف ایک آدمی کا ہے اور دسواں کسی اور کا ہے اور باقی حصہ کسی تیسرے آدمی کا ہے۔ تو ضمان لوگوں کے حساب کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ تھوڑی حیثیت والا زیادہ والے سے مزاحم ہے پس حفاظت وقصور کرنے میں سب برابر ہوں گے۔ پس شفعہ کی طرح ضمان بھی عدد روس پر ہوگا۔

خریدار کے عدم قبضہ والے مکان میں مقتول کے پائے جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرٰی دَارًا وَلَمْ یَقْبِضْهَا حَتّٰی وُجِدَ فِیْهَا قَتِیْلٌ فَهُوَ عَلٰی عَاقِلَةِ الْبَائِعِ وَاِنْ کَانَ فِی الْبَیْعِ خِیَارٌ لِاَحَدِهِمَا فَهُوَ عَلٰی عَاقِلَةِ الَّذِیْ فِیْ یَدِهٖ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَقَالَا : اِنْ لَمْ یَکُنْ فِیْهِ خِیَارٌ فَهُوَ عَلٰی عَاقِلَةِ الْمُشْتَرِیْ وَاِنْ کَانَ فِیْهِ خِیَارٌ فَهُوَ عَلٰی عَاقِلَةِ الَّذِیْ تَصِیْرُ لَهٗ، لِاَنَّهٗ اِنَّمَا اُنْزِلَ قَاتِلًا بِاعْتِبَارِ التَّقْصِیْرِ فِی الْحِفْظِ وَلَا یَجِبُ اِلَّا عَلٰی مَنْ لَهٗ وِلَایَةُ الْحِفْظِ، وَالْوِلَایَةُ تُسْتَفَادُ بِالْمِلْکِ وَلِهٰذَا کَانَتِ الدِّیَةُ عَلٰی عَاقِلَةِ صَاحِبِ الدَّارِ دُوْنَ الْمُوْدِعِ، وَالْمِلْکُ لِلْمُشْتَرِیْ قَبْلَ الْقَبْضِ فِی الْبَیْعِ الْبَاتِّ، وَفِی الْمَشْرُوْطِ فِیْهِ الْخِیَارُ یُعْتَبَرُ قَرَارُ الْمِلْکِ کَمَا فِیْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ .

وَلَهٗ اَنَّ الْقُدْرَةَ عَلَی الْحِفْظِ بِالْیَدِ لَا بِالْمِلْکِ ؛ اَلَا یَرٰی اَنَّهٗ یَقْتَدِرُ عَلَی الْحِفْظِ بِالْیَدِ دُوْنَ الْمِلْکِ وَلَا یَقْتَدِرُ بِالْمِلْکِ دُوْنَ الْیَدِ، وَفِی الْبَاتِّ الْیَدُ لِلْبَائِعِ قَبْلَ الْقَبْضِ، وَکَذَا فِیْمَا فِیْهِ الْخِیَارُ لِاَحَدِهِمَا قَبْلَ الْقَبْضِ، لِاَنَّهٗ دُوْنَ الْبَاتِّ، وَلَوْ کَانَ الْمَبِیْعُ فِیْ یَدِ الْمُشْتَرِیْ وَالْخِیَارُ لَهٗ فَهُوَ اَخَصُّ النَّاسِ بِهٖ تَصَرُّفًا، وَلَوْ کَانَ الْخِیَارُ لِلْبَائِعِ فَهُوَ فِیْ یَدِهٖ مَضْمُوْنٌ عَلَیْهِ بِالْقِیْمَةِ کَالْمَغْصُوْبِ فَتُعْتَبَرُ یَدُهٗ اِذْ بِهَا یَقْدِرُ عَلَی الْحِفْظِ .

فرمایا کہ جب خریدار نے کوئی مکان خریدا ہے اور ابھی تک اس میں قبضہ بھی نہیں کیا حتیٰ کہ اس میں کوئی مقتول پایا گیا ہے تو اب دیت بیچنے والے کی عاقلہ پر ہوگی۔ اور بیع عقد کرنے والوں میں سے کے لئے خیار کے طور پر ہے تو قبضے والے کی عاقلہ پر دیت ہوگی۔ اور یہ حکم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے جب بیع میں خیار نہ ہو تو دیت خریدار کی عاقلہ پر ہوگی۔ اور جب بیع میں خیار ہے تو دیت اس کی عاقلہ پر ہوگی جس کے لئے مکان ہے۔ کیونکہ حفاظت میں غفلت کے سبب اس کو مالک کے حکم میں سمجھ لیا جائے گا۔ کیونکہ ضمان اسی پر واجب ہوا کرتا ہے۔ جس کو حفاظت کی ولایت حاصل ہو۔ اور حفاظت کی ولایت سے ملکیت نے بنتی ہے۔ پس دیت گھر والے کی عاقلہ پر ہوگی۔ جبکہ مودع پر نہ ہوگی۔ اور بیع قطعی میں قبضے سے پہلے خریدار کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور بیع مشروط بہ خیار میں ملکیت کے اقرار کا اعتبار کیا جائے گا۔ جس طرح صدقہ فطر میں ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ حفاظت پر قدرت یہ قبضہ سے حاصل ہوتی ہے ملکیت سے حاصل ہونے والی نہیں

ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں ہے کہ انسان قبضہ کی ملکیت کے بغیر بھی حفاظت کر لیتا ہے۔ اور قبضے کے بغیر ملکیت پر قدرت پانے والا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بیع یقینی بیع سے کمتر ہے۔ اور جب مبیع خریدار کے قبضہ میں ہو اور خیار بھی اسی کو حاصل ہے۔ تو تصرف کے بارے میں لوگوں میں سے زیادہ خاص وہی ہوگا۔ اور جب خیار بیچنے والے کے لئے ہے تو بیع اس کے قبضہ میں مضمون علیہ بہ قیمت ہوگی جس طرح مغصوب ہے پس خریدار کے قبضہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ قبضہ کے سبب خریدار اس کی حفاظت پر قدرت رکھنے والا ہے۔

مقبوضہ مکان میں مقتول پائے جانے کے سبب دیت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ فِي يَدِهِ دَارٌ فَوُجِدَ فِيهَا قَتِيلٌ لَمْ تَعْقِلْهُ الْعَاقِلَةُ حَتّٰى تَشْهَدَ الشُّهُودُ أَنَّهَا لِلَّذِي فِي يَدِهِ) لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ الْمِلْكِ لِصَاحِبِ الْيَدِ حَتّٰى تَعْقِلَ الْعَوَاقِلُ عَنْهُ، وَالْيَدُ وَإِنْ كَانَتْ دَلِيلًا عَلَى الْمِلْكِ لٰكِنَّهَا مُحْتَمِلَةٌ فَلَا تَكْفِي لِإِيجَابِ الدِّيَةِ عَلَى الْعَاقِلَةِ كَمَا لَا تَكْفِي لِاسْتِحْقَاقِ الشُّفْعَةِ بِهِ فِي الدَّارِ الْمَشْفُوعَةِ فَلَا بُدَّ مِنْ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ ۔

فرمایا کہ جب کسی بندے کے قبضے میں مکان ہے اور اس میں کوئی مقتول ملا ہے تو اس کی عاقلہ پر دیت واجب نہ ہوگی حتیٰ کہ گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ یہ مکان اسی بندے کا ہے۔ جس کے قبضے میں ہے۔ کیونکہ قابض کے لئے ملکیت لازم ہے۔ اور عواقل اس کی جانب سے دیت ادا کر سکیں۔ اگر چہ قبضہ ملکیت کی دلیل ہے لیکن اس میں احتمال ہے۔ پس عاقلہ پر دیت واجب کرنے کے لئے قبضہ کافی نہ ہوگا جس طرح مشفوعہ مکان میں حق شفعہ ثابت کرنے کے لئے قبضہ کافی نہیں ہوتا۔ پس شہادت لازم ہے۔

کشتی میں مقتول کے سبب کشتی والوں پر قسامت ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ وُجِدَ قَتِيلٌ فِي سَفِينَةٍ فَالْقَسَامَةُ عَلَى مَنْ فِيهَا مِنَ الرُّكَّابِ وَالْمَلَّاحِينَ) لِأَنَّهَا فِي أَيْدِيهِمْ وَاللَّفْظُ يَشْمَلُ أَرْبَابَهَا حَتّٰى تَجِبَ عَلَى الْأَرْبَابِ الَّذِينَ فِيهَا وَعَلَى السُّكَّانِ، وَكَذَا عَلَى مَنْ يَمُدُّهَا وَالْمَالِكُ فِي ذٰلِكَ وَغَيْرُ الْمَالِكِ سَوَاءٌ، وَكَذَا الْعَجَلَةُ، وَهٰذَا عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ ظَاهِرٌ ۔

وَالْفَرْقُ لَهُمَا أَنَّ السَّفِينَةَ تُنْقَلُ وَتُحَوَّلُ فَيُعْتَبَرُ فِيهَا الْيَدُ دُونَ الْمِلْكِ كَمَا فِي الدَّابَّةِ، بِخِلَافِ الْمَحَلَّةِ وَالدَّارِ لِأَنَّهَا لَا تُنْقَلُ ۔

فرمایا کہ جب مقتول کسی کشتی میں پایا گیا ہے تو ان بندوں پر قسامت واجب ہوگی جس اس کشتی میں موجود ہیں۔ اور وہ سوار اور ملاح ہیں۔ اس لئے کہ کشتی ان کے قبضہ میں ہے اور یہاں پر حکم کشتی کے مالکان کو شامل ہے۔ پس یہاں قسامت بھی اس کے مالکان پر واجب ہو جائے گی۔ جو کشتی میں ہیں جو سکان پر واجب ہے۔ اور کشتی چلانے والوں پر واجب ہے۔ ور اس میں مالک

وغیر مالک سارے برابر ہیں۔اور بیل گاڑی کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق اسی طرح ظاہر ہے اور طرفین کے نزدیک فرق کا سبب یہ ہے کہ کشتی منتقل ہوتی ہے اور پھرتی رہتی ہے۔ پس اس میں قبضے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ملکیت کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح سواری میں ہوتا ہے۔ جبکہ محلے دار اور گھر میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ منتقل ہونے والے نہیں ہیں۔

محلے کی مسجد میں مقتول پائے جانے پر اہل محلہ پر قسامت ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ وُجِدَ فِي مَسْجِدِ مَحَلَّةٍ فَالْقَسَامَةُ عَلَى أَهْلِهَا) لِأَنَّ التَّدْبِيرَ فِيهِ إِلَيْهِمْ (وَإِنْ وُجِدَ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ أَوْ الشَّارِعِ الْأَعْظَمِ فَلَا قَسَامَةَ فِيهِ وَالدِّيَةُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ) لِأَنَّهُ لِلْعَامَّةِ لَا يَخْتَصُّ بِهِ وَاحِدٌ مِنْهُمْ، وَكَذَلِكَ الْجُسُورُ الْعَامَّةُ وَمَالُ بَيْتِ الْمَالِ مَالُ عَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ .

فرمایا کہ جب مقتول محلے کی مسجد میں پایا گیا ہے تو اہل محلہ پر قسامت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ مسجد کا انتظام وغیرہ یہ اہل محلہ کے ذمہ پر ہے۔ اور جب جامع مسجد یا عام راستے میں مقتول پایا گیا ہے تو اس میں قسامت نہ ہوگی اور بیت المال پر دیت ہوگی۔ کیونکہ یہ عوام کے لئے ہے اور کوئی بندہ ان میں خاص نہیں ہے۔ اور اسی طرح پل بھی عام ہے اور بیت المال بھی مسلمانوں کے لئے ہے۔

بازار میں پائے جانے والے مقتول کی دیت کا بیان

(وَلَوْ وُجِدَ فِي السُّوقِ إِنْ كَانَ مَمْلُوكًا) فَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ تَجِبُ عَلَى السُّكَّانِ وَعِنْدَهُمَا عَلَى الْمَالِكِ، (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَمْلُوكًا كَالشَّوَارِعِ الْعَامَّةِ الَّتِي بُنِيَتْ فِيهَا فَعَلَى بَيْتِ الْمَالِ) لِأَنَّهُ لِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ،

اور جب مقتول کسی بازار میں پایا گیا ہے اور وہ بازار کسی کا مملوک ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سکان پر دیت واجب ہوگی۔ طرفین کے نزدیک مالک پر دیت واجب ہوگی۔ اور جب وہ بازار مملوک نہیں ہے۔ جس طرح وہ عام راستے جن میں بازار بنائے جاتے ہیں۔ تو دیت بیت المال پر واجب ہوگی۔ کیونکہ یہ بازار عام مسلمانوں کا ہے۔

جیل میں مقتول پائے جانے پر بیت المال پر دیت ہونے کا بیان

(وَلَوْ وُجِدَ فِي السِّجْنِ فَالدِّيَةُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ، وَعَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ الدِّيَةُ وَالْقَسَامَةُ عَلَى أَهْلِ السِّجْنِ) لِأَنَّهُمْ سُكَّانٌ وَوِلَايَةُ التَّدْبِيرِ إِلَيْهِمْ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْقَتْلَ حَصَلَ مِنْهُمْ، وَهُمَا يَقُولَانِ : إِنَّ أَهْلَ السِّجْنِ مَقْهُورُونَ فَلَا يَتَنَاصَرُونَ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِمْ مَا يَجِبُ لِأَجْلِ النُّصْرَةِ،

وَلِاَنَّهُ بُنِيَ لِاسْتِيفَاءِ حُقُوقِ الْمُسْلِمِينَ، فَإِذَا كَانَ غُنْمُهُ يَعُودُ إِلَيْهِمْ فَغُرْمُهُ يَرْجِعُ عَلَيْهِمْ .
قَالُوْا : وَهٰذِهِ فُرَيْعَةُ الْمَالِكِ وَالسَّاكِنِ وَهِيَ مُخْتَلَفٌ فِيهَا بَيْنَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ

اور جب مقتول کسی قید خانے میں پایا گیا ہے۔ تو دیت بیت المال پر واجب ہوگی۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک دیت اور قسامت یہ دونوں قید خانے والوں پر ہوگی۔ کیونکہ اس میں وہی رہنے والے ہیں۔ اور تدبیر کی ولایت ان کو حاصل ہے۔ اور ظاہر بھی اسی طرح ہے۔ کہ قتل انہی کی جانب سے واقع ہوا ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ قید خانے والے مقہور ہیں۔ کیونکہ وہ مدد کرنے والے نہیں ہیں۔ پس حکم تو مدد کی وجہ سے واجب ہوتا ہے اور وہ ان سے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ قید خانہ مسلمانوں کے حقوق کی وصولی کے لئے بنایا جاتا ہے۔ پس اس کا نفع مسلمانوں کی جانب لوٹ کر آنے والا ہے۔ پس اس کا جرمانہ بھی انہی کی جانب لوٹ کر آئے گا۔

مشائخ فقہاء نے یہ بات کہی ہے کہ یہ مالک اور رہنے والے کی فرع ہے۔ اور مالک وساکن والا مسئلہ امام اعظم علیہ الرحمہ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے درمیان اختلافی ہے۔

خشکی کے قریب مقتول کا پایا جانا جہاں کوئی بستی نہ ہو

قَالَ (وَإِنْ وُجِدَ فِي بَرِّيَّةٍ لَيْسَ بِقُرْبِهَا عِمَارَةٌ فَهُوَ هَدَرٌ) وَتَفْسِيرُ الْقُرْبِ مَا ذَكَرْنَا مِنْ اسْتِمَاعِ الصَّوْتِ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ بِهٰذِهِ الْحَالَةِ لَا يَلْحَقُهُ الْغَوْثُ مِنْ غَيْرِهِ فَلَا يُوصَفُ أَحَدٌ بِالتَّقْصِيرِ، وَهٰذَا إِذَا لَمْ تَكُنْ مَمْلُوكَةً لِأَحَدٍ .أَمَّا إِذَا كَانَتْ فَالدِّيَةُ وَالْقَسَامَةُ عَلَى عَاقِلَتِهِ

فرمایا کہ جب مقتول کسی جنگل میں پایا گیا ہے۔ اور اس جنگل کے قریب کوئی آبادی نہیں ہے تو وہ معاف ہے اور قریب ہونے کا معنی وہی ہے جس ہم بیان کر آئے ہیں۔ یعنی آواز کو سننا ہے۔ کیونکہ جب مقتول اس حالت میں ہے تو اس کو دوسرے کی مدد نہ مل سکے گی۔ اور اب کوئی شخص قصور سے متصف نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے جب وہ جنگل کسی کی ملکیت نہ ہو اور جب کسی کی ملکیت میں ہے تو جنگل کے مالک پر اس کی عاقلہ پر قسامت ودیت واجب ہو جائے گی۔

دریائے فرات کے مقتول کا ہدر ہو جانے کا بیان

(وَإِنْ وُجِدَ بَيْنَ قَرْيَتَيْنِ كَانَ عَلَى أَقْرَبِهِمَا) وَقَدْ بَيَّنَّاهُ .(وَإِنْ وُجِدَ فِي وَسَطِ الْفُرَاتِ يَمُرُّ بِهِ الْمَاءُ فَهُوَ هَدَرٌ) لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي يَدِ أَحَدٍ وَلَا فِي مِلْكِهِ (وَإِنْ كَانَ مُحْتَبَسًا بِالشَّاطِئِ فَهُوَ عَلَى أَقْرَبِ الْقُرَى مِنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ) عَلَى التَّفْسِيرِ الَّذِي تَقَدَّمَ لِأَنَّهُ اخْتَصَّ بِنُصْرَةِ هٰذَا الْمَوْضِعِ فَهُوَ كَالْمَوْضُوعِ عَلَى الشَّطِّ وَالشَّطُّ فِي يَدِ مَنْ هُوَ أَقْرَبُ مِنْهُ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُمْ يَسْتَقُونَ مِنْهُ الْمَاءَ وَيُورِدُونَ بَهَائِمَهُمْ فِيهَا، بِخِلَافِ النَّهْرِ الَّذِي يَسْتَحِقُّ بِهِ الشُّفْعَةَ لِاخْتِصَاصِ أَهْلِهَا بِهِ

لِقِيَامِ يَدِهِمْ عَلَيْهِ فَتَكُونُ الْقَسَامَةُ وَالدِّيَةُ عَلَيْهِمْ

اور جب مقتول دو بستیوں کے درمیان پایا گیا ہے تو وہ قریبی پر ضمان واجب کرنے والا ہے جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے اور جب کوئی مقتول دریائے فرات میں درمیان میں پایا گیا ہے جو پانی بہا کر لے جا رہا تھا تو وہ ضائع ہو گیا ہے۔ کیونکہ فرات کسی قبضہ میں نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کسی ملکیت ہے۔

اور جب مقتول دریا کے کنارے میں پھنسا ہوا ہے۔ تو ضمان اس جگہ سے قریبی بستی والوں پر ہو گی۔ اسی معنی کے مطابق جس کو بیان کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کی مدد کے لئے وہی جگہ خاص ہے۔ پس وہ کنارے پر رکھے ہوئے شخص کی طرح ہے۔ اور کنارہ ان لوگوں کے قبضہ میں ہے جو اس کے قریب ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ وہی لوگ اس جگہ سے پانی بھرتے ہیں۔ اور وہاں پر اپنے جانوروں کو ... تے ہیں۔ بہ خلاف اس نہر کے جس کے سبب شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اہل شفعہ کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ اس پر قبضہ ہوتا ہے۔ پس دیت وقسامت بھی انہی پر لازم ہو جائے گی۔

مقتول کے ولی کا اہل محلّہ کے سوا کسی پر دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ ادَّعَى الْوَلِيُّ عَلَى وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْمَحَلَّةِ بِعَيْنِهِ لَمْ تَسْقُطْ الْقَسَامَةُ عَنْهُمْ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ وَذَكَرْنَا فِيهِ الْقِيَاسَ وَالِاسْتِحْسَانَ .

قَالَ (وَإِنْ ادَّعَى عَلَى وَاحِدٍ مِنْ غَيْرِهِمْ سَقَطَتْ عَنْهُمْ) وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ وَوَجْهُ الْفَرْقِ هُوَ أَنَّ وُجُوبَ الْقَسَامَةِ عَلَيْهِمْ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْقَاتِلَ مِنْهُمْ فَتَعْيِينُهُ وَاحِدًا مِنْهُمْ لَا يُنَافِي ابْتِدَاءَ الْأَمْرِ لِأَنَّهُ مِنْهُمْ بِخِلَافِ مَا إِذَا عَيَّنَ مِنْ غَيْرِهِمْ لِأَنَّ ذَلِكَ بَيَانُ أَنَّ الْقَاتِلَ لَيْسَ مِنْهُمْ، وَهُمْ إِنَّمَا يَغْرَمُونَ إِذَا كَانَ الْقَاتِلُ مِنْهُمْ لِكَوْنِهِمْ قَتَلَةً تَقْدِيرًا حَيْثُ لَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدِ الظَّالِمِ، وَلِأَنَّ أَهْلَ الْمَحَلَّةِ لَا يَغْرَمُونَ بِمُجَرَّدِ ظُهُورِ الْقَتِيلِ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ إِلَّا بِدَعْوَى الْوَلِيِّ، فَإِذَا ادَّعَى الْقَتْلَ عَلَى غَيْرِهِمْ امْتَنَعَ دَعْوَاهُ عَلَيْهِمْ وَسَقَطَ لِفَقْدِ شَرْطِهِ .

اور جب ولی مقتول نے اہل محلہ میں سے کسی معین بندے پر دعویٰ کیا ہے تب بھی اہل محلہ سے قسامت ساقط نہ ہو گی اور اس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کے بارے میں قیاس اور استحسان کو بھی ذکر کر آئے ہیں۔

اور جب مقتول کے ولی نے اہل محلّہ کے سوا کسی دوسرے پر دعویٰ کیا ہے تو قسامت اہل محلہ سے ساقط ہو جائے گی۔ اور اس میں فرق کی دلیل کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ ہے کہ اہل محلّہ پر قسامت کا وجوب یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قاتل ان میں سے ہے۔ پس ان میں کسی ایک کو معین کرنا یہ ابتدائی معاملے کی منافی نہیں ہے کیونکہ وہ انہی میں سے معین ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ولی نے ان کے سوا میں سے کسی کو معین کیا ہے کیونکہ اس سے بات واضح ہو گی کہ قاتل ان میں سے نہیں ہے۔ اور اہل محلہ اس وقت ضامن بنے گا جب قاتل ان میں سے ہو۔ کیونکہ وہ لوگ قاتل کو نہ پکڑنے کی وجہ سے حکمی طور پر قاتل ہیں۔ اور یہ بھی دلیل

ہے کہ اہل محلہ محض ولی مقتول کے دعویٰ کے بغیر اپنے درمیان مقتول کے ظاہر ہونے پر تاوان دینے والے نہیں ہیں۔ پس جب ولی نے ان کے سوا پر قتل کیا ہے۔ تو اہل محلہ سے اس کا حق دعویٰ ختم ہو چکا ہے۔ اور تاوان کی شرط کے ختم ہونے کے سبب تاوان بھی ختم ہو جائے گا۔

تلواروں سے لڑنے والی قوم کے درمیان مقتول کے پائے جانے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا الْتَقَى قَوْمٌ بِالسُّيُوفِ فَاَجْلَوْا عَنْ قَتِيلٍ فَهُوَ عَلٰى اَهْلِ الْمَحَلَّةِ) لِاَنَّ الْقَتِيلَ بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ وَالْحِفْظُ عَلَيْهِمْ (اِلَّا اَنْ يَدَّعِيَ الْاَوْلِيَاءُ عَلٰى اُولٰئِكَ اَوْ عَلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ بِعَيْنِهِ فَلَمْ يَكُنْ عَلٰى اَهْلِ الْمَحَلَّةِ شَيْءٌ) لِاَنَّ هٰذِهِ الدَّعْوَى تَضَمَّنَتْ بَرَاءَةَ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ عَنِ الْقَسَامَةِ. قَالَ (وَلَا عَلٰى اُولٰئِكَ حَتّٰى يُقِيمُوا الْبَيِّنَةَ) لِاَنَّ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوٰى لَا يَثْبُتُ الْحَقُّ لِلْحَدِيثِ الَّذِي رَوَيْنَاهُ، اَمَّا يَسْقُطُ بِهِ الْحَقُّ عَنْ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ لِاَنَّ قَوْلَهُ حُجَّةٌ عَلٰى نَفْسِهِ

فرمایا کہ جب کسی قوم کے بندے آپس میں تلواروں سے لڑ پڑے اس کے بعد وہ کسی مقتول میں میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں تو دیت کا وجوب اہل محلہ پر ہوگا۔ کیونکہ مقتول ان کے درمیان پایا گیا ہے۔ اور اس کی حفاظت کرنا بھی ان کے ذمہ پر تھی ہاں البتہ جب اولیاء لڑنے والوں پر یا ان میں سے کسی ایک معین آدمی پر دعویٰ کر دیں تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ دعویٰ قسامت سے اہل محلہ کو چھڑوانے متضمن ہے۔

اور قاتلوں پر دیت وقسامت اس وقت تک واجب نہ ہوگی جب تک اولیائے مقتول گواہی پیش نہ کریں۔ کیونکہ محض دعویٰ سے حق ثابت ہونے والا نہیں ہے۔ اسی حدیث کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ ہاں البتہ اس سے اہل محلہ کی ذمہ داری ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ مدعی کا قول اس پر دلیل ہے۔

مقتول کا کسی لشکر میں پائے جانے کا بیان

(وَلَوْ وُجِدَ قَتِيلٌ فِي مُعَسْكَرٍ اَقَامُوهُ بِفَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ لَا مِلْكَ لِاَحَدٍ فِيهَا، فَاِنْ وُجِدَ فِي خِبَاءٍ اَوْ فُسْطَاطٍ فَعَلٰى مَنْ يَسْكُنُهَا الدِّيَةُ وَالْقَسَامَةُ، وَاِنْ كَانَ خَارِجًا مِنَ الْفُسْطَاطِ فَعَلٰى اَقْرَبِ الْاَخْبِيَةِ) اعْتِبَارًا لِلْيَدِ عِنْدَ انْعِدَامِ الْمِلْكِ (وَاِنْ كَانَ الْقَوْمُ لَقُوا قِتَالًا وَوُجِدَ قَتِيلٌ بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ فَلَا قَسَامَةَ وَلَا دِيَةَ) لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ الْعَدُوَّ قَتَلَهُ فَكَانَ هَدَرًا، وَاِنْ لَمْ يَلْقَوْا عَدُوًّا فَعَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ (وَاِنْ كَانَ لِلْاَرْضِ مَالِكٌ فَالْعَسْكَرُ كَالسُّكَّانِ فَيَجِبُ عَلَى الْمَالِكِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ) خِلَافًا لِاَبِي يُوسُفَ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ.

قَالَ (وَاِذَا قَالَ الْمُسْتَحْلَفُ قَتَلَهُ فُلَانٌ اُسْتُحْلِفَ بِاللّٰهِ مَا قَتَلْتُ وَلَا عَرَفْتُ لَهُ قَاتِلًا غَيْرَ فُلَانٍ)

لِاَنَّهٗ يُرِيْدُ اِسْقَاطَ الْخُصُوْمَةِ عَنْ نَفْسِهٖ بِقَوْلِهٖ فَلَا يُقْبَلُ فَيَحْلِفُ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا، لِاَنَّهٗ لَمَّا اَقَرَّ بِالْقَتْلِ عَلٰى وَاحِدٍ صَارَ مُسْتَثْنًى عَنِ الْيَمِيْنِ فَبَقِيَ حُكْمُ مَنْ سِوَاهُ فَيَحْلِفُ عَلَيْهِ۔

اور جب مقتول کسی لشکر میں پایا گیا ہے اور لشکر ایسے میدان میں پناہ لیے ہوئے ہے جو کسی کی ملکیت میں نہیں ہے اور جب وہ مقتول کسی ڈیرے یا خیمے سے ملا ہے تو اس میں رہنے والوں پر دیت اور قسامت واجب ہو جائے گی۔ اور جب وہ اس ڈیرے سے باہر کسی جگہ پر ہے تو قریبی خیمے پر واجب ہوگی۔ کیونکہ ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے قبضے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور جب لشکر نے دشمن کے ساتھ لڑائی کی اور ان کے درمیان کوئی مقتول پایا گیا ہے تو قسامت و دیت واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ ظاہر اسی طرح ہے کہ اس کو دشمن نے قتل کیا ہے۔ پس یہ ضائع ہو جائے گا۔ اور جب لشکر نے دشمن سے کوئی لڑائی نہیں کی تو اس کی وہی تفصیل ہے۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب زمین کا کوئی مالک ہے تو لشکر رہنے والوں کے حکم میں ہوگا۔ پس امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر دیت واجب ہوگی۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جس شخص سے قسم لی جا رہی ہے وہ کہتا ہے مقتول کو فلاں شخص نے قتل کیا ہے۔ تو اس سے اس طرح قسم لی جائے گی کہ بہ خدا میں نے اس کو قتل نہیں کیا اور میں فلاں شخص کے سوا اس کے کسی قاتل کو نہیں جانتا۔ کیونکہ قسم اٹھانے والا اپنی اس بات کے ذریعے اپنی جان سے جھگڑے کو ساقط کرنے والا ہے۔ پس اس کا قول قبول نہ کیا جائے گا۔ اور ہماری بیان کردہ قسم کے مطابق وہ قسم اٹھائے گا۔ کیونکہ جب اس نے بندے کے خلاف قتل کا اقرار کیا ہے۔ تو مقر علیہ قسم سے استثناء میں ہو جائے گا۔ اور حکم اس کے سوا میں باقی رہ جائے گا۔ لہٰذا بقیہ پر وہ قسم اٹھائے گا۔

اہل محلہ کا دوسروں پر گواہی دینے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا شَهِدَ اثْنَانِ مِنْ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ عَلٰى رَجُلٍ مِنْ غَيْرِهِمْ اَنَّهٗ قَتَلَ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمَا) وَهٰكَذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: تُقْبَلُ لِاَنَّهُمْ كَانُوْا بِعَرْضِيَّةِ اَنْ يَصِيْرُوْا خُصَمَاءَ وَقَدْ بَطَلَتِ الْعَرْضِيَّةُ بِدَعْوَى الْوَلِيِّ الْقَتْلَ عَلٰى غَيْرِهِمْ فَتُقْبَلُ شَهَادَتُهُمْ كَالْوَكِيْلِ بِالْخُصُوْمَةِ اِذَا عُزِلَ قَبْلَ الْخُصُوْمَةِ۔

وَلَهٗ اَنَّهُمْ خُصَمَاءُ بِاِنْزَالِهِمْ قَاتِلِيْنَ لِلتَّقْصِيْرِ الصَّادِرِ مِنْهُمْ فَلَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمْ وَاِنْ خَرَجُوْا مِنْ جُمْلَةِ الْخُصُوْمِ كَالْوَصِيِّ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْوِصَايَةِ بَعْدَمَا قَبِلَهَا ثُمَّ شَهِدَ۔

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَعَلٰى هٰذَيْنِ الْاَصْلَيْنِ يَتَخَرَّجُ كَثِيْرٌ مِنَ الْمَسَائِلِ مِنْ هٰذَا الْجِنْسِ، قَالَ (وَلَوِ ادَّعٰى عَلٰى وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ بِعَيْنِهٖ فَشَهِدَ شَاهِدَانِ مِنْ اَهْلِهَا عَلَيْهِ لَمْ تُقْبَلِ الشَّهَادَةُ) لِاَنَّ الْخُصُوْمَةَ قَائِمَةٌ مَعَ الْكُلِّ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ وَالشَّاهِدُ يَقْطَعُهَا عَنْ نَفْسِهٖ فَكَانَ مُتَّهَمًا۔

وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ اَنَّ الشُّهُوْدَ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا یَزْدَادُوْنَ عَلٰی ذٰلِكَ لِاَنَّهُمْ اَخْبَرُوْا اَنَّهُمْ عَرَفُوا الْقَاتِلَ ۔

شرح: فرمایا کہ جب اہل محلّہ میں سے دو بندوں نے اپنے سوا کسی دوسرے شخص پر گواہی دی کہ اس نے مقتول کو قتل کیا ہے تو ان کی گواہی کو قبول نہ کیا جائے گا۔ اور یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ان کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ بھی خصم بننے میں زد میں ہیں۔ پس ولی کا ان کے سوا کسی اور پر دعویٰ کرنا یہ ان کے نشانہ بننے کو باطل کرنے والا ہے۔ پس ان کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔ جس طرح وکیل بہ خصومت میں ہوتا ہے کہ جب اس کو خصومت سے پہلے ہی معزول کر دیا جائے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے یہ لوگ بھی خصم ہیں۔ کیونکہ ان سے قصور ہونے کے سبب سے ان کو بھی قاتلوں کے حکم میں سمجھا گیا ہے پس ان کی گواہی کو قبول نہ کیا جائے گا۔ اگر چہ یہ فہرست خصوم سے خارج ہونے والے ہیں۔ جس طرح وصی ہے کہ جب اس کو وصایت قبول کرنے کے بعد اس کو خارج کر دیا جائے۔ اور اس کے بعد وہ گواہی دے اور مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان دونوں قوانین کے مطابق کئی مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔

اور جب مقتول کے ولی نے اہل محلّہ میں کسی معین بندے پر دعویٰ کیا ہے اور اس کے بعد اہل محلّہ کے دو گواہوں نے اس پر گواہی دے دی ہے تو ان کی گواہی کو قبول نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر خصومت قائم ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب گواہ اپنی ذات سے خصومت کو ختم کرنے والا ہے تو وہ تہمت زدہ ہوا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ گواہوں سے یہ قسم لی جائے گی۔ بہ خدا ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور وہ لوگ اس میں یہ زائد کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے اس بات کی اطلاع دی ہے کہ وہ قاتل کو پہچاننے والے ہیں۔

قبیلے میں زخمی ہونے والے شخص کی قسامت و دیت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ جُرِحَ فِیْ قَبِیْلَةٍ فَنُقِلَ اِلٰی اَهْلِهٖ فَمَاتَ مِنْ تِلْكَ الْجِرَاحَةِ، فَاِنْ كَانَ صَاحِبَ فِرَاشٍ حَتّٰی مَاتَ فَالْقَسَامَةُ وَالدِّیَةُ عَلَی الْقَبِیْلَةِ، وَهٰذَا قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ ۔

وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ : لَا قَسَامَةَ وَلَا دِیَةَ) لِاَنَّ الَّذِیْ حَصَلَ فِی الْقَبِیْلَةِ وَالْمَحَلَّةِ مَا دُوْنَ النَّفْسِ وَلَا قَسَامَةَ فِیْهِ، فَصَارَ كَمَا اِذَا لَمْ یَكُنْ صَاحِبَ فِرَاشٍ ۔

وَلَهٗ اَنَّ الْجُرْحَ اِذَا اتَّصَلَ بِهِ الْمَوْتُ صَارَ قَتْلًا وَلِهٰذَا وَجَبَ الْقِصَاصُ، فَاِنْ كَانَ صَاحِبَ فِرَاشٍ اُضِیْفَ اِلَیْهِ، وَاِنْ لَمْ یَكُنْ احْتَمَلَ اَنْ یَكُوْنَ الْمَوْتُ مِنْ غَیْرِ الْجُرْحِ فَلَا یَلْزَمُ بِالشَّكِّ ۔

(وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا مَعَهٗ جَرِیْحٌ بِهٖ رَمَقٌ حَمَلَهٗ اِنْسَانٌ اِلٰی اَهْلِهٖ فَمَكَثَ یَوْمًا اَوْ یَوْمَیْنِ ثُمَّ مَاتَ لَمْ یَضْمَنْ الَّذِیْ حَمَلَهٗ اِلٰی اَهْلِهٖ فِیْ قَوْلِ اَبِیْ یُوْسُفَ وَفِیْ قِیَاسِ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ یَضْمَنُ) لِاَنَّ

يَدَهُ بِمَنْزِلَةِ الْمَحَلَّةِ فَوُجُودُهُ جَرِيحًا فِيْ يَدِهِ كَوُجُودِهِ فِيْهَا، وَقَدْ ذَكَرْنَا وَجْهَيِ الْقَوْلَيْنِ فِيمَا قَبْلَهُ مِنْ مَسْأَلَةِ الْقَبِيلَةِ .

فرمایا کہ جب کوئی بندہ قبیلے میں زخمی ہوا ہے اور اس کے بعد اس کو اپنے اہل کی جانب منتقل کیا گیا ہے۔ اور وہ اسی زخم کے سبب فوت ہو گیا ہے۔ اور جب وہ شخص مرنے تک حالت چارپائی پر پڑا رہا ہے۔ تو اہل قبیلہ پر قسامت و دیت واجب ہے۔ اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قسامت و دیت نہ ہوگی۔ کیونکہ قبیلے یا محلے میں سے قتل واقع ہوا ہے وہ جان کے سوا میں ہے۔ اور نفس کے سوا میں قسامت نہیں ہوا کرتی۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ وہ بندہ صاحب فراش نہ تھا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جب موت زخم کے ساتھ متصل ہو اور وہ زخم قتل بن جائے تو قصاص واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب وہ صاحب فراش ہے تو قتل زخم کی جانب مضاف ہوگا۔ اور جب صاحب فراش نہیں ہے تو اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ موت زخم کے سوا سے واقع ہوئی ہے۔ پس شک کے سبب قسامت و دیت واجب نہ ہوگی۔

اور جب کوئی بندہ ایسا زخمی ہے کہ اس میں زندگی کی آخری رمق رہ گئی ہے اور کوئی بندہ اس کو اٹھا کر گھر لے گیا ہے اس کے بعد وہ شخص ایک دن تک زندہ رہا اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ اٹھا کر لے جانے والا بندہ ضامن نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول قیاس کے مطابق ہے کہ وہ شخص اس کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اٹھانے والے کا قبضہ محلے کے حکم میں ہے پس اٹھانے والے شخص کا زخم بھی اہل محلہ کے زخم کی مانند ہوگا۔ اور اس سے پہلے قبیلہ والے مسئلہ کے اندر ہم ان دونوں اقوال کے دلائل کو بیان کر آئے ہیں۔

اپنے گھریلو مقتول کی دیت عاقلہ میں فقہی اختلاف کا بیان

(وَلَوْ وُجِدَ رَجُلٌ قَتِيلًا فِيْ دَارِ نَفْسِهِ فَدِيَتُهُ عَلَى عَاقِلَتِهِ لِوَرَثَتِهِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيفَةَ . وَقَالَ اَبُوْ يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَزُفَرُ لَا شَيْءَ فِيهِ) لِاَنَّ الدَّارَ فِيْ يَدِهِ حِينَ وُجِدَ الْجَرِيحُ فَيُجْعَلُ كَاَنَّهُ قَتَلَ نَفْسَهُ فَيَكُونُ هَدَرًا .

وَلَهُ اَنَّ الْقَسَامَةَ اِنَّمَا تَجِبُ بِنَاءً عَلَى ظُهُورِ الْقَتْلِ، وَلِهٰذَا لَا يَدْخُلُ فِي الدِّيَةِ مَنْ مَاتَ قَبْلَ ذٰلِكَ، وَحَالَ ظُهُورِ الْقَتْلِ الدَّارُ لِلْوَرَثَةِ فَتَجِبُ عَلَى عَاقِلَتِهِمْ، بِخِلَافِ الْمُكَاتَبِ اِذَا وُجِدَ قَتِيلًا فِيْ دَارِ نَفْسِهِ لِاَنَّ حَالَ ظُهُورِ قَتْلِهِ بَقِيَتْ الدَّارُ عَلَى حُكْمِ مِلْكِهِ فَيَصِيرُ كَاَنَّهُ قَتَلَ نَفْسَهُ فَيُهْدَرُ دَمُهُ .

(وَلَوْ اَنَّ رَجُلَيْنِ كَانَا فِيْ بَيْتٍ وَلَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ فَوُجِدَ اَحَدُهُمَا مَذْبُوحًا، قَالَ اَبُوْ يُوسُفَ :

يَضْمَنُ الْآخَرُ الدِّيَةَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَا يَضْمَنُهُ) لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ قَتَلَ نَفْسَهُ فَكَانَ التَّوَهُّمُ . وَيَحْتَمِلُ أَنَّهُ قَتَلَهُ الْآخَرُ فَلَا يَضْمَنُهُ بِالشَّكِّ .

وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يَقْتُلُ نَفْسَهُ فَكَانَ التَّوَهُّمُ سَاقِطًا كَمَا إِذَا وُجِدَ قَتِيلٌ فِي مَحَلَّةٍ .

اور جب کوئی بندہ اپنے گھر میں مقتول پایا گیا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی دیت اس کی عاقلہ پر واجب ہوگی جو اس کے وارثوں کو مل جائے گی۔

حضرت امام ابو یوسف امام محمد اور امام زفر علیہم الرحمہ کے نزدیک کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ جس وقت زخم پایا گیا ہے اس وقت وہ مکان اسی بندے کے قبضے میں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ گویا اس نے خودکشی کی ہے پس اس کا خون معاف ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ قسامت کا ظاہر ہونا یہ قتل کے سبب واجب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ شخص دیت میں داخل نہیں ہوتا۔ اور جو بندہ قتل ظاہر ہونے سے پہلے فوت ہو جائے وہ قتل کے ظاہر ہونے کے وقت گھر کا وارث ہے۔ پس دیت بھی انہی کی عاقلہ پر واجب ہوگی۔ جبکہ مکاتب میں ایسا نہیں ہے۔ کہ جب وہ اپنے گھر میں مقتول پایا جائے کیونکہ قتل کے ظاہر ہونے کے وقت مکان اس کی ملکیت میں ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب اس نے خودکشی کی ہے پس اس کا خون معاف ہو جائے گا۔

اور جب ایک مکان میں دو بندے ہیں اور اس کے ساتھ کوئی تیسرا شخص نہیں ہے اور ان میں سے ایک بندہ ذبح ہوا پڑا ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ دوسرا بندہ دیت کا ضامن ہوگا جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ دوسرا بندہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے خودکشی کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرے شخص نے اس کو قتل کیا ہے پس شک کے سبب دوسرا ضامن نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ظاہر تو یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو قتل نہ کرے گا۔ پس وہم ساقط ہو جائے گا۔ جس طرح جب کوئی محلے میں مقتول پایا جائے۔

عورت کے دیہات میں مقتول کے پائے جانے کا بیان

(وَلَوْ وُجِدَ قَتِيلٌ فِي قَرْيَةٍ لِامْرَأَةٍ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ عَلَيْهَا الْقَسَامَةُ تُكَرَّرُ عَلَيْهَا الْأَيْمَانُ، وَالدِّيَةُ عَلَى عَاقِلَتِهَا أَقْرَبُ الْقَبَائِلِ إِلَيْهَا فِي النَّسَبِ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: عَلَى الْعَاقِلَةِ أَيْضًا) لِأَنَّ الْقَسَامَةَ إِنَّمَا تَجِبُ عَلَى مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النُّصْرَةِ وَالْمَرْأَةُ لَيْسَتْ مِنْ أَهْلِهَا فَأَشْبَهَتْ الصَّبِيَّ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْقَسَامَةَ لِنَفْيِ التُّهْمَةِ وَتُهْمَةُ الْقَتْلِ مِنْ الْمَرْأَةِ مُتَحَقِّقَةٌ .

قَالَ الْمُتَأَخِّرُونَ: إِنَّ الْمَرْأَةَ تَدْخُلُ مَعَ الْعَاقِلَةِ فِي التَّحَمُّلِ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ لِأَنَّا أَنْزَلْنَاهَا قَاتِلَةً وَالْقَاتِلُ يُشَارِكُ الْعَاقِلَةَ .

(وَلَوْ وُجِدَ رَجُلٌ قَتِيلًا فِي أَرْضِ رَجُلٍ إِلَى جَانِبِ قَرْيَةٍ لَيْسَ صَاحِبُ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِهَا، قَالَ . هُوَ عَلَى صَاحِبِ الْأَرْضِ) لِأَنَّهُ أَحَقُّ بِنُصْرَةِ أَرْضِهِ مِنْ أَهْلِ الْقَرْيَةِ .

اور جب کسی عورت کے دیہات میں کوئی مقتول پایا گیا ہے تو طرفین کے نزدیک قسامت عورت پر واجب ہوگی۔ اور اس پر قسموں کو مکرر کیا جائے گا۔ اور دیت عورت کی عاقلہ پر واجب ہوگی۔ جو نسب کے اعتبار سے عورت کے قبیلے کے قریب ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عاقلہ پر قسامت واجب ہوگی۔ کیونکہ قسامت اس پر واجب ہوا کرتی ہے جو اہل مدد میں سے ہو۔ جبکہ عورت اہل مدد میں سے نہیں ہے۔ پس یہ بچے کے مشابہ ہو جائے گی۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ قسامت تہمت کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہے اور جب عورت کی جانب سے قتل کی تہمت ثابت ہو چکی ہے۔ جبکہ متاخرین فقہاء نے کہا ہے کہ دیت اٹھانے میں عورت کی عاقلہ عورت کے ساتھ شامل ہوگی۔ کیونکہ نے اس کو قاتل سمجھ رکھا ہے۔ اور قاتل عاقلہ کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔

اور جب کوئی شخص دیہات کے کنارے پر واقع کسی بندے کی زمین میں مقتول پایا گیا ہے اور زمین والا اس دیہات میں رہنے والا نہیں ہے۔ تب بھی زمین والے پر دیت واجب ہوگی۔ کیونکہ بستی والوں کی بہ نسبت زمین والا اس کی مدد کرنے میں زیادہ حق رکھنے والا ہے۔

كِتَابُ الْمَعَاقِلِ

﴿یہ کتاب معاقل کے بیان میں ہے﴾

کتاب معاقل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب معاقل کو ذکر کیا ہے۔ کیونکہ جو قتل خطاء کو موجب یعنی دیت ہے وہ عاقلہ پر ہوتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ یہ پہچان کرائی جائے کہ وہ عاقلہ کون ہیں۔ پس ان کو جاننے کے لئے مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب معاقل کو بیان کیا ہے اور اس سے متعلق احکام کو بیان کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب معاقل، بیروت)

معاقل کے مفہوم کا بیان

الْمَعَاقِلُ جَمْعُ مَعْقُلَةٍ، وَهِيَ الدِّيَةُ، وَتُسَمَّى الدِّيَةُ عَقْلًا لِأَنَّهَا تَعْقِلُ الدِّمَاءَ مِنْ أَنْ تُسْفَكَ: أَيْ تُمْسِكُ.

اور معاقل یہ معقلہ کی جمع ہے اور وہ دیت ہے اور دیت کا نام عقل رکھا گیا ہے کیونکہ یہ خونوں کو باندھنے والی ہے یعنی اس سے روک دینے والی ہے۔

قتل شبہ عمد وخطاء میں وجوب دیت کا بیان

قَالَ (وَالدِّيَةُ فِي شِبْهِ الْعَمْدِ وَالْخَطَإِ، وَكُلُّ دِيَةٍ تَجِبُ بِنَفْسِ الْقَتْلِ عَلَى الْعَاقِلَةِ، وَالْعَاقِلَةُ الَّذِينَ يَعْقِلُونَ) يَعْنِي يُؤَدُّونَ الْعَقْلَ وَهُوَ الدِّيَةُ، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الدِّيَاتِ.

وَالْأَصْلُ فِي وُجُوبِهَا عَلَى الْعَاقِلَةِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ حَمَلِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِلْأَوْلِيَاءِ (قُومُوا فَدُوهُ) وَلِأَنَّ النَّفْسَ مُحْتَرَمَةٌ لَا وَجْهَ إِلَى الْإِهْدَارِ وَالْخَاطِئُ مَعْذُورٌ، وَكَذَا الَّذِي تَوَلَّى شِبْهَ الْعَمْدِ نَظَرًا إِلَى الْآلَةِ فَلَا وَجْهَ إِلَى إِيجَابِ الْعُقُوبَةِ عَلَيْهِ، وَفِي إِيجَابِ مَالٍ عَظِيمٍ إِجْحَافُهُ وَاسْتِئْصَالُهُ فَيَصِيرُ عُقُوبَةً فَضَمَّ إِلَيْهِ الْعَاقِلَةَ تَحْقِيقًا لِلتَّخْفِيفِ.

وَإِنَّمَا خُصُّوا بِالضَّمِّ لِأَنَّهُ إِنَّمَا قَصَّرَ لِقُوَّةٍ فِيهِ وَتِلْكَ بِأَنْصَارِهِ وَهُمْ الْعَاقِلَةُ فَكَانُوا هُمْ الْمُقَصِّرِينَ فِي تَرْكِهِمْ مُرَاقَبَتَهُ فَخُصُّوا بِهِ.

قتل شبہ عمد اور قتل خطاء میں دیت ہوگی اور ہر وہ دیت جو نفس قتل کی وجہ سے واجب ہوتی ہے۔ وہ عاقلہ پر ہوتی ہے۔ اور عاقلہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو دیت کو ادا کرتے ہیں۔ اور اس کو ہم کتاب دیات میں بیان کر آئے ہیں۔ اور عاقلہ پر دیت واجب ہونے میں دلیل نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ جو آپ ﷺ نے حضرت حمل بن مالک رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ان کے اولیاء سے فرمایا تھا کہ تم جاؤ اور اس کی دیت ادا کرو۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ جان محترم ہے جس کو ضائع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور خطاء کرنے والا معذور ہے اور شبہ عمد والے کو بھی آلے کا اعتبار کرتے ہوئے معذور سمجھیں گے۔ پس ان پر سزا واجب کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ جبکہ زیادہ مال واجب کرنے میں اس کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔ اور وہ اس کی ہلاکت ہے۔ کیونکہ جب یہ سزا ہو جائے گی۔ پس آسانی کو ثابت کرنے کے لئے اس کے ساتھ عاقلہ کو ملا دیا جائے گا۔ اور عاقلہ کو ملانے کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ کیونکہ قاتل نے اپنی طاقت کی بناء کو غفلت کی ہے۔ یہ طاقت اس کو اپنے مددگاروں سے ملی ہے۔ اور عاقلہ اس کی معاون ہے۔ پس عاقلہ ہی اس کی نگرانی کو چھوڑتے ہوئے غفلت کرنے والی ہے۔ کیونکہ ملانے کے ساتھ یہی لوگ خاص ہیں۔

عاقلہ و قاتل دونوں کا اہل دیوان سے ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْعَاقِلَةُ اَهْلُ الدِّيْوَانِ اِنْ كَانَ الْقَاتِلُ مِنْ اَهْلِ الدِّيْوَانِ يُؤْخَذُ مِنْ عَطَايَاهُمْ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ) وَاَهْلُ الدِّيْوَانِ اَهْلُ الرَّايَاتِ وَهُمُ الْجَيْشُ الَّذِيْنَ كُتِبَتْ اَسَامِيْهِمْ فِي الدِّيْوَانِ وَهٰذَا عِنْدَنَا .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : الدِّيَةُ عَلٰى اَهْلِ الْعَشِيْرَةِ لِاَنَّهُ كَانَ كَذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَلَا نَسْخَ بَعْدَهُ وَلِاَنَّهُ صِلَةٌ وَالْاَوْلٰى بِهَا الْاَقَارِبُ .

وَلَنَا قَضِيَّةُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاِنَّهُ لَمَّا دَوَّنَ الدَّوَاوِيْنَ جَعَلَ الْعَقْلَ عَلٰى اَهْلِ الدِّيْوَانِ، وَكَانَ ذٰلِكَ بِمَحْضَرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ مِنْهُمْ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ بِنَسْخٍ بَلْ هُوَ تَقْرِيْرُ مَعْنًى لِاَنَّ الْعَقْلَ كَانَ عَلٰى اَهْلِ النُّصْرَةِ وَقَدْ كَانَتْ بِاَنْوَاعٍ : بِالْقَرَابَةِ وَالْحِلْفِ وَالْوَلَاءِ وَالْعَدِّ .

وَفِيْ عَهْدِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدْ صَارَتْ بِالدِّيْوَانِ فَجَعَلَهَا عَلٰى اَهْلِهِ اتِّبَاعًا لِلْمَعْنٰى وَلِهٰذَا قَالُوْا : لَوْ كَانَ الْيَوْمَ قَوْمٌ تَنَاصُرُهُمْ بِالْحِرَفِ فَعَاقِلَتُهُمْ اَهْلُ الْحِرْفَةِ، وَاِنْ كَانَ بِالْحِلْفِ فَاَهْلُهُ وَالدِّيَةُ صِلَةٌ كَمَا قَالَ، لٰكِنَّ اِيْجَابَهَا فِيْمَا هُوَ صِلَةٌ وَهُوَ الْعَطَاءُ اَوْلٰى مِنْهُ فِيْ اُصُوْلِ اَمْوَالِهِمْ، وَالتَّقْدِيْرُ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ مَرْوِيٌّ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَمَحْكِيٌّ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْہُ، وَلِأَنَّ الْأَخْذَ مِنَ الْعَطَاءِ لِلتَّخْفِيفِ وَالْعَطَاءُ يَخْرُجُ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً (فَإِنْ خَرَجَتْ الْعَطَايَا فِي أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ سِنِينَ أَوْ أَقَلَّ أُخِذَ مِنْهَا) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ وَتَأْوِيلُهُ إِذَا كَانَتْ الْعَطَايَا لِلسِّنِينَ الْمُسْتَقْبَلَةِ بَعْدَ الْقَضَاءِ، حَتَّى لَوْ اجْتَمَعَتْ فِي السِّنِينَ الْمَاضِيَةِ قَبْلَ الْقَضَاءِ ثُمَّ خَرَجَتْ بَعْدَ الْقَضَاءِ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا لِأَنَّ الْوُجُوبَ بِالْقَضَاءِ عَلَى مَا نُبَيِّنُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

فرمایا کہ عاقلہ اہل دیوان ہے اور جب قاتل بھی اہل دیوان سے ہے تو ان کے عطا کردہ میں سے تین سالوں میں دیت وصول کی جائے گی۔ اور اہل دیوان جھنڈے والے ہیں۔ اور وہ لشکری ہیں۔ جن کے نام رجسٹروں میں درج ہیں۔ اور یہ حکم ہمارے نزدیک ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ دیت خاندان والوں پر واجب ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں اسی طرح ہوتا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منسوخ ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ کیونکہ دیت صلہ ہے۔ اور صلے کے زیادہ لائق قریبی ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا ہے۔ پس جب آپ نے رجسٹر بنوایا تو دیت کو اہل دیوان پر مقرر کر دیا ہے۔ اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کیا تھا۔ اور ان میں سے کسی نے بھی اس پر انکار نہ کیا پس یہ بھی منسوخ نہ ہوگا بلکہ حکمی طور پر ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ دیت اہل معاونت پر واجب ہے۔ اور مدد کی مختلف صورتیں ہیں۔ خواہ وہ سبب قرابت کا ہو معاہدے کا ہو یا ولاء کا ہو یا شمار کرنے کا ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں دیوانوں کے ساتھ مدد ہوگئی تھی۔ پس حکمی طور پر اتباع کرتے ہوئے آپ نے اہل دیوان پر دیت کو لازم کیا ہے۔

فقہاء نے یہ بات کہی ہے کہ اگر آج کسی قسم کا تناصر پیشہ کے سبب ہے تو اس کی عاقلہ اہل پیشہ ہوں گے۔ اور جب تناصر معاہدہ کی وجہ سے ہے۔ تو اس کی عاقلہ اہل معاہدہ ہوں گے۔ اور دیت صلہ ہے۔ مگر اس کو مال میں واجب کرنے سے جو صدہ ہے اس مال میں واجب کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ جو ان کے اصلی اموال ہیں۔

اور اس میں تین سال کا تقرر یہ حدیث سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ عطایا کو وصول کرنا آسانی کے سبب سے ہے۔ اور عطا سال میں ایک دفعہ نکالی جاتی ہے۔

اور جب عطایا تین سالوں سے زیادہ یا کم میں نکلی ہیں۔ تو مقصد حاصل کرنے کے لئے جتنی بھی دیت عطایا سے وصول کی جائے گی امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ قاضی کے فیصلہ کے بعد جب آئندہ سالوں کی عطایا ہے حتیٰ کہ قاضی کے فیصلے سے پہلے گزشتہ سالوں کی عطایا جمع ہیں۔ اور پھر قاضی کے فیصلہ کے بعد بھی نکلی ہیں۔ تو ان سے دیت نہ لی جائے گی۔ کیونکہ اب وجوب قضاء کے سبب سے ہے۔ اسی تفصیل کے مطابق جس کو ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

قاتل کے لئے ایک سال کی تین عطاؤں کا بیان

وَلَوْ خَرَجَ لِلْقَاتِلِ ثَلَاثُ عَطَايَا فِيْ سَنَةٍ وَاحِدَةٍ مَعْنَاهُ فِي الْمُسْتَقْبِلِ يُؤْخَذُ مِنْهَا كُلُّ الدِّيَةِ لِمَا ذَكَرْنَا، وَإِذَا كَانَ جَمِيْعُ الدِّيَةِ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ فَكُلُّ ثُلُثٍ مِنْهَا فِيْ سَنَةٍ، وَإِنْ كَانَ الْوَاجِبُ بِالْعَقْلِ ثُلُثَ دِيَةِ النَّفْسِ أَوْ أَقَلَّ كَانَ فِيْ سَنَةٍ وَاحِدَةٍ وَمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ إِلٰى تَمَامِ الثُّلُثَيْنِ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ، وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ إِلٰى تَمَامِ الدِّيَةِ فِي السَّنَةِ الثَّالِثَةِ ۔وَمَا وَجَبَ عَلَى الْعَاقِلَةِ مِنَ الدِّيَةِ أَوْ عَلَى الْقَاتِلِ بِأَنْ قَتَلَ الْأَبُ ابْنَهُ عَمْدًا فَهُوَ فِيْ مَالِهِ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ ۔وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : وَمَا وَجَبَ عَلَى الْقَاتِلِ فِيْ مَالِهِ فَهُوَ حَالٌّ، لِأَنَّ التَّأْجِيلَ لِلتَّخْفِيفِ لِتَحَمُّلِ الْعَاقِلَةِ فَلَا يَلْحَقُ بِهِ الْعَمْدُ الْمَحْضُ ۔وَلَنَا أَنَّ الْقِيَاسَ يَأْبَاهُ وَالشَّرْعَ وَرَدَ بِهِ مُؤَجَّلًا فَلَا يَتَعَدَّاهُ ۔

اور جب قاتل کے لئے ایک سال میں تین عطائیں نکلی ہیں۔تو ان میں سے پوری دیت لی جائے گی۔اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔اور جب پوری دیت تین سالوں میں ہے تو دیت کا تہائی ایک سال میں ہوگا اور جب واجب بہ فعل جان کی تہائی دیت ہو یا اس سے کم ہے تو وہ ایک سال میں ادا کی جائے گی۔اور ایک تہائی سے لے کر دو تہائی تک جتنی مقدار زیادہ ہے وہ دوسرے سال میں ہوگی۔اور جو اس سے بھی زیادہ ہے وہ پوری ہونے تک تیسرے سال میں ہوگی۔

اور جو دیت عاقلہ پر واجب ہے یا قاتل پر واجب ہے اور وہ اس طرح ہو کہ جب باپ نے اپنے بیٹے کو بطور عمد قتل کر دیا ہے تو ہمارے نزدیک قاتل کے مال میں تین سالوں میں دیت واجب ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قاتل کے مال میں واجب ہونے والی دیت اسی وقت واجب ہو جائے گی کیونکہ عاقلہ کے اٹھانے کے سبب آسانی جلدی کی بناء پر ہے پس محض عمد کو اس کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قیاس مال کو واجب کرنے میں انکاری ہے۔اور شریعت مال کو مؤجل کرنے کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ پس یہ وجوب جس پر شریعت وارد ہوئی ہے اس سے بڑھنے والا نہ ہوگا۔

دس بندوں کا ایک بندے کو بطور خطاء قتل کرنے کا بیان

وَلَوْ قَتَلَ عَشَرَةٌ رَجُلًا خَطَأً فَعَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ عُشْرُ الدِّيَةِ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ اعْتِبَارًا لِلْجُزْءِ بِالْكُلِّ إِذْ هُوَ بَدَلُ النَّفْسِ، وَإِنَّمَا يُعْتَبَرُ مُدَّةُ ثَلَاثِ سِنِيْنَ مِنْ وَقْتِ الْقَضَاءِ بِالدِّيَةِ لِأَنَّ الْوَاجِبَ الْأَصْلِيَّ الْمِثْلُ وَالتَّحَوُّلَ إِلَى الْقِيمَةِ بِالْقَضَاءِ فَيُعْتَبَرُ ابْتِدَاؤُهَا مِنْ وَقْتِهِ كَمَا فِيْ وَلَدِ الْمَغْرُوْرِ

اور جب کسی شخص کو دس بندوں نے بطور خطاء قتل کیا ہے تو ان میں سے ہر ایک پر تین سالوں میں دیت کا دسواں

حصہ واجب ہوگا کیونکہ جز کو کل پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ یہ جان کا بدلہ ہے۔ اور تین سالوں کی مدت قضاء کو دیت کے وقت سے اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں واجب اصلی مثل ہوتا ہے۔ جبکہ قیمت کی جانب منتقل ہونا یہ قضاء کے ذریعے سے ہے۔ پس مدت کی ابتداء وقت قضاء سے اعتبار کی جائے گی۔ جس طرح دھوکے والے بچے میں ہے۔

اہل دیوان نہ ہونے والوں کے قبیلے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ اَهْلِ الدِّيْوَانِ فَعَاقِلَتُهُ قَبِيْلَتُهُ) لِاَنَّ نُصْرَتَهُ بِهِمْ وَهِيَ الْمُعْتَبَرَةُ فِي التَّعَاقُلِ .قَالَ (وَتُقْسَمُ عَلَيْهِمْ فِي ثَلَاثِ سِنِيْنَ لَا يُزَادُ الْوَاحِدُ عَلٰى اَرْبَعَةِ دَرَاهِمَ فِي كُلِّ سَنَةٍ وَيَنْقُصُ مِنْهَا) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : كَذَا ذَكَرَهُ الْقُدُوْرِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي مُخْتَصَرِهِ، وَهٰذَا اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهُ يُزَادُ عَلٰى اَرْبَعَةٍ مِنْ جَمِيْعِ الدِّيَةِ، وَقَدْ نَصَّ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلٰى اَنَّهُ لَا يُزَادُ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ جَمِيْعِ الدِّيَةِ فِي ثَلَاثِ سِنِيْنَ عَلٰى ثَلَاثَةٍ اَوْ اَرْبَعَةٍ فَلَا يُؤْخَذُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ فِي كُلِّ سَنَةٍ اِلَّا دِرْهَمٌ اَوْ دِرْهَمٌ وَثُلُثُ دِرْهَمٍ وَهُوَ الْاَصَحُّ .

فرمایا کہ جو لوگ اہل دیوان میں سے نہیں ہیں تو ان کا قبیلہ ان کی عاقلہ ہے۔ کیونکہ ان کی مدد انہی سے ہوتی ہے اور عاقلہ میں صرف مدد کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور قبیلے والوں پر دیت کو تین سالوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور ایک سال میں ایک شخص سے چار ہزار دراہم سے زیادہ وصولی نہ کی جائے گی۔ البتہ چار سے کم ہو سکتی ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ امام قدوری علیہ الرحمہ نے اپنی مختصر میں اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور یہ اس حکم کی جانب اشارہ ہے۔ کہ پوری دیت میں سے چار دراہم کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ پوری دیت میں سے ایک شخص پر تین سالوں میں تین یا چار دراہم کا اضافہ نہ کیا جائے گا۔ پس ہر ایک ہر سال ایک درہ یا اس سے تہائی درہم لیا جائے گا اور زیادہ صحیح یہی ہے۔

اہل قبیلہ کو وسیع نہ ہونے پر دوسرے قریب والوں کو ساتھ ملانے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ لَمْ يَكُنْ تَتَّسِعُ الْقَبِيْلَةُ لِذٰلِكَ ضُمَّ اِلَيْهِمْ اَقْرَبُ الْقَبَائِلِ) مَعْنَاهُ . نَسَبًا كُلُّ ذٰلِكَ لِمَعْنَى التَّخْفِيْفِ وَيُضَمُّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْعَصَبَاتِ : الْاِخْوَةُ ثُمَّ بَنُوْهُمْ، ثُمَّ الْاَعْمَامُ ثُمَّ بَنُوْهُمْ .

وَاَمَّا الْاٰبَاءُ وَالْاَبْنَاءُ فَقِيْلَ يَدْخُلُوْنَ لِقُرْبِهِمْ، وَقِيْلَ لَا يَدْخُلُوْنَ لِاَنَّ الضَّمَّ لِنَفْيِ الْحَرَجِ حَتّٰى لَا يُصِيْبَ كُلَّ وَاحِدٍ اَكْثَرُ مِنْ ثَلَاثَةٍ اَوْ اَرْبَعَةٍ، وَهٰذَا الْمَعْنٰى اِنَّمَا يَتَحَقَّقُ عِنْدَ الْكَثْرَةِ وَالْاٰبَاءُ وَالْاَبْنَاءُ لَا يَكْثُرُوْنَ، وَعَلٰى هٰذَا حُكْمُ الرَّايَاتِ اِذَا لَمْ يَتَّسِعْ لِذٰلِكَ اَهْلُ رَايَةٍ ضُمَّ اِلَيْهِمْ

اَقْرَبُ الرَّايَاتِ : يَعْنِي اَقْرَبَهُمْ نُصْرَةً إِذَا حَزَبَهُمْ اَمْرٌ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ، وَيُفَوِّضُ ذٰلِكَ إِلَى الْإِمَامِ لِاَنَّهُ هُوَ الْعَالِمُ بِهِ، ثُمَّ هٰذَا كُلُّهُ عِنْدَنَا، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَجِبُ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ نِصْفُ دِينَارٍ فَيَسْتَوِي بَيْنَ الْكُلِّ لِاَنَّهُ صِلَةٌ فَيُعْتَبَرُ بِالزَّكَاةِ وَاَدْنَاهَا ذٰلِكَ اِذْ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ عِنْدَهُمْ نِصْفُ دِينَارٍ، وَلٰكِنَّا نَقُولُ : هِيَ اَحَطُّ رُتْبَةً مِنْهَا ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّهَا لَا تُؤْخَذُ مِنْ اَصْلِ الْمَالِ فَيُنْتَقَصُ مِنْهَا تَحْقِيقًا لِزِيَادَةِ التَّخْفِيفِ .

فرمایا کہ جب اہل قبیلہ زیادہ وسیع نہیں ہیں تو ان کے قریب ترین قبائل کو شامل کر لیا جائے گا یعنی وہ قبیلہ جو نسب کے اعتبار سے قریبی ہے۔ اور یہ حکم آسانی کی وجہ سے ہے اور اس میں عصبات کی ترتیب کے مطابق اقرب سے اقرب کو ملایا جائے گا۔ پس سب سے پہلے بھائی ہیں اور اس کے بعد بھتیجے ہیں اور اس کے بعد چچا زاد کزن ہیں۔ جبکہ باپ اور بیٹے جو ہیں تو ایک قول کے مطابق وہ بھی قرابت کے سبب عاقلہ میں داخل ہوں گے۔ جبکہ دوسرے قول کے مطابق وہ داخل نہ ہوں گے۔ کیونکہ ملانا یہ حرج کو دور کرنے کے سبب سے ہے۔ تا کہ ہر ایک کو تین یا چار سے زائد نہ پہنچ سکے۔ اور یہ معنی کثرت کے وقت ثابت ہونے والا ہے۔ اور آباء و ابناء یہ کثیر نہیں ہوا کرتے۔ اور اہل رایات نے یہی حکم دیا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ایک جھنڈے والے دیت ادا کرنے میں کفایت کرنے والے نہ ہوں۔ تو پھر ان کے ساتھ قریب ترین جھنڈے والوں کو ملایا جائے گا۔ یعنی جو لوگ مدد کرنے میں ان کے سب زیادہ قریب ہیں۔ اور جب انہیں کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو پھر اسی طرح قریب سے قریب کو ملاتے جائیں گے، اور ان کو حاکم کے سپرد کر دیا جائے گا۔ کیونکہ امام ان کو جاننے والا ہے۔ اور تمام مسائل ہمارے نزدیک ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہر ایک پر نصف دینار واجب ہوگا۔ اس کے بعد سب کے درمیان برابری کر دی جائے گی۔ کیونکہ یہ صلہ ہے۔ پس اس کو زکوٰۃ پر قیاس کیا جائے گا۔ اور زکوٰۃ کی کم از کم مقدار نصف دینار ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک پانچ دراہم نصف دینار کے برابر ہیں۔

مگر ہم نے کہا کہ دیت زکوٰۃ سے کم حکم والی ہے۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے ہیں کہ دیت کو اصل سے وصول نہیں کیا جاتا پس یہی زیادتی آسانی کو ثابت کرنے کے لئے یہ دیت زکوٰۃ سے کم حکم والی بن جائے گی۔

قاتل کی عاقلہ کا وسیع رزق والوں سے ہونے کا بیان

(وَلَوْ كَانَتْ عَاقِلَةُ الرَّجُلِ اَصْحَابَ الرِّزْقِ يُقْضٰى بِالدِّيَةِ فِي اَرْزَاقِهِمْ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ فِي كُلِّ سَنَةٍ الثُّلُثُ) لِاَنَّ الرِّزْقَ فِي حَقِّهِمْ بِمَنْزِلَةِ الْعَطَاءِ قَائِمٌ مَقَامَهُ اِذْ كُلٌّ مِنْهُمَا صِلَةٌ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ، ثُمَّ يُنْظَرُ اِنْ كَانَتْ اَرْزَاقُهُمْ تَخْرُجُ فِي كُلِّ سَنَةٍ، فَكُلَّمَا يَخْرُجُ رِزْقٌ يُؤْخَذُ مِنْهُ الثُّلُثُ بِمَنْزِلَةِ الْعَطَاءِ، وَاِنْ كَانَ يَخْرُجُ فِي كُلِّ سِتَّةِ اَشْهُرٍ وَخَرَجَ بَعْدَ الْقَضَاءِ يُؤْخَذُ مِنْهُ

الدِّيَةِ وَإِنْ كَانَ يَخْرُجُ فِي كُلِّ شَهْرٍ يُؤْخَذُ مِنْ كُلِّ رِزْقٍ بِحِصَّتِهِ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى يَكُونَ الْمُسْتَوْفَى فِي كُلِّ سَنَةٍ مِقْدَارَ الثُّلُثِ، وَإِنْ خَرَجَ بَعْدَ الْقَضَاءِ بِيَوْمٍ أَوْ أَكْثَرَ أُخِذَ مِنْ رِزْقِ ذٰلِكَ الشَّهْرِ بِحِصَّةِ الشَّهْرِ، وَإِنْ كَانَتْ لَهُمْ أَرْزَاقٌ فِي كُلِّ شَهْرٍ وَأَعْطِيَةٌ فِي كُلِّ سَنَةٍ فُرِضَتْ الدِّيَةُ فِي الْأَعْطِيَةِ دُونَ الْأَرْزَاقِ لِأَنَّهُ أَيْسَرُ، إِمَّا لِأَنَّ الْأَعْطِيَةَ أَكْثَرُ، أَوْ لِأَنَّ الرِّزْقَ لِكِفَايَةِ الْوَقْتِ فَيَتَعَسَّرُ الْأَدَاءُ مِنْهُ وَالْأَعْطِيَاتُ لِيَكُونُوا فِي الدِّيوَانِ قَائِمِينَ بِالنُّصْرَةِ فَيَتَيَسَّرُ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ اور جب قاتل کی عاقلہ کھاتے پیتے گھرانوں میں سے ہے تو ان کے رزق میں سے تین سالوں کے دوران دیت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور ہر سال ایک تہائی لیا جائے گا۔ کیونکہ ان کے حق میں رزق عطا کے حکم میں ہے۔ اور وہ عطاء کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک کا بیت المال سے صلہ ہے۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ جب ان کا رزق سالانہ نکلنے والا ہے۔ جس طرح رزق نکلتے ہیں۔ تو اس میں سے عطا کی طرح تہائی لیا جائے گا۔ اور جب رزق ششماہی نکلنے والا ہے۔ اور وہ قاضی کے فیصلے کے بعد نکلا ہے تو اس میں دیت کا سدس لیا جائے گا۔ اور وہ ماہانہ ہے تو ہر رزق سے مہینے کے حساب سے حصہ لیا جائے گا۔ تا کہ ہر سال میں وصول کردہ رزق کی مقدار تہائی بن جائے۔ اور جب قاضی کے فیصلے کے ایک دن یا زیادہ دن کے بعد رزق نکلا ہے تو اس مہینے کے رزق سے مہینے کے حساب سے حصہ وصول کیا جائے گا۔

اور جب عاقلہ کو ماہانہ ارزاق اور اس کو سالانہ عطیات ملتے ہیں تو دیت کو عطایا میں مقرر کیا جائے گا۔ رزق میں نہیں کیونکہ یہ آسان ہے۔ کیونکہ عطایا زیادہ ہیں اور یہ اس لئے کہ رزق وقت کی کفایت کے لئے ہوتا ہے پس اس سے دیت دینا مشکل ہو جائے گا۔ اور عطیات اس لئے ہیں کہ وہ لوگ دیوان میں مدد پر باقی رہ جائیں۔ پس عطیات ان کے لئے دینے آسان ہیں۔

دیت میں قاتل کو عاقلہ کے ساتھ شامل کرنے کا بیان

قَالَ (وَأُدْخِلَ الْقَاتِلُ مَعَ الْعَاقِلَةِ فَيَكُونُ فِيمَا يُؤَدِّي كَأَحَدِهِمْ) لِأَنَّهُ هُوَ الْفَاعِلُ فَلَا مَعْنَى لِإِخْرَاجِهِ وَمُؤَاخَذَةِ غَيْرِهِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجِبُ عَلَى الْقَاتِلِ شَيْءٌ مِنَ الدِّيَةِ اعْتِبَارًا لِلْجُزْءِ بِالْكُلِّ فِي النَّفْيِ عَنْهُ وَالْجَامِعُ كَوْنُهُ مَعْذُورًا.

قُلْنَا: إِيجَابُ الْكُلِّ إِجْحَافٌ بِهِ وَلَا كَذٰلِكَ إِيجَابُ الْجُزْءِ، وَلَوْ كَانَ الْخَاطِئُ مَعْذُورًا فَالْبَرِيءُ مِنْهُ أَوْلَى، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى).

ترجمہ فرمایا کہ قاتل کو بھی عاقلہ کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا اور ادا کردہ دیت میں قاتل عاقلہ کے افراد میں سے ایک فرد کی طرح ہے۔ کیونکہ مباشر وہی قاتل ہے۔ پس اس کو نکال کر کسی دوسرے کو پکڑنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قاتل پر کچھ بھی دیت واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ قاتل سے نفی کو جزء سے کل پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور بڑی جامع علت اس کا معذور ہونا ہے۔

جبکہ ہم نے کہا ہے کہ قاتل پر پوری دیت واجب کرنا اس کی مشقت میں ڈالنا ہے۔ اور دیت کا کچھ حصہ واجب کرنے میں یہ معاملہ نہ ہوگا۔ اور جب خطاء کرنے والا معذور ہے تو خطاء سے بری ہونے والا آدمی بدرجہ اولیٰ معذور ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

اہل دیوان بچوں اور عورتوں پر دیت واجب نہ ہونے کا بیان

(وَلَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ وَالذُّرِّيَّةِ مِمَّنْ كَانَ لَهُ حَظٌّ فِي الدِّيوَانِ عَقْلٌ) لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : لَا يَعْقِلُ مَعَ الْعَاقِلَةِ صَبِيٌّ وَلَا امْرَأَةٌ، وَلِأَنَّ الْعَقْلَ إنَّمَا يَجِبُ عَلَى أَهْلِ النُّصْرَةِ لِتَرْكِهِمْ مُرَاقَبَتَهُ، وَالنَّاسُ لَا يَتَنَاصَرُونَ بِالصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ وَلِهَذَا لَا يُوضَعُ عَلَيْهِمْ مَا هُوَ خَلَفٌ عَنْ النُّصْرَةِ وَهُوَ الْجِزْيَةُ، وَعَلَى هَذَا لَوْ كَانَ الْقَاتِلُ صَبِيًّا أَوْ امْرَأَةً لَا شَيْءَ عَلَيْهِمَا مِنْ الدِّيَةِ بِخِلَافِ الرَّجُلِ، لِأَنَّ وُجُوبَ جُزْءٍ مِنْ الدِّيَةِ عَلَى الْقَاتِلِ بِاعْتِبَارِ أَنَّهُ أَحَدُ الْعَوَاقِلِ لِأَنَّهُ يَنْصُرُ نَفْسَهُ وَهَذَا لَا يُوجَدُ فِيهِمَا، وَالْفَرْضُ لَهُمَا مِنْ الْعَطَاءِ لِلْمَعُونَةِ لَا لِلنُّصْرَةِ كَفَرْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُنَّ .

اور اہل دیوان میں سے جب عورتیں اور بچے ہیں تو ان پر دیت واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بچے اور عورت پر دیت نہیں ہے۔ کیونکہ دیت اس لئے واجب ہوتی ہے کہ لوگ مدد کے حقدار کو قاتل سے بچانا ترک کردیتے ہیں جس کے سبب دیت واجب ہوتی ہے۔ اور لوگ عورتوں اور بچوں سے مدد نہیں لیا کرتے۔ کیونکہ بچوں اور عورتوں پر مدد کا بدلہ یعنی جزیہ بھی مقرر نہیں ہے۔

اور دلیل کے مطابق یہ مسئلہ ہے کہ قاتل عورت یا بچہ ہے تو ان پر کچھ دیت واجب نہ ہوگی۔ بہ خلاف مرد کے کیونکہ قاتل پر دیت کا بعض حصہ اس سبب سے واجب ہے کہ وہ عاقلہ کا ایک فرد ہے۔ کیونکہ اپنے نفس کی مدد کرتا ہے۔ اور یہ چیز عورت اور بچے میں نہیں ہے۔ اور جوان کے لئے عطایا مقرر ہیں وہ معاونت کے لئے ہیں دوسروں کی مدد کے لئے نہیں ہیں۔ جس طرح ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حصہ ہے۔

اختلاف شہر کے سبب دیت نہ ہونے کا بیان

(وَلَا يَعْقِلُ أَهْلُ مِصْرٍ عَنْ مِصْرٍ آخَرَ) يُرِيدُ بِهِ أَنَّهُ إذَا كَانَ لِأَهْلِ كُلِّ مِصْرٍ دِيوَانٌ عَلَى حِدَةٍ لِأَنَّ التَّنَاصُرَ بِالدِّيوَانِ عِنْدَ وُجُودِهِ، وَلَوْ كَانَ بِاعْتِبَارِ الْقُرْبِ فِي السُّكْنَى فَأَهْلُ مِصْرِهِ أَقْرَبُ إلَيْهِ مِنْ أَهْلِ مِصْرٍ آخَرَ (وَيَعْقِلُ أَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ مِنْ أَهْلِ سَوَادِهِمْ) لِأَنَّهُمْ أَتْبَاعٌ لِأَهْلِ الْمِصْرِ،

فَاِنَّهُمْ اِذَا حَزَبَهُمْ اَمْرٌ اسْتَنْصَرُوا بِهِمْ فَيَعْقِلُهُمْ اَهْلُ الْمِصْرِ بِاعْتِبَارِ مَعْنَى الْقُرْبِ فِي النُّصْرَةِ (وَمَنْ كَانَ مَنْزِلُهُ بِالْبَصْرَةِ وَدِيوَانُهُ بِالْكُوفَةِ عَقَلَ عَنْهُ اَهْلُ الْكُوفَةِ) لِاَنَّهُ يَسْتَنْصِرُ بِاَهْلِ دِيوَانِهِ لَا بِجِيرَانِهِ .

وَالْحَاصِلُ اَنَّ الِاسْتِنْصَارَ بِالدِّيوَانِ اَظْهَرُ فَلَا يَظْهَرُ مَعَهُ حُكْمُ النُّصْرَةِ بِالْقَرَابَةِ وَالنَّسَبِ وَالْوَلَاءِ وَقُرْبِ السُّكْنَى وَغَيْرِهِ وَبَعْدَ الدِّيوَانِ النُّصْرَةُ بِالنَّسَبِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَعَلَى هٰذَا يَخْرُجُ كَثِيرٌ مِنْ صُوَرِ مَسَائِلِ الْمَعَاقِلِ،

اور ایک شہر والے دوسرے شہر والوں کی جانب سے دیت نہ دیں گے۔ مصنف علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ جب ہر شہر والوں کا دیوان الگ الگ ہے۔ کیونکہ دیوان کی موجودگی میں مدد دیوان کے ذریعے ہوتی ہے۔ اور جب رہائش کے قریب ہونے کی وجہ سے مدد ہوتی ہے۔ تو قاتل کے شہر والے دوسرے شہر والوں سے زیادہ قریب ہیں۔

اور ہر شہر والے دیہات والوں کی دیت ادا کریں گے۔ کیونکہ گاؤں والے شہر والوں کے تابع ہیں۔ کیونکہ جب کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو لوگ شہر والوں سے مدد طلب کرتے ہیں پس قربت ونصرت کے سبب شہر والے گاؤں والوں کی دیت ادا کریں گے اور جب کسی آدمی کا گھر بصرہ میں ہے۔ اور اس کا دیوان کوفہ میں ہے تو اہل کوفہ اس کی دیت ادا کریں گے۔ کیونکہ یہ بندہ اہل دیوان سے اپنی مدد طلب کرنے والا ہے اپنے ہمسائیوں سے مدد طلب کرنے والا نہ ہوگا۔ اور اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ اہل دیوان کا مدد طلب کرنا ظاہر ہے۔ پس اس کے ہوتے ہوئے نسب، قرابت، ولاء، رہائش وغیرہ کسی چیز کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اور دیوان کے نصرت بہ نسب کا مرتبہ ہے۔ اسی وضاحت کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اسی قانون کے مطابق معاقل کے کئی مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔

اہل شہر سے جنایت کرنے والے کا دیوان میں حصہ نہ ہونے کا بیان

(وَمَنْ جَنَى جِنَايَةً مِنْ اَهْلِ الْمِصْرِ وَلَيْسَ لَهُ فِي الدِّيوَانِ عَطَاءٌ وَاَهْلُ الْبَادِيَةِ اَقْرَبُ اِلَيْهِ وَمَسْكَنُهُ الْمِصْرُ عَقَلَ عَنْهُ اَهْلُ الدِّيوَانِ مِنْ ذٰلِكَ الْمِصْرِ) وَلَمْ يُشْتَرَطْ اَنْ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَهْلِ الدِّيوَانِ قَرَابَةٌ، قِيلَ هُوَ صَحِيحٌ لِاَنَّ الَّذِينَ يَذُبُّونَ عَنْ اَهْلِ الْمِصْرِ وَيَقُومُونَ بِنُصْرَتِهِمْ وَيَدْفَعُونَ عَنْهُمْ اَهْلُ الدِّيوَانِ مِنْ اَهْلِ الْمِصْرِ وَلَا يَخُصُّونَ بِهِ اَهْلَ الْعَطَاءِ .

وَقِيلَ تَاْوِيلُهُ اِذَا كَانَ قَرِيبًا لَهُمْ، وَفِي الْكِتَابِ اِشَارَةٌ اِلَيْهِ حَيْثُ قَالَ : وَاَهْلُ الْبَادِيَةِ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِ مِصْرٍ ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْوُجُوبَ عَلَيْهِمْ بِحُكْمِ الْقَرَابَةِ وَاَهْلُ الْمِصْرِ اَقْرَبُ مِنْهُمْ مَكَانًا فَكَانَتِ الْقُدْرَةُ عَلَى النُّصْرَةِ لَهُمْ وَصَارَ نَظِيرَ مَسْاَلَةِ الْغَيْبَةِ الْمُنْقَطِعَةِ (وَلَوْ كَانَ الْبَدَوِيُّ نَازِلًا

فِی الْمِصْرِ لَا مَسْكَنَ لَهُ فِيهِ لَا يَعْقِلُهُ اَهْلُ الْمِصْرِ) لِاَنَّ اَهْلَ الْعَطَاءِ لَا يَنْصُرُونَ مَنْ لَا مَسْكَنَ لَهُ فِيهِ، كَمَا اَنَّ اَهْلَ الْبَادِيَةِ لَا تَعْقِلُ عَنْ اَهْلِ الْمِصْرِ النَّازِلِ فِيهِمْ لِاَنَّهُ لَا يَسْتَنْصِرُ بِهِمْ،

اور اہل مصر میں سے جب کسی بندے نے جنایت کی ہے۔ اور دیوان میں اس کا عطیہ کوئی نہیں ہے تو جو نسب کے اعتبار سے قریبی ہیں۔ اور جب اس کی رہائش شہر میں ہے۔ تو اس شہر میں دیوان والے اس کی دیت کو ادا کریں گے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے یہ شرط نہیں لگائی ہے۔ کہ اس جانی اور اہل دیوان کے درمیان کوئی قرابت ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ درست یہی ہے۔ کیونکہ جب مصر سے دفاع کرنے والے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کی جانب سے دفاع کرتے ہیں وہ لوگ اہل مصر کے دیوان میں ہیں۔ اور دیوان والے دفاع کے ساتھ اہل عطاء کو خاص کرنے والے نہیں ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب مجرم ان کا قریبی بندہ ہے اور قدوری میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ بادیہ والے مصر والوں سے زیادہ قریبی ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان پر قرابت کے سبب وجوب ہے۔ جبکہ شہر والوں پر مقام کی وجہ سے گاؤں والوں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہیں۔ پس شہر والے مدد پر قادر ہوں گے۔ اور یہ مسئلہ غیبت منقطع ہو جانے والے مسئلہ کی مثل ہے۔

اور جب کوئی دیہاتی شہر میں آیا ہے اور شہر میں اس کا مکان نہیں ہے۔ اور شہر والے اس کی دیت نہ دیں گے۔ کیونکہ اہل عطا اس بندے کی مدد کرنے والے نہیں ہیں۔ جس کا شہر میں گھر نہیں ہے۔ جس طرح دیہاتی ایسے شہری کی دیت نہیں دیتے جو ان کے پاس آیا ہے۔ کیونکہ وہ آنے والا دیہاتیوں سے مدد طلب کرنے والا نہیں ہے۔

دیت دینے والے اہل ذمہ کے معروف عواقل کا بیان

(وَاِنْ كَانَ لِاَهْلِ الذِّمَّةِ عَوَاقِلُ مَعْرُوفَةٌ يَتَعَاقَلُونَ بِهَا فَقَتَلَ اَحَدُهُمْ قَتِيلًا فَدِيَتُهُ عَلٰى عَاقِلَتِهِ بِمَنْزِلَةِ الْمُسْلِمِ) لِاَنَّهُمْ الْتَزَمُوا اَحْكَامَ الْاِسْلَامِ فِی الْمُعَامَلَاتِ لَا سِيَّمَا فِی الْمَعَانِی الْعَاصِمَةِ عَنْ الْاِضْرَارِ، وَمَعْنَى التَّنَاصُرِ مَوْجُودٌ فِی حَقِّهِمْ (وَاِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ عَاقِلَةٌ مَعْرُوفَةٌ فَالدِّيَةُ فِی مَالِهِ فِی ثَلَاثِ سِنِينَ مِنْ يَوْمِ يُقْضَى بِهَا عَلَيْهِ) كَمَا فِی حَقِّ الْمُسْلِمِ لِمَا بَيَّنَّا اَنَّ الْوُجُوبَ عَلَى الْقَاتِلِ وَاِنَّمَا يَتَحَوَّلُ عَنْهُ اِلَى الْعَاقِلَةِ اَنْ لَوْ وُجِدَتْ، فَاِذَا لَمْ تُوجَدْ بَقِيَتْ عَلَيْهِ بِمَنْزِلَةِ تَاجِرَيْنِ مُسْلِمَيْنِ فِی دَارِ الْحَرْبِ قَتَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ يُقْضَى بِالدِّيَةِ عَلَيْهِ فِی مَالِهِ لِاَنَّ اَهْلَ دَارِ الْاِسْلَامِ لَا يَعْقِلُونَ عَنْهُ، وَتَمَكُّنُهُ مِنْ هٰذَا الْقَتْلِ لَيْسَ بِنُصْرَتِهِمْ ۔

اور جب اہل ذمہ کی دیت دینے والے معروف اہل عواقل ہیں۔ اس کے بعد ان میں کسی ایک نے کسی شخص کو قتل کر دیا ہے تو مسلمان کی طرح اس کی عاقلہ پر دیت ہوگی۔ کیونکہ معاملات میں انہوں نے اسلام کے احکام کو لازم کیا ہوا ہے۔ خصوصی طور جو معاملات تکلیف سے بچاتے ہیں اور جو مدد کے اسباب ہیں وہ ان کے حق میں بھی پائے جاتے ہیں۔

اور جب اہل ذمہ کی معروف عاقلہ نہیں ہے تو پھر دیت قاتل کے مال سے واجب ہوگی۔ جو فیصلے کے دن سے لے کر تین سالوں میں ادا کی جائے گی۔ جس طرح مسلمان کے حق میں ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ وجوب قاتل پر ہے۔ اور یہ وجوب قاتل سے عاقلہ کی جانب منتقل ہونے والا ہے۔ اور جب عاقلہ موجود ہے۔ لیکن وہ عاقلہ ہی نہ ہو تو دیت قاتل کے مال میں باقی رہنے والی ہے۔ جس طرح دو مسلمان تاجر جب وہ میدان جنگ میں ہیں۔ اور ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا ہے تو قاتل پر اس کے مال سے دیت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ پس دار الاسلام میں رہنے والے اس کی جانب سے دیت ادا نہ کریں گے۔ کیونکہ یہاں قاتل کا دوسرے پر قدرت پانا یا ان کی مدد کے سبب سے نہیں ہے۔

مسلمان اور کافر کا ایک دوسرے کا معاقل نہ بننے کا بیان

(وَلَا يَعْقِلُ كَافِرٌ عَنْ مُسْلِمٍ وَلَا مُسْلِمٌ عَنْ كَافِرٍ) لِعَدَمِ التَّنَاصُرِ وَالْكُفَّارُ يَتَعَاقَلُونَ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَإِنْ اخْتَلَفَتْ مِلَلُهُمْ لِأَنَّ الْكُفْرَ كُلَّهُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ .

قَالُوا : هٰذَا إِذَا لَمْ تَكُنْ الْمُعَادَاةُ فِيمَا بَيْنَهُمْ ظَاهِرَةً، أَمَّا إِذَا كَانَتْ ظَاهِرَةً كَالْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى يَنْبَغِي أَنْ لَا يَتَعَاقَلُونَ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ، وَهٰكَذَا عَنْ أَبِي يُوسُفَ لِانْقِطَاعِ التَّنَاصُرِ .

کوئی مسلمان کسی کافر اور کوئی کافر کسی مسلمان کی دیت ادا نہ کرے گا۔ کیونکہ ان میں ایک دوسرے کی مدد کرنا نہیں ہے۔ جبکہ کفار آپس میں ایک دوسرے کی دیت ادا کریں گے۔ اگر چہ ان کے ادیان مختلف ہیں۔ کیونکہ پورا کفر ایک ملت ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہوگا جب کافروں کے درمیان ظاہری طور پر کوئی دشمنی نہ ہو۔ اور جب میں دشمنی ہے جس طرح یہود ونصاریٰ ہیں تو پھر ان میں کوئی کسی دوسرے کی جانب سے دیت ادا نہ کرے گا۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ مدد کرنا نہیں پایا گیا۔

اہل کوفہ سے قاتل کی عطاء کا کوفہ سے ہونے کا بیان

وَلَوْ كَانَ الْقَاتِلُ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَلَهُ بِهَا عَطَاءٌ فَحَوَّلَ دِيوَانَهُ إِلَى الْبَصْرَةِ ثُمَّ رُفِعَ إِلَى الْقَاضِي فَإِنَّهُ يَقْضِي بِالدِّيَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهِ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ .

وَقَالَ زُفَرُ : يُقْضٰى عَلٰى عَاقِلَتِهِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ، لِأَنَّ الْمُوجِبَ هُوَ الْجِنَايَةُ وَقَدْ تَحَقَّقَ وَعَاقِلَتُهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا حُوِّلَ بَعْدَ الْقَضَاءِ .

وَلَنَا أَنَّ الْمَالَ إِنَّمَا يَجِبُ عِنْدَ الْقَضَاءِ لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ الْوَاجِبَ هُوَ الْمِثْلُ وَبِالْقَضَاءِ يَنْتَقِلُ إِلَى الْمَالِ، وَكَذَا الْوُجُوبُ عَلَى الْقَاتِلِ وَتَتَحَمَّلُ عَنْهُ عَاقِلَتُهُ، وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ يَتَحَمَّلُ عَنْهُ مَنْ يَكُونُ عَاقِلَتَهُ عِنْدَ الْقَضَاءِ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْقَضَاءِ لِأَنَّ الْوَاجِبَ قَدْ تَقَرَّرَ بِالْقَضَاءِ فَلَا يَنْتَقِلُ بَعْدَ ذٰلِكَ، لٰكِنَّ حِصَّةَ الْقَاتِلِ تُؤْخَذُ مِنْ عَطَائِهِ بِالْبَصْرَةِ لِأَنَّهَا تُؤْخَذُ مِنَ الْعَطَاءِ وَعَطَاؤُهُ

بِالْبَصْرَةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَلَّتِ الْعَاقِلَةُ بَعْدَ الْقَضَاءِ عَلَيْهِمْ حَيْثُ يُضَمُّ إِلَيْهِمْ أَقْرَبُ الْقَبَائِلِ فِي النَّسَبِ، لِأَنَّ فِي النَّقْلِ إِبْطَالَ حُكْمِ الْأَوَّلِ فَلَا يَجُوزُ بِحَالٍ، وَفِي الضَّمِّ تَكْثِيرُ الْمُتَحَمِّلِينَ لِمَا قُضِيَ بِهِ عَلَيْهِمْ فَكَانَ فِيهِ تَقْرِيرُ الْحُكْمِ الْأَوَّلِ لَا إِبْطَالُهُ، وَعَلَى هَذَا لَوْ كَانَ الْقَاتِلُ مَسْكَنُهُ بِالْكُوفَةِ وَلَيْسَ لَهُ عَطَاءٌ فَلَمْ يُقْضَ عَلَيْهِ حَتَّى اسْتَوْطَنَ الْبَصْرَةَ قُضِيَ بِالدِّيَةِ عَلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ، وَلَوْ كَانَ قَضَى بِهَا عَلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ لَمْ يَنْتَقِلْ عَنْهُمْ، وَكَذَا الْبَدَوِيُّ إِذَا أُلْحِقَ بِالدِّيوَانِ بَعْدَ الْقَتْلِ قَبْلَ الْقَضَاءِ يُقْضَى بِالدِّيَةِ عَلَى أَهْلِ الدِّيوَانِ، وَبَعْدَ الْقَضَاءِ عَلَى عَاقِلَتِهِ بِالْبَادِيَةِ لَا يَتَحَوَّلُ عَنْهُمْ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ قُضِيَ بِالدِّيَةِ عَلَيْهِمْ فِي أَمْوَالِهِمْ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ ثُمَّ جَعَلَهُمُ الْإِمَامُ فِي الْعَطَاءِ حَيْثُ تَصِيرُ الدِّيَةُ فِي أَعْطِيَاتِهِمْ وَإِنْ كَانَ قَضَى بِهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ فِي أَمْوَالِهِمْ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ نَقْضُ الْقَضَاءِ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ قَضَى بِهَا فِي أَمْوَالِهِمْ وَأَعْطِيَاتُهُمْ أَمْوَالُهُمْ، غَيْرَ أَنَّ الدِّيَةَ تُقْضَى مِنْ أَيْسَرِ الْأَمْوَالِ أَدَاءً، وَالْأَدَاءُ مِنَ الْعَطَاءِ أَيْسَرُ إِذَا صَارُوا مِنْ أَهْلِ الْعَطَاءِ إِلَّا إِذَا لَمْ يَكُنْ مَالُ الْعَطَاءِ مِنْ جِنْسِ مَا قُضِيَ بِهِ عَلَيْهِ بِأَنْ كَانَ الْقَضَاءُ بِالْإِبِلِ وَالْعَطَاءُ دَرَاهِمَ فَحِينَئِذٍ لَا تَتَحَوَّلُ إِلَى الدَّرَاهِمِ أَبَدًا لِمَا فِيهِ مِنْ إِبْطَالِ الْقَضَاءِ الْأَوَّلِ، لَكِنْ يُقْضَى ذَلِكَ مِنْ مَالِ الْعَطَاءِ لِأَنَّهُ أَيْسَرُ۔

اور جب قاتل اہل کوفہ سے ہے اور اس کی عطا بھی کوفہ میں ہے اس کے بعد اس کا دیوان بصرہ کی طرف منتقل ہو گیا ہے اور مسئلہ قاضی کے ہاں چلا گیا ہے۔ تو قاضی اہل بصرہ میں اس کی عاقلہ پر دیت کا فیصلہ کر دے گا۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قاضی اہل کوفہ میں سے اس کی عاقلہ پر دیت کا فیصلہ کرے گا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ دیت کو واجب کرنے والی چیز جنایت ہے۔ اور وہ ثابت ہو چکی ہے۔ جبکہ اس حالت میں اس کی عاقلہ کوفہ میں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح قاضی کے فیصلہ کے بعد دیوان منتقل ہوا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مال قضاء کے وقت واجب ہوا ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور واجب اصلی یہ مثل ہے اور قضاء سے یہی واجب مال کی جانب منتقل ہوا ہے۔ اور وجوب قاتل پر ہے اور اسی کی جانب عاقلہ اٹھانے والی ہے۔ جب یہ مسئلہ ہے تو قاتل کی جانب سے وہی شخص اٹھائے گا جو فیصلے کے وقت اس کی عاقلہ میں ہے۔ جبکہ فیصلے کے بعد میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ واجب قاضی کے فیصلے سے ثابت ہوا ہے۔ پس وہ اس کے بعد منتقل نہ ہوگا مگر قاتل کا حصہ اس کے بصرہ والی عطاء سے لیا جائے گا۔ کیونکہ عطا کا حصہ ہے اور اس کی عطا بصرہ میں ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب فیصلے کے بعد عاقلہ کی تعداد کم ہو چکی ہے۔ تو عاقلہ کے ساتھ قاتل کے نسب میں ہونے والی قریبی لوگوں کو شامل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ منتقل کرنے کی وجہ سے پہلا حکم باطل ہوا ہے۔ پس یہ کسی طرح جائز

نہ ہوگا۔ جبکہ ملانے میں اٹھانے والوں کی کثرت ہے۔ اسی معاملے کے بارے میں جس پر ان کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ تو اس طرح کرنے سے نہ تو پہلے حکم کا ثابت ہونا اور نہ ہی دوسرے کو باطل کرنا ہے۔

اور اس قاعدہ فقہیہ کے مطابق یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوا ہے۔ جب قاتل کی رہائش کوفہ میں ہے اور اس میں اس کی عطاء نہ ہو تو اس پر دیت کا فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ وہ بصرہ میں چلا گیا ہے۔ تو بصرہ والوں پر دیت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور جب اہل کوفہ پر دیت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ تو وہ ان سے منتقل نہ کیا جائے گا۔

اور اسی طرح جب کوئی دیہاتی قتل کے بعد اور فیصلے سے پہلے اس کو دیوان کے ساتھ ملا دیا گیا ہے تو دیت کا فیصلہ اہل دیوان پر ہوگا۔ اور فیصلے کے بعد اس کی دیہاتی کی عاقلہ پر دیت کو فیصلہ ہوگا۔ اور وہ بھی ان سے منتقل نہ ہوگا۔

اور یہی مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب کوئی دیہاتی قوم ہے اور ان کے مالوں میں تین سالہ دیت کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اور اس کے بعد امام نے ان کو اہل عطاء میں شامل کر لیا ہے تو دیت ان کی عطیات میں شامل ہوگی۔ اگر چہ پہلی بار ان کے مالوں میں دیت کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے سبب پہلے فیصلے کو توڑنا لازم نہیں آ رہا ہے۔ کیونکہ دیت کا فیصلہ انہی کے مالوں میں کیا گیا ہے۔ اور ان کے عطیات بھی انہی کے اموال ہیں۔ پس دیت ان کے مالوں سے دی گئی ہے۔ اور جن سے ادائیگی آسان ہے۔ اور جب وہ اہل عطاء سے ہو چکے ہیں تو عطاء سے ادا کرنا آسان ہے۔ ہاں البتہ جب عطاء کا مال اس مال کی جنس سے نہ ہو جس پر ان کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر فیصلہ اونٹوں کا ہوا ہے اور عطاء میں دراہم ہیں تو اب دیت دراہم کی جانب کبھی بھی منتقل نہ ہوگی کیونکہ اس کے سبب پہلے فیصلے کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ پس اس کو عطاء کے مال سے ادا کیا جائے گا کیونکہ اس سے ادا کرنے میں آسانی ہے۔

معتق کی عاقلہ کا قبیلہ مولیٰ سے ہونے کا بیان

قَالَ (وَعَاقِلَةُ الْمُعْتَقِ قَبِيلَةُ مَوْلَاهُ) لِأَنَّ النُّصْرَةَ بِهِمْ يُؤَيِّدُ ذٰلِكَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ) .

قَالَ (وَمَوْلَى الْمُوَالَاةِ يَعْقِلُ عَنْهُ مَوْلَاهُ وَقَبِيلَتُهُ) لِأَنَّهُ وَلَاءٌ يُتَنَاصَرُ بِهِ فَأَشْبَهَ وَلَاءَ الْعَتَاقَةِ، وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ وَقَدْ مَرَّ فِي كِتَابِ الْوَلَاءِ ۔

اور معتق کی عاقلہ اس کے آقا کے قبیلے سے عاقلہ ہے کیونکہ اس کی مدد انہی سے ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد گرامی اس کی تائید کرنے والا ہے۔ کہ قوم کا آقا انہی میں سے ہوتا ہے۔

اور مولی الموالات کی جانب سے اس کا مولیٰ اور اس کا قبیلہ دیت کو ادا کرے گا۔ کیونکہ یہ ایسا ولاء ہے جس کے واسطے ایک دوسرے کی مدد ہے۔ پس یہ ولائے عتاقہ کے مشابہ ہو جائے گا۔ اور اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے اور کتاب ولاء میں یہ مسئلہ گزر گیا ہے۔

عاقلہ کا دیت کے نصف عشر سے کم دیت ادا نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ أَقَلَّ مِنْ نِصْفِ عُشْرِ الدِّيَةِ وَتَتَحَمَّلُ نِصْفَ الْعُشْرِ فَصَاعِدًا) وَالْأَصْلُ فِيهِ حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَوْقُوفًا عَلَيْهِ وَمَرْفُوعًا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَعْقِلُ الْعَوَاقِلُ عَمْدًا وَلَا عَبْدًا وَلَا صُلْحًا وَلَا اعْتِرَافًا وَلَا مَا دُونَ أَرْشِ الْمُوضِحَةِ) وَأَرْشُ الْمُوضِحَةِ نِصْفُ عُشْرِ بَدَلِ النَّفْسِ، وَلِأَنَّ التَّحَمُّلَ لِلتَّحَرُّزِ عَنْ الْإِجْحَافِ وَلَا إِجْحَافَ فِي الْقَلِيلِ وَإِنَّمَا هُوَ فِي الْكَثِيرِ، وَالتَّقْدِيرُ الْفَاصِلُ عُرِفَ بِالسَّمْعِ .

فرمایا کہ عاقلہ سے دیت، دیت کے نصف عشر سے کم دیت نہ دیں گے۔ بلکہ وہ نصف یا اس سے زیادہ دیت اٹھانے والی ہوگی۔ اور اس میں دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفا ہے اور آپ ﷺ سے مرفوعا ہے کہ عواقل عمد، غلام، صلح، اعتراف اور موضحہ ارش سے کم کی دیت ادا نہ کریں گے۔ اور موضحہ ارش یہ نفس کے بدل کا نصف عشر ہے۔ کیونکہ عاقلہ کا اٹھانا یہ پریشانی سے بچنے کے لئے ہے۔ اور قلیل میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ کیونکہ پریشانی زیادہ میں ہے۔ اور حد فاصل کا پتہ سماع سے چلتا ہے۔

مقدار سے کم ہونے والی دیت کا جانی کے مال سے ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ يَكُونُ فِي مَالِ الْجَانِي) وَالْقِيَاسُ فِيهِ التَّسْوِيَةُ بَيْنَ الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَيَجِبُ الْكُلُّ عَلَى الْعَاقِلَةِ كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الشَّافِعِيُّ، أَوْ التَّسْوِيَةُ فِي أَنْ لَا يَجِبَ عَلَى الْعَاقِلَةِ شَيْءٌ، إِلَّا أَنَّا تَرَكْنَاهُ بِمَا رَوَيْنَا، وَبِمَا رُوِيَ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَوْجَبَ أَرْشَ الْجَنِينِ عَلَى الْعَاقِلَةِ) وَهُوَ نِصْفُ عُشْرِ بَدَلِ الرَّجُلِ عَلَى مَا مَرَّ فِي الدِّيَاتِ، فَمَا دُونَهُ يُسْلَكُ بِهِ مَسْلَكُ الْأَمْوَالِ لِأَنَّهُ يَجِبُ بِالتَّحْكِيمِ كَمَا يَجِبُ ضَمَانُ الْمَالِ بِالتَّقْوِيمِ فَلِهٰذَا كَانَ فِي مَالِ الْجَانِي أَخْذًا بِالْقِيَاسِ .

قَالَ (وَلَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ جِنَايَةَ الْعَبْدِ وَلَا مَا لَزِمَ بِالصُّلْحِ أَوْ بِاعْتِرَافِ الْجَانِي) لِمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ لَا تَنَاصُرَ بِالْعَبْدِ وَالْإِقْرَارُ وَالصُّلْحُ لَا يَلْزَمَانِ الْعَاقِلَةَ لِقُصُورِ الْوِلَايَةِ عَنْهُمْ .

قَالَ (إِلَّا أَنْ يُصَدِّقُوهُ) لِأَنَّهُ ثَبَتَ بِتَصَادُقِهِمْ وَالِامْتِنَاعُ كَانَ لِحَقِّهِمْ وَلَهُمْ وِلَايَةٌ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

فرمایا کہ جو مقدار دیت سے کم ہوگی وہ جانی کے مال میں واجب ہو جائے گی۔ جبکہ قیاس یہ ہے کہ قلیل و کثیر کے درمیان برابری ہو۔ اور پوری دیت عاقلہ پر واجب ہو۔ جس طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ یا اس معاملے میں مساوات ہوتی کہ عاقلہ پر کچھ واجب نہ ہو۔ مگر ہم نے اپنی روایت حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور دوسرا اس روایت کے سبب

سے چھوڑ دیا ہے جو روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عاقلہ پر جنین کا ارش واجب کیا ہے۔ اور وہ مردہ کے بدلے میں نصف عشر ہے۔ جس طرح کتاب دیات میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔ پس جو اس سے کم ہوگا اس میں اموال کا اختیار کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ فیصلے ذریعے واجب ہوا ہے۔ جس طرح مال کا ضمان تقویم کے ذریعے واجب ہوتا ہے۔ پس قیاس پر عمل کرتے ہوئے یہ جانی کے مال سے واجب ہوگا۔

فرمایا کہ غلام کی دیت عاقلہ ادا نہ کرے گی۔ اور اسی طرح صلح اور مال جانے کے اعتراف سے لازم ہونے مال کی دیت بھی ادا نہ کرے گی۔ اسی روایت کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل غلام میں تناصر نہیں ہوا کرتا۔ اور اقرار اور صلح یہ عاقلہ پر لازم ہونے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ ان میں ولایت قاصرہ ہے۔

فرمایا کہ ہاں البتہ جب عاقلہ اس کی تصدیق کردیتے ہیں کیونکہ تصدیق کے سبب دیت کو وجوب ثابت ہو جائے گا۔ اور وجوب کا ممتنع ہونا یہ اسی کے حق کے سبب سے تھا۔ اور عاقلہ کو اپنی جان پر ولایت حاصل ہے۔

قتل خطاء کے اقراری کے مال سے وجوب دیت کا بیان

(وَمَنْ اَقَرَّ بِقَتْلٍ خَطَإٍ وَلَمْ يَرْفَعُوا اِلَى الْقَاضِيْ اِلَّا بَعْدَ سِنِيْنَ قُضِيَ عَلَيْهِ بِالدِّيَةِ فِيْ مَالِهِ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ مِنْ يَوْمِ يُقْضَى) لِاَنَّ التَّاجِيلَ مِنْ وَقْتِ الْقَضَاءِ فِي الثَّابِتِ بِالْبَيِّنَةِ فَفِي الثَّابِتِ بِالْاِقْرَارِ اَوْلٰى (وَلَوْ تَصَادَقَ الْقَاتِلُ وَوَلِيُّ الْجِنَايَةِ عَلٰى اَنَّ قَاضِيَ بَلَدِ كَذَا قَضٰى بِالدِّيَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهِ بِالْكُوفَةِ بِالْبَيِّنَةِ وَكَذَّبَهُمَا الْعَاقِلَةُ فَلَا شَيْءَ عَلَى الْعَاقِلَةِ) لِاَنَّ تَصَادُقَهُمَا لَيْسَ بِحُجَّةٍ عَلَيْهِمْ (وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِيْ مَالِهِ) لِاَنَّ الدِّيَةَ بِتَصَادُقِهِمَا تَقَرَّرَتْ عَلَى الْعَاقِلَةِ بِالْقَضَاءِ وَتَصَادُقُهُمَا حُجَّةٌ فِيْ حَقِّهِمَا، بِخِلَافِ الْاَوَّلِ (اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ لَهُ عَطَاءٌ مَعَهُمْ فَحِيْنَئِذٍ يَلْزَمُهُ بِقَدْرِ حِصَّتِهِ) لِاَنَّهُ فِيْ حَقِّ حِصَّتِهِ مُقِرٌّ عَلٰى نَفْسِهِ وَفِيْ حَقِّ الْعَاقِلَةِ مُقِرٌّ عَلَيْهِمْ ۔

اور جس شخص نے قتل خطاء کا اقرار کیا ہے۔ اور لوگوں نے فیصلے کے بعد یہ معاملہ قاضی کو بتایا تو قاتل کے مال میں تین سالہ دیت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کیونکہ گواہی ثابت ہو جانے والے قتل میں جلدی کی وجہ سے وہ فیصلے کے وقت سے ثابت ہو چکی ہے۔ اور اقرار کے سبب ثابت ہونے والے قتل میں یہ بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جائے گی۔

اور جب قاتل نے اور جنایت کے ولی نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ فلاں شہر کے قاضی نے قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے ذریعے دیت کا فیصلہ کیا ہے مگر عاقلہ اس کو جھٹلانے والی ہے تو عاقلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ ان کا اتفاق کرنا یہ کوئی دلیل نہیں ہے اور قاتل پر اس کے مال میں کچھ نہ ہوگا کیونکہ ان کے اتفاق کے سبب قضائے دیت عاقلہ پر ثابت ہوئی تھی۔ اور ان کا اتفاق ان کے حق میں حجت رکھتا ہے۔ یہ خلاف صورت اول کے۔ ہاں البتہ جب عاقلہ کے ساتھ قاتل کی عطاء ہے تو اس وقت قاتل پر اس کے حصے کے برابر دیت لازم ہوگی۔ کیونکہ اپنے حصے کے حق میں قاتل اپنی پر اقرار کرنے والا ہے اور عاقلہ کے حق میں ان پر اقرار کرنے والا ہے۔

قاتل کی عاقلہ پر غلام کی قیمت کے وجوب کا بیان

قَالَ (وَاِذَا جَنَى الْحُرُّ عَلَى الْعَبْدِ فَقَتَلَهُ خَطأً كَانَ عَلَى عَاقِلَتِهِ قِيمَتُهُ) لِاَنَّهُ بَدَلُ النَّفْسِ عَلَى مَا عُرِفَ مِنْ اَصْلِنَا .

وَفِي اَحَدِ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ تَجِبُ فِي مَالِهِ لِاَنَّهُ بَدَلُ الْمَالِ عِنْدَهُ وَلِهٰذَا يُوجِبُ قِيمَتَهُ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ، وَمَا دُونَ النَّفْسِ مِنَ الْعَبْدِ لَا تَتَحَمَّلُهُ الْعَاقِلَةُ لِاَنَّهُ يُسْلَكُ بِهِ مَسْلَكَ الْاَمْوَالِ عِنْدَنَا عَلَى مَا عُرِفَ، وَفِي اَحَدِ قَوْلَيْهِ الْعَاقِلَةُ تَتَحَمَّلُهُ كَمَا فِي الْحُرِّ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ .

قَالَ اَصْحَابُنَا : اِنَّ الْقَاتِلَ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ عَاقِلَةٌ فَالدِّيَةُ فِي بَيْتِ الْمَالِ لِاَنَّ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ هُمْ اَهْلُ نُصْرَتِهِ وَلَيْسَ بَعْضُهُمْ اَخَصَّ مِنْ بَعْضٍ بِذٰلِكَ، وَلِهٰذَا لَوْ مَاتَ كَانَ مِيرَاثُهُ لِبَيْتِ الْمَالِ فَكَذَا مَا يَلْزَمُهُ مِنَ الْغَرَامَةِ يَلْزَمُ بَيْتَ الْمَالِ .

وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رِوَايَةٌ شَاذَّةٌ اَنَّ الدِّيَةَ فِي مَالِهِ، وَوَجْهُهُ اَنَّ الْاَصْلَ اَنْ تَجِبَ الدِّيَةُ عَلَى الْقَاتِلِ لِاَنَّهُ بَدَلُ مُتْلَفٍ وَالْاِتْلَافُ مِنْهُ، اِلَّا اَنَّ الْعَاقِلَةَ تَتَحَمَّلُهَا تَحْقِيقًا لِلتَّخْفِيفِ عَلَى مَا مَرَّ .وَاِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ عَاقِلَةٌ عَادَ الْحُكْمُ اِلَى الْاَصْلِ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے غلام کو قتل کر دیا ہے تو قاتل کی عاقلہ پر غلام کی قیمت واجب ہوگی۔ کیونکہ یہ جان کا بدلہ ہے۔جس طرح ہماری دلیل سے یہ پتہ چل چکا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے ایک قول کے مطابق قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی۔ کیونکہ ان کے نزدیک قتل ہونے والا مال کا بدلہ مال ہے۔ کیونکہ اسی کی قیمت واجب ہوگی۔ خواہ وہ جتنی بھی ہو جائے گی۔

اور جان کے سوا میں غلام کی جنایت پر عاقلہ اٹھانے والی نہ ہوگی کیونکہ ہمارے نزدیک جان کے سوا میں مالوں کی طرح معاملہ کیا جاتا ہے۔ جس طرح پہلے معلوم کیا جا چکا ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے ایک قول کے مطابق اس کو عاقلہ اٹھائے گی۔ جس طرح آزاد میں ہے۔ اور یہ پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔

ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ جب قاتل کی عاقلہ نہیں ہے تو بیت المال میں دیت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کا تعاون مسلمانوں کی جماعت کرنے والی ہے۔ اور مدد کے بارے میں کوئی کسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ فوت ہو جائے تو اس کی میراث بیت المال کو ملے گی۔ پس اس پر جو جرمانہ ہوگا وہ بھی بیت المال پر ہوگا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے ایک شاذ روایت یہ بھی ہے کہ دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اصل اسی طرح ہے کہ دیت قاتل کے مال میں واجب ہو۔ کیونکہ دیت ہلاک کردہ جان کے بدلے میں ہے۔ اور ہلاک کرنا یہ قاتل کی جانب سے ثابت ہوا ہے۔ لیکن آسانی کو ثابت رکھنے کے لئے اس کو عاقلہ پر لازم کیا گیا ہے۔ مگر جب عاقلہ نہ ہو تو حکم اصل کی جانب لوٹ آئے گا۔

ابن ملاعنہ کی دیت اس کی ماں کی عاقلہ پر ہونے کا بیان

(وَابْنُ الْمُلَاعَنَةِ تَعْقِلُهُ عَاقِلَةُ أُمِّهِ) لِأَنَّ نَسَبَهُ ثَابِتٌ مِنْهَا دُونَ الْأَبِ (فَإِنْ عَقَلُوا عَنْهُ ثُمَّ ادَّعَاهُ الْأَبُ رَجَعَتْ عَاقِلَةُ الْأُمِّ بِمَا أَدَّتْ عَلَى عَاقِلَةِ الْأَبِ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ مِنْ يَوْمِ يَقْضِي الْقَاضِي لِعَاقِلَةِ الْأُمِّ عَلَى عَاقِلَةِ الْأَبِ) لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ أَنَّ الدِّيَةَ وَاجِبَةٌ عَلَيْهِمْ، لِأَنَّ عِنْدَ الْإِكْذَابِ ظَهَرَ أَنَّ النَّسَبَ لَمْ يَزَلْ كَانَ ثَابِتًا مِنَ الْأَبِ حَيْثُ بَطَلَ اللِّعَانُ بِالْإِكْذَابِ، وَمَتَى ظَهَرَ مِنَ الْأَصْلِ فَقَوْمُ الْأُمِّ تَحَمَّلُوا مَا كَانَ وَاجِبًا عَلَى قَوْمِ الْأَبِ فَيَرْجِعُونَ عَلَيْهِمْ لِأَنَّهُمْ مُضْطَرُّونَ فِي ذَلِكَ، وَكَذَلِكَ إِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ عَنْ وَفَاءٍ وَلَهُ وَلَدٌ حُرٌّ فَلَمْ يُؤَدِّ كِتَابَتَهُ حَتَّى جَنَى ابْنُهُ وَعَقَلَ عَنْهُ قَوْمُ أُمِّهِ ثُمَّ أُدِّيَتِ الْكِتَابَةُ لِأَنَّهُ عِنْدَ الْأَدَاءِ يَتَحَوَّلُ وَلَاؤُهُ إِلَى قَوْمِ أَبِيهِ مِنْ وَقْتِ حُرِّيَّةِ الْأَبِ وَهُوَ آخِرُ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ فَيَتَبَيَّنُ أَنَّ قَوْمَ الْأُمِّ عَقَلُوا عَنْهُمْ فَيَرْجِعُونَ عَلَيْهِمْ، وَكَذَلِكَ رَجُلٌ أَمَرَ صَبِيًّا بِقَتْلِ رَجُلٍ فَقَتَلَهُ فَضَمِنَتْ عَاقِلَةُ الصَّبِيِّ الدِّيَةَ رَجَعَتْ بِهَا عَلَى عَاقِلَةِ الْآمِرِ إِنْ كَانَ الْأَمْرُ ثَبَتَ بِالْبَيِّنَةِ، وَفِي مَالِ الْآمِرِ إِنْ كَانَ ثَبَتَ بِإِقْرَارِهِ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ مِنْ يَوْمِ يَقْضِي بِهَا الْقَاضِي عَلَى الْآمِرِ، أَوْ عَلَى عَاقِلَتِهِ لِأَنَّ الدِّيَاتِ تَجِبُ مُؤَجَّلَةً بِطَرِيقِ التَّيْسِيرِ.

اور ابن ملاعنہ کی دیت اس کی ماں کی عاقلہ پر ہوگی۔ کیونکہ اس بچے کا نسب ماں کی جانب ہے باپ کی جانب نہیں ہے۔ پس جب ماں کی عاقلہ نے دیت کو ادا کر دیا ہے اور اس کے بعد باپ نے اس کا دعویٰ کر دیا ہے تو ماں کی عاقلہ باپ کی عاقلہ سے ادا کردہ رقم کو تین سالوں میں واپس لیں گے۔ جس دن سے قاضی ماں کی عاقلہ کے لئے باپ کی عاقلہ پر فیصلہ کر دے گا۔ کیونکہ یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ دیت باپ کی عاقلہ پر واجب ہوتی ہے۔ پس جھٹلانے کے وقت یہ بات ظاہر ہو چکی ہے۔ کہ نسب باپ سے ثابت ہونے والا ہے۔ کیونکہ جھٹلانے کے سبب لعان باطل ہو جائے گا۔ اور جب اصل سے نسب ثابت ہو چکا ہے تو اب جس چیز کو ماں کی قوم نے اٹھایا ہوا ہے۔ جو باپ پر واجب تھا۔ پس وہ ماں کی عاقلہ سے واپس لیں گے۔ کیونکہ یہ لوگ اس کی ادائیگی میں مجبور ہیں۔

اور اسی طرح جب مکاتب بدل کتابت کی ادائیگی کی مقدار کے برابر مال کو چھوڑ کر فوت ہوا ہے اور اس کے ہاں ایک آزاد لڑکا ہے۔ اور اس کی کتابت کو ادا نہیں کیا گیا حتیٰ کہ اس کے بچے نے جنایت کی ہے۔ اور اس کی ماں کی قوم نے اس کی دیت کو ادا کر دیا ہے۔ اس کے بعد کتابت کو ادا کیا گیا ہے۔ کیونکہ کتابت کی ادائیگی کے وقت اس بچے کی ولاء باپ کی آزادی کے وقت سے اس کے باپ کی قوم کی جانب منتقل ہو چکا ہے۔ اور وہ باپ کے حصوں میں سے سب سے آخری حصہ ہے۔ تو یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ اس کی ماں کی قوم نے اس کی جانب سے دیت کو ادا کر دیا ہے۔ پس یہ لوگ باپ کی عاقلہ سے ادا کردہ دیت کو واپس لیں گے۔

اور اسی طرح جب کسی بندے نے کسی بچے کو کسی آدمی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور بچے نے اس کو قتل کر دیا ہے اور بچے کی عاقلہ نے ضمان ادا کر دیا ہے تو یہ عاقلہ حکم دینے والے کی عاقلہ سے دیت واپس لیں گے۔ جبکہ اس کا ثبوت گواہی سے ہو جائے۔ اور جب

اس کا ثبوت حکم دینے والے اقرار سے ہوا ہے تو وہ حکم دینے والے کے مال سے لیں گے۔ اور یہ لینا اس دن سے تین سالوں میں ہوگا۔ جس دن سے قاضی آمر یا اس کی عاقلہ پر دیت کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ آسانی پیدا کرنے کے لئے دیت میں تاخیر کو واجب کیا گیا ہے۔

حکمی طور پر قاتل کی حالت کے بدل جانے پر فقہی حکم کا بیان

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : هَاهُنَا عِدَّةُ مَسَائِلَ ذَكَرَهَا مُحَمَّدٌ مُتَفَرِّقَةً، وَالْاَصْلُ الَّذِيْ يُخَرَّجُ عَلَيْهِ اَنْ يُقَالَ : حَالُ الْقَاتِلِ اِذَا تَبَدَّلَ حُكْمًا فَانْتَقَلَ وَلَاؤُهُ اِلٰى وَلَاءٍ بِسَبَبِ اَمْرٍ حَادِثٍ لَمْ تَنْتَقِلْ جِنَايَتُهُ عَنِ الْاَوَّلِ قَضٰى بِهَا اَوْ لَمْ يَقْضِ، وَاِنْ ظَهَرَتْ حَالَةٌ خَفِيَّةٌ مِثْلُ دَعْوَةِ وَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ حُوِّلَتِ الْجِنَايَةُ اِلَى الْاُخْرٰى وَقَعَ الْقَضَاءُ بِهَا اَوْ لَمْ يَقَعْ، وَلَوْ لَمْ يَخْتَلِفْ حَالُ الْجَانِيْ وَلٰكِنَّ الْعَاقِلَةَ تَبَدَّلَتْ كَانَ الْاِعْتِبَارُ فِيْ ذٰلِكَ لِوَقْتِ الْقَضَاءِ، فَاِنْ كَانَ قَضٰى بِهَا عَلَى الْاُوْلٰى لَمْ تَنْتَقِلْ اِلَى الثَّانِيَةِ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ قَضٰى بِهَا عَلَى الْاُوْلٰى فَاِنَّهُ يَقْضِيْ بِهَا عَلَى الثَّانِيَةِ، وَاِنْ كَانَتِ الْعَاقِلَةُ وَاحِدَةً فَلَحِقَهَا زِيَادَةٌ اَوْ نُقْصَانٌ اشْتَرَكُوْا فِيْ حُكْمِ الْجِنَايَةِ قَبْلَ الْقَضَاءِ وَبَعْدَهُ اِلَّا فِيْمَا سَبَقَ اَدَاؤُهُ فَمَنْ اَحْكَمَ هٰذَا الْاَصْلَ مُتَاَمِّلًا يُمْكِنُهُ التَّخْرِيْجُ فِيْمَا وَرَدَ عَلَيْهِ مِنَ النَّظَائِرِ وَالْاَضْدَادِ .

مصنف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہاں پر بعض مسائل ایسے ہیں جن کو امام محمد علیہ الرحمہ متفرق طریقے سے بیان کیا ہے اور وہ قاعدہ فقہیہ جس پر کئی مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب حکمی طور پر قاتل کی حالت تبدیل ہو جائے اور نئے معاملے کی وجہ سے اس کی ولاء دوسرے کی ولاء کی جانب منتقل ہو جائے تو اس کی جنایت پہلے والی عاقلہ سے منتقل نہ ہوگی۔ اگر چہ اس کا فیصلہ کیا گیا ہے یا نہیں کیا گیا۔ اور یہاں سے ایک پوشیدہ مسئلہ معلوم ہوا ہے۔ جس طرح ملاعنہ کے بچے کا دعویٰ کرنا سے جنایت دوسری عاقلہ کی جانب منتقل ہو جائے گی۔ اگر چہ اس کا فیصلہ ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے۔

اور جب جانی کا حالت مختلف نہ ہو مگر عاقلہ بدل گئی ہے تو اس میں قضاء کے وقت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جب پہلے عاقلہ پر دیت کا فیصلہ کر دیا گیا ہے تو دیت دوسری عاقلہ کی جانب منتقل نہ ہوگی۔ اور جب پہلی عاقلہ پر دیت کا فیصلہ نہیں کیا گیا ہے تو دوسری عاقلہ پر دیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

اور جب عاقلہ ہی ایک ہے اور اس میں کمی بیشی ہوگئی ہے تو سب جنایت کے حکم میں برابر شامل ہوں گے۔ اور یہ فیصلے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی ہوں گے۔ مگر جس کی مقدار پہلے ادا کر دی گئی ہے اس میں شامل نہ ہوں گے۔ پس فقیہ غور وفکر کر کے اس قاعدہ فقہیہ کو مضبوطی سے پکڑ لے گا اس پر اس اصل پر وارد ہونے والی امثلہ وضداد کی تخریج ممکن ہو جائے گی۔ اور اللہ ہی سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

کِتَابُ الْوَصَایَا

﴿یہ کتاب وصایا کے بیان میں ہے﴾

کتاب وصایا کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب کے آخر میں کتاب وصایا کو بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے تو اس کی مناسبت ظاہر ہے۔ کیونکہ انسان کا دنیا میں آخری حال موت ہے۔ اور وصیت وہ معاملہ ہے جو موت کے وقت ہوتا ہے اور اس کے جنایات و دیات کو اس لئے خاص کیا ہے کیونکہ وہ موت کی جانب لے جانے کا ذریعہ ہیں۔ اور وصیت اسم بہ معنی مصدر ہے۔ اور موصی بہ کا نام وصیت رکھا گیا ہے۔ اور شریعت میں موت کے بعد مالک ہونے کی جانب منسوب ہے۔ اور یہ احسان کے طریقے پر ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب وصایا، بیروت)

وصایا کے لغوی و فقہی مفہوم کا بیان

وصایا وصیت کی جمع ہے خطایا خطیہ کی جمع ہے وصیت اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنے وارثوں سے یہ کہہ جائے کہ میرے مرنے کے بعد یہ فلاں فلاں کام کرنا مثلاً میری طرف سے مسجد بنوا دینا، کنواں بنوا دینا، یا مدرسہ اور خانقاہ وغیرہ میں اتنا روپیہ دیدینا یا فلاں شخص کو اتنا روپیہ یا مال دے دینا یا فقراء و مساکین کو طعام و غلہ یا کپڑے تقسیم کر دینا وغیرہ وغیرہ اور یا جو فرائض و واجبات مثلاً نماز اور زکوۃ وغیرہ اس کی غفلت کی وجہ سے قضاء ہو گئے تھے ان کے بارے میں اپنے ورثاء سے کہے کہ یہ ادا کر دینا، ان کا کفارہ دے دینا اسی طرح بعض مواقع پر وصیت نصیحت کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

علماء ظواہر (یعنی وہ علماء جو بہر صورت قرآن و حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہیں) کے نزدیک وصیت کرنا واجب ہے جبکہ دوسرے تمام علماء کے ہاں پہلے تو وصیت واجب تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور رشتہ داروں کے لئے اپنے مال و اسباب میں سے حصے مقرر کرنا جانا ہر مال دار پر واجب تھا لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے خود تمام حصے متعین و مقرر فرما دیئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اسی لئے وارث کے لئے وصیت کرنا درست نہیں ہے البتہ آیت میراث کے بعد بھی تہائی مال میں وصیت کرنے کا اختیار باقی رکھا گیا تا کہ اگر کوئی شخص اپنے آخری وقت میں فی سبیل اللہ مال خرچ کر کے اپنی عمر بھی کی تقصیرات مثلاً بخل وغیرہ کا کفارہ اور مکافات کرنا چاہے تو یہ سعادت حاصل کر لے یا اگر اپنے کسی دوست یا دور کے رشتہ دار یا خادم وغیرہ کو کچھ دینا چاہے تو اس تہائی میں سے دیکر اپنا دل خوش کر لے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص پر کوئی قرض وغیرہ ہو یا اس کے پاس کسی کی امانت رکھی ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی ادائیگی

واپسی کی وصیت کر جائے اور اس بارے میں ایک وصیت نامہ لکھ کر اس پر گواہیاں کرالے۔

کتاب وصیت کے شرعی ماخذ کا بیان

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۔ (النساء، ۱۱)

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگر چہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دین کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

یہاں پر وصیت کو ذکر و بیان کے اعتبار سے قرض پر مقدم رکھا گیا ہے تا کہ لوگ اس کے بارے میں لاپرواہی نہ برتیں۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہوتا، اس لئے اس کا ذکر پہلے فرمایا گیا ہے ورنہ تنفیذ وعمل کے اعتبار سے قرض کی ادائیگی اور اس کا اہتمام وصیت پر مقدم ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اس پر سلف وخلف کا اجماع نقل کیا ہے، کہ قرض کی ادائیگی تنفیذ وصیت پر مقدم ہے اور امام احمد وترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی بن ابوطالب سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ قرض کی ادائیگی تنفیذ وصیت سے پہلے اور اس پر مقدم ہے۔ (ترمذی کتاب الفرائض اور ابن ماجہ کتاب الصدقات، باب اداء الدین عن المیت)

اس لئے وہ جو بھی کرتا ہے اور جو بھی حکم وارشاد فرماتا ہے، وہ سب کامل علم اور حکمت ہی پر مبنی ہوتا ہے۔ اور اس میں سراسر اس کے بندوں ہی کا نفع اور بھلا ہوتا ہے اور وہ چونکہ اپنے بندوں پر نہایت ہی مہربان بھی ہے اس لئے وہ ان کو علم وحکمت پر مبنی نہایت ہی رحمتوں اور خیر وبرکت بھرے احکام وارشادات سے نوازتا ہے جن میں ان کے لئے دنیا وآخرت کا بھلا ہوتا ہے۔ اسی لئے اس نے تمہارے آباء وابناء یعنی اصول وفروع کے میراث میں حصے تمہاری صوابدید پر نہیں چھوڑے بلکہ خود ہی مقرر فرما دیئے۔ کیونکہ اگر اس معاملہ کو تم لوگوں پر چھوڑ دیا جاتا تو تم اپنی اہواء وخواہشات کے مطابق کسی کو آگے کر دیتے اور کسی کو پیچھے حالانکہ تم لوگ نہیں جانتے کہ ان میں سے کون تمہارے لئے نفع رسانی کے اعتبار سے تمہارے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے اس نے سب کے حصے خود ہی مقرر فرما دیئے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس تم لوگوں کو انہی کی پابندی کرنی چاہیے اور ہر ایک کو اس کا مقرر کردہ حصہ رضا وخوشی دے دینا چاہیے، کہ اسی میں سب کا بھلا اور فائدہ ہے۔

وصیت واجب نہیں بلکہ مستحب ہوتی ہے

قَالَ (اَلْوَصِيَّةُ غَيْرُ وَاجِبَةٍ وَهِيَ مُسْتَحَبَّةٌ) وَالْقِيَاسُ يَأْبَى جَوَازَهَا لِاَنَّهُ تَمْلِيكٌ مُضَافٌ إِلَى حَالِ زَوَالِ مَالِكِيَّتِهِ، وَلَوْ أُضِيفَ إِلَى حَالِ قِيَامِهَا بِاَنْ قِيلَ مَلَّكْتُكَ غَدًا كَانَ بَاطِلًا فَهٰذَا اَوْلَى. اِلَّا اَنَّا اسْتَحْسَنَّاهُ لِحَاجَةِ النَّاسِ اِلَيْهَا، فَاِنَّ الْاِنْسَانَ مَغْرُورٌ بِاَمَلِهِ مُقَصِّرٌ فِي عَمَلِهِ، فَاِذَا عَرَضَ لَهُ الْمَرَضُ وَخَافَ الْبَيَانَ يَحْتَاجُ اِلَى تَلَافِي بَعْضِ مَا فَرَّطَ مِنْهُ مِنَ التَّفْرِيطِ بِمَالِهِ عَلَى وَجْهٍ لَوْ مَضَى فِيهِ يَتَحَقَّقُ مَقْصِدُهُ الْمَآلِيُّ، وَلَوْ اَنْهَضَهُ الْبُرْءُ يَصْرِفُهُ اِلَى مَطْلَبِهِ الْحَالِيِّ، وَفِي شَرْعِ الْوَصِيَّةِ ذٰلِكَ فَشَرَعْنَاهُ، وَمِثْلُهُ فِي الْاِجَارَةِ بَيَّنَّاهُ، وَقَدْ تَبْقَى الْمَالِكِيَّةُ بَعْدَ الْمَوْتِ بِاعْتِبَارِ الْحَاجَةِ كَمَا فِي قَدْرِ التَّجْهِيزِ وَالدَّيْنِ، وَقَدْ نَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى (مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا اَوْ دَيْنٍ) وَالسُّنَّةُ وَهُوَ قَوْلُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ بِثُلُثِ اَمْوَالِكُمْ فِي آخِرِ اَعْمَارِكُمْ زِيَادَةً لَكُمْ فِي اَعْمَالِكُمْ تَضَعُونَهَا حَيْثُ شِئْتُمْ) اَوْ قَالَ (حَيْثُ اَحْبَبْتُمْ) وَعَلَيْهِ اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ.

ثُمَّ تَصِحُّ لِلْاَجْنَبِيِّ فِي الثُّلُثِ مِنْ غَيْرِ اِجَازَةِ الْوَرَثَةِ لِمَا رَوَيْنَا، وَسَنُبَيِّنُ مَا هُوَ الْاَفْضَلُ فِيهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى.

فرمایا کہ وصیت واجب نہیں ہے بلکہ وہ مستحب ہے۔ جبکہ قیاس اس کا انکاری ہے۔ کیونکہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی ملکیت کو ختم کرنے کی طرف مضاف ہے۔ اور جب وصیت کو ملکیت قائم کرنے کی جانب مضاف کیا جائے۔ اور اس طرح کہا جائے میں نے تم کو کل مالک بنا دیا ہے تو یہ باطل ہوگا۔ پس ایسی صورت میں وصیت بدرجہ اولیٰ باطل ہو جائے گی۔ لیکن لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے بطور استحسان ہم نے وصیت کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ انسان اپنی امید کے سبب دھوکہ کھانے والا ہے۔ اور وہ اپنے عمل میں غفلت کر سکتا ہے۔ اور جب اس کو بیماری لاحق ہو جائے تو وہ موت سے گھبرانے لگتا ہے۔ اور اس کی گذشتہ کی ہوئی غلطیوں اور زیادتیوں کی تلافی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جب وہ اسی بیماری میں فوت ہو جائے تو اس کا اخروی مقصد ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر وہ تندرست ہو گیا ہے تو وہ مال کی دنیاوی مقاصد میں خرچ کرے گا۔ اور وصیت کو مشروع کرنے کے سبب یہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ پس اسی نے ہم نے وصیت کو مشروع قرار دیا ہے۔ اور اجارہ میں بھی ہم اسی طرح بیان کر آئے ہیں۔

اور موت کے بعد بھی ضرورت کی وجہ سے ملکیت باقی رہتی ہے۔ جس طرح کفن دفن اور قرض کی مقدار کا ادا کرنا ہے۔ اور کتاب اللہ نے اس کا جواز بیان کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا اَوْ دَيْنٍ" اور سنت سے بھی اس کے جواز کو بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ نبی کریم ﷺ کا فرمان اقدس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آخر عمر میں تمہارے تہائی مال کا

صدقہ کیا ہے۔ تا کہ تمہارے اعمال میں اضافہ ہو۔ پس جہاں تم چاہو اس کو خرچ کرو۔ اور آپ ﷺ نے حیث اجتم ارشاد فرمایا ہے۔
اور وصیت کے جائز ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اور اجنبی کے لئے تہائی مال میں ورثاء کی اجازت کے بغیر وصیت صحیح ہے۔
اسی حدیث کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور ہم ان شاء اللہ وصیت سے متعلق اچھی طرح احکام کو بیان کر دیں گے۔

تہائی سے زائد وصیت کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا تَجُوزُ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ) لِقَوْلِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ) بَعْدَ مَا نَفَى وَصِيَّتَهُ بِالْكُلِّ وَالنِّصْفِ، وَلِأَنَّهُ حَقُّ الْوَرَثَةِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ انْعَقَدَ سَبَبُ الزَّوَالِ إلَيْهِمْ وَهُوَ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنْ الْمَالِ فَأَوْجَبَ تَعَلُّقَ حَقِّهِمْ بِهِ، إلَّا أَنَّ الشَّرْعَ لَمْ يُظْهِرْهُ فِي حَقِّ الْأَجَانِبِ بِقَدْرِ الثُّلُثِ لِيَتَدَارَكَ تَقْصِيرَهُ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَأَظْهَرَهُ فِي حَقِّ الْوَرَثَةِ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ لَا يَتَصَدَّقُ بِهِ عَلَيْهِمْ تَحَرُّزًا عَمَّا يَتَّفِقُ مِنْ الْإِيثَارِ عَلَى مَا نُبَيِّنُهُ، وَقَدْ جَاءَ فِي الْحَدِيثِ (الْحَيْفُ فِي الْوَصِيَّةِ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ) وَفَسَّرُوهُ بِالزِّيَادَةِ عَلَى الثُّلُثِ وَبِالْوَصِيَّةِ لِلْوَارِثِ .

فرمایا کہ تہائی سے زائد کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ تم تہائی کی وصیت کرو۔ اور تہائی بہت زیادہ ہے۔ اور یہ ارشاد آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا کہ جب آپ ﷺ نے ان کو سارے اور نصف مال کی وصیت کرنے سے منع کیا تھا۔ کیونکہ مال ورثاء کا حق ہے۔ اور اس کی جانب ختم ہونے کا سبب منعقد ہو چکا ہے۔ اور وہ مورث کا مال سے بے پرواہ ہونا ہے۔ اور ان کا یہ بے پرواہ ہونا مال سے ان کے حق کو واسطہ ہونا ثابت کر دے گا۔ لیکن شریعت نے اجنبیوں کے حق میں تہائی کی مقدار میں اس بے پرواہی کا اظہار نہیں کیا کہ مورث اپنی غلطی کی تلافی کرنے والا بن جائے۔ اسی تفصیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور اس کو وارثوں کے حق میں ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ مورث اس کو اپنے وارثوں پر صدقہ نہ کرے گا۔ تا کہ اتفاقی طور واقع ہونے والے ایثار سے وہ بچ جائے۔ اسی وضاحت کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ وصیت میں ظلم کرنا یہ بڑے گناہوں میں سے بھی بڑا ہے۔ اور علماء نے حیف کی معنی تہائی سے زیادہ اور وارث کے حق میں وصیت کرنے کا کیا ہے۔

ورثاء کا مورث کے بعد تہائی سے زائد کی اجازت دینے کا بیان

قَالَ (إلَّا أَنْ يُجِيزَهُ الْوَرَثَةُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَهُمْ كِبَارٌ) لِأَنَّ الِامْتِنَاعَ لِحَقِّهِمْ وَهُمْ أَسْقَطُوهُ (وَلَا مُعْتَبَرَ بِإِجَازَتِهِمْ فِي حَالِ حَيَاتِهِ) لِأَنَّهَا قَبْلَ ثُبُوتِ الْحَقِّ إذْ الْحَقُّ يَثْبُتُ عِنْدَ الْمَوْتِ فَكَانَ لَهُمْ أَنْ يَرُدُّوهُ بَعْدَ وَفَاتِهِ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ لِأَنَّهُ بَعْدَ ثُبُوتِ الْحَقِّ فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَرُدُّوا

عَنْهُ، لِاَنَّ السَّاقِطَ مُتَلَاشٍ .

غَايَةُ الْاَمْرِ اَنَّهُ يُسْتَنَدُ عِنْدَ الْاِجَازَةِ، لٰكِنَّ الْاِسْتِنَادَ يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْقَائِمِ وَهٰذَا قَدْ مَضٰى وَتَلَاشٰى، وَلِاَنَّ الْحَقِيْقَةَ تَثْبُتُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَقَبْلَهُ يَثْبُتُ مُجَرَّدُ الْحَقِّ، فَلَوْ اسْتَنَدَ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ يَنْقَلِبُ حَقِيْقَةً قَبْلَهُ، وَالرِّضَا بِبُطْلَانِ الْحَقِّ لَا يَكُوْنُ رِضًا بِبُطْلَانِ الْحَقِيْقَةِ وَكَذَا اِنْ كَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَارِثِ وَاَجَازَهُ الْبَقِيَّةُ فَحُكْمُهُ مَا ذَكَرْنَاهُ .

وَكُلُّ مَا جَازَ بِاِجَازَةِ الْوَارِثِ يَتَمَلَّكُهُ الْمُجَازُ لَهُ مِنْ قِبَلِ الْمُوْصِي) عِنْدَنَا، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ مِنْ قِبَلِ الْوَارِثِ، وَالصَّحِيْحُ قَوْلُنَا لِاَنَّ السَّبَبَ صَدَرَ مِنَ الْمُوْصِي، وَالْاِجَازَةُ رَفْعُ الْمَانِعِ وَلَيْسَ مِنْ شَرْطِهِ الْقَبْضُ فَصَارَ كَالْمُرْتَهِنِ اِذَا اَجَازَ بَيْعَ الرَّاهِنِ .

فرمایا کہ ہاں جب مورث کی موت کے بعد تہائی سے زائد کی اجازت دے دیں اور وہ بھی اس طرح کہ ورثاء بڑے ہوں کیونکہ روکنا انہی کے حق کے سبب سے تھا۔ اور وہ اپنے حق کو ساقط کرنے والے ہیں۔

اور مورث کی زندگی میں ورثاء کی اجازت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ حق ثابت ہونے سے پہلے کا معاملہ ہے۔ کیونکہ وارثوں کا حق تو موت کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ پس ورثاء کو حق حاصل ہے کہ مورث کی موت کے بعد اس کو رد کر دیں۔ جبکہ موت کے موت کے بعد والی اجازت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اجازت حق ثابت ہونے کے بعد ہے پس وارث اس سے رجوع کا حق رکھنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ جو چیز ساقط ہو جائے وہ معدوم ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ وارثوں کا حق اجازت کے وقت مزید پکا ہو جائے گا۔ اور پختگی موجودہ حق میں ظاہر ہوا کرتی ہے۔ جبکہ یہ گزر کر معدوم ہونے والی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ حقیقت موت کے وقت ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ موت سے پہلے صرف حق ثابت ہوتا ہے۔ پس جب ہر طرح استناد کو ثابت کر دیا جائے تو موت سے پہلے ہی حقیقت بدل جائے گی۔ کیونکہ حق کو باطل کرنے کی رضامندی یہ حقیقت کی رضامندی نہیں ہے۔

اور اسی طرح جب کوئی وصیت وارث کے لئے ہے اور باقی وارثوں نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہوگا جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور ہر وہ تصرف جو وارث کی اجازت کے ساتھ ہو ہمارے نزدیک موصی کی طرف سے مجاز لہ اس کا مالک بن جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہاں پر وہ وارث کی جانب سے مالک بن جائے گا۔ اور ہمارا قول درست ہے کیونکہ اس کا سبب موصی کی جانب سے واقع ہوا ہے۔ اور اجازت دینا یہ مانع کو ختم کرنے کی بات ہے۔ اور قبضہ اس کے لئے شرط نہیں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح جب مرتہن راہن کو بیع کرنے کی اجازت دے دیتا ہے۔

قاتل کے لئے وصیت کے عدم جواز وجواز میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوْزُ لِلْقَاتِلِ عَامِدًا كَانَ اَوْ خَاطِئًا بَعْدَ اَنْ كَانَ مُبَاشِرًا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ

وَالسَّلَامُ (لَا وَصِيَّةَ لِلْقَاتِلِ) وَلِأَنَّهُ اسْتَعْجَلَ مَا أَخَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَيُحْرَمُ الْوَصِيَّةَ كَمَا يُحْرَمُ الْمِيرَاثَ

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تَجُوزُ لِلْقَاتِلِ وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا أَوْصٰى لِرَجُلٍ ثُمَّ إِنَّهُ قَتَلَ الْمُوْصِيَ تَبْطُلُ الْوَصِيَّةُ عِنْدَنَا، وَعِنْدَهُ لَا تَبْطُلُ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ فِي الْفَصْلَيْنِ مَا بَيَّنَّاهُ (وَلَوْ أَجَازَتْهَا الْوَرَثَةُ جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا تَجُوزُ) لِأَنَّ جِنَايَتَهُ بَاقِيَةٌ وَالِامْتِنَاعُ لِأَجْلِهَا.

وَلَهُمَا أَنَّ الِامْتِنَاعَ لِحَقِّ الْوَرَثَةِ لِأَنَّ نَفْعَ بُطْلَانِهَا يَعُودُ إِلَيْهِمْ كَنَفْعِ بُطْلَانِ الْمِيرَاثِ، وَلِأَنَّهُمْ لَا يَرْضَوْنَهَا لِلْقَاتِلِ كَمَا لَا يَرْضَوْنَهَا لِأَحَدِهِمْ.

فرمایا کہ قاتل کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر چہ وہ بطور عمد قتل کرنے والا ہے یا بطور خطاء قتل کرنے والا ہے۔ بعد اس کے کہ جب وہ مباشر ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قاتل کے لئے کوئی وصیت نہیں ہے۔ کیونکہ قاتل نے اس چیز کو جلدی سے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کو اللہ نے مؤخر کر دیا ہے۔ پس اس کو وصیت سے محروم کر دیا جائے گا۔ جس طرح میراث سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے قاتل کے لئے وصیت جائز ہے۔ اور یہ اسی اختلاف کے مطابق ہے کہ جب کسی بندے نے کسی آدمی کے لئے وصیت کی اس کے بعد اس نے موصی کو قتل کر دیا ہے تو ہمارے نزدیک وصیت باطل ہو جائے گی جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک باطل نہ ہوگی۔ اور ان دونوں مسائل میں ہماری بیان کردہ دلیل ان کے خلاف بطور حجت ہے۔

اور جب ورثاء نے قاتل کی وصیت کی اجازت دے دی ہے تو طرفین کے نزدیک یہ وصیت جائز ہے۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ قاتل کی جنایت موجود ہے۔ اور جنایت کے سبب وصیت ممنوع ہوئی ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ امتناع یہ وارثوں کے حق کے سبب منع ہے۔ کیونکہ وصیت کو باطل کرنے کا فائدہ ان کی جانب سے آنے والا ہے۔ جس طرح میراث کو باطل کرنے کا معاملہ ہے کیونکہ ورثاء قاتل کے لئے وصیت سے راضی نہ ہوں گے۔ جس طرح وہ اپنوں میں سے کسی ایک کے لئے وصیت پر رضامند ہونے والے نہیں ہیں۔

وارث کے لئے وصیت کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا تَجُوزُ لِوَارِثِهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، أَلَا لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ) وَلِأَنَّهُ يَتَأَذَّى الْبَعْضُ بِإِيثَارِ الْبَعْضِ فَفِي تَجْوِيزِهِ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ وَلِأَنَّهُ حَيْفٌ بِالْحَدِيثِ الَّذِي رَوَيْنَاهُ، وَيُعْتَبَرُ كَوْنُهُ وَارِثًا أَوْ غَيْرَ وَارِثٍ وَقْتَ الْمَوْتِ لَا وَقْتَ الْوَصِيَّةِ لِأَنَّهُ تَمْلِيكٌ مُضَافٌ إِلَى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَحُكْمُهُ يَثْبُتُ بَعْدَ الْمَوْتِ. وَالْهِبَةُ مِنَ

الْمَرِيضِ لِلْوَارِثِ فِي هٰذَا نَظِيرُ الْوَصِيَّةِ) لِأَنَّهَا وَصِيَّةٌ حُكْمًا حَتّٰى تَنْفُذَ مِنَ الثُّلُثِ، وَإِقْرَارُ الْمَرِيضِ لِلْوَارِثِ عَلٰى عَكْسِهِ لِأَنَّهُ تَصَرُّفٌ فِي الْحَالِ فَيُعْتَبَرُ ذٰلِكَ وَقْتَ الْإِقْرَارِ .

قَالَ (إِلَّا أَنْ تُجِيزَهَا الْوَرَثَةُ) وَيُرْوٰى هٰذَا الْاِسْتِثْنَاءُ فِيمَا رَوَيْنَاهُ، وَلِأَنَّ الْاِمْتِنَاعَ لِحَقِّهِمْ فَتَجُوزُ بِإِجَازَتِهِمْ؛ وَلَوْ أَجَازَ بَعْضٌ وَرَدَّ بَعْضٌ تَجُوزُ عَلَى الْمُجِيزِ بِقَدْرِ حِصَّتِهِ لِوِلَايَتِهِ عَلَيْهِ وَبَطَلَ فِي حَقِّ الرَّادِّ .

ترجمہ فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو حق دے دیا ہے۔ خبردار! وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بعض کو ترجیح دینے سے بعض کو تکلیف ہوگی۔ اور اس کو جائز قرار دینے میں قطع رحمی پائی جائے گی۔ کیونکہ ہماری بیان کردہ حدیث کے مطابق یہ زیادتی ہوگی۔ اور موصی لہ کا وارث ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار موت کے وقت کیا جائے گا وصیت کے وقت کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ وصیت ایک ایسی ملکیت ہے جو موت کے بعد کی جانب منسوب ہے۔ اور اس کا حکم بھی موت کے بعد ثابت ہونے والا ہے اور مریض کی جانب سے وارث کے لئے ہبہ کرنا اس میں وصیت کی مثال ہے۔ کیونکہ یہ حکمی طور پر وصیت ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس کا نفاذ تہائی مال سے ہوگا۔ جبکہ وارث کے لئے مریض کا اقرار کرنا یہ اس کے برعکس ہوگا کیونکہ یہ فوری طور پر تصرف ہے پس یہ وقت اقرار اعتبار کیا جائے گا۔

ہاں البتہ جب ورثاء اس وصیت کی اجازت دے دیتے ہیں تو یہ استثناء ہماری روایت کردہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس کا منع ہونا یہ ورثاء کے حق کے سبب تھا پس وارثوں کی اجازت سے وصیت جائز ہو جائے گی۔ اور جب بعض نے اجازت دی ہے اور بعض نے اجازت نہ دی تو اجازت دینے والوں پر ان کے حصے کی مقدار کے برابر وصیت جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ اجازت دینے والے پر اپنے آپ پر ولایت حاصل ہے۔ اور رد کرنے کی صورت میں وصیت باطل ہو جائے گی۔

مسلمان کا کافر کے لئے اور کافر کا مسلمان کے لئے وصیت کرنے کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ أَنْ يُوصِيَ الْمُسْلِمُ لِلْكَافِرِ وَالْكَافِرُ لِلْمُسْلِمِ) فَالْأَوَّلُ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ) الْآيَةَ .

وَالثَّانِي لِأَنَّهُمْ بِعَقْدِ الذِّمَّةِ سَاوَوُا الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُعَامَلَاتِ وَلِهٰذَا جَازَ التَّبَرُّعُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ فِي حَالَةِ الْحَيَاةِ فَكَذَا بَعْدَ الْمَمَاتِ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ الْوَصِيَّةُ لِأَهْلِ الْحَرْبِ بَاطِلَةٌ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ) الْآيَةَ .

ترجمہ فرمایا کہ مسلمان کے لئے کافر کے لئے اور کافر کا مسلمان کے لئے وصیت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ پہلا جواز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو دین میں تمہارے ساتھ نہیں لڑتے'' اور دوسرے کا

سبب جواز یہ ہے کہ ذمی ہونے کے عقد کے سبب کفار معاملات میں مسلمانوں کے برابر حق رکھنے والے ہیں۔ اور دلیل کے سبب زندگی میں ان دونوں کی طرف سے احسان درست ہے۔ پس وہ موت کے بعد بھی درست ہو جائے گا۔ اور جامع صغیر میں ہے۔ اہل حرب کے لئے وصیت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''اِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ'' (ممتحنہ ۹)

موت کے بعد وصیت کی قبولیت کا بیان

قَالَ (وَقَبُولُ الْوَصِيَّةِ بَعْدَ الْمَوْتِ فَإِنْ قَبِلَهَا الْمُوصٰى لَهُ حَالَ الْحَيَاةِ أَوْ رَدَّهَا فَذٰلِكَ بَاطِلٌ) لِأَنَّ أَوَانَ ثُبُوتِ حُكْمِهِ بَعْدَ الْمَوْتِ لِتَعَلُّقِهِ بِهِ فَلَا يُعْتَبَرُ قَبْلَهُ كَمَا لَا يُعْتَبَرُ قَبْلَ الْعَقْدِ .

قَالَ (وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُوصِيَ الْإِنْسَانُ بِدُونِ الثُّلُثِ) سَوَاءٌ كَانَتِ الْوَرَثَةُ أَغْنِيَاءَ أَوْ فُقَرَاءَ، لِأَنَّ فِي التَّنْقِيصِ صِلَةَ الْقَرِيبِ بِتَرْكِ مَا لَهُ عَلَيْهِمْ، بِخِلَافِ اسْتِكْمَالِ الثُّلُثِ، لِأَنَّهُ اسْتِيفَاءُ تَمَامِ حَقِّهِ فَلَا صِلَةَ وَلَا مِنَّةَ، ثُمَّ الْوَصِيَّةُ بِأَقَلَّ مِنَ الثُّلُثِ أَوْلٰى أَمْ تَرْكُهَا ؟ قَالُوا : إِنْ كَانَتِ الْوَرَثَةُ فُقَرَاءَ وَلَا يَسْتَغْنُونَ بِمَا يَرِثُونَ فَالتَّرْكُ أَوْلٰى لِمَا فِيهِ مِنَ الصَّدَقَةِ عَلَى الْقَرِيبِ .

وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ الْكَاشِحِ) وَلِأَنَّ فِيهِ رِعَايَةَ حَقِّ الْفُقَرَاءِ وَالْقَرَابَةِ جَمِيعًا، وَإِنْ كَانُوا أَغْنِيَاءَ أَوْ يَسْتَغْنُونَ بِنَصِيبِهِمْ فَالْوَصِيَّةُ أَوْلٰى لِأَنَّهُ يَكُونُ صَدَقَةً عَلَى الْأَجْنَبِيِّ، وَالتَّرْكُ هِبَةٌ مِنَ الْقَرِيبِ وَالْأُولٰى أَوْلٰى لِأَنَّهُ يَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى .

وَقِيلَ فِي هٰذَا الْوَجْهِ يُخَيَّرُ لِاشْتِمَالِ كُلٍّ مِنْهُمَا عَلٰى فَضِيلَةٍ وَهُوَ الصَّدَقَةُ وَالصِّلَةُ فَيُخَيَّرُ بَيْنَ الْخَيْرَيْنِ .

فرمایا کہ وصیت کو قبول کرنا یہ موت کے بعد ہے مگر جب موصیٰ لہ نے موصی کی زندگی میں وصیت کو قبول کر لیا ہے تو اس کو رد کر دیا ہے تو یہ باطل ہو گا۔ کیونکہ وصیت کا حکم تو موت کے بعد ثابت ہونے والا ہے۔ اس لئے کہ وصیت موت کے ساتھ متعلق ہے۔ پس موت سے پہلے اس کے قبول کرنے یا رد کرنے کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ جس طرح عقد سے پہلے اعتبار نہیں کیا جاتا۔

فرمایا انسان کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ تہائی سے کم وصیت کرے۔ اگر چہ اس کے وارث مالدار ہیں یا فقیر ہیں۔ کیونکہ تہائی سے کم کرنے میں رشتے داروں میں مال چھوڑ کر یہ ان کے ساتھ صلہ رحمی بن جائے گی۔ بہ خلاف تہائی کو پورا کرنے کے کیونکہ اس طرح پورا حق لے لینا ہے۔ پس یہ نہ صلہ رحمی ہو گی اور نہ ہی احسان ہے۔ اور تہائی سے کم والی وصیت افضل ہے۔ یا اس کو ترک افضل ہے۔

مشائخ فقہاء نے یہ بات کہی ہے کہ جب ورثاء فقیر ہیں اور وہ پائی جانے والی وراثت سے بے پرواہ بھی نہیں ہیں تو اس کو چھوڑ دینا اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس میں قریبی آدمی پر صدقہ کرنا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین صدقہ رشتے داروں پر ہے اور جس مصدق راضی نہ ہو کیونکہ اس میں فقراء اور قرابت والوں دونوں کی رعایت ہے۔

اور جب ورثاء مالدار ہیں یا وہ اپنے حصے سے مالدار بننے والے ہیں۔ تو اب وصیت کرنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ وصیت کرنا یہ اجنبی پر صدقہ کرنا ہے۔ اور ترک وصیت یہ رشتے داروں پر ہبہ کرنا ہے۔ اور پہلا زیادہ افضل ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ کی رضا کو تلاش کیا جاتا ہے۔ اور ایک قول کے مطابق اس وقت موصی کو اختیار ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں سے ہر ایک کے لئے فضیلت ثابت ہے۔ اور وہ صدقہ ہے یا صلہ ہے پس موصی کو ان دونوں نیک اعمال کے درمیان اختیار دے دیا جائے گا۔

قبولیت سے موصی بہ کے ملکیت میں آجانے پر فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَالْمُوْصٰى بِهٖ يُمْلَكُ بِالْقَبُوْلِ) خِلَافًا لِزُفَرَ، وَهُوَ اَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ .هُوَ يَقُوْلُ : الْوَصِيَّةُ اُخْتُ الْمِيْرَاثِ، اِذْ كُلٌّ مِنْهُمَا خِلَافَةٌ لِمَا اَنَّهُ انْتِقَالٌ، ثُمَّ الْاِرْثُ يَثْبُتُ مِنْ غَيْرِ قَبُوْلٍ فَكَذٰلِكَ الْوَصِيَّةُ .

وَلَنَا اَنَّ الْوَصِيَّةَ اِثْبَاتُ مِلْكٍ جَدِيْدٍ، وَلِهٰذَا لَا يَرُدُّ الْمُوْصٰى لَهٗ بِالْعَيْبِ، وَلَا يُرَدُّ عَلَيْهِ بِالْعَيْبِ، وَلَا يَمْلِكُ اَحَدٌ اِثْبَاتَ الْمِلْكِ لِغَيْرِهٖ اِلَّا بِقَبُوْلِهٖ، اَمَّا الْوِرَاثَةُ فَخِلَافَةٌ حَتّٰى يَثْبُتَ فِيْهَا هٰذِهِ الْاَحْكَامُ فَيَثْبُتُ جَبْرًا مِنَ الشَّرْعِ مِنْ غَيْرِ قَبُوْلٍ .

قَالَ (اِلَّا فِيْ مَسْاَلَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ اَنْ يَمُوْتَ الْمُوْصِيْ ثُمَّ يَمُوْتَ الْمُوْصٰى لَهٗ قَبْلَ الْقَبُوْلِ فَيَدْخُلُ الْمُوْصٰى بِهٖ فِيْ مِلْكِ وَرَثَتِهٖ) اسْتِحْسَانًا وَالْقِيَاسُ اَنْ تَبْطُلَ الْوَصِيَّةُ لِمَا بَيَّنَّا اَنَّ الْمِلْكَ مَوْقُوْفٌ عَلَى الْقَبُوْلِ فَصَارَ كَمَوْتِ الْمُشْتَرِيْ قَبْلَ قَبُوْلِهٖ بَعْدَ اِيْجَابِ الْبَائِعِ .وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ الْوَصِيَّةَ مِنْ جَانِبِ الْمُوْصِيْ قَدْ تَمَّتْ بِمَوْتِهٖ تَمَامًا لَا يَلْحَقُهُ الْفَسْخُ مِنْ جِهَتِهٖ، وَاِنَّمَا تَوَقَّفَتْ لِحَقِّ الْمُوْصٰى لَهٗ، فَاِذَا مَاتَ دَخَلَ فِيْ مِلْكِهٖ كَمَا فِي الْبَيْعِ الْمَشْرُوْطِ فِيْهِ الْخِيَارُ اِذَا مَاتَ قَبْلَ الْاِجَازَةِ .

فرمایا کہ قبول کرنے سے موصی بہ ملکیت میں آجاتا ہے جبکہ امام زفر رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول یہی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وصیت میراث کی بہن ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں نائب ہونا ہے۔ کیونکہ یہ منتقل ہونا ہے۔ اور اس کے بعد ارث یہ قبولیت کے بغیر ثابت ہونے والا ہے۔ تو اسی طرح وصیت بھی قبولیت کے بغیر ثابت ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ وصیت جدید ملکیت کو ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ اسی عیب کے سبب موصی لہ اور کسی دوسرے شخص کے قبول کیے بغیر اس کے لئے ملکیت کو ثابت کرنے والا نہیں ہے۔ جبکہ وراثت جو ہے وہ خلافت ہے حتیٰ کہ وارثت میں اسی قسم کے احکام جاری ہوں گے۔ پس قبولیت کے بغیر شریعت کی جانب جبری طور پر ملکیت ثابت ہوجائے گی۔

فرمایا کہ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ جب موصی فوت ہوجائے اور اس کے بعد قبولیت سے پہلے موصی لہ بھی فوت ہوجائے تو موصی بہ چیز موصی لہ کے وارثوں کی ملکیت میں بطور استحسان شامل ہوجائے گی۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ایسی وصیت باطل ہوجائے۔ جس طرح بیچنے والے کے ایجاب کے بعد خریدار کی قبولیت سے پہلے خریدار کا فوت ہوجاتا ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ موصی کے فوت ہوجانے سے اس کی جانب سے مکمل طور پر وصیت ثابت ہوچکی ہے۔ اور موصی کی جانب سے اس کو کوئی فسخ بھی لازم نہ ہوگا۔ اور اب موصی لہ کے حق کے سبب وصیت موقوف ہے۔ مگر جب موصی لہ فوت ہوگیا ہے تو وصیت اس کی ملکیت میں داخل ہوجائے گی۔ جس طرح وہ بیع جس میں خریدار کے لئے خیار شرط ہوتا ہے۔ اور جب خریدار اجازت دینے سے پہلے ہی فوت ہوجائے۔

دین محیط کے سبب وصیت کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰی وَعَلَیْهِ دَیْنٌ یُحِیطُ بِمَالِهٖ لَمْ تَجُزْ الْوَصِیَّةُ) لِاَنَّ الدَّیْنَ یُقَدَّمُ عَلَی الْوَصِیَّةِ لِاَنَّهٗ اَهَمُّ الْحَاجَتَیْنِ فَاِنَّهٗ فَرْضٌ وَالْوَصِیَّةُ تَبَرُّعٌ، وَاَبَدًا یُبْدَاُ بِالْاَهَمِّ فَالْاَهَمِّ .

(اِلَّا اَنْ یُبْرِئَهُ الْغُرَمَاءُ) لِاَنَّهٗ لَمْ یَبْقَ الدَّیْنُ فَتَنْفُذُ الْوَصِیَّةُ عَلَی الْحَدِّ الْمَشْرُوعِ لِحَاجَتِهٖ اِلَیْهَا

فرمایا کہ جب کسی ایسے بندے نے وصیت کی ہے جس پر اتنا قرض ہے جو اس کے سارے مال کو گھیرنے والا ہے۔ تو وصیت جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ قرض وصیت پر مقدم ہے۔ اور قرض ان دونوں ضرورتوں سے زیادہ اہمیت والا ہے۔ کیونکہ قرض کو ادا کرنا فرض ہے۔ اور وصیت احسان ہے۔ اور ہمیشہ اہمیت سے آغاز کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد جو اس کے بعد اہمیت والا ہے۔ ہاں البتہ جب قرض خواہوں نے مقروض کو بری کردیا ہے۔ کیونکہ اب قرض باقی نہ رہا ہے۔ تو شریعت کی بیان کی مقدار کے مطابق وصیت نافذ ہوجائے گی۔ کیونکہ موصی کو اس کی ضرورت ہے۔

بچے کی وصیت کے جواز وعدم جواز میں فقہی اختلاف کا بیان

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ وَصِیَّةُ الصَّبِیِّ) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ : تَصِحُّ اِذَا کَانَ فِیْ وُجُوْهِ الْخَیْرِ لِاَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَجَازَ وَصِیَّةَ یَفَاعٍ اَوْ یَافَاعٍ وَهُوَ الَّذِیْ رَاهَقَ الْحُلُمَ، وَلِاَنَّهٗ نَظَرَ لَهٗ بِصَرْفِهٖ اِلٰی نَفْسِهٖ فِیْ نَیْلِ الزُّلْفٰی، وَلَوْ لَمْ تَنْفُذْ یَبْقٰی عَلٰی غَیْرِهٖ.

وَلَنَا اَنَّهٗ تَبَرُّعٌ وَالصَّبِیُّ لَیْسَ مِنْ اَهْلِهٖ، وَلِاَنَّ قَوْلَهٗ غَیْرُ مَلْزُوْمٍ وَفِیْ تَصْحِیْحِ وَصِیَّتِهٖ قَوْلٌ بِالْزَامِ قَوْلِهٖ وَالْاَثَرُ مَحْمُوْلٌ عَلٰی اَنَّهٗ کَانَ قَرِیْبَ الْعَهْدِ بِالْحُلُمِ مَجَازًا اَوْ کَانَتْ وَصِیَّتُهٗ فِیْ

تَجْهِيزِهٖ وَاَمْرِ دَفْنِهٖ، وَذٰلِكَ جَائِزٌ عِنْدَنَا، وَهُوَ يُحْرِزُ الثَّوَابَ بِالتَّرْكِ عَلٰى وَرَثَتِهٖ كَمَا بَيَّنَّاهُ، وَالْمُعْتَبَرُ فِي النَّفْعِ وَالضَّرَرِ النَّظَرُ اِلٰى اَوْضَاعِ التَّصَرُّفَاتِ لَا اِلٰى مَا يَتَّفِقُ بِحُكْمِ الْحَالِ اعْتَبِرْهُ بِالطَّلَاقِ فَاِنَّهٗ لَا يَمْلِكُهٗ وَلَا وَصِيَّهٗ وَاِنْ كَانَ يَتَّفِقُ نَافِعًا فِيْ بَعْضِ الْاَحْوَالِ، وَكَذَا اِذَا اَوْصٰى ثُمَّ مَاتَ بَعْدَ الْاِدْرَاكِ لِعَدَمِ الْاَهْلِيَّةِ وَقْتَ الْمُبَاشَرَةِ وَكَذَا اِذَا قَالَ اِذَا اَدْرَكْتُ فَثُلُثُ مَالِيْ لِفُلَانٍ وَصِيَّةٌ لِقُصُوْرِ اَهْلِيَّتِهٖ فَلَا يَمْلِكُهٗ تَنْجِيزًا وَتَعْلِيقًا كَمَا فِي الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ، بِخِلَافِ الْعَبْدِ وَالْمُكَاتَبِ لِاَنَّ اَهْلِيَّتَهُمَا مُسْتَتِمَّةٌ وَالْمَانِعُ حَقُّ الْمَوْلٰى فَتَصِحُّ اِضَافَتُهٗ اِلٰى حَالِ سُقُوْطِهٖ ۔

فرمایا کہ بچے کی وصیت جائز نہیں ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب نیکی کا کام ہے تو درست ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یفاع یا یافع کی وصیت کو جائز قرار دیا تھا۔ اور یفاع اس بچے کو کہتے ہیں جو بالغ ہونے کے قریب ہو۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہ چیز بچے کے لئے شفقت کا باعث ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی رضا کے لئے اپنی طرف سے خرچ کرنے والا ہے۔ اور جب وصیت نافذ نہ ہو تو اس کے سوا پر مال باقی رہ جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ وصیت احسان ہے اور بچہ اس کا اہل نہیں ہے۔ کیونکہ بچے کو قول لازم کرنے والا نہیں ہے۔ جبکہ اس کی وصیت کو درست قرار دینے کی صورت میں اس کے قول کو لازم ہونے کا قائل ہونا پڑے گا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اثر اس صورت پر محمول ہے کہ وہ بچہ مجازی طور پر بلوغت کے قریبی عہد میں ہے۔ یا پھر اس کی وصیت کفن دفن کے بارے میں ہے اور وہ ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔ کیونکہ بچہ اپنے وارثوں پر مال چھوڑنے پر اجر اکٹھا کرنے والا ہے۔ جس طرح ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

اور نفع ونقصان میں تصرفات کی وضع پر غور کرنے کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور فوری طور پر اتفاقی وضع کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور آپ اس کو طلاق پر قیاس کریں اور بچہ اور اس کا وصی طلاق کے مالک نہیں ہیں۔ اگر چہ بعض اتفاقی صورتوں میں طلاق نفع مند بھی ہے۔

اور اسی طرح بچے نے جب وصیت کی ہے اور بالغ ہونے کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے تب بھی اس کی وصیت باطل ہو جائے گی کیونکہ جب وصیت کی گئی تھی اس وقت اہلیت نہ تھی۔ اور اسی طرح جب بچے نے کہا ہے جب میں بالغ ہو جاؤں تو میرا تہائی مال فلاں کے لئے وصیت ہے۔ تب بھی وصیت باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اہلیت ناقص ہے۔ پس بچہ وصیت کا مالک نہ ہوگا۔ اس میں اس کے لئے کوئی انجاز وتعلیق نہیں ہے جس طرح طلاق وعتاق ہے۔ جبکہ غلام اور مکاتب میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں اہلیت مکمل ہے اور یہاں پر مانع آقا کا حق ہے۔ پس آقا کے حق کے سقوط کی حالت کی جانب وصیت کو منسوب کرنا درست ہے۔

مکاتب کی وصیت کے درست نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ وَصِيَّةُ الْمُكَاتَبِ وَاِنْ تَرَكَ وَفَاءً) لِاَنَّ مَالَهٗ لَا يَقْبَلُ التَّبَرُّعَ، وَقِيْلَ عَلٰى قَوْلِ

اَبِیْ حَنِیْفَةَ لَا تَصِحُّ، وَعِنْدَهُمَا تَصِحُّ رَدًّا لَهَا اِلٰی مُکَاتَبٍ یَقُوْلُ کُلُّ مَمْلُوْکٍ اَمْلِکُهُ فِیْمَا اَسْتَقْبِلُ فَهُوَ حُرٌّ ثُمَّ عَتَقَ فَمَلَكَ. وَالْخِلَافُ فِیْهَا مَعْرُوْفٌ عُرِفَ فِیْ مَوْضِعِهٖ .

فرمایا کہ مکاتب کے لئے وصیت کرنا جائز درست نہیں ہے اگرچہ اس نے ادا کرنے کی مقدار کے برابر مال چھوڑا ہے۔ کیونکہ اس کا مال احسان کو قبول کرنے والا نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق وصیت درست نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے۔ وصیت کو اس مکاتب کی جانب پھیرتے ہوئے جس نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ مملوک جس میں آنے والے وقت میں مالک ہوں وہ آزاد ہے اس کے بعد وہ آزاد ہو گیا ہے اور مالک ہوا ہے اور اس میں اختلاف معروف ہے جس اپنی جگہ پر سمجھا گیا ہے۔

حمل اور حمل کے لئے وصیت کے درست ہونے کا بیان

قَالَ (وَتَجُوْزُ الْوَصِیَّةُ لِلْحَمْلِ وَبِالْحَمْلِ اِذَا وُضِعَ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ مِنْ وَقْتِ الْوَصِیَّةِ) اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّ الْوَصِیَّةَ اسْتِخْلَافٌ مِنْ وَجْهٍ لِاَنَّهٗ یَجْعَلُهٗ خَلِیْفَةً فِیْ بَعْضِ مَالِهٖ وَالْجَنِیْنُ صَلَحَ خَلِیْفَةً فِی الْاِرْثِ فَکَذَا فِی الْوَصِیَّةِ اِذْ هِیَ اُخْتُهٗ، اِلَّا اَنْ یَرْتَدَّ بِالرَّدِّ لِمَا فِیْهِ مِنْ مَعْنَی التَّمْلِیْكِ، بِخِلَافِ الْهِبَةِ، لِاَنَّهَا تَمْلِیْكٌ مَحْضٌ وَلَا وِلَایَةَ لِاَحَدٍ عَلَیْهِ لِیُمَلِّکَهٗ شَیْئًا .

وَاَمَّا الثَّانِیْ فَلِاَنَّهٗ بِعَرَضِ الْوُجُوْدِ، اِذِ الْکَلَامُ فِیْمَا اِذَا عُلِمَ وُجُوْدُهٗ وَقْتَ الْوَصِیَّةِ، وَبَابُهَا اَوْسَعُ لِحَاجَةِ الْمَیِّتِ وَعَجْزِهٖ، وَلِهٰذَا تَصِحُّ فِیْ غَیْرِ الْمَوْجُوْدِ کَالثَّمَرَةِ فَلِاَنْ تَصِحَّ فِی الْمَوْجُوْدِ اَوْلٰی .

فرمایا کہ حمل کے لئے اور حمل کی وصیت کرنا جائز ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وصیت کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں حمل کو جنم دے دیا جائے۔ پہلا صورت کا جواز اس لئے ہے کہ نائب بنانا ہے۔ کیونکہ وصیت کرنے والا اپنے بعض مال میں جنین کو نائب بنانے والا ہے۔ اور جنین میراث میں نائب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پس وصیت میں وہ خلیفہ بن جائے گا۔ کیونکہ وصیت میراث کی بہن ہے۔ مگر وصیت کو رد کرنے کے سبب سے رد ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں ملکیت ہونے کا معنی ہے۔ جبکہ ہبہ میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ محض تملیک ہے۔ اور جنین پر کسی ولایت نہیں ہوتی۔ کہ اس کو کسی چیز کا مالک بنایا جائے۔

اور دوسری صورت کا جواز اس لئے ہے کہ جنین وجود میں آنے کے قریب ہے۔ کیونکہ کلام اس صورت میں ہے جب وصیت کے وقت اس کے وجود کا پتہ چل جائے۔ اور میت کے عجز اور اس کی ضرورت کے سبب وصیت کے احکام بڑے وسیع ہیں۔ کیونکہ جس طرح غیر موجود میں جیسے پھل ہیں ان میں وصیت جائز ہے۔ تو موجود چیز میں وصیت کرنا بدرجہ اولی درست ہو جائے گی۔

حمل کو چھوڑ کر باندی کی وصیت کرنے کے جواز کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى بِجَارِيَةٍ اِلَّا حَمْلَهَا صَحَّتِ الْوَصِيَّةُ وَالِاسْتِثْنَاءُ) لِاَنَّ اسْمَ الْجَارِيَةِ لَا يَتَنَاوَلُ الْحَمْلَ لَفْظًا وَلٰكِنَّهُ يَسْتَحِقُّ بِالْاِطْلَاقِ تَبَعًا، فَاِذَا اَفْرَدَ الْاُمَّ بِالْوَصِيَّةِ صَحَّ اِفْرَادُهَا، وَلِاَنَّهُ يَصِحُّ اِفْرَادُ الْحَمْلِ بِالْوَصِيَّةِ فَجَازَ اسْتِثْنَاؤُهُ، وَهٰذَا هُوَ الْاَصْلُ اَنَّ مَا يَصِحُّ اِفْرَادُهُ بِالْعَقْدِ يَصِحُّ اسْتِثْنَاؤُهُ مِنْهُ، اِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا، وَمَا لَا يَصِحُّ اِفْرَادُهُ بِالْعَقْدِ لَا يَصِحُّ اسْتِثْنَاؤُهُ مِنْهُ، وَقَدْ مَرَّ فِي الْبُيُوعِ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے حمل کو چھوڑ کر باندی کی وصیت کی ہے۔ تو یہ درست ہے اور استثناء بھی درست ہے۔ کیونکہ لفظ جاریہ یہ لفظی طور پر حمل کو شامل نہیں ہے۔ مگر مطلق طور پر جاریہ بولنے سے تبعی طور پر حمل کا حقدار ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اور جب موصی نے صرف ماں کے لئے وصیت کی ہے تو خاص ماں کے لئے اس کی وصیت درست ہو جائے گی۔ کیونکہ اکیلے حمل کی وصیت بھی درست ہے۔ پس اس کا استثناء بھی درست ہو جائے گا۔ اسی اصول کے مطابق کہ جس چیز کا تنہا عقد درست ہے اس کا تنہا استثناء بھی درست ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

کیونکہ عقد کے درست ہونے اور استثناء میں کوئی فرق نہیں ہے اور جس چیز میں تنہا عقد درست نہیں ہے اس کا عقد سے استثناء بھی درست نہیں ہے۔ اور اس کی بحث کتاب بیوع میں گزر چکی ہے۔

موصی کے لئے وصیت سے رجوع کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوْزُ لِلْمُوْصِيْ الرُّجُوْعُ عَنِ الْوَصِيَّةِ) لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ لَمْ يَتِمَّ فَجَازَ الرُّجُوْعُ عَنْهُ كَالْهِبَةِ وَقَدْ حَقَّقْنَاهُ فِيْ كِتَابِ الْهِبَةِ، وَلِاَنَّ الْقَبُوْلَ يَتَوَقَّفُ عَلَى الْمَوْتِ وَالْاِيْجَابُ يَصِحُّ اِبْطَالُهُ قَبْلَ الْقَبُوْلِ كَمَا فِي الْبَيْعِ.

قَالَ (وَاِذَا صَرَّحَ بِالرُّجُوْعِ اَوْ فَعَلَ مَا يَدُلُّ عَلَى الرُّجُوْعِ كَانَ رُجُوْعًا) اَمَّا الصَّرِيْحُ فَظَاهِرٌ، وَكَذَا الدَّلَالَةُ لِاَنَّهَا تَعْمَلُ عَمَلَ الصَّرِيْحِ فَقَامَ مَقَامَ قَوْلِهِ قَدْ اَبْطَلْتُ، وَصَارَ كَالْبَيْعِ بِشَرْطِ الْخِيَارِ فَاِنَّهُ يَبْطُلُ الْخِيَارُ فِيْهِ بِالدَّلَالَةِ، ثُمَّ كُلُّ فِعْلٍ لَوْ فَعَلَهُ الْاِنْسَانُ فِيْ مِلْكِ الْغَيْرِ يَنْقَطِعُ بِهِ حَقُّ الْمَالِكِ، فَاِذَا فَعَلَهُ الْمُوْصِيْ كَانَ رُجُوْعًا، وَقَدْ عَدَدْنَا هٰذِهِ الْاَفَاعِيْلَ فِيْ كِتَابِ الْغَصْبِ وَكُلُّ فِعْلٍ يُوْجِبُ زِيَادَةً فِي الْمُوْصٰى بِهِ وَلَا يُمْكِنُ تَسْلِيْمُ الْعَيْنِ اِلَّا بِهَا فَهُوَ رُجُوْعٌ اِذَا فَعَلَهُ، مِثْلُ السَّوِيْقِ يَلُتُّهُ بِالسَّمْنِ وَالدَّارِ يَبْنِيْ فِيْهِ الْمُوْصِيْ وَالْقُطْنِ يَحْشُوْ بِهِ وَالْبِطَانَةِ يُبَطِّنُ بِهَا وَالظِّهَارَةِ يُظَهِّرُ بِهَا، لِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ تَسْلِيْمُهُ بِدُوْنِ الزِّيَادَةِ، وَلَا يُمْكِنُ نَقْضُهَا لِاَنَّهُ حَصَلَ فِيْ

مِلْكِ الْمُوْصِيْ مِنْ جِهَتِهٖ، بِخِلَافِ تَخْصِيْصِ الدَّارِ الْمُوْصٰى بِهَا وَهَدْمِ بِنَائِهَا لِاَنَّهٗ تَصَرُّفٌ فِي التَّابِعِ، وَكُلُّ تَصَرُّفٍ اَوْجَبَ زَوَالَ مِلْكِ الْمُوْصِيْ فَهُوَ رُجُوْعٌ، كَمَا اِذَا بَاعَ الْعَيْنَ الْمُوْصٰى بِهٖ ثُمَّ اشْتَرَاهُ اَوْ وَهَبَهٗ ثُمَّ رَجَعَ فِيْهِ لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ لَا تَنْفُذُ اِلَّا فِيْ مِلْكِهٖ، فَاِذَا اَزَالَهٗ كَانَ رُجُوْعًا ـ وَذَبْحُ الشَّاةِ الْمُوْصٰى بِهَا رُجُوْعٌ لِاَنَّهٗ لِلصَّرْفِ اِلٰى حَاجَتِهٖ عَادَةً، فَصَارَ هٰذَا الْمَعْنٰى اَصْلًا اَيْضًا، وَغَسْلُ الثَّوْبِ الْمُوْصٰى بِهٖ لَا يَكُوْنُ رُجُوْعًا لِاَنَّ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّعْطِيَ ثَوْبَهٗ غَيْرَهٗ يَغْسِلُهٗ عَادَةً فَكَانَ تَقْرِيْرًا ـ

فرمایا کہ موصی کے لئے وصیت سے رجوع کرنا درست ہے۔ کیونکہ وصیت ایک نامکمل ہونے والا احسان ہے۔ پس ہبہ کی طرح اس میں بھی رجوع درست ہو جائے گا۔ اور کتاب ہبہ میں ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ اس کی قبولیت موت پر موقوف ہے۔ اور قبول کرنے سے پہلے اس کے ایجاب کو باطل کرنا درست ہے جس طرح بیع میں ہے۔

جب موصی نے صراحت کے ساتھ رجوع کیا ہے یا اس نے کوئی ایسا کام کیا ہے۔ جو رجوع پر دلالت کرنے والا ہے۔ البتہ صراحت کے ساتھ رجوع تو ظاہر ہے۔ کیونکہ دلالت صریح کی طرح کام کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) پس یہ موصی کے قول کہ میں نے باطل کردیا ہے اس کے حکم میں ہوگا۔ اور یہ بیع بہ شرط خیار کی طرح ہو جائے گا۔ پس بیع میں دلالت سے خیار باطل ہو جاتا ہے۔

اور ہر وہ فعل جس کے سبب موصی بہ میں زیادتی ہو اور اس زیادتی کے بغیر عین کو سپرد کرنا ممکن نہ ہو تو یہ رجوع ہو جائے گا۔ اور جب موصی اس کو انجام دینے والا ہے۔ جس طرح ستو ہیں اور موصی نے اس کو گھی میں مکس کر دیا ہے اور موصی نے اس میں عمارت بنوائی ہے۔ اور وہ روئی ہے اور موصی نے اس کو کسی چیز میں بھر لیا ہے۔ اور استر کا کپڑا ہے اور موصی نے اس کو استر بنا دیا ہے۔ یا ابرہ ہے اور موصی نے اس کو استعمال میں لیا ہوا ہے۔ کیونکہ زیادتی کے بغیر موصی بہ کو سپرد کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور اس کو توڑنا بھی ناممکن ہے کیونکہ موصی کی جانب موصی کی ملکیت میں اضافہ ہوا ہے۔ بہ خلاف اس وصیت کے کہ جس میں گھر کو چونہ کرنے کی وصیت کی ہے اور اس عمارت کو گرانے کی وصیت کی ہے۔ کیونکہ تصرف میں تابع ہیں۔

اور ہر وہ تصرف جس میں موصی کی ملکیت کے ختم ہو جانے کا موجب ہو تو وہ رجوع ہے۔ جس طرح موصی نے موصی بہ کے عین کو بیچ کر اس کو خرید لیا ہے یا اس کو ہبہ کر کے واپس کر دیا ہے۔ کیونکہ وصیت موصی ہی کی ملکیت میں نافذ ہونے والی ہے۔ اور جب موصی ملکیت کو ختم کر دے گا۔ تو یہ رجوع بن جائے گا۔ اور وصیت کردہ بکری کو ذبح کرنا رجوع ہے۔ کیونکہ عام طور پر موصی اس کو اپنی ضرورت کے لئے خرچ کرتا ہے۔ پس یہ بھی ایک اصول بن جائے گا اور وصیت کردہ کپڑے کو دھونا رجوع نہ ہوگا۔ کیونکہ جو بندہ دوسرے کو اپنا کپڑا دینا چاہتا ہے۔ وہ عام طور پر اس کو دھونا چاہتا ہے پس یہ وصیت میں تقریر بن جائے گی۔

وصیت سے انکار کا وصیت سے رجوع نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ جَحَدَ الْوَصِيَّةَ لَمْ يَكُنْ رُجُوْعًا) كَذَا ذَكَرَهٗ مُحَمَّدٌ ـ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ : يَكُوْنُ رُجُوْعًا، لِاَنَّ الرُّجُوْعَ نَفْيٌ فِي الْحَالِ وَالْجُحُوْدَ نَفْيٌ فِي الْمَاضِيْ وَالْحَالِ، فَاَوْلٰى اَنْ يَّكُوْنَ

رُجُوعًا، وَلِمُحَمَّدٍ اَنَّ الْجُحُودَ نَفْیٌ فِی الْمَاضِیْ وَالِانْتِفَاءُ فِی الْحَالِ ضَرُوْرَۃُ ذٰلِکَ، وَاِذَا كَانَ ثَابِتًا فِی الْحَالِ كَانَ الْجُحُوْدُ لَغْوًا، اَوْ لِاَنَّ الرُّجُوْعَ اِثْبَاتٌ فِی الْمَاضِیْ وَنَفْیٌ فِی الْحَالِ وَالْجُحُوْدَ نَفْیٌ فِی الْمَاضِیْ وَالْحَالِ فَلَا يَكُوْنُ رُجُوْعًا حَقِيْقَةً وَلِهٰذَا لَا يَكُوْنُ جُحُوْدُ النِّكَاحِ فُرْقَةً وَلَوْ قَالَ كُلُّ وَصِيَّةٍ اَوْصَيْتُ بِهَا لِفُلَانٍ فَهُوَ حَرَامٌ وَرِبًا لَا يَكُوْنُ رُجُوْعًا) لِاَنَّ الْوَصْفَ يَسْتَدْعِیْ بَقَاءَ الْاَصْلِ (بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ فَهِیَ بَاطِلَةٌ) لِاَنَّهُ الذَّاهِبُ الْمُتَلَاشِیْ (وَلَوْ قَالَ اَخَّرْتُهَا لَا يَكُوْنُ رُجُوْعًا) لِاَنَّ التَّاْخِيْرَ لَيْسَ لِلسُّقُوْطِ كَتَاْخِيْرِ الدَّيْنِ (بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ تَرَكْتُ) لِاَنَّهُ اِسْقَاطٌ (وَلَوْ قَالَ الْعَبْدُ الَّذِیْ اَوْصَيْتُ بِهٖ لِفُلَانٍ فَهُوَ لِفُلَانٍ كَانَ رُجُوْعًا) لِاَنَّ اللَّفْظَ يَدُلُّ عَلٰی قَطْعِ الشَّرِكَةِ (بِخِلَافِ مَا اِذَا اَوْصٰی بِهٖ لِرَجُلٍ ثُمَّ اَوْصٰی بِهٖ لِاٰخَرَ) لِاَنَّ الْمَحَلَّ يَحْتَمِلُ الشَّرِكَةَ وَاللَّفْظَ صَالِحٌ لَهَا (وَكَذَا اِذَا قَالَ فَهُوَ لِفُلَانٍ وَارِثِیْ يَكُوْنُ رُجُوْعًا عَنِ الْاَوَّلِ) لِمَا بَيَّنَّا وَيَكُوْنُ وَصِيَّةً لِلْوَارِثِ ۔

وَقَدْ ذَكَرْنَا حُكْمَهٗ (وَلَوْ كَانَ فُلَانٌ الْاٰخَرُ مَيِّتًا حِيْنَ اَوْصٰی فَالْوَصِيَّةُ الْاُوْلٰی عَلٰی حَالِهَا) لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ الْاُوْلٰی اِنَّمَا تَبْطُلُ ضَرُوْرَةَ كَوْنِهَا لِلثَّانِیْ وَلَمْ يَتَحَقَّقْ فَبَقِیَ لِلْاَوَّلِ (وَلَوْ كَانَ فُلَانٌ حِيْنَ قَالَ ذٰلِكَ حَيًّا ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ مَوْتِ الْمُوْصِیْ فَهِیَ لِلْوَرَثَةِ) لِبُطْلَانِ الْوَصِيَّتَيْنِ الْاُوْلٰی بِالرُّجُوْعِ وَالثَّانِيَةِ بِالْمَوْتِ ۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اسی طرح کہا ہے کہ جب کسی شخص نے وصیت سے انکار کیا ہے تو اس کو یہ انکار کرنا رجوع نہ ہوگا اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ رجوع بن جائے گا۔ کیونکہ رجوع اسی حالت کی نفی کرنے والا ہے۔ اور انکار ماضی اور حال دونوں کی نفی کرنے والا ہے۔ پس بدرجہ اولی رجوع بن جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ انکار ماضی میں نفی ہے یہ حال میں اس کا نفی ہونا یہ اس ضرورت کے سبب سے ہوتا ہے؛ کہ جب اس حالت میں موصی کا جھوٹ ثابت ہو جائے۔ تو انکار لغو ہو جائے گا۔ یا پھر اس وجہ سے رجوع ماضی میں اثبات ہوگا اور حال میں نفی بن جائے گا۔ جبکہ انکار یہ ماضی اور حال دونوں میں نفی ہے۔ پس حقیقت کے اعتبار سے یہ رجوع نہ ہوگا۔ کیونکہ نکاح کا انکار کرنے سے جدائی نہیں ہوتی۔

اور جب موصی نے کہا ہے کہ ہر وہ وصیت جو میں نے فلاں آدمی کے لئے کر دی ہے وہ حرام ہے تو یہ رجوع نہ ہوگا کیونکہ وصف بقائے اصل کا تقاضہ کرنے والا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب موصی نے کہا ہے کہ وہ باطل ہے۔ کیونکہ باطل وہ ہے جو ختم ہو جائے۔ اور وہ معدوم ہو جائے۔

اور جب موصی نے کہا ہے کہ میں نے وصیت کو موخر کر دیا ہے تو یہ بھی رجوع نہ ہوگا۔ کیونکہ تاخیر کسی حکم کو ساقط کرنے کے لئے

نہیں ہوا کرتی۔ جس طرح قرض کو مؤخر کرنا ہے۔ بہ خلاف اس صورت مسئلہ کے کہ جب موصی نے کہا ہے کہ میں نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ترک کرنا یہ اسقاط ہے۔

اور جب موصی نے کہا ہے کہ وہ غلام جس کی میں نے فلاں کے لئے وصیت کی ہے وہ فلاں کے لئے ہے تو یہ رجوع ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ کلام شرکت کو ختم کرنے پر دلالت کرنے والا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس غلام کی کسی بندے کے لئے وصیت کی ہے اور اس کے بعد اسی غلام کی دوسرے کے لئے وصیت کردی ہے۔ کیونکہ یہاں محل شرکت کا احتمال رکھنے والا ہے۔ اور لفظ بھی شرکت کی صلاحیت رکھنے والا ہے۔ اور اسی طرح جب موصی نے کہا ہے کہ وہ غلام میرے فلاں وارث کا ہے۔ تو یہ اول سے رجوع کرنا ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور وہ غلام وارث کے لئے بطور وصیت ہو جائے گا اس کے حکم کو ہم کر چکے ہیں۔

اور جب وہ دوسرا آدمی وصیت کے وقت مردہ ہے تو پہلی وصیت اپنی حالت پر باقی رہ جائے گی۔ کیونکہ پہلی وصیت دوسری وصیت کے لئے ضرورت ہونے سے باطل کرنے والی ہے۔ پس دوسری وصیت ثابت نہ ہوگی۔ تو پہلی وصیت باقی رہ جائے گی۔ اور اگر وصیت کے وقت دوسرا فلاں شخص زندہ ہے اور اس کے بعد وہ موصی کے فوت ہونے سے پہلے فوت ہو جائے تو وصیت اس کے وارثوں کے لئے ہو جائے گی۔ کیونکہ دونوں طرح وصایا باطل ہو چکی ہیں۔ پہلی رجوع کے سبب باطل ہوئی ہے اور دوسری موت کے سبب باطل ہوئی ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ الْوَصِيَّةِ بِثُلُثِ الْمَالِ

﴿یہ باب تہائی مال کی وصیت کے بیان میں ہے﴾

باب تہائی وصیت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب وصایا کے مقدمات مسائل کے بعد ان مسائل کو بیان کرنا شروع کیا ہے۔ جس ان سے متعلق ہیں کیونکہ تہائی کی وصیت شرعی اعتبار سے مشروع ہوئی ہے۔ جبکہ اس سے زیادہ کی وصیت جبکہ ورثاء جائز قرار نہ دیں تو وہ ان کا حق ہے۔ پس تہائی وصیت سے متعلق اس باب میں مسائل کو بیان کیا جائے گا۔

تہائی مال سے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى لِرَجُلٍ بِثُلُثِ مَالِهِ وَلِآخَرَ بِثُلُثِ مَالِهِ وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا) لِاَنَّهُ يَضِيقُ الثُّلُثُ عَنْ حَقِّهِمَا اِذْ لَا يُزَادُ عَلَيْهِ عِنْدَ عَدَمِ الْاِجَازَةِ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ وَقَدْ تَسَاوَيَا فِيْ سَبَبِ الْاِسْتِحْقَاقِ فَيَسْتَوِيَانِ فِي الْاِسْتِحْقَاقِ، وَالْمَحَلُّ يَقْبَلُ الشَّرِكَةَ فَيَكُوْنُ بَيْنَهُمَا (وَاِنْ اَوْصٰى لِاَحَدِهِمَا بِالثُّلُثِ وَلِلْآخَرِ بِالسُّدُسِ فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا اَثْلَاثًا) لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يُدْلِي بِسَبَبٍ صَحِيْحٍ وَضَاقَ الثُّلُثُ عَنْ حَقَّيْهِمَا فَيَقْتَسِمَانِهِ عَلٰى قَدْرِ حَقَّيْهِمَا كَمَا فِيْ اَصْحَابِ الدُّيُوْنِ فَيُجْعَلُ الْاَقَلُّ سَهْمًا وَالْاَكْثَرُ سَهْمَيْنِ فَصَارَ ثَلَاثَةَ اَسْهُمٍ : سَهْمٌ لِصَاحِبِ الْاَقَلِّ وَسَهْمَانِ لِصَاحِبِ الْاَكْثَرِ،

فرمایا کہ جب کسی شخص نے اپنے مال سے کسی بندے کے لئے تہائی کی وصیت کی ہے اور دوسرے کے لئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہے۔ اور وارثوں نے اس کی اجازت نہ دی۔ تو تہائی کو دونوں موصی لہ بندوں کے درمیان نصف نصف کر کے تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ تہائی ان کے حق سے کم ہے۔ اور عدم اجازت کے سبب تہائی پر اضافہ نہ کیا جائے گا۔ جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔ اور دونوں موصی لہ حقدار ہونے کے سبب میں برابر ہیں۔ پس حق بھی ان دونوں میں برابر ہو جائے گا۔ کیونکہ محل شرکت کو قبول کرنے والا ہے۔ پس تہائی ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہوگی۔

اور جب موصی نے دونوں میں سے کسی ایک کے لئے تہائی کی وصیت کی ہے اور اس نے دوسرے کے لئے سدس کی وصیت کی ہے تو تہائی ان دونوں کے درمیان تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک صحیح سبب ہونے کی وجہ سے حق رکھنے

والا ہے۔ اور تہائی ان دونوں کے حق میں تنگ ہے۔ پس وہ اپنے حقوق کے مقدار کے برابر تقسیم کریں گے۔ جس طرح دیوان والوں میں ہوا کرتا ہے۔ تھوڑے والے کو ایک حصہ جبکہ زیادہ والے کو دو حصے ملیں گے۔ اور یہ کل تین حصے بن جائیں گے۔ کیونکہ ایک حصہ قلیل والے کے لئے اور دو حصے کثیر والے کے لئے ہوں گے۔

دونوں موصی لہ میں سے کسی ایک کے لئے پورے مال کی وصیت کا بیان

(وَإِنْ أَوْصَى لِأَحَدِهِمَا بِجَمِيعِ مَالِهِ وَلِلْآخَرِ بِثُلُثِ مَالِهِ وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ، فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا عَلَى أَرْبَعَةِ أَسْهُمٍ عِنْدَهُمَا .

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ : الثُّلُثُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ، وَلَا يَضْرِبُ أَبُو حَنِيفَةَ لِلْمُوصَى لَهُ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ إِلَّا فِي الْمُحَابَاةِ وَالسِّعَايَةِ وَالدَّرَاهِمِ الْمُرْسَلَةِ) لَهُمَا فِي الْخِلَافِيَّةِ أَنَّ الْمُوصِيَ قَصَدَ شَيْئَيْنِ الِاسْتِحْقَاقَ وَالتَّفْضِيلَ، وَامْتَنَعَ الِاسْتِحْقَاقُ لِحَقِّ الْوَرَثَةِ وَلَا مَانِعَ مِنَ التَّفْضِيلِ فَيَثْبُتُ كَمَا فِي الْمُحَابَاةِ وَأُخْتَيْهَا .

وَلَهُ أَنَّ الْوَصِيَّةَ وَقَعَتْ بِغَيْرِ الْمَشْرُوعِ عِنْدَ عَدَمِ الْإِجَازَةِ مِنَ الْوَرَثَةِ، إِذْ لَا نَفَاذَ لَهَا بِحَالٍ فَيَبْطُلُ أَصْلًا، وَالتَّفْضِيلُ يَثْبُتُ فِي ضِمْنِ الِاسْتِحْقَاقِ فَبَطَلَ بِبُطْلَانِهِ كَالْمُحَابَاةِ الثَّابِتَةِ فِي ضِمْنِ الْبَيْعِ، بِخِلَافِ مَوَاضِعِ الْإِجْمَاعِ لِأَنَّ لَهَا نَفَاذًا فِي الْجُمْلَةِ بِدُونِ إِجَازَةِ الْوَرَثَةِ بِأَنْ كَانَ فِي الْمَالِ سَعَةٌ فَتُعْتَبَرُ فِي التَّفَاضُلِ لِكَوْنِهِ مَشْرُوعًا فِي الْجُمْلَةِ، بِخِلَافِ مَا نَحْنُ فِيهِ .

اور جب موصی نے دونوں میں سے کسی ایک کے لئے پورے مال کی وصیت کی ہے۔ اور دوسرے کے لئے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور وارثوں نے اس کی اجازت نہ دی تو صاحبین کے نزدیک وہ تہائی ان کے درمیان چار حصوں میں تقسیم کی جائے گی۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک موصی لہ کے لئے محابات، سعایہ اور دراہم مرسلہ میں تہائی سے زائد پر تناسب کا اعتبار کیا جائے گا۔

صاحبین کے نزدیک اس اختلافی مسئلہ میں دلیل یہ ہے کہ موصی نے دو چیزوں کا قصد کیا ہوا ہے۔ وہ حقدار ہوتا ہے اور تفضیل کا ہونا ہے۔ حقدار ہونا یہ وارثوں کے حقدار ہونے کی وجہ سے منع ہے۔ اور تفضیل سے منع کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ پس تفضیل ثابت ہو جائے گی۔ جس طرح محابات اور اس کی دونوں امثلہ میں ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ وصیت ورثاء کی اجازت نہ ملنے کے سبب غیر مشروع ہے۔ پس اس وصیت کا نفاذ کسی طرح نہ ہو سکے گا۔ پس یہ مکمل طور پر باطل ہو جائے گی۔ اور جہاں تک برتری کے ثابت ہونے کا مسئلہ ہے تو وہ حق کے ضمن میں ہوا کرتی ہے پس جب حقدار ہونا باطل ہو چکا ہے تو تفضیل بھی باطل ہو جائے گی۔ جس طرح وہ محابات ہیں جو بیع کے ضم[illegible] ثابت

ہونے والے ہیں۔ جبکہ اجماع کے مقامات میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں وارثوں کے اجازت کے بغیر بھی نفاذ مجموعی طور پر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مال میں وسعت ہے۔ پس مجموعی طور پر مشروع ہونے کے سبب تفضیل کے حق میں اس کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے جس میں ہم بحث کر رہے ہیں۔

موصی کا اپنے ترکہ سے معین مال کی وصیت کرنے کا بیان

وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا أَوْصٰى بِعَيْنٍ مِنْ تَرِكَتِهِ وَقِيْمَتُهُ تَزِيْدُ عَلَى الثُّلُثِ فَإِنَّهُ يَضْرِبُ بِالثُّلُثِ وَإِنِ احْتَمَلَ أَنْ يَزِيْدَ الْمَالُ فَيَخْرُجُ مِنَ الثُّلُثِ، لِأَنَّ هُنَاكَ الْحَقُّ تَعَلَّقَ بِعَيْنِ التَّرِكَةِ، بِدَلِيْلِ أَنَّهُ لَوْ هَلَكَ وَاسْتَفَادَ مَالًا آخَرَ تَبْطُلُ الْوَصِيَّةُ، وَفِي الْأَلْفِ الْمُرْسَلَةِ لَوْ هَلَكَتِ التَّرِكَةُ تَنْفُذُ لِمَا يُسْتَفَادُ فَلَمْ يَكُنْ مُتَعَلِّقًا بِعَيْنِ مَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْوَرَثَةِ ۔

اور پہلے ذکر کردہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے۔ جب موصی نے اپنے ترکہ میں سے کسی معین چیز کی وصیت کی ہے اور اس کی قیمت تہائی سے زیادہ ہے تو موصی لہ تہائی کا حقدار بنے گا۔ اگرچہ مال کے زیادہ ہونے کا احتمال ہے۔ پس عین تہائی سے خارج ہو جائے گا۔ کیونکہ موصی لہ کا یہاں پر حق عین ترکہ سے متعلق ہونے والا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب موصی بہ ہلاک ہو جائے اور موصی دوسرا مال حاصل کرلے تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ اور جب مطلق طور پر ہزار میں ترکہ ہلاک ہو گیا ہے تو مستفاد مال میں وصیت نافذ ہو جائے گی۔ پس موصی لہ کا حق بہ عینہ اس شئے کے ساتھ متعلق ہونے والا نہیں ہے جس کے ساتھ وارثوں کا حق ہے۔

موصی کے لئے بیٹے کے حصے کی وصیت کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَوْصٰى بِنَصِيْبِ ابْنِهِ فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ ۔ وَلَوْ أَوْصٰى بِمِثْلِ نَصِيْبِ ابْنِهِ جَازَ) لِأَنَّ الْأَوَّلَ وَصِيَّةٌ بِمَالِ الْغَيْرِ، لِأَنَّ نَصِيْبَ الِابْنِ مَا يُصِيْبُهُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالثَّانِيَ وَصِيَّةٌ بِمِثْلِ نَصِيْبِ الِابْنِ وَمِثْلُ الشَّيْءِ غَيْرُهُ وَإِنْ كَانَ يَتَقَدَّرُ بِهِ فَيَجُوْزُ، وَقَالَ زُفَرُ : يَجُوْزُ فِي الْأَوَّلِ أَيْضًا فَيُنْظَرُ إِلَى الْحَالِ وَالْكُلُّ مَالُهُ فِيْهِ وَجَوَابُهُ مَا قُلْنَا ۔

فرمایا کہ جب موصی نے اپنے بیٹے کے حصے کی وصیت کی ہے تو یہ وصیت باطل ہو جائے گی۔ اور جب اس نے اپنے بیٹے کے حصے کی مثل کی وصیت کی ہے تو یہ جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ پہلے میں غیر مال کی وصیت ہے۔ کیونکہ بیٹے کا حصہ وہ ہے جو اس کو موت کے بعد ملے گا۔ اور دوسری بیٹے کے حصے کی مقدار کے برابر کی وصیت ہے اور کسی چیز کی مثل اس کا غیر ہوا کرتی ہے۔ اگرچہ اس مثل کا اندازہ اسی چیز کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ پس یہ صورت جائز ہوگی۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حالت کا اعتبار کرتے ہوئے پہلی حالت میں بھی وصیت جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ اس حالت میں سارا مال موصی کا ہے۔ اور اس کا جواب وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

موصی کا اپنے مال سے ایک حصے کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰی بِسَهْمٍ مِنْ مَالِهٖ فَلَهٗ اَخَسُّ سِهَامِ الْوَرَثَةِ اِلَّا اَنْ يَنْقُصَ عَنِ السُّدُسِ فَيُتَمَّ لَهُ السُّدُسُ وَلَا يُزَادُ عَلَيْهِ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا : لَهٗ مِثْلُ نَصِيْبِ اَحَدِ الْوَرَثَةِ وَلَا يُزَادُ عَلَى الثُّلُثِ اِلَّا اَنْ يُجِيْزَ الْوَرَثَةُ) لِاَنَّ السَّهْمَ يُرَادُ بِهٖ اَحَدُ سِهَامِ الْوَرَثَةِ عُرْفًا لَا سِيَّمَا فِي الْوَصِيَّةِ، وَالْاَقَلُّ مُتَيَقَّنٌ بِهٖ فَيُصْرَفُ اِلَيْهِ، اِلَّا اِذَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ فَيُرَدُّ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ لَا مَزِيْدَ عَلَيْهِ عِنْدَ عَدَمِ اِجَازَةِ الْوَرَثَةِ ۔

وَلَهٗ اَنَّ السَّهْمَ هُوَ السُّدُسُ هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَقَدْ رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِيْمَا يُرْوٰى، وَلِاَنَّهٗ يُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ السُّدُسُ، فَاِنَّ اِيَاسًا قَالَ : السَّهْمُ فِي اللُّغَةِ عِبَارَةٌ عَنِ السُّدُسِ، وَيُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهٖ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْوَرَثَةِ فَيُعْطٰى مَا ذَكَرْنَا، قَالُوْا : هٰذَا كَانَ فِيْ عُرْفِهِمْ، وَفِيْ عُرْفِنَا السَّهْمُ كَالْجُزْءِ ۔

فرمایا کہ جب کسی شخص نے اپنے مال سے ایک حصے کی وصیت کی ہے۔ تو موصی لہ ورثاء سے سب سے زیادہ سستا حصہ لے گا۔ ہاں البتہ جب وہ سستا سدس سے تھوڑا ہے۔ تو اس کے لئے سدس پورا کیا جائے گا۔ اور اس پر بڑھایا نہ جائے گا۔ اور یہ حکم امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ موصی لہ کو ورثاء میں سے کسی ایک حصے کے برابر دیا جائے گا۔ اور یہ تہائی سے بڑھایا نہ جائے گا۔ ہاں البتہ جب وارث اس کی اجازت دے دیں۔ کیونکہ عرف میں ورثاء کا ایک حصہ مراد لیا جائے گا۔ اور جب یہ خاص طور پر وصیت میں ہو۔ اور قلیل متعین ہو جائے گا۔ پس اسی کی جانب پھیر دیا جائے گا۔ ہاں البتہ جب یہ تہائی سے بڑھ جائے۔ تو زیادتی کو وارثوں کی جانب پھیر دیا جائے گا۔ کیونکہ وارثوں کی اجازت نہ ہونے کے سبب تہائی پر زیادہ نہ کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حصے میں چھٹا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی روایت کیا گیا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ سہم کو ذکر کر کے اس سے سدس مراد لیا جاتا ہے۔ کیونکہ ایاس نے کہا ہے لغت میں سہم سے مراد سدس ہے۔ اور سہم کو ذکر کر کے اس سے وارثوں کے حصوں میں سے ایک حصہ مراد لیا جائے گا۔ پس موصی لہ کو وہی دیا جائے گا۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ اہل کوفہ کے عرف کے مطابق تھا جبکہ ہمارے عرف کے مطابق سہم جز کی طرح ہے۔

وصیت میں جز کا قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ اَوْصٰی بِجُزْءٍ مِنْ مَالِهٖ قِيْلَ لِلْوَرَثَةِ اَعْطُوْهُ مَا شِئْتُمْ) لِاَنَّهٗ مَجْهُوْلٌ يَتَنَاوَلُ الْقَلِيْلَ وَالْكَثِيْرَ، غَيْرَ اَنَّ الْجَهَالَةَ لَا تَمْنَعُ صِحَّةَ الْوَصِيَّةِ وَالْوَرَثَةُ قَائِمُوْنَ مَقَامَ الْمُوْصِيْ فَاِلَيْهِمْ

الْبَيَانُ .

قَالَ (وَمَنْ قَالَ سُدُسُ مَالِي لِفُلَانٍ ثُمَّ قَالَ فِي ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ أَوْ فِي مَجْلِسٍ آخَرَ لَهُ ثُلُثُ مَالِي وَأَجَازَتِ الْوَرَثَةُ فَلَهُ ثُلُثُ الْمَالِ وَيَدْخُلُ السُّدُسُ فِيهِ، وَمَنْ قَالَ سُدُسُ مَالِي لِفُلَانٍ ثُمَّ قَالَ فِي ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ أَوْ فِي غَيْرِهِ سُدُسُ مَالِي لِفُلَانٍ فَلَهُ سُدُسٌ وَاحِدٌ) لِأَنَّ السُّدُسَ ذُكِرَ مُعَرَّفًا بِالْإِضَافَةِ إِلَى الْمَالِ، وَالْمَعْرِفَةُ إِذَا أُعِيدَتْ يُرَادُ بِالثَّانِي عَيْنُ الْأَوَّلِ هُوَ الْمَعْهُودُ فِي اللُّغَةِ .

قَالَ (وَمَنْ أَوْصَى بِثُلُثِ دَرَاهِمِهِ أَوْ بِثُلُثِ غَنَمِهِ فَهَلَكَ ثُلُثَا ذٰلِكَ وَبَقِيَ ثُلُثُهُ وَهُوَ يَخْرُجُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِهِ فَلَهُ جَمِيعُ مَا بَقِيَ) وَقَالَ زُفَرُ : لَهُ ثُلُثُ مَا بَقِيَ، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمْ وَالْمَالُ الْمُشْتَرَكُ يَتْوَى مَا تَوِيَ مِنْهُ عَلَى الشَّرِكَةِ وَيَبْقَى مَا بَقِيَ عَلَيْهَا وَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَتِ التَّرِكَةُ أَجْنَاسًا مُخْتَلِفَةً .

وَلَنَا أَنَّ فِي الْجِنْسِ الْوَاحِدِ يُمْكِنُ جَمِيعُ حَقِّ أَحَدِهِمْ فِي الْوَاحِدِ وَلِهٰذَا يَجْرِي فِيهِ الْجَبْرُ عَلَى الْقِسْمَةِ وَفِيهِ جَمْعٌ وَالْوَصِيَّةُ مُقَدَّمَةٌ فَجَمَعْنَاهَا فِي الْوَاحِدِ الْبَاقِي وَصَارَتِ الدَّرَاهِمُ كَالدِّرْهَمِ، بِخِلَافِ الْأَجْنَاسِ الْمُخْتَلِفَةِ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ الْجَمْعُ فِيهَا جَبْرًا فَكَذَا تَقْدِيمًا .

اور جب موصی نے اپنے مال میں سے ایک جز کی وصیت کی ہے تو وارثوں سے کہا جائے گا کہ جس قدر تم چاہو موصی لہ کو دے دو کیونکہ جز مجہول ہے۔ جو قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہے۔ اور جہالت یہ وصیت سے روکنے والی بھی نہیں ہے۔ اور ورثاء یہ موصی کے قائم مقام ہیں۔ پس وضاحت کو انہی کے حوالے کیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کہا ہے میرا چھٹا حصہ فلاں کے لئے ہے۔ اس کے بعد اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا ہے کہ فلاں کے لئے میرا تہائی مال ہے۔ اور وارثوں نے بھی اس کی اجازت دے دی ہے۔ تو اس فلاں کو تہائی مل جائے گا۔ اس کے بعد اس نے اسی مجلس میں کہا ہے میرا سدس فلاں کے لئے ہے تو اس کو ایک سدس ملے گا۔ کیونکہ مال کی جانب اضافت کرتے ہوئے سدس کو معرفہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور جب معرفہ کا اعادہ کرتے ہیں تو دوسرے سے مراد اول ہوتا ہے۔ اور معہود لغت یہی ہے۔

فرمایا کہ جس شخص نے اپنے تہائی دراہم کی یا تہائی بکریوں کی وصیت کی ہے تو اس سے دو تہائی ہلاک ہو گئی ہیں تو ایک تہائی باقی بچی ہے۔ پس یہ تہائی خارج ہو جائے گی جو موصی سے ما باقی رہا ہے۔ پس موصی لہ کو پورا مال مل جائے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ موصی لہ کو بقیہ میں سے تہائی ملے گا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے درمیان اشتراک ہے۔ جو مال مشترک ہے ہلاک ہوتا ہے وہ شرکت کے مطابق ہلاک ہونے والا ہے۔ اور جو باقی بچ جاتا ہے وہ بھی شرکت کے مطابق باقی رہنے والا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مختلف اجناس والا ترکہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ایک جنس میں ان میں سے ہر ایک کے حق کو ایک میں جمع کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ اس کو تقسیم کرنے پر زبردستی ہو سکتی ہے۔ اور تقسیم میں جمع کرنا ہے۔ اور وصیت مقدم ہے۔ پس ہم نے اس کو باقی میں جمع کر دیا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح دراہم ودرہموں کی مثل ہیں۔ جبکہ اجناس مختلفہ میں ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کو زبردستی جمع کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس تقدم کے اعتبار سے بھی جمع ممکن نہ ہوگا۔

موصی کا تہائی کپڑوں کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ اَوْصٰی بِثُلُثِ ثِیَابِهٖ فَهَلَكَ ثُلُثَاهَا وَبَقِیَ ثُلُثُهَا وَهُوَ یَخْرُجُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِیَ مِنْ مَالِهٖ لَمْ یَسْتَحِقَّ اِلَّا ثُلُثَ مَا بَقِیَ مِنَ الثِّیَابِ، قَالُوْا : هٰذَا) اِذَا كَانَتِ الثِّیَابُ مِنْ اَجْنَاسٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَلَوْ كَانَتْ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الدَّرَاهِمِ، وَكَذٰلِكَ الْمَكِیْلُ وَالْمَوْزُوْنُ بِمَنْزِلَتِهَا لِاَنَّهٗ یَجْرِیْ فِیْهِ الْجَمْعُ جَبْرًا بِالْقِسْمَةِ (وَلَوْ اَوْصٰی بِثُلُثِ ثَلَاثَةٍ مِنْ رَقِیْقِهٖ فَمَاتَ اثْنَانِ لَمْ یَكُنْ لَهٗ اِلَّا ثُلُثُ الْبَاقِیْ، وَكَذَا الدُّوْرُ الْمُخْتَلِفَةُ) وَقِیْلَ هٰذَا عَلٰی قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَحْدَهٗ لِاَنَّهٗ لَا یَرَی الْجَبْرَ عَلَی الْقِسْمَةِ فِیْهَا .

وَقِیْلَ هُوَ قَوْلُ الْكُلِّ لِاَنَّ عِنْدَهُمَا الْقَاضِیْ اَنْ یَجْتَهِدَ وَیَجْمَعَ وَبِدُوْنِ ذٰلِكَ یَتَعَذَّرُ الْجَمْعُ، وَالْاَوَّلُ اَشْبَهُ لِلْفِقْهِ الْمَذْكُوْرِ .

فرمایا کہ جب کسی بندے نے اپنے کپڑوں میں تہائی کی وصیت کی ہے اور اس سے دو تہائی ہلاک ہو گئے ہیں اور ایک تہائی باقی بچ گئی ہے۔ تو یہ تہائی موصی کے بقیہ مال سے خارج ہو جائے گی۔ تو موصی لہ بقیہ کپڑوں میں تہائی کا حقدار ہوگا۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ اس وقت ہوگا کہ جب کپڑوں کی جنس مختلف ہو۔ اور جب کپڑے ایک جنس کے ہیں تو وہ دراہم کے حکم میں ہوں گے۔ اور مکیل وموزون بھی دراہم کے حکم میں ہوں گے۔ کیونکہ ان میں جبر یہ قسمت کے اعتبار سے جمع کرنا جاری ہونے والا ہے۔

اور جب موصی نے اپنے تین غلاموں میں سے تہائی کی وصیت کی ہے اور اس کے دو غلام فوت ہو گئے ہیں تو موصی لہ کا بقیہ میں سے تہائی ہوگا۔ اور مختلف مکانوں میں بھی یہی حکم ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک غلاموں اور مختلف مکانوں میں جبر کو روا نہیں سمجھتے،

اور دوسرا قول یہ ہے یہ سب کا قول ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک قاضی کے لئے یہ حق ہے کہ وہ کوئی ایسا اجتہاد کرے اور جمع کرے اور اجتہاد کے بغیر جمع کرنا ناممکن ہے۔ اور پہلا قول فقہ کے زیادہ مشابہ ہے۔

موصی کا ایک ہزار دراہم کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰی لِرَجُلٍ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ وَلَهٗ مَالٌ عَیْنٌ وَدَیْنٌ، فَاِنْ خَرَجَ الْاَلْفُ مِنْ ثُلُثِ الْعَیْنِ

دُفِعَ اِلَى الْمُوْصٰى لَهُ) لِاَنَّهُ اَمْكَنَ اِيْفَاءُ كُلِّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ مِنْ غَيْرِ بَخْسٍ فَيُصَارُ اِلَيْهِ، وَاِنْ لَمْ يَخْرُجْ دُفِعَ اِلَيْهِ ثُلُثُ الْعَيْنِ، وَكُلَّمَا خَرَجَ شَيْءٌ مِنَ الدَّيْنِ اَخَذَ ثُلُثَهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ الْاَلْفَ لِاَنَّ الْمُوْصٰى لَهُ شَرِيْكُ الْوَارِثِ، وَفِيْ تَخْصِيْصِهِ بِالْعَيْنِ بَخْسٌ فِيْ حَقِّ الْوَرَثَةِ لِاَنَّ لِلْعَيْنِ فَضْلًا عَنِ الدَّيْنِ، وَلِاَنَّ الدَّيْنَ لَيْسَ بِمَالٍ فِيْ مُطْلَقِ الْحَالِ وَاِنَّمَا يَصِيْرُ مَالًا عِنْدَ الْاِسْتِيْفَاءِ فَاِنَّمَا يَعْتَدِلُ النَّظَرُ بِمَا ذَكَرْنَاهُ .

فرمایا کہ جب موصی نے ایک ہزار دراہم کی وصیت کی ہے اور موصی کے پاس نقد مال بھی ہے۔ اور قرض بھی ہے۔ اور جب ہزار کی نقدی تہائی سے نکل گئی ہے۔ تو موصی لہ کو ایک ہزار دراہم دیئے جائیں گے۔ کیونکہ ہر حقدار کو بغیر کسی کمی کے حق دینا چاہے۔ اور جو مقدار قرض کی بچتی رہے موصی لہ اس کا تہائی لیتا رہے گا۔ یہاں تک وہ ہزار کو پورا کر لے۔ کیونکہ موصی لہ وارث کا شریک ہے۔ اور اس کو نقدی کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ سے وارثوں کے حق میں کمی واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ نقدی کو قرض پر ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ اس حالت میں دین مال نہیں ہے۔ وہ وصولی کے وقت مال ہوگا۔ پس اسی صورت میں نظر درمیان روی پر ہوگی جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

موصی کا زید اور عمرو کے لئے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو بِثُلُثِ مَالِهِ فَاِذَا عَمْرٌو مَيِّتٌ فَالثُّلُثُ كُلُّهُ لِزَيْدٍ) لِاَنَّ الْمَيِّتَ لَيْسَ بِاَهْلٍ لِلْوَصِيَّةِ فَلَا يُزَاحِمُ الْحَيَّ الَّذِيْ هُوَ مِنْ اَهْلِهَا، كَمَا اِذَا اَوْصٰى لِزَيْدٍ وَجِدَارٍ .

وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ اِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِمَوْتِهِ فَلَهُ نِصْفُ الثُّلُثِ، لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ عِنْدَهُ صَحِيْحَةٌ لِعَمْرٍو فَلَمْ يَرْضَ لِلْحَيِّ اِلَّا نِصْفَ الثُّلُثِ بِخِلَافِ مَا اِذَا عَلِمَ بِمَوْتِهِ لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ لِلْمَيِّتِ لَغْوٌ فَكَانَ رَاضِيًا بِكُلِّ الثُّلُثِ لِلْحَيِّ، وَاِنْ قَالَ ثُلُثُ مَالِيْ بَيْنَ زَيْدٍ وَعَمْرٍو وَزَيْدٌ مَيِّتٌ كَانَ لِعَمْرٍو نِصْفُ الثُّلُثِ، لِاَنَّ قَضِيَّةَ هٰذَا اللَّفْظِ اَنْ يَكُوْنَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُ الثُّلُثِ بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ، اَلَا تَرٰى اَنَّ مَنْ قَالَ ثُلُثُ مَالِيْ لِزَيْدٍ وَسَكَتَ كَانَ لَهُ كُلُّ الثُّلُثِ، وَلَوْ قَالَ ثُلُثُ مَالِيْ بَيْنَ فُلَانٍ وَسَكَتَ لَمْ يَسْتَحِقَّ الثُّلُثَ .

فرمایا کہ جب موصی نے زید اور عمرو کے لئے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور عمرو فوت ہو چکا ہے تو سارا تہائی زید کے لئے ہوگا۔ کیونکہ میت وصیت کا اہل نہیں ہوتی۔ پس وہ فوت ہونے والا اس زندہ آدمی سے مزاحمت کرنے والا نہ ہوگا جو کہ وصیت کا اہل ہے۔ یہ ایسے ہے کہ جس طرح کسی نے زید اور دیوار کے لئے وصیت کی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب موصی عمرو کی موت سے واقف نہ ہو تو زید کے لئے تہائی کا نصف ملے گا کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک عمرو کے لئے وصیت درست ہے۔ پس موصی زندہ کے لئے صرف نصف تہائی پر رضامند ہو

گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب موصی کو اس کی موت کا پتہ ہو کیونکہ میت کے لئے وصیت کرنا بیکار ہے۔ پس وہ زندہ کے لئے سارے تہائی پر رضامند ہونے والا ہے۔

اور جب موصی نے کہا ہے کہ میرا تہائی مال زید اور عمرو کے درمیان ہے۔ اور زید مردہ ہے تو عمرو کے لئے نصف تہائی ہوگی۔ کیونکہ اس کلام کا تقاضہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے نصف تہائی ہو۔ جبکہ پہلے مسئلہ میں ایسا نہیں ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ جس شخص نے کہا ہے کہ میرا تہائی مال زید کے لئے ہے اور وہ خاموش رہا تو زید کے لئے پورا تہائی ہوگا۔ اور جب اس نے اس طرح کہا کہ میرا تہائی مال فلاں کے درمیان ہے۔ اور وہ خاموش ہے تو فلاں تہائی کا حقدار نہ ہوگا۔

مال نہ ہونے والے موصی کا تہائی کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَا مَالَ لَهٗ وَاكْتَسَبَ مَالًا اسْتَحَقَّ الْمُوْصٰى لَهٗ ثُلُثَ مَا يَمْلِكُهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ) لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ عَقْدُ اسْتِخْلَافٍ مُضَافٌ اِلٰى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَيَثْبُتُ حُكْمُهٗ بَعْدَهٗ فَيُشْتَرَطُ وُجُوْدُ الْمَالِ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا قَبْلَهٗ، وَكَذٰلِكَ اِذَا كَانَ لَهٗ مَالٌ فَهَلَكَ ثُمَّ اكْتَسَبَ مَالًا لِمَا بَيَّنَّا .

فرمایا کہ جب ایسے شخص نے تہائی کی وصیت کی ہے حالانکہ اس کے پاس کوئی مال ہی نہیں ہے اور اسکے بعد اس نے مال کمایا ہے تو موصی لہ اس کے مال میں سے تہائی کا مالک بن جائے گا۔ جس کو بہ وقت موت موصی مالک ہے۔ کیونکہ وصیت خلیفہ ہونے کا عقد ہے۔ جو موت کے بعد کی طرف منسوب ہونے والا ہے۔ اور اس عقد کا حکم بھی موت کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ پس موت کے وقت مال ہونا شرط ہوگا موت سے پہلے ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ اور اسی طرح جب موصی کے پاس مال ہے اور اس کے بعد وہ ہلاک ہوگیا ہے۔ اور اس کے بعد دوبارہ موصی نے مال حاصل کیا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

موصی کا اپنی بکریوں میں سے تہائی کی وصیت کرنے کا بیان

وَلَوْ اَوْصٰى لَهٗ بِثُلُثِ غَنَمِهٖ فَهَلَكَ الْغَنَمُ قَبْلَ مَوْتِهٖ اَوْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ غَنَمٌ فِي الْاَصْلِ فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ لِمَا ذَكَرْنَا اَنَّهٗ اِيْجَابٌ بَعْدَ الْمَوْتِ فَيُعْتَبَرُ قِيَامُهٗ حِيْنَئِذٍ، وَهٰذِهِ الْوَصِيَّةُ تَعَلَّقَتْ بِالْعَيْنِ فَتَبْطُلُ بِفَوَاتِهٖ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ غَنَمٌ فَاسْتَفَادَ ثُمَّ مَاتَ فَالصَّحِيْحُ اَنَّ الْوَصِيَّةَ تَصِحُّ، لِاَنَّهَا لَوْ كَانَتْ بِلَفْظِ الْمَالِ تَصِحُّ، فَكَذَا اِذَا كَانَتْ بِاسْمِ نَوْعِهٖ، وَهٰذَا لِاَنَّ وُجُوْدَهٗ قَبْلَ الْمَوْتِ فَضْلٌ وَالْمُعْتَبَرُ قِيَامُهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ ؛ وَلَوْ قَالَ لَهٗ شَاةٌ مِنْ مَالِيْ وَلَيْسَ لَهٗ غَنَمٌ يُعْطٰى قِيْمَةَ شَاةٍ لِاَنَّهٗ لَمَّا اَضَافَهٗ اِلَى الْمَالِ عَلِمْنَا اَنَّ مُرَادَهُ الْوَصِيَّةُ بِمَالِيَّةِ الشَّاةِ اِذْ مَالِيَّتُهَا تُوْجَدُ فِيْ مُطْلَقِ الْمَالِ، وَلَوْ اَوْصٰى بِشَاةٍ وَلَمْ يُضِفْهُ اِلٰى مَالِهٖ وَلَا غَنَمَ قِيْلَ لَا يَصِحُّ لِاَنَّ الْمُصَحِّحَ اِضَافَتُهٗ اِلٰى

الْمَالِ وَبِدُونِهَا تُعْتَبَرُ صُورَةُ الشَّاةِ وَمَعْنَاهَا، وَقِيلَ تَصِحُّ لِأَنَّهُ لَمَّا ذَكَرَ الشَّاةَ وَلَيْسَ فِي مِلْكِهِ شَاةٌ عُلِمَ أَنَّ مُرَادَهُ الْمَالِيَّةُ؛ وَلَوْ قَالَ شَاةٌ مِنْ غَنَمِي وَلَا غَنَمَ لَهُ فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ، لِأَنَّهُ لَمَّا أَضَافَهُ إِلَى الْغَنَمِ عَلِمْنَا أَنَّ مُرَادَهُ عَيْنُ الشَّاةِ حَيْثُ جَعَلَهَا جُزْءًا مِنَ الْغَنَمِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَضَافَهُ إِلَى الْمَالِ وَعَلَى هٰذَا يُخَرَّجُ كَثِيرٌ مِنَ الْمَسَائِلِ.

فرمایا کہ جب موصی نے کسی بندے کے لئے اپنی تہائی بکریوں کی وصیت کی ہے اوراس کی موت سے پہلے اس کی بکریاں ہلاک ہوگئی ہیں۔ یا پھر اصل میں موصی کے پاس بکریاں نہ تھیں۔ تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ موت کے بعد ایجاب ہے۔ پس بہ وقت موت بکریوں کا ہونا شرط ہے۔ اور یہ وصیت عین کے ساتھ متعلق ہے پس جب موت کے وقت عین ختم ہو چکا ہے تو وصیت بھی باطل ہو جائے گی۔ اور جب موصی کے پاس بکریاں نہیں ہیں۔ اوراس کے بعد موصی نے بکریوں کو حاصل کیا ہے۔ اوراس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے تو صحیح یہ ہوگا کہ وصیت درست ہے۔ کیونکہ جب لفظ مال سے وصیت ہوتی تو درست ہوتی اور جب یہ مال کی ایک قسم کے نام سے موسوم ہے تو بھی درست ہے اوراس کی دلیل یہ ہے کہ موت سے پہلے موصی بہ کا پایا جانا زائد ہے اور موت کے وقت موصی بہ کے وجود کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور جب موصی نے کہا ہے کہ موصی لہ کے لئے میرے مال میں سے ایک بکری ہوگی۔ جبکہ اس کے پاس تو کوئی بکری نہیں ہے۔ تو موصی لہ کو ایک بکری دی جائے گی۔ کیونکہ جب موصی نے موصی بہ کی نسبت مال کی جانب کی ہے تو ہم نے سمجھ لیا کہ اس کی مراد اس بکری کی مالیت ہے۔ کیونکہ اس کی مالیت مطلق مال میں پائی گئی ہے۔

اور جب اس نے صرف بکری کی وصیت کی ہے۔ اوراس کو اپنے مال کی جانب منسوب نہ کیا اوراس کے پاس کوئی بکریاں نہیں ہیں۔ تو ایک قول کے مطابق یہ وصیت درست نہ ہوگی۔ کیونکہ درست کرنے والی چیز مال کی جانب موصی کی نسبت کرنے والی ہے۔ اور بکری کی نسبت کے سوا میں اس کے معنی کا اعتبار ہوگا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وصیت درست ہے کیونکہ موصی نے بکری کا ذکر کیا ہے اوراس کی ملکیت میں بکری نہیں ہے تو یہ واضح ہو جائے گا۔ کہ اس کی مراد یہاں پر مال ہوتا ہے۔

اور جب موصی نے کہا ہے کہ میری بکریوں میں سے ایک بکری فلاں شخص کے لئے ہے اوراس کے پاس بکریاں کوئی نہیں ہیں۔ تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ جب موصی نے موصی بہ کو بکری کی جانب منسوب کیا ہے تو ہم سمجھ گئے کہ اس کی مراد بکری کا عین ہے کیونکہ موصی نے اس کو بکری کا حصہ قرار دیا ہے۔ بہ خلاف اس صورت مسئلہ کے کہ جب اس نے مال کی جانب منسوب کیا ہے اوراسی قاعدہ کے مطابق کئی مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔

موصی کا امہات اولاد کے لئے تہائی مال کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَوْصَى بِثُلُثِ مَالِهِ لِأُمَّهَاتِ أَوْلَادِهِ وَهُنَّ ثَلَاثٌ وَلِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ فَلَهُنَّ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ مِنْ خَمْسَةِ أَسْهُمٍ) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا

اللّٰہُ ۔

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ اَنَّہٗ یُقْسَمُ عَلٰی سَبْعَۃِ اَسْھُمٍ لَھُنَّ ثَلَاثَۃٌ وَلِکُلِّ فَرِیْقٍ سَھْمَانِ، وَاَصْلُہٗ اَنَّ الْوَصِیَّۃَ لِاُمَّھَاتِ الْاَوْلَادِ جَائِزَۃٌ وَالْفُقَرَاءُ وَالْمَسَاکِیْنُ جِنْسَانِ، وَفَسَّرْنَاھُمَا فِی الزَّکَاۃِ لِمُحَمَّدٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ اَنَّ الْمَذْکُوْرَ لَفْظُ الْجَمْعِ وَاَدْنَاہُ فِی الْمِیْرَاثِ اثْنَانِ نَجِدُ ذٰلِکَ فِی الْقُرْآنِ فَکَانَ مِنْ کُلِّ فَرِیْقٍ اثْنَانِ وَاُمَّھَاتُ الْاَوْلَادِ ثَلَاثٌ فَلِھٰذَا یُقْسَمُ عَلٰی سَبْعَۃٍ ۔ وَلَھُمَا اَنَّ الْجَمْعَ الْمُحَلّٰی بِالْاَلِفِ وَاللَّامِ یُرَادُ بِہِ الْجِنْسُ، وَاَنَّہٗ یَتَنَاوَلُ الْاَدْنٰی مَعَ احْتِمَالِ الْکُلِّ، لَا سِیَّمَا عِنْدَ تَعَذُّرِ صَرْفِہٖ اِلَی الْکُلِّ فَیُعْتَبَرُ مِنْ کُلِّ فَرِیْقٍ وَاحِدٌ فَبَلَغَ الْحِسَابُ خَمْسَۃً وَالثَّلَاثَۃُ لِلثَّلَاثِ ۔

فرمایا کہ جس بندے نے اپنی امہات اولاد کے لئے اپنے مال سے تہائی کی وصیت کی ہے۔ اور وہ تین ہیں۔ اور مسکینوں اور فقراء کے لئے وصیت کی ہے۔ تو امہات کے لئے پانچ حصوں میں سے تین حصے ہوں گے۔ مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہ حکم شیخین کے مطابق ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ تہائی کو سات حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور ہر فریق کو دو دو حصے مل جائیں گے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امہات اولاد کے لئے وصیت کرنا جائز ہے۔ جبکہ فقراء و مساکین یہ دو جنس ہیں۔ اور کتاب زکوٰۃ میں ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے جمع کا لفظ ذکر کیا گیا ہے اور میراث میں جمع کا اطلاق کم از کم دو ہے۔ جس کو ہم قرآن مجید میں پاتے ہیں۔ پس ہر فریق میں سے دو، دو ہوں گے۔ اور امہات اولاد میں تین ہیں۔ کیونکہ تہائی کو ساتھ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ایسی جمع جو الف لام کے ساتھ آئے اس سے جنس مراد ہوتی ہے اور وہ احتمال کل کے سبب کم از کم کو بھی شامل ہوتی ہے۔ خصوصی طور پر اس وقت کہ جب اس کو کل کی جانب پھیرنا ناممکن ہو۔ پس ہر فریق کے لئے ایک کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور یہ حساب پانچ تک پہنچ جائے گا اور تین امہات کے لئے حصے بن جائیں گے۔

موصی کا فلاں اور مسکینوں کے لئے تہائی کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ اَوْصٰی بِثُلُثِہٖ لِفُلَانٍ وَلِلْمَسَاکِیْنِ فَنِصْفُہٗ لِفُلَانٍ وَنِصْفُہٗ لِلْمَسَاکِیْنِ عِنْدَھُمَا) وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ ثُلُثُہٗ لِفُلَانٍ وَثُلُثَاہُ لِلْمَسَاکِیْنِ، وَلَوْ اَوْصٰی لِلْمَسَاکِیْنِ لَہٗ صَرْفُہٗ اِلٰی مِسْکِیْنٍ وَاحِدٍ عِنْدَھُمَا، وَعِنْدَہٗ لَا یُصْرَفُ اِلَّا اِلٰی مِسْکِیْنَیْنِ بِنَاءً عَلٰی مَا بَیَّنَّاہُ ۔

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰی لِرَجُلٍ بِمِائَۃِ دِرْھَمٍ وَلِآخَرَ بِمِائَۃٍ ثُمَّ قَالَ لِآخَرَ قَدْ اَشْرَکْتُکَ مَعَھُمَا فَلَہٗ ثُلُثُ کُلِّ مِائَۃٍ) لِاَنَّ الشَّرِکَۃَ لِلْمُسَاوَاۃِ لُغَۃً، وَقَدْ اَمْکَنَ اِثْبَاتُہٗ بَیْنَ الْکُلِّ بِمَا قُلْنَاہُ لِاتِّحَادِ الْمَالِ

لِاَنَّهُ يُصِيبُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ ثُلُثَا مِائَةٍ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَوْصٰى لِرَجُلٍ بِاَرْبَعِمِائَةٍ وَلِآخَرَ بِمِائَتَيْنِ ثُمَّ كَانَ الْاِشْرَاكُ لِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُ تَحْقِيقُ الْمُسَاوَاةِ بَيْنَ الْكُلِّ لِتَفَاوُتِ الْمَالَيْنِ فَحَمَلْنَاهُ عَلٰى مُسَاوَاتِهِ كُلَّ وَاحِدٍ بِتَنْصِيفِ نَصِيبِهِ عَمَلًا بِاللَّفْظِ بِقَدْرِ الْاِمْكَانِ ۔

فرمایا کہ جب موصی نے فلاں اور مسکینوں کے لئے ایک تہائی کی وصیت کی ہے تو شیخین کے نزدیک اس تہائی کا نصف فلاں کے لئے اور نصف مسکینوں کے لئے ہوگا۔

حضرت امام محمد ﷫ نے کہا ہے کہ اس کا تہائی فلاں کے لئے ہوگی۔ اور دو تہائی مسکینوں کے لئے ہوگا۔ اور جب موصی نے مسکینوں کے لئے ایک تہائی کی وصیت کی ہے تو شیخین کے نزدیک موصی کو ایک مسکین پر خرچ کرنے کا حق ہوگا۔ جبکہ امام محمد ﷫ کے نزدیک اس کو دو مسکینوں پر خرچ کرنا لازم ہوگا اسی قاعدے کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی کے لئے سو دراہم کی وصیت کی ہے اور اس نے دوسرے کے لئے بھی سو دراہم کی وصیت کی ہے اور اس کے بعد اس نے تیسرے سے کہا ہے کہ میں نے ان دونوں کے ساتھ تم کو شامل کر دیا ہے تو اس تیسرے بندے کو ہر سو دراہم میں سے تہائی ملے گا۔ کیونکہ لغت کے اعتبار سے شرکت برابری کے لئے ہے۔ اور ان تینوں کے درمیان برابری کو ثابت کرنا بھی ممکن ہے۔ اسی طریقے کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ مال ایک ہی ہے اور ان میں سے ہر ایک دو تہائی ملے گا۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب کسی شخص نے کسی بندے کے لئے چار سو دراہم کی وصیت کی ہے اور دوسرے کے لئے دو سو دراہم کی وصیت کی ہے۔ اس کے بعد ان کی شرکت ہوئی ہے کیونکہ اب ان تینوں کے درمیان مالوں کے برابر نہ ہونے کے سبب برابری کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس ہم نے اس کو تیسرے آدمی کی برابری پر محمول کر دیا ہے۔ اور ہر ایک کے حصے کو نصف کر کے دیا جائے گا۔ تاکہ ممکن حد تک لفظ پر عمل کیا جا سکے۔

موصی کے لئے تہائی تک قرض کی تصدیق کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ دَيْنٌ فَصَدِّقُوهُ) مَعْنَاهُ قَالَ ذٰلِكَ لِوَرَثَتِهِ (فَاِنَّهُ يُصَدَّقُ اِلَى الثُّلُثِ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ ۔

وَفِي الْقِيَاسِ لَا يُصَدَّقُ لِاَنَّ الْاِقْرَارَ بِالْمَجْهُولِ وَاِنْ كَانَ صَحِيحًا لٰكِنَّهُ لَا يُحْكَمُ بِهِ اِلَّا بِالْبَيَانِ وَقَوْلُهُ فَصَدِّقُوهُ صَدَرَ مُخَالِفًا لِلشَّرْعِ لِاَنَّ الْمُدَّعِيَ لَا يُصَدَّقُ اِلَّا بِحُجَّةٍ فَتَعَذَّرَ اِثْبَاتُهُ اِقْرَارًا مُطْلَقًا فَلَا يُعْتَبَرُ، وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّا نَعْلَمُ اَنَّ مِنْ قَصْدِهِ تَقْدِيمَهُ عَلَى الْوَرَثَةِ وَقَدْ اَمْكَنَ تَنْفِيذُ قَصْدِهِ بِطَرِيقِ الْوَصِيَّةِ وَقَدْ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ مَنْ يَعْلَمُ بِاَصْلِ الْحَقِّ عَلَيْهِ دُونَ مِقْدَارِهِ سَعْيًا مِنْهُ فِي تَفْرِيغِ ذِمَّتِهِ فَيَجْعَلُهَا وَصِيَّةً جَعَلَ التَّقْدِيرَ فِيهَا اِلَى الْمُوصٰى لَهُ كَاَنَّهُ قَالَ اِذَا جَاءَكُمْ فُلَانٌ وَادَّعٰى شَيْئًا فَاَعْطُوهُ مِنْ مَالِي مَا شَاءَ، وَهٰذِهِ مُعْتَبَرَةٌ مِنَ الثُّلُثِ فَلِهٰذَا يُصَدَّقُ عَلٰى

الثُّلُثِ دُوْنَ الزِّيَادَةِ ۔

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کہا ہے کہ فلاں آدمی کا مجھ پر قرض ہے پس تم اس کی تصدیق کرنا تو اس کا حکم یہ ہے کہ موصی نے اپنے وارثوں سے کہا ہے کہ تہائی تک اس کی تصدیق کی جائے گی۔ اور یہ استحسان ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ کیونکہ جہالت والی چیز کا اقرار خواہ درست ہو مگر بیان کے بغیر اس پر کوئی حکم نہ لگایا جائے گا۔ اور ماتن کا یہ کہنا کہ اس کی تصدیق کرنا یہ خلاف شرع واقع ہوا ہے۔ کیونکہ دلیل کے سوا مدعی کی تصدیق نہیں کی جاتی۔ پس مطلق طور پر اقرار سے ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کا قصد مدعی کو وارثوں پر مقدم کرنا ہے۔ اور وصیت کے طریقے سے اس کے ارادے پر عمل کرنا ممکن ہے۔ اور بعض اوقات وہ شخص اس اقرار کا ضرورت مند بھی ہوتا ہے۔ جو اپنے اوپر اصل حق سے واقف ہوتا ہے۔ مگر جب وہ اس کی مقدار کو جاننے والا نہیں ہے۔ اور وہ بندہ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہونے کی کوشش کرنے والا ہے۔ کیونکہ وہ ایسی وصیت قرار دیتا ہے۔ جس میں مقدار کو بیان کرنا یہ موصی لہ کے حوالے کی گئی ہے اور جب موصی نے اس طرح کہا ہے کہ جب فلاں آدمی تمہارے پاس آئے اور وہ کسی چیز کی تصدیق کرے اور اس کو میرے مال سے اتنا مال دے دینا جتنا وہ چاہے۔ تو ایسی وصیت تہائی تک قابل اعتبار ہوگی۔ پس تہائی پر مدعی کی تصدیق کی جائے گی۔ جبکہ اس سے زائد پر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

اصحاب وصایا کے لئے تہائی کو الگ کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ اَوْصٰى بِوَصَايَا غَيْرِ ذٰلِكَ يُعْزَلُ الثُّلُثُ لِاَصْحَابِ الْوَصَايَا وَالثُّلُثَانِ لِلْوَرَثَةِ) لِاَنَّ مِيْرَاثَهُمْ مَعْلُوْمٌ ۔

وَكَذَا الْوَصَايَا مَعْلُوْمَةٌ وَهٰذَا مَجْهُوْلٌ فَلَا يُزَاحِمُ الْمَعْلُوْمَ فَيُقَدَّمُ عَزْلُ الْمَعْلُوْمِ، وَفِي الْاِفْرَازِ فَائِدَةٌ اُخْرٰى وَهُوَ اَنَّ اَحَدَ الْفَرِيْقَيْنِ قَدْ يَكُوْنُ اَعْلَمَ بِمِقْدَارِ هٰذَا الْحَقِّ وَاَبْصَرَ بِهِ، وَالْاٰخَرُ اَلَدُّ خِصَامًا، وَعَسَاهُمْ يَخْتَلِفُوْنَ فِي الْفَضْلِ اِذَا ادَّعَاهُ الْخَصْمُ وَبَعْدَ الْاِفْرَازِ يَصِحُّ اِقْرَارُ كُلِّ وَاحِدٍ فِيْمَا فِيْ يَدِهٖ مِنْ غَيْرِ مُنَازَعَةٍ (وَاِذَا عَزَلَ يُقَالُ لِاَصْحَابِ الْوَصَايَا صَدِّقُوْهُ فِيْمَا شِئْتُمْ وَيُقَالُ لِلْوَرَثَةِ صَدِّقُوْهُ فِيْمَا شِئْتُمْ) لِاَنَّ هٰذَا دَيْنٌ فِيْ حَقِّ الْمُسْتَحِقِّ وَصِيَّةٌ فِيْ حَقِّ التَّنْفِيْذِ، فَاِذَا اَقَرَّ كُلُّ فَرِيْقٍ بِشَيْءٍ ظَهَرَ اَنَّ فِي التَّرِكَةِ دَيْنًا شَائِعًا فِي النَّصِيْبَيْنِ (فَيُؤْخَذُ اَصْحَابُ الثُّلُثِ بِثُلُثِ مَا اَقَرُّوْا وَالْوَرَثَةُ بِثُلُثَيْ مَا اَقَرُّوْا (تَنْفِيْذًا لِاِقْرَارِ كُلِّ فَرِيْقٍ فِيْ قَدْرِ حَقِّهٖ وَعَلٰى كُلِّ فَرِيْقٍ مِنْهُمَا الْيَمِيْنُ عَلَى الْعِلْمِ اِنِ ادَّعَى الْمُقَرُّ لَهٗ زِيَادَةً عَلٰى ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ يَحْلِفُ عَلٰى مَا جَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ غَيْرِهٖ ۔

فرمایا کہ جب موصی نے اس کے سوا میں کوئی وصیت کی ہے تو وصایا والوں کے لئے تہائی کو الگ کر لیا جائے گا۔ اور

دو تہائی وارثوں کے لئے ہوگا۔ کیونکہ وارثوں کی میراث کا پتہ ہے۔ اور وصایا کا بھی پتہ ہے۔ اور یہ مجہول ہے۔ پس یہ معلوم کو مزاحم نہ ہوگا۔ اور معلوم چیز کو مقدم کر دیا جائے گا۔

اور الگ کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ دونوں فریقوں میں سے ایک فریق میں اس کے حق کی مقدار سے زیادہ جاننے والا اور بصیرت والا ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرا فریق بڑا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب دونوں فریق زیادہ ہونے کے بارے میں اختلاف کریں تو جب خصم زیادتی کا دعویٰ کرے۔ اور الگ کرنے کے بعد ہر آدمی کا اقرار بغیر کسی جھگڑے کے اس کی مقدار میں درست ہوگا۔ جو اس شخص کے قبضہ میں ہے۔

اور الگ کرنے کے بعد وصایا والوں سے کہہ دیا جائے گا کہ جس قدر مقدار میں تم چاہو اس کی تصدیق کرو۔ اور وارثوں سے بھی اسی طرح کہا جائے گا۔ کہ جس قدر مقدار میں تم چاہو اس کی تصدیق کرو۔ کیونکہ یہ حقدار کے حق میں قرض ہے۔ اور نافذ کرنے کے حق میں وصیت ہے۔ اور اس کے جب ہر فریق نے کسی مقدار کا اقرار کیا ہے۔ تو یہ واضح ہو جائے گا۔ کہ دونوں حصوں کے ترکہ میں قرض پھیلا ہوا ہے۔ پس تہائی والے اپنے اقرار کے تہائی میں پکڑے جائیں گے۔ اور وارثوں کے اقرار کے سبب دو تہائی ہوگی تاکہ ہر فریق کا اقرار اس کے حق کی مقدار میں نافذ کر دیا جائے۔ اور ان دونوں میں سے ہر فریق پر علم کی قسم کھانا لازم ہے اور جب مقر لہ اس سے زیادہ کا اقرار کرے۔ کیونکہ ہر فریق سے اس کے عمل کی قسم لی جائے گی۔ جو حق اس کے درمیان اور اس کے سوا کے حق میں جاری ہے۔

موصی کا اجنبی اور وارث کے لئے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى لِاَجْنَبِيٍّ وَلِوَارِثِهٖ فَلِلْاَجْنَبِيِّ نِصْفُ الْوَصِيَّةِ وَتَبْطُلُ وَصِيَّةُ الْوَارِثِ) لِاَنَّهٗ اَوْصٰى بِمَا يَمْلِكُ الْاِيْصَاءَ بِهٖ وَبِمَا لَا يَمْلِكُ فَصَحَّ فِي الْاَوَّلِ وَبَطَلَ فِي الثَّانِي، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَوْصٰى لِحَيٍّ وَمَيِّتٍ لِاَنَّ الْمَيِّتَ لَيْسَ بِاَهْلٍ لِلْوَصِيَّةِ فَلَا يَصْلُحُ مُزَاحِمًا فَيَكُوْنُ الْكُلُّ لِلْحَيِّ وَالْوَارِثُ مِنْ اَهْلِهَا وَلِهٰذَا تَصِحُّ بِاِجَازَةِ الْوَرَثَةِ فَافْتَرَقَا، وَعَلٰى هٰذَا اِذَا اَوْصٰى لِلْقَاتِلِ وَلِلْاَجْنَبِيِّ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا اَقَرَّ بِعَيْنٍ اَوْ دَيْنٍ لِوَارِثِهٖ وَلِلْاَجْنَبِيِّ حَيْثُ لَا يَصِحُّ فِي حَقِّ الْاَجْنَبِيِّ اَيْضًا، لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ اِنْشَاءُ تَصَرُّفٍ وَالشَّرِكَةَ تَثْبُتُ حُكْمًا لَهٗ فَتَصِحُّ فِي حَقِّ مَنْ يَسْتَحِقُّهٗ مِنْهُمَا وَاَمَّا الْاِقْرَارُ فَاِخْبَارٌ عَنْ كَائِنٍ، وَقَدْ اَخْبَرَ بِوَصْفِ الشَّرِكَةِ فِي الْمَاضِي، وَلَا وَجْهَ اِلٰى اِثْبَاتِهٖ بِدُوْنِ هٰذَا الْوَصْفِ لِاَنَّهٗ خِلَافُ مَا اَخْبَرَ بِهٖ، وَلَا اِلٰى اِثْبَاتِ الْوَصْفِ لِاَنَّهٗ يَصِيْرُ الْوَارِثُ فِيْهِ شَرِيْكًا وَلِاَنَّهٗ لَوْ قَبَضَ الْاَجْنَبِيُّ شَيْئًا كَانَ لِلْوَارِثِ اَنْ يُشَارِكَهٗ فَيَبْطُلُ فِي ذٰلِكَ الْقَدْرِ ثُمَّ لَا يَزَالُ يَقْبِضُ وَيُشَارِكُهُ الْوَارِثُ حَتّٰى يَبْطُلَ الْكُلُّ فَلَا يَكُوْنُ مُفِيْدًا وَفِي الْاِنْشَاءِ حِصَّةُ اَحَدِهِمَا مُمْتَازَةٌ عَنْ حِصَّةِ الْاٰخَرِ بَقَاءً وَبُطْلَانًا ۔

فرمایا کہ جب کسی بندے نے اجنبی اور اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کی ہے تو اجنبی کے لئے نصف وصیت ہے۔ اور وارث کے لئے وصیت باطل ہے۔ اس لئے کہ موصی نے ایسی چیز کی وصیت کی ہے جس کا وہ مالک ہے اور اس چیز کی بھی وصیت کی ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے۔ پس پہلے کے لئے درست ہو جائے گی اور دوسرے کے لئے باطل ہو جائے گی۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب اس نے زندہ اور مردہ کے لئے وصیت کی ہے کیونکہ میت وصیت کا اہل نہیں ہے پس وہ مزاحم نہ ہوگا اور سارا مال زندہ آدمی کے لئے ہوگا۔ اور وارث وصیت کا اہل ہے۔ پس وارثوں کی اجازت سے وصیت درست ہو جائے گی۔ پس یہ دونوں مسائل الگ الگ ہوئے۔ اور اسی کے مطابق ہے کہ جب موصی قاتل اور اجنبی کے لئے وصیت کرتا ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب موصی نے اپنے وارث اور اجنبی کے لئے کسی عین یا دین کا اقرار کیا ہے پس اجنبی کے حق میں بھی یہ اقرار درست نہ ہوگا۔ کیونکہ وصیت تصرف کا انشاء ہے۔ اور شرکت انشاء کا حکم بن کر ثابت ہوئی ہے۔ تو اس شخص کے حق میں وصیت درست ہوگی۔ جو ان میں سے وصیت کا حقدار ہے۔ جبکہ اقرار یہ گزرے ہوئے والے کی اطلاع دینا ہے۔ جبکہ مقر گذشتہ زمانے میں شرکت کے وصف کی خبر دے چکا ہے۔ اور اس کے اقرار کو وصف شرکت کے بغیر ثابت کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ وارث میں بھی شریک ہونے والا ہے۔ کیونکہ جب اجنبی نے کسی چیز پر قبضہ کیا ہے تو وارث اس میں شریک ہو جائے گا۔ کیونکہ جب اجنبی نے کسی چیز پر قبضہ کیا ہے تو وارث کے لئے اس میں شریک ہونے کا حق ہوگا۔ اور اس مقدار میں اقرار باطل ہو جائے گا۔ اور اجنبی برابر طور پر قبضہ کرتا رہے گا۔ اور وارث اس میں شریک ہوتا رہے گا۔ حتیٰ کہ جب پورا اقرار باطل ہو جائے گا۔ تو یہ اقرار فائدے مند نہ ہوگا اور ان میں سے ایک حصہ انشاء میں ایک حصہ بقاء اور باطل ہونے دونوں کے اعتبار سے دوسرے سے الگ ہے۔

موصی کا تین مختلف حالت والے کپڑوں سے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ جَيِّدٌ وَوَسَطٌ وَرَدِيءٌ فَأَوْصَى بِكُلِّ وَاحِدٍ لِرَجُلٍ فَضَاعَ ثَوْبٌ وَلَا يَدْرِي أَيُّهَا هُوَ وَالْوَرَثَةُ تَجْحَدُ ذَلِكَ فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ) وَمَعْنَى جُحُودِهِمْ أَنْ يَقُولَ الْوَارِثُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِعَيْنِهِ الثَّوْبُ الَّذِي هُوَ حَقُّكَ قَدْ هَلَكَ فَكَانَ الْمُسْتَحِقُّ مَجْهُولًا وَجَهَالَتُهُ تَمْنَعُ صِحَّةَ الْقَضَاءِ وَتَحْصِيلَ الْمَقْصُودِ فَبَطَلَ .

قَالَ (إِلَّا أَنْ يُسَلِّمَ الْوَرَثَةُ الثَّوْبَيْنِ الْبَاقِيَيْنِ، فَإِنْ سَلَّمُوا زَالَ الْمَانِعُ وَهُوَ الْجُحُودُ فَيَكُونُ لِصَاحِبِ الْجَيِّدِ ثُلُثَا الثَّوْبِ الْأَجْوَدِ، وَلِصَاحِبِ الْأَوْسَطِ ثُلُثُ الْجَيِّدِ وَثُلُثُ الْأَدْوَنِ فَثَبَتَ الْأَدْوَنُ، وَلِصَاحِبِ الْأَدْوَنِ ثُلُثَا الثَّوْبِ الْأَدْوَنِ) لِأَنَّ صَاحِبَ الْجَيِّدِ لَا حَقَّ لَهُ فِي الرَّدِيءِ بِيَقِينٍ، لِأَنَّهُ إِمَّا أَنْ يَكُونَ وَسَطًا أَوْ رَدِيئًا وَلَا حَقَّ لَهُ فِيهِمَا، وَصَاحِبُ الرَّدِيءِ لَا حَقَّ لَهُ فِي

الْجَيِّدِ الْبَاقِي بِيَقِينٍ، لِأَنَّهُ إِمَّا أَنْ يَكُونَ جَيِّدًا أَوْ وَسَطًا وَلَا حَقَّ لَهُ فِيهِمَا، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الرَّدِيءُ هُوَ الرَّدِيءَ الْأَصْلِيَّ فَيُعْطَى مِنْ مَحَلِّ الْاِحْتِمَالِ، وَإِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا الْجَيِّدِ وَثُلُثَا الْأَدْوَنِ لَمْ يَبْقَ إِلَّا ثُلُثُ الْجَيِّدِ وَثُلُثُ الرَّدِيءِ فَيَتَعَيَّنُ حَقُّ صَاحِبِ الْوَسَطِ فِيهِ بِعَيْنِهِ ضَرُورَةً

فرمایا کہ جب کسی شخص کے پاس تین عمدہ، درمیانے اور خراب کپڑے ہیں اور اس نے ایک آدمی کے لئے ان میں سے ہر ایک کپڑے کی وصیت کی ہے اور ایک کپڑا ضائع ہو گیا ہے۔ اور یہ پتہ نہیں ہے۔ کہ وہ کونسا ہے۔ اور وارث اس کا انکار کر رہے ہیں تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ اور ان کے انکار کا معنی یہ ہے کہ جب وارث ان میں سے معین طریقے پر کہہ دیں کہ وہ کپڑا جو تیرا حق تھا وہ تو ہلاک ہو چکا ہے۔ تو حقدار مجہول ہو چکا ہے۔ اور اس کی جہالت قضاء کی صحت اور حصول مقصد سے روکنے والی ہے۔ کیونکہ وصیت باطل ہو جائے گی۔

ہاں البتہ جب ورثاء بقیہ دونوں کپڑے کے تھان حوالے کر دیں تو حوالے کرنے سے مانع ضائع ہو چکا ہے۔ اور وہ ان کا انکار کرتا تھا۔ پس عمدہ کپڑے والے کے لئے دو تہائی عمدہ کپڑے ہوں گے۔ اور اوسط والے کے لئے عمدہ اور ادنیٰ دونوں سے تہائی ہوں گے اور ادنیٰ والے کے لئے ادنیٰ کپڑے کے لئے دو تہائی ہوں گے۔ کیونکہ ردی میں عمدہ والے کے لئے کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ ردی یا اوسط بن جائے گا یا وہ ردی ہوگا۔ اور عمدہ والے کا ان میں کوئی حق نہیں ہے۔ اور ادنیٰ والے کا بقیہ عمدہ میں یقینی طور پر کوئی حق نہ ہوگا۔ کیونکہ جید یا عمدہ ہے یا وہ اوسط ہے۔ اور ردی والے کا ان دونوں میں کوئی حق نہیں ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ موجودہ ردی ہی اصلی ردی ہو۔ پس ردی والے کو احتمال کی جگہ سے دیا جائے گا۔ اور جب عمدہ کے دو تہائی اور ردی کے دو تہائی ختم ہو جائیں تو صرف عمدہ کا تہائی باقی رہ جائے گا اور جو ردی کا تہائی بچا ہے۔ اوسط والے کا یقینی طور پر اس میں حق معین ہو جائے گا۔

مشترکہ مکان میں سے کسی کو کمرے کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتِ الدَّارُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَأَوْصَى أَحَدُهُمَا بِبَيْتٍ بِعَيْنِهِ لِرَجُلٍ فَإِنَّهَا تُقْسَمُ، فَإِنْ وَقَعَ الْبَيْتُ فِي نَصِيبِ الْمُوصِي فَهُوَ لِلْمُوصَى لَهُ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ نِصْفُهُ لِلْمُوصَى لَهُ، وَإِنْ وَقَعَ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ فَلِلْمُوصِي لَهُ مِثْلُ ذَرْعِ الْبَيْتِ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: مِثْلُ ذَرْعِ نِصْفِ الْبَيْتِ لَهُ أَنَّهُ أَوْصَى بِمِلْكِهِ وَبِمِلْكِ غَيْرِهِ، لِأَنَّ الدَّارَ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهَا مُشْتَرَكَةٌ فَيَنْفُذُ الْأَوَّلُ وَيُوقَفُ الثَّانِي، وَهُوَ أَنَّ مِلْكَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِالْقِسْمَةِ الَّتِي هِيَ مُبَادَلَةٌ لَا تَنْفُذُ الْوَصِيَّةُ السَّالِفَةُ، كَمَا إِذَا أَوْصَى بِمِلْكِ الْغَيْرِ ثُمَّ اشْتَرَاهُ، ثُمَّ إِذَا اقْتَسَمُوهَا وَوَقَعَ الْبَيْتُ فِي نَصِيبِ الْمُوصِي تَنْفُذُ الْوَصِيَّةُ فِي عَيْنِ الْمُوصَى بِهِ وَهُوَ نِصْفُ الْبَيْتِ، وَإِنْ وَقَعَ فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ لَهُ مِثْلُ ذَرْعِ نِصْفِ الْبَيْتِ تَنْفِيذًا لِلْوَصِيَّةِ فِي بَدَلِ الْمُوصَى بِهِ عِنْدَ

فَوَاتِهِ كَالْجَارِيَةِ الْمُوْصٰى بِهَا اِذَا قُتِلَتْ خَطأً تَنْفُذُ الْوَصِيَّةُ فِيْ بَدَلِهَا، بِخِلَافِ مَا اِذَا بِيعَ الْعَبْدُ الْمُوْصٰى بِهٖ حَيْثُ لَا تَتَعَلَّقُ الْوَصِيَّةُ بِثَمَنِهٖ، لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ تَبْطُلُ بِالْاِقْدَامِ عَلَى الْبَيْعِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ وَلَا تَبْطُلُ بِالْقِسْمَةِ ۔

وَلَهُمَا اَنَّهٗ اَوْصٰى بِمَا يَسْتَقِرُّ مِلْكُهٗ فِيْهِ بِالْقِسْمَةِ، لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّهٗ يَقْصِدُ الْاِيْصَاءَ بِمِلْكٍ مُنْتَفَعٍ بِهٖ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ وَذٰلِكَ يَكُوْنُ بِالْقِسْمَةِ، لِاَنَّ الْاِنْتِفَاعَ بِالْمُشَاعِ قَاصِرٌ وَقَدْ اسْتَقَرَّ مِلْكُهٗ فِيْ جَمِيْعِ الْبَيْتِ اِذَا وَقَعَ فِيْ نَصِيْبِهٖ فَتَنْفُذُ الْوَصِيَّةُ فِيْهِ، وَمَعْنَى الْمُبَادَلَةِ فِيْ هٰذِهِ الْقِسْمَةِ تَابِعٌ، وَاِنَّمَا الْمَقْصُوْدُ الْاِفْرَازُ تَكْمِيْلًا لِلْمَنْفَعَةِ وَلِهٰذَا يُجْبَرُ عَلَى الْقِسْمَةِ فِيْهِ، وَعَلٰى اعْتِبَارِ الْاِفْرَازِ يَصِيْرُ كَاَنَّ الْبَيْتَ مِلْكُهٗ مِنَ الْاِبْتِدَاءِ ۔

فرمایا کہ جب مکان دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہے اور ان میں سے ایک نے کسی شخص کے لئے معین کمرے کی وصیت کی ہے تو مکان کو تقسیم کیا جائے گا۔ اور جب وہ کمرہ موصی کے حصے میں آئے۔ تو شیخین کے نزدیک وہ موصی لہ کو ملے گا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہاں موصی لہ کو نصف ملے گا۔ اور جب وہ کمرہ دوسرے شریک کے حصے میں آیا ہے تو موصی لہ کو کمرے کی پیائش کے مطابق زمین ملے گی۔ اور یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اس کو نصف مکان کی مقدار حصہ ملے گا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ موصی نے اپنی ملکیت اور اپنے غیر کی ملکیت میں وصیت کی ہے۔ کیونکہ مکان اپنے حصوں کے ساتھ مشترکہ ہے۔ پس اول مسئلہ کے مطابق وصیت نافذ ہو جائے گی۔ جبکہ دوسرے میں موقوف ہو جائے گی۔ اگر چہ موصی تقسیم کے سبب اس مال کا مالک بنا ہے۔ جو مبادلہ ہے۔ مگر اس کے باوجود سابقہ وصیت نافذ ہو جائے گی جس طرح کسی شخص نے دوسرے کی ملکیت میں وصیت کی ہے اور اس کے بعد اس کو خرید لیا ہے۔ اور اس کے بعد جب انہوں نے مکان کو تقسیم کیا ہے اور وہ مکان موصی کے حصے میں آیا ہے تو موصی بہ کے عین میں وصیت نافذ ہو جائے گی۔ اور وہ نصف مکان ہے۔ اور جب مکان موصی کے شریک کے حصے میں چلا گیا ہے تو موصی لہ کو نصف مکان کی مثل زمین مل جائے گی۔ کہ موصی بہ کے ختم ہونے کے سبب موصی بہ کے بدل میں وصیت نافذ کی جائے۔ بہ خلاف اس صورت مسئلہ کے کہ جب موصی بہ غلام کو بیچ دیا جائے تو وصیت اس کی قیمت سے متعلق نہ ہوگی۔ کیونکہ بیع پر اقدام کرنے سے وصیت باطل ہو جائے گی۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ تقسیم سے وصیت باطل ہو جایا کرتی ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ موصی نے ایسی چیز کی وصیت کی ہے جس سے تقسیم میں اس کی ملکیت پختہ ہو جائے۔ کیونکہ ظاہر اسی طرح ہے۔ اور موصی ایسی ملکیت میں وصیت کرنا چاہتا ہے۔ جس سے ہر طرح سے فائدہ حاصل کیا جائے۔ اور یہ مقصد تقسیم سے حاصل ہوگا۔ کیونکہ مشترکہ چیز سے فائدہ حاصل کرنا ناقص ہے۔ اور جب کمرہ موصی کے حق میں آئے گا تو سارے کمرے میں اس کی وصیت پختہ ہو جائے گی۔ پس اس میں وصیت نافذ ہو جائے گی۔ اور اس تقسیم میں مبادلے کا حکم ثابت ہونے والا ہے۔ جبکہ مقصود اصلی الگ ہے۔ تاکہ فائدے کو مکمل کیا جائے۔ کیونکہ اس پہ تقسیم میں زیادتی جائز ہے۔ اور الگ کرنے کے لئے اس طرح کر دیا

جائے گا جس طرح وہ کمرہ ابتداء ہی سے موصی کی ملکیت ہے۔

وصیت کردہ کمرہ دوسرے کے حق میں آجانے کا بیان

وَإِنْ وَقَعَ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ تَنْفُذُ فِي قَدْرِ ذُرْعَانِ جَمِيعِهِ مِمَّا وَقَعَ فِي نَصِيبِهِ، إِمَّا لِأَنَّهُ عِوَضُهُ كَمَا ذَكَرْنَاهُ، أَوْ لِأَنَّ مُرَادَ الْمُوْصِي مِنْ ذِكْرِ الْبَيْتِ التَّقْدِيرُ بِهِ تَحْصِيلًا لِمَقْصُودِهِ مَا أَمْكَنَ، إِلَّا أَنَّهُ يَتَعَيَّنُ الْبَيْتُ إِذَا وَقَعَ فِي نَصِيبِهِ جَمْعًا بَيْنَ الْجِهَتَيْنِ التَّقْدِيرِ وَالتَّمْلِيكِ، وَإِنْ وَقَعَ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ عَمِلْنَا بِالتَّقْدِيرِ، أَوْ لِأَنَّهُ أَرَادَ التَّقْدِيرَ عَلَى اعْتِبَارِ أَحَدِ الْوَجْهَيْنِ وَالتَّمْلِيكَ بِعَيْنِهِ عَلَى اعْتِبَارِ الْوَجْهِ الْآخَرِ، كَمَا إِذَا عَلَّقَ عِتْقَ الْوَلَدِ وَطَلَاقَ الْمَرْأَةِ بِأَوَّلِ وَلَدٍ تَلِدُهُ أَمَتُهُ، فَالْمُرَادُ فِي جَزَاءِ الطَّلَاقِ مُطْلَقُ الْوَلَدِ وَفِي الْعِتْقِ وَلَدٌ حَيٌّ ثُمَّ إِذَا وَقَعَ الْبَيْتُ فِي نَصِيبِ غَيْرِ الْمُوْصِي وَالدَّارُ مِائَةُ ذِرَاعٍ وَالْبَيْتُ عَشَرَةُ أَذْرُعٍ يُقْسَمُ نَصِيبُهُ بَيْنَ الْمُوْصَى لَهُ وَبَيْنَ الْوَرَثَةِ عَلَى عَشَرَةِ أَسْهُمٍ: تِسْعَةٌ مِنْهَا لِلْوَرَثَةِ وَسَهْمٌ لِلْمُوْصَى لَهُ، وَهٰذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ فَيَضْرِبُ الْمُوْصَى لَهُ بِخَمْسَةِ أَذْرُعٍ نِصْفِ الْبَيْتِ وَهُمْ بِنِصْفِ الدَّارِ سِوَى الْبَيْتِ وَهُوَ خَمْسَةٌ وَأَرْبَعُونَ فَيَجْعَلُ كُلُّ خَمْسَةٍ سَهْمًا فَيَصِيرُ عَشَرَةً، وَعِنْدَهُمَا يُقْسَمُ عَلَى أَحَدَ عَشَرَ سَهْمًا لِأَنَّ الْمُوْصَى لَهُ يَضْرِبُ بِالْعَشَرَةِ وَهُمْ بِخَمْسَةٍ وَأَرْبَعِينَ فَتَصِيرُ السِّهَامُ أَحَدَ عَشَرَ لِلْمُوْصَى لَهُ سَهْمَانِ وَلَهُمْ تِسْعَةٌ، وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الْوَصِيَّةِ إِقْرَارٌ قِيلَ هُوَ عَلَى الْخِلَافِ، وَقِيلَ لَا خِلَافَ فِيهِ لِمُحَمَّدٍ.

وَالْفَرْقُ لَهُ أَنَّ الْإِقْرَارَ بِمِلْكِ الْغَيْرِ صَحِيحٌ، حَتَّى إِنَّ مَنْ أَقَرَّ بِمِلْكِ الْغَيْرِ لِغَيْرِهِ ثُمَّ مَلَكَهُ يُؤْمَرُ بِالتَّسْلِيمِ إِلَى الْمُقَرِّ لَهُ، وَالْوَصِيَّةُ بِمِلْكِ الْغَيْرِ لَا تَصِحُّ، حَتَّى لَوْ مَلَكَهُ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوهِ ثُمَّ مَاتَ لَا تَصِحُّ وَصِيَّتُهُ وَلَا تَنْفُذُ.

اور جب وہ وصیت کیا گیا کمرہ دوسرے کے حصے میں نکل آیا ہے تو کمرے کے تمام گزوں کی مقدار کے برابر موصی کے حصے میں وصیت نافذ ہو جائے گی۔ وہ اسلئے ہوگی کہ وہ حصہ کمرے کا بدلہ ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں یا پھر اس لئے کہ مکان کے ذکر سے موصی کی مراد اس کے سبب سے اندازہ کرنا ہے۔ تا کہ ممکن حد تک اس کے مقصد کو حاصل کیا جا سکے۔ مگر جب وہ کمرہ اس کے حصے میں آ گیا ہے تو وہ معین ہو جائے گا۔ تا کہ مقدار اور ملکیت دونوں جہات کو جمع کر دیا جائے۔ اور جب وہ کمرہ دوسرے کے حصے میں پڑا ہے۔ تو ہم نے مقدار پہ عمل کیا ہے۔ یا پھر اس لئے کہ موصی نے دو جہات میں سے ایک کے اعتبار سے مقدار کا ارادہ کیا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے بہ عینہ ہی ملکیت کا اعتبار کیا ہے۔ جس طرح اس نے بچے کی آزادی کو اور بیوی کی طلاق کو اس پہلے بچے پر معلق کیا ہے جس کو اس کی باندی نے جنم دیا ہے۔ تو طلاق کی جزاء میں مطلق بچہ مراد ہے۔ اور آزادی کے حق میں زندہ بچہ ہوگا۔

اور جب وہ کمرہ موصی کے غیر کے حصے میں آیا ہے اور وہ مکان سو گز کا ہے۔ اور وہ کمرہ دس گز ہے تو موصی کا حصہ موصی لہ اور وارثوں کے درمیان دس حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ جن میں نو حصے ورثاء کے لئے ہوں گے۔ اور ایک حصہ موصی لہ کا ہوگا۔ اور یہ حکم امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ پس موصی لہ نصف کمرے کے حساب سے پانچ گز لینے والا ہوگا۔ اور وارثوں کو اس کمرے کے سوا نصف مکان ملے گا۔ اور وہ پینتالیس گز ہے اور ہر پانچ گز کا ایک حصہ قرار دیا جائے گا۔ اور کل دس حصے ہوں گے۔
شیخین کے نزدیک موصی کا حصہ گیارہ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ اس لئے کہ موصی لہ دس گز کے حساب سے لے گا اور ورثاء پینتالیس گز کے حساب سے لیں گے۔ پس کل حصے گیارہ ہوں گے۔ موصی لہ کے دو حصے ہوں گے اور نو حصے وارثوں کے لئے ہوں گے۔

اور جب وصیت کی جگہ کا اقرار کیا ہے تو ایک قول کے مطابق یہ بھی اسی اختلاف پر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرق کی دلیل یہ ہے کہ غیر کی ملکیت کا اقرار درست ہے حتیٰ کہ جب کسی شخص نے غیر کی ملکیت کا اقرار کیا ہے اس کے بعد مقر اس کا مالک بن گیا ہے تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ مقر بہ مقر لہ کے حوالے کر دے۔ اور غیر کی ملکیت کی وصیت کرنا درست نہیں ہے۔ حتیٰ کہ جب موصی کسی طرح موصی بہ کا مالک بن گیا ہے تب اس کی وصیت درست نہ ہوگی اور نہ ہی وہ نافذ ہوگی۔

موصی کا ایک ہزار معین مال کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى مِنْ مَالِ رَجُلٍ لِآخَرَ بِاَلْفٍ بِعَيْنِهٖ فَاَجَازَ صَاحِبُ الْمَالِ بَعْدَ مَوْتِ الْمُوْصِيْ فَاِنْ دَفَعَهُ فَهُوَ جَائِزٌ وَلَهُ اَنْ يَمْنَعَ) لِاَنَّ هٰذَا تَبَرُّعٌ بِمَالِ الْغَيْرِ فَيَتَوَقَّفُ عَلٰى اِجَازَتِهٖ، وَاِذَا اَجَازَ يَكُوْنُ تَبَرُّعًا مِنْهُ اَيْضًا فَلَهُ اَنْ يَمْتَنِعَ مِنَ التَّسْلِيْمِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَوْصٰى بِالزِّيَادَةِ عَلَى الثُّلُثِ وَاَجَازَتِ الْوَرَثَةُ لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ فِيْ مَخْرَجِهَا صَحِيْحَةٌ لِمُصَادَفَتِهَا مِلْكَ نَفْسِهٖ وَالْاِمْتِنَاعُ لِحَقِّ الْوَرَثَةِ، فَاِذَا اَجَازُوْهَا سَقَطَ حَقُّهُمْ فَنَفَذَ مِنْ جِهَةِ الْمُوْصِيْ ۔

فرمایا کہ جب کسی شخص نے دوسرے کے مال میں کسی کے لئے ایک ہزار معین کی وصیت کر دی ہے اور موصی کی موت کے بعد مال والے نے اس کو جازت دے دی ہے تو اب اگر اس نے موصی لہ کو وہ مال دے دیا ہے تو یہ جائز ہے۔ اور مال والے کو دینے سے بھی انکار کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ یہ مال غیر سے احسان کے طور پر ہے پس یہ دوسرے کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اور جب وہ اجازت دے گا تو اس کی جانب سے بھی احسان ہوگا۔ کیونکہ مال والے کے لئے یہ حق ہے کہ وہ دینے سے روک

دے۔

اور یہ بہ خلاف اس مسئلہ کے ہے کہ جب موصی نے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی ہے اور وارثوں نے اس کی اجازت دے دی ہے کیونکہ وصیت اپنی جگہ میں درست ہے۔ کیونکہ وہ موصی کی ملکیت سے متصل ہے۔ اور اس وصیت کا ممتنع ہونا یہ وارثوں کے حق کے سبب سے ہے۔ مگر جب وارثوں نے اجازت دے دی ہے تو اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔ پس موصی کی جانب سے وصیت نافذ ہو جائے گی۔

دونوں بیٹوں کا ترکہ تقسیم کرنے کے بعد اقرار وصیت کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اقْتَسَمَ الِابْنَانِ تَرِكَةَ الْاَبِ اَلْفًا ثُمَّ اَقَرَّ اَحَدُهُمَا لِرَجُلٍ اَنَّ الْاَبَ اَوْصٰى لَهُ بِثُلُثِ مَالِهِ فَاِنَّ الْمُقِرَّ يُعْطِيهِ ثُلُثَ مَا فِيْ يَدِهِ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ وَالْقِيَاسُ اَنْ يُعْطِيَهُ نِصْفَ مَا فِيْ يَدِهِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لِاَنَّ اِقْرَارَهُ بِالثُّلُثِ لَهُ تَضَمَّنَ اِقْرَارَهُ بِمُسَاوَاتِهِ اِيَّاهُ، وَالتَّسْوِيَةُ فِيْ اِعْطَاءِ النِّصْفِ لِيَبْقٰى لَهُ النِّصْفُ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّهُ اَقَرَّ لَهُ بِثُلُثٍ شَائِعٍ فِي التَّرِكَةِ وَهِيَ فِيْ اَيْدِيهِمَا فَيَكُوْنُ مُقِرًّا بِثُلُثِ مَا فِيْ يَدِهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَقَرَّ اَحَدُهُمَا بِدَيْنٍ لِغَيْرِهِ لِاَنَّ الدَّيْنَ مُقَدَّمٌ عَلَى الْمِيرَاثِ فَيَكُوْنُ مُقِرًّا بِتَقْدِيمِهِ فَيُقَدَّمُ عَلَيْهِ، اَمَّا الْمُوْصٰى لَهُ بِالثُّلُثِ شَرِيكُ الْوَارِثِ فَلَا يُسَلَّمُ لَهُ شَيْءٌ اِلَّا اَنْ يُسَلَّمَ لِلْوَرَثَةِ مِثْلَاهُ، وَلِاَنَّهُ لَوْ اَخَذَ مِنْهُ نِصْفَ مَا فِيْ يَدِهِ فَرُبَّمَا يُقِرُّ الِابْنُ الْاٰخَرُ بِهِ اَيْضًا فَيَاْخُذُ نِصْفَ مَا فِيْ يَدِهِ فَيَصِيرُ نِصْفَ التَّرِكَةِ فَيَزْدَادُ عَلَى الثُّلُثِ .

فرمایا کہ جب دونوں بیٹوں نے باپ کے ترکہ کا ایک ہزار تقسیم کر لیا ہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے کسی بندے کے لئے اقرار کیا ہے کہ والد صاحب نے اس کے لئے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو مقر مقرلہ کو اس مال سے تہائی دے گا۔ جو اس کے قبضہ میں ہے۔ اور یہ استحسان ہے جبکہ قیاس یہ ہے کہ مقر اس کو اپنا نصف مال دے۔ اور امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ مقر نے موصی کے لئے تہائی کا اقرار کیا ہے۔ یہ اس کے ساتھ برابری کے اقرار کو لازم کرنے والا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ان میں سے ایک نے اپنے الگ کے کے لئے قرض کا اقرار کیا ہے۔ کیونکہ قرض میراث سے مقدم ہوتا ہے پس وہ غیر کے تقدم کا اقرار کرنے والا بن جائے گا۔ کیونکہ غیر اس کو اس سے مقدم کیا جائے گا۔

اور جب موصی لہ تہائی کے ساتھ ہے تو وہ وارث کا شریک ہوگا۔ کیونکہ شریک کو کوئی چیز نہ دی جائے گی۔ ہاں البتہ جب وارثوں کے لئے دو تہائی سالم رہ جائے۔ کیونکہ جب موصی لہ مقر سے اس کے قبضے کا نصف مال لے گا تو ممکن ہے دوسرا بیٹا بھی اس کا اقرار کرے۔ اور موصی لہ اس کے قبضے سے بھی نصف مال لے۔ تو یہ نصف ترکہ ہوتے ہوئے تہائی سے بڑھ جائے گا۔

موصی کا باندی کے لئے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى لِرَجُلٍ بِجَارِيَةٍ فَوَلَدَتْ بَعْدَ مَوْتِ الْمُوْصِيْ وَلَدًا وَكِلَاهُمَا يَخْرُجَانِ مِنَ الثُّلُثِ فَهُمَا لِلْمُوْصٰى لَهُ) لِاَنَّ الْاُمَّ دَخَلَتْ فِي الْوَصِيَّةِ اَصَالَةً وَالْوَلَدَ تَبَعًا حِيْنَ كَانَ مُتَّصِلًا بِالْاُمِّ، فَاِذَا وَلَدَتْ قَبْلَ الْقِسْمَةِ وَالتَّرِكَةُ قَبْلَهَا مُبْقَاةٌ عَلٰى مِلْكِ الْمَيِّتِ حَتّٰى يُقْضٰى بِهَا دُيُوْنُهُ دَخَلَ فِي الْوَصِيَّةِ فَيَكُوْنَانِ لِلْمُوْصٰى لَهُ (وَاِنْ لَمْ يَخْرُجَا مِنَ الثُّلُثِ ضَرَبَ بِالثُّلُثِ وَاَخَذَ مَا يَخُصُّهُ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فِيْ قَوْلِ اَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ .وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ : يَاْخُذُ ذٰلِكَ مِنَ الْاُمِّ، فَاِنْ فَضَلَ شَيْءٌ اَخَذَهُ مِنَ الْوَلَدِ) .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ عَيَّنَ صُوْرَةً وَقَالَ : رَجُلٌ لَهُ سِتُّمِائَةِ دِرْهَمٍ وَاَمَةٌ تُسَاوِيْ ثَلَاثَمِائَةِ دِرْهَمٍ فَاَوْصٰى بِالْجَارِيَةِ لِرَجُلٍ ثُمَّ مَاتَ فَوَلَدَتْ وَلَدًا يُسَاوِيْ ثَلَاثَمِائَةِ دِرْهَمٍ قَبْلَ الْقِسْمَةِ فَلِلْمُوْصٰى لَهُ الْاُمُّ وَثُلُثُ الْوَلَدِ عِنْدَهُ .وَعِنْدَهُمَا لَهُ ثُلُثَا كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا .

لَهُمَا مَا ذَكَرْنَا اَنَّ الْوَلَدَ دَخَلَ فِي الْوَصِيَّةِ تَبَعًا حَالَةَ الْاِتِّصَالِ فَلَا يَخْرُجُ عَنْهَا بِالْاِنْفِصَالِ كَمَا فِي الْبَيْعِ وَالْعِتْقِ فَتَنْفُذُ الْوَصِيَّةُ فِيْهِمَا عَلَى السَّوَاءِ مِنْ غَيْرِ تَقْدِيْمِ الْاُمِّ .وَلَهُ اَنَّ الْاُمَّ اَصْلٌ وَالْوَلَدُ تَبَعٌ وَالتَّبَعُ لَا يُزَاحِمُ الْاَصْلَ، فَلَوْ نَفَّذْنَا الْوَصِيَّةَ فِيْهِمَا جَمِيْعًا تُنْتَقَضُ الْوَصِيَّةُ فِيْ بَعْضِ الْاَصْلِ وَذٰلِكَ لَا يَجُوْزُ بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّ تَنْفِيْذَ الْبَيْعِ فِي التَّبَعِ لَا يُؤَدِّيْ اِلٰى نَقْضِهِ فِي الْاَصْلِ بَلْ يَبْقٰى تَامًّا صَحِيْحًا فِيْهِ، اِلَّا اَنَّهُ لَا يُقَابِلُهُ بَعْضُ الثَّمَنِ ضَرُوْرَةَ مُقَابَلَتِهِ بِالْوَلَدِ اِذَا اتَّصَلَ بِهِ الْقَبْضُ وَلٰكِنَّ الثَّمَنَ تَابِعٌ فِي الْبَيْعِ حَتّٰى يَنْعَقِدَ الْبَيْعُ بِدُوْنِ ذِكْرِهِ وَاِنْ كَانَ فَاسِدًا (هٰذَا اِذَا وَلَدَتْ قَبْلَ الْقِسْمَةِ، فَاِنْ وَلَدَتْ بَعْدَ الْقِسْمَةِ فَهُوَ لِلْمُوْصٰى لَهُ) لِاَنَّهُ نَمَاءٌ خَالِصِ مِلْكِهِ لِتَقَرُّرِ مِلْكِهِ فِيْهِ بَعْدَ الْقِسْمَةِ .

فرمایا کہ جس بندے نے باندی کے لئے وصیت کی ہے اور موصی کی موت کے بعد اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا ہے اور زچہ وبچہ دونوں تہائی سے نکل جانے والے ہیں۔ تو وہ دونوں موصی لہ کے ہیں۔ کیونکہ ام اصل کے اعتبار سے وصیت میں شامل ہے۔ اور بچہ تابع ہو کر شامل ہے۔ کیونکہ وہ بھی والدہ کے ساتھ متصل تھا۔ اور جب باندی نے تقسیم سے پہلے بچے کو جنم دیا ہے اور تقسیم سے پہلے ترکہ میت کی ملکیت پر باقی ہے۔ یہاں تک کہ اس سے میت کے قرض ادا کیے جاتے ہیں۔ پس بچہ وصیت میں شامل ہو جائے گا اور وہ دونوں موصی لہ کے ہو جائیں گے۔ اور جب وہ دونوں تہائی سے نہیں نکلے تو موصی لہ تہائی لے گا۔ اور ان میں سے جو اس کے حصے میں آئے گا وہ اس کو لینے والا ہوگا۔ یہی صاحبین کا قول ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ موصی لہ ماں سے تہائی کو وصول کرے گا۔ اور جب کچھ بچ گیا ہے تو وہ اس کو بچے سے لینے والا ہوگا۔

اور جامع صغیر میں ایک معین صورت مسئلہ یہ بھی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے ایک شخص کے پاس جب چھ سو دراہم ہیں اور ایک باندی بھی ہے جس کی قیمت تین سو دراہم ہے۔ اور اس بندے نے کسی کے لئے باندی کی وصیت کی ہے۔ اس کے بعد موصی کا انتقال ہوگیا ہے۔ اور باندی نے تقسیم سے پہلے ایک بچے کو جنم دیا ہے جو تین سو دراہم کے برابر ہے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک موصی لہ کو باندی اور اس لڑکے سے تہائی ملے گا۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک موصی لہ کو دونوں سے دو تہائی مل جائیں گے۔

صاحبین کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور متصل ہونے کی وجہ سے بچہ بطور تابع شامل ہے۔ پس اتصال کے سبب بچہ وصیت سے خارج نہ ہوگا۔ جس طرح بیع اور آزادی میں ہے۔ پس ان میں برابر طور پر وصیت نافذ ہوگی۔ اور ماں کو مقدم نہ کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ماں اصل ہے۔ اور بچہ اس کے تابع ہے۔ اور تابع اصل سے مزاحمت کرنے والا نہیں ہے۔ پس جب ہم بچے اور ماں دونوں میں وصیت کو نافذ کر دیں تو بعض اصل میں وصیت ٹوٹ جائے گی۔ اور اس طرح جائز نہیں ہے۔ جبکہ بیع میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ تابع میں بیع کو نافذ کرنا یہ اصل میں بیع کو توڑنے کا سبب نہیں بنتی۔ بلکہ اصل کے اعتبار سے بیع تام اور درست ہو جائے گی۔ مگر اصل کے اندر قیمت کا بعض حصہ نہ آئے گا کس طرح بچے کے ساتھ کچھ قیمت کا مقابلہ ہوتا ہے۔ جبکہ بچے کے قبضے کا اتصال ہو۔ کیونکہ قیمت بیع میں تابع ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ جب قیمت کا ذکر نہ کیا جائے تب بھی بیع منعقد ہو جاتی ہے۔ اگر چہ وہ فاسد ہے۔ اور یہ اس وقت ہوگا کہ جب باندی نے تقسیم سے پہلے بچے کو جنم دیا ہے مگر جب اس نے تقسیم کے بعد بچے کو جنم دیا ہے تو وہ موصی لہ کا ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کی خاص ملکیت میں اضافہ ہوا ہے۔ کیونکہ تقسیم کے بعد اس کے اندر موصی لہ کی ملکیت اور پکی ہو چکی ہے۔

فَصْلٌ فِیْ اعْتِبَارِ حَالَةِ الْوَصِیَّةِ

﴿یہ فصل حالت وصیت کے اعتبار کے بیان میں ہے﴾

فصل حالت وصیت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نہایہ میں ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ جب وصیت سے متعلق کلی احکام کو ذکر کرنے سے فارغ ہوئے ہیں اور وہ کلی احکام تہائی میں وصیت سے متعلق ہیں۔ تو اب یہاں سے ان احکام کو بیان کر رہے ہیں جو ایک وصف سے دوسری وصف کی جانب منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور یہ احکام عوارض کے حکم میں ہیں۔ جو تہائی مال سے متعلقہ احکام جو کلی ہیں وہ اصول کے حکم میں ہیں۔ اور اصول ہمیشہ عوارض پر مقدم ہوتے ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب وصایا، بیروت)

مریض کی حالت کے معتبر ہونے کا فقہی مفہوم

اور اقعاد، فالج، لنج اور تپ دق کے مریضوں کی بیماری جب لمبی ہو جائے اور وہ اس حال میں ہو جائیں کہ موت کا خوف نہ رہے تو وہ صحت مند کے حکم میں ہیں یہاں تک کہ ان کا تمام مال کو ہبہ کر دینا صحیح ہے لیکن جب شروع میں یہ بیماریاں لاحق ہوں تو وہ اسی بیماری کی وجہ سے انہی دنوں میں مرجائے تحقیق وہ صاحب فراش ہوا ایسی بیماری میں مبتلا ہو کہ جس سے موت کا خوف ہوتا ہے انتہی تلخیص، اس کا قول کہ "وہ مریض اس حال میں ہو جائے کہ خوف موت نہ رہے، اس میں فصار پر فاء تفریع کے لئے ہے یعنی بیماری کے لمبے ہونے پر عدم خوف متفرع ہوتا ہے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب وصایا، بیروت)

اور اگر اسے قید جدید ہی قرار دیں جیسے بعض کا قول ہے تاہم نفس خوف موت بالاجماع کافی نہیں کیونکہ اس قدر سے تو کوئی مفلوج و مدقوق و مسلول کبھی خالی نہیں ہوتا اگرچہ سالہا سال گزر جائیں پھر اس قید کے لگانے سے کیا فائدہ ہوگا بلکہ اعلیٰ درجہ کا خوف واندیشہ شدید درکار ہے۔

اور اس خوف کی امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی وغیرہ علماء نے یوں تفسیر کی کہ جب ان امراض سے یہ نوبت پہنچے کہ اپنی حوائج کے لئے گھر سے باہر نہ نکل سکے تو اس وقت خوف موت کہا جائے گا۔ فی تنویر الابصار من غالب حالہ الھلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجزبہ عن اقامۃ مصالح خارج البیت۔ تنویر الابصار میں ہے کہ غالب حال اس کا ہلاکت ہو بیماری سے یا اس کے غیر سے اس طور پر کہ بیماری نے اس کو اسی قدر کمزور کر دیا ہو جس سے گھر کے باہر وہ اپنے معاملات وضروریات قائم رکھنے سے عاجز ہو گیا ہو۔ (الدرالمختار شرح تنویر الابصار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، مطبع مجتبائی دہلی)

در مختار میں ہے۔ یہی زیادہ صحیح ہے جیسے فقیہ مسجد کی طرف آنے سے عاجز ہو جائے۔

اور اس قید کے لگانے کے بعد بھی امام شامی فرماتے ہیں فان قلت ان مرض الموت هو الذی یتصل به الموت فما فائدة تعریفه بما ذکر قلت فائدته ان قد تطول سنة فاکثر کما یاتی فلایسمی مرض الموت وان اتصل به الموت ۔ اگر تو کہے کہ مرض الموت تو وہ ہے، جس کے ساتھ موت مقترن ہو۔ پھر موت کی یہ تعریف جو ذکر کی گئی اس کا کیا فائدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بیماری کبھی سال یا اس سے زائد عرصہ تک لمبی ہو جاتی ہے جیسا کہ آ رہا ہے تو اس بیماری کو مرض الموت نہیں کہا جاتا اگر چہ اس کے ساتھ موت مقترن ہو جائے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب وصایا، بیروت)

مریض کا کسی عورت کے اقرار قرض کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اَقَرَّ الْمَرِيضُ لِامْرَاَةٍ بِدَيْنٍ اَوْ اَوْصَى لَهَا بِشَيْءٍ اَوْ وَهَبَ لَهَا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا ثُمَّ مَاتَ جَازَ الْاِقْرَارُ وَبَطَلَتْ الْوَصِيَّةُ وَالْهِبَةُ) لِاَنَّ الْاِقْرَارَ مُلْزِمٌ بِنَفْسِهِ وَهِيَ اَجْنَبِيَّةٌ عِنْدَ صُدُورِهِ، وَلِهٰذَا يُعْتَبَرُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ، وَلَا يَبْطُلُ بِالدَّيْنِ اِذَا كَانَ فِي حَالَةِ الصِّحَّةِ اَوْ فِي حَالَةِ الْمَرَضِ، اِلَّا اَنَّ الثَّانِيَ يُؤَخَّرُ عَنْهُ، بِخِلَافِ الْوَصِيَّةِ لِاَنَّهَا اِيجَابٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَهِيَ وَارِثَةٌ عِنْدَ ذٰلِكَ، وَلَا وَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ، وَالْهِبَةُ وَاِنْ كَانَتْ مُنَجَّزَةً صُورَةً فَهِيَ كَالْمُضَافِ اِلٰى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ حُكْمًا لِاَنَّ حُكْمَهَا يَتَقَرَّرُ عِنْدَ الْمَوْتِ ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّهَا تَبْطُلُ بِالدَّيْنِ الْمُسْتَغْرِقِ وَعِنْدَ عَدَمِ الدَّيْنِ تُعْتَبَرُ مِنَ الثُّلُثِ ۔

فرمایا کہ جب کسی مریض نے عورت کے لئے قرض کا اقرار کیا ہے یا اس نے اس کے لئے کسی چیز کی وصیت کی ہے یا اس نے اسکو کچھ ہبہ کیا ہے اور اس کے بعد اس سے نکاح کیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گئی ہے۔ تو اقرار درست ہو جائے گا جبکہ وصیت اور ہبہ باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ اقرار نے خود لازم کیا ہے۔ اور اقرار کرنے کے وقت وہ اجنبی عورت ہے کیونکہ پورے مال سے اقرار کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور قرض کے سبب اقرار باطل نہ ہوگا کیونکہ وہ اگر چہ حالت صحت میں ہو یا وہ حالت مرض میں ہو پس دوسرے کو پہلے سے مؤخر کر دیا جائے گا۔ جبکہ وصیت میں ایسا نہیں ہے۔ اس لئے وصیت موت کے وقت واجب ہونے والی ہے۔ اور وہ عورت وقت موت وارث ہے۔ اور وارث کے لئے وصیت کرنا درست نہیں ہے۔ اور ہبہ اگر چہ فوری طور پر ہونے والا ہے۔ مگر وہ ایسا ہے کہ جس طرح وہ حکمی طور پر موت کے بعد ہو۔ کیونکہ ہبہ کا حکم موت کے وقت متقرر ہونے والا ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ جب قرض کسی گھیرے لے تو اس کا ہبہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور دین نہ ہونے کی حالت میں تہائی مال سے ہبہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

مریض کا اپنے بیٹے کے لئے قرض کا اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اَقَرَّ الْمَرِيضُ لِابْنِهِ بِدَيْنٍ وَابْنُهُ نَصْرَانِيٌّ اَوْ وَهَبَ لَهُ اَوْ اَوْصَى لَهُ فَاَسْلَمَ الِابْنُ قَبْلَ مَوْتِهِ بَطَلَ ذٰلِكَ كُلُّهُ) ۔

اَمَّا الْهِبَةُ وَالْوَصِيَّةُ فَلِمَا قُلْنَا اِنَّهُ وَارِثٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَهُمَا اِيجَابَانِ عِنْدَهُ اَوْ بَعْدَهُ، وَالْاِقْرَارُ وَاِنْ كَانَ مُلْزِمًا بِنَفْسِهِ وَلٰكِنَّ سَبَبَ الْاِرْثِ وَهُوَ الْبُنُوَّةُ قَائِمٌ وَقْتَ الْاِقْرَارِ فَيُعْتَبَرُ فِي اِيرَاثِ تُهْمَةِ الْاِيثَارِ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِاَنَّ سَبَبَ الْاِرْثِ الزَّوْجِيَّةُ وَهِيَ طَارِئَةٌ حَتّٰى لَوْ كَانَتْ الزَّوْجِيَّةُ قَائِمَةً وَقْتَ الْاِقْرَارِ وَهِيَ نَصْرَانِيَّةٌ ثُمَّ اَسْلَمَتْ قَبْلَ مَوْتِهِ لَا يَصِحُّ الْاِقْرَارُ لِقِيَامِ السَّبَبِ حَالَ صُدُورِهِ، وَكَذَا لَوْ كَانَ الْاِبْنُ عَبْدًا اَوْ مُكَاتَبًا فَاُعْتِقَ لِمَا ذَكَرْنَا وَذَكَرَ فِي كِتَابِ الْاِقْرَارِ اِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ يَصِحُّ لِاَنَّهُ اَقَرَّ لِمَوْلَاهُ وَهُوَ اَجْنَبِيٌّ، وَاِنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَصِحُّ لِاَنَّهُ اِقْرَارٌ لَهُ وَهُوَ ابْنُهُ، وَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ لِمَا ذَكَرْنَا اَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِيهَا وَقْتُ الْمَوْتِ.

وَاَمَّا الْهِبَةُ فَيُرْوٰى اَنَّهَا تَصِحُّ لِاَنَّهَا تَمْلِيكٌ فِي الْحَالِ وَهُوَ رَقِيقٌ، وَفِي عَامَّةِ الرِّوَايَاتِ هِيَ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِيَّةِ فَلَا تَصِحُّ.

فرمایا کہ جب کسی مریض نے اپنے بیٹے کے لئے قرض کا اقرار کیا ہے اور اس کا وہ بیٹا نصرانی ہے یا اس نے اس کے لئے ہبہ کیا یا وصیت کی ہے اور اس کی موت سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا ہے تو یہ سب باطل ہو جائے گا۔ اور جو وصیت اور ہبہ ہے وہ اس وجہ سے باطل ہوں گے جو دلیل ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ بیٹا موت کے وقت وارث بنے گا۔ اور ہبہ اور وصیت ان دونوں کا ایجاب موت کے وقت یا موت کے بعد ہوتا ہے۔ اور اقرار اگر چہ بہ ذات خود لازم کرنے والا ہے۔ مگر ارث کا سبب موجود ہے اور وہ اقرار کے بیٹا ہونا ہے۔ پس ایثار کی تہمت کو پیدا کرنے کے لئے ارث کے سبب کا اعتبار کیا جائے گا۔ جبکہ پہلے مسئلہ میں اس طرح نہیں ہے کیونکہ جب ارث یعنی زوجیت طاری ہے یہاں تک کہ جب اقرار کے وقت زوجیت ہوتی اور وہ عورت نصرانی ہوتی تو مقر کی موت سے پہلے مسلمان ہو جاتی تو اقرار درست نہ ہوگا۔ کیونکہ اقرار کے صادر ہونے کے وقت ارث کا سبب موجود ہے۔ اور اسی طرح جب وہ بیٹا غلام یا مکاتب ہے اور اس کے بعد اس کو آزاد کر دیا گیا ہے تو یہ بھی اسی دلیل کے مطابق ہے۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور مبسوط کی کتاب اقرار میں ہے۔ کہ جب غلام پر قرض نہ ہو تو اقرار درست ہوگا۔ کیونکہ مقر نے اس غلام کے آقا کے لئے اقرار کیا ہے۔ اور آقا اجنبی ہے۔ اور جب غلام پر قرض ہے۔ تو اقرار درست نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ اقرار اسی سبب سے ہے۔ اور وہ مقر کا بیٹا ہے۔ اور اسی دلیل کے مطابق وصیت باطل ہو جائے گی جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ اس میں موت کے وقت کا اعتبار ہے۔ جبکہ ہبہ سے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ ہبہ درست ہے کیونکہ وہ اس حالت میں ملکیت ہے اور وہ غلام ہے۔ اور کثیر روایت میں یہ ہے کہ مرض موت کے سبب ہبہ وصیت کے حکم میں ہے۔ پس یہ درست نہ ہوگا۔

اپاہج و مفلوج الحال وغیرہ کے لئے پورے مال سے ہبہ کے درست ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْمُقْعَدُ وَالْمَفْلُوجُ وَالْاَشَلُّ وَالْمَسْلُولُ اِذَا تَطَاوَلَ ذٰلِكَ وَلَمْ يُخَفْ مِنْهُ الْمَوْتُ فَهِبَتُهُ

مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ) لِاَنَّهُ اِذَا تَقَادَمَ الْعَهْدُ صَارَ طَبْعًا مِنْ طِبَاعِهِ وَلِهٰذَا لَا يَشْتَغِلُ بِالتَّدَاوِى، وَلَوْ صَارَ صَاحِبَ فِرَاشٍ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ كَمَرَضٍ حَادِثٍ (وَاِنْ وَهَبَ عِنْدَ مَا اَصَابَهُ ذٰلِكَ وَمَاتَ مِنْ اَيَّامِهِ فَهُوَ مِنَ الثُّلُثِ اِذَا صَارَ صَاحِبَ فِرَاشٍ) لِاَنَّهُ يُخَافُ مِنْهُ الْمَوْتُ وَلِهٰذَا يَتَدَاوَى فَيَكُوْنُ مَرَضَ الْمَوْتِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

فرمایا کہ جب کوئی شخص اپاہج، مفلوج الحال، ہاتھ پاؤں کٹا ہے مرض سل کا مریض ہے تو پورے مال سے ہبہ کا اعتبار کیا جائے گا مگر اس میں شرط یہ ہے کہ یہ امراض طویل ہو جائیں۔ مگر ان سے موت کا اندیشہ نہ ہو کیونکہ زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد یہ مرض لوگوں کی طبیعت والا میں طبیعت کی حالت کو اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ وہ مریض دوائی کرنے والا نہیں ہے۔ اور جب وہ اس کے بعد صاحب فراش بن چکا ہے تو وہ نئے مرض کی طرح ہوگا۔

اور جب مریض نے ان مرضوں میں سے کسی بیماری کے لگتے وقت ہبہ کیا ہے اور وہ انہی دنوں میں فوت ہو گیا ہے پس اب اگر وہ صاحب فراش بنا بھی ہے تو اس میں تہائی مال کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں موت کا اندیشہ ہے کیونکہ اسی سبب سے وہ دوائی کروانے والا ہے۔ پس یہ مرض الموت ہوگی۔ اور اللہ ہی سے سب زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ الْعِتْقِ فِیْ مَرَضِ الْمَوْتِ

﴿یہ باب مرض موت میں آزاد کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب مرض میں آزاد کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مرض کی حالت میں آزاد کرنا یہ بھی وصیت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اور چونکہ ان کے احکام خاص ہوتے ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ ان کو ایک الگ باب میں ذکر کیا جائے پس اس لئے ایک باب میں ان کو بیان کیا ہے۔ اور آزاد سے متعلق وصیت کے باب میں اس کو مؤخر ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس سے ماقبل بیان کردہ وصیت صریح اور اصلی ہے۔ اور حقوق میں صراحت اور اصل مقدم ہوتی ہے۔ پس ان کو مقدم ذکر کیا ہے۔ جبکہ فرع مؤخر ہوتی ہے پس اس سبب سے اس کو مؤخر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب وصایا، بیروت)

مرض موت میں آزاد کرنے یا بیع کرنے کا بیان

قَالَ : وَمَنْ اَعْتَقَ فِیْ مَرَضِهٖ عَبْدًا اَوْ بَاعَ وَحَابٰی اَوْ وَهَبَ فَذٰلِكَ كُلُّهٗ جَائِزٌ وَهُوَ مُعْتَبَرٌ مِنَ الثُّلُثِ، وَيُضْرَبُ بِهٖ مَعَ اَصْحَابِ الْوَصَايَا .

وَفِیْ بَعْضِ النُّسَخِ فَهُوَ وَصِيَّةٌ مَكَانَ قَوْلِهٖ جَائِزٌ، وَالْمُرَادُ الْاِعْتِبَارُ مِنَ الثُّلُثِ وَالضَّرْبُ مَعَ اَصْحَابِ الْوَصَايَا لَا حَقِيْقَةُ الْوَصِيَّةِ لِاَنَّهَا اِيْجَابٌ بَعْدَ الْمَوْتِ وَهٰذَا مُنَجَّزٌ غَيْرُ مُضَافٍ، وَاعْتِبَارُهٗ مِنَ الثُّلُثِ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْوَرَثَةِ، وَكَذٰلِكَ مَا ابْتَدَاَ الْمَرِيْضُ اِيْجَابَهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ كَالضَّمَانِ وَالْكَفَالَةِ فِیْ حُكْمِ الْوَصِيَّةِ لِاَنَّهٗ يُتَّهَمُ فِيْهِ كَمَا فِی الْهِبَةِ، وَكُلُّ مَا اَوْجَبَهٗ بَعْدَ الْمَوْتِ فَهُوَ مِنَ الثُّلُثِ، وَاِنْ اَوْجَبَهٗ فِیْ حَالِ صِحَّتِهٖ اعْتِبَارًا بِحَالَةِ الْاِضَافَةِ دُوْنَ حَالَةِ الْعَقْدِ، وَمَا نَفَّذَهٗ مِنَ التَّصَرُّفِ فَالْمُعْتَبَرُ فِيْهِ حَالَةُ الْعَقْدِ، فَاِنْ كَانَ صَحِيْحًا فَهُوَ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ وَاِنْ كَانَ مَرِيْضًا فَمِنَ الثُّلُثِ، وَكُلُّ مَرَضٍ صَحَّ مِنْهُ فَهُوَ كَحَالِ الصِّحَّةِ لِاَنَّ بِالْبُرْءِ تَبَيَّنَ اَنَّهٗ لَا حَقَّ فِیْ مَالِهٖ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے مرض موت میں غلام کو آزاد کیا ہے یا اس نے بیع کرتے ہوئے اس میں محابات کی ہے یا اس نے ہبہ کیا ہے تو یہ سب جائز ہے۔ اور تہائی سے اعتبار کیا جائے گا۔ اور وہ بندہ تہائی میں وصایا والوں کے ساتھ شامل ہوگا۔ اور

قدوری کے بعض نسخہ جات میں جائز کی جگہ پر جائز کی جگہ وصیت ہے۔ اور اس سے تہائی مراد لینا ہے۔ اور وصایا والوں کے ساتھ شامل ہونا مراد ہے۔ اصلی طور پر مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وصیت کا ایجاب موت کے بعد ہوتا ہے۔ اور آزادی فوری نافذ ہونے والی ہے۔ جو موت کے بعد کی جانب منسوب نہ ہوگی۔ اور یہ تہائی سے اعتبار کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس کے ساتھ بھی وارثوں کا حق متعلق ہے۔

اور ہر اسی طرح ہر وہ تصرف جس کو مریض نے اپنے آپ پر واجب کرنے کے لئے آغاز کیا ہے۔ جس طرح ضمان اور کفالہ ہے یہ وصیت کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ ہبہ کی طرح ان میں بھی مریض تہمت زدہ ہوتا ہے۔ اور ہر وہ عقد جس کو مریض نے موت کے بعد واجب کیا ہے تو اس کا اعتبار تہائی سے ہوگا۔ خواہ اس نے اس کا ایجاب دوران صحت کیا ہے۔ اس میں اضافت کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا عقد کی حالت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور ہر وہ تصرف جس کو مریض نے نافذ کر دیا ہے تو اس میں عقد کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جب وہ درست ہو تو وہ سارے مال میں اعتبار کر لیا جائے گا۔ اور جب وہ شخص مریض ہے تو تہائی مال کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ہر وہ مرض جس میں مریض تندرست ہو جائے وہ حالت صحت کی طرح ہوگا۔ کیونکہ اس کے اچھا ہونے سے واضح ہو چکا ہے کہ اس کے مال میں کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔

مریض کا محابات کرنے کے بعد آزاد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ حَابَى ثُمَّ أَعْتَقَ وَضَاقَ الثُّلُثُ عَنْهُمَا) فَالْمُحَابَاةُ أَوْلَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَإِنْ أَعْتَقَ ثُمَّ حَابَى فَهُمَا سَوَاءٌ، (وَقَالَا: الْعِتْقُ أَوْلَى فِي الْمَسْأَلَتَيْنِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الْوَصَايَا إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهَا مَا جَاوَزَ الثُّلُثَ فَكُلٌّ مِنْ أَصْحَابِهَا يَضْرِبُ بِجَمِيعِ وَصِيَّتِهِ فِي الثُّلُثِ لَا يُقَدَّمُ الْبَعْضُ عَلَى الْبَعْضِ إِلَّا الْمُوقَعُ فِي الْمَرَضِ، وَالْعِتْقُ الْمُعَلَّقُ بِمَوْتِ الْمُوصِي كَالتَّدْبِيرِ الصَّحِيحِ وَالْمُحَابَاةُ فِي الْبَيْعِ إِذَا وَقَعَتْ فِي الْمَرَضِ لِأَنَّ الْوَصَايَا قَدْ تَسَاوَتْ، وَالتَّسَاوِي فِي سَبَبِ الْاسْتِحْقَاقِ يُوجِبُ التَّسَاوِيَ فِي نَفْسِ الْاسْتِحْقَاقِ، وَإِنَّمَا قُدِّمَ الْعِتْقُ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ آنِفًا لِأَنَّهُ أَقْوَى فَإِنَّهُ لَا يَلْحَقُهُ الْفَسْخُ مِنْ جِهَةِ الْمُوصِي، وَغَيْرُهُ يَلْحَقُهُ.

وَكَذَلِكَ الْمُحَابَاةُ لَا يَلْحَقُهَا الْفَسْخُ مِنْ جِهَةِ الْمُوصِي، وَإِذَا تَقَدَّمَ ذَلِكَ فَمَا بَقِيَ مِنَ الثُّلُثِ بَعْدَ ذَلِكَ يَسْتَوِي فِيهِ مَنْ سِوَاهُمَا مِنْ أَهْلِ الْوَصَايَا، وَلَا يُقَدَّمُ الْبَعْضُ عَلَى الْبَعْضِ.

لَهُمَا فِي الْخِلَافِيَةِ أَنَّ الْعِتْقَ أَقْوَى لِأَنَّهُ لَا يَلْحَقُهُ الْفَسْخُ وَالْمُحَابَاةُ يَلْحَقُهَا، وَلَا مُعْتَبَرَ بِالتَّقْدِيمِ الذِّكْرِ لِأَنَّهُ لَا يُوجِبُ التَّقَدُّمَ فِي الثُّبُوتِ.

وَلَهُ أَنَّ الْمُحَابَاةَ أَقْوَى، لِأَنَّهَا تَثْبُتُ فِي ضِمْنِ عَقْدِ الْمُعَاوَضَةِ فَكَانَ تَبَرُّعًا بِمَعْنَاهُ لَا بِصِيغَتِهِ،

وَالْإِعْتَاقُ تَبَرُّعٌ صِيغَةً وَمَعْنًى، فَإِذَا وُجِدَتِ الْمُحَابَاةُ أَوَّلًا دُفِعَ الْأَضْعَفُ، وَإِذَا وُجِدَ الْعِتْقُ أَوَّلًا وَثَبَتَ وَهُوَ لَا يَحْتَمِلُ الدَّفْعَ كَانَ مِنْ ضَرُورَتِهِ الْمُزَاحَمَةُ، وَعَلٰى هٰذَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ : إِذَا حَابَى ثُمَّ أَعْتَقَ ثُمَّ حَابَى قُسِمَ الثُّلُثُ بَيْنَ الْمُحَابَاتَيْنِ بِنِصْفَيْنِ لِتَسَاوِيهِمَا، ثُمَّ مَا أَصَابَ الْمُحَابَاةَ الْأَخِيرَةَ قُسِمَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِتْقِ لِأَنَّ الْعِتْقَ مُقَدَّمٌ عَلَيْهَا فَيَسْتَوِيَانِ، وَلَوْ أَعْتَقَ ثُمَّ حَابَى ثُمَّ أَعْتَقَ قُسِمَ الثُّلُثُ بَيْنَ الْعِتْقِ الْأَوَّلِ وَالْمُحَابَاةِ بِنِصْفَيْنِ، وَمَا أَصَابَ الْعِتْقَ قُسِمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْعِتْقِ الثَّانِي، وَعِنْدَهُمَا الْعِتْقُ أَوْلٰى بِكُلِّ حَالٍ.

فرمایا کہ جب مریض نے محابات کرنے کے بعد آزاد کیا ہے اور تہائی ان دونوں سے کم ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محابات افضل ہیں۔ اور جب مریض نے آزادی کے بعد محابات کی ہے تو وہ دونوں برابر ہیں۔

صاحبین نے کہا ہے کہ دونوں مسائل میں آزادی افضل ہے۔ اور اس کے بارے میں قانون یہ ہے کہ جب وصایا میں سے کوئی وصیت تہائی سے زیادہ نہ ہو تو وصایا والوں میں سے ہر شخص کو تہائی میں اپنی وصیت کو پورا کرنے کے ساتھ شریک کرنا ہوگا۔ اور کسی کو بھی کسی پر تقدم حاصل نہ ہوگا۔ سوائے وہ مرض جو مرض موت میں واقع ہوئی ہے۔ اور وہ آزادی جو موصی کی موت پر معلق ہے۔ جس طرح صحیح تدبیر ہے اور بیع میں محابات ہیں۔ جبکہ مرض الموت واقع ہو۔ کیونکہ ساری وصایا برابر ہیں۔ اور سبب میں حقدار ہونے کی برابری یہ نفس حق میں برابری کو لازم کرنے والی ہے۔

اور آزادی کو مقدم کیا گیا ہے۔ جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ آزادی مضبوط ہے۔ کیونکہ اس کو موصی کی جانب سے فسخ لاحق ہونے والا نہیں ہے۔ اور آزادی کے سوا میں فسخ لاحق نہیں ہو سکے گا۔ اور محابات کو بھی موصی کی جانب سے فسخ لاحق ہونے والا نہیں ہے۔ اور جب ان کو مقدم کیا جائے گا تو ان کے بعد بچ جانے والے مال میں ان کے سوا دوسرے وصایا والے برابر کے شریک ہوں گے۔ اور کسی کو بھی کسی پر تقدم حاصل نہ ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک اس اختلافی مسئلہ میں دلیل یہ ہے کہ آزادی مضبوط ہے۔ کیونکہ اس کا فسخ لاحق ہونے والا نہیں ہے۔ جبکہ محابات کو فسخ لاحق ہو جاتا ہے۔ جبکہ بیان میں مقدم ہو جائے کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ ذکر میں کسی چیز کا تقدم کسی چیز کی ذات کے تقدم کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ محابات مضبوط ہیں کیونکہ محابات عقد معاوضہ کے ضمن میں ثابت ہونے والی ہیں۔ پس محابات اپنے حکم کے اعتبار سے احسان ہیں جبکہ وہ صیغہ کے اعتبار سے اور آزادی کے لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے احسان ہے۔ پس جب پہلے محابات پہلے پائی گئی ہیں تو یہ کمزور محابات کو دور کرنے والی ہیں۔ اور جب پہلے آزادی پائی جائے اور وہ ثابت ہو جائے اور وہ محابات کو دور کرنے کا احتمال رکھنے والی بھی نہ ہو تو وہ اس کی ضروریات سے مزاحمت کرنے والی ہوگی۔

اور اسی اصول کے مطابق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب مریض نے محابات کیا ہے اور اس کے بعد اس کو آزاد کیا ہے اور اس کے بعد اس نے پھر محابات کی ہے تو تہائی کو دونوں محابات کے درمیان نصف نصف بانٹ دیا جائے گا۔ اور جو کچھ دوسری محابات

کے حصے میں مال آئے گا اس کو محابات اور آزادی کے درمیان تقسیم کردیا جائے گا۔ کیونکہ آزادی اس سے مقدم ہے۔ پس وہ دونوں برابر ہو جائیں گے۔ اور جب مریض نے آزاد کیا ہے اور اس کے بعد محابات کی ہیں تو تہائی کو پہلی آزادی اور محابات کے درمیان بانٹ دیا جائے گا۔ اور آزادی کے حصے میں جو مال آئے گا اور اس کو عتق اول اور عتق ثانی کے درمیان تقسیم کردیا جائے گا۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک ہر حالت میں آزادی اولیٰ ہے۔

ایک سو دراہم کے بدلے میں غلام کو آزاد کرنے کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى بِاَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ بِهٰذِهِ الْمِائَةِ عَبْدٌ فَهَلَكَ مِنْهَا دِرْهَمٌ لَمْ يُعْتَقْ عَنْهُ بِمَا بَقِيَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَاِنْ كَانَتْ وَصِيَّةٌ بِحَجَّةٍ يُحَجُّ عَنْهُ بِمَا بَقِيَ مِنْ حَيْثُ يَبْلُغُ، وَاِنْ لَمْ يَهْلِكْ مِنْهَا وَبَقِيَ شَيْءٌ مِنَ الْحَجَّةِ يُرَدُّ عَلَى الْوَرَثَةِ .

وَقَالَا : يُعْتَقُ عَنْهُ بِمَا بَقِيَ) لِاَنَّهُ وَصِيَّةٌ بِنَوْعِ قُرْبَةٍ فَيَجِبُ تَنْفِيْذُهَا مَا اَمْكَنَ اعْتِبَارًا بِالْوَصِيَّةِ بِالْحَجِّ .

وَلَهُ اَنَّهُ وَصِيَّةٌ بِالْعِتْقِ لِعَبْدٍ يُشْتَرٰى بِمِائَةٍ وَتَنْفِيْذُهَا فِيْمَنْ يُشْتَرٰى بِاَقَلَّ مِنْهُ تَنْفِيْذٌ لِغَيْرِ الْمُوْصٰى لَهُ، وَذٰلِكَ لَا يَجُوْزُ، بِخِلَافِ الْوَصِيَّةِ بِالْحَجِّ لِاَنَّهَا قُرْبَةٌ مَحْضَةٌ وَهِيَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْمُسْتَحِقُّ لَمْ يَتَبَدَّلْ فَصَارَ كَمَا اِذَا اَوْصٰى لِرَجُلٍ بِمِائَةٍ فَهَلَكَ بَعْضُهَا يَدْفَعُ الْبَاقِيَ اِلَيْهِ، وَقِيْلَ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةُ بِنَاءٌ عَلٰى اَصْلٍ آخَرَ مُخْتَلَفٍ فِيْهِ وَهُوَ اَنَّ الْعِتْقَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى عِنْدَهُمَا حَتّٰى تُقْبَلَ الشَّهَادَةُ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ دَعْوٰى فَلَمْ يَتَبَدَّلِ الْمُسْتَحِقُّ، وَعِنْدَهُ حَقُّ الْعَبْدِ حَتّٰى لَا تُقْبَلَ الْبَيِّنَةُ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ دَعْوٰى، فَاخْتَلَفَ الْمُسْتَحِقُّ وَهٰذَا اَشْبَهُ .

فرمایا کہ جب کسی بندے نے یہ وصیت کی ہے کہ اس کی جانب سے ان سو دراہم کے بدلے میں ایک غلام کو آزاد کیا جائے مگر ان سو دراہم میں سے ایک درہم ہلاک ہو گیا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بقیہ بچ جانے والے دراہم سے موصی کی جانب سے غلام کو آزاد نہ کیا جائے گا۔ اور جب اس نے حج کی وصیت کی تھی اور بقیہ بچ جانے والے سے موصی کی جانب سے حج کیا جائے گا۔ جہاں تک وہ پہنچ سکے۔

اور جب ان دراہم میں سے کچھ بھی ہلاک نہ ہوا ہے اور حج کرنے میں کچھ دراہم بچ جائیں تو بقیہ اس کے ورثاء کو واپس کر دیئے جائیں گے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ موصی کی جانب سے بقیہ سے غلام کو آزاد کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں بھی ایک طرح کی قربت یعنی عبادت کی وصیت ہے۔ پس حج پر قیاس کرتے ہوئے اس کو بھی ممکن حد تک نافذ کردیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ وصیت ایسے غلام کو خریدنے کی ہے جس کو سو دراہم میں خریدا جائے اور اس غلام

میں وصیت کو نافذ کرنا جس کو سو سے کم میں خرید اگیا ہے یہ موصی لہ کے غیر کی وصیت کو نافذ کرنا ہے۔ اور یہ جائز نہ ہوگا۔ جبکہ حج میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایسی خاص عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اور حقدار میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا، کہ جب کسی نے کسی شخص کے لئے سو دراہم کی وصیت کی ہے اور اس میں سے بعض ہلاک ہو گئے ہیں تو جو باقی بچ گیا ہے وہ موصی لہ کو دے دیے جائیں گے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مسئلہ ایک دوسری دلیل پر مبنی ہے۔ اور وہ بھی اختلافی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک آزادی یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ حتیٰ کہ اس پر دعویٰ کیے بغیر بھی گواہی کو قبول کر لیا جاتا ہے۔ پس حقدار نہ بدلے گا۔
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آزادی یہ بندے کا حق ہے۔ حتیٰ کہ دعوے کے بغیر اس پر گواہی کو قبول نہ کیا جائے گا اور یہی صحت کے مشابہ زیادہ ہے۔

ترکہ میں سو دراہم کے دو بیٹے اور سو دراہم کا ایک غلام چھوڑنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ تَرَكَ ابْنَيْنِ وَمِائَةَ دِرْهَمٍ وَعَبْدًا قِيمَتُهُ مِائَةُ دِرْهَمٍ وَقَدْ كَانَ أَعْتَقَهُ فِي مَرَضِهِ فَأَجَازَ الْوَارِثَانِ ذَلِكَ لَمْ يَسْعَ فِي شَيْءٍ) لِأَنَّ الْعِتْقَ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ وَإِنْ كَانَ فِي حُكْمِ الْوَصِيَّةِ وَقَدْ وَقَعَتْ بِأَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ إِلَّا أَنَّهَا تَجُوزُ بِإِجَازَةِ الْوَرَثَةِ، لِأَنَّ الِامْتِنَاعَ لِحَقِّهِمْ وَقَدْ أَسْقَطُوهُ
قَالَ (وَمَنْ أَوْصَى بِعِتْقِ عَبْدِهِ ثُمَّ مَاتَ فَجَنَى جِنَايَةً وَدُفِعَ بِهَا بَطَلَتِ الْوَصِيَّةُ) لِأَنَّ الدَّفْعَ قَدْ صَحَّ لِمَا أَنَّ حَقَّ وَلِيِّ الْجِنَايَةِ مُقَدَّمٌ عَلَى حَقِّ الْمُوصِي، فَكَذَلِكَ عَلَى حَقِّ الْمُوصَى لَهُ لِأَنَّهُ يَتَلَقَّى الْمِلْكَ مِنْ جِهَتِهِ إِلَّا أَنَّ مِلْكَهُ فِيهِ بَاقٍ، وَإِنَّمَا يَزُولُ بِالدَّفْعِ فَإِذَا خَرَجَ بِهِ عَنْ مِلْكِهِ بَطَلَتِ الْوَصِيَّةُ كَمَا إِذَا بَاعَهُ الْمُوصِي أَوْ وَارِثُهُ بَعْدَ مَوْتِهِ، فَإِنْ فَدَاهُ الْوَرَثَةُ كَانَ الْفِدَاءُ فِي مَالِهِمْ لِأَنَّهُمْ هُمُ الَّذِينَ الْتَزَمُوهُ، وَجَازَتِ الْوَصِيَّةُ لِأَنَّ الْعَبْدَ طَهُرَ عَنِ الْجِنَايَةِ بِالْفِدَاءِ كَأَنَّهُ لَمْ يَجْنِ فَتَنْفُذُ الْوَصِيَّةُ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے ترکہ میں ایک سو دراہم کے دو بیٹے اور ایک سو دراہم کا ایک غلام چھوڑا ہے جبکہ میت نے اس کو اپنی مرض موت میں اس کو آزاد کر دیا تھا۔ اور ان دونوں ورثاء نے بھی اس کی اجازت دے دی ہے تو غلام پر کچھ بھی کمائی نہ ہو گی۔ کیونکہ مرض موت کی آزادی اگرچہ وصیت کے حکم میں ہے اور وہ تہائی سے زیادہ مال میں واقع ہونے والی ہے مگر جب وہ وصیت وارثوں کی اجازت کے ساتھ ہے اس لئے جائز ہے۔ کیونکہ اس وصیت کا رکنا وارثوں کے حق کے سبب سے تھا اور ورثاء نے اس کو ساقط کر دیا ہے۔

فرمایا کہ جب کسی شخص نے اپنے غلام کو آزاد کرنے کی وصیت کی ہے۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے۔ اور غلام نے جنایت کی ہے۔ اور اس جنایت کے جرم وہ غلام دے دیا گیا ہے۔ تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ اسی لئے غلام کو دینا درست ہے۔ کیونکہ جنایت

کے ولی کا حق موصی سے مقدم ہے۔ پس وہ موصی لہ کے حق پر بھی مقدم ہوگا۔ کیونکہ موصی لہ موصی کی جانب سے ملکیت کو حاصل کرنے والا ہے۔ مگر غلام میں موصی کی ملکیت باقی ہے۔ جو غلام دینے سے ختم ہوگئی ہے۔ پس جب دینے سے غلام موصی کی ملکیت سے خارج ہو چکا ہے۔ تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ جس طرح جب موصی کی موت کے بعد موصی نے یا اس کے وارث نے اس کے غلام کو بیچ دیا ہے۔ اس کے بعد ورثاء نے غلام کا فدیہ دے دیا ہے تو یہ فدیہ ان کے مال سے ہوگا۔ کیونکہ وہی اس کو لازم کرنے والے ہیں۔ اور وصیت جائز ہے۔ کیونکہ فدیہ کی وجہ سے غلام جنایت سے پاک ہوا ہے۔ کہ جس طرح اس نے جنایت کی ہی نہیں ہے۔ پس وصیت نافذ ہو جائے گی۔

میت کی وصیت پر موصی لہ اور وارث کے درمیان اختلاف ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى بِثُلُثِ مَالِهٖ لِاٰخَرَ فَاَقَرَّ الْمُوْصٰى لَهٗ وَالْوَارِثُ اَنَّ الْمَيِّتَ اَعْتَقَ هٰذَا الْعَبْدَ فَقَالَ الْمُوْصٰى لَهٗ اَعْتَقَهٗ فِي الصِّحَّةِ وَقَالَ الْوَارِثُ اَعْتَقَهٗ فِي الْمَرَضِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْوَارِثِ، وَلَا شَيْءَ لِلْمُوْصٰى لَهٗ اِلَّا اَنْ يَفْضُلَ مِنَ الثُّلُثِ شَيْءٌ اَوْ تَقُوْمَ لَهُ الْبَيِّنَةُ اَنَّ الْعِتْقَ فِي الصِّحَّةِ) لِاَنَّ الْمُوْصٰى لَهٗ يَدَّعِي اسْتِحْقَاقَ ثُلُثِ مَا بَقِيَ مِنَ التَّرِكَةِ بَعْدَ الْعِتْقِ لِاَنَّ الْعِتْقَ فِي الصِّحَّةِ لَيْسَ بِوَصِيَّةٍ وَلِهٰذَا يَنْفُذُ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ، وَالْوَارِثُ يُنْكِرُ لِاَنَّ مُدَّعَاهُ الْعِتْقُ فِي الْمَرَضِ وَهُوَ وَصِيَّةٌ، وَالْعِتْقُ فِي الْمَرَضِ مُقَدَّمٌ عَلَى الْوَصِيَّةِ بِثُلُثِ الْمَالِ فَكَانَ مُنْكِرًا، وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ الْيَمِيْنِ؛ وَلِاَنَّ الْعِتْقَ حَادِثٌ وَالْحَوَادِثُ تُضَافُ اِلٰى اَقْرَبِ الْاَوْقَاتِ لِلتَّيَقُّنِ بِهَا فَكَانَ الظَّاهِرُ شَاهِدًا لِلْوَارِثِ فَيَكُوْنُ الْقَوْلُ قَوْلَهٗ مَعَ الْيَمِيْنِ، اِلَّا اَنْ يَفْضُلَ شَيْءٌ مِنَ الثُّلُثِ عَلٰى قِيْمَةِ الْعَبْدِ لِاَنَّهٗ لَا مُزَاحِمَ لَهٗ فِيْهِ اَوْ تَقُوْمَ لَهُ الْبَيِّنَةُ اَنَّ الْعِتْقَ فِي الصِّحَّةِ لِاَنَّ الثَّابِتَ بِالْبَيِّنَةِ كَالثَّابِتِ مُعَايَنَةً وَهُوَ خَصْمٌ فِيْ اِقَامَتِهَا لِاِثْبَاتِ حَقِّهٖ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے دوسرے بندے کے لئے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور اس کے بعد موصی لہ اور وارث اس معاملہ پر اتفاق واقرار کیا ہے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے۔ مگر موصی لہ نے کہا ہے کہ میت نے اس کو حالت صحت میں آزاد کیا ہے جبکہ وارث نے کہا ہے کہ اس حالت مرض میں اس کو آزاد کیا تھا تو وارث کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور موصی لہ کے لئے کچھ بھی نہ ہوگا ہاں البتہ جب یہ تہائی سے کچھ بچ جائے۔ یا موصی لہ اپنی بات پر گواہی کو پیش کر دیتا ہے کہ آزادی حالت تندرستی میں واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ موصی لہ آزادی کے بعد بقیہ ترکہ میں سے تہائی میں حقدار ہونے کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ کیونکہ تندرستی کی حالت میں آزادی وصیت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آزادی پورے مال میں نافذ ہونے والی ہے۔ جبکہ وارث اس کا انکاری ہے۔ کیونکہ اس کا دعویٰ مرض میں آزادی والا ہے۔ اور یہ آزادی وصیت ہے۔ اور مرض والی آزادی تہائی مال کی وصیت پر مقدم ہے۔ پس وارث انکاری ہوگا اور انکاری کے قول کو قسم کے ساتھ اعتبار کر لیا جاتا ہے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ آزادی حادثہ ہے اور حوادث قریبی اوقات کی جانب منسوب ہوتے ہیں کیونکہ قریبی اوقات میں یقین ہوتا ہے۔ پس ظاہری حالت وارث کے لئے گواہ بن جاتی ہے۔ اور قسم کے ساتھ اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ ہاں البتہ جب غلام کی قیمت پر تہائی میں سے کچھ بچ جائے کیونکہ اس میں موصی لہ کا کوئی مزاحم نہیں ہے۔ یا موصی لہ کے لئے اس بات پر گواہی کو قائم کیا جائے کہ آزادی صحت کی حالت میں واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ گواہی سے ثابت ہونے والی چیز معائنہ کی طرح ثابت ہونے والی چیز کی طرح ہے۔ اور اپنے حق کو ثابت کرنے کے لئے گواہی کے بارے میں موصی لہ خصم ہوگا۔

موت موصی کے بعد اقرار عبد کے سبب آزادی وسعایہ میں اختلاف کا بیان

قَالَ (وَمَنْ تَرَكَ عَبْدًا فَقَالَ لِلْوَارِثِ اَعْتَقَنِي اَبُوكَ فِي الصِّحَّةِ وَقَالَ رَجُلٌ لِي عَلٰى اَبِيكَ اَلْفُ دِرْهَمٍ فَقَالَ صَدَقْتُمَا فَإِنَّ الْعَبْدَ يَسْعَى فِي قِيمَتِهِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ)، وَقَالَا : يَعْتِقُ وَلَا يَسْعَى فِي شَيْءٍ لِأَنَّ الدَّيْنَ وَالْعِتْقَ فِي الصِّحَّةِ ظَهَرَا مَعًا بِتَصْدِيقِ الْوَارِثِ فِي كَلَامٍ وَاحِدٍ فَصَارَا كَأَنَّهُمَا كَانَا مَعًا، وَالْعِتْقُ فِي الصِّحَّةِ لَا يُوجِبُ السِّعَايَةَ وَإِنْ كَانَ عَلَى الْمُعْتِقِ دَيْنٌ .

وَلَهُ أَنَّ الْإِقْرَارَ بِالدَّيْنِ اَقْوٰى لِأَنَّهُ يُعْتَبَرُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ، وَالْإِقْرَارُ بِالْعِتْقِ فِي الْمَرَضِ يُعْتَبَرُ مِنْ الثُّلُثِ، وَالْاَقْوٰى يَدْفَعُ الْاَدْنٰى، فَقَضِيَّتُهُ اَنْ يَبْطُلَ الْعِتْقُ اَصْلًا إِلَّا اَنَّهُ بَعْدَ وُقُوعِهِ لَا يَحْتَمِلُ الْبُطْلَانَ فَيَدْفَعُ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى بِإِيجَابِ السِّعَايَةِ، وَلِأَنَّ الدَّيْنَ اَسْبَقُ لِأَنَّهُ لَا مَانِعَ لَهُ مِنْ الْاِسْتِنَادِ فَيَسْتَنِدُ اِلٰى حَالَةِ الصِّحَّةِ، وَلَا يُمْكِنُ إِسْنَادُ الْعِتْقِ اِلٰى تِلْكَ الْحَالَةِ لِأَنَّ الدَّيْنَ يَمْنَعُ الْعِتْقَ فِي حَالَةِ الْمَرَضِ مَجَّانًا فَتَجِبُ السِّعَايَةُ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافُ إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ وَتَرَكَ اَلْفَ دِرْهَمٍ فَقَالَ رَجُلٌ لِي عَلَى الْمَيِّتِ اَلْفُ دِرْهَمٍ دَيْنٌ وَقَالَ الْآخَرُ كَانَ لِي عِنْدَهُ اَلْفُ دِرْهَمٍ وَدِيعَةٌ فَعِنْدَهُ الْوَدِيعَةُ اَقْوٰى وَعِنْدَهُمَا سَوَاءٌ .

فرمایا کہ جب کسی بندے نے غلام کو ترکہ میں چھوڑا ہے اور اس غلام نے وارث سے کہا ہے کہ تمہارے والد صاحب نے اپنی صحت کے زمانے میں مجھے آزاد کر دیا تھا۔ اور کسی اور آدمی نے وارث سے کہا ہے کہ میرا تیرے والد صاحب پر ایک ہزار دراہم کا قرض ہے۔ اور وارث نے کہا ہے کہ تم دونوں سچ کہہ رہے ہو۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک غلام اپنی قیمت میں کمائی کرے گا۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور وہ کچھ بھی کمائی نہ کرے گا۔ کیونکہ ایک کلام سے وارث کی تصدیق سے قرض اور آزادی دونوں ایک ساتھ تندرستی کی حالت میں ظاہر ہوئی ہیں۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب وہ دونوں ایک ساتھ تھے۔ اور صحت کی حالت کا عتق سعایہ واجب نہ ہوگا اگرچہ معتق پر قرض ہو۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ قرض کا اقرار کرنا یہ قوی ہے۔ کیونکہ قرض پورے مال سے اعتبار کیا جاتا ہے۔ جبکہ تندرستی

کی حالت میں اقرار تبائی مال سے معتبر ہوتا ہے۔ اور یہاں زیادہ مضبوط ادنیٰ کو دور کرنے والا ہے۔ اور اس دینے کا تقاضہ یہی ہے کہ آزادی سے سرے سے باطل ہو جائے۔ مگر آزادی واقع ہو جانے کے بعد باطل ہونے کا احتمال رکھنے والی نہیں ہے۔ پس سعایہ کو واجب کر کے آزادی کے حکم کو دور کر دیا جائے گا۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ قرض مقدم ہے۔ اس لئے قرض کے مستند ہونے سے کوئی چیز روکنے والی نہیں ہے۔ پس تندرستی کی حالت کی جانب سے قرض کا اسناد کیا جائے گا۔ جبکہ آزادی کا تندرستی کی حالت کی طرف اسناد کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ مرض کی حالت میں مفت آزادی سے قرض روکنے والا ہے۔ پس سعایہ واجب ہو جائے گا۔

اور اسی اختلاف کے مطابق ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہوا ہے اور اس نے ایک ہزار دراہم ترکہ میں چھوڑے ہیں اور اس کے بعد ایک شخص نے کہا ہے کہ فوت ہونے والے شخص پر ایک ہزار دراہم قرض ہے۔ اور دوسرے آدمی نے کہا ہے کہ میرے مرحوم کے پاس ایک ہزار دراہم بطور ودیعت تھے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ودیعت زیادہ قوی ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

فَصْلٌ اَوْصٰی بِوَصَایَا مِنْ حُقُوقِ اللّٰہِ تَعَالٰی

﴿یہ فصل حقوق اللہ میں وصیت کرنے کے بیان میں ہے﴾

فصل حقوق اللہ کی وصیت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پہلے حالت مرض میں آزادی کی وصیت کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ آزادی حالت میں مرض میں بھی مستحکم ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس میں فسخ کا الحاق بھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ یہاں سے وصیت سے متعلق ان کا مسائل کو بیان کیا جائے گا جو الحاق فسخ رکھنے والے نہیں ہیں۔ پس ان کے عدم الحاق کے سبب ان کو سابقہ مسائل وصیت سے مؤخر ذکر کیا ہے۔

حقوق اللہ کا وصیت میں مقدم ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰی بِوَصَایَا مِنْ حُقُوقِ اللّٰہِ تَعَالٰی قُدِّمَتُ الْفَرَائِضُ مِنْهَا قَدَّمَهَا الْمُوْصِیْ اَوْ اَخَّرَهَا مِثْلَ الْحَجِّ وَالزَّکَاةِ وَالْکَفَّارَاتِ) لِاَنَّ الْفَرِیضَةَ اَهَمُّ مِنَ النَّافِلَةِ، وَالظَّاهِرُ مِنْهُ الْبُدَاءَةُ بِمَا هُوَ الْاَهَمُّ (فَاِنْ تَسَاوَتْ فِی الْقُوَّةِ بُدِءَ بِمَا قَدَّمَهُ الْمُوْصِیْ اِذَا ضَاقَ عَنْهَا الثُّلُثُ) لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّهُ یَبْتَدِءُ بِالْاَهَمِّ .وَذَکَرَ الطَّحَاوِیُّ اَنَّهُ یَبْتَدِءُ بِالزَّکَاةِ وَیُقَدِّمُهَا عَلَی الْحَجِّ وَهُوَ اِحْدَی الرِّوَایَتَیْنِ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ، وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْهُ اَنَّهُ یُقَدِّمُ الْحَجَّ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ .

وَجْهُ الْاُوْلٰی اَنَّهُمَا وَاِنْ اسْتَوَیَا فِی الْفَرِیضَةِ فَالزَّکَاةُ تَعَلَّقَ بِهَا حَقُّ الْعِبَادِ فَکَانَ اَوْلٰی .

وَجْهُ الْاُخْرٰی اَنَّ الْحَجَّ یُقَامُ بِالْمَالِ وَالنَّفْسِ وَالزَّکَاةُ بِالْمَالِ قَصْرًا عَلَیْهِ فَکَانَ الْحَجُّ اَقْوٰی، ثُمَّ تُقَدَّمُ الزَّکَاةُ وَالْحَجُّ عَلَی الْکَفَّارَاتِ لِمَزِیَّتِهِمَا عَلَیْهَا فِی الْقُوَّةِ، اِذْ قَدْ جَاءَ فِیهِمَا مِنَ الْوَعِیدِ مَا لَمْ یَاْتِ فِی الْکَفَّارَاتِ، وَالْکَفَّارَةُ فِی الْقَتْلِ وَالظِّهَارِ وَالْیَمِینِ مُقَدَّمَةٌ عَلٰی صَدَقَةِ الْفِطْرِ لِاَنَّهُ عُرِفَ وُجُوبُهَا دُوْنَ صَدَقَةِ الْفِطْرِ، وَصَدَقَةُ الْفِطْرِ مُقَدَّمَةٌ عَلَی الْاُضْحِیَّةِ لِلاتِّفَاقِ عَلٰی وُجُوبِهَا بِالْقُرْآنِ وَالِاخْتِلَافِ فِی الْاُضْحِیَّةِ، وَعَلٰی هٰذَا الْقِیَاسِ یُقَدَّمُ بَعْضُ الْوَاجِبَاتِ عَلَی الْبَعْضِ .

📖 جس نے حقوق اللہ عزوجل کے حوالے سے کچھ وصیتیں کیں تو ان میں سے فرائض کو مقدم کیا جائے گا۔ وصیت

کرنے والے نے ان وصیتوں میں سے فرائض کو مقدم کیا ہو چاہے مؤخر کیا ہو۔ مثال کے طور پر حج، زکوٰۃ اور کفارے ہیں۔ کیونکہ فرض نفل سے اہم ہیں۔ اور موصی کی جانب سے ظاہر بھی اسی طرح ہے۔

اور جب ساری وصایا قوت میں برابر ہیں تو اس وصیت سے آغاز کیا جائے گا جس کو موصی نے مقدم کیا ہے۔ اور جب تہائی ان ساری وصایا سے تنگ ہے کیونکہ ظاہر بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ موصی اہم سے ابتداء کرے گا۔

حضرت امام طحاوی علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے کہ وارث زکوٰۃ سے شروع کرے گا۔ اور اس کو حج پر مقدم کرے گا۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے دونوں روایات میں سے ایک روایت اسی طرح ہے۔ اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ وارث حج کو مقدم کرے گا اور امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

اور پہلی بیان کردہ روایت کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ اور حج اگرچہ یہ دونوں فرضیت میں برابر ہیں۔ مگر زکوٰۃ کے ساتھ بندوں کا حق بھی متعلق ہے۔ پس زکوٰۃ اولیٰ ہوگی۔

دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ حج مال اور جان دونوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ جبکہ زکوٰۃ صرف مال سے ادا کی جاتی ہے پس حج زیادہ قوی ہوا۔ اور حج اور زکوٰۃ یہ تمام کفارات سے مقدم ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہی دونوں قوت میں سارے کفارات سے اولیٰ ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں وعیدات وارد ہوئی ہیں۔ جو کفارات کے بارے میں نہیں ہیں۔ اور قتل کا کفارہ، ظہار کا کفارہ اور قسم کا کفارہ صدقہ فطر پر مقدم ہے۔ کیونکہ ان کا وجوب قرآن سے معلوم ہوا ہے۔ جبکہ صدقہ فطر کا معلوم ہونا نہیں ہے۔

اور صدقہ فطر قربانی سے مقدم ہے۔ کیونکہ اس کے وجوب پر اتفاق ہے۔ اور قربانی میں اختلاف ہے۔ اور اسی قیاس کے مطابق بعض واجبات کو بعض پر مقدم کیا گیا ہے۔

امور غیر واجبہ میں موصی کا تقدم کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَا لَيْسَ بِوَاجِبٍ قُدِّمَ مِنْهُ مَا قَدَّمَهُ الْمُوصِي) لِمَا بَيَّنَّا وَصَارَ كَمَا إذَا صَرَّحَ بِذَلِكَ .

قَالُوا : إنَّ الثُّلُثَ يُقَسَّمُ عَلَى جَمِيعِ الْوَصَايَا مَا كَانَ لِلَّهِ تَعَالَى وَمَا كَانَ لِلْعَبْدِ، فَمَا أَصَابَ الْقُرَبَ صُرِفَ إلَيْهَا عَلَى التَّرْتِيبِ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ وَيُقَسَّمُ عَلَى عَدَدِ الْقُرَبِ وَلَا يُجْعَلُ الْجَمِيعُ كَوَصِيَّةٍ وَاحِدَةٍ، لِأَنَّهُ إنْ كَانَ الْمَقْصُودُ بِجَمِيعِهَا رِضَا لِلَّهِ تَعَالَى فَكُلُّ وَاحِدَةٍ فِي نَفْسِهَا مَقْصُودٌ فَتَنْفَرِدُ كَمَا تَنْفَرِدُ وَصَايَا الْآدَمِيِّينَ .

قَالَ (وَمَنْ أَوْصَى بِحَجَّةِ الْإِسْلَامِ أَحَجُّوا عَنْهُ رَجُلًا مِنْ بَلَدِهِ يَحُجُّ رَاكِبًا) لِأَنَّ الْوَاجِبَ لِلَّهِ تَعَالَى الْحَجُّ مِنْ بَلَدِهِ وَلِهَذَا يُعْتَبَرُ فِيهِ مِنْ الْمَالِ مَا يَكْفِيهِ مِنْ بَلَدِهِ وَالْوَصِيَّةُ لِأَدَاءِ مَا هُوَ الْوَاجِبُ عَلَيْهِ وَإِنَّمَا قَالَ رَاكِبًا لِأَنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا فَانْصَرَفَ إلَيْهِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي

وَجَبَ عَلَیْهِ .

(یاد) فرمایا کہ جو امور واجب نہیں ہیں۔ ان میں جس کو موصی نے مقدم کیا ہے ان کو مقدم کیا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح موصی نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔

فقہاء نے کہا ہے کہ جب تہائی کو ان تمام وصایا پر تقسیم کیا جائے تو جو حقوق اللہ اور بندوں کے درمیان ہیں اور جو قربات یعنی عبادات کے حصے میں آئے ہیں۔ ان کو قربات پر اسی طریقے کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور ان کو قربات کے عدد تقسیم کیا جائے گا۔ اور ساری قربات کو ایک وصیت کی طرح قرار نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ ان تمام چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ مگر ہر قربت خود مقصود ہوتی ہے۔ اور ہر قربت اسی طرح الگ ہوگی جس طرح لوگوں کی وصایا الگ الگ ہوتی ہیں۔

اور جس بندے نے حج اسلام کی وصیت کی ہے اور اس کے وارثوں نے اس کی جانب سے ایک شخص کو موصی کے شہر سے حج کرائیں گے جو سوار ہو کر حج کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے شہر سے حج کرنا فرض ہے۔ کیونکہ وجوب حج میں اتنے مال کا اعتبار کیا جائے گا۔ جو موصی کے لئے اس کے شہر سے کافی ہو۔ اور وصیت بھی اسی چیز کی ادائیگی کے لئے ہے جو موصی پر واجب ہے۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ نے راکبا یعنی سوار ہو کر فرمایا ہے۔ کیونکہ موصی پر پیدل حج کرنا ضروری نہیں ہے پس دوسرے پر اسی طرح حج ہوگا جس طرح موصی پر واجب ہوتا ہے۔

جب وصیت نفقہ کو پہنچنے والی نہ ہو

قَالَ (فَإِنْ لَمْ تَبْلُغِ الْوَصِيَّةُ النَّفَقَةَ اَحَجُّوا عَنْهُ مِنْ حَيْثُ تَبْلُغُ) وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَحُجُّ عَنْهُ، لِاَنَّهُ اَمَرَ بِالْحَجَّةِ عَلٰى صِفَةٍ عَدِمْنَاهَا فِيهِ، غَيْرَ اَنَّا جَوَّزْنَاهُ لِاَنَّا نَعْلَمُ اَنَّ الْمُوْصِيَ قَصَدَ تَنْفِيذَ الْوَصِيَّةِ فَيَجِبُ تَنْفِيذُهَا مَا اَمْكَنَ وَالْمُمْكِنُ فِيهِ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَهُوَ اَوْلٰى مِنْ اِبْطَالِهَا رَاْسًا، وَقَدْ فَرَّقْنَا بَيْنَ هٰذَا وَبَيْنَ الْوَصِيَّةِ بِالْعِتْقِ مِنْ قَبْلُ .

اور جب وصیت نفقہ کو پہنچنے والی نہ ہو تو وہ جہاں سے پہنچ پائے وہاں سے ورثاء اس کی طرف حج کروائیں۔ جبکہ قیاس کے مطابق حج نہیں کرایا جائے گا۔ کیونکہ موصی نے ایسی صفت پر حج کرنے کا حکم دیا ہے جو صفت کو ہم نے اس کے مال میں نہیں پایا ہے۔ مگر ہم نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ موصی نے وصیت کو نافذ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ پس ممکن حد تک اس کو نافذ کرنا واجب ہوگا۔ اور اس کے ممکن ہونے کی وہی صورت ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور کلی طور پر وصیت کو ختم کرنے سے اولیٰ یہی ہے۔ اور حج والی وصیت اور آزادی والی وصیت کے درمیان جو فرق ہے اس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

حج کے ارادے سے شہر سے نکلنے والے شخص کا راستے میں فوت ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ خَرَجَ مِنْ بَلَدِهِ حَاجًّا فَمَاتَ فِي الطَّرِيقِ وَاَوْصٰى اَنْ يُحَجَّ عَنْهُ يُحَجُّ عَنْهُ مِنْ بَلَدِهِ،

عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَھُوَ قَوْلُ زُفَرَ .وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ . یَحُجُّ عَنْہُ مِنْ حَیْثُ بَلَغَ اسْتِحْسَانًا، وَعَلٰی ھٰذَا الْخِلَافِ اِذَا مَاتَ الْحَاجُّ عَنْ غَیْرِہٖ فِی الطَّرِیْقِ .

لَھُمَا اَنَّ السَّفَرَ بِنِیَّۃِ الْحَجِّ وَقَعَ قُرْبَۃً وَسَقَطَ فَرْضُ قَطْعِ الْمَسَافَۃِ بِقَدْرِہٖ وَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ فَیَبْتَدِءُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَکَانِ کَاَنَّہٗ مِنْ اَھْلِہٖ، بِخِلَافِ سَفَرِ التِّجَارَۃِ لِاَنَّہٗ لَمْ یَقَعْ قُرْبَۃً فَیَحُجُّ عَنْہُ مِنْ بَلَدِہٖ .

وَلَہٗ اَنَّ الْوَصِیَّۃَ تَنْصَرِفُ اِلَی الْحَجِّ مِنْ بَلَدِہٖ عَلٰی مَا قَرَّرْنَاہُ اَدَاءً لِلْوَاجِبِ عَلَی الْوَجْہِ الَّذِیْ وَجَبَ، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ .

فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے شہر سے حج کرنے کی نیت سے باہر نکلا ہے۔اور وہ راستے میں فوت ہو گیا ہے۔اور وہ وصیت کر گیا ہے کہ اس کی جانب حج کیا جائے۔تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے شہر سے حج کرایا جائے گا۔اور امام زفر رحمہ اللہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ استحسان کے مطابق اس جگہ سے حج کرایا جائے گا جہاں تک وہ پہنچ گیا تھا۔اور یہ اسی اختلاف کے مطابق ہے۔جب دوسرے کی جانب سے حج کرنے والا راستے میں فوت ہو جائے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حج کی نیت سے عبادت کا سفر واقع ہو چکا ہے۔اور اس جگہ کی مقدار کے مطابق فریضہ ساقط ہو چکا ہے۔اور اللہ کے نزدیک اس کو ثواب مل چکا ہے۔پس اسی جگہ سے شروع کیا جائے گا۔کہ وصیت کرنے والا وہیں کا رہنے والا ہے۔ جبکہ سفر تجارت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ قربت واقع ہونے والی نہیں ہے۔پس موصی کی جانب سے اس کے شہر سے حج کروایا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ وصیت موصی کے شہر سے حج کروانے کی جانب لوٹنے والی ہے۔اسی وضاحت کے مطابق جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔کہ واجب کو واجب شدہ طریقے کے مطابق ادا کیا جائے،اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ الْوَصِيَّةِ لِلْاَقَارِبِ وَغَيْرِهِمْ

﴿یہ باب اقارب وغیر اقارب کی وصیت کے بیان میں ہے﴾

باب وصیت اقارب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو موخر ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں ایک خاص قوم کے لئے وصیت سے متعلق احکام ہیں۔ اور وصیت سے متعلق جو احکام پہلے بیان کیے گئے ہیں وہ عام تھے۔ اور قانون یہ ہے کہ عموم پہلے ہوتا ہے اور خصوص اس کے بعد پیدا ہونے والا ہے۔ کیونکہ خصوص عموم سے متفرع ہونے والا ہے۔ اور تفریعات ہمیشہ اپنی متفرع عنہ سے بعد آتی ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، کتاب وصایا، بیروت)

موصی کا ہمسائیوں کے لئے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى لِجِيرَانِهِ فَهُمُ الْمُلَاصِقُونَ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيفَةَ، وَقَالَا : هُمُ الْمُلَاصِقُونَ وَغَيْرُهُمْ مِمَّنْ يَسْكُنُ مَحَلَّةَ الْمُوصِىْ وَيَجْمَعُهُمْ مَسْجِدُ الْمَحَلَّةِ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ .

وَقَوْلُهُ قِيَاسٌ لِاَنَّ الْجَارَ مِنَ الْمُجَاوَرَةِ وَهِىَ الْمُلَاصَقَةُ حَقِيقَةً وَلِهٰذَا يَسْتَحِقُّ الشُّفْعَةَ بِهٰذَا الْجِوَارِ، وَلِاَنَّهُ لَمَّا صَرَفَهُ اِلَى الْجَمِيعِ يُصْرَفُ اِلٰى اَخَصِّ الْخُصُوصِ وَهُوَ الْمُلَاصِقُ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّ هٰؤُلَاءِ كُلَّهُمْ يُسَمَّوْنَ جِيرَانًا عُرْفًا، وَقَدْ تَاَيَّدَ بِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " (لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِى الْمَسْجِدِ) " وَفَسَّرَهُ بِكُلِّ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ، وَلِاَنَّ الْمَقْصِدَ بِرُّ الْجِيرَانِ وَاسْتِحْبَابُهُ يَنْتَظِمُ الْمُلَاصِقَ وَغَيْرَهُ، اِلَّا اَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ الِاخْتِلَاطِ وَذٰلِكَ عِنْدَ اتِّحَادِ الْمَسْجِدِ، وَمَا قَالَهُ الشَّافِعِىُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : الْجِوَارُ اِلٰى اَرْبَعِينَ دَارًا بَعِيدٌ، وَمَا يُرْوٰى فِيهِ ضَعِيفٌ .

قَالُوا : وَيَسْتَوِى فِيهِ السَّاكِنُ وَالْمَالِكُ وَالذَّكَرُ وَالْاُنْثٰى وَالْمُسْلِمُ الذِّمِّىُّ لِاَنَّ اسْمَ الْجَارِ يَتَنَاوَلُهُمْ وَيَدْخُلُ فِيهِ الْعَبْدُ السَّاكِنُ عِنْدَهُ لِاِطْلَاقِهِ، وَلَا يَدْخُلُ عِنْدَهُمَا لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ لَهُ وَصِيَّةٌ لِمَوْلَاهُ وَهُوَ غَيْرُ سَاكِنٍ .

(۱) فرمایا کہ جب کسی شخص نے اپنے ہمسائیوں کے لئے وصیت کی ہے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک سب سے زیادہ قریبی ہمسائے موصی لہ بن جائیں گے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ ساتھ والے ہوں گے۔ اور ان کے سوا وہ لوگ بھی ہوں گے جو موصی کے محلے میں رہنے والے ہیں۔ اور جن کو محلے کی مسجد اکٹھا کرنے والی ہے۔ اور یہ استحسان ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا قول قیاس کے مطابق ہے۔ کیونکہ جار یہ مجاورۃ سے مشتق ہے۔ اور مجاورۃ حقیقت میں ملاصقہ ہے۔ کیونکہ ملاصق اسی حق جوار کے سبب حق شفعہ رکھنے والا ہے۔ کیونکہ سارے ہمسائیوں کی جانب وصیت کو لے جانا ممکن ہے۔ تو اس کو سب سے کسی ایک کی جانب خاص کر دیا جائے گا اور وہ ملاصق یعنی ساتھ والا ہوگا۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ ہمسائے عرف کے مطابق سارے لوگوں کو کہہ دیا جاتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ مسجد کے ہمسائے کی نماز مسجد میں ہوتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت ہر اس قول کے ساتھ کی ہے جو اذان کو سننے والا ہے۔ کیونکہ وصیت کا مقصد ہمسائیوں سے نیکی کرنا ہے۔ اور نیکی کا مستحب ہونا یہ ملاصق اور غیر ملاصق دونوں کو شامل ہے۔ جبکہ ان کا ملا ہوا ہونا لازم ہے اور یہ ملا ہوا ہونا ایک مسجد میں اکٹھے ہونے سے حاصل ہونے والا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ فرمانا کہ ہمسایہ چالیس گھروں تک ہے یہ بعید بات ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں جو حدیث روایت کی گئی ہے وہ ضعیف ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ اس میں رہنے والا، مالک، مرد، عورت مسلمان اور ذمی سب برابر ہیں۔ کیونکہ جار کا لفظ ان سب کو شامل ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس میں غلام بھی شامل ہوگا، جبکہ صاحبین کے نزدیک اس میں غلام شامل نہ ہوگا۔ کیونکہ غلام کے لئے وصیت کرنا یہ اس کے آقا کے لئے وصیت ہوگی۔ جبکہ آقا رہنے والا نہیں ہے۔

سسرالی رشتہ داروں کے لئے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى لِاَصْهَارِهِ فَالْوَصِيَّةُ لِكُلِّ ذِیْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْ امْرَاَتِهِ) لِمَا رُوِیَ " (اَنَّ النَّبِیَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمَّا تَزَوَّجَ صَفِيَّةَ اَعْتَقَ كُلَّ مَنْ مَلَكَ مِنْ ذِیْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهَا اِكْرَامًا لَهَا) " وَكَانُوا يُسَمُّونَ اَصْهَارَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

وَهٰذَا التَّفْسِيرُ اخْتِيَارُ مُحَمَّدٍ وَاَبِی عُبَيْدَةَ، وَكَذَا يَدْخُلُ فِيهِ كُلُّ ذِیْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْ زَوْجَةِ اَبِيهِ وَزَوْجَةِ ابْنِهِ وَزَوْجَةِ كُلِّ ذِیْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لِاَنَّ الْكُلَّ اَصْهَارٌ .

وَلَوْ مَاتَ الْمُوْصِیْ وَالْمَرْاَةُ فِیْ نِكَاحِهِ اَوْ فِیْ عِدَّتِهِ مِنْ طَلَاقٍ رَجْعِیٍّ فَالصِّهْرُ يَسْتَحِقُّ الْوَصِيَّةَ وَاِنْ كَانَتْ فِیْ عِدَّةٍ مِنْ طَلَاقٍ بَائِنٍ لَا يَسْتَحِقُّهَا لِاَنَّ بَقَاءَ الصِّهْرِيَّةِ بِبَقَاءِ النِّكَاحِ وَهُوَ شَرْطٌ عِنْدَ الْمَوْتِ .

۱۸۱۸ / فرمایا کہ سسرالی رشتے داروں کے لئے وصیت کرنا درست ہے تو وہ وصیت اس کی زوجہ تے ہر ذی رحم محرم کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا جو بھی ذی رحم محرم تھا اس نے حضرت صفیہ کے احترام کے سبب کی وجہ سے اس کو آزاد کر دیا۔ اور یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے اصہار کے نام سے معروف ہوئے اور امام محمد اور ابو عبیدہ نے اس وضاحت کو اختیار کیا ہے۔ اور اسی طرح موصی کے باپ کا ہر ذی رحم محرم اس میں شامل ہوگا۔ موصی کے بیٹے کی زوجہ کا اور موصی کے ہر ذی رحم محرم کی بیوی کا بھی ذی رحم محرم شامل ہے۔ کیونکہ یہ سارے اصہار میں سے ہیں۔

اور جب موصی فوت ہو جائے اور اس کی زوجہ اس کے نکاح میں ہے یا طلاق رجعی سے اس کی عدت ہے تو خسر وصیت کا حقدار ہے۔ اور جب اس کی زوجہ طلاق بائنہ کی عدت میں ہے۔ تو صہر وصیت کا حقدار نہ ہوگا۔ کیونکہ صہریت اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک نکاح باقی رہتا ہے۔ اور موت کے وقت نکاح کے باقی رہنے کی شرط ہے۔

موصی کا اپنے داماد کے لئے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰی لِاَخْتَانِهٖ فَالْوَصِیَّةُ لِزَوْجِ كُلِّ ذَاتِ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ وَكَذَا مَحَارِمُ الْاَزْوَاجِ)
لِاَنَّ الْكُلَّ يُسَمّٰى خَتَنًا ,قِيْلَ هٰذَا فِيْ عُرْفِهِمْ .
وَفِيْ عُرْفِنَا لَا يَتَنَاوَلُ الْاَزْوَاجُ الْمَحَارِمَ، وَيَسْتَوِیْ فِيْهِ الْحُرُّ وَالْعَبْدُ وَالْاَقْرَبُ وَالْاَبْعَدُ .
لِاَنَّ اللَّفْظَ يَتَنَاوَلُ الْكُلَّ .

فرمایا کہ جب موصی نے اپنے داماد کے لئے وصیت کی ہے تو موصی کے ہر ذی رحم محرم کے شوہر کے لئے وصیت ہو جائے گی۔ اور ازواج کے محارم بھی اس میں شامل ہوں گے۔ کیونکہ ان سب کو ختن کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے رواج کے مطابق ہے اور ہمارے رواج میں صرف محارم کے ازواج کو شامل ہوگا۔ کیونکہ اس میں آزاد، غلام، قریبی و بعیدی سب شامل ہیں۔ اس لئے ختن کا لفظ سب کو شامل ہے۔

موصی کا اقارب کے لئے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰی لِاَقَارِبِهٖ فَهِیَ لِلْاَقْرَبِ فَالْاَقْرَبِ مِنْ كُلِّ ذِیْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ، وَلَا يَدْخُلُ فِيْهِ الْوَالِدَانِ وَالْوَلَدُ وَيَكُوْنُ ذٰلِكَ لِلْاِثْنَيْنِ فَصَاعِدًا، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَ صَاحِبَاهُ : الْوَصِيَّةُ لِكُلِّ مَنْ يُنْسَبُ اِلٰی اَقْصٰی اَبٍ لَهٗ فِی الْاِسْلَامِ) وَهُوَ اَوَّلُ اَبٍ اَسْلَمَ اَوْ اَوَّلُ اَبٍ اَدْرَكَ الْاِسْلَامَ وَاِنْ لَمْ يُسْلِمْ عَلٰی حَسَبِ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ الْمَشَايِخُ .
وَفَائِدَةُ الْاِخْتِلَافِ تَظْهَرُ فِیْ اَوْلَادِ اَبِیْ طَالِبٍ فَاِنَّهٗ اَدْرَكَ الْاِسْلَامَ وَلَمْ يُسْلِمْ .
لَهُمَا اَنَّ الْقَرِيْبَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْقَرَابَةِ فَيَكُوْنُ اسْمًا لِمَنْ قَامَتْ بِهٖ فَيَنْتَظِمُ بِحَقِيْقَةِ مَوَاضِعِ

الْخِلَافِ ۔

وَلَهُ اَنَّ الْوَصِيَّةَ اُخْتُ الْمِيرَاثِ، وَفِي الْمِيرَاثِ يُعْتَبَرُ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ، وَالْمُرَادُ بِالْجَمْعِ الْمَذْكُورِ فِيهِ اثْنَانِ فَكَذَا فِي الْوَصِيَّةِ، وَالْمَقْصِدُ مِنْ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ تَلَافِي مَا فَرَطَ فِي اِقَامَةِ وَاجِبِ الصِّلَةِ وَهُوَ يَخْتَصُّ بِذِي الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ مِنْهُ، وَلَا يَدْخُلُ فِيهِ قَرَابَةُ الْوِلَادِ فَاِنَّهُمْ لَا يُسَمُّونَ اَقْرِبَاءَ، وَمَنْ سَمَّى وَالِدَهُ قَرِيبًا كَانَ مِنْهُ عُقُوقًا، وَهٰذَا لِاَنَّ الْقَرِيبَ فِي عُرْفِ اللِّسَانِ مَنْ يَتَقَرَّبُ اِلٰى غَيْرِهِ بِوَسِيلَةِ غَيْرِهِ، وَتَقَرُّبُ الْوَالِدِ وَالْوَلَدِ بِنَفْسِهِ لَا بِغَيْرِهِ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِظَاهِرِ اللَّفْظِ بَعْدَ انْعِقَادِ الْاِجْمَاعِ عَلٰى تَرْكِهِ، فَعِنْدَهُ يُقَيَّدُ بِمَا ذَكَرْنَاهُ، وَعِنْدَهُمَا بِاَقْصَى الْاَبِ فِي الْاِسْلَامِ، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ بِالْاَبِ الْاَدْنٰى ۔

فرمایا کہ جس بندے نے اقارب کے لئے وصیت کی ہے۔ تو وہ موصی کے ذی رحم محرم میں اقرب الاقارب کے لئے ہوگی۔ اور اس میں اولاد اور والدین شامل نہ ہوں گے۔ اور یہ وصیت دو یا پھر دو سے زیادہ کے لئے ہوگی۔ اور یہ حکم حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ یہ وصیت ہر اس بندے کے لئے ہوگی۔ جو اسلام کے اعتبار سے آخری باپ کی جانب منسوب ہے اور آخری اب وہ پہلا باپ ہے جو مسلمان ہوا ہے یا پھر وہ پہلا ہے جس نے اسلام کا زمانہ نہ پایا ہو۔ خواہ وہ مسلمان نہ ہوا ہے۔ اور میں بھی مشائخ کا اختلاف ہے۔

اور اس اختلاف کا فائدہ اولاد ابوطالب میں ظاہر ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا مگر اسلام کو نہ پایا۔ جبکہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لفظ قریب یہ قرابت سے مشتق ہے۔ پس ہر اس آدمی کا نام قریب ہوگا جس کے ساتھ قربت قائم ہوئی ہے پس اپنی حقیقت کے اعتبار سے قریب اختلافی جگہوں کو شامل ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ وصیت میراث کی بہن ہے۔ اور میراث میں اقرب الاقارب کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور جو میراث میں ذکر کردہ جمع سے دو مراد ہوا کرتے ہیں پس وصیت کی جمع سے بھی دو مراد لیے جائیں گے۔

اور اس وصیت کا مقصد کوتاہی کو دور کرنا ہے۔ جو واجب کردہ صلہ کو ادا کرنے کے لئے موصی کی جانب سے ہوئی ہے۔ اور ایسی صلہ رحمی موصی کے ذی رحم محرم کے ساتھ خاص ہے۔ اور اس کے اندر ولاد کی قرابت شامل نہ ہوگی۔ اس لئے وہ اقرباء سے موسوم نہیں ہیں اور جس شخص نے اپنے والد کو قریبی کہا ہے تو وہ اپنے والد کا نافرمان ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عرف میں قریب وہ ہے جو اپنے غیر کی طرف سے غیر کے سبب سے قرابت کو پائے۔ اور والد اور اولاد کی قربت بہ ذات خود موجود ہے یہ کسی غیر کے سبب سے نہیں ہے۔ اور جب ظاہر کو ترک کرنے پر اجماع منعقد ہو جائے تو اس ظاہر لفظ کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (قاعدہ فقہیہ) پس امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قریبی رشتہ دار اس کے ساتھ مقید نہ ہوں گے۔ جو ہم بیان کر آئے ہیں۔

صاحبین کے نزدیک اسلام میں آخری باپ کے ساتھ مقید ہوں گے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قریبی کے ساتھ مقید ہوں گے۔

موصی اقارب کے دو چچا اور دو ماموں ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَوْصَى لِأَقَارِبِهِ وَلَهُ عَمَّانِ وَخَالَانِ فَالْوَصِيَّةُ لِعَمَّيْهِ) عِنْدَهُ اعْتِبَارًا لِلْأَقْرَبِ كَمَا فِي الْإِرْثِ، وَعِنْدَهُمَا بَيْنَهُمْ أَرْبَاعًا إِذْ هُمَا لَا يَعْتَبِرَانِ الْأَقْرَبَ (وَلَوْ تَرَكَ عَمًّا وَخَالَيْنِ فَلِلْعَمِّ نِصْفُ الْوَصِيَّةِ وَالنِّصْفُ لِلْخَالَيْنِ) لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ اعْتِبَارِ مَعْنَى الْجَمْعِ وَهُوَ الِاثْنَانِ فِي الْوَصِيَّةِ كَمَا فِي الْمِيرَاثِ بِخِلَافِ مَا إِذَا أَوْصَى لِذِي قَرَابَتِهِ حَيْثُ يَكُونُ لِلْعَمِّ كُلُّ الْوَصِيَّةِ، لِأَنَّ اللَّفْظَ لِلْفَرْدِ فَيَحْرِزُ الْوَاحِدُ كُلَّهَا إِذْ هُوَ الْأَقْرَبُ، وَلَوْ كَانَ لَهُ عَمٌّ وَاحِدٌ فَلَهُ الثُّلُثُ لِمَا بَيَّنَّاهُ، وَلَوْ تَرَكَ عَمًّا وَعَمَّةً وَخَالًا وَخَالَةً فَالْوَصِيَّةُ لِلْعَمِّ وَالْعَمَّةِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ لِاسْتِوَاءِ قَرَابَتِهِمَا وَهِيَ أَقْوَى، وَالْعَمَّةُ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ وَارِثَةً فَهِيَ مُسْتَحِقَّةٌ لِلْوَصِيَّةِ كَمَا لَوْ كَانَ الْقَرِيبُ رَقِيقًا أَوْ كَافِرًا، وَكَذَا إِذَا أَوْصَى لِذَوِي قَرَابَتِهِ أَوْ لِأَقْرِبَائِهِ أَوْ لِأَنْسِبَائِهِ فِي جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا، لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ لَفْظُ جَمْعٍ، وَلَوْ انْعَدَمَ الْمَحْرَمُ بَطَلَتْ الْوَصِيَّةُ لِأَنَّهَا مُقَيَّدَةٌ بِهَذَا الْوَصْفِ .

فرمایا کہ جب موصی نے اقارب کے لئے وصیت کی ہے اور اس کے دو چچا ہیں اور دو ماموں ہیں۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیادہ قریبی کا اعتبار کرتے ہوئے دو چچاؤں کے لئے وصیت ہوگی۔ جس طرح میراث میں ہوتا ہے۔

صاحبین نے یہاں وصیت کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اقرب کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ اور جب موصی نے ایک چچا اور دو ماموں چھوڑے ہیں تو چچا کو آدھی وصیت ملے گی اور آدھی وصیت دونوں ماموؤں کو ملے گی۔ کیونکہ جمع کے معنی کا اعتبار کیا گیا ہے۔ جبکہ جمع کے معانی وصیت میں دو مراد ہوتے ہیں۔ جس طرح میراث میں ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے جب موصی نے اپنے قریبی کے لئے وصیت کی ہے تو ساری وصیت چچا کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ یہ لفظ واحد کے لئے ہے۔ پس ایک آدمی پوری وصیت کو وصول کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ زیادہ قریبی یہی ہے۔ اور جب اس کا چچا ایک ہے۔ تو اس کو تہائی ملے گا اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب موصی نے ایک چچا، ایک پھوپھی، ایک ماموں اور ایک خالہ کو چھوڑا ہے۔ تو وصیت چچا اور پھوپھی کے درمیان برابر برابر کردی جائے گی۔ کیونکہ ان کی قرابت برابر ہے۔ اور یہ قرابت سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ اور جب پھوپھی جب وارث نہیں ہے۔ مگر وہ وصیت کی حقدار ہے جس طرح قریبی رقیق یا کافر ہے۔

اور اسی طرح جب موصی نے اپنے قرابت داروں کے لئے یا اپنے قریبی رشتہ داروں کے لئے یا اپنے نسب والوں کے لئے وصیت کی ہے تو ان سب صورتوں میں جن کو ہم نے بیان کردیا ہے۔ کیونکہ سب کے لئے جمع کا لفظ ہے۔ اور جب محرم نہ ہو تو وصیت

باطل ہو جائے گی اس لئے کہ وصیت اسی وصف کے ساتھ مقید ہے۔

موصی کا فلاں کے اہل کے لئے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ : وَمَنْ اَوْصٰی لِاَهْلِ فُلَانٍ فَهِیَ عَلٰی زَوْجَتِهٖ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ، وَقَالَا : یَتَنَاوَلُ كُلَّ مَنْ یَعُوْلُهُمْ وَتَضُمُّهُمْ نَفَقَتُهٗ اعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ وَهُوَ مُؤَیَّدٌ بِالنَّصِّ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی (وَأْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ) وَلَهٗ اَنَّ اسْمَ الْاَهْلِ حَقِیْقَةٌ فِی الزَّوْجَةِ یَشْهَدُ بِذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی (وَسَارَ بِاَهْلِهٖ) وَمِنْهُ قَوْلُهُمْ تَاَهَّلَ بِبَلْدَةِ كَذَا، وَالْمُطْلَقُ یَنْصَرِفُ اِلَی الْحَقِیْقَةِ ۔

فرمایا کہ جب کسی بندے نے فلاں شخص کے اہل کے لئے وصیت کی ہے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک فلاں کی بیوی کے لئے وصیت ہو جائے گی۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ یہ وصیت ان لوگوں کو شامل ہوگی جو اس کی پرورش میں ہیں۔ اور جن کو اس کا نفقہ شامل ہے۔ اور عرف کا اعتبار کرتے ہوئے یہ نص سے مؤید بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ میرے پاس آؤ۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل اس طرح ہے کہ اہل کا لفظ یہ بیوی کے لئے حقیقی طور استعمال ہوتا ہے۔ جس کی گواہی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہے۔ کہ وہ اپنی بیوی کو لے کر چلے۔ اور اہل عرب کا قول بھی اسی ہے 'تَاَهَّلَ بِبَلْدَةِ كَذَا' اور جب کوئی لفظ مطلق طور پر ہو تو وہ حقیقت کی جانب لوٹنے والا ہے۔

موصی کا فلاں کی آل یا نسب کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ : وَلَوْ اَوْصٰی لِاٰلِ فُلَانٍ فَهُوَ لِاَهْلِ بَیْتِهٖ لِاَنَّ الْاٰلَ الْقَبِیْلَةُ الَّتِیْ یُنْسَبُ اِلَیْهَا، وَلَوْ اَوْصٰی لِاَهْلِ بَیْتِ فُلَانٍ یَدْخُلُ فِیْهِ اَبُوْهُ وَجَدُّهٗ لِاَنَّ الْاَبَ اَصْلُ الْبَیْتِ، وَلَوْ اَوْصٰی لِاَهْلِ نَسَبِهٖ اَوْ لِجِنْسِهٖ فَالنَّسَبُ عِبَارَةٌ عَمَّنْ یُنْسَبُ اِلَیْهِ، وَالنَّسَبُ یَكُوْنُ مِنْ جِهَةِ الْاٰبَاءِ، وَجِنْسُهٗ اَهْلُ بَیْتِ اَبِیْهِ دُوْنَ اُمِّهٖ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ یَتَجَنَّسُ بِاَبِیْهِ، بِخِلَافِ قَرَابَتِهٖ حَیْثُ تَكُوْنُ مِنْ جَانِبِ الْاُمِّ وَالْاَبِ، وَلَوْ اَوْصٰی لِاَیْتَامِ بَنِیْ فُلَانٍ اَوْ لِعُمْیَانِهِمْ اَوْ لِزَمْنَاهُمْ اَوْ لِاَرَامِلِهِمْ اِنْ كَانُوْا قَوْمًا یُحْصَوْنَ دَخَلَ فِی الْوَصِیَّةِ فُقَرَاؤُهُمْ وَاَغْنِیَاؤُهُمْ ذُكُوْرُهُمْ وَاِنَاثُهُمْ، لِاَنَّهٗ اَمْكَنَ تَحْقِیْقُ التَّمْلِیْكِ فِیْ حَقِّهِمْ وَالْوَصِیَّةُ تَمْلِیْكٌ ۔

وَاِنْ كَانُوْا لَا یُحْصَوْنَ فَالْوَصِیَّةُ فِی الْفُقَرَاءِ مِنْهُمْ، لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الْوَصِیَّةِ الْقُرْبَةُ وَهِیَ فِیْ سَدِّ الْخَلَّةِ وَرَدِّ الْجَوْعَةِ ۔

وَهٰذِهِ الْاَسَامِیْ تُشْعِرُ بِتَحَقُّقِ الْحَاجَةِ فَجَازَ حَمْلُهٗ عَلَی الْفُقَرَاءِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَوْصٰی لِشُبَّانِ

بَنِی فُلَانٍ وَهُمْ لَا يُحْصَوْنَ أَوْ لِأَيَامَى بَنِي فُلَانٍ وَهُمْ لَا يُحْصَوْنَ حَيْثُ تَبْطُلُ الْوَصِيَّةُ، لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي اللَّفْظِ مَا يُنْبِئُ عَنِ الْحَاجَةِ فَلَا يُمْكِنُ صَرْفُهُ إِلَى الْفُقَرَاءِ، وَلَا يُمْكِنُ تَصْحِيحُهُ تَمْلِيكًا فِي حَقِّ الْكُلِّ لِلْجَهَالَةِ الْمُتَفَاحِشَةِ وَتَعَذُّرِ الصَّرْفِ إِلَيْهِمْ، وَفِي الْوَصِيَّةِ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ يَجِبُ الصَّرْفُ إِلَى اثْنَيْنِ مِنْهُمْ اعْتِبَارًا لِمَعْنَى الْجَمْعِ، وَأَقَلُّهُ اثْنَانِ فِي الْوَصَايَا عَلَى مَا مَرَّ.

اور جب کسی انسان نے فلاں کی آل کے لئے وصیت کی ہے تو وہ وصیت فلاں کے اہل بیت کے لئے ہو جائے گی۔ اس لئے کہ آل اس قبیلے کو کہتے ہیں جس کی جانب فلاں کو منسوب کیا جائے۔ اور جب کسی شخص فلاں کے لئے وصیت کی ہے تو اس میں فلاں کا باپ اور اس کا دادا یہ دونوں شامل ہوں گے۔ کیونکہ باپ بیت کی اصل ہے۔

اور جب موصی نے اپنے نسب والے یا اپنی جنس کے لئے وصیت کی ہے تو نسب ان لوگوں سے عبارت ہوگا۔ جن کی طرف موصی کو مضاف کیا جاتا ہے۔ اور نسب آباء کی جانب سے ہوا کرتا ہے۔ اور اس کی جنس اس کے باپ کے اہل بیت میں سے ہے اس کی ماں سے نہ ہوگی۔ اس لئے آدمی باپ کی جنس سے سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ قرابت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ قرابت یہ ماں باپ دونوں کی جانب سے ہوتی ہے۔

اور جب موصی نے بنوفلاں کے یتیموں کے لئے یا ان کے اندھوں کے لئے یا ان کے اپاہجوں کے لئے یا اس نے ان کی بیواؤں کے لئے وصیت کی تو جب وصیت کیے گئے اس حالت میں ہیں کہ ان کو شمار کر لیا جائے گا۔ تو وصیت میں ان کے فقراء، ان کے مددگار اور ان کے مرد و عورتیں سب شامل ہیں۔ کیونکہ ان کے حق میں تملیک کو ثابت کرنا ممکن ہے۔ اور وصیت تملیک ہے۔ اور جب ان کو شمار کرنا ناممکن ہے تو وصیت ان کے فقراء کے لئے ہوگی۔ کیونکہ وصیت کا مقصد عبادت ہے۔ اور عبادت ضرورت کو دور کرنے اور بھوک کو ختم کرنے کے لئے ہوتی ہے اور یہ اسماء ضرورت کے ثبوت کی خبر دے رہے ہیں۔ پس اس کو فقراء پر محمول کرنا جائز ہے۔

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب موصی نے بنوفلاں کے لئے وصیت کی ہے اور ان کو شمار کرنا بھی ممکن ہے یا بنوفلاں کے ایامی (غیر شادی شدہ بچے بچیاں) کے لئے وصیت کی ہے اور ان کو شمار کرنا ناممکن ہے تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اس لفظ میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ضرورت کی خبر دینے والی ہے۔ پس اس کو فقراء کی جانب پھیرنا ممکن نہیں ہے۔ اور سب کو مالک بنا کر وصیت کو درست کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ جہالت سخت ہے۔ اور وصیت کی سب کی جانب سے کرنا ناممکن ہے۔ اور فقراء و مسکینوں میں جمع کے معنی کا اعتبار کرتے ہوئے ان میں سے دو کی جانب پھیرنا لازم ہے۔ اور وصایا میں جمع کی کم از کم تعداد دو ہے۔ جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

بنوفلاں کی وصیت میں عورتوں یا مردوں کا شامل ہونے کا بیان

وَلَوْ أَوْصَى لِبَنِي فُلَانٍ يَدْخُلُ فِيهِمُ الْإِنَاثُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ أَوَّلَ قَوْلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُهُمَا لِأَنَّ

جَمْعَ الذُّكُورِ يَتَنَاوَلُ الْإِنَاثَ، ثُمَّ رَجَعَ وَقَالَ : يَتَنَاوَلُ الذُّكُورَ خَاصَّةً لِاَنَّ حَقِيْقَةَ الْاِسْمِ لِلذُّكُورِ وَانْتِظَامُهُ لِلْإِنَاثِ تَجَوُّزٌ وَالْكَلَامُ لِحَقِيْقَتِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ بَنُو فُلَانٍ اسْمَ قَبِيلَةٍ أَوْ فَخِذٍ حَيْثُ يَتَنَاوَلُ الذُّكُورَ وَالْإِنَاثَ لِاَنَّهُ لَيْسَ يُرَادُ بِهَا اَعْيَانُهُمْ إِذْ هُوَ مُجَرَّدُ الْاِنْتِسَابِ كَبَنِي آدَمَ وَلِهٰذَا يَدْخُلُ فِيْهِ مَوْلَى الْعَتَاقَةِ وَالْمُوَالَاةِ وَحُلَفَاؤُهُمْ .

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى لِوَلَدِ فُلَانٍ فَالْوَصِيَّةُ بَيْنَهُمْ وَالذَّكَرُ وَالْاُنْثٰى فِيْهِ سَوَاءٌ) لِاَنَّ اسْمَ الْوَلَدِ يَنْتَظِمُ الْكُلَّ انْتِظَامًا وَاحِدًا .

(وَمَنْ اَوْصٰى لِوَرَثَةِ فُلَانٍ فَالْوَصِيَّةُ بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ) لِاَنَّهُ لَمَّا نَصَّ عَلٰى لَفْظِ الْوَرَثَةِ آذَنَ ذٰلِكَ بِاَنَّ قَصْدَهُ التَّفْضِيلُ كَمَا فِي الْمِيرَاثِ .

اور جب موصی نے بنوفلاں کے لئے وصیت کی ہے تو امام اعظم کے پہلے قول کے مطابق اس میں عورتیں شامل ہوں گی اور صاحبین کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ جو جمع مذکر ہو وہ عورتوں کو بھی شامل ہوتی ہے۔ اس کے بعد امام اعظم نے اس سے رجوع کیا ہے اور اس طرح فرمایا ہے کہ یہ جمع صرف مردوں کو شامل ہوگی۔ کیونکہ اس لفظ کی حقیقت صرف مردوں کے لئے ہے اور اس میں عورتیں مجازی طور پر شامل ہوتی ہیں۔ اور کلام اپنی حقیقت پر محمول ہونے والا ہے۔ بہ خلاف اس صورت مسئلہ کے کہ جب بنوفلاں قبیلہ یا فخذ کا نام لیا ہے پس یہ مردوں اور عورتوں کو شامل ہوگا۔ کیونکہ اس سے ان کے اعیان کی مراد نہیں لی جاتی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ محض انتساب ہے، جس طرح بنو آدم ہے۔ کیونکہ اس میں مولیٰ عتاقہ اور مولی الموالات اور ان کے تابعین بھی شامل ہیں۔

فرمایا جب موصی نے فلاں کے بچے کے لئے وصیت کی ہے۔ تو ایسی وصیت ان کے درمیان مشترکہ ہوگی اور اس میں مرد وعورت دونوں برابر کے شریک ہوں گے۔ کیونکہ ولد کا لفظ انتظام واحد کے ساتھ ساروں کو شامل ہے۔

اور جب موصی نے فلاں کے وارثوں کے لئے وصیت کی ہے تو وصیت ان کے درمیان اس طرح ہوگی کہ ہر مذکر مونث کے مقابلے میں دوگنا ملے گی۔ کیونکہ جب موصی ورثاء کا لفظ کی صراحت کرنے والا ہے تو اس نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس کا قصد ترجیح کا ہے۔ جس طرح میراث میں ہوا کرتا ہے۔

موصی کا موالی کے لئے وصیت کرنے کا بیان

وَمَنْ اَوْصٰى لِمَوَالِيهِ وَلَهُ مَوَالٍ اَعْتَقَهُمْ وَمَوَالٍ اَعْتَقُوهُ فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي بَعْضِ كُتُبِهِ : إِنَّ الْوَصِيَّةَ لَهُمْ جَمِيعًا، وَذَكَرَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اَنَّهُ يُوقَفُ حَتّٰى يُصَالِحُوا . لَهُ اَنَّ الْاِسْمَ يَتَنَاوَلُهُمْ لِاَنَّ كُلًّا مِنْهُمْ يُسَمّٰى مَوْلًى فَصَارَ كَالْاِخْوَةِ .

وَلَنَا اَنَّ الْجِهَةَ مُخْتَلِفَةٌ لِاَنَّ اَحَدَهُمَا يُسَمّٰى مَوْلَى النِّعْمَةِ وَالْآخَرُ مُنْعَمٌ عَلَيْهِ فَصَارَ مُشْتَرَكًا

فَلَا يَنْتَظِمُهُمَا لَفْظٌ وَاحِدٌ فِي مَوْضِعِ الْإِثْبَاتِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ مَوَالِيَ فُلَانٍ حَيْثُ يَتَنَاوَلُ الْأَعْلَى وَالْأَسْفَلَ لِأَنَّهُ مَقَامُ النَّفْيِ وَلَا تَنَافِيَ فِيهِ، وَيَدْخُلُ فِي هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ مَنْ أَعْتَقَهُ فِي الصِّحَّةِ وَالْمَرَضِ، وَلَا يَدْخُلُ مُدَبَّرُوهُ وَأُمَّهَاتُ أَوْلَادِهِ لِأَنَّ عِتْقَ هٰؤُلَاءِ يَثْبُتُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْوَصِيَّةُ تُضَافُ إِلَى حَالَةِ الْمَوْتِ فَلَا بُدَّ مِنْ تَحَقُّقِ الْإِسْمِ قَبْلَهُ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُمْ يَدْخُلُونَ لِأَنَّ سَبَبَ الْاِسْتِحْقَاقِ لَازِمٌ، وَيَدْخُلُ فِيهِ عَبْدٌ قَالَ لَهُ مَوْلَاهُ إِنْ لَمْ أَضْرِبْكَ فَأَنْتَ حُرٌّ لِأَنَّ الْعِتْقَ يَثْبُتُ قُبَيْلَ الْمَوْتِ عِنْدَ تَحَقُّقِ عَجْزِهِ، وَلَوْ كَانَ لَهُ مَوَالٍ وَأَوْلَادُهُ مَوَالٍ وَمَوَالِي مُوَالَاةٍ يَدْخُلُ فِيهَا مُعْتَقُوهُ وَأَوْلَادُهُمْ دُونَ مَوَالِي الْمُوَالَاةِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُمْ يَدْخُلُونَ أَيْضًا وَالْكُلُّ شُرَكَاءُ لِأَنَّ الْإِسْمَ يَتَنَاوَلُهُمْ عَلَى السَّوَاءِ .

وَمُحَمَّدٌ يَقُولُ : الْجِهَةُ مُخْتَلِفَةٌ، فِي الْمُعْتَقِ الْإِنْعَامُ، وَفِي الْمَوَالِي عَقْدُ الْاِلْتِزَامِ وَالْإِعْتَاقُ لَازِمٌ فَكَانَ الْإِسْمُ لَهُ أَحَقَّ، وَلَا يَدْخُلُ فِيهِمْ مَوَالِي الْمَوَالِي لِأَنَّهُمْ مَوَالِي غَيْرِهِ حَقِيقَةً، بِخِلَافِ مَوَالِيهِ وَأَوْلَادِهِمْ لِأَنَّهُمْ يُنْسَبُونَ إِلَيْهِ بِإِعْتَاقٍ وُجِدَ مِنْهُ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مَوَالٍ وَلَا أَوْلَادُ الْمَوَالِي لِأَنَّ اللَّفْظَ لَهُمْ مَجَازٌ فَيُصْرَفُ إِلَيْهِ عِنْدَ تَعَذُّرِ اعْتِبَارِ الْحَقِيقَةِ .

جب موصی نے اپنے موالی کے لئے وصیت کی ہے اور موصی کے پاس بعض موالی بھی ہیں جن کو موصی نے آزاد کیا ہے اور کچھ موالی ایسے بھی ہیں جنہوں نے موصی کو آزاد کیا ہے تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ جبکہ فقہ شافعی کی بعض کتب میں امام شافعی ﷫ نے کہا ہے کہ وصیت ان سب کے لئے ہوگی۔ اور دوسرے مقام پر انہوں نے کہا ہے کہ روک دیا جائے گا حتیٰ کہ موالی صلح کر لیں۔

حضرت امام شافعی ﷫ کی دلیل یہ ہے کہ موالی ان سب کو شامل ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک مولیٰ کہا جاتا ہے پس یہ اخوت کی طرح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ طرف مختلف ہے کیونکہ ان میں سے ایک مولیٰ نعمہ کہا جاتا ہے جبکہ دوسرے کو مولیٰ منعم کہا جاتا ہے پس یہ لفظ مشترک ہو جائے گا۔ پس ثبوت کی جگہ پر یہ اکیلا لفظ دونوں کو شامل نہ ہوگا بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ فلاں کے موالی سے کلام نہ کرے گا۔ یہ اوپر والے اور نیچے والے سب کو شامل ہوگا۔ کیونکہ یہ مقام نفی ہے۔ اور اس میں کوئی منافات بھی نہیں ہے۔

اور اسی وصیت کے اندر وہ موالی بھی شامل ہو جائیں گے جن کو موصی نے تندرستی کی حالت اور مرض کی حالت میں آزاد کیا ہے۔ جبکہ موصی کے مدبر اور اس کی امہات اولاد شامل نہ ہوں گی۔ کیونکہ ان کی آزادی موت کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ اور وصیت موت کی حالت کی جانب مضاف ہے۔ پس اس کا ثابت ہونا لازم ہے۔

حضرت امام ابو یوسف ﷫ سے روایت ہے کہ یہ لوگ بھی وصیت میں شامل ہیں۔ کیونکہ ان میں حقدار ہونے کا سبب لازم

ہے۔ اور اس میں وہ غلام بھی شامل ہوں گے جس کو اس کے آقا نے کہہ دیا ہے کہ جب میں تجھ کو نہ ماروں تو تو آزاد ہے اس لئے مرنے سے پہلے مولی مارنے سے عاجز ہو جائے گا۔ تو اس کے لئے آزادی ثابت ہو جائے گی۔

اور جب موصی کے موالی ہیں اور موالی کی اولاد بھی ہے اور موالی موالات بھی ہیں۔ تو موصی کے آزاد کردہ اور ان کی اولاد میں وصیت شامل ہو جائے گی۔ اور موالی موالات شامل نہ ہوں گے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ موالی موالات بھی شامل ہوں گے۔ اور وہ سب شامل ہوں گے۔ کیونکہ موالی کا لفظ سب کو برابر طور پر شامل ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جہت میں اختلاف ہے پس معتق انعام کی جانب ہوگا۔ اور موالی میں عقد کو لازم کرنے کی جہت ہے۔ اور آزادی لازم ہے۔ اور یہ لفظ معتق کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ اور اس میں موالی کے موالی شامل نہ ہوں گے۔ کیونکہ حقیقت کے مطابق یہ موصی کے سوا موالی ہیں جبکہ موصی کے موالی اور ان کی اولاد میں ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ آزادی میں موصی کی جانب سے اس طرح مضاف ہیں جو موصی کی جانب سے پایا گیا ہے۔ اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب موصی کے موالی اور ان کے اولاد کچھ بھی نہ ہوں کیونکہ ان کے لئے موالی کا لفظ مجازی طور پر ہے۔ پس حقیقت کا اعتبار ناممکن ہونے کے سبب اس کا مجاز کی جانب پھیر دیا جائے گا۔

موصی کا ایک معتق اور موالی الموالات ہونے کا بیان

وَلَوْ كَانَ لَهُ مُعْتَقٌ وَاحِدٌ وَمَوَالِي الْمَوَالِي فَالنِّصْفُ لِمُعْتَقٍ وَالْبَاقِي لِلْوَرَثَةِ لِتَعَذُّرِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْحَقِيقَةِ وَالْمَجَازِ، وَلَا يَدْخُلُ فِيهِ مَوَالٍ أَعْتَقَهُمْ ابْنُهُ أَوْ أَبُوهُ لِأَنَّهُمْ لَيْسُوا بِمَوَالِيهِ لَا حَقِيقَةً وَلَا مَجَازًا، وَإِنَّمَا يُحْرِزُ مِيرَاثَهُمْ بِالْعُصُوبَةِ، بِخِلَافِ مُعْتَقِ الْبَعْضِ لِأَنَّهُ يُنْسَبُ إِلَيْهِ بِالْوَلَاءِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور جب موصی کا ایک معتق ہے اور اس کے موالی الموالات بھی ہیں تو تہائی کا نصف اس کے معتق کے لئے ہوگا اور بقیہ ورثاء کے لئے ہوگا۔ کیونکہ حقیقت اور مجاز کو جمع کرنا ناممکن ہے۔

اور اس میں وہ موالی شامل نہ ہوں گے۔ جن کو موصی کے بیٹے یا باپ نے آزاد کیا ہے کیونکہ وہ حقیقی یا مجازی طور پر کسی طرح بھی موصی کے موالی نہیں ہیں۔ اور موصی عصبہ ہونے کے سبب سے ان کی میراث لیتا ہے۔ جبکہ معتق کے معتق میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ولاء کے سبب موصی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالسُّكْنَى وَالْخِدْمَةِ وَالثَّمَرَةِ

﴿یہ باب رہائش، خدمت اور پھل کی وصیت کے بیان میں ہے﴾

باب سکنی وخدمت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب اعیان سے متعلق احکام وصیت سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے ان اعیان سے متعلق منافع کی وصیت کے بیان کو شروع کیا ہے۔ اور اس باب کے مؤخر ہونے کا سبب ومناسبت واضح ہے کہ منافع ہمیشہ اعیان کے بعد آتے ہیں۔ کیونکہ وضعی اعتبار سے بھی منافع کا وجود اعیان کے وجود سے مؤخر ہوتا ہے۔

غلام کی خدمت ومکان کی رہائش کے لئے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ الْوَصِيَّةُ بِخِدْمَةِ عَبْدِهِ وَسُكْنَى دَارِهِ سِنِينَ مَعْلُومَةً وَتَجُوزُ بِذَلِكَ اَبَدًا) لِاَنَّ الْمَنَافِعَ يَصِحُّ تَمْلِيكُهَا فِي حَالَةِ الْحَيَاةِ بِبَدَلٍ وَغَيْرِ بَدَلٍ، فَكَذَا بَعْدَ الْمَمَاتِ لِحَاجَتِهِ كَمَا فِي الْاَعْيَانِ، وَيَكُونُ مَحْبُوسًا عَلَى مِلْكِهِ فِي حَقِّ الْمَنْفَعَةِ حَتَّى يَتَمَلَّكَهَا الْمُوصَى لَهُ عَلَى مِلْكِهِ كَمَا يَسْتَوْفِي الْمَوْقُوفُ عَلَيْهِ مَنَافِعَ الْوَقْفِ عَلَى حُكْمِ مِلْكِ الْوَاقِفِ، وَتَجُوزُ مُؤَقَّتًا وَمُؤَبَّدًا كَمَا فِي الْعَارِيَّةِ فَإِنَّهَا تَمْلِيكٌ عَلَى اَصْلِنَا، بِخِلَافِ الْمِيرَاثِ لِاَنَّهُ خِلَافَةٌ فِيمَا يَتَمَلَّكُهُ الْمُوَرِّثُ وَذَلِكَ فِي عَيْنٍ تَبْقَى وَالْمَنْفَعَةُ عَرَضٌ لَا يَبْقَى، وَكَذَا الْوَصِيَّةُ بِغَلَّةِ الْعَبْدِ وَالدَّارِ لِاَنَّهُ بَدَلُ الْمَنْفَعَةِ فَاَخَذَ حُكْمَهَا وَالْمَعْنَى يَشْمَلُهُمَا۔

فرمایا کہ اپنے غلام کو بطور خدمت اور اپنے گھر کو بطور رہائش پر دینے کے لئے معین چند سالوں کی وصیت کرنا جائز ہے۔ اور ان کی وصیت ہمیشہ کے لئے بھی جائز ہے۔ کیونکہ زندگی میں حالت میں بدل اور غیر بدل دونوں کے ساتھ منافع کی تمیک درست ہے۔ پس یہ موت کے بعد بھی درست ہوگی۔ اس کے لئے موصی کو اس ضرورت ہے۔ جس طرح اعیان میں ہے۔ اور موصی بہ منافع کے حق میں موصی کی ملکیت پر روک دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ موصی لہ موصی کی ملکیت پر منافع کا مالک بن جائے گا۔ جس طرح وقف کے منافع موقوف علیہ کو واقف کی ملکیت کے حکم پر حاصل ہوتے ہیں۔

اور اس طرح کی وصیت ابدی اور موقتی دونوں طرح جائز ہے۔ جس طرح عاریت میں ہے کیونکہ عاریت ہماری اصل پر ملکیت ہے۔ جبکہ منافع عرض ہوتے ہیں جو باقی رہنے والے نہیں ہیں۔ اور اسی حکم کے مطابق غلام اور مکان کی آمدنی کی وصیت کرنا

ہے۔ کیونکہ منافع کا بدل ہے۔ پس آمدنی یہ منفعت کا حکم لینے والی ہے۔ اور حکم ان دونوں کو شامل ہوگا۔

غلام کی گردن تہائی سے نکل جانے پر اس کو موصی لہ کے حوالے کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ خَرَجَتْ رَقَبَةُ الْعَبْدِ مِنَ الثُّلُثِ يُسَلَّمُ إِلَيْهِ لِيَخْدُمَهُ) لِأَنَّ حَقَّ الْمُوْصٰى لَهُ فِي الثُّلُثِ لَا يُزَاحِمُهُ الْوَرَثَةُ (وَإِنْ كَانَ لَا مَالَ لَهُ غَيْرُهُ خَدَمَ الْوَرَثَةَ يَوْمَيْنِ وَالْمُوْصٰى لَهُ يَوْمًا) لِأَنَّ حَقَّهُ فِي الثُّلُثِ وَحَقَّهُمْ فِي الثُّلُثَيْنِ كَمَا فِي الْوَصِيَّةِ فِي الْعَيْنِ وَلَا تُمْكِنُ قِسْمَةُ الْعَبْدِ أَجْزَاءً لِأَنَّهُ لَا يَتَجَزَّأُ فَصِرْنَا إِلَى الْمُهَايَاةِ إِيفَاءً لِلْحَقَّيْنِ، بِخِلَافِ الْوَصِيَّةِ بِسُكْنَى الدَّارِ إِذَا كَانَتْ لَا تَخْرُجُ مِنَ الثُّلُثِ حَيْثُ تُقْسَمُ عَيْنُ الدَّارِ ثَلَاثًا لِلِانْتِفَاعِ لِأَنَّهُ يُمْكِنُ الْقِسْمَةُ بِالْأَجْزَاءِ وَهُوَ أَعْدَلُ لِلتَّسْوِيَةِ بَيْنَهُمَا زَمَانًا وَذَاتًا، وَفِي الْمُهَايَاةِ تَقْدِيمُ أَحَدِهِمَا زَمَانًا ۔

وَلَوِ اقْتَسَمُوا الدَّارَ مُهَايَاةً مِنْ حَيْثُ الزَّمَانُ تَجُوزُ أَيْضًا لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمْ، إِلَّا أَنَّ الْأَوَّلَ وَهُوَ الْأَعْدَلُ أَوْلٰى، وَلَيْسَ لِلْوَرَثَةِ أَنْ يَبِيعُوا مَا فِي أَيْدِيهِمْ مِنْ ثُلُثَيِ الدَّارِ ۔ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ لَهُمْ ذٰلِكَ لِأَنَّهُ خَالِصُ مِلْكِهِمْ ۔

وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ حَقَّ الْمُوْصٰى لَهُ ثَابِتٌ فِي سُكْنَى جَمِيعِ الدَّارِ بِأَنْ ظَهَرَ لِلْمَيِّتِ مَالٌ آخَرُ وَتَخْرُجُ الدَّارُ مِنَ الثُّلُثِ، وَكَذَا لَهُ حَقُّ الْمُزَاحَمَةِ فِيمَا فِي أَيْدِيهِمْ إِذَا خَرِبَ مَا فِي يَدِهِ ۔ وَالْبَيْعُ يَتَضَمَّنُ إِبْطَالَ ذٰلِكَ فَمُنِعُوا عَنْهُ ۔

فرمایا کہ جب غلام کی گردن تہائی سے نکل جائے تو غلام کو موصی لہ کے حوالے کیا جائے گا۔ کہ غلام اس کی خدمت کرے۔ کیونکہ موصی لہ کا حق تہائی میں ہے۔ اور اس میں اس کے ورثاء مزاحمت کرنے والے نہ ہوں گے۔ اور جب غلام کے سوا موصی کے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ تو غلام دو دن وارثوں کی خدمت کرے گا اس لئے موصی لہ کا حق ثابت ہو چکا ہے۔ اور وارثوں کا حق دو تہائی میں ہے۔ جس طرح عین کی حفاظت میں ہے۔ اور حصے کرتے ہوئے غلام کو بانٹنا ناممکن ہے۔ کیونکہ غلام اجزاء نہیں ہوتے۔ پس ان دونوں حقوق کو ثابت کرنے کے لئے ہم نے مہایات کی طرف رخ کرلیا ہے۔ اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب کسی نے گھر کی وصیت کی ہے اور وہ تہائی سے نکلنے والی نہیں ہے۔ تو فائدہ حاصل کرنے کے لئے مکان کے عین کو تین حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ اس لئے کہ حصوں کے ساتھ تقسیم ممکن ہے۔ اور ان کے درمیان وقت اور ذاتی طور پر برابر ہونا ہی زیادہ اچھا ہے۔ اور مہایات میں سے کسی ایک کی تقدیم ہے۔

اور جب انہوں نے وقت کے اعتبار سے مکان کو مہایات کے طور پر بانٹ دیا ہے تو بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ ان کا حق ہے۔ مگر پہلا اولی ہے۔ اور زیادہ عدل اسی میں ہے۔ اور وارثوں کے لئے یہ حق نہ ہوگا۔ کہ ان قبضہ میں مکان کے جو دو تہائی ہیں وہ اس کو بیچ دیں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وارثوں کو بیچ دینے کا حق ہوگا۔ کیونکہ یہ خاص انہی کی ملکیت ہے۔ جبکہ ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ موصی لہ کا حق پورے مکان کی رہائش میں ثابت ہے۔ اور وہ بھی اس طرح ہوگا کہ میت کے لئے دوسرا مال ظاہر ہو جائے۔ اور مکان تہائی سے نکل جائے۔ پس موصی لہ کو اس مکان میں جو وارثوں کے قبضہ میں ہے مزاحمت کا حق ہوگا کہ جب وہ مکان خراب ہو جائے۔ جو موصی لہ کے قبضہ میں ہے۔ کیونکہ اس کے حق میں بیع باطل ہونے کو لازم ہے۔ پس وارثوں کو اس سے روک دیا جائے گا۔

موصی لہ کی موت کے سبب موصی بہ کا ورثاء کی طرف لوٹ جانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَاتَ الْمُوْصَى لَهُ عَادَ إِلَى الْوَرَثَةِ) لِأَنَّ الْمُوْصِيَ أَوْجَبَ الْحَقَّ لِلْمُوْصَى لَهُ لِيَسْتَوْفِيَ الْمَنَافِعَ عَلَى حُكْمِ مِلْكِهِ، فَلَوْ انْتَقَلَ إِلَى وَارِثِ الْمُوْصَى لَهُ اسْتَحَقَّهَا ابْتِدَاءً مِنْ مِلْكِ الْمُوْصِيْ مِنْ غَيْرِ مَرْضَاتِهِ وَذَلِكَ لَا يَجُوْزُ .

(وَلَوْ مَاتَ الْمُوْصَى لَهُ فِي حَيَاةِ الْمُوْصِيْ بَطَلَتْ) لِأَنَّ إِيجَابَهَا تَعَلَّقَ بِالْمَوْتِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ .

وَلَوْ أَوْصَى بِغَلَّةِ عَبْدِهِ أَوْ دَارِهِ فَاسْتَخْدَمَهُ بِنَفْسِهِ أَوْ سَكَنَهَا بِنَفْسِهِ قِيْلَ يَجُوْزُ ذَلِكَ لِأَنَّ قِيمَةَ الْمَنَافِعِ كَعَيْنِهَا فِي تَحْصِيلِ الْمَقْصُوْدِ .

وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ لَا يَجُوْزُ لِأَنَّ الْغَلَّةَ دَرَاهِمُ أَوْ دَنَانِيرُ وَقَدْ وَجَبَتْ الْوَصِيَّةُ بِهَا، وَهَذَا اسْتِيفَاءُ الْمَنَافِعِ وَهُمَا مُتَغَايِرَانِ وَمُتَفَاوِتَانِ فِي حَقِّ الْوَرَثَةِ، فَإِنَّهُ لَوْ ظَهَرَ دَيْنٌ يُمْكِنُهُمْ أَدَاؤُهُ مِنْ الْغَلَّةِ بِالِاسْتِرْدَادِ مِنْهُ بَعْدَ اسْتِغْلَالِهَا وَلَا يُمْكِنُهُمْ مِنْ الْمَنَافِعِ بَعْدَ اسْتِيفَائِهَا بِعَيْنِهَا،

فرمایا کہ جب موصی لہ فوت ہو جائے تو موصی بہ وارثوں کی جانب لوٹ کر آ جائے گی۔ کیونکہ موصی نے موصی لہ کے لئے حق کو ثابت کر دیا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کی ملکیت پر منافع وصول کرے۔ اور جب موصی بہ موصی لہ کے وارث کی جانب منتقل ہو جائے تو وارث موصی کی جانب سے اس کی رضامندی کے بغیر ابتدائی طور پر منافع کا حقدار بن جائے گا اور یہ جائز ہے۔ اور جب موصی لہ زندگی میں فوت ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ وصیت کا ایجاب موصی کی موت پر معلق ہو چکا ہے۔ جس طرح ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔

اور جب موصی نے اپنے غلام یا مکان کی آمدنی کی وصیت کی ہے اس کے بعد موصی لہ نے خود غلام سے خدمت لی ہے یا وہ مکان میں خود رہنا شروع ہو گیا ہے تو ایک قول کے مطابق یہ جائز ہے۔ اس لئے منافع کی قیمت مقصد کے حصول میں عین منافع کی طرح ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جبکہ زیادہ درست یہ ہے کہ اس طرح جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آمدنی دراہم یا دنانیر ہے۔ اور وصیت بھی ان کی ہے۔ جبکہ منافع وصولی ہے۔ جبکہ یہ دونوں مغائر ہیں۔ اور یہ وارثوں کے حق میں متفاوت بھی ہیں۔ پس جب مرتہ کے

حق میں قرض دینا پڑ جائے تو موصی لہ کے منافع سے آنے والی آمدنی کو ورثاء لیں گے اور اس سے میت کا قرض ادا کریں گے۔ جبکہ جب منافع کا عین ہو تو وہاں پر منافع کے بعد قرض کی ادائیگی ناممکن ہوتی ہے۔

موصی لہ کا خدمت والے غلام یا مکان کو اجرت پر دینے کی ممانعت کا بیان

وَلَيْسَ لِلْمُوْصٰى لَهٗ بِالْخِدْمَةِ وَالسُّكْنٰى اَنْ يُؤَاجِرَ الْعَبْدَ اَوِ الدَّارَ ۔ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَهٗ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ بِالْوَصِيَّةِ مَلَكَ الْمَنْفَعَةَ فَيَمْلِكُ تَمْلِيكَهَا مِنْ غَيْرِهٖ بِبَدَلٍ اَوْ غَيْرِ بَدَلٍ لِاَنَّهَا كَالْاَعْيَانِ عِنْدَهٗ، بِخِلَافِ الْعَارِيَّةِ لِاَنَّهَا اِبَاحَةٌ عَلٰى اَصْلِهٖ وَلَيْسَ بِتَمْلِيكٍ وَلَنَا اَنَّ الْوَصِيَّةَ تَمْلِيكٌ بِغَيْرِ بَدَلٍ مُضَافٍ اِلٰى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَلَا يَمْلِكُ تَمْلِيكَهٗ بِبَدَلٍ اعْتِبَارًا بِالْاِعَارَةِ فَاِنَّهَا تَمْلِيكٌ بِغَيْرِ بَدَلٍ فِيْ حَالَةِ الْحَيَاةِ عَلٰى اَصْلِنَا، وَلَا يَمْلِكُ الْمُسْتَعِيْرُ الْاِجَارَةَ لِاَنَّهَا تَمْلِيكٌ بِبَدَلٍ، كَذَا هٰذَا .

وَتَحْقِيقُهٗ اَنَّ التَّمْلِيكَ بِبَدَلٍ لَازِمٌ وَبِغَيْرِ بَدَلٍ غَيْرُ لَازِمٍ، وَلَا يَمْلِكُ الْاَقْوٰى بِالْاَضْعَفِ وَالْاَكْثَرَ بِالْاَقَلِّ، وَالْوَصِيَّةُ تَبَرُّعٌ غَيْرُ لَازِمٍ اِلَّا اَنَّ الرُّجُوْعَ لِلْمُتَبَرِّعِ لَا لِغَيْرِهٖ وَالْمُتَبَرِّعُ بَعْدَ الْمَوْتِ لَا يُمْكِنُهُ الرُّجُوْعُ فَلِهٰذَا انْقَطَعَ، اَمَّا هُوَ فِيْ وَضْعِهٖ فَغَيْرُ لَازِمٍ، وَلِاَنَّ الْمَنْفَعَةَ لَيْسَتْ بِمَالٍ عَلٰى اَصْلِنَا وَفِيْ تَمْلِيكِهَا بِالْمَالِ اِحْدَاثُ صِفَةِ الْمَالِيَّةِ فِيهَا تَحْقِيقًا لِلْمُسَاوَاةِ فِيْ عَقْدِ الْمُعَاوَضَةِ، فَاِنَّمَا تَثْبُتُ هٰذِهِ الْوِلَايَةُ لِمَنْ يَمْلِكُهَا تَبَعًا لِمِلْكِ الرَّقَبَةِ، اَوْ لِمَنْ يَمْلِكُهَا بِعَقْدِ الْمُعَاوَضَةِ حَتّٰى يَكُوْنَ مُمَلِّكًا لَهَا بِالصِّفَةِ الَّتِيْ تَمَلَّكَهَا، اَمَّا اِذَا تَمَلَّكَهَا مَقْصُوْدَةً بِغَيْرِ عِوَضٍ ثُمَّ مَلَّكَهَا بِعِوَضٍ كَانَ مُمَلِّكًا اَكْثَرَ مِمَّا تَمَلَّكَهٗ مَعْنًى وَهٰذَا لَا يَجُوْزُ،

اور موصی لہ کے لئے جو خدمت والا غلام یا مکان ہے اس میں اس کے لئے اس غلام کو یا مکان کو اجرت دینے کا حق نہ ہوگا جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کو یہ حق ہوگا کیونکہ وصیت کے سبب موصی لہ منفعت کا مالک بن چکا ہے۔ پس وہ اپنے سوا کو بھی اس منفعت کا مالک بنانے کا حق رکھتا ہے۔ اگر چہ وہ کسی بدل کے عوض میں ہو یا سوائے بدل کے ہو۔ اس لئے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک منفعت اعیان کی طرح ہے۔ جبکہ عاریت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے قانون کے مطابق عاریت مباح ہے تملیک نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ وصیت بدل کے سوا تملیک ہے۔ جو مابعد موت کی جانب منسوب ہے پس عاریت پر قیاس کرتے ہوئے موصی لہ بدل کے ذریعے اس تملیک کا مالک نہ بنے گا۔ کیونکہ ہمارے قانون کے مطابق عاریت زندگی کی حالت میں بغیر بدل کے تملیک ہے۔ اور مستعیر اجارے کا مالک نہ ہوگا۔ کیونکہ اجارہ بدل کے بدلے میں تملیک ہے۔ اور یہ بھی اسی طرح ہے۔ اور اس کا

ثبوت یہ ہے کہ تملیک بہ بدل لازم ہے جبکہ غیر کا بدل لازم نہیں ہے۔ اور کمزور کے ذریعے طاقت والا اور قلیل کے ذریعے کثیر مملوک بننے والا نہیں ہے۔ جبکہ وصیت ایک غیر لازم احسان ہے۔ پس احسان کرنے والے اور اس کے غیر کسی کو بھی رجوع کا حق نہ ہوگا اور موت کے بعد احسان کرنے والا کے لئے رجوع کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس رجوع ختم ہو چکا ہے۔ جبکہ وصیت اپنے وضع کے اعتبار سے لازم نہیں ہے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ ہمارے قاعدے کے مطابق منفعت مال نہیں ہے اور مال کے ذریعے اس کو مالک بنانے میں عقد معاوضہ میں برابری کو ثابت کرنے کے لئے منفعت کے اندر مال ہونے کا وصف پیدا کرنے والا ہے۔ جو عقد معاوضہ کے سبب منفعت کا مالک بنا ہے۔ حتیٰ کہ جب یہ بندہ جس صفت سے تابع ہونے سے اس کا مالک بنا ہے یہ اسی وصف کے ساتھ اس کی تملیک کا مالک بھی بن جائے گا۔ لیکن جس وقت وہ شخص مقصود بنا کر عوض کے بغیر منفعت کا مالک ہوا ہے اور اس کے بعد بدل لے کر وہ منفعت کا مالک بنائے تو حکم کے اعتبار سے وہ اس سے بھی زیادہ مالک بنانے والا ہوگا جس کا وہ مالک بنا ہے۔ اور اس طرح جائز نہیں ہے۔

موصی لہ کا موصی بہ کو شہر سے باہر لے جانے کا حق نہ ہونے کا بیان

وَلَيْسَ لِلْمُوْصٰى لَهُ اَنْ يُخْرِجَ الْعَبْدَ مِنَ الْكُوفَةِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الْمُوْصٰى لَهُ وَاَهْلُهُ فِيْ غَيْرِ الْكُوفَةِ فَيُخْرِجُهُ اِلٰى اَهْلِهِ لِلْخِدْمَةِ هُنَالِكَ اِذَا كَانَ يَخْرُجُ مِنَ الثُّلُثِ، لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ اِنَّمَا تَنْفُذُ عَلٰى مَا يُعْرَفُ مِنْ مَقْصُوْدِ الْمُوْصِيْ، فَاِذَا كَانُوْا فِيْ مِصْرِهِ فَمَقْصُوْدُهُ اَنْ يُمَكِّنَهُ مِنْ خِدْمَتِهِ فِيْهِ بِدُوْنِ اَنْ يَلْزَمَهُ مَشَقَّةُ السَّفَرِ، وَاِذَا كَانُوْا فِيْ غَيْرِهِ فَمَقْصُوْدُهُ اَنْ يَحْمِلَ الْعَبْدَ اِلٰى اَهْلِهِ لِيَخْدُمَهُمْ .

وَلَوْ اَوْصٰى بِغَلَّةِ عَبْدِهِ اَوْ بِغَلَّةِ دَارِهِ يَجُوْزُ اَيْضًا لِاَنَّهُ بَدَلُ الْمَنْفَعَةِ فَاَخَذَ حُكْمَ الْمَنْفَعَةِ فِيْ جَوَازِ الْوَصِيَّةِ بِهِ، كَيْفَ وَاَنَّهُ عَيْنٌ حَقِيْقَةً لِاَنَّهُ دَرَاهِمُ اَوْ دَنَانِيْرُ فَكَانَ بِالْجَوَازِ اَوْلٰى، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ كَانَ لَهُ ثُلُثُ غَلَّةِ تِلْكَ السَّنَةِ لِاَنَّهُ عَيْنُ مَالٍ يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ بِالْاَجْزَاءِ،

موصی لہ کے لئے یہ حق نہ ہوگا کہ وہ موصی بہ غلام ہونے کی صورت میں اس کو کوفہ سے باہر لے جائے۔ ہاں البتہ جب موصی لہ اور کے گھر والے کسی دوسری جگہ پر رہائش پذیر ہیں۔ تو وہ غلام کو وہاں اپنے گھر والوں کی خدمت کے لئے لے جا سکتا ہے۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے غلام تہائی سے نکلنے والا ہے۔ کیونکہ وصیت اسی طریقے کے مطابق نافذ ہوتی ہے جو موصی کے مقصد سے معلوم ہے۔ اور اگر موصی لہ کے گھر والے شہر میں ہیں۔ اور موصی کا مقصد یہ تھا کہ وہ غلام پر سفر کی سختی مسلط کیے بغیر اسی شہر میں موصی لہ سے خدمت لینے کی طاقت دینا چاہتا ہے۔ اور جب موصی لہ کے گھر والے شہر کے سوا میں ہیں تو موصی کا مقصد یہ ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنے گھر میں لے جائے کہ غلام اس کے اہل خانہ خدمت کرے۔

اور جب موصی نے اپنے غلام یا مکان کی آمدنی کی وصیت کی ہے تو یہ وصیت بھی جائز ہے۔اس لئے کہ یہ منفعت کا بدل ہے۔ پس یہ وصیت کے جواز میں منفعت کا حکم لینے والی ہے۔اور یہ کیونکر حکم نہ لے جبکہ یہ حقیقت عین ہے۔ کیونکہ آمدنی دراہم کی ہے یا دیناروں کی ہے۔ پس اس کی وصیت بدرجہ اولیٰ جائز ہو جائے گی۔اور جب موصی کے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہیں ہے تو موصی لہ کو اس کی آمدنی کا تہائی ملے گا۔ کیونکہ آمدنی مال کا عین ہے۔اور اس میں حصوں کے ساتھ بانٹنے کا احتمال ہے۔

موصی لہ کا اپنے اور ورثاء کے درمیان تقسیم کا بیان

فَلَوْ اَرَادَ الْمُوْصٰى لَهٗ قِسْمَةَ الدَّارِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْوَرَثَةِ لِيَكُوْنَ هُوَ الَّذِىْ يَسْتَغِلُّ ثُلُثَهَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ اِلَّا فِىْ رِوَايَةٍ عَنْ اَبِىْ يُوْسُفَ فَاِنَّهٗ يَقُوْلُ : اَلْمُوْصٰى لَهٗ شَرِيْكُ الْوَارِثِ وَلِلشَّرِيْكِ ذٰلِكَ، فَكَذٰلِكَ لِلْمُوْصٰى لَهٗ، اِلَّا اَنَّا نَقُوْلُ : اَلْمُطَالَبَةُ بِالْقِسْمَةِ تُبْتَنٰى عَلٰى ثُبُوْتِ الْحَقِّ لِلْمُوْصٰى لَهٗ فِيْمَا يُلَاقِيْهِ الْقِسْمَةُ اِذْ هُوَ الْمُطَالِبُ، وَلَا حَقَّ لَهٗ فِىْ عَيْنِ الدَّارِ، وَاِنَّمَا حَقُّهٗ فِى الْغَلَّةِ فَلَا يَمْلِكُ الْمُطَالَبَةَ بِقِسْمَةِ الدَّارِ، وَلَوْ اَوْصٰى لَهٗ بِخِدْمَةِ عَبْدِهٖ وَلِاٰخَرَ بِرَقَبَتِهٖ وَهُوَ يَخْرُجُ مِنَ الثُّلُثِ فَالرَّقَبَةُ لِصَاحِبِ الرَّقَبَةِ وَالْخِدْمَةُ عَلَيْهَا لِصَاحِبِ الْخِدْمَةِ، لِاَنَّهٗ اَوْجَبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَيْئًا مَعْلُوْمًا عَطْفًا مِنْهُ لِاَحَدِهِمَا عَلَى الْاٰخَرِ فَتُعْتَبَرُ هٰذِهِ الْحَالَةُ بِحَالَةِ الْاِنْفِرَادِ .

ثُمَّ لَمَّا صَحَّتِ الْوَصِيَّةُ لِصَاحِبِ الْخِدْمَةِ، فَلَوْ لَمْ يُوْصِ فِى الرَّقَبَةِ مِيْرَاثًا لِلْوَرَثَةِ مَعَ كَوْنِ الْخِدْمَةِ لِلْمُوْصٰى لَهٗ، فَكَذَا اِذَا اَوْصٰى بِالرَّقَبَةِ لِاِنْسَانٍ اٰخَرَ، اِذِ الْوَصِيَّةُ اُخْتُ الْمِيْرَاثِ مِنْ حَيْثُ اِنَّ الْمِلْكَ يَثْبُتُ فِيْهِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ .

وَلَهَا نَظَائِرُ، وَهُوَ مَا اِذَا اَوْصٰى بِاَمَةٍ لِرَجُلٍ وَبِمَا فِىْ بَطْنِهَا لِاٰخَرَ وَهِىَ تَخْرُجُ مِنَ الثُّلُثِ، اَوْ اَوْصٰى لِرَجُلٍ بِخَاتَمٍ وَلِاٰخَرَ بِفَصِّهٖ، اَوْ قَالَ هٰذِهِ الْقَوْصَرَةُ لِفُلَانٍ وَمَا فِيْهَا مِنَ التَّمْرِ لِفُلَانٍ كَانَ كَمَا اَوْصٰى، وَلَا شَىْءَ لِصَاحِبِ الظَّرْفِ فِى الْمَظْرُوْفِ فِىْ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ كُلِّهَا،

اور جب موصی لہ اپنے اور وارثوں کے درمیان مکان کو تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ اس مکان کا تہائی کرائے پر دیدے تو اس کے لئے یہ حق حاصل نہیں ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت کے مطابق اس کے لئے یہ حق حاصل ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ موصی لہ وارث کا شریک ہے۔اور شریک کے لئے یہ حق ہوگا پس موصی لہ کے لئے بھی حق ہوگا۔

مگر ہم یہ بات کہتے ہیں کہ موصی لہ کے لئے تقسیم کا مطالبہ اس چیز میں حق ثابت ہونے پر مبنی ہے جو تقسیم سے ملا ہوا ہے۔ اس لئے کہ مطالب وہی ہے۔اور مکان کے عین میں موصی لہ کا کوئی حق نہیں ہے۔ جبکہ اس کا حق آمدنی ہے پس وہ مکان کی تقسیم کے مطالبہ کا حق رکھنے والا نہ ہوگا۔

اور جب موصی نے کسی شخص کے لئے غلام کی وصیت کی ہے اور دوسرے کے لئے غلام کی گردن کی وصیت کی ہے اور وہ غلام تہائی سے نکل جانے والا ہے۔ تو رقبہ صاحب رقبہ کو ملے گی۔ اور خدمت والے کے لئے اس کی خدمت ہوگی۔ کیونکہ موصی ان میں سے ہر ایک کے لئے معلوم چیز کا ایجاب کر چکا ہے۔ اور اپنی جانب سے ان میں ہر ایک کو دوسرے پر عطف کیا جائے گا۔ پس حالت عطف کو منفرد حالت پر قیاس کریں گے۔

اور جب خدمت والے کے لئے وصیت کی ہے اور اب وہ رقبہ کی وصیت نہ کرتا تو رقبہ وارثوں کے لئے ہوتی۔ اور وہ اس طرح کہ خدمت موصی کے لئے ہوتی۔ تو اب جب موصی نے دوسرے کے لئے رقبہ کی وصیت کی ہے تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہوگا۔ اس لئے وصیت میراث کی بہن ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں ملکیت موت کے بعد ثابت ہونے والی ہے۔ اور اس مسئلہ کی کئی امثلہ ہیں۔ مثال کے طور پر جب موصی نے کسی بندے کے لئے باندی کی وصیت کی ہے اور جو اس باندی کے پیٹ میں ہے اس کی وصیت کسی دوسرے کے لئے کی ہے اور وہ باندی سے تہائی سے نکل جانے والی ہے یا اس نے کسی شخص کے لئے انگوٹھی کی وصیت کی ہے اور دوسرے کے لئے نگینے کی وصیت کی ہے یا اس نے اس طرح کہا ہے کہ یہ ٹوکری فلاں کے لئے ہے اور اس میں جو کھجوریں ہیں وہ فلاں دوسرے کے لئے ہیں۔ تو یہ ایسے ہی ہو جائے گا کہ جب اس نے وصیت کی ہے اور ان جملہ مسائل میں ظرف والے کے لئے مظروف سے کچھ نہ ہوگا۔

موصی کا دونوں ایجابوں میں سے ایک کو دوسرے سے الگ کرنے کا بیان

اَمَّا اِذَا فَصَلَ اَحَدُ الْاِیْجَابَیْنِ عَنِ الْاٰخَرِ فِیْهَا فَکَذٰلِکَ الْجَوَابُ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ ۔ وَعَلٰی قَوْلِ مُحَمَّدٍ الْاَمَةُ لِلْمُوْصٰی لَهٗ بِهَا وَالْوَلَدُ بَیْنَهُمَا نِصْفَانِ، وَکَذٰلِکَ فِیْ اَخَوَاتِهَا ۔ لِاَبِیْ یُوْسُفَ اَنَّ بِاِیْجَابِهٖ فِی الْکَلَامِ الثَّانِیْ تَبَیَّنَ اَنَّ مُرَادَهٗ مِنَ الْکَلَامِ الْاَوَّلِ اِیْجَابُ الْاَمَةِ لِلْمُوْصٰی لَهٗ بِهَا دُوْنَ الْوَلَدِ، وَهٰذَا الْبَیَانُ مِنْهُ صَحِیْحٌ وَاِنْ کَانَ مَفْصُوْلًا لِاَنَّ الْوَصِیَّةَ لَا تُلْزِمُ شَیْئًا فِیْ حَالِ حَیَاةِ الْمُوْصِیْ فَکَانَ الْبَیَانُ الْمَفْصُوْلُ فِیْهِ وَالْمَوْصُوْلُ سَوَاءٌ کَمَا فِیْ وَصِیَّةِ الرَّقَبَةِ وَالْخِدْمَةِ ۔ وَلِمُحَمَّدٍ اَنَّ اسْمَ الْخَاتَمِ یَتَنَاوَلُ الْحَلْقَةَ وَالْفَصَّ ۔ وَکَذٰلِکَ اسْمُ الْجَارِیَةِ یَتَنَاوَلُهَا وَمَا فِیْ بَطْنِهَا ۔

وَاسْمُ الْقَوْصَرَةِ کَذٰلِکَ، وَمِنْ اَصْلِنَا اَنَّ الْعَامَّ الَّذِیْ مُوْجِبُهٗ ثُبُوْتُ الْحُکْمِ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِحَاطَةِ بِمَنْزِلَةِ الْخَاصِّ فَقَدِ اجْتَمَعَ فِی الْفَصِّ وَصِیَّتَانِ وَکُلٌّ مِنْهُمَا وَصِیَّةٌ بِاِیْجَابٍ عَلٰی حِدَةٍ فَیُجْعَلُ الْفَصُّ بَیْنَهُمَا نِصْفَیْنِ، وَلَا یَکُوْنُ اِیْجَابُ الْوَصِیَّةِ فِیْهِ لِلثَّانِیْ رُجُوْعًا عَنِ الْاَوَّلِ، کَمَا اِذَا اَوْصٰی لِلثَّانِیْ بِالْخَاتَمِ، بِخِلَافِ الْخِدْمَةِ مَعَ الرَّقَبَةِ لِاَنَّ اسْمَ الرَّقَبَةِ لَا یَتَنَاوَلُ الْخِدْمَةَ وَاِنَّمَا یَسْتَخْدِمُهُ الْمُوْصٰی لَهٗ بِحُکْمِ اَنَّ الْمَنْفَعَةَ حَصَلَتْ عَلٰی مِلْکِهٖ، فَاِذَا اَوْجَبَ الْخِدْمَةَ

لِغَيْرِهِ لَا يَبْقَى لِلْمُوْصَى لَهُ فِيْهِ حَقٌّ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْكَلَامُ مَوْصُوْلًا لِأَنَّ ذٰلِكَ دَلِيْلُ التَّخْصِيْصِ وَالِاسْتِثْنَاءِ، فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ أَوْجَبَ لِصَاحِبِ الْخَاتَمِ الْحَلْقَةَ خَاصَّةً دُوْنَ الْفَصِّ ۔

اور جب موصی نے دو ایجابوں میں سے ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا ہے تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا حکم بھی اسی طرح ہوگا۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے ایک قول کے مطابق وہ باندی اسی کے لئے ہوگی جس کے لئے وصیت کی گئی ہے۔ اور بچہ ان کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ اور اسی طرح وہ اس کی اخوات میں بھی شامل ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے کلام میں موصی کے ایجاب سے واضح ہو چکا ہے۔ جبکہ پہلے کلام سے موصی کی مراد اسی بندے کے لئے باندی کا ایجاب ہے۔ جس بندے کے لئے اس نے باندی کی وصیت ہے۔ کیونکہ بچے کا ایجاب یہ مقصد نہیں ہے۔ اور موصی کا یہ بیان درست ہوگا اگرچہ وہ فصل والا ہے۔ کیونکہ جب وصیت موصی کی زندگی میں کسی چیز کو واجب کرنے والی نہیں ہے۔ پس اس میں فصل و اتصال بیان میں برابر ہے۔ جس طرح رقبہ اور خدمت کی وصیت کرنا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل ہے کہ خاتم کا لفظ حلقے اور نگینے دونوں کو شامل ہے۔ اور اسی طرح جاریہ کا لفظ یہ جاریہ اور اس کے پیٹ میں جو حمل ہے اس کو بھی شامل ہے۔ اور ٹوکری کا لفظ بھی اسی طرح ہے۔ اور ہماری اصل یہ ہے کہ وہ عام جس کا موجب احاطہ حکم کے طریقے پر ثابت ہو وہ خاص کے حکم میں ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور نگینے میں دو وصایا جمع ہو گئی ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک الگ ایجاب کے ساتھ وصیت ہے۔ پس نگینے کو ان کے درمیان نصف نصف کر دیا جائے گا۔ اور اس میں دوسرے کے لئے وصیت کا ایجاب پہلے سے رجوع نہ ہوگا۔ جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب موصی نے دوسرے کے لئے خاتم کی وصیت کی ہے۔ جبکہ رقبہ کے ساتھ خدمت کی وصیت میں ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ رقبہ کا لفظ خدمت کو شامل نہیں ہے۔ اور موصی لہ اس لئے خدمت لینے والا ہے۔ کی منفعت اسی کی ملکیت پر حاصل ہوئی ہے۔ اور جب موصی نے موصی لہ جس کے لئے رقبہ کے سوا خدمت کا ایجاب کیا ہے تو اس میں موصی لہ کا کوئی حق باقی نہ رہے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کلام موصول ہے۔ اس لئے کہ یہ خاص کرنے اور استثناء کی دلیل ہے پس یہ واضح ہو چکا ہے کہ موصی نے خاتم کے لئے خاص کر حلقہ کا ایجاب کیا ہے نگینے کا ایجاب نہیں کیا ہے۔

موصی کا دوسرے کے لئے پھلوں کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَوْصَى لِآخَرَ بِثَمَرَةِ بُسْتَانِهِ ثُمَّ مَاتَ وَفِيْهِ ثَمَرَةٌ فَلَهُ هٰذِهِ الثَّمَرَةُ وَحْدَهَا، وَإِنْ قَالَ لَهُ ثَمَرَةُ بُسْتَانِيْ أَبَدًا فَلَهُ هٰذِهِ الثَّمَرَةُ وَثَمَرَتُهُ فِيْمَا يُسْتَقْبَلُ مَا عَاشَ، وَإِنْ أَوْصَى لَهُ بِغَلَّةِ بُسْتَانِهِ فَلَهُ الْغَلَّةُ الْقَائِمَةُ وَغَلَّتُهُ فِيْمَا يُسْتَقْبَلُ) وَالْفَرْقُ أَنَّ الثَّمَرَةَ اسْمٌ لِلْمَوْجُوْدِ عُرْفًا فَلَا يَتَنَاوَلُ الْمَعْدُوْمَ إِلَّا بِدَلَالَةٍ زَائِدَةٍ، مِثْلُ التَّنْصِيْصِ عَلَى الْأَبَدِ لِأَنَّهُ لَا يَتَأَبَّدُ إِلَّا بِتَنَاوُلِ الْمَعْدُوْمِ وَالْمَعْدُوْمُ مَذْكُوْرٌ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا، أَمَّا الْغَلَّةُ فَتَنْتَظِمُ الْمَوْجُوْدَ وَمَا يَكُوْنُ بِعَرَضِ الْوُجُوْدِ

مَـرَّـةً بَعْدَ اُخْرٰى عُرْفًا، يُقَالُ فُلَانٌ يَاْكُلُ مِنْ غَلَّةِ بُسْتَانِهٖ وَمِنْ غَلَّةِ اَرْضِهٖ وَدَارِهٖ، فَاِذَا اُطْلِقَتْ يَتَنَاوَلُهُمَا عُرْفًا غَيْرَ مَوْقُوْفٍ عَلٰى دَلَالَةٍ اُخْرٰى .

اَمَّا الثَّمَرَةُ اِذَا اُطْلِقَتْ لَا يُرَادُ بِهَا اِلَّا الْمَوْجُوْدُ فَلِهٰذَا يَفْتَقِرُ الْاِنْصِرَافُ اِلٰى دَلِيْلٍ زَائِدٍ .

اور جب موصی نے دوسرے کے لئے اپنے باغ کے پھلوں کی وصیت کی ہے اس کے بعد موصی کا انتقال ہو گیا ہے اور اس باغ میں پھل ہیں تو موصی لہ کے لئے یہی پھل ہوں گے۔ اور جب موصی نے اس طرح کہا ہے کہ اس کے لئے ہمیشہ میرے باغ کے پھل ہیں تو اس کو یہ پھل بھی ملیں گے اور آنے والے وقت میں جب تک وہ زندہ رہے گا اس کو پھل ملتے رہیں گے۔

اور جب موصی نے موصی لہ کے لئے اپنے باغ کی آمدنی کی وصیت کی ہے۔ تو موجودہ اور آئندہ والی آمدنی اس کو ملتی رہے گی۔ اور اس میں وجہ فرق یہ ہے کہ عرف کے مطابق پھل موجود کا نام ہے۔ پس دلالت زائدہ کے ساتھ وہ ابدی نہ ہوگی۔ اور معدوم کا ذکر کیا جاتا ہے اگر چہ وہ چیز نہ ہو۔ جبکہ آمدنی صرف موجود کو شامل ہے۔ اور جو ایک کے بعد دوسرے کے ساتھ آئے وہ بھی اس کو شامل ہوتی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فلاں آدمی اپنے باغ کی آمدنی کھانے والا ہے۔ اور اپنی زمین اور مکان کی آمدنی کھاتا ہے اور جب غلے کا لفظ مطلق طور پر بولا جائے تو یہ عرف کے مطابق موجود اور معدوم دونوں کو شامل ہے۔ اور یہ کسی دوسری دلالت پر موقوف نہ ہوگا اور جب ثمرہ بولا جائے تو اس سے صرف موجود مراد ہوگا۔ کیونکہ دلیل زائد کی جانب صرف پھیرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

دائمی طور پر موصی کا بکریوں کی اون کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى لِرَجُلٍ بِصُوْفِ غَنَمِهٖ اَبَدًا اَوْ بِاَوْلَادِهَا اَوْ بِلَبَنِهَا ثُمَّ مَاتَ فَلَهٗ مَا فِيْ بُطُوْنِهَا مِنَ الْوَلَدِ وَمَا فِيْ ضُرُوْعِهَا مِنَ اللَّبَنِ وَمَا عَلٰى ظُهُوْرِهَا مِنَ الصُّوْفِ يَوْمَ يَمُوْتُ الْمُوْصِيْ سَوَاءٌ قَالَ اَبَدًا اَوْ لَمْ يَقُلْ) لِاَنَّهٗ اِيْجَابٌ عِنْدَ الْمَوْتِ فَيُعْتَبَرُ قِيَامُ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ يَوْمَئِذٍ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ .

وَالْفَرْقُ اَنَّ الْقِيَاسَ يَاْبٰى تَمْلِيْكَ الْمَعْدُوْمِ لِاَنَّهٗ لَا يَقْبَلُ الْمِلْكَ، اِلَّا اَنَّ فِي الثَّمَرَةِ وَالْغَلَّةِ الْمَعْدُوْمَةِ جَاءَ الشَّرْعُ بِوُرُوْدِ الْعَقْدِ عَلَيْهَا كَالْمُعَامَلَةِ وَالْاِجَارَةِ، فَاقْتَضٰى ذٰلِكَ جَوَازَهٗ فِي الْوَصِيَّةِ بِالطَّرِيْقِ الْاَوْلٰى لِاَنَّ بَابَهَا اَوْسَعُ .

اَمَّا الْوَلَدُ الْمَعْدُوْمُ وَاُخْتَاهُ فَلَا يَجُوْزُ اِيْرَادُ الْعَقْدِ عَلَيْهَا اَصْلًا، وَلَا تُسْتَحَقُّ بِعَقْدٍ مَا، فَكَذٰلِكَ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْوَصِيَّةِ، بِخِلَافِ الْمَوْجُوْدِ مِنْهَا لِاَنَّهٗ يَجُوْزُ اسْتِحْقَاقُهَا بِعَقْدِ الْبَيْعِ تَبَعًا وَبِعَقْدِ الْخُلْعِ مَقْصُوْدًا، فَكَذَا بِالْوَصِيَّةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ فرمایا کہ جس بندے نے دائمی طور پر اپنی بکریوں کی اون کی وصیت کی ہے یا اس نے بکریوں کی اولاد یا ان کے دودھ کی وصیت کی ہے اس کے بعد موصی فوت ہو گیا ہے تو موصی لہ کے لئے وہ بچے ملیں گے۔ جو بکریوں کے پیٹ میں ہیں۔ اور ان کی چھاتیوں میں موجود دودھ بھی ہوگا اور ان پشت پر موجود اون ہوگی۔ اور جس دن موصی کا انتقال ہوا ہے اگرچہ اس نے ابد کا لفظ کہا ہے یا نہیں کہا ہے۔ اس لئے کہ یہ ایجاب موت کے وقت کا ہے۔ پس اس دن ان چیزوں کے موجود ہونے کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ مسئلہ گذشتہ مسئلہ کے خلاف ہے۔

اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ قیاس معدوم تملیک کا انکاری ہے۔ اس لئے کہ وہ نہ ہونے والی ملکیت کو قبول کرنے والا نہیں ہے۔ مگر نہ ہونے والا پھل اور نہ ہونے والا غلہ عقد وارد ہونے سے متعلق شریعت کا حکم بیان ہوا ہے۔ جس طرح مساقات اور اجارہ میں ہے پس یہ بدرجہ اولیٰ جواز وصیت کا تقاضہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ وصیت کے احکام بہت وسیع ہیں۔ اور جو معدوم بچہ ہے اور اس کے اخوات ہیں تو ان پر عقد کو وارد کرنا یہ تو سرے جائز نہیں ہے۔ اور یہ کسی عقد سے بھی استحقاق ثابت کرنے والا نہیں ہے۔ پس یہ وصیت کے تحت میں شامل نہ ہوں گے۔ جبکہ ان میں جو موجود ہے اس میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ عقد بیع کے تابع کرتے ہوئے ان کا حقدار ہونا جائز ہے۔ اور یہ عقد خلع کے ساتھ مقصد بن کر جائز ہے۔ پس اسی طرح وصیت کے ساتھ بھی جائز ہوگا۔ اور اللہ ہی سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ وَصِيَّةِ الذِّمِّيِّ

﴿یہ باب وصیت ذمی کے بیان میں ہے﴾

باب وصیت ذمی کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ وصیت سے متعلق یہاں سے ان احکام کو بیان کر رہے ہیں جن کا تعلق اہل ذمہ سے ہے۔ اور اس باب کو مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ ذمی کے احکام معاملات میں اہل اسلام سے الحاق ہونے والے ہیں۔ لہٰذا ان الحاقی معاملات کو بعد میں بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ اسی اساس و بنیاد کے مطابق متفرع ہونے والے ہیں جو اہل اسلام کے لئے ہیں۔ البتہ ان کو ایک الگ باب میں بیان کیا ہے۔ تا کہ ان کی معرفت فقہی جزئیات سے واضح ہو جائے۔

ذمی کا حالت صحت میں وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَنَعَ يَهُودِيٌّ أَوْ نَصْرَانِيٌّ بِيعَةً أَوْ كَنِيسَةً فِيْ صِحَّتِهِ ثُمَّ مَاتَ فَهُوَ مِيْرَاثٌ) لِأَنَّ هٰذَا بِمَنْزِلَةِ الْوَقْفِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَالْوَقْفُ عِنْدَهُ يُوْرَثُ وَلَا يَلْزَمُ فَكَذَا هٰذَا .

وَأَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِأَنَّ هٰذِهِ مَعْصِيَةٌ فَلَا تَصِحُّ عِنْدَهُمَا .

قَالَ (وَلَوْ أَوْصَى بِذٰلِكَ لِقَوْمٍ مُسَمَّيْنَ فَهُوَ الثُّلُثُ) مَعْنَاهُ إِذَا أَوْصَى أَنْ تُبْنَى دَارُهُ بِيعَةً أَوْ كَنِيسَةً فَهُوَ جَائِزٌ مِنَ الثُّلُثِ لِأَنَّ الْوَصِيَّةَ فِيْهَا مَعْنَى الِاسْتِخْلَافِ وَمَعْنَى التَّمْلِيْكِ، وَلَهُ وِلَايَةُ ذٰلِكَ فَأَمْكَنَ تَصْحِيْحُهُ عَلٰى اعْتِبَارِ الْمَعْنَيَيْنِ .

فرمایا کہ جب کسی یہودی یا نصرانی نے تندرستی کی حالت میں بیعہ یا کنیسہ بنوایا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے۔ تو اس کی بنائی ہوئی چیز میراث ہو گی۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ وقف کے حکم میں ہو گی۔ کیونکہ ان کے نزدیک وقف میراث ہوتا ہے۔ پس یہ بھی اسی طرح ہو جائے گی۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ نافرمانی کا کام ہے اس لئے یہ درست نہ ہو گا۔

فرمایا کہ جب بیعہ یا کنیسہ بنوانے والے نے کسی خاص قوم کے لئے وصیت کی ہے تو اس کا اعتبار بھی تہائی سے کیا جائے گا۔

اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ شخص یہ وصیت کرے۔ کہ اس کے گھر کو بیعہ یا کنیسہ بنایا جائے تو اس کی وصیت تہائی سے جائز ہے۔ کیونکہ وصیت میں نائب ہونے اور تملیک کا معنی پایا جاتا ہے۔ اور اس کی ولایت ذمی کو بھی حاصل ہے۔ پس معنی کے اعتبار سے دونوں درست ہیں۔

یہودی کا غیر معین قوم کے لئے کنیسہ بنوانے کی وصیت کا بیان

قَالَ (وَاِنْ اَوْصٰی بِدَارِهٖ كَنِيْسَةً لِقَوْمٍ غَيْرِ مُسَمِّيْنَ جَازَتِ الْوَصِيَّةُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: الْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ) لِاَنَّ هٰذِهٖ مَعْصِيَةٌ حَقِيْقَةً وَاِنْ كَانَ فِيْ مُعْتَقَدِهِمْ قُرْبَةً، وَالْوَصِيَّةُ بِالْمَعْصِيَةِ بَاطِلَةٌ لِمَا فِيْ تَنْفِيْذِهَا مِنْ تَقْرِيْرِ الْمَعْصِيَةِ.

وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ هٰذِهٖ قُرْبَةٌ فِيْ مُعْتَقَدِهِمْ وَنَحْنُ اُمِرْنَا بِاَنْ نَتْرُكَهُمْ وَمَا يَدِيْنُوْنَ فَتَجُوْزُ بِنَاءً عَلٰی اعْتِقَادِهِمْ؛ اَلَا يُرٰی اَنَّهٗ لَوْ اَوْصٰی بِمَا هُوَ قُرْبَةٌ حَقِيْقَةً مَعْصِيَةٌ فِيْ مُعْتَقَدِهِمْ لَا تَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ اعْتِبَارًا لِاعْتِقَادِهِمْ فَكَذَا عَكْسُهٗ.

ثُمَّ الْفَرْقُ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ بَيْنَ بِنَاءِ الْبِيْعَةِ وَالْكَنِيْسَةِ وَبَيْنَ الْوَصِيَّةِ بِهٖ اَنَّ الْبِنَاءَ نَفْسَهٗ لَيْسَ بِسَبَبٍ لِزَوَالِ مِلْكِ الْبَانِيْ. وَاِنَّمَا يَزُوْلُ مِلْكُهٗ بِاَنْ يَصِيْرَ مُحَرَّرًا خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی كَمَا فِيْ مَسَاجِدِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَالْكَنِيْسَةُ لَمْ تَصِرْ مُحَرَّرَةً لِلّٰهِ تَعَالٰی حَقِيْقَةً فَتَبْقٰی مِلْكًا لِلْبَانِيْ فَتُوْرَثُ عَنْهُ، وَلِاَنَّهُمْ يَبْنُوْنَ فِيْهَا الْحُجُرَاتِ وَيَسْكُنُوْنَهَا فَلَمْ يَتَحَرَّرْ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْعِبَادِ بِهٖ، وَفِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ يُوْرَثُ الْمَسْجِدُ اَيْضًا لِعَدَمِ تَحَرُّرِهٖ، بِخِلَافِ الْوَصِيَّةِ لِاَنَّهٗ وُضِعَ لِاِزَالَةِ الْمِلْكِ اِلَّا اَنَّهُ امْتَنَعَ ثُبُوْتُ مُقْتَضَاهُ فِيْ غَيْرِ مَا هُوَ قُرْبَةٌ عِنْدَهُمْ فَيَبْقٰی فِيْمَا هُوَ قُرْبَةٌ عَلٰی مُقْتَضَاهُ فَيَزُوْلُ مِلْكُهٗ فَلَا يُوْرَثُ.

فرمایا کہ جب کسی یہودی نے اپنے مکان میں کنیسہ بنوانے کی وصیت کسی غیر معین قوم کے لئے کی ہے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وصیت جائز ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک وصیت باطل ہے۔ کیونکہ حقیقی طور پر نافرمانی ہے۔ خواہ یہ اہل ذمہ کے اعتقاد میں عبادت ہے۔ اور نافرمانی کی وصیت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ اس کو ثابت کرنے کے سبب نافرمانی لازم آئے گی۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ان کے عقیدے کے مطابق قربت ہے۔ اور ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کو ان کے عقیدے پر چھوڑ دیا جائے۔ پس ان کے عقیدے پر بناء کرتے ہوئے وصیت جائز ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ جب کسی ذمی نے ایسی چیز کی وصیت کی ہے جو حقیقت میں قربت ہے۔ مگر ان کے عقیدے میں نافرمانی ہے تو ان کے عقیدے کا اعتبار کرتے ہوئے ایسی وصیت جائز نہ ہوگی۔ اور یہاں اسی طرح اس کا برعکس ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیعہ اور کنیسہ بنوانے میں اور اس کی وصیت کرنے میں فرق یہ ہے کہ نفس بناء کا ہونا یہ بانی کی ملکیت کو ختم کرنے کا سبب نہیں ہے۔ اور اس کی ملکیت اس وقت ختم ہوگی جب لینے والا اس کو اللہ کے خاص کرے۔ جس طرح اہل اسلام کی مساجد ہیں۔ اور کنیسہ حقیقت میں اللہ کے لئے نہیں ہے۔ پس یہ بانی کی ملکیت پر باقی رہ جائے گا۔ اور اس کو میراث میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ لوگ کنیسہ میں کمرے بنا کر رہتے ہیں۔ پس اس میں بندوں کے حق کے متعلق ہونے کی وجہ سے یہ

محرز نہ ہوا۔ اور اسی محرز نہ ہونے کے سبب مساجد بھی میراث ہو جائیں گی۔ جبکہ وصیت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وصیت ملکیت کو ختم کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ مگر جو چیز ان کے اعتقاد میں قربت نہیں ہے اس میں وصیت کا تقاضہ اس کے ثبوت کو روک دینا ہے۔ پس جو قربت ہے اس کی وصیت اپنے تقاضے کے مطابق باقی رہ جائے گی۔ اور بنانے والے کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔ پس وہ میراث نہ بنے گی۔

اہل ذمہ کی وصایا کی چار اقسام ہونے کا بیان

ثُمَّ الْحَاصِلُ اَنَّ وَصَايَا الذِّمِّيِّ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ : مِنْهَا اَنْ تَكُوْنَ قُرْبَةً فِيْ مُعْتَقَدِهِمْ وَلَا تَكُوْنَ قُرْبَةً فِيْ حَقِّنَا وَهُوَ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَمَا اِذَا اَوْصَى الذِّمِّيُّ بِاَنْ تُذْبَحَ خَنَازِيْرُهُ وَتُطْعَمَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَهٰذِهِ عَلَى الْخِلَافِ اِذَا كَانَ لِقَوْمٍ غَيْرِ مُسَمِّيْنَ كَمَا ذَكَرْنَاهُ وَالْوَجْهُ مَا بَيَّنَّاهُ .

وَمِنْهَا اِذَا اَوْصٰى بِمَا يَكُوْنُ قُرْبَةً فِيْ حَقِّنَا وَلَا يَكُوْنُ قُرْبَةً فِيْ مُعْتَقَدِهِمْ، كَمَا اِذَا اَوْصٰى بِالْحَجِّ اَوْ بِاَنْ يُبْنٰى مَسْجِدٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ اَوْ بِاَنْ يُسْرَجَ فِيْ مَسَاجِدِ الْمُسْلِمِيْنَ، فَهٰذِهِ الْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ بِالْاِجْمَاعِ اعْتِبَارًا لِاعْتِقَادِهِمْ، اِلَّا اِذَا كَانَ لِقَوْمٍ بِاَعْيَانِهِمْ لِوُقُوْعِهِ تَمْلِيْكًا لِاَنَّهُمْ مَعْلُوْمُوْنَ وَالْجِهَةُ مَشُوْرَةٌ .

وَمِنْهَا اِذَا اَوْصٰى بِمَا يَكُوْنُ قُرْبَةً فِيْ حَقِّنَا وَفِيْ حَقِّهِمْ، كَمَا اِذَا اَوْصٰى بِاَنْ يُسْرَجَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ اَوْ يُغْزَى التُّرْكُ وَهُوَ مِنَ الرُّوْمِ، وَهٰذَا جَائِزٌ سَوَاءٌ كَانَتْ لِقَوْمٍ بِاَعْيَانِهِمْ اَوْ بِغَيْرِ اَعْيَانِهِمْ لِاَنَّهُ وَصِيَّةٌ بِمَا هُوَ قُرْبَةٌ حَقِيْقَةً وَفِيْ مُعْتَقَدِهِمْ اَيْضًا .

وَمِنْهَا اِذَا اَوْصٰى بِمَا لَا يَكُوْنُ قُرْبَةً لَا فِيْ حَقِّنَا وَلَا فِيْ حَقِّهِمْ، كَمَا اِذَا اَوْصٰى لِلْمُغَنِّيَاتِ وَالنَّائِحَاتِ، فَاِنَّ هٰذَا غَيْرُ جَائِزٍ لِاَنَّهُ مَعْصِيَةٌ فِيْ حَقِّنَا وَفِيْ حَقِّهِمْ، اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ لِقَوْمٍ بِاَعْيَانِهِمْ فَيَصِحُّ تَمْلِيْكًا وَاسْتِخْلَافًا، وَصَاحِبُ الْهَوٰى اِنْ كَانَ لَا يَكْفُرُ فَهُوَ فِيْ حَقِّ الْوَصِيَّةِ بِمَنْزِلَةِ الْمُسْلِمِ لِاَنَّا اُمِرْنَا بِبِنَاءِ الْاَحْكَامِ عَلَى الظَّاهِرِ، وَاِنْ كَانَ يَكْفُرُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُرْتَدِّ فَيَكُوْنُ عَلَى الْخِلَافِ الْمَعْرُوْفِ فِيْ تَصَرُّفَاتِهٖ بَيْنَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَصَاحِبَيْهِ .

وَفِي الْمُرْتَدَّةِ الْاَصَحُّ اَنَّهُ تَصِحُّ وَصَايَاهَا لِاَنَّهَا تَبْقٰى عَلَى الرِّدَّةِ، بِخِلَافِ الْمُرْتَدِّ لِاَنَّهُ يُقْتَلُ اَوْ يُسْلِمُ .

اور اس کا حاصل یہ ہوا کہ اہل ذمہ کی وصایا کی چار اقسام ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ ایسی وصیت جو ان کے عقیدے کے مطابق قربت ہے۔ اور وہ ہمارے نزدیک قربت نہیں ہے۔ اس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب ذمی نے یہ وصیت کی

ہے کہ اس کے لئے خنزیر کو ذبح کیا جائے اور مشرکین کو کھلایا جائے یہ اختلافی صورت مسئلہ ہے۔ جب وصیت غیر معین قوم کے لئے ہے بس طرح ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔ اور دلیل بھی ہماری بیان کردہ ہے۔

اور دوسری قسم یہ ہے کہ جب ذمی نے اس چیز کی وصیت کی ہے جو ہمارے نزدیک بھی قربت ہے اور ان کے عقیدے کے مطابق قربت نہیں ہے۔ جس طرح جب اس نے حج کی وصیت کی ہے یا اہل اسلام کے لئے مسجد بنانے کی وصیت کی ہے یا اس نے یہ وصیت کی ہے کہ مسلمانوں کی مسجدوں میں چراغ جلایا جائے۔ تو ان کے عقیدے کا اعتبار کرتے ہوئے یہ وصیت بہ اتفاق باطل ہے ہاں البتہ جب کسی معین قوم کے لئے وصیت ہے تو اس کی تملیک کے سبب درست ہو جائے گی۔ کیونکہ جن کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ معلوم ہیں۔ اور جہت بھی مشہور ہے۔

اور اس کی تیسری قسم یہ ہے کہ جب ذمی نے ایسی چیز کی وصیت کی ہے جو ہمارے نزدیک اور ان کے نزدیک قربت ہے جس طرح اس نے بیت المقدس میں چراغ جلانے کی وصیت کی ہے یا ترک یعنی روم سے جنگ کرنے کی وصیت کی ہے تو یہ وصیت جائز ہے۔ اگر چہ کسی معین قوم کے لئے ہو یا نہ ہو کیونکہ یہ ایسی چیز کی وصیت ہے جو حقیقت کے اعتبار سے قربت ہے۔ اور ان کے عقیدے کے مطابق بھی قربت ہے۔

اور انہی اقسام میں سے ہے کہ جب ذمی نے ایسی چیز کی وصیت کی ہے جو ہمارے نزدیک اور ان کے نزدیک قربت نہیں ہے جس طرح جب اس نے گانے والوں عورتوں اور نوحہ کرنے والی عورتوں کی وصیت کی ہے۔ تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے اور ان کے حق میں نافرمانی ہے۔ مگر جب کسی معین قوم کے لئے ہو تو درست ہے کیونکہ تملیک واستخلاف کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب بدعت والے کو جب کافر نہ کہا گیا ہے تو وصیت کے حق میں وہ اہل اسلام کے حکم میں ہے۔ کیونکہ ہم ظاہری احکام کی بناء پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جب اس کو کافر کہا گیا ہے تو وہ مرتد کے حکم میں ہوگا۔ اور اس کا اختلاف وہی ہے جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کے نزدیک اس کے تصرفات میں ہے۔ اور مرتد کے بارے میں زیادہ درست یہی بات ہے کہ اس کے وصایا درست ہوں گے۔ کیونکہ وہ ارتداد پر باقی رہنے والی ہے۔ جبکہ مرتد میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ قتل کر دیا جائے گا یا پھر وہ مسلمان ہو جائے گا۔

حربی کی دارالاسلام میں مسلمان کے لئے وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا دَخَلَ الْحَرْبِيُّ دَارَنَا بِاَمَانٍ فَاَوْصَى لِمُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّيٍّ بِمَالِهِ كُلِّهِ جَازَ) لِاَنَّ امْتِنَاعَ الْوَصِيَّةِ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ لِحَقِّ الْوَرَثَةِ وَلِهَذَا تَنْفُذُ بِاِجَازَتِهِمْ، وَلَيْسَ لِوَرَثَتِهِ حَقٌّ مَرْعِيٌّ لِكَوْنِهِمْ فِي دَارِ الْحَرْبِ اِذْ هُمْ اَمْوَاتٌ فِي حَقِّنَا، وَلِاَنَّ حُرْمَةَ مَالِهِ بِاعْتِبَارِ الْاَمَانِ. وَالْاَمَانُ كَانَ لِحَقِّهِ لَا لِحَقِّ وَرَثَتِهِ، وَلَوْ كَانَ اَوْصَى بِاَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ اُخِذَتْ الْوَصِيَّةُ وَيُرَدُّ الْبَاقِي عَلَى وَرَثَتِهِ وَذَلِكَ مِنْ حَقِّ الْمُسْتَاْمَنِ اَيْضًا .

وَلَوْ اَعْتَقَ عَبْدَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ اَوْ دَبَّرَ عَبْدَهُ فِيْ دَارِ الْإِسْلَامِ فَذٰلِكَ صَحِيْحٌ مِنْهُ مِنْ غَيْرِ اعْتِبَارِ الثُّلُثِ لِمَا بَيَّنَّا، وَكَذٰلِكَ لَوْ اَوْصٰى لَهُ مُسْلِمٌ اَوْ ذِمِّيٌّ بِوَصِيَّةٍ جَازَ لِاَنَّهُ مَا دَامَ فِيْ دَارِ الْإِسْلَامِ فَهُوَ فِي الْمُعَامَلَاتِ بِمَنْزِلَةِ الذِّمِّيِّ، وَلِهٰذَا تَصِحُّ عُقُوْدُ التَّمْلِيْكَاتِ مِنْهُ فِيْ حَالِ حَيَاتِهِ، وَيَصِحُّ تَبَرُّعُهُ فِيْ حَيَاتِهِ فَكَذَا بَعْدَ مَمَاتِهِ.

وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهُ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهُ مُسْتَأْمَنٌ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ اِذْ هُوَ عَلٰى قَصْدِ الرُّجُوْعِ وَيُمَكَّنُ مِنْهُ، وَلَا يُمَكَّنُ مِنْ زِيَادَةِ الْمَقَامِ عَلَى السَّنَةِ اِلَّا بِالْجِزْيَةِ.

وَلَوْ اَوْصَى الذِّمِّيُّ بِاَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ اَوْ لِبَعْضِ وَرَثَتِهِ لَا يَجُوْزُ اعْتِبَارًا بِالْمُسْلِمِيْنَ لِاَنَّهُمْ اِلْتَزَمُوْا اَحْكَامَ الْإِسْلَامِ فِيْمَا يَرْجِعُ اِلَى الْمُعَامَلَاتِ.

وَلَوْ اَوْصٰى لِخِلَافِ مِلَّتِهِ جَازَ اعْتِبَارًا بِالْاِرْثِ اِذِ الْكُفْرُ كُلُّهُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ، وَلَوْ اَوْصٰى لِحَرْبِيٍّ فِيْ دَارِ الْإِسْلَامِ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّ الْاِرْثَ مُمْتَنِعٌ لِتَبَايُنِ الدَّارَيْنِ وَالْوَصِيَّةُ اُخْتُهُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

فرمایا کہ جب کوئی حربی شخص دارالاسلام میں امان لے کر آیا ہے اور اس نے کسی مسلمان یا ذمی کے لئے اپنے سارے مال کی وصیت کی ہے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ تہائی سے زائد وصیت کا منع ہونا یہ ورثاء کے حق کی وجہ سے ہے۔ یہی دلیل ہے کہ انہی کی اجازت سے تہائی سے زائد بھی میں وصیت جاری ہو جاتی ہے۔ جبکہ حربی مستامن کے وارثوں کے لئے کوئی ایسا حق نہیں ہے جس کی رعایت کی جائے۔ کیونکہ ورثاء دارالحرب میں ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے حق میں مردہ ہیں۔ کیونکہ مستامن کے مال کی حرمت سبب امان سے ہے۔ اور امان اس کا حق ہے اس کے وارثوں کا حق نہیں ہے۔

اور جب حربی مستامن سے سارے مال سے کم کی وصیت کی ہے تو وصیت کی مقدار کے برابر لیا جائے گا۔ اور باقی وارثوں کو واپس کر دیا جائے گا۔ اور یہ بھی مستامن کے حق کی وجہ سے ہے۔ اور جب اس نے موت کے وقت اپنے غلام کو آزاد کیا ہے یا اس نے دارالاسلام میں اپنے غلام کو مکاتب بنایا ہے تو یہ اس کی جانب سے تہائی کا اعتبار کیے بغیر بھی درست ہے اسی دلیل کے سبب سے جو ہم نے بیان کر دی ہے۔

اور اسی طرح جب حربی مستامن کے لئے کسی مسلمان یا ذمی نے وصیت کی ہے تو یہ جائز ہے۔ اس لئے کہ جب تک وہ دارالاسلام میں ہے تو معاملات میں ذمی کے حکم میں ہے۔ یہ دلیل بھی ہے کہ وہ مسلمان کی جانب سے مسلمان کی زندگی میں مستامن کے ہاتھ کی ملکیتوں کے عقود درست ہیں۔ اور مسلمان کی زندگی میں اس کا احسان بھی درست ہے پس وہ اس کی موت کے بعد بھی درست ہوگا۔

شیخین سے روایت کیا گیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ اہل حرب کا مستامن ہے اور رجوع کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کو

لوٹنے پر قدرت دی جائے گی۔ مگر حربی کو جزیہ کے سوا ایک سال سے زیادہ دیر تک ٹھہرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔
اور جب ذمی نے تہائی سے زیادہ کی وصیت کی ہے یا اس نے اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کی ہے تو مسلمانوں پر قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ معاملات کے بارے میں اہل ذمہ نے اسلام کے احکام کو لازم کیا ہوا ہے۔ اور جب ذمی نے اپنی ملت کے خلاف کوئی وصیت کی ہے تو قیاس میراث کے مطابق درست ہو جائے گی۔ کیونکہ تمام ملت کفر ایک ہے۔ اور جب ذمی نے دارالاسلام میں رہتے ہوئے کسی حربی کے لئے وصیت کی ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ دارین کے تباین کے سبب میراث ممتنع ہو چکی ہے کیونکہ وصیت میراث کی بہن ہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ الْوَصِيِّ وَمَا يَمْلِكُهُ

﴿یہ باب وصی اوراس کی ملکیت کے بیان میں ہے﴾

باب وصی وملکیت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب موصی لہ سے متعلق احکام کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب یہاں سے انہوں نے موصی الیہ سے متعلق احکام کو بیان کرنا شروع کردیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی وصیت ہے اور کتاب وصایا ان کو شامل ہے۔ لیکن موصی لہ سے متعلق احکام کو اس لئے مقدم ذکر کیا ہے کیونکہ ان کو وقوع کثرت سے ہوتا ہے۔ اور جن مسائل کا وقوع کثرت سے ہو ان کو پہچاننا بھی زیادہ ضروری ہے۔

وصی کا موصی کے روبرو وصایت کو قبول کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصَى اِلَى رَجُلٍ فَقَبِلَ الْوَصِيُّ فِي وَجْهِ الْمُوْصِيْ وَرَدَّهَا فِي غَيْرِ وَجْهِهِ فَلَيْسَ بِرَدٍّ) لِاَنَّ الْمَيِّتَ مَضَى مُعْتَمِدًا عَلَيْهِ، فَلَوْ صَحَّ رَدُّهُ فِي غَيْرِ وَجْهِهِ فِي حَيَاتِهِ اَوْ بَعْدَ مَمَاتِهِ صَارَ مَغْرُوْرًا مِنْ جِهَتِهِ فَرُدَّ رَدُّهُ، بِخِلَافِ الْوَكِيْلِ بِشِرَاءِ عَبْدٍ بِغَيْرِ عَيْنِهِ اَوْ بِبَيْعِ مَالِهِ حَيْثُ يَصِحُّ رَدُّهُ فِي غَيْرِ وَجْهِهِ لِاَنَّهُ لَا ضَرَرَ هُنَاكَ لِاَنَّهُ حَيٌّ قَادِرٌ عَلَى التَّصَرُّفِ بِنَفْسِهِ (فَاِنْ رَدَّهَا فِي وَجْهِهِ فَهُوَ رَدٌّ) لِاَنَّهُ لَيْسَ لِلْمُوْصِيْ وِلَايَةُ اِلْزَامِهِ التَّصَرُّفَ، وَلَا غُرُوْرَ فِيْهِ لِاَنَّهُ يُمْكِنُهُ اَنْ يُنِيْبَ غَيْرَهُ (وَاِنْ لَمْ يَقْبَلْ وَلَمْ يَرُدَّ حَتَّى مَاتَ الْمُوْصِيْ فَهُوَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ قَبِلَ وَاِنْ شَاءَ لَمْ يَقْبَلْ) لِاَنَّ الْمُوْصِيَ لَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ الْاِلْزَامِ فَبَقِيَ مُخَيَّرًا، فَلَوْ اَنَّهُ بَاعَ شَيْئًا مِنْ تَرِكَتِهِ فَقَدْ لَزِمَتْهُ، لِاَنَّ ذٰلِكَ دَلَالَةُ الْاِلْتِزَامِ وَالْقَبُوْلِ وَهُوَ مُعْتَبَرٌ بَعْدَ الْمَوْتِ،

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی بندے کو وصی بنایا ہے اور اس وصی نے موصی کے روبرو وصایت کو قبول کیا ہے۔ اور اس کی غیر موجودگی میں وصی نے اس کو رد کردیا ہے تو یہ رد نہ ہوگا۔ کیونکہ میت نے وصی پر اعتماد کیا ہے اور ذریعہ بنایا ہے اور اب جب اس کی غیر موجودگی میں وصی کا رد کرنا درست ہو جائے یا اس کے فوت ہو جانے کے بعد درست ہو تو وہ وصی کی جانب سے دھوکہ کھانے والا سمجھا جائے گا۔ پس وصی کے رد کو مسترد کردیا جائے گا۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب کسی غیر معین غلام کو خریدنے کا وکیل ہے یا اس کا مال بیچ کر وکیل ہے تو مؤکل کی غیر موجودگی میں بھی اس کا رد درست ہوگا۔ کیونکہ یہاں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ مؤکل

زندہ ہے اور خود تصرف کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔
اور جب وصی نے موصی کے رد پر وصایت کورد کردیا ہے تو وہ رد ہو جائے گی۔ کیونکہ موصی کو وصی پر تصرف لازم کرنے کی کوئی ولایت نہ ہے۔ اور اس میں کوئی دھوکہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ موصی کے لئے اس کے سوا کو نائب بنانا ممکن ہے۔ اور جب وصی نے قبول کیا ہے نہ اس نے رد کیا ہے۔ حتیٰ کہ موصی فوت ہو گیا ہے تو وصی کے لئے اختیار ہوگا وہ پسند کرے تو قبول کرے نہ پسند کرے تو وہ قبول نہ کرے۔ کیونکہ موصی کو لازم کرنے کی ولایت حاصل نہیں ہے۔ پس وصی اختیار پر باقی رہے گا۔ اور جب وصی نے موصی کے ترکہ میں سے کسی چیز کو بیچ دیا ہے تو اس پر وصایت لازم ہو جائے گی۔ کیونکہ فروخت کرنا یہ لازم کرنے اور قبول کرنے کی علامت ہے اور قبول کرنا یہ موصی کی موت کے بعد اعتبار کیا جائے گا۔

صدور وصی کے سبب بیع کے نفاذ کا بیان

وَيَنْفُذُ الْبَيْعُ لِصُدُوْرِهٖ مِنَ الْوَصِيِّ، وَسَوَاءٌ عَلِمَ بِالْوِصَايَةِ اَوْ لَمْ يَعْلَمْ، بِخِلَافِ الْوَكِيْلِ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِالتَّوْكِيْلِ فَبَاعَ حَيْثُ لَا يَنْفُذُ لِاَنَّ الْوِصَايَةَ خِلَافَةٌ لِاَنَّهٗ يَخْتَصُّ بِحَالِ انْقِطَاعِ وِلَايَةِ الْمَيِّتِ فَتَنْتَقِلُ الْوِلَايَةُ إِلَيْهِ، وَإِذَا كَانَتْ خِلَافَةً لَا تَتَوَقَّفُ عَلَى الْعِلْمِ كَالْوِرَاثَةِ .
اَمَّا التَّوْكِيْلُ اِنَابَةٌ لِثُبُوْتِهٖ فِيْ حَالِ قِيَامِ وِلَايَةِ الْمُنِيْبِ فَلَا يَصِحُّ مِنْ غَيْرِ عِلْمِهٖ كَاِثْبَاتِ الْمِلْكِ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَقَدْ بَيَّنَّا طَرِيْقَ الْعِلْمِ وَشَرْطَ الْإِخْبَارِ فِيْمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْكُتُبِ .
(وَاِنْ لَمْ يَقْبَلْ حَتّٰى مَاتَ الْمُوْصِيْ فَقَالَ لَا اَقْبَلُ ثُمَّ قَالَ اَقْبَلُ فَلَهٗ ذٰلِكَ اِنْ لَمْ يَكُنِ الْقَاضِيْ اَخْرَجَهٗ مِنَ الْوَصِيَّةِ حِيْنَ قَالَ لَا اَقْبَلُ) لِاَنَّ بِمُجَرَّدِ قَوْلِهٖ لَا اَقْبَلُ لَا يَبْطُلُ الْإِيْصَاءُ، لِاَنَّ فِيْ اِبْطَالِهٖ ضَرَرًا بِالْمَيِّتِ وَضَرَرُ الْوَصِيِّ فِي الْإِبْقَاءِ مَجْبُوْرٌ بِالثَّوَابِ، وَدَفْعُ الْاَوَّلِ وَهُوَ اَعْلٰى اَوْلٰى، اِلَّا اَنَّ الْقَاضِيَ اِذَا اَخْرَجَهٗ عَنِ الْوِصَايَةِ يَصِحُّ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ مُجْتَهَدٌ فِيْهِ، اِذْ لِلْقَاضِيْ وِلَايَةُ دَفْعِ الضَّرَرِ، وَرُبَّمَا يَعْجِزُ عَنْ ذٰلِكَ فَيَتَضَرَّرُ بِبَقَاءِ الْوِصَايَةِ فَيَدْفَعُ الْقَاضِي الضَّرَرَ عَنْهُ وَيُنَصِّبُ حَافِظًا لِمَالِ الْمَيِّتِ مُتَصَرِّفًا فِيْهِ فَيَنْدَفِعُ الضَّرَرُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَلِهٰذَا يَنْفُذُ اِخْرَاجُهٗ، فَلَوْ قَالَ بَعْدَ اِخْرَاجِ الْقَاضِيْ اِيَّاهُ اَقْبَلُ لَمْ يُلْتَفَتْ اِلَيْهِ لِاَنَّهٗ قَبِلَ بَعْدَ بُطْلَانِ الْوِصَايَةِ بِاِبْطَالِ الْقَاضِيْ .

اور وصی کی جانب سے صدور کے سبب بیع نافذ ہو جائے گی اگرچہ اس کو وصایت کا پتہ ہے یا نہیں ہے۔ جبکہ وکیل میں ایسا نہیں ہے۔ جبکہ وہ توکیل کو پسند نہ کرے۔ اور بیچ دو تو بیع نافذ نہ ہوگی۔ اس لئے کہ وصایت خلافت ہے۔ کیونکہ وہ میت کی ولایت کے ختم ہو جانے کے ساتھ خاص ہے۔ پس وہ وصی کی جانب منتقل ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ وصایت خلافت ہے تو یہ کسی علم پر موقوف نہ ہوگی جس طرح وراثت ہے۔ جبکہ توکیل یہ انابت ہے جو نیب کی ولایت کی موجودگی میں بھی ثابت ہوتی ہے۔ پس وکیل

کے علم کے بغیر توکیل درست نہ ہوگی جس طرح بیع وشراء کے سبب سے ثبوت ملکیت کا ہوتا ہے۔اور علم کے طرق وشرائط کو ہم سابقہ کتب میں بیان کر آئے ہیں۔

اور جب وصی نے وصایت کا قبول بھی نہیں کیا تھا کہ موصی فوت ہوگیا ہے اس کے بعد وصی نے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا اور پھر اس کے بعد اس نے کہا کہ میں قبول کرتا ہوں۔تو اس کے لئے یہ حق ہوگا کہ جب قاضی نے اس کو "میں قبول نہیں کرتا ہوں" خارج نہیں کیا ہے۔تو اس کے محض اس قول سے وصایت باطل نہ ہوگی۔کیونکہ اس کو باطل کرنے میں میت کا نقصان ہے۔اور وصایت کی بقاء میں جو وصی کو نقصان ہے ثواب کے ذریعے اس کو پورا کیا جائے گا۔اور پہلے کو دور کرنا جب کہ وہ اعلیٰ سے اولیٰ ہے مگر جب قاضی نے وصی کو وصایت سے خارج کر دیا ہے تو یہ بھی درست ہے۔کیونکہ اس کے بارے اجتہاد کرنے والا ہے۔کیونکہ قاضی کو نقصان دور کرنے کی ولایت حاصل ہے۔

اور بعض اوقات وصی وصایت کو پورا کرنے میں عاجز ہوتا ہے تو وصایت کو باقی رکھنے کے لئے نقصان اٹھاتا ہے۔پس وصی سے قاضی نقصان کو دور کر دیتا ہے۔اور میت مال کے لئے کسی نگران کو مقرر کرتا ہے۔جس اس مال میں تصرف کرتا ہے اور دونوں جانبوں سے نقصان دور ہوتا ہے۔کیونکہ قاضی کا خارج کرنا نافذ ہوگا۔اور جب قاضی کے خارج کرنے کے بعد وصی کو نکالنے کے بعد وصی نے کہا ہے کہ میں قبول کرتا ہوں تو اس کی بات نہیں سنا جائے گا۔کیونکہ وصی نے قاضی کے باطل کرنے سے وصایت کے ابطال کو قبول کیا ہے۔

وصایت میں غلام یا کافر یا فاسق کو تبدیل کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰی اِلٰی عَبْدٍ اَوْ کَافِرٍ اَوْ فَاسِقٍ اَخْرَجَهُمُ الْقَاضِیْ عَنِ الْوِصَایَةِ وَنَصَبَ غَیْرَهُمْ) وَهٰذَا اللَّفْظُ یُشِیْرُ اِلٰی صِحَّةِ الْوَصِیَّةِ، لِاَنَّ الْاِخْرَاجَ یَکُوْنُ بَعْدَهَا .وَذَکَرَ مُحَمَّدٌ فِی الْاَصْلِ اَنَّ الْوَصِیَّةَ بَاطِلَةٌ .

قِیْلَ مَعْنَاهُ فِیْ جَمِیْعِ هٰذِهِ الصُّوَرِ اَنَّ الْوَصِیَّةَ سَتَبْطُلُ، وَقِیْلَ مَعْنَاهُ فِی الْعَبْدِ بَاطِلٌ حَقِیْقَةً لِعَدَمِ وِلَایَتِهٖ وَاسْتِبْدَادِهٖ، وَفِیْ غَیْرِهٖ مَعْنَاهُ سَتَبْطُلُ، وَقِیْلَ فِی الْکَافِرِ بَاطِلٌ اَیْضًا لِعَدَمِ وِلَایَتِهٖ عَلَی الْمُسْلِمِ .

وَوَجْهُ الصِّحَّةِ ثُمَّ الْاِخْرَاجِ اَنَّ الْاَصْلَ النَّظَرُ ثَابِتٌ لِقُدْرَةِ الْعَبْدِ حَقِیْقَةً، وَوِلَایَةُ الْفَاسِقِ عَلٰی اَصْلِنَا وَوِلَایَةُ الْکَافِرِ فِی الْجُمْلَةِ، اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَتِمَّ النَّظَرُ لِتَوَقُّفِ وِلَایَةِ الْعَبْدِ عَلٰی اِجَازَةِ الْمَوْلٰی وَتَمَکُّنِهٖ مِنَ الْحَجْرِ بَعْدَهَا وَالْمُعَادَاةِ الدِّیْنِیَّةِ الْبَاعِثَةِ لِلْکَافِرِ عَلٰی تَرْکِ النَّظَرِ فِیْ حَقِّ الْمُسْلِمِ وَاتِّهَامِ الْفَاسِقِ بِالْخِیَانَةِ فَیُخْرِجُهُ الْقَاضِیْ مِنَ الْوِصَایَةِ وَیُقِیْمُ غَیْرَهٗ مُقَامَهٗ اِتْمَامًا لِلنَّظَرِ .

وَشَرَطَ فِی الْاَصْلِ اَنْ یَکُوْنَ الْفَاسِقُ مَخُوْفًا عَلَیْهِ فِی الْمَالِ، وَهٰذَا یَصْلُحُ عُذْرًا فِیْ اِخْرَا

وَتَبْدِيلِهِ بِغَيْرِهِ.

﴿ترجمہ﴾ فرمایا کہ جب موصی نے غلام یا کافر یا فاسق کو وصی بنایا ہے تو قاضی ان کو وصایت سے خارج کر کے ان کی جگہ پر دوسروں کو مقرر کرے گا۔ اور اس لفظ میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ وصیت درست ہے کیونکہ اس کے درست ہونے کے بعد اخراج ہوا ہے۔

حضرت امام محمد ﷫ نے مبسوط میں کہا ہے کہ ایسی وصیت باطل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان تمام صورتوں میں وصیت باطل ہو جائے گی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ غلام کے بارے میں اس کا معنی حقیقت میں باطل ہونا ہے کیونکہ غلام کے لئے ولایت اور مستقل ہونا نہیں ہے۔ اور غلام کے سوا میں بھی اسی حکم کے مطابق باطل ہو جائے گی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کافر کے حق میں بھی باطل ہے کیونکہ کافر کو مسلمان پر ولایت حاصل نہیں ہے۔

اور وصایت کے درست ہونے اور اس کے بعد باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اصل کے اعتبار مہربانی ثابت ہے۔ کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے غلام قدرت رکھنے والا ہے۔ جبکہ ہماری اصل کے مطابق فاسق کی ولایت اور عام طور پر کافر کی ولایت کے سبب سے مہربانی ثابت ہے لیکن وہ تام نہیں ہے کیونکہ غلام کی ولایت اس کے آقا کی اجازت پر موقوف ہے۔ اور اجازت کے بعد آقا روکنے پر قادر بھی ہے۔ اور دین میں دشمنی کی وجہ سے اس کی مہربانی مکمل نہیں ہے۔ جو کافر کو مسلمان کے حق میں مہربانی کو چھوڑنے پر تیار کرنے والی ہے۔ اور فاسق خیانت میں تہمت زدہ ہے۔ پس قاضی ان میں سے ہر ایک کو وصایت سے نکال کر مہربانی کو مکمل کرنے کے لئے دوسروں کو ان کی جگہ پر لائے گا۔ اور مبسوط میں یہ شرط بھی ہے کہ فاسق ایسا ہو جس پر مال کے بارے میں خیانت کا اندیشہ ہے۔ اور یہی چیزیں فاسق کو نکالنے اور اس کی جگہ پر دوسرے کو لانے کے لئے عذر ہیں۔

بالغ وارثوں والے موصی کا اپنے غلام کو وصی بنانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰی اِلٰی عَبْدِ نَفْسِهٖ وَفِی الْوَرَثَةِ كِبَارٌ لَمْ تَصِحَّ الْوَصِيَّةُ) لِاَنَّ لِلْكَبِيْرِ اَنْ يَمْنَعَهٗ اَوْ يَبِيعَ نَصِيبَهٗ فَيَمْنَعَهُ الْمُشْتَرِي فَيَعْجِزُ عَنِ الْوَفَاءِ بِحَقِّ الْوِصَايَةِ فَلَا يُفِيدُ فَائِدَتَهٗ وَاِنْ كَانُوْا صِغَارًا كُلُّهُمْ فَالْوَصِيَّةُ اِلَيْهِ جَائِزَةٌ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ، وَلَا تَجُوْزُ عِنْدَهُمَا وَهُوَ الْقِيَاسُ.

وَقِيلَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ مُضْطَرِبٌ، يَرْوِي مَرَّةً مَعَ اَبِي حَنِيْفَةَ، وَتَارَةً مَعَ اَبِي يُوْسُفَ.

وَجْهُ الْقِيَاسِ اَنَّ الْوِلَايَةَ مُنْعَدِمَةٌ لِمَا اَنَّ الرِّقَّ يُنَافِيهَا، وَلِاَنَّ فِيهِ اِثْبَاتَ الْوِلَايَةِ لِلْمَمْلُوكِ عَلَى الْمَالِكِ، وَهٰذَا قَلْبُ الْمَشْرُوعِ، وَلِاَنَّ الْوِلَايَةَ الصَّادِرَةَ مِنَ الْاَبِ لَا تَتَجَزَّاُ، وَفِي اعْتِبَارِ هٰذِهٖ تَجَزُّئُهَا لِاَنَّهٗ لَا يَمْلِكُ بَيْعَ رَقَبَتِهٖ وَهٰذَا نَقْضُ الْمَوْضُوعِ.

وَلَهٗ اَنَّهٗ مُخَاطَبٌ مُسْتَبِدٌّ بِالتَّصَرُّفِ فَيَكُوْنُ اَهْلًا لِلْوِصَايَةِ، وَلَيْسَ لِاَحَدٍ عَلَيْهِ وِلَايَةٌ، فَاِنَّ الصِّغَارَ وَاِنْ كَانُوْا مُلَّاكًا لَيْسَ لَهُمْ وِلَايَةُ الْمَنْعِ فَلَا مُنَافَاةَ، وَاِيْصَاءُ الْمَوْلٰى اِلَيْهِ يُؤْذِنُ بِكَوْنِهٖ

نَاظِرًا لَهُمْ وَصَارَ كَالْمُكَاتَبِ، وَالْوِصَايَةُ قَدْ تَتَجَزَّأُ عَلَى مَا هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ، اَوْ نَقُولُ : يُصَارُ اِلَيْهِ كَيْ لَا يُؤَدِّيَ اِلَى اِبْطَالِ اَصْلِهِ، وَتَغْيِيرُ الْوَصْفِ لِتَصْحِيحِ الْاَصْلِ اَوْلَى .

فرمایا کہ جس شخص نے اپنے غلام کو وصی بنادیا ہے حالانکہ اس کے ورثاء میں سے بالغ موجود ہیں تو وہ وصیت درست نہ ہوگی۔ کیونکہ بالغ کے لئے حق حاصل ہے کہ وہ غلام کو روک دے یا اپنا حصہ بیچ دے۔ اور خریدار غلام کو روک دے۔ اور غلام وصایت کو پورا کرنے میں بے بس ہوگیا ہے۔ تو اس میں وصایت فائدے مند نہ ہوگی۔ اور جب سارے ورثاء چھوٹے ہیں۔ تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کو وصی بنانا جائز ہے۔

صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول اس کے بارے میں مضطرب ہے کبھی وہ امام اعظم کے ساتھ نقل کیا گیا ہے اور کبھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

اور قیاس کی دلیل یہ ہے غلام میں وصیت معدوم ہے۔ کیونکہ غلام ہونا یہ ولایت کے منافی ہے۔ کیونکہ اس میں مالک کے لئے ولایت کا ثبوت ہے۔ جو قلب مشروع ہے۔ کیونکہ باپ کی جانب سے واقع ہونے والی ولایت میں حصے نہیں ہوتے اور اس وصیت کا اعتبار کرنے میں ولایت میں اجزاء لازم آتے ہیں کیونکہ غلام اپنی گردن کو بیچنے کا مالک نہیں ہے۔ اور یہی موضوع کو توڑنا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ غلام بھی مخاطب ہے اور وہ تصرف میں مستقل ہے۔ پس وہ ولایت کا اہل بھی ہوگا۔ اور اس پر کسی کو ولایت حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ بچے اگر چہ مالک ہیں مگر ان کو روکنے کی ولایت حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔ اور آقا کا اس کو وصی بنانا بچوں کے لئے غلام کے مہربان ہونے کی اطلاع دینے والا ہے۔ اور یہ مکاتب کی طرح ہو جائے گا۔ اور وصایت میں حصے نہیں ہوتے۔ جس طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے۔ یا پھر ہم نے کہا ہے کہ اس کی جانب رجوع کیا جائے گا کہ کہیں یہ اصل ایصاء کو باطل کرنے کا سبب نہ بنے۔ اور اصل کو درست کرنے کے لئے وصف کو بدلنا اولیٰ ہے۔

ادائے وصیت سے عاجز ہونے والے کی وصایت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ يَعْجِزُ عَنِ الْقِيَامِ بِالْوَصِيَّةِ ضَمَّ اِلَيْهِ الْقَاضِي غَيْرَهُ) رِعَايَةً لِحَقِّ الْمُوصِي وَالْوَرَثَةِ، وَهٰذَا لِاَنَّ تَكْمِيلَ النَّظَرِ يَحْصُلُ بِضَمِّ الْاٰخَرِ اِلَيْهِ لِصِيَانَتِهِ وَنَقْصِ كِفَايَتِهِ فَيَتِمُّ النَّظَرُ بِاِعَانَةِ غَيْرِهِ، وَلَوْ شَكَا اِلَيْهِ الْوَصِيُّ ذٰلِكَ لَا يُجِيبُهُ حَتّٰى يَعْرِفَ ذٰلِكَ حَقِيقَةً، لِاَنَّ الشَّاكِيَ قَدْ يَكُونُ كَاذِبًا تَخْفِيفًا عَلٰى نَفْسِهِ، وَاِذَا ظَهَرَ عِنْدَ الْقَاضِي عَجْزُهُ اَصْلًا اسْتَبْدَلَ بِهِ رِعَايَةً لِلنَّظَرِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ ؛ وَلَوْ كَانَ قَادِرًا عَلَى التَّصَرُّفِ اَمِينًا فِيهِ لَيْسَ لِلْقَاضِي اَنْ يُخْرِجَهُ، لِاَنَّهُ لَوْ اخْتَارَ غَيْرَهُ كَانَ دُونَهُ لِمَا اَنَّهُ كَانَ مُخْتَارَ الْمَيِّتِ وَمَرْضِيَّهُ فَاِبْقَاؤُهُ اَوْلٰى وَلِهٰذَا قُدِّمَ عَلٰى اَبِي الْمَيِّتِ مَعَ وُفُورِ شَفَقَتِهِ فَاَوْلٰى اَنْ يُقَدَّمَ عَلٰى غَيْرِهِ، وَكَذَا اِذَا شَكَا الْوَرَثَةُ اَوْ بَعْضُهُمُ الْوَصِ

اِلَى الْقَاضِيْ فَاِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَهُ اَنْ يَعْزِلَهُ حَتّٰى يَبْدُوَ لَهُ مِنْهُ خِيَانَةٌ لِاَنَّهُ اسْتَفَادَ الْوِلَايَةَ مِنَ الْمَيِّتِ، غَيْرَ اَنَّهُ اِذَا ظَهَرَتِ الْخِيَانَةُ فَالْمَيِّتُ اِنَّمَا نَصَّبَهُ وَصِيًّا لِاَمَانَتِهِ وَقَدْ فَاتَتْ، وَلَوْ كَانَ فِي الْاَحْيَاءِ لَاَخْرَجَهُ مِنْهَا، فَعِنْدَ عَجْزِهِ يَنُوْبُ الْقَاضِيْ مَنَابَهُ كَاَنَّهُ لَا وَصِيَّ لَهُ ۔

فرمایا کہ جس بندے نے ایسے آدمی کے بارے میں وصیت کی ہے جو وصیت کی ادائیگی سے عاجز ہے تو موصی اور ورثاء کے حق کی رعایت کے لئے قاضی اس کے ساتھ دوسرے آدمی کو ملائے گا۔ اور یہ اس دلیل سے ہے کہ وصی کے ساتھ دوسرے کو ملانے کے لئے مہربانی کو مکمل کرنا ہے۔ کیونکہ دوسرے سے وصی کی حفاظت ہوگی۔ اور کفایت بھی ہوگی پس دوسرے کی مدد سے مہربانی مکمل ہوجائے گی۔

اور جب وصی نے قاضی کے ہاں جا کر اپنی عاجزی کو بیان کردیا ہے تو اس کی بات کو تسلیم نہ کرے گا حتیٰ کہ وہ فی الواقع اس کا پتہ نہ کرے۔ کیونکہ ممکن ہے شکایت کرنے والا اپنی جان پر نرمی کے سبب جھوٹ بول رہا ہو۔ اور جب قاضی کے پاس یقینی طور پر اس کی عاجزی ظاہر ہوجائے تو دونوں جانبوں سے رعایت کرتے ہوئے قاضی اس کو بدل دے گا۔ اور جب وصی تصرف پر قادر ہے اور وہ تصرف میں امانت دار ہے تو قاضی کے لئے اس کو بدلنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ کیونکہ قاضی جب اس کے سوا کو اختیار کرے گا تو وہ دوسرا غیر اس سے بھی کم تر ہوگا۔ اس لئے پہلا موصی کا منتخب کردہ ہے۔ اور وہ اس کا پسند کردہ ہے۔ پس اس کو باقی رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ اسی لئے اس کو میت کے باپ پر مقدم کیا جائے گا۔ حالانکہ باپ کی مہربانی کامل ہوتی ہے تو باپ کے سوا پر تو یہ بدرجہ اولیٰ مقدم کیا جائے گا۔

اور اسی طرح جب ورثاء نے یا کسی ایک وارث نے قاضی سے وصیت کی شکایت کی ہے تو قاضی کا وصی کو معزول کرنا مناسب نہ ہوگا حتیٰ کہ قاضی کے ہاں وصی کی خیانت کرنا ظاہر ہوجائے۔ کیونکہ وصی نے میت سے ولایت کو حاصل کیا ہے۔ مگر جب خیانت ظاہر ہوئی ہے کیونکہ میت نے اس کی مدد کے لئے اس کو وصی بنایا تھا۔ اور وہ ختم ہوچکی ہے۔ اور جب موصی زندہ ہوتا تو وہ وصی کو وصایت سے خارج کردیتا۔ پس موصی کے عاجز ہونے میں قاضی اس کا نائب ہوجائے گا کہ جس طرح میت کا کوئی وصی ہی نہیں ہے۔

موصی کو وصایت میں دو وصی بنانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى اِلَى اثْنَيْنِ لَمْ يَكُنْ لِاَحَدِهِمَا اَنْ يَتَصَرَّفَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ دُوْنَ صَاحِبِهِ) اِلَّا فِيْ اَشْيَاءَ مَعْدُوْدَةٍ نُبَيِّنُهَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ : يَنْفَرِدُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالتَّصَرُّفِ فِيْ جَمِيْعِ الْاَشْيَاءِ لِاَنَّ الْوِصَايَةَ سَبِيْلُهَا الْوِلَايَةُ وَهِيَ وَصْفٌ شَرْعِيٌّ لَا تَتَجَزَّاُ فَيَثْبُتُ لِكُلٍّ مِنْهُمَا كَمَلًا كَوِلَايَةِ الْاِنْكَاحِ لِلْاَخَوَيْنِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْوِصَايَةَ خِلَافَةٌ، وَاِنَّمَا تَتَحَقَّقُ اِذَا انْتَقَلَتِ الْوِلَايَةُ اِلَيْهِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ كَانَ ثَابِتًا

لِلْمُوْصِيْ وَقَدْ كَانَ بِوَصْفِ الْكَمَالِ، وَلِاَنَّ اخْتِيَارَ الْاَبِ اِيَّاهُمَا يُؤْذِنُ بِاخْتِصَاصِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالشَّفَقَةِ فَيَنْزِلُ ذٰلِكَ مَنْزِلَةَ قَرَابَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا۔

وَلَهُمَا اَنَّ الْوِلَايَةَ تَثْبُتُ بِالتَّفْوِيْضِ فَيُرَاعٰى وَصْفُ التَّفْوِيْضِ وَهُوَ وَصْفُ الْاِجْتِمَاعِ اِذْ هُوَ شَرْطٌ مُقَيَّدٌ، وَمَا رَضِيَ الْمُوْصِيْ اِلَّا بِالْمُثَنّٰى وَلَيْسَ الْوَاحِدُ كَالْمُثَنّٰى، بِخِلَافِ الْاَخَوَيْنِ فِي الْاِنْكَاحِ لِاَنَّ السَّبَبَ هُنَالِكَ الْقَرَابَةُ وَقَدْ قَامَتْ بِكُلٍّ مِنْهُمَا كَمَلًا، وَلِاَنَّ الْاِنْكَاحَ حَقٌّ مُسْتَحَقٌّ لَهَا عَلَى الْوَلِيِّ، حَتّٰى لَوْ طَالَبَتْهُ بِاِنْكَاحِهَا مِنْ كُفُوٍ يَخْطُبُهَا يَجِبُ عَلَيْهِ وَهٰهُنَا حَقُّ التَّصَرُّفِ لِلْوَصِيِّ، وَلِهٰذَا يَبْقٰى مُخَيَّرًا فِي التَّصَرُّفِ، فَفِي الْاَوَّلِ اَوْفٰى حَقًّا عَلٰى صَاحِبِهٖ فَصَحَّ، وَفِي الثَّانِيْ اسْتَوْفٰى حَقًّا لِصَاحِبِهٖ فَلَا يَصِحُّ اَصْلُهُ الدَّيْنُ الَّذِيْ عَلَيْهِمَا وَلَهُمَا، بِخِلَافِ الْاَشْيَاءِ الْمَعْدُوْدَةِ لِاَنَّهَا مِنْ بَابِ الضَّرُوْرَةِ لَا مِنْ بَابِ الْوِلَايَةِ، وَمَوَاضِعُ الضَّرُوْرَةِ مُسْتَثْنَاةٌ اَبَدًا، وَهِيَ مَا اسْتَثْنَاهُ فِي الْكِتَابِ وَاَخَوَاتِهَا۔

📖 فرمایا کہ جس شخص نے دو بندوں کے لئے وصیت کی ہے تو طرفین کے نزدیک ان میں سے ایک کو دوسرے کے بغیر تصرف کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو ہم ان شاء اللہ بیان کردیں گے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے ان میں سے ہر ایک ان سب چیزوں میں تصرف کرنے میں منفرد ہوگا۔ کیونکہ وصایت کا طریقہ ولایت ہے۔ اور ولایت ایک شرعی وصف ہے جس میں اجزاء نہیں ہیں۔ پس ان میں سے ہر ایک کے لئے یہ ولایت کامل طور پر ثابت ہوگی۔ جس طرح دو بھائیوں کی ولایت انکاح ہے۔ اور یہ بھی اسی دلیل کے سبب سے ہے کہ وصایت خلافت ہے اور خلافت اسوقت ثابت ہوتی ہے جب وہ وصی کی جانب اسی طریقے سے منتقل ہو جس طرح وہ موصی سے ثابت تھی۔ اور موصی کے لئے یہ ولایت وصف کمال کے ساتھ تھی۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ باپ ان دونوں کو اختیار دے دینا ان میں سے ہر ایک کے لئے مہربانی کو ان کے ساتھ خاص کرنے کی اطلاع دینے والا ہے۔ پس اس کو خاص کرنے کو ہر ایک کی قرابت کے حکم میں سمجھا جائے گا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ولایت سپرد کرنے سے ثابت ہوتی ہے۔ پس سپرد کرنے کے وصف کی رعایت کی جائے گی۔ تو سپرد کرنے کا وصف یہی وصف اجتماع ہے۔ کیونکہ اجتماع ایک فائدے مند شرط ہے۔ اور موصی یہاں دو وصیوں سے راضی ہونے والا ہے اور ایک دو کی طرح ہے۔ جبکہ دو بھائیوں کا نکاح کرنے میں ایسا نہیں ہے کیونکہ یہاں سبب قرابت ہے۔ اور قرابت ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کامل طور پر ثابت ہے۔ کیونکہ نکاح کرنا یہ عورت کے لئے ولی پر کامل حق واجب ہے۔ تو ولی پر نکاح کرنا واجب ہے اور یہاں پر تصرف کا حق ولی کا حاصل ہے۔ کیونکہ تصرف میں ولی مختار ہے۔ اور پہلی صورت میں ولی نے ایسے حق کو ادا کیا ہے جو اس کے ساتھی پر واجب تھا۔ کیونکہ یہ درست ہے۔ اور دوسری صورت میں وصی نے وصول کرلیا ہے۔ کیونکہ ولایت کا تصرف دونوں

کو حاصل ہے۔ پس جب ایک شخص نے اکیلے اپنے ساتھی کے حق میں تصرف کیا ہے تو یہ درست نہ ہوگا۔

اور کی دلیل وہ قرض ہے جو ان پر ہے اور ان دونوں کے لئے ہو۔ جبکہ اشیائے معدودہ میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ باب ضرورت سے ہے۔ وصایت کے باب سے نہیں ہے۔ اور ضرورت کے مقامات ہمیشہ استثناء میں ہوتے ہیں۔ اور یہ وہی اشیاء ہیں جن کو صاحب قدوری نے استثناء میں ذکر کیا ہے اور ان کی امثلہ بھی ہیں۔

میت کے کفن ودفن کے لئے تصرف وصایت کا بیان

فَقَالَ (اِلَّا فِیْ شِرَاءِ كَفَنِ الْمَيِّتِ وَتَجْهِيْزِهٖ) لِاَنَّ فِی التَّاْخِيْرِ فَسَادَ الْمَيِّتِ وَلِهٰذَا يَمْلِكُهُ الْجِيْرَانُ عِنْدَ ذٰلِكَ (وَطَعَامِ الصِّغَارِ وَكِسْوَتِهِمْ) لِاَنَّهٗ يُخَافُ مَوْتُهُمْ جُوْعًا وَعُرْيًا نا،

(وَرَدِّ الْوَدِيْعَةِ بِعَيْنِهَا وَرَدِّ الْمَغْصُوْبِ وَالْمُشْتَرٰى شِرَاءً فَاسِدًا وَحِفْظِ الْاَمْوَالِ وَقَضَاءِ الدُّيُوْنِ) لِاَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ بَابِ الْوِلَايَةِ فَاِنَّهٗ يَمْلِكُهُ الْمَالِكُ، وَصَاحِبُ الدَّيْنِ اِذَا ظَفِرَ بِجِنْسِ حَقِّهٖ وَحِفْظُ الْمَالِ يَمْلِكُهُ مَنْ يَقَعُ فِیْ يَدِهٖ فَكَانَ مِنْ بَابِ الْاِعَانَةِ .

وَلِاَنَّهٗ لَا يَحْتَاجُ فِيْهِ اِلَى الرَّاْیِ (وَتَنْفِيْذِ وَصِيَّةٍ بِعَيْنِهَا وَعِتْقِ عَبْدٍ بِعَيْنِهٖ) لِاَنَّهٗ لَا يَحْتَاجُ فِيْهِ اِلَى الرَّاْیِ (وَالْخُصُوْمَةِ فِیْ حَقِّ الْمَيِّتِ) لِاَنَّ الِاجْتِمَاعَ فِيْهَا مُتَعَذِّرٌ وَلِهٰذَا يَنْفَرِدُ بِهَا اَحَدُ الْوَكِيْلَيْنِ (وَقَبُوْلِ الْهِبَةِ) لِاَنَّ فِی التَّاْخِيْرِ خِيْفَةَ الْفَوَاتِ، وَلِاَنَّهٗ يَمْلِكُهُ الْاُمُّ وَالَّذِیْ فِیْ حِجْرِهٖ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ بَابِ الْوِلَايَةِ (وَبَيْعِ مَا يُخْشٰى عَلَيْهِ التَّوٰى وَالتَّلَفُ) لِاَنَّ فِيْهِ ضَرُوْرَةً لَا تَخْفٰى (وَجَمْعِ الْاَمْوَالِ الضَّائِعَةِ) لِاَنَّ فِی التَّاْخِيْرِ خَشْيَةَ الْفَوَاتِ، وَلِاَنَّهٗ يَمْلِكُهُ كُلُّ مَنْ وَقَعَ فِیْ يَدِهٖ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ بَابِ الْوِلَايَةِ .

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہاں البتہ جب میت کا کفن خریدنے اور اس کی تجہیز کرنے کے لئے تصرف کرنا درست ہوگا کیونکہ اس میں تاخیر کرنے کی وجہ سے فساد میت ہے۔ کیونکہ تاخیر کی صورت میں ہمسائے تجہیز کے مالک ہوں گے۔ اور بچوں کا کھانا خریدنے اور ان کے لئے کپڑا خریدنے کے لئے تصرکرنا کیونکہ بچوں کا بھوسا یا ننگے ہوکر مرنے کا اندیشہ ہے۔

اور اسی طرح بہ عینہ ودیعت کو واپس کرنے، مغصوب کو واپس کرنے میں، فاسد طریقے سے خریدی گئی چیز کو واپس کرنے میں کرنے میں، اموال کی حفاظت کرنے میں، قرضوں کو ادا کرنے میں، اس لئے کہ یہ تمام امور ولایت کے باب سے نہیں ہیں۔ پس مالک اور قرض والا اس چیز کا مالک بن جائے گا۔ جب وہ اپنے حق کو جنس کو پالے۔ اور حفاظت مال کو مالک وہ شخص ہوگا جس کے قبضہ میں مال واقع ہے۔ پس یہ مدد کے باب سے ہوگا۔ کیونکہ اس میں رائے کی محتاجگی نہیں ہے۔

اور معین وصیت نافذ کرنے اور معین غلام کو آزاد کرنے میں کیونکہ ان میں رائے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور میت کے حق میں خصومت کے ساتھ متفرد ہوگا۔ اور ہبہ کو قبول کرنے میں کیونکہ تاخیر میں فوات کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ ماں اس کو قبول کرنے کی مالک

ہے اور وہ شخص بھی مالک ہوگا۔ جس کی پرورش میں وہ بچہ ہے۔ کیونکہ یہ باب ولایت سے نہیں ہے۔

اور اس چیز کو خریدنے میں جس کی ہلاکت کا اندیشہ یا ضائع ہونے کا خوف ہے کیونکہ اس میں ایسی ضرورت ہے جو پوشیدہ نہیں ہے۔ اور بکھرے ہوئے اموال کو اکٹھا کرنے میں۔ کیونکہ تاخیر کے سبب ان کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ ہر وہ شخص اس کا مالک ہے۔ جس کے ہاتھ میں یہ واقع ہے۔ پس یہ ولایت کے باب سے نہیں ہے۔

دو وصیوں میں سے ایک کے لئے بیع کرنے کا حق نہ ہونے کا بیان

وَفِی الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ : وَلَیْسَ لِاَحَدِ الْوَصِیَّیْنِ اَنْ یَبِیْعَ وَیَتَقَاضٰی، وَالْمُرَادُ بِالتَّقَاضِیْ الْاِقْتِضَاءُ، کَذَا کَانَ الْمُرَادُ مِنْهُ فِیْ عُرْفِهِمْ، وَهٰذَا لِاَنَّهٗ رَضِیَ بِاَمَانَتِهِمَا جَمِیْعًا فِی الْقَبْضِ، وَلِاَنَّهٗ فِیْ مَعْنَی الْمُبَادَلَةِ لَا سِیَّمَا عِنْدَ اخْتِلَافِ الْجِنْسِ عَلٰی مَا عُرِفَ فَکَانَ مِنْ بَابِ الْوِلَایَةِ وَلَوْ اَوْصٰی اِلٰی کُلِّ وَاحِدٍ عَلَی الْاِنْفِرَادِ قِیْلَ یَنْفَرِدُ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالتَّصَرُّفِ بِمَنْزِلَةِ الْوَکِیْلَیْنِ اِذَا وَکَّلَ کُلَّ وَاحِدٍ عَلَی الْاِنْفِرَادِ، وَهٰذَا لِاَنَّهٗ لَمَّا اَفْرَدَ فَقَدْ رَضِیَ بِرَاْیِ الْوَاحِدِ .

وَقِیْلَ الْخِلَافُ فِی الْفَصْلَیْنِ وَاحِدٌ، وَهُوَ وَهُوَ الْاَصَحُّ لِاَنَّ وُجُوْبَ الْوَصِیَّةِ عِنْدَ الْمَوْتِ بِخِلَافِ الْوَکِیْلَیْنِ، لِاَنَّ الْوَکَالَةَ تَتَعَاقَبُ،

اور جامع صغیر میں ہے کہ دونوں وصیوں میں سے ایک کے لئے بیع کرنے یا قبضہ کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اور یہاں تقاضی سے مراد قبضہ کرنا ہے۔ اور اہل کوفہ کے عرف کے مطابق یہی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ قبضہ کرنے میں موصی ان دونوں کی امانت پر رضامند ہوا ہے۔ کیونکہ قبضہ کرنا یہ مبادلہ کے حکم میں ہے۔ اور خاص طور پر جب جنس مختلف ہو جائے۔ جس طرح معلوم کیا جا چکا ہے تو یہ بھی باب ولایت سے ہوگا۔

اور جب موصی نے ہر ایک کو الگ الگ وصی بنایا ہے۔ تو ایک قول یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک تصرف میں منفرد ہوگا۔ جس طرح دو وکیل ہوتے ہیں۔ اور جب مؤکل نے ہر ایک کو انفرادی طور پر وکیل بنایا ہے اور یہ اس دلیل کی وجہ سے ہے کہ جب موصی نے ایک ایک کر کے وصی بنایا ہے۔ تو وہ ایک رائے سے راضی ہو چکا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں ایک ہی اختلاف ہے۔ کیونکہ وصیت کا وجوب موت کے وقت ہوگا۔ جبکہ دو وکلاء میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وکالت پیچھے آنے والی ہے۔

دونوں وصیوں میں سے کسی ایک کے فوت ہونے کا بیان

فَاِنْ مَاتَ اَحَدُهُمَا جَعَلَ الْقَاضِیْ مَکَانَهٗ وَصِیًّا آخَرَ، اَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِاَنَّ الْبَاقِیَ عَاجِزٌ عَنِ التَّفَرُّدِ بِالتَّصَرُّفِ فَیَضُمُّ الْقَاضِیْ اِلَیْهِ وَصِیًّا آخَرَ نَظَرًا لِلْمَیِّتِ عِنْدَ عَجْزِهٖ .

وَعِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ الْحَیُّ مِنْهُمَا وَاِنْ کَانَ یَقْدِرُ عَلَی التَّصَرُّفِ فَالْمُوْصِیْ قَصَدَ اَنْ یَخْلُفَهٗ مُتَصَرِّفًا فِیْ حُقُوْقِهٖ، وَذٰلِکَ مُمْکِنُ التَّحَقُّقِ بِنَصْبِ وَصِیٍّ آخَرَ مَکَانَ الْمَیِّتِ مِنْ بَابِ

الْوِلَايَةِ) اَیْ : الْوِلَايَةِ الْمُسْتَفَادَةِ مِنَ الْمُوْصِیْ لِتَحَقُّقِهَا مِنْ غَيْرِ مَنْ اَوْصٰى اِلَيْهِ، وَذِكْرُ رِوَايَةِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ لِبَيَانِ اَنَّ اقْتِضَاءَ الدَّيْنِ : اَیْ قَبْضَهُ لَيْسَ كَقَضَائِهِ بَلْ هُوَ عَلَى الِاخْتِلَافِ . وَقَوْلُهُ (وَلَوْ اَوْصٰى اِلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى الِانْفِرَادِ) ذَكَرْنَاهُ فِیْ مَطْلَعِ الْكَلَامِ مَعَ ذِكْرِ صَاحِبِ كُلِّ قَوْلٍ مِنْهُمَا . وَقَوْلُهُ (فَاِنْ مَاتَ اَحَدُهُمَا) مُتَّصِلٌ بِاَوَّلِ الْكَلَامِ .

وَلَوْ اَنَّ الْمَيِّتَ مِنْهُمَا اَوْصٰى اِلَى الْحَيِّ فَلِلْحَيِّ اَنْ يَتَصَرَّفَ وَحْدَهُ فِیْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ بِمَنْزِلَةِ مَا اِذَا اَوْصٰى اِلٰى شَخْصٍ آخَرَ .

وَلَا يَحْتَاجُ الْقَاضِیْ اِلٰى نَصْبِ وَصِیٍّ آخَرَ لِاَنَّ رَاْیَ الْمَيِّتِ بَاقٍ حُكْمًا بِرَاْیِ مَنْ يَخْلُفُهُ . وَعَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ لَا يَنْفَرِدُ بِالتَّصَرُّفِ لِاَنَّ الْمُوْصِیَ مَا رَضِیَ بِتَصَرُّفِهِ وَحْدَهُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَوْصٰى اِلٰى غَيْرِهِ لِاَنَّهُ يَنْفُذُ تَصَرُّفُهُ بِرَاْیِ الْمُثَنّٰى كَمَا رَضِيَهُ الْمُتَوَفّٰى .

اور جب دونوں وصیوں میں سے ایک فوت ہو جائے تو قاضی اس کی جگہ کسی دوسرے کو وصی مقرر کردے۔ اور طرفین کے نزدیک اس کی دلیل یہ ہے کہ جو ایک باقی رہ گیا ہے وہ اکیلا تصرف کرنے سے عاجز ہے۔ پس میت پر مہربانی کرتے ہوئے ایک وصی کے عجز کے سبب قاضی اس کے ساتھ دوسرے وصی کو مقرر کردے گا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان میں سے زندہ وصی اگرچہ تصرف پر قدرت رکھنے والا ہے۔ مگر موصی کا قصد یہ ہے کہ اس کے حقوق میں تصرف کرنے والے دو ہوں۔ اور اس کا ثابت ہونا میت کی جگہ پر دوسرے وصی کو مقرر کرنا ہے۔

اور جب ان دونوں وصیوں میں سے فوت ہونے والے نے زندہ وصی کو اپنا وصی بنا دیا ہے تو ظاہر الروایت کے مطابق زندہ وصی اکیلا تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے۔ جس طرح اس مسئلہ میں ہے کہ جب اس نے کسی دوسرے بندے کو وصی بنایا ہے۔ جبکہ قاضی کو دوسرا وصی مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ فوت ہونے والے کی رائے خلیفہ میت ہونے کے سبب حکمی طور پر باقی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ زندہ وصی اکیلا تصرف نہیں کرسکتا۔ کیونکہ موصی اکیلا اس کے تصرف سے رضا مند نہیں ہوا۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب وصی میت نے زندہ وصی کے سوا کسی اور کو وصی بنایا ہے۔ کیونکہ دو بندوں کی رائے آجانے سے زندہ وصی کا تصرف نافذ ہو جائے گا۔ جس طرح میت بھی اسی سے رضامند تھی۔

ایک وصی کا دوسرے کو وصی بنانے کا بیان

وَاِذَا مَاتَ الْوَصِیُّ وَاَوْصٰى اِلٰى آخَرَ فَهُوَ وَصِيُّهُ فِیْ تَرِكَتِهِ وَتَرِكَةِ الْمَيِّتِ الْاَوَّلِ عِنْدَنَا .

وَقَالَ الشَّافِعِیُّ : لَا يَكُوْنُ وَصِيًّا فِیْ تَرِكَةِ الْمَيِّتِ الْاَوَّلِ اعْتِبَارًا بِالتَّوْكِيْلِ فِیْ حَالَةِ الْحَيَاةِ، الْجَامِعُ بَيْنَهُمَا اَنَّهُ رَضِیَ بِرَاْيِهِ لَا بِرَاْیِ غَيْرِهِ.

وَلَنَا اَنَّ الْوَصِیَّ يَتَصَرَّفُ بِوِلَايَةٍ مُنْتَقِلَةٍ اِلَيْهِ فَيَمْلِكُ الْاِيْصَاءَ اِلٰى غَيْرِهِ كَالْجَدِّ ؛ اَلَا يُرٰى اَنَّ

الْوِلَايَةَ الَّتِي كَانَتْ ثَابِتَةً لِلْمُوصِي تَنْتَقِلُ اِلَى الْوَصِيِّ فِي الْمَالِ وَاِلَى الْجَدِّ فِي النَّفْسِ، ثُمَّ الْجَدُّ قَائِمٌ مُقَامَ الْاَبِ فِيمَا انْتَقَلَ اِلَيْهِ فَكَذَا الْوَصِيُّ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْاِيصَاءَ اِقَامَةُ غَيْرِهِ مُقَامَهُ فِيمَا لَهُ وِلَايَتُهُ، وَعِنْدَ الْمَوْتِ كَانَتْ لَهُ وِلَايَةٌ فِي التَّرِكَتَيْنِ فَيَنْزِلُ الثَّانِي مَنْزِلَتَهُ فِيهِمَا .

وَلِاَنَّهُ لَمَّا اسْتَعَانَ بِهِ فِي ذٰلِكَ مَعَ عِلْمِهِ اَنَّهُ قَدْ تَعْتَرِيهِ الْمَنِيَّةُ قَبْلَ تَتْمِيمِ مَقْصُودِهِ بِنَفْسِهِ وَهُوَ تَلَافِي مَا فَرَّطَ مِنْهُ صَارَ رَاضِيًا بِاِيصَائِهِ اِلَى غَيْرِهِ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ لِاَنَّ الْمُوَكِّلَ حَيٌّ يُمْكِنُهُ اَنْ يُحَصِّلَ مَقْصُودَهُ بِنَفْسِهِ فَلَا يَرْضَى بِتَوْكِيلِ غَيْرِهِ وَالْاِيصَاءِ اِلَيْهِ

اور جب وصی فوت ہوگیا ہے اور اس نے دوسرے شخص کو وصی بنایا ہے تو اس وصی کے ترکہ میں اور پہلی میت کے ترکہ میں بھی وہی وصی بن جائے گا۔ یہ حکم ہمارے نزدیک ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ میت اول کے ترکہ میں وصی نہ ہوگا۔ انہوں نے اس کو حالت حیات میں وکیل پر قیاس کیا ہے۔ اور ان کے درمیان جامع یہ ہے کہ میت اپنے وصی کی رائے سے رضامند ہوا ہے اور وہ اس کے سوا کی رضامند سے راضی ہونے والا نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ وصی نے اس ولایت کے ذریعے تصرف کیا ہے جو اس کی جانب منتقل ہوئی ہے۔ پس وہ اپنے غیر کو بھی وصی بنانے کا مالک ہے۔ جس طرح دادا ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ ولایت جو موصی کے لئے ثابت تھی۔ وہی ولایت مال کے بارے میں وصی کی جانب منتقل ہونے والی ہے۔ اور نفس میں وہ دادا کی جانب منتقل ہوتی ہے۔ اور دادا یہ باپ کے قائم مقام ہے۔ اس ولایت میں جو دادا کی جانب منتقل ہونے والی ہے پس وصی کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اپنے سوا وصی بنانا اس کو اپنا قائم مقام کرنا ہے۔ اور یہ اس چیز میں ہے جس میں موصی کو ولایت حاصل ہے۔ اور موت کے وقت موصی کو دونوں ترکوں کے اندر ولایت حاصل ہے۔ پس ان دونوں ترکوں میں وصی ثانی کے لئے وصی اول کا حکم ہوگا۔ کیونکہ موصی نے جب جانتے ہوئے مدد طلب کی ہے۔ تو موصی کا مقصد پورا ہونے سے پہلے وصی کو موت آسکتی ہے اور مقصد یہ ہے کہ کمزوری کو دور کیا جائے۔ جو موصی سے ہوئی ہے۔ پس موصی وصی کے فعل اپنے سے سوا کو وصی بنانے سے رضامند ہو چکا ہے۔ جبکہ توکیل میں ایسا نہیں ہے کیونکہ موکل زندہ ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بہ ذات خود مقصد حاصل کرنا ممکن ہے۔ پس موکل اپنے سوا کو وکیل بنانے اور وصی بنانے سے رضامند نہ ہوگا۔

ورثاء کی جانب سے وصی کا موصی لہ سے تقسیم کرانے کا بیان

قَالَ (وَمُقَاسَمَةُ الْوَصِيِّ الْمُوصَى لَهُ عَنِ الْوَرَثَةِ جَائِزَةٌ وَمُقَاسَمَتُهُ الْوَرَثَةَ عَنِ الْمُوصَى لَهُ بَاطِلَةٌ) لِاَنَّ الْوَارِثَ خَلِيفَةُ الْمَيِّتِ حَتّٰى يَرُدَّ بِالْعَيْبِ وَيُرَدَّ عَلَيْهِ بِهِ وَيَصِيرَ مَغْرُورًا بِشِرَاءِ الْمُوَرِّثِ وَالْوَصِيُّ خَلِيفَةُ الْمَيِّتِ اَيْضًا فَيَكُونُ خَصْمًا عَنِ الْوَارِثِ اِذَا كَانَ غَائِبًا فَصَحَّتْ

قِسْمَتُهُ عَلَيْهِ، حَتّٰى لَوْ حَضَرَ وَقَدْ هَلَكَ مَا فِي يَدِ الْوَصِيِّ لَيْسَ لَهُ اَنْ يُشَارِكَ الْمُوْصٰى لَهُ، اَمَّا الْمُوْصٰى لَهُ فَلَيْسَ بِخَلِيفَةٍ عَنِ الْمَيِّتِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ لِاَنَّهُ مَلَكَهُ بِسَبَبٍ جَدِيدٍ، وَلِهٰذَا لَا يُرَدُّ بِالْعَيْبِ وَلَا يُرَدُّ عَلَيْهِ، وَلَا يَصِيرُ مَغْرُورًا بِشِرَاءِ الْمُوْصِي فَلَا يَكُوْنُ الْوَصِيُّ خَلِيفَةً عَنْهُ عِنْدَ غَيْبَتِهِ، حَتّٰى لَوْ هَلَكَ مَا اَفْرَزَ لَهُ عِنْدَ الْوَصِيِّ كَانَ لَهُ ثُلُثُ مَا بَقِيَ لِاَنَّ الْقِسْمَةَ لَمْ تَنْفُذْ عَلَيْهِ، غَيْرَ اَنَّ الْوَصِيَّ لَا يَضْمَنُ لِاَنَّهُ اَمِينٌ فِيهِ، وَلَهُ وِلَايَةُ الْحِفْظِ فِي التَّرِكَةِ فَصَارَ كَمَا اِذَا هَلَكَ بَعْضُ التَّرِكَةِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ فَيَكُوْنُ لَهُ ثُلُثُ الْبَاقِي لِاَنَّ الْمُوْصٰى لَهُ شَرِيكُ الْوَارِثِ فَيَتْوٰى مَا تَوٰى مِنَ الْمَالِ الْمُشْتَرَكِ عَلَى الشَّرِكَةِ وَيَبْقٰى مَا بَقِيَ عَلَى الشَّرِكَةِ. قَالَ (فَاِنْ قَاسَمَ الْوَرَثَةَ وَاَخَذَ نَصِيبَ الْمُوْصٰى لَهُ فَضَاعَ رَجَعَ الْمُوْصٰى لَهُ بِثُلُثِ مَا بَقِيَ) لِمَا بَيَّنَّا.

فرمایا کہ وارثوں کی جانب سے وصی کا موصی لہ سے تقسیم کروانا جائز ہے۔ مگر موصی کی جانب سے وصی کا وارثوں کی جانب سے تقسیم کروانا باطل ہے۔ کیونکہ وارث میت کا نائب ہے۔ حتیٰ کہ عیب کے سبب وارث واپس کر سکتا ہے۔ اور عیب اس پر واپس کیا جائے گا۔ اور مورث کے خریدنے کے سبب وارث مغرور ہو جائے گا۔ اور وصی بھی میت کا نائب ہے۔ اور جب وارث غائب ہو تو وصی اس کی جانب سے خصم ہوگا پس اس کی تقسیم درست ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ جب وارث حاضر ہو جائے اور اس کے قبضہ میں جو مال ہے وہ ہلاک ہو جائے تو اس کے لئے یہ حق نہ ہوگا۔ کہ وہ موصی لہ کا شریک بن جائے۔

اور جو موصی لہ ہے وہ کلی طور پر میت کا نائب نہیں ہے۔ کیونکہ موصی لہ ایک نئے سبب سے موصی بہ کا مالک بننے والا ہے۔ کیونکہ وہ عیب کی وجہ سے موصی بہ کو واپس نہیں کر سکتا اور نہ ہی موصی بہ کو اس پر واپس کیا جا سکتا ہے۔ اور موصی کی خریداری سے وہ مغرور بھی نہ ہوگا۔ پس موصی لہ کے غائب ہونے کے وقت وصی اس کا نائب نہ ہو سکے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ مال ہلاک ہو جائے جو وصی کے پاس موصی لہ کے لئے الگ کیا گیا تھا۔ تو موصی لہ کو اس کے بقیہ سے تہائی مل جائے گا۔ اس کے لئے کہ تقسیم نافذ ہونے والی نہیں ہے۔ مگر اس میں وصی ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کے بارے میں امین ہے۔ اور اس کو ترکہ کی حفاظت کرنے کی ولایت بھی حاصل ہوئی ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح تقسیم سے پہلے ترکہ ہلاک ہو چکا ہے۔ اور وہ شرکت پر ہلاک ہونے والا ہے۔ جو بچ جائے گا وہ بھی شرکت پر بچ جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وصی نے وارثوں سے تقسیم کر کے موصی لہ کا حصہ لیا ہے تو وہ ضائع ہو جائے گا تو موصی لہ بقیہ سے تہائی واپس لے گا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

میت کا حج کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ كَانَ الْمَيِّتُ اَوْصٰى بِحَجَّةٍ فَقَاسَمَ فِي الْوَرَثَةِ فَهَلَكَ مَا فِي يَدِهِ حَجَّ عَنِ الْمَيِّتِ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ، وَكَذٰلِكَ اِنْ دَفَعَهُ اِلٰى رَجُلٍ لِيَحُجَّ عَنْهُ فَضَاعَ فِي يَدِهِ) وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ: اِنْ

كَانَ مُسْتَغْرِقًا لِلثُّلُثِ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ، وَإِلَّا يَرْجِعُ بِتَمَامِ الثُّلُثِ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ . لَا يَرْجِعُ بِشَيْءٍ لِأَنَّ الْقِسْمَةَ حَقُّ الْمُوصِي، وَلَوْ افْرَزَ الْمُوصِي بِنَفْسِهِ مَالًا لِيَحُجَّ عَنْهُ فَهَلَكَ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ وَبَطَلَتِ الْوَصِيَّةُ، فَكَذَا إِذَا افْرَزَهُ وَصِيُّهُ الَّذِي قَامَ مَقَامَهُ.

وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ مَحَلَّ الْوَصِيَّةِ الثُّلُثُ فَيَجِبُ تَنْفِيذُهَا مَا بَقِيَ مَحَلُّهَا، وَإِذَا لَمْ يَبْقَ بَطَلَتْ لِفَوَاتِ مَحَلِّهَا .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْقِسْمَةَ لَا تُرَادُ لِذَاتِهَا بَلْ لِمَقْصُودِهَا وَهُوَ تَأْدِيَةُ الْحَجِّ فَلَمْ تُعْتَبَرْ دُونَهُ وَصَارَ كَمَا إِذَا هَلَكَ قَبْلَ الْقِسْمَةِ فَيَحُجُّ بِثُلُثِ مَا بَقِيَ، وَلِأَنَّ تَمَامَهَا بِالتَّسْلِيمِ إِلَى الْجِهَةِ الْمُسَمَّاةِ، إِذْ لَا قَابِضَ لَهَا، فَإِذَا لَمْ يُصْرَفْ إِلَى ذَلِكَ الْوَجْهِ لَمْ يَتِمَّ فَصَارَ كَهَلَاكِهِ قَبْلَهَا .

فرمایا کہ جب میت نے حج کی وصیت کی ہے اور وصی نے وارثوں سے تقسیم کرلی ہے۔ مگر جو مال اس کے قبضہ میں تھا وہ ہلاک ہو چکا ہے۔ تو بقیہ میں سے تہائی مال سے میت کی جانب حج کروایا جائے گا۔ اور اسی طرح جب کسی شخص کو وصی نے مال دیا ہے کہ وہ میت کی جانب سے حج کرے۔ اور وہ مال اس بندے کے پاس سے ہلاک ہو گیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب ہلاک شدہ مال تہائی کو گھیرنے والا ہے تو وصی کو کچھ بھی نہ واپس نہ ملے گا ورنہ تہائی مکمل ہونے تک وہ واپس لے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کچھ بھی واپس نہ لے گا۔ کیونکہ تقسیم کرنا یہ موصی کا حق ہے۔ اور جب موصی نے مال خود الگ کیا ہے کہ اس کی جانب سے حج ادا کروایا جائے اور اس کے بعد وہ ہلاک ہو گیا ہے تو موصی پر کچھ لازم نہ ہوگا اور وصیت باطل ہو جاتی تو تب بھی اسی طرح اس نے میت کا مال الگ کیا ہے جو اس کے قائم مقام ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ وصیت کا محل تہائی ہے۔ پس جب تک اس کا محل باقی رہے گا اس وقت تک اس کو نافذ کرنا باقی رہے گا۔ جب محل باقی نہ رہے گا تو محل کے ختم ہو جانے کے سبب وصیت باطل ہو جائے گی۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ تقسیم بہ ذات مراد نہیں ہوکرتی بلکہ وہ اپنے مقصود کے سبب مراد ہوتی ہے۔ اور وہ حج کو ادا کرنا ہے۔ پس اس کے سوا تقسیم کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح تقسیم سے پہلے مال ہلاک ہو چکا ہے۔ تو بقیہ بچ جانے والے مال کے تہائی سے حج کروایا گیا ہے۔ کیونکہ معین جہت کی جانب سپرد کرنے کے سبب تقسیم مکمل ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس جہت میں تو کوئی قبضہ کرنے والا بھی نہیں ہے۔ پس جب مال کو اس طریقے کے مطابق صرف نہ کیا جائے گا تو تقسیم مکمل نہ ہوگی۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح تقسیم سے پہلے مال ہلاک ہو چکا ہے۔

ایک ہزار دراہم کے تہائی کی وصیت کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَوْصَى بِثُلُثِ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَدَفَعَهَا الْوَرَثَةُ إِلَى الْقَاضِي فَقَسَمَهَا وَالْمُوصَى لَهُ غَائِبٌ

فَقِسْمَتُهُ جَائِزَةٌ) لِاَنَّ الْوَصِيَّةَ صَحِيحَةٌ، وَلِهٰذَا لَوْ مَاتَ الْمُوْصٰى لَهُ قَبْلَ الْقَبُولِ تَصِيرُ الْوَصِيَّةُ مِيرَاثًا لِوَرَثَتِهِ وَالْقَاضِيْ نُصِّبَ نَاظِرًا لَا سِيَّمَا فِيْ حَقِّ الْمَوْتٰى وَالْغُيَّبِ، وَمِنَ النَّظَرِ اِفْرَازُ نَصِيبِ الْغَائِبِ وَقَبْضِهِ فَنَفَذَ ذٰلِكَ وَصَحَّ، حَتّٰى لَوْ حَضَرَ الْغَائِبُ وَقَدْ هَلَكَ الْمَقْبُوضُ لَمْ يَكُنْ لَهُ عَلَى الْوَرَثَةِ سَبِيلٌ .

ترجمہ فرمایا کہ جب کسی شخص نے ایک ہزار دراہم کے تہائی کی وصیت کی ہے اور وارثوں نے ایک ہزار دراہم قاضی کو دے دیے ہیں اور قاضی نے ان کو تقسیم کر دیا ہے۔ اس حالت میں تقسیم کیا ہے کہ موصی لہ غائب تھا۔ تو قاضی کی تقسیم درست ہے۔ کیونکہ وصیت درست ہے۔ اس لئے کہ جب موصی لہ قبول کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو وصیت اس کے وارثوں کی جانب میراث بن کر چلی جائے گی۔ اور قاضی کو نگران بنایا گیا ہے۔ خاص طور مردوں اور غائب رہنے والے بندوں کے حق میں نگران بنایا گیا ہے۔ اور غائب کے حصے کو علیحدہ کر کے اس پر قبضہ کرنا بھی نظر میں سے ہے۔ پس یہ تقسیم بھی نافذ ہو جائے گی۔ اور صحیح بھی یہی ہے۔ حتیٰ کہ جب غائب موجود ہو جائیں اور ان کے حصے کا قبضہ میں لایا ہوا مال ہلاک ہو جائے تو اس کے لئے وارثوں پر کوئی راستہ نہ ہوگا۔

وصی کو قرض خواہوں کی عدم موجودگی میں ترکہ سے غلام بیچنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا بَاعَ الْوَصِيُّ عَبْدًا مِنَ التَّرِكَةِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الْغُرَمَاءِ فَهُوَ جَائِزٌ) لِاَنَّ الْوَصِيَّ قَائِمٌ مَقَامَ الْمُوْصِيْ، وَلَوْ تَوَلّٰى حَيًّا بِنَفْسِهِ يَجُوزُ بَيْعُهُ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الْغُرَمَاءِ وَاِنْ كَانَ فِيْ مَرَضِ مَوْتِهِ فَكَذَا اِذَا تَوَلَّاهُ مَنْ قَامَ مَقَامَهُ، وَهٰذَا لِاَنَّ حَقَّ الْغُرَمَاءِ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَالِيَّةِ لَا بِالصُّورَةِ وَالْبَيْعُ لَا يُبْطِلُ الْمَالِيَّةَ لِفَوَاتِهَا اِلٰى خَلَفٍ وَهُوَ الثَّمَنُ .بِخِلَافِ الْعَبْدِ الْمَدْيُونِ لِاَنَّ لِلْغُرَمَاءِ حَقَّ الِاسْتِسْعَاءِ وَاَمَّا هَاهُنَا فَبِخِلَافِهِ .

قَالَ (وَمَنْ اَوْصٰى بِاَنْ يُبَاعَ عَبْدُهُ وَيُتَصَدَّقَ بِثَمَنِهِ عَلَى الْمَسَاكِينِ فَبَاعَهُ الْوَصِيُّ وَقَبَضَ الثَّمَنَ فَضَاعَ فِيْ يَدِهِ فَاسْتُحِقَّ الْعَبْدُ ضَمِنَ الْوَصِيُّ) لِاَنَّهُ هُوَ الْعَاقِدُ فَتَكُونُ الْعُهْدَةُ عَلَيْهِ، وَهٰذِهِ عُهْدَةٌ لِاَنَّ الْمُشْتَرِيَ مِنْهُ مَا رَضِيَ بِبَذْلِ الثَّمَنِ اِلَّا لِيُسَلَّمَ لَهُ الْمَبِيعُ وَلَمْ يُسَلَّمْ فَقَدْ اَخَذَ الْوَصِيُّ الْبَائِعُ مَالَ الْغَيْرِ بِغَيْرِ رِضَاهُ فَيَجِبُ عَلَيْهِ رَدُّهُ .

قَالَ (وَيَرْجِعُ فِيمَا تَرَكَ الْمَيِّتُ) لِاَنَّهُ عَامِلٌ لَهُ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ كَالْوَكِيلِ .وَكَانَ اَبُوْ حَنِيفَةَ يَقُولُ اَوَّلًا : لَا يَرْجِعُ لِاَنَّهُ ضَمِنَ بِقَبْضِهِ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مَا ذَكَرْنَا وَيَرْجِعُ فِيْ جَمِيعِ التَّرِكَةِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ يَرْجِعُ فِي الثُّلُثِ لِاَنَّ الرُّجُوعَ بِحُكْمِ الْوَصِيَّةِ فَاَخَذَ حُكْمَهَا، وَمَحَلُّ الْوَصِيَّةِ الثُّلُثُ .

وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّهُ يَرْجِعُ عَلَيْهِ بِحُكْمِ الْغُرُورِ وَذٰلِكَ دَيْنٌ عَلَيْهِ وَالدَّيْنُ يُقْضٰى مِنْ جَمِيعِ التَّرِكَةِ، بِخِلَافِ الْقَاضِيْ أَوْ أَمِيْنِهِ إِذَا تَوَلَّى الْبَيْعَ حَيْثُ لَا عُهْدَةَ عَلَيْهِ، لِأَنَّ فِيْ إِلْزَامِهَا الْقَاضِيَ تَعْطِيلُ الْقَضَاءِ، إِذْ يَتَحَامٰى عَنْ تَقَلُّدِ هٰذِهِ الْأَمَانَةِ حَذَرًا عَنْ لُزُوْمِ الْغَرَامَةِ فَتَتَعَطَّلُ مَصْلَحَةُ الْعَامَّةِ وَأَمِيْنُهُ سَفِيرٌ عَنْهُ كَالرَّسُولِ، وَلَا كَذٰلِكَ الْوَصِيُّ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْوَكِيلِ وَقَدْ مَرَّ فِيْ كِتَابِ الْقَضَاءِ، فَإِنْ كَانَتِ التَّرِكَةُ قَدْ هَلَكَتْ أَوْ لَمْ يَكُنْ بِهَا وَفَاءٌ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ كَمَا إِذَا كَانَ عَلَى الْمَيِّتِ دَيْنٌ آخَرُ.

(ہدایہ) فرمایا کہ جب وصی نے قرض خواہوں کی غیر موجودگی میں تاکہ کا کوئی غلام بیچ دیا ہے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ وصی موصی کا قائم مقام ہے۔ اور جب موصی زندگی میں خود بیع کرتا تو قرض خواہوں کی غیر موجودگی میں اس کی بیع بھی جائز ہوتی۔ خواہ یہ موصی کے مرض وصال میں ایسا ہوتا۔ پس اس طرح موصی کا قائم مقام بھی بیع میں اس کا نائب بن گیا ہے۔ اور اسکی دلیل یہ بھی ہے کہ قرض خواہوں کا حق مالیت سے متعلق ہے۔ صورت سے متعلق نہیں ہے۔ اور بیع کسی مالیت کو ختم کرنے والی نہیں ہے۔ اس لئے کہ میت نائب کی جانب فوت ہوتی ہے وہ ثمن ہے۔ جبکہ عبد مدیون میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ قرض خواہوں کے لئے کئی کروانے کا حق ہے جبکہ یہاں پر معاملہ اس کے خلاف ہے۔

اور جب کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کا غلام بیچ کر اس کی قیمت کو مسکینوں پر صدقہ کرے اور وصی نے اس کو بیچ کر قیمت پر قبضہ کرلیا ہے اور وہ اس کے قبضہ سے ہلاک ہوگئی ہے۔ اس کے بعد غلام مستحق نکل آیا ہے تو وصی ضامن بن جائے گا۔ کیونکہ عقد کرنے والا وہی ہے۔ پس ذمہ داری بھی اسی پر ہوگی۔ اور یہ ذمہ داری اس سبب سے ہے کہ وصی سے خریدنے والا صرف اس لئے قیمت دینے پر رضا مند ہوا ہے کہ مبیع کو اس کے حوالے کردیا جائے۔ جبکہ مبیع کو اس کے سپرد نہیں کیا گیا ہے پس بیچنے والے کے وصی نے غیر کے مال کو اس کی رضامندی کے بغیر اس سے لیا ہے۔ کیونکہ وصی پر اس مال کو واپس کرنا لازم ہے۔ اور وصی وہ مال میت کے ترکہ سے لینے والا ہوگا۔ کیونکہ میت کا عامل وصی ہے۔ پس وہ اس پر رجوع کرے گا۔ جس طرح وکیل میں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پہلے یہ مؤقف رکھتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ہمارے اس بیان کردہ قول کی طرف رجوع کرلیا ہے۔ اور وصی سارے ترکہ میں رجوع کرے گا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وصی تہائی سے رجوع کرے گا۔ کیونکہ رجوع کا حکم وصیت کے سبب سے ہے پس رجوع کرنا یہ وصیت کا حکم لینے والا ہوگا۔ اور وصیت کا محل تہائی ہے۔ اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ وصی دھوکہ دینے کے حکم سے میت پر رجوع کرنے والا ہے۔ اور یہ میت پر قرض ہے۔ اور قرض پورے ترکہ سے ادا کیا جاتا ہے۔

اور یہ مسئلہ اس قاضی یا امین کے خلاف ہے کہ جب وہ بیع کی ذمہ داری قبول کرے تو ان میں سے کسی پر ذمہ داری نہ ہوگی کیونکہ قاضی پر ذمہ داری لازم کرنے میں قضاء کو معطل کرنا ہے۔ کیونکہ جرمانہ پڑجانے کی وجہ سے قاضی اس امانت سے اپنے آپ کو بچائے گا۔ اور عوام کی مصلحت باطل ہو جائے گی۔ اور قاضی کا امین اس کا سفیر ہے۔ جس طرح قاصد ہے اور وصی ایسا نہیں ہے۔

کیونکہ وہ وکیل کے حکم میں ہے۔ اور کتاب قضاء میں یہ گزر چکا ہے۔ اور جب ترکہ ہلاک ہو جائے یا ترکہ سے قرض کی ادائیگی نہ ہو سکے تو وصی رجوع نہ کرے گا۔ جس طرح کہ میت پر کوئی دوسرا قرض ہے۔

تقسیم میراث سے بچے کے حصے میں غلام آنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ قَسَمَ الْوَصِيُّ الْمِيرَاثَ فَأَصَابَ صَغِيرًا مِنَ الْوَرَثَةِ عَبْدٌ فَبَاعَهُ وَقَبَضَ الثَّمَنَ فَهَلَكَ وَاسْتُحِقَّ الْعَبْدُ رَجَعَ فِي مَالِ الصَّغِيرِ) لِأَنَّهُ عَامِلٌ لَهُ، وَيَرْجِعُ الصَّغِيرُ عَلَى الْوَرَثَةِ بِحِصَّتِهِ لِانْتِقَاضِ الْقِسْمَةِ بِاسْتِحْقَاقِ مَا أَصَابَهُ.

قَالَ (وَإِذَا احْتَالَ الْوَصِيُّ بِمَالِ الْيَتِيمِ فَإِنْ كَانَ خَيْرًا لِلْيَتِيمِ جَازَ) وَهُوَ أَنْ يَكُونَ أَمْلَأَ، إِذِ الْوِلَايَةُ نَظَرِيَّةٌ، وَإِنْ كَانَ الْأَوَّلُ أَمْلَأَ لَا يَجُوزُ لِأَنَّ فِيهِ تَضْيِيعَ مَالِ الْيَتِيمِ عَلَى بَعْضِ الْوُجُوهِ.

فرمایا کہ جب وصی نے میراث کو تقسیم کر لیا ہے اور وارثوں میں سے کسی بچے کے حصے میں کوئی غلام آیا ہے اور وصی نے اس غلام کو بیچ کر اس کی قیمت پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور وہ قیمت ہلاک ہو چکی ہے۔ اور وہ غلام مستحق نکل آیا ہے۔ تو وصی صغیر کے مال میں رجوع کرنے والا بن جائے گا۔ کیونکہ وصی صغیر کے لئے عمل کرنے والا ہے۔ اور صغیر اپنے حصے کے مطابق وارثوں سے رجوع کرے گا کیونکہ جو کچھ بچے کے حصے میں آیا ہے۔ اس کے حقدار ہونے کے سبب سے تقسیم ٹوٹ جانے والی ہے۔

اور جب وصی نے یتیم کے مال کا حوالہ قبول کیا ہے اور اگر یہ یتیم کے حق میں بہتر ہے تو جائز ہے اور وہ اس طرح ہوگا کہ محتال علیہ جب مالدار ہے۔ کیونکہ ولایت مہربانی پر مبنی ہے۔ اور جب پہلا مالدار ہے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس میں بعض وجوہ سے یتیم کے مال کو ضائع کرنا ہے۔

وصی کی خرید و فروخت کا نقصان کے ساتھ جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْوَصِيِّ وَلَا شِرَاؤُهُ إِلَّا بِمَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِي مِثْلِهِ) لِأَنَّهُ لَا نَظَرَ فِي الْغَبْنِ الْفَاحِشِ، بِخِلَافِ الْيَسِيرِ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ، فَفِي اعْتِبَارِهِ انْسِدَادُ بَابِهِ.

وَالصَّبِيُّ الْمَأْذُونُ وَالْعَبْدُ الْمَأْذُونُ وَالْمُكَاتَبُ يَجُوزُ بَيْعُهُمْ وَشِرَاؤُهُمْ بِالْغَبْنِ الْفَاحِشِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّهُمْ يَتَصَرَّفُونَ بِحُكْمِ الْمَالِكِيَّةِ، وَالْإِذْنُ فَكُّ الْحَجْرِ، بِخِلَافِ الْوَصِيِّ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ بِحُكْمِ النِّيَابَةِ الشَّرْعِيَّةِ نَظَرًا فَيَتَقَيَّدُ بِمَوْضِعِ النَّظَرِ.

وَعِنْدَهُمَا لَا يَمْلِكُونَهُ لِأَنَّ التَّصَرُّفَ بِالْفَاحِشِ مِنْهُ تَبَرُّعٌ لَا ضَرُورَةَ فِيهِ وَهُمْ لَيْسُوا مِنْ أَهْلِهِ (وَإِذَا كَتَبَ كِتَابَ الشِّرَاءِ عَلَى وَصِيٍّ كَتَبَ كِتَابَ الْوَصِيَّةِ عَلَى حِدَةٍ وَكِتَابَ الشِّرَاءِ عَلَى حِدَةٍ) لِأَنَّ ذَلِكَ أَحْوَطُ، وَلَوْ كَتَبَ جُمْلَةً عَسَى أَنْ يَكْتُبَ الشَّاهِدُ شَهَادَتَهُ فِي آخِرِهِ مِنْ غَيْرِ

تَفْصِيلٍ فَيَصِيرُ ذَلِكَ حَمْلًا لَهُ عَلَى الْكَذِبِ ۔ ثُمَّ قِيلَ : يَكْتُبُ اشْتَرَى مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَلَا يَكْتُبُ مِنْ فُلَانٍ وَصِيِّ فُلَانٍ لِمَا بَيَّنَّا ۔ وَقِيلَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ لِأَنَّ الْوِصَايَةَ تُعْلَمُ ظَاهِرًا ۔

فرمایا کہ وصی کی خرید وفروخت اتنے نقصان کے ساتھ جائز ہے جس کی مقدار لوگ نقصان کو برداشت کر لیتے ہوں۔ کیونکہ غبن فاحش میں کوئی مہربانی نہیں ہے۔ جبکہ آسان غبن میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے بچنا ناممکن ہے۔ کیونکہ جب اس کا اعتبار کرلیا جائے تو وصایت کے احکام تو بند ہو جائیں گے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ماذون بچے، ماذون غلام اور مکاتب کی خرید وفروخت غبن فاحش کے ساتھ بھی جائز ہے کیونکہ یہ ملکیت کے ساتھ تصرف کرنے والے ہیں۔ پس یہ تصرف شفقت کے مقام کے ساتھ مقید ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک ماذون غلام وغیرہ اس کے تصف کے مالک نہیں ہیں۔ کیونکہ فاحش غبن کے ساتھ تصرف کرنا یہ ایسا احسان ہے۔ جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ تبرع کے لائق ہی نہیں ہیں۔

اور جب کسی وصی پر بیع نامہ لکھا جائے تو وصیت نامہ الگ لکھا جائے گا۔ اور بیع نامہ الگ لکھا جائے گا۔ کیونکہ یہی احتیاط ہے۔ اور جب دونوں کو اکٹھا لکھا جائے تو ممکن ہے تو ممکن ہے کہ گواہ اپنی گواہی کو آخر میں بغیر کسی وضاحت کے لکھ دے۔ تو یہ اس کا جھوٹ پر محمول کرنا ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس طرح لکھا جائے گا۔ کہ میں فلاں بن فلاں سے خریدا ہے۔ اور یہ نہ لکھا جائے گا کہ میں نے فلاں وصی فلاں سے خریدا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

کبیر غائب پر زمین کے سوا ہر چیز میں وصی کی بیع کے جواز کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ الْوَصِيِّ عَلَى الْكَبِيرِ الْغَائِبِ جَائِزٌ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي الْعَقَارِ) لِأَنَّ الْأَبَ يَلِي مَا سِوَاهُ وَلَا يَلِيهِ، فَكَذَا وَصِيُّهُ فِيهِ ۔

وَكَانَ الْقِيَاسُ أَنْ لَا يَمْلِكَ الْوَصِيُّ غَيْرَ الْعَقَارِ أَيْضًا لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُهُ الْأَبُ عَلَى الْكَبِيرِ، إِلَّا أَنَّا اسْتَحْسَنَّاهُ لِمَا أَنَّهُ حِفْظٌ لِتَسَارُعِ الْفَسَادِ إِلَيْهِ، وَحِفْظُ الثَّمَنِ أَيْسَرُ وَهُوَ يَمْلِكُ الْحِفْظَ، أَمَّا الْعَقَارُ فَمُحَصَّنٌ بِنَفْسِهِ ۔

قَالَ (وَلَا يَتَّجِرُ فِي الْمَالِ) لِأَنَّ الْمُفَوَّضَ إِلَيْهِ الْحِفْظُ دُونَ التِّجَارَةِ ۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : وَصِيُّ الْأَخِ فِي الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ الْغَائِبِ بِمَنْزِلَةِ وَصِيِّ الْأَبِ فِي الْكَبِيرِ الْغَائِبِ، وَكَذَا وَصِيُّ الْأُمِّ وَوَصِيُّ الْعَمِّ ۔

وَهَذَا الْجَوَابُ فِي تَرِكَةِ هَؤُلَاءِ لِأَنَّ وَصِيَّهُمْ قَائِمٌ مَقَامَهُمْ وَهُمْ يَمْلِكُونَ مَا يَكُونُ مِنْ بَابِ الْحِفْظِ فَكَذَا وَصِيُّهُمْ ۔

فرمایا کہ بڑے شخص پر جو غائب ہے زمین کے سوا ہر چیز میں وصی کی بیع جائز ہے۔ کیونکہ زمین کے سوا پر باپ کو

ولایت حاصل ہے۔ اور زمین پر کوئی ولایت نہیں ہے۔ پس عقار میں وصی کا حکم بھی اسی کے مطابق ہوگا۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وصی زمین کے سوا کا مالک بھی نہ ہو کیونکہ بڑے پر باپ اس کا مالک نہیں ہے۔ مگر ہم نے اس کو بطور استحسان جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ حفاظت کا ذریعہ یہی ہے۔ کیونکہ غیر عقار کی جانب فساد جلدی ہے۔ اور قیمت کی حفاظت کرنا زیادہ آسان ہے۔ اور وصی حفاظت کا مالک ہے جبکہ زمین بہ ذات خود حفاظت میں ہے۔

فرمایا کہ وصی مال میں تجارت نہ کرے گا۔ کیونکہ اس کے حوالے حفاظت کی گئی ہے اس کے کے لئے تجارت نہیں ہے۔ صاحبین نے کہا ہے کہ صغیر اور کبیر غائب ہونے کی صورت میں بھائی کو وصی کبیر غائب میں باپ کے وصی کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور ماں اور چچا کے وصی کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ اور ان لوگوں کے ترکہ کے بارے میں یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ ان کا وصی ان کے قائم مقام ہونے والا ہے۔ اور یہی لوگ ان چیزوں کے مالک ہیں جو حفاظت کے احکام سے تعلق رکھتی ہیں۔ پس ان کا وصی بھی انہی چیزوں کا مالک بن جائے گا۔

حق وصی کا حق دادا سے زیادہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْوَصِيُّ اَحَقُّ بِمَالِ الصَّغِيرِ مِنَ الْجَدِّ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : اَلْجَدُّ اَحَقُّ لِاَنَّ الشَّرْعَ اَقَامَهُ مُقَامَ الْاَبِ حَالَ عَدَمِهِ حَتّٰى اَحْرَزَ الْمِيرَاثَ فَيُقَدَّمُ عَلٰى وَصِيِّهِ .

وَلَنَا اَنَّ بِالْاِيصَاءِ تَنْتَقِلُ وِلَايَةُ الْاَبِ اِلَيْهِ فَكَانَتْ وِلَايَتُهُ قَائِمَةً مَعْنًى فَيُقَدَّمُ عَلَيْهِ كَالْاَبِ نَفْسِهِ، وَهٰذَا لِاَنَّ اخْتِيَارَهُ الْوَصِيَّ مَعَ عِلْمِهِ بِقِيَامِ الْجَدِّ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ تَصَرُّفَهُ اَنْظَرُ لِبَنِيهِ مِنْ تَصَرُّفِ اَبِيهِ (فَاِنْ لَمْ يُوصِ الْاَبُ فَالْجَدُّ بِمَنْزِلَةِ الْاَبِ) لِاَنَّهُ اَقْرَبُ النَّاسِ اِلَيْهِ وَاَشْفَقُهُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمْلِكَ الْاِنْكَاحَ دُونَ وَصِيٍّ، غَيْرَ اَنَّهُ يُقَدَّمُ عَلَيْهِ وَصِيُّ الْاَبِ فِي التَّصَرُّفِ لِمَا بَيَّنَّاهُ .

فرمایا کہ وصی کا حق دادا کے حق سے بچے کے مال میں زیادہ ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دادا زیادہ حقدار ہے۔ کیونکہ شریعت نے باپ کی غیر موجودگی میں دادا کو باپ کا قائم مقام بنایا ہے۔ یہاں تک کہ وہ میراث بھی لینے والا ہے۔ پس دادا کو باپ کے وصی پر مقدم کیا جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ وصیت کے سبب باپ کی ولایت وصی کی جانب منتقل ہو چکی ہے۔ پس حکمی طور پر باپ کی ولایت موجود ہے۔ پس وصی کو مقدم کیا جائے گا جس طرح خود باپ کو مقدم کیا جاتا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ دادا کے ہوتے ہوئے باپ کا وصی کو اختیار کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے بیٹوں کے لئے وصی کا تصرف اس کے باپ کے تصرف سے زیادہ مہربانی والا ہے۔ ہاں البتہ جب باپ وصی بنایا ہی نہیں ہے۔ تو دادا باپ کے حکم میں ہوگا۔ کیونکہ اس وقت دادا بچے کے لئے سب لوگوں سے زیادہ قریبی ہے۔ اور مہربان بھی سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ وہی نکاح کرنے کا مالک ہے۔ جبکہ وصی نکاح کرنے کا مالک نہیں ہے۔ اور باپ کے تصرف کو دادا کے تصرف پر مقدم کیا گیا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

فَصْلٌ فِی الشَّهَادَةِ

﴿یہ فصل شہادت کے بیان میں ہے﴾

فصل شہادت وصیت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صاحب نہایہ نے کہا ہے کہ شہادت یہ باب وصیت کے ساتھ خاص نہیں ہے اس لئے اس کے باب کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ کیونکہ یہ وصیت کے احکام سے بعض صورتوں میں متعلق ہونے والا ہے۔ اور یہی سبب اس کے مؤخر ہونے کا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، کتاب وصایا، بیروت)

دونوں وصیوں کا شہادت سے وصی ثالث کو ملانے پر گواہی کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا شَهِدَ الْوَصِيَّانِ أَنَّ الْمَيِّتَ أَوْصَى إِلَى فُلَانٍ مَعَهُمَا فَالشَّهَادَةُ بَاطِلَةٌ) لِأَنَّهُمَا مُتَّهَمَانِ فِيهَا لِإِثْبَاتِهِمَا مُعِينًا لِأَنْفُسِهِمَا .قَالَ (إِلَّا أَنْ يَدَّعِيَهَا الْمَشْهُودُ لَهُ) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ، وَهُوَ فِي الْقِيَاسِ كَالْأَوَّلِ لِمَا بَيَّنَّا مِنْ التُّهْمَةِ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ لِلْقَاضِي وِلَايَةَ نَصْبِ الْوَصِيِّ ابْتِدَاءً أَوْ ضَمِّ آخَرَ إِلَيْهِمَا بِرِضَاهُ بِدُونِ شَهَادَتِهِمَا فَيَسْقُطُ بِشَهَادَتِهِمَا مُؤْنَةُ التَّعْيِينِ عَنْهُ، أَمَّا الْوِصَايَةُ تَثْبُتُ بِنَصْبِ الْقَاضِي .قَالَ (وَكَذَلِكَ الِابْنَانِ) مَعْنَاهُ إِذَا شَهِدَا أَنَّ الْمَيِّتَ أَوْصَى إِلَى رَجُلٍ وَهُوَ يُنْكِرُ لِأَنَّهُمَا يَجُرَّانِ إِلَى أَنْفُسِهِمَا نَفْعًا بِنَصْبِ حَافِظٍ لِلتَّرِكَةِ .

(وَلَوْ شَهِدَا) يَعْنِي الْوَصِيَّيْنِ (لِوَارِثٍ صَغِيرٍ بِشَيْءٍ مِنْ مَالِ الْمَيِّتِ أَوْ غَيْرِهِ فَشَهَادَتُهُمَا بَاطِلَةٌ) لِأَنَّهُمَا يُظْهِرَانِ وِلَايَةَ التَّصَرُّفِ لِأَنْفُسِهِمَا فِي الْمَشْهُودِ بِهِ .

فرمایا کہ جب دونوں وصیوں نے یہ گواہی دی ہے کہ میت نے ان کے ساتھ فلاں آدمی کو بھی وصی بنایا ہے تو یہ گواہی باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ دونوں اپنی گواہی میں تہمت زدہ ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں اپنے لئے ایک معین آدمی کو ثابت کر رہے ہیں۔

ہاں البتہ جب انہوں نے جس کے لئے شہادت دی ہے وہ وصایت کا دعویٰ کرے۔ اور یہ استحسان ہے جبکہ قیاس کے مطابق یہ پہلے کی طرح ہے۔ اسی تہمت کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ قاضی کو ابتدائی طور پر وصی مقرر کرنے کی ولایت حاصل ہے یا دونوں وصیوں کے ساتھ تیسرے وصی

کو ملانے کے ساتھ اس کو ولایت حاصل ہے۔ پس ان کی گواہی سے قاضی کے ذمہ سے تعین کرنے کی مدد ساقط ہو جائے گی۔ جبکہ جو وصیت ہے وہ وصی کے مقرر کرنے کے سے ثابت ہو جائے گی۔

فرمایا کہ اسی طرح جب دولڑکے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب دولڑکوں نے گواہی دی ہے کہ میت نے فلاں آدمی کو وصی بنایا ہے۔ جبکہ وفلاں اس کا انکاری ہے۔ کیونکہ وہ دونوں ترکے کے مالک بن کر اس کو اپنی جانب نگران بنا کر لانے والے ہیں۔ اور جب دونوں وصیوں نے کسی صغیر وارث کے لئے میت کے مال کے متعلق یا اس کے علاوہ کے بارے میں گواہی دی ہے تو ان کی گواہی باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ دونوں مشہود بہ میں اپنے لیے ولایت کے تصرف کو ظاہر کرنے والے ہیں۔

دونوں وصیوں کا بڑے کے مال میں شہادت دینے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ شَهِدَ لِوَارِثٍ كَبِيرٍ فِي مَالِ الْمَيِّتِ لَمْ يَجُزْ، وَاِنْ كَانَ فِي غَيْرِ مَالِ الْمَيِّتِ جَازَ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: اِنْ شَهِدَا لِوَارِثٍ كَبِيرٍ تَجُوزُ فِي الْوَجْهَيْنِ، لِاَنَّهُ لَا يَثْبُتُ لَهُمَا وِلَايَةُ التَّصَرُّفِ فِي التَّرِكَةِ إِذَا كَانَتْ الْوَرَثَةُ كِبَارًا فَعَرِيَتْ عَنْ التُّهْمَةِ۔

وَلَهُ اَنَّهُ يَثْبُتُ لَهُمَا وِلَايَةُ الْحِفْظِ وَوِلَايَةُ بَيْعِ الْمَنْقُولِ عِنْدَ غَيْبَةِ الْوَارِثِ فَتَحَقَّقَتْ التُّهْمَةُ بِخِلَافِ شَهَادَتِهِمَا فِي غَيْرِ التَّرِكَةِ لِانْقِطَاعِ وِلَايَةِ وَصِيِّ الْاَبِ عَنْهُ، لِاَنَّ الْمَيِّتَ اَقَامَهُ مُقَامَهُ نَفْسِهِ فِي تَرِكَتِهِ لَا فِي غَيْرِهَا۔

فرمایا کہ جب دونوں وصیوں نے بڑے وارث کے مال میں شہادت دی ہے تو یہ کافی نہ ہوگی۔ اور جب یہ میت کے مال کے سوا میں ہے تو یہ جائز ہے۔ یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب بڑے وارث کے لئے گواہی دی ہے تو دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ کیونکہ جب ورثاء بالغ ہوں تو وصیوں کے لئے ترکہ میں تصرف کی ولایت ثابت نہ ہوگی۔ پس شہادت تہمت سے خالی ہو جائے گی۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ وارث کی غیر موجودگی میں وصیوں کے لئے حفاظت کی ولایت اور منقول کو فروخت کرنے کی ولایت ثابت ہوئی تو تہمت ثابت ہو جائے گی۔ جبکہ ترکہ کے سوا میں ان کی شہادت ایسے نہ ہوگی۔ کیونکہ اس سے باپ کے وصی کی ولایت ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ میت نے اپنے ترکہ میں وصی کو اپنا قائم مقام کیا ہے۔ جبکہ ترکہ کے سوا میں اس نے قائم مقام نہیں بنایا ہے۔

دو بندوں کا میت پر ایک ہزار دراہم قرض ہونے کی شہادت دینے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا شَهِدَ رَجُلَانِ لِرَجُلَيْنِ عَلَى مَيِّتٍ بِدَيْنِ اَلْفِ دِرْهَمٍ وَشَهِدَ الْاٰخَرَانِ لِلْاَوَّلَيْنِ بِمِثْلِ ذٰلِكَ جَازَتْ شَهَادَتُهُمَا، فَاِنْ كَانَتْ شَهَادَةُ كُلِّ فَرِيقٍ لِلْاٰخَرِ بِوَصِيَّةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ لَمْ تَجُزْ) وَهٰذَا قَوْلُ اَبِي حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ۔ وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ: لَا تُقْبَلُ فِي الدَّيْنِ اَيْضًا۔ وَاَبُو حَنِيْفَةَ فِيمَا

ذَكَرَ الْخَصَّافُ مَعَ اَبِیْ یُوْسُفَ. وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ مِثْلُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ.

وَجْهُ الْقَبُوْلِ اَنَّ الدَّیْنَ یَجِبُ فِی الذِّمَّةِ وَهِیَ قَابِلَةٌ لِحُقُوْقٍ شَتّٰی فَلَا شَرِكَةَ، وَلِهٰذَا لَوْ تَبَرَّعَ اَجْنَبِیٌّ بِقَضَاءِ دَیْنِ اَحَدِهِمَا لَیْسَ لِلْاٰخَرِ حَقُّ الْمُشَارَكَةِ.

وَجْهُ الرَّدِّ اَنَّ الدَّیْنَ بِالْمَوْتِ یَتَعَلَّقُ بِالتَّرِكَةِ اِذِ الذِّمَّةُ خَرِبَتْ بِالْمَوْتِ، وَلِهٰذَا لَوِ اسْتَوْفٰی اَحَدُهُمَا حَقَّهٗ مِنَ التَّرِكَةِ یُشَارِكُهُ الْاٰخَرُ فِیْهِ فَكَانَتِ الشَّهَادَةُ مُثْبِتَةً حَقَّ الشَّرِكَةِ فَتَحَقَّقَتِ التُّهْمَةُ، بِخِلَافِ حَالِ حَیَاةِ الْمَدْیُوْنِ لِاَنَّهٗ فِی الذِّمَّةِ لِبَقَائِهَا لَا فِی الْمَالِ فَلَا تَتَحَقَّقُ الشَّرِكَةُ

فرمایا کہ جب دو بندوں نے دو اشخاص کے لئے میت پر ایک ہزار دراہم قرض کی شہادت دی ہے اور دوسرے دو بندے جن کے لئے گواہی دی گئی ہے انہوں نے بھی ویسی ہی شہادت دی ہے تو ان کی شہادت جائز ہے۔ اور جب ہر فریق کی شہادت دوسرے کے لئے ایک ہزار دراہم کی وصیت کی ہے تو یہ جائز نہ ہوگی۔ اور یہ طرفین کا قول ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قرض کے بارے میں بھی ان کی گواہی کو قبول نہ کیا جائے گا۔ اور حضرت امام خصاف کے قول کے مطابق امام اعظم علیہ الرحمہ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا موقف ایک ہی ہے۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے امام محمد علیہ الرحمہ کی طرح بھی ایک قول نقل کیا گیا ہے۔

گواہی کے مقبول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قرض ذمہ پر واجب ہونے والا ہے۔ اور ذمہ داری یہ مختلف حقوق کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ پس شرکت معدوم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان میں کسی فریق کا قرض ادا کرنے میں کوئی اجنبی تبرع کرے تو دوسرے فریق کو شرکت کا حق نہ ہوگا۔ اور شہادت رد کرنے کی دلیل ہے۔ کیونکہ موت کے سبب قرض ترکہ سے متعلق ہونے والا ہے کیونکہ موت کے سبب ذمہ داری خراب ہو چکی ہے۔ اس لئے فریقین میں سے کسی فریق نے ترکہ میں سے اپنے حق کو وصول کیا ہے تو دوسرا بھی اس میں شریک بن جائے گا۔ پس حق کی گواہی شرکت کو ثابت کرنے والی ہوگی۔ تو تہمت ثابت ہو جائے گی۔ جبکہ زندگی کے قرضوں میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ذمہ باقی رہ جانے کے سبب دین ذمہ داری پر رہتا ہے۔ جبکہ مال میں نہیں ہے پس شرکت ثابت نہ ہوگی۔

میت کی باندی کے حصول کے لئے دو بندوں کی شہادت کا بیان

قَالَ (وَلَوْ شَهِدَا اَنَّهٗ اَوْصٰی لِهٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ بِجَارِیَتِهٖ وَشَهِدَ الْمَشْهُوْدُ لَهُمَا اَنَّ الْمَیِّتَ اَوْصٰی لِلشَّاهِدَیْنِ بِعَبْدِهٖ جَازَتِ الشَّهَادَةُ بِالْاِتِّفَاقِ) لِاَنَّهٗ لَا شَرِكَةَ فَلَا تُهْمَةَ.

(وَلَوْ شَهِدَا اَنَّهٗ اَوْصٰی لِهٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَشَهِدَ الْمَشْهُوْدُ لَهُمَا اَنَّهٗ اَوْصٰی لِلشَّاهِدَیْنِ بِثُلُثِ مَالِهٖ فَالشَّهَادَةُ بَاطِلَةٌ، وَكَذَا اِذَا شَهِدَ الْاَوَّلَانِ اَنَّ الْمَیِّتَ اَوْصٰی لِهٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ بِعَبْدٍ وَشَهِدَ الْمَشْهُوْدُ لَهُمَا اَنَّهٗ اَوْصٰی لِلْاَوَّلَیْنِ بِثُلُثِ مَالِهٖ فَهِیَ بَاطِلَةٌ) لِاَنَّ الشَّهَادَةَ

فِیْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ مُثْبِتَةٌ لِلشَّرِكَةِ ۔

فرمایا کہ جب بندوں نے یہ گواہی دی ہے کہ میت نے ان دونوں کے لئے اپنی باندی کی وصیت کی ہے اور جن کے لئے گواہی دی گئی ہے انہوں نے شہادت دی کہ میت نے گواہوں کے لئے اپنے غلام کی وصیت کی ہے تو ایسی گواہی بہ اتفاق جائز ہے۔ کیونکہ اس میں شرکت نہیں ہے۔ اور تہمت بھی نہیں ہے۔

اور جب بندوں نے یہ گواہی دی ہے کہ میت نے ان دونوں کے لئے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور جن کے لئے گواہی دی گئی ہے انہوں نے یہ شہادت دی ہے کہ میت نے ان گواہوں کے لئے تہائی مال کی وصیت کی ہے۔ تو ایسی گواہی باطل ہے۔ اور اسی طرح جب پہلے والے دونوں گواہوں نے یہ شہادت دی ہے کہ ان نے ان دونوں بندوں کے لئے غلام کی وصیت کی ہے اور جن کے لئے گواہی دی گئی انہوں نے بھی یہ شہادت دے ڈالی کہ میت نے ان پہلے والے دو گواہوں کے لئے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو یہ گواہی بھی باطل ہے کیونکہ وہ اس میں شرکت کو ثابت کر رہے ہیں۔

کتاب الخنثی

﴿یہ کتاب خنثیٰ کے بیان میں ہے﴾

کتاب خنثیٰ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے جو احکام بیان کیے ہیں۔ جن میں مردوں اور عورتوں کے بعض اجتماعی اور بعض اختلافی احکام کو ذکر کیا ہے۔ اور جو خنثیٰ ہے۔ یہ بعض صورتوں میں مردوں کے حکم میں باعتبار احکام ہوگا اور بعض صورتوں میں عورتوں میں بہ اعتبار احکام ہوگا۔ اور اس کی بعض صورتیں جس طرح یہ خنثیٰ مشکل ہو تو مردوں اور عورتوں دونوں میں سے نہ ہو تو مشکل ہوتا ہے اور ایسا نادر ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے متعلق احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

خنثیٰ سے متعلق فقہی مفہوم کا بیان

جب کسی کے پیدا ہونے والے بچے کی فرج بھی ہو اور اس کا ذکر بھی ہو۔ تو وہ بچہ ہیجڑہ ہے۔ اب اگر تو ذکر سے پیشاب کرے تو لڑکا ہوگا۔ اگر فرج سے کرے تو وہ لڑکی ہوگی۔ لیکن اگر وہ ان دونوں سے پیشاب کرتا ہو تو ان دونوں میں سے جس سے پیشاب پہلے باہر آتا ہو۔ اس بچے کی نسبت اس کی طرف ہی کی جائے گی۔ اگر ان دونوں سے ایک ساتھ ہی پیشاب باہر آتا ہو تو اس صورت میں پھر امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک کثرت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے جس سے زیادہ پیشاب نکلتا ہوگا۔ بچے کی نسبت اس کی طرف ہی کی جائے گی۔ جب ہیجڑہ بالغ ہو گیا اور اس کی ڈاڑھی نکل آئی یا وہ کسی عورت تک جا پہنچا (یعنی اس نے اس عورت سے مجامعت کرلی) تو وہ مرد شمار ہوگا۔ اور اگر عورت کی طرح اس کے پستان ظاہر ہو گئے یا اس کے پستانوں میں دودھ اتر آیا یا اسے حیض آ گیا یا حمل ٹھہر گیا یا سامنے کی جانب سے اس تک رسائی (اس سے صحبت کرنا) ممکن ہوگئی تو وہ عورت ہوگی۔ پس اگر ان مذکورہ علامتوں میں سے اس کے لئے کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی تو وہ خنثیٰ مشکل ہوگا۔

فَصْلٌ فِیْ بَیَانِهٖ

﴿یہ فصل خنثیٰ سے متعلق احکام کے بیان میں ہے﴾

فصل خنثیٰ کے بیان کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے خنثیٰ سے متعلق احکام کو بیان کر رہے ہیں۔ کتاب خنثیٰ میں اس کی فقہی مطابقت کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ یاد رہے یہاں سے کتاب خنثیٰ کی تفصیل کو بیان کیا جا رہا ہے۔ اور مسائل کو تفصیل اور وضاحت کو ہمیشہ بعد میں ذکر کیا جاتا ہے۔

خنثیٰ سے متعلق احکام کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ لِلْمَوْلُودِ فَرْجٌ وَذَكَرٌ فَهُوَ خُنْثَى، فَإِنْ كَانَ يَبُولُ مِنَ الذَّكَرِ فَهُوَ غُلَامٌ، وَإِنْ كَانَ يَبُولُ مِنَ الْفَرْجِ فَهُوَ أُنْثَى) (لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سُئِلَ عَنْهُ كَيْفَ يُوَرَّثُ؟ فَقَالَ مِنْ حَيْثُ يَبُولُ) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُهُ .

وَلِأَنَّ الْبَوْلَ مِنْ أَيِّ عُضْوٍ كَانَ فَهُوَ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهُ هُوَ الْعُضْوُ الْأَصْلِيُّ الصَّحِيحُ وَالْآخَرُ بِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ (وَإِنْ بَالَ مِنْهُمَا فَالْحُكْمُ لِلْأَسْبَقِ) لِأَنَّ ذَلِكَ دَلَالَةٌ أُخْرَى عَلَى أَنَّهُ هُوَ الْعُضْوُ الْأَصْلِيُّ (وَإِنْ كَانَا فِي السَّبْقِ عَلَى السَّوَاءِ فَلَا مُعْتَبَرَ بِالْكَثْرَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَا : يُنْسَبُ إِلَى أَكْثَرِهِمَا بَوْلًا) لِأَنَّهُ عَلَامَةُ قُوَّةِ ذَلِكَ الْعُضْوِ وَكَوْنِهِ عُضْوًا أَصْلِيًّا، وَلِأَنَّ لِلْأَكْثَرِ حُكْمَ الْكُلِّ فِي أُصُولِ الشَّرْعِ فَيَتَرَجَّحُ بِالْكَثْرَةِ .

وَلَهُ أَنَّ كَثْرَةَ الْخُرُوجِ لَيْسَ يَدُلُّ عَلَى الْقُوَّةِ، لِأَنَّهُ قَدْ يَكُونُ لِاتِّسَاعٍ فِي أَحَدِهِمَا وَضِيقٍ فِي الْآخَرِ، وَإِنْ كَانَ يَخْرُجُ مِنْهُمَا عَلَى السَّوَاءِ فَهُوَ مُشْكِلٌ بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّهُ لَا مُرَجِّحَ .

جب کسی کے پیدا ہونے والے بچے کی فرج بھی ہو اور اس کا ذکر بھی ہو۔ تو وہ بچہ ہیجڑہ ہے۔ اب اگر تو ذکر سے پیشاب کرے تو لڑکا ہوگا۔ اگر فرج سے کرے تو وہ لڑکی ہوگی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے کہ اس کو میراث کس طرح ملے گی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہاں سے وہ پیشاب کرتا ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے کیونکہ وہ جس عضو سے پیشاب کرے گا وہی اس کی دلیل ہے پس اصل وہ عضو ہے اور صحیح ہے اور دوسرا

عیب کے حکم میں ہے۔

اور جب وہ دونوں راستوں سے پیشاب کرنے والا ہے تو جس سے پہلے پیشاب آتا ہے اس کا حکم ہوگا کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہی عضو اصل ہے۔ اور سبقت میں بھی دونوں عضو برابر ہیں تو امام اعظم ؒ کے نزدیک کثرت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ان میں سے زیادہ پیشاب آنے والے عضو کی جانب اس کو منسوب کیا جائے گا۔ کیونکہ یہی عضو قوی اور اصلی ہونے کی نشانی ہے۔ کیونکہ شرعی اصول کے مطابق اصل کو کل کے قائم مقام کیا گیا ہے۔ پس کثرت کے سبب ترجیح حاصل ہوگی۔

حضرت امام اعظم ؒ کی دلیل یہ ہے کہ کثرت سے خارج ہونا یہ کسی طاقت کی دلیل نہیں ہے کیونکہ کثرت ان میں سے بھی ایک عضو کے کشادہ ہونے اور دوسرے کے تنگ ہونے کے سبب ہوتی ہے۔ اور جب دونوں سے برابر پیشاب آنے والا ہے تو وہ بہ اتفاق خنثیٰ مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں کسی جانب کو کوئی ترجیح حاصل نہیں ہے۔

خنثیٰ کے لئے بالغ ہونے یا داڑھی آجانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَلَغَ الْخُنْثٰى وَخَرَجَتْ لَهُ اللِّحْيَةُ أَوْ وَصَلَ إِلَى النِّسَاءِ فَهُوَ رَجُلٌ) وَكَذَا إِذَا احْتَلَمَ كَمَا يَحْتَلِمُ الرَّجُلُ أَوْ كَانَ لَهُ ثَدْيٌ مُسْتَوٍ، لِأَنَّ هٰذِهِ مِنْ عَلَامَاتِ الذُّكْرَانِ (وَلَوْ ظَهَرَ لَهُ ثَدْيٌ كَثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ نَزَلَ لَهُ لَبَنٌ فِي ثَدْيِهِ أَوْ حَاضَ أَوْ حَبِلَ أَوْ أَمْكَنَ الْوُصُولُ إِلَيْهِ مِنَ الْفَرْجِ فَهُوَ امْرَأَةٌ) لِأَنَّ هٰذِهِ مِنْ عَلَامَاتِ النِّسَاءِ (وَإِنْ لَمْ يَظْهَرْ إِحْدَى هٰذِهِ الْعَلَامَاتِ فَهُوَ خُنْثٰى مُشْكِلٌ) وَكَذَا إِذَا تَعَارَضَتْ هٰذِهِ الْمَعَالِمُ .

جب ہیجڑہ بالغ ہو گیا اور اس کی داڑھی نکل آئی یا وہ کسی عورت تک جا پہنچا (یعنی اس نے اس عورت سے مجامعت کر لی) تو وہ مرد شمار ہوگا۔ اور اسی طرح جب اس کو مردوں کی احتلام ہو جائے یا اس کی چھاتی برابر ہو۔ یہ مردوں کی نشانی ہے۔

اور اگر عورت کی طرح اس کے پستان ظاہر ہو گئے یا اس کے پستانوں میں دودھ اتر آیا یا اسے حیض آ گیا یا حمل ٹھہر گیا یا سامنے کی جانب سے اس تک رسائی (اس سے صحبت کرنا) ممکن ہو گئی تو وہ عورت ہوگی۔ پس اگر ان مذکورہ علامتوں میں سے اس کے لئے کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی تو وہ خنثیٰ مشکل ہوگا۔ اور اسی طرح جب ان علامت میں تعارض واقع ہو جائے۔

فَصْلٌ فِیْ اَحْکَامِہٖ

﴿یہ فصل خنثیٰ مشکل کے بیان میں ہے﴾

فصل خنثیٰ مشکل کے احکام کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خنثیٰ مشکل کے احکام کو بیان کرنے سے مقصود ان سے متعلق احکام کو جاننا ہے کیونکہ اگر وہ مردوں میں سے ہے تو اس پر مردوں والے احکام جاری ہوں گے اور اگر وہ عورت ہے تو اس پر عورتوں والے احکام جاری ہوں گے۔ اور جب وہ ان دونوں کے درمیان والی حالت میں ہے ت وہ خنثیٰ مشکل ہے۔ لہٰذا اسی لئے اس سے متعلق احکام شرعیہ کو جاننے کے لئے الگ فصل کو بیان کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، ج ۱۶، ص ۲۵۴، بیروت)

خنثیٰ مشکل سے متعلق اصل کا بیان

قَالَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَلْاَصْلُ فِی الْخُنْثَی الْمُشْکِلِ اَنْ یُؤْخَذَ فِیْہِ بِالْاَحْوَطِ وَالْاَوْثَقِ فِیْ اُمُوْرِ الدِّیْنِ، وَاَنْ لَا یَحْکُمَ بِثُبُوْتِ حُکْمٍ وَقَعَ الشَّکُّ فِیْ ثُبُوْتِہٖ۔

قَالَ (وَاِذَا وَقَفَ خَلْفَ الْاِمَامِ قَامَ بَیْنَ صَفِّ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ) لِاحْتِمَالِ اَنَّہٗ امْرَاَۃٌ فَلَا یَتَخَلَّلُ الرِّجَالَ کَیْ لَا یُفْسِدَ صَلَاتَھُمْ وَلَا النِّسَاءَ لِاحْتِمَالِ اَنَّہٗ رَجُلٌ فَتَفْسُدُ صَلَاتُہٗ۔

(فَاِنْ قَامَ فِیْ صَفِّ النِّسَاءِ فَاَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ یُعِیْدَ صَلَاتَہٗ) لِاحْتِمَالِ اَنَّہٗ رَجُلٌ (وَاِنْ قَامَ فِیْ صَفِّ الرِّجَالِ فَصَلَاتُہٗ تَامَّۃٌ وَیُعِیْدُ الَّذِیْ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ یَسَارِہٖ وَالَّذِیْ خَلْفَہٗ بِحِذَائِہٖ صَلَاتَھُمْ احْتِیَاطًا) لِاحْتِمَالِ اَنَّہٗ امْرَاَۃٌ۔

مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ خنثیٰ مشکل میں قانون یہ ہے کہ دینی معاملات میں اس میں احتیاط اور زیادہ وثوق پر عمل کیا جائے گا۔ اور ایسے حکم کے ثبوت میں فیصلہ نہ کیا جائے گا جس کے ثبوت میں شک ہو۔

فرمایا کہ جب خنثیٰ امام کے پیچھے کھڑا ہو تو وہ مردوں اور عورتوں کی صفوں کے درمیان میں کھڑا ہو۔ اور اس شک کے سبب سے کہ وہ عورت ہے تو وہ مردوں کے درمیان میں نہ ہوتا کہ ان کی نماز فاسد نہ ہو۔ اور وہ نہ ہی عورتوں کے درمیان میں کھڑا ہو کہ ممکن ہے وہ مرد ہے اور اس کی نماز فاسد نہ ہو جائے۔

اور جب عورتوں کی صف میں کھڑا ہو چکا ہے تو میرے نزدیک اختیار کردہ یہ ہے کہ وہ اپنی نماز کو لوٹائے گا کیونکہ ممکن ہے وہ مرد

ہو۔ اور جب وہ مردوں کی صف میں کھڑا ہوا ہے تو اس کی نماز مکمل ہے اور جو نماز اس کی دائیں یا بائیں جانب ہیں اور جو اس کے مقابل میں پیچھے ہیں وہ سب احتیاط کے پیش نظر اپنی نمازوں کو لوٹالیں۔ کہ ممکن ہے وہ عورت ہو۔

خنثیٰ کا اوڑھنی کے ساتھ نماز پڑھنے کا بیان

قَالَ (وَاَحَبُّ اِلَيْنَا اَنْ يُصَلِّيَ بِقِنَاعٍ) لِاَنَّهُ يُحْتَمَلُ اَنَّهُ امْرَاَةٌ (وَيَجْلِسَ فِي صَلَاتِهِ جُلُوسَ الْمَرْاَةِ) لِاَنَّهُ اِنْ كَانَ رَجُلًا فَقَدْ تَرَكَ سُنَّةً وَهُوَ جَائِزٌ فِي الْجُمْلَةِ، وَاِنْ كَانَ امْرَاَةً فَقَدْ ارْتَكَبَ مَكْرُوهًا لِاَنَّ السِّتْرَ عَلَى النِّسَاءِ وَاجِبٌ مَا اَمْكَنَ (وَاِنْ صَلَّى بِغَيْرِ قِنَاعٍ اَمَرْته اَنْ يُعِيدَ) لِاحْتِمَالِ اَنَّهُ امْرَاَةٌ وَهُوَ عَلَى الِاسْتِحْبَابِ وَاِنْ لَمْ يُعِدْ اَجْزَاَهُ (وَتُبْتَاعُ لَهُ اَمَةٌ تَخْتِنُهُ اِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ) لِاَنَّهُ يُبَاحُ لِمَمْلُوكَتِهِ النَّظَرُ اِلَيْهِ رَجُلًا كَانَ اَوْ امْرَاَةً.

وَيُكْرَهُ اَنْ يَخْتِنَهُ رَجُلٌ لِاَنَّهُ عَسَاهُ اُنْثَى اَوْ تَخْتِنَهُ امْرَاَةٌ لِاَنَّهُ لَعَلَّهُ رَجُلٌ فَكَانَ الِاحْتِيَاطُ فِيمَا قُلْنَا (وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ ابْتَاعَ لَهُ الْاِمَامُ اَمَةً مِنْ بَيْتِ الْمَالِ) لِاَنَّهُ اُعِدَّ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِينَ (فَاِذَا خَتَنَتْهُ بَاعَهَا وَرَدَّ ثَمَنَهَا فِي بَيْتِ الْمَالِ) لِوُقُوعِ الِاسْتِغْنَاءِ عَنْهَا.

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ میرے پسندیدہ حکم یہ ہے کہ خنثیٰ اوڑھنی کے ساتھ نماز پڑھے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ عورت ہو۔ اور جب خنثیٰ اپنی نماز میں عورتوں کی طرح بیٹھنے والا ہے۔ کیونکہ جب وہ مرد ہے تو اس نے ایک سنت کو ترک کیا ہے لیکن عام طور پر ایسا جائز ہے۔ اور جب وہ عورت ہے جو اس نے ایک مکروہ عمل کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ ممکن حد تک عورتوں کے لئے پردہ کرنا لازم ہے اور جب اس نے اوڑھنی کے سوا نماز پڑھی ہے تو میں اس کو نماز لوٹانے کا حکم دوں گا۔ کیونکہ ممکن ہے وہ عورت ہو۔ اور نماز کا یہ لوٹانا مستحب ہے۔ اور جب اس نے اس کو لوٹایا نہیں ہے تب اس کی نماز اس کے لئے کافی ہو جائے گی۔

اور خنثیٰ کے پاس جب مال ہے تو اس کے لئے ایک باندی کو خریدا جائے گا۔ جو اس کا ختنہ کرے گی۔ کیونکہ اس کی مملوکہ کے لئے اس کی جانب دیکھنا مباح ہے اگر چہ وہ مرد یا عورت ہے۔ اور مرد کے لئے اس کا ختنہ کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ عورت ہو یا عورت کے لئے بھی اس کا ختنہ کرنا مکروہ ہے ممکن وہ مرد ہو۔ پس احتیاط وہی ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

اور جب اس کے پاس مال نہ ہو۔ تو حاکم اس کے لئے بیت المال سے ایک باندی خریدے کیونکہ بیت امال مسلمانوں کی ضرورتوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ اور جب وہ باندی خنثیٰ کا ختنہ کردے تو امام اس کو بیچ کر اس کی قیمت بیت المال کو واپس کردے۔ کیونکہ ختنہ کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہ رہی ہے۔

خنثیٰ کے لئے زندگی میں زیورات وریشمی لباس پہننے کی ممانعت کا بیان

(وَيُكْرَهُ لَهُ فِي حَيَاتِهِ لُبْسُ الْحُلِيِّ وَالْحَرِيرِ، وَاَنْ يَتَكَشَّفَ قُدَّامَ الرِّجَالِ اَوْ قُدَّامَ النِّسَاءِ.

وَاَنْ يَخْلُوَ بِهِ غَيْرُ مَحْرَمٍ مِنْ رَجُلٍ اَوْ امْرَاَةٍ، وَاَنْ يُسَافِرَ مِنْ غَيْرِ مَحْرَمٍ مِنْ الرِّجَالِ) تَوَقِّيًا عَنْ

الْحُرْمَةِ وَقَدْ رَاهَقَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ : لَا عِلْمَ لِىْ فِىْ لِبَاسِهِ) لِاَنَّهُ اِنْ كَانَ ذَكَرًا يُكْرَهُ لَهُ لُبْسُ الْمَخِيْطِ، وَاِنْ كَانَ اُنْثٰى يُكْرَهُ لَهُ تَرْكُهُ (وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَلْبَسُ لِبَاسَ الْمَرْاَةِ) لِاَنَّ تَرْكَ لُبْسِ الْمَخِيْطِ وَهُوَ امْرَاَةٌ اَفْحَشُ مِنْ لُبْسِهِ وَهُوَ رَجُلٌ، وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِاَنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ .

اور خنثیٰ کے لئے اپنی زندگی میں زیورات اور ریشمی لباس پہننا مکروہ ہے۔ اور اس کا عورتوں یا مردوں کے ساتھ ننگا ہونا بھی مکروہ ہے۔ اور یہ بھی مکروہ ہے کہ وہ غیر محرم مرد یا عورت سے تنہائی میں رہے یا وہ غیر محرم مردوں کے ساتھ سفر کرے۔ پس حرام کے احتمال سے اس کو بچنا چاہیے۔

اور جب خنثیٰ نے احرام باندھا ہے۔ جبکہ وہ مراہق ہے۔ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مجھے اس کے لباس کا علم نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ مرد ہے تو اس کے لئے سلا ہوا لباس پہننا مکروہ ہے۔ اور جب وہ عورت ہے تو اس کے لئے سلا ہوا کپڑا نہ پہننا مکروہ ہے

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ عورت کا لباس پہنے گا۔ کیونکہ اس کے لئے سلے ہوئے کپڑے کو ترک کرنا جبکہ وہ عورت ہے اس کے پہننے سے زیادہ فاحش ہے اور اس پر کوئی ضمان نہ ہوگا اس لئے کہ وہ بالغ نہیں ہے۔

بچے کے ساتھ معلق طلاق پر خنثیٰ کو جنم دینے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ بِطَلَاقٍ اَوْ عَتَاقٍ اِنْ كَانَ اَوَّلُ وَلَدٍ تَلِدِيْنَهُ غُلَامًا فَوَلَدَتْ خُنْثٰى لَمْ يَقَعْ حَتّٰى يَسْتَبِيْنَ اَمْرُ الْخُنْثٰى) لِاَنَّ الْحِنْثَ لَا يَثْبُتُ بِالشَّكِّ (وَلَوْ قَالَ كُلُّ عَبْدٍ لِىْ حُرٌّ اَوْ قَالَ كُلُّ اَمَةٍ لِىْ حُرَّةٌ وَلَهُ مَمْلُوْكٌ خُنْثٰى لَمْ يُعْتَقْ حَتّٰى يَسْتَبِيْنَ اَمْرُهُ) لِمَا قُلْنَا (وَاِنْ قَالَ الْقَوْلَيْنِ جَمِيْعًا عَتَقَ) لِلتَّيَقُّنِ بِاَحَدِ الْوَصْفَيْنِ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِمُهْمَلٍ (وَاِنْ قَالَ الْخُنْثٰى اَنَا رَجُلٌ اَوْ اَنَا امْرَاَةٌ لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُ اِذَا كَانَ مُشْكِلًا) لِاَنَّهُ دَعْوٰى يُخَالِفُ قَضِيَّةَ الدَّلِيْلِ (وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مُشْكِلًا يَنْبَغِىْ اَنْ يُقْبَلَ قَوْلُهُ) لِاَنَّهُ اَعْلَمُ بِحَالِهِ مِنْ غَيْرِهِ (وَاِنْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يَسْتَبِيْنَ اَمْرُهُ لَمْ يُغَسِّلْهُ رَجُلٌ وَلَا امْرَاَةٌ) لِاَنَّ حِلَّ الْغُسْلِ غَيْرُ ثَابِتٍ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ (فَيَتَوَقّٰى لِاحْتِمَالِ الْحُرْمَةِ وَيُيَمَّمُ بِالصَّعِيْدِ) لِتَعَذُّرِ الْغُسْلِ (وَلَا يَحْضُرُ اِنْ كَانَ مُرَاهِقًا غُسْلَ رَجُلٍ وَلَا امْرَاَةٍ) لِاحْتِمَالِ اَنَّهُ ذَكَرٌ اَوْ اُنْثٰى (وَاِنْ سَجّٰى قَبْرَهُ فَهُوَ اَحَبُّ) لِاَنَّهُ اِنْ كَانَ اُنْثٰى يُقِيْمُ وَاجِبًا، وَاِنْ كَانَ ذَكَرًا فَالتَّسْجِيَةُ لَا تَضُرُّهُ .

اور جس نے طلاق یا عتاق کی قسم اس شرط کے ساتھ کھائی کہ جب تو نے پہلے لڑکے کو جنم دیا اور اس کے بعد اس نے خنثیٰ مشکل کو جنم دیا ہے تو طلاق وعتاق کو وقوع نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ جب تک خنثیٰ کا معاملہ واضح ہو جائے۔ کیونکہ شک کے سبب قسم ثابت

ہونے والی نہیں ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا ہے کہ میرا ہر غلام آزاد ہے یا میری ہر باندی آزاد ہے۔ اور اس کا مملوک ایک ہی ہے جو خنثیٰ ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ حتی کہ اس کا معاملہ واضح ہو جائے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور جب اس نے ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات کہہ دی ہے تو خنثیٰ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ دونوں اوصاف میں سے ایک کا یقین ہے۔ اس لئے کہ خنثیٰ حکم کے بغیر نہیں ہے۔

اور جب خنثیٰ نے کہا ہے کہ میں مرد ہوں یا میں عورت ہوں تو اگر وہ مشکل ہے تو اس کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ دعویٰ دلیل کے تقاضہ کے خلاف ہے۔ اور اگر وہ مشکل نہیں ہے تو اس کے دعویٰ کو قبول کر لینا مناسب ہے۔ کیونکہ دوسروں سے اپنے حال کو وہی زیادہ جاننے والا ہے۔

اور جب خنثیٰ کا معاملہ واضح ہو جانے سے پہلے وہ فوت ہو جائے۔ تو اس کو غسل نہ مرد دے گا اور نہ ہی کوئی عورت دے گی۔ کیونکہ مردوں اور عورتوں کے درمیان غسل کوئی خلت نہیں ہے۔ پس حرمت کے احتمال کے سبب اس سے بچنا ہوگا۔ اور غسل ناممکن ہونے کی صورت میں اس کو مٹی سے تیمم کروایا جائے گا۔

اور جب خنثیٰ مراہق ہے تو وہ کسی مرد یا عورت کے غسل کے وقت حاضر نہ ہو۔ کیونکہ ممکن ہے وہ مرد ہو یا وہ عورت ہو۔ اور اگر اس کی قبر کو ڈھانپ دیا جائے تو یہی بہتر ہوگا۔ اس لئے کہ جب وہ عورت ہے تو اس کے لئے ہم نے واجب کو ادا کر دیا ہے اور جب وہ مرد ہے تو ڈھانپنا اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔

خنثیٰ مشکل کی نماز جنازہ اور کفن و دفن کا بیان

(وَاِذَا مَاتَ فَصُلِّيَ عَلَيْهِ وَعَلٰى رَجُلٍ وَامْرَاَةٍ وُضِعَ الرَّجُلُ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ وَالْخُنْثٰى خَلْفَهُ وَالْمَرْاَةُ خَلْفَ الْخُنْثٰى فَيُؤَخَّرُ عَنِ الرَّجُلِ) لِاحْتِمَالِ اَنَّهُ امْرَاَةٌ (وَيُقَدَّمُ عَلَى الْمَرْاَةِ) لِاحْتِمَالِ اَنَّهُ رَجُلٌ .

(وَلَوْ دُفِنَ مَعَ رَجُلٍ فِيْ قَبْرٍ وَاحِدٍ مِنْ عُذْرٍ جُعِلَ الْخُنْثٰى خَلْفَ الرَّجُلِ) لِاحْتِمَالِ اَنَّهُ امْرَاَةٌ (وَيُجْعَلُ بَيْنَهُمَا حَاجِزٌ مِنْ صَعِيْدٍ، وَاِنْ كَانَ مَعَ امْرَاَةٍ قُدِّمَ الْخُنْثٰى) لِاحْتِمَالِ اَنَّهُ رَجُلٌ (وَاِنْ جُعِلَ عَلَى السَّرِيْرِ نَعْشُ الْمَرْاَةِ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَيَّ) لِاحْتِمَالِ اَنَّهُ عَوْرَةٌ، (وَيُكَفَّنُ كَمَا تُكَفَّنُ الْجَارِيَةُ وَهُوَ اَحَبُّ اِلَيَّ) يَعْنِيْ يُكَفَّنُ فِيْ خَمْسِ اَثْوَابٍ لِاَنَّهُ اِذَا كَانَ اُنْثٰى فَقَدْ اُقِيْمَتْ سُنَّةٌ، وَاِنْ كَانَ ذَكَرًا فَقَدْ زَادُوْا عَلَى الثَّلَاثِ وَلَا بَاْسَ بِذٰلِكَ .

اور جب خنثیٰ مشکل فوت ہو جائے تو اس پر اور کسی دوسرے آدمی اور ایک عورت پر نماز جنازہ ایک ساتھ بھی پڑھی جائے گی۔ تو اس میں مرد کو امام کے متصل رکھ دیا جائے گا اور خنثیٰ کو مرد کے پیچھے رکھا جائے گا اور عورت کو خنثیٰ کے پیچھے رکھا جائے گا۔

اور خنثیٰ کو مرد کے پیچھے رکھنا اس احتمال کے سبب سے ہے کہ شاید وہ عورت ہو اور عورت سے آگے اس لئے رکھا جائے گا کہ شاید وہ مرد ہو۔

اور جب کسی عذر کے پیش نظر خنثیٰ کو کسی آدمی کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کرنا پڑ جائے تو خنثیٰ کو مرد کے پیچھے کر دیا جائے گا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ عورت ہو اور ان دونوں کے درمیان مٹی کو بطور آڑ بنا کر ڈال دیا جائے گا۔ اور جب خنثیٰ کسی عورت کے ساتھ دفن کر رہے ہیں تو خنثیٰ کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے وہ مرد ہو۔

اور خنثیٰ کو چار پائی پر عورت کی طرح چادر ڈال دی جائے گی تو میرے نزدیک بہتر یہی ہے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ عورت ہو۔ اور خنثیٰ کو لڑکی طرح کفن دیا جائے گا۔ اور یہی میرے نزدیک پسندیدہ ہے۔ یعنی اس کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے گا۔ کیونکہ جب وہ عورت ہے تو ایک سنت کو ادا کر دیا جائے گا۔ اور جب وہ مذکر ہے تو تین کپڑوں پر زائد کیا گیا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

خنثیٰ مشکل کے لئے تقسیم وراثت کا بیان

(وَلَوْ مَاتَ اَبُوهُ وَخَلَفَ ابْنًا فَالْمَالُ بَيْنَهُمَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ اَثْلَاثًا لِلِابْنِ سَهْمَانِ، وَلِلْخُنْثَى سَهْمٌ وَهُوَ اُنْثَى عِنْدَهُ فِي الْمِيرَاثِ اِلَّا اَنْ يَتَبَيَّنَ غَيْرَ ذٰلِكَ) وَقَالَا : لِلْخُنْثَى نِصْفُ مِيرَاثِ ذَكَرٍ وَنِصْفُ مِيرَاثِ اُنْثَى وَهُوَ قَوْلُ الشَّعْبِيِّ .

وَاخْتَلَفَا فِي قِيَاسِ قَوْلِهِ قَالَ مُحَمَّدٌ : اَلْمَالُ بَيْنَهُمَا عَلَى اثْنَيْ عَشَرَ سَهْمًا لِلِابْنِ سَبْعَةٌ وَلِلْخُنْثَى خَمْسَةٌ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ : اَلْمَالُ بَيْنَهُمَا عَلَى سَبْعَةٍ لِلِابْنِ اَرْبَعَةٌ وَلِلْخُنْثَى ثَلَاثَةٌ، لِاَنَّ الِابْنَ يَسْتَحِقُّ كُلَّ الْمِيرَاثِ عِنْدَ الِانْفِرَادِ وَالْخُنْثَى ثَلَاثَةُ الْاَرْبَاعِ، فَعِنْدَ الِاجْتِمَاعِ يُقْسَمُ بَيْنَهُمَا عَلَى قَدْرِ حَقَّيْهِمَا هٰذَا يَضْرِبُ بِثَلَاثَةٍ وَذٰلِكَ يَضْرِبُ بِاَرْبَعَةٍ فَيَكُونُ سَبْعَةً .

وَلِمُحَمَّدٍ اَنَّ الْخُنْثَى لَوْ كَانَ ذَكَرًا يَكُونُ الْمَالُ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ، وَاِنْ كَانَ اُنْثَى يَكُونُ الْمَالُ بَيْنَهُمَا اَثْلَاثًا احْتَجْنَا اِلَى حِسَابٍ لَهُ نِصْفٌ وَثُلُثٌ، وَاَقَلُّ ذٰلِكَ سِتَّةٌ، فَفِي حَالٍ يَكُونُ الْمَالُ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ ثَلَاثَةٌ، وَفِي حَالٍ يَكُونُ اَثْلَاثًا لِلْخُنْثَى سَهْمَانِ وَلِلِابْنِ اَرْبَعَةٌ، فَسَهْمَانِ لِلْخُنْثَى ثَابِتَانِ بِيَقِينٍ .

وَوَقَعَ الشَّكُّ فِي السَّهْمِ الزَّائِدِ فَيَتَنَصَّفُ فَيَكُونُ لَهُ سَهْمَانِ وَنِصْفٌ فَانْكَسَرَ فَيُضَعَّفُ لِيَزُولَ الْكَسْرُ فَصَارَ الْحِسَابُ مِنْ اثْنَيْ عَشَرَ لِلْخُنْثَى خَمْسَةٌ وَلِلِابْنِ سَبْعَةٌ .

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ اَنَّ الْحَاجَةَ هَاهُنَا اِلَى اِثْبَاتِ الْمَالِ ابْتِدَاءً، وَالْاَقَلُّ وَهُوَ مِيرَاثُ الْاُنْثَى مُتَيَقَّنٌ

بِهِ، وَفِيمَا زَادَ عَلَيْهِ شَكٌّ، فَاَثْبَتْنَا الْمُتَيَقَّنَ قَصْرًا عَلَيْهِ لِاَنَّ الْمَالَ لَا يَجِبُ بِالشَّكِّ وَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ الشَّكُّ فِي وُجُوبِ الْمَالِ بِسَبَبٍ آخَرَ فَإِنَّهُ يُؤْخَذُ فِيهِ بِالْمُتَيَقَّنِ، كَذَا هٰذَا، إِلَّا اَنْ يَكُوْنَ نَصِيبُهُ الْاَقَلَّ لَوْ قَدَّرْنَاهُ ذَكَرًا فَحِينَئِذٍ يُعْطٰى نَصِيبَ الْاِبْنِ فِي تِلْكَ الصُّورَةِ لِكَوْنِهِ مُتَيَقَّنًا بِهِ وَهُوَ اَنْ تَكُوْنَ الْوَرَثَةُ زَوْجًا، وَاُمًّا وَاُخْتًا لِاَبٍ وَاُمٍّ هِيَ خُنْثٰى اَوْ امْرَاَةً وَاَخَوَيْنِ لِاُمٍّ وَاُخْتًا لِاَبٍ وَاُمٍّ هِيَ خُنْثٰى ۔

فَعِنْدَنَا فِي الْاُوْلٰى لِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْاُمِّ الثُّلُثُ وَالْبَاقِي لِلْخُنْثٰى، وَفِي الثَّانِيَةِ لِلْمَرْاَةِ الرُّبُعُ وَلِلْاَخَوَيْنِ لِاُمٍّ الثُّلُثُ وَالْبَاقِي لِلْخُنْثٰى لِاَنَّهُ اَقَلُّ النَّصِيبَيْنِ فِيهِمَا ۔

اور جب خنثیٰ مشکل کا والد فوت ہو جائے اور اس خنثیٰ مشکل کے ساتھ ایک بھائی بھی ہے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کے درمیان مال وراثت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ بیٹے کے لئے دو حصے ہوں گے اور اس خنثیٰ کے لئے ایک حصہ ہوگا۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خنثیٰ میراث میں عورت کی طرح ہے ہاں البتہ جب اس کا مرد ہونا ظاہر ہو جائے۔

صاحبین رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ خنثیٰ کے لئے مردی میراث کا نصف اور عورت کی میراث کا بھی نصف ملے گا۔ اور امام شعبی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ اور فقہاء نے امام شعبی کے قول کو قیاس کرنے میں اختلاف کیا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان کے درمیان مال بارہ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ بیٹے کو سات حصے ملیں گے جبکہ خنثیٰ کو پانچ حصے ملیں گے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان کے درمیان مال کو سات حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ بیٹے کو چار اور خنثیٰ کو تین حصے مل جائیں گے۔ کیونکہ اکیلا ہونے کے سبب سے بیٹا پوری میراث کا حقدار ہے۔ اور خنثیٰ تین چوتھائی کا حقدار ہے۔ پس اکٹھے ہونے کے وقت ان دونوں کے حقوق کی مقدار کے برابر مال کو تقسیم کیا جائے گا۔ اور خنثیٰ حساب سے تین لے گا جبکہ بیٹا حساب سے چار لے گا۔ اور یہ کل سات ہو جائیں گے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جب خنثیٰ مرد ہے تو مال ان کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ اور جب وہ عورت ہے تو مال ان کے درمیان تین حصوں میں تقسیم ہوگا۔ کیونکہ ہمیں ایسے عدد کی ضرورت لاحق ہوئی ہے۔ جس کا نصف بھی ہو اور تہائی بھی ہو۔ اور اس میں سب سے چھوٹا عدد چھ ہے۔ پس ایک حالت میں مال ان کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو تین تین حصے ملیں گے۔

اور دوسری حالت میں ان کے درمیان تین تین حصوں میں تقسیم ہوگا۔ اور خنثیٰ کو تین حصے جبکہ بیٹے کو چار حصے ملیں گے۔ پس خنثیٰ کے لئے دو حصے یقینی طور پر ثابت ہو چکے ہیں۔ جبکہ جو شک ہے وہ زائد حصے میں ہے۔ تو اس کو نصف نصف کر دیا جائے گا۔ اور خنثیٰ کو دو حصے اور نصف حصہ دیا جائے گا اور جو اس میں کسر واقع ہوئی ہے۔ پس مخرج کو زیادہ کر دیا جائے گا۔ تاکہ کسر ختم ہو جائے۔ تو

حساب بارہ سے ہوگا۔ جس میں خنثیٰ کے لئے پانچ حصے اور بیٹے کے لئے سات حصے ہوں گے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں پر ابتدائی طور پر مال کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔ اور عورت کو جو مقدار کم از کم ہے وہ یقینی ہے۔ اور اس سے زائد میں شک ہے۔ پس کم از کم پر حصر کرتے ہوئے اس کو ہم نے یقینا ثابت کر دیا ہے کیونکہ شک کے سبب مال ثابت نہیں ہوا کرتا۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح کسی دوسرے سبب سے مال کے واجب ہونے میں شک ہو جائے۔ تو اس وقت یقین پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور یہاں پر بھی اسی طرح ہوگا۔

ہاں البتہ جس وقت ہم خنثیٰ کو مرد فرض قرار دیں اور اس کا حصہ کم ہو تو اس وقت اس کو لڑکے والا حصہ ملے گا۔ کیونکہ وہ یقینی ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ وارثوں میں خاوند، ماں، حقیقی بہن ہو جو خنثیٰ ہے یا بیوی ہو، دو اخیافی بھائی ہوں اور ایک حقیقی بہن ہو تو خنثیٰ ہمارے نزدیک پہلی صورت میں شوہر کو نصف ماں کو تہائی اور بقیہ خنثیٰ کو مل جائے گا۔

اور دوسری صورت میں بیوی کے لئے چوتھائی، دونوں اخیافی بھائیوں کے لئے تہائی اور بقیہ خنثیٰ کو ملے گا۔ اس لئے ان دونوں صورتوں میں کم از کم یہی دونوں حصے ہیں۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

مَسَائِلُ شَتّٰی

﴿یہاں سے مسائل شتّٰی کا بیان ہے﴾

مسائل منثورہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتّٰی ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثور و متفرقہ یا شتّٰی کہا جاتا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۴۲۸، حقانیہ ملتان)

گونگے کے سر کے اشارے یا لکھنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قُرِءَ عَلَى الْأَخْرَسِ كِتَابُ وَصِيَّتِهِ فَقِيلَ لَهُ أَنَشْهَدُ عَلَيْكَ بِمَا فِي هٰذَا الْكِتَابِ فَأَوْمَأَ بِرَأْسِهِ : أَيْ نَعَمْ أَوْ كَتَبَ، فَإِذَا جَاءَ مِنْ ذٰلِكَ مَا يُعْرَفُ أَنَّهُ إِقْرَارٌ فَهُوَ جَائِزٌ، وَلَا يَجُوزُ ذٰلِكَ فِي الَّذِي يُعْتَقَلُ لِسَانُهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يَجُوزُ فِي الْوَجْهَيْنِ لِأَنَّ الْمُجَوِّزَ إِنَّمَا هُوَ الْعَجْزُ وَقَدْ شَمِلَ الْفَصْلَيْنِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْأَصْلِيِّ وَالْعَارِضِيِّ كَالْوَحْشِيِّ وَالْمُتَوَحِّشِ مِنَ الْأَهْلِيِّ فِي حَقِّ الذَّكَاةِ، وَالْفَرْقُ لِأَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ أَنَّ الْإِشَارَةَ إِنَّمَا تُعْتَبَرُ إِذَا صَارَتْ مَعْهُودَةً مَعْلُومَةً وَذٰلِكَ فِي الْأَخْرَسِ دُونَ الْمُعْتَقَلِ لِسَانُهُ .

حَتّٰى لَوْ امْتَدَّ ذٰلِكَ وَصَارَتْ لَهُ إِشَارَاتٌ مَعْلُومَةٌ قَالُوا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْأَخْرَسِ، وَلِأَنَّ التَّفْرِيطَ جَاءَ مِنْ قِبَلِهِ حَيْثُ أَخَّرَ الْوَصِيَّةَ إِلٰى هٰذَا الْوَقْتِ، أَمَّا الْأَخْرَسُ فَلَا تَفْرِيطَ مِنْهُ، وَلِأَنَّ الْعَارِضِيَّ عَلٰى شَرَفِ الزَّوَالِ دُونَ الْأَصْلِيِّ فَلَا يَتَقَاسَانِ، وَفِي الْأَبِدَةِ عَرَفْنَاهُ بِالنَّصِّ .

فرمایا کہ جب کسی گونگے پر وصیت نامے کو پڑھا گیا ہے اور اس کے بعد اس سے کہا گیا ہے کہ کیا ہم تجھ پر اس وصیت نامہ میں موجودہ چیز پر شاہد بن جائیں اور اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا ہے کہ ہاں ہو جاؤ۔ یا پھر اس نے لکھ کر دے دیا ہے اور اسکے بعد جب اس سے ایسی بات صادر ہوئی ہے۔ جس سے یہ پتہ چلے کہ یہ اقرار ہے تو جائز ہے۔ اور جس کی زبان بند ہوگئی ہے اس بندے کے بارے میں جائز نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ دونوں احوال میں جائز ہے۔ کیونکہ جائز قرار دینے والی چیز عاجزی ہے اور وہ عجز کا ہونا دونوں کو شامل ہے۔ اور اصلی اور عارضی کے درمیان کسی قسم کا کوئی فرق نہ ہوگا۔ جس طرح ذبح کے حق میں پالتو جانوروں میں سے متوحش کا حکم ہے۔

ہمارے فقہاء نے فرق کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ اشارے کا اس وقت اعتبار کیا جاتا ہے جب وہ معہود اور معلوم ہو۔ کیونکہ یہ گونگے میں ہے یہ معتقل لسان میں نہیں ہے۔ حتیٰ کہ جب زبان کا بند ہونا لمبا ہو جائے اور اس کے بھی معلوم اشارے بن جائیں تو مشائخ نے کہا ہے کہ وہ بھی گونگے کے حکم میں ہوگا۔ کیونکہ کمی اسی کی جانب سے آنے والی ہے۔ کیونکہ اس نے اس وقت تک وصیت کو مؤخر کر دیا ہے۔ جبکہ گونگے کی جانب سے کوئی کمی نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ عارضی چیز کے ختم ہونے پر ہے اصلی چیز کے خاتمے پر نہیں ہے۔ پس ان کو ایک دوسرے پر قیاس نہ کیا جائے گا۔ اور وحشی میں ہم نے اس کو نص سے سمجھا ہے۔

گونگے کے اشارے یا لکھنے سے نکاح وعتاق وغیرہ کے جواز کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْأَخْرَسُ يَكْتُبُ كِتَابًا أَوْ يُومِئُ إِيمَاءً يُعْرَفُ بِهِ فَإِنَّهُ يَجُوزُ نِكَاحُهُ وَطَلَاقُهُ وَعَتَاقُهُ وَبَيْعُهُ وَشِرَاؤُهُ وَيَقْتَصُّ لَهُ وَمِنْهُ، وَلَا يُحَدُّ وَلَا يُحَدُّ لَهُ) أَمَّا الْكِتَابَةُ فَلِأَنَّهَا مِمَّنْ نَأَى بِمَنْزِلَةِ الْخِطَابِ مِمَّنْ دَنَا ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَدَّى وَاجِبَ التَّبْلِيغِ مَرَّةً بِالْعِبَارَةِ وَتَارَةً بِالْكِتَابَةِ إِلَى الْغُيَّبِ، وَالْمُجَوِّزُ فِي حَقِّ الْغَائِبِ الْعَجْزُ وَهُوَ فِي حَقِّ الْأَخْرَسِ أَظْهَرُ وَأَلْزَمُ .

ثُمَّ الْكِتَابُ عَلَى ثَلَاثِ مَرَاتِبَ : مُسْتَبِينٌ مَرْسُومٌ وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ النُّطْقِ فِي الْغَائِبِ وَالْحَاضِرِ عَلَى مَا قَالُوا . وَمُسْتَبِينٌ غَيْرُ مَرْسُومٍ كَالْكِتَابَةِ عَلَى الْجِدَارِ وَأَوْرَاقِ الْأَشْجَارِ، وَيَنْوِي فِيهِ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ صَرِيحِ الْكِتَابَةِ فَلَا بُدَّ مِنَ النِّيَّةِ .

وَغَيْرُ مُسْتَبِينٍ كَالْكِتَابَةِ عَلَى الْهَوَاءِ وَالْمَاءِ، وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ كَلَامٍ غَيْرِ مَسْمُوعٍ فَلَا يَثْبُتُ بِهِ الْحُكْمُ .

فرمایا کہ جب گونگا لکھنا جانتا ہے یا وہ اشارہ کرتا ہے جس کو وہ پہچان لیتا ہے تو اس کا نکاح، طلاق، عتاق اور اس کی خرید وفروخت سب جائز ہیں۔ کیونکہ اس کے لئے قصاص لیا جائے گا۔ جبکہ اس سے قصاص نہ لیا جائے اور نہ اس کو حد لگائی جائے گی۔ اور نہ ہی اس کے لئے حد لگائی جائے گی۔ اور جو لکھنا ہے یہ دور والے کی جانب سے قریب کی طرف خطاب کے حکم میں ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ کے حکم کو کبھی عبارت کے ذریعے ادا کیا ہے اور غائب کی جانب سے بذریعہ تحریر ادا کیا ہے۔ اور غائب کی جانب سے کتابت کو جائز قرار دینے والا معاملہ عاجز آنا ہے پس یہ عاجز آنا گونگے کے حق میں زیادہ ظاہر اور زیادہ ضروری ہے۔

اور لکھنے کے تین مراتب ہیں۔ (۱) مستبین مرسوم ہے جو غائب اور موجود دونوں کے حق میں کلام ہے۔ جس طرح مشائخ فقہاء نے کہا ہے۔ (۲) مستبین غیر مرسوم ہے جس طرح دیوار یا درختوں کے پتوں پر لکھنا ہے۔ اور اس میں نیت کا پتہ چلایا جائے گا اور کیونکہ صریح کنایہ کے حکم میں ہے۔ پس نیت لازم ہوئی۔ (۳) غیر مستبین جس طرح ہوا اور پانی پر لکھنا ہے۔ یہ نہ سنے گئے کلام کے حکم میں ہے۔ پس اس سے کوئی حکم ثابت نہ ہوگا۔

اشارے کا گونگے کے حق میں حجت ہونے کا بیان

وَاَمَّا الْاِشَارَةُ فَجُعِلَتْ حُجَّةً فِیْ حَقِّ الْاَخْرَسِ فِیْ حَقِّ هٰذِهِ الْاَحْكَامِ لِلْحَاجَةِ اِلٰی ذٰلِكَ لِاَنَّهَا مِنْ حُقُوْقِ الْعِبَادِ وَلَا تَخْتَصُّ بِلَفْظٍ دُوْنَ لَفْظٍ، وَقَدْ تَثْبُتُ بِدُوْنِ اللَّفْظِ .

وَالْقِصَاصُ حَقُّ الْعَبْدِ اَيْضًا، وَلَا حَاجَةَ اِلَی الْحُدُوْدِ لِاَنَّهَا حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَلِاَنَّهَا تَنْدَرِئُ بِالشُّبُهَاتِ، وَلَعَلَّهُ كَانَ مُصَدِّقًا لِلْقَاذِفِ فَلَا يُحَدُّ لِلشُّبْهَةِ، وَلَا يُحَدُّ اَيْضًا بِالْاِشَارَةِ فِی الْقَذْفِ لِانْعِدَامِ الْقَذْفِ صَرِيْحًا وَهُوَ الشَّرْطُ .

اور بہر حال جو اشارہ ہے وہ گونگے کے حق میں ان احکام میں حجت سمجھا گیا ہے کیونکہ اس میں اس کی ضرورت ہے۔ اور یہ احکام حقوق عباد میں سے ہیں۔ اور ایک لفظ کو چھوڑتے ہوئے ایک کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ کیونکہ کبھی لفظ کے بغیر بھی حکم ثابت ہونے والا ہے۔ اور قصاص بندے کا حق ہے اور حدود کی طرف کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ حدود اللہ کا حق ہیں۔ کیونکہ حدود شبہات سے ساقط ہو جانے والی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ گونگا جھوٹے کی تصدیق کرنے والا ہو۔ کیونکہ شبہ کی وجہ سے حد جاری نہ کی جائے گی۔ اور قذف میں بھی اشارے کی وجہ سے حد جاری نہ کی جائے گی۔ کیونکہ صراحت کے ساتھ قذف نہیں ہے۔ جبکہ یہ شرط ہے۔

حدود و قصاص کا کے فرق ک فقہی مفہوم

ثُمَّ الْفَرْقُ بَيْنَ الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ اَنَّ الْحَدَّ لَا يَثْبُتُ بِبَيَانٍ فِيْهِ شُبْهَةٌ ؛ اَلَا تَرٰی اَنَّهُمْ لَوْ شَهِدُوْا بِالْوَطْءِ الْحَرَامِ اَوْ اَقَرَّ بِالْوَطْءِ الْحَرَامِ لَا يَجِبُ الْحَدُّ، وَلَوْ شَهِدُوْا بِالْقَتْلِ الْمُطْلَقِ اَوْ اَقَرَّ بِمُطْلَقِ الْقَتْلِ يَجِبُ الْقِصَاصُ وَاِنْ لَمْ يُوْجَدْ لَفْظُ التَّعَمُّدِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْقِصَاصَ فِيْهِ مَعْنَی الْعِوَضِيَّةِ لِاَنَّهُ شُرِعَ جَابِرًا فَجَازَ اَنْ يَثْبُتَ مَعَ الشُّبْهَةِ كَسَائِرِ الْمُعَاوَضَاتِ الَّتِیْ هِیَ حَقُّ الْعَبْدِ .اَمَّا الْحُدُوْدُ الْخَالِصَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَشُرِعَتْ زَوَاجِرَ وَلَيْسَ فِيْهَا مَعْنَی الْعِوَضِيَّةِ فَلَا تَثْبُتُ مَعَ الشُّبْهَةِ لِعَدَمِ الْحَاجَةِ .

اور حدود اور قصاص کے درمیان فرق ہے۔ بے شک حد ایسے بیان سے ثابت نہ ہوتی جس میں کوئی شبہ ہو۔ کیا آپ

نے غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ جب گواہوں نے حرام وطی کی شہادت دی ہے یا وطی کرنے والے نے حرام وطی کا اقرار کیا ہے۔ تو حد واجب نہ ہوگی۔ اور جب گواہوں نے مطلق طور پر قتل کی گواہی دی ہے یا پھر قاتل نے مطلق طور پر قتل کا اقرار کر لیا ہے تو قصاص واجب ہو جائے گا۔ اگر چہ عمد کا لفظ نہ ہی پایا جائے۔ کیونکہ قصاص میں عوض ہونے کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ جابر بن کر مشروع ہونے والا ہے۔ پس شبہ کے ساتھ اس کا ثابت ہونا جائز ہوگا۔ جس طرح وہ سارے معاملات جو بندے کا حق ہیں۔ جبکہ حدود خاص اللہ کا حق ہیں۔ جو سزا بن کر مشروع ہوئی ہیں۔ اور ان میں عوض ہونے کا کوئی معنی نہیں ہے۔ پس یہ شبہ کے ساتھ ثابت نہ ہوں گی۔ کیونکہ ان میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

غائب کی تحریر کا واجب شدہ قصاص میں حجت نہ ہونے کا بیان

وَذَكَرَ فِي كِتَابِ الْإِقْرَارِ أَنَّ الْكِتَابَ مِنَ الْغَائِبِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ فِي قِصَاصٍ يَجِبُ عَلَيْهِ، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الْجَوَابُ هُنَا كَذٰلِكَ فَيَكُونُ فِيهِمَا رِوَايَتَانِ، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ مُفَارِقًا لِذٰلِكَ لِأَنَّهُ يُمْكِنُ الْوُصُولُ إِلَى نُطْقِ الْغَائِبِ فِي الْجُمْلَةِ لِقِيَامِ أَهْلِيَّةِ النُّطْقِ، وَلَا كَذٰلِكَ الْأَخْرَسُ لِتَعَذُّرِ الْوُصُولِ إِلَى النُّطْقِ لِلْآفَةِ الْمَانِعَةِ، وَدَلَّتِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى أَنَّ الْإِشَارَةَ مُعْتَبَرَةٌ وَإِنْ كَانَ قَادِرًا عَلَى الْكِتَابَةِ، بِخِلَافِ مَا تَوَهَّمَهُ بَعْضُ أَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا تُعْتَبَرُ الْإِشَارَةُ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْكِتَابَةِ.

لِأَنَّهُ حُجَّةٌ ضَرُورِيَّةٌ، وَلَا ضَرُورَةَ لِأَنَّهُ جَمَعَ هَاهُنَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ أَشَارَ أَوْ كَتَبَ، وَإِنَّمَا اسْتَوَيَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حُجَّةٌ ضَرُورِيَّةٌ، وَفِي الْكِتَابَةِ زِيَادَةُ بَيَانٍ لَمْ يُوجَدْ فِي الْإِشَارَةِ، وَفِي الْإِشَارَةِ زِيَادَةُ أَثَرٍ لَمْ يُوجَدْ فِي الْكِتَابِ لَمَّا أَنَّهُ أَقْرَبُ إِلَى النُّطْقِ مِنْ آثَارِ الْأَقْلَامِ فَاسْتَوَيَا (وَكَذٰلِكَ الَّذِي صَمَتَ يَوْمًا أَوْ يَوْمَيْنِ لِعَارِضٍ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْمُعْتَقَلِ لِسَانُهُ أَنَّ آلَةَ النُّطْقِ قَائِمَةٌ، وَقِيلَ هٰذَا تَفْسِيرٌ لِمُعْتَقَلِ اللِّسَانِ.

اور کتاب الاقرار میں ہے کہ غائب شخص کی تحریر اس پر واجب شدہ قصاص میں دلیل نہ ہوگی۔ کیونکہ ممکن ہے یہاں پر حکم اسی طرح ہو۔ اور اس میں دو روایات ہو جائیں گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے گونگا غائب سے الگ ہو۔ کیونکہ اس وقت تو غائب تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں بولنے کی طاقت موجود ہے۔ جبکہ گونگا ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے بولنے تک پہنچنا ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کو بولنے سے روکنے والی پریشانی سبب ہے۔

اور یہ مسئلہ اس بات کی ترجمانی کرنے والا ہے کہ اشارے کا اعتبار کیا جائے گا خواہ اشارہ کرنے والا لکھنے پر قدرت رکھنے والا ہو۔ بہ خلاف اس وہم کے جو ہمارے اصحاب میں سے کچھ کی خواہش ہے۔ کہ لکھنے پر طاقت رکھنے والے کے اشارے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اشارہ ایک لازمی دلیل ہے۔ اور یہاں اس کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں کتابت اور اشارے کو جمع کر کے اس طرح فرمایا ہے کہ وہ اشارہ کرے یا وہ لکھے اور یہ دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک۔ لازم ہونے والی حجت ہے۔ اور کتابت کے اندر جو بیان کو زیادہ کیا گیا ہے وہ اشارے میں نہیں ہے اور جس چیز کی زیادتی اشارے میں ہے وہ کتابت میں نہیں ہے۔ کیونکہ اشارہ قلموں کے نقوش کے مقابلے میں بولنے کے زیادہ قریب ہے۔ پس یہ دونوں برابر ہو جائیں گے۔

اور اسی طرح جب بندہ کسی عارضے کے سبب ایک یا دو دن خاموش رہا ہے تو یہ بھی اسی دلیل کے مطابق ہے جس کو ہم معتقل لسان کے بارے میں بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ بولنے کا آلہ پایا جا رہا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ معتقل لسان کی وضاحت ہے۔

مذبوحہ و مردار بکریوں میں تحری کر کے کھانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتِ الْغَنَمُ مَذْبُوحَةً وَفِيهَا مَيْتَةٌ فَإِنْ كَانَتِ الْمَذْبُوحَةُ أَكْثَرَ تَحَرَّى فِيهَا وَأَكَلَ، وَإِنْ كَانَتِ الْمَيْتَةُ أَكْثَرَ أَوْ كَانَا نِصْفَيْنِ لَمْ يَأْكُلْ) وَهٰذَا إِذَا كَانَتِ الْحَالَةُ حَالَةَ الِاخْتِيَارِ .

أَمَّا فِي حَالَةِ الضَّرُورَةِ يَحِلُّ لَهُ التَّنَاوُلُ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ ؛ لِأَنَّ الْمَيْتَةَ الْمُتَيَقَّنَةَ تَحِلُّ لَهُ فِي حَالَةِ الضَّرُورَةِ، فَالَّتِي تَحْتَمِلُ أَنْ تَكُونَ ذَكِيَّةً أَوْلَى، غَيْرَ أَنَّهُ يَتَحَرَّى لِأَنَّهُ طَرِيقٌ يُوَصِّلُهُ إِلَى الذَّكِيَّةِ فِي الْجُمْلَةِ فَلَا يَتْرُكُهُ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا يَجُوزُ الْأَكْلُ فِي حَالَةِ الِاخْتِيَارِ وَإِنْ كَانَتِ الْمَذْبُوحَةُ أَكْثَرَ لِأَنَّ التَّحَرِّيَ دَلِيلٌ ضَرُورِيٌّ فَلَا يُصَارُ إِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ، وَلَا ضَرُورَةَ لِأَنَّ الْحَالَةَ حَالَةُ الِاخْتِيَارِ .

وَلَنَا أَنَّ الْغَلَبَةَ تَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الضَّرُورَةِ فِي إِفَادَةِ الْإِبَاحَةِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ أَسْوَاقَ الْمُسْلِمِينَ لَا تَخْلُو عَنِ الْمُحَرَّمِ الْمَسْرُوقِ وَالْمَغْصُوبِ وَمَعَ ذٰلِكَ يُبَاحُ التَّنَاوُلُ اعْتِمَادًا عَلَى الْغَالِبِ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْقَلِيلَ لَا يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ وَلَا يُسْتَطَاعُ الِامْتِنَاعُ مِنْهُ فَسَقَطَ اعْتِبَارُهُ دَفْعًا لِلْحَرَجِ كَقَلِيلِ النَّجَاسَةِ وَقَلِيلِ الِانْكِشَافِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَا نِصْفَيْنِ أَوْ كَانَتِ الْمَيْتَةُ أَغْلَبَ لِأَنَّهُ لَا ضَرُورَةَ فِيهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ، وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ .

فرمایا کہ جب مذبوحہ بکریاں ہیں اور ان میں بعض مردار ہیں اور جب مذبوحہ زیادہ ہیں تو وہ تحری کرتے ہوئے ان سے کھا لے گا۔ اور جب مردار بکریاں زیادہ ہیں یا مذبوحہ اور مردار آدھی آدھی ہیں۔ تو ان سے تحری کر کے نہیں کھایا جائے گا۔ اور اختیاری حالت میں یہ حکم ہوگا۔ جبکہ ضرورت کی حالت میں ان تمام صورتوں میں کھانا جائز ہے۔ کیونکہ جب یقینی طور پر حرام بکری ضرورت کے تحت اس کے لئے حلال ہو جاتی ہے تو جس بکری میں مذبوحہ ہونے کا احتمال ہے وہ بدرجہ اولیٰ جائز ہو جائے گی۔ لیکن وہ اس میں تحری کرے گا کیونکہ تحری کرنا یہ ایسا طریقہ ہے۔ جو اس کو اس وقت ذکیہ تک لے جانے والا ہے۔ پس وہ شخص کسی ضرورت کے سوا تحری کو نہ چھوڑے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اختیاری حالت میں کھانا جائز ہے۔ خواہ مذبوحہ زیادہ ہوں کیونکہ تحری ضرورت کی دلیل ہے۔ پس ضرورت کے بغیر اس کی جانب رجوع نہ کیا جائے گا۔ اور یہاں پر کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو اختیاری حالت ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اباحت کا فائدہ دینے میں غلبے کو ضرورت کے حکم میں سمجھا جائے گا۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے بازار حرام، چوری شدہ اور غصب شدہ چیزوں سے خالی نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود غلبہ پر اعتماد کر کے کھانا جائز ہوا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ قلیل سے بچنا ناممکن ہے۔ اور اس سے بچنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پس حرج کو دور کرنے کے لئے اس کا اعتبار ساقط ہو جائے گا۔ جس طرح قلیل نجاست اور قلیل انکشاف میں ہوتا ہے۔ اور مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب وہ دونوں آدھے آدھے ہیں یا مردار کا غلبہ ہے کیونکہ اس میں کوئی ضرورت نہ ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

العبد الحقير فی العباد الفقير ما حرره

هذه التحرير مع احتماله التقصير بذريعة الشهير

محمد لیاقت علی رضوی ابن محمد صادق

چک ستیکا تحصیل و ضلع بہاولنگر

مکمل 15 جلدیں

1	کتاب الطہارۃ
2	کتاب الصلوٰۃ
3	کتاب الزکوٰۃ کتاب الصوم
4	کتاب الحج
5	کتاب النکاح
6	کتاب الطلاق
7	کتاب العتاق باب اللعان العدۃ
8	کتاب الایمان والحدود
9	کتاب السیر کتاب اللقیط کتاب اللقطہ کتاب الاباق کتاب المفقود کتاب الشرکۃ کتاب الوقف
10	کتاب البیوع
11	کتاب الصرف کتاب الکفالہ
12	کتاب الدعوی الی کتاب الاجارات
13	کتاب المکاتب الی المساقاۃ
14	کتاب الذبائح الی الرہن
15	کتاب الجنایات الی الخنثی

مکمل 15 جلدیں

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں
https://t.me/tehqiqat
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے
https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari

طالب دعا زوہیب حسن عطاری